حسب ضابطہ رجسٹری کرائی گئی ہے

708

ترکوں کی موجودہ ترقیات
اور
اسلامی دنیا کا فوٹو

یعنی

ترکوں کا سچا فوٹو۔ انکی اوصاف جمیلہ کا منصفانہ اعتراف اور ایک راستی پسند صداقت شعار انگریز کی عادلانہ شہادت جس نے مفسدہ آرمینیا کے واقعی حالات اور یوروپین مفتریوں کے بہتانوں کی بے بنیادی کی پوری کیفیت بیان کرنیکے ساتھہ ہی یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ اکثر ترکی عہدہ دار نہایت قابل عقلمند ضروریات زمانہ سے باخبر اور کامل معتبر جنٹلمین ہیں اور کہ ترک معقول ترقی کر رہے ہیں معہ دیگر ضروری معلومات و احباب سلطنت عثمانیہ اور اسکے انتظام و ترقی مسلمانوں کی موجودہ حالت۔ انکی تعلیمی مسئلہ اور ترقی کے خیال کے متعلق

جسے

مسٹر سڈنی وہٹمین فیلو رائل جغرافیکل سوسائٹی لنڈن اور مسٹر ولیم کوکران اور چند مسلمان سیاحین ممالک عثمانیہ و بلاد شرق و غرب اور نیز اپنی تحریروں سے

مولوی محمد انشاء اللہ زمیندار انعام آباد وچھا ضلع گوجرانوالہ
سابق ایڈیٹر وکیل امرتسر و حال مالک و ایڈیٹر اخبار وطن لاہور

نے

حسب ضرورت فٹ نوٹ و حواشی اور واقعات قریبہ کی تفصیلی کیفیت ایزاد کر کے مرتب کیا ہے

حصہ اول و دوم

بار دوم سنہ ۱۹۰۷ء میں

حمیدیہ ایجنسی لاہور کیلئے

ذخیرہ ... محمد ... لاہور

مطبع حمیدیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام مولوی محمد انشاء اللہ مالک طبع شد

قیمت فی حصہ ۸/ ہر دو حصہ ۱۲/

طبع دوم

فہرست مضامین حصہ اول

مضمون	نمبر صفحہ
عرض حال	۱
ترکون کا سمجھا نوٹو	
ترکون اور فرنگیون میں کی طبایع	۴
آغاز داستان ہوٹل۔	۵
مسٹر شاکر پاشا۔	۶
بلاد مشرق کا سفر۔	۱۹
مصر	۲۰
ترکی ڈاک کا انتظام	۲۱
گورنر جنرل طرابزون	۲۲
روذف پاشا	۲۴
ترکونکی خاموشی پسندی	۲۶
اجنبیونکی منصفانہ شہادت	۲۷
تردید۔	۳۰
مشنری۔	۳۱
یوروپین قونصل۔	۳۴
منصب خلافت	۳۶
ضمیمہ اول ترتیبات	۳۷
حجاز کی قابل تعلیم اصلاحیں	۴۶
ریلوے اور فضول خیرات۔	۴۹
حالات آچین۔	۵۵
اسلام فتنے آچین۔	۵۹
مسلمانان کاشغر	۷۰
مسلمانان بورنیو۔	۷۳
کتب [illegible]۔	۷۵
طریقہ سنوسیہ۔	۷۶
قسطنطنیہ میں ہندوستانی	۸۲
ہندوستانی قسطنطنیہ میں کس طرح تعلیم حاصل کرسکتے ہیں	۸۳
سلطنت عثمانیہ کی پالیسی میں تغیر	۸۴

مضمون	نمبر صفحہ
انتظام حجاز۔	۸۶
حجاز کا موسم	۹۱
حجاز کا مسلہ۔	۹۲
مکہ کے بازار	۹۳
مکہ کی تجارت	۹۴
عرب کی جنگلی اقوام بدو	۹۵
حجاز کا مسلہ یعنے طائف	۱۰۰
جدید مساجد۔	۱۰۳
اخلاق وفہم سلطانی	۱۰۵
خیرات سلطانی	۱۱۱
اخلاق سلطانی وحدت آفندی	۱۱۳
روسی سلمان۔	۱۲۲
صحیفہ استنبولی	۱۲۶
ترکی کی انتظامی کیفیت۔	۱۲۸
طریقہ رفاعیہ اور سید ابوالہدے آفندی	۱۲۹
ابو ایوب انصاری	۱۳۱
ترکی عدالتیں۔	۱۳۲
فوائد سفر۔	۱۳۴
مشترکہ سرمایہ کی تجارتی دکان	۱۳۵
سلطنت ترکی کا مجموعی انتظام	۱۳۶
قسطنطنیہ کی آبادی۔	۱۳۹
فرقہ مولویہ	۱۴۰
تکیہ ہائے قسطنطنیہ۔	〃
ترکی سپاہی	۱۴۱
ترکی پولس	۱۴۲
حالات بیروت	〃
بندر سعید۔	۱۴۶
جامع ازہر اور ہندوستانی طلبا	۱۴۷

مضمون	نمبر صفحہ
حالات قاہرہ۔	۱۴۸
مدارس اعدادیہ۔	۱۴۹
صحیفہ مصری تفصیل ودیگر ایہ وغیرہ	۱۵۰
قاہرہ میں مجلس مولود۔	۱۵۶
مہندی تکیہ	۱۵۹
ہندوستانی انگریزی خوانون کو مشورہ	۱۶۲
نتیجہ امتحان مصریہ۔	۱۶۳
ہندوستانی سوداگر	۱۶۵
جنگ سوڈان	۱۶۶
سرحد پر سلطانی افواج	〃
سلطنت رعایا۔	۱۶۷
مصری اقوام۔	۱۶۹
اجنبی اقوام۔	۱۷۰
آمدنی کے مشاغل	〃
اون کا اثر مصریوں پر۔	۱۷۲
جامع ازہر	۱۷۴
کتب خانہ خدیویہ۔	۱۷۶
فہرست کتب مصریہ۔	〃
کتب نو مطبوعہ۔	۱۷۷
مسلمانوں کی موجودہ پولیٹیکل حالت	۱۸۰
سود کا جواز۔	۱۸۳
اسلامی بینک	۱۹[illegible]
مسئلہ تعلیم	۱۹[illegible]
ترکی کالج۔	۱۹[illegible]
ڈیرہ دون کا مدرسہ جنگلات۔	۲۰۱
کالجی تعلیم کے نقصان۔	۲۰۳
سرسید کا جواب اور علیگڈھ کالج۔	
جواب الجواب۔	
صنعت وحرفت وتجارت۔	۲۲۵

Marfat.com

عرض حال

135496

یہ کتاب کا پہلا حصہ ستمبر ۱۸۹۸ء کی مشہور انگریزی ماہوار رسالہ ہارپرز میگزین میں جو لنڈن اور نیویارک میں ماہوار شائع ہوتا ہے چھپا۔ مسٹر ہیث مین صاحب کی اس تحریر سے میرے اکثر بیانات کی جو فرد منہ مظالم آرمینیا کی کُنہ و حقیقت اور اسکی کیفیت کے متعلق اسی نام کی رسالہ میں مندرج ہیں۔ پوری پوری تصدیق ہی نہیں ہو گئی بلکہ جیسا کہ ٹائٹل میں اشارہ کیا گیا ہے۔ صاحب موصوف نے ترکی اعلیٰ عہدہ داروں کا اظہار ذکر کر کے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ ترک اکثر دیگر مشرقی اقوام کی طرح بدستور غافل و بےخبر نہیں ہیں۔ بلکہ بہت کچھ ترقی کر چکے ہیں اور برابر کئے چلے جا رہے ہیں۔ کوہستان آرمینیا کی نیچرل منظری اور قدرتی مناظر کا دلکش نقشہ کھینچنے کے علاوہ ایشیائی روم کی طرز حکومت اور نظم و نسق کا بھی قابل قدر اور دلچسپ پیرایہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور بالآخر ملکی و قومی ترقی کی رفتار کو اور زیادہ سریع بنانے کے لئے چند قابل غور مشورے عثمانی قوم اور حکومت کو دیئے گئے ہیں جن سے اگر دیگر ممالک کے مسلمان بھی چاہیں تو معقول استفادہ کر سکتے ہیں۔

اس مضمون کو مکمل کرنے کے لئے میں نے ایک اور انگریز سیاح مسٹر ایف کیمران کی کتاب جن اینڈ نیل ان ایشیا مائنر سے بھی چند اقتباسات ایزاد کر دئیے ہیں۔ اس کتاب کے نام کا اردو میں یہ ترجمہ ہو سکتا ہے "ایشیائے کوچک کے حالات بذریعہ تحریر و تصاویر" مسٹر کوکران ۱۸۸۵ء میں ریشمی کیڑوں کی پرورش کی متعلق سمرنا گئے اور کئی مہینہ اس شہر اور سلطنت عثمانیہ کی دیگر حصص میں رہے تھے۔ اگرچہ وہ لبرل فریق میں شامل اور مسٹر گلیڈسٹون مرحوم کے بڑے مرید اور مداح ہیں لیکن ویسے مرید نہیں کہ اونکی تقلید میں انصاف و صداقت سے بھی دست بردار ہو جائیں۔ اونکی کتاب ۱۸۸۷ء میں شائع ہوئی تھی۔ پس جن ترقیوں اور اصلاحات کا اس میں ذکر کیا گیا ہے۔ اونکی نسبت قیاس کرنا بیجا نہیں ہوگا کہ وہ ان گیارہ برسوں میں بالکل مکمل نہیں تو تکمیل کے قریب ضرور پہنچ گئی ہونگی۔

ابنائے ملک کو کسی خاص مضمون اور معاملہ سے از حد شوق اور دلچسپی ہونے کے باوجود ابھی تک کتابوں پر روپیہ خرچ کرنیکی جرأت اور مؤلفین کی قدر شناسی کیطرف جیسی کہ چاہئے توجہ نہیں ہوئی۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ترکی کے معاملات سے بڑھ کر جو اب واحد مقتدر اسلامی سلطنت ہی نہیں رہ گئی۔ بلکہ [illegible] کسی معاملہ سے دلچسپی نہیں۔ اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے۔ باینہمہ اگر کل ہندوستان میں [illegible] الطریق پورا کرنیکا سب سے اول میں نے بیڑہ اٹھایا اور چند کتابیں ترجمہ اور تالیف کیں۔ لیکن اونکی طرف بھی اور تھوڑی سی آگاہی میرے ہو جانیکی عادت رہی ہے کیوجہ سے انہیں سے اکثر کتابوں کے پہلے اڈیشن بھی جن میں چند سے زیادہ نسخے طبع نہ کئے گئے تھے فروخت نہیں ہو سکے۔ اور اکثر ایسے اصحاب جنہوں نے ان کتابوں میں سے چند بالکل خرید لی ہونگی۔ اب اس مضمون پر کسی اور کتاب کے لکھے جانے کی ضرورت ہی نہیں دیکھتے ہونگے۔ حالانکہ یہ میدان ایسا وسیع ہے کہ باوجود یکہ انگریزی

Marfat.com

یا دیگر اقوام یورپ کو اس اسلامی سلطنت سے کبھی ویسی دلی ہمدردی اور دلچسپی نہیں ہو سکتی جو ہم کو ہونی چاہیئے۔ تاہم وہاں کی پبلک کے محض ازدیاد علم و آگاہی کے شوق کو پورا کرنیکے لئے ہزاروں مختلف زبانوں میں لکھی جا چکی ہیں۔ اور لکھی جا رہی ہیں جنمیں سے ایک بھی ایسی نہوگی جسکا ایک ایڈیشن ہزاروں کی تعداد میں طبع نہ ہوئے اور ہفتوں میں فروخت نہ ہو گئے ہوں۔ اور پھر اونمیں سے بعض ایسی ضخیم کتابیں ہیں کہ اگر اونمیں سے کسی ایک کا اردو میں ترجمہ کیا جائے۔ تو کئی سو متوسط حجم کی جلدوں میں ختم ہو۔ یہ رسالہ زیادہ تر اسی کا دلیل کرنے کو مرتب کیا ہے۔ کہ آیا کسی مؤلف کی استقلال اور پبلشر کی اولوالعزمی سے ابنائے ملک کی اس بے توجہی اور بدشوقی میں کچھ کمی ہونیکی توقع ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس دفعہ بھی اپنی توقع میں ناکام رہنے سے شاید میرا حوصلہ پست نہو۔ اور میں اس میدان میں چند ایک کوششیں کر گذروں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ مسلسل ناکامی آخر مایوسی پیدا کر دیتی ہے۔ اور اگر مجھے اس خدمت سے جسے زیادہ تر محض قوم کی فائدہ اور ایکدوسری کے حالات سے آگاہی حاصل کر سکنے کی وسائل بہم پہونچانے کے لئے اور اس کے مختلف اجزاء و عناصر میں ارتباط و اتحاد پیدا کرنیکی لئے میں نے اختیار کیا ہے کبھی دست بردار ہونا پڑا تو مجھے اپنی دماغ سوزی اور محنت و جستجو اور بے شمار روپیہ کے ضایع جانے پر ہی نہیں بلکہ قوم کی ناقدر شناسی پر بھی سخت افسوس ہوگا۔ انگریزی خوان مسلمانوں میں سے ننانوے فیصدی بلکہ فی ہزار ۹۹۹ نے اردو اخبارات اور کتابوں کو ہاتھ تک نہ لگانے کی قسم کہا رکھی ہے۔ امرا قوم کی بدقسمتی سے علمی مشاغل کو کسر شان سمجھتے ہیں۔ بڑے علم دوست ہوئے تو ایک دو دیوان مطالعہ کر لئے یا شعراے مدح سرائی کرالی۔ متمول تاجروں کو نہ علم نہ شوق۔ متوسط الحال فرقہ میں سے بھی اکثر ذاتی جوڑ توڑوں میں ہر وقت غرق رہتے ہیں۔ ادنیٰ ترین درجہ کی جب کلمہ شہادت سے بھی واقف نہیں تو کتب بینی کس جانور کا نام ہو سکتا ہے۔ باقی رہ گئی تھوڑی بہت علمی استعداد رکھنے والے سفید پوشوں کی جماعت جنکی آمدنیاں بسا اوقات کو بھی عموماً بمشکل مکتفی ہوتی ہیں۔ مگر خداوند کریم اونکی ہمت و اولوالعزمی اور فراخ حوصلگی میں وسعت بخشے اور مالی استطاعت میں روز افزوں اضافہ کرے۔ یہی ایک جماعت ہے جسکی طفیل ملک میں کم و بیش علمی چرچا دکھلائی دیتا ہے۔ لیکن اگر دوسری طبقوں کی یہی حالت رہی۔ اور اونمیں بہتری کیطرف کوئی فرق نہ پڑا۔ تو اکیلی یہ جماعت ہمیشہ کے لئے کبھی سارا بوجھ نہیں اوٹھا سکیگی۔ علمی بدشوقی کے علاوہ کتب و اخبار مستعار لینے کا دستور بد موئے پر سو دُرے لگانیکا کام کر رہا ہے اگر یہ دستور صرف محتاجوں اور مالی استطاعت نہ رکھنے والے شائقین کتب تک ہی محدود ہوتا تو کوئی بات نہ تھی۔ اسی ضرورت کا احساس زمانہ قدیم سے عام کتب خانوں اور ریڈنگ روموں کی ابتدا و قیام کا باعث چلا آتا ہے۔ مگر یہاں تو یہ کیفیت ہے کہ بڑی بڑی حیثیت والے اور ثقہ لوگ جو ہر مہینہ بلا ضرورت و فضول و عیش جلسوں پر بیسیوں روپیہ بڑی خوشی سے ضایع کر دیں کسی نئی کتاب کے لئے بیتاب رہتے ہیں لیکن اوس پر تین یا چار روپیہ خرچ کرنا موت کے برابر سمجھا جاتا ہے اور جب کسی دوست نے وہ منگوائی ہے اوسکے پاس روز آدمی بھیجتے ہوئے کچھ شرم و عار نہیں کرتے۔ چنانچہ امرتسر جیسے شہر میں

[illegible] مشہور مصنف مثلاً شبلی یا آزاد کی کسی نئی کتاب کی دو تین نسخے آجائیں تو کل شہر کے لئے کفایت کر جائیں گے
وہی دوست ایک سے دوسرے کے پاس یکے بعد دیگرے پھرتی رہے گی۔ میری یہ شکایت اسی بدشوقی کی وجہ سے بہت
[illegible] تک یعنی صرف ادنیٰ تک جو اس رسالہ کو خریدینگے پہونچیگی۔ تاہم اگر یہی قلیل تعداد اس بُری دستور کی
بیخکنی کا عزم کرلے۔ اور کسی صاحب حیثیت سائل دوست کی عارضی رنجش کا خیال نہ کرکے اوسی نرمی سے انکار
کیوجہ سمجھا دے تو کامل یقین ہے کہ رفتہ رفتہ بدعت کا دائرہ بہت محدود ہو جائے گا۔

ان کل امور کے باوجود میں اپنے ابنائے ملک یعنی بالخصوص اوس کے معمولہ بالا طبقہ کا مشکور ہوں کہ نسبتاً میری
کوششوں کو بہت کچھ عزت و وقعت اور ہمدردی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ اور اکثر دیگر مصنفوں کی تصنیفات کی
نسبت میری کتابوں کی معقول قدردانی کیگئی ہے۔ مگر یہ سب کچھ میں نسبتاً کہہ رہا ہوں۔ اس نسبت کو اوڑا دیا جائے
تو عزت و وقعت۔ ہمدردی و قدردانی کی مجموعی مقدار ایسی نہیں ہے کہ وہ کسی متوسط درجہ کی امنگیں رکھنے
والے مؤلف یا مصنف کا بھی حوصلہ بڑھا سکتا تو درکنار اسی قایم بھی رکھ سکیں۔ یہی وجہ تھی کہ ترکی و اسلامی معاملات
پر میری ملکی لٹریچر میں اسوقت اوتنی کتابیں دکھائی نہیں دیتیں جسقدر کہ میں تیار کر سکتا تھا۔ بالفاظ دیگر میرا عزم
پست نہ سہی سست ضرور ہو گیا ہے اور اسی حیثیت بنا قوم کے اختیار میں ہے۔ اشاعت کی کمی اور عام بدذوقی مالی نقصان
کا ہی باعث نہیں ہوتی۔ بلکہ ایسی صورت میں تحریر کتب کی اصلی غرض و غایت بھی جسکا اوپر ذکر ہو چکا ہے حاصل نہیں ہو سکتی
میں اپنی تالیفات کی اپنی مونہہ سے تعریف نہیں کرنی چاہتا۔ تاہم اپنی انگریزی خوان بھائیوں کی خدمت میں [illegible]
بہ شرطیکہ وہ مجھ سے یا کسی سے دور ہو سکتی ہے دور کرنے کے لئے یہ بتا دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ تاریخ خاندان عثمانیہ
معرکہ مظالم آرمینیا وغیرہ وغیرہ میری مؤلفہ کتب ہی ایسی نہیں ہیں کہ جو معلومات اونمیں درج ہیں [illegible] ایک
انگریزی یا یورپین کتاب میں خواہ وہ کیسی قیمتی کیوں نہ ہو نہ مل سکیں گی۔ اور با ایں ہمہ انگریزی [illegible] مقابلہ پر
اونکی قیمت کچھ بھی نہیں۔ بلکہ بست سالہ عہد حکومت واقعات روم۔ محاربات یونان وغیرہ مختلف ترجمہ کردہ کتابوں [illegible]
یہی وہ بیشمار ضروری و مفید حواشی اور اصل مصنفوں سے بعض مقامات پر اختلافات اور جدید خیالات کی [illegible]
جن حواشی اور اختلافات کی قدر و منزلت کو قبلہ سر سید مرحوم ایسے بلند پایہ بزرگان قوم [illegible]
کہ فی حقیقت یا در مضمون پائیں گے اور اس ایزادی و اضافہ کی باوجود قیمت اصل انگریزی [illegible]
اگر وہ ان کتب کے مطالعہ میں کسر شان نہ سمجھیں۔ تو مالی فائدہ بھی نہ اوٹھائینگے۔ بلکہ اصل انگریزی کتب سے معلومات بھی
بہت زیادہ حاصل کر سکیں گے۔ بالآخر میں اون احباب کو جو میری سابقہ کتب کو بھی کافی سمجھتے ہوں۔ بتا دینا ضروری خیال
کرتا ہوں کہ اس رسالہ میں جو تازہ ترین حالات بہم پہونچائے گئے ہیں۔ وہ سابقہ کتب میں [illegible]
علی علی تابع المدعی۔ خاکسار بندہ محمد انشاء اللہ [illegible]

Marfat.com

ترکون کا سچا فوٹو

محررہ مسٹر سڈنی وہٹ مین فیلو رائل جغرافیکل سوسائٹی لنڈن

(۱) تمہید

ترکوں اور فرنگیوں کی طبایع میں اختلاف عظیم ہے مسلمان[۱] ترک ہر ایسی باتمیں ہی جو آجکل کے زمانہ میں باہمی ارتباط اور شناسائی کا باعث ہو سکتی ہے ہم کو مختلف ہی نہیں۔ بلکہ وہ اپنی قومی و قدیم طرز خیالات و طریق عمل کو چھوڑنا بھی ہرگز نہیں چاہتے۔ اونکے خیالات اور طرز عمل اسیطرح اون میں بھی عرصہ دراز سے راسخ چلے آتے ہیں جیسی ہماری طرز و دستور ہم میں۔ اونہوں نے موجودہ تہذیب سے خفیف سی مدد لینے کی کوشش کرنے یا اوسی حاصل کرنیکے بغیر خود ہی اپنے مذاق کے مطابق قوانین ملکی و ضوابط اخلاق کا ایک مجموعہ اکیوسی زاید برسوں کے عرصہ میں ضروریات زمانہ کے حسب حال آہستہ آہستہ اوسمیں ایزادیاں کرتے رہنے سے مرتب کر لیا ہے۔ چنانچہ اونکا اکثر حصہ اوہ قواعد و دستور جن کے مطابق وہ ابتک زندگی بسر کر رہے ہیں۔ تقریباً ویسے ہی ہیں جیسے کہ صلیبی لڑائیوں کیوقت اہالی یورپ کے تھے۔ بلکہ اگر اونہیں ان لڑائیوں سے کچھ مدت پہلے کے یورپین رسم و رواج سے بھی مشابہت دیجائے تو غلط نہوگا۔ پس ایسی صورت میں جبتک کہ ہم فرنگی زمانہ۔ حالات اعتقاد اور تعلیم و شایستگی کے ان اختلافات کو مدنظر رکھ لینے پر تیار نہ ہوں۔ ہم کسطرح ترکوں کے ساتھ انصاف کر سکتے۔ اور ان کے حسن و قبح اور اوصاف یا کمزوریوں پر منصفانہ رائے دے سکتے ہیں؟

یہ صاف ظاہر ہے کہ جس صورت میں کہ ہم جبکہ فطرتاً ہر شخص کرتا ہے۔ اپنے طریق معاشرت اور طرز خیالات کو سب پر ترجیح دیتے ہوں۔ تو پھر کسطرح کبھی دوسروں کے متعلق بلا رو رعایت اور عادلانہ رائے قایم کر سکتے ہیں؟ فطرتاً ہر شخص اس لئے اپنی قومی رسم و رواج کا شیدا ہوتا ہے کہ ہماری پیدایش زندگی اور نشو و نما پر قومی عادات اور رسم و رواج کا و دیگر متعلقات سے جو ہمیں احاطہ کئے ہوتے ہیں کچھ کم اثر نہیں پڑتا۔ پس یہ یقینی امر ہے کہ ایسا کر سکنا ممکن سے کچھ ہی کم ہے۔ بنابریں گو میں اس امر کا شروع میں ہی علانیہ اظہار کر دیتا ہوں کہ مجھے ترکوں سے ہمدردی ہے۔ لیکن مندرجہ ذیل تحریر میں حتی الامکان صرف دوسروں کے بیانات قلمبند کرتے اور اپنی طرف سے کوئی حاشیہ نہ

---

[۱] مسلمان کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ کئی ترکی اقوام دیگر مذاہب کی بھی پیرو ہیں۔ چنانچہ ہنگری کے مگیار نسلاً ترقوناً بالکل ترک اور عثمانلی ترکوں کے بھائی بند ہیں۔ مگر مسیحی مذہب کے پابند ہیں۔ چینی تاتار میں ترکوں کی کئی قوم مغلوں کے چند قبیلوں کی طرح ابتک بت پرست یا بودہ مذہب ہیں۔ (مترجم)

Marfat.com

چھوڑنے کی کوشش کی ہے۔ تاکہ ناظرین خود ہی اون سے نتایج اخذ کرکے اپنی رائے قایم کریں۔ میری طرف سے اونکی رائے پر کسطرح کا اثر ڈالنے کی کوشش نہو۔ ہمدردی کا علانیہ اظہار بلا وجہ نہیں۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ ٹرکی بالکل بے قصور ہے۔ یا کوئی ایسی بڑی قصوروار نہیں۔ تاہم یہ میرا دلی اعتقاد اور یقین ہے کہ اسے بہت کچھ ناواجب شتم اور بہتانوں کا آماجگاہ بنایا گیا ہے۔ اور اوسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ مسایل متنازعہ کے متعلق کبھی اپنی داستان صاف اور سیدھے سادھے پیرایہ میں بیرونی دُنیا کے سامنے پیش نہیں کرسکی۔

(۲) آغاز داستان

ہوٹل میں مجمع

مَیں طرابزون[1] کے اطالین ہوٹل کے کہانے کے کمرہ میں بیٹھا ہوں۔ ہوٹل بحیرۂ اسود کے ساحل پر واقع ہے اور اوس کے کمروں سے اس طوفان خیز سمندر کی پُرآشوب موجیں ایک دوسرے کے پیچھے بہت دور حد نظر تک چلی جاتی دکھائی دیتی ہیں۔ کمرہ میں ہر قسم اور حیثیت کے آدمی جمع ہیں۔ اوہر ایک سیاہ ریش۔ نازک بدن۔ تنگ پیشانی۔ اور نیل کی آنکھوں والا شخص بیٹھا ہوا ہے۔ اوسکا حلیہ ہی بتا رہا ہے کہ وہ ارمنی ہے۔ وہ روسی علاقہ کا باشندہ اور طبی ڈاکٹر ہے۔ اور دوکان چلانے کی غرض سے طرابزون آیا ہے۔ اوسے سیاسی امور سے مطلقاً دلچسپی نہیں۔ اور بالکل خاموش بیٹھا ہے۔ وہ اپنے ذاتی معاملات اور کاروبار کی فکر میں غرق ہے۔ اور دنیا میں آسودہ ہونے اور ترقی کرنیکی تدبیریں سوچ رہا ہے۔ موجودہ زمانہ تہذیب اور تمدن ممالک میں زندگی کیسے بسر ہوتی اور بسر کیجاتی ہے؟ یہ ڈاکٹر اوسکی زندہ مثال ہے۔ ٹرکی جو ہنوز پرانی رسم و رواج اور دستور کی پابند ہے اوسکا درست ہسکن نہیں۔ مَیں اوسی بجال خویش روپیہ کماکر اس ملک ہی جو اُسکے موافق نہیں چلنیکی تدابیر میں منہمک چھوڑکر دوسری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس ارمنی کے بعد اوسکی عجیب و غریب شکل اور طرز و اطوار کی وجہ سے جس شخص پر نظر جا رکتی ہے وہ علم فلالوجی (علم تحقیق زبان) کا نوجوان پروفیسر ہے۔ وہ شمالی یورپ کی ایک یونیورسٹی میں مامور ہے۔ عمر ۳۵ برس کے قریب ہے۔ بزعم خود جغرافیہ۔ فلالوجی اور سیاست مدن میں کامل مہارت رکھتا ہے۔ اور اسقدر علم کو ہضم کرسکنے کی قابلیت رکھنے پر اپنے دل میں بڑا نازاں ہے۔ مگر [illegible]

[1] یہ بندر باطوم سے بجانب جنوب بحیرۂ اسود کے جنوب مشرقی ساحل پر واقع ہے اور ایک ولایت کا صدر مقام ہے۔ بحیرۂ اسود سے اسی بندرگاہ کے رستہ اکثر تجارتی اسباب اور مسافر ایران کو آتے جاتے ہیں۔ ایران کے شمال مغربی صوبہ آذربائجان کے مشہور شہر تبریز کو عرصہ قدیم سے اسی بندرگاہ سے رستہ جاتا ہے۔ مگر باطوم سے بحیرۂ کاسپین تک ریلوی لائن مکمل ہوجانے سے اندیشہ ہے کہ اگر ترکی گورنمنٹ نے بھی جلد طرابزون اور تبریز کے درمیان ریلوی لائن تیار نہ کرلی تو تمام تجارت کا رخ باطوم کو جو شہ جسے ترکی سے روس نے حاصل کیا تہا پلٹ جائیگا۔ اور ترکی خزانہ اور محکمہ پرمٹ کو اسطرح بہت صدمہ پہونچیگا۔ (مترجم)

Marfat.com

ایک مرتبہ وہ ایک بطریق کے قریب بیٹھا تھا اور اوسوقت اپنے "عیسائی بھائیوں" سے نہایت ہمدردی ظاہر کی تھی۔ وہ یہاں روس سے ہوتا ہوا آیا ہے۔ جہاں اپنے فلالوجی کے شوق میں اوسنے کئی راہب حافظوں کی چرچی اسناد کی چھان بین کی۔ "عیسائی بھائی" کی مروجہ اصطلاح اوسنے وہیں سے سیکھی ہے جسکا مطلب ہے کہ کمینہ سے کمینہ عیسائی بھی بھائی ہے لیکن مسلمان ترک بہت ہی اچھا ہو تو بھی ایک خونخوار وحشی ہے۔ یہ نوجوان عالم متبحر اپنی گفتگو میں بلا تامل حسب مرضی قانون و قواعد وضع کرنے کے بڑے مشتاق ہیں۔ آپکا ارشاد ہے "میں ساری کی ساری قوم کو کبھی مطعون نہیں کرتا۔ بلکہ یہ کہتا ہوں کہ باشندونکی برائیاں ہمیشہ مطلق العنان حکومت کا نتیجہ ہوتی ہیں"۔ یہ ہے ہمارے جوشیلے اور ہمہ دان پروفیسر صاحب کی علمی قابلیت اور عملی واقفیت! آپکی رائے میں ہیچمدان بگیری نیست کا اگر کوئی مصداق ہے تو وہی ہیں اور تاریخ میں بھی آپکو یدطولیٰ حاصل ہونیکا دعویٰ ہے۔ مگر تاریخ جو کچھ بتا رہی ہے وہ اسی بالائے طاق رکھکر آپ مندرجہ بالا مقولہ میں گویا یہ رائے ظاہر فرما رہے ہیں کہ جمہوری حکومتوں میں لوگ ہر قسم کی برائی سے پاک منزا ہوتے ہیں! کیسی وسیع معلومات ہیں؟ کمرہ میں ایک آسٹرین ڈاکٹر بھی موجود ہیں۔ وہ باتوں باتوں میں محض اتفاقیہ طور پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ "ترکوں کو کم از کم اس امر کا کریڈٹ (نیکنامی فخر) تو ضرور ملنا چاہیئے کہ محاربہ روم و یونان کے تمام دوران میں اگرچہ مسلمانوں کا جوش بڑھا ہوا تھا قلمرو عثمانیہ میں ایک یونانی باشندہ کو بھی ایذا نہ پہونچائی گئی حالانکہ عیسائی ممالک میں خود ہمارے زمانہ میں بھی ایسی نازک اور بحرانی حالتوں میں مخالف اجنبیوں کو باشندے قومی جوش اور عناد کے سبب ہوکر عموماً سخت بیحرمت کر دیتے رہے ہیں"۔ یہ سنتے ہی پروفیسر صاحب درہم برہم ہوکر اور بڑے جوش میں آکر فرمانے ہیں "یہ درست نہیں"۔ مگر تھوڑے سے مباحثہ ہی سے جو اس مسئلہ پر ہوا ثابت ہوگیا کہ آسٹرین کا بیان ازمنہ گزشتہ کی متعلق بھی درست نہیں بلکہ زمانہ حال میں بھی عموماً یہی ہوتا ہے۔

اسپر پروفیسر صاحب ٹھنڈے پڑ گئے۔ اور بات کو ٹالنے کے لئے کہا کہ اگر کسی صاحب کو ضرورت ہو تو وہ ان بھائیوں کے معارف جو اندرون ملک میں کسی جگہ رہتے ہوں سفارشی خط لکھدینے کو تیار ہیں۔ اونکی اس پیشکش کو قبول کرنے سے سبنے بہ شکریہ انکار کر دیا۔

ترکی معاملات پر رائے زنی کرنیکے مدعیونکی واقفیت کی مقدار

الغرض یہ پروفیسر صاحب ان عالم یورپینوں کا ایک دلچسپ نمونہ ہیں جو بعالم نوجوانی ترکی جاتے ہیں۔ اور پھر چند مہینے یا برس بلاد مشرق میں رہائش رکھنے اور مشرقی زبانوں سے شدبود واقفیت بہم پہونچا لینے سے جو عزت و شوکت اور نیکنامی حاصل ہوسکتی ہے اوسے حاصل کرکے اپنے ملک کو واپس جاتے ہیں جہاں اپنے دوستوں کی نگاہوں میں وہ مشرقی معاملات میں مستند حکم تصور کئے جاتے ہیں۔ اور خود بدولت بھی اگر کبھی اپنے ملک کے پارلیمنٹ کے ممبر بنگئے تو اپنے مظلوم بھائیوں کی دعاوی کی حمایت کرنے کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں۔

Marfat.com

مسٹر شاکر پاشا

شاکر پاشا امپیریل انسپکٹر جنرل ایشیائی ٹرکی ان دنوں طرابزون میں موجود تھے اور ان کی سرکاری سٹاف کے کئی افسر اطالین ہوٹل میں فروکش تھے۔ دمیتریا ودکرڈاٹو آفندی ترکی [illegible] ومبرو الاطورے بھی انہیں شامل تھا۔ اس افسر کو دول کے اصرار پر باب العالی نے شاکر پاشا کی امداد کے لئے بحیثیت مزید اسسٹنٹ مامور کر رکھا تھا۔ مادرو کورڈاٹو یکہ رومن کیتھولک اور اس نام کے مشہور یونانی خاندان کا ایک رکن ہے۔ سابقاً ترکی گورنمنٹ اسی خاندان سے والیشیا اور مالڈیویا کے گورنر مقرر کیا کرتی تھی۔ وہ لورپول اور بارسلونا (ہسپانیہ کا مشہور بندرگاہ) میں ترکی قونصل جنرل اور ترکی سفارت متعینہ پیرس میں سکرٹری رہنے کے علاوہ کئی دیگر ممتاز عہدوں پر مامور رہ چکا ہے قصہ مختصر وہ ایک تعلیمیافتہ اور شایستہ خیال یورپین ہے۔ اور انگریزی انگریزوں سی بولتا ہے۔ اگر ہم سفر ہو تو وقت کا زیادہ حصہ مسافروں کو ہوٹل میں ایک دوسری کی صحبت مجلس میں بسر کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب کئی دنوں تک یہ صورت قایم رہے تو ہر وقت کی یکجائی نشست برخاست اور اٹھتے بیٹھتے کہاتے پیتے رہنے سے ایک دوسری پر اعتماد اور بھروسہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ایک دوسرے کی نسبت خیالات وسیع ہو جاتے ہیں۔

مادرو کورڈاٹو کو اپنی نوجوان بیوی اور بچہ کو دیکھے ہوئے پندرہ مہینے ہو گئے ہیں۔ وہ اناطولیا و کردستان کی سیاحت اور دورہ میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک شاکر پاشا کے ساتھ رہا ہے۔ اناطولیا اور کردستان کا رقبہ نصف یورپ کے برابر ہے۔ اور اوسمین بمشکل دس لاکھ ارمنی چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں کہیں کہیں آباد ہیں۔ مگر اکثر یورپین مدبر ایسے بیدھے ہیں کہ باوجود اس علاقہ کو آرمینیا (یعنے ملک ارمنان) کے نام سے ہی پکاریں گے۔ آفندی نہایت جفاکش اور سرگرمی سے فرائض ادا کرنیوالا ترکی عہدہ دار ہے۔ اور جیسا کہ ایک دنیا دار شایستہ آدمی کو ہونا چاہئے وسیع الخیال شخص ہے۔

باتوں باتوں میں ایک دن اوسنے میری سوال کے جواب میں کہا۔ "ہاں جن اصلاحات کو دول مروج کرانا چاہتی ہیں وہ کل ایشیائی ٹرکی میں رائج کر دی گئی ہیں اور اب اونپر پورا پورا عملدرآمد ہو رہا ہے۔ مگر میری رائے میں وہ کوئی بڑی عملی وقعت نہیں رکھتیں۔ جو کچھ اونکا مقصد و مدعا اور غایت و منشاء ہے وہ ترکی قانون میں پہلے سے ہی موجود ہے اور یہہ قانون دنیا کی مشرقی حصہ کی ضروریات کے ٹھیک موافق و مطابق ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے ملک میں خرابیاں ہیں۔ مگر کون سا ملک ہے خاصکر کون سا ایسا ایشیائی ملک ہے جسمیں خرابیاں [illegible] خرابیاں ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اب ہم اصلاح و درستی کے راستہ پر ہیں۔ سب سے بڑی ضرورت ہمیں متدین اور قابل منتظمین اور ادنی اہلکاروں کی جماعت کی ہے۔ اس سے میری یہ مراد نہیں کہ اسوقت ہمارے پاس ایسے لوگ موجود ہی نہیں۔ برعکس اسکے ملک میں دورہ کرتے ہوئے تمہیں اچھی طرح سے معلوم ہو جائیگا کہ اناطولیا کے ترکی اہلکاروں اور عہدہ داروں اور بالخصوص ان اشخاص میں سے جو نئے مامور کئے گئے ہیں اکثر بہت اچھے آدمی ہیں۔ اور زمانہ سابق کی نسبت کچھ کم ترقی اور اصلاح نہیں ہے۔" میں ان افواہوں کے متعلق جنہیں میں اکثر سنتا رہتا ہوں

Marfat.com

تمہاری کیا رائے ہے کہ جبتک سلطانی محلسرا کے عہدہ داروں کی مٹھی گرم نہ کیجائے سرکاری ملازمت نہیں ملتی ہے[1]
آفندی" یہ محض بکواس اور پاجیانہ ہذیان ہے۔ میری طرف دیکھو۔ کیا میں ایسا آدمی معلوم ہوتا ہوں جس نے درباری ملازموں کو رشوتیں دیکر اعلیٰ مدارج پر ترقی کی ہو؟ ممکن ہے کہ کبھی کبھار کوئی شخص رشوت دے دلا کر فائز المرام ہو جاتا ہو مگر یہ یقینی امر ہے کہ یہ رشوت کسی درباری اہلکار کو نہیں ملی ہوگی۔ متدین اور قابل اہلکاروں کے بعد ایشیائی ترکی کو سب سے زیادہ ضرورت عمدہ سڑکوں اور ریلوے لائنوں کی ہے۔ اسوقت مسلمان آبادی جسکی حالت عیسائیوں سے بدرجہا ناقص اور ابتر ہے نہایت ہی مفلس ہے۔ اور اگر فصل عمدہ اور پیداوار بافراط ہو تو اس سے وہ اور زیادہ تنگدست ہو جاتے ہیں کیونکہ غلہ کی ڈھوئی کے لئے کوئی وسائل اور فروخت کے لئے کوئی منڈی نہ ہونے سے افراط ہونے پر نرخ بالکل ہی گر جاتا ہے۔ مگر اصلاح کے معاملہ میں ایک اور سخت مشکل جو گورنمنٹ کے رستہ میں حائل ہوتی ہے۔ وہ باشندوں کی فطری عادت رسم و تقلید پرستی ہے لکیر کے فقیر ہونے کی صفت ہر ایسی چیز اور ہر ایسے انسان کے رگ و ریشہ میں جو ایشیا سے تعلق رکھتا ہو ساری معلوم ہوتی ہے۔ اور ایسے ضروری عنصر کو نظر انداز کرنے کیوجہ سے ہی مدبران یورپ کی تجاویز کبھی مناسب حال نہیں ہوتیں۔ وہ ہر سال باسفرس کی کوشک میں سبز باناتی سے منڈھی ہوئی میز کے گرد بیٹھکر "پینی لوپ"[2] کیطرح یکے بعد دیگرے اصلاحی تجاویز کے مسودے تیار کرتے وقت اسباب کو بالکل بھول جاتے ہیں کہ یہ تجویز کس ملک اور

---

[1] یہ غلط خیال اکثر یورپینوں میں ہی نہیں بلکہ خاص استنبول کے ایسے لوگوں میں بھی جنکو اعلیٰ درباریوں تک رسائی نہیں اور محض ادنیٰ درجہ کے ملازمان محلسرا سلطانی سے اونکو سابقہ پڑتا ہے عام پھیلا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ مسلم امر ہے کہ ادنیٰ درجہ کے ملازموں کے خیالات عموماً بہت کم پاکیزہ اور طریق عمل شاذ و نادر شائستہ ہوتے ہیں لیکن اونکی حالت سے اعلیٰ درجہ کے درباریوں پر کسیطرح حکم لگانا ویسا ہی غلط اور نامناسب ہے گا جیسے یہ امر کہ ہندوستان کے صاحبان ضلع اور دیگر مقامی افسروں کے چپراسیوں اور اردلیوں کی بعض قابل سرزنش کارروائیوں کو خود حکام کی بھی اونکی کارروائیوں ایسا قیاس کر لیا جائے اور یہ سمجھ لیا جائے کہ جسطرح بسا اوقات اردلیوں کو نذرانہ [illegible] دیئے بغیر صاحب کا سلام نہیں ہوتا۔ اسیطرح صاحب ضلع یا اوسکا سررشتہ دار رشوت لئے بغیر کوئی کام نہیں دیگا۔ مسٹر ایشمیڈ بارٹلٹ نے بھی تجربات تفصیلی میں چند اعلیٰ سلطانی درباریوں کا صاف [illegible] بیان کرکے اس عام غلط فہمی کی بنیاد کو اچھی طرح سے دفع کیا ہے۔

[2] یونانی افسانوں میں ایک عورت کا نام ہے اور عام بول چال میں جو کام کبھی ختم نہ ہو جب دیکھو تبھی اوسکا آغاز ہو۔ اسکو پینی لوپ کا کپڑا کہتے ہیں۔ [illegible] اسکی بابت یہ بتائی جاتی ہے کہ پینی لوپ کا خاوند الیسس جب شہر ٹرائی کے محاصرہ میں شریک ہونے کو چلا گیا تو اوسکی غیبت میں بہت سے عاشق مزاج پینی لوپ کے گلے کا ہار ہو گئے۔ اور نکاح کا تقاضا کرنے لگ گئے۔ اس عفیفہ نے اونکی ایذا رسانی اور اصرار سے تنگ آکر اون سے یہ وعدہ کیا کہ جسوقت میں اس کپڑے کو جسے میں اپنے خسر کیلئے بن رہی ہوں ختم کر لونگی تو اوسوقت تم میں سے ایک کو منتخب کر لونگی۔ [illegible] دن کو بناتی [illegible] رات کو ادھیڑ دیتی [illegible] اوسکا خاوند آگیا اور طالبین اپنا سا منہ لے کر رفو چکر ہو گئے۔

[illegible]ں قوم کے لئے تیار کیجا رہی ہیں۔ ایشیائی استبداد اور گورنمنٹ کی مشکلات کی توضیح ایک چھوٹی [illegible] مثال سے ہو جائیگی۔ سلطان المعظم ایک قابل اہلکار کو قائمقام یا گورنر بنا کر کسی دور دراز صوبہ میں بھیجتے ہیں۔ وہ شخص قسطنطنیہ کی اعلیٰ مدرسہ کا تعلیم یافتہ۔ از حد دیانتدار نئے خیالات سے آشنا فرض منصبی کی سرانجام کا شیدائی اور اپنی ماتحت رعایا کو فایدہ پہونچانے کا دل سے مشتاق ہے۔ مقام تعیناتی پر پہونچکر وہ جدید اصلاحات کے نفاذ بالخصوص اوس شہر کی سڑکوں کی درستی کی کوشش کرتا ہے۔ جو اوس کی صوبہ یا ضلع کا صدر مقام ہے وہ باشندوں سے اس مفید کام میں مدد دینے کی درخواست کرتا ہے۔ جسکا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ یہ کہ ارمنی اور مسلمان سب آبادی متفق و متحد ہو کر گورنمنٹ کے پاس عرضداشت ارسال کرتی ہے کہ خدا کیواسطے یہ قائمقام وہاں سے تبدیل کر دیا جائے۔ وجہ کیا؟ وہ نئے خیالات رکھنے والا اور مستعد شخص ہے۔ اور آبادی پرانی طرز کے کچھ نہ کرنے والے عہدہ داروں کو پسند کرتی اور ترجیح دیتی ہے"۔

اور بھی کئی معاملات پر گفتگو ہوئی۔ اور باتوں باتوں میں آفندی نے کہا اگر چاہو تو میں شاکر پاشا سے تمہاری ملاقات کرا سکتا ہوں جس پیشکش سے میں نے بخوشی فایدہ اُٹھایا۔

امریکن مشنری سورج غروب ہو گیا ہے۔ دنیا پر شفق اور خاموشی مستولی ہو گئی ہیں۔ اور اسکے ساتھ ہی ایک امریکن مشنری بھی کمرہ میں آ براجتے ہیں۔ جس سے دو چار باتیں کرنے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ میرا مخاطب ایک قابل اور نیک خیال شخص ہے۔ اگرچہ اوسکا کام انجیل کی منادی اور وعظ کرنا ہے مگر پالٹیکس سے بھی بے خبر نہیں۔ اور عمر میں شباب ڈھلا ہوا ہے میں اوس کے کام اور فرض منصبی کی مشکلات کا بطریق استفہام ذکر کرتا ہوں۔ تو وہ بالفاظ ذیل اثبات میں جواب دیتا ہے۔

"ہاں صاحب ہمارا کام بڑا ہی مشکل اور کٹھن ہے۔ تاہم ہم حوصلہ نہیں ہارتے۔ اور قدم آگے بڑھائے چلے جاتے ہیں۔ ہماری زندگی یہاں بڑی سختی سے گذرتی ہے۔ نہ اخبارات ملیں نہ ریل و تار۔ اور نہ دوستوں سے خط و کتابت اور نامہ و پیام کا کوئی ذریعہ۔ یہاں ہم گویا کسی دوسری دنیا میں عمر بسر کر رہے ہیں [illegible] مشکل ہے کہ ہم ایک ایسی سخت متعفن سنڈاس میں ہیں۔ جسکا گہراؤ پچاس فیٹ سے کم نہیں۔ لیکن ہم خواہ کتنی کوشش کریں محض سطح کی صفائی کر سکیں تو کر سکیں۔ تیس برس ہوئے جب میں پہلے پہل یہاں آیا تو اُس وقت سے اب میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ تب ہمیں ہر طرح کی آزادی حاصل تھی۔ ہماری ہر طرح سے امداد کیجاتی تھی۔ اور ہم نے اپنے گلہ کی تعداد بھی بڑھالی۔ مگر اب (حسرت آلود شکل بنا کر) ان باتوں کا نام و نشان ہی نہیں رہا۔ سب کچھ بدل گیا ہے۔ اور پہلے سے عین اُلٹ ہو گیا ہے"۔

ٹ کنسرویٹزم کا عربی ترجمہ لکیر کا فقیر ہونے کی صفت۔

Marfat.com

میں۔ "یہہ تغیر چنداں تعجب خیز نہیں۔ کیونکہ گذشتہ معاملات بغاوت وانقلاب کا باعث ہوئے ہیں"۔

مشنری "میں جانتا ہوں کہ ملک میں انقلابی تحریک برپا رہی ہے۔ مگر ہمنے اسے پیدا نہیں کیا تھا۔ نہ اوس میں کسیطرح کی مدد دی تھی۔ ہم ہمیشہ حکام کی اطاعت کی تلقین کرتے رہے ہیں"۔

میں "میری خیال میں تمنے ابھی ذکر کیا تھا کہ تھوبایان تمہارا شاگرد رہ چکا ہے"۔

مشنری "ہاں۔ اور اسی لئے مجھے کبھی باور نہ ہوتا تھا۔ کہ اوسکا بھی انقلاب پسندوں سے کچھ تعلق ہے"۔

میں "کیا اب بھی تمہیں اسمیں شک ہے؟"

مشنری "افسوس میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ نہیں"۔

میں "اچھا تو اب بتاؤ کہ روس میں معاملات کی صورت حال کیا ہے وہ تو عیسائی ملک ہے"۔

مشنری۔ (گھبرائے ہوئے لہجہ میں۔ جوش کے ساتھ) "یہاں سے بدرجہا بدتر ہے۔ روسی گورنمنٹ ترکوں سے بلا مبالغہ سینکڑوں گنے زیادہ متعصب۔ تنگ خیال اور ترقی واصلاح کی دشمن ہے۔ اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ اگر کبھی روسی یہاں آگئے تو وہ ہم سب مشنریوں کو گردن سے پکڑکر ملک سے باہر دھکیل دیں گے۔

میں (تاسف آمیز لہجہ میں) "یعنی وہ نسبتاً زیادہ عمیق سنڈاس ہے"۔

ایک یہودی کے خیالات

اس فقرہ پر گفتگو ختم ہوگئی۔ ہم ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔ اور مَیں یہہ تمام نئی باتیں اور اسرار معلوم ہوجانیکے بعد جنبی میرے سر پر وحشت سی سوار ہوگئی تھی۔ تازہ ہوا میں چند سانس لینے کے لئے ہوٹل سے باہر نکل گیا۔ مگر چولہے سے نکلکر بھاڑ میں جا پڑنے کی مثل مجھپر بعینہ صادق آئی پادری سے جدا ہی ہوئی تھی کہ ہوٹل سے باہر ایک یہودی صاحب مل گئے جو یوں گرفشان ہوئے۔

"صاحب یہ ارمنی بلاشبہ ملعون قوم ہیں۔ اونکی نمکحرامی پر خیال کرکے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ٹرکی میں اونکو جو منزلت حاصل تھی۔ اوسپر خیال کرنے سے آپکو میرے بیان کی صداقت معلوم ہوجائے گی۔ ترکوں نے اسپر اعتبار کیا۔ چند نسلوں کے عرصہ میں ملک کی کل دولت ان لوگوں نے اپنے تصرف میں کرلی۔ کئی اعلیٰ ترین عہدے شہنشاہی حکومت اون کو بلا تامل مامور کرتی رہی ہے۔ باینہمہ ایسی نمکحرامی۔ الامان۔ اگر وہ یہہ مفسدانہ کھیل روس میں کھیلتے تو روسی اس قوم کے ایک فرد کو بھی زندہ نہ چھوڑتے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہہ ملعون قوم ہے۔ ہمارے مذہب کی کتابوں میں جنکو لکھے ہوئے تین ہزار برس ہوگئے ہیں لکھا ہے کہ یہہ لوگ کبھی نہیں پنپنے پائیں گے۔ اونکا تخم تک نابود ہوجاویگا۔ ان بدطینتوں کا پیمانہ اب لبریز ہوگیا ہے۔ ورنہ یہہ عرصہ دراز سے [illegible] چلے آتے اور احمق ترکوں پر جنکا چند صدیوں سے وہ گربہ مسکین بنے ہوئے خون پی رہے تھے۔ اسطرح سے [illegible] ... کی بھی کوشش نہ کرتے"۔

(۳) مارشل شاکر پاشا

عام خیال ہے کہ مفسدہ پرواز ارمنوں اور اونکی معصوم وسادہ لوح قربانیوں[1] کے برخلاف فتنہ وفساد کو فرو کرنے کی لئے مختلف اعلیٰ ترک عہدہ دار سخت تدابیر و وسایل کو کام میں لاتے تھے۔ ان مفروضہ سخت تدابیر و وسایل کا حصہ کثیر جن اشخاص کیطرف اب تک منسوب کیا گیا ہے۔ اونمیں سب سے نمایاں جگہ مارشل شاکر پاشا کو جو اناطولیا میں اصلاحات کی ترویج کے لئے امپیریل کمشنر مقرر کئے گئے دیگئی ہے یعنی بالفاظ دیگر اونکو سب سے زیادہ سنگدل کسی القاب اور ظالم وسفاک بتایا گیا ہے۔ تقریباً کل دنیا میں اونکی نسبت یہ روایت مشہور ہے کہ مارشل موصوف اکتوبر ۱۸۹۵ء میں ارض روم کے ارمنوں کی بغاوت کیوقت وہیں تھے۔ جب بلوہ ہونے پر اون سے دریافت کیا گیا کہ کیا حکم ہے تو اونہوں نے گھڑی نکالکر سامنے رکھہ لی اور حکم دیا کہ اور ڈیڑہ گھنٹہ تک (اور بقول دیگر دو گھنٹوں تک) جو ارمنی ملے اوسکا سر پھوڑ دیا جائے یہ کہانی پارسال سے ماقبل کے سال (۱۸۹۶ء میں) مجکو قسطنطنیہ میں ایک ایسی نہایت ہی ممتاز ربے لاگ شخص نے بتائی کہ گو اوسکا بتانا قطعی ثبوت کی برابر نہ تھا تاہم مجھے اطلاع دہندہ کی معتبری کی وجہ سے یہ یقین ہو گیا کہ اسکی اصلیت کچھہ نہ کچھہ ضرور ہے۔ مارشل سے بدظنی ہونیکی اور بھی وجوہات تھیں بشرطیکہ میرا حافظہ مجھے بالکل دہوکہ نہ دیرہا ہو مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ دول اعظام میں سے کئی ایک کے سفراء بالخصوص سر فلپ کری نے متواتر مگر بیسود سلطان المعظم سے مارشل کو واپس بلالینے کی بزور درخواست کی تہی۔ ان مسلسل درخواستوں سے اس کے سوا اور کیا نتیجہ نکالا جاسکتا تہا کہ مارشل سخت ظلم وستم کا مرتکب ہو رہا ہے۔ ورنہ سفراء دول اعظام کا کیا سر پھرا تھا کہ اوس کے واپس بلالئے جانیکا خواہ مخواہ مطالبہ وتقاضا کرتے۔ چنانچہ جب طرابزون پہونچنے پر مجھے معلوم ہوا کہ یہہ ہشتناک پاشا مع کل سٹاف وہیں مقیم ہے۔ تو میرا دل انجیال سے بلیوں اچھلنے لگ گیا۔ کہ دیکھیں ذاتی مشاہدہ وتجربہ سے یہہ روایتیں کہاں تک درست ثابت ہوتی ہیں۔ اور پاشا کے کیا اوصاف ظاہر ہوتے ہیں۔ پاشا موصوف کے سٹاف میں بڑی افسر یہ تین شخص تھے۔ حاسب آفندی جو پہلے تفلس[illegible] میں اور آجکل طہران میں ترکی قونصل جنرل ہے۔ دانش آفندی جو پہلے ترکی سفارت[illegible] برگ میں اول سکرٹری تہا۔ اور ماور وکورڈاٹو آفندی جسکا اوپر ذکر ہوچکا ہے

مارشل شاکر پاشا کا زمانہ خدمت نہایت ہی ممتاز اور قابل تعریف وستایش رہا ہے قسطنطنیہ[illegible] کی مدرسہ واقع[illegible] سے فارغ التحصیل ہونے پر[illegible] سٹاف میں مقرر کئے گئے۔ سٹاف منصب کچھہ عرصہ بعد انتظامی صیغہ میں بدل گئی اور بعد[illegible] سب کے بعد دیگرے جلد جلد رسینا بڑا پاور انہ اوسکے[illegible] ہوئے۔

---

[1] لیکن اب اونکی سادہ لوحی سے ان فتنہ انگیزوں کے دام فریب میں آگئے اور[illegible]

اس کے بعد پھر فوج میں چلے گئے اور محاربہ روم و روس کے دوران میں پہلے مانٹی نیگرو کی ترکی [illegible]
رہے۔ اور پھر بعد میں وردشپکا کی قیامت تک دہنے والی لڑائیوں میں شریک رہے۔ محاربہ کے بعد وہ قسطنطنیہ
واپس چلے گئے۔ اور وہاں سے ترکی سفیر ہو کر سینٹ پیٹرزبرگ گئے۔ اس عہدہ پر وہ بارہ برس مامور رہے۔ اور ایسی
عزت و نیکنامی سے رہے کہ کل سفراء کے میر مقدم وہی تھے۔ روسی قونصل جنرل متعینہ ارض روم کا چشمدید بیان ہے کہ
رقص و سرود کے شاہی جلسوں میں سفراء کی میر مقدم[1] کی حیثیت سے قیصرہ کے جوڑیدار بنکر رقص کا افتتاح بھی کیا کرتے تھے۔

سفارت سے واپس آنے کے بعد مارشل ممدوح کریٹ کی ملکی و جنگی گورنری پر بھی مامور رہ چکے ہیں۔ موجودہ عہدہ
پر مقرر ہونے سے پہلے وہ اعلیٰ جنگی کمیشن کے ممبر تھے۔ یہ مستقل کمیشن جلالتمآب سلطان المعظم کے زیر صدارت محلسرائے ہمایوں
میں باقاعدہ اجلاس کرتی ہے۔ جلالتمآب کی رعایا کے اون محدود چند خوش نصیب افراد میں سے ایک یہ بھی
ہیں جنکو امتیاز کا مرصع نشان عطا ہوا ہے۔ یہ نشان عموماً بادشاہوں کو ہی دیا جاتا ہے۔

میں یہ اقرار کرنے سے عار نہیں کرتا کہ جب مینے اپنے دل میں پاشا موصوف کی سوانحعمری کے ان دلچسپ حالات
پر نظر دوڑائی تو مجھے یہ خیال سے کہ مَیں جاکر اون سے کرید کرید کر ایسے سوالات کروں جو اونکی ذات اور عزت و نیکنامی
پر حرف رکھنے والے تھے حجاب سا آگیا۔ اور دل میں کسیقدر شرمندہ سا ہو گیا۔ مگر مارشل ممدوح کچھ ایسی خوش خلاقی
اور بے نظیر لطف و مدارات سے پیش آئے کہ انہوں نے ایسے سوال کرنا میری واسطے آسان کام بنا دیا۔

مشیر شاکر پاشا کا قد درمیانہ۔ جسم خوب مضبوط ڈاڑھی بھرا اور عمر ساٹھ برس کے قریب ہے شکل و شباہت سے بھی
وہ نہایت ممتاز اور ذی وجاہت دکھائی دیتی ہیں۔ خط و خال مردانہ اور آنکھیں خوب روشن اور تیز ہیں اِن
سے اونکی ذہانت جنداداد بھی واضح نہیں ہو رہی۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت محنتی اور بڑا کام کرنیوالے
ہیں۔ میں مادر دکوبڈاٹو آفندی کے ساتھ اونکی فرودگاہ پر گیا۔ اندر داخل ہونے پر مینے اونکو ایک چھوٹی سے کمرہ میں جکا
سامان بہت ہی مختصر تھا ایک سادہ سی میز کے پاس بیٹھا پایا۔ اونکے شاف کے باقی ارکان بھی وہیں کمرہ کے گرداگرد بیٹھے ہوئے تھے۔
قہوہ پینے اور چند معمولی باتوں کے بعد مینے مارشل کیخدمت میں صاف صاف عرض کر دیا کہ مینے گھڑی کی روائت
سُنی ہے۔ اور معافی کی التجا کرکے امید رکھتا ہوں کہ آپ مجھے اوس معاملہ کی متعلق درست حالات بتانے سے
ممنون فرماویں گے۔ پاشائے ممدوح نے اس سوال سے مطلقاً رنجیدگی ظاہر نہ کی۔ اور ارشاد فرمایا کہ
مجھے اس داستان کی خبر ہے۔ لیکن مینے کبھی خیال نہیں کیا کہ اوس کا باضابطہ سرکاری طور پر نوٹس

---

[1] یورپین درباروں میں قاعدہ ہے کہ شاہی رقصوں میں سب سے اوّل والی ملک کی ملکہ کسی سفیر کے ساتھ جسکو ملک کے ساتھ
تعلقات سب سے زیادہ گہرے اور دوستانہ ہوں ناچ شروع کرتی ہے۔ دوسری جوڑی میں بادشاہ اور کسی سفیر کی بیوی ہوتی ہے۔
اور حیثیت و منزلت کے مطابق دوسری جوڑیاں ناچ میں شامل ہوتی جاتی ہیں۔

[illegible] ادسکا نوٹس لینا دیعنی ادسکی تردید کرنا یا کرانا) میری منزلت کی لحاظ سے
[illegible] خارج از بحث ہے تاہم متبسم ہوکر مَیں تمکو یقین دلا سکتا ہوں کہ جب یہ داستان اوّل اوّل ارض روم تک
پہونچی تو ہم لوگ معاملہ کے واقعات سے واقف تھے وہ سنکر مسکرائے مگر مَیں تمہیں صلاح دیتا ہوں کہ میرے [illegible]
[illegible] بیان پر کچھ خیال نہ کرو اور نہ اس سَر داستان کی تصدیق یا تکذیب کے لئے کوئی نتیجہ نکالنے کی کوشش کرو۔
تم ارض روم جانے والے ہو۔ وہاں جاکر خود اچھی طرح سے تفتیش کرنا"۔

مینے اس مشورہ پر عمل کیا اور اوسکا ماحصل ناظرین کو آگے معلوم ہو جائیگا۔

مارشل کی ملاطفت اور نوازش آمیز برتاؤ سے میرا حوصلہ خوب بڑھ گیا۔ اور جناب [illegible] کا نو [illegible] پہلے
سوال کے بعد مینے دوسرا سوال یہ کیا "مینے سُنا ہے کہ کردستان میں فساد و بدامنی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ترکی گورنمنٹ نے
کردوں کو مسلح کر دیا ہے اور کہ اونکو مسلح کرنے کی تجویز جناب نے ہی پیش کی تھی"۔ مشیر نے جواب دیا۔ "یہ عام معلوم
امر ہے کہ کرد ہمیشہ سے کم و بیش مسلح چلے آتے ہیں اور جیسا کہ تم سے یقیناً مخفی نہیں ہوگا۔ وہ اپنے اسلحہ کو عموماً ترکی
گورنمنٹ کے برخلاف کام لیتے رہے ہیں۔ کردوں کو فوجی طریقہ سے سلطانی افواج کی مانند مسلح کرنیکا خیال [illegible]
عساکر حمیدیہ کے رسالوں کے قیام کا باعث ہوا اور جنکی جمعیت اسوقت چالیس پچاس ہزار کے درمیان ہے (
مارشل ذکی پاشا ارزنجان کے کمانڈر کو سوجھا تہا۔ سلطان المعظم نے اس رائے کو پسند کیا اور مجھے اس تجویز کو قابل عمل
صورت میں لانیکا حکم دیا۔ اور مینے یلدز کی جنگی کونسل کے ممبر کی حیثیت سے اس کام کو قسطنطنیہ میں بیٹھکر سر انجام دیا۔

ے کیونکہ جبتک کوئی گورنمنٹ اپنے ماتحت سے اوس کے کسی مزعومہ فعل کے متعلق جو درحقیقت ظہور میں نہ آیا ہو۔ کوئی
کیفیت طلب نہ کرے۔ ماتحت کا اوسپر نوٹس لینا غیر ضروری اور فضول ہوگا۔ اور بلا اجازت وہ پرائیویٹ طور پر یا اخبارات
کے ذریعہ سے کسی غلط افواہ کی تردید کرنے کا مجاز نہیں ہوتا۔

ے گلیڈسٹون متوفی کی بہی یہی رائے تہی جسکی تردید مَیں رسالہ مفروضہ مظالم آرمینیا میں کرچکا ہوں۔

ے اسی پاشا کیطرف ایک اور دلچسپ اور قابل غور تجویز ہمارے دوست مرزا حیرت صاحب دہلوی منسوب کرتے ہیں۔ اسکو چند
برس ہوئے مرزا صاحب نے غالباً چودہویں صدی میں شایع کرنے کے بعد پھر اپنی ذاتی اخبار [illegible]
سے ایک میں مکرر شایع کیا ہے جبکہ اس تحریر کی تصدیق اب تک کسی اور ذریعہ سے نہیں [illegible]
تو غالباً مرزا صاحب اوسے پھر دوبارہ شایع نہ کرتے۔ بہرحال اوسکا مطالعہ دلچسپی سے [illegible] فایدہ سے خالی نہ ہوگا۔
جس سے ایک طرف تو ناظرین کو خود اوسکی نسبت رائے قایم کرسکنے کا [illegible] کی [illegible] ہوتی۔ تو
شاید یہ کتاب کسی اُردو دان ترک کے مطالعہ سے گذر جائے۔ اور وہ اسکا ترجمہ اپنی حکومت کی آگاہی کیلئے کردے۔ اور وہ اسلامی ایک
اہم تجویز سے استفادہ کرسکنے کے قابل ہو جائے۔ تحریر مذکور حسب ذیل ہے:۔ ۱۸۹۵ء میں ذکی پاشا نے جو کہ [illegible]

Marfat.com

ذکی پاشا نے اپنی تجویز کا مدعا یہ بتایا تھا کہ جسطرح وادس کے پاس کا سک سواروں کی رجمنٹیں ہیں۔ ویسی ہی اونکے جواب میں ہمارے پاس کردی رجمنٹیں ہو جائیں۔ اب تو تمہیں معلوم ہو گیا کہ میں اس تجویز کا موجد نہیں ہوں بلکہ ذکی پاشا ہیں۔ لیکن یہہ تسلیم کرنے سے مجھے انکار نہیں کہ ان رجمنٹوں سے مجھے دلی ہمدردی ہے" مارشل

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۔ ایک بہت بڑی یادداشت اعلیحضرت سلطان کیخدمت میں پیش کی تھی اور بتایا تھا کہ ہم اپنی قدیمی دشمن روسیہ سے اب بدلہ لینے کے قابل ہو گئے ہیں۔ اور اگر ہمنے کچھ بھی پس وپیش کیا تو آیندہ نتیجہ ہمارے لئے زیادہ بہتر نہ ہوگا۔ یہ ایک عجیب تجویز تھی جسپر اعلیحضرت نے صرف خود ہی نہ توجہ فرمائی بلکہ بہت دنوں تک اسپر بحث ہوتی رہی۔ اخیر یہ طے پایا کہ سلطنت کی جو کچھہ خامیاں ہیں پہلے وہ دور کیجائیں اور بعد ازاں اس تجویز پر کامل عملدرآمد کیا جائے۔

ذکی پاشا نے ایک نقشہ بنایا تھا جسمیں یہ دکھایا گیا تھا کہ پچاس برس گزشتہ میں دولت علیہ ترکی سے کتنا حصہ صرف دشمن روسیہ کی وجہ سے علیحدہ ہو گیا۔ نہ صرف دولت علیہ ترکی ہی کو یہہ صدمہ عظیم پہونچا بلکہ اسکے ہاتھ سے اور اسلامی ممالک کی بھی یہی کیفیت ہوئی۔ وسط ایشیا کی چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کو برباد کر دیا۔ ایران کو بہت کچھہ نقصان پہونچایا۔ اور اگر چندے یہی کیفیت رہی تو حیرت نہیں کہ آیندہ اوسکا پنجہ آزار کس اسلامی دولت کے حصہ پر دراز ہو۔ جبتک ہم اس سے ایک انقطاعی جنگ نہ لڑیں گے۔ ناممکن ہے کہ باقیماندہ حصص ہم اس سے بچا سکیں۔

ذکی پاشا نے نہایت دانائی سے تمام بحری قلعوں پر رائے دی تھی اور کہا تھا کہ عرب کی بعض بندرگاہیں مزید توجہ چاہتی ہیں جبکہ ڈارڈینلز اور بحر اسود کے قلعے اسقدر مضبوط اور مستحکم ہیں کہ وہاں صرف روسیہ ہی سے کچھہ کھٹکا نہیں ہے۔ بلکہ تمام یورپ کے مجموعی بیڑے بھی کچھہ نہیں کر سکتے۔ علاوہ غازی کی نشان بردار فوج کیطرف ذکی پاشا نے اشارہ کیا تھا اور لکھا تھا کہ اس سے بہتر لڑاکو فوج دنیا میں ممکن نہیں۔ یہ فوج جسکی تعداد چار لاکھہ تک پہنچگئی ہے اپنے سے دوگنی فوج کے لئے بہت کافی ہے۔ اور ہمیشہ وقت پر جو اسنے کارنمایاں دکھائے ہیں وہ تاریخ عالم میں بڑی لمبی چوڑی تمامی الفاظ میں لکھے ہوئے ہیں ذکی پاشا نے وہ راستے بھی تجویز کئے تھے۔ جہاں سے ترکی فوج روسیہ ممالک پر بڑھے گی۔ اور یہ بھی یقین دلایا تھا کہ ہماری فتح یقینی ہو۔ مدبر موصوف کی یہ بھی حکمت عملی تھی کہ شاہ ناصرالدین قاچار کو بھی اس آیندہ خوف سے مطلع کیا جائے جس سے ہلال کے صلیب سے جھک جانے کا اندیشہ ہے۔ اور وسط ایشیا کی نیم آزاد سلطنتیں امیر افغانستان کو بھی یہ ساری تجویزیں بتائی جاویں تاکہ وہ غور کریں اور ہمارے شریک ہوں۔

اس کے بعد ذکی پاشا نے اپنی آیندہ فتح کے یقین پر ممالک روسیہ کے حصے کئے تھے۔ اور جس طرح اونکی تقسیم کی تھی وہ نہایت عجیب طریقے کی تھی جسکا دوہرانا ہم مناسب نہیں سمجھتے ہیں۔ ہاں ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آیا ذکی پاشا کا یہہ خیال کہاں تک درست ہے۔ اور آیا ترکوں میں اپنے قدیمی دشمن روسیہ سے اخیری انتقام لینے کا خیال ہے۔ اور آیا اس سے بدلہ لے سکتے ہیں یا نہیں۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ ۱۵)

نے اس آخری فقرہ کو نرم آواز اور تقریباً نہایت ہی انکسار کے لہجہ میں دوسری دفعہ دوہرایا۔ اس منکسر مزاجی اور سادگی نے میرے دل پر بڑا اثر کیا۔ اور خود بخود میرا خیال ادھر راجع ہو گیا کہ دیگر ممالک میں شاید ہی کوئی ایسا جلیل القدر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۔ اصل یہ ہے کہ ترکی فوج اسوقت نہایت ہی اعلیٰ درجہ پر ہے اور اسکی زبردست ترتیب اس عمدہ پیمانہ پر قایم کیگئی ہے کہ شہنشاہ المانیہ (یعنی جرمن) کو اس بات کا اعتراف کرنا پڑا تھا کہ المانی فوج میں ترکوں کی نسبت بہت کچھ نقایص پائے جاتے ہیں جسکی بابت انہوں نے جرمن پارلیمنٹ کی افتتاح پر بہت کچھ اپنی قوم سے اپیل کی اور اپنے جنگی افسروں کو اسطرف توجہ دلائی۔ قسطنطنیہ میں امپراطور المانیہ (یعنی شہنشاہ جرمنی) کے آگے جسدن پچاس ہزار ترکی فوج کی قواعد ہوئی ہے۔ ایک عجیب سماں بندھا ہوا تھا۔ ہمارے ایک دوست خوش قسمتی سے اسوقت موجود تھے۔ اور وہ قابل یادگار سماں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اعلیحضرت سلطان المعظم امپراطور المانیہ شہنشاہ بیگم کل سفرائے دول یورپ بڑے بڑے اراکین سلطنت کھڑے ہوئے اس جانباز فوج کی قواعد دیکھ رہے تھے جو ایک نہ ایک دن یورپ کی سرزمین میں بہت ناموری حاصل کرنیوالی ہے۔ ہمارے دوست کا بیان ہے کہ قواعد کیحالت میں شہنشاہ المانیہ نے کوئی پندرہ دفعہ اعلیحضرت سلطان المعظم سے مصافحہ کیا۔ یہہ گویا انتہا درجہ کی تعریف اور وہ بھی از خود رفتگی کے ساتھ تھی۔ شہنشاہ المانیہ تو ترکی دولت کا دوست ہے۔ یہ ایسے موقعے ہوتے ہیں کہ دشمن بھی بول اٹھتا ہے۔

اسوقت کل مدبران یورپ نے تسلیم کر لیا ہے یہاں تک کہ گلیڈسٹون جیسے شخص کی زبان سے یونان و روم کی جنگ کے بعد نکل گیا کہ ترکی فوج جیسی اب آراستہ ہے ایسی کبھی نہ تھی۔ اسکی ایک ادنیٰ نظیر ہم بتاتے ہیں۔ درہ ملونا جہاں یونانی فوجیں چھائی ہوئی تھیں۔ اور جن کے سنگین مورچوں پر کرپ کی توپیں چڑھی ہوئی تھیں۔ ایک ایسا دشوار گذار درہ ہے کہ جہاں سے ایک سوار بمشکل جا سکتا ہے۔ تمام یورپ کے سپہ سالاروں کا یہ خیال تھا کہ اگر ترک اس درہ سے گذرنا چاہیں گے تو کم سے کم انہیں چھہ مہینے صرف کرنے پڑینگے۔ یہ سارے خیالات ولایت ہی کے اخباروں میں نہیں بلکہ ہندوستان کے معزز انگریزی پرچوں میں بھی لکھے گئے تھے پھر خیال کرنیکی جگہ ہے کہ کتنی جلدی صرف تھوڑی سی فوج سے ترکوں نے اسپر قبضہ کیا۔ جب اس کے فتح ہونیکی خبر شہنشاہ روسیہ کو پہونچی تو اونہوں نے وہ تار اپنے پاس رکھہ لی اور اپنے تمام فوجی سپہ سالاروں کو بلا کے کہا کہ اسوقت ترک فلاں مقام پر جنگ کر رہے ہیں۔ تم خیال کر سکتے ہو کہ وہ کب اسکو فتح کر سکیں گے اور اونہیں کتنی فوج فتح کرنے کے لئے درکار ہوگی۔ سب نے متفق اللفظ ہو کے کہا کہ کم سے کم چھہ مہینے میں ترک ان قلعوں پر جو درہ ملونا پر بنے ہوئے ہیں قابو پا سکتے ہیں۔ اور انہیں انکو فتح کرنے کیلئے تین لاکھ فوج کی ضرورت پڑیگی یہ سن کے شہنشاہ روس نے سر ہلایا اور اپنی جیب سے تار نکال کر اونکے آگے رکھدیا۔ جسمیں یہ لکھا تھا کہ صرف دس ہزار فوج سے تین گھنٹے میں ترک قلعوں پر قابض ہو گئے۔

یہہ دیکھتے ہی روسیہ سپہ سالاروں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اور وہ پریشان ایک دوسرے کی صورت تکنے لگے۔ اس استعجاب و پریشانی کا ریوٹر نے ان الفاظ میں اظہار کیا تھا کہ روسیہ سخت پرخوف نظروں سے ترکوں کی فوجی قوت کو دیکھہ رہا ہے۔ جنہوں نے اس زمانہ کی ریوٹر کی تار برقیاں دیکھی ہیں اونہیں یہ الفاظ ضرور یاد ہوں گے۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۶)

...فرنچ زبان میں ہوتی تھی۔ چنانچہ شروعات میں کی گئی فقرہ جو نہایت مؤثر اور قابل غور تھی اونکو بجنسہ فرنچ زبان میں درج کر دیا ہے +

Marfat.com

عہدہ وار اس طرح تفصیل و توضیح کرنا منظور کرتا یہ حسن و اخلاق اور لطف و نوازش دیکھ کر میں دل و جان سے معمر شبر ؟ کا جو عیسائی دنیا میں عام طعون ہو رہا تھا والہ و شیدا ہونے سے باز نہ رہ سکا۔

شاکر پاشا باتونی از بس تھیں سلسلہ سخن کے یہاں تک پہنچنے پر حاضرین میں سے اور بھی کئی ایک گفتگو میں شریک ہو گئے۔ اور وہ عام ہو گئی۔ اوس کے دوران میں صرف ایک مرتبہ مارشل ممدوح نے دخل دیا۔ اور نہایت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۔ بہر حال اس وقت ترکی فوج روسیہ سے کامیابی کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے نہایت مستعد ہے۔ اور وہ دن قریب آنیوالا ہے کہ گزشتہ غلط کاریوں بدناموں نقصانوں اور کمزوریوں کی کامل پاداش ہوسکے۔

بیس لاکھ شائستہ ترکی فوج سامان جدید سے کامل آراستہ ایک ہی لمحے حکم سے میدان جنگ میں آسکتی ہے اور اپنے سے چوگنی تعداد کا کامیابی سے مقابلہ کر سکتی ہے بر خلاف اس کے روسیہ ترکی کے مقابلہ میں سات لاکھ فوج سے زیادہ نہیں لاسکتی۔ جن مقامات پر فی الحال اوسکا قبضہ ہے وہاں اوسے اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے بکثرت فوج رکھنی پڑتی ہے۔ اگر ایک سپاہی کو بھی اس میں جنبش دی تو فوراً اس مقام پر غدر ہوجائے۔ کوہ قاف میں اسکی عملداری ہے مگر وہ اب تک ان خونخوار گروہوں کا کچھ بھی انتظام نہیں کرسکا جو آئے دن طفلس پایہ تخت کوہ قاف پر چھاپے مارا کرتے ہیں۔

ترکوں ہی کیا تمام اسلامی دنیا میں یہ امر مسلم ہوچکا ہے کہ روسیہ ہی ایک سلطنت ہے جو نہ صرف ممالک اسلامیہ کی دشمن بلکہ دین اسلام سے بھی اسے کامل عداوت ہے۔ ترکی نہ کسی دوسری دولت یورپ کی پرواکریں نہ کسی کو ایسا دشمن سمجھیں پچھلے دنوں انگلستان سے جو کشش پیدا ہوگئی تھی وہ صرف سر فلپ کوری سابق سفیر برطانیہ کی غلط فہمیوں کی وجہ سے تھی جب سفیر حال بہت کچھ سلجھانیکی کوشش کر رہا ہے اور امید ہے کہ آئندہ برطانیہ اور دولت ترکی میں کوئی عمدہ سمجھوتہ ہوجائے۔

اعلحضرت سلطان المعظم کی بہت بڑی حکمت عملی ہے کہ وہ صریح نقصانات بھی برداشت کر رہے ہیں۔ مگر اپنی فوجی ترقی اور انتظام مملکت میں کسی قسم کا رخنہ نہیں ڈالتے وہ چاہتے ہیں کہ ترکی کے چپہ چپہ ریلیں جاری ہوجائیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ عام طور پر مسلمانوں میں قومی حس پیدا ہوجائے۔ وہ چاہتے ہیں کہ یورپ کی ساخت سے ایک حد تک ترکی رعایا مستغنی ہوجائے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہر مقام پر جہاں فوجوں کے ہیڈکوارٹر ہیں۔ اسقدر سامان جمع ہوجائے کہ کم سے کم آٹھ برس کی جنگی ضروریات میں کمی پیدا نہ کرسکے۔ وہ چاہتے ہیں کہ جہازات کا ایک بیڑا ایسا تیار ہوجائے کہ کم سے کم اپنے بندرگاہوں کو تو کامیابی کے ساتھ دشمن کے بیڑے سے محفوظ رکھ سکے۔ الحمدللہ کہ اعلحضرت سلطان المعظم کی بہت سی امیدیں بر آئیں۔ بکثرت ریلیں بن رہی ہیں۔ آبپاشی کے لئے نہریں کھد رہی ہیں۔ حرفت و صنعت کے مدرسے کھل گئے ہیں سامان حرب او ر رسد بکثرت جمع ہو رہا ہے اور اب وہ دن عنقریب آنیوالا ہے کہ ذکی پاشا کی تجویزوں پر عمل کیا جائے۔ اور روسیہ کا کامل انتقام لیا جائیگا۔ اس صلہ میں ذکی پاشا کو اعلحضرت نے خاص تمغہ عثمانی عنایت فرمایا تھا۔ اور یہ کہدیا تھا کہ تمہاری تجاویز میری اسقدر رنشین ہوتی ہیں کہ ہر وقت ان ہی کے عملدرآمد کا فکر مجھے رہتا ہے۔ کرنل گزٹ ماہ مئی ۱۹۰۵ء

شانت گرو ترکوں نے ظلم کیا۔ دانش بیگ ایک واقعہ بیان کر رہے تھے کہ جسکا ذکر کرتے کرتے وہ یکبارگی کسی نہ کسی وجہ سے رک گئے جس پر مارشل نے ارشاد فرمایا "رک کیوں گئے۔ اوسے سب کچھ بتا دو"

میں چونکہ بہت سے مشہور ترک افسروں اور مدبروں سے ذاتی طور پر واقف تھا۔ ہماری گفتگو کے اکثر پہلو اور باتنت ایسے تھے جنسے سب حاضرین کو یکساں دلچسپی تھی۔ لیکن سطور ذیل میں میں صرف اوس گفتگو کا خلاصہ درج کرتا ہوں جس سے بیرونی دُنیا یعنے دوسروں کو بھی دلچسپی ہو سکے۔ اس مکالمت کا کچھ حصہ مارشل کی موجودگی میں ہوا۔ اور وہ بھی کبھی کبھی ایک آدہ لفظ ارشاد فرما دیتے رہے یا دوسروں کی غلطیوں کی زبانی اصلاح کر دیتے رہے کچھ تفصیلی واقعات مجھے مارشل کے شانت کے متذکرہ صدر ارکان نے ہوٹل میں اوسی شام بتائے۔ اور بعض حالات جیساکہ آگے درج ہے مجکو ارض روم میں جاکر معلوم ہوئے۔ یہ واقعات یعنی بعینہ اسی طرح درج کئے ہیں جسطرح وہ مجھے بتلائے گئے۔ اونکے بتلانے والے معمولی آدمی نہیں ہیں۔ بلکہ سب کے سب بلا استثنا معزز عہدوں پر مامور ہیں۔ میرا اُن سے کئی دن باہم ربط ضبط رہا۔ اور ذاتی تجربہ سے مجھے اونکے شریف۔ مہذب تعلیم یافتہ شایستہ خیال اور معزز ہونیکا یقین ہو گیا۔ انہیں سے ایک ماور دکورڈ اٹو تھا جو مسیحی المذہب ہے۔

ارمنیوں کے فساد و ہنگامہ کے ابتدائی واقعات مجھے حسب ذیل بتائے گئے۔ ان فسادوں یا بقول حامیان ارمنیان قتل ہائے عامہ کی ابتدا دو برس ہوئے طرابزون میں اس طرح سے شروع ہوئی کہ ارمنوں کی مفسدہ پرداز کمیٹی کے ممبروں نے روز روشن میں حمدی پاشا مقام مذکور کی فوج کے کمانڈر اور بحری پاشا صوبہ وان کے گورنر جنرل پر جو اسوقت اتفاق وقت سے طرابزون میں آیا ہوا تھا اور رضی خان ایرانی قونصل جنرل کے ساتھ پیدل ٹہل رہا تھا۔ گولیاں چلا کر دونوں پاشاؤں کو زخمی کیا۔ اندرون ملک میں فساد کے آثار و نشان بہت عرصہ پہلے نمایاں ہو چکے تھے۔ بعض اضلاع میں جنکے قصبات کے ارمن سوداگروں اور ساہوکاروں سے کرد سرداروں کا لین دین بہت پہلے سے چلا آتا تھا۔ باہمی تعلقات نہایت مخلصانہ تھے۔ حتی کہ کرد جب کبھی شہر آتے تو کئی کئی دن اپنے ارمنی دوستوں کے مکانوں میں قیام کیا کرتے تھے۔ بتدریج امور میں تغیر پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ کردوں کو شہروں میں اجنبیت کی شکلیں دکھائی دینے لگی ہیں۔ اور ارمنی تاجروں کی طور پر بھی اونکے رویہ بدلی ہوئی دکھائی دیتی۔ [illegible] اخبار نویسوں نے تفلس سے باقاعدہ آنا شروع کر دیا۔ اور عام تعلیم سے کہ [illegible] آزادی کو [illegible] کا سبق پڑہایا۔ ترکی حکومت نے ارمنی زبان اور مادری مدارس سے کبھی تعرض نہیں کیا۔ اونکو ہمیشہ سے کامل آزادی حاصل رہی ہے۔ دیگر احسانوں کے علاوہ خاص اس عنایت و مروت کو مد نظر رکھکر دیکھنے سے ارمنوں کی نمکحرامی اور عناد حیرت انگیز ہو جاتی ہے۔ اور اوسکی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ ترکی میں ارمنوں کو فوجی خدمت جسے وہ سخت ناپسند کرتے ہیں معاف ہے۔ اور اوس کے عوض اونکو برائے نام کچھ رقم ادا کرنی پڑتی ہے۔ مگر وہ اداشادونادر ہی کیجاتی ہے مزید

Marfat.com

برآں ارمنوں نے صدیوں کے دوران میں ملک کی دولت کا بڑا حصہ اپنے تصرف میں کر لیا ہوا ہے۔ ادنیٰ طبقہ یعنی دیہاتی آبادی کا مدار ترکی بھائیوں کے ہمیشہ کو سود در سود کی دائمی زنجیر میں جکڑے رہتا ہے۔ برعکس ازیں [illegible] بلا استثنا فوجی خدمت دینی پڑتی ہے۔ اور ان کو عموماً ایسے اضلاع میں میعاد مقررہ تک خدمت دینے کے لئے بھیجا جاتا ہے جو ان کے مساکن سے بہت دور ہوتے ہیں۔ علاوہ بریں روسی گورنمنٹ ہر وقت ان کی زبان اور ان کے [illegible] ان کی بڑی حامی ہے۔ نگرانی کی جاتی ہے اور سرکاری محتسب کے معائنہ اور جانچ [illegible] اپنی زبان میں کوئی کتاب شائع [illegible] اور مدارس و نصاب میں کوئی تغیر و تبدیل نہیں کر سکتے۔

باغیانہ تحریک [illegible] فدائیوں یعنی اپنے ملک پر قربان ہو جانے والوں کا لقب اختیار کیا [illegible] بھی یہی نام اختیار کیا تھا۔ اپنے ملک کو بچانے کے بہانہ سے اس کمبخت نے [illegible] قزاقی تھی جس کا وہ جا بجا مرتکب ہوتا رہا لیکن ساتھ ہی بزدل [illegible] اس شخص کو جب وہ [illegible] مر گیا۔ وہ [illegible] مشرق کی معادن میں کام کر رہا تھا۔ اوسکی [illegible] کی فہرست بہت طویل ہے۔ [illegible] دمشق کے سرکاری [illegible] ایک نائب اور اوسکی عورت اور بچوں کو جو [illegible] قتل کر دیا تھا۔

[illegible] اصلاحات کے [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ ارمنی فقط ایسی اصلاحات [illegible] بالکل موافق ہوں ایسے منصب [illegible] جسمانی تکالیف اور سختی برداشت کرنی پڑتی ہے وہ دور سے سلام کرتے ہیں۔ [illegible] مثلاً فوجی پولیس ([illegible]) کی ملازمت سے وہ کوسوں بھاگتے ہیں۔ [illegible] نہیں تھا۔ حالانکہ [illegible] ان کو اس ملازمت کو قبول کرنے کے لئے [illegible] معقول نہیں پاتیں؟[1] بلکہ اس خدمت کو [illegible] ٹیکس معاف کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بجائے وہ ایسے عہدوں [illegible] جہاں بحث کام کے بغیر روپیہ بٹورنے کی موقعے مل سکتی ہوں۔ بدیں وجہ وہ قائم مقام [illegible] منفعت بخش سرکاری اسامیوں کے حصول کے بڑے اشتیاق [illegible] رہتے ہیں یعنی خاص فوجی یا فوجی پولیس کے محکموں کے نزدیک نہیں پھٹکتے اور سول کی نوکریوں کے سخت مشتاق ہوتے ہیں۔"

---

[1] مسٹر وہٹ مین کی عبارت چونکہ وہ سرد کی زبانی لکھ رہے ہیں معقول تنخواہیں ملنے کے حقوق کے آگے اونہوں نے علامت استفہام [illegible] ہے کہ ان کو ہمیں شک ہے یعنی تنخواہیں بیشک معقول ہونگی۔ مگر ان کا باقاعدہ ملنا مشکوک ہے۔ مترجم

شاکر پاشا کی مشن سے دو برس سے کردستان کا دورہ کر رہی ہے۔ ان کے سٹاف سے مزید گفتگو ہونے پر مجھے وقتاً فوقتاً مندرجہ ذیل دلچسپ حالات معلوم ہوئے جنکو میں تقریباً انہی کے الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔

ارمنوں کی بغاوت کے متعلق ایک نہایت ہی عجیب معاملہ یہ تھا کہ [illegible] ایک [illegible] مسلمانوں اور ارمنوں دونوں میں خبر حیرت انگیز سرعت سے مشہور ہو جاتی تھی۔ مثلاً [illegible] کی طرف ۱۸۹۵ء کی موسم خزاں میں ارض روم کے انگریزی قونصل نے قائمقام کو یہ تار موصول ہونے کی ہی دیر تھی کہ سلطان المعظم نے دول کی تجاویز کو منظور کر لیا ہے۔ اسیطرح ٹائمز کے نامہ نگار مسٹر [illegible] نے لندن سے ارض روم [illegible] آرچ بشپ (اسقف اعظم) گیوان شسمانیان کو کانسٹنٹ [illegible] کی تار بھیجی ہی تھی کہ کردستان کی [illegible] خبر [illegible] سے کئی جگہ کردوں نے ارمنوں کا صفایا کر دینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ [illegible] کو خاموش رہنے پر رضامند کر دیا [illegible] ارض روم [illegible] ہے کہ اس مقام اور نیز کئی دوسرے مقامات [illegible] کی طفیل سینکڑوں جانیں ہلاکت سے [illegible]۔

اس خبر کے مشہور ہونے پر [illegible] ارمنوں نے مسٹر [illegible] بڑی زور سے حمایت کی تھی [illegible] ارض روم کی ارمنوں نے [illegible] بندوق [illegible] مندرجہ ذیل حالات [illegible]۔

ستمبر ۱۸۹۶ء [illegible] گی قوناق (گورنری عمارت) میں شاکر پاشا کے ساتھ مقیم [illegible] پہونچی کہ باغی جس جگہ چھپے ہوئے تھے اسکا پتہ لگ گیا ہے۔ شہر کے ارمنی محلہ [illegible] مورچے [illegible] بنائی ہوئے تھے وہاں ان کو بیچارہ کی مدد کے بغیر گرفتار کرنا بہت ہی مشکل تھا [illegible] شروع کردیگئی تو کہیں مسلمان آبادی بیقابو ہو کر ارمنوں [illegible] فوج کا ایک [illegible] حصہ سے الگ کرنیکے لیے بھیج دیا۔ جب مدد دونوں حصوں میں [illegible] ہو گئی اسوقت [illegible] مقتول مجروح چھوڑ کر شہر سے بھاگ گئے۔ اس معرکہ کے دوران میں وہاں کا ارمنی آرچ بشپ [illegible] میں اسی بات سے سائنر بچری میان [illegible] ارمنوں [illegible] ہوں۔ تار کا

لہ ایک مسٹر ترک کا بیان ہے کہ قائم مقام قونصل نے تار [illegible] لکھا تھا کہ ارمنوں کو [illegible] خود مختاری [illegible]۔

ٹہ یہ تار بزبان فارسی ان الفاظ میں دیگئی تھی "مظفریات برکاس"۔

تہ مان سائنر فرنچ اسماطالین لفظ ہے جو مسٹر کا مرادف ہے لفظی معنی "میرے صاحب" کے ہیں۔

Marfat.com

مضمون یہ تھا۔ ارمنی چھ سو برسوں سے ترکوں کے ماتحت عیش و آرام سے بہ قناعت زندگی بسر کرتے آتے تھے مگر اب باہر سے آکر لوگوں نے ان کی امن و امان اور آسودگی میں خلل ڈالنا شروع کر دیا ہے۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ [illegible] کام لیکر ایسے لوگوں کو اس ملک میں آنے سے روک دیں۔ کیونکہ وہ ارمنیوں کو نقصان پہونچانے کے سوا اور کوئی کام نہیں کر سکتے۔ اسی پر شاکر پاشا نے جواب دیا کہ تار کا مضمون فی نفسہ تو بہت عمدہ ہے مگر [illegible] جبکہ حکام کو باغیوں کا پتہ لگ گیا ہے۔ یہ امر کہ مفسدہ [illegible] اون کو اسکا بخوبی علم تھا اور جب [illegible] کام کو فی الفور [illegible] دوست اور دشمن میں تمیز کرنیکا موقعہ [illegible]

یہ ہے شاکر پاشا کے [illegible] ہمیشہ [illegible] تاہم کبھی کبھی طبعاً یہ خیال آجاتا کہ شاید یہ لوگ [illegible] کیونکہ اونکو اوس سے زبردست [illegible] کمال الفت اور محبت [illegible] کے متعلق [illegible] کی شہادت [illegible] محمد شریف [illegible] توفصل [illegible] جنرل [illegible] دوست نہیں [illegible] سے پھر ایک [illegible] سوال کیا کہ آپ شاکر پاشا [illegible] قتل کا حکم [illegible] توفصل [illegible] ارض روم میں [illegible] بہت تعریف کی۔ اور کہا کہ ان دونوں عہدہ داروں کو وہ دل سے عزیز رکھتا ہے۔

[illegible] ایسی [illegible] انکار کرتا اور نہیں [illegible] میرا کام نہیں [illegible] جو کچھ بتا سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ شاکر پاشا [illegible] انسان ہے اور کہ وہ نہایت ہی شریف النفس اور [illegible] ہے میں اوسے کئی برسوں سے جانتا ہوں اور وہ میرا دوست ہے [illegible] جواب دیا [illegible] اسوقت میں یہاں نہیں تھا۔ [illegible] داستان کے متعلق شاکر پاشا [illegible] رؤف پاشا نے مجھے یقین دلایا تھا کہ یہ صحیح نہیں اور اوس کی تکذیب کر دینا میرے لئے کافی تھا [illegible] جیسا کہ کلام الٰہی انجیل [illegible] تو [illegible] ان جوابوں کو درج کر دینے کے بعد میرے خیال میں اس کے جواب کا اعادہ کرنا فضول ہوگا۔ اس کے متعلق یہی کہہ دینا کافی ہے کہ خواہ اوسکی [illegible] مذہب کچھ ہی ہو۔ ارض روم میں مجھے ایک بھی ایسا شخص نہیں ملا جسے اس داستان کے درست [illegible] گمان بھی ہوتا۔ [illegible] داستان کی صداقت کی [illegible]

Marfat.com

جسکو نہایت عیاری سے گھڑکر قطب شمالی سے قطب جنوبی تک مشتہر کیا گیا۔ اور اوسکے ذریعہ سے ایک فی الواقع واجب الادب اور قابل احترام شخص کی ہی توہین نہ کیگئی بلکہ اوس کے ملک کو بھی دنیا کی عام رائے کی نگاہوں میں بہت نیچا پایا گیا۔

(۴) بلاد مشرق کا سفر

اگر میں غلطی نہیں کرتا۔ تو غالباً مارک ٹوین[1] نے اپنی دلکش کتابوں میں سے کسی ایک میں یہ بتایا ہے کہ اوسکی سفر کنندہ جماعت جب بلاد مشرق میں پہونچی تو قسطنطنیہ میں جاکر غلیظ ہوگئی۔ دمشق میں جاکر غلیظ تر اور یروشلیم میں غلیظ ترین۔

ہماری جماعت [illegible] چھوڑنے سے چند ہی دن بعد ناپاکی اور [illegible] میں یہودیوں کے یروشلیمی درجہ تک پہونچ چکی تھی۔ یہ بیان بالکل درست ہے لیکن کسی قدر مبہم ہے اور تشریح کا محتاج ضرور ہے۔ گرد اور غلاظت ایسی چیز ہے جو ہر ملک اور آب و ہوا کے لحاظ سے مختلف پیرایوں اور صورتوں میں پائی جاتی ہے۔ بلاد مغرب کی دنیاوی کارخانے رکھنے والے بعض دود آلود مہذب شہروں کی [illegible] شہرت ہے [illegible] غلاظت پائی جاتی ہے اوسکا ایشیا میں ہمیں نام و نشان نہیں۔ یہ غلاظت بہت کچھ حضرت انسان کی بنائی ہوئی لوازمات اور سامانوں کا نتیجہ ہے۔ اسکو [illegible] ہماری حالت [illegible] مشرقی قوم کی [illegible] یعنی ہماری غلاظت اون کی [illegible] طرز معاشرت کا لازمی نتیجہ تھی۔ جو ہمیں [illegible] طور پر اختیار کرنی پڑی تھی۔ اس غلاظت میں [illegible] آمیزش دار الکحل کی [illegible] کوئی آمیزش نہ تھی [illegible] چہروں کی رنگت میں فقط [illegible] نرم و ملایم خاکستری [illegible] رنگت [illegible] زمانہ کے استاد [illegible] ہم ابھی تک [illegible] ہیں اور اوسکی نقل نہیں اوتار سکتے ہمیں صابون اور پانی کے بغیر گذارہ کرنا پڑا۔ اور اسکے عوض ہمیں وہ رنگت مل گئی ہے جو استاد ریمبرانٹ[2] کی بعض تصویروں کے چہروں کی ہے [illegible] اگر وہ حالت جو ہماری ہوگئی تھی

---

[1] اسکا اصل نام مسٹر کلیمنس ہے اور [illegible] کوئی [illegible] ہنسا دینے والا مقرر یا نویسندہ انگریزی زبان میں نہیں ہے۔ وہ امریکن نژاد ہے۔ وہ ایک [illegible] ہندوستان کا بھی [illegible] تھا اور لاہور میں بھی تقریر کی تھی۔ مصر، روم، شام کا آخری سفر [illegible] میں کیا تھا۔ وہ ابھی زندہ ہے اور اس وقت ایک ایسی کتاب لکھ رہا ہے جو اوسکی وفات سے ایک سو برس بعد شایع ہوگی۔ [illegible] مردوں اور عورتوں کے حالات جنسے اوسکو اپنی عمر میں [illegible] کوئی [illegible] دم تک اوسے لکھتے رہنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

[2] ہرمان سنوون وان راین ریم برانٹ مشہور ڈچ مصور [illegible] کا بیٹا تھا۔ بمقام لیڈن [illegible] میں پیدا اور بمقام امسٹرڈم [illegible] میں فوت ہوا۔ اور اوسکی تصویروں کی رنگت اور شوخی واقعی حیرت انگیز ہے۔ وہ اوس کی زندگی میں ہزاروں روپیہ قیمت پاتی تھیں۔

کسی مہذب ملک میں عام پسند ہو جائے تو دنیا کے سرسبز ترین کارخانہ صابن سازی کا فی الفور دیوالہ نکل جائے ہماری رنگتوں میں یہ تغیر یکبارگی نہ ہوا۔ بلکہ ایک ناقابل مقابلہ زبردست طاقت کا تدریجی اثر تھا۔

مچھروں کی شکست انسان پر رات کو حملہ کرنے والے تنفرزدہ بہادر (مچھر وغیرہ) کہا جاتا ہے کہ بڑے بہت بہادر ہیں۔ اور ان کے نزدیک نہیں پھٹکتے۔ بنابریں ہم انڈیا ربڑ کی چادروں اور کپڑوں ٹکڑوں کو بانٹ لیے سفوف سے کئی دن وقتوں سے سلامت ہو کر روانہ ہوئے لیکن اشیاؤں میں آکر مکاری اور عیاری نہ ہو تو وہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ ہماری مکاری اور وہاں وہ اس سامان مدافعت کو بیکار کرنے کے لئے یہ انتظام کیا کہ وہ مختلف دستوں میں منقسم ہو کر سرنگوں اور رخنوں کے ذریعوں سے ہمارے قلعوں (پلنگوں) میں داخل ہو جاتے۔ چند دستی ملنگوں کے پایوں کے راستے چڑھ آتے۔ اور بعض چھت سے ہوا میں پرواز کر کے ٹھیک اوپر مکانوں کی چوبی چھت سے جن کے نیچے ہم رات بسر کرتے پڑتی ہی گر پڑتے۔ ان دونوں طرف کے حملوں سے تنگ آ کر ہم مدافعت پر مجبور ہو گئے ہم نے ربڑ کی چادروں کا استعمال ترک کر دیا سفوف کو چھڑکنا بھی چھوڑ دیا۔ اور تینوں کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور اس بات پر رضامند ہو گئے کہ جلالتمآب سلطان المعظم کی ایشیائی رعایا ہیں۔ اگر چہ ان کا ایک جم غفیر سوار ہو کر قسطنطنیہ آ جائے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔

خانہ بدوشوں کی زندگی پہلے اوپر اشارہ کیا ہے کہ ہم خانہ بدوشوں میں موجود تھے اور ان کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔ ہماری حالت فی الحقیقت ایسی ہی تھی جیسے کہ تمام ایشیائی لوگ بھی حسب مذاق کے مطابق اکثر مسافری میں بھی رہا کرتے ہیں مشغول ہی البتہ دوشیزہ آئینہ ہوس نقرئی جو کہ بیس چڑھا ہوا ہے ہمارے سامنے لایا جاتا۔ کہ ہم اس میں اپنے چہروں کو دیکھ کر اوس کی حسن بالا گمت کی تعریف کریں قابل مکھیر مٹی میری جائیداد میری ساتھ ہے کی مثل پر خانہ بدوشوں کا عملدرآمد ہے یہی قہوہ۔ تمباکو۔ پان چائے پوشیدنی۔ جو ہر وقت کے لئے کافی۔ سب چیزوں کو اور ساتھ ایک جگہ جمع کر دیں جب سفر کے وقت اپنے گھوڑے یا خچر پر لاد لیتے ہیں اور جہاں شام ہو گئی۔ وہاں قیام کر کے رات کو کھڑا ہو کر سب سے اول نماز ادا کرتا ہے۔

ایشیائی ترکوں کے اوصاف اور نقص ایشیائی ترک اگرچہ ابھی تک بہت کچھ خانہ بدوش ہیں لیکن ساتھ ہی یہ خوبی بھی رکھتا ہے کہ تہذیب و تمدن کے ابتدائی درجہ کی اکثر اوصاف کی ان میں ہمارے موجود ہیں وہ فطرتاً وطیرہ سے ہیں۔ وہ رام طلب ضرور ہیں۔ مگر اوسے گھوڑے کی پیٹھ پر بٹھا دو۔ پھر دیکھو وہ مہذب دنیا کی بہت چیدہ توجہ سے ان کو شرمندہ کرتا ہے کہ نہیں۔ اوسے گھوڑے سمیت شاہراہ پر چھوڑ دو۔ پھر اوس کی جفاکشی۔ استادی اور قابلیت کے جوہر دیکھو۔

135496

سے یہ مقولہ ایک پرانے ارکان یونانی کا ہے جس نے کہا تھا جو جہاز کے غرق ہو جانے پر بیک رہ گیا تھا اور صرف ہی یک بینی و دو گوش کنارہ تک پہ پہونچا تھا جس سے اس کی مراد یہ تھی کہ میری جائداد میری قابلیت دماغی اور لیاقت علمی ہے۔ اور وہ ہر وقت میری ساتھ ہے۔ مترجم

Marfat.com

ترکی ڈاک کا انتظام

چنانچہ اندرون ملک اور طرابزون بالخصوص ارض روم اور طرابزون کے درمیان ڈاک رسانی کا انتظام خانہ بدوشوں کی جفاکشی اور استادی و چیرہ دستی کا کمال حیرت انگیز نمونہ ہے۔ ارض روم جاتے ہوئے ہمیں ترکی "تاتار" یعنی ڈاکیا اسپ سوار جو کئی گھوڑوں کو جنپر ڈاک کے تھیلے لادے ہوتے ہیں ہنکاتے لئے جاتا ہے راستہ میں ملا تھا۔ یہ گھوڑے دو سو میل کا راستہ جس میں دو نہایت ہی خطرناک دروں سے بھی گذرنا پڑتا ہے۔ ناقابل اعتبار عرصہ یعنی صرف ۴۸ گھنٹوں میں طے کرتے ہیں۔ گھوڑے خاص طور پر اس کام کے لئے رکھے ہوتے ہیں اور چھ گھنٹوں کے بعد اونکی بدلی ہوتی ہے۔ دو فوجی سوار بھی جو بغرض حفاظت ساتھ ہوتے ہیں عموماً چوکی چوکی بدلتے رہتے ہیں مگر تاتار برابر ۴۸ گھنٹے زین پر رہتا ہے۔ اور ہفتہ وار دو دفعہ اسی سفر کو طے کرتا ہے۔ کیا یہ حیرت انگیز کمال نہیں۔ اوسکے ساتھ عموماً بارہ گھوڑے ہوتے ہیں۔ جنپر لگام یا باگ ڈور کچھ بھی نہیں ہوتی۔ بالکل آزاد ہوتے ہیں۔ تاتار [illegible] چابک کے اشارات سے جسے وہ ہر وقت ہوا میں ہلاتا رہتا ہے سرپٹ دوڑتے چلے جاتے ہیں۔

اور راستہ میں اگر کوئی حیوان یا انسان آ جاتا ہے تو اوسکی کچھ پروا نہ کرکے سیدھے دوڑتے چلے جاتے ہیں۔ راستہ چھوڑ کر الگ ہو جانا انہیں پر فرض ہے۔ ڈاک کے گھوڑوں کو سڑک کے [illegible] "تاتار" جسکی قمچی کی شڑاک ہر وقت [illegible] ہاتھ میں [illegible] ہوئے گھوڑے لئے سرپٹ دوڑتے آتے دیکھنے کا نظارہ عجیب [illegible] دکھائی دیتا ہے۔ دن ہو یا [illegible] رات تاریک ہو یا چاندنی۔ تاتار کی تیز آواز [illegible] قافلہ سالار یا دیگر مسافر خواہ وہ کسی حیثیت کے ہوں اور خواہ پاشا [illegible] عظام خبردار کردیتی ہے کہ ڈاک چلی آرہی ہے۔ سڑک [illegible] ہو جاؤ [illegible] ڈاک کے لئے راستہ دو مسافر خواہ سڑک کے ایسے حصہ پر ہو جو پگڈنڈی سے زیادہ چوڑا نہ ہو۔ اور اسکی ایک طرف [illegible] پہاڑ اور دوسری طرف گہری کھائی ہو۔ مگر اوسے ضرور راستہ سے الگ ہونا پڑیگا۔

قدرت کا نظارہ

صرف مسافر ہی بیان اور پہچان سکتا ہے کہ انسانی طاقت کہاں تک کوئی اثر ڈالی طاقت بھی ہے۔ مثلاً قوپ داغ اور زگانہ کی [illegible] کی حیرت انگیز اور تحیر خیز [illegible] اور منظر کو دیکھکر کون ہے جو فطرت کی عظمت شوکت اور قدرت تامہ کا قائل نہ ہو جائے۔ [illegible] جب [illegible] پر جو سطح سمندر سے آٹھ ہزار فیٹ بلند ہے علی الصبح طلوع ہوتا ہے۔ تو بلا مبالغہ آنکھوں کے سامنے [illegible] آسمانی روشنی اور نور کا حوض پھٹ گیا ہے۔ یہ نظارہ دیکھکر [illegible] میں سے بعض یاد آجاتی ہیں جو اونسی[1] بائبل کی تمثیلات [illegible] ایسا وسیع اور لا انتہا منظر دکھائی دیگا کہ گویا کوئی [illegible] جہاں تک نظر کام کرسکتی ہے۔ چاروں طرف بلند و پست لہراتی ہوئی پہاڑیوں کی سطح دکھائی دیتی ہے۔ ان پہاڑیوں کی [illegible]

[1] اس صدی کے مشہور فرنچ مصور نے بائبل کے واقعات کی بے نظیر تصویریں اور تمثیلیں تیار کی ہیں ۱۸۳۲ء میں مقام سٹراسبرگ پیدا ہوا

قدیم مصریوں کی دیبی سیرلیس (ان دیبی خوشحالی و کثرت پیداوار کی دیبی) یاد آجاتی ہیں جسکی شبیہ بیل بنائی جاتی تھی مصریوں نے دھرتی ماتا کی زرخیزی اور باروری کو اس دیبی کی مورت میں بلاشبہ بہت خوبی سے ظاہر ان پہاڑیوں کی مطحی سیریس کی چھاتیوں کو یاد دلا رہی تھیں۔ دوسرے موسم (یعنی سرما) میں بھی سطح چاندکی سطح کی ہو جائے گی جسکی کیفیت ہمیں دوربینوں اور عکسی تصویروں سے بخوبی معلوم ہوگئی ہے۔ اوسوقت ناموں اور مقاموں کی تمیز اڑ جانے سے یہ بالکل بھیانک ہو جائیگی لیکن پھر بھی سفید و براق برف کی چادر عفت اوسے از اول تا آخر ڈھانپے ہوئی ہوگی۔ اور اس نوع میں بھی وہ کم خوشنما نہ دکھائی دیگی ۔

(۵) گورنر جنرل

ترکی صوبجات کے والیوں یا گورنر جنرلوں کے منصب کو پچھلے پولیٹکل واقعات کی بدولت یورپین ممالک کے حصہ کثیر کی نگاہوں میں غیر محسود اور ناپسند شہرت حاصل ہوگئی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ تمام والیوں کی خلاف قانون خود سری اور فریق ثانی پر اونکے طرز خود بدالینے وغیرہ کی مسئولیت کا بڑا حصہ ان لوگوں کے ذمہ ہے جنکو اعلی اختیار حاصل تھا لیکن کل والیوں کی ماتحت رعایا ایسی خود سر نہیں ہوئی تھی۔ بات صرف یہ ہے کہ سارے تو نہیں قابل نہیں ہوتے پس جہاں کہیں بیجا اختیار کہیں والا کوئی شخص اپنے اہم فرائض اور ذمہ داریوں کو ٹھیک طور انجام نہ دے سکا پبلک کی اڑانی اور افواہ گھڑنے والونکو خوب نکتہ چینی لگانے اور کل والیونکیطرف ہر ایک طرحکی برائی جو خیال میں آسکتی ہے منسوب کرنیکا موقع ملجاتا ہے

رؤف پاشا اسمیں کوئی شک نہیں کہ جس طرح زندگی کے دیگر مدارج میں اچھے برے دونوں قسم کے آدمی پائے جاتے ہیں ترکی گورنر جنرلوں میں بھی برے والی موجود ہیں۔ اور میں کم از کم ایک ایسے والی کی تلاش میں رہا ہوں تاکہ اوسکی مٹی خوب پلید کرکے اوسے دوسروں کے لئے عبرت بناؤں لیکن اسوقت میں صرف ایک اچھے والی یعنے ارض روم کی اول درجہ کی ولایت کے گورنر جنرل محمد شریف رؤف پاشا کی نسبت ہی اپنے تجربہ اور معلومات کو بیان کرسکتا ہوں یعنے مجھے کوئی برا والی نہ ملا۔

طرابزون پر جہاز سے اترنے کے بعد ارض روم بطلس۔ دیاربکر بروہیک اور عین تاب کے رستہ بحیرہ شام کی بندرگاہ اسکندرون کو جاتی ہوئی ارض روم کی ولایت دوسرا بڑا اسٹیشن تھی جسمیں سے میں گذر رہا تھا۔ طرابزون بھی ایک اعلی رتبے مگر بدقسمتی سے مجھے اوسکی ملاقات کا موقعہ نہ ملا تاہم وہ نہایت قابل اور واجب الاحترام انسان معلوم ہوتا ہے کیونکہ طرابزون کے امریکن مشنری نے جس سے میری وہاں ملاقات ہوئی اوسکی بانتہا صفت و ثنا کی تھی پس گو جیسا کہ میں اوپر کہہ چکا ہوں مجھے یقین ہے کہ ترکی میں برے والی ہونگے لیکن اوسے بھی آداب ہی ہیں۔ لیکن کسی بہترین والی سے واقف نہ ہونیکی وجہ سے میں ایک اچھے والی کے تذکرہ پر ہی کفایت کرونگا۔

لہ قدری بک انکا نام ہے جنکی اعد وہ بھی بڑی تلاش سے بہم پہنچا کر دیدی جاتی ہے ۔

Marfat.com

میں کسی بہت دل کے تذکرے کو بہت ترجیح دیتا۔ اور کچھ وجہ سے نہیں تو اسی غرض سے ہی کہ میں ناظرین کو وہ کہاں سکوں کہ گو اور بھی مجھ سے پیشتر ایسا کر چکے ہیں۔ نتیجہ اب چنداں ضرورت نہیں رہ گئی لیکن پھر بھی میں ایک "بہت سے ترک" کی توضیح کرنے کی قابلیت رکھتا ہوں۔

جب جنرل گرانٹ[1] یروشلیم کی سیر کو آتے تھے۔ تو اوس وقت رؤف پاشا اس عجیب و غریب شہر کے گورنر تھے۔ اس ایک لب پنبہ دہن جرنیل اور شیریں مقال۔ خوشخصال۔ بذلہ سنج مگر سادہ بھی نہایت سادہ مزاج پاشا میں زبردست اخلاص اور گہری دوستی ہو گئی۔ اس واقعہ کو بہت برس ہو گئے ہیں لیکن اب تک بھی رؤف پاشا اس ملاقات کا ذکر بڑی خوشی سے کرتا ہے۔ اور اپنی ایسی [illegible] کہ جنرل گرانٹ ان معدودے چند فی الحقیقت بڑے آدمیوں میں سے تھے جنسے مدت العمر میں [illegible] پاشا کی [illegible] معلوم ہوگی۔ اب اونکی نسبت جرنیل کی رائے سُن لو۔ یہ مجھے نہایت معتبر ذریعہ سے معلوم ہوئی ہے کہ یروشلیم سے رخصت ہونے سے پہلے جرنیل نے پاشا مذکور کو یقین دلایا تھا کہ اگر میں پھر پریسیڈنٹ منتخب ہوا تو سلطان المعظم سے درخواست کرونگا کہ آپ کو ترکی سفیر مقرر کر کے واشنگٹن بھیجیں۔

رؤف پاشا ایک نہایت ہی پرانے اور قدیم ترکی خاندان سے [illegible] پاشا نے زندگی کے آخری دس برس سیناکے گورنر جنرل [illegible] تعلیم دلائی گئی اور پھر عثمان پاشا نے اونکے تکمیل تعلیم کے لئے [illegible] پاشا [illegible] ملازمت میں یکے بعد دیگرے مختلف ممتاز عہدہ پر مامور ہوتے رہکر ترقی کرتے رہے ہیں جن عہدوں پر مامور رہ چکے ہیں اونمیں سے چند ایک یہ ہیں صوبجات رومیلیا۔ بوسینیا اور شام [illegible] مقام [illegible] پھر بارہ برس یروشلم کی گورنری کی جو سلطنت کی نازک ترین [illegible] شام بطلس اور حضر موت کی ولایتوں کو گئے [illegible] خوش تدبیری کے قابل تعریف جوہر دکہائے۔ موجودہ نہایت اہم اور بھاری ذمہ داری کے عہدہ پر وہ اونہی بغاوت کی شورش سے جو اکتوبر ۱۸۹۵ء میں ہوئی صرف ایک ہفتہ پیشتر مقرر ہوئے تھے۔

ارض روم کے گورنر جنرل کی حیثیت سے [illegible] اور معلومات کو جو مجھ ہر طرح کے وسایل اور بالخصوص ولقسلین سے حاصل ہوئی [illegible]

---

[1] موجودہ گورنر جنرل یا والی طرابزون کا نام [illegible] انسپکٹر جنرل تھے اونکی حسن انتظام اور قابل تعریف نگرانی کی بہت [illegible] سلطان [illegible] کی تھی۔

[2] پریسیڈنٹ امریکا ۱۸۲۲ء میں پیدا اور ۱۸۶۹ء میں منتخب ہوا۔ اور ۱۸۹۹ء [illegible] امریکا کا پریسیڈنٹ رہا۔ پورا نام۔ الی سس۔ ایس گرانٹ تھا۔

Marfat.com

بیان کرنیکی کوشش کرتا ہوں۔ پاشاء ممدوح کے کیرکٹر اور اوصاف شخصی کی نسبت انگریزی قونصل متعینہ
مسٹر گریوز نے خود بخود جو یہ بے نظیر اور نہایت ہی اعلیٰ رائے ظاہر کی تھی کہ وہ رؤف[١] پاشا کے بیانات کی صداقت پر
ایسا ہی ایمان رکھتا ہے۔ جیسا کہ انجیل پر۔ اوسے مَیں شاکر پاشا کے متعلق ذکر کرتے ہوئے اوپر درج کر چکا ہوں۔

خلاصہ محولہ بالا حسب ذیل ہے۔

"جو اشخاص ان مساعی جمیلہ کو بغور دیکھتے رہے ہیں جنہیں گورنر جنرل نے اوس خوفناک زمانہ کی تباہیوں اور
مصیبتوں کی رفتار کو روکنے۔ اونکی دائرہ کو محدود کرنے اور نقصانات مو قوعہ کی تلافی و اصلاح کے لئے کام لیا۔ وہ
اس یقین کو کبھی اپنے دلوں سے دور نہیں کر سکتے کہ اگر پاشا ممدوح کو انتظام و انسداد کیلئے کافی وقت ملجاتا
تو کوئی خرابی کبھی ظہور میں نہ آتی۔ نہ کہیں کوئی فساد برپا ہو سکتا۔ مگر افسوس جس وقت وہ ارض روم پہونچے اسوقت
معاملہ بہت طول پکڑ چکا تھا۔ انہوں نے بدی اور خرابی کو تھامنے اور روکنے کیلئے حتی الامکان کوشش کی۔ اور کوئی
دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ مثلاً جن مقامات کی نسبت بہت قوی اندیشہ تھا وہاں فوجی سپاہی اور جنداری کیا مورین بھیجے
جو گردتاخت وتاراج کے مرتکب ہوئے اونکو گرفتار کرکے فی الفور سرسری تحقیقات کے بعد گولی سے مروا دیا۔ بالخصوص
اون کردوں کو جو ولایت بطلس سے آتے تھے اور کیفیتی ہر لوٹ مار کے بعد چلے گئے تھے۔ ان پُرآشوب ایام میں
رؤف پاشا نے اتنی لوتی مسلمان ترکوں کو اس جرم کی سزا میں گولیوں کا نشانہ بنایا تھا۔

قتل و غضب کے جوش کے سہم پڑتے ہی رؤف پاشا نقصانات سرزدشدہ کی تلافی میں پوری سرگرمی سے مصروف
ہو گئے۔ ارض روم کے تمام علاقہ میں نہایت غور و احتیاط سے تفتیش و تحقیقات کرائیں اور جہاں کہیں
کوئی مال مسروقہ برآمد ہوا۔ وہ فی الفور اصل مالکوں کے حوالہ کر دیا گیا۔ اس طرح تقریباً تمام غارت شدہ مال اسباب
غارتگروں سے واپس لیا جاکر مالکوں کو دیدیا گیا۔ مزید برآں پاشا ممدوح نے مصیبت زدگان کی دستگیری کیلئے
عام چندہ کا ایک فنڈ بھی قایم کیا۔ اور اس فنڈ میں اسقدر رقم جمع ہو گئی کہ اوسکی مدد سے بیچارے کاریگر اور صناع
پھر اپنا اپنا روزگار شروع کر دینے کے قابل ہو گئے۔

جب ایکدفعہ امن قایم ہو گیا تو رؤف پاشا جندارمہ اور پولیس کی اصلاح کیطرف متوجہ ہوئے۔ اور اونکی ایسی عمدہ اصلاح
و درستی کی کہ ایکطرف تو خود اونکی خودسری کا خاتمہ ہو کر وہ سخت نگرانی اور قابو میں آ گئے۔ اور دوسری طرف پہلی کی
نسبت کام بھی بہت عمدگی سے دینے لگ گئے۔ اور ارض روم آرمینیا وان۔ آرمینیاک۔ دیرسن۔ بیجان وغیرہ نہایت
خطرناک امنی جاسوسوں۔ قاصدوں۔ ایلچیوں اور گماشتوں کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ الا جیکرک کی

[١] ان کا ستمبر ١٨٩٩ء میں جلالت مآب امیرالمومنین نے بصلہ حسن انتظام و خیر سگالی تشکری و وفاداری بذریعہ
ٹیلیگرام خاص طور پر دلی شکریہ ادا کیا۔ مترجم

Marfat.com

معاملہ میں جو ۱۸۹۶ء میں گذرا۔ متعدد ارمنی مفسد روسی سرحد کو عبور کر کے الاسگرد کیطرف آئے۔ رؤف پاشا کو انکی عزم کی پہلے سے اطلاع ہو گئی ہوئی تھی۔ اون کے مقابلہ پر فی الفور جندارمہ کا ایک دستہ بھیجا گیا جسنے تین مفسدوں کو قتل کر کے باقیماندہ کو پھر روسی علاقہ کیطرف واپس بھگا دیا۔

رؤوف پاشا کی پولیس کی مستعدی (باخبری) اور ہوشیاری سے اسلحہ کے کئی خفیہ ذخیرے بھی مختلف مقامات (وان۔ سنوک وغیرہ) سے برآمد ہوئے ہیں۔ اور اب ارض روم کی سرکاری ذخیرہ میں بحفاظت بند ہیں۔ "مینے بچشم خود ضبط شدہ بندوقوں میں سے چند ایک دیکھیں۔ اونپر روسی نشان اور تحریر نقش تھی۔

یہ سب نتائج کمال اطمینان بخش ہیں۔ اور مزید خوبی یہ ہے کہ وہ بالکل چپ چاپ مسلمان آبادی کے جذبات کو مشتعل ہونیکا موقعہ دئیے بغیر حاصل ہوئے ہیں۔ جب سے رؤوف پاشا یہاں آئے ہیں معدلت گستری کا کام نہایت عمدگی و صفائی سے چل رہا ہے کئی عدالتوں کی جنہیں[1] جہاڑو کی ضرورت تھی صفائی کردیگئی۔ اور اب وہ خوب کام دے رہی ہیں۔ کئی بدروش ملازموں بالخصوص سابق کمشنر پولیس کو ایسی سزائیں دیگئی ہیں۔ کہ دوسروں کو اچھی طرح سے عبرت ہو گئی ہے۔ مذکورہ افسر ارمنی کی جملہ اقسام موجودہ والی ارض روم کی فیضرسان مستعدی اور کارفرمائی کی یکساں معترف ہیں اور ایک انگریزی بلیو بک (کتاب ازرق) میں اوسکی حکومت کی نسبت حسب ذیل عبارت درج ہے "ایشیائی ٹرکی کی ولایتوں میں ارض روم کی ولایت حسن انتظام کے بہترین نمونہ کے طور پیش کیجا سکتی ہے۔"

یہ ہے اوس معلومات کا خلاصہ جو مجھے دوسروں سے ملے ہیں۔ اور جسکی درستی و صداقت کا میں بذات خود ذمہ اٹھا سکتا ہوں۔ ایک اور یہ اطلاع تو جو مجھے اتفاقیہ طور پر ملی اور میرے لئے خاص اہمیت رکھتی تھی میں اس توقع سے درج کرتا ہوں۔ کہ غالباً ناظرین کو بھی اوس سے دلچسپی ہوگی۔ وہ یہ ہے کہ ارض روم کی پولیس کا نائب کمشنر ارمنی ہے۔ اور اوس نے اپنے تئیں ان پولیٹیکل مشکلات کے دوران میں از اول تا آخر ایسا کارآمد و صادق ثابت کیا کہ رؤف پاشا نے سفارش کر کے اوسے طبقہ مجیدیہ کا تمغہ کا نشان اور نیز فوجی میجر کے برابر کا اعزازی عہدہ دلوا دیا۔

ارض روم کی اقامت کے دوران میں مجھے کئی مرتبہ ہزاکسلنسی کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اور ہر مرتبہ کمال خوش خلقی اور خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ بلکہ وہ اس سے بڑھ کر ثابت ہوئے۔ پاشائے ممدوح نے مجھے استاکید کی کہ میں اونکی کسی بیان پر جبتک بلاواسطہ دیگر شہادتوں سے اوسکی تصدیق نہ ہو جائے ہرگز اعتبار نہ کروں۔ اونکی مہربانی سے اطلاعیابی کا ہر ایک ذریعہ خواہ ارمنی ہو یا یونانی۔ ترکی ہو یا عبرانی میرے اختیار میں کردیا گیا۔ اونکا یہ ہروقت کا تکیہ کلام تھا کہ "سچ سچ ہوتا ہے۔"

جب میں رؤف پاشا سے ملاقات کرتا تو اونکی نرمی و ملاطفت اور وقار و حلم کو دیکھکر حیران ہو جاتا کہ کیا یہ

---

[1] یعنی جنکے ماموریں بدروش تھے اور صفائی کی ضرورت تھی ۔ مترجم

Marfat.com

وہی ہیں جنکی نسبت ... ہیں۔ وہ نہایت ہی چست و چالاک اور کمال جفاکش ہیں۔ یہ نہیں جیسا کہ چاپ
کر رد ونف پاشا اور شاکر پاشا اسمیں کچھ ایسے بڑے دوست نہیں۔ اول الذکر شاکر پاشا کو پسند نہیں کرتے۔ اس کی
وجہ مجھے یہ معلوم ہوئی کہ اس حلیم الطبع اور نرم آواز منتظم کی رائے میں محنتی اور جفاکش اہل شمشیر شاکر پاشا جسکی
طرف ہر قسم کی حیرت انگیز مستعدی و قوت کار فرمائی منسوب کیگئی ہے بقدر اکسیر کافی مستعد اور صاحب اثر نہیں
ہے۔ مگر میری رائے میں یہ مستعدی اور صاحب تاثیر ہونیکی صفت بذاتہ ایسی چیز نہیں کہ جو صورت چاہے وہ
اختیار کر سکتی ہے ... اور قوت کی خاص وصف یہ ہو کہ اسکی طفیل وہ دوسروں کے دلوں
کو مسخر کرتا ہے اور دشمن کو دوست بنا لیتا ہے۔

ترکوں کی طبعی خاموشی پسندی

میں نے سنا ہوا ہے کہ ایسی مجلس میں جہاں مختلف اقوام کے آدمی موجود ہوں اگر یہ سوال پیش کیا جائے کہ اس نقطہ یا مقام
معینہ سے یہ نقطہ منطقی ہو یا مادی۔ فلاں نقطہ یا مقام تک ایسی راہ بتاؤ جو سب سے نزدیک اور سب سے سیدھی ہو تو
بالغلب جو امریکن ہے سب سے پہلے اسے حل کریگا۔ اور غالباً اوس کے بعد دوسرا نمبر انگریز کا ہوگا جرمن دونوں سے نسبتاً
سست پایا جائیگا۔ مگر اوسکا جواب ہمیشہ صحیح ہوگا کیونکہ وہ چپ چاپ علم مثلث کی مدد سے مسئلہ کو حل کرتا ہے۔
الغرض جسقدر ہم بطرف مشرق بڑھتے جائینگے ... اور سب سے سیدھے ... کا معلوم کرنیکی عملی قابلیت بہت ہی
کم ہوتی جاتی دیکھینگے۔ آخر میں ... معلوم کر سکتا ہو۔ اور ترک تو شاید کبھی نہ کرسکے۔
واقعہ مثبتہ یا واقعات ثابت شدہ کے سلسلہ کی ... قدر و منزلت کو معلوم و محسوس کرکے اوس سے بدیہی
منطقی نتیجہ نہ نکال سکنے کی طبعی ... سے ترکوں کا اپنا قضیہ ایسی صورتوں میں اپنی جبکہ اوسکی دس واقعات
میں سے تو اونکی ... ہے۔ اگر اطالیہ کی مشہور جادو زبان کیول سسرو[1]
یا اوس کے کسی ہمسر کی ... آجکل کے زمانہ کی جوہری اور نہج کو قائل نہ کرسکیں تو کوئی تعجب نہیں۔ (ان

[1] یہ عالم و فاضل ... مشہور ... فصحا میں شمار ہوتا ہے۔ نجیب الطرفین شریف زادہ تہا مختلف
علوم کے علاوہ شاعری اور فنون ... میں بھی خاص پایہ کا آدمی تہا۔ عدالت میں اوسنے کئی معرکے کے مقدمے جیتے۔ آخر ترقی
کرتا کرتا جمہوری سلطنت روما کی مجلس قونصلین کا ممبر ہوگیا۔ یونانی علم ادب میں بھی بڑا ماہر تہا۔ یورپ اور ایشیا کی کئی دفعہ
سیر کی جولیس سیزر مشہور رومن جرنیل کا ہمعصر تہا۔ جسکی جانشین انٹونی نے اسے کمال بیرحمی سے قتل کرا کر اوسکا سر اوس عدالت کے
چبوترہ پر جہاں اوسنے بڑے بڑے معرکہ کی تقریریں کیں تہیں رکہوا دیا۔ اوسکی بے نظیر دماغی قوتوں اور متعدد اوصاف ظاہری و
باطنی کے سب معترف ہیں۔ مگر اخلاقی جرات اور عزم نہ رکہتا تہا۔ اور بنا بریں کئی کمینہ حرکات کا مرتکب ہو جاتا تہا۔ پہلی بیوی کو جس سے ایک
لڑکا اور ایک لڑکی ہوئی طلاق دیکر اوسنے دوسری شادی کرلی تہی۔ سنہ ۱۰۶ قبل مسیح میں پیدا اور سنہ ۴۳ قبل مسیح میں قتل ہوا۔

[illegible] میں علم منطق نے بھی دیگر علوم کیطرح کچھ کم ترقی نہیں کی) لیکن ہماری دوست ترکوں کی قوت استدلال
[illegible] دستگاہ کی یہ کیفیت ہے کہ اونکی بعض طریق استدلال اور منطق دلایل سے ضرور ہے ایک ہزار برس ماقبل کے زمانہ
[illegible] کے بھی کسی فرد بشر کو قایل نہ کرسکتے۔ ایک نہایت ہی بیدار مغز روشن خیال اور کمال ذہین ترک نے ایک دفعہ اس امر
[illegible] مزید ثبوت میں کہ ارمنی طبعاً خبیث ہیں۔ مجھ سے ایک ارمن درزی کا ذکر کیا۔ جو اپنی بیوی کو چھوڑکر ایک اَور
[illegible] عورت کے ساتھ بھاگ گیا تھا!!!

اپنی قوم کی اس طبعی کمزوری کو ایک حدتک میری ایک ترک دوست نے جو قسطنطنیہ میں جلیل القدر عہدہ پر مامور ہے
[illegible] مرتبہ صاف صاف تسلیم کرلیا تھا۔ اوسنے کہا: "میری عزیزہ ہم ترک لوگ کم سخن قوم ہیں۔ ہم تحریر کے ذریعہ اپنا بچاؤ
[illegible] نہیں کرسکتے۔ اور ایسا کرنیکی بجائے خاموش رہ کر دوسروں کی زیادتیوں کو سہتے رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔"

اجنبیوں کی منصفانہ شہادت

میں کئی امریکنوں۔ انگریزوں اور جرمنوں بلکہ پادریوں کو جانتا ہوں جنہوں نے ترکوں کی حمایت اور اونکی دوستانہ کی تشریح و توضیح اوس
پیمانہ کی ہے جیسی کہ وہ کل ترک جنسے مجھے ترکی کی متواتر اور طویل سیاحت میں ملنے کا موقع ہوا باہم متفق و متحد ہوکر کرسکتے۔
"بیشک تمہیں یہ کبھی نظرانداز نہ کرنا چاہیئے کہ اس مسئلہ کے دو پہلو ہیں۔ ترکوں کے حق میں بہت کچھ کہا جاسکتا ہے
[illegible] ارمنی فرشتہ نہیں ہیں۔" یہ اعتراف ایک امریکن پادری نے جو اناطولیہ میں برسوں تک مقیم ہے میرے سامنے خود کیا
تھا میں اوسکا نام بھی بتادیتا لیکن میں نہیں چاہتا کہ اس سچ بولنے کی بدولت اونکو کسی قسم کے خطرہ میں مبتلا
کروں۔ گو خود اوسے اس بات کی کچھ پرواہ نہیں۔ وہ بڑا جفاکش اور آزاد شخص ہے۔ بہرحال اسے اچھی طرح سے ذہن نشین
کرلینا چاہیئے کہ یہ ہماری عیسائیانہ ریاکاری اور انتہا درجہ کی بے حیائی ہے۔ جو ہمیں یہ تصور کرنیکی ترغیب بلکہ تحریک دیتی ہے کہ صرف
[illegible] (مذہب) کے پوجاریوں ہی نے ترکوں کے ملک میں معبد تیار کئے ہیں (اور کہ عیسائیوں کا وہاں کوئی ٹھکانہ نہیں)
[illegible] کوئی کلام نہیں کہ ترکوں کے حق میں بھی کچھ نہ کچھ کہا جاسکتا ہے۔

[illegible] ارض روم کا قابل انگریزی قونصل ترکوں کا یقیناً دوست نہیں ہے۔ میں نے اوس سے سوال کیا۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ
[illegible] کوئی ارمنی مفسد ملک میں آکر ارمنی آبادی کو بغاوت پر نہ اکساتے تو بھی یہ کشت و خون ہوتے؟"
[illegible] جواب دیا۔ "ہرگز نہیں مجھے کامل یقین ہے کہ اس صورت میں ایک ارمنی بھی قتل نہ ہوتا۔"
[illegible] شایستہ اور تعلیمیافتہ جنٹلمین ہونیکے علاوہ ثقہ آدمی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ اعتراض نہیں کریگا کہ
[illegible] نہایت ہی اہم معاملہ میں اونکی رائے کیوں درج کی ہے۔ لیکن اگر کوئی امر مجھے اس نہایت گراں وزن کو درج
[illegible] سے بھی ہوتا۔ تو میں اسکی کچھ پرواہ نہ کرتا۔ میں دیگر بیشمار مستند اور مختلف القومیت راویوں کے بیانات
[illegible] ان راویوں میں قونصلیں مشنری سیاح اور عام دنیا دار آدمی شامل ہیں۔ ان سب نے بلا استثنا

Marfat.com

میرے سیدھے سادے مگر بامغز اور دو ٹوک سوال کا یکساں جواب دیا۔ کچھ اور جواب دے ہی نہ سکتے تھے۔ ترکوں کے حق میں شہادت یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ ایشیائی روم کے معاملات سے جو اشخاص بہترین واقف اور باخبر ہیں۔ وہ اس امر کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ اونکا بیان ہے کہ اونکو بہت عرصہ پیشتر سے یقین ہو رہا تھا کہ ارمنی مفسدانہ کمیٹیوں کا انجام یقیناً عام خونریزی ہوگی۔ مسٹر ڈاسن خرپوت کے مشنری نے کئی برس ہوئے روڈف پاشا والئی ارض روم کو یہ بات بتاسف تمام صاف صاف کہدی تھی۔ اور یہ امر جو بہت بامعنے ہے میں اوسکی خاص اجازت سے لکھ رہا ہوں۔ روڈف پاشا نے اس کا ذکر کیا تھا جو مجھ سے کہا تھا کہ مسٹر ڈاسن میری اس بیان کی کبھی تردید نہیں کریگا۔ وہ بڑا راستباز اور صادق القول شخص ہے۔

ان شہادتوں سے بالصراحت واضح ہوتا ہے کہ اون تمام حادثات کی جو ایشیائے کوچک میں واقع ہوئے حقیقی اور واقعی بانی و مبانی ارمنی مفسد و فتنہ انگیز ہیں۔ اور اونہیں کی گردن پر ان مظالم کی اصلی مسئولیت وارد ہوتی ہے نہ کہ ترکوں پر۔ ترک۔ روسیوں اور ایرانیوں کی طرح ایک سپاہی قوم ہیں۔ اور بغاوت کو فرو کرنے کے جو طریقے وہ استعمال میں لائے ہیں۔ وہ روسیوں یا ایرانیوں کے طریقوں سے چنداں مختلف نہیں ہیں۔ مجرموں کے گناہوں کی بدولت بیگناہوں پر جو آفتیں نازل ہوئیں۔ اور وہ آفت کے ساتھ کسی طرح لپیٹ لیے گئے۔ اونکی ذمہ داری بلاشبہ ارمنی مفسدوں پر ہے جنہوں اونکی پمفلٹ چھاپے۔ اور جوش انگیز رسالے چھپوائے۔ انمیں قریب قریب ہمیشہ مسلمانوں۔ دہقانوں اور صناعوں کو ظلم و بغاوت پر آمادہ کرنیکی تحریک ہوتی ہے اور جنگ کی ولولہ انگیز عبارتوں میں تاکید کیگئی۔ بیباکی و جسارت میں یہ رسالے ویسے ہی جرات والے ہیں جیسے کہ بغاوت کو فرو کرنیکے ابتدائی وسائل اپنی بے لگام بے قانونی اور وحشت کیوجہ سے قابل مواخذہ اور بے رحمانہ تھی۔ ارمنی مفسدوں اور فتنہ انگیزوں کا بیان ہے کہ ترک ہمیشہ سے مذہبی تعصب کیوجہ سے اونکو اذیت پہونچاتے رہے ہیں۔ اور آئندہ بھی ہمیشہ پہونچاتے رہینگے۔ اس امر ارمنی میں تحقیقات ہونیکی توقع رکھنا فضول ہے۔ مگر اونکا یہ بیان محض بے بنیاد ہے۔ ارمنوں کی زبان مذہب اور مدارس کو ترکی میں ہر وقت کامل آزادی حاصل رہی ہے۔ برعکس اسکے روس میں ہمیشہ مسلسل پابندیوں میں گرفتار رہے ہیں۔ وہ ترکوں پر مذہبی تعصب کا الزام لگاتے ہیں۔ حالانکہ خود ہزاروں سے ارض روم کے شہر کے دونوں طرف مختلف مسیحی فرقوں کے راہب آزادی کیساتھ قدم قدم پر پھیلے ہیں۔ مسیحی معابد و مدارس بھی صدیوں سے بامن و امان اور بلا اذیت ہی نہیں چلے آتے۔ بلکہ خاص فرمان سلطانی سے اونکی ہر طرح حفاظت کیجاتی ہے۔ یہ کیفیت اون پر آشوب زمانوں سے چلی آتی ہے جبکہ یورپ میں یہ حالت تھی کہ انگلستان میں کوئی ارمنی کیتھولک پادری بغیر اس دار پر کھینچے ہوے لٹکائے نہیں پڑھ سکتا تھا۔ ایسے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہمیشہ سزائے موت کا مستوجب ہوتا تھا۔ آیرلینڈ میں رومن کیتھولک پادری پروٹسٹنٹ ہوگئے کو بلا تمیز زن و مرد یا صغیر و کبیر بیدریغ قتل کر رہے تھے ہسپانیہ میں

Marfat.com

ہزارہا یہودی زندہ آگ میں جلائے جارہے تھے۔ اور بقیۃ السیف بحال تباہ و نزار جان بچانے کے لئے ٹرکی کو بھاگ گئے۔ اور وہاں انہیں عطاء پناہ و امن ملگیا اور ہر وسطی یورپ کو مذہبی جنون نے ایسا پامال و برباد کر رکھا تھا کہ قحط زدہ آبادی لاشوں تک قبروں سے نکالکر چٹ کر گئی تھی (دیکھو تاریخ جنگ سی سالہ) با اینہمہ ان نمک حرام ارمنی مفسدوں کو یہہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ مسلمان ترکوں سے یہہ امید رکھنا سراسر فضول ہے کہ وہ کبھی عیسائیوں سے منصفانہ برتاؤ کرینگے۔ اور یہہ بیان ان احسان فراموشوں کے غلط الزامات سے بھی بڑھکر بے بنیاد اور ناقابل پذیرائی ہے کہ ارمنی ایک قوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور بایں حیثیت وہ خود مختاری کے جائز طور پر مستحق ہیں۔ ارمنی کوئی قوم نہیں ہیں [illegible] بادشاہوں کی یادگار اور بقیہ ہیں۔ ایک گروہ ہیں۔ [illegible] جمیع علاقہ میں متفرق طور پر پھیلے ہوئے ہیں۔ [illegible] جو اس دائرہ کے اندر محدود ہیں [illegible] حمایت میں کھڑا نہیں ہوتا [illegible] جواب اوسے ملیگا۔ مگر یہہ مسئلہ ابھی بحث [illegible] اور منسوب [illegible] اوسکا بھی یہہ اعتراض ہے ([illegible]) کہ اگر ان واقعات کو درست بھی تسلیم کیا جائے [illegible] زمانہ میں بغاوت کے فرو کرنیکے [illegible] میں بھی مانتا ہوں کہ بیشک نہیں [illegible] ترکی [illegible] اگر نہ فرانسیسی یا [illegible] فتح کرینگے

ملہ زار وال کے [illegible] سلطنت [illegible] جائداد نہیں [illegible] بتلاتے ہیں مقررہ علاقوں [illegible]

مین یادہ آبادی [illegible]

بنگلاونکی کل آبادی کی حسب [illegible]

۹۷ [illegible] فرانس [illegible] انگلستان [illegible] افریقہ [illegible]

تین لاکھ۔ امریکہ ۲ لاکھ۔ [illegible]

یکساں حقوق حاصل ہوں [illegible]

وقت ظہور میں آئے تھے۔ ایک منور و مہذب زمانہ کے حسب حال تھے۔ مانا کہ ترکی گورنمنٹ کے افعال حسب حال و حشیانہ ہیں مگر کیا ہندوستان کی سرحد پر گذشتہ چند مہینوں میں سینکڑوں دیہات کو جلا کر سطح زمین کے برابر ہموار کر دینا ہمارے زمانہ کے اخلاق و تمدن کے حسب حال تھا؟

غلط بہتان کی تردید

اب میں چند الفاظ اس الزام کی نسبت عرض کرتا ہوں۔ کہ ترکی گورنمنٹ نے ارمنوں کی بیخ کنی کا عزم کر رکھا ہے۔ میں نے ایسے علاقہ میں جہاں ارمنی متفرق طور پر آباد ہیں آٹھ سو میل لمبا سفر کیا ہے۔ اور میں نے ارمنی اگرچہ وہ کسیقدر مفلس ضرور تھے۔ چرکسوں۔ کردوں۔ عربوں۔ ترکمانوں اور ترکوں کی آبادی میں گھرے ہوئے برابر زندہ موجود تھے۔ یعنی اونکو بچشم خود اپنے دیہات میں "زندہ"۔ اور صحیح سلامت دیکھا ہے۔ صرف دیہات میں ہی نہیں بلکہ بارہا میں نے ارمنوں کو بالکل تن تنہا بلا محافظ و بلا اسلحہ سڑکوں پر سفر کرتے دیکھا بیشمار ارمنوں سے جنمیں انکے پادری اور سارے ہمارے ضلعوں کے بشپ بھی شامل ہیں گفتگو ہوئی۔ اور انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ فلاں فلاں ضلع ہے اگرچہ باغی اونمیں بھی بھڑکاتے رہے مگر کوئی ظلم یا تشدد کسی طرح کا نہیں ہوا۔

اگر ترکوں نے قتلی بیخ کنی کا عزم کر لیا ہوتا۔ تو بتاؤ کیا میں مندرجہ بالا کیفیت مشاہدہ کرتا؟ یقیناً ہرگز نہیں؟

گذشتہ تاریخ کے اس اجمالی بیان کو یہاں ختم کر کے اب میں موجودہ حالات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آخر الذکر بہ جہا زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ کوئی دلیل یا کوئی لیپا پوتی۔ کوئی شور یا الزام مردوں کو واپس نہیں بلا سکتی۔ اور نہ انکی زبانی اوس انسانی خونریزی اور کشت و خون کی داستان سنوا سکتی ہے۔ جو ہر زمانہ میں ناکامیاب بغاوتوں کا لازمی نتیجہ اور ہمردیف رہی ہے۔

مشنریوں کا اثر

یہ فطری امر تھا کہ اس بغاوت کے بعد ارمنوں پر ترکوں کو بہت ہی کم اعتماد رہ گیا ہے۔ ارمنوں کے طرفدار تو یہاں تک شکایت کرتے ہیں کہ ترک بالتخصیص کل عیسائیوں سے نفرت کرنے لگ گئے ہیں لیکن انصاف تبھی ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے آپکو کچھ عرصہ کے لئے اناطولیہ میں ترکوں کی جگہ قائم سمجھیں اور پھر معاملہ پر غور کریں۔ اناطولیہ جسکے وہ مختلف عناصر میں بٹا ہوا ہے ایک صحیح اسلامی ملک ہے۔ اوسکی فرمانروائی کو قانون بین الاقوام سلطان ترکی کو بحیثیت سلطان ہونے کے تسلیم کرتا ہے۔ یہ ملک امریکہ کی دریافت سے بھی پہلے کا ترکوں کے قبضہ میں چلا آتا ہے۔ اس وقت بھی اور زیادہ تر پراٹسٹنٹ پادریوں کے مشن مدارس سے زنبوروں یا شہد کی مکھیوں کا چھتہ بن رہا ہے (یعنی ایسے مدارس اسمیں بکثرت موجود ہیں) ان مدارس کا مسلمہ مدعا یہ ہے کہ ملک کی عیسائی آبادی کو جو اگرچہ مسلمانوں کی نسبت کم تعداد رکھتی ہے مگر ذہانت و مستعدی۔ چالاکی و عیاری۔ کام کاج کے لحاظ سے ... تعلیم دی جائے ... لیاقت ... ہیں تمام دیگر ایشیائی نسلوں پر فوقیت تامہ رکھتی ہے۔ عیسائی مذہب ... کی تعلیم دی جائے اور نیز اوسے یہ تلقین کیجائے کہ ترکی نہیں

Marfat.com

بلکہ مغربی دُنیا تمہاری طبعی محافظ ہے۔ ایسی تعلیم کا اس کے سوا لازمی طور پر اور کوئی نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ ایشیائی عیسائی، اپنی ایشیائی حالت و منزلت سے برداشتہ خاطر ہو جاتیں۔ اِن مدارس کے پادری مہتمموں کا بیان ہے کہ ان ایشیائی عیسائیوں کو اپنے فرقہ میں لانیکا کبھی ارادہ یا اقدام نہیں کیا گیا لیکن اعداد و شمار کے کاغذات بتا رہے ہیں کہ ۱۲۶ پراٹسٹنٹ ملت کے مشنری مدارس ہیں جو ایشیائی ٹرکی میں موجود ہیں۔ ۲۷ ہزار طالب العلم تعلیم پا رہے ہیں۔ حالانکہ پہلی صدی کہ ایک معتبر امریکن پادری نے بطلس میں مجھے بوثوق بتایا کل آرمینیا یعنے اناطولیہ میں پروٹسٹنٹ ارمنوں کی صرف ایک چھوٹی سی جماعت قصبہ حنوش میں جو ارض روم اور بطلس کے درمیان ہے موجود تھی۔ پس میں بلا خوف تردید یہ کہہ سکتا ہوں اور کہتا ہوں کہ خواہ پروٹسٹنٹ بنانیکا ارادہ یا اقدام کیا گیا ہو یا نہ۔ عملاً یہ کارروائی ایک حیرت انگیز پیمانہ پر جاری ہے۔ کیونکہ ستائیس ہزار پروٹسٹنٹ تعلیم کے طلبا کا ایک وقت موجود ہونا۔ اور پھر اس تعداد کا پانچ یا سات لاکھ (یا دس[1] لاکھ ہی ہی) ارمن باشندوں کی کل آبادی میں سے ہر نئی نسل یا پشت میں تازہ ہوتے رہنا یعنی بالفاظ دیگر اس تھوڑی سی آبادی میں سے ہر وقت اسقدر بڑی تعداد کا پروٹسٹنٹ مدارس میں [illegible] تعلیم رہنا [illegible] ارمنوں میں پروٹسٹنٹوں کی فیصدی تعداد بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔ یہ اعداد فقط چند افراد ہی کی قیاس پر نہیں بلکہ واقعات پر مبنی ہیں۔ اور اونکی تصدیق باسانی ہو سکتی ہے۔ اور اونکی اہمیت کے متعلق ناظرین خود بلا تردد نتیجے نکال سکتے ہیں۔

امتی یا پوریونکی تعلیم کا اثر

مجھے ٹرکی [illegible] میں [illegible] مشنریوں [illegible] ہوا ہے۔ [illegible] ٹرکی کے انتہائی مغربی صوبہ تک لیکر بطلس الیسی انتہائی مشرقی صوبہ تک ایران کی سرحد کے قریب جہاں وان کے متصل ہے مشنریوں کے مکانوں میں فروکش رہ چکا ہوں اونمیں سے ہر ایک نے نہایت تردد [illegible] کے ساتھ مجھے یقین دلایا کہ اونہوں [illegible] جو اس تمام کشت و خون کا باعث ہوئی بالواسطہ یا براہ راست بعید ترین تعلق بھی نہ تھا۔ اور [illegible] نہیں مجھے اونکے قول پر ایسا اعتبار ہے کہ میں اس امر کو بلا تردد تسلیم کر لیتا ہوں کہ اونکا [illegible] کبھی [illegible] نہیں تھا کہ ملک میں فساد کرائیں یا سلطان معظم کی حکومت و اقتدار کے برخلاف بغاوت [illegible] اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ اونکی تعلیم بالضرور یا لازمی طور پر [illegible] ہی اونکی باعث یا تحریک کو پیدا اور نشو و نما دینے کا باعث ہوئی ہے گو میں مانتا ہوں کہ [illegible] کبھی منشا نہ تھا کہ اوسکا یہ نتیجہ پیدا ہو۔ اور کہ اس نتیجہ کے مترتب ہونے کے لئے کئی پشتوں کا زمانہ صرف ہوا ہے۔

آرمینیا کو دوسری بلگیریا بنانے کو لئے ایشیا میں اور نیز یورپ امریکہ کی اخبارات میں ہر ایک مصالحہ تیار ہو جاتا تھا

---

[1] ایشیائی ٹرکی کے ارمن باشندوں کی تعداد کی متعلق کوئی محقق اعداد و شمار موجود نہیں ہے۔ مترجم کا بیان ہے کہ اونکی آبادی ساٹھ لاکھ کے قریب ہے۔ وہبٹ مین +

Marfat.com

سے تیار کر لیا گیا تھا۔ مگر یہ تیاری بار ورنہ ہوئی کیونکہ گذشتہ ۱۸۹۰ع کی نسبت ۱۹۰۵ع میں یہ سپاہیانہ روایت کے گرد کی طاقت بہت گھٹی ہوئی تھی۔ الغرض تبریز شاہ پر نہ ٹھہرا اور اسد فتح جادہ چلا گیا۔ مظالم کا خوف ایسا بند ہوا کہ اوسنے آجکل دن تک یہ پبلک کی جس سامعہ کو اون بواعث کے استماع سے بالکل بہرہ کر رکھا ہے جو اگرچہ ترکوں کی بالمقابل سختی کی لئے وجہ موجبہ نہیں ہو سکتی تاہم اوسکی تشریح بخوبی کر رہے ہیں۔ اور اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ ان بواعث کے سن لینے پر اون لوگونکی ہر پر جوش ہمدردی کی پر جوشی بہت سرد ہو جائیگی۔ جو اسقدر انسانی محبت و تباہی کے وظائف

یورپین قونصل

اب میں چند کلمات ایشیائی ٹرکی کے عیسوی عنصر کے متعلق عرض کرتا ہوں کل ملک میں یورپین قونصل بھی اوسی کثرت سے موجود ہیں جو پروٹسٹنٹ مشنری مدارس کی ہے۔ یہ حضرات اگرچہ بعض مقامات میں یورپین تعلق و اغراض نہ ہونیکی برابر ہیں[1] نیم سفارتانہ منزلت رکھتے ہیں۔ اونکے ترجمان اور ملازم عموماً اوسی لوگ ہیں۔ جب قونصل اپنے ارمنوں کا مسلح حفاظتی دستہ ساتھ لیکر باہر نکلتے ہیں تو اونکی سج دھج جلیل القدر اشخاص سے کم نہیں ہوتی وہ خاصے چھوٹے درجہ کے سفرا معلوم ہوتے ہیں۔ یہ ترکی گورنر جنرلوں کے ساتھ تقریباً سفیرانہ اکڑ اور تحکم سے خط و کتابت اور گفتگو کرنا اپنا فرض منصبی اور مسلم استحقاق سمجھتے ہیں اور ایسا کرتے یا اپنے اپنے سفیر متعینہ قسطنطنیہ کو اوس تمام خط و کتابت یا گفتگو کے نتیجہ سے اطلاع دیتے وقت وہ بزعم خود محض اپنے فرض منصبی کو ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ اور ہر سفیر صاحب اس رپورٹ کی موصول ہوتے ہی ترکی گورنمنٹ یعنی باب عالی سے اپنی قونصل کی تحریر کردہ معاملہ کے متعلق جرح قدح شروع کر دیتا ہے۔ یہ کھیل سال کے شروع سے اوسکے انجام تک برابر جاری رہتی ہے۔ اور پھر بھی بعض ایسے ساده لوح موجود ہیں جو متعجب ہوتے ہیں کہ ترکوں کے انداز سے کیوں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اونہیں عیسائیوں سے محبت نہیں۔ اور کہ سلطان المعظم کیوں ان دخل در معقولات دینے والونکے حکم سے جنکو اس کام کے سوا اور کوئی شغل ہی نہیں۔ اپنے کسی معتبر اور معتمد ملازم کو برطرف نہیں کر دیتے۔ ترکوں کے خیالات اور جذبات پر اسکا جو کچھ اثر پڑ رہا ہوگا۔ اسکا تم اوسوقت صحیح اندازہ کر سکو جبکہ انگلستان یا امریکہ۔ فرانس۔ یا جرمنی کے تمام بڑی بڑی شہروں میں مسلمان قونصل موجود ہوں۔ اور اسطرح اکڑ کر سفیرانہ شان و شوکت سے تمہارے بازاروں اور علاقوں میں گشت کریں مقامی حکام یا ملکی سلطنت کے قوانین کی پابندی و اطاعت سے مبرا ہوں۔ ہر عدالت میں بوقت اجلاس موجود ہوں۔ اور خفیف سے خفیف مقدمہ تک کی بھی رپورٹ اپنے سفیر متعینہ دار السلطنت کو کرتے ہیں۔ بتاؤ ایسی صورت میں مندرجہ بالا کیچی ممالک میں ان مسلمان قونصلوں کے متعلق عام احساس کیا ہوگا؟

ایک انگریزی قونصل

ایک انگریز قونصل عہدہ دار نے جو لقیہ[illegible] متعصب جنون زدہ دشمن عثمانیاں نہیں ہے بلکہ ایک معزز اور قابل[illegible] رفیق انگریز ہے اور ایشیائی روم میں نائب

---

[1] اناطولیہ میں امریکن تعلقات و اغراض زیادہ تر مشنری انسٹیٹیوشنوں یعنی مدارس۔ شفاخانوں اور یتیم خانوں کی پرورش گاہوں وغیرہ تک محدود ہیں۔ وبسٹر ایں +

[illegible] منصب پر مامور ہوا اپنی تازہ ترین رپورٹوں سے جو اوس نے قسطنطنیہ بھیجیں، مجھے از راہ شفقت چند اقتباس پڑھکر سنائے جو قریبا سب کے سب اندرونی انتظام کے متعلق چند خفیف سی خرابیوں اور نقصوں مثلاً مقامی محاصل اور ٹیکسوں کی جبریہ وصولی اور خفیف سرقہ کے وقوعوں وغیرہ جیسی قسم معاملات سے جنکی اطلاع زیادہ تر قونصل کو اپنے ارمنی ترجمان سے ملی تھی تعلق رکھتی تھیں۔

الکوسنکر میں نے سوال کیا۔ "یہ سب تو یقیناً اندرونی معاملات ہیں"

قونصل: "ہاں بیشک"

میں: "بھلا اگر تم یہاں سے روس میں تبدیل ہو جاؤ۔ اور وہاں بھی انگریزی سفیر متعینہ سینٹ پیٹرزبرگ کو ایسی ہی رپورٹیں بھیجو اور روسیوں کو انکا علم ہو وے۔ تو کیا تمہارے خیال میں روسی باغلب وجوہ تمہیں چابکوں سے آئینہ بنا دیں؟"

قونصل ہنستے ہوئے "میرا خیال ہے کہ وہ بیشک میرا کچومر نکال دیں"

جسطرح ایک پتلے سے تنکے سے ہوا کا رخ معلوم ہو جاتا ہے۔ اسیطرح اس مختصر تذکرہ سے ہر ایک عقلمند پر واضح ہو جائیگا کہ ترکوں کو خود اپنے ہی ملک میں [illegible] کی مہربانی [illegible] [illegible] ہیں۔ تھوڑا عرصہ ہوا ایک انگریزی قونصل [illegible] ایران کے انتظام پر ایک مضمون ایک انگریزی رسالہ میں تحریر کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ ایران نے انگریزی گورنمنٹ کو لکھا کہ اوسے طہران میں [illegible] اور اس مطالبہ کو منوا کر چھوڑا۔ کاش کہ سلطان المعظم بھی ایسے معاملات میں یورپین طاقتوں سے اپنے مطالبات کو کامیابی کے ساتھ منوا لینے کے قابل ہو جائیں۔ بہرحال تقاضائے بشریت یہی ہے کہ وہ اپنے ملک کو اس ناقابل برداشت غلامی سے آزاد کرانے کی کوشش کریں۔

روس کی دورخی چال

ان خفیف اور معمولی اتہاموں کے ساتھ ساتھ اوس اہم تر شکل کو بھی شامل کر لینا چاہیے جو ترکی کو ارمنی مواد یا نیابت کے متعلق روسی حکومت کی قائم وضع سے ہر وقت مدنظر رہتی ہے جو ہم سب کو معلوم ہے۔ اگر روسی ارمنوں کو اسکا کچھ علم نہیں ہے تو وہ روسی گورنمنٹ کو ارمنی مدارس۔ ارمنی زبان۔ اور ارمنی مذہب میں مداخلت کرنے سے روکنے کی کوشش کرکے [illegible] اونکو اوس وقت غالباً اچھی طرح معلوم ہو جائیگا کہ روسی چکی کیا چیز ہے۔ اور [illegible] مفسد و نکو اوسکی حقیقت اچھی طرح سے معلوم ہے۔ اور [illegible] [illegible] سازش و بغاوت سازش یعنی ایک طرف تو ارمنی مفسد روس کی [illegible] [illegible] ترکی ارمنی کو بہکایا اور روسی حکومت نے اونکو بالکل نہ روکا۔ بلکہ روکنا تو کجا [illegible] [illegible] حالانکہ درحقیقت اوسکا انتظام ایسا زبردست اور قوی ہے کہ اگر روسی حکومت کے برخلاف ارمنی سازش کرتے تو [illegible] فی الفور [illegible] بلکہ کل روسی ارمنوں کی [illegible] بھی اب تک ختم ہو گئی ہوتیں۔ اسی منافقانہ [illegible] [illegible] اور دوسری طرف [illegible] بغاوت کر دی تو اونکی مدد کی۔ [illegible]

کا مواد تیار کرنیکو ترجیح دیتے ہیں جسکا مدعا روس نہیں بلکہ ٹرکی کے برخلاف ہو۔ اور بدقسمتی سے ٹرکی
حکومت ان تیاریوں کو روک سکنا تو درکنار انکو معلوم تک کر سکنے سے عاجزی ظاہر کرنے میں کوئی کسر شان
نہیں دیکھتی۔ کم و بیش خارجی قسم کی ان مشکلات کے علاوہ ٹرکی کیلئے اندرونی مشکلات بھی کچھ کم نہیں
ہاں فکر و انتشار اور تردد و افکار کے اس بحر متلاطم اور بھنور میں مبتلا ہونیکے باوجود مجھے اچھی طرح سے یقین دلایا گیا
ہے کہ سلطان المعظم کی سب سے بڑی تمنا اور آرزو یہی ہے کہ مہذب دنیا کو کسی طرح یہ یقین دلا دیا جائے کہ اعلیٰحضرت
کی مخلصانہ اور مقدم کوشش اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ بلا تمیز مذہب و قومیت اپنی کل رعایا کی فلاح و خوشحالی کو
بالمساوات ترقی دیں۔ مجھے اعلیٰحضرت کی صداقت اور خلوص نیت کا کامل اور پختہ یقین ہے ورنہ میں کبھی انکی
حمایت میں قلم نہ اٹھاتا۔ مگر یہ ایسا کٹھن مشکل اور کبھی نہ ختم ہونیوالا کام ہے کہ دنیا اب تک غالباً کسی انسان یا دنیا
کو پیش نہیں آیا۔ آج کل کا ذکر نہیں ہے تو ان سے کچھ اصلاح بھی کر سکیں۔ کل کی بات ہے کہ کرد خانہ بدوشی اور خودسری
جنگلی گھاٹیوں میں پڑے ہوئے تھے۔ کسی حکومت یا حکمرانی کی ذرہ بھر پرواہ نہ کرتے تھے۔ آج اپنی بے نظیر و خداداد قابلیت
سے اپنی وحشیوں کو جو دوسروں کو دیکھکر ہی فرنٹ ہو جاتے تھے۔ حمیدیہ فوج سواران کو قائم کرنے سے ایک طرح سے اعلیٰحضرت
نے اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ اس سے بیشک نہایت ہی مفید پولیٹکل نتائج اب تک مترتب ہو چکے ہیں۔ مگر ابھی کام
مکمل نہیں ہوا۔ اور کم از کم ابھی یہ کسر باقی رہتی ہے کہ کردوں نے تا حال خانہ بدوشی کی عادات کو بالکل نہیں
چھوڑا۔ وہ اب بھی کبھی کبھی سلطان المعظم کے گورنروں کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں جسمیں مجھے پختہ
طور پر یقین دلایا گیا ہے کہ فوجی حکام کی طرف سے بھی انکو بعض اوقات خفیہ شہ ملتی رہتی ہے۔ معاملہ کو اگر نہایت
ہی نرم پیرایہ میں ظاہر کیا جائے تو کہا جائیگا کہ وہ ملکی حکام کے برخلاف سازش کرتے رہتے ہیں۔ اور کہ سلطان المعظم
کے لئے ہر معاملہ کی متعلق درست اور اصلی واقعات معلوم کر سکنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ پچھلے برس موڈیکی کردوں نے
(علاقہ موڈیکی کے قائممقام اور اسکے ساتھ آٹھ دیگر ترک افسروں کو قتل کر دیا تھا۔ آجکے دن تک انکو کوئی
سزا نہیں ملی۔ تاہم یہ مسئلہ ایسا نہیں کہ اسپر زیادہ بحث یا غور کی ضرورت ہو۔ اسکا تصفیہ دو جملوں میں
ہو سکتا ہے۔ یہ لوگ آخرکار قانون کی تابع بنا دیئے جائیں گے۔ اسی طرح اہالی روما نے وعدہ کیا تھا کہ وہ شمالی
افریقہ کی قدیم سلطنت کارتھیج کو ضرور برباد کر کے رہیں گے۔ اور اسطرح اگر یورپ یہ قرار دے چکا ہے کہ ٹرکی
عنقریب ضرور معدوم کر دی جائے گی تو یہ دوسری بات ہے۔

اگر سلطان المعظم کبھی کسی آزاد رائے خیرخواہ ٹرکی سے یہ دریافت کریں کہ ان لوگوں کو راہ راست پر لانے اور امن
پسند بنانے کے لئے وہ کیا کریں۔ تو اس شخص پر حسب ذیل جواب دینا میری رائے میں فرض عین ہوگا۔ اعلیٰحضرت
ان لوگوں کو نقض امن سے باز رکھنے اور امن دوست بنانے کے لئے صرف یہی ایک تدبیر ہے کہ جو اصلاحات

Marfat.com

[illegible] تجویز کیجائیں۔ اونکو ساتھ واجب سختی کی مناسب جز بھی شامل کردیجائے۔ لیکن اسصورت میں بھی سلطان المعظم کے لئے کئی مشکلات موجود ہیں۔ اونکی معتبر مشیروں کی رائے ہے کہ سب تدبیروں سے بڑھکر ان لوگوں کو [illegible] قوانین ملک کا مطیع و منقاد بنانے کے لئے تحمل و انتظار کی ضرورت ہے۔ اور یہ امر ایک حد تک درست بھی ہے۔ ادھر سلطان المعظم کے جنگی مشیر اونکو یقین دلاتے ہیں کہ کرد بڑی خوفناک لوگ ہیں۔ اور اگر سختی سے کام لیا گیا تو بگڑ جائیں گے لیکن ترکی کے بہترین سول منتظم جن کے میں نام نہیں لیتا۔ اس کے برعکس رائے رکھتے ہیں۔ اونکو کردوں کا کوئی خوف نہیں۔ اور اونکی یہ دلیری صرف زبانی جسارت ہی نہیں ہے۔ اونکی رائے ہے کہ کرد رسالوں سے زمانہ آیندہ میں جو کام لینے کا منشا ہے۔ اونکو اگر اوسکی سرانجام کے قابل بنانا مقصود ہے تو یہ ضروری ہے کہ اونکو [illegible] کو پہلے کچھ عرصہ تک کسیقدر باقاعدہ کورٹ مارشلی سزائے موت دیتے رہنے سے منضبط کیا جائے۔ جو کام ان کردی رسالوں [illegible] حمیدیہ سے لینا مقصود ہے۔ وہ یہ ہے کہ روسی کاسک رسالوں سے اپنے ملک کی حفاظت کریں۔

کل عالمی قانون

الغرض اس مسئلہ کے ہر پہلو میں صرف یہی ایک سوال مد نظر ہے کہ کسطرح کردستان کے بعید علاقہ میں جان و مال کی حفاظت کا جو ہر حقیقی ترقی کے لئے خواہ مال کا علاقہ ہو یا سیاست کا بنیادی پتھر ہے کامل انتظام کیا جائے۔ اور کرد ڈکیتی اور خانہ بدوشی چھوڑکر کاشتکاری یا کسی اور امن پسند قسم کی محنت و مشقت کو اختیار کرلیں اگر کوئی ملک سچی ترقی کرنا چاہتا ہے۔ تو اوسکی باشندوں کو اس کل عالمی قانون فطرت کی تعمیل کرنی پڑیگی۔ اور اگر وہ اغماض کرینگے تو خواہ وہ خلیفہ رسول اللہ کی ہی رعایا کیوں نہوں وہ بھی اونکو اوسکی عدم تعمیل کے لازمی اور یقینی نتائج سے بچا نہیں سکیگا۔

بہادر والی

ترکی میں ابھی تک اولوالعزم خالص نیت اور تند والی موجود ہیں۔ ارض روم اور اطلس کے والی ایسے ہی ہیں۔ اور میری رائے میں خواہ پچاس جنگی پاشا مخالفت کریں۔ ترکی حکومت کو اونکی تائید کرکے اونہیں اس قابل بنانا واجب ہے کہ وہ قانون کی متابعت کراسکیں۔ اسوقت جبکہ دیوانہ ارمنی مفسد ہر طرف کے امن پر قتل و غارتگری کی دہمکیاں دیرہے ہیں۔ ایک سیہ تاب شخص سلطان المعظم کو بہترین صلاح یہی دے سکتا ہے۔ کہ اچھا نوکر بہم پہنچاؤ اور جب ملجائے تو اوسے کبھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔

ضروری اصلاح و منصب خلافت

اور کئی ایک ملکوں کیطرح ترکی کو بھی بیشک اصلاحات کی احتیاج ہے۔ [illegible] ان اصلاحات میں سب سے ضروری وہ ہیں جو خلافت کے [illegible] تعلق رکھتی ہیں۔ ترکی کی آج یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ (حضرت) [illegible] ایک ایسے شہر میں رہایش پذیر رہے جہاں درخت اور سڑکیں بہت کم اور ناپید ہوتے ہیں۔ اگر سلطان المعظم کسی زرخیز ملک مثلاً اناطولیہ یا میسوپوٹیمیا الجزیرہ۔ دوابہ فرات و دجلہ میں رہایش گزین ہوتے تو اونکی نہایت تاکید ہی خاص میں سے [illegible]

[illegible] موجودہ کرد [illegible] کرد قبایل ہیں جنکو تابع قانون بنانے کی وہ کوشش کررہا ہی ہمیشہ جان کا خطرہ رہتا ہے۔ [illegible]

ایک یہی ہوتا ہے کہ ہر ایک مسلمان درخت لگانے اور سڑکوں کی تیاری میں مدد دینے کو اپنی زندگی کے اہم فرائض کی ایک جزو تصور کرے۔ اس آخر الذکر کام سے ہی بقول جرمن فلاسفر و شاعر گوئٹے ڈاکٹر فاسٹ کی بیقرار روح کو تسکین حاصل ہوا تھا۔ مسلمان جو تیرہ سو برسوں کے گذر جانے کے باوجود ابتک اپنے پیغمبر کے ہر ایک حکم کی مستقلاً نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ تعمیل کر رہے ہیں حتی کہ یومیہ نمازوں کی تعداد تک کے متعلق فرمان نبی سے سرتابی نہیں کی۔ اس معاملہ میں بھی ضرور آنحضرت کی منشاء مبارک کی بخوشی تمام تعمیل کرتے۔ اللہ اکبر۔ اگر وہ ایسا حکم دیگئے ہوتے تو آج ایشیائی روم کی حالت اور سے بہت ہی مختلف نظر آتی۔ جو ہمیں اب نظر آ رہی ہے۔ میری رائے میں اگر آنحضرت اس زمانہ میں موجود ہوتے تو وہ ان دونوں چیزوں کی بے انتہا اہمیت کی وجہ سے ضرور انکی تیاری کا حکم دیتے۔ پیغمبر اب موجود نہ سہی۔ مگر اونکا خلیفہ تو ہے۔ اور میرے خیال میں موجودہ سلطان پر واجب ہے کہ وہ بحیثیت نائب رسول اپنی کل مسلمان رعایا کو مندرجہ بالا حکم دیدیں۔ جن لوگوں کو اس عجیب و غریب ملک میں سفر کا اتفاق ہوا ہے وہ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ سلطان روم بحیثیت خلیفۃ المؤمنین ایسی طاقت و قدرت رکھتے ہیں کہ یہ کہنا مبالغہ میں داخل نہیں ہوگا کہ وہ ایماندار مسلمانوں سے جو کچھ چاہیں کرا سکتے ہیں۔ والسلام۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضمیمہ اوّل

مسٹر ہنٹنگٹن کا یہ بیان با قیاس کہ سلطان المعظم بحیثیت خلیفہ ایماندار مسلمین سے جو کچھ چاہیں کرا سکتے ہیں، بالکل صداقت اور حقیقت حال پر مبنی ہے۔ اور خداوند کریم کا ہزار در ہزار شکر ہے کہ اوسنے منصب خلافت ۳۲ برسوں سے ایسے بیدار مغز تاجدار قوم و ملت مستعد اور ترقی و تمدن کے عاشق شیدا کو عطا کر رکھا ہے۔ جو ملت اسلام کی فلاح و بہبود اور ازدیاد شان و شوکت کی لئے کوشش و ہمت اور تدبیر کا کوئی دقیقہ فروگذاشت اور وسیلہ نظر انداز نہیں کر رہا۔ اوسکی کارناموں کی مفصل تاریخ اور ترقی کی بنیادوں کے ڈالنے کی کیفیت و حالات روم اور بلاد ممالک عربیہ حکومت میں درج ہو چکی ہے۔ مگر اونکے بے نظیر انتظام و کوشش کی فروعات دن بدن اس کثرت سے پھیلتی جاتی ہیں کہ دس برس کی چھپی ہوئی کتاب کی مندرجہ کیفیت موجودہ حالت سے کوئی لگاؤ نہیں رکھ سکتی اور صرف اوس صورت میں الہیہ کی کتابیں ترقیات جدید کے دوش بدوش رہ سکتی ہیں۔ کہ ہر سال اونکے لئے ذیلی ضمیمے سال گذشتہ کے تاریخی حالات اور تمدنی و ملکی ترقیات کی کیفیت سے ختم کر دیا گیا ہو شایع کئے جاتے ہیں۔ یا اونکی سالانہ تتمے اور ضمیمے تیار کئے جاتے ہیں لیکن افسوس ہمارے ملک کی حالت ابھی ایسے اہم کام کی قدر کرنے کے لئے تیار نہیں ہے عام ناقدردانی کا مختصر سا گلہ کر چکا ہوں یہاں تو یہ کیفیت ہے کہ جس نے ایک مرتبہ ایک کتاب خواہ وہ دس برس کی چھپی ہوئی ہو پڑھ لیا۔ پھر وہ مزید اور تازہ حالات معلوم کرنے کی ضرورت و خواہش سے مستغنی ہو

Marfat.com

جاتا ہے۔ اور یہی ایک بڑی وجہ ہمارے ملک کی نہ ترقی کرنے اور معاملات متداولہ سے بیخبر رہنے کی ہے۔ نہ ہمیں ترقیوں کا ایسی صورت میں جو دیرپا علم ہوتا ہے۔ اور نہ یہ شوق ہی پیدا ہو سکتا ہے کہ ہم بھی اسطرح قدم آگے بڑھائیں۔ بہرحال اس نقص ملکی کی تلافی کے لئے میں حتی الوسع کوشش کرتا رہتا ہوں۔ اول تو کہیں ہے بالالتزام تمام مفید خبروں اور مضامین کو درج کر دیتا ہوں۔ اور پھر یہ خیال ہے کہ ایسے بہت کم صاحب ہیں جو اخبار کا فایل رکھتے ہیں۔ یا ایک ہفتہ کا پرچہ بھی دوسرے ہفتہ تک انکے پاس موجود رہ سکے۔ میں ہر سال کوئی نہ کوئی نئی کتاب ترکی کے متعلق کسی نئے مضمون پر تیار کر کے وہ واقعات جو اس سال میں گذرے ہوں حواشی یا متن میں جسطرح بن پڑے ایزاد کر دیتا ہوں۔ تاکہ شائقین کی علمی اشتہا کی سیری کے لئے ہمیشہ مکمل ذخیرہ کم از کم اس مسلمانوں کے دلچسپی کے خاص سبجکٹ پر جس سے واقفیت پیدا کرنا اور اوسے فراموش نہ ہونے دینا میرے نزدیک ہر مسلم پر فرض ہے سلسلہ وار موجود رہے۔ اور میری دلی تمنا اور مصمم عزم اس سلسلہ کو مدت العمر قایم رکھنے کا ہے۔ الا ماشاء اللہ القیوم ذوالملۃ۔

وہ کجا بود اشہب کجا تاختم۔ میں نے اس تتمہ تحریر کو شروع تو کیا تھا۔ اس نیت سے کہ چند مزید کمال اہم ترقیوں کو جو حال میں ظہور میں آئی ہیں۔ یا عنقریب بعونہ تعالیٰ آنیوالی ہیں۔ یہاں پر بیان کر کے مسٹر وہیٹ مین کی تحریر کو ایک طرح سے گویا مکمل کر دوں۔ مگر خدا بھلا کرے خود غرضی۔ خودستائی۔ یا قوم کو ہر وقت طعن و تشنیع کرتے رہنے کی عادت بد کا اس حسرت آمیز شوق و تمنا کا کہ قوم کیوں جلد جلد ترقی نہیں کرتی۔ اور ابھرتی کہ ان سے مجبور ہو کر دفتر شکوہ و شکایت کو کھولدیا ہے۔ اس گریز اضطراری کی ناظرین سے معافی مانگ کر اوس سے ختم کلام تک گریز نہ کرنیکا وعدہ کرتا ہوں۔ اور پھر بر سر مطلب آ کر مدعا پرداز ہوتا ہوں کہ مجھے عرصہ سے یہ دیکھکر رنج و افسوس ہوا کرتا تھا کہ عبد الحمید ایسا فرزانہ کیا اپنے منصب خلافت سے کما حقہ کام نہ لیتا تو درکنار خود اپنے ہی ممالک محروسہ یا عثمانیہ دائرہ اقتدار کے اکثر مسلمانوں اور اوس کے بیشمار بے نظیر وسایل استحکام و قوت سلطنت و ملت کی دن کام لینے کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ مگر انکی مجبوریوں اور معذوریوں کو دیکھتا اور سمجھتا تھا اور ایسی اچھی طرح سے کہ بہت کم لوگ ایسی اچھی طرح سے انہیں سمجھ سکتے ہیں۔ یا سمجھ سکتے تھے۔ بایں ہمہ جب میں دیکھتا کہ ادہر افریقہ بالخصوص اس کے سوڈانی حصہ کی جانباز اور سرفروش پیروان ملت احمدیہ اور دوسری طرف تمام عرب کے شیران میدان وغا سے عساکر قاہرہ کی تقویت اور اسی سوڈان کے [illegible] بے نظیر علاقہ یمن کی زرخیزی و زرریزی کہ جو ان اوصاف میں کبھی شہرۂ آفاق تھا۔ اور اب بھی [illegible] قابلیت اوسمیں اب تک موجود ہے مگر رجال حکومت کی بے توجہی اور حریص و طامع اجنبی ہمسایوں کے اغوا و سازش باشندوں کی جہالت و عصبیت و حمیت مکروہ و جاہلانہ۔ اور مقامی حکام و عمال کی چیرہ دستی و تغافل شعاری نہ سہی۔ بالاتفاق تن پروری۔ کسالت و غفلت سے پیدا شدہ بدامنی کے پردہ میں مکنون و مخفی ہے۔ یہ خزانہ عامرہ کی توفیر کا کام لینے میں جسپر جنگی نظام اور اصلی طاقت و استحکام کا دار و مدار ہے۔ اور بشرطیکہ وہ عیاش و ہر کو دار اور [illegible] امور کے ہاتھ میں آ جاتے تو ملت و سلطنت کی [illegible]

Marfat.com

روان در حقیقت یہی چیز ہے۔ حیرت و تاسف انگیز توقف ہو رہا ہے [illegible]
وہی تمنا اب باحسن وجوہ پوری ہو گئی ہے۔ قساد الاحسا کی مفصل کیفیت [illegible]
قاسم کے قسا و ادر خلیج فارس کیطرف یورپین دول کی ریشہ دوانیوں سے متنبہ ہو جانے [illegible]
علاقہ احسا۔ اور ساحل بصرہ کا ایسا عمدہ انتظام ہو گیا ہے کہ اب کسی موشگافی کا [illegible]
موقعہ نہیں رہگیا۔ ادھر خلیفہ عبد اللہ تعایشی کی شکست اور خرطوم و شرقی سوڈان اور نیل کی [illegible]
مصری حکومت کا قبضہ ہو جانے اور مغربی سوڈان میں فرانس کے قدم پھیلانے سے حالات آب کو بلا توقف [illegible]
اپنے باقیماندہ اغراض و حقوق کی حفاظت کا انتظام لازمی ہو گیا۔ اور اوسکی ادنی وجہ کا یہ نتیجہ ہے کہ صرف طرابلس[1]
میں ہی عثمانی قبضہ کمال استحکام سے قایم نہیں کر دیا گیا۔ اور وہی صوبہ جو تیس برس پہلے قریب تھا کہ اپنے [illegible]
حکمران کی بلند پروازی سے وہ بھی مصر و تونس کیطرح نیم آزاد ہو جائے اور پندرہ بیس برس ہوئے کہ اٹلی [illegible]
ہوتی تھا۔ اور انگلستان کی مدد یا اغراض سے اوس کی ہضم کر لینے کا انگلستان سے خفیہ قول و اقرار بھی ہو چکا تھا۔
اب یہ مسرت انگیز اور ولولہ خیز منظر دکھا رہا ہے کہ وہاں ہر فرد مذکر ہی نہیں۔ اکثر مستورات بھی خلافت عثمانیہ کی
باحسن طریق خدمتگزاری کر سکنے کے لئے قواعد حربیہ و آداب تیمارداری مجروحین سے بخوبی آگاہ اور آلات جدیدہ سے
مسلح ہیں۔ بلکہ وسط سوڈان کی تمام اسلامی ریاستیں۔ وارفر۔ برنوح۔ باجیرمی۔ وغیرہ وغیرہ مع ڈیڑھ کروڑ مسلم
باشندوں کے باضابطہ سنہ رواں ۱۸۹۹ء کی تیسری سہ ماہی میں تبعیت عثمانیہ میں داخل ہو گئی ہیں۔ اور عساکر قاہرہ
نے وہاں پہونچکر سیادت عثمانیہ و اتحاد ملیہ اسلامیہ کو عملی قبضہ سے مستحکم بنا دیا ہے۔ اور مزید خوشی کا یہ مقام ہے کہ

---

[1] طرابلس الغرب سے میرے ایک معزز کرمفرما اور معتمد سرکاری عہدہ دار ۲۰ صفر ۱۳۱۷ھ ہجری کو علاقہ مذکور کی پیداوار طبعی کیفیت اور [illegible]
کے متعلق حسب ذیل لکھتے ہیں:۔ حضور پر نور جناب صاحب محمد انشاء اللہ افندی مدظلہ العالی۔ صاحبا فدای وجود مبارکت شوم۔ داعی دیرینہ کمتر
رابندہ مخلص آں بزرگوار میباشد۔ و بہمیں سبب از ہر گونہ تقصیرات عفو عالی را واسطہ تقرب و دوام محاربہ میشمارد مدت مدیدیست کہ از
کرمنامہ ایشاں ذی شان محروم و مہجور است چنانچہ سابقاً نوشتہ بودم۔ مدت ہشت ماہ قبل بریں بندہ را از طرابلس شام ترقیاً بطرابلس غرب تحویل
فرمودند و دریں جا تاریخ بطرابلس غرب نقل کردیم۔ آب و ہوای اینجا بسیار مشابہت بطرابلس شام دارد۔ مگر اینکہ آب اینجا چنداں [illegible]
چنداں خراجات ندارد۔ مگر اینکہ برای میوہ محتاج بخارج نیست۔ درخت خرما و لیمو و زیتون ہم کافیست بلکہ اخراجات [illegible]
مسلمانند۔ مگر در مرکز ولایت کہ با اطرافش یعنی قراء جوار متصل ولایت مقدار پنجہزار یہودی از تبعہ دولت علیہ و [illegible] نصاری
از تبعہ و اجانب موجود است و مرکز ولایت من حیث المجموع قریب دو ہزار نفوس بشمار دو اما الویہ ملحقہ [illegible] و جبل غربی و قبائل
و کثرت اکثر محلات ایشاں چوں عشائر عرب بندی نفوس شان مجہول است و بنا بہ بسیاری عساکر شاہانہ واردات ولایت کفایت [illegible] حتی جمیع ارزاق
عسکری از استانبول ماہ بماہ فرستادہ میشود ارضی بسیار واسع دارد علی الاصل بنا بقلت باراں [illegible]
مردمان [illegible] دارند و ازیں جہت فقیر بسیار است و گذشتہ ازیں ہر یک قبیلہ بزرگے دارند کہ دولت [illegible]
عقار شان ہنوز مسلمان است و مردمان لشکر داری سی ہزار خانہ دارند و اینکہ [illegible]
است کہ ادا [illegible] میتوانند ہر گاہ بخواہند دو ہزار سوارہ و بیست ہزار پیادہ [illegible]
تفنگہای قدیم کہ در نزد عشائر پیدا است ۔

Marfat.com

خداوند کریم کی عنایت بےغایت سے یہ تحریک صرف وسط سوڈان تک ہی محدود نہیں رہی۔ بلکہ چاروں طرف بڑی زور شور سے پھیل رہی ہے حتیٰ کہ صحرائے اعظم کے اوس انتہائی مغربی گوشہ کی خانہ بدوش مسلمان قبائل بھی جو مراکو اور سینیگال کے درمیان ہے۔ تبعیت عثمانیہ قبول کرنے کے لئے نہایت بے چینی ظاہر کر رہے ہیں۔ اگست ۱۸۹۹ء میں ایک زبردست قبیلہ کا قاصد اون کا ریگستانی سفر طے کر کے مراکو کے شمالی بندرگاہ میں یہ معلوم کرنے کے لئے پہونچا کہ آیا وہاں عثمانی قونصل موجود ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر وہاں قونصل موجود ہو تو اوسی کے ہاتھ قبیلہ کا سردار بیعت کر لیں۔ اور اون کو طرابلس الغرب یا وسط سوڈان کو نہ جانا پڑے۔ اس سے دوسرے تیسرے دن اسی نیت سے ایک اور قبیلہ ابی غنم کے مشایخ کی طرف سے جسمیں بارہ ہزار مردان جنگ آزمائے ہیں۔ قاصد ٹانجیر پہونچا۔ اور نیل مرام واپس گیا۔ یہ واقعہ سن کر مجھے افسوس سے ساتھ وہ مضمون یاد آگیا ہے جو ۱۸۹۹ء کے شروع میں پنچ عیسائیوں کے باہمی اتفاق کے لئے کوشش اور مسلمانوں کے لئے غیرت کے عنوان سے لکھا ایک طرف دول اسلامی بالخصوص گورنمنٹ سینہ کو جا بجا یا کم از کم اسلامی ممالک میں بکثرت نائب مقرر کرنے اور دوسری طرف مسلمانوں کو حج بیت اللہ اور ہمام وغیرہ جو وسایل اتحاد و تجاذب اور ازدیاد تعارف سے کام لینے کی تاکید مزید کی تھی۔ اور پھر ۱۸۹۹ء کے آخری حصہ میں تکمیل میں پھر آونی

لے بست سالہ عہد حکومت کے ایک ضمیمہ میں بھی اسے درج کر دیا گیا ہے۔ مولف۔ خاص مراکو کے متعلق بھی کئی بار لکھا جا چکا ہے۔ چنانچہ ۶ جون ۱۸۹۹ء کو بھی یہ التماس کی تھی۔

روس نے حالانکہ مراکو میں اوسکی رعایا میں سے ایک فرد بھی آباد یا رہایش پذیر نہیں۔ اپنی سفارت وہاں قایم کی ہے اور اس عہدہ پر روسی قونصل جنرل متعینہ شاک ہولم (دارالخلافہ سویڈن) کو مقرر کیا ہے۔ اسکی وجہ جریدہ غرائب الملندن کے مراسلہ نامہ نگار کے قیاس میں یہ ہے کہ روس نے اہل مراکو کو انگریزی دستبرد سے محفوظ اور آبنائے جبل طارق کا راستہ صلح و جنگ کی حالت میں کھلا رکھنے کے ارادہ سے یہ کارروائی کی ہے۔ اسکے بعد نامہ نگار موصوف افسوس ظاہر کرتا ہے کہ باوجودیکہ مراکو میں ستر ہزار ایسے خاندان آباد ہیں جو امیر المومنین سلطان المعظم کی رعایا ہیں۔ مگر یہاں کوئی ترکی سفیر نہیں ہے کچھ عرصہ ہوا کہیں نے اسبارہ میں مفصل تحریر کیا تھا۔ اور اوس سے چند ہفتوں کے بعد خبر ملی تھی کہ باب عالی نے مراکو میں اپنا معتمد مقرر کر دیا ہے۔ لیکن اب اس تحریر سے اوس خبر کا غلط ہونا ثابت ہو گیا ہے۔ دولتلو رفیق پاشا ایسے صاحب تدبیر دوراندیش اور معتدل مذہب کے زمانہ وزارت میں بھی اگر گورنمنٹ سینہ دیگر اسلامی ممالک میں دوستانہ ارتباط اور رکن رسفارت اور تعلق ہی کو قایم کرنے سے گریز کرتی ہے تو پھر شاید کسی زمانہ میں بھی مراکو ... مسلمانان ... عرصہ سے عثمانیہ سفیر کی تقرری کی جو خواہش کر رہے ہیں پوری نہیں ہوگی۔ اعلیحضرت جلالت مآب ظل ... مخالف موافق سب کو اعتراف ہے۔ مگر ایک واحد شخص کیونکر کل کام سرانجام نہیں کر سکتا ... سمجھ سکتی ہے۔ یہ مشیران باتدبیر اور وزیران دفاکیش کا فرض ہے کہ اس قسم کی باتیں اپنے آقائے نعمت کے گوشگذار کرتے رہیں ہماری گورنمنٹ کی عروج و اقبال کا راز نہاں یہی امر ہے اور ہمارے اور ترکوں کے جانی دشمن روس کی روز افزوں ترقی اور ازدیاد شوکت و جاہ کا یہی سر پنہانی ہے۔ مندرجہ بالا نوٹ کے لکھے جانے کے بعد کیفیت بذریعہ برقی خبر موصول ہوئی کہ اعلیحضرت امیر المومنین کے حکم سے وزارت خارجیہ نے ایک مجلس کلاں اس غرض کے لئے قایم کی ہے کہ ترکی رعایا مقیم مراکو کے متعلق وزیر خارجیہ مراکش کو بزبان عربی مفصل خاص مراسلہ تحریر کرے۔

Marfat.com

ہندوستان دیگر دنیا و اسلامیہ میں جاری [illegible]

نے میری اس التماس پر غور کیا ہوتا تو ان فاسد [illegible]

بشرطیکہ درمیان اونکا عزم پہلی مایوسی سے شکست نہ ہو گیا ہو اور [illegible]

نہ جاتا رہا ہو طرابلس الغرب تک جانے کی تکلیف نہ اٹھانی پڑتی۔ بہر حال امید ہے کہ اب جبکہ ایک [illegible]

ہے اس سلسلہ کو تکمیل تک پہونچائے بغیر ناکمل نہ چھوڑا جائیگا۔ واللہ المستعان علی ما تصفون [illegible]

خاص عرب اور اسکی بالائی فوجی تقویت کے لحاظ سے اوسکا بہترین صوبہ یمن میں بھی اب لنشا [illegible]

وسط عرب کے آزاد قبایل۔ بالخصوص محمد ابن رشید مرحوم والی نجد و شمر اور اوس کے جانشین عبد العزیز ابن [illegible]

اخلاص جو کئی ہزار سپاہ کا مالک ہے اب تمام مشہور ہو چکا ہے میری۔ البتہ لنابول اور وکیل میں اندنوں [illegible]

مفصل مذکور ہو چکے ہیں خاص یمن میں بھی یمنی قبایل کی آخری بغاوت[1] باغوائی اجانب سلطنت کے حق میں دیگر

---

[1] مولوی محمد سعید صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ نے اپریل ۱۸۹۹ء میں اس بغاوت کا اصل باعث یہ تحریر فرمایا تھا۔ "اس فساد کی ابتدا اس طرح ہوئی ہے کہ لوکل گورنمنٹ کی اجازت سے "قنفدہ" کی میونسپلٹی نے ایک چھوٹے سے مکان کو جسکو جھونپڑہ کہنا درست ہوگا۔ تین چار سال تک ٹیکس نہ ادا کرنے کی وجہ سے نیلام کرنا چاہا تھا۔ مکان تو نیلام ہو گیا۔ اور میونسپلٹی نے اپنا ٹیکس لیکر باقی قیمت بھی مالک مکان کو واپس کر دی۔ مگر مالک مکان کے قبیلے نے یا یوں کہئے کہ بستی والوں نے رات کے وقت دفعتاً حکام کے مکانات فوجی بارکوں اور پولس پر حملہ اور ہجوم کر دیا جس کی وجہ سے پولس کے بہت سے آدمی اوس غفلت اور بیخبری کی حالت میں مارے گئے۔ فوجی بارکوں سے حملہ آور کچھ ہتھیار وغیرہ بھی لے گئے۔ سرکاری نقصان اس تمام رات کی خانہ جنگی اور طوفان بے تمیزی میں بہت زیادہ ہوا دوسرے فوجیں چاروں طرف سے جمع ہو گئیں۔ اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ مگر بجائے اس کے کہ باغی اطاعت قبول کرتے۔ اسیطرح برسر بغاوت اور جان کھونے پر تلے رہے۔ عرب کے قبایل گو آپس میں کیسے ہی جانی دشمن کیوں نہ ہوں۔ مگر غیروں اور اجنبیوں کے مقابلہ پر وہ ہمیشہ متفق اور ہمدرد ہو جایا کرتے ہیں۔ یہی حالت یمن میں ہوئی۔ رفتہ رفتہ یہ فساد پھیلتا گیا۔ اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ گورنمنٹ کو احتیاطاً اور فوج دوسرے مقامات سے منگوانی پڑی [illegible] حامد جو مہدویت کا مدعی ہے۔ اور کئی مرتبہ بغاوت کر چکا ہے اس کی سرکوبی [illegible] بغاوت میں اسقدر ہو [illegible] کہ پھر سر اٹھانے کی اسمیں قوت باقی نہ تھی۔ ملک کی عام شورش اور اس بے اطمینانی کے وقت کو غنیمت [illegible] پھر اسنے اپنے اسی پرانے خبط کو جہلا کے ذہن نشین کر دیا اور یہ معمولی فساد او سکے عوانی سے [illegible] سے اچھا خاصہ میدان جنگ اور معرکہ کا رزار بن گیا۔ شیطان کی مجسم تصویر کی عبادت کرنے والا [illegible] ہے۔ شام میں البتہ دروزوں کی ایک جماعت اس کے [illegible] یمن کا فساد اب بالکل فرو ہو گیا ہے۔ فوجیں احتیاطاً [illegible] کارروائی ترکی گورنمنٹ نے وہاں کی ہے اس [illegible]

Marfat.com

سلطنت عثمانیہ کا یہ صوبہ کم منفعت ثابت نہیں ہوئی۔ یہاں تو اغیار کو یہ توقع رہتی کہ یہاں سے ترکی حکومت معدوم ہوتی کر ہوتی۔ اور یہ علاقہ بھی ہمارے تصرف میں آیا کہ آیا۔ کہ اونکی امیدوں کے عین برعکس جلالتمآب نے ۱۸۹۵ء و ۱۸۹۶ء میں چالیس پچاس ہزار افواج قاہرہ بھیجکر ایک طرف اعتبادت کا قطعی قلع قمع کر دیا اور دوسری طرف خاص کمیشن روانہ کر کے عمال کی خیانت و بد دیانتی کی بیخکنی کر دی۔ اور حسن انتظام سے رعایا خود بخود جلالت مآب کی عاشق شیدا بن گئی۔ اور اب اس صوبہ سے جس سے پہلے ترکی خزانہ کو ایک حبہ وصول نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ لاکھوں روپیہ الٹا خرچ کرنا پڑتا تھا۔ اور ایک سپاہی عساکر قاہرہ کو حاصل نہ ہوتا تھا صرف مالگذاری کے صیغہ سے نو کروڑ روپیہ سالانہ کی آمدنی ہوگی۔ فوجی خدمت سب پر لازمی کر دیگئی ہے جس سے فوج پیدل و توپخانہ کے لئے کم از کم فی الفور پانچ لاکھ شیر دل بہادر نظام عسکریہ میں داخل ہو جائینگے۔ اور ہر سال اقل درجہ بیس تیس ہزار نوجوان حاصل ہوتے رہینگے۔ علاوہ بریں کُردی عساکر حمیدیہ کے اصول پر یہاں بھی ساٹھ سو لیکر ایک سو تک والنٹیر رسالے تیار کیے جائینگا حکم صادر ہو گیا ہے۔ یعنی ترکی فوج سواروں میں ایک طرح سے مفت و بلا صرف ساٹھ ہزار سے لیکر ایک لاکھ تک بے نظیر شہسواروں کا اضافہ ہو جائیگا۔ بلا صرف اسلئے کہ ان رسالوں کو سرکاری خرچ پر صرف اسلحہ اور وردی دیجائیگی۔ اور ایام قواعد کارکردگی میں خوراک و کچھ روزینہ۔ گھوڑے خود سواروں کے ہونگے۔ اور قواعد یا کارکردگی کے ماسوا اوقات میں سرکاری خزانہ پر اونکا کچھ بار نہیں ہوگا۔ عربونکی شجاعت و شہسواری کو کون نہیں جانتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب وہ اصول جدیدہ پر مرتب اور قواعد یافتہ ہوگئے تو اوسوقت دنیا کی کوئی فوج سواران اونکے مقابل نہیں ٹھہر سکیگی۔ جب کُردوں کے رسالوں کی تیاری سے ہی اعداء کے چھکے چھوٹ گئے ہوئے ہیں۔ تو ان رسالوں کے تیار ہو جانے پر تو بلا شبہ اونکا پیشاب خطا ہو جائیگا۔

صوبہ یمن تین گورنریوں میں تقسیم کیا جائیگا۔ اور کل صوبہ پر ایک گورنر جنرل ہو گا۔ وائسرائے حال وزیر باتدبیر حلمی پاشا اور مارشل عبداللہ پاشا سپہ سالار کل مسلمانوں کے سچے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے در ... اس بہترین مقبوضہ عثمانیہ کی کایا پلٹ دی ہے۔ جلالت مآب اونپر ہر روز جو کو ... سلطانی مبذول فرماتے رہتے ہیں۔ وہ بلا ریب اونکے مستحق ہیں جزاہم اللہ خیرا حسنا فی الدنیا والآخرۃ-
جسطرح مصائب کا ہجوم عموماً یکبارگی ہوا کرتا ہے۔ اوسیطرح قاعدہ ہے کہ عموماً جب نصیب اچھے ہوں تو اسباب مسرت بھی

---

[1] اس زمانہ میں بغاوت کے ساتھ قحط بھی زوروں پر تھا۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ ہنے جو توقع جون ۱۹۰۵ء میں ظاہر کی تھی وہ پوری ہوگئی ہے۔ تحریر کو حسب ذیل ہے۔ یمن میں ہر دو سرے تیسرے برس فساد ہوتے رہتے اور نیز دیگر وجوہات سے آخر یہ بلا غفور سرکاری خیال امیر المومنین کو سلطنت عثمانی کے اس ضروری اور نہایت اہم صوبہ میں اصلاحات لازمیہ کے نفاذ

چاروں طرف سے خندہ و [illegible]

چلے آرہے تھے۔ ہم نہیں اونکی حمیت جاہلانہ پر [illegible]

ہزاروں عرب بلکہ اونکی کئی شیر دل عورتیں بھی [illegible]

نہوں) مجاہد بنکر میدان جنگ میں جا پہونچی تھیں لیکن [illegible]

قلبی عناد و مغائرت کی لحاظ سے اونکو فوج میں داخل کرتا یا اونپر کبھی خوبی [illegible]

گیا تھا مگر سیاست حمیدیہ اونکو بھی رام کرنیکی تدبیر مدت سے کر رہی تھی۔ تالیف قلوب [illegible]

قسطنطنیہ میں مدرسۂ عشیرتے[1] قایم کیا گیا۔ اور اسکے فیضان اور جلالت مآب کی تصرف روحانی [illegible]

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۴۴۔ اور موجودہ حالت کی درستی کیطرف پوری توجہ ہوگئی ہے۔ ناظرین کو [illegible]

کہ عرب کے تمام عثمانیہ مقبوضات میں کو فقط یمن ہی ایسا مقبوضہ ہے جس سے خزانۂ شاہی کو معقول منفعت [illegible]

زبردست تقویت پہونچ سکتی ہے۔ زرخیزی میں یہ صوبہ کسی خطہ سے کم نہیں اور اسکے محل وقوع سے اگر عمال [illegible]

پولٹیکل فواید حاصل کرسکتے ہیں اور اس صوبہ کے قبضہ سے فایدہ اوٹھا کر حضرموت میں امن و امان قایم اور خود وہیں کی [illegible]

تو بہت ہی سہل کام ہے۔ حضرموت یمن اور عمان کے درمیان عرب کے جنوبی ساحل کو کہتے ہیں۔ جہاں کے چند اہل شیخ [illegible]

برس ہوئے عثمانیہ شہنشاہت کو قبول کیا تھا۔ مگر عمال کی لاپرواہی سے یہ تعلق جلد منقطع ہوگیا۔ اور سرداروں کے باہمی جنگ و

جدال سے باشندگان کی حالت ایسی تباہ ہوگئی کہ اکثر سواحل ہندوستان۔ حیدرآباد۔ اور جاوا وغیرہ کو ہجرت کر گئے۔ اور

اب تک کرتے چلے جارہے ہیں۔ لیکن اگر خدا کی عنایت و کرم سے خلیفۃ المومنین اپنے ارادہ میں کامیاب ہوگئے تو نہ صرف عثمانیہ

یمن سلطنت کا ایک مضبوط بازو ہوجائیگا۔ بلکہ حضرموت کو بھی موجودہ مصائب سے مخلصی ملجائیگی۔ موجودہ گورنر یمن فوج کا

بھی کمانڈر انچیف تھا۔ اور اب صرف فوجی عہدہ پر رکھا گیا ہے۔ اور ملکی گورنری پر اواثہ دالطنہ؟ سدوق پر ساحل بحر روم

کے سابق گورنر حسین حلمی پاشا جو آسٹریا کی قونصل کے تقضیہ کے متعلق وہاں سے واپس بلائے گئے تھے مامور کیئے گئے ہیں۔ مزید براں

ایک خاص کمیشن حاجی حسن پاشا سابق گورنر شام کی زیر صدارت محولہ بالا اصلاحات کی ترویج و نفاذ کے لیئے یمن [illegible]

گئی ہے جسکے ہر ایک رکن کا ماہوار مشاہرہ دس ہزار قرش مقرر کیا گیا ہے۔ اور مستقر خصوصی کا ہے و دیگر اخراجات [illegible]

کمیشن کے ساتھ ہی دو جہازوں پر ساڑھے چار ہزار زاید فوج بھی شروع مئی میں بھیجی گئی ہے

[1] یہ مدرسہ ۱۸۹۲ء میں عرب کردستان شام۔ طرابلس الغرب اور دیگر علاقجات کے خاندانی و شریف قبائل [illegible]

تعلیم و تربیت کیلئے خاص سلطانی خرچ سے قایم کیا گیا۔ اور افتتاح کیوقت اسمیں ۴۰ لڑکے داخل [illegible]

بچشم خود قسطنطنیہ آکر اس مدرسہ کی تعلیم کے فواید اور سود مندی کا مشاہدہ کیا تو خوشی تمام [illegible]

کرویا۔ دو سال ختم ہونے سے پہلے اسمیں ۱۶۰ لڑکے ہوگئے جنمیں سے [illegible]

[illegible] کرنے پر معقول ملکی و فوجی مناصب پر مامور کیئے گئے

Marfat.com

مسئلہ میں حاشیہ نشینوں کو شاید ہی کوئی غیور یا عصبیت کا عاشق شیدا نہیں - خود گلا پھاڑ پھاڑ کر التجا کر رہے ہیں کہ ہمیں اسلام اور خلافت اسلامیہ کی خدمت اور اوسپر جانیں نثار کرنیکا موقعہ دیا جائے - اور یقین غالب ہے کہ اونکو اپنی تمنا میں کامیاب ہوتا دیکھنے کے لئے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑیگا - اور وہ وقت قریب ہے کہ اونکو بھی سلک عسکریہ میں داخل کر کے جان نثاری وفاداری اور محبت و جوش اسلامی کے دکھانیکا موقعہ دیا جائیگا -

اور حصہ ممالک اسلامیہ سے جو عیسائیوں کے قبضہ میں چلے گئے ہیں مسلمان مہاجرین کی آمد کا تانتا گو اوسی وقت شروع ہے جبکہ یہ علاقے یکے بعد دیگرے اغیار کے قبضہ میں چلے جاتے رہے - لیکن پچھلے برس سے اونکی آمد کی رو ایسی تیز ہو گئی ہے کہ دنیا کو حیرانی پیدا ہو رہی ہے - کریٹ کی تو تقریباً تین چوتھائی مسلمان وہاں سے نکل گئے ہیں - روس - ایران - بلگیریا - رومانیا - بوسینا - مراکو - الجزائر حتی کہ چین و بخارا تک سے مسلمان جوق در جوق ممالک عثمانیہ بالخصوص شام و اناطولیہ کو چلے جا رہے ہیں جنکی اوسط تعداد ہفتہ وار تین چار ہزار سے کم نہیں - میں ایک لحاظ سے اس مہاجرت کا مخالف ہوں میری رائے میں مسلمانونکو ان ممالک سے جنکو اونکے آبا و اجداد نے اپنا خون پانی کی طرح بہا کر فتح کیا تہا تا وقتیکہ اونکی

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۴۴ - اسوقت مدرسہ میں ۱۸۱ طالب علم داخل ہیں - پرنسپل سید عبد المحسن آفندی کمال خوش اخلاق اور عالم باعمل ہیں - اور تمام طلبا اونکو حسن سلوک کے معترف ہیں - یہ مدرسہ مختلف قبایل اور سلطنت کے مختلف حصوں کے باشندوں کو آپسمیں متفق کرنیکے لئے بھی بے نظیر کام دیرہا ہے - جاوا کے پچھلے دنوں جو سات طلبا آئے تھے وہ بھی اسی مدرسہ میں داخل کئے گئے ہیں - اس مدرسہ کے قیام میں ایک اور بھی نہایت اہم مصلحت مدنظر رکھی گئی تھی -

المؤید مصر کا نامور ایڈیٹر شیخ علی یوسف جب پہلی مرتبہ ۱۸۹۳ء میں قسطنطنیہ گیا تہا تو اوسنے وزیر کبیر اور عالم و مورخ شہیر جودت پاشا مرحوم سے برسبیل تذکرہ خواہش ظاہر کی کہ اگر جلالت مآب امیر المؤمنین جامع ازہر کے مدرسین کے لئے کچھ سالانہ عطیہ مقرر فرما دیں تو اوسکی سودمندی کا دایرہ بہت وسیع ہو جائے - مصر کے اوقاف سے اسقدر خرچ نہیں ملتا کہ وہ علوم جدیدہ کو اپنے نصاب میں داخل کر سکے - جودت پاشا نے اس رائے کو بہت پسند کیا اور اونکے عرض کرنے پر جلالتمآب کا دس ہزار پونڈ سالانہ عطا کرنیکا ارادہ ہو گیا - مگر جب خلیفۃ المسلمین نے حسب معمول اپنے مشیران خاص سے اسبارہ میں مشورہ کیا تو جو سب سے زیادہ منظور نظر تہا اوسنے مصر کی مقامی حالت - انگریزوں کے تسلط اور چند مصریوں کے دلوں میں عربی خلافت قایم کرنیکی ہوس خام کے موجود ہونے پر لحاظ کر کے اتفاق رائے نہ کیا اور جلالت مآب نے بھی ان حالات کے باعث بوجہ سوء اوسکی رائے کو پسند فرمالیا - مگر اوسیوقت سے اونکو خاص قسطنطنیہ میں ایک عالیشان اسلامی یونیورسٹی کو تمام ممالک کے طلبا کے لئے قایم کرنیکا خیال ہو گیا اور اوسکی بنا ڈالنے کے لئے مدرسہ عشیرت قایم کر دیا گیا - اور اب سننا جاتا ہے کہ جلالت مآب نے (باقی الف) یورپ کے پیمانہ پر کامل یونیورسٹی کو عنقریب قایم کرنیکا پختہ ارادہ ظاہر فرما دیا ہے - تاکہ جسطرح قسطنطنیہ اسوقت اسلام کی پولٹیکل طاقت اور مذہبی خلافت کا مرکز ہے اوسیطرح علم و فن اور معارف جدیدہ و قدیم کا بھی مرکز ہو جائے - اور کل اطراف و جوانب کے مسلمان اس سرچشمہ فضل سے سیراب و بہرہ اندوز ہو سکیں اور چونکہ مصر کی عام آبادی کو جس اخلاص و عقیدت سے ہیں اب کوئی شبہ نہیں رہ گیا - اور توفیق پاشا کے عہد میں جو خیالات فاسدہ اکثر مصریوں کے دماغوں میں حلول کر گئے تھے وہ تقریباً رفع ہو چکے ہیں - امید کامل ہے کہ اسوقت جلالتمآب کو جامع ازہر کی سرپرستی اور معاونت سے بھی کوئی دریغ نہیں ہوگا -

اطلاع الف اس یونیورسٹی کو قایم کرنیکا حکم صادر ہو گیا ہے - ۱۰ اگست سنہ ۱۹۰۱ء کو سالگرہ تخت نشینی کے مبارک موقعہ پر کھولی جائیگی - پہلا

Marfat.com

رہائش مقامی حکومتوں کے دست بیداد اور مذہبی تعصب سے ناممکن نہ ہو جاتی۔ مولانا شبلی نے
اس طرح وہ اسلام کی وسعت اجنبی کو دایرہ اور تعلقات باہمی کی پھیلاؤ کو بھی محدود کرنیکا باعث
ایک طرح سے بزدلی کا الزام بھی ان پر وارد ہوتا ہے[1] لیکن مسئلہ مہاجرت کو اس کچ پہلو کو چھوڑ کر اگر
کے لحاظ سے دیکھا جائے تو یہہ مہاجرت سلطنت عثمانیہ کو حق میں۔ اگرچہ ابتدائی شروع شروع میں مہاجرین کی
اور امداد کی لئے جو عموماً تہیدست اور کمال افلاس کی حالت میں وہاں پہونچتے ہیں بہت خرچ اٹھانا پڑتا ہے
بہی مفید ہے۔ فوجی خدمت سے مستثنی ہونیکی وجہ سے جہاں ایک طرف عیسائیوں کی آبادی میں روز افزوں
ہو رہا ہے۔ ویسے ہی اس خدمت سے مسلمانوں کی آبادی دن بدن گھٹتی رہتی ہے۔ یا کم از کم بڑھ نہیں سکتی
بڑھتی ہے۔ اور چونکہ مسلمان عموماً زراعت پیشہ اور عیسائی تجارت پیشہ ہیں۔ یہ آبادی کی کمی ملک کی زراعت کے
حق میں بہی سخت مضر ہے۔ مزید برآں یہ کثرت آبادی ونتول عیسائی رعایا کے سر پر اغوائے اجانب کا گھوڑا
کو سوار کرا دیتی ہے۔ مہاجرین آبادی کے موازنہ کو ہی قایم رکھنے کا کام نہیں دیتے۔ بلکہ عموماً مضبوط جفاکش
زراعت یا صنعت پیشہ ہونیکی وجہ سے لاکھوں ایکڑ بنجر اراضی کی آبادی اور اسطرح توفیر آمدنی اور ترقی صنعت کی
بہی باعث ہوتے ہیں۔ اس مسئلہ پر مسٹر کوکران نے اپنی کتاب میں جسکا لب لباب اس رسالہ میں آگے شامل ہے خوب
بحث کی ہے۔ یہاں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کثرت آبادی مسلمانان کا فوجی طاقت کی افزونی کی مرادف ہونا
ظاہر ہے۔ تشریح کی احتیاج نہیں اور مہاجرت ترکی کی لئے یہ سب کچھ کر رہی ہے۔ علاوہ بریں خانہ بدوش قبایل کو شام
کردستان۔ اناطول۔ اور تمام سیر حاصل علاقوں میں حکماً آباد کرنیکی کاروائی شروع ہو گئی ہے جس سے فوج کے
ملنے کے علاوہ کثیر بنجر رقبہ بہی آباد ہو جائیگا۔ زراعت۔ فلاحت۔ صنعت و حرفت وغیرہ دیگر اہم شعبوں کی ترقی
نشو و نما کے لئے بہی جو ملک کے رگ و ریشہ اور شرائین یا اعضائے رئیسہ ہیں۔ جلالتمآب کچھ کم کوشش نہیں کر رہے اور
کوششوں میں انکو کامیابی بہی کچھ کم نہیں ہو رہی۔ ان ترقیوں کی رفتار اور ماہیت کو کوکران کی کتاب سے ناظرین
کو اور زیادہ وضاحت سے معلوم ہو جائیگی۔ تعلیمی ترقی کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جبکہ کردستان

---

[1] میں وکیل ورجہ ۲۸ جولائی ۱۹۰۶ء میں اول مرتبہ یہ رائے لکھی تھی۔ یہہ درست ہے کہ بعض غیر مسلم حکومتوں میں
مذاہب کی رعایا پر بہت کچھ تشدد ہوتا ہے۔ اور چند صورتوں میں مسلمانوں پر اس قسم کے ملکوں سے ہجرت کرجانا
ہو جاتا ہے لیکن معمولی تکالیف سے آزردہ ہو کر دیگر ممالک کو چھوڑ دینا اور اس طرح سے اسلام کے ملکی دایرہ کو
کرتے رہنا ہرگز مناسب اور مردانگی میں داخل نہیں۔ ایک وہ وقت تہا کہ مسلمان آجکل کے پادریوں کیطرح اسلام
اقتدار کو بڑھاؤ اور اسکی عام اشاعت کرنیکے لئے جسمانی مصائب تو در کنار جان پر کہیلکر ممالک بعیدہ میں پہونچکر
اور شان کبریائی اخلاق کی اب یہ ہمتیں رہ گئی ہیں کہ معمولی سے معمولی تکلیفوں سے جو محکومی کا لازمہ ہیں شکستہ
ہو کر وطن عزیز اور بزرگوں کی جایدادوں اور قبروں کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہنے سے دریغ نہیں کرتے۔

ں غرب ایسے ویران افتادہ اور صدیوں سے تاریکی میں پڑی ہوئی علاقوں میں نہ صرف معمولی بلکہ صنعتی تعلیم کے لئے
مدارس محض حکومت کی طرف سے نہیں۔ بلکہ قومی چندوں سے قایم ہو رہے ہیں۔ تو اُن صوبوں میں جو دار الخلافہ
سے بہت قریب ہیں کس درجہ تک ترقی ہو گئی ہوگی۔ صرف فوجی تعلیم کی یہ کیفیت ہے کہ دار الخلافہ کے فوجی مدارس
میں بارہ برس ہوئے صرف ۴ ہزار طالب زیر تعلیم تھے۔ اونکی تعداد اب ۱۴ ہزار سے متجاوز ہے۔ ترکی گورنمنٹ اس
امر کو بھی اچھی طرح سے سمجھی ہوئی ہے کہ کل پستی کی اصل وجہ عام جہالت ہے۔ اور اسکے دور کرنے کے لئے جہالت آتشی شروع
کی تبلیغ کر رہی ہیں۔ شہروں سے فارغ ہو کر اب شام و دیہات اور مقبوضات بعیدہ کی طرف توجہ کیگئی ہے۔ مگر ساتھ ہی
اس کا نہایت احتیاط کے ساتھ التزام کیا جاتا ہے کہ تعلیم صرف معمولی کتابی تعلیم ہی نہو۔ جو منافع کی نسبت مضر
ہو جاتی ہے۔ بلکہ ایسی جو سب اقسام پر مشتمل ہو۔ وزارت تعلیم نے صوبہ سالونیکا کے گورنر جنرل کو حکم دیا ہے کہ جن دیہات
میں اب تک کوئی مدرسہ نہیں ہے وہاں اب بلا توقف مدارس جاری کئے جائیں۔ اور اونکی تعداد اور اخراجات ضروری
سے مدارس کو اطلاع دیجائے۔ ولایت شام کے خانہ بدوش قبایل کیلئے سلطان معظم نے دو لاکھ قرش کے خرچ سے دمشق کے
مقام پر کرک دو مدرسے قایم کئے جانیکا حکم صادر کیا ہے۔ انمیں سے ایک دن کیوقت اور دوسرا رات کو تعلیم دیگا
بعض دن کو کسب معاش کیوجہ سے درس میں شریک نہو سکیں وہ رات کو فیض تعلیم سے بہرہ اندوز ہوں اونکے
اخراجات بھی چھ ہزار روپیہ سالانہ کے قریب ہونگے۔ جہالت آب اپنی گرہ سے عطا کیا کرینگے۔ اسی جہالت عامہ
فطری قابلیت اور طبعی جودت و ذکا کے باوجود اہالی یمن کی حالت ناگفتہ بہ ہو رہی ہے۔ نہ علم و فضل کا چرچا
ہے۔ نہ صنعت و حرفت کا نام و نشان پایا جاتا ہے۔ دیگر انتظامی خرابیوں کے ساتھ ہی اس سخت خطرناک نقص
کے علاج کا بھی کام شروع کر دیا گیا ہے۔ کل صوبہ میں ہر ایک تحصیل کے مرکز میں سردست مڈل اسکول قایم کئے جانیکا
حکم دیا گیا ہے۔ اور صنعا و حدیدہ میں صنعتی مدارس بھی قایم کئے گئے ہیں۔ اور سردست وہاں استقدر اسٹاف مقرر کیا
گیا ہے جو ایک ایک سو طلباء کی تعلیم کو کفایت کر سکے۔ خاص صنعا میں ایک مکمل خیراتی شفاخانہ بھی عنقریب قایم
ہو جائیگا جسمیں مریض بچوں۔ عورتوں اور مردوں کی معالجہ کے لئے علیحدہ علیحدہ کامل انتظام کیا جائیگا۔ اسکا سالانہ
خرچ اندازہ ۱۰ ہزار روپیہ کیا گیا ہے۔ جو صوبہ کی آمدنی سے دیا جائیگا۔ عمارت پر تقریبا ۵۰ ہزار روپیہ خرچ ہوں گے
جس میں ۵ ہزار روپیہ چندہ سے وصول ہو چکے ہیں۔ چند مہینوں سے ایک ہسپتال اب بھی وہاں موجود ہے۔ مگر وہ صرف عارضی
ہے۔ سلطان المعظم کے اکثر امراء نے بھی خانہ بدوش قبایل کی تعلیم کے لئے کئی ہزار روپیہ سالانہ چندہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔
دمشق سے شام تک تلغراف لائن خشکی کے راستہ اگست ۱۹۱۰ء میں تیار ہو گئی ہے۔ صوبہ یمن کی حدود میں اس پر
جو خرچ پہنچا وہ اہالی صوبہ نے بطیب خاطر چندہ سے جمع کئے۔
تعلیم اور علاج اور اصلاح کی امداد کا بھی ملک کے مختلف حصص میں انتظام ہو رہا ہے۔ اس کے متعلق مولوی

Marfat.com

[illegible]

حجاز کی قابل تقلید اصلاحیں

[illegible]

کی سرسری نظر میں آپکا ایک نمٹ ہی۔ انصاف یہ ہو کہ وکیل امرتسر نے جو لکھا ہی وہ [illegible]
ہمارے خیالات کا آئینہ ہی۔ وکیل کا وہ مضمون پڑھ کر مجھے وہ اصلاحیں یاد آگئیں جو سلطان [illegible]
رعایا کی سرسبزی اور بہبودی کے لئے تجویز کی ہیں۔ اور جنکا عملدرآمد حجاز میں شروع کیا۔ [illegible]
جنکا حال پڑھ کر مجھے اس تحریر کے لکھنے کی ضرورت ہوئی۔ لاہور میں ہوئی ہے۔ اسوجہ سے سطور ذیل کا [illegible]
معزز اخبار میں شایع ہونا ضروری ہے۔ شادی غمی کے موقعہ پر یہاں بھی ہندوستان کی طرح اکثر عاقبت [illegible]
سے بڑھ کر اسراف بیجا صرف لوگوں کی واہ واہ اور ہمچشموں کی تحسین و آفرین کے لئے کیا کرتے تھے۔ اور ان موقعوں پر [illegible]
قرض کا بار گراں جو ایسی بیہودہ حرکتوں کا ضروری لازمہ ہو اپنے ذمہ لیا کرتے تھے جسکے فکر اور جسکی [illegible]
ہونی مشکل ہوتی تھی۔ امرا کا تو ذکر نہیں۔ وہ تو اپنی خلقت ہی ایسی کاموں کے لئے کچھ ہوئی ہیں۔ البتہ بیچارے
غربا اور متوسط الحال لوگوں کے لئے مشکل ہی کہ وہ دوسروں کی دیکھا دیکھی یا رسوم مروجہ کی پابندی اور ہمچشموں کی تعریف سے
بری طرح پسے جاتے ہیں۔ ان تمام حالات پر غور کامل کرنے کے بعد آخر سلطنت اسلامیہ نے احکامات جاری کر کے جنکی
پابندی اور متابعت امرا اور غربا ہر اعلی ادنی طبقہ کے لوگوں پر ضروری ہو گئی اور جو خیالات بیہودہ امرا و عام [illegible]
لوگوں کو ایسے موقعہ پر ہوا کرتے تھی۔ ان سب کا خاتمہ گورنمنٹ نے خود کر دیا۔ اب میں بہت اختصار کے ساتھ ان احکامات کو
ذیل میں درج کرتا ہوں (۱) نکاح کے موقعہ پر جو زیور کپڑا وغیرہ فرش فروش دولہن والا مستعار مانگ کر [illegible]
چار دن پہنا یا کرتے ہیں یہ بالکل نہو۔ اپنی حیثیت کے موافق جیسا کچھ ہو پہنا و۔ بڑے بڑے [illegible]
گھرانوں سے زیور اور کپڑے جو آئندہ اسطرح ان موقعوں پر لئے جائیں گے وہ ضبط ہو [illegible]
شادیوں میں مستورات اکثر اپنے عزیزوں اور ملنے والوں سے قیمتی جوڑے اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر [illegible]
مجلس کی زیب و زینت اور ٹھاٹھ اور تمول دکھلانے کے لئے عاریۃً لیتی ہیں۔ آئندہ [illegible]
پر شیرینی کی تقسیم اور بعد نکاح ولیمہ میں بہت اچھا اختصار ہونا چاہیے کیونکہ [illegible]
سے علاوہ زیر باری کے دوسروں کو ایسا کرنے کی ترغیب و تحریص ہوتی ہی [illegible]
عمدہ فرش وغیرہ بچھایا جاتا ہے۔ مکان کو کپڑے پر تکلف سامان سے [illegible]
کرتی ہی۔ دف اور اسی قسم کے دوسرے باجے بجانے کا رواج ہے [illegible]
بے ضرورت امور کا مرتکب ہو وہ [illegible]

(ڈیڑھ سو روپیہ سے) زیادہ نہو اکریگا (۶) یہاں کے قاعدہ کے موافق چونکہ عورتوں کو کسیقدر آزادی ہے اور ہندوستان کیطرح گھروں کی چاردیواری میں ہر وقت بند نہیں رہتیں عورتیں خود اپنی مرضی کے موافق کپڑا خریدتی ہیں اور اپنا زیور حسب لخواہ خود سنار کی دوکان پر جاکر اور نمونے دکھاکر بنواتی ہیں۔ آیندہ سے کوئی بزاز یا سنار کی دوکان پر نہ خریدنے نہ کچھ بنوانے خود نہ جائیگی۔ کیونکہ عورتوں کو خود دلپسند چیز لینے میں مردوں کو زیر بار ہونا پڑتا ہے۔ (۷) قرآن کے ختم پر بچوں کے والدین اکثر دل کھولکر خوشی کیا کرتے ہیں جس لڑکے کا کلام مجید ختم ہوتا ہے اسکو عمدہ کپڑے پہنا کر اکثر گھوڑی پر سوار کرتے ہیں اور اسکی تمام ہم مکتب [illegible] جو اسکے ساتھ ہوتی ہیں اور شہر کی گلی کوچوں میں بعض دعائیہ کلمات کہتے ہوئے گشت کیا کرتے [illegible] اس رسم کے پورا کرنے میں ماں باپ کو بقدر حیثیت ضرور خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اس رسم سے اتنا فایدہ تو ضرور [illegible] تعلیم اور خاصکر قرآن پڑھنے کا شوق ضرورت سے زیادہ رہتا ہے کیونکہ بچے عموماً صرف [illegible] ہندوستان میں شاید آمین ہے) کے اشتیاق میں بہت جلد قرآن پڑھ لیتے ہیں۔ مگر نقصان بھی [illegible] بچوں کے والدین تو خوشی ایسی زیرباری کے متحمل ہو سکتے تھے۔ مگر غریب آدمی جو [illegible] مشکل پالتا ہے وہ کسطرح بچوں کی ضد اور استاد صاحب کی فرمایش کی تعمیل کر سکتا ہے۔ غرض بہت اچھا ہوا کہ [illegible] بالکل موقوف کر دیگئی ہے ختم قرآن کے بعد جو کچھ ہو سکے استاد کی خدمت کر دیجائے بچوں کی مٹھائی اور [illegible] کا جانا سب موقوف (۸) رمضان شریف میں لوگ عموماً حرم شریف (بیت اللہ) میں روزہ افطار کرتے ہیں [illegible] افطاری جس دھوم دھام سے خوانوں میں گھروں سے آتی تھی وہ علاوہ کھانے کے دیکھنے میں بھی بہت بھلی معلوم ہوتی تھی۔ [illegible] ایک دوسرے کو افطاری کی دعوت دیا کرتے تھے۔ اور احباب کا بڑا خیال ہوتا تھا کہ افطاری کا سامان [illegible] دوسرے سے کم نہ رہے اور اس خاص امر میں یہاں تک لوگوں کی توجہ ہوگئی تھی کہ اگر پہلے سال جیسا سامان [illegible] ممکن نہ ہو تو قرض لیکر بھی بہر تک دھوم دھام کیا کرتے تھے اور ایسا نہ کرنے کو اپنی کسر شان [illegible] اب اس رمضان میں میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک اول درجہ کا افسر یا امیر [illegible] کیطرح صرف ایک [illegible] سے روزہ افطار کرتا ہے سرکاری آدمی متعین ہیں کہ کسی شخص کی افطاری [illegible] کے سوا ایک امر بہت ہی قابل تعریف ہوا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہاں [illegible] معمول ہو گیا تھا کہ جمعرات کے روز عورتیں قبرستان میں اپنے عزیز و اقارب کی قبروں پر [illegible] جایا کرتی تھیں۔ عورتوں کے قبروں پر نہ جانے کے لئے علما نے بہت ہی کوشش کی۔ مگر کچھ اثر [illegible] کی کوشش کے بعد بھی ظاہر نہ ہوا اور یہ بدعت بدستور جاری رہی۔ مجبور ہو کر علما نے لوکل گورنمنٹ کو اسطرف توجہ دلائی اور ایسا فاطر خواہ انتظام ہو گیا ہے جیسا کہ چاہئے تھا۔ اب کوئی عورت قبروں پر جانا تو درکنار [illegible] ہو کر چلنا بھی [illegible]

Marfat.com

پولیس کے سپاہی اس انتظام کے لئے متعین کئے گئے ہیں۔ ان خرابیوں [illegible]
امیر شریف سیادت لوحون الرفیق پاشا بہت بڑی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے مسلمانوں [illegible]
سے جبکے ہوتے ہوئے مسلمان کبھی بہبودی اور بہتری کا مونہہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ حجاز میں بڑی [illegible]
سے کام لیا۔ گلیڈ سٹون سلطان المعظم کو خدا کی لعنت مخلوق کے لئے کہا کرتا تھا۔ اب میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا [illegible]
جو سلطنتیں مخلوقات کے لئے خدا کی رحمت ہیں۔ وہ اپنی رعایا کی اصلاح اور سرسبزی کے لئے کیا کر رہی ہیں۔ [illegible]
زمین مقدس "ام القری" ہے۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ جو حادثہ یا واقعہ یہاں ہوتا ہے۔ اوسکا کچھ نہ کچھ اثر دنیا کے
اکثر حصوں میں ضرور ہی ہوا کرتا ہے۔ اسکی سوا "اصل محرکم حل یکم" بھی اسکا موئید ہے کچھ بعید نہیں کہ جب اس مرکز
اسلام کے مسلمانوں کی اصلاح ہوتی اور اونکا طرز زندگی بدلا تو خدا دنیا کے تمام مسلمانوں کی حالت میں ایک تغیر
عظیم پیدا کر دے اور مسلمان اس غفلت کی نیند سے آنکھیں ملکر اٹھ کھڑے ہوں۔ اور دیکھیں کہ آج دنیا میں خیر الامم کی
کیا حالت اپنے ہاتھوں ہو رہی ہے۔ اللھم اصلح حالنا۔ راقم۔ محمد سعید از مکہ معظمہ ۷ رمضان ۱۳۱۶ھ

ایسی ہی قابل تقلید اصلاحات اب ولایت شام میں نافذ کی گئی ہیں۔ مجلس انتظامی نے مہر کے تین درجے مقرر کئے
ہیں۔ اول درجہ کے لئے ایکہزار قرش (دو سو روپیہ) درجہ دوم کے ۵۰۰ قرش۔ درجہ سوم کے لئے ۱۰۰ قرش۔ اس سے کم و بیش
مہر ہرگز مقرر نہیں ہو سکیگا۔ شوہر کو نکاح سے پہلے یا پیچھے روپیہ کو یا اوسکی لوحقین یا دیہات کے نمبرداروں یا امیر نجوں
کو نقدی یا تحفے وغیرہ کی سخت ممانعت کر دیگئی ہے۔ اور شادی کی دیگر رسوم اور تقریبوں میں بھی اسراف کو ناجائز
قرار دیا گیا ہے۔ ان احکام سے کل قاضیوں اور مقامی حکام کو مطلع کر دیا گیا ہے۔ اور اونکو لکھا گیا ہے۔ کہ ہر ایک
گاؤں کے باشندوں اور نمبرداروں سے ان احکام کی تعمیل کا تحریری عہد لیا جائے اور پیدائش و نکاح کی رجسٹر
باضابطہ مرتب کئے جائیں۔ پولیس اور میونسپل حکام کی معرفت دمشق کے باشندوں کو بھی ان حکموں سے مطلع کر دیا
گیا ہے۔ اور صاف طور پر سنا دیا گیا ہے کہ جو کوئی شخص اسکی خلاف ورزی کریگا۔ خواہ وہ امیر ہو یا غریب۔ شریف ہو
یا رذیل۔ اوسکو قانوناً سزا دیجائیگی۔ اس مبارک فیصلہ کے ساتھ ہی گورنر شام اور اوسکی مجلس نے اپنے علاقہ کا [illegible]
کو خانہ بدوش قبایل کی دستبرد سے محفوظ رکھنے کے لئے بھی جن کے مویشی اونکی فصلوں کو چٹ کر جاتے تھے۔ ان قبائل کو
پیار و دلاسے سے مختلف علاقوں میں آباد کرنیکا انتظام شروع کر دیا ہے۔ اور قوی امید ہے کہ وہ ان کوششوں میں کامیاب [illegible]

یورپین ترکی کے صوبجات سالونیکا اور مناسطر کے مسلمانوں نے اس سال (۱۸۹۹ء) سے یہ قاعدہ مقرر کیا
ہے کہ قربانی کئے جانوروں کی کھالوں کی فروخت سے قبرستانوں اور مقبروں کی مرمت کیجایا کرے۔ چنانچہ اس [illegible]
فروخت سے کئی قبرستانوں کے گرد چار دیواری تیار کیگئی ہے۔

کوئی ملک فوجی۔ تمدنی۔ اخلاقی و معاشرتی تجارتی لحاظ سے ترقی [illegible]

[illegible]رت اور جدید ترین قسم کے نہوں جنگی اپر یہ وسائل پختہ سڑکیں یا ریلوے اور تری پر جہازات دخانی و بادبانی وغیرہ ہیں۔ آج ہیں ... کی نسبت دس گنا زیادہ طویل پختہ اور پچاس گنا زیادہ طویل کچی [illegible] سڑکیں۔ اور تقریباً پچگنا طویل[1] ریلوے لائنیں موجود ہیں۔ اسیطرح بحری وسائل ملکی میں بھی روز افزوں ترقی ہو رہی ہے۔ البتہ اسقدر افسوس ضرور ہے کہ موجودہ ریلوے لائنوں میں [illegible] ایک بھی خاص سرکاری یا قومی سرمایہ سے تعمیر شدہ نہیں ہے بلکہ ابھی عرصہ دراز تک آئندہ بھی کوئی [illegible] نہیں دیتی۔ اور یہ امر خود سلطنت اور اسکی رعایا یا خلافت اسلامیہ اور اوس کے تابعین کیلئے کچھ کم شرم [illegible] اور بدنامی کا باعث نہیں کوئی سلطنت سلطنت نہیں کہی جا سکتی جبتک اوسکی کم از کم ریلوے لائنیں [illegible] ملک کی رگیں ہیں سرکاری روپیہ خواہ سرکار نے قرض

---

[1] ۱۹۰۸ء کے خاتمہ پر سلطنت عثمانیہ میں حسب ذیل ریلوے [illegible] جنکی کل سالانہ آمدنی بحد طول اور اس رقم کے جو ترکی گورنمنٹ کو [illegible] ایک کیلومیٹر [illegible] [illegible]

نام لائن	طول کیلومیٹروں میں	[illegible]	[illegible] گارنٹی
(۱) یورپین ترکی میں			
سالونیکا۔ قسطنطنیہ	۵۱۰	[illegible]	[illegible]
مشرقی لائن	۱۲۶۳	[illegible]	
سالونیکا۔ مناسطر	۲۱۹	[illegible]	[illegible]
(۲) ایشیائی ترکی میں			
حیدرپاشا۔ انگورہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
اسکی شہر۔ قونیہ	۴۴۳	[illegible]	[illegible]
سمرنا و قصبہ قدیم	۲۵۵	[illegible]	[illegible]
سمرنا و قصبہ جدید	[illegible]	[illegible]	[illegible]
سمرنا و ایدین	۵۱۹	[illegible]	
بیروت و دمشق	۲۵۰	[illegible]	[illegible]
میزان	۱۹۴۷ کیلومیتر	[illegible] فرانک	۸۸۹۲۹۰۸ فرانک

[2] خدا کا شکر ہے کہ میرا یہ قیاس جلد غلط ثابت ہوا کیونکہ محرم [illegible] سلطان اعظم نے براہ [illegible] دمشق سے مکہ معظمہ تک ریل بنانیکا حکم صادر کر دیا۔ جو غالباً مین کی جنوبی ترین حد [illegible] کی دو سفر بنا بلیٹن تیار کر دیگی۔ ریلیں اور گاڑیاں قسطنطنیہ [illegible] کے لیے عمومیات ادانہ اور سمرنا وغیرہ کے سلطانی جنگلات سے درخت کاٹے [illegible] تک تیار ہو جائیگی دمشق سے مکہ معظمہ تک ایکہزار میل کا فاصلہ ہے۔ ریلوے [illegible] بنانے میں کل خرچ کا اندازہ کروڑ روپیہ کا کیا گیا ہے [illegible] باقی تین کروڑ روپیہ بذریعہ چندہ جمع کیا جائیگا سلطان اعظم نے جیب خاص سے پچاس ہزار پونڈ عطا کر کے [illegible] عالم کو اس کار خیر میں امداد دینے کا بکھیا۔ امیر [illegible] تمام عرب [illegible] کا اقرار کیا ہے۔

[illegible]

جماعت نہیں کہلا سکتی جو ملی ملکی قومی تجارتی اتحاد [illegible] معرفت۔ الغرض ہر پہلو سے ایسے ضروری و اہم اور صحیح نتیجہ بخش کام [illegible] کوشش نہ کرے اور نہ کوئی خلافت خواہ وہ مسلمانوں ہی کی مذہبی خلافت کیوں [illegible] شایاں سمجھی جاسکتی ہے جو اپنے تابعین سے با اشتراک مفید و ضروری کام نہ کرسکے یا نہ کرانا چاہے یا [illegible] نہ کرے۔ نہ فقط سلطنت عثمانیہ بلکہ دنیا بھر میں محض مالی منفعت کے لحاظ سے بھی کوئی لائن بہ ہو بغداد حلب لائن سی [illegible] نہیں ہو سکتی۔ خاص مسلمانوں یا ترکی کیلئے دیگر لحوظات سے وہ جو کچھ اہمیت رکھتی ہے۔ اوسکی نسبت متعدد مضامین میں جو محاربات طرابلس میں اور کسیقدر اس سے قبل بھی ترجمہ میں بیان کرچکا ہوں۔ اون سے معلوم ہو سکتا ہے کہ میں نے مسلمانوں کو اس نہایت مفید کام سے موجودہ موقعہ فرصت کو غنیمت سمجھ کر متمتع ہونیکی ترغیب و تحریص دلانے میں جہاں تک میرے امکان میں تھا کوشش کی مگر بد نصیبی شومی بخت نے قومی غفلت اور اغیار کی مستعدی کی صورت میں جلوہ گر ہو کر میری کسی کوشش کو دنیا کے کسی حصہ میں مسلمانوں کی کسی جماعت اور خود بارگاہ خلافت میں مطلقاً کارگر نہ ہونے دیا۔ اور سخت اندیشہ بلکہ تقریباً قریب الیقین ہے کہ اغیار اس دفعہ بھی بازی لیجائیں گے۔ اور جب مجموعی ترقی قومی اور دینی و دنیاوی فلاح کا یہ آخری میدان بھی ہماری ہاتھ سے ہمیشہ کیلئے چھن گیا۔ تو ہم ہونگے اور دائمی حسرت و ندامت مجھے ابھی تک اس معاملہ میں ذات حمیدیہ کی سیاست اور درد قومی پر تمنا برآری کی کسیقدر امید باقی ہے لیکن افسوس ویسی پختگی ہے نہیں جیسی کہ پہلے کبھی تھی۔ مگر مجھے اوس شاہ ستودہ صفات سے کبھی فرصت نہیں ہوگا۔ میں جانتا ہوں اوسکو بہ ایک سیکوم مسلمانونکی بہتری اور ترقی کا خیال نہیں لیکن اگر مسلمان زمانہ کی رفتار کو نہ سمجھیں اور اوسکی مدد نہیں بلکہ اپنی مدد اور اپنی بہتری کیلئے اوسکا ہاتھ نہ بٹائیں تو وہ فوری احتیاج ملکی ضرورتونکو اغیار کی معرفت بہم پہونچانے کیلئے مجبور ہے۔ گو وہ جانتا ہے کہ یہ اغیار مسرت اور موجودہ معاوات منافع کے حصہ کثیر پر ہی اکتفا نہ کرکے آیندہ کسی زمانہ میں اس وسیلہ سے خود ملک کے ہضم کرنیکی بھی تمنائیں کرتے ہیں اوس سے یہ بھی پوشیدہ نہیں ہوگا کہ مطلق العنان شخصی و موروثی حکومتوں میں انتظامی حالت اور رجال حکومت کی بیداری [illegible] باخبری کی کیفیت یکساں نہیں رہتی۔ ایک نالائق جانشین صدیوں کی کمائی پر خاک ڈالدیتا اور خواہ [illegible] مضبوط ہو اوسے برباد یا کم از کم اوسکی بنیادیں متزلزل کردیتا ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ گو ترکی قوم [illegible] نہیں ہوگئی وہ نالایق بادشاہونکا تدارک کرتی رہی ہے اور اب بھی کرسکتی ہے۔ وہ سلطنت کو صرف [illegible] نہیں بلکہ کل قوم کا مالک سمجھتی ہے اور ترکونکا بادشاہ بالکل ہی مطلق العنان نہیں لیکن پھر بھی [illegible] سلطنت کی نالایقی فی الفور ظاہر نہیں ہوسکتی۔ مزید برآں بسا اوقات قوم نالایق [illegible]

اختیار کر لیں اور وقت جلد اونکی پیدا کردہ پولٹیکل خرابیاں خوب جڑ پکڑ چکی تھیں یا از راہ جہالت لایق بادشاہ ہونکو اونکی تمدنی خرابیونکی اصلاح کرنیسے ناراض ہوکر استعمال کرتی رہی ہی۔ اور اس لحاظ سے بہتر تدبیر یہی ہے کہ اغیار کو کسی طرح کا ملک میں دخل ہی یا استحقاق ہی نہ دیا جائے۔ وہ یہ بھی جانتا ہی کہ یہی اغیار محض تاجروں اور سرمایہ داروں کے بھیس میں داخل ہوکر اپنی عقلمندی مساعدت روزگار۔ یا ملک والونکی جہالت۔ نااتفاقی اور کمزوری سے فایدہ اٹھاکر آخر کئی ملکوں کے مالک ہوگئے ہوئے ہیں۔ مگر یہ سب کچھ جانتے ہوے! وجود وہ قوم کی غفلت سے مجبور ہے کہ خدا پر بھروسہ کرکے اور اوسی پر آیندہ کی بہتری اور حفاظت کو چھوڑ کر ان اشد ضروری نوبخوا اغیار کی مدد سے پورا کراتی۔ افسوس ہے پر افسوس یہ ہے کہ خوابیدہ بخت قوم کے ہوش حواس کچھ ایسے معطل ہوگئے ہیں کہ وہ سارے کام خود نکرنا ہی غیروں کے ساتھ شامل ہوکر آیندہ کے لئے اپنی واقفیت بڑہالے۔ ایسے کاموں کی قابلیت پیدا کر لینے اور بتدریج کل کام اغیار سے اپنے ہاتھ میں لے لینے کا موقعہ ہی اپنے ہاتھ میں رکھنے کا نام تک نہیں لینا چاہتی۔ اور یہی ایک نامرادی تمام ترقیوں کی خوشبو پر پانی ڈالنے کیلئے کافی ہے۔ؔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ناظرین کو میری انہی تحریرات سے واضح ہو گیا ہوگا کہ کئی یورپین اقوام کے متمولین اس لاین کی اجارہ کے درپے ہیں۔ اسوقت جسقدر ریلوے لاینیں سلطنت عثمانیہ میں موجود ہیں۔ اونکی مالک جرمن۔ انگریزیا فرنچ کمپنیاں ہیں۔ ان تینوں کے علاوہ روسیوں اور بلجیم والوں نے بھی اس میدان میں داخل ہونیکے لئے خوب ہاتھ پاؤں مارے اور تینوں سابق الذکر نے بھی ایک دوسرے سے بازی لیجانیکے لئے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ مگر جرمنوں کے تعلقات ترکوں کے ساتھ کچھ ایسے گاڑھے ہوگئے ہیں کہ روسی و بلجیک تو فوراً میدان خالی کر گئے۔ فرانس والوں نے جب دیکھا کہ رقیب بنکر جیتنا مشکل ہے تو وہ جرمنوں کے ساتھ شامل ہوگئے کچھ عرصہ انگریز متمول تنہا میدان میں رہے اور کو مقابلہ تو دل توڑ کر انہوں نے خوب کیا۔ مگر آخر انہیں بھی محسوس ہوگیا کہ رقابت کا نتیجہ کامل ناکامی ہوگا۔ چنانچہ وہ بھی جرمنوں کے ساتھ شیر و شکر ہوگئے۔ اور ان تینوں کی متفقہ جماعت بغداد لاین کے اجارہ کی حصول کی سایل ہی۔ باہمی فیصلہ یہ ہوا ہے کہ سرمایہ میں جرمنوں کا ۴۰۔ انگریزوں کا ۳۰۔ اور فرانس والونکا ۲۰ فیصدی حصہ ہو۔ اللہ اکبر۔ ملک مسلمانوں کا۔ سلطنت مسلمانوں کی۔ لاین وہ جو مسلمانوں کے متبرک مقامات سے گذریگی۔ اور اونکا سرمایہ میں ایک فیصدی حصہ بھی تجویز نہیں کیا جاتا۔ اور ہو بھی کس طرح کوئی مسلمان متمول یا متمولین کی جماعت شرکت پر آمادہ ہی نہو۔ تو ہمیں کسیکا قصور ہے [illegible] بجا۔ یورپین قومیں تو منت خوشامد۔ دھمکی۔ نفاق۔ الغرض ہر جائز ناجائز مناسب نامناسب حیلہ سے سرتوڑ سعی کریں کہ کسیطرح ہمارا سرمایہ لگے۔ اور مسلمان ایسے مستغنی ہوں کہ کوشش تو درکنار رضامندگی کا اظہار بھی نہ کریں تو کیوں

ؔ الحمد للہ جیسا کہ میں پہلے ایک حاشیہ میں لکھ آیا ہوں کہ ریلوے کی سرکاری ترقی نے میری حسرت آمیز رنج و افسوس کو بہت کم کر دیا ہے خداوند کریم اس شاہ بیدار بخت و بلند اقبال و فرزانہ باکمال کو دیر گاہ سلامت باکرامت رکھے اعبد قبول دعا این۔ آمین۔

Marfat.com

پیالے کے پاس نہیں جائیگا۔ خواہ پیاس کی شدت ...

مسلمان متمول۔ کیا تمہارے لئے ڈوب مرنیکی جگہ نہیں۔ کیا یہ وقت امام اولیٰ ...

لون ؟ لوں۔ ختنہ و بیاہ۔ سادینیاں مناتے۔ گوڑیوں کے بیاہ کرانے۔ بادہ خواری و عیاشی ...

لہ فضول خیرات یا مذہبی حد منگذاری کا رواج ہند ہی میں نہیں بلکہ افسوس ٹرکی میں بھی ابھی عالم ... وکیل مورخہ ۳۰۔ اپریل ۹۹ سنہء کے دو نوٹوں میں اظہار افسوس ضروری سمجھا۔ وہ نوٹ حسب ذیل ہیں:-

سلطان المعظم خلد اللہ ملکہ کی پھوپھی عادلہ سلطانہ کی وفات کی خبر پہلے لکھی جا چکی ہے۔ وہ دوسری شعبان کو عزت و احترام شاہانہ محلہ ایوب میں اپنی خاوند محمد علی پاشا مرحوم سابق وزیر صیغہ بحریہ کی دوش بدوش دفن کیگئیں۔ اونکی شادی ۲۱ برس کی عمر میں سلطان عبد المجید کے عہد میں ہوئی تھی۔ مرحومہ اعلیٰ درجہ کی شاعرہ تھی۔ اوسکی کئی نظمیں جو مشہور ترکی شاعران موسیقی فایق بک اور ادہم بک نے موسیقی قاعدہ کے مطابق درست کیں۔ اب تک عام طور سے گائی جاتی ہیں۔ مرحومہ کا سب سے بڑا وصف زہد و اتقا کے علاوہ بے نظیر فیاضی و سخاوت تھی۔ مگر افسوس اکثر مسلمان مخیروں کیطرح اوسکی خیرات کا بڑا مصرف بھی ایسا تھا جس سے قوم و ملت کو فایدہ ہونا تو درکنار اُلٹا نقصان پہونچتے رہنے کا احتمال تھا۔ بطور مثال دو تازہ ترین واقعات کو بیان کردینا کفایت کریگا۔ مرنے سے پہلے کچھ عرصہ مغفورہ نے ایک طوق مروارید مالیتی ایک لاکھ اسی ہزار پونڈ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کے لئے اور ایک طوق ڈیڑھ لاکھ پونڈ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے روضہ مقدسہ کیلئے ارسال فرمایا۔ لیکن اگر وہ ذرا غور فرماتیں تو واضح ہو جاتا کہ رسول کریم یا خاتون جنت اپنی قبروں کی زیب و زینت سے کبھی خوش نہیں ہوسکتے۔ ہاں اگر یہی رقم سلطانہ مرحومہ حرمین شریفین میں کسی مشرق العلوم والفنون جیسے تعلیم و تمدن کی اشاعت پر صرف فرماتیں تو بیشک سرور عالم کی روح پر فتوح کو سچی خوشی اور خیرات کنندہ کو حقیقی ثواب حاصل ہوتا۔ ہمارا مصری معاصر المنار اسی مضمون پر جسپر وکیل کئی مرتبہ بحث کرچکا ہے خامہ فرسائی کرکے نہایت رنج و افسوس ظاہر کرتا ہے کہ ہیہات مسلمان امرا کی فیاضی و سخاوت عالیشان مزار قبے اور مسجدیں تعمیر کرنے سے آگے تجاوز نہیں کرتی۔ اور وہ قوم کی اصل ضرورتوں اور اسکی ترقی بلکہ زندگی کو قائم رکھنے کے وسایل کو بالکل نظر انداز کئے ہوئی ہیں۔ واللہ یھدی من یشاء الی سواء السبیل۔ مرحومہ کے انتقال کی تمام تاجداران عالم اور والیان ریاست نے امیر المومنین کو تعزیتی ٹیلیگرام ارسال کئے۔ سلطان المعظم کو مرحومہ کی ترکہ سے پندرہ کروڑ روپیہ کی جایداد ورثہ میں ملی۔

صوبہ حلب کے خانہ بدوش قبایل کی مردم شماری کا کام شروع ہوگیا ہے جسکے بعد انپر بھی فوجی خدمت لازمی کردی جائیگی۔ مگر چونکہ یہ قبیلے وقتاً فوقتاً طلب رزق میں نقل مکان کرتے رہتے ہیں۔ اُنکی مردم شماری آسانی سے نہیں ہوگا۔ کیا اچھا ہو اگر ترکی گورنمنٹ یا مسلمان متمول فضول اور مضر نمایشی رسوم اور ناکارہ خیراتوں پر روپیہ ضائع کرتے رہنے کی بجائے اسلامی ممالک کے زرخیز و وسیع علاقوں کو جہاں پانی کی اسوقت بھی کوئی قلت نہیں اور کسی زمانہ میں دنیا کے جنت تصور کئے جاتے تھے۔ نہروں اور چاہات کی تیاری سے اُن علاقوں کی آبپاشی کا انتظام کرکے وہاں آوارہ گرد اور مہاجر مسلمان بھائیوں کی اقامت کا بندوبست کریں۔ آفرین ہے اہالی یورپ کی جو ...

بیدردی سے اڑانے یا زر و دولت تہ خانوں میں دفن کر رکھنے یا ہمسایوں کے مکانات یا زمین خرید کرکے سرکاری
معاملہ کی شستشاہی کر - اور ملازمان سرکار کی خوشامد اور عہدوں کی چاپلوسی اور مقدمہ بازی کی آفتیں سہہ رہے ہیں۔
بلکہ اسلامی ممالک اور مسلمانوں کو یورپین سرمایہ کی ریل پیل بلکہ سیلاب بلاخیز سے جسکے پیچھے ہزاروں بلیات لگی ہوئی
ہیں تباہ و برباد ہونے سے بچانے۔ اور قوم کی ملکی، تمدنی، تجارتی، علمی، فنونی و صنعتی کمیوں کو پورا کرنے اور فرائض مذہبی کے
ایک اہم رکن کی تعمیل کو آسان بنانے کے ساتھ ہی حقوق اور ربا یا مالی منافع بخشنے والی کاموں پر روپیہ لگانیکا ابھی وقت
ہے مگر بہت تھوڑا۔ خیر۔ لیکن ابھی فلان وقت غنیمت تھا عمر ہزار ان چیزیں کہ یا نگاہ آید فلاں نماند کسیقدر وقت اور
امید ابھی ہے کیونکہ جلالت مآب نے جرمن سرمایہ کمپنی کو جو اناطولیہ ریلوے کی اب بھی مالک ہے مجوزہ لاین کی دیکھ
بھال اور پیمایش کے لئے ایک کمیشن بھیجنے کی اجازت دیدی ہے اور یہ کمیشن وسط ستمبر ۱۸۹۹ء کو روانہ ہو گیا
ہے اور اپریل ۱۹۰۰ء تک غالباً کام ختم کرلے گی۔ لیکن ابھی تک چارٹر یا ضابطہ اجارہ عطا نہیں کیا گیا۔ صرف
پیمایش کی اجازت کا ملنا کوئی بڑی بات نہیں۔ ایسی پیمایشیں جنہیں سے اول وسط صدی میں انگریزوں نے
کی تھی۔ ابتک کئی ہو چکی ہیں۔ مزید برآں اس امر سے ابھی بہت امید بندھ رہی ہے کہ جرمن کمپنی نے جب اپنی
درخواست باضابطہ پیش کی تھی تو اوسمیں لکھدیا تھا کہ اگر جلالتمآب چاہیں تو تیس فیصدی سرمایہ جلالتمآب کی رعایا کی
لئے الگ کر دیا جائیگا۔ یعنی اسقدر حصہ سرمایہ کا وہ ڈال سکیں گی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ کمپنی کو یہ معلوم تھا کہ جلالتمآب
چاہتے ہیں کہ اگر اونکی رعایا کل سرمایہ نہیں بہم پہونچا سکتی یا بہم نہیں پہونچانا چاہتی تو کم از کم اوسکا کچھ حصہ تو وہ ضرور
لے۔ جدید صورت انتخاد میں بھی یہ تیس فیصدی کی شرط بدستور قایم رہیگی اور اوسکے مطابق ہر ہر شریک کا حصہ
بحصہ رسدی سرمایہ میں کم ہو جائیگا۔ اگر یہ درخواست منظور ہو گئی تو پھر بھی ہندوستان کے مسلمان سرمایہ کی انگریزی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴ - سچی انسانیت پر جو شرارتہ اچٹالی علاقوں کو گلزار اور ہولناک اور ہیبت ناک صحرا اور
لق و دق میدانوں کو اپنی ہمت و کوشش اور لیاقت و قابلیت سے آباد اور کرکے فردوس بریں بنا رہے ہیں۔ ابھی حال
میں ایک انگریز مسمی بلانکٹ نے مصری گورنمنٹ سے نہر سویز کے شمالی علاقہ پر ساٹھ پونڈ کے معاوضہ میں ہزار ایکڑ
چٹیل ارضی خرید کی ہے جسپر چند ہی برسوں میں یقیناً خوشنما باغات اور معمور بستیاں موجود اور آباد ہو جاوینگی۔ ...
علاقوں کو ویران اور زرخیز اراضیات کو اپنی نالیاقتی اور پست ہمتی سے بنجر ... ان اثم بیشک ہا نتک السنی ہوسکتا ہے
اسبارہ میں بھی کوشش کرتے رہتے ہیں مگر ایک شخص بھی اور ... جبتک کل قوم یا اسکا حصہ کثیر اور بالخصوص متمول لین
کوئی جد و جہد نکریں۔ ابھی ہندوستان کے امراء میں سے اکثر شخص اپنے مریض قلوب کی مریضانہ تمناؤں کو پورا اور ذاتی شہرت و نمود
کی ہوس کو سیر کرنے کے لئے مذہب سخاوت اور ہمدردی کی آڑ میں ہرسال لاکھوں روپیہ ضایع کرتے رہتے ہیں۔ کوئی بیس تیس لاکھ روپیہ
خرچ کرکے مسجد بنانا ہے تو کوئی بلا ضرورت دس پندرہ لاکھ کے خرچ سے گو ایک پل نصف میل کے فاصلہ پر بھی موجود ہو۔ ایک اور پل بنانے پر تمغہ
فضول تعمیر کرا دیتا ہے۔ مگر قوم کی حقیقی بہتری و فلاح اور پستی سے نکالنے کی موثر وسایل پر ایک حبہ تک خرچ کرنا گوارا نہیں کرتے۔ الغرض ہماری اطلاع

Marfat.com

حصہ میں بحیثیت انگریزی رعایا شریک ہوسکتے ہیں۔ [illegible]
کی تعداد چند [illegible] روپیہ ہے جنمیں سے انکو پانچ چھ کروڑ روپیہ والا [illegible]
معمول ہی پوری کردیں گے۔ نہ عام اشتہار دینے کی ضرورت پڑیگی۔ اور نہ ہم لوگو [illegible]
شروع ہوگیا ہے لیکن ابھی ہمیں کامل بائیدی نہیں ہوئی۔ شاید ایک خادم قوم کی [illegible]
آلکہی میں مسموع ہوجائے۔ اور جلالت مآب اغیار کو خواہ وہ جرمن ہی ہوں اجارہ عطا کرنے کی بجائے ایک [illegible]
سرمایہ کی لیئے کوشش کرنیا منظور کرلیں۔ واللہ الموفق والمستعان وعلیہ التکلان وھو علی کل شئ قدیر

دوسری بڑی کمی جو ملک کی مادی ترقی وفلاح میں بہت حارج ہو رہی ہے اکثر علاقوں میں آبپاشی کے لئے عظیم انہار وغیرہ کی عدم موجودگی ہے۔ مگر اب اسطرف بھی توجہ ہوگئی ہے۔ اور حسب گنجائش خزانہ عامرہ خشک علاقوں میں نہروں کی تیاری پر مائل ہوگیا ہے۔ فوجی صیغہ میں بحری قوت کی حالت روپیہ کی کمی اور متعدد دیگر بواعث سے بہت ردی ہوگئی تھی۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اب کئی موانعات دور ہوگئے ہیں۔ اور جنگ روم و یونان بالخصوص تحلیکرمٹ کے بعد سے اس نہایت ضروری شعبہ کی استحکام و ترقی کیطرف خاص توجہ مبذول ہوگئی ہے۔ کئی نئے جہاز خریدے گئے ہیں پرانے آہن پوشوں میں سے اکثر کی سرکاری کارخانوں (واقعہ اسمد قسطنطنیہ) اور نیز اٹلی کے شہر جنوا کی کارخانہ انسالڈو میں مرمت ہوچکی ہے۔ باقی کی ہو رہی ہے۔ اور تاکہ آئندہ ممالک غیر کا دست نگر نہ رہنا پڑے۔ اور ملک کا روپیہ اجنبیوں کی جیب میں حتی الامکان نہ جانے دیا جائے۔ جلالت مآب نے ستمبر ۱۸۹۹ء میں وزارت بحریہ کے نام تاکیدی حکم صادر فرمایا ہے کہ سرکاری ترسخانوں کو ایسا مکمل اور وسیع کردیا جائے جیسے کہ انگلستان۔ فرانس۔ اور جرمن وغیرہ ممالک کے بڑے بڑے کارخانے ہیں۔ تمام ضروری آلات اور کلیں فی الفور منگوائی جائیں۔ اور ماہر صناع اور کاریگر اونکی نگرانی میں ترکوں کو اس صنعت میں کامل بنانیکے لئے انگلستان اور جرمنی سے نوکر رکھے جائیں۔ ان کاموں کے لئے جسقدر روپیہ درکار ہے بلا تامل دیا جائیگا۔ موجودہ [illegible] میں بھی جسے نامکمل قیاس کیا گیا ہے۔ سرکاری کارخانے ایسے ترقی کر گئے ہیں کہ جس سرعت سے اونمیں جہازوں کی درستی اور تکمیل اور تیاری کا کام ختم ہوتا ہے۔ اسے دیکھکر یورپین اخبارات بھی متعجب ہو رہے ہیں۔ جولائی [illegible] ایک جہاز مرداکو جو پہلے مسافروں کی سواری کا معمولی جہاز تھا اسقدر حیرت انگیز قلیل زمانہ میں اول درجہ کا کروزر بنا [illegible] بھی ششدر رہ گئے ہیں۔ جہاز پر برقی روشنی اور تمام دیگر تکلفات اور آسائشوں کا بھی مکمل انتظام [illegible] ایک قسم کے نیم جنگی جہاز کو کہتے ہیں جو سبک سیر ہوتا ہے اور زیادہ تر گشت کرنیکا کام دیتا ہے

بحری وسائل آمد و رفت اور تجارتی جہازوں کو تعداد اور ساخت میں سلطنت کی شان [illegible] اور کل ملک میں صرف تین چار قومی کمپنیاں بالخصوص خیریہ (قسطنطنیہ کی) [illegible]

[illegible]

بحری نقل وحرکت کا کام زیادہ تر یورپین کمپنیوں کے ہاتھ میں ہے لیکن اس میدان میں بھی دن بدن کچھ نہ کچھ ترقی ہو رہی ہے۔ صنعتی کارخانے بھی مختلف اقسام کی روز بروز قایم ہوتی جاتی ہیں جنمیں گو اکثر یورپین یا ملکی عیسائیوں کی ہوتے ہیں مگر مسلمانوں کا بھی کچھ نہ کچھ حصہ ضرور رہتا ہے۔ اور بعض خالص اسلامی ہیں۔ انتظامی صیغہ میں بھی نمایاں ترقی محسوس ہو رہی ہے۔ ڈسپلن اور نیک روشی کا خاص خیال رکہا جاتا ہے۔ اور خائن و بدکار عمال ادنی ہوں یا اعلی چن چن کر نکالی اور کیفر کردار کو پہونچائے جا رہے ہیں۔

تعلقات وسیع کرنیکی طرف بھی توجہ ہو گئی ہے۔ یہ امر کچھ کم تعجب بخش اور قابل افسوس نہ تہا کہ ابہی چند برس پہلے ہندوستان میں صرف ایک ترکی قونصل تہا۔ اور چین میں حالانکہ وہاں چھہ کروڑ مسلمان ہیں ایک بھی ترکی نائب موجود نہ تہا۔ اسوقت ہندوستان میں تین قونصل ہیں۔ اور چین میں بھی ترکی سفیر کی تقرری کی گرم خبر ہے۔ اسلامی ارتباط کی اب یہ کیفیت ہے کہ سوماٹرا اور جاوا وغیرہ جزائر شرق الہند اور کیپ کولونی (جنوبی افریقہ) اور برٹش گائنا (جنوبی امریکا) تک کے مسلمان خلافت عظمے کی مخلص ہوا خواہ ہو گئی ہیں۔ اور عثمانی نفوذ سیاسیہ کو اوسکی صوبہ شام کی بلند ہمت عیسائی و مسلمان باشندوں نے ٹرنسوال اور برازیل و ارجنٹائن چلی و پیرو (جنوبی امریکہ کے تین ملک ہیں) و صوبجات متحدہ امریکہ میں بغرض حصول معاش و تجارت وہاں جاکر اور وہاں کی دایمی رہایش اختیار کرکے پہیلا دیا ہے۔ اور آج ان ممالک سے متعدد عربی[1] روزانہ و ہفتہ وار اخبار عربی میں شایع ہوکر اس مقدس زبان کی عام اشاعت اور خلیفۃ المسلمین کے اوصاف جمیلہ کی عام منادی کر رہی ہیں۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

چونکہ اس تحریر میں چین کے مسلمانوں مسلمانوں کی مہاجرت یمن کی بغاوت اور افریقہ میں عثمانی نفوذ کی وسعت کا جسمیں شیخ سنوسی نے بھی قابل تعریف مدد دی ہے مختصراً ذکر ہوا ہے۔ ناظرین کی مزید آگاہی اور دلچسپی کی لئے میں انکی متعلق وکیبں کی چند تحریریں اس موقعہ کی دوسری جز دعنی مسٹر کوکران کی کتاب کے خلاصہ سے پہلے درج کر دینا مناسب تصور کرتا ہوں

حالات آچین کی ہالنڈ کے مشرقی سلطنت کی اہم مقبوضہ سوماٹرا کے شمالی علاقہ آچین کی مسلمانوں کی شہامت و جلادت اور بینظیر حب الوطنی کا کئی دفعہ ذکر ہو چکا ہے۔ ڈچ عرصہ دراز سے اسکی تسخیر کرنے کی کوشش کر رہی ہیں لیکن ابھی تک بہت کم کامیابی حاصل کر سکے ہیں چند ماہ ہوئے آچینیوں کی سردار [illegible] کے شہید ہو جانیسی ڈچ گورنمنٹ اور اکثر یورپین اخبارات کو آچینیوں کے اطاعت قبول کرلینے کا یقین ہو گیا تہا جسے ان کے استقلال اور واقعات مابعد نے غلط ثابت کر دیا ہے۔ اور اب پہر آچین میں ہنگامہ کارزار شروع ہو جانیکی خبریں موصول ہونے لگ گئی ہیں۔ مگر اب تک کوئی ایسی اہم خبر نہیں ملی جس سے کسی فریق کو دوسری پر کوئی نمایاں غلبہ

---

[1] کیپ کولونی سے عربی اخبار مصباح و سرور۔ برازیل کے شہر سان پولو سے روزانہ عربی اصمعی۔ ارجنٹائن سے ہفتہ وار المناظر نیویارک سے ہو میا اخبار۔ اور کئی ہفتہ وار نکلتے جنمیں الکوکب کنی برس سے شایع ہوتا ہے۔

Marfat.com

آچینی با غیوں کے سنا رمنیل اصل جو کہ پہلے ہی

تمام باغی نام نہاد مخالفین کی مخالفت کرنے والی ہستیوں اور بغاوت کی

اپنی نوآبادیوں کو اپنا خزانہ بھرنیکا ذریعہ سمجھتا ہے سیکاریہ تقریباً ۱۵ برس

جبکہ ڈچ مشرقی سلطنت کے حکام نے اس خودمختار اسلامی ریاست کو ملحق کرنیکا عزم کیا

شمال مغربی کونہ میں واقع ہے۔ ۲۰۵۰ میل مربع اور آبادی ساڑھے پانچ لاکھ کے قریب

جفاکشی کے کل معترف ہیں۔ خود آچینیوں کا خیال ہے کہ وہ دراصل تاتاری ہیں۔ چنانچہ

وہ ابتک جزایر شرق الہند کی دیگر اقوام سے ممتاز ہیں۔ لیکن ہندو خون کی آمیزش کثیر کیوجہ سے

رہ گئی۔ انگریز سیاحوں کا بیان ہے کہ وہ اعلےٰ درجہ کے ملاح، دریا سپاہی ہیں لیکن ساتھ ہی غاباً

بھی ہیں۔ مگر بد چلنی کے سوا باقی الزامات چنداں قابل غور نہیں۔ یورپین مہذب غیر یورپین آزادی پسند اور

شجاع اقوام کی عموماً ایسے ہی الفاظ میں تعریف کیا کرتے ہیں۔ بدچلنی کی نسبت یہہ کہنا کافی ہوگا کہ کسی تعلیم یافتہ

مسلمان سیاح نے بھی تعداد کچھہ کم نہیں۔ انپر آچینی بہادروں نے کبھی یہ الزام نہیں لگایا۔ البتہ پردہ کی رسم نہیں

ایسی سختی کے ساتھہ رائج نہیں جیسی کہ ہندوستان یا ترکی کے مسلمانوں میں ہے۔ مدارس میں

تعلیم پاتی ہیں۔ اور اعلیٰ طبقہ کی مستورات بھی بلا نقاب پھرنا موجب عار نہیں سمجھتیں۔

بیرونی ہیئت وطرز عمارت اور اندرونی حصص کی ساخت اور آرایش سے ثابت ہوتا ہے کہ شایستگی بھی

یہہ غالباً بہت کم کو معلوم ہوگا کہ سلطان سلیم اول عثمانی خلیفہ اور اوس کے جانشین سلطان سلیمان

میں ترکی بحری اقتدار بحیرہ چین تک قایم ہوگیا تھا۔ اور اسی عہد میں عثمانیہ سلطنت کے ساتھہ

علاقجات اور جزایر شرق الہند کی اسلامی حکومتوں کا تعلق ہوگیا تھا۔ جو افسوس

غفلت اور جہالت سے زیادہ عرصہ تک قایم نہ رہا۔ اور سلیمان کے بعد

ریاست نے کبھی عثمانیہ خلافت کی مذہبی اور دنیوی حکومت کی ماتحتی قبول کی تھی۔

کیا تھا۔ اس بے پروائی اور خود فراموشی کیوجہ سے گئی ایسی مشرقی اسلامی ریاستوں نے بھی

اس تعلق کو کبھی توڑنا پسند نہ کریں ویسی ہی بد تعلقی اختیار کرنی پڑی

ایک عظیم الشان حکومت قایم کرنیکا موقعہ

بلند ہمت وباعزم اقوام کیلئے کہاں چھوڑا

ضعیف اور کمزور

آچینیوں کا جوش اور صادق القول مسلمان ہونا اسی سے ظاہر ہے کہ صدیوں کی بیگانگت کی باوجود وہ سلطان سلیم
کے عہد کا قول ابتک نہیں بھولے اور بلاد مشرق کی سابق باجگذار یا ماتحت عثمانیہ ریاستوں اور قوموں میں سے ایک یہی قوم
ایسی تھی جو اسوقت تک سلطان عثمانیہ کو اپنا حقیقی شہنشاہ سمجھتی رہکر ایک طرف کئی دفعہ اس سے دستگیری کی التجا کر چکی ہے
اور دوسری طرف عیسائی حملہ آوروں کو یہی جواب دیتی رہی ہے کہ وہ سلطنت عثمانیہ کے سوا اور کسی کی تابعدار نہیں ہو سکتی
مگر افسوس اس سلطنت کی بے بسی اور کمزوری اس درجہ تک بڑھ گئی تھی کہ وہ آچینیوں کو انکی وفاداری اور جان نثاری کا
کچھ صلہ نہ بخش سکتی تھی حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ ایک طرف تو ہالینڈ نے آچینیوں کا اور دوسری طرف بلجیم کی
ریاست وسط افریقہ کے عربوں سے مشغول پیکار ہے اور انکا ستیاناس کر رہی ہے۔ مگر سلطنت عثمانیہ کے ان دونوں عیسوی
یورپین طاقتوں کیسے تعلقات برابر دوستانہ ہیں۔ اور شرافت سیاسیہ انکے افعال پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کر سکتی۔ اس موقعہ پر
آچین اور ہالینڈ کی باہمی مخاصمت اور جنگ و جدال کی مختصر سی تاریخ کا درج کر دینا بیمحل نہ ہوگا۔ یورپ میں ہسپانیہ کے
بعد پرتگال اور ہالینڈ کو مقبوضات بعیدہ کے حصول اور بحری تجارت کا شوق پیدا ہوا۔ اور جب کچھ عرصہ بعد انگلستان
بھی اس میدان میں داخل ہوا تو بقاعدہ طبعی ان ملکوں میں پہلے رقابت اور پھر مخاصمت پیدا ہو گئی اور جدال و قتال کا
سلسلہ شروع ہو گیا چنانچہ انیسویں صدی کے شروع میں انگلستان نے بلاد مشرق میں اکثر ہالینڈی مقبوضات پر جن میں جاوا
وغیرہ بھی شامل تھے قبضہ کر لیا مگر نپولین کی گرفتاری کے بعد فریقین میں مراسم مصالحت ہو گئی اور ۱۸۲۴ء میں انگلستان
نے ملاکا اور چند دیگر ہالینڈی مقبوضات کے عوض جو سماترا میں تھے سماٹرا کے وہ علاقے جو اس کے پاس تھے ہالینڈ کو دیدیئے
اور فریقین میں آچین کے متعلق یہ عہد ہوا کہ اسکی آزادی میں ۱۸۷۰ء تک کوئی فریق مخل نہو۔ اور نہ ہالینڈ اس کے کسی علاقہ کو
غصب کرنیکی کوشش کرے۔ مگر حاکم آچین کو جلد ہی ہالینڈ کے طریق عمل سے جو ملحقہ علاقوں اور ریاستوں کو فتح کرنے میں
سرگرمی کے ساتھ مصروف ہو گیا تھا۔ اپنی نسبت بھی خطرہ پیدا ہو گیا جس سے محفوظ رہنے کے لئے اس نے ۱۸۵۰ء میں خاص
سفارت قسطنطنیہ روانہ کی۔ اور جلالت باجگذاری و ماتحتی کی جو سلیم اول کے عہد میں کی گئی تھی تجدید کر کے اپنے علاقے کی
تمام جہازوں پر عثمانی پھریرا نصب کئے جانیکا حکم دیدیا۔ اسوقت سلطان عبدالمجید فرمانروا تھا۔ اور اوس کے عہد میں سلطنت
کی حالت بھی نسبتاً بہت سنبھل گئی تھی۔ کچھ تو اس وجہ سے اور کچھ متذکرہ صدر معاہدہ کے باعث ہالینڈ نے آچین پر کوئی
غاصبانہ کارروائی نہ کی۔ مگر جب ۱۸۷۰ء میں سنہ ۱۸۲۴ء والے معاہدہ کی میعاد ختم اور آچین کی حفاظت کی ضمانت
کالعدم ہو گئی۔ اور دوسری طرف سلطان عبدالعزیز کی دیوانگی اور روس وغیرہ کی چالبازیوں سے سلطنت عثمانیہ کی حالت
مخدوش ہونی شروع ہو گئی تو ہالینڈیوں نے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر آچین کے برخلاف بھی اپنی معمولی کارروائیاں شروع
کر دیں یعنی ۱۸۷۱ء میں حاکم آچین سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ قزاقوں کا خاتمہ کر دے اور اپنی ریاست کے ساحل کے گرد ہالینڈ کو
روشنی کے مینار تعمیر کرنیکی اجازت دے۔ اس مطالبہ کا آچینیوں نے یہ جواب دیا کہ ہم اپنے شہنشاہ سلطان روم کی بلا اجازت

ایک انچ زمین کسی اور سلطنت کو نہیں دی جا سکتی۔ بلکہ [illegible]
کی درستی پر اعتراض کیا پھر کچھ عرصہ دھمکیاں دیتے رہے بالآخر انقلابی کارروائی [illegible]
پاس فریاد کی۔ مگر سلطان عبدالعزیز یا ان کی گورنمنٹ نے کروٹ نہ بدلی ہالنڈ کو صرف زبانی [illegible]
جسکی اسنے ذرا بھر پرواہ نہ کی۔ اُس زمانہ کے مشہور ترکی مدبر عالی پاشا کا اسوقت انتقال ہو چکا تھا [illegible]
تو سلطان عبدالعزیز کی لاپروائی اور عیش پرستی کے باوجود وہ ہالنڈ کو کبھی ترکی حقوق کو ایسی بیباکی سے [illegible]
اپنے حامی شہنشاہ کیطرف سے مایوس ہو جانے پر آچینیوں نے ۱۸۷۲ء کی موسم سرما میں صوبجات متحدہ امریکہ [illegible]
اول الذکر سلطنت اونکی مدد پر تیار ہو گئی۔ اور عالم آچین کو غیر سرکاری طور پر اطلاع بھیجدی گئی کہ موسم بہار [illegible]
ایک امریکن بیڑہ جہازات امیر البحر جنکنس کے زیر کمان آچینیوں کی حمایت کیلئے آچینی سمندر میں پہنچ جائیگا [illegible]
ذیح ہالینڈ کے ہاتھ لگ گئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہالنڈیوں نے جو برسوں سے تیاریاں کر رہے تھے۔ ۲۶ فروری ۱۸۷۳ء کو
اعلان جنگ کر دیا۔ اور حجت یہ بتائی کہ آچینیوں کی آزادی مجمع الجزائر میں ہالنڈی اقتدار کے حق میں نہایت ہی مضر ثابت
ہوتی ہے۔ مزید برآں آچینی ۱۸۲۴ء کے معاہدہ کی بندش سے فائدہ اٹھا کر ہالنڈیوں کو سخت اذیتیں پہنچاتے رہے ہیں
اونکی بنادر بحری قزاقوں کا مامن بنے ہوئے ہیں جو ہالنڈ کے تجارتی جہازوں پر حملہ کرتے رہنا اپنا اہم فرض سمجھے ہوئے ہیں۔

لیکن اس مہم میں ہالنڈیوں کو اپنی بد ایمانی کے حسب حال سزا ملی۔ اُنہوں نے فریق مخالف کی طاقت کو بہت حقیر
سمجھا۔ اور بلا درنگ وارد ملک کے اندرونی حصہ میں داخل ہو گئی جہاں آچینیوں نے انکا کال ہرگ کیا کچھ توم کو بردم
بھگا دیا۔ ہالنڈی سپہ سالار قتل ہوا اور کل سامان جنگ اور ذخائر حرب پر آچینیوں کا تصرف ہو گیا مگر ہالنڈیوں نے اس شکست
فاش پر حوصلہ نہ ہارا اور برابر چھ برس میدان کارزار گرم رہا جسمیں کبھی آچینی غالب آتے اور کبھی ہالنڈی۔ آخر یورپین
انتظام اور باقاعدگی کی طفیل ہالنڈیوں کو عارضی فتح حاصل ہو گئی۔ اور ۱۸۷۹ء میں آچین کو باضابطہ طور پر فتح
اور ذیح صوبہ مشتہر کر دیا گیا۔ اس فتح کی خوشی دیر پا نہ رہ سکی۔ دوسرے برس ملک میں ایک چھوٹی سی بغاوت برپا ہو گئی
جو بمشکل فرو کیگئی ہی تھی کہ ۱۸۸۱ء میں دوسری بغاوت جو پہلے سے بدرجہا زبردست تھی برپا ہو گئی۔ ہالنڈیوں نے اسدفعہ
بھی باغیوں کو ایک آخری شکست عظیم دیکر بغاوت کو فرو کر دیا۔ مگر چند مہینے ہی گذرے تھے کہ ۱۸۸۴ء میں معرکہ آرائی کا
سلسلہ شروع ہو گیا جو ۱۸۹۵ء تک برابر قائم رہا اور اسمیں آچینیوں نے ہالنڈیوں کو مقام بتک ایسی سخت شکست دی کہ اگر
ہالنڈیوں ایسی ثابت قدم اور راسخ العزم قوم مدمقابل نہ ہوتی تو پھر ہمیشہ کیلئے آچینیوں کی مخلصی ہو جاتی۔ [illegible]
گو ڈچوں کو دو فتوحات حاصل ہو گئیں لیکن بغاوت ۱۸۹۵ء سے پہلے فرو نہ ہو سکی۔ اس سال تک [illegible]
فتح پر تیس کروڑ روپیہ خرچ اور بیس ہزار جانیں قربان کرنی پڑی ہیں۔ ۱۱ برس کی متواتر معرکہ آرائی کے بعد [illegible]
امن قائم نہ رہ سکا۔ اور ۱۸۹۶ء میں پھر آتش فساد مشتعل ہو گئی جسمیں [illegible]

Marfat.com

پر تسلط تازہ ترین خبروں سے پایا جاتا ہے کہ اوسکی بیوہ مسماۃ جوہرۃ الدین نے اپنے قبیلہ کے کل ارا کین کو جمع کر کے ان سے حلف لیا ہے کہ جبتک آخری دم باقی ہے ہالنڈیوں سے لڑائی جاری رکھینگے۔ اس بلند ہمت خاتون نے خود بھی یہ قسم اٹھائی ہے عمر کے بعد اوسکا بیٹا راجہ پانگ جانشین ہوا ہے جو اگرچہ صغیر السن ہے مگر شجاعت و تدبر میں ابھی سے اُسے عام شہرت حاصل ہو گئی ہے۔ اور کل قبیلہ صدق دل سے اوسکا مطیع و فرمانبردار ہے۔ عمر طوقیو نے جو ایک معرکہ میں زخمی ہو کر چند دن بعد شہید ہوا تھا مرتے وقت وصیت کی کہ اوسکو کسی پرانی قبرستان میں جو اعدا کی دسترس سے بہت دور ہو دفن کیا جائے۔ کیا اُسے مہدی کی قبر اور لاش کی بیحرمتی کی خبر پہنچ گئی تھی۔ یا مہذب ہالنڈی بھی ایسی ہی افعال شنیعہ کے پہلے مرتکب ہو چکے ہیں اور اُن سے متنبہ ہو کر عمر کو یہ وصیت کرنی پڑی ہے لیکن اگر بٹاویا کے ڈچ اخبار کی خفگی پر جو اس وصیت سے بدیں وجہ بہت ناراض ہوا ہے کہ اُس سے ہالنڈیوں کی تہذیب و انسانیت پر شبہ کیا گیا ہے۔ خیال کیا جائے تو اوسکا باعث مہدی کی لاش کی بیحرمتی کو سمجھنا پڑیگا

پالمال گزٹ ایک دفعہ ہالنڈ کو ہسپانیہ کا مشابہ بتا کر یہ بعد میں توضیح کر دینا مناسب تصور کرتا ہے کہ ہالنڈی طریق عمل بالکل ہی ہسپانیہ ایسا برا نہیں ہسپانیہ کو اپنی نوآبادی سے خس برابر ہمدردی نہ تھی۔ اور اوسکی یہی غرض اور خواہش رہتی تھی کہ بلا معاوضہ خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑ لے لیکن ہالنڈ اپنی خواہش اور کوشش کے ساتھ ہی کچھ بدلا بھی دے رہا ہے۔ کہتے ہیں اونسے تجارت اور عام آمدورفت کے لئے بہت سی سہولتیں پیدا کر دی ہیں لنگر گاہوں کو عمیق کر دیا ہے۔ دریا جہاز رانی کے قابل کر دئے گئے ہیں اور ریلوے بھی جاری ہو گئی ہے۔ اور کئی لائنیں زیر تجویز ہیں جنکی استحکام کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ جابجا مستحکم قلعے تعمیر کئے گئے ہیں۔ اور سنہ ۱۸۹۲ء سے ساحل پر کبوتروں کے ذریعہ ڈاک کا انتظام کیا گیا ہے۔ اور اوسے اپنی نیکنامی کا بھی یہانتک خیال ہے کہ عوام کی غلط فہمیوں کو دور کر دینے کے لئے ایک ضخیم کتاب "بادی آچین میں ڈچ فتوحات" کے نام سے فرنچ زبان میں شائع کرائی ہے تاکہ عام طور پر پڑھی جائے جو غرض ڈچ زبان سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہی اخبار بغاوت کے متعلق رقمطراز ہے کہ باغی اب اسی علاقہ تور میں ہالنڈی فوج کا مقابلہ کرتے ہیں۔ جہاں جنگل اور دلدل کی کثرت ہے کیونکہ وہاں سوائے کھیتوں کے بندوں کے گذرنیکا اور کوئی رستہ نہیں۔ اور قدرتی گرمی اور زمین کی رطوبت کیوجہ سے ملیریا بخار عالمگیر رہتا ہے جسکے علاوہ فوجکی ہمراہی قلیوں کو جو بمقدار کثیر ہوتے ہیں خارش سے بھی بہت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ بٹاویا کے اخبار نے لکھا ہے کہ آچینیوں کی یہ حیرت انگیز مدافعت ایک قدر بھی رکھتی ہے۔ ان مہموں کی طفیل جاوا کے تاجروں نے جو ڈچ فوجکو سامان پہونچانے کے ٹھیکہ دار ہوتے ہیں بڑا [illegible] ہے چنانچہ اونمیں کئی ایسے بھی ہیں کہ جب اونکی معمولی آمدنی میں کچھ کمی ہو جاتی ہے تو وہ باغی سرداروں کی [illegible] پردہ میں تحائف اور نقدی بھیجکر ان سے ہنگامہ کارزار کو پھر ذرا چھیڑ دینے کی استدعا کرتے ہیں۔

اسلام فی الصین

کے عنوان سے ایک مضمون کچھ عرصہ ہوا انگلستان کے پروٹسٹنٹ فرقہ کے ماہوار رسالے میں ایک پادری کی قلم سے شائع ہوا تھا جسمیں نوینده نے مختصر طور پر مسلمانان چین کے متعلق تمام ضروری کوائف بیان کر دئیے ہیں ناظرین کی آگاہی کیلئے اوسکا خلاصہ ذیل میں درج کر دیا جاتا ہے۔ مگر اس سے

Marfat.com

پہلے یہ رسالہ [illegible] یاد کر دینا بے نامناسب [illegible]

کے حالات بھی صرف غیر ملکی مہربانی سے معلوم ہوئے ہیں۔ اسلامی ممالک [illegible]
اپنا کوئی ذریعہ نہیں رکھتے چین میں مسلمانوں کی موجودگی کا تذکرہ گو ابن بطوطہ [illegible]
سیاح کی کتاب تک کا وجود بھی اسلامی ممالک میں تقریباً ناپید ہو چکا تھا۔ اور اگر یورپ کے علماء [illegible]
اپنی زبانوں میں ترجمہ کر کے محفوظ نہ رکھتے تو سفرنامہ ابن بطوطہ کا صرف نام ہی نام باقی رہ گیا ہوتا مگر [illegible]
میں اب تک بھی اس سفرنامہ کا مکمل ترجمہ شائع نہیں ہوا اس لئے یہ کہنا کبھی نادرست نہیں ہے کہ [illegible]
چین میں مسلمانوں کی موجودگی کا علم اس کتاب سے نہیں۔ بلکہ محض انگریزی سیاحوں اور وقائع نگاروں کی تحریروں [illegible]
رکھیں ہیں ڈیڑھ برس ہوا۔ ایک مضمون اسی بارہ میں شائع ہوا تھا جس کا ماخذ بھی زیادہ تر یہی معلومات تھیں جو [illegible]
نویسندوں کی تحریروں سے حاصل ہوئی تھیں۔ اور اب مزید آگاہی کے لئے بھی وہ ایک مسیحی رسالہ اور ایک پادری کی تحریر [illegible]
ہے۔ کیا یہ قومی ادبار کے نشانات میں سے کچھ کم درجہ علامت ہے کہ مسلمانوں کا حصہ کثیر اپنی موجودہ زبردست پولیٹیکل [illegible]
طاقتوں سے تو بالکل بے خبر پایا جاتا ہے لیکن مہذب دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا لکھا پڑھا ہوگا۔ جو اُن کی موسی تاریخ سے واقف نہ
شیخ سنوسی اور فرقہ سنوسیہ کے نام سے تو ہمارے ناظرین غالباً آگاہ ہو گئے ہونگے۔ اُن کا کئی مرتبہ اخبار میں ذکر ہو چکا ہے
لیکن اُن کی آغاز و ابتدا دائرہ اقتدار کی وسعت اور موجودہ قدر و منزلت کا تعلق ہمارے میں سے دو چار کو بھی جو کچھ علم
نہ ہوگا حالانکہ عیسائی بالخصوص پادری کامل واقفیت رکھتے ہیں۔ اور برسوں سے اس جدید اسلامی طاقت کو کمزور اور [illegible]
کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ انشاء اللہ العزیز اس فرقہ کے مفصل حالات بھی جو اسی پرچہ کا ایک نمبر شائع
ہوچکے ہیں کسی آئندہ پرچہ میں درج کر دیئے جاویں گے۔

پادری سیل صاحب اپنے مضمون کو اس طرح شروع کرتے ہیں چودہویں صدی عیسوی کا مشہور عرب سیاح ابن بطوطہ
سیاحت چین کے حالات میں لکھتا ہے کہ اس ملک کے اکثر شہروں میں مسلمان آباد دیکھے جو اپنے الگ محلوں میں [illegible]
باشندوں سے علیحدہ رہتے تھے۔ عبادت کے لئے مساجد اور قوم کے ذاتی معاملات کی انفصال کے لئے اُن کا [illegible] اور
دوسرے عہدہ دار موجود تھے۔ اور تمام چینی ان مسلمانوں کا ادب و احترام کرتے تھے۔

روسی پروفیسر واسیلیف جس نے اسلام فی الصین کے مسئلہ کی موجودہ صورت پر مفصل [illegible]
چین میں مسلمان بہت ترقی کر رہے ہیں۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ زمانہ مستقبل میں [illegible] اسلام کا [illegible]
ہو جائیگا۔ اُن کا خیال ہے کہ اگر اسلام نے زمانہ آئندہ ایک دن چین پر اپنا پولیٹیکل اقتدار قائم [illegible]
پر باقی آبادی کو اپنی ماتحتی میں لینے کا مطالبہ کیا تو جمہور کو اس مطالبہ کے [illegible]
ہے کہ اگر چین میں اسلامی سلطنت ہو گیا تو کل مشرق کے پولیٹکل حالات [illegible]

سے اتفاق نہیں کرتے۔ انکو خیال ہے اسبات کا کوئی بڑا اندیشہ نہیں ہے کہ ایک دن اسلام کو چین پر کامل غلبہ حاصل ہوجائیگا جیسا یہ ثابت ہے کہ اسلام کو پھر کامیاب حکمران اور فاتح طاقت بننے کے دن ہمیشہ کیلئے جاتے رہے ہیں۔ تاہم انکے خیال میں چین میں اسلام کی ترقی اور اسکی موجودہ حالت کی مضمون پر ایم ڈابری سابق فرنچ قونصل جنرل متعینہ چین سے بڑھکر کسیکو زیادہ واقفیت نہیں اور اسکی کتاب سے وہ اپنے مضمون کا بہت سا حصہ اخذ کرتے ہیں۔ اس سے آگے بجنسہ پادری صاحب کی عبارت درج کیجاتی ہے۔

اولین مسلمان جو چین میں آئے عرب تھے کہا جاتا ہے کہ چین کے ساتھ عرب کے تجارتی تعلقات حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پیشتر کے موجود تھے۔ حضرت کے چار صحابی فغفور کے لئے تحائف لیکر چین میں وارد ہوئے۔ اور انکو کانٹن میں سکونت پذیر ہونے کی اجازت دیگئی۔ جہاں انہوں نے مسجد موسومہ مقدس یادگار تعمیر کی۔ یہ پہلی اسلامی مشن تھی۔ جو ساتویں صدی کے آخری حصہ میں چین گئی۔ چینی سرکاری تواریخ میں درج ہے کہ خاندان تنگ کے فغفور سانگ نے خواب میں ایک عمامہ پوش سپاہی کو جسکے پیچھے ایک بھوت بھی تھا کمرہ میں داخل ہوتے دیکھا۔ معبروں نے ستاروں اور زائچوں سے کام لیکر اسکی یہ تفسیر کی کہ بلاد مغرب میں ایک مقدس شخص پیدا ہوا ہے۔ یہ سپاہی ملک عرب کا رہنے والا ہے۔ اور بھوت کو جو اسکو قتل کر دینے کو جیسا کہ خواب میں دیکھا گیا ہے۔ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس سپاہی کی قوم نہایت مضبوط اور طاقتور ہے۔ شاہ عرب ایک بزرگ شخص ہے۔ اور اسکی پیدائش پر کئی نادر واقعات گذرے ہیں۔ اور اسکے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے سے سلطنت کو بہت فائدہ ہوگا۔ اس تعبیر کا یہ نتیجہ ہوا کہ مسلمان ایلچیوں کا بڑی تپاک سے استقبال کیا گیا۔ چینی انکے ساتھ عزت سے پیش آئے۔ اور انکو نانکن اور کانٹن میں آباد ہونے کی اجازت دیگئی

آٹھویں صدی کے ابتدائی حصہ میں خلیفہ ولید کی فاتح فوج چین کی سرحد پر پہونچی اور اسکے سپہ سالار نے فغفور سے خراج طلب کیا۔ یہ مطالبہ لیکر جو جماعت فغفور کے پاس گئی۔ وہ پہلے دن زرق برق کی پوشاکوں میں ملبوس ایسے انداز سے بادشاہ کے سامنے گئی جس سے شجاعت کی بجائے لطافت و نزاکت ٹپکتی تھی۔ دوسرے دن مسلمان سیاہ پوشاکوں میں حاضر ہوئے۔ اور تیسرے دن مکمل ہتھیار لگائے سپاہیانہ انداز سے فغفور کے سامنے گئے۔ اوسدن انکے چہروں سے جلادت اور تندی ٹپک رہی تھی۔ فغفور نے اس عجیب تغیر ہیئت کیوجہ دریافت کی تو اوسے جواب دیا گیا کہ پہلے دن ہم اس لباس میں آئے جسے پہنکر ہم عورتوں کے پاس جاتے ہیں دوسرے دن درباری پوشاک میں آئے اور آج ہم اس ہیئت میں آئے ہیں جسمیں ہم دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہیں فغفور یہ [illegible] دلمیں کانپ گیا۔ ادہر اسے سرحد پر بھی فوجکی آمد کی خبر پہونچ گئی تھی۔ اوسنے مطالبات فوراً منظور کر کے خراج [illegible] ادا کر دیا۔ ان ملاقاتوں میں خلیفہ کے سفیر نے فغفور کو سجدہ کرنے سے صاف انکار کیا۔ اور کہا ہم مسلمان سوا خدا کے اور کسیکے سامنے نہیں جھکاتے چینی عہدہ داروں نے اس گستاخی کی سزا دینے کا ارادہ کیا لیکن فغفور نے سفیر کے انکار سے درگذر کر کے اوسکو درباری آداب کی تعمیل سے معاف کر دیا۔ رفتہ رفتہ جیسا کہ آگے ذکر کیا جائیگا چینی مسلمان ایسے راسخ العزم اور ثابت قدم نہ رہ گئے اور درباری مراسم کی تعمیل پر بخوشی رضا مند ہوگئے۔

۷۵۶ء میں چار ہزار مسلمان سپاہی فغفور کی مدد کیلئے خراسان سے آئے۔ اور خدمت کے صلہ میں انکو چین کے مختلف

شہروں میں آباد ہونیکی اجازت ملگئی۔ انہوں نے چینی عورتوں [illegible]
جماعت سے چین میں مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ گئی دیگر ممالک سے مسلمانوں کی [illegible]
اسلامی جماعت میں کوئی بڑا اضافہ نہیں ہوا۔ اوسکا شمار زیادہ تر چینی عورتوں سے شادی کر لینے [illegible]

۹۰۷ء میں ہارون رشید نے چین کو سفیر بھیجا اور اس طرح دونوں سلطنتوں میں پولٹیکل ارتباط پیدا ہوگیا [illegible]
تک قایم رہا۔ نویں صدی میں ایک مسلمان عبدالوہاب نے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی خصوصیات رسالت
اور اسلام کی ترقی کے متعلق اوسوقت کے فغفور سے مفصل گفتگو کی۔ یہہ مکالمہ اوسکی کتاب میں درج ہے [illegible]
چین سونگ نے اون عربوں کی نگرانی کے لئے جو کانٹین میں آئے ہوئے تھے ایک مسلمان کو انسپکٹر مقرر کیا [illegible]
مقامات میں تقسیم کر دیا اور انکے نام ایک رجسٹر میں قلمبند کر لئے۔ اس سے انکی تعداد میں کمی ہوگئی اور کچھ عرصہ کے لئے انکی اقتدار میں
بھی فرق آگیا۔ مگر جب وہ پھر صوبوں میں باطمینان آباد ہوگئے تو یہہ اقتدار اپنی اصلی حالت پر آگیا۔ فرنچ سیاح [illegible]
نے ۱۸۶۰ء میں مسلمانوں کے متعلق حسب ذیل تحریر کیا۔ مسلمان چین میں چھہ صدیوں سے آباد ہیں۔ اونکو کوئی تکلیف نہیں
دیجاتی۔ اور اونہیں کامل آزادی حاصل ہے۔ البتہ چینی ضرور سمجھے جاتے ہیں۔ اونسے مسلمانوں کی آمد کی تاریخ اور وقت کا صحت
اندازہ نہیں کیا۔ اوس کے زمانہ میں مسلمان چھ صدیوں سے بہت زیادہ عرصہ سے چین میں آباد تھے سب سے پہلی مسجد چین میں
بمقام کانٹن ساتویں صدی کے اخیر میں بنائی گئی۔ اوسکی چھت بالکل بودھ مذہب کے مندروں [illegible] کی چھت کے
مشابہ تھی۔ دروازہ پر ایک کتبہ چینی زبان میں کندہ تھا۔ اسکا مطلب تھا کہ فغفور [illegible] سلامت رہے۔ سفید دیواروں پر
ریشم یا کاغذ پر آیات قرآنی لکھکر آویزاں کی ہوئی تھیں۔ اور اس کے متصل ایک دینی مدرسہ تھا۔ جہاں مولوی درس دیتے
تھے۔ پروفیسر اسلیفٹ جنہوں نے ۱۸۹۸ء میں اپنی کتاب لکھی تحریر کرتا ہے کہ اسوقت فقط پیکن میں بیس ہزار مسلم خاندان [illegible]
ایک لاکھ آدمی اور گیارہ مسجدیں تھیں ایک اور نویسندہ نے ۱۸۹۳ء میں لکھا کہ مسلمان خوشحال سوداگر ہیں اور انکی [illegible]
دن بدن رو بہ ترقی ہے۔

کل سلطنت میں اسوقت دو کروڑ مسلمانوں کی موجودگی کا اندازہ کیا گیا ہے جو اوسکے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں
جب یہ خیال کیا جائے کہ اولین مسلمان چودہ سو برس ہوئے چین میں آباد ہوئے تھے۔ تو یہ تعداد کوئی زیادہ [illegible]
مسلمان عموماً وبا زدہ اور ویران علاقوں پر متصرف ہوتے اور پھر غریب والدین کی اولاد کو خرید لیتے اور چینی عورتوں کے
ساتھ شادی کر لینے سے اپنی تعداد کو بڑھا لیتے۔

مسلمانوں کو یقین ہے کہ جلد یا دیر بعد ایک دن اسلام اس ملک میں شرک کی تمام [illegible]
وسلیٹ کا بھی یہی خیال ہے۔ اور اسے اس امر کا سخت اندیشہ ہے۔ اوسکے الفاظ یہ ہیں یہہ سوال [illegible]
کل دنیا کے لئے نہایت اہم ہے۔ اگر چین مسلمان ہوگیا تو کل مشرق [illegible]

میں مارچ ہو چکا ہے اگر اسی طرح سلسلہ جاری رہا تو مسیحی دنیا کے لئے نیا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ اور چینیوں کی امن پسند مستعدی صنعت و حرفت کے میدان میں جس سے کل اقوام مستفید ہو رہی ہیں۔ مذہبی جنونیوں کے تصرف میں چلی جانے سے دیگر اقوام کو حلقہ بگوش بنانے کا آلہ اور تہذیب کی اشاعت کو روکنے کا موجب بن جائے گی۔ فرنچ قونصل ڈابری کا بیان ہے کہ پروفیسر کے ان ریمارکوں سے مسیحی دنیا پر بڑا گہرا اثر پڑا۔ یہ خیالات درحقیقت روسی گورنمنٹ کا عندیہ ظاہر کر رہے ہیں۔ اور انہی سے متاثر ہو کر روس چند برسوں سے چین میں غیر معمولی مستعدی سے کام لے رہا ہے۔ ایم ڈابری نے کئی برس ہوئے لکھا تھا کہ چین کی حالت بہت ردی ہو رہی ہے۔ اور جو پہلی بڑی سلطنت چاہے اسکی دولت پر قابض ہو سکتی ہے۔ اسکے ساتھ ہی اس نے مسلمانوں کی طرف سے یہ خدشہ ظاہر کیا تھا کہ ممکن ہے چین کی تباہی سے فائدہ اٹھا کر وہ مختلف صوبوں میں علیحدہ علیحدہ اپنی آزاد ریاستیں قایم کر لیں۔ ڈابری کی پیشینگوئی کا ایک حصہ تو بالکل پورا ہو گیا ہے۔ اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ اسلام کے اقتدار کے متعلق وہ کہاں تک سچے ثابت ہوتے ہیں۔ صاحب اوسکی درستی میں بہت شبہ ہے۔ لیکن اگر یاد رہے کہ صاحب عالم چینی مسلمان باشندوں کی شجاعت ولیاقت کے علاوہ اس امر پر غور کر لیتے کہ چینی فوج کا اکثر حصہ کا ایک بڑا حصہ وہی ہے جسمیں مسلمان ہیں اور کہ اسوقت چین کا سب سے قابل لایق اور قابل اعتبار جنرل مسلمان ہی ہے۔ تو شاید وہ اپنے شبہ کو بہت زیادہ وقعت نہ دیتے (وکیل)

مسلمان قطع وضع۔ عادات اور قد و قامت میں سراسر خالص چینیوں سے مختلف ہیں۔ اور صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مخلوط النسل ہیں۔ انکے مورث اعلیٰ وہی چار ہزار سپاہی تھے جنکا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ تین صدیوں کے بعد چنگیز خان کی فتوحات نے مشرق اور مغرب کے درمیان آمد و رفت کا راستہ کھول دیا۔ اور بیشمار ترکی عرب اور ایرانی چین میں آ گئے کچھ سوداگر بعض سپاہی اور سب کے سب علم و ہنر آباد کار تھے۔ وہ قوانا جسیم مستعد و جفاکش تھے وہ شمالی مغربی صوبوں میں مختلف آبادیوں میں سکونت پذیر ہو گئے۔ اور چینی عورتوں سے شادی کر لی۔ موجودہ مسلمان انہی کی اولاد ہیں۔ اور ان کے قد و قامت سے فی الفور معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کے بزرگ چینی تھے۔ مسلمان عورتیں بھی گو وہ مردوں جیسی دراز قامت نہیں بالعموم چینی عورتوں سے زیادہ مضبوط اور توانا ہیں۔ بحیثیت قوم چینی مسلمانوں میں چینیوں عربوں اور ترکوں سب کے تمام اچھے اور برے اوصاف موجود ہیں۔ اگرچہ وہ آخر الذکر ایسے متعصب نہیں ہیں۔ وہ سپاہ گری اور تجارت کو تمام علوم و فنون پر ترجیح دیتے ہیں۔ ان میں عصبیت اور اتحاد قومی بہت ہے۔ اور بالعموم دیانتدار اور ... کی بدولت جو انمیں موجود ہے۔ نیز اسلئے کہ وہ چینی مراسم و تعصبات کو خوب قدر کرتے ہیں۔ ان کو ... ہیں جو دوسری رعایا کے ہیں اور اجنبی نہیں سمجھے جاتے۔ انھیں ... کی تجارت ... یا عہدہ داری میں بھی ... اپنے تئیں عہدہ داری کے قابل بنا لیں تو چینی انہیں سرکاری عہدے عطا کرنے سے بخل نہیں کرتے۔ وہ لباس چینی پہنتے ہیں اور چینیوں کی طرح لمبی چوٹیاں رکھتے ہیں مساجد عالیشان نہیں۔ اور انکے مینار بہت چھوٹے رکھے جاتے ہیں۔ تاکہ چینیوں کو برا لگنے کا موقعہ نہ ملے چینیوں کی قومی تقریبوں میں بخوشی شامل ہوتے ہیں۔ اور انکے مراسم میں شریک ہونے سے حالانکہ

Marfat.com

ان سے اونکو کوئی خاص دلچسپی نہیں اونہیں [illegible]

متعلقہ مذہبی رسوم میں بھی شریک ہونیسے انکار نہیں ہوتا چینی [illegible] اعتقادی

وہ کوئی ایسی بات زبان سے نہیں نکالتے جو چینیوں کو ناگوار ہو۔ ناکے مذہب کی [illegible] ہیں [illegible]

بیان کرتے ہیں کہ ہمارا مذہب کنفوشس کے مذہب سے صرف معاشرتی معاملات میں مثلاً رسم [illegible]

شوہر لحم خنزیر و شراب میں مختلف ہے۔ یہ اِسی خاموش احتیاط و ضبط کا نتیجہ ہے کہ چینی اکثر باتوں میں اسلام [illegible]

مذہب کے مشابہ تصور کرتے ہیں۔ اٹھارہویں صدی کے ایک چینی نویسندہ نے اسلام کے متعلق یہ ظاہر کی تھی کہ اسلام [illegible]

اعلیٰ کی پرستش کا حکم دیتا ہے جیسا کہ کنفوشس نے چنگتائی کی پرستش کا دیا تھا۔ نماز روزہ خیرات [illegible]

مذہبی مراسم اونے بودھ مذہب سے اخذ کئے ہیں۔

پادری ہیل کا بیان ہے کہ چینی گورنمنٹ بالعموم اسلام کو بنظر شفقت دیکھتی رہی ہے اور کئی دفعہ اس مضمون کا فرمان صادر کر چکی ہے کہ اسلام کا مقصد نیک ہے۔ وہ فطری اور معاشرتی قوانین کی حرمت کرتا ہے۔ اور چین کے دیگر مذاہب سے صرف قومی رسم و رواج کے چند معمولی مسایل میں مختلف ہے۔ سنہ ۱۷۲۴ء میں فغفور تانی سان نے مندرجہ ذیل کتبہ ایک لوح پر کندہ کئے جانیکا حکم دیا۔ عربوں کی کتابوں میں کائنات کی پیدایش کی کیفیت مندرج ہے۔ اسلام کا بانی بڑا پیغمبر محمد تھا وہ مغرب میں پیدا ہوا تھا اور اوسپر آسمان سے ایک کتاب کی تیس اجزاء نازل ہوئیں۔ اس کتاب نے کل دنیا کو متاثر کر دیا ہے وہ بڑا بادشاہ ہے اور پیغمبروں کا سردار ہے۔ اوسنے سلطنتوں اور اونکے باشندوں کی حفاظت کی۔ اوسنے پانچ روزانہ نمازوں اور نیز دعا کا حکم دیا ہے۔ اوسکے عقیدہ کی بنیاد یہ ہے کہ سچے خدا کی پرستش کیجائے۔ وہ غریبوں کی مدد کرتا اور بدبختوں کی تشفی دلاتا وہ مشکل اور مخفی چیزوں کی کنہ معلوم کر لیتا۔ اور زندوں کو مبارک بناتا ہے یہ عقیدہ سلف و حال کے عقاید کی بدل [illegible] ہے"۔ سنہ ۱۷۳۰ء میں فغفور یونگ چنگ نے ایک مجسٹریٹ کو جسنے مسلمانوں کے برخلاف رپورٹ کی تھی سخت چشم نمائی کی اور کہا "کل مسلمان اس ملک اور چینی کنبہ کے افراد ہیں میرا حکم ہے کہ سلطنت کی دیگر رعایا کیطرح اونکو بھی پوری مذہبی آزادی حاصل رہے۔ وہ قوانین کا احترام کرتے ہیں۔ مذہب اعتقادی معاملہ ہے جسمیں کسیکو مداخلت کرنی [illegible] نہیں"۔ سنہ ۱۷۳۱ء میں اسی فغفور نے خوراک کیلئے گائے بیل کے ذبح کرنیکی ممانعت کر دی مسلمانوں [illegible] لوگ لحم خنزیر نہیں کھا سکتے۔ اسلئے ہمیں اس ممانعت سے بہت تکلیف ہوگی۔ اسکا اونکو حسب ذیل جواب [illegible] کے برخلاف باضابطہ سرکاری طور پر تحت افسروں کیطرف سے شکایتیں موصول ہوتی ہیں کہ یہ لوگ [illegible] زبان ہماری زبان سے بیشک مختلف ہے لیکن کیا چین میں مختلف بولیاں نہیں ہیں۔ [illegible] عادات و اطوار کا تخالف کوئی اہمیت نہیں رکھتا اونکے افعال شایستہ اور کیرکٹر [illegible] نہیں پائے جاتے۔ جبتک وہ ملک کے معاشرتی اور مقبول قوانین کی متابعت [illegible]

کی نیلو پر مذہبی معاملات میں دخل دینے کے مجاز نہیں ہیں۔ زراعت کی مفاد کے لئے بیل گائے ذبح کرنیکی ممانعت کردی ہے بعض مسلمان معترض ہیں کہ گائے کے گوشت کی اونکو خوراک کے لئے ضرورت ہے۔ شہنشاہ کی نافرمانی کرنا بڑا گناہ ہے۔ کوئی اچھا مذہب کہ دوسرے کی ستانے کی اجازت نہیں دیتا۔ مسلمان اپنی طبیعت کو نیکی کیطرف مائل کرے اگر اس نقص کی اصلاح کر لینگے تو سب کام اچھے ہو جائیں گے۔ میں نے اونکو مذہبی آزادی دی ہے۔ اسکے معاوضہ میں انپر ملک کے قوانین کی حرمت کرنا واجب ہے۔ وہ اس ملک کے متبنیٰ فرزند ہیں"۔

انہی دنوں ایک اور شاہی فرمان صادر ہوا جسمیں اون کثیر التعداد مسلمانوں کا جو سرکاری امتحانات میں شامل ہوئے تھے تعریف کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ اور جو مسلمان سرکاری عہدہ دار ہوگئے تھے۔ اونکی نیک چلنی کی تعریف کیگئی ایک جج نے مسلمانوں کے برخلاف رپورٹ کی۔ اسی تنزل کر دیا گیا۔ بالفاظ مختصر چینی مسلمانوں کو اپنے مذہب کی احکام کی بجا آوری میں کامل آزادی حاصل ہے اور ملک کے دوسرے باشندوں کی مانند اون سے سلوک ہوتا رہا ہے۔ ان سے وہی محاصل لئے جاتے اور اونکو وہی حقوق حاصل ہیں۔ جو سلطنت کی دوسری رعایا کو ہیں۔ مگر دنیاوی معاملات میں دوسری رعیت کے مل جل جانیکی باوجود اپنی مذہبی پوزیشن اور اپنی مذہبی قوانین کے لحاظ سے چینی مسلمان بالکل علیحدہ جماعت رہی ہے۔

تیرہویں صدی میں چینیوں نے مسلمان کے لئے ہوئی یا ہوئی سی کا لفظ اپنی زبان میں وضع کیا۔ اس لفظ کی معنی ہیں مراجعت اور تسلیم۔ مسلمان کی یہ صفت قرآن شریف کی دوسری سورت کی آیت ۱۵۱ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ سے اخذ کیگئی۔ مغل خاندان کی تاریخ میں جو ۱۲۸۰ء سے ۱۳۶۸ء تک چین پر حکمران رہا۔ نو مسلموں کو اسی نام سے پکارا گیا ہے۔ مسلمان بناہم اپنے آپکو مومنین اور مسلمین پکارتے ہیں۔ دین اسلام کو چینی "ہوی ہوئی کیاؤ" یا "سین چنگ کیاؤ" یعنی سچا اور خالص مذہب پکارتے ہیں۔ آخر الذکر نام ۱۳۳۵ء سے شروع ہوا جبکی استعمال کی اسوقت کے فغفور نے باضابطہ اجازت دیدی۔ سب سے قدیم مسجد "سین کیاؤ سزی" یا نئے مذہب کی پرستش گاہ پکاری جاتی ہے معمولی مساجد "لائی پے سزی" (دینی مراسم کے بجالانے کی مقام) پکاری جاتی ہیں۔ اسلامی تصنیفات یعنی عربی کتب اور فارسی کی ایسی کتابوں کو جو عربی رسم الخط میں لکھی گئی ہوں۔ "ہوی ہوی چنگ" پکارا جاتا ہے۔ سرحدی علاقہ میں کتابیں پرانی ترکی زبان میں لکھی جاتی ہیں۔

اکثر چینی مسلمان حنفی المذہب سنت جماعت ہیں۔ اور اونکی بڑی بڑی اصول و عقاید وہی ہیں جو دیگر ممالک کے حنفیوں کے ہیں مگر معقول اور فلسفیانہ مسائل پر انپر لوہ او کنفوشس کی تعلیم کا بھی کچھ نہ کچھ اثر پڑ گیا ہے۔ چونکہ وہ بارہ صدیوں سے بت پرستوں کے درمیان دوسرے مسلمانوں سے بالکل الگ آباد ہیں۔ اور نہایت ظلمی حکومت کی ماتحت ہیں جسکو مذہبی تعصبات کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔ اور اپنے قدیم اولیا اور بزرگوں کے مزاروں اور خانقاہوں میں جاکر بھی روح کو ہر لحظ تازہ اور طاقتور نہیں بنا سکتے کہ آمد و رفت کی جملہ آسانیاں حاصل نہیں اسلئے چینی

Marfat.com

میں لیری کو شادہ پیہ دوری کر کے ... [illegible]

کے بر ابر ملکی حقوق حاصل ہیں اور طلبہ بقابلیت ... [illegible]

انکو بعض ایسے ملکی قوانین و مراسم کی تعمیل کرنی پڑتی ہے ... [illegible]

فلسفیانہ مسایل عقاید کا گہرا اسطالعہ ضروری ہے جو حضرت ... کائنات کی تعلیم ... [illegible]

عملیں کسیقدر تساہل و تکاسل پیدا ہوگیا ہے۔ اور نظام عقاید پر ان فلسفیانہ خیالات کا جو ... [illegible]

پیدائش کائنات کے متعلق چینی مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ ایک وقت بالکل خلا تھا۔ ماسوا اللہ کوئی چیز موجود نہ تھی۔ اور صرف واحد مطلق خالق کائنات کی ذات پاک موجود تھی۔ اس ذات سے دو غیر مخلوق نوادرات ... [illegible] حکم یا کلمہ جو شی موجودہ سے برآمد ہوتا ہے۔ اور دوم عقل جس سے پھر کل مادی شکلیں برآمد ہوئیں۔ کل مخلوق کی نسبت سب سے زیادہ انسان کی فطرت۔ خدا کی فطرت سے ملتی جلتی ہے پھر ابتدائی مادہ کو خالق نے دو حصوں مذکر و مونث میں تقسیم کیا۔ اول الذکر عامل اور دوسرا معمول تھا۔ انکو پھر پانی اور آگ کی شکل میں بدل دیا گیا۔ اور انکے اجتماع سے ہوا اور مٹی پیدا ہوئی۔ آگ اور ہوا کے مخلوط ہو کر اڑنے سے آسمان اور ستارے بنے مٹی اور ہوا کی آمیزش سے بحر و بر بنے۔ آسمان اور زمین کے بنجانے پر آگ اور پانی نے مخلوق اشیا کی پرورش اور بالیدگی کے لئے اپنا طبعی عمل شروع کر دیا۔ ان چاروں عناصر کی مختلف ترکیبوں سے حیوانات اور معدنیات پیدا ہوئیں۔ نباتات کو ہوا اور آگ نے مٹی اور پانی کے غذائیہ خواص سے مدد لیکر پیدا کیا۔ انسان کی پیدائش ارادہ نبی سے ابتدائی مادہ میں مذکر و مونث قادر کے اجتماع سے ہوئی عرش یعنی تخت باریتعالی نویں آسمان پر اور کرسی آٹھویں آسمان پر ہے جو ہر ایک کے گرد ... مجموعی ستاروں کے ہیں نچلی ساتویں آسمانوں میں سے ہر ایک میں ایک ایک سیارہ موجود ہے اور ہر ایک خاص ... تاثیر رکھتا ہے۔ سیارہ مشتری کا آسمان مخفی چیزوں کو آشکار کرتا ہے۔ سیارہ مریخ کا آسمان مصائب ... کنندہ ہے۔ سورج کا آسمان نباتاتی و حیوانی زندگی اور موسموں آب و ہوا۔ اور کرہ ہوا کی تغیرات ... کا آسمان۔ انسانی آواز شامہ ذائقہ۔ اور جسم و شکل پر اثر کرتا ہے۔ عطارد کا آسمان ... اشیا کو روشن کرتا ہے چاند کا آسمان مد و جزر کا باعث ہے۔ اور تکالیف کی تخفیف ... کل مخلوق اشیا خالق کے پاس واپس چلی جاتی ہیں۔ وہ کل کائنات پر چھایا ہوا ہے ... کے پاس چلی جاتی ہیں۔ خدا نے دنیا کو چھ دن میں پیدا کیا۔ آدم و حوا ایک باغ میں رکھے گئے درخت کا پھل نہ کھانا۔ شیطان نے آدم کو سجدہ کرنیکا حکم ... [illegible] عزم کیا مگر چونکہ وہ بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا تھا ... [illegible]

Marfat.com

[illegible] دنیا منظور کرلیا۔ باقی داستان وہی ہے جو سب جانتے ہیں۔ آدم مشرق کو اور حوا مغرب کو [illegible] گئے اور وہ تین سو برس تک ایک دوسرے سے علیحدہ تاریکی میں پڑے رہے۔ آخر باریتعالیٰ نے رحم کھا کر تاریکی کو دور کردیا اور آدم کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا جن کے پڑھنے سے اونمیں کسیقدر طاقت عود کرآئی۔ اتنے میں سورج طلوع ہوگیا حضرت آدم نے اور چار رکعتیں ادا کیں اور تمام مصیبتوں کا خاتمہ ہوگیا پھر دوپہر کو بعد ازاں سہ پہر کو اور پھر شام کو حضرت آدم نے نماز گذاری۔ روزانہ پانچ نمازوں کے ادا کرنے کی بنیاد حضرت آدم کی یہی نمازیں ہیں۔ بعد ازاں ایک فرشتہ حضرت کو عرفات پر جو مکہ کے قریب ہے حضرت حوا کے پاس لیگیا۔ دوسرے فرشتے بہشت سے ایک خیمہ لائے اور اسی جگہ پر نصب کیا۔ جہاں بعد میں کعبہ تعمیر کیا گیا۔ خداوند کریم نے تب آدم کو اسلام کا سچا مذہب کہایا۔ اور آدم نے اپنی اولاد کو اسکی تلقین کی۔ طوفان کے بعد حضرت نوح نے بھی ایسا ہی کیا چینی سلطنت کا سرکاری مذہب ابتدا میں اسلام تھا۔ مگر پھر تاریکی کا زمانہ وارد ہوجانے پر بالکل فراموش کردیا گیا۔ صرف عرب میں چند مردان خدا کی طفیل سچے مذہب کی روح حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تک قایم رہی یہ مردانِ خدا چار قسم کے تھے۔ اول وہ جنپر وحی نازل ہوتی تھی۔ یہ پیغمبر تھے۔ دوسرے وہ جو انِ پیغمبروں کی کتابوں سے عوام کو راہ ہدایت پر لاتے تھے تیسرے وہ جنکو سابقہ پیغمبروں کی تعلیم میں کمی بیشی کا اختیار ہوتا تہا۔ اور صاحب شریعت تھے جیسے نوح ع۔ ابراہیم ع۔ موسی ع۔ داؤد ع۔ عیسیٰ ع۔ چہارم وہ جنکو تمام سابقہ شریعتوں کو یکجا جمع کرکے ناطق شریعت اور قانون قایم کرنیکا منصب حاصل تہا۔ یہ منصب جو سب سے بزرگترین پیغمبر کا لازمہ تھا۔ صرف حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تہا۔ جو خاتم النبیین ہیں" عام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ صرف مسلمان نجات پائیں گے مگر چینی مسلمانوں کا قول ہے۔ ایک ہزار غیر مسلم مردوں اور دو ہزار غیر مسلم عورتوں میں سے ایک ایک مرد اور ایک ایک عورت کو بھی نجات ملیگی اونکا یہ بھی قول ہے کہ چونکہ حوا اس ہڈی سے پیدا ہوئیں۔ جو حضرت آدم کی بائیں جانب سے لیگئی۔ اور بائیں جانب دائیں جانب سے کم رتبہ رکھتی ہے اسلئے عورتیں مردوں سے بدتر ہیں۔ اس قسم کی ایک دوسری روایت یہ ہے کہ چونکہ ہڈی مذکورہ پسلی کی تھی اور بنابریں خمدار تھی۔ اسلئے عورتوں کی طبیعت فطرتاً کج ہی ہے۔ اور تعلیم سے اس کجی کو دور کرنیکی کوشش کرنا منشار قدرت کے برخلاف ہے طبیعت کی اسی بدی کیوجہ سے وہ مردوں کو تعمیل فرایض دینی سے باز رکھنے اور اونہیں گمراہ کرتے رہنے کی کوشش کرتی رہتی ہیں چینی مسلمانوں کی رائے ہے کہ عورتیں صرف تین چیزوں سے محبت رکھتی ہیں۔ اول سے جو اونکی خوشی [illegible] اپنے عیش و آرام اور اپنی اولاد سے"

چینی مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ انسان کے تمام مادی افعال خداوند کریم کی ناقابل تغیر قضا و قدرت کا نتیجہ ہیں مگر اخلاقی افعال خود انسان کی مرضی پر منحصر ہیں۔ اور اونکی بابت میں اوسے کرنے یا نکرنے کا اختیار حاصل ہے۔ ہر انسان جدا طبیعت و فطرت لیکر پیدا ہوتا ہے لیکن اوسکی فطرت خواہ کیسی ہو خداوند کریم کی طاقت و منشا ازلی کے تابع اپنی مرضی کے مطابق سوچنے اور عمل کرنیکی قابلیت اوسمیں موجود ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے چینی مسلمان گویا قدریہ ہیں۔

گورنمنٹ وجہاں تک بلحاظ حیثیت [illegible]

اپنی قوم میں اس صفت کو بڑی مضبوطی سے پیدا کر نمیں ساعی [illegible]
جنہیں دوسرے مسلمان کبھی گوارا نہ کریں۔ ادا کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ [illegible]
فغفور ادا کرتا ہے۔ اور ان کی ادائیگی کیوقت سرکاری ملازم پادریوں کا کام دیتے ہیں۔ [illegible]
آسمانی جنکی قبضہ قدرت میں سمجھی جاتی ہیں) کو خوش کرنیکے لئے قربانیاں کیجاتی ہیں۔ اور تمام سرکاری ملازمونکو [illegible]
میں شامل ہونا پڑتا ہے۔ اور مسلمان ملازم بھی شامل ہوتے ہیں۔ وہ اگرچہ دل میں ان رسومکو منافی [illegible]
سمجھتے ہیں لیکن ذاتی اور نیز قومی اغراض کو ملحوظ رکھکر سرکاری قانون کی بظاہر سنجیدہ پیشانی تعمیل کرتے ہیں [illegible]
بُت پرستی اور شرک کی ان باتوں میں شامل ہونا اسلام کی بُت شکن و شرک سوز مذہب کے احکام کے قطعاً [illegible]
امید ہے کہ خداوند کریم انکی خاص مجبوریوں کی لحاظ سے انکو ضرور بخش دیگا۔ اور اس شمولیت پر مواخذہ نہیں کریگا۔

چینی مسلمان تنباکو کے استعمال کو منع کرتے ہیں۔ لیکن چانڈو پینے والے انمیں بکثرت موجود ہیں۔ قمار بازی [illegible]
کھیلیں گو ممنوع ہیں لیکن اس دلیل سے کہ پیغمبر نے صرف بدنی کھیلونکی ممانعت کی تھی اور شطرنج و تخت چھان کی کھیلیں
کھلاڑی کی لیاقت و ہنر پر منحصر ہیں۔ اجازت دیدی تھی وہ اس ممانعت کی تعمیل سے اغماض کر جاتے ہیں چنانچہ تاش
و نرد کھیلنا۔ اور مرغوں کی لڑائیوں پر شرطیں لگانا انمیں عام ہے۔ اور قمار بازی میں بھی وہ دوسرے چینیوں سے کم نہیں ہیں
مزامیر کا استعمال خلوت و جلوت دونو جگہ ممنوع ہے۔ زبانی گانا بھی معیوب سمجھا جاتا ہے۔ البتہ نماز میں قرات کیوقت
قرآن خوش الحانی سے پڑھا جاسکتا ہے۔ ناچنا قطعاً بُرا گنا گیا ہے۔ انسانونکی صورت یا حیوانوں کی تصویریں بنانا گناہ ہے
البتہ عکسی تصویریں جائز ہیں۔ اسکی دلیل بعض اوقات یہہ دیجاتی ہے کہ چونکہ عکسی تصویر سورج کی روشنی اتارتی [illegible]
انسان۔ اسلئے انسان کی ایسی شبیہ پر ممانعت کنندہ قانون حاوی نہیں ہوسکتا۔ نجوم۔ فال۔ جادو [illegible]
واہمہ جو شگونوں اور خوابوں وغیرہ پر مبنی ہیں مطلق حرام ہیں۔ اسبارہ میں مسلمانوں پر چینی رسم و رواج [illegible]
کچھ اثر نہیں ہوا۔ آپسمیں وہ اسلامی طریقہ کے مطابق سلام علیک کرتے ہیں۔ مگر دوسروں کے ساتھ ملکی طریقہ [illegible]

تعلیم کا کچھ حصہ شریعت کے مطابق اور کچھ حصہ سرکاری طریقہ کے مطابق ہے۔ چار برس چار مہینہ [illegible]
ہوتے پر لڑکا قرآن حفظ کرنا شروع کرتا ہے۔ اسی بسم اللہ خوانی کہتے ہیں۔ سات برس کی عمر میں [illegible]
مساجد کے مدارس کا ایسا انتظام کیا گیا ہے کہ ان میں یہہ تعلیم حاصل ہوسکتی ہے چینی عربی اور فارسی [illegible]
پڑھائی جاتی ہیں۔ یہ تعلیم ۱۲ برس کی عمر تک جاری رہتی ہے بعد ازاں بشرطیکہ [illegible]
سرکاری ملازمت میں داخل ہوسکتا ہے۔ اگر لڑکے نے کوئی دستکاری کا پیشہ یا تجارت [illegible]
متذکرہ صدر تعلیم سے مختلف ہوتا ہے۔ لڑکیوں کو عام تعلیم نہیں دیجاتی [illegible]

Marfat.com

لیکن یہ دعا لکھی ہوئی ہوتی ہے کہ فغفور بڑی انتہا عمر تک زندہ رہے۔ اس تختی کو تعمیر مسجد کی باضابطہ اجازت اور سند سمجھا جاتا ہے۔ مسجد کے مینارہ نہیں ہیں مؤذن دروازہ میں کھڑا ہو کر آذان دیتا ہے۔ بلند جگہ سے نہیں دیتا تاکہ چینی بُرا نہ مانیں۔

چینی مسلمانوں کی تالیف اور شایع کردہ کتابیں۔ گورنمنٹ کی ظنی خاصیت اور چینی علماء کی تعصب کی وجہ سے عام طور پر نہیں بیچی جاتیں۔ چینی زبان میں سب سے اول ۱۶۴۲ء میں ایک مسلمان نے کتاب شایع کی۔ اوس میں مصنف نے یہ جتایا کہ فلاں فلاں باتوں میں اسلام اور مذہب کنفوشس آپس میں مشابہ ہیں۔ ۱۶۶۲ء میں ایک ضخیم کتاب قدیم مسلمان مؤرخوں اور مفسروں کے حوالہ دیکر اسلام کی خوبیوں پر لکھی گئی۔ اٹھارہویں صدی کے شروع میں مصنف لئوں یسی نے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانحعمری اور شریعت اسلامی پر کئی کتابیں لکھیں جنکو ابتک مستند کتب ان مضامین پر سمجھا جاتا ہے لیکن ساتھ ہی اوس پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ اوسنے کنفوشس کی اکثر پیرو چینی علما کی خیالات اور آرا کو مناسب سے زیادہ وقعت دی ہے۔ عربی اور فارسی میں بھی چینی ترجموں سمیت وقتاً فوقتاً کتابیں شایع ہوتی رہتی ہیں۔ ان حالات کی بیان کرنیکے بعد پادری صاحب پھر روسی پروفیسر واسیلف کی اندیشوں کو بے بنیاد یا کم از کم مبالغہ آمیز قرار دیتے ہیں۔ اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ لوگ عقیدتاً اگرچہ پکے مسلمان ہیں مگر ایسے دنیادار ہیں کہ محض آرام و عزت کی خاطر صدیوں سے کئی ایسی رسوم کی تعمیل سے جنکو سچا مسلمان کبھی گوارا نہ کرے دریغ نہیں کرتے اور یہ ظاہر ہے کہ ایسے آدمی کبھی ایسی پولیٹیکل طاقت نہیں بن سکتے ہیں جس سے روس یا دیگر عیسائی طاقتوں کو خطرہ پیدا ہو سکے۔ یہ درست ہے کہ چینی مسلمان گاہ گاہ بغاوت کرتے رہتے ہیں جس سے پایا جاتا ہے کہ اونمیں شجاعت و سپاہ گری کا مادہ اور حکومت کی خواہش موجود ہے۔ مگر یہ مسلم ہے کہ ابن الوقت کبھی ظفر نہیں چھین سکتے۔ نہ بادشاہیاں قایم کر سکتے ہیں۔

پادری صاحب کے اصل نتیجہ سے گو ہمیں بھی اختلاف نہیں۔ کیونکہ چینی مسلمانوں میں کئی ایسے اوصاف و لوازمات مفقود ہیں جنکا موجود ہونا اس زمانہ میں بادشاہی حاصل کرنے کیلئے اشد ضروری ہے۔ خاصکر ایسی صورت میں جبکہ تمام مہذب طاقتیں چین کے شکار کے درپے ہیں لیکن پادری صاحب کا صرف ابن الوقت ہونیکی ہی صفت کو ناکامی اور ناقابلیت کا باعث بتانا از روئے تاریخ درست معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ برعکس اسکے حصول مدعا کے لئے بسا اوقات یہ صفت بھی دیگر چند ضروری لوازمات کے ساتھ ملکر کچھ کم کارآمد ثابت نہیں ہوتی۔

مسلمانان کاشغر

جو ایک عنایت فرما کی مہربانی سے اونکے ایک پرائیویٹ خط آمدہ کاشغر مورخہ ۲۱ سی ۱۸۹۹ء سے لئے گئے ہیں۔

سب سے پہلے شاید آپ اس ملک کی حالات سننے کا شوق رکھتے ہونگے۔ جنکو مکمل طور پر میں کسی اور عریضہ میں لکھونگا مختصراً آج یہی گوشگذار کرتا ہوں۔ اس ملک کا نام چینی تاتار یا ہے۔ جسکا دار الخلافہ یہی کاشغر ہے۔ اور جسکی ماتحت ینگی حصار یارقند ختن کریا۔ طرفان اقسو۔ ہامی و کاشغر کے اضلاع ہیں۔ اور حکومت چینیوں کی ہے جنکی طرز حکومت آپکو اخبارات کے

Marfat.com

مطالعات سے خوب واضح ہوگی۔ باشندے یہاں کے [illegible]
عورتوں کی تعداد مردوں کی نسبت کئی چند ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ [illegible]
سکتا ہے۔ عورتوں کو لباس کا شوق ہے۔ اور زیور کا نام و نشان بھی نہیں جانتیں [illegible]
سونے کا ڈریا ہاتھوں میں کنگن ہونگے۔ مگر لباس حسب استطاعت ریشم کا قیمتی پہنتی ہیں۔ [illegible]
میں اسکو کوئی پسند نہیں کرتا۔ اور جو دو سال کے بعد رنڈوا ہو جاتا ہے اور پھر نکاح کی صورت۔ مردم خواہ زن [illegible]
چلنا عیب شمار کرتے ہیں۔ اور اکثر امیر و غریب خر کی سواری کرتے ہیں۔ اور خر بھی یہاں کے [illegible]
رکابیں لگی ہوئی لیکن قد میں یقیناً عام ہندوستانی گدھوں سے بلند نہیں۔ گزشتہ سے پہلی سردیوں کا ذکر ہے کہ
روز برف گر رہی تھی۔ اور ایک کاشغری حاجی کا بچہ شہر میں سخت بیمار تھا۔ ہمارے ڈاکٹر محمد رمضان کو گھر لے جانے کو
آیا۔ ڈاکٹر موصوف نے عذر کیا کہ آج برف گر رہی ہے۔ گلی کوچہ میں کیچڑ ہوگا۔ میں نہیں جا سکتا۔ اس نے جواب دیا کہ میں
سواری کا بندوبست کرکے لایا ہوں۔ اور فیس بھی دینے کو تیار ہوں۔ اس پر تو ڈاکٹر نے منہ ہاتھ دھو کر کپڑے بدل کر
جانے کی تیاری کی۔ اور باہر نکل کر جو دیکھا تو ایک مردہ سا سٹرل گدھا موجود ہے۔ ڈاکٹر صاحب تو کھل کھلا کر ہنس پڑے [illegible]
پاس دوڑی آئی۔ اور ہنس کر اس مرد کو جواب دیا کہ ڈاکٹر صاحب تمہارے ساتھ جانے سے معذور ہیں۔ کیونکہ تم سپاہی ان کو منہ
سیاہ کرکے سر تراش انکی سر مونڈی کو۔ اور ڈھول والا انکی تشہیر کے لئے ہمراہ نہیں لائے۔ پھر تو وہ بیچارہ گدھا اور [illegible]
نہیں سمجھا۔ اسی طرح یہ ہے کہ ایک گدھے پر دو سوار اور کبھی تین بلکہ چار تک بھی دیکھے گئے ہیں۔ ایک دفعہ ایک گدھے پر
میاں بیوی سوار اور لطف یہ کہ عورت آگے اور مرد پیچھے۔ جاروب کش کا پیشہ ہی یہاں نہیں گلی کوچہ اپنا اپنا مالک
خود صاف کرتے ہیں۔ ہر محلہ میں پاخانہ و پیشاب کے واسطے ایک ایک احاطہ بر سر راہ و کوچہ و بازار ہے جہاں گندگی
سڑنے کے بعد مالک مکان اسے فروخت کر دیتا ہے اور زمیندار اس سے خریدتے ہیں۔ اور دھوبی کی ذات ہی نہیں [illegible]
عورتیں گھروں میں دھوتی ہیں جنکی پہننے کا ذرا بھی لطف نہیں یہاں کو تازہ دھلے ہوئے کپڑے [illegible]
بموسم گرما آٹھ روز کے بعد اتار کر دھوبی کو بھیجتے ہیں۔ حجام سوائے سر چٹ کرنے کے اور حجامت جانتے ہی نہیں [illegible]
ناخون تو اتارنا ہی نہیں سکتی کیونکہ چینیوں کی عادت ناخون لمبے رکھنا ہے۔ جو دلالت کرتے ہیں کہ [illegible]
دنیاوی کام میں ہاتھ ڈالنا ضروری نہیں۔ مسلمان یہاں کے نماز ضرور پڑھتے ہیں لیکن پاکی [illegible]
تحقیق نہیں۔ گھٹنوں تک کا لمبا بوٹ پہنتے ہیں۔ اسی سمیت پاخانہ پھرتے اور اسی کے ساتھ [illegible]
پڑھتے ہیں۔ مسجدوں میں پانی کا نام و نشان نہیں اور سب لوگ وضو گھر سے کر کے آتے [illegible]
چار عورتیں کرنے کی اجازت تو تھی۔ مگر یہاں ایک شخص کی چار چار [illegible]
کے وجود سے خبر نہیں رکھتی۔ اور یہاں تک [illegible]

اور ایک دوسرے سے بے خبر تھے حتی کہ ایک روز اتفاقاً دونوں جمع ہوئے۔ ایک ایک مرد نے کم از کم پچاس پچاس بلکہ سو سو عورت نکاح کی ہوگی۔ اور عورت نے بھی اپنی زندگی میں اسیقدر خاوندوں کی تعداد دیکھی ہوگی۔ سُننے میں آیا ہے کہ اگر کوئی عورت مرتکب زنا بھی ہو تو خفیہ نکاح ضرور پڑھوا لیتی ہے گویا خدا کی شریعت سے بھی دھوکا۔ تین تین چار چار بچوں کی ماں ہوگی۔ اور روز اپنا خاوند کے ساتھ لڑتی رہتی ہوگی۔ "دو طلاق نہیں تو بھی دوسرا خاوند اور کر لونگی" آخر وہی اپنی عزت کو خیال کر کے معافی کا طلبگار ہوتا ہے۔ مردوں کے نام کے آخیر لفظ "اخوند" وعورتوں کے نام کا نشان "خان" ہے۔ مثلاً مرد ہوگا تو روزی اخوند۔ صدیق اخوند۔ قاسم اخوند وغیرہ عورت ہوگی۔ تو جنت خاں۔ محفوظ خاں۔ خیر النساء خاں وغیرہ وغیرہ۔ غذا انکی صبح کو چائے جس میں سوکھی روٹی بھگو کر اور تیسرے پہر کو پلاؤ ہفتہ بھر کے لئے روٹیاں ایک دفعہ پکا کر رکھ لیتی ہیں۔ بلکہ جیسے گھر سے تازی روٹی نکلی ادسی مسکت نام سے موسوم کرتے ہیں کہ انہوں کا اسقدر نان کھاتا ہے۔ بغیر پکا نہ کتے کھائے۔ روغن زرد سے نفرت بالکل گھی کی غذا اگر ایسی طعام کھا جاویں تو اکثر قے کر دیتے ہیں۔ اور چربی کا استعمال کرتے ہیں مہمان نواز پرلے درجہ کے۔ جو آیا بلا چائے و نان کے کھلائے جانے نہیں دیتے۔ اشیائے خورد و نوش ہندوستان کی نسبت اکثر گراں خصوصاً مصری روپیہ کی تین پاؤ چار پاؤ روپیہ فی سیر ہیزم ایک روپیہ فی من۔ روغن زرد ایک روپیہ کا ستو چھٹانک دو بھاء۔ والدین کی عزت ضرور ہے گویا خیال کہ بیٹا باپ کے سامنے آنکھ اوٹھا کر دیکھے یا باواز بلند سخن کرے۔ اور چینی تو ایسے ہیں کہ جس گھر میں والدین ہوں۔ اوسکی چھت پر اونکی اولاد بلحاظ ادب ہرگز نہ چڑھے گی۔ یہاں کی زراعت دریا کے پانی پر منحصر ہے جسکی نہریں جا بجا بہرتی ہیں۔ پینے کا پانی بھی دریا اور جوہڑوں سے لیا جاتا ہے۔ کنوئیں نہیں ہوتے ایک ضلع کا افسر صرف ایک ہی چینی ہوتا ہے۔ جو مقدمات دیوانی فوجداری پولس وغیرہ سب کچھ ادنی کام سے لیکر اعلی تک وہی کرتا ہے۔ ڈاکخانہ۔ خیراتی شفاخانہ وغیرہ ندارد۔ لوگ اپنے خطوط ایک شہر سے دوسرے شہر کو آیندہ روندوں کے ہمراہ روانہ کرتے ہیں۔ یہاں پتہ ہے جو پیکن تک جاتی ہے۔ اور ملکی کارروائی کا انتظام اوسی پر منحصر ہے۔ اوسکا صاحب نام ڈاک ہے چھ ماہ میں خط پیکن میں پہونچاتی ہے۔ وہ بھی اگر پہونچ گیا تو قسمت سے ورنہ راستہ ہی میں گم ہو جاتا ہے۔

یہاں کے مقدمات عموماً قاضیوں کے پاس فیصلہ ہوتے ہیں چینی افسر کے پاس جا کر داد خواہ ہونا گویا بیدینوں کا کام خیال کیا جاتا ہے۔ یہاں مدرسہ کا بھی ایک کونسل ہے۔ اور چند کس اہالیان سوڈان ناروے و فرانس کی اپنی زبان جانتے ہیں۔ اور جنگی آمد و رفت اکثر ہمارے ہاں ہے۔ یہاں کے لوگ ہندوستان کے مسلمان کو چنداں مسلمان نہیں سمجھتے۔ اور ہندی کے نام سے پکارتے ہیں۔ چنانچہ ابتک اگر میں یا ڈاکٹر یا ہمارے نوکروں میں سے کوئی اجنبی کوچہ سے گذریں تو اوس کو چھوٹے چھوٹے لڑکے کہتے ہیں "ہندی کالے گوش لیدو" یعنے اے ہندی گائے کا گوشت کھاویگا۔ جب میں اوّل اوّل یہاں کی مسجد جمعہ میں نماز جمعہ کیواسطے گیا اور نماز پڑھکر ابھی احاطہ مسجد میں تھا کہ لوگ کہتے تھے اور پوچھتے تھے کہ دیکھو ہندی نے بھی نماز جمعہ کیواسطے گیا اور نماز پڑھکر ابھی احاطہ مسجد میں تھا کہ لوگ کہتے تھے اور پوچھتے تھے

Marfat.com

کو دیکھو ہندی بھی نماز پڑھتے ہیں۔ ایک [illegible] ایک چپٹے [illegible] تو یہ ہندی ہے۔ اگر صافہ و کلاہ کو دیکھیں تو افغان ہے۔ اور اگر کوٹ پتلون [illegible] آدمی ہے۔ کوئٹہ و پشین کا ایک سید محمد حسن آغا نام یہاں پر آٹھ برس سے شادی شدہ اساد [illegible] شک ہے کہ یہ مسلمان نہیں ہندی ہے۔

مجھے اب یہاں آئے عرصہ ڈیڑھ سال کا ہو گیا۔ اور اس عرصہ میں چونکہ لوگوں نے مجھ کو کسی حج میں غیر حاضر نہیں دیکھا اسلئے لوگ عزت کرتے ہیں۔ اور عزت بھی ایسی کہ میری پاپوش کو جھاڑ کر رکھتے ہیں۔ میری ہاتھ کا بوسہ لیتے ہیں۔ نیاز و دعوتوں میں بلاتے ہیں۔ میری سامنے کم کلامی دو زانو نشینی سے اظہار ادب کرتے ہیں۔ اور میری عدم موجودگی میں بھی میری تعریف کرتے ہیں۔ یہ سب بزرگوں کی دعا اور خداوند کریم کا احسان ہے۔

حالاتِ مسلمانان بورنیو

آسٹریلیا کے بعد دنیا بھر میں سب سے بڑا جزیرہ بورنیو ہے۔ جو جزائر سوماٹرا و جاوا کے مشرق اور جزائر فلپائن کے جنوب میں واقع ہے۔ عرب فتوحات کے وقت اس جزیرہ پر بھی اسلامی حکومت قایم ہو گئی تھی۔ امتداد زمانہ سے یہ حکومت کئی ریاستوں میں منقسم ہو گئی جنکا راجہ یا سلطان بورنیو صرف برائے نام بادشاہ رہگیا۔ اہالی یورپ میں سب سے اول پرتگیز ۱۵۲۱ء میں وہاں پہونچے۔ بعد ازاں کئی یورپین سلطنتوں نے وہاں نو آبادیاں قایم کرنیکی کوشش کی۔ مگر ہالنڈیوں کے سوا جنہوں نے ۱۶۴۳ء میں وہاں قدم جمائے کسی اور کو دیرپا کامیابی نصیب ہوئی۔ لیکن ۱۸۳۹ء میں ایک انگریز با ہمت رئیس بروک کی طفیل انگریزی تسلط بھی با استحکام قایم ہو گیا۔ سلطان نے اس شخص کو سراوک کا علاقہ عطا کر دیا۔ جسپر اب اسکا بھتیجا خود مختار فرمانروا کی حیثیت سے انگریزی حکومت کے ظل حمایت میں حکمران ہے۔ شمالی علاقہ پر ایک انگریزی کمپنی حکمران ہے۔ اور سلطان بورنیو کے پاس صرف تین ہزار میل مربع علاقہ ہے۔ جسکا بھی وہ برائے نام بادشاہ ہے۔ اسطرح جزیرہ کا تقریباً ایک ثلث انگریزی حمایت و حکومت و انتظام میں ہے۔ اور باقی دو ثلث یعنی دو لاکھ دس ہزار میل مربع پر ہالنڈی دعویدار ہیں لیکن انکی حکومت عملاً ساحلی علاقہ تک ہی محدود ہے۔ اندرونی علاقہ کے رئیس تقریباً خود مختار ہیں۔ جزیرہ کے بالکل اندرونی حصہ کے تو ابتک حالات بھی صحیح معلوم نہیں ہوئے۔ جہاں مردم خور وحشی آباد ہیں۔ انگریزی علاقہ شمال اور شمال مغرب میں [illegible] باقیماندہ حصہ پر متصرف ہیں۔ کل آبادی بیس لاکھ کے قریب ہے۔ جنمیں سے دس ایک لاکھ [illegible] علاقہ میں [illegible] اصل باشندوں کے سوا جو ڈیاک کہلاتے ہیں۔ ملائی عرب۔ جاوی چینی اور بگی آباد ہیں حکمران [illegible] جاوی ہیں۔ جزیرہ میں سونا۔ چاندی۔ الماس۔ گندھک۔ کوئلہ۔ لوہا [illegible] بافراط موجود ہیں۔ کافور۔ چاول۔ ساگو۔ روئی۔ افیون۔ مرچ۔ گرم مصالحہ [illegible] وغیرہ وغیرہ اور ہر قسم کے پھل بکثرت موجود ہوتے ہیں۔ عام [illegible]

Marfat.com

باک دستی ملتی ہیں۔ ملاح کا کام کرتے ہیں۔ چینی تجارت اور دکان کرتے ہیں۔ بوگی یعنی باشندگان جزیرہ سلیبیز جو بجانب مشرق بالکل متصل ہے۔ تجارت بحری قزاقی۔ اور عرب باست دبیرونی تجارت کا کاروبار کرتے ہیں۔

متذکرہ صدر نیم خودمختار اسلامی ریاستوں میں سے ایک کا نام کوٹی ہے۔ اوسکے صدر مقام کا بھی یہی نام ہے۔ جو اسی نام کے دریا کے دہانہ پر جزیرہ کے مشرقی ساحل پر آباد ہے۔ اس ریاست اور وہاں کے فرمانروا کے متعلق معزز معاصر معلومات کا ایک نامہ نگار جاوا سے لکھتا ہے۔ کہ موجودہ امیر کا نام راجہ محمد سلیمان ہے۔ جو طویل القامت۔ گندم رنگ۔ فراخ سینہ۔ بلند پیشانی صاحب ہیبت ووقار۔ خوبصورت۔ صابر و عادل اور کمال سخی و فیاض جوانمرد ہے۔ عمر ۴۵ برس کی قریب ہے۔ اور اوس کا خاندان نسلاً بعد نسل اس علاقہ پر حاکم چلا آتا ہے۔ امیر موصوف صلوات خمسہ اور احکام شرعی کا نہایت پابند ہے۔ اور رعیت سے پدرانہ سلوک کرتا ہے۔ باپ کے بعد بڑا بیٹا تخت نشین ہوتا ہے۔ موجودہ ولیعہد کا نام راجہ محمد عالم الدین ہے۔ امیر موصوف کا ایک ادنی وصف یہ بھی ہے کہ کسی انسان کو حقیر نہیں سمجھتا۔ غربا کا اکرام اور فقرا کا اعزاز کرتا ہے۔ اور مساکین سے دلی محبت رکھتا ہے۔ ہر روز صبح سے لیکر ۱۱ بجے تک حاجتمندوں کی دستگیری۔ داد خواہ کی حق رسی اور شاکی کی داد خواہی کے لئے دیوان عام میں بیٹھتا ہے۔ کوئی حاجب یا مترجم پاس نہیں رکھتا۔ ہر ایک سے بذات خود تکلم کرتا ہے۔ عربی۔ ملائی اور کئی افرنجی زبانیں جانتا ہے۔ گفتگو بکمال نرمی و لطافت سے کرتا ہے۔ اور تاکہ مسلمانوں سے اونچا نہ ہو۔ فرش پر بیٹھتا ہے۔ مسلمانوں سے اس طرح پیش آتا ہے کہ گویا وہ حاکم ہی نہیں۔ تاکہ کسی کو کسی طرح کا خوف یا رعب طاری نہ ہو۔ اور اگر کسی کو بیعد ادب ہو جائے تو خیال تک نہیں کرتا۔ مسلمانوں کو بار عام ہے لیکن کوئی غیر مسلم بلا اجازت نہیں آسکتا۔ اجازت ملنے کیواسطہ ہی وقت مقرر کر دیا جاتا ہے۔ اور اوس وقت وہ لباس شاہانہ پہنکر تخت پر بیٹھ جاتا ہے۔ اسوقت پردہ تک اجنبی کے سوا کوئی مسلمان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ یہ نہیں چاہتا کہ تخت پر بیٹھے ہوئے کسی مسلمان سے گفتگو کرے۔ مبادا شیطان کو اوس کے دماغ میں کبر و نخوت کا خیال پیدا کرنے کا موقع ملجائے۔ مسلمان اوسکو متکبر سمجھنے لگ جائیں۔ اجنبی کے رخصت ہونے پر وہ فی الفور شاہی لباس اتار کر معمولی شرعی لباس پہن لیتا ہے۔ اور مسلمانوں کو بھی شرعی لباس پہننے کی تاکید کرتا ہے۔ بخصوص جمعہ کے دن۔ نماز جمعہ میں بلا ناغہ شامل ہوتا ہے۔ اور ابتک سلطان عبد الحمید خان کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ اس تواضع کی قدر و منزلت یہ ملحوظ ہے کہ یہ امیر بورنیو کے کل امیروں میں سے متمول ترین ہے۔ اور صاحب لیاقت ایسا ہے کہ کوئی اجنبی اس کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ اور دل میں صاف رکھتا۔ اوس کے کل ملازم مسلمان ہیں۔ اور مخالفین پر اسلام کی شوکت و فخر کے اظہار کو پسند کرتا ہے۔ اوسکی دریا دلی کی ادنی مثال یہ ہے کہ ملکہ ہالینڈ کی رسم تاجپوشی پر ولیعہد اور دو اور بیٹوں بعیر ان کے اور مصیران سوبرو کی ساتھ دس لاکھ روپیہ کی مالیت کی تحفہ التحائف روانہ کئے۔ اور جب ملکہ نے اوسکے بیٹوں کو نشانہائے فاخرہ عطا کئے تو اون کے شکریہ میں ایک صبح بالماس ایک طلائی تاج دربارہ ہیگ بطور نذر ارسال کیا۔

Marfat.com

پالتو جانوروں کے علاوہ انسان [illegible] موجود ہیں۔ اور رنگ اوٹنگ [illegible] اور اسی جزیرہ میں پایا جاتا ہے وحشی [illegible] بسر کرتے اور مسلمانوں سے دلی بغض رکھتے ہیں۔ چنانچہ عروس کیطرف سے پٹی سرحد [illegible] مسلمان کا سر کاٹ لاتے۔ اس وحشت کے باوجود حاکم کے ایسے مطیع ہیں کہ جب کہا [illegible] سے انکو ایسی محبت ہے کہ انکی ناک کے مقابلہ پر ہیروں کے ہار کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے۔ امیر نے آباد علاقہ اور وحشیوں کے علاقہ کے درمیان حد مقرر کر رکھی ہے جس سے تجاوز کرنے کی مسلمانوں کو اجازت نہیں لیکن وحشی جب چاہیں شہروں میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اسلام آہستہ آہستہ ان وحشیوں کو رام کر رہا ہے۔ اور اب تک انکی تعداد کثیر مشرف باسلام ہو کر مہذب ہو چکی ہے۔ اس جزیرہ کے متعلق تازہ ترین خبر جو ۸ جون کو وہاں سے آئی یہ ہے کہ قصبہ بورنیو اور ریاست مذکور علاقہ سراوک کے دریائی ساحل کے باشندوں نے سراوک کا علم بلند کر دیا ہے یعنی بالفاظ دیگر سلطان بورنیو کی برائے نام حکومت کا بھی خاتمہ بالخیر ہو گیا ہے۔ اور اسکا باقیماندہ علاقہ بھی سراوک میں شامل ہو گیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

کسب معاش

اکثر لکھے پڑھے مگر کاہل مفت خوری کے عادی مسلمانوں کو جب کہا جاتا ہے کہ وہ حصول معاش کے لئے کیوں کچھ کوشش نہیں کرتے اور سستی و کسل کا کیوں آماجگاہ بن رہے ہیں تو وہ تقدیر و قسمت کو اپنی مفت خوری اور نامردی کے لئے آڑ بنا کر یہ جواب دیتے ہیں کہ جو خداوند کریم کو منظور ہے وہی ہوتا ہے۔ جب اوسکا منشا ہو گا ہم سے کوئی کام لیگا۔ ہم اسوقت جبر و اختیار کا مسئلہ نہیں چھیڑنا چاہتے۔ مگر ساتھ ہی یہ کہنے سے خاموش نہیں رہ سکتے کہ جو مسلمان درحقیقت مفت خوری کی عادت بد اور جبلی کسل سے مجبور ہو کر بظاہر تقدیر کی پناہ میں ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہتے ہیں۔ وہ قرآن کریم اور حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیم کی صریح خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ خداوند کریم صاف صاف ارشاد فرما چکے ہیں۔ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی اسلام کی تعلیم یہ ہو اور بتلا رہی ہے کہ خداوند کریم اپنے بندوں میں انکی محنت و کوشش کی مقدار کے مطابق اپنا رزق تقسیم فرماتا ہے اور یہ قاعدہ قدرت ہے کہ اس دنیاوی زندگی کے میدان میں جو محنت کریگا۔ یقیناً اسکا پھل اٹھالیگا حضرت سرور انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چند احادیث مبارک کو اس موقعہ پر درج کر دینا نا مناسب ہو گا۔ حضرت کا قول ہے۔ ان اللہ یعطی العبد علی قدر ھمتہ ونھمتہ۔ حدیث التاجر الجسور مرزوق والتاجر الجبان محروم۔ [illegible] رکھ رہی ہے کہ ہمت و کوشش ہی امر میں نجاح و فلاح کا یقینی ذریعہ ہیں۔ اسلام اپنے معتقدین کو بتاتا ہے کہ دنیاوی زیست چند قواعد ثابتہ اور نوامیس معینہ کے تابع ہے جنہوں نے انکا مقابلہ کیا وہ گویا منشاء ایزدی کے مخالف [illegible] پیروی کی وہ فائز بمرام ہوا۔ چنانچہ کسب معاش کے متعلقہ قواعد طبعی میں اہم قاعدہ یہ ہے کہ [illegible] کیجائے۔ ہمارے ہادی و رہنما کا قول ہے۔ من جد وجد۔ ولکل مجتہد نصیب [illegible]

ل خواب صبح

عمر بن الخطابؓ کا ارشاد ہے۔ لا یقعد احدکم عن طلب الرزق و یقول اللھم ارزقنی فقد علمتم ان السماء لا تمطر ذھبا ولا فضۃ۔ تم میں سے کوئی شخص طلب رزق سے اعراض کر کے بیکار نہ بیٹھے۔ اور نہ ہاتھ پاؤں توڑکر بیٹھا ہوا یہ کہے۔ اے اللہ مجھے رزق دے۔ کیونکہ تم بالیقین جانتے ہو کہ آسمان سے سونا اور چاندی نہیں برستی۔ بیکاری کے دلدادگان اور تقدیر کی پناہ لینے والے کیا اپنے رسول امین کے اس فرمان سے عبرت نہ پکڑیں گے۔ اسعوا فان السعی کتب علیکم۔ کاد الفقر ان یکون کفرا کی تنبیہ کیا ان لوگوں پر کچھ اثر نہیں ڈال سکتی۔ اسلام بیکاری اور مفلسی کا ایسا دشمن ہے کہ اگر انہیں اپنے وطن و ملک میں حصول معاش کے لئے کوئی ذریعہ نہ ملے تو وہ اپنے معتقدین کو دیگر ممالک میں جہاں طلب معیشت میں آسانی ہو اور فقر سے مخلصی ملتی ہو ہجرت کر جانے کی سخت تاکید کرتا ہے۔ اپنی قوم و ملت کی دینی و دنیوی فلاح کے کفیل نے ابنا حجاز کو یہ ارشاد فرمایا تھا۔ من اعیتہ المکاسب فعلیہ بمصر الخ من تعسرت علیہ التجارۃ فعلیہ بعمان۔ سافروا تصحوا وتغنموا۔ یہ اسی تعلیم و ہدایت اور اوس پر کاربند ہونے کا نتیجہ تھا کہ خیر القرون کے مسلمان اور اصحاب سید المرسلین جنکی شان میں امام احمد فرماتے ہیں "یتجرون فی البر والبحر ویعملون فی نخیلھم" فقر و فاقہ مستی سے نکلکر اسی برسوں میں کشت و خون و غارتگری اور وحشیانہ ظلم و ستم سے نہیں جو اکثر فاتحین کا شعار رہا ہے بلکہ اپنے حسن تدبیر خوش اخلاقی اولو العزمی اور شجاعت و مردانگی سے ایسی سلطنت کے مالک بن گئے کہ اوسکی برابر اب تک بھی کسی قوم کو حاصل نہیں ہوئی۔ بعض بدنام کنندہ اسلام اور ننگ قوم اکثر کہتے ہیں کہ دنیا کفار کے لئے ہے مسلمانوں کے لئے آخرت ہے۔ مگر انکا یہ بیان اسلام کی پاک تعلیم کے صریح منافی ہے۔ کل مذاہب میں اسلام کو ہی یہ فضیلت حاصل ہے کہ دین اور دنیا دونوں اوس کے لئے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔ وَقِیلَ لِلَّذِینَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا خَيْرًا لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ط رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط افسوس جو مسلمان کہلاتے ہیں۔ انہوں نے اسلام کی اکسیر صفت تعلیم کو پس پشت ڈالکر اپنی حرص و ہوا۔ اور افکار و ظنون باطلہ کو اپنا ہادی بنا دیا اور فقر و ذلت میں گر گئے اور جنکو کافر و مشرک کہا جاتا ہے اور جو بظاہر اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ انہوں نے اسلام کی تعلیم اور اوس کے منشاء کو سمجھا۔ اور اوس پر عمل کیا جسکا ثمرہ انہیں یہ ملا کہ آج دنیا کے برگزیدہ اقوام وہی ہیں۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ اسلام پھر وہی اصلی رونق جو اوسے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں حاصل تھی پھر اپنی دیرینہ جلوہ گری حاصل کریگا۔ اور اوس وقت اس ارشاد ربانی کا جلوہ کل دنیا دیکھ لیگی۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ط إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ط

طریقہ یا فرقہ سنوسیہ اور اوس کے بانی کے حالات گو وقتاً فوقتاً متفرق طور پر وکیل میں درج ہوتی رہی ہیں مگر اب تک مسلسل اور جامع طور سے ہندوستان کے کسی اخبار میں بیان نہیں کئے گئے

یہہ حالات مغربی ممالک اسلامیہ کے مسلمانوں [illegible]

اخبارات کے ذریعہ سے چند برسوں سے ہندوستان کی [illegible]
ہیں لیکن مسلمانان چین اُن کے مفصل حالات کے لئے بھی یہاں کے مسلمان پہلی [illegible]
میں سب سے اوّل مسٹر بلنٹ کی کتاب فیوچر آف اسلام اور پھر پروفیسر آرنلڈ صاحب کی نئی کتاب [illegible]
ذریعہ اس فرقہ کے حالات انگریزی دان مسلمانوں کو معلوم ہوئے۔ روئے زمین کے تمام ممالک میں ابتدا [illegible]
آشتی آمیز ذرایع اور پند و نصیحت سے اشاعت اسلام کی تاریخ مدون کرنے کی یہہ پہلی قابل تعریف اور بے نظیر [illegible]
کتاب مذکور کی تالیف سے عالی دماغ مصنف نے مسلمانوں پر جو احسان عظیم کیا ہے اُسکا ہر ایک منصف مزاج اور [illegible]
مسلمان صدق دل سے معترف ہے لیکن کتاب مذکور چونکہ انگریزی میں تھی۔ ہندوستانی مسلمانوں کا حصہ کثیر اس کے
مضامین سے بدستور نا آشنا رہا۔ اب اس کتاب کا اُردو میں ترجمہ شایع ہو گیا ہے۔ اور اگر ابنا ملک نے حسب معمول اس کتاب
بھی بے قدری اور لاپروائی کی نگاہ سے دیکھا تو وہ پروفیسر ممدوح کی محنت اور دماغ سوزی کے معترف اور اشاعت
اسلام کی گزشتہ تاریخ سے ہی آگاہ نہیں ہو جائیں گے۔ بلکہ اونکو روئے زمین کی ہر ایک حصہ اور گوشہ کے مسلمانوں کے
حالات اور ان تدابیر سے بھی جو اشاعت مذہب کے لئے کام میں لائی جا رہی ہیں بخوبی آگاہی ہو جائے گی۔

پروفیسر ممدوح کے بعد اسی عیسائی مذہبی رسالہ کی ایک تازہ نمبر میں جسکا ذکر مسلمانان چین کے مضمون میں ہو
چکا ہے۔ اس اسلامی فرقہ کے حالات جامع پیرایہ میں اُنہی پادری صاحب کی قلم سے جو مذکرہ صدر مضمون کے نویسندہ تھے
شایع ہوئے ہیں۔ ان دو نو تحریروں کا ماحصل ناظرین کی آگاہی کے لئے درج کرنے سے پیشتر یہہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا
ہے کہ ممالک حجاز و تہامہ میں بھی اس فرقہ کے اب بہت سے زاویئے قایم ہو گئے ہیں۔ اور افریقیہ کے علاوہ اس نواح میں بھی
اسکی طاقت روز افزون ترقی کر رہی ہے۔ عثمانیہ حکومت نے شروع شروع میں اس تحریک کو بنظر اشتباہ دیکھا اور [illegible]
طریقہ اور اوس کے جانشین کے خیالات بھی سلطان عبد المجید اور سلطان عبد العزیز کے اسراف اور چند دیگر قابل [illegible]
کمزوریوں کی وجہ سے خلافت کی نسبت اچھے نہ تھے لیکن جیسا کہ خلافت کے مضمون میں لکھا گیا تھا موجودہ خلیفہ [illegible]
نے شیخ طریقہ اور اسکے لاکھوں مریدوں کو بھی عقیدت ہے وسط افریقیہ میں واوای کا فرمانروا بھی سنوسی طریقہ [illegible]
اور پیرو ہے۔ فتح خرطوم کے بعد جب مہدی سوڈانی نے اپنے چار خلیفے بنا کر عبد اللہ تعایشی کو خلیفہ [illegible]
ابا بکر صدیق رضی کی منزلت دی تو سنوسی زادہ کو خلیفہ ثالث یعنی حضرت عثمان ذی النورین رضی کی [illegible]
مگر شیخ موصوف نے اس تحریک میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ اور تیسرے خلیفہ کی جگہ خالی [illegible]
بعد اکثر انگریزوں نے خیال ظاہر کیا تھا کہ لبقیۃ السیف درویش غالباً سنوسی شیخ کے مقبوضہ علاقہ [illegible]
اس کے متعلق پھر کوئی خبر موصول نہیں ہوئی۔ غالباً جبتک [illegible]

لہ عبد اللہ تعایشی ۲۵ نومبر ۱۸۹۹ء کو قتل ہو گیا۔

Marfat.com

یورپی حاکم کیطرف رجوع نہیں کرینگے۔ البتہ سنوسی کے معتقدین کی ایک جماعت کثیر کو شاید جلد معرکہ آرا ہونا پڑے جسمیں مسلمانوں کی بدقسمتی سے مسلمان ہی فریق مقابل بھی ہونگے۔ یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ عرب نپلین یعنی رباح غلام زبیر فاتح بہنوح وغیرہ سے فرانسیسوں اور انگریزوں کو ویسا ہی خطرہ ہے۔ جیسا کہ شاہ سموری[ل] سے تھا۔ جدید معاہدہ سوڈان سے وادی کا علاقہ فرانس کو ملا ہے اور بہنوح کی متصلہ اسلامی ریاستیں سکوتو وغیرہ پہلے سے ہی انگریزوں کے دایرہ اقتدار میں ہیں وادای بھی اچھی طاقتور ریاست ہے اور اوسکو مغلوب کرنا آسان کام نہ ہوگا۔ پالیٹی فرانس اور انگلستان کے مدبر اس کوشش میں ہیں کہ اگر سا [illegible] خود بخود ایسی صورت پیدا نہ ہو سکے جسکا ظہور میں آنا اسلامی ریاستوں اور فاتحین کی گذشتہ تاریخ سے خیر انکے نصیب ہو یعنی کسی طرح خود کوشش کریں اور انکو آپس میں لڑا کر کمزور اور پھر اونہیں خود مغلوب کرنے کے لئے رستہ صاف کر دیا جاوے۔ رباح کو دوست بنانے کیلئے انگریزی گورنمنٹ اوس کے سابق آقا زبیر پاشا سے دو دفعہ خط لکھوا کر خاص سفارت کے ذریعہ اوسے بھیج چکی ہے لیکن اب تک اس مدعا میں کامیاب نہیں ہوئی۔ جغبوب امام سنوسی کا مسکن مصر اور طرابلس کی سرحد پر صحرا کے وسط میں واقع ہے۔ طرابلس کیطرف سے اب تک کسی یورپین نے وہاں جانیکی کوشش نہیں کی مصر کیطرف سے چند یورپین ایسی کوشش کر چکے ہیں۔ بعض سیاح نخلستان سیوا تک بھی جو قاہرہ اور جغبوب کے وسط میں ہے نہ پہونچ سکے۔ مگر پچھلے دنوں ایک انگریز سیوا تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا لیکن آگے جانے کی اوسے جرأت نہ پڑی۔ مسٹر آرنلڈ اس فرقہ کی متعلق حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں۔ ۱۸۳۵ء میں الجزائر کے ایک قاضی نے جسکا نام سید محمد ابن علی السنوسی تھا طریقہ سنوسیہ کو قایم کیا جسکی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں کی اصلاح ہو اور اسلام کی اشاعت کیجاوے۔ سیدی محمد بن علی نے ۱۸۵۹ء میں انتقال کیا وہ محض اپنی لیاقت کے زور سے بغیر کسیکا خون بہائے وہ ایک ایسی سلطنت کے بانی ہوئے جسکا انتظام خدا کے ہاتھ میں ہے جسکی رعایا دل سے اوسکی فرمانبردار ہے۔ اور جسکی حدود قلمرو کو اونکے جانشین برابر ترقی دے رہے ہیں فرقہ سنوسیہ پر فرض ہے کہ احکام قرآن اور اصول توحید کے مطابق چلیں۔ اور اونکی پابندی میں سر مو فرق نہ ہو۔ صرف خدائے وحدہٗ لاشریک کی بندگی کریں۔ فقیروں اور درویشوں کی بیجا تعظیم اور مقابر کی زیارت سے پرہیز کریں۔ قہوہ اور تمباکو نہ پئیں اور یہودیوں اور عیسائیوں سے کسی طرح کی رسم پیدا نہ کریں اور انکو سلام تک نہ کریں۔ اور ہر شخص پر فرض تھا کہ اگر وہ ہمیشہ اس فرقہ کی خدمت میں مصروف اور ترقی اسلام میں ہمیشہ ساعی نہ رہ سکے جیسے ساتھ اہل یورپ کے اثر سے [illegible] وہ اپنی آمدنی کا ایک حصہ اس جماعت کے فایدے کے لئے دیا کرے۔ سنوسیہ کا فرقہ شمالی افریقہ کے سب ملکوں میں پھیلا ہوا ہے اور اوسکی خانقاہیں مصر سے لیکر مراکو تک بلکہ صحرائے اعظم اور سوڈان کے شاداب قطعات میں بھی جا بجا موجود ہیں۔ جغبوب کا گاؤں جو مصر اور طرابلس کے درمیان صحرائے لیبیا میں واقع ہے فرقہ سنوسیہ کا صدر مقام ہے۔ یہاں سے ہر سال صدہا مسلمان چند سال تعلیم و تربیت پا کر وعظ و تلقین کے لئے شمالی افریقہ کے ملکوں میں جاتے ہیں۔ سنوسیہ کی تمام شاخیں جنکی

[ل] یہ ساموری فرنچ قید میں مغربی افریقہ کے اک فرنچ جزیرہ میں جون ۱۹۰۰ء میں فوت ہو گیا۔ وہ ستمبر ۱۸۹۸ء میں شکست پا کر پکڑا گیا تھا۔

Marfat.com

تعداد ۱۳۱ ہے) خانقاہ جغبوب سے اس کی تعلیم [illegible]
قومیں اور گروہ جنکے ملک ایک دوسرے سے فاصلہ دراز پر واقع ہیں شامل [illegible]
ہو گئی ہے۔ اسکی خانقاہیں شمالی افریقہ میں مصر سے مراکو۔ سوڈان سینیگام بیا [illegible]
لیکن اسکے لوگ عرب۔ عراق۔ اور مجمع الجزایر ملایا میں بھی نظر آتے ہیں۔ اگرچہ سنوسیہ کا مقدم فرض [illegible]
انکے مذہب کی اصلاح کریں۔ لیکن اشاعت میں بھی اس فرقہ کو اسقدر کامیابی ہوئی کہ افریقہ کی اکثر قومیں [illegible]
یا برائے نام مسلمان ہیں جسوقت سنوسیہ کے لوگ پہونچے تو یہ سب قومیں اسلام کی نہایت پابند ہو گئیں۔ وہاں [illegible]
آجکل اس جستجو میں ہیں کہ بالی قوم کے اُس حصہ کو جو ابھی تک بُت پرست ہے۔ اور بورنو کے مشرق میں [illegible]
میں رہتا ہے کسیطرح مسلمان کر لیں۔ بالی قوم کے ایسے حصوں میں جسکے لوگو نمیں اسلام کا علم بہت اوپری تھا اور وہ برائے
نام مسلمان تھے سنوسیہ نے ایسا جوش مذہب پیدا کر دیا ہے جیسا خود انمیں موجود ہے صحرائے میں فیضان کی جنوب کی طرف
تو یا تبستی کو رہنے والی قوم جسکا نام صدا ہے اور جو پہلے برائے نام مسلمان تھی سنوسیہ کی کوششوں کی شاہد ہے سنوسیہ کے
دعاۃ اسلام گالا کے ملک میں بھی اشاعت مذہب کو گئے ہیں اور ہرار کے شہر سے جہاں اونکی بہت جمعیت ہے بلکہ امیر ہرار
کے دربار میں جسقدر سردار ہیں سب سنوسیہ خاندان کے مرید ہیں۔ ہرار سے یہ لوگ اسلام کی ترقی کے لئے گالا کے ملک میں جاتے
ہیں۔ مذہب کے پھیلانے کے لئے یہ لوگ مدرسے کھولتے ہیں۔ اور صحرا کے شاداب مقامات پر بستیاں آباد کر دیتے ہیں غلاموں کو
خرید کر وہ مسلمان کر لیتے ہیں خاصکر وادی کی قوموں میں انہوں نے اس طریقے سے مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھائی ہے جغبوب
میں ان غلاموں کو تعلیم و تربیت دیجاتی ہے۔ اور جسوقت وہ سنوسیہ کی تمام باتوں سے واقف ہو جاتے ہیں تو آزاد
کر کے وطن بھیجدیئے جاتے ہیں تاکہ اپنے بھائی بندوں کو مسلمان کریں" پادری جیل صاحب حالات تحریر کرنے سے پہلے چند
سطروں میں علماء اور مشائخ پر خفگی ظاہر کرتے ہیں کہ اسلامی ممالک میں موجودہ تہذیب کی ترقی اور معاشرتی اور پولیٹکل
اور مذہبی اصلاحات کی سب سے زبردست مخالف یہی دونو فرقے ہیں۔ علماء اسلامی شریعت کو جسے وہ [illegible]
سمجھتے ہیں مغسر ہیں۔ اور مشائخ یا درویش اسلام کو خدائی حکومت تصور کرتے ہیں اور اونکی رائے میں [illegible]
مقتداء بھی پیر اہنما ہیں۔ علما میں تو خیر یہ خوبی ابھی موجود ہے کہ اگر کسی اصلاح یا تغیر سے کوئی اسلامی [illegible]
بربادی سے بچ سکتی ہو۔ تو وہ اس اصلاح کی اجازت دینے پر رضامند ہو جاتے ہیں لیکن درویش [illegible]
جسمیں فرنگی تہذیب کا کچھ شائبہ پایا جاتا ہو۔ ہرگز گوارا نہیں کرتے۔ وہ اس تہذیب کے سخت خلاف [illegible]
کے فساد کے لئے موجودہ زمانہ میں کئی مذہبی طریقے پیدا ہو گئے ہیں۔ ایشیا کے کئی حصوں اور افریقہ میں [illegible]
تحریک کام کر رہی ہے۔ اور مسلمانوں کے مذہبی احساس کو برانگیختہ کر کے انمیں مغربی [illegible]
تہذیب کا شوق پیدا کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔

Marfat.com

ان مذہبی سلسلوں میں سب سے نیا اور سب سے زبردست سلسلہ سنوسیہ ہے۔ اسکا بانی ۱۷۹۱ء میں پیدا ہوا۔ اسنے قاہرہ کی جامع ازہر میں معمولی مذہبی تعلیم حاصل کرنیکے بعد مشہور علماء اور صوفیا سے استفادہ کرنے کے لئے جا بجا سیاحت کی پھر ۱۸۳۵ء سے ۱۸۴۳ء تک مکہ معظمہ میں رہکر اپنے ہمخیالوں کی ایک جماعت تیار کی جو اوسکی نگرانی اور راہنمائی سے رفتہ رفتہ ایک نئے مذہبی فرقہ ہو گئی اسکا نام اوسنے طریقہ سنوسی رکھا۔ اس طریقہ کی سریع اشاعت اور وسعت حیرت انگیز ہے۔ موجودہ اسلامی دنیا میں اسکی کوئی نظیر موجود نہیں۔ مصر سوڈان۔ ٹیونس۔ الجیریا طرابلس اور سینی گیمبیا میں انکے زاویہ یا خانقاہیں موجود ہیں جھیل چاڈ کے شمال مغربی علاقہ میں سنوسی نہایت مستعدی سے کام کر رہے ہیں۔ چند برس ہوئے ٹمبکٹو میں زیادہ نہیں تو انکا ایک زاویہ تو یقیناً موجود تھا جہاں تک ہمیں علم ہے ان لوگوں کو ہوسا قوم کے ملک رسکوتو نیوپ وغیرہ میں ابھی تک دخل نہیں ہوا مگر البتہ مقتدر اشخاص [illegible] مستعد فرقہ کا حلقہ یا دیر یا سویر وہاں بھی داخل ہو جانا یقینی امر ہے ۱۸۵۵ء میں شیخ سنوسی نے سلطان سے فرمان حاصل کر کے لیبیا کے صحرا [illegible] جغبوب میں مرکزی زاویہ قایم کیا۔ اسوقت اس کے ماتحت ایک سو [illegible] زاویے مختلف علاقوں میں موجود ہیں جغبوب کے [illegible] مدرسہ میں سات سو طالبعلم ہیں جنکو صرف یہی نہیں سکھایا جاتا کہ اسلام میں جو خرابیاں پڑ گئی ہیں انکی اصلاح کی کوشش کریں بلکہ اشاعت اسلام کی تدابیر اور دعوت اسلام کے طریقے بھی سکھائے جاتے ہیں اور ہر سال وہاں [illegible] طلبا فارغ التحصیل ہو کر اسلام کی اشاعت کے لئے شمالی افریقہ کی تمام حصوں میں پھیل جاتے ہیں شیخ کا انتقال ۱۸۵۹ء میں ہوا۔ اس کے حالات گو بہت کم معلوم ہیں۔ مگر وہ اپنی زندگی میں پولیٹکل طاقت کی مدد کے بغیر ایک [illegible] وسیع [illegible] طریقہ اور نظام قایم کر جانے سے عظیم الشان کام کر گیا ہے۔ اوسکا بڑا مدعا یہ تھا کہ اسلامی ممالک کو مغربی تہذیب کی [illegible] یورپیائی طاقتوں کے اثر سے محفوظ رکھنے کیلئے ایک سد سکندری بنائی جائے۔ اسی لئے وہ ان تمام نئے دستوروں کا [illegible] ترکی یا مصر نے دست یورپین تہذیب کی تقلید میں اختیار کیا تھا سخت مخالف تھا۔ باپ کے بعد اوسکا بیٹا علی بن سنوسی جانشین ہوا لیکن اسے سنوسی اور مسلمان شیخ المہدی پکارتے ہیں سلسلہ کی بڑی مجلس وقتاً فوقتاً جغبوب میں منعقد ہوتی ہے [illegible] اس مجلس میں تمام خانقاہوں کے مقدم جمع ہو کر اپنی کارگذاری کی رپورٹیں پیش کرتے ہیں اور آئندہ کے لئے احکام حاصل کرتے ہیں مقدموں کو اپنے اپنے علاقوں میں ان لوگوں پر بھی جو سلسلہ میں شامل نہیں بہت اقتدار [illegible] علاقوں میں زاویہ کے قریب کے رہنے والے زمین کا مالک سلسلہ کو سمجھتے ہیں۔ اور [illegible] کی حیثیت سے اسے کاشت کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر باقاعدہ مریدوں اور علاقوں کے علاوہ مختلف علاقوں میں دیگر بہت سے اشخاص بھی سلسلہ کے تابع فرمان ہیں۔ اس طرح شیخ کو ایک طرح سے شاہانہ منزلت بھی حاصل ہو گئی ہے اشاعت مذہب کے علاوہ سنوسی پہلو مقتدر اشخاص پر اثر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور بچوں کی تعلیم و تربیت پر بہت توجہ کرتے ہیں جہاں کہیں جیسا کہ وہ مصر میں کر رہے ہیں وہ مذہب کی اصلاح کے خواہاں ہوں یعنی مسلمان

Marfat.com

میں وہی پُرانے زمانہ کی سادگی اور خودداری پیدا کرنا چاہتے ہوں تمام ممالک [illegible]
بتدریج اشاعت کیلئے اپنے مدارس اور اُس پر جوان مدارس میں بچوں کے دل و دماغ پر گہرا پرورش کرتے ہیں۔ [illegible]
کا خطاب اُسے ملتا ہے جسنے اپنی رائے اور خودی کو بالکل تیاگ دیا ہو۔ اور اپنے جسم و جان کو شیخ طریقت کے کامل
تصرف میں کر دیا ہو۔ یہ نتیجہ طویل شاگردی اور با احتیاط نگرانی و تربیت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں نہایت سخت
صوفیانہ اور اتحادی عنصر موجود ہے۔ اور یہ کل جماعت جب ضرورت ہو ایک واحد اطاعت و قوت ارادی کی طرح
ایک وسیع مشین بنجاتی ہے۔ یہ سلسلہ اب نہایت متمول ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام کی اشاعت مشنری انجمنوں کی بلا
مدد صلح و امن کے ذرایع سے کیجاتی ہے۔ آخر الذکر بیان کی نادرستی پر میں اسجگہ بحث کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ مگر
سنوسی ایسے فرقوں کی موجودگی سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ اسلام میں بھی موجودہ مسیحی مشنری انجمنوں کے
مثنے موجود ہیں۔ یہ سلسلہ درحقیقت خود ملک میں اور باہر اشاعت اسلام کی ایک عظیم مشنری سوسائٹی ہے
جس کے مریدوں نے مسلمانوں میں ابتدائی زمانہ اسلام کے مسلمانوں کی خوبیاں پیدا کرنے۔ تمام معاشرتی
یا مذہبی اصلاحات کی کوششوں کو ناکام و مغلوب کرنے اور اگر دیگر ذرایع سے کام نہ نکل سکے تو آتشی آمیز
وسائل سے جلیل القدر پیغمبر عرب کے مذہب کی اشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی ہوئی ہے۔ افریقہ میں
زبردست تحریک جو کام کر رہی ہے۔ عیسائیوں کو اوسکی حقیقت اور وسعت بہت کم معلوم ہے۔ وہ اُن ہزاروں
آدمیوں کے اثر کی مقدار کو محسوس نہیں کر سکتے جو ہر سال ہزاروں کی تعداد میں شمالی افریقہ کے مذہبی سلسلوں اور
خانوادوں کی بیشمار خانقاہوں سے اشاعت اسلام کے لئے باہر جاتے ہیں۔ ابھی تک کئی ایسے مقام ہیں جن کو
متنازعہ فیہ کہا جا سکتا ہے۔ یوگنڈا اور علاقہ ہوسا ایسے مقام ہیں۔ وہاں ہنوز اسلام کو کامل غلبہ حاصل نہیں تھا۔
اور مسیحی مذہب کو ابھی تک کم از کم اونکے کچھہ حصہ پر متصرف ہونیکا موقعہ حاصل ہے۔ لیکن افسوس جب مسیحی دنیا کی
متمول ترین مذہبی سوسائٹی (یعنی انگریز) ہر سال ایک یا دو مشنری بھیجنے پر قناعت کر رہی ہو تو ظاہر ہے کہ وہ اون
مسلم مشنریوں کے مقابلہ میں جنکو سنوسی اور دیگر سلسلے ہر سال بھیج رہے ہیں خفیف سی کامیابی بھی نہیں حاصل
کر سکتے۔ شیخ سنوسی زادہ نے اپنا مسکن جغبوب سے بدل دیا ہے۔ ایک ہیڈ کوارٹر ساحل کے قریب اور دوسرا صحرا کی جنوب
میں قایم کیا ہے۔ جس سے بالواسطہ طور پر ظاہر ہو رہا ہے کہ اوسنے تمام ملک میں عثمانیہ نفوذ کو ساری یا دہ شایع کرنے
کے لئے ایسا کیا ہے۔ تاکہ ایک طرف ترکی حکومت سے نامہ و پیام میں آسانی ہو۔ اور دوسری طرف باشندگان ملک سے
راہ و رابطہ بڑہانے کا کافی موقعہ مل سکے۔ شیخ محمد السنوسی، ستمبر ۹۹ء میں جلالتمآب کے بخلوص و اخلاص خلیفۃ المسلمین
تسلیم کر کے مغربی سوڈان کیطرف اس مذہب کی عام اشاعت کے لئے روانہ ہو گیا۔

قسطنطنیہ میں ہندوستانی } اسوقت مفصلہ ذیل ہندوستانی اسجگہ موجود ہیں (۱) حسن آفندی

Marfat.com

تاجر ساکن بمبئی (۲) مرزا اکبر بیگ طبیب[1] ساکن لاہور (تنخواہ بیس جنی عثمانی) (۳) منشی نصرت علیخان مستخدم معارف ساکن دہلی (تنخواہ دس جنی عثمانی) (۴) مولوی محمد صادق مستخدم معارف ساکن حیدر آباد دکن (تنخواہ ۱۰ جنی عثمانی) (۵) بابو اصغر علی مستخدم صیغہ خارجیہ ساکن بنگال (تنخواہ کا ابھی فیصلہ نہیں ہوا) - (۶) ڈاکٹر امیر علی طبیب سائے یلدز ساکن ممالک مغربی و شمالی (تنخواہ بیس جنی) (۷) لالہ تلجا رام سیاح ساکن گجرات بڑودہ (۸) سید یحییٰ ساکن گیا ضلع پٹنہ۔

دکنیشین اور گداگر ہندوستانیوں کے حالات سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ منجملہ ان آٹھ کس کے نمبر ا و ۳ و ۶ و ۷ و ۸ سے اب تک میری ملاقات ہوتی ہے - چند بخاریوں اور افغانوں کو بھی دیکھا ہے مگر حسن اخلاق اور ہمدردی و ملنی میں لالہ تلجارام ان سب سے فایق ہے۔ ہر ایک ہندوستانی کے کام میں بقدر فرصت بدون کسی طمع اور غرض کی مدد دینے کو حاضر ہے۔ آٹھ نو برس سے اسی جگہ رہتا ہے امیروں کے لڑکوں اور بعض نوجوانوں کو اردو۔ فارسی۔ ترکی۔ انگریزی۔ فرنساوی۔ ہندی میں اوقات معینہ پر انکے مکانوں میں جاکر درس دیتا ہے کھانے اور مکان کے علاوہ قریباً سو روپیہ نقد پیدا کرتا ہے۔ اور آجکل کل کیواسطے بس انداز نہیں کرتا لطف یہ کہ جب وطن سے نکلا تو انگریزی اور ہندی کے سوائے کوئی اور زبان نہیں جانتا تھا۔ اردو۔ فارسی۔ ترکی۔ فرنساوی سب زبانیں اسنے سفر میں سیکھی ہیں۔ کچھ کچھ جرمنی وغیرہ بھی سمجھتا ہے۔ اور آجکل عربی گریمر کا مطالعہ ایک فرنساوی کتاب کے ذریعہ بدون مدد استاد کے کر رہا ہے۔ اوسکا بیان ہے کہ میں زبانوں کا اصول سمجھتا ہوں اور کتب بینی سے کام چلالیتا ہوں۔ یہاں کے ترکوں اور ایران کے سوداگروں سے اسکا اختلاط بے تکلفی ہے۔

سید یحییٰ دو ہفتے سے ہندوستان کو چلے گئے ہیں۔ غالباً مصر سے ہوتے ہوئے حیدر آباد دکن میں جائیں گے جہاں وہ کسی مدرسہ میں انگریزی کے استاد ہیں۔

قسطنطنیہ میں ہندوستانی کسطرح تعلیم حاصل کر سکتے ہیں

آپنے اپنے والانامہ مورخہ ۱۴ جون میں عزیز القدر راس مسعود کی خواہش قسطنطنیہ میں تکمیل علوم کی نسبت ظاہر کی ہے یہ بینی اسکو متعلق باخبر ہندوستانیوں اور چند تعلیم یافتہ ترکوں سے مشورہ کیا۔ اور مولوی شبلی صاحب کا سفرنامہ جو آخری ڈاک میں آپکی مہربانی سے وصول ہوا ہے۔ اوسکو بھی دیکھا۔ مولانا نے جو کچھ لکھا ہے اوسکو تو آپ نے بھی غالباً پڑھا ہوگا۔ اب میری معلومات سنیئے۔ اسوقت مفصلہ ذیل کالج اعلیٰ درجہ کے مانے گئے ہیں (۱) مکتب حقوق (لا کالج) (۲) مکتب ملکیہ شاہانیہ (سول سروس کالج) (۳) مکتب سلطانی

[1] افسوس یہ صاحب جو اپنے والد مرزا اعظم بیگ صاحب مرحوم کے ترکہ کا انتظام کرنے کے لئے معہ اپنی ترکن بیوی اولاد کے لاہور تشریف لائے تھے ماہ جون ۱۹۰۱ء وہاں فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

Marfat.com

(۴) مکتب حربیہ (ملٹری کالج) (۵) مکتب [illegible]

یہ تمام کالج خاص شہر قسطنطنیہ میں ہیں لیکن حربیہ کالج [illegible]
ہر کالج میں علوم مقررہ کے علاوہ ترکی اور فرانسیسی زبانیں اکثر سکھلائی جاتی ہیں [illegible]
زبانوں کا جاننا بھی ضروری ہے مثلاً مکتب ملکیہ شاہانہ میں یونانی اور ارمنی زبانوں کا [illegible]
یکساں رائج ہیں اور اس سے حکام سکول کو ترکی رعایا کے مقدمات فیصل کرنے میں سہولت مقصود ہے مکتب حربیہ میں [illegible]
اہم ہے کہ فوجی انتظامات کا پیرایہ سلطنت جرمنی کے مطابق ہے مکتب بحریہ میں انگریزی زبان مقدم ہے [illegible]
ترقیات کا بڑا تعلق دولت انگلستان کے ہاتھ میں ہے عربی اور فارسی زبانیں صرف اسقدر سکھلائی جاتی ہیں کہ ان [illegible]
کے جو الفاظ ترکی میں مستعمل ہیں طلباء اونکے معنے بخوبی سمجھ سکیں۔ اُن کالجوں کے علاوہ امریکہ اور فرانس اور جرمنی کی طرف سے
بھی ایک ایک مدرسہ بھی قایم ہے جسمیں انٹرنس کے برابر تعلیم دیجاتی ہے۔

ہندوستان کا جو طالب العلم مندرجہ بالا کالجوں میں سے کسی ایک میں پڑھنا چاہے وہ بسہولت اسجگہ پڑھ سکتا ہے لیکن
بمبئی کے قونصل جنرل دولت علیہ کا ایک سرٹیفکیٹ اوسکو ہمراہ لانا چاہئے۔ یا کسی اور مشہور معروف شخص کی تصدیق
درکار ہے جسکو دولت علیہ کا کوئی معزز عہدہ دار جانتا ہو۔ باوجود اسکے وہ ڈے سٹوڈنٹ (نہاری طالب علم) سمجھا جائیگا
اور اپنے کسی دوست کی معرفت شہر میں مکان بہم پہنچانے اور کھانے پینے کا بندوبست خود کرنا ہوگا۔ چونکہ دار الخلافہ ہونے کے
باعث شام۔ حجاز۔ یمن۔ بغداد۔ موصل وغیرہ سب جگہوں کے طالب علم یہاں آتے رہتے ہیں اور دو دو تین تین طالب علم ملکر
مکان کرایہ لے لیتے ہیں جنمیں سے عربی اکثر اور بعض فارسی بھی جانتے ہیں۔ پس جو ہندوستانی طالب علم کم وبیش عربی
فارسی جانتا ہو وہ ان لوگوں کے ساتھ ملکر رہ سکتا ہے اگر قسطنطنیہ آنے سے پہلے تھوڑی بہت ترکی زبان کسیطرح سیکھ لے تو
بہتر ہے جو طالب علم بورڈر کی حیثیت سے کسی کالج میں پڑھنا چاہے۔ اسکو البتہ ایک گونہ دقت ہے کیونکہ بدون اجازت
خاص حضرت سلطان المعظم کے کوئی اجنبی بورڈر نہیں ہو سکتا۔ اور اس اجازت کے حاصل کرنے میں ممکن ہے کہ [illegible]
صرف ہو جائے۔ اور پھر بھی شاید بڑی کوشش سے کامیابی ہو۔ لیکن جو طالب علم ابتداءً ڈے سٹوڈنٹ کی حیثیت سے
داخل ہو کر پڑھنا شروع کرے اور اوسکے وارث اپنے دوستوں کے ذریعہ کوشش کو جاری رکھیں تو [illegible]
اور سب مصرف سے اوسط مقدار اخراجات کی پچاس روپے ماہوار ہے۔

یہ کیفیت تو درس حاصل کرنے کی ہے لیکن اب میں اس کے نتیجہ سے بھی آپکو آگاہ کرنا [illegible]
ان کالجوں کے تعلیم یافتوں میں سے جو شخص اپنے آپکو مستند قرار دینا چاہتا ہے۔ [illegible]
تعلیم ختم کرنے کے بعد برلن یا پیرس یا لنڈن کی کسی یونیورسٹی میں [illegible]
اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ اصحاب بن گئے ہیں۔ انمیں سے اکثر [illegible]

اور کبھی ڈپلوما حاصل نہ کیا ہو یا مختلف ممالک یورپ میں پھر کر علوم کو مکمل نہ کیا ہو۔ بلکہ یورپین طرز تعلیم کو اسقدر ترجیح حاصل ہے کہ بعض امرا اپنے بیٹوں کو ابتداءً اُن مدرسوں میں داخل کرتے ہیں جو انگلستان فرانس جرمنی کیطرفسے قسطنطنیہ میں موجود ہیں۔ اور ان مدارس کی تکمیل تعلیم پر فوراً لڑکے کو یورپ بھیجدیتے ہیں۔

آخری امر جسپر آپکی توجہ مبذول کرانا ضروریات سے ہے۔ وہ یہ ہے کہ قسطنطنیہ کی کالجوں کا ڈپلوما حاصل کرنے پر بہت بڑی تنخواہ کی اُمید رکھنا کچھ ٹھیک نہیں۔ اور نہ یورپین طاقتیں یہاں کے لکھے پڑھے آدمیوں کو زیادہ عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ اسکو انکا تعصب سمجھو یا واقعی اُنکی ترقی تعلیم۔ نظیر کے طور پر مرزا محمد اکبر بیگ کا نام پیش کرتا ہوں جنہی ابتدا سے آخر تک ترکی قواعد کے مطابق قسطنطنیہ میں تعلیم طبی پاکر سرٹیفکٹ حاصل کیا۔ اور اسکا والد مرزا اعظم بیگ جسقدر معزز اور با رسوخ آدمی ہے۔ وہ بھی آپکی نظر سے مخفی نہیں۔ مگر اسلئے اسکو صرف ۲۰ پونڈ عثمانی ماہوار تنخواہ ملتی ہے جو ڈہائی سو روپیہ کے قریباً اس سے کچھ زیادہ ہے لیکن اگر آپ اپنے بہائی کو اس غرض سے بھیجتے ہیں کہ ایک اسلامی سلطنت کے قواعد کے مطابق تعلیم حاصل کرکے ہندوستانیوں کو موجودہ اسلامی ترقیات سے آگاہ کرے۔ اور دو اسلامی ملکوں میں باہمی ارتباط و اتحاد کا باعث ہو تو مبارک ہے۔ ترکی قونصل جنرل متعینہ بمبئی کا سرٹیفکٹ لیکر اسکو فوراً بھیجدیجئے میری ایک دوست نے بلحاظ اخوت اسلامی کے اوسکو داخل کرادینے کا پکا وعدہ کرلیا ہے۔ اور آپکے بہائی کے آنے پر میں دیکھوں گا کہ اوس کے بہرہ ور بنانے میں میری معزز اتراک دوست کیا مدد کرتے ہیں۔

سلطنت عثمانیہ کی پالیسی میں تغیر ترکی صیغہ حرب ہر قسم کی فوجی تیاریوں اور اوسکے لوازمات میں ایسی سرگرمی سے مصروف ہے کہ اگر ان تیاریوں کو کسی نہایت اہم کارروائی کا تہیہ سمجھا جائے تو غالباً غلط نہ ہوگا۔ ان تیاریوں کے متعلق سب سے عجیب امر یہ ہے کہ خلاف معمول انکو مخفی رکھنے کی کوئی کوشش نہیں کیگئی۔ بلکہ انکا عام طور پر اعلان کیا جارہا ہے۔ کیا یہ اس امر کی شہادت تو نہیں کہ ترکی گورنمنٹ نے بھی انگلشیہ کی پالیسی کا تتبع شروع کردیا ہے۔ اور جسطرح وہ سرتوڑ فوجی و بحری طاقت کے اجتماع کی تیاریاں شروع کردینے سے مخالفین کو مرعوب و مرہوب بناکر بلا جنگ اپنا مدعا حاصل کرلیتی ہے۔ یہی چال اب سلطنت عثمانیہ بھی آیندہ چلنا قرین مصلحت سمجھتی ہے۔ اگر ہمارا قیاس درست ہے تو خدا کرے کہ خلافت عظمیٰ کو بھی اس چال میں کامیابی نصیب ہو۔ مگر یورپین شکاریوں کے حوصلے اسقدر بڑھ گئی ہوئی ہیں کہ اندیشہ ہے کہ [illegible] رزم شروع میں جبتک وہ دو ہاتھ نہ کرلیں محض تیاریوں سے دبک کر شکار سے کبھی ہاتھ اُٹھانا منظور نہ کرینگے۔ فوج نظام میں عارضی اور ملک کی تربیت یافتہ اور فن حرب کے ماہر آبادی میں مستقل اضافہ کئے جانے کے حکم کا خلاصہ آگے درج ہے۔ تازہ ترین خبروں سے پایا جاتا ہے کہ صوبہ شام کے جیش کی مجوزہ ۷۷ بلٹنوں میں سے ۲۵ مکمل طور پر تیار ہوچکی ہیں۔ اس خالص فوجی اہتمام کے علاوہ ویسے لوازمات بھی جو صرف جنگ کے وقوع میں آنے پر کار آمد ثابت

Marfat.com

ہوسکتے ہیں بڑی سرگرمی سے بہم پہونچائی جارہی ہیں۔ صیغہ جنگ کا محکمہ شاخ شفاخانہ [illegible]
تمام مصروف ہے۔ اور ان شفاخانوں کے لئے بیس ہزار بستروں کا ذخیرہ مستعدی کے ساتھ جمع کر رہی ہے
بادی النظر میں یہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ترکی گورنمنٹ کسی ایسے جنگ کے لئے تیار ہو رہی ہے جسکے عنقریب
آنیکا اسے یقین نہیں۔ امید ضرور ہے۔ مگر یہ جنگ کس طرف اور کس سے ہوگی۔ اوسکی نسبت قیاس سے زیادہ
نہیں مل سکتی یمن میں اب سب طرح سے امن ہوگیا ہے اور ترکی حکومت کو ادہر سے ایسا اطمینان ہوگیا ہے کہ
فوج کے کچھ حصہ کو واپس آنیکا حکم بھیجدیا گیا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا ایک ولایتی اخبار نے مقدونیہ میں جلد یا دیر بعد فساد
ہوجانے کی پیشین گوئی کی تھی۔ مگر صورت موجودہ اوسکی قطعی تردید کر رہی ہے۔ روس مشرق الاقصیٰ اور خلیج
فارس کے معاملات اور سائبیرین ریلوے اور دیگر لائینوں کی تیاری میں ایسا مصروف ہے کہ وہ خود بخود کسی
ملک سے اور کئی برسوں تک لڑنا پسند نہیں کرسکتا۔ آسٹریا ایک صدی سے ترکی کے ساتھ لڑائی کرنے کے خبط یا
شوق سے باز آچکی ہے۔ بالفاظ دیگر ایشیا اور یورپ میں کسی جگہ ترکی کو جنگ کی ضرورت پڑتی نہیں
دکھائی دیتی۔ اب باقی صرف افریقہ کا براعظم رہگیا ہے جہاں ترکی کے تعلقات ہیں اور وہیں کچھ عرصہ سے ترکی کی
اغراض و مصالح کو پہلے کی نسبت زیادہ تیزی سے نقصان پہونچایا جارہا۔ یا پہونچانے کی کوشش ہو رہی ہے
اس وسیع براعظم میں جسکا تقریباً تمام شمالی حصہ ایک وقت ترکی کے ماتحت تھا۔ اب صرف طرابلس الغرب اُس کے
براہ راست قبضہ میں رہ گیا ہے۔ اور مصر برائے نام ماتحت ہے۔ اس واحد مقبوضہ اور اوس کے متعلقات کو ہضم
اور برائے نام ماتحتی کو بھی معدوم کرنیکی طرف چند یورپین دولتوں کی کوششیں کچھ عرصہ سے جاری ہیں۔ مگر قرائن
بتا رہے ہیں کہ سلطنت عثمانیہ ان کوششوں کا ہی آیندہ کے لئے انسداد نہیں کرنا چاہتی۔ بلکہ بشرط ضرورت
اجنبیوں کی موجودہ اقتدار ناجائز کو دور کرنے کا بھی ارادہ کر رہی ہے۔ طرابلس الغرب کو وہ صرف سمندر کی راہ سے فوج
بھیج سکتی ہے۔ اسلئے حسب ضرورت فوج بھیجنے کے ساتھ ہی اوسنے وہاں کے باشندوں کو مسلح کر دیا ہے۔ تاکہ سمندر کا راستہ
بند ہوجائے تو ملک ہی سے کافی فوجی طاقت بہم پہنچ جائے مصر پر وہ خشکی کے راستہ بھی فوج بھیج سکتی ہے۔ اسلئے
اوسنے ضرورت کیوقت کام دینے کے لئے متصلہ علاقہ شام و فلسطین میں فوج جمع کرنی شروع کر دی ہے۔ ایک مصری
اخبار کا بیان ہے کہ "مصری حکومت نے اس اجتماع کی خبر موصول ہونے پر اپنی سرحدی چوکی العریش کے کمانڈر سے
دریافت کیا کہ یہ خبر کہاں تک درست ہے اوس نے جواب دیا کہ پچاس ساٹھ ہزار کی جمعیت کے درمیان ایک ترکی
لشکر مصر و شام کی سرحد پر جمع ہو رہا ہے۔ اور لشکر مذکور کا ہراول سرحد کے اسقدر قریب خیمہ زن ہے کہ آنکھ سے دیکھا
جاسکتا ہے۔ اور وہ گڑھیوں اور قلعوں کے بنانے اور مضبوط کرنے میں مصروف ہے۔" اس غیر معمولی اجتماع فوج
اور لوازمات جنگ کی فراہمی کے ساتھ ہی جب اسپر خیال کیا جائے کہ ترکی گورنمنٹ نے سوڈان کے متعلقہ معاہدہ مصر

Marfat.com

انگلستان پر اعتراض کیا تو اوسکی کچھ پرواہ نہ کیگئی۔ بلکہ بعد میں سواکن بھی سوڈان کی حدود میں شامل کر دیا گیا۔ اور بہر وسط سوڈان کے متعلق فرانس اور انگلستان کے معاہدۂ نیل پر اعتراض کیا تو اوسے بھی ایکطرح سے نظرانداز کر دیا گیا تو ایسی صورت میں عنقریب کسی کے گل کھلنے کی توقع رکھنا بالکل ہی غلط نہیں ہو سکتا۔ اس ہفتہ رائٹر نے بھی ایک تار خبر بھیجی ہے کہ بابعالی نے انگلشیہ گورنمنٹ کو معاہدہ نیل کے برخلاف سخت اعتراضی مراسلہ بھیجا۔ کہ اسمیں طرابلس الغرب کے پچھواڑے کے علاقہ کے ترکی حقوق کو نظرانداز کیا گیا ہے۔ تار کی عبارت سے پایا جاتا ہے کہ گویا اب پہلی مرتبہ اعتراض بھیجا گیا ہے۔ لیکن کئی مہینے ہوئے ایک دفعہ پہلے بھی بابعالی فرانس اور انگلستان کو اعتراضی مراسلہ بھیج چکا ہے۔ پس اجتماع افواج کی وجہ یہ اعتراض خالی از علت نہیں دیکھائی دیتا اور اندلیشہ ہو سکتا ہے کہ کہیں ایک ہی وقت افریقہ کی جنوبی اور شمالی حصص میں وزارت انگلشیہ کے لئے سخت مشکلات اور نہایت نازک پیچیدگیاں پیدا نہو جائیں۔ مصری گورنمنٹ اور خدیو کے رویہ کی نسبت کوئی قیاس ظاہر نہیں کیا جاسکتا۔ اور جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ خدیو او وادس کے اکثر وزرا حسب معمول یورپ کی سیر کو گئے ہوئے ہیں۔ تو کہنا پڑتا ہے کہ اونکو اپنی شامی سرحد پر کسیطرح کا خطرہ نہونیکا کامل یقین ہو گیا ہو گا۔ ورنہ کبھی ملک سے باہر نہ جاتے۔ خدیو کی والدہ قسطنطنیہ میں ہیں اور حرم جزیرۂ رہوڈس ہیں۔ وہ خود سمر نامی گھوڑ دوڑ دیکھکر براہ ٹریسٹ وی اینا گئے ہیں۔ اور پیرس و سوئیٹزرلینڈ ہوتے ہوئے غالباً قسطنطنیہ میں بھی جائینگے۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان المعظم نے اونکو بمقام سمر تار دیا تھا کہ وہ اپنے حرم کو جزیرہ میں چھوڑنیکی بجائے قسطنطنیہ روانہ کر دیں۔ خدیو نے اوسکا کیا جواب دیا۔ یہ معلوم نہیں ہوا۔ بہرحال جزیرہ مذکور میں بھی وہ ویسی ہی جلالتمآب کی ظل عاطفت میں ہے جیسی کہ خاص قسطنطنیہ میں ہوتی۔ البتہ اس تار سے پایا جاتا ہے کہ سلطان المعظم خود خدیو سے خفا نہیں۔

انتظام حجاز تمام دنیا کے مسلمان اور خاصکر ہندوستان کے اہل اسلام کو سلطنت عثمانیہ کے حالات سے جسقدر دلچسپی اور تعلق ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ مگر باوجود اسقدر التفات اور دلچسپی کے ایسا کوئی ذریعہ ہندوستان کے مسلمانونکو حاصل نہیں کہ انہیں ممالک اسلامیہ کے واقعی اور سچے حالات وقت پر معلوم ہو سکیں۔ ہندوستان کے اخبار بہت کوشش اور توجہ کے ساتھ بلاد اسلامیہ اور سلطنت عثمانیہ کے حالات وقتاً فوقتاً شایع کرنیکی کوشش کرتے رہتے ہیں مگر ہندوستان کے مسلمانوں کے پاس سوائے انگریزی اخبارات کے متعصبانہ مضامین کے اور کوئی قابل اعتبار ذریعہ اور وسیلہ نہیں ہے کہ وہ براہ راست اسلامی دنیا کے واقعات سے پوری آگاہی حاصل کر لیا کریں۔ بدقسمتی سے انگریزی اخبار نویسوں اور نامہ نگاروں کو ترکی معاملات سے کچھ

ماہ جون ۱۹۰۶ء میں سیاحت انگلستان و یورپ کے وقت خدیو نے اپنے حرم کو ٹریسٹ سے قسطنطنیہ بھیجا۔ جہاں وہ سلطان المعظم اور والدہ خدیو کی مہمان ہیں۔ خود خدیو اخیر اگست میں گئے اور ۲۵ سالہ حکومت کی جشن میں شامل ہوئے۔

ایسا تعصب ہوگیا ہے کہ وہ ہمیشہ ایک ہی طرح کا [illegible] میں دو تین اسلامی اخبار ایسے شایع ہونے لگے ہیں جو بہت حاجتوں کی ادائی [illegible] ضروری مضامین اردو میں شایع کرنے لگے ہیں۔ جنسے ہندوستان کے مسلمانوں کو بہت کچھ حالات [illegible] معلوم ہونے لگے ہیں۔ وکیل جس اہتمام سے مصری اخبارات کے ترجمے شایع کر رہا ہے۔ وہ اپنی اس [illegible] ضروری خدمت کے معاوضہ میں پبلک کی شکرگذاری اور قدردانی کا بہت کچھ مستحق ہے۔ میں آج اس مختصر [illegible] کے ذریعے سے ناظرین کو یہ معلوم کرانا چاہتا ہوں کہ عرب میں ترکوں نے اپنا طرز حکومت اسوقت کس طرح [illegible] رکہا ہے امید ہے کہ ناظرین میری اس تحریر کو دلچسپی کے ساتھ ملاحظہ فرماویں گے۔

عرب کی حکومت اسوقت دو ممتاز اور جلیل القدر عہدہ داروں کے ہاتھ میں ہے۔ ایک شریف امیر مکہ اور ایک والی (گورنر) حجاز۔ سرکاری فرمانات اور کاغذوں میں امیر کے محکمے کو امارت جلیلہ اور والی کی گورنمنٹ کو ولایت جلیلہ لکہا اور برتا جاتا ہے۔ شریف مکہ مدت العمر کیواسطے حجاز کا حاکم مقرر ہوتا ہے اور والی قانوناً تین سال کیواسطے بھیجا جاتا ہے۔ مگر کبھی تین سال سے بہت زیادہ عرصہ بھی والی خاص ایک ولایت میں رہ سکتا ہے۔ گورنروں کا تغیر وتبدل صرف سلطان المعظم کی رائے پر منحصر ہے۔ چنانچہ گورنر حال احمد راتب پاشا چھ سال سے حجاز کی گورنری پر مامور ہیں اور اسوقت تک رہ سکتے ہیں جبتک سلطان المعظم انکو یہاں رکھنا مناسب خیال فرماتے ہوں۔ میں اسوقت حجاز کی پولٹیکل حالت بیان کرنا نہیں چاہتا۔ اور نہ مجھے ملک کی انتظامی حالت پر بحث کرنا ضرور ہے۔ کیونکہ عرب میں رہ کر ملکی معاملات یا سرکاری احکامات پر نکتہ چینی کرنا خواہ وہ کیسی ہی نیک نیتی کے ساتھ کیجاوے۔ ویسے ہی دانستہ اپنے کو ایک تاریک اور بہت گہرے گڑھے میں پھینکدینا ہے۔ شریف مکہ ہمیشہ اُس خاندان سیادت سے جسمیں ملک کی شرافت بہت زمانے سے چلی آتی ہے حسب منظوری سلطان المعظم مقرر ہوتا ہے۔ سلطنت عثمانیہ بعض خاص حالتوں میں امیر مکہ کی عزت وتوقیر خدیو مصر سے زیادہ کرتی ہے۔ موجودہ شریف "عون" کو جو تنخواہ ٹرکی گورنمنٹ دیتی ہے وہ ہندوستان کے گورنر جنرل کی تنخواہ کے برابر ہوجاتی ہے۔ انگریزی سکہ کے حساب سے امیر مکہ کو علاوہ بہت کچھ [illegible] کے تقریباً چھتیس ہزار روپیہ ماہوار ملتا ہے۔ حجاز میں اگرچہ شریف اور والی کے اختیارات قانوناً الگ الگ مقرر کئے گئے ہیں۔ اور ایک ملک میں دو خودمختار حاکموں کیواسطے جو ضروری پابندیاں ہونی چاہئیں وہ سب کچھ قانونی کتابوں کے ورق ورق پر لکھی ہوئی ہیں۔ مگر ملک کی بدنصیبی اور رعایا کی شامت [illegible] ایسا طوفان بے تمیزی برپا ہوتا ہے کہ جسکی تفصیل لکھنے سے میرا کلیجہ خود اسوقت پاش پاش ہوتا ہے [illegible] ترکی پولیس میں رپورٹ لکھوانے جارہا ہے۔ اور مدعا علیہ جلدی سے دوڑ کر شریف [illegible] مدعی اگر پولیس تک نہیں پہونچا۔ اور مدعا علیہ اور شریف [illegible]

قید خانوں میں سیکڑوں سپاہیوں اور عملہ کی مٹھی گرم کردی۔ وہی فریق ثانی پر غالب آگیا۔ غریب بے چارے بے تحقیق چند سوال و جواب بے کرایہ کے گھر میں بند کردیئے گئے۔ اب کوئی پوچھنے والا نہیں کہ تیرے منہ میں کتنے دانت ہیں اور سب سے زیادہ لطف یہ کہ ترکی جیلخانوں میں تو قیدیوں کو کھانا بھی ملتا ہے۔ شریف کے قید خانوں میں یہ جھگڑا بھی نہیں جو بدنصیب قید ہو گیا ہے۔ اگر اس کے عزیز اسکو کھانا وہاں پہونچائیں تو خیر ورنہ قیدی بھوک سے بے موت مرے کوئی پرسان حال نہیں۔ یہ جملہ معترضہ بھی بے ساختہ زبان سے نکل گیا۔ ورنہ یہاں کی باتیں باہر کہنے کے لئے نہیں ہوا کرتیں۔ زمین حرم کے حالات اسقدر افسوسناک اور خون کے آنسو رولانے والے اسوقت ہو رہے ہیں کہ مجھے خود غیر محرموں کے سامنے کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔

ملک کا تمام انتظام اور ملکی و فوجی عدالتیں تمام گورنر حجاز کے ماتحت ہیں۔ اور بیرونی تعلقات رستوں کا امن قافلوں کی روانگی کا بندوبست یہہ شریف کے متعلق ہیں۔ یہ دونوں حاکم اگر دیانتداری اور قانون کی پابندی سے اپنے اختیارات کا جائز استعمال کریں تو ملک کی سرسبزی اور بہبودی میں کسکو کلام ہو سکتا ہے؟ شریف و والی میں اگر نا اتفاقی ہوتی ہے تو ملک کے لئے مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔ ہر ایک فریق ثانی کی قوت توڑنے میں لگا رہتا ہے۔ اور اگر خدانخواستہ دونوں میں اتفاق ہو گیا جیسا اسوقت ہے تو پھر ملک پر غضب خدا نازل ہو گیا۔ زمانہ ہوا کہ ایک مسلمان[*] والی عثمان پاشا (خدا اسکی قبر پر رحمت برسائے) حجاز آگیا تھا۔ اور اوسنے شریف کی ان بیجا کارروائیوں اور مظالم کا پورا انسداد کر دیا تھا۔ غریب اپنی مدت گورنری پوری کرنیکے قبل چلا گیا تو شریف اوسکا تو کچھ نہ کر سکے۔ باقی اوسکی پارٹی اور خیال لوگوں کی شامت آگئی کئی ایک اسوقت تک حجاز سے جلاوطن کر دیا۔ یہی حالت دیکھکر اب تک دیا رہا ہے کہ دم مارنے یا چون و چرا کرسکے۔ بہت سی ناگفتنی باتوں سے سلطان المعظم کو صدہ سے زیادہ شریف کی خاطر منظور ہے۔ اور امیر المومنین نہیں چاہتے کہ اوس کے نازک دل پر ذرا بھی ٹھیس لگے۔

رعایا جسقدر واویلا کرتی ہے۔ اول تو وہ سلطان المعظم تک پہونچتی ہی کب ہے۔ اور اگر کسی سفیر یا داخلہ وزیر نے کچھ کہہ بھی دیا تو بات کو بتانے والے نمک حرام اور ملک و قوم کے دشمن جنکا مقر جہنم جہاں سے سونے اور چاندی سے بھرا جاتا ہے۔ بہت جلد معاملہ کو سنوار لیتے ہیں۔ حجاز میں جو والی شریف کی مرضی کے موافق آجاتا ہے اوسکی مدت ملازمت میں سفارش سے روپیہ سے جائز ناجائز وسائل سے غرض جس طرح ممکن ہو توسیع کرائی جاتی ہے۔ اور پھر آرام سے دو شیر ملکر بکریوں میں گھس جاتے ہیں۔ مصر کے عربی اخبارات "المقطم" اور "البصیر" اور "الاہرام" نے بہت کچھ حجاز کی تاریک اور افسوسناک حالت پر لکھا اور چاہا کہ وزراء بابعالی آنکھیں کھولکر دیکھیں اس

[*] ناظرین کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ غیر مسلم والی بھی کہیں آسکتا ہے۔ مسلمان سے میری وہ شخص مراد ہے جو کام بھی مسلمانوں کے سے کرے۔ نامہ نگار

مرکز اسلام کی حالت دیکھیں۔ مگر بدنصیبی سے [illegible]
سب ممالک عثمانیہ میں ممنوع الدخول ہیں۔ اب اگر کوئی شخص یہاں کی [illegible]
حاصل ہے ترکی اخبارات کو آزادی نہیں کہ وہ ملک کی حالات کچھ لکھ سکیں [illegible]
سے لگا دیا گیا ہے کہ وہ کوئی آواز ہی نہیں نکال سکتے۔ جب چاروں طرف یہ حالت ہے تو پھر کس طرح بہبودی [illegible]
کی اُمید ہو سکتی ہے۔ اگر ترکی اخبارات میری اس درد انگیز آواز کو سن سکتے تو سب سے پہلا شخص میں [illegible]
بلکہ یہاں کے حالات کو روشنی میں لانے کی کوشش کرتا۔ مگر اس وقت میں اور میرے ہمخیال تمام وہ [illegible]
کے دل سے خیرخواہ اور سچے بہی خواہ ہیں۔ دم بخود بیٹھے ہوئے ہیں اور منتظر ہیں کہ آخر کب تک یہ ناگفتہ بہ حالت [illegible]
کی جو سب ملکوں سے زیادہ منتظم اور پُرامن ہونا چاہیئے تھا۔ رہیگی۔ ناظرین اخبار سے میں اتنا بیان کرنا ضروری
سمجھتا ہوں کہ سلطنت عثمانیہ کے باقی ممالک کی ہرگز ایسی اندوہناک اور پُرافسوس حالت نہیں ہے جو حجاز میں
اندھیر مچا ہوا ہے۔ بدوؤں اور قبائل عرب کا تعلق جیسا پہلے میں بیان کر آیا ہوں شریف سے متعلق ہے۔ ترکی
سلطنت بدوؤں کے مشائخ اور سربرآوردہ لوگوں کو معقول تنخواہیں دلجوئی اور ملک کی مصلحت کے خیال سے
دیتی ہے۔ اور یہہ تنخواہیں شریف کی معرفت اُن لوگوں کو دلوائی جاتی ہیں شریف چونکہ پوری طور پر اون کے
حقوق کا خیال نہیں کرتا اور اونکی تنخواہیں وقت پر ادا نہیں کرتا۔ اسوجہ سے ہمیشہ ملک میں شورش اور بے
اطمینانی کا شور رہتا ہے۔ دُنیا کا کوئی مسلمان اگر یہاں کے حالات کو پوری طور پر سلطان المعظم تک پہونچا سکے
تو در حقیقت وہ نہ صرف ملک حجاز پر بلکہ تمام اسلامی دُنیا پر بہت بڑا احسان کریگا مجھے اس بارہ میں عالیجاہ [illegible]
کانسل عبد العزیز بادشاہ صاحب سے بہت کچھ ہمت اور توجہ کی امید ہے۔ اگر جناب ممدوح اس بات کا وعدہ کریں تو
میں بحیثیت نیر آصفی کے ایک سچے خادم اور نامہ نگار کے انکو بہت ضروری اور قیمتی معلومات حجاز کے متعلق دے
سکونگا مگر عبد العزیز بادشاہ صاحب کو پہلے وزارت خارجیہ قسطنطنیہ میں اس بات کا پورا اطمینان اور [illegible]
ہوگا کہ انکی بھیجی ہوئی تحریر سلطان المعظم کی نظر تک پہونچ جائے۔ میں جس مطلب کے لئے آج قلم اٹھایا تھا [illegible]
ضبط ہوگیا۔ اور افسوس باوجود ضبط اور احتیاط کے بھی میں اپنے قلم اور ذہن کو ان افسوسناک [illegible]
کرنے سے نہ روک سکا۔ ناظرین مطمئن رہیں کہ میں پھر کسی فرصت کے وقت انکی خدمت میں [illegible]
کی کوشش کرونگا کہ گاہے ماہے اور کچھ نہیں تو اسلامی اخبارات کے ذریعہ سے وہ حالات [illegible]
کیا اور میری مضامین کیا مگر خیر۔

ہ باعث فرحت اصحاب تماشا ہونگی [illegible]

لہ ان حالات کا علم بھی حجاز [illegible]

دنیا میں کون شخص ہے جو ہر شخص اور دنیا کے ہر ایک شہر کو بیچ سکتا ہو؟

یہ سوال بڑا دلچسپ ہے۔ اور غالباً ناظرین ایسے شخص کے وجود کے بالکل منکر ہوں گے جسکا تمام دنیا پر اتنا بڑا اقتدار اور تصرف ہو کہ جس آزاد شخص کو چاہے بیچ دے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ شخص "شریف مکہ" ہے۔ اس اجمال کی تفصیل سنئے کہ مطوفین کے حالات سے آپ ضرور واقف ہوں گے۔ اگر آپنے اسوقت تک حج نہیں کیا تو میں بتا دیتا ہوں کہ مطوف وہ لوگ ہیں کہ حاجیوں کو بیت اللہ کا طواف کراتے ہیں۔ اور تا قیام مکہ حاجیوں کی خدمت اور ضروری کاروبار میں انکو مدد دیتے ہیں۔ مدینہ اور کربلا میں ایسے لوگونکو مزور و زیارت کرانیوالا اور بیت المقدس میں جہاں اکثر عیسائی آتے ہیں ان لوگونکو ترجمان کہتے ہیں مکہ مدینہ کربلا بیت المقدس غرض ہر ایک مقدس مقام پر ان لوگونکی خدمات قریب قریب ایک سی ہیں۔ صرف ناموں کا فرق ہے۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کیواسطے اسوقت مکہ میں پانسو سے زیادہ مطوف موجود ہیں۔ اور دن بدن ان لوگونکی زیادتی ہوتی جاتی ہے جو شخص مطوف ہونا چاہتا ہے اوسکو ابتدا میں ایک رقم کثیر بطور نذرانہ شریف اور اوس کے عملہ کو دینی ہوتی ہے۔ شریف کیطرف سے جو سند مطوف کو ملتی ہے اسکا مضمون یہ ہوتا ہے کہ ہمنے فلان شخص کو اجازت دی کہ ہندوستان کے فلان فلان شہر کے حاجیوں کو طواف کرائے مطوف کو جس شہر کے حاجی لینے منظور ہوتے ہیں۔ اسکا نام درخواست میں وہ ظاہر کر دیتا ہے۔ اس شہر کی حیثیت اور وہاں سے آنیوالونکی تعداد دیکھکر اس سے رقم طلب کیجاتی ہے بعض متمول اور صاحب مقدرت مطوفوں نے ہندوستان کے دس دس بارہ ضلعے خرید رکھے ہیں۔ ہر سال جو حاجی ان اضلاع سے آتے ہیں انکو سوائے اس شخص کے اور کوئی دوسرا مطوف طواف بیت اللہ نہیں کرا سکتا بعض سمجھدار لوگوں نے ہزارہا روپیہ خرچ کرکے فرقوں اور قوموں کو خرید لیا ہے۔ ابھی چند سال ہوئے ایک مطوف نے بوہروں کو خرید ا ہے اب اس قوم میں سے جو شخص حج کو آتا ہے وہ سوائے اس مطوف کے جسنے انکو خرید لیا ہے۔ دوسرے آدمی کو اپنا مطوف نہیں بنا سکتا۔ دنیا کا کوئی شہر جسمیں مسلمانوں کی آبادی ہو اسوقت ایسا نہیں جو مکہ میں کسی مطوف نے خرید نہ لیا ہو۔ یہ ایک عجیب لطف کی بات ہے کہ آپکو ایک شخص خرید تا ہے اور آپ ایک آدمی کے مملوک ہیں۔ اور آپکو خبر تک نہیں۔ بعض مطوف شہرونکو خرید تے ہیں اور بعض عام اجازت حاصل کرتے ہیں کہ جہاں کا شخص آگبوٹ سے اترکر ہمارا نام لے یعنی ہمیں مطوف تجویز کرے وہ ہمارا حاجی ہو سکتا ہے۔ مطوفین کے مقدمات بھی ایام حج میں اسقدر کثرت سے دایر ہوتے ہیں کہ غالباً سو میں ۷۵ ضرور ان لوگوں کے مقدمات ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ایک مطوف دوسرے مطوف کے ہاتھ اپنے حاجی اسطرح فروخت کر دیتا ہے جسطرح مکانات اثاث البیت بیچ سکتا ہے۔ متوسط الحال حاجی کی قیمت دس روپیہ سے پندرہ روپیہ تک ہے۔ اور غریب آدمی

Marfat.com

وہ روپیہ کو بھی ملسکتا ہے۔ مہذب دنیا اسوقت غلاموں کی تجارت بند کرنے کی کوشش کر [illegible]
ہر سال ہزاروں روپیہ ان اگبوٹوں پر خرچ کیا جاتا ہے۔ جو دریا میں غلاموں سے بھری ہوئی کشتیوں اور
دلالوں کو گرفتار کرتے ہیں۔ مگر جب وہ اس حیرت افزا واقعہ کو سنینگے کہ دنیا کے آزاد ترین اور تہذیب
تعلیمیافتہ لوگوں کی قیمت یہاں کیا مقرر ہے۔ تو یقیناً انکے خیالات کو سخت صدمہ پہونچیگا۔ جب حجاز میں یہ خبر
پہونچی کہ لیورپول اور امریکا میں مسلمان ہونے شروع ہوئے ہیں تو ایک شخص نے فوراً ڈیڑھ ہزار روپیہ خرچ کرکے
ان نومسلموں کو خرید لیا۔ یا انکی خدمت خرید لی۔ جیسا کہ یہاں کہا جاتا ہے۔ اسکو امید تھی کہ اسلام قبول کرنے کے
بعد وہ لوگ ضرور زیارت بیت اللہ کے واسطے آوینگے مگر افسوس آجتک ان لوگوں میں سے ایک بھی حج کے
واسطے نہیں آیا۔ جناب عبداللہ[ل] کولیم اور مسٹر ویب امید ہے کہ یہ خبر سنکر ضرور خوش ہونگے کہ انکا مالک جسنے زمانہ ہوا انکو
خرید لیا ہوا ہے انکا منتظر ہے۔ اس مضمون کو لکھتے میں نے اپنی قلم کو بہت روکا ہے اور احتیاط کی کوشش کی ہے کہ
اس مجہول اور ناپاک قصہ کو بیان کرتے ہوئے کہیں اسکی عفونت ناظرین کے دماغ کو پریشان نہ کردے مگر سمجھدار
ناظرین خود نتیجہ پر پہونچ جائینگے کہ جو شخص ہزاروں روپیہ خرچ کرکے حاجیوں کو خریدتا ہے آخر وہ بھی اپنا کچھ
نہ کچھ اور نفع نکالے گا یا نہیں۔

حجاز کا موسم تقریباً دو مہینے سے یہاں گرمی کا موسم شروع ہو گیا ہے۔ سال کے بارہ مہینوں میں
چار مہینے سردی اور آٹھ مہینے گرمی اس ملک میں رہتی ہے۔ سردی کے موسم میں یہاں
لحاف وغیرہ کی اتفاقیہ رات کو ضرورت ہوجاتی ہے۔ جب کبھی بارش ان دنوں میں ہوتی ہے۔ ہندوستان
کیطرح برسات کا یہاں کوئی وقت مقرر نہیں۔ اکثر ایام سرما میں دو چار مرتبہ اچھی طرح مینہ برس جاتا ہے۔ اور سچ
پوچھئے تو اس ملک میں زیادہ بارش کی ضرورت بھی نہیں۔ اگر زراعت ہوتی تو قانون قدرت کے موافق یہ سرزمین
بھی باران رحمت الٰہی سے محروم نہ ہوتی۔ اس سال شعبان اور رمضان میں بہت اچھی بارش ہوئی ہے جسکی وجہ سے
امید تھی کہ اس ملک کے مویشیوں کے واسطے حجاز کے دور دراز حصوں میں گھاس اور چارہ بکثرت پیدا ہو جاویگا
مگر بدنصیبی سے اس سال حجاز میں ٹڈی اس کثرت سے آئی کہ بہت معمر لوگوں کو بھی اسقدر ٹڈی کی آمد یاد نہیں۔ چند
روز تک برابر آسمان زرد رہا۔ جو کچھ سبز گھاس پیدا ہوا تھا۔ یہ آسمانی بلا صاف کر گئی۔ سردی کے دنوں میں
یہاں عموماً لوگ صافات کے جبے پہنتے ہیں۔ اور اپنے جسم کو سرد ہوا سے جو اس موسم میں اکثر چلا کرتی ہے بہت محفوظ
رکھتے ہیں۔ وہ سرد ہوا بہت خوشگوار اور فرحت بخش معلوم ہوا کرتی ہے مگر جسم کے کسی حصہ پر اگر اس ہوا کا

ل جناب مولوی صاحب اس خبر سے ان نومسلمان کو خوشخبری سنا دیں کہ سلطان المعظم کی سالگرہ تخت نشینی کے جلسہ کے موقعہ
پر [illegible] نومسلم نے سیر استنبول اور حج بیت اللہ کا قصد ظاہر کیا ہے۔ (وکیل)

Marfat.com

[illegible] کی حالت میں [illegible] ہو گیا۔ تو درد ٹھہر جاتا ہے۔ اور یہ درد ضعیفی اور ناتوانی کی حالت میں بہت تکلیف دہ ثابت ہوتا ہے۔ اصل سردی کا موسم حجاز میں صرف ایک ہفتہ ہے۔ جسکو یہاں "بردالعجوز" کہتے ہیں۔ کوئی بوڑھا شخص [illegible] کی وجہ سے اس سردی میں مر گیا تھا۔ یہ ہفتہ اکثر عقرب کی کسی ہفتہ میں آجاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے اس سردی کا نام بڑھی کی سردی رکھدیا گیا ہے۔ ہندوستان میں ملتان اور مارواڑ کی گرمی کا حال مجھے معلوم نہیں۔ مگر حجاز کی گرمی نہایت سخت ہونے کے ساتھ اس وجہ سے بہت تسلی بخش ہے کہ جو شخص مکہ کی گرمی پر صبر کریگا اوسکو آخرت میں ضرور اس گرمی کے بدلے میں معقول معاوضہ ملنے کی اُمید رکھنی چاہیئے اور اُمید ہے کہ خدا ضرور اپنے فضل و کرم سے اسوقت ہماری حالپر نظر رحمت فرمائیگا۔ جب وہ دن ہوگا کہ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ۔

حجاز کی گرمی میں یہ ایک بہت عمدہ بات ہے کہ جسقدر سموم اور لو تیز چلتی ہے اوسیقدر پانی ٹھنڈا ہوتا ہے اگر اس گرمی میں پانی بھی گرم ہی ہوتا تو شاید کوئی ذی روح ان دنوں میں یہاں نہ ٹھیر سکتا۔ ہندوستان کی طرح برف تو یہاں ہے نہیں کہ اُسی سے تسکین ہو جایا کرتی۔ یا کنوؤں کا تازہ پانی پی لیا کرتے۔ حقیقت میں یہ قدرتی ٹھنڈا پانی اسوقت خدا کی بڑی نعمت ہے۔ آجکل کھجوروں کا موسم ہے اور کھجوریں بہت سخت اور تیز گرمی اور لو سے پکتی ہیں۔ چند روز سے میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ صبح کے آٹھ بجے سے لیکر غروب آفتاب تک ایک وحشیانہ حالت میں تہ خانہ میں پڑا رہتا ہوں۔ اور طبیعت میں اسقدر اضمحلال اور خیال میں انتشار ہوتا ہے کہ کسی کام پر جی نہیں لگتا۔ سطور ذیل کو میں اسوقت لکھ رہا ہوں اور جو پسینہ میری پیشانی سے ٹپک رہا ہے اگر بار بار رومال سے نہ خشک کرلوں تو شاید ان الفاظ کو بہا لیجانے کو کافی ہوگا۔

حجاز کا شملہ امرائے مکہ اور تمام حکام گرمی کا زمانہ طایف میں بسر کرتے ہیں۔ اگر طائف جسکو حجاز کا شملہ یا عرب کی جنت کہنا بالکل درست ہے، نہ ہوتا تو ترک یقیناً بے موت اس گرمی میں مرجاتے۔ طایف مکہ سے تین مرحلہ اونٹ کی سواری پر ہے اور گدھے یا خچر پر ۱۴ گھنٹہ اور زیادہ سے زیادہ ۲۸ گھنٹہ کا رستہ ہے۔ طایف میں اسوقت مکانات کے اندر بغیر رضائی کے آدمی آرام نہیں پا سکتا۔ انار اور انگور اور دوسرے میوے جسقدر کثرت سے وہاں پیدا ہوتے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ جن لوگوں نے ہندوستان میں کابل کا انار دیکھا ہے۔ وہ لوگ طائف کے انار کو ادنیٰ دیتے ہیں۔ چونکہ میرا ارادہ چند روز کے بعد مہینے ڈیڑھ مہینے کیواسطے طائف جانیکا ہے۔ اسوجہ سے میں طائف کے حالات کو کسی آیندہ وقت پر ملتوی رکھتا ہوں۔ اگر ہو سکا تو وقعتہ زمین بر سر زمین وہیں سے لکھونگا۔

مکے کے بازار اسوقت یہاں کی عمارتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک پُرانی اور ایک وہ جو پچاس برس ادہر بنے ہیں پرانے مکانات اور بازاروں کو تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ کیسے اور کس ڈھنگ کے ہونگے۔ باقی نئے [illegible] عالیشان محلات میں استنبول اور مصر و اسکندریہ کے مکانوں کی نقل کیگئی ہے۔ اگر کسی مسلمان نے ذوق شوق [illegible] کی گلیوں اور مکانوں کا فرضی نقشہ اپنے ذہن میں کھینچ رکھا ہو اور اسکو دفعتاً اس مقدس اور واجب الاحترام

Marfat.com

[illegible]

مکانات کو دیکھ کر یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ ایک [illegible]

اور لین دین کی ایک بڑی منڈی ہے گا تیس چالیس [illegible]

میں لوگ منت لینا نہیں چاہتے تھے۔ اب چاندی بچا کر خرید ہو ہیں شہر کی آبادی [illegible]

سے کم نہیں ہے۔ اور ہر سال اسمیں ایک معتد بہ ترقی ہوتی جاتی ہے آبادی کے ساتھ معاملات اور تجارت [illegible]

میں ترقی ہے جسکا مختصر ذکر میں ابھی کرنے والا ہوں۔ یہاں کے مشہور بازاروں میں سویقہ جیسے سوق اللیل [illegible]

مدعا اور سوق الصغیر ہیں۔ سویقہ یہاں کا بازاروں میں ایک شاندار اور بڑا بازار ہے جیسے ہندوستان کا [illegible]

ٹین کی چادروں سے چھتے ہوئے ہوتے ہیں ویسے یہ چھتا ہوا ترکی۔ شامی۔ مصری۔ ہندی۔ تمام تاجر [illegible] اکثر

اسی بازار میں ہیں اور حج کے ایام میں اسقدر فروخت اس بازار میں ہوتی ہے کہ آدمی کو رستہ بمشکل ملتا ہے

مکہ کی تجارت

یہاں ہر قسم کا تجارتی مال مختلف ملکوں سے آتا ہے۔ ہندوستان میں کسی ملک کی بنی ہوئی چیز ہو مگر عوام اسکو ولایتی سمجھ کر بہت رغبت سے خریدتے اور استعمال کرتے ہیں۔ یہی حال یہاں

یہاں دیکھ رہا ہوں کہ جو چیزیں لنڈن و جرمنی اور جاپان و امریکا سے تیار ہو کر آتی ہیں۔ وہ تمام ولایتی ہی سمجھی جاتی ہیں کئی مرتبہ مجھ سے بہت تشریح کے ساتھ میرے احباب نے دریافت کیا ہے کہ ہندوستان سے عرب کو کیا چیزیں جاتی ہیں تاکہ حج کو آتے ہوئے وہ مال لیتے آویں۔ اور ایک پنتھ دو کاج والی مثل کر لیا کریں۔ اسوجہ سے خاصکر میں اسوقت ان چیزوں کو بیان کر دیتا ہوں۔ مگر اس کے ساتھ ہی میرا یہ مشورہ بھی ہے کہ کوئی صاحب حج کو آتے ہوئے اپنے ساتھ مال تجارت نہ لاویں جبتک انکو پورا تجربہ اور رفقا اور ہمراہیوں سے کافی امداد کی امید نہ ہو۔ ممکن ہے کہ ناتجربہ کاری اور ملک و زبان کی اجنبیت سے بجائے فائدہ کے الٹا نقصان ہو۔ اس خاص معاملہ میں تمام دنیا کے مسلمانوں سے شام کے باشندے [illegible]

شامی قافلہ کے ساتھ جو حاجی شام سے آتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھ تجارتی مال بھی لایا کرتے ہیں حج کے بعد شامی محمل [illegible] روز مکہ ٹھیرتا ہے۔ اس عرصہ میں شامی حاجی بہت اطمینان سے اپنا تمام مال شہر والوں اور دکانداروں کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں۔ اور چونکہ بازار سے وہ مال اکثر کسیقدر ارزاں پڑتا ہے۔ اسوجہ سے یہاں شادی کیواسطے بھی اکثر [illegible] ہیں شامی حاجی لوٹتے ہوئے اپنے خالی اونٹوں پر جنکا بوجھ وہ مکہ میں ہلکا کر دیتے ہیں۔ مدینہ منورہ تک [illegible] حاجیوں کو سوار کر لیتے ہیں۔ اس سال مینے بہت غور کے ساتھ اس شامی [illegible] اپنا مال بہت اطمینان سے [illegible] ایک روز اول فروخت کر دیا تھا انھوں نے [illegible] سے مال خرید کر بھر لئے جسکو رستہ میں [illegible]

جو مال شامی تاجروں نے یہاں سے خریدا اسمیں [illegible]

نہیں ... تعجب کی بات ہے کہ ہندوستان کی بنی ہوئی چیزوں کی بھی غیر ممالک میں عزت اور قدر ہے۔ افسوس ہے اس بات کا کہ ہمیں اپنے ملک کی صنعت اور دستکاری کی اتنی بھی قدر نہیں ہے جتنی قدر دوسرے ملک والے کرتے ہیں۔ میری دریافت پر ایک شامی نے مجھے بتایا۔ کہ ہمارے ملک میں ان ظروف ہندی کی مانگ دن بدن بڑھ رہی ہے۔ کیا ہندوستان کے تجارت پیشہ اصحاب اسوقت بھی گھر سے قدم باہر نہ نکالینگے

جو چیزیں ہندوستان سے آتی ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں:۔

ہر قسم کا غلہ۔ مرادآبادی برتن۔ آگرہ کی دریاں۔ اور جانمازیں۔ نیل۔ چاء۔ گرم مصالحہ۔ چھالیا۔ املی۔ ڈھاکہ کا چہار خانہ۔ سورت کا ریشمی کپڑا۔ گرم سوت وغیرہ۔ ڈھاکہ کے ریشمی کام کے رومال۔ بمبئی کا بنا ہوا دیسی کپڑا۔ چادریں بنیان۔ تولئے وغیرہ۔ کافور۔ عطر۔ دہلی کے جوتے۔ مگر کامدار نہیں۔ اور عطارہ کی اکثر چیزیں (دوائیں) چینی اور برائے نام چینی کے برتن۔ ان چیزوں کے سوا اور بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو یہاں ہندوستان سے بکثرت آتی ہیں مگر مجھے اسوقت یاد نہیں۔ یہاں سے صرف یہ دو چار چیزیں باہر جاتی ہیں۔

اسطوخودوس۔ سنا مکی۔ روغن بلسان۔ رومی مصطگی۔ مگر کم۔ مائیہ مشتر اعرابی۔ اور یہاں کے معمولی تبرکات۔ غلہ کی تجارت اس ملک میں اکثر ہندوستانی تاجروں کے ہاتھ میں ہے۔ باقی کئی چیزیں مثلاً شکر۔ مٹی کا تیل۔ ولایتی کپڑا وغیرہ جو چیزیں بہت کثرت سے اس ملک میں پہونچتی ہیں۔ یہ سب آسٹریا کے آنریری کانسل متعینہ جدہ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ شخص بہت بڑا تاجر ہے۔ اور لاکھوں پونڈ کی تجارت اسوقت اسکی حجاز میں پھیلی ہوئی ہے +

عرب کی جنگلی اقوام بدوؤں کا مختصر حال

جن مسلمانوں کو زمین حجاز اور اپنے معبد خانہ کعبہ سے ذرہ بھی تعلق ہے۔ انکے کان عرب کے جنگلی بدوؤں کے ہولناک قصوں اور اُن لوگوں کی لوٹ مار اور غارتگری کے فسانوں سے جنمیں حد سے زیادہ مبالغہ کیا گیا ہے ضرور آشنا ہونگے۔ میں اپنے اصلی وطن ہند سے جب عرب آیا۔ تو میری عمر اسوقت اتنی تھی کہ اسوقت کے سنے ہوئے قصے مجھے اسوقت تک اچھی طرح یاد ہیں۔ میرے خاندان کو دہلی کے غدر کے بعد ہی عرب سے ایک ایسا قریبی تعلق ہوگیا تھا کہ جسکی وجہ سے کئی ایک ایسے آدمی بھی جنپر حج کعبہ اور زیارت بیت اللہ فرض بھی نہ تھی اپنے ذاتی تعلق یا دل کی لگی کو اس ملک میں آئے اور اسی بہانہ سے خدا کے گھر کو دیکھ گئے۔ ایک خاندان سے بہت سے حاجی جمع ہوجانیکا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ہمارے گھرانے میں ضرورت سے زیادہ حجاز کے واقعات اور اس مبارک سفر کے قصے بیان کئے جاویں۔ حاجیوں کی زبانی بدوؤں کے جو حالات ہندوستان میں بیٹھے سنتے تھے۔ اسوقت ایک زمانہ دراز کے قیام اور تجربہ کے بعد انمیں سے اکثر مبالغہ آمیز اور بعض بالکل غلط ثابت ہوئے۔ سُنے سُنائے قصوں کی بنا پر اسوقت ہندوستان بلکہ دوسرے ممالک میں بھی عرب کے اصلی باشندوں کو ایک خونخوار اور سنگدل ظالم

Marfat.com

قوم خیال کیا جاتا ہے۔ اور اسمیں شک نہیں کہ ان ترکوں [illegible]
پر غالب آگئے ہیں۔ اور تمام خرابیوں اور ظلم کی جڑ ان [illegible]
کی ظلمت اسوقت عرب پر چھائی ہوئی ہے۔ اسکی نظیر دنیا کے کسی [illegible]
کے اور کہیں نہیں ملیگی جب سرزمین سے اسلام نکلکر آناً فاناً چاردانگ عالم میں پھیل گیا تھا [illegible]
باشندے شعائر اسلام سے ایسے معرا ہیں جیسے دارالحرب کے رہنے والے اسلام سے ناظرین شاید میرے اس بیان
مبالغہ خیال کریں۔ مگر جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ بالکل سچا اور واقعی حال ہے۔ ان لوگوں میں نہ [illegible]
ہیں۔ نہ ارکان اسلام کی پابندی۔ درندہ اور بہایم بشکل انسان۔ یہ مخلوق اس مقدس اور پاک [illegible]
ہے۔ جو لوگ شہروں سے قریب آباد ہیں یا شہروں میں آتے جاتے ہیں۔ وہ نماز اور روزہ اور ارکان اسلام
جانتے ہیں ورنہ پہاڑی اور دیہہ نشین لوگ نہ قرآن کی ایک سورت پڑھ سکتے ہیں۔ اور نہ نماز روزہ سے
کوئی تعلق انکو ہے۔ البتہ عام جہالت اور افسوسناک حالت کے ساتھ اسلام کا اتنا اثر اسوقت تک باقی ہے
کہ مشرک نہیں ہیں۔ مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم بانی مدرسہ صولتیہ نے حجاز کی افسوسناک اور
بدوؤں کی عبرت انگیز حالت سلطان المعظم سے بیان کرتے ہوئے ایک یہ ذیل کا واقعہ بھی بیان کیا تھا جو خود مولانا
پر گذرا تھا بیان کیا جاتا ہے۔ مولانا نے بیان کیا تھا کہ ایک بہت معمر حجازی اکثر تجھے شہر سے باہر جنت المعلیٰ
(قبرستان کا نام ہے) کو جاتے ہوئے ملا۔ اور اثنائے گفتگو میں نے اس سے دریافت کیا کہ تو کعبہ میں کتنی دفعہ گیا
نہیں گیا۔ تو اسنے جواب میں بیان کیا کہ میرے پاس ایک باغ کھجوروں کا ہے۔ اور سال بھر میں جب کھجوروں
کا موسم آتا ہے تو میں انکو بیچنے کو مکہ آتا ہوں اور شہر سے باہر ہی بیچکر جو کچھ لینا دینا ہوتا ہے اپنا کام پورا
کرکے لوٹ جاتا ہوں۔ تیس سال سے میں ہر سال دس بارہ دفعہ مکہ آتا ہوں مگر شہر میں ایکدفعہ بھی نہیں
گیا۔ اور نہ آجتک کعبہ کو دیکھا۔ نہ طواف کیا۔ بدوؤں کی جہالت کی بے انتہا افسوسناک قصوں میں سے ایک
یہ قصہ بھی ہے جو ناظرین نے ابھی پڑھا ہے۔ اور اس سے ملک کی عام حالت وہ بہت کچھ سمجھ سکتے ہیں

اس آخری صدی میں دنیا کی ہر ایک قوم اور ہر ملک کے رہنے والوں نے اپنی طرز معاشرت میں زمانہ اور
وقت کی مصلحت کے موافق کچھ نہ کچھ ضرور اصلاح اور تغیر و تبدل کیا ہے۔ مگر عرب کے اصلی باشندے اسی خواب غفلت
میں ہیں جس نیند کہ وہ کئی برسوں ادھر سوئے تھے۔ ناظرین اخبار کو شاید خلجان ہوگا کہ [illegible] زمانہ
تصور کیا ہے کہ جسکی پاداش میں انکا یہ حالت میں مبتلا کیا گیا ہے؟ اس سوال سے کہنے والا خود بہت
زیادہ مائل ہے۔ ممکن ہے کہ بعض باتیں زبان قلم سے ناگفتنی نکل جاویں۔ یا [illegible] دل [illegible]
ہو جاوے۔ تو پھر بھی کانٹوں سے دامن چھوڑانا مشکل ہو جاویگا [illegible]

حکومت خویش خور ولی انتہ گدائی گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

عرب میں یوں تو چھوٹے بڑے سینکڑوں قبیلے اور جماعتیں ہیں۔ مگر وہ قبیلے کہ جن پر حجاز کا امن موقوف ہے حسب ذیل ہیں۔ قریش۔ ھذیل۔ عبدلی۔ بنی حامد۔ بنی زہران۔ عتیبہ۔ عوف۔ بنی سالم۔ حازمی۔ سلامیہ۔ بنی ہتیم۔ بشر۔ جہنیہ۔ روقہ۔ احمدی۔ محاوی۔ جابری۔ بطیر۔ خواری۔ یہ وہ زبردست اور با اثر قبیلے ہیں فی بیان کئے ہیں۔ جو ادنیٰ اور ذرا ذرا سی باتوں پر پچاس پچاس ہزار آدمی لیکر میدان کارزار میں ایک دوسرے کے مقابلہ موجود ہو جاتے ہیں۔ عرب کی شجاعت محتاج بیان نہیں۔ اور شجاعت کے لوازمات میں جہالت ایک بہت بڑا جزو ہے۔ اور یہ بات ان لوگوں کا اسوقت خاص حصہ ہے۔ یوں تو عموماً ممالک عثمانیہ میں ہتھیاروں کی زیادہ روک ٹوک اور باز پرس نہیں مگر خاصکر عرب میں گورنمنٹ ٹرکی بالکل ہی ان لوگوں کی حالت سے چشم پوشی کئے ہوئی ہے۔ بدوؤں میں شاید کوئی ایسا بدنصیب شخص ہوگا جسکی پاس ایک دو بندوق یا تلوار نہ ہوگی۔ ملک کی حالت پُرامن رکھنے کے لئے سلطنت عثمانیہ ان قبایل کی بہت زیادہ دلجوئی کرتی ہے۔ قبائل کے مشائخ اور رئیسوں کو معقول وظیفے دیئے جاتے ہیں۔ اور ہر طرح مناسب رعایتیں اور سہولتیں برتی جاتی ہیں۔ مگر چونکہ سلطنت عثمانیہ نے ان بدوؤں سے براہ راست اپنا تعلق نہیں رکھا اور شریف مکہ کی معرفت یہ کام لیا جاتا ہے۔ اسوجہ سے ان لوگوں کے حقوق کی پوری حفاظت نہیں ہوتی۔ اور بسا اوقات شریف مکہ کی ادنیٰ سہل انگاری سے عرب میں سخت مشکلات پیش آجانیکا اندیشہ ہوتا ہے۔ رجال حکومت عثمانیہ اور وزراء باب عالی سے جہاں اور بہت سی ضروری باتوں میں غلط فہمی۔ اور ناعاقبت اندیشی ہوئی یا ہو رہی ہے۔ انہی معاملات میں ان حجازی بدوؤں کا معاملہ بھی ہے۔ جو سلطنت عثمانیہ کے واسطے ایک لازوال اور اعلیٰ درجہ کی قوت ہو سکتی ہے۔ عرصہ ہوا میں نے ٹائمز آف انڈیا کے ایک مضمون کا ترجمہ پڑھا تھا۔ جسمیں مضمون نگار نے بہت خوشی کے ساتھ بیان کیا تھا کہ عرب کے باشندے گورنمنٹ انگریزی کی حکومت اپنے لئے خوشی سے قبول کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے مضمون نگار کے اس خیال پر ہنسی کے ساتھ سخت افسوس بھی ہے کہ جب عرب کے اصلی باشندے اپنے ہم مذہب ترکوں کو صرف اسوجہ سے نظر حقارت دیکھتے ہیں کہ انکا طرز تمدن عیسائیوں کیطرح ہے۔ تو پھر وہ کس طرح انگریزی حکومت کو اپنے واسطے پسند کر سکتے ہیں جن لوگوں کا مارڈالنا عربوں کے نزدیک بڑا ثواب اور کار خیر ہو انکو اپنے اوپر مسلط اور حاکم مقرر کرنا۔ ٹائمز کے مضمون نگار ہی کی سمجھ میں آیا ہوگا۔ بارہا بدوؤں نے جدہ اور طائف کا تار اسوجہ سے کاٹ دیا ہے کہ اسلام کی زمین پہ نصرانیوں کی ایجاد بہت برا کام ہے۔ ان قبایل میں علتبیہ بہت بڑا قبیلہ ہے۔ اور اسکی شاخیں حجاز سے لیکر عراق عرب اور شام تک پھیلی ہوئی ہیں شرافت اور نجابت میں سب سے زیادہ معزز قبیلہ ابتدا سے عرب میں

Marfat.com

قریش ہے۔ یہ لوگ بہ نسبت دوسرے قریش [illegible]
اور بہ نسبت دوسرے قبائل کے مرفہ الحال بھی ہیں۔ [illegible]
نے دیکھی ہو کہ خاتم النبیین اسی قبیلہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ [illegible]
بکریاں اور دس بیس کھجوروں کے درخت بس یہی انکے واسطے دنیا کی بہت بڑی دولت [illegible]
رہائش کی کوئی جگہ ان لوگوں کی مقرر نہیں ہوتی۔ ہندوستان میں ایک قوم خانہ بدوش ہے جو
بنجارہ کہا جاتا ہے۔ اُنہی کی طرح یہ لوگ بھی اسباب کے متلاشی رہتے ہیں کہ جہاں پانی اور انکے
واسطے گھاس مل جائے۔ اوسی جگہ قیام کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی رسم و رواج اور آپس کی شادی [illegible]
تعلقات بھی دنیا سے نرالے ہیں۔ جنکو بیان کرنے کے لئے یہ خط کافی نہیں۔ قبیلہ ھذیل میں [illegible]
جب مرد کی شادی ہوتی ہے۔ اوسی دن اوس کے ختنہ کئے جاتے ہیں۔ اور شادی بھی صغر سنی میں نہیں
ہوتی۔ نکاح سے پہلے وہ لڑکی شرط کرتی ہے کہ اگر اسنے ختنوں میں واویلا اور آہ دیکانہ کیا تو وہ جوانمرد ہے اور
میں اس سے شادی کرنے پر راضی ہوں۔ اور اگر مرد کے چہرہ پر تکلیف کی وجہ سے ذرا بھی پژمردگی یا اداسی چھا
گئی تو نسبت فسخ ہو جاتی ہے۔ ختنہ بھی ایک عجیب وحشیانہ طریقے سے کیا جاتا ہے۔ قبیلہ کے بڑے بڑے
معزز لوگ جمع ہوتے ہیں اور اُس لڑکی کو مجمع میں بلایا جاتا ہے۔ جو اپنے چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے حاضر
ہوتی ہے۔ اور مجمع کے بیچ میں مرد کو ہاتھ میں ایک نیزہ دیکر کھڑا کیا جاتا ہے۔ پھر نائی ایک ایسے استرے سے
کہ جسکی دھار سے معمولی قلم تراش بھی اچھا ہوگا دولہا کے عین ناف کے نیچے سے کھال بہت بیدردی کے ساتھ
اوتارنا شروع کرتا ہے اور گھٹنوں سے کچھ اوپر تک رانوں کی تمام کھال چھیل ڈالتا ہے۔ جس وقت یہ ظالمانہ
کرتب کیا جاتا ہے تو لڑکی دولہا کے روبرو کھڑی ہوتی ہے اور اس کے آباؤ اجداد اور بزرگوں کے مردانہ
کارنامے ایک بہت دلکش پیرایہ میں پڑھتی ہے یا گاتی ہے جو نظم میں ہوا کرتے ہیں۔ دوسری عورتیں اوس وقت
اظہار مسرت کے لئے گاتی اور دف بجاتی رہتی ہیں۔ دولہا پر جب یہ حالت گذرتی ہے تو وہ خوب چست و
چالاک اور بشاش ہو کر کھڑا رہتا ہے۔ اور تمام جلسہ خاصکر لڑکی پر یہ ظاہر ہونے نہیں دیتا کہ اس وحشیانہ
عمل کا اسپر کچھ اثر ہوا ہے۔ مرد اگر اس کڑی امتحان میں پاس ہو جاتا ہے۔ تو پھر اوسوقت نکاح ہو جاتا ہے
اور اگر مرد نے اس تکلیف سے ذرا بھی منہ بنالیا تو لڑکی صاف انکار کر دیتی ہے کہ ایسا بزدل اور [illegible] شوہر
نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان میں شاید بعض لوگوں نے سنا ہوگا۔ کہ عرب میں عورتوں کے بھی ختنے ہوتے
ہیں۔ اسکی اصل صرف اتنی ہے کہ پیدائش کے وقت جب دایہ ناف کاٹتی ہے اوسی وقت [illegible] کھال
کو بھی جو کسیقدر زائد عورتوں کے مقام مخصوص پر ہوا کرتی ہے [illegible]

Marfat.com

بھی نہیں ہوتا اطبا کا اتفاق ہی کہ اگر یہ کھال کاٹ دیجاوے تو عورت کی خواہش میں بہت کچھہ کمی ہو جاتی ہے عرب میں یہ رسم ایام جاہلیت سے چلی آتی ہے۔ بعض باتیں خصوصیت کے ساتھہ اون لوگوں میں پائی جاتی ہے جو دوسری اقوام میں نہیں سنی گئیں بچپن سے یہ لوگ نشانہ مارنا سیکھتے ہیں۔ اور چند روز کے بعد اسقدر ملکہ اور مہارت پیدا کر لیتے ہیں کہ جسکو دیکھنے سے حیرت ہوتی ہے۔ ایک دوست اپنا گذرا ہوا قصہ بیان کرتے تھے کہ مدینہ منورہ جاتے ہوئے ایک منزل پر جب قافلہ ٹھیرا ہوا تھا تو میں کنوئیں پر وضو کیواسطے گیا اور ایک مضبوط ڈوری میں لوٹا باندہ کر کنوئیں میں لٹکا دیا۔ بدوؤں کے دو تین لڑکے جنکی عمریں نو دس سال سے زیادہ نہ ہونگی۔ کنوئیں کے منڈیر پر بیٹھے ہوئے کھیل رہے تھے۔ اونمیں سے ایک لڑکے نے پتھر کا باریک مثلث ٹکڑا جو پہلے سے گھڑا ہوا اُس کے پاس تھا۔ کنوئیں میں ڈور پر مارا اور لوٹا ٹوٹ کر کنوئیں میں گر پڑا۔ جو میرے چلے آنے کے بعد لڑکوں نے نکال لیا ہو گا۔ جو لوگ قطاع الطریق اور راہزنی کا پیشہ کرتے ہیں وہ اکیلے دوکیلے مسافر کو دیکھکر پہلے دور سے پتھر اُٹھاتے ہیں۔ اگر مسافر تجربہ کار اور اون لوگونکے حالات سے واقف ہے۔ تو بھاگتا نہیں۔ بلکہ اُلٹا اُس مارنیوالے کیطرف خود آجاتا ہے اسصورت میں اگر کچھہ پاس ہوتا ہے تو وہ لے لیتا ہے اور جان بچ جاتی ہے۔ اور اگر پتھر اُٹھاتے ہوئے دیکھکر بھاگنا شروع کیا تو پھر سلامتی آدمی مشکل ہوتی ہے۔ وہ دو تین پتھر سر میں اس زور سے مارتا ہے کہ زخمی ہو کر مسافر غریب خود گر پڑتا ہے۔ رستہ میں اگر مسافر کو کسی مشتبہ اور مخدوش آدمی سے سامنا ہو جائے تو اوسکے واسطے یہ تدبیر بہت اچھی ہے کہ جلدی سلام میں سبقت کرے۔ اگر بدوؤں نے سلام کا جواب دیدیا تو پھر بیخوف ہو جاوے۔ سلام کا جواب دینے کے بعد پھر یہ شخص تکلیف نہ دیگا۔ جو لوگ راہزنی اور ڈاکہ مارنے کا کام کرتے ہیں وہ سلام کا جواب اوسوقت تک اوس شخص کو نہیں دیتے جبتک اونکی نیت سلام کرنیوالے کی نسبت نیک اور صاف نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ دخیل بھی ایک عجیب چیز ہے۔ اگر کسی شخص نے کسیکو قتل کر دیا ہو۔ اور وہ مجرم کسی دوسرے شخص کے دامن یا چادر وغیرہ میں گرہ باندہ دے تو بس یہ قاتل اُس کی دخیل میں آگیا مقتول کے عزیز اُسوقت تک قاتل سے بدلہ نہیں لے سکتے۔ جبتک وہ شخص زندہ ہے جسکے دخیل میں قاتل چلا گیا ہے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ کسی کی دخیل میں کوئی مجرم آگیا ہے اور دوسرے قبیلہ نے مجرم کو طلب کیا اور نوبت بجنگ پہونچگئی۔ اور سینکڑوں ہزاروں آدمی طرفین کے قتل ہو گئے مگر اُس مجرم کو نہیں دیا۔ اون لوگوں میں بڑا عار ہے کہ اگر کوئی شخص ہماری پناہ میں آجاوے اور پھر اوسکو دیدیں عربوں میں یہاں تک اس دخیل کی پابندی ہے کہ اگر کوئی لڑکے کو مار کر اوس کے باپ کے دامن میں آکر گرہ دیدے تو باپ خود اپنے لڑکے کے قاتل کو دوسرے عزیزوں کے ہاتھ سے بچاتا ہے۔ جو خرق عادت باتیں اون لوگوں میں پائی جاتی ہیں اُنمیں سے اِسوقت دو تین کا میں ذکر

کردیتا ہوں۔ بادل دیکھ کر عموماً بدیہہ بتادیتے ہیں کہ اس بادل سے بارش ہوگی یا نہیں یہ ... وقت تھوڑی سی زمین کھود کر اپنا سر اسمیں گھسا دیتے ہیں اور چند لمحہ کے بعد بتا دیتے ہیں کہ قافلہ ... اتنی منزل اور فلانی سمت پر ہے۔ اونٹ کا نقش قدم دیکھ پرکھکر اونٹ کے باقی حالات معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ فلان نسل اور اس قسم کا ہے۔ عرصہ ہوا میرے ایک معزز دوست نے جو اکثر مدینہ منورہ رہا کرتے تھے یہ قصہ بیان کیا تھا۔ اور پھر اکثر لوگوں سے تواتر کے ساتھ اسکو سنا۔ اس موقعہ پر اسکو بیان کرنا شاید ناظرین کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ آٹھ نو برس ادہر جب عرب میں سخت قحط اور گرانی کا زور شور تھا۔ اُسوقت ایک بدو مدینہ منورہ میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے سامنے آکھڑا ہوا اور اسنے بڑی بے تکلفی اور سادگی کے ساتھ اپنی تقریر اس طرح شروع کی۔ کہ "یا محمد میں بہت دور سے تیرے پاس آیا ہوں کیا تجھے خبر نہیں کہ ہمارے باغ خشکی سے سوکھ گئے۔ اور اونٹ و بکریاں بھوکھ سے مر رہی ہیں۔ ہم برباد ہو گئے۔ بال بچے پریشان ہیں تو کیسا خدا کا حبیب ہے۔ اگر ہمارے واسطے بارش کی دعا کرے اور ہماری وادی پر مینہ برس جائے تو میں تیرے سے وعدہ کرتا ہوں کہ ایک مشک گھی میں تجھے دونگا" غریب بدو نے یہ الفاظ کہنے ہی پایا تھا کہ خادمان حرم محترم چاروں طرف سے اسپر ٹوٹ پڑے۔ اور وہ غریب جان بچا کر بھاگا۔ شہر سے نکلا ہی تھا کہ اسنے اپنے گاؤں پر بادل اور ابر رحمت گھرا ہوا دیکھا۔ اور وہ سمجھ گیا کہ مینہ ضرور برسے گا۔ پھر شہر میں لوٹ کر آیا۔ اور ایک مشک گھی خریدا اور سیدھا چھپا کر روضہ مبارک تک پہونچا۔ قریب پہنچکر جالیوں سے گھی اندر بہا دیا اور زور سے کہتا ہوا چلدیا کہ اگر تو وعدہ کا سچا اور پکا ہے تو میں بھی اسیوقت اپنے وعدہ کو پورے کئے جاتا ہوں۔ گھی سے بڑھکر انکے نزدیک کوئی نعمت نہیں۔ مہمان نوازی اس قوم پر ختم ہے ۔

حجاز کا شملہ یعنی طایف

مکرمی مولوی محمد انشاء اللہ صاحب کسی پہلے خط میں یہ بات ظاہر کر چکا ہوں کہ حجاز کے نہایت دلچسپ اور مرغوب شہر طایف کے حالات کسیوقت میں ناظرین کیخاطر قلمبند کرونگا۔ کئی روز کے متواتر ارادہ اور عزم کے بعد آج کچھ چند منٹ کی مہلت ملی ہے جسکو غنیمت سمجھ کر میں ایفائے وعدہ کرتا ہوں۔ جن مقامات اور چیزوں کو میں نے سفر کی تکلیف اونٹوں کی سواری اور جسمانی درد اٹھا کر دیکھا ہے۔ امید ہے کہ انکا مختصر حال کتاب کی صورت میں ناظرین آرام کے ساتھ دلچسپی اور شوق کے ساتھ ملاحظہ فرمادیں گے۔

طایف مکہ معظمہ سے تقریباً چالیس میل پر واقع ہے۔ قافلہ تین دن میں اور خچر گدھے رات دن میں بہت آسانی سے یہاں آسکتے ہیں۔ مکہ سے آتے ہوئے راستہ میں ایک پہاڑ حائل ہے جسکو جبل کرا کہتے ہیں اس پہاڑ کی چڑھائی ساڑھے تین یا زیادہ سے زیادہ چار گھنٹہ ہے۔ چونکہ اس پہاڑ پر چڑھکر اونٹ نہیں جا سکتے ...

Marfat.com

ہے اسکو بہت جکلا اور پھیر کے بعد سیدھے رستہ پر آنا پڑتا ہے خچر اور گدھے ہی ہماڑتکلف پہاڑ کے رستہ سے آتے جاتے ہیں۔ اگر خچر مضبوط اور اچھا ہو تو سوار کو پہاڑ پر پیدل چڑھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ورنہ اکثر مسافر کو پاپیادہ تین چار گھنٹہ اچھی محنت کرنی پڑتی ہے۔ مکہ معظمہ کی سخت گرمی اور لو اور طایف کی پرفزا اور فرحت بخش ہوا کی درمیان میں صرف جبل کرا ہی حائل ہے۔ پہاڑ کی بلندی پر چڑھ کر انسان کو خالق ارض و سما کی ایک عجیب حیرت انگیز قدرت اور حکمت کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ ایک طرف پہاڑ کی جڑ میں تپش آفتاب سے پتھر تک سیاہ نظر آتے ہیں اور دوسری طرف ظہر کیوقت ٹھنڈے پانی میں ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ طایف کی وجہ تسمیہ میں بہت سی مختلف فیہ اقوال بیان کئے گئے ہیں جنمیں زیادہ مستند یہ قول ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا پر حضرت جبریل علیہ السلام نے شام کی زمین سے یہ ٹکڑا اُٹھا کر اسجگہ رکھدیا۔ زمین شام کو یہاں نصب کرنے سے پہلے چونکہ کعبہ کا طواف کرادیا گیا تھا۔ اسوجہ سے اسجگہ کا نام طایف ہو گیا۔ طایف کی آب وہوا اور بعض خاص خاصیتوں میں جو زمین شام کی ساتھ خصوص ہیں۔ یہاں بالکل فرق نہیں۔ اور سب سے زیادہ جو بات قابل غور و فکر ہے وہ یہ ہے کہ شام میں جبل لبنان اور حوران کے درمیان میں ایک ٹکڑا زمین کا ایسا موجود ہے جو بالکل حجاز کی زمین سے مشابہ ہے۔ وہاں سوائے خار وار ببول کے درختوں کے اور کوئی میوہ دار درخت پیدا نہیں ہوتا۔ ان دونوں مقاموں کی حالت میں سقدر تغیر عظیم اور مشابہت نامہ دیکھ کر ایک غیر مسلم بھی ضرور سہات کو تسلیم کرلیگا کہ زمین کے یہ دونوں ٹکڑے قانون قدرت نے ضرور ردوبدل کئے ہیں۔ طایف کی راحت انگیز ہوا۔ باغوں کی کثرت فواکہ کی ریل پیل دیکھکر کبھی انسان کو یہ خیال نہیں گذر سکتا کہ یہاں سے چند گھنٹے کے رستہ پر یہ تمام دلچسپ اور خوشگوار نظارہ خواب و خیال ہو جاتا ہے۔ خاص شہر طایف کی آبادی اب سے بیس پچیس برس پہلے کچھ زیادہ بارونق اور منتظم نہ تھی۔ اب تک اکثر مکانات کچے جیسے ہندوستان کے دیہات میں ہوا کرتے ہیں موجود ہیں۔ بازار اور گلی کوچے بھی وسیع نہیں ہیں شہر پناہ بھی کچی اینٹوں سے بنی ہوئی ہے۔ جب سے حکام اور امراء مکہ کو موسم گرما طایف میں بسر کرنیکا خیال پیدا ہوا ہے۔ اس روز سے طایف کی آبادی اور رونق بہت زیادہ ترقی کر رہی ہے۔ شہر پناہ کے اندر وسعت اور گنجایش نہ تھی کہ عالیشان محلات اور فرحت افزا باغات بن سکتے۔ اب شہر پناہ سے باہر آبادی شروع ہے۔ ہر مکان کے ساتھ ایک پائین باغ ہے جنکے تسلسل سے حد نظر تک سوائے سبزہ زار اور میووں سے لدے درختوں کے اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔

میں نے اپنی مدت العمر میں فواکہ کی اسقدر کثرت کسی جگہ نہیں دیکھی۔ جسقدر میں اسوقت یہاں دیکھ رہا ہوں ممکن ہے کہ اگر میں کابل یا شام میں کچھ مدت قیام کرتا تو مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ جو میوے اسوقت بازار میں فروخت ہو رہے ہیں۔ اگر انکو تاریخ میں بیان کردوں تو ناظرین کو زیادہ وضاحت یہاں کے حالات کی ہو جائیگی

Marfat.com

انگور ڈیڑھ آنہ سیر۔ انار بہت اچھی ایک پیسہ کے پانچ چھ۔ انجیر ایک آنہ سیر [illegible]
زرد آلو پانچ پیسہ سیر۔ ممکن ہے کہ بعض مقامات پر یہ میوے یہاں سے بہت زیادہ ارزاں ہوں۔ مگر [illegible]
معمولی گیہوں چھ سیر سے زیادہ نہ ملتے ہوں۔ وہاں میووں کا یہ نرخ ضرور تعجب انگیز ہے۔ کچھ دنوں سے طایف کے
نواح میں زراعت بھی ہونے لگی ہے۔ مگر اسوقت تک سلطنت عثمانیہ نے زراعت پر اور باغات وغیرہ پر کسی قسم
کا زرلگان یا عشر وغیرہ مقرر نہیں کیا۔ مگر اب امید ہے کہ آیندہ زمانہ میں کوئی سرکاری رقم بھی یہاں کی زمینوں
پر مقرر ہو جاویگی۔ اگر اخبار معلومات وزراعت معدنیات وزراعت کو اسطرف توجہ دلائے۔ اور اس ملک کے
زراعت پیشہ بدوؤں کو تقاوی اور ضروری سامان فلاحت سے سرکار امداد دے تو حجاز کا یہ حصہ یقیناً آباد اور
زرخیز ہو سکتا ہے۔ طایف کے نواح میں جو گاؤں قرن۔ مثناۃ۔ ہدا وغیرہ آباد ہیں۔ میں قصداً وہاں گیا اور زمین
کی حالت اور موجودہ زراعت کو دیکھا ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔ یہ تمام زمین قابل زراعت ہے۔ اور پانی
بھی بکثرت موجود ہے۔ افسوس میں خود معلومات کو یہاں سے براہ راست اس قسم کی کوئی مراسلت جو اخبار میں
شایع ہو سکے نہیں بھیج سکتا۔ ورنہ زمین حجاز کو اس بے اعتنائی کی حالت میں نہ رکھنے میں ضرور کوشش کرتا۔

مکہ معظمہ سے طایف تک تار و ڈاک کا انتظام بھی معقول ہو گیا ہے۔ اور خاصکر جسوقت حکام یہاں ہوتے ہیں
اسوقت بہت زیادہ نگرانی ہوتی ہے۔ فوج کے قیام اور رہنے کے لئے یہاں کوئی چھاؤنی یا بارک نہ تھی۔ چار مہینے
تک فوج گرمی کا زمانہ اکثر خیموں میں پورا کرتی تھی۔ اب دو سال سے ایک اتنی بڑی بارک جسمیں چھ ہزار آدمی
معہ سامان جنگ توپخانہ وغیرہ کے رہ سکیں۔ تیار ہو رہی ہے۔ امید ہے کہ آٹھ دس مہینہ میں تیار ہو جاویگی۔
گورنر کو اسکی بنا کا اسقدر خیال ہے کہ ہر روز عصر کے بعد جب اپنے دفتر سے نکلتا ہے تو پہلے اس تعمیر کو دیکھ کر پھر مکان
پر واپس جاتا ہے۔ چار سو آدمی ہر روز کام کرتے ہیں۔ جس باغ میں اسوقت میں ٹھیرا ہوں وہاں سے یہ بارک
بہت قریب ہے۔ میرے واسطے طایف میں سب سے زیادہ دلچسپ اور مرغوب نظارہ وہ ہے جسوقت ترکی فوج قلعہ سے
نکل قواعد کرتی ہے۔ چونکہ یہاں کا موسم نہایت خوشگوار اور سرد ہے۔ دہوپ میں وہ تیزی اور حدت نہیں جو
مکہ میں ہے۔ اسوجہ سے بہ نسبت مکہ اور جدہ کے فوج پر تعلیم اور قواعد وغیرہ کا بہت زیادہ تشدد یہاں رہتا ہے۔ ہر روز
صبح و شام چار گھنٹے قواعد ہوتی ہے۔

تقدس اور بزرگی میں بھی یہ جگہ کچھ کم نہیں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو طایف حد حرم ہی
میں داخل ہے علاوہ اس کے زمین طایف نے بہت سے بزرگان دین کو اپنی گود میں سلا رکھا ہے۔ رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی عبد اللہ بن عباس جیسے جلیل القدر شخص طایف ہی میں مدفون ہیں۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لخت جگر عبد اللہ الملقب بطیب وطاہر محمد ابو القاسم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے

Marfat.com

مسا فرانِ بیحد قیمتی یہیں مدفون ہیں۔ صحابہ کرام میں زید ابن ثابت۔ عکرمہ۔ عبداس اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور شہدی غزوہ حنین وطائف اکثر طائف میں مدفون ہیں۔ زبیدہ اور اس کے بھائی عبدالمنعم کی قبر بھی اسی جگہ ہے۔ جن جن مقامات پر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا ہے۔ یا جس جگہ آپکے قدم مبارک پڑے ہیں۔ وہ جگہیں اسوقت تک زیارتگاہ عالم ہے۔ اور جبتک دُنیا میں مسلمان ہیں۔ ان مقامات کی تعظیم اسیطرح ہوتی رہے گی۔

صحت کیواسطے یہاں کی آب وہوا نہایت ہی مفید ثابت ہوتی ہے۔ شہر سے باہر ایک کنواں ہے جو کسی زمانہ میں ایک بدوؤں نے کھودا تھا۔ اسوقت یہ کنواں "بیر عجلان" کے نام سے مشہور ہے۔ ڈاکٹروں نے اس کنوئیں کے پانی کو نہایت عمدہ اور نفیس قرار دیا ہے۔ میرے خیال میں آبادی کا دو ثلث حصہ اس کنوئیں کا پانی کو پیتا ہے۔ اپنا تجربہ تو خود بھی ہوا ہے کہ مکہ معظمہ میں وہ وقت مقررہ کے سوا بہت کم اشتہا ہوا کرتی تھی اور اب میں خود تین اور بعض دن چار دفعہ کھانا کھاتا ہوں۔ یہاں کی حالت دیکھنے کے بعد اب میری رائے ہے کہ امراء ہند اگر حج کعبہ کیواسطے مکہ معظمہ آویں تو انکو اصل مقصود سے فارغ ہو کر ضرور اپنی صحت اور تبدیل آب وہوا کیواسطے ایک دو مہینہ یہاں آکر قیام کرنا چاہیئے۔ اس جگہ کو اگر جنت الحجاز کہا جاوے تو بالکل درست ہے۔ یہاں کی قابل تذکرہ حالات میں نے نوٹ کر لیئے ہیں جنکو پھر کسیقدر تفصیل کے ساتھ نذر ناظرین کرونگا۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۱۷ھ

جدید مساجد کی تعمیر کے شوق عامہ کے مہلک نتائج اور پھر اونکی عمارتوں میں تکلف اور اسراف سے کام لینے کی مختلف خرابیوں اور نقصانات کیطرف یہ خادم ابنائے قوم کو بارہا توجہ دلانے کی کوشش کر کے اونکو مشورہ دے چکا ہے۔ کہ قوم کو اس کام سے بدرجہا زیادہ ضروری کاموں کے لئے روپیہ کی سخت ضرورت ہے جن کاموں کو اسطرح سے روپیہ فضول اور بلا ضرورت تعمیرات پر خرچ کرنے سے خرچ کرنیوالے معرض تعویق میں ڈالنے کا باعث ہو رہے ہیں۔ ان تحریروں سے بڑا مدعا یہ تھا کہ مضے ما مضے۔ گزشتہ غلطیونکی تو کوئی تلافی نہیں ہو سکتی۔ آیندہ کیلئے اس اسراف کا ارتکاب رک جائے۔ اور مسلمان اپنے ہادی برحق رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے صحابہ کرام وخلفائے راشدین کے طریق عمل اور نظیر سے جنسے بڑھکر اسلام سے سچی محبت کسی فرد بشر کو نہیں ہو سکتی استفادہ کر کے اس روپیہ کو جسے وہ تعمیر مساجد پر صرف کرنا چاہتے ہوں۔ ایسے کاموں پر لگائیں جنسے قوم وملت کی حالت سنور کر اسکی حقیقی شان وشوکت کے بڑھنے میں یقیناً مدد مل سکتی ہو۔ ہم نہیں کہہ سکتے ہماری ان تحریروں کا قوم پر کچھ اثر ہوا یا نہیں۔ اور آیا اون سے کسی بزرگوار کا عزم وارادہ ادھر سے ہٹ کر کسی فی الواقع مفید کام کیطرف متوجہ ہوا یا نہیں۔ تاہم ہمکو کرزن گزٹ دہلی کا تازہ ترین پرچہ دیکھنے سے یہہ مسرت ضرور حاصل ہوئی ہے کہ ہماری قوم کے چند دیگر اخبار بھی اس قباحت کو شدت سے محسوس کرنے لگ گئے ہیں۔ اور خدا نے چاہا تو ان چند اخبارات کی مجموعی

کوششیں ابنائے ملت کی اس غلط فہمی کو رفع کرنے میں زیادہ موثر ہیں۔ اور مذہبی [illegible] خلاصہ جسمیں اون پیر دین فروش ملّا اعدائے دین وملت ادعائی ملاؤں کی قلعی بھی طرح سے کھولی ہے۔ وہ صرف اس لحاظ مخلصانہ ہے کہ اونہوں اس خادم کی تحریروں کی پرزور تائید کی ہے بلکہ اسوجہ سے بھی کہ اونہوں نے مؤثر ترین پیرایہ میں مسلمانوں کو اس معاملہ میں مشورہ دیا ہے ذیل میں درج کر دیا جاتا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

مسلمانوں کی بدقسمتی اونکی زندگی کے ہر پہلو پر برابر اثر ڈال رہی ہے۔ اونکی دنیاوی حالت جیسی قابل رحم ہے اسیطرح اونکی دینی حالت بھی انتہا افسوسناک ہے۔ اور وہ دن قریب آنیوالا ہے کہ موجودہ حالت سے بھی پست ہو کے وہ صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ گھن ایسا لگ گیا ہے جو انہیں ایک دن خاک کر دیگا۔ اور پھر بھی نہ معلوم ہوگا کہ مسلمان اس سرزمین میں آباد بھی تھے یا نہیں۔ وہ گھن دینی خرافات ہے جنہوں نے اون کے اخلاق، عادات، معاملات اور طرز معاشرت کا ایسا ستیاناس کیا ہے کہ کہیں کے بھی نہ رہے۔

انہی نالایق لوگوں کی وجہ سے تعمیرات مساجد کا تمام ہندوستان میں وہ زور ہے کہ "نعظمتہ بتہ"۔ اگر کل ہندوستان میں ایک سال کے اخراجات تعمیر مساجد کا اوسط لگایا جائے تو شاید ایک کروڑ روپیہ سے زیادہ بڑھ جائے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمان کے لئے ایک نئی مسجد کی تعمیر زیادہ ثواب کا کام قرار دیا گیا ہے۔ مگر جب مساجد اس کثرت سے موجود ہوں کہ نمازی نماز پڑھنے کو نہیں ملتے ہوں۔ پھر تعجب ہے کہ نئی مسجدوں کی تعمیر میں کیوں روپیہ برباد کیا جاتا ہے سُننے کے تعجب اور افسوس ہوگا کہ شہنشاہی جامع مسجد دہلی کی پائین میں مسجدیں برابر بنتی چلی جاتی ہیں اور اوسکا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ جمعہ کی نماز متعدد مساجد میں ہوتی ہے۔ اور مسلمانوں نے جامع مسجد میں نماز پڑھنا ترک کر دیا ہے۔ خلفائے راشدین ان لوگوں کے خیال میں مسجدوں کی تعمیر کا ثواب نہیں سمجھتے تھے کہ اونکا خیال باوجود حکومت اور دولت صرف چند مساجد تک محدود رہا۔ اور سوائے فلاح وبہبودی کے جو وہ مسلمانوں کے لئے کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کوئی کسر نہیں کی۔ حضور مقبول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک مسجد بنائی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صرف بیت المقدس میں تو ایک مسجد کی تعمیر نہیں کی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صرف بیت المقدس میں تو ایک مسجد کی تعمیر کی بنیاد رکھی مگر مدینہ منورہ میں نئی مسجد بنانے کا انہیں کبھی خیال نہیں آیا۔ اسیطرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کبھی اس طرف خیال رجوع نہیں کیا۔ کہ بے ضرورت نئی مساجد بنا کے مسلمانوں کا روپیہ برباد کرتے۔ عمرو بن العاص فاتح مصر نے صرف ایک ہی مسجد تعمیر کرنی کفرستان میں ضروری سمجھی۔ اگر ہمارے یہ حقیقی اور واجب الاحترام پیشوایان دین چاہتے تو صدہا مساجد تعمیر کرا سکتے تھے مگر وہ جانتے تھے کہ متعدد مساجد بنانے سے اسلام کی یکجہتی میں فرق آئیگا۔ اور مسلمانوں کا روپیہ برباد ہوگا۔ مگر موجودہ زمانہ میں ملانوں نے جو یہ یقین

والا ہے کہ جوں ہی یہنوایک مسجد کی تعمیر کی فوراً مولوی صاحب کی نگرانی میں ایک حوتی کا محل بہشت میں

بن کے تیار ہوگیا۔ مسلمان فاقہ کشی کریں۔ اونکے معصوم بچے برباد ہوں معصوم بن بیاہی لڑکیاں بیٹھی ہیں

مصیبت میں گھل جائیں۔ اُنکی طرف خیال کرنا سخت گناہ ہے۔ وعظوں میں علانیہ بیان ہوتا ہے جسنے ایکبار بھی

ہمارا وعظ سُنکر اُسپر عمل کیا دوزخ کی آگ ہمیشہ تک اوسپر حرام ہوگئی۔ اور جسنے بیعت کرلی تو اوسکا آدھا جنت پہنچ گیا

جتنا روپیہ مساجد میں خرچ کیا جاتا ہے وہ سب دو تین برس تک محفوظ رکھ لیا جاوے اور پھر اوسکا ایک دینی

دار العلوم کھولا جائے۔ اور مصر و روم سے علما التعلیم کے لئے بلائے جائیں تو کیا اجد لوگ دار العلوم ہم ہندوستان

میں نہیں قایم کرسکتے۔ وہ مسلمان بچے جنکے والدین کم استطاعت ہیں۔ ایسے دار العلوم میں تعلیم پائیں۔ پھر صنعت

حرفت سیکھیں پھر موجودہ علوم سے بہرہ ور ہوں پھر دیکھئے مسلمان کس طرح ترقی نہیں کرتے اور ٹھیکا یا لکیونکر

بچارہ سکتی ہیں کہ مسلمان مفلس مسلمان نالایق مسلمان جاہل مسلمان [illegible] محتاج مسلمان بد اخلاق ہیں۔

سوال صرف یہ ہے کہ ملانے مسلمانوں کو ایسا کرنے بھی دیں گے یا نہیں؟ یہ سوال بہت مشکل ہے اور اس کا

جواب اسلئے سخت محال ہے کہ ملانوں کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کو [illegible] دوسرے مسلمان

بھائی کا فایدہ ہونے دیں جو در [illegible] مسجد میں [illegible]

میں خدا کا گھر کہتی [illegible] مگر اب وہ خدا کا گھر [illegible] تعمیر ہو جاتی

ہیں مسجد بننے نہیں پائی کہ ایک پتھر کندہ کر کے یہ لگایا جاتا کہ یہ حنفی مسجد ہے [illegible] یہ مالکی ہے

یہ حنبلی ہے تعجب کی بات ہے کہ جو شخص حضرت امام شافعی کے اصول پر [illegible] آمین بالجہر کرتا ہو

یا رفع یدین کرتا ہو اوسکی مجال نہیں کہ وہ حنفی مسجد میں دو رکعتیں بھی نماز کی پڑھ سکے۔ اور اگر کوئی مسلمان

بدقسمتی سے بھولا بھٹکا ناواقفیت میں وہاں چلا گیا۔ پھر اوسکا خیر سے آنا مشکل ہے۔ [illegible] جان سے تو

نہ مار ڈالا جاوے گا۔ مگر ادھموا تو ضرور کردیا جائیگا۔

اخلاق و فیوض سلطانی

ڈاکٹر [illegible] اپنی کتاب [illegible] میں لکھتا ہے کہ وہی دولت عثمانیہ [illegible]

شان تک مٹ جانے کا خطرہ عظیم پیدا ہوگیا تھا۔ آج ایسی [illegible]

نہیں ہوئی تھی۔ اور یہ سب کچھ موجودہ سلطان باعدل با سیاست اور دانش [illegible] صفات

کا پرتو ہے۔ یورپین مدبرونکو توقع تھی کہ اب یہ سلطنت گھنٹوں کی مہمان ہے۔ اور [illegible] سلطان

ذی شان کی ظل عاطفت میں اوسنے اسقدر اور ایسی جلد ترقی کرلی کہ [illegible] نہیں

ہوسکتا تھا۔ یہ سلطان عادل و با سیاست اور با ہوش و فرہنگ و [illegible]

Marfat.com

گزینی اونکا ایک طبعی وصف ہے تخت عثمانیہ پر رونق افروز ہوا تھا ۔ کہ ...
پامال خزانہ برباد۔ اور فوج نابود ہوگئی۔ مگر اس فرزانۂ بےنظیر نے اپنی تدبیر صائب سے تھوڑی ہی عرصہ میں
سلطنت کی سابقہ سطوت وجلالت کو ہی بحال نہ کرلیا۔ بلکہ استقلال رائے ۔ دور اندیشی ۔ اور فوق العادہ
شخصی جفاکشی اور محنت ومشقت اور خالی از خطرہ امور کو اختیار کرنے سے اُسے پہلے سے کئی گنا بڑھا دیا۔ اور مدبران
یورپ جو سلطنت عثمانیہ کی حیات تازہ کو محالات سے تصور کرتے تھے یہ کیفیت دیکھکر ششدر رہ گئے ہر
منصف مزاج کو یہہ تسلیم کرنے سے عذر نہیں ہوگا کہ سلطان المعظم کی یہ کارروائی بیشک معجزہ سے کم نہیں
کہ فوج کے بالکل نیست ونابود ہوجانے کے بعد اوسی پندرہ برسوں کی قلیل مدت میں پھر ایسا مضبوط کرلیا کہ
وہ سلطنت کی حفاظت کرنے کی کماحقہ قابل اور دیگر دول عظام کی افواج کی ہم پلہ وہمسر ہوگئی۔

اعلیحضرت نے عام رعایا اور اوس کے مقتدر طبقہ میں ایسی لوگ پیدا کرلئے ہیں جو فطرتاً تدابیر ملکداری
میں اور فوجی امور کی اصلاح میں اون کے ہمخیال ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سنہ ۱۸۷۷ء کے حوادث نے جنہی
دولت عثمانیہ کے پولٹیکل قوا یکسر معطل ہوگئے تھے بزرگانِ قوم کی آنکھیں کھولدیں۔ اُنپر دول فرنگ
کی سازشوں کا راز اور اونکا دلی منشاء آشکارا ہوگیا۔ اور اس سے ملت ومذہب کی محبت اور حب الوطنی
جو ترکوں کی نہاد وطبائع سے بالکل خارج ہوچکی تھی۔ فی الفور عود کرآئی۔ اور ایسی شدت سے عود کیا کہ خود
سلطان المعظم کو بھی ویسی توقع نہ تھی۔ تمام ترکونکو معلوم ہوگیا کہ یہ غفلت اور سستی عنقریب سلطنت کی
بربادی کا باعث ہوگی۔ اب خیر اسی میں ہے کہ اسلاف کی تاریخ اور سابقہ عظمت وجلال کو پیش نظر رکھکر اپنی
آپکو ایسا آراستہ اور مستعد بنایا جائے کہ دشمنوں کا مقابلہ استقامت کے ساتھ کیا جاسکے۔ قوم کی اس
بیداری اور انتباہ سے جلالتمآب کو ترقی کے وسائل بہم پہونچگئے۔ اور ان وسائل سے اُنہوں نے وہ کر
دکہایا کہ دشمن ومعاند کی آنکھوں میں سراس چکا چوندہ پیدا ہوگئی۔ جلالتمآب نے اپنی رعایا کو اہالی
مغرب کے مقابلہ کے قابل بنانے کے لئے وہی طریقہ اختیار کیا جو قدیم رومنوں نے افریقہ میں اہالی کارتھیج کی
برخلاف اختیار کیا تھا۔ جس طرح اونہوں نے اپنے رقیبوں کی مدافعت کے لئے کامل قوت پیدا کی۔
اسیطرح اعلیحضرت نے اہالی یورپ سے آلات وادوات جنگ مستعار لئے۔ اور اس امر پر آمادہ ہو بیٹھے۔ کہ
بوقت ضرورت اُنہیں آلات سے اپنے یوروپین اعدا کی قلع قمع کریں۔ یہہ آلات دماغی ومعنوی دو نو
قسم کے تھے۔ سلطان المعظم نے یہہ آلات اوسیطرح فراہم کئے جیطرح پرشیا نے اپنی پستی وتنزل کیحالت میں
کئے تھے۔ ان آلات واسلحہ سے اعلیحضرت مدارس وفوج کی اصلاح۔ تجارت وزراعت وصناعت کی ترقی
اور ریلوے کی توسیع جو تمام ترقیوں اور کفایت شعاری کا منبع ہے فرما رہی ہیں۔ اور ان تمام امور کو

جو زمانہ سابقہ میں بعید از امکان نظر آتے تھے۔ پولیٹیکل حالت اور خزانہ دولت کی وسعت کے بر طبق اپنے معاصرین کے برابر عمل میں لا رہے ہیں۔ میرے یہ بیانات جو خود غرضی یا خوشامد سے بالکل خالی ہیں۔ ان لوگوں کو جنہوں نے ہر وقت دولت عثمانیہ کی مذلت اور فضول شکایت کرتے رہنا اپنا شعار بنا رکھا ہے۔ ضرور دریائے خجلت و شرمساری و حیرت میں غرق کرنیکا باعث ہوں گے۔ یہ تمام واقعات بالکل صحیح اور مبالغہ سے سراسر خالی ہیں اور انکی تصدیق اکثر منصف مزاج اور صاحب تحقیق یورپین و امریکن سیاحوں کے بیانات سے ہو رہی ہے۔ چنانچہ جنوری ۱۸۹۵ء کے ماہواری رسالہ کنٹمپوریری ریویو نے جو یورپ کے معتبر رسالوں میں شمار ہوتا ہے۔ مسٹر الیگزینڈر رٹیرل کی روایت پر جو ۲۴ برس کامل ٹرکی میں رہے۔ اور مغرب کے مشہور مدبروں میں شمار کیے جاتے ہیں حسب ذیل مضمون تحریر کیا تھا۔

سلطان عبد الحمید اہالی یورپ اور شرف نیاز حاصل کرنے والوں کی تسخیر قلوب کے لئے کسی وقت کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتے اور ایسے لوگ جناب ممدوح کی اصالت و نجابت۔ دلربائی۔ مروت۔ شجاعت اور اعلیٰ سیاست و دانش کے مقر و معترف ہیں۔ تمام عقلمندان یورپ متفق ہیں کہ اگر مذہبی امور کو نظر انداز کیا جائے تو سلطان المعظم بالکل یورپین ہیں وہ خود سری اور خود مختاری جو آجکل صرف مشرقیوں کا خاصہ ہو رہی ہے۔ اونمیں روس کے متوفی زار سے زیادہ نہیں۔ اور لیاقت و قابلیت اور طبعی استعداد میں زار روس پر بدرجہا زیادہ فوقیت رکھتے ہیں۔ سلطان زار کی طرح شخصی قوت کا اظہار نہیں کرتے۔ بلکہ مذہبی لحاظ سے اور ملک و ملت کی طرز معاشرت کے مطابق اپنے اقتدار و حکومت کو قایم فرما رکھا ہے۔ اگر جلالت مآب نے ارمنوں کو سزا دی ہے تو اوسمیں وہ معذور بلکہ مجبور تھے کیونکہ یہ لوگ بغاوت کے برپا کرنیکا باعث ہوئے تھے۔ اس بارہ میں میں سلطان کی کسی کارروائی کو قابل الزام نہیں دیکھتا۔ بلکہ انکی بڑائی کرتا ہوں۔ اس عہد مسعود کے عجیب واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ سلطان المعظم نے اپنے ملک کو تمام مہذب ممالک کے ہمسر بنا دیا ہے۔ اور رعایا کی تعلیم کے متعلق چند برسوں میں جو کچھ انہوں نے کیا ہے گزشتہ چند نسلوں میں کل سلاطین نے اسقدر نہ کیا تھا۔ اور یہ اسیکا ثمرہ ہے کہ ملک کی امراض وبائیہ سے کامل خلاصی ہو گئی ہے اور رعایا کی حفظان صحت کا نہایت معقول انتظام ہو گیا ہے۔

صاحب الوز سلطان کی سیاست کے متعلق جو ہزیان لکھا ہے وہ قابل التفات نہیں۔ کیونکہ ہمارہ ملاس قوم بھی اپنے پادریوں کی تقلید کی ہی جو نادانی سے ہمیشہ سلطنت عثمانیہ پر لعن و طعن کرتے رہتے ہیں لیکن پھر بھی اگر اسکا لب لباب لیا جائے تو اس سے بھی جلالت مآب کی صفت و ثنا مترشح ہوتی ہے

Marfat.com

سلطان کی شکل و شمایل کے متعلق بیشمار تحریریں موجود ہیں۔ کیونکہ عام مجمعوں میں اور بادشاہوں کی
نسبت جلالت مآب کو دیکھنے کے بہت زیادہ موقعے ہیں۔ اور جو شخص چاہے جمعہ کے دن محل سلطانی میں
انکی زیارت سے مشرف ہو سکتا ہے۔ سلطان المعظم ہر جمعہ کو سرائے یلدز سے برآمد ہو کر نماز جمعہ کے لئے جامع
یا کسی اور مسجد کو تشریف لیجاتے ہیں۔ اوس وقت عموماً غازی عثمان پاشا شیر پلیونا ہمرکاب ہوتے ہیں۔ اس
دن ہر شخص جو پاکیزہ لباس رکھتا ہو شرف حضوری حاصل کر سکتا ہے۔ تمام مہمانوں کی مکان سلاملق
میں چائے وغیرہ سے تواضع کیجاتی ہے۔ حضرت خاتم الرسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے مولود مسعود کے دن بلا
استثنا جو چاہے ملاقات کر سکتا ہے۔ اُس دن جلالت مآب کسی کی ملاقات سے انکار نہیں کرتے۔ وزیر سررشتہ
تعلیم حاضرین سلاملق کے ناموں کی فہرست پیش کرتا ہے۔ اونمیں سے جنکو سلطان ذاتی طور پر جانتے
ہوں اونکی اعلیحضرت کیطرف سے مزاج پرسی کیجاتی ہے۔ اس مجلس میں باشندگان استنبول اور اکثر سفراء دول
باشندگان دول غیر لباس ہائے فاخرہ پہنکر شامل ہوتے ہیں۔ البتہ چند برسوں سے انگریز ایسا نہیں کرتے اور
معمولی پوشاک پہنے جلوس سلاملق کے مشاہدہ کو جاتے ہیں۔

ڈاکٹر ہارنس درتہ تحریر کرتے ہیں کہ اکثر یورپین اخبارات میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ اعلیحضرت سلطان عبد الحمید خان
ثانی فطرتاً مہموم و مغموم اور متوحش و متفکر طبیعت نظر آتے ہیں۔ لیکن اس بارہ میں میرا ذاتی تجربہ اور نیز
میرے دوستوں کے بیانات اس روایت سے بالکل اختلاف رکھتے ہیں۔ جس زمانہ اور جس حالت میں جلالتمآب
تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے تھے۔ وہ زمانہ اور حالت ہی تشویشناک تھی۔ مزید برآں چونکہ سلطان المعظم
خلاف مرضی و خواہش تخت نشینی پر ایک طرح سے مجبور کئے گئے تھے۔ یہ طبعی امر تھا کہ رنج و فکر کا اثر اون کے
چہرہ پر نمایاں ہو جاتا۔ یہ کوئی عجیب امر نہیں۔ نہ یہ اثر ہمیشہ قایم رہتا ہے۔ اعلیحضرت نہایت بامروت
صاحب الضیافت۔ رحیم اور عطوف ہیں۔ اور اپنے اہلبیت سے بیحد محبت اور مانوسیت رکھتے ہیں پچھلے
دنوں میں چند عزیزوں۔ بالخصوص دختر بلند اختر کے داغ مفارقت نے ذات ہمایونی کو بیشک اور بھی
مغموم بنا دیا تھا۔ لیکن جلالت مآب فطرتاً ترش رو اور تلخ خو نہیں ہیں۔ جیساکہ فرنگی اخبارات کا بیان
ہے۔ خود مینے کئی دفعہ جلالت مآب کو متبسم بلکہ خوب ہنستے ہوئے دیکھا ہے۔ چنانچہ ایک دن شوکت مآب نے
ایک مصاحب سے ایک غریب شخص کے متعلق دریافت فرمایا۔ مصاحب نے جواب دیا۔ وہ نہایت متقی اور
پرہیزگار شخص ہے۔ ہمیشہ اپنے گھر بیٹھا رہکر اپنا کام کاج کرتا رہتا ہے۔ اگر کبھی باہر آتا ہے۔ تو فقط مسجد
میں باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے۔ آجتک کسی نے اُسے قہوہ خانہ یا کسی مشتبہ مجلس میں نہیں دیکھا۔
سلطان نے فرمایا عجب آدمی ہے کہ ہمیشہ مسلمان رہنے پر قادر ہے۔ مصاحب نے عرض کیا کہ حضور صدا

کے باوجود ایسا غریب سُنا جاتا ہے کہ گرمی کے دنوں میں اپنے مکان میں ننگا پھرتا رہتا ہے۔ یہ فقرہ سُنتے ہی اعلیحضرت بہت ہنسے۔ بسا اوقات جب سلطان المعظم مسرور ہوں تو تمام خدام حتّٰے کہ [illegible] باورچیوں اور حمالوں تک کے چہرے کھِل جاتے ہیں۔

باایں ہمہ اگر اعلیحضرت بعض اوقات غمگین دکھائی دیتے ہوں تو مقام تعجب نہیں۔ کیونکہ کوئی ایسا بادشاہ دیکھا یا سُنا نہیں جو ہمیشہ خوش و مسرور رہے۔ اگر کسی ملک کے بادشاہ کی یہ کیفیت ہو تو اس ملک اور ملت کی حالت پر رونا واجب ہے کیونکہ یہ اس امر کا ثبوت ہوگا کہ اُسے اپنی ملک و رعیت کا کچھ غم نہیں۔ اور اونکی بہبودی کا کوئی فکر نہیں رکھتا۔ جلالت مآب مسکرات سے ہی متنفر نہیں بلکہ مستورات کی صحبت کو بھی طبعًا ناپسند کرتے ہیں۔ اس کے اور اونکے کثرت مشاغل کے باوجود کسی شخص نے کسی وقت اُن کو متوحش نہیں پایا۔ شوکت مآب صبح کے پانچ بجے ملکی کاروبار کے انصرام میں مصروف ہوتے ہیں۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سکریٹریوں (پیشکاروں) کو گھر جانے کی فرصت نہیں ملتی اور رات سلطانی محل ہی میں بسر کرکے پھر علی الصباح کام میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ منیر پاشا رئیس التشریفات کا بیان ہے کہ ہم عثمانی لوگوں نے استقلال۔ بردباری۔ اور رحمت کیشی کی عادت و صفت جلالت مآب سے ہی حاصل کی ہے [illegible] سخت سے سخت شورش یا بلوہ و ہنگامہ بغاوت کے وقت بھی حضرت سلطان المعظم کو کبھی مشوش پریشان نہیں دیکھا۔ منیر پاشا ایسے صادق القول اور معتبر دیانت دار انسان دنیا میں بہت کم ملتے ہیں۔ بہرحال اس مسئلہ پر میری نسبت سفرائے دول جو ہمیشہ شرف حضوری حاصل کرتے رہتے ہیں [illegible]

منجملہ دیگر اہتمامات ایک یہ اہتمام بھی یلدز میں ہے خاص جلالت مآب پسند کرتے ہیں کہ انکو اپنی رعایا کی طرف سے ہر وقت جان کا خطرہ رہتا ہے۔ اس لئے ہمیشہ فوج اونکی حفاظت میں مشغول رہتی ہے۔ اور جہاں کہیں مقیم ہوں۔ فوج چاروں طرف سے آکے احاطہ کئے رہتی ہے۔ ہمیں کوئی شبہ نہیں کہ تمام بادشاہوں کی نسبت جلالت مآب کے داخلی و خارجی دشمن زیادہ ہیں۔ داخلی دشمن وہ نوجوان ترک ہیں جو اپنے آپ کو تعلیمیافتہ کہتے ہیں۔ مگر درحقیقت تمام ترک قوم میں سے اجہل ترین اشخاص ہیں [illegible] کے خواہاں ہیں۔

خارجی دشمن وہی عیسائی مذہب گروہ یانی اتحاد اور قیصیں لوگ ہیں جو ہر روز کوئی نہ کوئی فساد بلاد عثمانیہ میں برپا کراتے رہتے اور انجمنیں منعقد کرتے رہتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ محل سلطانی ہی میں اس قدر عوام کی آمدورفت نہیں اور وہ اس قدر سہولت سے داخل نہیں ہو سکتے جیسے کہ اونکو سلطانی محل میں داخل ہونے کے لئے حاصل ہے۔ ہر قسم کے مرد و عورت محل سلطانی کو آتے جاتے رہتے ہیں۔ خود میں ایک انگریز دوکاندار

Marfat.com

کو جو سرائے میں موکان رکھتا تھا دیکھا کہ وہ اکثر محل سلطانی میں بیٹھا ہوا دوسرے سفرائے خارجہ کے ساتھ ملکر بیٹھتا اور سگریٹ پیتا تھا۔ ایک دن میں سرائے سلطانی کو گیا اور شام کے وقت جب واپس آنے لگا۔ تو صرف دو تین نفر پیش خدمتوں کو لباس میں فقط خوابگاہ سلطانی کے قریب جو دیکھے۔ اور کسی جگہ کوئی آدمی دروازہ تک نہ دیکھا جہاں چند سپاہی پھر رہے تھے۔ واپسی کے وقت میں عرصہ دراز تک ایک کونے کے دروازہ پر جسکے اندر سلطان المعظم مشیران سلطنت کے ساتھ مہام سلطنت میں معروف تھے کھڑا رہا۔ مگر کسی نے مجھے وہاں کھڑا ہونے سے نہ روکا۔ نہ وہاں سے ہٹایا۔

ڈاکٹر ہارنس بارتھ لکھتے ہیں۔ ترکوں کا شہنشاہ قومی خاصہ وقار ہے۔ اُن سے تکلم کیوقت کبھی ناشائستہ حرکات وسکنات سرزد نہیں ہوتیں۔ جلالت مآب کی ذات میں یہ صفت گو بدرجہ اتم موجود ہے مگر اسکے ساتھ ہی ایسی ملاطفت ملی ہوئی ہے کہ جس شخص کو شرف تقدمبوسی حاصل ہو وہ دل وجان سے ذات شوکت سمات کا والہ وشیدا ہو جاتا ہے۔ رسم سلاملق کے بعد ہر جمعہ کو دربار عام ہوتا ہے۔ اعلیحضرت قبضہ شمشیر کے سہارے عثمانی جرنیل کے لباس میں تخت خلافت پر رونق افروز ہوتے ہیں۔ اور طمغہ امتیاز کا ایک نشان سینہ پر آویزاں ہوتا ہے۔ گفتگو منیر باشا کے توسط سے فرماتے ہیں۔ دربار سلاملق کے ماسوائے جلالت مآب ہمیشہ سادہ لباس زیب تن فرماتے ہیں۔ بغیر اجازت کوئی شخص سلطان المعظم کے سامنے نہیں بیٹھ سکتا۔ اور جس شخص کو شرف حضوری حاصل ہو۔ اُسے جبتک حاضر خدمت رہے۔ ہاتھ سینہ پر رکھنے پڑتے ہیں۔ اوصاف سلطانی کا یہ مختصر ساشمہ بیان کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔ کہ مَیں جتنی دفعہ ممالک عثمانی کو گیا ہوں۔ ہر مرتبہ احمد مدحت آفندی روزانہ اخبار ترجمان حقیقت کے مدیر سے ملاقات کی ہے۔ آفندی موصوف علم لسان کا جید عالم اور مجلس حفظان صحت کا نائب میر مجلس ہے۔ وہ مضبوط جسم اور عالی دماغ شخص ہے۔ اور ترکی زبان کی اصلاح وترقی میں عالمگیر شہرت حاصل کر چکا ہے۔ آفندی موصوف بلاشبہ نادر دیگانہ افراد زمان میں سے ہے۔ اور اعلیحضرت کو اسکی وفاداری۔ حق شناسی حب الوطنی اور بے غرضی پر کمال اعتماد ہے۔ بنابریں اگر اس موقعہ پر اس بزرگوار کے حالات کے متعلق چند کلمات تحریر کئے جائیں تو بیجا نہ ہوگا۔ اسکی زندگی کے حالات عجیب حیرت انگیز ہیں۔ عرصہ ہوا اسے آزادی طلب نوجوان ترکوں کا ہمخیال تصور کر کے جزیرہ رہوڈس میں نظر بند کر دیا گیا تہا۔ مگر جب جلالت مآب سلطان عبدالحمید تخت نشین ہوئے تو اسے فی الفور جزیرہ سے واپس بلا کر شرف حضوری سے ممتاز فرمایا۔ اور اپنے ہوا خواہان خاص کے زمرہ میں شامل کر دیا۔

ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ مجھے جس کسی مسئلہ میں احمد مدحت آفندی سے گفتگو کا

سے معلومات کی زیادتی کا باعث ہوئے۔ عموماً مذہبی مباحثہ ہوتا۔ جو آخر مسلمانوں اور عیسائیوں کی طرز معاشرت اور طریق عمل کے باہمی موازنہ پر ختم ہوتے۔

یہ گفتگو صرف موجودہ زمانہ پر ہی نہ ہوتی۔ بلکہ زمانہ سلف کے مسلمانوں اور عیسائیوں کے متعلق بھی بحث کیجاتی عیسائی محاربات صلیبی کو مدنظر رکھکر مسلمانوں سے بہت برافروختہ ہو رہے ہیں۔ لیکن اگر سلطان صلاح الدین کے زمانہ کے واقعات کو بنظر غور دیکھا جائے تو اوس وقت بھی مسلمان عیسائیوں کی ساتھ کمال مراعات مذہبی روا رکھتے تھے۔ سلطان سلیم اول نے ایک دفعہ اپنی قلمرو سے تمام نصاریٰ کو خارج بلکہ قتل کر دینے کا ارادہ کیا لیکن شیخ الاسلام نے آیات کلام اللہ پیش کرکے سمجھایا کہ بادشاہ کا کام بلا تمیز مذہب اپنی تمام رعایا کے جان و مال کی حفاظت کرنا ہے نہ کہ غیر مذہب کو ایذا دینا۔ سلطان نے اس نصیحت سے متنبہ ہو کر اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ یہ اسی حکم قرانی کی طفیل ہے کہ ایشیا ر کوچک میں نصرانی رعایا ابتداء حکومت سے باامن زندگی بسر کر رہے ہیں۔ حالانکہ اوس زمانہ میں کسی فرنگی طاقت کو معاملات سلطانی میں دخل دینے کی مجال نہ تھی۔ برعکس اس کے یورپ میں یہ کیفیت تھی کہ ہسپانیہ کے عیسائی یہودیوں اور مسلمانوں کو زندہ آگ میں جلا رہے تھے۔ اور فرانس کے رومن کیتھولک باشندوں نے پروٹسٹنٹ مذہب والوں کو تہ تیغ اور پامال کر کے بقیۃ السیف کو انگلستان بھگا دیا تھا۔ اس زمانہ میں اگر کوئی پادری کبھی پروٹسٹنٹ مردہ کی نماز جنازہ پڑھتا تو اوسی وقت قتل کر دیا جاتا تھا۔ اسلام نے اپنے معتقدین کو دیگر مذاہب بالخصوص عیسائیوں کے ساتھ حسب اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔ وہ واقعات متذکرہ صدر سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ احمد مدحت آفندی نے اس بارہ میں مفصل بحث کی ہے۔

خیرات سلطانی

مسلمان بچوں کی ختنہ پر شاہی اعانت استنبول میں

حضرت سلطان المعظم عبدالحمید خان خلیفۃ المسلمین کے عہد سعادت مہد میں یہ تیسری مرتبہ ہے کہ استنبول کے عام و خاص مسلمان بچوں کے ختنہ پر خزانہ عامرہ سے مدد دی گئی ہے۔ اس رسم کیواسطے آج یوم دوشنبہ ۲۶ محرم الحرام کی تاریخ مقرر تھی۔ چنانچہ چار بجے ترکی جو انگریزی ٹایم کے موافق ۱۲ بجے کا وقت ہوتا ہے۔ مقامات ذیل میں یہ رسم عمل میں آئی۔

(۱) سرگی ہمایون — واقع بشکتاس	(۲) یلدیز — واقع بشکتاس	
(۳) شفاخانہ حمیدیہ — ایضاً	(۴) گموش صولی — ایضاً	
(۵) شفاخانہ حمید پاشا — اسکدار	(۶) دار الشفقہ — استنبول	

تعداد بچوں کی آج سے پیشتر درج رجسٹر ہو چکی ہے وہ قریباً ۳۰ ہزار کے ہے۔ سرگی ہمایون میں حضرت

Marfat.com

سلطان المعظم کے فرزند ارجمند عبدالرحیم آفندی اور چار کس بچہ لئے خاندان شاہی کے ... علاوہ شاہی منصب داروں کے بچوں کے ختنہ بھی اسی جگہ قرار پائی ہے۔ اوساط الناس اور عامہ ... کے واسطے باقیماندہ مقامات تجویز ہوئے ہیں۔ ہر ایک مقام میں نہایت عمدہ آرایش کیگئی اور عمایدہ علما کے نام دعوتی رقعے جاری کیے گئے۔ چنانچہ دار الشفقہ میں فضیلت مآب* خالص آفندی کے روشناس کرنے سے خاکسار بھی مدعو تھا۔ سب سے اول خلیفۃ المسلمین کیواسطے دعا مانگی گئی۔ ایک دستہ پیادگان فوج شاہی کا حاضر تھا۔ خطیب دعا مانگتا تھا۔ امرا علما طلاب۔ عام حاضرین جلسہ آمین کہتے تھے۔ خاتمہ دعا کے بعد ختنہ شروع ہوئی دار الشفقہ میں ڈہائی سو پلنگ معہ بستر ے اور ضروری سامان کو آراستہ تھا۔ اور دو دو بچوں کے لٹانے کیواسطے ہر پلنگ پر بڑی بڑی تکئے رکھی ہوئی تھے۔ یہ پلنگ عمدگی اور آراستگی میں ایسی تھی جیسے ہندوستان کے امرا کیا کرتے ہیں۔ ہر پلنگ کے محاذ ایک میز تھی۔ اور اوسپر بلوری صراحی اور گلاس پانی پینے کے واسطے رکہی ہوئی تھے۔ بچوں میں ہر ایک کا مربی موجود تھا۔ جو اسکو تسلی دیتا جاتا تھا۔ ایک بڑے کمرے میں باجا بجتا تھا۔ اور نقال لوگ اپنا کرتب دکہاتے تھے۔ گیارہ بجے کے قریب مختلف کمروں میں مدعوین کیواسطے میزوں پر کہانا رکہا گیا۔ قسم قسم کے کہانے باری باری آتے تھے۔ اور خدام برتن بدلتے جاتے تھے۔ ہر روز تین چار سو بچہ کی ختنہ ہر ایک مقام میں ہوگی۔ ۲۴ گھنٹے آرام کرنے اور زخم کے ذرہ خشک ہونے پر یہ بچے اپنے مربیوں کے ہمراہ اپنے گہر ونکو چلے جائیں گے۔ اور انکے عوض اسیقدر بچوں کی ختنہ دوسرے دن ہوگی۔ اور یہ سلسلہ برابر دس روز تک جاری رہے گا۔ چلتے وقت ہر ایک بچے کے واسطے مرہم دیا جائیگا۔ سرکاری طبیب جملہ محلہ میں نامزد کئے گئے ہیں۔ جو ہر ایک گھر میں باری باری جائیں گے۔ اور ضرورت کے وقت بدون باری کے بھی بچہ کا مربی انکو طلب کرسکتا ہے۔

ہر بچہ کو ایک پوشاک نفیس اور پچاس قرش خرچ کے واسطے مرحمت ہوتے ہیں۔ سرگی ہمایوں کے بچونکو بیش قیمت ہدیئے عطا ہوں گے۔

اس دس روز کے عرصہ میں مہمان منتظمین بچوں کے مربی۔ پیادگان لشکر۔ خدام غرض جو شخص ان مقامات میں آئیگا اوسکو شاہی خرچ سے کہانا ملیگا۔ عام لوگونکا خیال ہے کہ ایک لاکھ روپیہ اس تقریب پر خرچ ہوگا۔ (حافظ عبدالرحمن) ۵ جون ۱۸۹۹ء

اخلاق سلطانی و مدحت آفندی

کی جبل المتین ڈاکٹر بارنس بابتہ کی باقیماندہ تحریر کا خلاصہ حسب ذیل لکھتے ہیں

---

* خالص آفندی استنبول کے مشاہیر علما میں سے ہیں۔ اور معقول منقول میں یگانہ روزگار ہے۔ جامع سلطان محمد خان کی انگلہ بنیزہ جامع ازہر ہے۔ وہاں کا مدرس ہے۔ اور اس فضل و کمال پر منکسر المزاج متواضع اور مسافر دوست ہے۔

اخلاق سلطانی

کے مدحت احمد آفندی مدیر روزنامہ ترجمان حقیقت بہ ڈاکٹر ہانس بارتہو مینو لیسید

من متحیرم کہ با آں ہمہ تہمتہائے نصرانیاں کہ در حق مسلمانان زدہ اند کہ مسلمانان نفرت ذاتی و عداوت قلبی شدیدی دارند بہ ہر چیز کہ اسلامی نباشد و خصوصاً مخالف نصرانیان و مضرانیت میباشند نوشتہ من اعتبارے نزد شما خواہد داشت و در شما اطمینان حاصل خواہد نمود یا نہ۔ ولے اگر شما یدانید من اعتبار دارید قول من کہ تقسیم اسلامی حکمت باور کنید و بہ عزت من کہ مسلمانم بیقین بپندارید کہ نفرت و عداوتے را کہ نسبت بمسلمانان دادہ میشود در اسلامیان نبودہ و نیست۔

چند روز میشود من کتاب نادر (کاویت دی کاستری را) خواندم کہ بر مذہب اسلام نوشتہ (دی کاستری یکے از عہدداران قدیم فرانسہ است و در تونس بقدری ماندہ کہ بخوبی زبان عربی شدہ اخلاق و عادات و آداب و اعتقادات اسلامیہ را قبول کردہ است) من کتاب دی کاستری را بایں واسطہ نادر میگویم کہ موافق با اسلام و اسلامیان نوشتہ است بلکہ بدیں واسطہ نادر ش می شمارم کہ دریں کتاب مراد وہ بلکہ نقشہ خیالات نصرانیاں را نسبت باسلامیاں بدون کم و بیش درج کردہ بیان نمودہ است۔ لہذا بجہت مزید اطلاعات شما خواہش میکنم کہ آں کتاب را ملاحظہ کنید و قبل از ینکہ شما آن کتاب را ملاحظہ بفرمایند خدمت شما عرض میکنم کہ اسلامیان در ہیچ وقت در زبان عالمی بزرگی شاعر درویشی ندا شتہ و ندا ریم در مشرق زمین کہ ہیچگاہ حرفے بر خلاف نصرانیہ زدہ باشد یا کلامے در مخالفت نصرانیاں نوشتہ یا گفتہ باشد۔ حال آنکہ مفتنین و مفسدین ظاہر لباس ایطالیہ و فرانسہ و ہسپانیہ ہزاراں اتہام بہ اسلام زدہ ہزارہا کتب در مخالفت اسلام نوشتہ و دادِ بی نسبتی باسلام سرائیدہ اند بمقابلہ ہزاراں کتاب کہ در مخالفت و عداوت اسلامیان نوشتہ اند۔ دی کاستری در کتاب خود مفصل اقتباس کردہ یک سطر ہم در کتب ادبیہ اخلاقیہ کہ متداول در اسلامیان است کسی نمیتواند نشان دہد۔ دی کاستر از نوشتہ نصرانیان نفرت از دین نصارائے پیدا نمودہ است۔

دوست من مبالغہ نمیکنم صدق محض محض صدق است آنچہ میگویم شما با کمال اطمینان بہ نصرانیاں شرط بستہ دعوی کنید کہ یک سطر در کتب ادبائے اسلام و مصنفین محمدیہ پیدا نمایند کہ بر خلاف نصرانیان باشد حتی جنگ صلیب کہ قرنہا میانہ اسلامیان و نصاری بود نتوانست مسئلہ مساوات ملکی نسبت بانصرانیان کہ در قرآن است تبدیل دہد۔ در احادیث و کتب فقہیہ مساوات را در بارہ نصرانیاں تعلیم نمودہ اند عداوتیکہ نصرانیاں با ایں کتاب کہنگی نسبت باسلامیان ظاہر میدارند عکس عنادیست کہ خود آنہا از طرف اسلامیان دل دارند از مساعت جنگ صلیب قرنہا گذشتہ مگر عداوت و نفرت نصرانیاں از اسلام و اسلامیان کم نشدہ۔

در ہر ملک علمائے السنہ مشرقی بیجان کوشیدہ اند کہ خیالات غلطیکہ خود بخود در قلب اہالی باسلام و اسلامیان پیدا شدہ حک کردہ و آنچہ صدق و حقیقت است اظہار دارند ممکن نشد کہ این عدہ نصرانیان را از اسلام نمایند۔ جنگ اخیر یونان این دعوی را بخوبی ثابت میکند حقوق اہلی و مقاومت حسابی ما را در مقابلہ حملہ بیجا و بیشیقدمی بیجیل یونان گناہ قرار دادہ ہیچ سبب دیگر نیست جز اینکہ ما مسلمان بودیم و طرف مقابل ما نصرانی بمن طبیح دقیق (فادر میا سخقہ) و دراپردہ کارلایل) وغیرہ رامی بینیم با وجودیکہ کاملا از اصول قرآنی واقف شدہ اند۔ دلے اسلام قبول نکردند۔

ڈاکٹر ہارنس بارتہہ) از قول احمد مدحت آفندی مدیر ترجمان حقیقت مینویسد حضرات مقصود آنست آن زمانہ گذشت کہ این گونہ شرارتہائے متداولہ بود در حقیقت زمانۂ کفر و عناد کہنہ گشتہ امروز ما در زمانۂ واقع شدہ ایم کہ ہر امر را باید تشریح نمائیم با این نور علم کہ امروز در عالم را فرا گرفتہ با نمیتوانیم در خیالات خود سرانہ تسلیم شویم۔ یا اطاعت فرمانہائے خود مختارانہ را نمائیم باید در صدد نتیجہ تحقیقات کاملہ شویم و طالب حقیقت و آرائے حکیمانہ منطقی باشیم بر شما ما لازم است کہ مذہب اسلام را تحقیق نمایند و تشریح کنید و پردہ گمراہی کہ کشیشیان بر قلوب عوالم انداختہ شق نمایند و مقابلہ کنید مذہب اسلام را با سائر مذاہب از روی عدل و انصاف تا بتوانید از روی بصیرت در حق اسلام و اسلامیان حکم نمائید اگرچہ این زمان با آنہمہ تعصبات نصرانیت این قسم موازنہ و تحقیقات محال مینماید و امکان ندارد کہ نصرانیان دربارہ اسلام از روی انصاف داد دہند ولی ما میگوئیم و زمانہ نباید کہ دانشمندان مصداق اقوال ما شوند

(ڈاکٹر ہانس بارتہہ میگوید) این است قول دوست من مدحت آفندی کہ پختہ ترین معتقدان اسلام است امروز مدحت آفندی در عالم اسلامیت قوم میباشد بزرگ و معتبر کہ نامش برابر با نام صدر اعظم ذکر میشود و حال آنکہ این مرد با دانش ظاہرا منصب و خدمت بزرگی نیست در حقیقت کاملا ہوا خواہ ملک و ملت و اسلام و اسلامیان است۔

مدحت آفندی در کنار بوغاز منزل دارد چند فقرہ من (یعنی ڈاکٹر ہانس بارتہہ) مہمان او شدم از دو عیال دہ پسر دارد با اینہا شش نفر از اطفال یتیم ہمسایہ را تعلیم و تربیت میکند مقام تعجب است کہ آن اطفال شش گانہ نصاری میباشند و بطریق مذہب نصاری آنہا را تعلیم و تربیت مید ہد من پرسیدم کہ دوست من مدحت آفندی مقام تعجب است کہ شما مسلمان و اولاد شما مسلمان این اطفال چگونہ با آنہا تعلیم نصرانیت می آموزند۔ جواب داد کہ من فطرۃً خلاف تعصب مذہب ہستم نصرانی باید نصرانی باشد مسلمان مسلمان علاوہ برین اینہا بے کس و بے یار و مددگار و سرپرستند من آنہا را تعلیم و تربیت مید ہم مثل اینکہ اگر پسران آنہا

Marfat.com

زن می بودند تعلیم اطفال خود را میدادند وقتیکه عقل و رشد شان به کمال رسیدند با ختیار اگر مذہب اسلام را قبول کنند بار عذرے نخواہد بود۔

ڈاکٹر ہانس بار تہ میگوید چنانچہ مدحت آفندی گمان میکند شاید نصرانیان بدگمان از اہل اسلامیان باشند روزی از (مسٹر ریچرڈ برٹن) کہ از واقفان مذاہب مشرق است و بہتر از ان کسی بلاحظہ معاملات مشرق نکردہ پرسیدند کہ تو چہ مذہب داری گفت ہیچ مذہب ندارم اگر بہ پرسید کہ مائل بکدام مذہبم میگویم کہ باسلام و مسلمانان نزدیکترم چراکہ بعضے مراتب در اہل اسلامیان پیدا است کہ مرا راغب بآنہا نمودہ است یکے ازان آنکہ آنچہ میگویند میکنند و ضد این صفت در نصرانیان دیدہ میشود و من چنان گمان میکنم کہ راستبازی و خلوص ہر چشمہ جرأت و جلالت و وقار اہل اسلامیان آنست۔

ڈاکٹر ہانس بارتہ میگوید کہ مذہب تنہا باعث اختلاف مشرقیان و مغربیان نمی باشد مخالفت اصول سلطنت و حکمت عملی سلاطین مغرب و مشرق نیز باعث اختلاف شدہ کہ اہل مغرب مخالف با سلطان ترکی اند۔ مدحت آفندی اظہار داشتہ کہ چون سلطان خلیفہ اسلام است عناد نصرانیان نسبت سلطان زایداست بہ نسبت سلاطین اسلامی۔ علاوہ برین چون سلطنت ترکی شخصی است دول دیگر برقابت او را ملاحظہ میکنند در حقیقت دشمن سلطان نہ ملکۂ انگلستان است نہ رئیس جمہوری اتازونی۔ دشمن سلطان خود سران انگلستان و آزادی طلبان امریکا میباشند ازین روآرائے عامہ را از دل بطرف خود کردہ ہیجان می آورند و اسباب نفرت و حسد میشوند و ملت را مہیا سازند۔ بجہت تصدیق این کافیست کہ عداوت ترکان در ان ممالک بیشتر ظاہر میشود کہ جمہوری میباشند و آرائے عوام ملت کہ ناتجربہ و نابلد از معاملات خارجہ میباشند دخیل میشود و اخبارات معاندانہ جراید آزادی طلب بیشتر آتش این فتنہ را دامن میزنند مثلاً آستریا المان و سویدن ناروی کہ از دول متمدنہ محسوب اند چون سلطنت شخصی دارند و امورات خارجہ شان بدست عوام بے تجربہ نمیباشد۔ ہرگز در ہیچگونہ شور شہا شرکت نداشتہ اند۔ اصل اینست کہ از زمانہ دراز معاندین عثمانی و اسلام باکمال ہوشیاری و زرنگی آتش فتنۂ عناد نصرانیت و اسلام را دامن میزدند تا درین زمان شعلہ جہان سوزش سربرآوردہ۔ تلگرافات کہ در دست عوام نصرانیان معاندین اسلام میرسید نیز بہیچ نیران کانون آنہا گردیدہ ہموارہ بیان نصرانیان است کہ ترکان از تکلیفات دولت قاہرہ خود لبتوہ آمدہ و نصرانیان بجان آمدہ اند مسلمانان کمینہ طینت رحمانیت ندارند و قادر بہ شکستن سد این ظلمہا نباشند لابداً ساکت ماندہ اند ولی نصرانیان ظلم رسیدہ لبتوہ آمدہ انسانیت را وسیلہ خود کردہ با نصاف منصفین ملتجی شدہ اند بجہت اصلاح این امر دیگر جز دست بشمشیر نمودن و از جان گذشتن نماندہ۔

Marfat.com

ترکان بی زبان باصرار سلطان گوسفندی‌تران [illegible]

وصفت طفلان وضع و احوال آنها را غارت مینمایند و مثال اینگونه خرافات را در ذهن عوام
میدهند و بذریعهٔ تلگرافات در عالم منتشر میسازند. و عوام نصاری را بجوش و خروش می‌آورند.

ڈاکٹر دنس بارتهه میگوید مثل مشهوریست که دروغ در بیست و چهار ساعت عمر ابدی حاصل میکند عجب حالتیست که سالها ست در ترکیه دو سال هم وجود عارضی نگذشته ترکان در بیگناهی خود فریاد میزنند و تهمتها دارند کسی گوش نمیدهد مگر معدودی چند که اتفاقات را بچشم خود دیده اند مثل (ایرتن) دو گارون (و زبیت) این حضراتیکه نام شان را ذکر کردیم بخوبی میدانند در زمانیکه آتش بغاوت و نیران ارامنه زبانه میزد تقریباً قصه‌ی بیست و پنج نفر ارامنه نوکری دولت داشتند و اواجب معتدبه از دولت حاصل میکردند و در استامبول متوقف بودند. تاکنون هم رئیس خزینه سلطانی ارامنه است زیاده سفراء عثمانی که در خارجه مامور میشوند از ارامنه است و بسیاری هم یونانی میباشند و متمول ترین رعایای عثمانی ارامنه یا یونانی اند سفیر برلن دولت عثمانی در استارنگی بی یونانی بود و وقتی مرد تمام دولت خود را با این همه عنایات سلطانی بدولت یونان بخشید. با اینهمه همیشه بگوش میرسد که بیچاره نصرانیان که در ممالک عثمانی سه قطعه مزروع دارند زیر بار ظلم عثمانیها فریادشان از ثری تا به ثریا میرود مجاج سراینگ لرولنت که رئیس بانک عثمانی بود و اینک مستعفی شده و اینوقت به اروپا آمده است رضی این اظهار داشت که تا من در استامبول بودم وطن اصلی خود که انگلستان است آرزو میکردم ولی بعد از گذاردن استامبول یک امر مرا در صدمه و اسف دارد و آن آزادی مطلقه بود که من در ممالک عثمانیه داشتم.

یکی از اغلاط مشهوره که در اروپا شهرتی بکمال دارد این است که اعلیحضرت سلطان عبدالحمید خان غازی را ترکان قلباً دوست نمیدارند این امر را فراموش نباید کرد که کمتر از نامه نگاران اخبارات فرنگ زبان ترکی میدانند و هیچ یک از آنها در خانه رؤسا و معززین ترکیه راه ندارند و روزنامجات ترکی هم ابداً خیالات خود را در این خصوص ابراز نداده و نمیدهند. اخبارات از کجا دانسته اند که اعلیحضرت سلطان عبدالحمید خان غازی مقبول خاطر ترکان نمیباشد. البته از یونانیان و ارامنه و نصرانیان شام شنیده اند قول آنها را ابداً اعتباری نیست و من بسیاری از عنوانات را مطلع میباشم که تاریخ نگاران اخبار جهت بدنام نمودن دولت عثمانی جعل نموده اند. ڈاکٹر دنس بارتهه میگوید روزی از دوست خود حقی آفندی پرسیدم که چگونه اطلاع بر آراء مسلمانان نسبت بسلطان عبدالحمید خان باید حاصل نمود جواب داد که در جمهور سلاطین بی مبالغه در ترکی قیام داشته میدانند که این آقای محترم ولی نعم حقیقی اهالی [illegible]

بوجه مقبول خاطر عامه رعایای خود هست ولی قول من تنها کفایت از برای تحقیق شما نمیکند خوب است خود تجربه بنمائید بجهت حصول این تجربه مناسب است که شما در یکی از روزهای جمعه در هریک مساجد اسلامبول که بخواهید بروید گوش بدارید که با کدام الفاظ ذات همایون سلطانی را دعا میکنند چه قدر مردم برای دعا شریک جماعت میشوند همه حاضرین اسلام و سلطنت ترکی هرچه میخواهند بگویند دانشمندان در اقفکا دان بخوبی میدانند که سلطان را در دلهای رعایای اسلامی خود عزیزتر از فرزندان آنها میباشد. در اواخر عهد سلطان عبدالعزیز خان مرحوم مردم در نماز جمعه برای شرکت در دعای او نمیرفتند و یک هفته قبل از عزل او بجلی در نماز جمعه نرفتند.

سلطان عبدالعزیز در اهالی مغرب شهرتش بیش شد ولی در حقیقت حالات سلطنت را فراموش کرده بود این امر موجب نفرت اسلامیان از او گردیده سلما مشرقیان نسبت با اهالی مغرب عموماً آزاد خیال تر و با اندازه مادی و قناعت ترند بر تمیز نیک و بد سلطانیکه زیاده در معاملات ملکی مصروف و مشغول باشد ترکان بیشتر او را دوست میدارند و این شیوه مرضیه سلطان عبدالحمید خان غازی است.

نصرانیان میگویند که سلطان عبدالحمید خان تمام امورات معاملات سلطنتی را بکیف کفایت در دست خود گرفته است و برین مسئله اعتراضات بسیار دارند ولی نمیدانند که این عمل راجع بشخص سلطان است هیچ خصوصیت با تنها ندارد. گذشته بر مفاید دیگر همین عمل است که سلطان عبدالحمید خان غازی را زیاده مقبول و عزیز بنائی ترکان کرده است ولی باز میگویم (یعنی تحت آفندی) میگویم که شما (یعنی ڈاکٹر ڈنس بارتھ) که بجهت تجربه و تیقن خود به مسجد بروید و تجربه حاصل نمائید.

ڈاکٹر ڈنس بارتھ میگوید که در ایام قیام خود با اسلامبول هرچند ماه یکمرتبه یکی از مساجد اسلامبول میرفتم و در هر مسجد هجوم نمازگزاران عام خلق را میدیدم و از زبان هرکس با آواز بلند (اللهم انصر السلطان) را میشنیدم و یقین حاصل کردم که شهرت عدم رضایت ترکان از سلطان غیر از شرارتهای رکیک و تهمت های پلیدی است که نصرانیان مغرض تراشیده اند.

ڈاکٹر ڈنس بارتھ میگوید که ادعیه خالصانه مسلمانان را که از صمیم قلب درباره سلطان [illegible] جنگ یونان شنیدم. در حقیقت این است که اعلیحضرت سلطان با یونان جنگ فرموده صرف [illegible] یونان را فرمود و این یکی از آن جنگها است که در این قرن اخیر دولت عثمانی مظفر و منصور گردید.

و این نبود مگر بواسطه محبت صمیمی قلبی که عساکر ترک نسبت با اعلیحضرت سلطان رعایا پرور مهربان دین دار که حامی نقطه بیضه اسلام است دارند.

هرکس که از حوالی اردوی اسلامبول وقت شام گذر کند نعره لشکریان ترک او را دعای بقای ذات

Marfat.com

ہمایون سلطانی باین عبارات میشود در پادشاہیم چوق پاشا ازیں نکتہ برعکس ظاہر است کہ اعلیحضرت سلطان عبدالحمید خان غازی بچہ پایہ مقبول وممدوح طبایع عثمانیان ہست۔ اسلامبول مرکز بزرگ و پایتخت دول فرنگ است۔ ازیں روزنامہ ہائی عجیب وغریب ہر روز دریکی از یع اثر ڈیلیوپا تکہا بگوش میرسند دول میگویند روزی یکی از سفرائے دول فرنگ در کالسکہ سر بستہ کہ چند غلامان سیاہ دور تا دور او را حفاظت مینمایند میگذرد معلوم شد کہ خواتین حرم سلطانی دران نشستہ اند سفیر موصوف خواست از دریچہ کالسکہ نگاہ کند یکے از غلامان سیاہ حول کالسکہ دیدہ طپانچہ بر صورت او زد۔ این مقدمہ شہرت زیادہ پیدا نمود تا کہ بمعرض سلطانی رسید۔ اعلیحضرت سلطان سفیر موصوف را در دربار خلافت بار داد و مصائب او را شخصاً باز پرس فرمود و تمام مراتب را از ابتدا تا انتہا بزبان خود بیان کرد۔ اعلیحضرت سلطان جواب دادند عزیز من آنچہ از حالات این حادثہ کہ از زبان خود بیان کردہ۔ آید دستگیرم شد۔ شما کہ مترجم میباشید مرد نجیب شریف واصیل ہستید از نجبا، شرفا چنیں حرکت رکیک ہرگز سرزد نمیشود۔ پس دریں صورت محال میشود کہ غلام سیاہی ارادہ توہین و مرتکب زدن شما شود۔

ازیں معلوم میشود کہ ایں واقعہ از روی واہمہ ہست و ابداً اصلیت ندارد شما خود میدانند کہ قوہ واہمہ خلاق میباشد خوب است کہ شما ایں خیالات را از خود دور فرمائید۔ ایں یکے از معاملات سفارتی اسلامبول بود کہ اگر اند کے انصاف باشد انسان میتواند انصاف دہد۔

یکے از دیگر معاملات سفارتی اسلامبول کہ خود مطلع از آں بودم یکے از شاہزادگان بزرگ فرنگستان بذریعہ سفارت خود خواست اسپی را بدربار سلطانی بطریق تحفہ پیش نماید ایں خبر را سفیر موصوف بسمع سلطان رسانید۔ اعلیحضرت سلطان روزے یکی از ندمائے خود را بطریق غیر رسمی نزد سفیر موصوف دوستانہ فرستاد تا تحقیق کند کہ آں اسپ چگونہ اسپ است چراکہ اصطبل سلطانی بجہت دو قسم اسپ ساختہ شدہ بود۔ خواستند ما قبل از وقت معلوم شود چوں ندیم سلطان آمد نزد آں سفیر بے تدبیر دا ظہار ایں امر را نمود۔ باکمال تغیر گفت کہ ایں امتحان ذلیلہ ستہا نیست کہ از من بکنید داروغہ اصطبل بیاید البتہ با او سوال وجواب خواہم کرد و اگر نیاید بجہ ہم ندیم از بے تہذیبی سفیر دولت نفرت کردہ بخدمت سلطان آمد و مراتب را بالعرض رسانید ولی لفظ جہنم را اظہار نداشتہ ورنہ قیام آں دشوار میشد۔ بعد از اں اعلیحضرت سلطان کسے را نفرستادند بجہت استفسار ہم آمد و در جائے افتاد دارغ باب سلطان تشکر ہم فرستادہ نشد پیداست کہ در دل آں شاہزادہ از نفرستادن تشکر نسبت بسلطان کہ با مروت خلیق ترین عالم میدانست چہ رسیدہ باشد و بیچارہ خبر ندارد کہ ایں امر بواسطہ نا تمیزی صدر لغتہ سفارت او داد ہ است۔ بواسطہ وقایع بردباری ترکان اینگونہ حرکات از بیاری حضرات

Marfat.com

و دل فرنگ‌ها در اسلامبول بروز میکند و اسباب نفرت ترکان و نزد مردمان فرنگ میگردد.

همگی از سیاحان مغرب که چندی در مشرق زمین سیاحت کرده اند حالت وقار و بردباری و متوکلیت ترکان را دیده همه تسلیم نموده و غالباً که شمه دارای انصاف بوده اند در سیاحت نامه های خود هم نوشته اند حالت سفرای خارجه در اسلامبول خیلی غریب می نماید. اگر شخص مسافری را ببینند از روی حقارت او میخندند و نظر وحشیانه براو می نمایند و این صفت مذموم هرگز در ترکان مشاهده نشده است.

امروزه در اسلامبول بلکه در تمام ممالک عثمانی المانی ها با قوت و ثروت میشوند و از اتفاقات چند سال گذشته روابط اتحاد و اتفاق دولتین المان و عثمانی را هرکس استنباط کرده که دولت المان ملاحظه روابط سیاسی و استحکام دوستی را با سلطان داشته و دارد.

تجارت المان در ممالک عثمانی اگرچه بتدریج ترقی کرده و میکند ولی ترقیاتش با قوت و شوکت است و قوت پولتیک المان هم با دولت عثمانی روز افزون در ازدیاد است سی سال قبل تمام کارخانجات و اسباب تجارتی اسلامبول انگلیسی بود و جنس امتعه تجارتی انگلستان از فرانسه رواج کلی داشت و امروز تجارت المان در بازارها رواج است با اینکه آبادی انگلیسیان در اسلامبول زیاده بر المان است. ولی در هیچ نقطه از خاک عثمانی هنوز ملت انگلیس از خود دارای کلب نمی باشند و کلب مجلس مشترکی است که بجهت تجارت و دولت احباب معین میکنند و سرمایه و مصارف اداره هم بنا آن کلب است، المانیها یک کلب بزرگ و چند کلب کوچک در اسلامبول و اطراف دارند محله (نیو تونیا) در اسلامبول قیامگاه اهل المان قرار گرفته. باشندگان اطریش و نمسه نیز زیاده در ان محله سکونت دارند یوم یکشنبه در ممالک ترکی پوست خانجات انگلیسی کار نمیکنند ولی پوست خانه نمسه و المان باز است و کارکنان آنها بجوش اتفاق و جفاکشی معروفند.

از وقتیکه انگلیسان با دولت عثمانی اظهار ترشروئی نموده سیاحان انگلستان عموماً با آن احترامات سابقه دیده نمیشوند من خود (یعنی ڈاکٹر ہانس ہارتھ) بسیاری از انگلیسیان با دانش و سیاست دیده ام که درین امر اظهار تاسف مینمایند.

درین روزها سیاح معتبر انگلیسی که در تمام مشرق بجهت آنکه انگلیس است با کمال عزت و احترام سیاحت کرده وارد ممالک عثمانی شد چون این امر شهرت یافت ترکان بشوق تمام از حال آن سیاح پرسان شدند که المان است یا نه همینکه دیدند انگلیس است همه نفرت کرده چین بر جبین شدند. تمام این مراتب بواسطه آن است که نقار و کدورت و اختلافات انگلیس با عثمانی مشهور خاص و عام گردیده ملت ترکیه از ملت انگلیسیه قلباً نفرت کرده اند.

Marfat.com

این مسئلہ کمال تعجب بل نہایت خبط است کہ دولت انگلیس با اینکہ تجارو ملت [illegible]
اسلامیہ تحت رعیتی او میباشند و پرورش میشوند بواسطہ اغراض بعضے از معاندین متعصبین با حضرت
سلطان کہ تمام اسلامیان او را متبرک مقدس و رئیس روحانی خود میدانند اتفاق نداشتہ باشد البتہ
این مسئلہ منافی با سیاست و مآل اندیشی است۔

من از تجربہ ذاتی خود میگویم کہ بسیاری از دانشمندان از رفتار و سلوک دولت انگلیس را نسبت بدولت
عثمانی تاسف دارند خصوص کسانیکہ زمانہ سابق یعنی اتحاد و اتفاق دولتین مشارالیہما را یاد دارند۔

مردم مسلمانان را دو دولت مقتدر یعنی روم و ایران و دو رئیس مقدس کہ بعبارت دیگر دو پادشاہ
اولوالعزم دارند کہ اعلیحضرت سلطان عبدالحمید خان و اعلیحضرت مظفر الدین شاہ باشد
تمام اسلامیان عالم گوش شان بکلام این دو دولت و چشم شان بحرکات این دو پادشاہ باز است حفظ
اتحاد و شئون این دو دولت بر تمام پادشاہانیکہ بر اسلامیان حکمرانی دارند لازم است سابق برین میانہ
دولتین عثمانی و ایران چندان اتحاد نبود و ملل اسلامیہ ہم با یکدیگر نقار داشتند اگر یکے از دول فرنگ با یکے
ازین دو دولت راجع باسلام اختلاف میکرد فرق دیگر بواسطہ عداوت شخصی و اختلافات مذہبی اگر مسرور نہ
میشدند غمگین ہم نمیگردیدند۔ این ایام دو دولت اسلام و تمام ملل اسلامیہ متحد و متفق شدہ ہم آواز اند یعنی
عدم اتحاد با دولت عثمانی گویا قطع علاقہ محبت و وداد با تمام دول و ملل اسلامیہ است۔ لازم بہ تشریح نیست کہ
این مطلب چقدر در عالم سیاست پادشاہانیکہ با اسلامیان حکمرانی دارند بجہت آیندہ خلاف است قطع علاقہ محبت
و اتحاد یکہ دولت انگلیس از عثمانی نمودہ باعث نفرت و کدورت قلب عموم و قطع روابط اتحاد با تمام دول اسلام
است عنقریب دیدہ خواہد شد کہ بواسطہ سلطان روابط اتحاد ایران و آلمان ہم محکم خواہد گردید و از ایران
ہم قطع سبیل منفعت تجارتی و سیاستی انگلیس خواہد گردید۔

اسلامیان عموماً و ترکان خصوصاً دم از محبت سلطان میزنند این طائفہ روس را قابل اعتبار و دوستی نمیدانند
و ہنوز ہم با دولت انگلیس حسن ظن قلبی دارند۔ ترکان احسان فراموش نمیباشند۔ اگرچہ دولت انگلیس ہم از اتحاد
دولت عثمانی خیلے منتفع شدہ عثمانیہا ہم نفع زیاد از اتحاد انگلیسان دیدہ اند و آن مراتب را ہرگز فراموش نمینمایند
(ڈاکٹر ہاسن بارنمر) میگوید اگرچہ مقتضی وظیفہ من نمی باشد کہ پیشین گوئی نمایم مختلف بنوع اختصار
جسارت میکنم کہ در ایامیکہ امپراطور آلمان وارد اسلامبول شود بہ ثبوت خواہد پیوست کہ آلمان در [illegible]
بلکہ در دل تمام اسلامیان عالم جائی انگلیسان را گرفتہ اند و اثر این امر ہم عنقریب دیدہ خواہد شد کہ نتیجہ آن [illegible]
ملاحظہ کنیم صرف نقصان است آخر عاید بحال دولت و ملت انگلیس خواہد گردید۔

Marfat.com

دیگر از ترکان صاحب شان و منصب گفت چگونه دولت انگلیس که دعوی تائید ما میکرد باین درجه حامی ارمنه شده است بسیاری از انگلیسان معتبر بزرگ را دیدم که غم این ماجرا را خورده بر بیدانشی بعضے از رجال متعصب انگلستان تاسف میکردند که اعتبار دیرینهٔ ترقی دولت انگلیس بسبب عداوت بعضی از جهال انگلستان نسبت بدولت عثمانی برباد رفت و افسوس انگلیسانیکه باطنًا نکات را سنجیده حامی دوستی دولت عثمانی میباشد بسیار قلیل اند و فریادشان در مقابل آوازهٔ جمعیت انگلستان بجائے نمیرسد۔

اما درین باب شک و شبه نیست که چنانچه شب میآید و روز میرود انسان ابکار میکند همان طور آن ایام رفت و ضرریکه خودغرضان بما زده اند جبرانش از حیز قدرت بیرون است۔

من خود در ماه اگست ۱۸۹۶ء که فتنهٔ ارامنه برپا گردید در اسلامبول وغیره معاینه میدیدم باینکه ابتداء رجوع بر ترکان قصور وارنبود و تمام واقعات بر اصل محض بود از نگارش اخبارات که اگر از روی غرض نباشد تماماً وهمیات بوده است دانشمندان انگلیس و امریکا از جائی در رفته بدون تحقیق بنظر معاندانه ترکان را میدیدند حتی باینجه اخبارات اعلان داده بودند که تا چند روز دیگر جهازات انگلیسی وارد (بحر سی پوریس) میشوند لی من از شخص معتبری که نمیتوانم نامش را اظهار دارم شنیده بودم که جهازات جنگی انگلیسی در (باسی پوریس) نخواهد آمد نتیجه آن اخبارات واهی این شده است که دیگر جهازات جنگی انگلیس و لو با جازهٔ روس هم باشد (بحر سی پوریس) را نخواهند دید من از روی عمرهای خود را ظاهر بکنم درینکه اعلیحضرت سلطان عبدالحمید خان غازی طرز حکومتش مناسب ملک و رعایا هست یا نه ولی میگویم که مقابله تلگرافات سال گذشته را با این زمان در بارهٔ دولت عثمانی نموده خود بخود معلوم خواهد شد و ظاهر خواهد گردید غلط بیانیهای تلگرافات در اتهامات بدولت عثمانیه و خلیفهٔ حالیهٔ مسلمانان ختم کلام خود را باین قول (مستر ترل) که سابق وزیر مختار امریکا بود مینمایم مستر ترل میگوید تعجب دارم که بعضی کجفهمان اروپا سلطان این قوم عجوبه (یعنی ترکان) را بیمار میگویند حال آنکه دارای یک ملیون تفنگ اعلی که بهتر از آن موجود نشده بوده و یکصد هزار نفر خریداری خود را در استعمال آن کامل کرده است و نیز او علاوه بهادری و شجاعت که جبلی آنست بهشت را در سایهٔ ترویج شهادت تصور مینمایند و اگر دول فرنگ وقتی سلطان عثمانی را به تنگ آورند راه چاره را تنگ ببیند و از سرای یلدز بیرون آید و بیرق رسول الله که از دعا ترا دست بلند کند و جهاد را بر سعید ملیون فدائیان قرآن اجب نماید معلوم خواهد شد مرد بیراکه بیمار گفته اند قوی ترین رجال عالم است۔

مراکو ایک ترکی اخبار کا بیان ہی کہ سلطان مراکو کے پاس صرف ۱۲ ہزار فوج مستقل ہے مگر چونکہ اسکی تعلیم [illegible] کے لئے چند خودغرض یورپین مامور ہیں اسلئے فوج مذکور فوجی لحاظ سے صرف برائے نام ہے اور یہی وجہ ہے کہ باغی قبائل کے مقابلہ پڑنے سے عمومًا کامیابی نصیب نہیں ہوتی۔ برعکس اس کے اگر حکومت مراکو ترکی افسروں کو اس کام پر مامور کرتی یا اپنے ملک کے چند نوجوانوں کو فنون حربیہ کی تحصیل و تکمیل کے لئے یورپ بھیجتی تو آج اسکی فوج دنیا کی کسی باقاعدہ فوج سے کم پایہ کی نہوتی بحری طاقت کی کل کائنات صرف دو چھوٹے چھوٹے جہاز موسومہ سیدی ترکی و سیدی حسینی ہیں کچھ عرصہ ہوا کہ جو اکے ٹائیز لکھا

Marfat.com

گیا تھا کہ اٹلی کو ایک کارخانہ ذاسرجبس قیمت وصول ... مراکو کو ... شبہ پیدا ہو گیا تھا کہ مغربی جہاز مذکور سے بحری قزاقی کا کام لیگی مگر اخبار مذکور کا ... اٹلی نے شرط پیش کی تھی کہ جہاز کے کپتان اور تمام دیگر افسر اطالین رکھی جائیں اور کہ وہ ایک خاص ... حکومت مراکو نے ان شرایط کو نہ مانا جب اطالین گورنمنٹ نے کارخانہ کو جہاز دینے سے منع کر دیا اعادیو ایک جنوبی امریکہ کی ریاست نے خرید لیا یہی نامہ نگار مراکو کی سرکاری کارخانہ اسلحہ کی حالت جسکا مہتمم ایک اطالین انجنیر ہے ناگفتہ بہ بتاتا ہے اور اسکا قول ہے کہ اگر اس کارخانہ کی تیار شدہ اسلحہ ممالک محروسہ میں عام ہو جائیں تو پھر لڑائی کا نام صفحہ ہستی سے اٹھ جائیگا ان بندوقوں سے دھواں تو ضرور اٹھتا ہے اور وہ آواز بھی دیتی ہیں مگر اس سے بڑھکر اور کوئی کام نہیں دے سکتیں صرف گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے سفیر اور اسکے متعلقین کے علاوہ مراکو کے اقصبات اور بنادر میں قونصل یا نائب قونصل موجود ہیں مگر کسی اسلامی ملک کی طرف سے وہاں ایک بھی نائب موجود نہیں۔

مراکو کی اندرونی حالت بدستور مخدوش ہے۔ فرانس نے الجیریا کی حد کے تمام اہم مواقع پر کثیر فوج جمع کر رکھی ہے ایک عربی اخبار کا بیان ہے کہ مراکو کی کئی مقتدر عرب قبایل بھی بڑی شوق سے یہ تمنا ظاہر کر رہے ہیں کہ انکے ملک میں عثمانی سفیر ضرور مقرر ہونا چاہیے مراکو کے مفلس حجاج کو بیروت کی میونسپلٹی نے اپنے خرچ سے ایک عثمانی جہاز پر وطن روانہ کیا ہے۔ سلطان مراکو نے جرمنی کی انٹرنیشنل طبی کانفرنس میں سید حاج محمد حکیم سید مصطفے اور ترجمان سید عربی کو ڈیلیگیٹ بنا کر بھیجا تھا وہ واپس آ گئے ہیں اور جرمن مہمان نوازی کے بہت شکر گزار ہیں ☆

روسی مسلمان

جنوبی روس کے جزیرہ نما کریمیا کا جو کئی صدیوں تک عثمانی علاقہ رہچکا ہے۔ ترکی اخبار ترجمان قصبہ جامی ترخان کی انجمن اسلامیہ کے اعمال حسنہ کی تعریف کرکے خبر دیتا ہے کہ ایک مسلمان تاجر سید حسن آفندی عمروف نے علم اصول الدفاتر کا آخری امتحان بالتعریف پاس کرکے ٹھیک تجارتی اصول پر ایک عظیم دفتر قایم کیا ہے۔ اس خبر کے بعد اخبار مذکور مسلمانوں کو اس بغایت مفید علم اور تجارتی تعلیم کی حصول کی بڑی زور سے تاکید کرتا ہے علامہ اجل احمد جان آفندی کا پہلے ذکر ہوچکا ہے انکا بیان ہے کہ اسوقت روس میں دو کروڑ مسلمان آباد ہیں جو عموماً سب کے سب نہایت متقی ایماندار خوش تربیت اور باغیرت و باحمیت ہیں انکی مادری زبان تاتاری و قدیم ترکی ہے مگر اکثر عربی فارسی اور ترکی میں خاصی دستگاہ رکھتے ہیں ولایت اوفا میں مسلمانوں کا مرکزی محکمہ شرعیہ ہے جو کل سلطنت کے مسلمانوں کی باہمی معاملات اور عقائد و مسایل مذہبی کے استفسار کا مرجع ہے اسمیں روسی حکومت کی طرف سے تین قاضی اور ایک مفتی مقرر ہیں قاضیوں کی تنخواہ بارہ بارہ سو روپیہ ماہوار اور مفتی کی چوبیس سو روپیہ ہے اس محکمہ کی طرف سے ہر ایک قصبہ و شہر میں جہاں مسلمان آباد ہیں ایک یا زیادہ امام اور موذن مقرر ہیں جو صلوات خمسہ نماز جمعہ و عیدین میں امامت کرتے ہیں اور ہر جمعہ مسلمانوں کو نیک کاموں کی ترغیب اور بری کاموں سے نفرت دلا کر تقوی و پرہیزگاری کی نصیحت کرتے رہتے

اور خدا کا شکر ہے کہ اکثر پر انکی نصائح موثر ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تماشہ گاہ یا تھیٹر میں مسلمان بہت کم دکھائی دیتے ہیں۔ اور وہ ہر وقت اپنے کام میں مشغول رہتے ہیں۔ تاجر اپنی تجارت میں کاریگر اپنی صنعت میں اور زراع اپنی کھیتی باڑی میں وقس علیٰ ذالک لغویات اور لہو ولعب میں وقت کو ضائع کرنے سے بڑھکر انہیں کوئی چیز ناپسند نہیں عموماً ہر اسلامی قصبہ میں فقراء کی امداد کے لئے خیراتی انجمنیں موجود ہیں۔ اخبارات اور خاصکر ایسے جرائد کے مطالعہ کا جنمیں کسی کی بیجا مدح و مذمت اور خوشامد خصوصیت نہ ہو۔ سب کو شوق ہے۔ بازاروں میں تم کسی مسلمان عورت کو نہ دیکھو گے۔ وہ اپنے اپنے گھروں کے اندر انتظام خانہ داری اور اولاد کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہتی ہیں مسلمانوں کا لباس دوسروں سے ممتاز ہے اکثر ملبوسات خاصکر ملاؤں اور باؤں کی پوشش قومی ساخت کی ہوتی ہے۔ انکو لئے وہ اجنبی صناعوں کے محتاج نہیں۔

تجارت میں انکو ید طولیٰ اور مہارت تامہ حاصل ہے۔ قزان۔ قاسیم۔ نیزھ کے اکثر مسلمان تاجر چین ہندوستان بخارا ایران قسطنطنیہ۔ مصر پیرس لنڈن اور امریکا و اٹلی کے اکثر بنادر میں موجود ہیں۔ خوشمعاملگی امانت دیانت اور تقویٰ میں یہ لوگ مشہور آفاق ہیں۔ انکی نیکمزاجی کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ جب دو یا زیادہ تاجر شراکت کرنے لگتے ہیں تو پہلے قرار دے لیتے ہیں کہ منافع میں سے ۵ فیصدی فلاں اسلامی مدرسہ یا بیت العلوم کو دیا جائیگا۔ مدارس کے علاوہ دیگر خیراتی کاموں پر بھی روسی تجار فراخدلی سے روپیہ خرچ کرتے رہتے ہیں قازان میں ۱۷ مسجدیں اور ۲۵ ہزار مسلمان آباد ہیں۔

روسی حکومت مسلمانوں کے معاملات میں بظاہر کوئی دخل نہیں دیتی۔ اور انکے مقدمات و نزاعات جرائیہ و جنائیہ انہی کے مذہبی محکموں میں جنمیں غیر مسلم کو کوئی واسطہ نہیں منفصل ہوتے ہیں لیکن عرصہ از تک روسی مسلمان اپنی حال میں مست رہے اور علوم و فنون جدیدہ کیطرف کچھ توجہ نہ کی مگر خداوند کریم کا شکر ہے کہ آخر قوم خواب غفلت سے بیدار ہو گئی ہے اور انکو معلوم ہو گیا کہ انکی زندگی اور قیام علوم و فنون جدیدہ کو حاصل کئے بغیر ناممکن ہے۔ چنانچہ اکثر نے روسی زبان سیکھنی شروع کر دی اور حکومت نے خاص انکے لئے صوبہ قزان میں تین مدارس کھولدیئے۔ تاکہ وہ انمیں تعلیم پاکر سرکاری عہدوں کو حاصل کر سکنے کی قابلیت پیدا کر سکیں ہر مدرسہ میں دو مسلمان مدرس مقرر ہیں۔ ایک روسی زبان سکھاتا ہے۔ اور دوسرا دینی امور مسلمان صرف سرکاری امداد ہی پر قانع نہ رہے۔ انہوں نے خود بھی کمر ہمت چست باندھ لی۔ اور اشاعت علوم کا جوش تمام قوم میں پھیلگیا۔ اس تحریک سعیدہ کے بانی مبانی عالم جان آفندی بارودی کے والد حیدر جان بن بابیر حلیف ہوئے۔ جو قازان کے مسلمانوں میں بڑی وجاہت اور مشہور خیر شخص ہے۔ قوم کی علمی احتیاج کی ضرورت کو محسوس کرتے ہی اس باہمت شخص نے اپنے چار بیٹوں میں سے ایک کو تجارت کے لئے علیحدہ کر کے باقی تین کو علوم دینی و دنیوی کی کامل تعلیم دلائی اور پھر قومی مدارس کی بنا قائم کی۔ اس نیک نظیر کا تمام مسلمان متمولین پر نہایت عمدہ اثر پڑا۔ وہ بطوع و رغبت اس شریف النفس کے ممد و معاون ہو گئے۔ اور چند برسوں میں ہر اسلامی قریہ اور قصبہ میں قومی مدارس کھل گئے۔ سب سے اول فاضل نوجوان عالم جان آفندی کے فرزند اکبر نے مدرسہ محمدیہ کی بنیاد رکھی اس عالی ہمت نوجوان نے کام کو جسکا بیڑا انکے والد نے

اٹھا یا تھا۔ ایسی لو العزمی سے جاری کیا تھا کہ باپ پر بھی فوقیت لے گیا [illegible]
علمی تحریک کی روح رواں یہی شخص ہے۔ وہ ایک دم قوم کیطرف سے بیفکر نہیں رہتا اور [illegible]
روح پھونکتا اور اتحاد و اتفاق اسے پراگندہ اجزاء کی اجتماع اور تحصیل علوم و فنون کا شوق [illegible]
کی ترغیب کامیابی کے ساتھ دلاتا رہتا ہے۔ انکا دوسرا بھائی صالح جان آفندی قزان کے ایک مدرسہ [illegible]
پارہ میں مدرس ہے۔ اور تیسرا بھائی عبدالرحمن آفندی مدرسہ مجیدیہ کا مہتمم اور نائب مدرس ہے۔ اس مدرسہ کی بنا کا تمام خرچ انکی
ہمت ذاتی نے دیا۔ اس وقت یہ مدرسہ جو حسن انتظام اور تعلیم کی برجستگی میں کسی یورپین مدرسہ سے کم نہیں تین جز پر منقسم ہے
پہلا درجہ فقراء کے لئے ہے جو کہ گداگری کے سوا کوئی پیشہ نہیں رکھتے۔ لیکن اس مدرسہ نے انکو ذلت سے بچا دیا ہے۔ اسمیں ایک سو طالب علم
ہیں اور دو مدرس انکے لئے مقرر ہیں ایک نوشت و خواند علی قدر ضرورت سکھاتا ہے اور دوسرا مختلف صنعتیں۔ طالب علم کو ماہوار
کچھ وظیفہ مقرر ہے۔ اور ہر روز ۳ گھنٹہ پڑھائی ہوتی ہے۔ اور دو دفعہ قرآن شریف پر عبور کرانے کے علاوہ ضروریات دینی تھوڑی
کتابت اور مبادی القرأت و صناعت سیکھ لینے پر یہ طلباء کسب ہنر سے اپنی معاش حاصل کرتے ہیں اور حسن تربیت اور درستی
اخلاق کی بدولت جلد آسودہ حال ہو جاتے ہیں۔ دوسرے درجہ میں درمیانی طبقہ کے طلباء تعلیم پاتے ہیں جنکی تعداد بالاوسط تین سو
رہتی ہے جنکو والدین سے علی قدر استطاعت ۸ سے لیکر ۲ روپیہ ماہوار تک فیس لیجاتی ہے۔ اور کسی ایک کو بالکل معاف ہوتی ہے
تعلیم کی مدت سات برس ہے۔ تین برس ابتدائی اور چار برس درمیانی تعلیم کے لئے جنکی تکمیل پر اکثر تجارت و صنعت یا ملازمت
میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور کچھ طبقہ عالیہ میں جو مدرسہ کا تیسرا درجہ ہے داخل ہو جاتے ہیں اس درجہ میں اٹھائی تین سو سے لیکر چار سو تک
طلباء کی تعداد رہتی ہے جنمیں سے کئی دور دور کے شہروں سے آئے ہوئے ہوتے ہیں اسمیں نحو۔ صرف۔ منطق۔ معانی۔ بیان۔
بلاغت حساب حکمت فلسفہ تاریخ جغرافیہ اصول۔ حدیث تفسیر وغیرہ وغیرہ علوم مختلفہ کی تعلیم دیجاتی ہے۔ امام اور مدرس اسی
درجہ کے پاس شدگان سے مقرر کئے جاتے ہیں۔ اس درجہ میں جو مدرسہ کا رکن اعظم ہے ۸ مدرس ہیں اور عالم جان آفندی مدرس اول ہیں
جو دن میں ایک سبق اور باقی مدرس دو سے لیکر تین سبق یومیہ پروگرام کے مطابق جسے مدرسہ کی کمیٹی مدرسین نے مقرر کیا ہے پڑھاتے ہیں
یہ کمیٹی ہر سال سالانہ تعطیلوں کے موقعہ پر مدرسہ کے کھلنے سے پہلے پانچ چھ یوم متواتر اجلاس کر کے سال آئندہ کی تعلیم تبدیلی [illegible]
اور تعلیمی نصاب و طریقہ تدریس مقرر کرتی ہے۔ ضرورت کے وقت بعد ازاں بھی وقتاً فوقتاً اجلاس ہوتے رہتے ہیں۔ مدرسہ کا خرچ کچھ تو
مدرسہ کی آمد سے چلتا ہے۔ اکثر امراء اسکے لئے اراضیات اور املاک وقف کر دیتے ہیں۔ بعض سالانہ امداد دیتے ہیں اور کچھ [illegible]
رئیس المدرسہ سالانہ جلسہ میں اغنیاء و باشندگان شہر کو مدعو کر کے عام چندہ سے جمع کر لیتا ہے۔ اس جلسہ کے موقعہ پر پچھلے سال کی آمد و
خرچ کا حساب اور مدرسہ کی حالت اور کارگذاری کی رپورٹ پیش کیجاتی ہے۔ اور پھر عام جلسہ آئندہ کے لئے خزانچی اور محاسب [illegible]
انتخاب کرتا ہے۔ مدرسہ کا کل مالی انتظام طلباء کی صحت کی نگرانی اور مریضوں کا معالجہ وغیرہ کرانا [illegible]
سوائے انہی مدرسوں کے ذمہ ہوتا ہے جو اہم معاملات ہیں [illegible]

ہر سال مئی کے مہینہ میں سالانہ تعطیلوں سے پہلے شہر کے اکثر اعیان و علما اور مدرسوں کے بالمواجہ لیا جاتا ہے اور جو کامیاب ہوں
اونہیں ایک خاص جلسہ کر کے سندیں عطا کی جاتی ہیں اوس وقت فایز المرام طلبا صدق دل سے خداوند کریم اور اپنے محسن استادوں کا شکریہ
بجالاتے ہیں۔ اور اس اجتماع کی برکت اور شکرانہ و دعا کی طفیل ہر ایک پاس شدہ کے دل میں یہ مصمم عزم قایم ہوجاتا ہے کہ وہ ایسا عمل
شروع کریگا جس سے خداوند کریم کی رضامندی حاصل ہو۔ پس کوئی تعلیم و تعلم یا وعظ و نصیحت کو اختیار کر لیتا ہے۔ کوئی تحریر و
منشی گری کو۔ کوئی تجارت یا صناعت یا زراعت وغیرہ کو۔ وہ مدرسے نکلتے ہی دین کی خدمت کیلئے تیار ہو جاتے ہیں اور تن
پروری اور جمع زر کیلئے کسب معاش نہیں کرتے بلکہ خدا کے بندوں اور اوس کے دین کی خدمت کیلئے وہ اپنا روپیہ پر تکلف ماکولات
و مشروبات یا نفیس و فوق البشر کے ملبوسات پر نہیں اڑاتے۔ نہ لہو و لعب اور لغویات میں اپنے اوقات کو ضایع کرتے ہیں ان باتوں کو
وہ حقوق اللہ میں خیانت کرنا اور واجبات عبودیت میں خلل ڈالنا سمجھتے ہیں خداوند کریم کل دُنیا کے مسلمانوں بالخصوص ہندوستان کے
انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں کو بھی ایسی سعادت حقیقی اور قومی ہمدردی کی توفیق عنایت فرمائے۔

قزان میں مدرسہ محمدیہ کے علاوہ جسے اسلامی کالج سمجھنا چاہئیے۔ اور بھی پانچ مدرسے ہیں اور اسی اصول و نمونہ پر روس کے
صوبجات اوفا اور نبرگ جیسا ابل۔ نزدیکی۔ سمارا۔ نیزہ بلواجاق تاغالی۔ استرلی خان (جو سب کے سب زمین روس کے شرق
میں از شمال تا جنوب واقع ہیں) وغیرہ میں اور بہت سے اسلامی مدارس موجود ہیں + اللّٰھم زد فزد

صحیفہ استنبولی مرقومہ حافظ عبد الرحمٰن

قسطنطنیہ کا وجود مختلف اقوام اور مختلف مذاہب کے عناصر سے مرکب ہے اور فرنگستانی سلطنتیں ہر وقت اسکی
حرکات و سکنات پر غور کرنا ضروریات پولیٹیکس سے تصور کرتی ہیں یورپ اور امریکہ کے باشندے جو روئے زمین کا سفر علمی
تحقیقات کی غرض سے کرتے ہیں اور بقول آپکے ایک ہی ہفتہ میں یہاں کے حالات پر ایک کتاب لکھ ڈالتے ہیں۔ ان سیاحوں کی یہ
تحریر اگرچہ اصلی حالات سے کیسی ہی متجاوز کیوں نہ ہو۔ مگر چھپنے کے ساتھ خاص و عام کے ہاتھوں میں پہونچتی ہے۔ اور ہر
ایک اوس پر رائے زنی شروع کر دیتا ہے۔

ان غیر متناسب عنصروں کی ترکیب اور اجانب کی دلی مذہبی نفرت اور مسیحی رعایا کی جلد بازی نے قوانین قسطنطنیہ کو مجبور
کیا ہے کہ وہ اخبارات اور مطابع کی نگرانی کو ایک حد تک ضروری سمجھے تاکہ بد اندیش جو خیر خواہی کے پیرایہ میں ہر وقت [illegible]
اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں خیالات کا اظہار ذرا سوچ سمجھ کر کریں نتیجہ اسکا یہ ہے کہ قسطنطنیہ کے اخبارات ہند مصر اور انگلینڈ
کی مانند آزاد نہیں ہیں۔ اسجگہ کے اخبار نویس کبھی کبھی ہندوستانی اخبارات کا اقتباس کرتے ہیں مگر اصل مضمون کو کاٹ
چھانٹ کر ایسی شکل میں لاتے ہیں کہ اوس کے اصلی خط و خال کا نشان مٹ جاتا ہے اور صرف ایک ڈھانچہ باقی رہجاتا ہے +
کچھ وقت قسطنطنیہ میں۔ میں نے ابتدا میں اخبار وکیل کے مضمون خلیج فارس کا ترجمہ کیا تھا مگر ایڈیٹر معلومات نے جب اسکی
اشاعت میں اصلاح کر دی تو میں نے آیندہ کیلئے اس سلسلہ کو ترک کر دیا۔ آپکے بعض خیالات کا بھی ترجمہ دیا گیا تھا۔ چنانچہ معلومات

Marfat.com

مطبوعہ، ۲جون ۱۹۰۹ء میں جو اہل الحدیث امرتسر میں چھپا ہے اسکی بابت ... ...

ہندوستانیوں کی استنبول میں دعوت

آپ نے مجھکو غرض ... ... آپکی رائے بہت عمدہ ہے لیکن اسوقت میرا خیال ہے کہ ہندوستانیونکو استنبول آنا چاہیے ... ... میں شبہ ہے۔ تجارت کو اسجگہ بہت ترقی ہے۔ ٹونس الجزائر مصر شام حجاز عراق ایران سب ملکوں کے مسلمان تاجر موجود ہیں لیکن ہندوستان کا کوئی تاجر اسوقت اسجگہ نہیں ہے۔ حسن آفندی جو بمبئی کا رہنے والا ہے ایک زمانہ میں یہاں چلتا تھا۔ مگر اب اوسکی توجہ امور تجارتی کیطرف کم ہے میرے قدیمی دوست حافظ عبدالحق صاحب ... ... قسطنطنیہ کی تجارت پسند معلوم ہوتی ہیں اور میں عنقریب چند نمونے یہاں کے پارچات کے اونکو بھیجنے والا ہوں۔ منشی احمد خان صاحب انسپکٹر سالٹ کوہاٹ بھی اپنے بعض جدید معلومات معدنی تجربہ کیواسطے اچھا موقعہ ہے۔ ہندی فارسی عربی۔ انگریزی فرانسیسی المانی۔ روسی یونانی اطلیانی۔ غرض ہر زبان کے جاننے والے اسجگہ موجود ہیں اور ترکی زبان کا تو کہنا ہے۔

ہندوستانی نوجوان۔ انگلینڈ کو آئے دن چلے جاتے ہیں۔ لیکن چار آٹھ چند نوجوانوں کے سوا کسی ہندوستانی کا نام میں نے نہیں سنا جو اس ملک میں آیا ہو۔ اتحاد ملی کیواسطے قسطنطنیہ سے بہتر کوئی جگہ نہیں چونکہ ہر ملک کے لوگ کثرت سے اسجگہ موجود ہیں اسواسطے جو شخص اپنی اصلی زبان کے سوا کوئی ایک مشرقی زبان مثل فارسی عربی کے یا غربی زبانوں میں سے انگریزی یا فرانسیسی جانتا ہو۔ باسانی لوگوں سے اختلاط کر سکتا ہے۔ اور ایک خاص صفت قسطنطنیہ کا یہ ہے کہ اگر امیر آدمی ایک پونڈ یعنی پندرہ روپیہ یومیہ خرچ سے زندگی بسر کر سکتا ہے تو ایک غریب آدمی کو ایک شلنگ یعنی بارہ آنہ روزانہ مصارف کیواسطے کافی ہے۔ بلاد یورپ کیطرح ہر شخص کو مصارف کثیر کی ضرورت نہیں میں دیکھتا ہوں کہ بعض ہندوستانی فقراء کاغذوں کی چڑیا اور پھولدار درخت بنا کر بیچتے ہیں اور امن سے اپنا گذارہ کر سکتے ہیں۔

مجھے لاہور کی ایک معزز تاجر اشیاء قدیمہ سید بہادر شاہ صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ پیسہ اخبار کے ایڈیٹر مولوی محبوب عالم صاحب بتقریب شمول نمائشگاہ ہندوستان سے باہر جانیوالے ہیں اور جاتی ہوئی قسطنطنیہ سے گذرینگے۔ کیا خوب ہو اگر اسی طرح ہمارے دوست مولوی سراج الدین احمد صاحب ایڈیٹر چودھویں صدی راولپنڈی بھی ولایت سے واپس جاتے ہوئے قسطنطنیہ کی سیر کریں اور آج سے پیشتر ہندوستان میں اخبارات کے ذریعہ اور اسوقت لنڈن میں مجالس عامہ کی شمول سے جو معلومات سلطنت عثمانیہ کی نسبت حاصل کئے ہیں۔ اونکو ذاتی تجربہ کی محک امتحان پر کسیں اور معلوم کریں کہ مخالفین اسلام کی رائیں کس حد تک اصل حقیقت سے مناسبت رکھتی ہیں۔ اور میں اونکو یقین دلاتا ہوں کہ جو فرحت انگلستان میں ... اونھوں نے حاصل کی ہے۔ اوس سے زیادہ قسطنطنیہ میں حاصل کر سکتے ہیں۔ البتہ تقریر بازی کا میدان ... ...

سلطنت ٹرکی کی انتظامی کیفیت

... آج سے ... سال پیشتر ہندوستان ... ...

Marfat.com

[illegible] مطلق العنان جو چاہتا ہے کسی کے مشورہ بغیر کر گذرتا ہے) اور ہر قسم کے مالی اور ملکی احکام جو عدالتوں سے صادر ہوتے ہیں انکا مدار مدار فقہ حنفی کی ایک کتاب ملتقی الابحر پر ہے باوجودیکہ اسپر صدی کا چوتھا حصہ گذر چکا ہے۔ اور دنیا کے ہر حصہ سے ترقی کی صدائیں آرہی ہیں۔ مگر ہمارے بعض ہندوستانی بھائی اب تک ٹرکی کے انتظام کو اوسی پرانی قالب میں ڈہلا ہوا تصور کرتے ہیں چنانچہ ابھی چند روز ہوئے کہ مدراس کے نامور جریدہ نیر آصفی کا ایک مضمون میری نظر سے گذرا۔ جسمیں وہی پرانی رام کہانی درج تھی مجھے قسطنطنیہ کی شاہی اقامت اور بزرگان اتراک کی ملاقات اور دفاتر سرکاری میں آمد و رفت کرنے سے معلوم ہوا کہ جو کچھہ مینے مدرسہ میں پڑہا تہا۔ اور حال میں جو کچھہ نیر آصفی میں مطالعہ کیا اوسکو موجودہ حالات کے مقابلہ میں تقویم پارینہ سے زیادہ کچھہ وقعت نہیں ایسی حالت میں پرانے خیالات کا اعادہ ترکی کی نسبت کرنا محض ناواجب ہے اوسکی موجودہ ترقیات کے مقابلہ میں ایسی باتونکا قایم کرنا سراسر ناواقفی کی علامت ہے۔ پس میں اپنی موجودہ واقفیت کے لحاظ سے مناسب سمجھتا ہوں کہ یہاں کے انتظامی حالات کو اپنے ہندوستانی بھائیوں کی اطلاع اور آگاہی کیواسطے قلمبند کرتا ہوں۔

سلطنت ٹرکی میں ہر کام کے انصرام کیواسطے جدا گانہ دفاتر قایم ہیں۔ اور ہر دفتر کے واسطے قواعد اور قوانین بہت عمدگی سے مرتب ہوتے ہیں۔ مقدمات دیوانی اور فوجداری کے تصفیہ کیواسطے جدا جدا محکمے مقرر ہیں۔ اور ان محکموں کے احکام صادرہ کی جانچ کیواسطے محکمہ ہائے اپیل مقرر ہیں یہ محکمے ایسی دانائی اور دوراندیشی سے مقرر کئے گئے ہیں کہ مسلمان عیسائی یہودی غرض ہر فریق اپنا اپنا پورا پورا انصاف حاصل کر سکتا ہے مسلمانوں کے واسطے محاکم شرعیہ ہیں اور دیگر مذاہب کے واسطے محاکم مختلط وضع قوانین کیواسطے دارالشوریٰ علیحدہ موجود ہے۔ ان تمام دفتروں اور محکموں اور دارالشوریٰ کا انتظام تربیت یافتہ اور قابل چند اشخاص کے ہاتھوں میں ہے۔ انکے علاوہ ایک مجلس وکلا جسکو کیبنٹ کونسل کہنا چاہئیے یورپین سلطنتوں کے اصول کے مطابق مقرر ہے۔ جملہ امور داخلیہ خارجیہ جو وقتاً فوقتاً پیش آئیں۔ ممبران مجلس مذکور ہفتہ میں دوبار اجلاس کرکے اوسکی تحقیقات کرتے ہیں اور نتیجہ تحقیقات براہ صدور حکم ہائے شاہانہ (حضرت سلطان المعظم) کو ارسال کرتے ہیں۔ اس مجلس کے کار کن ارکان مفصلہ ذیل دس اشخاص ہیں۔ صدر اعظم۔ شیخ الاسلام۔ سر عسکر پاشا۔ ناظر بحریہ۔ ناظر داخلیہ۔ ناظر خارجیہ۔ ناظر اوقاف۔ ناظر مالیہ۔ ناظر معارف۔ ناظر منافعہ۔ انمیں سے پہلے دو شخص میر مجلس اور باقی آٹھہ رکن مجلس ہیں ناظر کا لفظ ہندوستانی عدالتونکا ہم معنی نہیں۔ بلکہ وزیر کا مرادف ہے۔ اب ہر ایک رکن کی خدمات متعلقہ مجمل بیان کیجاتی ہیں

(۱) صدر اعظم (پرایم منسٹر) اس شخص کو امور دنیوی میں بادشاہ کیطرف سے نائب السلطنت کا رتبہ حاصل ہے مجلس وکلا کی صدارت اسکے متعلق ہے علمی اور مالی احکام جسقدر مقرر ہوتے ہیں۔ اونکی تقرری بالخصوص صدر اعظم کے دستخط سے عمل میں آتی ہے۔

(۲) شیخ الاسلام۔ یہ شخص دینی امور میں مسلمانونکا حاکم ہے اور صدر اعظم کی غیر حاضری میں میر مجلس کا کام کرتا ہے۔ قاضیوں اور مشائخ اور محاکم شرعیہ اور مدارس دینیہ کی تقرری اس کے متعلق ہے۔

(۳) سر عسکر (وزیر حرب) تمام فوجی کاروبار اس کے متعلق ہیں۔

Marfat.com

(۴) ناظر بحریہ (وزیر بحر) سلطنت کے ملکی [illegible]

(۵) ناظر داخلیہ (ہوم منسٹر) تمام اندرونی معاملات اس کے متعلق ہیں [illegible]
قایمقام مدیر) کی تقرری اس کے ہاتھ میں ہے۔

(۶) ناظر خارجیہ (فارن منسٹر) تمام بیرونی معاملات اور دول اجنبیہ سے خط وکتابت اور سفرا و قونصل [illegible]
کی تقرری اس کے ہاتھ میں ہے +

(۷) ناظر عدلیہ (جوڈیشل منسٹر) دیوانی اور فوجداری کی جسقدر محکمے یورپین اصول پر قایم ہیں ان کے کارکنوں کی تقرری اس کے ہاں سے عمل میں آتی ہے۔

(۸) ناظر اوقاف (مہتمم بیت المال) جسقدر اوقاف مسجدوں تکیوں پلوں اور چشموں وغیرہ کے متعلق ہیں اور جو خیرات حرمین الشریفین۔ بیت المقدس۔ اور زیارات متبرکہ میں بھیجی جاتی ہے۔ اسکا تعلق اس سے ہے

(۹) ناظر معارف (ڈایرکٹر آف پبلک انسٹرکشن) سررشتہ تعلیم کا کام اس کے متعلق ہے۔

(۱۰) ناظر نافعہ (پبلک ورکس منسٹر) تجارت سڑکیں ریلوے وغیرہ امور اس کے متعلق ہیں۔ یہ مجلس جسجگہ اجلاس کرتی ہے اوسکا نام "بابعالی" ہے۔ وہ نو ممبر مجلس اور آٹھوں ممبروں کی دفاتر بھی اسی بابعالی میں ہیں تحقیقات اور مباحثہ کے بعد صدر اعظم ان کاغذات کو مابین ہمایونی (دربار شاہی) میں بھیجدیتا ہے۔ وہاں کا باش کاتب (منشی) ان تمام کاغذات کو پڑھکر خلاصہ چھانٹتا ہے۔ اور اس خلاصہ کو معہ اصل کاغذات کے حضرت سلطان المعظم کے پیش کرتا ہے۔ اور جب دستخط مبارک ثبت ہو جائیں تو کاغذات بابعالی میں برائے اجرائے احکام واپس جاتے ہیں تجاویز مندرجہ بابعالی کے ساتھ اتفاق اکثر اور مخالفت کمتر ہوتی ہے۔ یہ مجمل اطلاع انتظامی امور کی کی ہے۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً مفصل حالات قلمبند ہونگے۔

جناب منشی عبدالعزیز صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ کی یہ خواہش معلوم کرکے مجھے بہت خوشی ہوئی کہ وہ آستانہ میں اپنے بھائی کو بغرض تحصیل علم طب کے بھیجنا چاہتے ہیں۔ یہاں دو قسم کے طبی مدارس ہیں اول مدرسہ طبیہ ملکیہ دوم مدرسہ طبیہ عسکریہ۔ انکے بھائی کیواسطے پہلے قسم کا مدرسہ مفید ہے۔ لیکن مدرسہ میں داخل ہونے سے پیشتر اسکو چاہیے کہ ترکی اور فرنساوی زبان میں اسقدر ملکہ بہم پہونچائے جو ہندوستان میں مڈل سکول کی انگریزی کے برابر ہو اور اسکے سوا انکو بمبئی کے قونصل جنرل دولت علیہ کا سرٹیفکٹ ہمراہ لاوے۔ شام اور حجاز کے بعض طالب علموں کو میں نے دیکھا کہ ایک برس تک پرائیوٹ طور پر ان دونوں زبانوں کو آستانہ میں رہکر سیکھتے ہیں۔ اور پھر امتحان دیکر مدرسہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ہندوستان میں اور بالخصوص پنجاب میں رہکر شاید ان دونوں زبانوں کا سیکھنا مشکل ہو لیکن یہ ایسی جگہہ ہے کہ وہاں پر یہ دونوں زبانیں بآسانی حاصل ہو سکتی ہیں۔ مدرسہ طبیہ ملکیہ کی مدت تعلیم چھے برس ہے

Marfat.com

قریباً پچاس روپیہ ماہوار خورد و نوش کرایہ مکان قیمت کتب وغیرہ میں صرف ہوتا ہے۔ اور ابتدائً تین سو روپیہ کرایہ جہاز دینا پڑتا ہے۔ دو دو تین تین طالب علم مشترکہ مکان لے لیتے ہیں علاوہ تخفیف مصارف کی ایک فایدہ یہ ہے کہ شب و روز یکجا رہنے سے باہمی تکرار درس کا خوب موقع ملتا ہے۔

آستانہ میں اگرچہ عام و خاص کی بول چال ترکی ہے لیکن جو شخص عربی اور فارسی میں بخوبی بات چیت کر سکتا ہو وہ بھی گذارہ کر لیتا ہے۔ مگر صرف اردو فارسی جاننے والے کو بہت تکلیف ہے۔ انگریزی دان کی ایک گونہ عزت ہے۔ ہوشیار آدمی ہو تو کچھ ماہوار بھی کما لیتا ہے۔ جیمبرلی طاش عربوں کا مرکز ہے۔ جیرت۔ دمشق حجاز۔ بغداد و موصل کے تمام مسافر عرب وہاں رہتے ہیں۔ انمیں سے بعض آدمی تحصیل علم کے واسطے اور بعض حصول خدمت اور رتبہ کے واسطے آتے ہیں۔ اور برسوں اسجگہ پڑے رہتے ہیں ✦

سلطنت ٹرکی کا مجموعی انتظام حکام ملکی

ٹرکی کے کل مقبوضات جنمیں یورپ ایشیاء اور افریقہ کی ممالک مقبوضہ شامل ہیں تیس صوبوں پر منقسم ہے۔ ہر ایک صوبہ کو ولایت کہتے ہیں۔ اور حاکم صوبہ کو والی جو گورنر کا مترادف ہے مثلاً حجاز۔ یمن بصرہ۔ بغداد۔ بیروت۔ وغیرہ ایک ایک ولایت ہے اور وہاں کا حاکم والی۔ ہر والی کی ماتحت متعدد حاکم و عامل جو جدا جدا شہروں اور قصبوں میں اس تفصیل سے مقرر ہیں (۱) متصرف اور اوسکا محل اقامت متصرف لِک[1] کہلاتا ہے۔ (۲) قایمقام اور اوسکا محل اقامت قایمقام لک کہلاتا ہے۔ (۳) مدیر اور اوسکا محل اقامت مدیر لک کہلاتا ہے۔

والی اور اوسکے ماتحت اپنی بحالی برخاستگی اور انصرام خدمات میں ناظر داخلیہ کے تابع احکام ہیں۔ انکی فرائض منصبی ایسے سمجھنی چاہئیں جیسے ہندوستان میں گورنر کمشنر کلکٹر اور تحصیلداروں کے ہوتے ہیں۔ ملک کے اندرونی معاملات خواہ کسی قسم کے ہوں والی انکا نگران اور ہر حالت میں نیک بد کا ذمہ دار ہے۔ محکمہ جات افتاء۔ قضاء۔ اوقاف۔ تعلیم تعمیرات۔ پولیس۔ شفاخانہ۔ جنگلات وغیرہ کے جملہ حکام اور عہدہ داران والی کی حدود اراضی کے اندر ہوں۔ انکی نگرانی والی کے متعلق ہے۔ جب کسی عہدہ دار کی بداعمالی ظاہر ہو تو مدیر قایمقام کو اور قایمقام متصرف والی کو کرتا ہے۔ اور والی ضروری تحقیقات کے بعد اس رپورٹ کو ناظر داخلیہ کے پاس بھیج دیتا ہے۔ اور ناظر اُسکو [illegible] میں روانہ کرتا ہے۔ کیونکہ عہدہ دار مذکور کی شکایت کا تدارک کرنا اوس محکمہ کا کام ہے جسکی وہ ماتحت ہے مثلاً اگر مفتی یا قاضی کی شکایت ہو تو کاغذات شیخ الاسلام کے پاس جائینگے۔ اور مدرس مکتب کی شکایت ہو تو ناظر معارف کے پاس اور اسیطرح باقی شکایات اپنے اپنے ٹھکانوں پر روانہ ہونگی۔

جبقدر یورپین سیر و سیاحت سے شکایات یا امور انتظامی کے متعلق کسی ناظر کے پاس پہنچیں مجلس وزراء میں

[1] لِک کا لفظ نسبت ہے پس متصرف لِک کے معنے ہیں محل متصرف ۱۲

انکا پیش ہونا اور صدر اعظم یعنی میر مجلس کی موجودگی میں اونکی تفتیش عمل میں آنا ضروریات سے ہے۔ اگر شکایت ستانی یا خیانت وغیرہ جرائم کے متعلق ہو تو وزیر اعظم کا فرمان محکمات عدلیہ و فوجداری خصوصی ناموں میں بھیجا ہے۔ جہاں جوڈیشل طور پر جرم کی تحقیقات ہوتی ہے۔ اور نتیجہ تحقیقات کے موافق حکم صادر ہوتا ہے۔ اور اگر شکایت غفلت یا نالیاقتی یا ہیچ قسم کی ہو تو صدر اعظم حیثیت شکایت کے لحاظ سے جرمانہ یا تبدیلی۔ یا تنزل یا معطلی یا موقوفی کا حکم صادر کرتا ہے اور اوسکا نفاذ بعد منظوری شاہانہ کے عمل میں آتا ہے۔ اس کارروائی میں کسیقدر طوالت ضروری ہے۔ مگر یہ فائدہ بھی ہے کہ شخص زیر عتاب کو اپنی صفائی حاصل کرنے کا کافی موقع ملتا ہے کیونکہ ہر اہلکار کو اختیار ہے کہ اگر حکام مقامی کی طرف سے اسپر زیادتی عمل میں آتی۔ یا کوئی عام بدانتظامی اونکی ظاہر ہو تو فوراً اوسکی شکایت مجلس وزراء یا حضور شاہانہ میں پیش کرے۔ مدیر ہو یا گورنر جب اونکے برخلاف شکایت گذرے تو اسپر غور کیجاتی ہے۔

اکثر عہدہ داروں کی بحالی برخاستگی چونکہ وزراء مجلس باب عالی کو متعلق ہے۔ اسواسطے امیدواران خدمت اور عہدہ داران زیر عتاب کا ایک مجمع استنبول میں حاضر رہتا ہے۔ اور بعض آدمی انتظار حکم میں برسوں پڑے رہتے ہیں جسمیں طرابلس الغرب شام۔ حجاز۔ یمن عراق۔ اور موصل کے سینکڑوں عرب پائے جاتے ہیں۔ محلہ چنبرلی طاش جو استنبول میں جامع ایا صوفیہ کے قریب ہے عربوں کا مرکز سمجھا جاتا ہے۔ اردگرد کے قہوہ خانوں اور لوکنڈوں میں جدھر دیکھو عرب ہی عرب نظر آتے ہیں۔

اسوقت ۳۰ والی اور ۲۲ متصرف اور ۱۹۰۰ قائمقام اور اس سے بہت زیادہ تعداد کے مدیر ممالک ٹرکی میں کام کر رہے ہیں۔ انکی ماہواری تنخواہیں حسب ذیل ہیں:-

والی ۵۰ پونڈ عثمانی سے ۲۵۰ پونڈ عثمانی تک متصرف ۳۵ پونڈ سے ۷۵ پونڈ تک۔ قائمقام ۱۲ پونڈ سے ۲۵ پونڈ تک۔ مدیر ۵ پونڈ سے ۹ پونڈ تک۔

ولایات کی تفصیل اسطرح ہے (۱) حجاز (۲) یمن (۳) بصرہ (۴) بغداد (۵) موصل (۶) حلب (۷) سوریا یا شام (۸) بیروت (۹) طرابلس الغرب (۱۰) خداوندگار (بروصہ) (۱۱) قونیہ (۱۲) انقرہ (۱۳) آیدین (۱۴) اطنہ (۱۵) قسطمونی (۱۶) سیواس (۱۷) دیار بکر (۱۸) بتلیس (۱۹) ارض روم (۲۰) معمورۃ العزیز (۲۱) وان (۲۲) طرابزون (۲۳) جزائر بحر سفید (۲۴) کریت (۲۵) ادرنہ (۲۶) سلانیک (۲۷) قوصوہ (۲۸) یانیہ (۲۹) اشقودرہ (۳۰) مناستر

طریقہ رفاعیہ اور قدوۃ العارفین سید محمد ابو الہدیٰ آفندی

میرے بعض ہندوستانی بھائی شاید اس طریقے سے کم واقف ہوں گے۔ کیونکہ ہندوستان میں زیادہ تر رواج طریقہ قادریہ چشتیہ نقشبندیہ اور سہروردیہ کا ہے۔ لیکن جو شخص بلاد مصر عربستان عراق۔ اور استنبول کی سیر

Marfat.com

کرے ممکن نہیں کہ اوس کا کان اس لفظ سے آشنا نہ ہوں۔ طریقہ کا بانی شیخ سید احمد رفاعی ہے جو چھٹی صدی کے صوفیا کبار میں سے تھا۔ اور اوسکا سلسلہ نسب امام حسین تک پہونچتا ہے۔ سید عبدالوہاب شعرانی نے اپنی کتاب طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے کہ شیخ احمد بن ابی الحسین الرفاعی عرب کے ایک قبیلہ بنی رفاع میں سے ہے اور اوسکی جلالت شان اور رفعت مکان کو ان مختصر الفاظ میں ادا کیا ہے۔ کانت انتہت الیہ الریاستہ فی علوم الطریق وشرح احوال القوم وکشف مشکلات منازلہم وبہ عرف الامر بتربیتہ المریدین بالبداتہم وتخرج بصحبتہ جماعتہ کثیرۃ وتلمذ لہ خلایق لایحصون ورثاہ المشایخ والعلماء وھو احد من قہر احوال الرجال ملاک اسرارہ وکان لہ کلام عال علی لسان اہل الحقایق۔

بالفعل استنبول میں انکا جانشین سید محمد ابوالہدیٰ آفندی صیادی حسینی خالدی ہے جو عربی زبان میں بڑا فصیح البیان اور علوم ظاہری و باطنی کا جامع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کمالات کے ساتھ دولت دنیوی سے بھی اسکو متمتع کیا ہے۔ رومیلی کے صدور عظام میں سرفراز ہے اور حضرت سلطان المعظم کی بقدر نظر عنایت اسکی نسبت مرعی ہے کہ بڑی بڑی امرا اور عمایدہ اسکی ملاقات کو اپنا فخر سمجھتے ہیں اور عام و خاص دینی اور دنیوی اغراض میں انکی بدولت فایز المرام ہوتے ہیں۔ ہرچند یہ دنیوی جاہ وحشم حاصل ہے مگر اپنی طریقت رفاعیہ میں بھی سرگرمی اور مستعدی ہے ہر ہفتہ جمعہ کی رات کو ان کے مکان پر مریدوں کا مجمع ہوتا ہے سو آدمی کے قریب مجلس ذکر میں شامل ہوتے ہیں جسمیں مشایخ کے علاوہ آفندی بھی موجود ہوتے ہیں۔ اس وقت سید ابوالہدیٰ اور مریدوں میں کوئی دُنیاوی فرق نہیں پایا جاتا۔ گویا وہ بھی ایک شخص منجملہ خادمان طریقت کے ہے۔

مجھے بھی ایک دوست کی تحریک سے شیخ ابوالہدیٰ کی ملاقات اور شمول مجمع ذکر کا شرف حاصل ہو چکا ہے شیخ بہت دانا اور اعلیٰ درجہ کا مردم شناس ہے متعدد کتابیں طریقہ رفاعیہ کے متعلق عربی میں تالیف کرکے چھپوائی ہیں اور اصحاب طریق میں مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ انکے بعض رسالوں کا ترجمہ کسی بزرگ نے بمبئی میں بزبان اُردو کرکے چھپوایا ہے۔

صحیفہ استنبولی

قبر ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ۔ قسطنطنیہ کے عجائبات میں ایک عجیب نظارہ حضرت (خالد) ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے۔ یہ جلیل القدر صحابی مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو تا تیاری مسجد نبوی آپ ہی کے مکان پر فروکش رہے۔ آپکا مقبرہ بڑی شان و شوکت کا ہے اور جس محلہ میں واقع ہے وہ محلہ بمناسبت ذات گرامی سلطان ایوب کے نام سے پکارا جاتا ہے عام و خاص زیارت کیلئے جاتے ہیں اور انوار قدسیہ سے مستفید ہوتے ہیں۔ زائرین کا مجمع صبح و شام لگا رہتا ہے ایک مسجد مقبرہ کی شرقی کونے میں ہے جسمیں زائرین کو اداے نماز میں سہولت ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ میں زیارت کیلئے گیا تھا۔ مولوی

Marfat.com

نورالدین صاحب تاجر کتب مصر مقیم کانپور کی خاص تاکید تھی۔ دخانی کشتی کو ذریعہ آدھ گھنٹہ کا راستہ طے کر کے قسطنطنیہ کے انجام پر یہ مقبرہ ہے اسکے اندر قبہ کے گرد اگرد معلا قرآن مجید بیش قیمت اور نہایت خوشخط بسلسلہ الحلوں پر رکھے ہوئے ہیں اور دیوار و منبر پر خوشخط قطعات جلی حرفوں میں لکھے ہوئے آویزاں ہیں جنمیں آیات قرآنیہ اور ادعیہ ماثورہ مکتوب ہیں۔ (حضرت خالد) ابو ایوب انصاری کا قسطنطنیہ میں آنا اور اسجگہ مدفون ہونا کتب تاریخیہ سے ثابت ہے چنانچہ علامہ ابن اثیر جزری نے اپنی کتاب جامع الاصول فی احادیث الرسول میں لکھا ہے۔ خالد بن کلیب بن زید البخاری الانصاری الخزرجی شہد العقبة الثانیة والمشاہد کلها و مات بالقسطنطنیة مرابطاً۔ ان کے قسطنطنیہ جانے کی کیفیت مؤرخین اور اہل سیر نے یوں لکھی ہے کہ امیر معاویہ نے ۵۰ھ میں جب ایک لشکر جرار رومیوں کے جہاد کیواسطے روانہ کیا تو ابو ایوب بھی اس لشکر میں شامل ہوئے۔ ایام محاصرہ قسطنطنیہ میں جب لڑائی بہت شدت کے ساتھ ہو رہی تھی تو یہ بیمار ہو گئے۔ اور اکثر صحابہ آپکی عیادت کو جاتے۔ اور کہتے تھے اللّٰہم عافہ واشفہ۔ آپ جواب میں فرماتے یوں نہ کہو بلکہ یوں کہو اللّٰہم ان کان اجلہ عاجلاً فاغفر لہ وارحمہ۔ وان کان آجلاً فعافہ واشفہ۔ اسی مرض میں ۵۱ھ یا ۵۲ھ کے درمیان آپکا انتقال ہوا۔ اور قسطنطنیہ کے قریب دفن ہوئے مقبرہ کی موجودہ عمارت سلطان محمد فاتح استنبول کی تعمیر کرائی ہوئی ہے جنہوں نے ۸۵۷ھ میں اس شہر کو فتح کیا تھا۔ مقبرہ کے احاطہ میں دو تین درخت اسقدر عظیم الشان ہیں کہ ہر ایک کا محیط بیس پچیس گز سے کم نہ ہوگا۔ کبوتر و کیچ کا بک ان درختوں پر رکھے ہوئے ہیں۔ اور آدمی غلہ کا صندوق بھرے ہوئے موجود رہتا ہے۔ زائرین اُسے کچھہ دیتے ہیں تو وہ غلہ بقدر قیمت کے کبوتروں کے آگے ڈالدیتا ہے۔

ترکی محاکم یعنی عدالتیں

میں مختلف مذاہب اور عقاید کے لوگ آباد ہیں۔ حجاز یمن نجد وغیرہ کے سوا کوئی شہر ایسا کم ہوگا جسمیں مسلمانوں کے ساتھ بیشمار عیسائی اور ایک حد تک یہودی موجود نہوں۔ یہ عیسائی اور یہودی اکثر تو اسی دولت کی رعایا ہیں۔ اور بعض دول اجنبیہ کی تابع ہیں۔ پھر عیسائیوں میں انواع و اقسام عقاید کے متعدد فرقے مثل رومن کیتھولک۔ پروٹسٹنٹ۔ اور گریک چرچ کے پیرو پائے جاتے ہیں۔ اور یہ تعدد فرق کچھہ عیسائیوں پر ہی منحصر نہیں۔ بلکہ مسلمانوں میں بھی مذاہب اربعہ کے سوا جعفری۔ وہابی۔ دروزی۔ زیدی وغیرہ فرقے موجود ہیں۔ تجارت جسنے اسوقت بلاد ترکیہ میں بڑی اہمیت حاصل کی ہے۔ وہ اکثر نصاری اور یہود کے ہاتھہ میں ہے۔ جن کے رگ و پے میں حریت اور تمدن نے طلب حقوق کی روح پھونک رکھی ہے۔ ایسی مختلف کیفیت۔ رعایا کا انتظام جسقدر دقت طلب ہے وہ محتاج بیان نہیں مگر دولت عثمانی نے کمال عقلمندی اور دانائی سے ایسے قوانین جاری کئے ہیں۔ جس سے ہر شخص کو مذہبی آزادی اور امور تجارت میں ہر قسم کی سہولت حاصل ہے۔ نتیجہ اسکا یہ ہے کہ مسلمان عیسائی اور یہودی سب راحت اور آسایش سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

Marfat.com

اِس مختلف المذاہب رعایا کی دادرسی اور قیامِ امن کیواسطے جسقدر محاکم یعنی عدالتیں مقرر ہیں بہیئت مجموعی اسکی دو قسمیں ہیں

(۱) محاکم شرعیہ - یہ عدالتیں صرف مسلمانوں کیواسطے ہیں اور انکے حاکم بھی مسلمان ہیں جنکو قاضی کہتے ہیں - اس قاضی کا رتبہ بلحاظ اختیارات مدارج تنخواہ اور اختیارات کے ایسا سمجھنا چاہیے جیسا ہندوستان میں منصف - اور سب جج کا مسلمانوں کے جسقدر مقدمات حقوق (دیوانی) کے متعلق ہوں - ان محکمہ جات میں رجوع ہوتے ہیں اگر مقدمہ سیدھا سادہ ہو تو قاضی ازخود اسکا فیصلہ کردیتا ہے اور اگر پیچیدہ ہو تو مفتی سے فتوی طلب کرتا ہے - اور اوسکے فتوی کے موافق حکم دیتا ہے فیصلہ خواہ قاضی نے ازخود صادر کیا ہو یا مفتی کے فتوی کے موافق حکم دیا ہو ہر فریق جو اس حکم سے غیر مطمئن ہو اوسکو اختیار ہے کہ شیخ الاسلام کی حضور آستانہ میں اسکی تمیز (نظر ثانی) کرے -

بلاد عثمانیہ کے ہر شہر میں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ایک قاضی اور اکثر بڑے شہروں میں ایک مفتی ہوتا ہے - قاضی کے ماتحت چند کاتب (محرر) بھی واسطے قلمبند کرنے کیفیت مقدمات کے متعین ہوتے ہیں قاضی کیواسطے لازم ہے کہ اوس نے مکتب نواب کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا ہو جو شیخ الاسلام کی زیر نگرانی خاص کر ان لوگوں کے واسطے قایم کیا گیا ہے جو منصب قضا کے خواستگار ہوں مگر مفتی کیواسطے کسی سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں اسکو ہر شہر کے باشندے منتخب کرتے ہیں اور اکثر اس منصب پر وہ شخص مقرر ہوتا ہے جو مشاہیر علماء میں سے ہو - قاضی کی تنخواہ نو روپیہ سے شروع ہوتی ہے اور ۱۲۵ روپیہ تک پہنچتی ہے مفتیوں کو اکثر اوقاف سے معاش ملتا ہے مفتیوں اور قاضیوں کے فرائض کی متعلق دولت کیطرف سے ایک دستورالعمل (مجموعہ قوانین) مرتب ہے جسکو المجلہ یا مجلۃ احکام کہتے ہیں یہ مجلہ فقہ حنفی کے موافق علماء کبار کی ایک جماعت نے زیر نگرانی احمد جودت پاشا ناظر عدلیہ کے تیار کیا - اور بعد تصدیق دار الفتوی کے منظوری حضرت سلطان المعظم اسکو رتبہ قانون حاصل ہوا جیسا ہندوستان میں اورنگزیب کے حکم سے فتاوی عالمگیری مرتب ہوا تھا - ویسا ہی اس مجلہ کو سمجھنا چاہیے - فرق صرف اسقدر ہے کہ فتاوی مذکور عبادات اور معاملات دونوں کو حاوی ہے - اور یہ فقط معاملات تک منحصر ہے علاوہ بریں وہ چھ جلدوں میں ہے - اور یہ صرف ایک جلد میں جو غالباً ضابطہ دیوانی کے برابر ہوگی - یہ مجلہ ۱۶ بابوں اور ۱۸۵۱ دفعات پر مشتمل ہے - ہر باب میں اول تعریفات اور پھر مسائل معہ امثلہ درج ہیں - اصل مجلہ ترکی میں ہے - اور اوسکا ترجمہ عربی میں بھی چھپ چکا ہے ترکی کی قیمت [illegible] ہے اور عربی کی قیمت [illegible] ہے - جن مسائل پر اس مجلہ میں بحث کی گئی ہے اونکی تفصیل اسطرح ہے (۱) کتاب البیوع (۲) کتاب الاجارہ (۳) کتاب الکفالہ (۴) کتاب الحوالہ (۵) کتاب الرہن (۶) کتاب الامانات (۷) کتاب الہبہ (۸) کتاب الغصب (۹) کتاب الحجر والاکراہ والشفعۃ (۱۰) کتاب الشرکۃ (۱۱) کتاب الوکالۃ (۱۲) کتاب الصلح والابراء (۱۳) کتاب الاقرار (۱۴) کتاب الدعوی (۱۵) کتاب البینات (۱۶) کتاب القضاء -

(۲) محاکم نظامیہ یہ عدالتیں دولت عثمانی کی ہر قسم کی رعایا اور باشندگان دُوَل اجنبیہ موجودہ قلمرو عثمانی کیواسطے مقرر ہیں - ان عدالتوں کے قوانین یورپ کے قوانین موضوعہ مخترعہ سے ماخوذ ہیں - اور مقدمات حقوق (دیوانی) اور

Marfat.com

جنایۃ و فوجداری دونو پر مشتمل ہیں۔ یہ محکمہ ہر ولایت قایمقام لِک اور تصرف لِک میں موجود ہیں۔ باستثنا ان شہروں کی جہاں کوئی غیر مذہب کا آدمی نہ ہو ہر محکمہ میں چار حاکم کام کرتے ہیں۔ اور بنام اعضا پکارے جاتے ہیں۔ اعضا ایسے ہیں جیسے ہندوستان میں جج اور مجسٹریٹ۔ دو ان میں سے مسلمان ہوتے ہیں اور دو دیگر مذاہب کے۔ ان چار میں ایک مسلمان رئیس ہوتا ہے۔ اور قاضی کہلاتا ہے۔ اس قاضی یا عضو کی منصب کو کوئی شخص مقرر نہیں ہو سکتا جبتک کہ اوسنے مکتب حقوق (لا کالج) کا سارٹیفکٹ حاصل نہ کیا ہو۔

یہ عدالتیں ابتدائی ہیں اور ہر ایک ولایت کی صدر مقام میں انکی عدالت ہائے استیناف (اپیل) مقرر ہیں اور دونوں قسم کی عدالتوں کی تصحیح احکام کیواسطے آستانہ میں محکمہ تمیز و نظر ثانی موجود ہے۔ لاکن اسکا تعلق ناظر عدلیہ سے ہے۔

اگر کوئی فریق مقدمہ دول اجنبیہ کی رعایا میں سے ہو تو اوس دولت کا قونصل ایک وکیل اپنی طرف سے مقرر کرتا ہے اس وکیل کا یہہ کام ہے کہ کاروائی مقدمہ کو سُنتا رہے۔ اور جہاں کہیں اپنے مؤکل کے مخالف کوئی امر دیکھے تو حاکم کو اوس پر توجہ دلادے۔

فواید سفر ممالک اجنبیہ کا سفر کرنے سے قطع نظر ذاتی فوایدکے ایک امر اہم یہ معلوم ہوا ہے کہ اپنے ملک کے حالات سے اجانب کو اور اجانب کے خیالات سے اپنے ہموطنوں کو باخبر کرنے سے دو منفرد افتادہ قوموں میں ارتباط اور اتحاد کو خوب ترقی ہوتی ہے۔ استنبول میں دنیا کے مختلف حصوں کی جسقدر آدمی پائے جاتے ہیں شاید ہی کوئی اور شہر اس امر میں اسکی برابری کر سکے۔ بلاد یورپ کے علاوہ الجزائر۔ ٹونس مراکو طرابلس الغرب مصر۔ سوڈان۔ حجاز۔ یمن۔ عراق۔ ترکستان۔ ایران تک کے سوداگر یہاں موجود ہیں۔ ہندوستان کی معدود چند آدمی بھی یہاں پائے جاتے ہیں مگر وہ وفاتریں نوکر یا خیراتی تکیوں میں آرام گزین ہیں تجارت جو ہر قسم کے اشخاص سے ملاقات کا ذریعہ اور آزادی کی بنیاد ہے کوئی ہندوستانی اوس سے استنبول میں بہرہ ور نہیں۔ بلکہ متخذین دفاتر کے علاوہ جو لوگ ہیں وہ جانتے ہی نہیں کہ تجارت کیا چیز ہے۔ بغداد شریف وغیرہ مقامات کی سیر کرتے اور توکل کا عصا رکھتے ہیں لئے چلے آتے ہیں۔ نہ علم و فضل سے تعلق۔ نہ قومی حالات سے دلچسپی پھر ایسے لوگوں سے دو دور افتادہ قوموں میں اتحاد کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

مصر اور استنبول کے سفر سے جو تجربہ مجھے حاصل ہوا ہے اوسکی لحاظ سے میری یہہ رائے قرار پائی ہے کہ ہندوستان کے چند باہمت آدمی جو قومی اتحاد کا چسکہ رکھتے ہوں۔ ایک مختصری دوکان مشترکہ سرمایہ سے آستانہ میں قایم کریں اور ہندوستان کی پیداوار یہاں بھیجیں۔ یہ کام بڑا منفعت بخش اور ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہے منیجر ایسا آدمی ہونا چاہئے جو عربی۔ فارسی۔ انگریزی زبانیں خاصکر جانتا ہو۔ ترکی یہاں رہنے سے خود بخود آسکتی ہے۔ میرے خیال وکیل کے عالی خیال اور محب قوم وملت ایڈیٹر مولوی محمد انشاء اللہ خان صاحب کو اسپر توجہ دلائی ہے۔ اور جن چیزوں کی فروخت میں کامیابی ہو سکتی ہے۔ انکی بھی مفصل اطلاع دی ہے۔ میر جوالدین میری واپسی کا تقاضہ

گئے ہیں۔ اور میری رخصت بھی قریب الاختتام ہے۔ مجھ یکم اپریل کو صاحب ڈپٹی کمشنر امرتسر کے دفتر میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ ان وجوہات سے میں اپنی ذمہ داری پر ابھی ہندوستان سے مال نہیں منگواتا۔ ارادہ ہے کہ بشرط زندگی امرتسر پہونچکر پھر مصر اور استنبول کا سفر کروں۔ اور اوسوقت کچھ تجارتی مال ہمراہ لاؤنگا۔ آجتک مصر اور استنبول میں میرے مصارف کا دار و مدار جزوی خرید و فروخت اشیاء پر ہے۔ اگر میں یکام نہ کرتا تو مجھے ہندوستان سے روپیہ منگوانا پڑتا۔ یا میری واپسی کی نوبت پہونچتی۔ اگرچہ اس تجویز سے میری روٹی تو پیدا کرلی۔ مگر انکار معیشت نے خیالات تقدم علمی کو بہت نقصان پہونچایا۔ بہرکیف این ہم غنیمت است۔ مفت میں چند ملکوں کی سیر ہوگئی +

آپ کی خیریت کا طالب عبد الرحمن الہندی ۱۲۔ ستمبر ۱۸۹۹ء

مشترکہ سرمایہ سے تجارتی دکان

جناب مخدومی مولوی محمد انشاء اللہ صاحب۔ السلام علیکم میرے مصارف سفر میں امداد مالی کی جو خواہش آپ نے اپنے مالانامجات میں ظاہر کی ہے۔ اگرچہ میں اوس کے لایق نہیں لیکن یہ جرأت آپکی عالی خیالی اور قومی ہمدردی کی ایک اعلیٰ نظیر ہے۔ خداوند تعالیٰ ایسی اولوالعزمی آپ کو سلامت رکھے۔

مجھے روپیہ کی ضرورت بباعث غریب الوطنی اور کثرت مصارف کے ہر وقت پیش رہتی ہے۔ اور کوئی مسافر اس ضرورت سے مستغنی نہیں ہو سکتا لیکن میں کسی دوست کو تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ البتہ ابتدا سے آجتک میری یہ خواہش رہی ہے کہ دوست تجارتی مال بھیجیں۔ تاکہ اونکا روپیہ فروخت کے بعد واپس کیا جاوے۔ اور مجھے بھی بقدر مصارف کچھ ملجایا کرے۔ مگر یہ نکتہ بہت تھوڑے دوستوں کی سمجھ میں آیا۔ اور جو ہمت آپنے ظاہر کی ہے یہ تو حکیم منشی بدر الدین صاحب کے سوائے کسی دوست سے بھی نہیں ہوسکی۔

اس ملک کے سفر سے جو خیالات میرے دل میں پیدا ہوئے ہیں اور بالخصوص آپکی بار بار حکیمانہ تحریروں نے جو کبھی نرم اور کبھی گرم ہوتی تھیں جس سٹیج پر مجھکو کھڑا ہونیکے واسطے آمادہ کیا۔ اوسکا نتیجہ یہ ہے کہ میری رائے میں ایک دکان مشترکہ سرمایہ سے استنبول میں قایم ہونی چاہیئے۔ اس دکان کے باعث اون لوگوں کیواسطے جو ہندوستان اور ترکی میں باہمی اتحاد بڑہانا چاہتے ہیں۔ بہت کچھ سہولت ہوگی۔ بالفعل جو فواید اس دکان کے متعلق میرے ذہن میں ہیں وہ یہ ہیں:۔

(۱) دکان کا موجودہ منیجر وقتاً فوقتاً اس اسلامی سلطنت کی واقعی حالات اور مخالفین کے بیجا اعتراضات کی تردید ہندوستانی اخبارات کو اطلاع دیتا رہیگا اور ہندوستانی اخبارات کا ترجمہ یہاں کے اخباروں میں شایع کراتے (۲) جو طالب العلم ہندوستان سے کسی علم کی تکمیل کے واسطے اسجگہ آنا چاہے۔ اوسکی نگرانی کرتا رہے۔ اور اوس کے حالات سے اوس کے مربیوں کو خبر دیتا رہے (۳) جو لوگ قلمی کتابوں کی نقل چاہتے ہیں اونکی فرمایشونکی تعمیل کرے۔ استنبول کے برابر نایاب قلمی کتابیں دوسری جگہ

کمتر ہونگی۔ جو انیس کتبخانے اسجگہ موجود ہیں (۴) اسجگہ کی تجارتی چیزوں کو ہندوستان میں روانہ کرے گی۔

(۵) اِس دُکان کی بدولت ایک آدمی جو ہرسال جمع خرچ کی پڑتال کیواسطے آتے۔ اوسکو استنبول کی سیر مفت میسر کرے گی۔ اور اصل غرض جو اس دکان کو جاری کرنے کی ہے۔ وہ پڑتال کنندہ کو حاصل ہوگی یعنے بزرگان استانہ سے ملاقات اور یہاں کے رسم و رواج کی اطلاع۔

اگر آپ جیسے چند اہل الرائے اور صاحب عزم سعی کریں تو یہہ کام بآسانی ہوسکتا ہے۔ میں حیدرآباد و سندھ کے ہندو تاجروں کی متعدد دکانیں مشترکہ سرمایہ سے موجود ہیں۔ اور نہایت عمدگی سے چل رہی ہیں۔ کیا مسلمانوں میں باہم ملکر کام کرنیکا مادہ باقی نہیں رہا۔ کہ میں اس تجویز کو مستحیل سمجھوں۔ تجویز ممکن ہے۔ اور بالعزم مسلمانوں کی توجہ کی محتاج ہے۔ چین جاوا تک کے لوگ یہاں آتے ہیں بخارا۔ ایران۔ عراق۔ مغرب الاقصیٰ سے تو یہہ ملک بھرا ہوا ہی کسر ہے تو صرف ہندوستانیوں کی ہے۔

آپ میرے اس دو صفحہ کے مضمون کو بغور پڑہیں۔ اور باخبر دوستوں سے مشورہ کریں۔ اگر اتفاق رائے ہوجاوے تو سردست پانچہزار روپیہ یا اس سے کچھہ زیادہ کا سرمایہ فراہم کرنا چاہیئے۔ اس عرصہ میں کہ آپ روپیہ جمع کریں امید ہے کہ میں بھی سفر کرتا ہوا حاضر خدمت ہوجاؤنگا۔ اب میری رخصت کے صرف چھہ ماہ باقی رہگئے ہیں بشرط خیریت یہ بہت جلد گذر جائینگے۔

آپکے برادر عزیز القدر اسد اللہ کی بہت عمدہ خواہش ہے کہ وہ آستانہ میں آکر کسی علم کی تکمیل کرے۔ لیکن اوسکو معلوم نہیں کہ ایک ہندوستانی اسجگہہ اسوقت تک ایک کوڑی کی قیمت نہیں پاسکتا۔ جبتک ترکی کی زبان میں بخوبی بات چیت نہ کرسکے۔ آپ اوسکو میرے حوالہ سے کہدیں کہ پہلے لاہور میں رہکر ترکی زبان سیکھے۔ اور ساتھہ ہی فرنساوی میں ترقی کرے یعنی جب کہ وہ دونوں زبانیں بقدر نوشت و خواند کے حاصل کرلے۔ میں ہمرت سر آجاؤنگا اور اوسکی روانگی قسطنطنیہ کا بندوبست کردونگا یہہ پہلا مرحلہ اوسکی علو ہمتی کی جانچ پڑتال کا ہے۔ اگر ترکی اور فرنساوی زبان نہیں سیکھہ سکتا۔ تو یہاں آستانہ میں آکر کیا کریگا۔ میں ساڑھے تین ماہ سے اسجگہہ ہوں۔ ترکی زبان اب تک نہیں آئی۔ اگر میں مصر میں ایک برس ٹہکر عربی نہ سیکھہ لی ہوتی۔ تو پھر میرا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ آستانہ کے لوگ فارسی نہیں جانتے۔ ایرانیوں کی بول چال فارسی ہے۔ مگر وہ شیعہ ہیں اور سنیوں سے کم ملتے ہیں۔ علاوہ بریں اسقدر روپیہ ایام اقامت آستانہ میں صرف ہوتا ہے کہ اگر کوئی بنک میں داخل کرے تو اوسکا سود اُس آمدنی کے مقابلہ میں زیادہ ہوگا۔ جو تحصیل علم کے بعد نوکری سے ملتی ہے جس شخص کے پاس روپیہ زیادہ ہے اور ملک میں کوئی مفید کام اس کے صرف کیواسطے نظر نہ آتا ہو۔ کوئی مضائقہ نہیں کہ آستانہ کو چلا آئے۔ آستانہ کا کیا ذکر ہے جو لوگ انگلینڈ کو بیرسٹری کے واسطے جاتے ہیں۔ اونکا بھی یہی حال ہے +

سلطنت ٹرکی کا مجموعی انتظام

مجالس یعنے کمیٹیاں۔ ممالک عثمانی کے ہر شہر میں امور انتظامی کے انصرام کے واسطے مجلسیں مقرر ہیں جو مجلس آوارہ کہلاتی ہیں۔ اور ہر ولایت متصرف لک۔ قائمقام لک اور مدیر لک کے صدر مقامات میں منعقد ہوتی ہیں

Marfat.com

...کا اجلاس مجلس وزراء کی ہفتہ میں دو بار دوشنبہ اور پنجشنبہ کو ہوتا ہے۔ اور خاص حالات میں رئیس مجلس کو اختیار ہے کہ وہ جس جگہ وکیا اوقات میں بھی ممبران کو شمول جلسہ کے واسطے طلب کرے۔ ان مجالس میں دو قسم کے ممبر ہوتے ہیں۔

(۱) اعضاء طبعیہ یعنی عہدہ داران دولت۔

(۲) اعضائے منتخبہ یعنی سکان بلاد۔ یہ اعضاء رعایاء عثمانی کے شرفاء اور تجار میں سے منتخب ہوتے ہیں اور اعضائے طبعیہ انکو انتخاب کرتے ہیں۔ اور بعد منظوری باب عالی کے یہ انتخاب قابل عمل سمجھا جاتا ہے۔ ہر جگہ کے واسطے جسقدر تعداد ممبران کی مقرر ہے۔ وہ تفصیل آئندہ سے بخوبی ظاہر ہے مجلس ولایت (اعضاء طبعیہ دفتردار یا مکتوبجی۔ مفتی قاضی پادری۔ باش۔ کاتب) اعضاء منتخبہ۔ دو مسلمان۔ ایک عیسائی اور ایک یہودی اگر یہودی رعایا نہ ہو تو دو عیسائی ہونگے اس مجلس کی صدارت والی کے متعلق ہوتی ہے۔ اعضاء منتخب کے واسطے یہ شرط ہے کہ وہ پانسو قرش یعنی ؎ روپیہ سالانہ کا ٹیکس گذار ہو۔

(۲) مجلس متصرف لک یعنی ضلع | اعضاء طبعیہ محاسب جی۔ مدیر تحریرات۔ قاضی۔ پادری۔ اعضاء منتخبہ۔ چار کس مثل اعضاء ولایت۔ اس مجلس کی صدارت متصرف کے متعلق ہوتی ہے۔ اور اعضاء منتخب کے واسطے شرط ہے کہ ۱۵۰ قرش یعنی قریباً ؎ روپیہ سالانہ کا ٹیکس گذار ہو۔

(۳) مجلس قائمقام لک یعنی قضاء | اعضاء طبعیہ۔ قاضی۔ مدیر تحریرات۔ مدیر اموال۔ پادری۔ اعضاء منتخبہ تین ممبر ہوتے ہیں جنمیں سے ایک مسلمان۔ ایک عیسائی اور ایک یہودی ہوگا۔ اس مجلس کی صدارت قائمقام کے متعلق ہوتی ہے اور منتخبہ ممبران کیواسطے یہ شرط ہے کہ ۱۵۰ قرش یعنی قریباً ؎ روپیہ سالانہ کا ٹیکس گذار ہو۔

(۴) مجلس متصرف لک یعنی ناحیہ | مجلس ناحیہ میں اعضاء طبعیہ اور منتخب کی تعداد معین نہیں لیکن حالات مقامی کے موافق کم سے کم چار اور زیادہ سے زیادہ آٹھ ممبر ہونے چاہئیں۔ اور یہ سب کے سب باشندگان نواحی سے ہونگے۔ ان اعضاء کی صدارت مدیر کے متعلق ہوتی ہے۔ اور ایک کاتب مجلس بھی ہوتا ہے۔

ان مجالس کا یہ کام ہے کہ تمام محکموں کی نگرانی کرے۔ مامورین کے برخلاف شکایات کو سنے۔ رعایا کی ضروریات پر غور کرے۔ چنگی خانہ۔ مکاتب۔ ڈاک۔ تلغراف۔ پولیس وغیرہ کے نظام۔ عمارات سرکاری کی مرمت اور سڑکوں کی درستی۔ غرض جو کام ملک کی بہتری اور رعایا کی بہبودی کے متعلق ہو اس پر بحث کرکے۔ مدیر نتیجہ کارروائی کی نقل قائمقام کو اور قائمقام متصرف کو اور متصرف والی کو بھیجیگا۔ اور والی ان سب روئیدادہائے مخصوصہ کو ناظر عدلیہ (مکن باب عالی) کے پاس روانہ کریگا۔ اور ہر ایک اعلیٰ عہدہ دار اپنے ماتحت کی رپورٹ پر رائے بھی لکھیگا۔

آپ کے اخبار مطبوعہ ۲۸ اگست میں تین اسلامی خبروں کی ذیل میں میری نظر سے گذریں۔ اول مصری حکومت کا مصری اخبار مقطم کے مالک و ایڈیٹر پر باستصواب لارڈ کرومر مقدمہ قایم کرنا۔ دوم مصری حکومت کا...

Marfat.com

اراضیات اور مکانات کو انگریزی کمپنی کے ہاتھ فروخت کرنا۔ ناظرین اس امر سے بخوبی واقف ہیں
اسواسطے مجھے مناسب معلوم ہوا کہ اس معاملہ میں اپنی معلومات کو انکے پیش کروں۔

اعرابی پاشا کی ثورت (بغاوت) کے بعد انگریزی فوجیں ملک مصر میں خیمہ زن ہوئیں۔ اور صاحب شیر دل
انگریز رونق افروز مصر ہوئے جسکو قریباً سولہ برس کا عرصہ گذر چکا ہے۔ جیسا کہ مدت دراز سے اخبار نویس لکھ رہے ہیں
ابتداءً انگریز اسواسطے درستی انتظامات مصر کے آئے تھے۔ مگر رفتہ رفتہ اپنی دانائی اور مصریوں کی ہوس زر کے سبب سے
اسقدر دخیل ہوئے کہ اب حکومت مصر قریباً انگریزوں کے ہاتھ میں ہے۔ مجلس وزراء ہر کام میں لارڈ کرومر کے اشارہ کی
منتظر رہتی ہے۔ اور ممکن نہیں کہ کوئی امر اہم خلاف رائے لارڈ کرومر کے مجلس مذکور میں طے ہو سکے۔ ہر محکمہ میں ممبر
مصری مسلمان ہیں۔ مگر اختیار انگریزی ممبر کے ہاتھ میں ہے۔ جو تجویز وہ لکھے۔ میر مجلس اسپر دستخط کرنیکو مجبور ہے۔ اسمیں
شک نہیں ہے کہ مجلس وزراء کی تجاویز نافذ نہیں ہو سکتیں۔ جبتک کہ خدیو انپر دستخط نکرے۔ مگر خدیو کی قدرت سے
باہر ہے کہ وہ مجلس کی تجاویز پر دستخط کرنیسے انکار کرے۔ جب سے خدیو حال تخت نشین ہوا ہے۔ صرف ایک دفعہ جبکہ مجلس
نے حاجیوں کی روانگی بیت اللہ بسبب ظہور مرض طاعون کے روکدی تھی) دستخط کرنے سے انکار کیا تھا۔ اگرچہ اس انکار
سے خدیو کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ مگر جس مفتی نے جواز حج پر فتوے دیا تھا۔ وزارت نے موقعہ پاکر اوسکو برخاست
کر دیا۔ اس کے سوا کبھی نہیں سنا کہ کبھی انکار کیا ہو۔ شراکت سوڈان کے معاہدہ پر جب دستخط کر دیئے تو اور کیا باقی ہے۔
اب دیکھیے سعدی شیرازی کے کلام کیواسطے ایک نئی صورت پیدا ہو گئی۔ انکا کلام ہے کہ "دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند"
اور یہاں "دو بادشاہ در اقلیمے موجود ہستند"

حقیقت یہ ہے کہ جسقدر کمزور وزارت فہمی پاشا وزیر حال کی ہے۔ ایسی وزارت مصر میں کبھی نہیں ہوئی۔ معظم المؤید
مؤید ہمیشہ اس وزارت کے حالات پوست کندہ لکھتا رہتا ہے۔ اسکا یہ بیان بالکل سچ ہے کہ اگر مجلس وزراء کوئی تجویز
فہمی پاشا کے خلاف نافذ کرنا چاہے۔ تو فہمی پاشا کی مجال نہیں کہ دم مار سکے۔ جلالتمآب امیر المؤمنین کے برخلاف اگر ایک شخص
نے برا بھلا لکھا تو کچھ نیا کام نہیں کیا۔ مصر میں خدیو کے برخلاف ایک مسلمان کے نام سے ایک عربی اخبار جاری ہے
جسمیں مخالفین خدیو خوب دل کھولکر مضامین لکھتے ہیں۔ بلکہ ایکمرتبہ اس اخبار کے برائے نام مالک و ایڈیٹر نے ایک مجمع عام میں خدیو
کی ہجو میں قصیدہ پڑھا تھا۔ اور آخر کار اسپر مقدمہ قایم ہو کر ۲ ماہ جیلخانہ بھیجا گیا۔ یہ ایڈیٹر احمد فواد ایک نوجوان لڑکا ہے
میں نے چند بار اسکو مصر کے ایک قہوہ خانہ میں دیکھا عبارت بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا پھر صحیح عبارت لکھنے کا تو کیا ذکر ہے۔ اخبار کے اصلی
اس فرضی مالک کو چار پانچ پونڈ ماہوار دیتے ہیں قید وغیرہ بھگتنے کیواسطے اسکو قومی بکرہ بنایا ہوا ہے۔

مصر موجودہ انتظام میں آنریبل اور صاحب الرائے صرف عدالتوں کے جج ہیں اونکو اختیار ہے کہ جو حکم قانون کے موافق ہو
تامل صادر کریں۔ خدیو یا لارڈ کرومر کوئی اونکو معطل یا موقوف نہیں کر سکتا جبتک کہ ثبوت کا الزام انکے خلاف ثابت

Marfat.com

جس وقت ان کی بدولت انگریزوں نے ترکی لاکھ پونڈ خزانہ مصری سے لیا تھا۔ روس۔ فرانس وہ دو دولتوں کی سفراء نے انگریزوں کے برخلاف معقدہ جائز کیا اور کامیاب ہوئی۔ بجوش تھے سوا جسقدر حکام ہیں سب کے سب آلہ ماشاء اللہ مثل محرم پاشا محافظ خیخ گورنر ماہر لطیف پاشا رئیس شرف محکمہ مختلط لارڈ کرومر کی اشاروں کے منتظر ہیں اور انگریزوں کی قومی پرورش کو تمام دنیا جانتی ہے۔ اگرچہ یہ لوگ ایسی ست بجنی مصری حکام کے زمانہ میں اپنی قوم کو فائدہ نہ پہونچائیں تو پھر کس وقت پہونچائینگے معاملات کا کہاں تک ذکر کروں۔ صرف وزارت خدیویہ کا تذکرہ کافی ہے کہ بہت بیش قیمت جہازوں کو بلا ضرورت انگریزی کمپنی کے ہاتھ فروخت کر دیا اور مصریوں کی تسلی کے واسطے تجویز کر دی کہ جہازوں کا نام نہ بدلا جاوے۔ بدستور خدیوی کے لفظ سے پکارا جاتے۔

آستانہ بلاشبہ ایک عمدہ ترین مشرقی بلاد کا نمونہ ہے اور مغربی ترقیات کی بہت کچھ جھلک اوسمیں پائی جاتی ہے مگر ترکوں کی توجہ زیادہ تر ترکی اور فرانسیسی زبانوں کی تعلیم پر ہے تعلیم پر منحصر ہے فارسی اور عربی کی حالت کا آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ آستانہ جیسے شہر میں جو بارہ لاکھ مسلمانوں کا فرودگاہ اور اسلامی دنیا کے خلیفۃ المسلمین کا مقر ہے ابھی صرف ایک جریدہ عربی زبان میں بنام المعلومات شایع ہوتا ہے اور فارسی میں تو ایک بھی نہیں جب ان دو قدیمی اور علمی اور کثیر الاشاعت زبانوں کی یہ قدر و منزلت ہو تو اردو جیسی جدید اور مجہول زبان کی پرسش کی یہاں کیا امید ہو سکتی ہے۔ ترکوں کو ہندوستان کی آمد و رفت پسند نہیں اور ہندوستانیوں کی حب الوطنی (ابادرہ دیوار) مشہور ہے پھر اردو زبان آستانہ میں شایع ہو تو کیونکر۔ اور اردو زبان کی کس مپرسی کچھ مصر و آستانہ پر ہی منحصر نہیں بلکہ قومی ہی خواہ منشی عزیز احمد صاحب لکھنوی کی تحریرات مندرجہ اخبار وکیل مطبوعہ ۲۸ اگست سنہ ۱۸۹۹ء کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان میں جو ہند کی موجودہ فرمانروا کا مقر اور دار الحکومت ہے وہاں بھی اس زبان کی کوئی قدر و منزلت نہیں۔

میں اخیر فروری تک ہندوستان واپس آنیوالا ہوں۔ اور اس عرصہ میں بیروت۔ شام۔ بیت المقدس کی سیر سے مد نظر ہے۔ اس سے فراغت پاکر چند روز مصر میں قیام کرنا چاہتا ہوں ممکن ہے کہ جبیو ہوتا ہوا براہ ریواڑی ریلوے پنجاب میں داخل ہوں اگر ایسا اتفاق ہوا تو شرف ملازمت سامی بھی حاصل کر سکونگا۔

آستانہ اور مصر میں مصارف بہت ہیں۔ اسواسطے امید ہے کہ آپ اپنے احباب کو مطلع کر دینگے کہ کوئی شخص ... ٹکٹ چسپاں کئے بغیر خط بھیجنے کی تکلیف نہ کرے۔ ایک آنہ کا ٹکٹ صرف ولایات انگلش میں جا ... لگاکر خط بھیجتے ہیں۔ وہ بیرنگ متصور ہوکر تین آنہ مجھے تاوان دینا پڑتا ہے۔ اور جو خصوصی جواب کا طالب ہو اوسکو چاہیئے کہ اڑہائی آنہ کے ہندوستانی ٹکٹ بھی خط میں ملفوف کر دیا کرے +

قسطنطنیہ کی آبادی تخمینہ کیا گیا ہے کہ قسطنطنیہ اور اوس کی نواحی کی آبادی بائیس لاکھ کے قریب ہے میری ہموطن تو صرف استنبول اور غلطہ وغیرہ اس شہر کے سمجھے بیٹھے ہونگے۔ اور

Marfat.com

زمانہ میں فی الحقیقت یہ امر درست بھی تھا مگر اس وقت تین سو زیادہ آبادیاں جو بلحاظ آبادی و ...
واقع ہیں۔ یہ سب داخل قسطنطنیہ سمجھی جاتی ہیں منجملہ اس تئیس لاکھ کی ۱۲ لاکھ عثمانی اور ۱۰ لاکھ اجانب ہیں بلحاظ مذہب گو
میں مسلمان نصاریٰ اور یہودی وغیرہ سبھی تو میں شامل ہیں عثمانیوں سے ۸ لاکھ مسلمان اور چار لاکھ عیسائی ہیں اور باقی
میں بھی دونوں قسم کے آدمی ہیں مسلمان اجنبیوں میں سب سے زیادہ تعداد ایرانیوں کی ہے۔ اور یہ سب تجارت پیشہ ہیں۔

فرقہ مولویہ

ہماری ہندوستان میں تو مولوی کا لفظ صرف اوس شخص پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ جو عربی زبان اور خصوصاً علوم دینیہ سے باخبر ہو لیکن آستانہ میں مولویوں کا ایک فرقہ ہے جو مولانا جلال الدین رومی صاحب مثنوی کی طرف منسوب ہے۔ اور انکی خاص علامت کلاہ نمدین (م۔د) ہے۔ جو دور سے انکو شناخت کرا دیتی ہے۔ یہ کلاہ ترکی ٹوپیوں کی طرح مدور اور ڈیڑھ دو بالشت اونچا ہوتا ہے۔ مولویوں کے پانچ تکیے قسطنطنیہ میں ہیں جنمیں بچے جوان بوڑھے سینکڑوں مولوی (والیان مولانا روم) رہتے ہیں۔ انکو کھانا کپڑا اور کچھ جیب خرچ نقد ملتا ہے۔ تین برس کی خدمت کے بعد سند مل جاتی ہے۔ پھر وہ شخص جہاں چاہے جا سکتا ہے۔ لیکن سند کے بدون کوئی مولوی تصور نہیں کیا جاتا

تکیہ ہائے قسطنطنیہ اور مجالس ذکر

میری مختلف تحریروں سے ناظرین کو معلوم ہوا ہوگا کہ مسافران ممالک اسلامی کے آرام و آسایش کے واسطے جگہ جگہ متعدد تکیے موجود ہیں جنمیں سے ہندی اور بخاری تکیہ کا مختصر تذکرہ کسی پرچہ میں کر چکا ہوں۔ لیکن اس کے بعد آستانہ کے مختلف حصص کی سیر کرنے سے معلوم ہوا کہ تکیہائے مذکورہ کے علاوہ متعدد تکیے اصحاب طریقت مثل قادریہ۔ مولویہ۔ رفاعیہ۔ نقشبندیہ۔ بدویہ کے بھی موجود ہیں۔ اور ہر تکیہ میں ایک مختصر سی مسجد پائی جاتی ہے۔ جو ہر قسم کے بیش قیمت فرش اور شیشہ آلات سے کمال عمدگی کے ساتھ آراستہ رہتی ہے۔ ان تکیوں اور مسجدوں کی آراستگی دیکھکر اسلامی شوکت اور مسلمانوں کی گذشتہ عظمت یاد آتی ہے۔ علاوہ اون مصارف کے جو بانیان تکیہ کی طرف سے بذریعہ اوقاف مقرر ہیں۔ صاحب خلافت عظمیٰ امیر المومنین خلیفۃ المسلمین سلطان عبد الحمید خان خلد اللہ ملکہ کی طرف سے بھی حسب حالات امداد کی جاتی ہے۔ ان جہات سے تکیے اب تک نہایت عمدہ ترین اور تسلی بخش حالت میں نظر آتے ہیں۔

خاص امر ان تکیوں کے متعلق قابل ذکر یہ ہے کہ ہر تکیہ میں ہفتہ وار مجلس ذکر منعقد ہوتی ہے جسمیں اصحاب طریقت کے علاوہ عامہ شائقین بھی بغرض تفریح حاضر ہوتے ہیں۔ مندرجہ ذیل دو تکیوں (۱) تکیہ رفاعیہ واقعہ اسکدار (۲) تکیہ مولویہ واقع بیوغلی کی مجالس ذکر کچھ ایسی خصوصی سمجھی گئی ہیں کہ انگلستان فرانس جرمنی وغیرہ ممالک یورپ امریکا کے جسقدر سیاح قسطنطنیہ میں آتے ہیں وہ ان تکیوں کی سیر کئے بغیر اپنی سیاحت کو نامکمل سمجھتے ہیں۔ تکیہ رفاعیہ کی مجلس کے واسطے جمعرات کا دن مقرر ہے۔ میں وقت مقررہ پر شیخ ولی محمد صاحب افغان شیخ تکیہ قادریہ بیکلربکی کے ہمراہ

لہ قادری تکیہ۔ رفاعیہ (۱)۔ اور مولویہ وغیرہ کے قریب ہیں۔ کہ ہر تکیہ کے ذکر کے واسطے جدا جدا دن مقرر ہیں۔ یہ ایک ہمت آدمی ہے اور مسافروں کی مساعدت کرتا ہے۔

Marfat.com

آستانہ میں گیا میرے پہونچنے پر چار پانچ فرنگستانی سیاح موجود تھے۔ اور یکے بعد دیگرے آتے اور انتظار مجلس میں بیٹھتے جاتے تھے۔ چنانچہ شروع مجلس کے وقت انکی تعداد ۲۰ تھی۔ اور ایک گھنٹہ کے اندر چالیس تک نوبت پہونچ گئی جسمیں ۳۰ جنٹلمین اور دس لیڈیاں تھیں مسجد کی سمت قبلہ کے سوا باقی تین طرفوں میں لکڑی کے جنگلے کے ذریعہ مسجد کی صحن اور دیوار ہائے مسجد میں ایک صحنچی مثل غلام گردش کے بنی ہوئی ہے جسمیں ان سیاحوں کے واسطے بنچیں بچھائی جاتی ہیں ہر سیاح سے ۵ قرش (دار) فیس لیجاتی ہے۔ اور ایک ایک قہوہ کی پیالی سے انکی تواضع کیجاتی ہے مسلمان حاضرین بلا فیس شامل ہو سکتے ہیں تکیہ مولویہ کی مسجد جمعہ کو منعقد ہوتی ہے۔ میں وقت مقررہ پر قیصریہ کی ایک مسلمان سیاح کی ہمراہ وہاں پہونچا شیخ تکیہ کسی جنازہ پر گیا ہوا تھا۔ اسواسطے مجلس ذکر منعقد نہ ہوئی لیکن مسجد اور مکانات کی سیر بخوبی کی گئی جمعہ کے دن تکیہ قادریہ (صفوت پاشا) واقع استنبول میں ذکر ہوتا ہے ہم دونوں وہاں گئے۔ اس تکیہ کی مسجد اور مکانات متعلقہ بہت ہی آراستہ اور مزین تھے لیکن جنگلہ صرف ایک طرف تھا۔ اور غالباً یہاں کوئی فرنگستانی سیاح نہیں آتا۔ دو گھنٹے کے قریب ذکر ہوتا رہا۔ اور اثنا ذکر میں مجلس کی ہیئت میں کچھہ کچھہ تبدیلی ہوتی رہتی تھی مثلاً پہلے بیٹھکر ذکر کیا جاتا تھا پھر ایک شکل میں سب کھڑے ہوکر ذکر کرتے تھے۔ پھر دو دائروں میں جو ایک دوسرے کے اندر تھے منقسم ہوکر ذکر کیا جاتا تھا۔ اور دایرہ میں کھڑے ہونے کیوقت ایک ہاتھہ ایک کے کندھے پر اور دوسری کی کمر میں ہوتی تھی۔ اور اس طریق سے تمام ذکر کرنے والے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہوتے تھے۔ اور اس منتظمہ کیفیت میں دایرہ گردش کرتا جاتا تھا۔ شیخ تکیہ ابتدا سب کے ساتھہ گردش کرتا تھا پھر دایرے سے نکلکر دایرہ کی ترتیب اور نظام کی نگرانی کرتا تھا۔ اور کبھی دائرہ کے مرکز میں داخل ہوکر طریق ذکر میں بان اور نیز ہاتھہ سے رہنمونی کرتا تھا۔ اور کبھی ادہر ادہر کے کمروں میں بھی کسی کام کے واسطے چلا جاتا تھا۔ اصحاب طریقت کچھہ ایسے مشاق ہیں کہ شیخ کی غیر حاضری سے انکے نظام گردش اور طریق ذکر میں کوئی ہرج نہیں ہوتا۔ طریق ذکر میں بھی کچھہ کچھہ تبدیلی ہوتی جاتی تھی مثلاً پہلے نفی اثبات کا ذکر زبان سے کرتے تھے پھر خاص حرکات کے ذریعہ دل سے آواز لا آلہ الا اللہ نکالتے تھے اور خاتمہ پر دعائیں پڑہی جاتی تہیں۔

مجھے آستانہ کے نامور شیخ الطریقت اور صاحب السماحۃ شیخ ابو الہدیٰ آفندی رفاعی خالدی صیادی کے تکیہ فاخرہ میں دو مرتبہ حاضر ہونیکا اتفاق ہوا۔ شیخ ابو الہدیٰ جسقدر کہ علم اور فضل میں باکمال ہے۔ ویسا ہی اوسکی مجلس [illegible] تکلفات سے مبرا ہے۔ علاوہ بریں شیخ کی مجلس میں روم۔ شام عراق۔ حجاز کے علماء اور ارباب طریقت حاضر ہوتے ہیں اور اس خوبی کا تکیہ میرے معلومات کے موافق آستانہ میں شاید کوئی کم ہوگا +

ترکی سپاہی ترکی میں ہر شخص جبکہ اسکی عمر بیس برس کو پہونچ جاتے جنگی خدمت کیواسطے مجبور ہے۔ چار برس تک اوسکو فوج میں حاضر رہنا ہوتا ہے۔ اور اس مدت میں خوراک لباس اور ہر قسم کی ضروری چیزیں مثل چاء۔ دہلائی پارچات۔ حجامت۔ حمام وغیرہ مصارف سب دولت کیطرف سے مرحمت ہوتے ہیں

Marfat.com

اور ایک مجیدی یعنی ماہوار بطور جیب خرچ کے ملتے ہیں۔

عسکری خدمت کے علاوہ ایک جگہہ ایک محکمہ ضبطیہ ہے۔ جسکا کام تعمیل احکام فوجداری ہے۔ جو شخص اسکی خدمت کا خدمتگار ہو بشرط گنجایش اوسکو جگہہ ملجاتی ہے۔ اسکو بیس قرش یا ۲۵ روپیہ ماہوار اوسکو تنخواہ ملتی ہے۔ لباس دولت کیطرف سے ملتا ہے۔ دو ڈبل روٹیاں بھی ہر روز عطا ہوتی ہیں۔ پیادگان پلیس کو تین سو قرش یا چالیس روپیہ ماہوار ملتی ہیں۔ لباس اور دو ڈبل روٹیاں انکو بھی ہر روز مثل ضبطیہ کے عطا ہوتی ہیں۔ جو شخص اس خدمت کا خواستگار ہو اوسکو لازم ہے کہ وہ نوشت وخواند بخوبی جانتا ہو۔ ہندوستان کا آدمی ان تینوں خدمتوں کے واسطے قبول ہو سکتا ہے اور حسب لیاقت اسکی عزت کیجاتی ہے +

ترکی اٹلس

بخدمت شریف سید محمد خلیل صاحب کلرک ڈاکخانہ لکھنؤ۔ السلام علیکم۔ بجواب والا نامہ سامی مورخہ ۱۹ استمبر ۱۸۹۹ء گذارش ہے کہ اٹلس کلاں خاص استانہ کی چھپی ہوئی ۲ مجیدی کو فروخت ہوتی ہے جو ایک پونڈ انگریزی یا ۱۵ کے برابر ہے۔ اس اٹلاس میں وہ تمام نقشے جات موجود ہیں جو انگریزی اٹلسوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور ممالک ترکی کے نقشے زیادہ وضاحت سے درج ہیں۔ استانہ میں جسقدر جغرافیہ کی کتابیں ہیں وہ ترکی میں ہیں۔ غالباً آپ ان سے مستفید نہیں ہو سکتے۔ البتہ بیروت میں ممالک عثمانیہ بلکہ تمام دنیا کا جغرافیہ عربی میں ملسکتا ہے

بیروت۔ ۲۲۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء

جناب مخدومی مولوی محمد انشاء اللہ خان صاحب! السلام علیکم۔ میں ۱۲ اکتوبر یوم پنجشنبہ کو آستانہ علیہ سے جہاز پر سوار ہوا۔ اور ۱۶ اکتوبر یوم دوشنبہ کو بخیریت بیروت میں پہونچا۔ ہفتہ گذشتہ کا انڈین میل دوشنبہ کی دن میری پہونچنے سے پیشتر روانہ ہو چکا تھا۔ اسواسطے عریضہ بھیجنے کا موقعہ نہ ملا۔ میری خواہش تھی کہ کسی ترکی جہاز میں سوار ہوں۔ مگر جسدن مجھے آستانہ کی کاروبار سے فرصت ہوئی۔ اتفاقیہ ایک فرنساوی جہاز اوسی دن ملگیا۔ جو مارسیلیا سے نیویارک کے مسافروں کو لیتا ہوا آستانہ میں آیا تھا۔ یہ مسافر بلاد شام کے نصرانی تھے۔ جو محنت مزدوری کے واسطے دو سال سے امریکا میں گئے ہوئے تھے۔ اصلی زبان انکی عربی ہے۔ مگر اب انگریزی میں بقدر ضرورت اچھی طرح بات چیت کر لیتے تھے۔ اور بعض نے جزوی لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا تھا۔ ان لوگوں کے بیان سے معلوم ہوا کہ نیویارک سے ہوبرانک (جو فرانس کا ایک بندرگاہ ہے) نو دن میں جہاز پہونچتا ہے۔ اور ہوبرا سے مارسیلیا تک بذریعہ ریل دو دن میں راستہ طے ہوتا ہے۔ آستانہ سے بیروت تک اس جہاز کا کرایہ حسب تفصیل مندرجہ ذیل ہے:-

درجہ اول ۱۶۲ فرنک یا [illegible] ۳ر	درجہ متوسط ۶۵ فرنک یا [illegible] ۱۰ر
درجہ دوم ۱۰۴ فرنک یا [illegible] ۱۴ر	درجہ سوم ۲۱ فرنک یا [illegible] ۸ر

پہلے میرا ارادہ یہ تھا کہ بیروت۔ دمشق۔ طرابلس۔ عکہ۔ یافہ۔ اور بیت المقدس کی سیر کرتا ہوا آخر بلاد تک

مصر میں پہنچ جاؤں۔ اور تین ماہ وہاں رہکر فروری میں ہندوستان کو روانہ ہوں لیکن اب مینے اِس ارادہ کو بدل دیا ہے۔ اور چاہتا ہوں کہ اخیر دسمبر یا اخیر جنوری تک بیروت میں قیام کروں۔ تاکہ جو علمی ترقیات اس شہر میں اس صدی کے اندر ہوئی ہیں۔ اون سے تا امکان واقفیت پیدا کروں۔ نیز وقتاً فوقتاً دمشق وغیرہ مضافات مندرجہ بالا کی سیر کروں۔ اور ہر مرتبہ کی سیر کے بعد بیروت میں واپس آجایا کروں۔

مصر اور آستانہ میں مینے مستقل طور پر مکان کرایہ لیا ہوا تھا۔ اور میز کرسی۔ پلنگ وغیرہ ضروری چیزیں اپنے صرف سے مہیا کی تھیں لیکن اسجگہہ زیادہ دیر تک ٹہیرنے کا ارادہ نہیں۔ اور نیز یہاں کے ہوٹل کے مصارف بمقابلہ ہر دو مقامات مندرجہ بالا کے کم ہیں۔ اسواسطے ایک ہوٹل میں قیام کیا ہے۔ یہ ہوٹل ایک مسلمان ترکی لیڈی کے زیر اہتمام ہے۔ اور ہر قسم کی ضروریات بہت عمدگی اور خوبی سے اسمیں مہیا ہیں۔ مسافروں کو ساتھ ملکر رہنے سے فی یوم ایک بشلک کرایہ دینا پڑتا ہے۔ جو پانچ آنے کے برابر ہوتا ہے۔ لیکن بعض کمرے ایسے بھی ہیں جنمیں صرف دو یا تین مسافر رہ سکتے ہیں دو مسافروں کے قیام کا کمرہ دو بشلک یعنی۔ ا ر یومیہ کو لینا تجویز کیا تھا کہ اتفاق سے محمد ادیب آفندی میرا آستانہ کا ایک دوست جو یافہ کا رہنے والا اور الحال بیروت کے دفتر دیون میں کاتب (ا لمد) مقرر ہوا ہے مجھے اس ہوٹل میں ملگیا۔ اب ہم دونوں اس کمرہ میں رہتے ہیں۔ اس کمرہ میں دو پلنگ معہ ضروری سامانِ خواب کے موجود ہیں۔ چادر فرش اور تکیوں کے غلاف ہر روز بدلے جاتے ہیں۔ ایک کوچ (کوچ) گدے اور تکیوں سے آراستہ بیٹھنے کیواسطے موجود ہے۔ ایک میز اوس کے سامنے بچھا ہوا ہے۔ جسپر سیگارہ دان۔ گھڑی۔ کتاب۔ قلم دوات وغیرہ چیزیں رکھی جاتی ہیں۔ دو کرسیاں آئے گئے کی نشست کیواسطے زاید موجود ہیں۔ ایک میز پر پانی کی صراحی اور گلاس رکھا ہوا ہے۔ اسکے مقابل ایک آئینہ آویزاں ہے۔ اور کنگھا برش بھی مہیا ہے۔ ہوٹل میں متعدد نوکر ہیں جنکا یہ کام ہے کہ صبح کے وقت ہوٹل کی چیزوں کو صاف کریں۔ اور شام کو لیمپ روشن کریں۔ اور جو چیز مسافر کو مطلوب ہو بازار سے خرید کر لادیں۔ یہہ ترکش لیڈی حج کر چکی ہے۔ اور بڑی باہمت ہے باوجود عدم موجودگی خدام کے خود بھی کام کرتی رہتی ہے۔ اس ہوٹل کے پیچھے ایک قہوہ خانہ ہے جسمیں پچاس ساٹھ سے زیادہ آدمی ہر وقت موجود دکھائی دیتے ہیں۔ قہوہ خانہ کے صحن کی تین طرفین کھلی ہیں۔ اسواسطے نہایت پُرفضا اور خوش ...

نوٹ خصوصی برائے ملاحظہ مولانا — آپ مدت سے آستانہ کے ساتھ تعلقات پیدا ... مند بھی اور بہت لوگ کئی قسم کے سوال جواب کے آرزو مند معلوم ہوتے ہیں مینے ان ضروریات کو نظر رکھکر محمد علی لغوجی بک تخریج خلاصۃ القنۃ قنہ کو مختار مقرر کیا ہے جیسا کہ مَیں پیشتر کے عریضوں میں لکھ چکا ہوں۔ یہہ آدمی ہوشیار باتمیز حوصلہ مند معلوم ہوتا ہے اور غالب ہے کہ دیانتدار بھی ہو۔ آپکی قومی ہمدردی اور ذاتی معاملہ فہمی سے مجھے اُمید ہے کہ آپ اس شخص کی مدد کرنے میں پوری سعی کریں گے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ایک دکان قومی سرمایہ سے آستانہ میں قایم کرنے کی فکر کریں۔ ہندو تاجروں کی دو دکانیں مصر۔ پورٹ سعید۔ اسکندریہ۔ نالثا۔ آستانہ جبرالٹر

Marfat.com

میں موجود ہوں۔ اور ہندی مسلمان کی دُکان مصر کے سوا اور کسی جگہہ نہو۔ آپکی عدم توجہی قابل دکان کی ... ناممنوع ہوگی۔ آپ کروڑوں روپیہ کو صرف سے بغداد دمشق ریلوے قایم کرنے کی تجویزیں کرتے ہیں۔ دو ہزار روپیہ خرچ ایک قومی دکان قایم نہیں کرسکتے۔ مجھے معاف کیجئے۔ اگر آپ عملی طور پر کچھہ نہیں کرنا چاہتے تو کیوں لوگونکو قومی ہمدردی کا درس دیتے ہیں۔ سید احمد خان مرحوم کی نیابت کیجئے۔ اور عملی کارروائی دکھلائیے۔ اگرچہ بہت چھوٹی پیمانہ کی ہو۔

بیروت کی علمی ترقی

اس صدی کے اندر جسقدر ترقی مشرقی علوم میں بیروت نے کی ہے اوسکی نظیر مشرقی بلاد میں ذرہ مشکل سے ملے گی۔ اور باوجود یکہ شہر قدیم ہے۔ مگر اس میں کوئی اسلامی یادگار سوائے قبر امام اوزاعی کے اب تک نہیں بنی گئی۔ نصاریٰ سے جو آبادی کا زیادہ حصہ ہیں۔ اونہوں نے عربی زبان میں بہت کچھہ تقدم بہم پہونچایا ہے اور بالخصوص طرز جدید پر ایسی سہل کتابیں تالیف کی ہیں کہ عربوں کے سوا باقی قوموں کو عربی زبان کا سیکھنا نہایت آسان ہوگیا ہے۔ تالیفات جدیدہ کی روح ان لوگوں میں انگریزی اور فرانسیسی زبانیں جاننے کے باعث پیدا ہوئی ہے۔ اس صدی کے مشاہیر علما، صاحب تصانیف او چھاپہ خانجات اور اخبارات اور مدارس کلیہ کی مختصر کیفیت ذیل میں درج کی جاتی ہے +

اول مصنفین

(۱) بستانی۔ اس شخص نے آج سے تقریباً تیس برس سے پیشتر ایک کتاب (محیط المحیط) علم لغت میں تالیف کرکے چھپوائی جسکی ضخامت اڑھائی ہزار صفحہ کے قریب ہے۔ یہ کتاب ایسی جامعیت اور سہولت کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ کہ اسکی موجودگی میں منتہی الارب اور قاموس کی ضرورت نہیں۔ بلکہ جو الفاظ جدید اوس وقت تک عربی زبان میں غیر زبانوں سے داخل ہوئے یا عربی الفاظ سے مشتق ہوکر مروج ہوئے تھے وہ اکثر اسمیں درج ہیں اور اس خصوصیت میں متذکرۃ الصدر دونوں کتابوں سے فایق ہے۔ چونکہ اشعار اور امثال اور آیات قرآنیہ کو بطور شواہد درج کرنے سے یہ کتاب بہت طویل ہوگئی تھی۔ اسواسطے مصنف نے اسکو مختصر کرکے قطر المحیط کے نام سے چھپوایا پھر اس کے بعد عربی زبان میں سائیکلوپیڈیا لکھنی شروع کی۔ لیکن افسوس کہ اوسکی زندگی میں یہ کام انجام کو نہ پہونچا۔ اب اسکا بیٹا اسکو مکمل کررہا ہے۔ دس جلدیں چھپکر فروخت ہورہی ہیں۔ اس کتاب کا نام دائرۃ المعارف ہے۔ علاوہ بریں صرف و نحو اور حساب وغیرہ پر بھی اس مصنف کے رسالے مطبوعہ موجود ہیں +

۲۔ احمد آفندی فارس۔ یہ وہ شخص ہے جسکا اخبار الجوائب ایک زمانہ میں آستانہ العلیہ سے بڑی آب و تاب کے ساتھ عربی زبان میں شایع ہوتا تھا۔ اور اوسوقت مصر وغیرہ عربی بلاد کے اخبار اوس کے مقابلہ میں کچھہ بھی نہ تھے۔ اس شخص نے چند اعلیٰ درجہ کی کتابیں خود تالیف کرکے چھپوائیں۔ اور ایک معقول تعداد کی کتابیں علما متقدمین کی تالیف کردہ چھپوا کر مشتہر کیں۔ الجاسوس علی القاموس۔ وسر اللیال فی القلب والابدال لغت میں۔ الساق علی الساق کشف المخبا ادب و تاریخ میں۔ غنیۃ الطالب و منیۃ الراغب صرف و نحو میں۔ نواب مولوی سید صدیق حسن خاں کی کتابیں چھاپنے

اور فروخت کرنے کا کام بھی اس کی متعلق تھا۔ الجوائب کی چھاپہ شدہ کتابیں۔ خوشنمائی اور صحت اور عمدگی کاغذ میں بیروت سی بہتر ہیں اسکا بیٹا حلیم آفندی فارس اب لنڈن میں ہے۔ اور اسکی توجہ اشاعت کتب پر کم معلوم ہوتی ہے۔ ناظرین اس بات کے سننے سے حیران ہونگے کہ احمد آفندی فارس نصرانیوں کے گھر میں پیدا ہوا اور وہیں میں پیدا ہوا اور وہیں میں علم تحصیل کیا اور یہہ شہرت اسلام نے اسکو عطا کی۔

(۳) ناصیف یازجی | اسنے صرف و نحو و معانی و بیان و بدیع و عروض میں متعدد رسالے تالیف کر کے چھپوائے ہیں اور یہاں کے مدارس میں داخل درس ہیں۔ دو کتابیں اسکی خصوصیت سے شہرت پذیر ہیں۔ اول مجمع البحرین جو مقامات حریری کی طرز پر لکھی گئی ہے۔ دوسرے شرح دیوان متنبی۔

(۴) شیخ ابراہیم احدب | طرابلس الشام کا رہنے والا ہے۔ اور احمد آفندی کے بعد دوسرا شخص بیروت کے مسلمان علماء میں سے ہے۔ اسنے ضرب الامثال میں ایک ضخیم کتاب سات آٹھ سو صفحہ پر لکھکر چھپوائی ہے۔ اکثر امثال کو نظم کیا ہے۔ پھر مثل کے الفاظ سرخی میں اور شعر کا باقی حصہ سیاہی میں چھاپا ہے۔ تاکہ پڑھنے والا مثل اور زائد میں فرق کر سکے۔ بدیع الزمان ہمدانی کے رسایل کی شرح بہت جامعیت کے ساتھ لکھی ہے۔ چند اور رسالے بھی شایع کئے ہیں۔

دوم مطابع | (۱) مطبع کاتولیکیہ۔ اس مطبع نے عربی زبان کی چند قدیم اور نایاب کتابیں مشتہر کی ہیں۔ مثلاً فقہ اللغہ ثعالبی۔ الفاظ الکتابیہ ہمدانی۔ کنز الحفاظ ابن سکیت۔ نوادر ابی زید۔ کتاب المدامات اصمعی۔ کتاب النبات والشجر اصمعی۔ اور عربی کی متعدد دواوین علاوہ بریں اپنی صرف سے کتب مفصلہ ذیل تالیف کرا کر مشتہر کرائیں اقرب الموارد علم لغت تین جلد میں یہ کتاب سعید خوری شرتونی (نصرانی) کی تالیف ہے۔ زبات المثالث والمثانی خلاصہ اغانی یہ کتاب انطون صالحانی (نصرانی) نے مرتب کی ہے۔ کشف المعانی شرح رسایل بدیع الزمان ہمدانی مصنفہ شیخ ابراہیم احدب طرابلسی۔ شرح مقامات بدیع الزمان ہمدانی مصنفہ شیخ محمد عبدہ مصری جو اسوقت دیار مصریہ کا مفتی ہے۔ مجانی الادب فی حدائق العرب چھ جلدوں میں اور اسکی شرح تین جلدوں میں علم الانشاء والعروض الخطا۔ دو جلدوں میں مقالات علم ادب متعلق کتاب الانشاء۔ دو جلدوں میں۔ یہ چاروں کتابیں ایک مسیحی عالم لوئیس شیخو الیسوعی نے مرتب و تالیف کی ہیں۔ انکے مطالعہ سی معلوم ہوتا ہے کہ اس مسیحی عالم کی نظر علوم ادبیہ اور تاریخیہ میں کسقدر وسیع اور سلیم ہے۔ جن کتابوں سے یہ مضامین منتخب ہوئی ہیں اگر سارے ہندوستان کو چھان مارو تو پھر بھی یہ سب کتابیں نہ مل سکیں گی۔

(۲) مطبع امریکانین۔ اس مطبع کی خاص توجہ کتب علمیہ مثل حساب۔ جغرافیہ۔ تاریخ۔ منطق۔ ہیئت۔ نباتات۔ جمادات۔ حیوانات وغیرہ کی اشاعت پر ہے۔ اور یہہ کتابیں اکثر انگریزی اور فرنساوی سے ترجمہ ہوئی ہیں انمیں سے مسٹر فانڈیک کی تصانیف زیادہ مشہور ہیں جسنے کتاب النقش فی الحجر آٹھ حصوں میں مرتب کر کے چھپوائی ہے۔ اور ہر ایک حصہ منطق۔ ہیئت۔ نباتات۔ طبقات الارض۔ سائنس وغیرہ علوم پر مشتمل ہے۔

Marfat.com

مطبع ادبیہ- اس مطبع کو پہلے دونو مطبعوں سے کچھ مناسبت نہیں- مگر اسمیں یہ خصوصیت ہے کی متعدد چھاپہ شدہ کتابیں جغرافیہ اور تاریخ کے متعلق یہاں سے مل سکتی ہیں ان تینوں مطبعوں کی فہرستیں معہ فہرست مطبع الجوائب جو آجکی ڈاک میں ارسال خدمت شریف کیگئی ہیں اونکے مطالعہ سے زیادہ حالات معلوم ہونگے-

سوم- اخبارات | بیروت اور لبنان سے گیارہ اخبارات ورسالے حسب ذیل شایع ہوتے ہیں- ثمرات الفنون- روضتہ المعارف ہفتہ وار اخبار مسلمانوں کے زیر اہتمام (۲) لسان الحال- الاحوال- البشیر- الجنتہ- الروضتہ- المنارہ- لبنان- المصباح- الازہر- النشر الاسبوعیہ نصاری کے زیر اہتمام (۳) الصفا المشرق مجلہ علمیہ نصاری کے زیر اہتمام

چہارم مدرسہ کلیتہ سوریہ | اس مدرسہ میں علاوہ علوم وفنون کے عربی- انگریزی- فرنساوی تین زبانیں سکھلائی جاتی ہیں- اور ہر قسم کے تجربہ کے آلات اور نقشہ جات بہت عمدہ موجود ہیں اس مدرسہ کے پہلے طالبعلموں نے ویسی شہرت حاصل کی ہے جو ایک زمانہ میں پرانی دہلی کالج کے طلباء کو ہندوستان میں حاصل تھی مصر کے اخبار المقطم اور المقتطف کا ایڈیٹر صرف آفندی یعقوب اسی مدرسہ کا تعلیم یافتہ ہے- اس مدرسہ کے ساتھ مدرسہ طبیہ بھی ہے- اور طالبعلموں کو ڈپلوما عطا کیا جاتا ہے- اور فرانس میں مقبول ہے- یورپ کی مقابلہ میں مصارف تعلیم اور خورد ونوش نصف کے قریب ہیں- اور آستانہ عالیہ کے ہر قسم مدارس سے ایک ثلث کے قریب صرف کم ہے- بلاد شام کے علاوہ مصر اور ایران کے کئی طلبہ اس مدرسہ میں پڑھتے ہیں- ہندوستانی طلباء کو آستانہ میں درس حاصل کرنے سے ترکی اور فرنساوی میں خاص ملکہ ہوسکتا ہے لیکن بیروت میں عربی اور انگریزی میں عمدہ دستگاہ حاصل ہوسکتی ہے- اور چونکہ اس جگہ کے اکثر لوگ ترکی جانتے ہیں- اسواسطے ہندوستانی طالبعلم ترکی زبان اس جگہ باسانی سیکھ سکتا ہے *

از پورٹ سعید ۴ جنوری ۱۹۰۰ء

جناب مخدوم بندہ مولوی محمد انشاء اللہ خاں صاحب- السلام علیکم- جناب قبلہ گاہ صاحب کی وفات کا جو صدمہ اس سفر میں پیش آیا ہے اوسکا حال خداکو خوب معلوم ہے- اور زیادہ رنج مجھے اس بات کا ہے کہ جناب والدہ صاحبہ کو حالت بیماری میں یہ صدمہ نہایت غم افزا ہوا ہوگا- مگر مقدر میں یہی لکھا تھا کہ میں اس وقت حصول سعادت خدمت گذاری سے محروم رہوں-

میں انشاء اللہ کل مصر پہنچ جاؤنگا- اور دو ہفتہ کے قریب وہاں رہکر بمبئی کو روانہ ہونگا- منشی بدرالدین صاحب کے جو اوصاف وکیل نے تحریر کئے ہیں- وہ درحقیقت انکے مستحق ہیں- مولوی عبدالرحمن مرحوم کی جو خدمتگذاری اس مردِ خدا نے کی ہے- اوسکا حال جناب شیخ صاحب کو معلوم ہے- مسجد سے اونکو اپنے گہر لے گئے- اور چار ماہ تک مع اخوراک غرض سب چیز کے حسبتہً للہ رہی- خدا اُس شخص کو جزائے خیر دیوے-

قومی ہمدردی کا جو مادہ اللہ تعالیٰ نے آپکی ذات میں عطا کیا ہے- اور جس سچائی سے آپ اسلامی خدمات میں حصہ

Marfat.com

لیتے ہیں اوسکا دوہرانا آپکے سامنے غیر ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے سب بندگان کو اجر عطا کرتا ہے۔

مینے چند کتب ایسی خرید کی ہیں جو غالباً آپ کو پسند ہونگی لیکن مجھے تعجب ہے کہ جو پیکٹ کتب مینے بیروت سے ارسال کیا تھا۔ اور جسمیں چھاپہ شدہ فہرستیں تھیں اونکی رسید اب تک نہیں آئی۔

مجھکو بسبب متواتر نقل و حرکت کے اخبارات کے پڑھنے کا کافی موقعہ نہیں ملا لیکن پھر بھی ہیڈ کوارٹر کو واپس آنے پر اخبارات مجتمعہ کو ادہر ادہر سے سرسری نظر کے ساتھ دیکھتا رہا ہوں [illegible] کا جواب ارسال ہے۔ اصل حقیقت سایل نے دریافت نہیں کی۔ اور مجھے از خود [illegible] معلوم ہوا +

مشترکہ سرمایہ کی دوکان

فرنگی محل کے ایک بزرگوار نے تجارت مشترکہ کے متعلق جو اپنی رائے ظاہر کی تھی کہ اول بطور نمونہ کے ہندوستان میں دکان کھولی جاوے اور پھر قسطنطنیہ میں۔ اونکی رائے اونکی معلومات کی موافق درست ہے۔ اگر وہ [illegible] سفر کریں۔ اور اپنے ملک کی تجارت کو دوسرے ملکوں سے مقابلہ فرمائیں۔ تو اونکو معلوم ہوگا کہ دونوں میں کسقدر فرق ہے [illegible] اس تجارت سے اصل مدعا مسلمانوں کی معلومات کو بڑہانا ہے۔ یہ بات ہندوستان میں [illegible] حاصل نہیں ہو سکتی۔ آنریبل سید احمد خان صاحب مرحوم نے اپنے سفرنامہ لنڈن میں لکہا تھا کہ جو حالات فرانس اور لنڈن کے اندر دیکھنے میں آئے ہیں ممکن نہیں کہ میرے اہل وطن کو اونپر یقین ہو۔ اور اس ضمن میں [illegible] کی ہندیوں کے ساتھ درج کیا تھا۔ مینے ہندوستان میں جب یہ کہانی پڑھی تو صرف علم الیقین کے طور پر اوسکو قبول کیا تھا۔ کیونکہ آنریبل مرحوم کی صداقت مسلم تھی۔ مگر اب اس سفر میں یہ مسئلہ حق الیقین کے درجہ کو پہونچ گیا ہے۔ آپ ایک مفصل آرٹیکل اسبارہ میں شایع کریں۔ تاکہ لوگونکو اندرونی اور بیرونی تجارت کا فرق معلوم ہو۔ اور اصل [illegible] تحریر فرما دیں۔

طرابلس الغرب کے معاملہ میں بہت تحقیقات کیگئی۔ اب تک [illegible] نقل و حرکت افواج ترکیہ کی ثابت نہیں ہوئی۔

جامع ازہر مصر اور ہندوستانی طالب علم

[illegible]

بغرض تکمیل علوم عربیہ ہندوستان سے تشریف لانا چاہتے ہیں۔ امور ذیل [illegible] (۱) [illegible] اور عربی نوشت خواند میں اقلاً اسقدر لیاقت ہو جو پنجاب [illegible] کی برابر ہو سکتی ہے اور جسکو پنجاب میں مولوی کی امتحان سے تعبیر کرتے ہیں (۲) ہندوستانی طالب علم [illegible] ہر دوسرے دن ملتی ہیں۔ اور رہنے کے واسطے رواق ہندیہ کا ایک کمرہ ہے جسمیں وہ دیگر ہندی طالب علموں کے ہمراہ رہ سکتا ہے۔ باقی سب مصارف اوس کے اپنے ذمہ۔ (۳) مدرس عربی زبان میں درس دیتا ہے۔ اور [illegible] میں قراۃ الشیخ علی المتعلمین [illegible]

Marfat.com

کا تھا۔ وہی مصر میں جاری ہے یعنی استاد پڑہتا ہے اور شاگرد سُنتے جاتے ہیں۔ اگر کسی نے سوال کیا یا کوئی پیچیدہ مقام آگیا تو تفسیر بتغییر الفاظ عربی ہی میں کر دیتا ہے۔ اسجگہہ کوئی استاد اُردو و فارسی نہیں جانتا (۴) مدت تکمیل عموماً دس برس ہے (۵) امتحان ہر سال ہوتا ہے۔ اور یہہ قاعدہ چند سال سے جاری ہوا ہے (۶) فراغ تحصیل کے بعد جزوی درس کا حاصل ہونا ممکن ہے (۷) زاد راہ سے مراد اگر بمبئی سے مصر پہونچنے تک کا کرایہ جہاز دیل منظر ہے تو قریباً اسّی روپیہ کفایت کر سکتے ہیں۔ اور اگر اس سے مراد وہ مصارف ہیں جو ہندوستانی طالب علم مقیم ازہر کو پیش آتی ہیں تو اوسکیواسطے علاوہ نذر مندرجہ بالا کے تیس روپئے ماہوار مطلوب ہیں۔ اور یہہ اوسط درجہ کا صرف ہے اگر بہت ہی کفایت شعار آدمی ہو تو پندرہ بیس روپئے سے بھی کام چلجاتا ہے۔ مگر بدقت۔

آخر میں یہ التماس ہے کہ بندہ عنقریب اخیر فروری میں ہندوستان آنیوالا ہے مستفسر صاحب کا قیام اگر پنجاب میں ہو تو وہ بالمواجہ مفصل حالات مجھ سے دریافت فرما سکتے ہیں میں اونکی حالت دیکھکر شاید ایسی تدابیر بتلا سکوں کہ وہ بدون روپئے کے یا تھوڑے روپئے سے مصر میں قیام کر سکیں۔ والّا یہی جواب کافی ہے۔

از قاہرہ - ۹ جنوری ۱۹۰۰ء

بندہ ۴ جنوری کو بوقت گیارہ بجے شب کے مصر پہونچا اسجگہہ دو والا نامجات حسب ذیل موصول ہوئے:-

(۱) والا نامہ مورخہ ۱۸ ۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء (۲) والا نامہ مؤرخہ یکم نومبر ۱۸۹۹ء

باوجود کثرت مشاغل کے جو التفات طویل الذیل والا نامجات کی تحریر کرنے میں آپ کیطرف سے وقتاً فوقتاً ظاہر ہوا۔ بندہ مشکور ہے۔ اللہ تعالیٰ ذات سامی را سلامت داراد۔

آپکا اعتراض میری نقل و حرکت کے غیر منتظم ہونیکی بابت بالکل درست ہے اور اس غیر ضروری توقف سے جو دمشق۔ طرابلس۔ بیروت۔ عکہ۔ حیفا کے آنے جانے میں ہوا میں خود حیران ہوں۔ خاصکر اس توقف کا باعث کچھہ میری اور زیادہ تر میرے بعض دوستوں کی ناواقفی امور ڈاک ہے جسکا حال میں زبانی عرض کرونگا۔ اسوقت مصر میں میرا کوئی کام نہیں۔ صرف پارسل کتب مرسلہ منشی بدرالدین صاحب کا انتظار ہے جسکے واسطے بیروت میں ایک آدمی کو ذمہ دار مقرر کر آیا ہوں۔ سر دست محمد علی لضوجی بک کے وکیل مقرر کرنیکا یہ فایدہ ہوا کہ اخبارات وخطوط موصولہ آستانہ وقتاً فوقتاً اوسکی ذریعہ بیروت اور دمشق میں وصول ہوتی رہی۔ اگر میں اوسکو وکیل مقرر نہ کرتا تو غالباً ایک خط بھی مجھہ تک نہ پہونچتا۔

مصر اور آستانہ کی تجارت کو ہندوستانی نہیں سمجھتے۔ اور غالباً شراکت کے مال کو جو راہے کی ہنڈیا سے کچھہ زیادہ وقعت اونکی نظروں میں نہیں۔ اگر آپ تنہا اپنی ذات خاص کے مصارف سے اس کام کو چلا سکیں۔ تو آپکا روپیہ اور میرا وقت بمقابلہ شرکت عام کے زیادہ مفید کام ہے۔ اور ممکن ہے کہ آپکا بھائی اس ضمن میں تاجر بنجائے۔ اب انشاءاللہ دو ہفتہ کے اندر روانہ ہونگا۔ اور مفصل گفتگو بالمواجہ ہوگی۔

دو روز ہوتے حافظ احمد عوض سب اڈیٹر اللوا سے ملاقات ہوئی اور آپکا ذکر خصوصیت سے ہوا۔ وہ شخصی خط وکتابت آپکے ساتھ کرنا پسند کرتا ہے۔ مصطفٰے کامل نے ایک اخبار یومیہ بنام اللوا جاری کیا ہے۔ پہلے خدیو کا وظیفہ خوار تھا۔ اور اسکی مدح وستایش تقریری وتحریری کیا کرتا تھا۔ اب خدیو سے قطع تعلق کرلیا ہے۔ اور درپردہ اوسکی مخالفت کرتا ہے موجودہ پرچہ آستانہ کی مساعدت پر جاری ہوا ہے۔ یہ مصطفٰے کامل قومی خیرخواہ ہیں!!! مفصل حالات بروقت ملاقات۔

مینے مصر۔ آستانہ۔ بیروت۔ طرابلس۔ ودمشق میں سلامت رہے پرچہ ثمرات الفنون سے بہتر اب تک کوئی نہیں دیکھا اوسکا مالک واڈیٹر دونوں نسبتًا خوب آدمی ہیں عبد الحمید زہراوی سابق اڈیٹر المعلومات ان دونوں سے بہتر ہے۔ مگر اوسکی حالت آجکل مخمصہ میں ہے۔ خدا تعالیٰ اسکی مدد کرے۔

مصر اور آستانہ پولٹیکل خبروں کے مرکز ہیں لیکن پراگندہ روزی پراگندہ دل۔ یہ بھی کم وبیش جو کچھ لکھا صرف آپکے ابھارنے پر۔ ولایت کے نامہ نگاروں اور ولایتی اخبارات کا آپ کیوں ذکر کرتے ہیں۔ ہندوستان میں بمقابلہ اعداد خریداران ترجمہ اخبارات بلکہ نقل ہی کاروبار کو کافی ہے۔ اگر آپکی صحت تسلی بخش ہوتی تو میں آپکو مستقل یومیہ پرچہ جاری کرنے کی رائے دیتا۔

۱۳ نومبر گذر گئی۔ اور اگر زندگی باقی ہے تو کبھی ۱۳ نومبر گذریں گے نصوحی بک کے ساتھ فارسی عربی۔ انگریزی میں سے کسی ایک زبان میں خط وکتابت ہوسکتی ہے۔

مدارس اعدادیہ ملکیہ

بلاد عثمانیہ کی تمام مرکزی ولایات میں ایک ایک مدرسہ اعدادیہ ملکیہ دولت عثمانی کی طرف سے موجود ہے جسمیں ہندوستانی ہائی سکولوں کے برابر تعلیم دی جاتی ہے۔ مدت تعلیم سات برس اور علوم ذیل داخل درس ہیں:-

(۱) حساب (۲) ہندسہ (۳) مثلثات (۴) جبر ومقابلہ (۵) ہیئت (۶) کائنات (۷) جغرافیہ (۸) تاریخ (۹) نقشہ کشی (۱۰) کتابت رسمیہ (۱۱) ثروت یعنی پولیٹیکل اکونمی (۱۲) اصول قانون (۱۳) اصول تجارت (۱۴) طبعیات (۱۵) کیمیا (۱۶) علم المرالیہ (۱۷) علم العقائد۔ یہ تمام علوم ترکی زبان میں سکھلائے جاتے ہیں اور ترکی علم ادب میں خصوصیت سے درس دیا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ فارسی۔ عربی اور فرنساوی زبانیں بطور سکنڈ لنگویج کے سکھلائی جاتی ہیں

اس مدرسہ میں جو طالب علم بطور بورڈر کے پڑھتے ہیں۔ انکو ایک لیرہ عثمانی یعنی ۱۸ ماہوار فیس دینی ہوتی ہے جس کے عوض میں درس۔ خوراک۔ پوشاک۔ مکان۔ پلنگ مع اوڑھنے بچھونے اور لیمپ وغیرہ کے ملتا ہے غرض حمام اور موتراشی کے علاوہ ہر جملہ مصارف مدرسہ کے ذمہ ہیں۔ درحقیقت یہ مصارف للعہ کے قریب ہوتے ہیں جنکو دولت اپنی طرف سے ادا کرتی ہے۔ دولت کی یہ فیاضی رعایا کے واسطے موجب شکرگذاری ہے۔

سب سے ضروری اور اہم چیز جو اس مدرسہ کے اندر دیکھنے میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ مدرسہ کی پہلو میں ایک مسجد اور

Marfat.com

امام مسجد باتنخواہ ملازم ہے۔ ہر ایک مسلمان طالب علم مکلف ہے کہ پنجگانہ نماز مسجد میں جماعت کیساتھ ادا کرے نماز کیوقت ایک عہدہ دار منجملہ منتظمین مدرسہ کے نگران رہتا ہے کہ کوئی طالب علم نماز سے غیر حاضر نہو۔

بورڈنگ ہوس کی عمارت مدرسہ کے اوپر ہے۔ ہر طالب علم کیواسطے ایک پلنگ اور ایک الماری معین ہے۔ ایک کمرہ میں تقریباً پندرہ طالب علم سوتے ہیں اور ایک منتظم کا پلنگ بھی ہر کمرہ میں ہوتا ہے جو اس کمرہ کے طالبعلموں کی نگرانی کا ذمہ دار ہے

کھانے کا کمرہ بہت وسیع ہے جسمیں چند میزیں رکھی ہوئی ہیں اور میز کے گرد چند کرسیاں بچھی ہوئی ہیں طلبا ان کرسیوں پر بیٹھکر اقوام متحدہ کی مانند کھانا کھاتے ہیں۔ کم استطاعت لوگوں کے لڑکے فیصدی ۲۷ بدون فیس کے بورڈنگ ہوس میں رہتے ہیں

(راقم حافظ عبدالرحمن آفندی امام بیروت۔ یکم جنوری سنہ ۱۹۰۶ء)

صحیفہ مصری

کی روانگی۔ وطن چھوڑنے سے پیشتر ایک امر جو بہت ہی زیادہ اہم معلوم ہوا وہ یہ تھا کہ جہاز کا کرایہ۔ اوقات انتظام خورد و نوش وغیرہ ضروری مراتب کا حال دریافت کروں تاکہ بمبئی پہونچنے پر مجھے کسی قسم کی دقت نہو چنانچہ میں نے اس غرض سے اپنے احباب مقیم بمبئی کو خطوط لکھے اور جو جو امور دریافت طلب تھے۔ اونکو ایک علیحدہ کاغذ پر بالتفصیل قلمبند کیا۔ جوابات موصول ہونے میں ۸ تاریخ کو روانہ ہوا۔ روانگی سے پیشتر اگرچہ لاہور امرتسر میں اس قسم کی متوحش خبریں سنی جاتی تہیں کہ بمبئی جانیوالوں کیواسطے متعدد مقامات پر روک ٹوک ہوتی ہے۔ کہ اندنوں بمبئی میں پلیگ۔ مرض طاعون زور پر تہا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ یہ خبریں بالکل بے اصل ثابت ہوئیں البتہ بمبئی سے باہر جانیوالوں کو البتہ ڈاکٹری معائنہ کا انتظام تہا اور وہ بہت تکلیف دہ اور باعث ہرج مسافرین ہوتا تہا

روانگی جہاز کے متعلق میرے احباب نے لکہا تہا کہ ڈاک کے علاوہ دو تین جہاز ہر ہفتہ یورپ کو جاتے ہیں اور ٹکٹ ہر وقت بلا دقت مل سکتا ہے۔ اسواسطے مجھے ٹکٹ کیطرف سے بے فکری تھی لیکن بمبئی پہونچنے پر معلوم ہوا کہ جہاز تو بیشک بہت جاتے ہیں مگر پی اینڈ او کمپنی کے جہاز کے سوا جو ہر ہفتہ ہندوستان کی ڈاک اور مسافر لیکر ولایت جاتا ہے۔ باقی جہازوں کی تاریخ روانگی وقتاً فوقتاً مقرر ہوتی رہتی ہے۔ یہ جہاز علی العموم بیوپاریونکا مال لیکر جاتے ہیں۔ اور حسب گنجایش کچھ مسافروں کو بھی سوار کر لیتے ہیں۔ پھر ان جہازوں کا حال مختلف ہے بعض جہازوں کا کرایہ ارزاں اور بعض کا گراں ہوتا ہے۔ بعض جہاز چھوٹے بڑے تمام بندرگاہوں پر ٹھیرتے ہیں اور بہت وقفہ کے ساتھ سفر طے کرتے ہیں۔ اور بعض جہاز صرف بڑے بڑے بندرگاہوں پر لنگر ڈالتے ہیں۔ اور بہت جلد منزل مقصود پر پہونچ جاتے ہیں۔ ان جہازوں میں ڈاکٹر بھی ہوتا ہے پی اینڈ او کمپنی کے جہازوں میں اکثر انگریز اور نیز وہ ہندوستانی سوار ہوتے ہیں جو بیرسٹری وغیرہ کے واسطے ولایت جاتے ہیں۔ یا ہندوستانی امرا اسمیں سفر کرتے ہیں۔ کیونکہ اسکے مصارف بہت ہیں۔

بمبئی سے مختلف مقامات مثلاً ابوشہر سویز کیپ ٹون۔ اور ممالک مشرقی یعنی چین وغیرہ کو جہاز روانہ ہوتے رہتے ہیں۔ جب کوئی جہاز اپنا سفر طے کرنے کے بعد بمبئی واپس آنیکو ہوتا ہے۔ تو اسکی اطلاع پہلے سے ایجنٹ مقیم بمبئی کو نام

Marfat.com

آجاتی ہے کہ فلاں جہاز فلاں تاریخکو بمبئی میں پہونچیگا۔ اور اتنے دنوں کے بعد فلاں جانب کو روانہ ہوگا۔ اِن ایجنٹوں کے علیحدہ علیحدہ دفاتر بمبئی میں موجود ہیں۔ اور ہر دفتر سے جہازوں کی آمد و روانگی کی خبریں بمبئی کے انگریزی اخبارات کے ذریعہ مشتہر ہوتی رہتی ہیں۔ اور اسطرح سے ہندوستان کے انگریزی اخبار پڑھنیوالونکو مجمل اطلاع روانگی جہازوں کی ملجاتی ہے۔ مگر یہ کہ اس جہاز میں کسقدر مسافر سوار ہونگے۔ ہر درجہ کے مسافر کا کرایہ کسقدر ہوگا۔ اور یہ جہاز جلد سفر کرنیوالا ہے یا بدیر۔ یہ امور بدون خط و کتابت ایجنٹ مقیم بمبئی کے بخوبی نہیں معلوم ہوسکتے۔ پس جو صاحب جہاز کا سفر کرنا چاہتے ہیں انکو مناسب ہے کہ گھر چھوڑنے سے پیشتر جہاز کا کرایہ بھیجکر ٹکٹ کا بندوبست کرلیں جہازوں کی ایجنٹ اگرچہ اسجگہ بہت ہیں مگر طامس کک اینڈ کو ایک مشہور ایجنسی ہے۔ اُس سے خط و کتابت کرنے میں بہت کچھ سہولیت ہے۔ ایک ہندوستانی دلال بھی بھنڈی بازار میں رہتا ہے۔ اور اسکا نام آتش خان ہے۔ یہ ایجنٹ جہاز سے کمیشن (حق الخدمت) لیکر ٹکٹ فروخت کرواتا ہے۔ مگر اسکا جواب بہت تسلی بخش نہیں ہوتا۔ ان دنوں میں امور مذکورہ بالا کے سوا پلیگ (مرض طاعون) کی شورش خاص طور پر مسافروں کی روانگی میں سدراہ بھی تھی۔ مختصر یہ کہ دفاتر کی کثرت۔ میری اور میرے دوستوں کی ان اموسے عدم واقفیت بہت کچھ سفر میں حارج ہوئی۔ میں اسموقعہ پر حکیم شیخ غلام محی الدین صاحب [illegible] کا شکرگزار رہونگا کہ انہوں نے حصول ٹکٹ میں بڑی کوشش کی۔ اور میں ۲۰ اپریل کو [illegible] جہاز میں سوار ہوکر [illegible] سویز میں پہونچا جو مصر کا مشرقی بندر ہے۔ جہاز میں سوار ہوتے وقت یورپین ڈاکٹر آیا اور اسنے [illegible] اور خلاصیان جہاز کا معمولی معائنہ کرکے جہاز کی روانگی کی اجازت دیدی۔ [illegible] گھنٹہ ٹھیرا تھا۔ مگر کوارنٹین کے باعث جہاز کا کوئی آدمی شہر میں نہیں گیا۔ اور نہ عدن کا کوئی آدمی جہاز میں آسکا۔ سویز کنال میں داخل ہونیوالوں کے واسطے البتہ کوارنٹین تھا۔ مگر شہر سویز [illegible] کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ اسجگہ بھی یورپین ڈاکٹر آیا۔ [illegible] کل مسافروں اور خلاصیوں کو قطار [illegible] سامنے کھڑے [illegible] اور سب کا شمار کیا گیا۔ مگر معائنہ کی نوبت نہیں پہونچی۔ اسکے بعد [illegible] مسافر جہاز سے اتار دیئے گئے۔

ہر جہاز میں تین درجہ کا ٹکٹ ملتا ہے۔ اول۔ دوم۔ سوم۔ تیسرے درجہ کو علی العموم ڈک کے نام [illegible] پہلے دو درجوں میں کرایہ کے ساتھ قیمت خوراک بھی [illegible] اپنی خوراک کا بندوبست خود کرتے ہیں۔ ہندوستانی مسافر کو جہازوں کے مصارف کی لحاظ [illegible] غالباً خالی از فائدہ نہوگی جو میری معلومات کے موافق تین درجوں کے اندر محدود ہوسکتی ہے۔

(۱) پینو کمپنی کا جہاز ہر ہفتہ ولایت کی ڈاک لیکر روانہ ہوتا ہے۔ اس جہاز میں عموماً درجہ اول اور دوم کے مسافر سوار ہوتے ہیں۔ اور انکے نوکروں کی سوا کسی آدمی کو تیسرے درجہ کا ٹکٹ مشکل سے ملتا ہے۔ پہلے دو درجہ کے مسافروں کو ہر قسم کا سامان سہولت سے بہم پہونچائے جاتے ہیں۔ مگر تیسرے درجہ والوں کی آرام و آسایش کی پرواہ نہیں کیجاتی

Marfat.com

جن لوگوں کا وقت قیمتی اور ان کے پاس روپیہ کافی موجود ہوتا ہے وہ اکثر اس جہاز میں سفر کرتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان سے جسقدر انگریز رخصت لیکر ولایت جاتے ہیں۔ وہ سب کے سب تا امکان اسی جہاز میں سوار ہوا کرتے ہیں۔

(۲) باربرداری کے جہازات جنکے ہمراہ یورپین ممالک کی ڈاک ہوتی ہے۔ ان جہازوں کی روانگی کی تاریخ وقتاً فوقتاً مقرر ہوتی رہتی ہے۔ اور مسافران درجہ اول و دوم کے سوا تیسرے درجہ کے مسافروں کو علی العموم اسمیں ٹکٹ ملجاتا ہے۔ نیز بمقابلہ پینو کمپنی اسجگہہ آرام کی صورت متصور ہے چنانچہ جس جہاز میں ہمنے سفر کیا اسمیں ہندوستانیوں کے علاوہ پندرہ بیس اٹالین یونانی ارمنی بھی تیسرے درجہ میں سوار تھے۔ رفتار کے لحاظ سے اگر پینو کمپنی کے جہاز کو میل ٹرین سے تشبیہ دیجائے۔ تو یہہ جہازات پسنجر ٹرین کا حکم رکھتے ہیں۔ اِن جہاز ونکا کرایہ عموماً پینو کمپنی سے کم ہوتا ہے۔ چنانچہ

بمبئی سے سویز تک	مسافر درجہ اول کیواسطے	ہمارے ۳۶ کرایہ تھا۔
" "	مسافر درجہ دوم "	۲۲ تھا۔
" "	مسافر درجہ سوم "	۵ تھا۔

تیسرے درجہ کے مسافر کو پینو کمپنی میں ایک سو روپیہ سے زائد کرایہ دینا پڑتا ہے۔

(۳) باربرداری کے جہازات۔ یہ جہاز باوقات مختلفہ روانہ ہوتے رہتے ہیں اور بہت دیر سے مسافت طے کرتے ہیں۔ اِن جہازوں کی مثال رفتار کے لحاظ سے گڈس ٹرین (مالگاڑی) کی ہے۔ انکا کرایہ جہازات نمبر ۲ سے قدر کم ہوتا ہے۔ مگر مسافر کا وقت بہت ضایع ہوتا ہے جس شخص کے پاس روپیہ کم ہو اور وقت بھی قیمتی نہو وہ اسجہاز میں سفر کر سکتا ہے۔ جو لوگ پہلے اور دوسرے درجہ میں سفر کریں انکو تو کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہیں ہوتی مگر تیسرے درجے کے مسافرونکو دقتیں پیش آتی رہتی ہیں علی العموم مسافران درجہ سوم روانگی سے پیشتر کھانیکی چیزیں از قسم چاول و گھی و آچار چٹنی۔ نمک مرچ لیموں بسکٹ۔ ڈبل روٹی۔ چاء چینی۔ دال۔ آلو۔ خرید کر ہمراہ رکھہ لیتے ہیں۔ ایک لوٹا۔ دو دیگچیاں ایک سماوار۔ دو تین پیالیاں۔ ایک گلاس۔ اور ایک رکابی کا ہونا بھی ضروری ہے بعض آدمی جو مستعد و باخبر ہیں وہ پانچ سات مرغیاں بھی لے لیتے ہیں کہ وقتاً فوقتاً گوشت کا کام دیں جہاز میں ان چیزوں کے رکھنے کی کوئی بندش نہیں ہے کیونکہ ہر مسافر دو من پختہ تک اسباب ہمراہ رکھہ سکتا ہے۔ یہاں تک تو بات سہل تھی کہ ہر قسم کی چیز خریدی اور جہاز میں لاد لی۔ اب جو شخص خود پکانا جانتا ہے اوسکی لئے جہاز کا سفر مثل اقامت گھر کے ہے۔ سامان موجود ہے۔ جو چاہا پکا لیا۔ مگر جو شخص خود نہ پکانا جانتا ہو اوس کے لئے دقت ہے۔ اور وہ مجبور ہے کہ جہاز کے باورچی کو کچھہ مقرر کرکے اوسکو دو وقت کھانے کی چیزیں دیدیا کرے۔ اور جیسا کچھہ وہ پکا دے چون چرا کے بغیر کھالے۔ جہاز میں ایک نان پچی اور ایک اوسکا مددگار رہتا ہے اور چالیس پچاس ملازمان جہاز (خلاصی) کیواسطے دن بھر کھانا تیار کرتا رہتا ہے۔ یہ خلاصی تین دفعہ دن میں کھانا کھاتے ہیں اور ہر مرتبہ تازہ کھانا پکتا ہے۔ اس صورت میں قیاس ہو سکتا ہے کہ جہاز کے مختلف الحال مسافروں کے واسطے ایک کھانا مشتعل

باورچی کیا کچھہ کرسکتا ہے۔ سفر جہاز کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ جس شخص کو خدا نے مقدرت عطا کی ہو وہ دوسرے درجہ سے کم کا ٹکٹ ہرگز نہ لے مگر جو شخص بباعث قلت اخلت تیسرے درجہ کا ٹکٹ لینے پر مجبور ہو اسکو مناسب ہے کہ اشیاء خوردنی کا کھٹراگ نہ کرے۔ اور کھانے کا انتظام جہاز والوں کے ساتھ کر لے۔ اسکی تین صورتیں ہوسکتی ہیں (۱) ٹکٹ لیتے وقت کھانے کی قیمت بھی دیدے۔ ملازمان جہاز اوقات معینہ پر کھانا اسکو پہونچا دیتے ہیں (۲) روانگی جہاز سے دو تین دن پیشتر اسٹور (منتظم خوراک) سے بطور خود بھی انتظام کر لے۔ یہ دونو وقت اپنے ساتھ کھانا کھلاتا ہے۔ ان دو نو صورتوں میں عموماً ایک روپیہ یومیہ دینا پڑتا ہے۔ چاول۔ گوشت مچھلی سبزی۔ شراب وغیرہ سب چیزیں ملتی رہتی ہیں مسافر کو اختیار ہے کہ انمیں سے جو چاہے کھالے اور جس چیز سے متنفر ہو اسکو پہینکدے یا نہ لے (۳) جہاز کے دیسی باورچی کے ساتھ کھانے کا بندوبست کر لیا جائے وہ دونو وقت ابلی ہوئی چاول مع دال یا چاول ترکاری وغیرہ دیتا ہے کبھی مچھلی بھی ہوتی ہے۔ آٹھ آنہ یومیہ یا اس سے کچھہ کم لیتا ہے۔ مسافر درجہ دوم کو جیسی تکلیف خوراک کی پہونچ آتی ہے اس سے درجہ سوم کے مسافر کو زیادہ ہوتی ہے۔ ان لوگوں کے واسطے جہاز کی سطح کے سوا کوئی جگہ بیٹھنے یا سونے کی نہیں ہوتی۔ انکو مناسب ہے کہ ایک آرام چوکی اور ایک پلنگ (سفری) خرید کر ہمراہ رکھہ لیں۔ ۱۵ اپریل سنہ ۱۸۹۹ء

جو مسافر ہندوستان سے مصر کو آئے۔ انکو مقام سویز پر جہاز سے وداع کہنا پڑتا ہے۔ سویز ایک زمانہ میں خشکی کا حصہ تھا۔ مگر سنہ ۱۸۶۹ء سے خشکی کو کاٹ کر نہر بنا دی گئی ہے۔ اس نہر کے بننے سے بحیرۂ قلزم اور بحیرۂ روم کے درمیان آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہو گیا ہے۔ اس سے پیشتر مال و اسباب جہاز سے اتار کر ... مقام ... پر ... اونٹوں پر لاد کر ... مقام ... تک ... جاتا تھا اور ... جہاز پر چڑھایا جاتا ہوتے تھے۔ ان دونو مقاموں میں ایک ذریعہ سفر ... تھا مسافروں کو ... تکلیف ہوتی ... باربرداری کی ادائیں اور چڑھانے میں بہت وقت اور زر صرف ہوتا تھا۔ ... آٹھ ... پڑتی تھی۔ یہ نہر جو فرانسیسیوں کی لیاقت اور محنت کی یادگار ہے جس نے ان تمام تکلیفوں کو دور کر دیا۔ اب جہاز ... ایک طرف سے دوسری طرف شب و روز بلا دقت چلے جاتے ہیں۔ نہر سویز کا طول ۹۹ میل ہے اور عرض اسقدر کم ہے کہ جب ایک جہاز عبور کر رہا ہو تو دوسرا جہاز اوس کے انتظار میں کنارہ پر کھڑا رہتا ہے ... سفر ... جہازوں کی ... آتی ہے ... دونوں کنارہ نہر فرانسیسی کمپنی کے اہلکار موجود رہتے ہیں۔ اور جب تک محصول مقررہ وصول نہ کر لیں ... نہیں ہونے دیتے۔ یہ محصول اکثر ایک ایک جہاز سے کئی ہزار روپیہ کے قریب ہوتا ہے۔

جہاز سے اترنے کے بعد پہلی جگہہ جہاں مسافر خشکی پر پہونچتا ہے وہ سویز کا چونگی خانہ ہے جسکو ترکی کی اصطلاح میں گمرک کہتے ہیں۔ اس جگہہ اسباب کی دیکھہ بھال ہوتی ہے۔ اور جو مال تجارتی ہو اوسکا محصول لیا جاتا ہے۔ دفتر گمرک گورنمنٹ مصر کے متعلق ہے۔ اور جو کارکن اسمیں کام کرتے ہیں۔ انمیں ایک شخص سہراب جی پارسی ہے جو کسی زمانہ میں بمبئی رہ چکا ہے یہ شخص ہندوستانی مسافروں کے ساتھ بہت اخلاق سے پیش آتا ہے۔

افسران گمرک پڑتال اسباب کے وقت پاسپورٹ طلب کرتے ہیں جو ایک طرح کا پروانہ راہداری ہوتا ہے سلطنتوں کے باہمی اتفاق رائے سے یہ امر قرار پا چکا ہے کہ غیر ملک کے سفر کرنیوالے کو پاس پورٹ کا حاصل کرنا اپنی گورنمنٹ سے ضروری ہے اور اسمیں کئی طرح کی ملکی مصلحتیں ہیں۔ گورنمنٹ انڈیا کے احکام کی پابندی سے ہر شخص مقامی افسر سے پاسپورٹ کے متعلق حکم تحریر لے سکتا ہے۔ اور جس بندر سے اسکو جہاز پر سوار ہونا ہو مثلاً کراچی بمبئی وغیرہ وہاں کے ایک مقرر عہدہ دار کے پاس تحریر مذکور پیش کرنے اور ایک روپیہ فیس دینے سے پاسپورٹ اوسکو ملجاتا ہے۔ جس شخص کے پاس یہ پاسپورٹ نہو اوسکو کونسل مقیم سویز کے پیش ہونا ہوتا ہے۔ اور اکثر اوقات ہندوستان سے کسیقدر زائد فیس ادا کرنے پر اوسکو پاسپورٹ ملجاتا ہے۔ مگر کبھی کبھی ایسے آدمی کو تکالیف بھی برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

سویز ایک معمولی حیثیت کا قصبہ ہے۔ کوئی خاص عمارت یا تفرجگاہ اسمیں ایسی نہیں جو مسافر کی دلچسپی کا باعث ہو۔ یہاں کے باشندے بہت چالاک اور مسافروں کے ساتھ اکثر عیاری سے پیش آتے ہیں کشتی سے اترتے وقت مزدور اسباب کو چمٹ جاتے ہیں۔ ابتدا میں دو ہوں تو منزل مقصود کو پہونچتے پہونچتے انکی تعداد نصف درجن تک ہو جاتی ہے پھر مزدوری میں بڑا جھگڑا کرتے ہیں عام ہوٹل والے دو چند سہ چند کرایہ لینے سے نہیں چوکتے۔ یہ ہوٹل ہندوستانی سرائے کے کمروں کی مانند ہیں اور مسلمانوں کے زیر انتظام ہیں۔ کھانے کا انمیں کوئی بندوبست نہیں کیا جاتا۔ صرف شب باشی کا کام دیتے ہیں کھانے کے واسطے جدا ہوٹل ہیں۔ جنکو ایک طرح پر ہندوستان کی تہذیب یافتہ دوکان نانبائی سے مشابہت دیجا سکتی ہے۔ متعدد میزیں جدا جدا بچھی ہوتی ہیں۔ اور انکے گرد چار چار کرسیاں رکھی رہتی ہیں۔ یہ بھی مسلمانوں کے متعلق ہیں۔ اعلیٰ درجے کے ہوٹلوں میں کھانا اور شب باشی دونوں کا انتظام ہوتا ہے۔ اور وہ یورپین ہوٹلوں کی وضع پر ہوتے ہیں۔

سکہ کا اختلاف اور اسپر زبان کی ناواقفی بالخصوص مسافر کی تکلیف اور نقصان کو زیادہ کر دیتی ہے۔ پونڈ شلنگ (انگریزی سکہ) نپولین فرانک (فرانسیسی سکہ) گنی ریال قرش (مصری سکہ) غرض کئی قسم کے سکے اکٹھے جمع ہیں۔ اور نووارد آدمی کو انکی داد و ستد گھبراہٹ میں ڈالدیتی ہے۔ مزدور۔ ہوٹل والے سب کے سب اس میں مسافر کو نقصان پہونچانے کی کوشش کرتے ہیں جس سکہ کو جس طرح چاہتے ہیں تعبیر کرتے ہیں۔ اور مسافر کو اوس کے موافق عمل کرنا پڑتا ہے۔ نہ یہ اونکی زبان سمجھتے ہیں اور نہ وہ انکی۔ اگرچہ اسجگہ عام طور پر عربی زبان بولی جاتی ہے مگر اوسکا تلفظ اسقدر بگڑا ہوا ہوتا ہے کہ ہندوستان کے عربی خوان کو اوسکا سمجھنا ایسا ہی دشوار ہے جیسا دہلی لکھنؤ کے باشندوں کو ٹھیٹھ پنجابی کا سمجھانا دشوار ہوتا ہے۔ بعض لوگ کم و بیش انگریزی بھی سمجھتے ہیں۔

سویز سے صبح و شام دو مرتبہ قاہرہ کو ریل جاتی ہے۔ ۷۰ میل کا فاصلہ ہے جو قریباً سات گھنٹے میں طے ہو جاتا ہے مگر ہندوستان کی طرح یہاں انٹرمیڈیٹ کلاس نہیں۔ البتہ ایک خصوصیت یہ ہے کہ گاڑیوں کے دروازے سے باہم مقابل

Marfat.com

یعنی آمنے سامنے ہوتی ہیں جس سے یہہ فایدہ متصور ہے کہ ایک گاڑی کا مسافر دوسری گاڑی میں جس وقت چاہے آمد و رفت کر سکتا ہے۔

۲۹ جون ۱۸۹۸ء

کچھ سویرے۔ ا رمشی کو ریل پر سوار ہو کر قاہرہ میں پہونچا۔ اور اسٹیشن سے سیدہا لوکندہ ہوٹل حسینیہ کو آیا۔ جو حضرت امام حسین شہید کربلا کی مزار[1] کے پاس ہے۔ سویز سے چلتے وقت علی بخاری قہوجی نے مجھے بتلایا تہا کہ یہہ لوکندہ جامع ازہر کے بہت قریب ہے۔ اس لوکنڈہ میں صرف سونیکی جگہہ ہوتی ہے اور کہانا بازار سے کہانا پڑتا ہے۔ کرایہ یومیہ کی دو شرحیں ہیں۔

(۱) جو شخص پلنگ پر سونا چاہے۔ اوسکو دو قرش[2] یعنی ۵ر دینے پڑتے ہیں۔ عموماً ایک کمرے میں تین پلنگ ہوتے ہیں اور اوڑہنا بچہونا موجود رہتا ہے خانہ بدوش مسافر کو بستر کی ضرورت نہیں پڑتی تین کرسیاں اور ایک میز بھی ہوتا ہے۔

(۲) جو شخص زمین پر سونا چاہے اسکو ایک قرش یعنی ۲ر دینے پڑتے ہیں۔ مگر اسکی آسایش کیواسطے پلنگ وغیرہ کوئی چیز نہیں ہوتی۔ صرف ایک قسم کا گدا زمین پر بچہا رہتا ہے۔ پانی اور روشنی کا انتظام تمام کمروں اور سیڑہیوں میں مہتمم لوکندہ کیطرف سے ہوتا ہے۔ بیت الخلا کیواسطے ایک علیحدہ اور صاف جگہہ ہوتی ہے۔ آبدست کیواسطے پانی اسجگہ موجود رہتا ہے۔ مونہہ ہاتہہ دہونے کے واسطے پانی کا ایک پیپہ بھرا رہتا ہے جس سے ٹونٹی کے ذریعہ پانی آتا ہے۔ ایک کرسی اس پیپہ کے سامنے پڑی رہتی ہے مسافر کرسی پر بیٹہکر مونہہ ہاتہہ دہوتا ہے۔ ایک تولیہ بدن خشک کرنیکے واسطے موجود رہتا ہے۔ کہانے کیواسطے عموماً لوکندہ کے نیچے نانبائی کی دوکان ہوتی ہے۔ مگر مسافر کو اختیار ہے کہ جس دوکان سے کہانا کہائے یا کسی اور دوکان سے۔ لوکندہ کے ارد گرد متعدد دوکانیں باورچیوں کی ہوتی ہیں۔ اور صبح سے شام تک ہر قسم کا کہانا تیار رہتا ہے روٹی تنور کی پکی ہوئی ہوتی ہے۔ اور خمیر کی آمیزش سے پہولکر بہت ملایم ہو جاتی ہے۔ ایک قرش تعریفہ کی دو روٹیاں آتی ہیں۔ جو متوسط الغذا آدمی کیواسطے کافی ہوتی ہیں۔ مگر سالن ایک قرش صاغ کا لینا پڑتا ہے۔ اور یہ معمولی قسم کی خوراک ہے۔ آسودہ حال آدمی ان لوکندوں میں دس قرش صاغ تک کی چیزیں کہاتا ہے جنکی قیمت ۶؍ ہوتی ہے لیکن مصر میں اسقدر صرف کرنا کوئی فضول نہیں۔ امرا جو اعلی درجہ کے ہوٹلوں میں جاتے ہیں وہ تو ایک پونڈ یعنی ۱۵؍ یومیہ خوراک میں خرچ کر ڈالتے ہیں۔ اور اسجگہہ ایک لطف خرچ کرنا ہی حیثیت رکھتا ہے جیسے کوئی شخص [illegible] ایک روپیہ کا کہانا بازار میں جاکر کہا آئے۔ نانبائیوں کی دوکانیں بہت صاف ہوتی ہیں [illegible] خوبصورت میزیں بچھی رہتی ہیں اور انکے گرد چار عمدہ کرسیاں ہوتی ہیں۔ کہانا چینی کی تہالیوں میں دیا جاتا ہے جو کہانیوں اور

[1] اس مزار کی نسبت ایک تاریخی بحث ہے جسکو میں کسی نمبر میں مفصل بیان کروں گا +

[2] قرش دو طرح کا ہوتا ہے ایک صاغ جو چاندی سے بنایا جاتا ہے اور اسکی قیمت ۲ر ہوتی ہے۔ دوسرا تعریفہ جو ایک قسم کی سفید دہات سے بنایا جاتا ہے اوسکی قیمت ۱ر ہوتی ہے۔ قرش کالین دین مصر میں ایسا ہے جیسا ہندوستان میں پیسوں کا +

Marfat.com

رانوں پر رکھنے کے کام آتا ہے۔ تاکہ کھانا کھانیکے وقت اگر شوربہ وغیرہ کا چھینٹا گرے تو کپڑے اوس سے محفوظ رہیں اور چونکہ یورپین فیشن ہرجگہہ کثرت سے پہیلتا جاتا ہے۔ اسواسطے ہر مسافر کے آگے ایک چمچہ اور کانٹا رکھدیتے ہیں لیکن کوئی شخص مجبور نہیں کرتا وہ چمچہ اور کانٹے کا ضرور ہی استعمال کرے۔ پانی پینے کے واسطے ہر میز پر دو صراحیاں اور دو گلاس اور دو نمکدان موجود رہتے ہیں مصری لوگ سرخ مرچ کا استعمال نہیں کرتے۔ اور نمک بھی بعض کم کھاتے ہیں اسواسطے ہر شخص اپنی مذاق کے موافق نمک اور سیاہ مرچ اس نمکدان سے لیکر استعمال کرسکتا ہے۔ خدمتگار ہر وقت حاضر رہتے ہیں جب کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو میز کھٹکھٹانے سے وہ فوراً دوڑا آتا ہے۔ اور لمبی آواز سے بولتا ہے "حاضر" مگر باوجود اس سلیقہ اور عمدگی کے ہندوستانی مسافر بلکہ عربوں کے سوا کل اشخاص لاچار ہیں کہ کہانے کی کیا چیز باورچی یا خدمتگار سے طلب کریں۔ اور اوسکو کیا قیمت دیں؟ کیونکہ تمام کارروائی کا مدار عربی زبان پر ہے۔ اسواسطے ترجمان اس ملک میں کثرت سے رہتے ہیں جو مسافروں سے روپیہ لیکر اونکے خیالات کا اظہار کرتے ہیں یہہ ترجمان یورپ کی اکثر زبانیں جانتے ہیں۔ مگر ہندی اور فارسی کوئی نہیں جانتا۔ بہرکیف مسافر اشیای مطلوبہ کو اشاروں سے بتلاتا ہے۔ اور اوسکی قیمت کیوقت قروش باورچی کے سامنے رکھدیتا ہے۔ وہ اوس سے اپنی چیزوں کی قیمت اُٹھا لیتا ہے۔ اگر کوئی شخص انگریزی جانتا ہو تو فی الجملہ کام چلا سکتا ہے بعض جگہہ فارسی بھی کام دیجاتی ہے۔ مگر اردو بالکل کس مپرسی کی حالت میں رہجاتی ہے۔

قاہرہ میں مجلس مولود یکم ربیع الاول سے حسب معمول متعدد خیمہ جات میدان عباسیہ میں نصب ہوکر آٹھ پہر سال مولود نبوی کی یادگاریں مجالس منعقد ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ اور ہر قسم کے فروش نفیسہ اور شیشہ و فانوس سے آراستہ کئے گئے۔ علما اور قرائے خوش بیان ہر روز شام کو مجتمع ہوتے ہیں۔ اور ہر خیمہ میں مولود خوانی ہوتی ہے۔ احاطہ خیمہ جات کے اندر ایک طرف کو محمل شریف تبرکاً رکھا جاتا ہے۔ جو ایک قسم کی زیارت ہے اور مرد و زن دن بھر اوسکی زیارت کو لگاتار آتے رہتے ہیں محمل کے پاس خدیوی پولیس کے سپاہی بغرض قیامی انتظام ہر وقت کمربستہ موجود رہتے ہیں یہ تمام خیمے دولت خدیوی کیطرف سے نصب ہوتے ہیں۔ اور اونکے مصارف جدا جدا ہر محکمے کے ذمہ ہیں۔

خیمہ ہائے مولود خوانی کے احاطہ کے باہر دوکانوں کی قطار سڑک کے کنارہ کنارہ اندنوں میں لگجاتی ہے یہ دکانیں شامیانوں اور قناتوں سے بنائی جاتی ہیں اور نہایت خوبی سے آراستہ ہوتی ہیں۔ کھانے پینے کی چیزیں اور سامان فروخت انمیں موجود رہتا ہے۔ ایک طرف کو جھولے (مہد) بھی موجود ہوتے ہیں۔ بعضے لوگ تصاویر بھی فروخت کرتے ہیں مصر میں آزادی اس درجہ ترقی کر گئی ہے۔ کہ ایسی متبرک مجالس کے ایک طرف کو ایک خیمہ میں بازاری عورتیں رقص و سرود کرتی ہیں۔ اور شائقین ٹکٹ لیکر اوسمیں داخل ہوتے ہیں۔ اور اسی پر حصر نہیں۔ ایک دکان شرابخانہ کی بھی موجود ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ جیسا ہمارے ملک میں ہنود وغیرہ کے میلوں میں ہر قسم کے لوگ

اور ہر قسم کی دکانیں ہوتی ہیں۔ وہی حال اسجگہہ کا ہے۔ اتنا فرق ہو کہ ہمارے ملک میں دن کو میلے ہوتے ہیں۔ اور یہاں شب کو۔ اور میں نے میلہ کا لفظ اسواسطے استعمال کیا ہے۔ کہ جس شخص سے اس موقعہ پر ملاقات ہوتی اور اسکا سبب پوچھا جاتا تو وہ یہی کہتا کہ تماشہ دیکھنے کو آیا ہوں۔ یہ جلسہ ایک ہفتہ تک برابر قایم رہتا ہے پہلے شاید ۱۲ دن تک رہتا تھا۔

حضرت عطوفتلو منیر بک آفندی سفیر سلطانی متعینہ پارس حسب الطلب خلیفۃ المسلمین آستانہ عالی میں آیا تاکہ اُس سے امور مہمہ میں کچھہ دریافت کیا جائے خلیفۃ المسلمین نے منیر بک آفندی کی زمانہ قیام آستانہ میں ایک تمغہ مرصع عثمانی اور دوسرا عثمانی مرحمت فرمایا اس کے بعد وہ اپنی خدمت پر پیرس کو واپس چلا گیا۔

مصر کا مسافر۔ نہایت مسرت کا مقام ہو کہ اس مہینہ میں اصحاب ذیل کی والا نامجات صوبہ پنجاب سے موصول ہوئے۔ (۱) مولوی غلام نبی صاحب اعظم ردنصارے وتاجر کتب امرتسر (۲) شیخ عطاء اللہ صاحب مختار عدالت سب ڈویزن مردان ضلع پشاور۔ مولوی غلام نبی صاحب نے از راہ کرم اپنا رسالہ حقیقت صلیت جہاد بھی مرحمت فرمایا۔ اور اونکی خواہش تھی کہ علمائے ازہر کو دکھلایا جاوے لیکن رسالہ مذکور اردو زبان میں ہو۔ اور افسوس اسواسطے ہو کہ یہاں کے لوگ جو اردو زبان سے ناآشنا محض ہیں۔ وہ مولویصاحب کی تحقیقات کی کچھہ داد نہیں دے سکتے۔

شیخ عطاء اللہ صاحب نے سفر مصر کے متعلق بہت کچھہ دلچسپی ظاہر کی ہو۔ اور کئی امور کا جواب مانگا ہو سفر کے ابتدائی مراتب اور مصارف جہاز کا حال چونکہ اس سے پیشتر اخبار وکیل مطبوعہ ۲۰ جون و ۴ جولائی میں شایع ہو چکا ہو۔ اسواسطے اسجگہہ صرف وہ امور درج کئے جاتے ہیں۔ جو خاص قاہرہ کے متعلق ہیں۔ یقین ہو کہ کرایہ جہاز وغیرہ امور کا حال اس خط نے شایع ہونے سے پیشتر شیخصاحب کی نظر سے گذر جائیگا۔

(۱) باشندگان قاہرہ میں سے کوئی شخص اردو نہیں جانتا اور نہ اونکو اردو جاننے کی ضرورت ہو۔ حاکم محکوم سب کی زبان عربی ہے۔ مسلمان۔ نصارے۔ یہودی سب کی مذہبی کتابیں عربی میں بکثرت موجود ہیں۔ اخبارات بھی تقریباً سب کے سب اسی زبان میں شایع ہوتے ہیں۔

(۲) جو ہندوستانی آدمی عربی زبان نہ جانتا ہو وہ بدون مترجمان کے اسجگہہ کچھہ کام نہیں کر سکتا۔

(۳) ایک معمولی حیثیت کے آدمی کیواسطے ہر مہینہ میں قریباً دو پونڈ یعنی ۳۰ خرچ کی ضرورت ہو۔ اور جو شخص اچھی طرح رہنا چاہے اوسکے واسطے چار پونڈ یعنی ۶۰ ماہوار ہونے چاہئیں۔ مگر اس آٹھ روپئے میں یہ گنجایش نہیں کہ انسان کوئی نوکر رکھہ سکے۔ کیونکہ اقل درجہ پر ایک پونڈ نوکر کیواسطے درکار ہوتا ہے۔ اور اچھا نوکر تو دو پونڈ سے کم نہیں مل سکتا۔

(۴) غیل ور ریشمی پارچات اور عقیق ہندوستان سے اسجگہہ بکثرت آتا ہے لیکن اسجگہہ سوائے کتب مطبوعہ کے اور کوئی چیز ہندوستان میں جانے کے لایق نہیں۔

(۵) تجارت اور محنت مزدوری کی اسجگہہ کثرت ہے۔ بالخصوص تجارت میں بڑا فایدہ ہے۔ جو آدمی ذرہ بھی ہمت

Marfat.com

کرے دو تین چار قرش (آٹھ دس آنے) یومیہ بآسانی پیدا کر سکتا ہے۔

(۶) بچوں کیواسطے عربی انگریزی فرانسیسی بانیں اور علوم سکھانے کی کافی ذرایع اسجگہہ موجود ہیں لیکن مصارف بمقابلہ ہندوستان کے بہت گراں ہیں خوراک پوشاک کے علاوہ تقریباً دس روپیہ ماہوار صرف خرچ تعلیم دینا پڑتا ہے۔

(۷) مسافر طلبا کو ابتداءً وظیفہ نہیں مل سکتا۔ البتہ صرف عربی خوانوں کو جامع ازہر میں ہر دو یوم کے بعد پانچ روٹی فی کس بغیر سالن کے مل جاتی ہیں۔ اسجگہہ پانچ پانچ چھہ چھہ یوم کی باسی روٹی کہانیکا عام رواج ہے۔ ہمارے مخدوم شیخ عطاء اللہ صاحب کو یہہ حالت پڑہنے کے بعد غالباً لاہور کے اورنیٹل کالج کا نقشہ تہوڑی دیر کیواسطے یاد آجائیگا۔

(۸) اسجگہہ قاہرہ کی چھپی ہوئی کتابیں بہت ارزاں ملتی ہیں۔ اسکندریہ۔ ٹیونس۔ بیروت۔ طرابلس۔ استنبول کی کتابیں البتہ گراں ہیں۔ انکے علاوہ لنڈن۔ پارس۔ جرمنی کی چھاپہ شدہ کتابیں بھی ملجاتی ہیں۔ اور زیادہ مقدار کی کتابیں طلب کرنے سے ہندوستانیوں کو فایدہ متصور ہے۔

(۹) عربی فارسی کا ٹائپ اسجگہہ بہت عمدہ ملتا ہے۔ (۱) کتب مطبوعہ کی کیفیت معلوم کرنے کی دو عمدہ ذریعے ہیں (الف) فہرست کتب خانہ خدیویہ منگوائی جائے جو سات جلدوں میں چھپی ہے۔ اور اسمیں تیس ہزار کتابوں کا حال درج ہے۔ یہ فہرست قریباً ایک پونڈ یعنی ۱۵ روپے میں جا سکتی ہے (ب) اکتفاء القنوع طلب کیجائے جسمیں بالحصر دنیا بھر کی کتب مطبوعہ عربی کی تفصیل دیگئی ہے۔ یہ کتاب صرف ایک جلد میں ہے اور قریباً دس روپیہ میں بھیجی جا سکتی ہے۔

نوٹ۔ یہہ تمام حالات وقتاً فوقتاً پوری تفصیل کے ساتھ وکیل میں شایع ہوں گے۔

مسافروں کے آرام اور ان کے قیام کیواسطے لوکنڈہ کے علاوہ وکالے بھی موجود ہیں سیاح کے واسطے سب سے عمدہ جگہہ لوکنڈہ ہی۔ جہاں ایک کفایت شعار آدمی دو قرش یعنی ۵ (آنہ) یومیہ میں اور اچھی حیثیت کا آدمی چار قرش (یا ایک فرنک) یعنی ۱۰ (آنہ) یومیہ میں ایک رات دن بخوبی گذارہ کر سکتا ہی۔ امیروں کیواسطے یورپینوں کے نفیس ہوٹل موجود ہیں۔ جہاں دس روپیہ سے پندرہ روپیہ یومیہ تک ادا کرنے سے دو وقتہ خوراک اور مکان ملسکتا ہی۔ وکالا ایک قسم کا احاطہ ہوتا ہی جسکے نیچے کے حصے میں دوکاندار رہتے ہیں۔ اور اوپر کے چوباروں میں مسافر لوگ قیام کرتے ہیں ہر وکالہ میں ایک مسافر کیواسطے ایک کمرہ ہوتا ہے جو اسکی ہر قسم کی ضروریات مثلاً نشست برخاست سونے پکانے کے کام آتا ہے جیسی ہندوستان میں سرائے کی کوٹھڑیاں ہوتی ہیں نہانے کیواسطے کوئی جگہہ نہیں ہوتی۔ پاخانہ تمام کرایہ داران کیواسطے مشترکہ ہوتا ہے۔ ان دکانوں کا کرایہ اس تفصیل سے ہے۔

نمبر (۱) ۳۰ قرش ماہانہ یعنی للعہ ۱۱ نمبر (۲) ۲۵ قرش ماہانہ یعنی ۱۴ ۱۱ نمبر (۳) ۲۰ قرش ماہانہ یعنی ۱۲ ۱۱ دکانوں میں اور نیز بازاروں میں آدھی گنی یعنی ۱۲ سے ایک گنی یعنی ۱۵ تک دو تین کمرے ملجاتے ہیں جنمیں سونے نشست برخاست مطالعہ کیواسطے علیحدہ علیحدہ کمرے ہوتے ہیں اور غسلخانہ باورچی خانہ بھی موجود ہوتا ہے لیکن

Marfat.com

ان مکانوں کو حاصل کرنے میں مسافر کو ایک گونہ دقت ہوتی ہے۔ مالکان مکان ضمانت معتبر آدمی کی طلب کرتے ہیں
اور جبتک کوئی معتبر آدمی اطمینان نہ کردے۔ یہ لوگ مکان کرایہ نہیں دیتے۔ بال بچہ والے آدمی کو علی العموم اور کبھی کبھی مجرد
آدمیوں کو بھی گھروں میں مکان مل سکتا ہے۔ مگر ضمانت لازمی ہے۔ یہاں علی العموم دو منزلہ سہ منزلہ مکان ہوتے ہیں
کفایت شعار مالکان نیچے کے تمام کمرے اور منزل بالائی کا ایک آدھ حصہ کرایہ دیدیتے ہیں۔ ایک متوسط کنبہ کا آدمی
۵ میں دو تین کمرے پردہ دار لے سکتا ہے۔ غریب آدمی کو ۸ میں ایک کمرہ مل جاتا ہے۔

مصریوں میں ہندوستان جیسا پُرتکلف پردہ کا رواج نہیں اسواسطے مسافروں کو انکے ساتھ رہنے میں کوئی دقت
نہیں ہوتی۔ بعض جگہوں میں پورا مکان بھی کرایہ واروں کو ملجاتا ہے۔ مگر کرایہ ہر حالت میں گراں ہوتا ہے۔

ہندی تکیہ۔ جو مسافر بے سر و سامان اس ملک میں آتے ہیں۔ اونکے قیام کیواسطے تکیے موجود ہیں۔ جہاں پر
بلا کرایہ اور بلا ضمانت ہر شخص کو جگہ ملجاتی ہے۔ ہر ملک کیواسطے علیحدہ علیحدہ تکیہ ہے۔ اور اوسی ملک کا ایک آدمی
اس تکیہ کا منتظم ہوتا ہے جسکو مصریوں کی اصطلاح میں شیخ تکیہ کہتے ہیں۔

ان تکیوں میں پہلے دن مسافر کو روٹی بطور مہمانداری کے مفت ملتی ہے۔ اس کے بعد اوسکو اختیار ہے کہ کچھ
مزدوری کرکے کھائے یا گدائی کرکے پیٹ بھرے۔ میں ہندی تکیہ دیکھا ہے اسوقت دس بارہ آدمی اسمیں موجود ہیں۔
دو تین بنگالی اور پوربی بیس بیس برس سے پڑے ہوئے ہیں۔ کاغذوں کے پھول بناکر بیچتے ہیں۔ اور گذارہ کرتے ہیں
تین پنجابی بھی اسمیں موجود تھے۔ ایک لاہور کا۔ دوسرا وزیرآباد کا۔ تیسرا ڈیرہ جات کا۔ انکے قد و قامت کی درازی اور
فربہی اور اسپر گذر اوقات کی یہ صورت دیکھکر مجھے بہت تاسف ہوا۔ دریافت کرنے پر ایک نے بیان کیا کہ ہم لوگ وطن
سے تلاش روزگار میں کراچی آئے تھے۔ جب وہاں کوئی سبیل نظر نہ آئی تو بغداد شریف کا سفر پیش نظر ہوا کہ وہ
بڑی متبرک جگہ ہے۔ وہاں کے تکیہ میں کچھ دن رہکر خیال ہوا کہ مکہ کا حج کریں اسکے بعد بیت المقدس کی زیارت کا
شوق غالب ہوا۔ اور بیت المقدس سے آب وانہ مصر کو لے آیا۔ اب جہاز کا کرایہ نہیں وطن کو واپس کسطرح جائیں۔

ہندی تکیہ کا موجودہ شیخ ہندی نہیں۔ مگر ہندی زبان اچھی طرح جانتا ہے۔ پہلے ایک ہندی سید علی نام شیخ
تکیہ تھا۔ ان بنگالیوں نے اس کے برخلاف شورش کی۔ اور ایک عرب کو یہہ کہکر مقرر کرایا کہ وہ ہندی الاصل ہے
شیخ تکیہ کو ہر سال ضروری مصارف خدیو کے ہاں سے ملتے ہیں۔ لوگ بیان کرتے ہیں کچھہ عرصہ پیشتر ہندی تکیہ کی حالت
بہت اچھی تھی۔ سید علی سے پیشتر جو شیخ تھا۔ اوسنے بہت سی جائداد فروخت کرکے خورد برد کرلی اور اب ایک
بوریا کے سوا کوئی سرمایہ تکیہ کا نہیں ہے۔ بالفعل تنگی مکان کے باعث ایک کوٹھڑا کرایہ پر بھی لیا گیا ہے۔

موسم۔ میں جب ہندوستان سے سفر کرنیکو تھا تو میرے بعض دوست مصر کی سخت گرمی سے مجھکو ڈراتے تھے۔
یہاں پہنچنے اور کچھ عرصہ قاہرہ میں قیام کرنے سے معلوم ہوا کہ اونکی یہ رائے کلیۃً صحیح نہ تھی۔ اگرچہ یہ ملک

Marfat.com

منطقہ حارہ کے قریب ہی۔ مگر بحیرہ قلزم اور بحیرہ شام جو اس کی مشرق اور شمال کو واقع ہیں اور دریائے نیل جو
مصر کی زمین کو شمالاً جنوباً سیراب کرتا ہی۔ انکے باعث سی یہاں کی حرارت ناگوار نہیں معلوم ہوتی۔ باوجودیکہ جون
جولائی اگست میں کچھ بارش نہیں ہوتی۔ اور دن کو آفتاب کی حرارت بھی تیز ہوتی ہی۔ مگر رات کو شمال مغربی ہوا کے
کے چلنے سے خنکی ہوجاتی ہی۔ یہاں کے لوگ اسی خنکی کے باعث موسم گرما میں رات کیوقت کمروں کے اندر سوتے ہیں سکندریہ
کی آب و ہوا بسبب قرب ساحل سمندر ان دنوں میں زیادہ لطیف ہوتی ہی۔ اور یہاں کے امرا بالخصوص خدیو معظم
موسم گرما وہیں بسر کرتے ہیں۔ سکندریہ گویا ملک مصر کا شملہ ہے۔ البتہ قاہرہ سے جسقدر زیادہ جنوب کو انسان سفر کرے
گرمی کے آثار زیادہ محسوس ہوتے ہیں یہاں تک وسط افریقہ کی گرمی برداشت کرنا سخت مشکل ہی۔ لیکن مصر کا موسم
سرما یورپ اور امریکہ والوں کیواسطے نعمت ہے۔ ہرسال ہزاروں آدمی عمدہ آب ہوا اور آثار قدیمہ کو دیکھنے کو چلے
آتے ہیں۔ اس لیا جونکی بدولت موسم سرما میں مصریوں کو خوب آمدنی ہوتی ہے۔

مہم سوڈان۔ مصری اور انگریزی فوجیں انگریزی افسروں کی زیر نگرانی پچھلے دنوں سے درویشوں کے
مقابلہ کیواسطے روانہ ہو رہی ہیں۔ اور ہر قسم کا ذخیرہ و آلات حرب اس لڑائی کیواسطے بھیجا جاتا ہے۔ انگریزی
رسالہ کی دو ترپ پرسوں ۳۱ جولائی کو روانہ ہوئے ہیں یہ بھی خبر ہے کہ عنقریب ایک پلٹن جبل طارق سے اور
ایک پلٹن ہندوستان سے آنے والی ہے۔
انگریزی افسروں کے ساتھ جو دیسی مثل شاگرد پیشہ لڑائی پر گئے ہیں۔ انکو خوب تنخواہ ملیگی۔ بہرہ کو چار گنی
یعنی ۶۰ روپیہ ماہوار۔ اور خوراک و لباس مفت۔
بقول اخبار ترکیہ جریدہ مصر مصری فوج کے سپہ سالار نے ارکان حربیہ اور حکومت مصر کو اطلاع دی ہی کہ
شروع ستمبر ۱۸۹۸ء میں خرطوم اور ام درمان پر اوسکا غلبہ پانا ممکن ہی۔

مہم سوڈان کی مصری فوجیں دھڑا دھڑ مہم سوڈان کو روانہ ہو رہی ہیں۔ چنانچہ اگست کے
پہلی ہفتہ میں ایک انگریزی جہاز اسکندریہ میں پہنچا جسمیں سوڈان کی
جانے والی فوجیں سوار تھیں۔ یہ فوجی جمعیت اسکندریہ سے قاہرہ میں آئی۔ اور سرحد کو روانہ ہوگئی۔
مصری فوجکی پانچویں پلٹن جو سواکن میں مقیم تھی حملہ خرطوم میں شریک ہونیکے واسطے بربر کو روانہ ہوئی
یہ ایک شہر دریائے نیل کے قریب سواکن سے آٹھ روز کی مسافت پر ہے۔
۷ اگست کی صبح مصری فوج کے متعدد افسر سرحد سوڈان کو روانہ ہوئے۔ ان سے پیشتر ۳ اگست کو
ایک سپیشل ٹرین بہت سی افواج مقیم مصر کو لیکر قاہرہ کے سٹیشن سے روانہ ہوئی تھی۔

خطوط ہند۔ گزشتہ ہفتہ میں مفصلہ ذیل اصحاب کے خطوط ہندوستان سے موصول ہوئے۔

(۱) مولوی محی الدین صاحب اسسٹنٹ پروفیسر سنٹرل کالج الہ آباد (۲) مولوی نورالدین صاحب تاجر کتب مصریہ کانپور (۳) حافظ عبدالحق صاحب تاجر لٹھہ مقیم کانپور۔

مولوی محی الدین صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عربی زبان خصوصاً کتب دینیہ کی بہت شایق ہیں۔ اور انکی خواہش ہے کہ صلاح المستدرک للعراقی کی نقل انکی واسطے کتب خانہ خدیویہ سے حاصل کیجائے۔ یہ کتب خانہ بڑا عظیم الشان ہے۔ اور اسمیں تقریباً تیس ہزار کتابیں عربی کی موجود ہیں اور بعض ایسی نادر کتابیں ہیں جو ہندوستان میں نہیں مل سکتیں شمس العلما مولوی شبلی نعمانی صاحب نے بھی ہندوستان واپس پہونچنے پر کچھہ کتابیں اس جگھہ سے نقل کروائی ہیں۔

مولوی نورالدین صاحب کتاب اعجاز القرآن للباقلانی کی نقل چاہتے ہیں جو قرآن شریف کی فصاحت اور بلاغت پر لکھی گئی ہے۔ غالباً انکا ارادہ ہے کہ اس کتاب کو طبع کرائیں اور ہندوستانیوں کو ایک ایسی بیش بہا چیز سے مستفید کریں جس کے پڑھنے والے یقیناً ہندوستان میں لاکھوں کروڑوں سے زیادہ ہیں مگر اسکی حقیقت اعجاز کے سمجھنے والے شائد دو ہاتھ کی انگلیوں سے بھی کم ہیں جن لوگوں نے مصری کتابیں مولویصاحب سے طلب کی ہیں وہ مولوی صاحب کی قابلیت اور مستعدی کو بخوبی جانتے ہیں۔ اور اچھی طرح سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ مولوی صاحب اس کام کو کیسی عمدگی سے انصرام کریں گے۔ شرح سلم الثبوت مصنفہ شمس العلما مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی جو مولوی نورالدین صاحب نے اس سال میں چھپوائی ہے وہ انکی علمی اشاعت کی تازہ اور پسندیدہ شہادت ہے۔

حافظ عبدالحق صاحب مصری تجارت کا سلسلہ ہندوستان میں جاری کرنا چاہتی ہیں۔ انکی والد حاجی کفایت اللہ صاحب نے لٹھہ (چوب) کی تجارت میں بڑی ناموری پیدا کی ہے۔ اور وہ اسوقت کانپور کے پنجابی سوداگروں میں بہت بڑی معزز اور معتمد ہیں۔ اُمید ہے کہ حافظ عبدالحق صاحب کی توجہ سے مصر کی تجارت پر اکثر اشخاص کو رغبت ہوگی۔ نیل پارچات ریشمی کپڑے کشمیری شال کی مصر میں بڑی قدر ہے۔ عربی۔ فارسی سنسکرت پشتو کی پرانی اور خوشخط کتابیں خصوصاً بالتصویر اور ہر قسم کی قدیم اشیا خوب فروخت ہوتی ہیں اور ہر قسم [؟] سرما میں جبکہ یورپ اور امریکہ کے سیاح اسجگھہ آتے ہیں۔ ان چیزوں کی بہت مانگ ہوتی ہے۔

مصر مین انگریزی تعلیم کا رواج۔ انگریزوں کے مصر میں داخل ہونے سے پیشتر فرانسیسی زبان کا اسجگھہ بہت چرچا تھا۔ مگر پندرہ برس کے عرصہ میں جب سے انگریز اسجگھہ آئے ہیں۔ انگریزی زبان کا چرچا زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ ابتدائی مدارس سے سکنڈری مدارس تک جو تعلیم ہندوستان کے امتحان انٹرنس کی مساوی ہے انگریزی برابر پڑہائی جاتی ہے۔ انگریزی پڑہانے والے مدرس انگریز ہیں اور انسپکٹر مدارس بھی انگریز ہیں

کھلم کھلا تو نہیں مگر مدبرانہ چال سے لوگوں کو انگریزی پڑھنے پر رغبت دلائی جاتی ہے اور اب کل تعلیم گاہوں
تمام مدرسوں کے لڑکے انگریزی پڑھتے ہیں مصریوں کے دلونمیں انگریزی تعلیم سے تنفر ضرور ہے مگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ
انگریزی پڑھے ہوئے کو نوکری اچھی ملسکتی ہے - اور اسواسطے اپنی اولاد کو مجبوراً انگریزی پڑھواتے ہیں۔
ہندوستانی انگریزی خوانوں کو مشورہ } ہندوستان میں انگریزی خوانوں کی تعداد
بہت بڑھگئی ہے۔ اور اس روز افزون ترقی سے انکو نوکریوں کا ملنا متعذر ہوتا جاتا ہے - یہانتک کہ
بی - اے جو ایک زمانہ میں سو روپیہ ماہوار پر بشکل ملسکتا تھا اب عـــہ روپیہ پر بآسانی مل جاتا ہے لیس ہندوستانی
انگریزی خوانوں کو لازم ہے کہ عربی سیکھیں - اور مصر میں آئیں یہاں انکی گذارہ کیواسطے عمدہ راہیں کھلی ہوئی
ہیں سرکاری ملازمت کی علاوہ ترجمانی کا کام اسجگہ بہت ہے - ہندوستان و ایران کی تاجر اور یوروپ و امریکا کی
سیاح جو مصر میں ہر سال موسم سرما میں آتے ہیں - انکا کام ترجمان کے بغیر نہیں چل سکتا پس جو شخص انگریزی
و عربی جانتا ہو اوس کیلئے مزہ ہے - ہندوستانیوں کی مطالب کو اردو سے عربی میں ادا کرے اور آدھی گنی اپنی
معہ ریومیہ بے منت لیوے - ہندوستانیوں کی انگریزی دانی مشہور ہو رہی ہے - اسواسطے موجودہ ترجمانوں پر
انکو طرح فوقیت ملسکتی ہے - اسوقت بیسیوں مصری ترجمان اسجگہ موجود ہیں - اور ہندی ترجمان صرف
ایک شخص محمد آفندی شکری مدراس کا باشندہ ہے - مگر اپنی عمدہ انگریزی دانی کی باعث خوب چمکا ہوا ہے
اور تھوڑے دنوں میں اوسنے فرانسیسی بھی سیکھ لی ہے ؛ اور عمایدِ شہر سے بہت رسوخ حاصل کیا ہے مصر میں
رہنے سے یورپ کی دیگر زبانیں بآسانی آجاتی ہیں - کیونکہ یورپ کے ہر خطہ کا آدمی اسجگہ تجارتی تعلقات
کی وجہ سے موجود رہتا ہے - ترجمانی کے سوا ملکوں کا سفر بآسانی ہو سکتا ہے - تاجر لوگ ترجمانوں کو یورپ اور
امریکا اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں حال میں ایک سوداگر ہندوستان سے آیا ہے اور امریکا جانیوالا ہے - چونکہ انگریزی
زبان سے ناآشنا ہے - اسواسطے عدن سے ایک ترجمان کو ہمراہ لایا ہے جسکو کرایہ جہاز اور خوراک علاوہ تنخواہ کی دیگا -
پنجاب کے سرادل جو آنکھیں بنانیکا کام کرتے ہیں - یورپ اور امریکہ اور مصر سے اپنی ترجمانوں
کی بدولت ہزاروں روپئے کماتے ہیں - مگر جو شخص عربی اور انگریزی نہ جانتا ہو اوسکا گذارہ مصر میں مشکل
ہے - اسجگہ کوئی انگریز ایسا نہیں جو ہندوستانیوں سے اردو سیکھے - اور اسجگہ انگریزوں کو اردو سیکھنے سے
فایدہ بھی کیا ہے - البتہ نو وارد انگریز ایسے آدمیوں کی تلاش کرتے ہیں جو انگریزی اور عربی جانتا ہو
ہندوستانیوں کو عربی سیکھنے کی سہولت } مصر کی ابتدائی اور سکنڈری مدارس
میں چند کتابیں اس قسم کی داخل درس کی گئی ہیں جنکی ذریعہ انگریزی فقرات کا ترجمہ عربی میں اور عربی
فقرات کا ترجمہ انگریزی میں بآسانی آجاتا ہے - صرف و نحو کے رسالے بھی اسی قسم کے چھپ گئے ہیں

Marfat.com

اور عربی انگریزی کی ڈکشنریاں تو متعدد موجود ہیں جنکو المعجم قاموس کہتے ہیں۔ قاموس اصل میں عربی زبان کی ایک ڈکشنری ہے۔ جو قاموس فیروزآبادی کے نام سے مشہور ہے۔ مصریوں نے اوس کی نظیر پر اب ہر ایک ڈکشنری کو قاموس کہنا شروع کر دیا ہے۔ خواہ اسمیں کسی زبان کے الفاظ ہوں اِن کتابوں اور قوانین کے مطالعہ سے وہ تمام نئے الفاظ معلوم ہو جاتے ہیں۔ جو غیر قوموں کے اختلاط اور یورپین ایجاد و اختراعات کے استعمال سے عربوں کو وضع کرنے پڑے۔ عربی زبان میں بھی اس قسم کی کتابیں زمانہ حال میں تالیف ہوئی ہیں۔ مگر ان سے ایک انگریزی خوان مستفید نہیں ہو سکتا۔ ہندوستانی انگریزی خوانوں کو چاہیئے کہ وہ عربی انگریزی کی کتابیں مصر سے منگوا کر پڑھیں۔ اور ساتھ ساتھ مصر کے عربی اخباروں کا بھی مطالعہ کریں۔ ہندوستانی لوگ جو عربی زبان ہندوستان میں متبنے اور رسائل کے ذریعہ پڑھتے ہیں۔ اونکو معلوم ہو جائے کہ یہاں کے لوگوں کی بول چال اِن کتابوں کے موافق نہیں اور اسواسطے ایسے عربی خوان کو کچھ دنوں یہاں صُمٌّ بُكْمٌ رہنا پڑتا ہے۔ اور جبتک مصری عربی نہ سیکھ لے۔ ہندوستان کی عربی اوسکو کچھ کام نہیں دیتی۔ بلکہ حق یہ ہے کہ ابتدائے چند ماہ تک انکو بھی ایک ترجمان کی ضرورت پڑتی ہے۔ ۴ر اگست ۱۸۹۸ء

نتیجہ امتحان مدارس مصریہ

مصر کے مدارس ابتدائی کا امتحان جو سال حال میں منعقد ہوا تھا۔ اوسکا نتیجہ ۲۳ر جولائی ۱۸۹۸ء کو نظارۃ المعارف العمومیہ (محکمہ تعلیم) نے مشتہر کر دیا ہے۔ منجملہ ۱۳۸۱۔ امیدواروں کے صرف ۴۲۷ پاس ہوئے جنکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

٣٧ مدارس سرکاری کے	۸۱۲۔ امیدواروں میں سے		۳۳۳
۳۰ مدارس غیر سرکاری کے	۲٦۵	"	٦۸
پرائیویٹ - -	۳۰۴	"	۲٦
٦٧	۱۳۸۱		۴۲۷

داخلہ کی فیس آدھی گئی [illegible] ۱۲ [illegible] غیر حاضر تھے۔ اور اثنائے امتحان میں ۵ لڑکے بسبب بد اعمالی کے نکالے گئے۔

ان مدارس میں صرف دو زبانیں سکھائی جاتی ہیں۔ ایک عربی دوم انگریزی یا فرانسیسی میں سے ایک زبان حال کے امتحان میں انگریزی جاننے والے امیدوار ۴٦۱۔ اور فرانسیسی جاننے والے ٦٧ تھے۔ ترکی زبان کی تعلیم اختیاری ہے۔ اور شاید اسی وجہ سے نتیجہ امتحان میں اسکا کچھ ذکر درج نہیں۔ عربی زبان کی درس میں قرآن مجید کے آخری دو پارے اور کتب عقاید بھی داخل ہیں۔

Marfat.com

زبانوں کے علاوہ مفصلہ ذیل مضامین میں امتحان لیا جاتا ہے۔ ترجمہ۔ خط۔ عربی خط انگریزی حساب جغرافیہ اور کل سو بکیواسطے ایک ہی قسم کے چھاپہ شدہ سوالات ہوتے ہیں۔ جو اُمیدوار تین چوتھائی نمبر حاصل کرے وہ درجہ اول میں کامیاب سمجھا جاتا ہے۔ اور جو نصف نمبر حاصل کرے وہ درجہ دوم میں۔ نمبر مقررہ ۱۶۰ ہیں۔ پہلے اُمیدوار نے ۱۴۷ اور آخری اُمیدوار نے ½ ۸۶ نمبر حاصل کئے ہیں۔ مدارس ابتدائی کی مدت تعلیم ۴ برس ہے۔ جو شخص اس امتحان کو پاس کرلے۔ وہ سرکاری ملازمت میں داخل ہو سکتا ہے۔

کل ممالک مصر کی آبادی ۹۷ لاکھ ہے۔ بمقابلہ اس آبادی کی ۱۳۸۱ طلبا کا شامل امتحان ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ مصریوں کو سرکاری تعلیم پر اب تک پوری توجہ نہیں ہوئی۔ مذہبی تعلیم جسکا بڑا مدرسہ جامع ازہر ہے۔ وہ اور کچھ قسم مدارس اس شمار سے خارج ہیں۔ اور وہاں عربی کے سوا اور کوئی زبان نہیں سکھائی جاتی

۱۵ اگست ۱۸۹۸ء از قاہرہ۔

حجام جابجا حجام بکثرت ہیں۔ اور انکا کام خوب چلتا ہے۔ مصری لوگ بالعموم ڈاڑھی منڈواتے ہیں اسواسطے ہر شخص دوسرے تیسرے دن حجام کی دوکان پر موجود ہوتا ہے۔ ان حجاموں کی دکانیں طرح طرح سے آراستہ ہوتی ہیں۔ اکثر دوکانوں میں قد آدم لمبے آئینے دیواروں میں لگے رہتے ہیں۔ آئینہ کے نیچے ایک میز دیوار کے ساتھ لگی ہوئی ہوتی ہے۔ اور میز کے محاذ دو کرسیاں ہوتی ہیں۔ حجامت بنوانیوالا کرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔ اور آئینہ اوس کے سامنے ہوتا ہے۔ حجام ایک تولیہ سفید گردن سے چھاتی تک اور ایک تولیہ گدی سے کندھوں تک حجامت بنوانے والے پر ڈالدیتا ہے۔ تاکہ اس کے کپڑوں پر دھبہ نہ پڑے۔ اور خود کھڑا ہو کر حجامت بناتا ہے حجامت انگریزی فیشن پر ہوتی ہے۔ ہندوستان کی طرح گھٹنوں ہونے سے بال نہیں کھاڑے جاتے۔ حجامت کی بعد اوسی جگہ حجام اسکا سر منہ صابون سے دھوڈالتا ہے۔ اور بالوں میں خوشبودار تیل بھی لگا دیتا ہے۔ سر دھلانے کیواسطے ایک زنجیر چھت سے لگی رہتی ہے۔ اور اسمیں ایک لوٹا پانی کا بھرا ہوا لٹکا دیا جاتا ہے جسکے نیچے کو پیچدار ٹوٹی ہوتی ہے۔ اور ایک لگن حجامت بنوانیوالے کے آگے رکھا جاتا ہے۔ پیچ کے گھمانے سے لوٹہ کا پانی سر پر گرتا ہے اور حجام اپنے ہاتھ سے سر اور منہ کو دھوتا جاتا ہے۔ ہر دکان میں ایک نلکا پانی کا لگا ہوا ہوتا ہے۔ اور اس طرح سے پانی ہر وقت دکان میں باافراط موجود رہتا ہے۔

حجامت کی اُجرت عموماً دو قرش یعنی ۵ر ایک مرتبہ دینی پڑتی ہے۔ ان حجاموں کے مصارف بھی کچھ کم نہیں ہوتے۔ تقریباً ۵۰ یا ۶۰ قرش یعنی آٹھ نو روپیہ دکان کا کرایہ ہوتا ہے۔ دوکان کی ضروریات ابتداءً سو ڈیڑھ سو روپیہ کے صرف سے بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ اگر ہندوستان کے حجاموں کیحالت پر غور کیجائے تو مشکل ہے کہ ایک نیا آدمی اسقدر مصارف کا متحمل ہو سکے۔

حمام (ح-م-ام) اس ملک کے حالات کے لحاظ سے غسل حمام بہت ضروری کام سمجھا گیا ہے۔ دہلی آگرہ۔ وغیرہ مقامات ہندوستان میں جیسے بادشاہی حمام دکھائی دیتے ہیں، اسی وضع کے حمام اسجگہ بھی موجود ہیں۔ کوئی عمدہ محلہ ایسا نہ ہوگا جو حمام سے خالی ہو۔ مردوں سے قطع نظر عورتیں بھی ہفتہ وار حمام میں جاتی ہیں۔ ان اوقات مخصوصہ پر حمام مردوں سے خالی ہوتا ہے۔

حماموں کے تکلفات قابل دید ہیں۔ پہلے درجہ میں نہایت عمدہ مکان کپڑے اتارنے کیواسطے موجود ہوتا ہے۔ متعدد خدمتگار حاضر رہتے ہیں۔ کپڑے اتارنے کے بعد ایک لنگی بندھوائی جاتی ہے۔ ایک کپڑا بدن کے گرد لپٹوایا جاتا ہے۔ ایک تولیہ سر پر بندھوایا جاتا ہے غسل کے کمرہ میں داخل ہونے پر یہ تمام کپڑے خدمتگار اتروا لیتے ہیں اور غسل کی لنگی بدلی جاتی ہے گرم پانی کا حوض علیحدہ اور سرد پانی کا حوض علیحدہ ہوتا ہے۔ جو شخص کیسہ کرانا چاہے اس کیواسطے ایک موجود ہوتا ہے۔ گو مصری لوگوں [illegible] آزادی [illegible] بہت بڑھ گئی ہے اسواسطے نہاتے وقت لنگی باندھ رکھنے کی پروا نہیں کیجاتی تاہم جوان [illegible] حمایت کو بے پردہ سمجھتے ہیں غسل سے فارغ ہوکر پہلے درجہ میں [illegible] اور کپڑے پہنکر [illegible] بستر پر لیٹ جاتے ہیں جو نہایت پُرتکلف طرح سے زمین پر بچھے ہوئے ہوتے ہیں معمولی غسل [illegible] اور کیسہ کی اُجرت ڈیڑھ قرش سے دو قرش تک ہے۔ آدھا قرش خدمتگاروں کو دیا جاتا ہے۔ [illegible] حماموں میں چاء وغیرہ چیزیں بھی موجود رہتی ہیں۔

دُھلائی پارچات کی اسجگہ بہت تکلیف ہے۔ گھر بار کے لوگ اپنے کپڑے اکثر گھر میں مزدور عورتوں کو بُلوا کر دُھلوا لیتے ہیں۔ نوجوان جو یورپین فیشن کی پابندی سے استری شدہ کپڑا پہنتے ہیں۔ انکو ایک قرش یعنی ۲ ر ۶ فی کپڑا دینا پڑتا ہے اسجگہ دھوبی علیحدہ ہوتا ہے اور استری کرنیوالا علیحدہ۔ ہر ایک آدمی سوا سوا آنہ کپڑا لیتا ہے۔ اگر ہندوستانی دھوبی اسجگہ آئیں [illegible] کام [illegible] چلا سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ کچھ اُجرت بھی کم لیں کیونکہ وہ دُھلائی اور استری دونوں کام کیا کرسکتے ہیں [illegible] مصری اور تمام یورپین قومیں ہندوستانی دھوبیوں سے کپڑا دُھلانے [illegible] بہت کام ہے۔ مگر اس کام کیواسطے متعدد آدمیوں کو ملکر [illegible] ایک دو آدمی [illegible] نہیں چلا سکتے۔

ہندوستانی سوداگر۔ قاہرہ میں متعدد ہندوستانی سوداگر موجود ہیں۔ انمیں سے حاجی عبدالرسول (۱) و حاجی عبدالرسول (۲) اور جلال الدین تینوں [illegible] حاجی عبدالکریم [illegible] علاقہ [illegible] کا باشندہ ہے۔۔۔۔

[illegible] پارچات اور کشمیری شال کی تجارت کرتے ہیں۔ اور حاجی عبدالکریم عتیق کی عبدالرسول (۱) و (۲) قریباً ۲۵ [illegible] قاہرہ میں رہتے ہیں۔ اور اسی جگہ شادی بھی کرلی ہے۔ یہ دونوں اپنی اصلی زبان کے علاوہ عربی۔ فارسی۔ اردو

میں بخوبی بات چیت کر لیتے ہیں۔ مگر انکی اولاد عربی کے سوا کوئی مشرقی زبان نہیں سمجھتی۔ حاجی عبد الرسول دادا کو بڑے بیٹے محمد نے فارسی میں واقفیت پیدا کی ہے۔ پانچ چھ دکانیں حیدرآباد سندھ کے ہندو سوداگروں کی ہیں اور اچھی معزز دکانیں ہیں۔ مگر انہوں نے قاہرہ کے ساتھ تجارت کے سوا کوئی تعلق پیدا نہیں کیا۔ مالکان دکان ہر سال باری باری ہندوستان جاتے رہتے ہیں۔ اور اکثر نوکر چاکر وہیں سے ہمراہ لاتے ہیں۔ قاہرہ کی مردم شماری کے مقابلہ میں جو قریباً ۵ لاکھ ہے اسقدر قلیل ہندوستانی سوداگروں کا اسجگہ ہونا ایک عبرت انگیز معاملہ ہے۔ غالباً یہہ کمی کچھ تو مصری تجارت کی فوائد نہ معلوم ہونے کے باعث سے ہے۔ اور زیادہ تر اسوجہ سے کہ ہندوستانی خصوصاً شمالی ہندکے تاجر سمندر کے طول طویل سفر سے گھبراتے ہیں۔ حال میں بدر الدین عبد اللہ قور صاحب نے جو بمبئی کے ایک رئیس میونسپل کارپوریشن اور جسٹس آف دی پیس ہیں۔ اس موسم بہار میں تجارتی مال قاہرہ لانیکا ارادہ کیا ہے۔ اور اس ملک کی تجارت کے متعلق کئی امور میں مجھ سے خط و کتابت کی ہے۔

جنگ سوڈان مصری اخبار المویّد اپنے پرچہ مطبوعہ ۲ اگست میں لکھتا ہے کہ فوجی حکموں نے یہ تجویز کر لی ہے کہ مصری فوج دو تین دن کے اندر تعالیشی اور اوس کے ہمراہیوں پر ام درمان میں ایک آخری حملہ کرے۔ کیونکہ اوسوقت فوجوں نے اپنے اپنے موقعہ پر ڈیرے ڈالدیئے ہیں اور ایک حصہ شبلوکہ میں پہونچگیا ہے۔ اور چونکہ اوس کے قلعے خالی تھے۔ اسواسطے فوج کے سپاہ سالار نے انپے ہمراہیوں کا قیام گاہ وہاں قرار دیا ہے۔ اور اس صورت میں ہمکو اب صرف اُس کامیابی کی خبر کا انتظار باقی ہے جو تعالیشی کے حملہ میں ہونے والی ہے۔ اور جسکی خبر اس سے چند ہفتے پیشتر سویڈ کے خاص نامہ نگار مقیم ڈنگولا نے دی تھی کہ تعالیشی کی طاقت مصری اور انگریزی فوجوں کے مقابلہ میں جو عمدہ ترین سامان حرب اور ہلاک کرنے والے آلات سے آمادہ ہیں نہایت کمزور ہے۔ اس واقع منتظرہ کے بعد ہمارے واسطے ایک قطعی فیصلہ ہوگا جو بغاوت سوڈان کے دفتر کو تہ کر دیگا۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہوگا اوسکو خدا تعالے خوب جانتا ہے۔

ایک تازہ دم فوج ماہ اگست کے پہلے ہفتہ میں بمقام عطبرہ پہونچگئی۔ اور تھوڑے دن اسجگہ آرام کرنیکے بعد شبلوکہ روانہ ہوئی تاکہ باقیماندہ فوج کے ہمراہ خرطوم پر حملہ کرنے میں مستعد ہو۔ سلطان روم نے حکم دیا ہے کہ جو قلعے اور سرحدی چوکیاں سلطنت روم اور یونان کی سرحد پر واقع ہیں انکو مستحکم کیا جائے۔

سنہ ۱۹۰۰ء میں جو نمایش بمقام پیرس ہوگی اوسمیں دولت عثمانیہ کیطرف سے منیر بک سفیر سلطانی متعینہ پارس دولت عثمانیہ کی مشرقی صنایع کا افسر اعلیٰ ہوگا۔

ملازمت مصر کے متعلق پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جو شخص چالیس برس نوکری کرے۔ اوسکو اپنی پوری تنخواہ پنشن میں ماہ بماہ ملا کرے۔ لیکن حکام انگریزی اس تجویز کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور اسکے علاوہ یہ حکم

جاری ہونیوالا ہے کہ آیندہ کسی شخص کو پنشن نہ دیجائیگی۔ بلکہ پنشن کے عوض میں ایک مقررہ رقم اوسکی علیحدگی پر ادا کر دیجایا کریگی

سلطنت راحیتا دس دن کے عرصہ میں جو تار خبریں موصول ہوئیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ دولت روس نے نجاشی والی حبشہ سے اجازت لے لی ہے کہ جو سرزمین سلطان راحیتا کی تصرف میں بحیرۂ قلزم کے کنارہ پر ہے۔ وہاں پر اپنا دخل کرے اور اوسکی تجارتی کشتیاں جو چین کیطرف جاتی ہیں ان کے ملجا اور لنگرگاہ وہاں کو قرار دے ہمنے اس سے پیشتر اس خبر پر ایک نوٹ لکھا تھا۔ اور اسمیں اس سلطنت کی حدود اور باشندوں کی تعداد کو بیان کیا تھا۔ لیکن ہمارا یہ نوٹ اس ولایت کی اظہار حقیقت میں ناظرین اخبار کیواسطے کافی نہ ہوا اسواسطے ہم چاہتے ہیں کہ اس مضمون پر دوبارہ کچھ لکھیں جو ناظرین کیواسطے تحقیق مقاصد میں کافی ہو۔ اگرچہ ... اطالیہ کے اخبار مورخہ ۱۳ ماہ حال نے شایع کیا کہ جو کچھ دولت روس کیطرف نسبت کیا گیا ہے۔ دولت مذکورہ کو اس سے انکار رہے۔

ہماری معلومات اسمعاملہ میں یہ ہیں کہ اطالیہ کے ترمنہ اور وباتینو نے ۱۱ مارچ ۱۸۶۹ء کو جزیرہ وریاکیا کو بعوض ... پونڈ انگریزی کے بار ... سلطان راحیتا سے بحیرۂ قلزم ... خرید کیا۔ اور یہ قیمت دولت اطالیہ نے خزانہ شاہی سے ادا کی۔ پس جب یہ خبر حکومت مصر کو پہنچی ... مصر دولت اطالیہ کے دخول راحیتا میں معترض ہوا اس سبب سے کہ اسکو سلطنت راحیتا پر ... حقوق حاصل ہیں پس حکومت اطالیہ سے درخواست کی کہ وہ اپنی عساکر کو اس سرزمین سے ... متعلق احکام صادر کرے۔

دولت اطالیہ نے ایسا جواب دیا جو حکومت مصر کو دس ... اس سرزمین میں اپنی طرف منسوب کیا تھا جسکا ملنا ... اور کہا کہ اگر اطالیہ کو یہ معلوم ہوتا کہ ... ملحقات سے ہے تو وہ مقتضیات حال کے موافق عمل کرتا دیکھو کتاب[1] اخضر جو ۱۲ ... ۱۸۷۰ء کو ... پیش ہوئی تھی) اور دس سال کے عرصہ میں جو اس حادثہ کے بعد گذرے حکومت مصر نے ... اعتراض نہ کیا لیکن جب میسور وباتینو نے اواخر سال ۱۸۷۹ء میں ایک تجارتی مرکز کی تعمیر ... کی تو دولت انگریزی نے مداخلت کی اور جس کام کو میسور وباتینو نے شروع کیا تھا۔ اوسکی نسبت باز پرس کی۔ اور ... یعنی دولت انگریزی اور دولت اطالیہ میں سوال و جواب کا باعث ہوا لیکن ... کا جو مقصد جون صاحب کے جزیرہ وریاکیا میں داخل ہونیسے ہے۔ وہ خط ... اطالیہ ... وکیل مقیم قاہرہ مصر نے بتاریخ ۲۶ ستمبر ۱۸۸۱ء ارسال کیا تھا بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ یہ خط کتاب اخضر اور ... لامبر مجلس سناتو کی کتاب میں بعنوان ممنوع کے درج ہے۔ اور اسکی عبارت بجنسہٖ مختصراً یہ ہے۔ دولت ...

---

[1] کتاب اخضر سلطنت اطالیہ کیطرف سے ہر سال معاملات خارجیہ کے متعلق شایع ہوتی ہے جیسی انگلستان میں بلیو بک سال بسال مشتہر ہوا کرتی ہے +

Marfat.com

سابق وزیر اعظم مصر نے جب مجھ سے دریافت کیا کہ کیا حکومت اطالیہ اطراف راحیتا کو اپنے تابع سمجھتی ہے تو
مینے فوراً اسکا جواب نفی میں دیا اور کہا کہ ہمارا مدعا صرف باریحان کی موجودہ نظم و نسق حکمرانی کی تائید کرنا ہے۔
شریف پاشا نے اسکے جواب میں کہا کہ حکومت اطالیہ کی ہمیں کیا مصلحت ہے کہ وہ راحیتا کو مصر کے تابع حکومت
ہونے سے ایک شیخ کے قبضہ میں اسکا ہونا بہتر سمجھتی ہے۔ مینے کہا کہ جو دوستانہ معاہدات ہم میں اور شیخ میں
ہو چکے ہیں اور جو تعلقات اسکی سرزمین میں حکومت مصر کے تسلیم نکرنے میں واقع ہوئے ہیں۔ انہوں نے ہمکو شیخ
کی تائید حقوق پر آمادہ کیا ہے۔ اور ان سب کے سوا اصحاب میں ہمارے دشمنوں کے حقوق پامال ہو رہے ہیں
شریف پاشا نے اس جواب کو نہایت مہربانی اور خوشنودی سے قبول کیا۔

ایک جلسہ جو ۷ دسمبر ۱۸۸۱ء کو نواب اطالیہ کے حضور میں منعقد ہوا تھا۔ اسمیں ماسبو میبنی نے حسب ذیل
تقریر کی۔ کئی مہینے گذر چکے ہیں کہ اصحاب کے متعلق سوال و جواب کا سلسلہ اب تک جاری ہے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ
حکومت مصر نے جبکہ انکا وزیر اعظم ریاض پاشا تھا یہ چاہا کہ دفعتاً اراضی راحیتا میں جو اصحاب کے قریب ایک
بحری جگہ ہے اپنی فوج کو داخل کرے۔ اسوقت رانیوری فراموسکا جہاز کے کمانڈر نے اسپر اعتراض کیا۔ پھر اس کے
بعد مینے وزیر جنگی سے اس امر پر اتفاق کیا کہ صاف صاف حکم ہمارے جنگی جہازوں کے نام بھیجا جائے کہ وہ
مصری فوجوں کو راحیتا میں اترنے سے روکیں۔ مگر اسبات کا لحاظ رہے کہ یہ روکنا پسندیدہ اور مستحسن طریق سے ہو
اور ہمارے اور برطانیہ کی جہازوں کے درمیان بحری جنگ کی نوبت نہ پہونچے اور اس دوراندیشی سے وہ نتائج پیدا ہوئے
جنکا اسوقت سے انتظار تھا جبکہ مصر اراضی راحیتا میں فوجوں کے اتارنے سے رک گیا تھا۔
اور باوجود اس کے نئی تکالیف آخر ۱۸۸۱ء میں پیش آئیں جبکہ انگریزی جنگی جہاز دااغوت کے کمانڈر
نے عدن سے ایک تار خبر بھیجکر ظاہر کیا کہ مسیو بانکی قونسل اطالیہ نے ۹ دسمبر کو اصحاب میں مجھسے بیان کیا تھا کہ اسنے
سلطان راحیتا کے ساتھ ایک عہدنامہ کیا ہے جسمیں اس سلطان کا اقرار ہے کہ اس کے بلاد کی سرزمین جس میں
راحیتا بھی ہے حکومت اطالیہ کی تحت حمایت رہے گی۔ اور امر واقع یہ ہے کہ سلطان باریحان نے حکومت اطالیہ
کے ساتھ ۱۰ دسمبر کو بالاتفاق معاہدہ کیا ہے کہ اطالیہ اسکی بعد سلطان اور اس کے جانشینوں کے ساتھ معاملات اور
حمایت کرتا رہیگا بعوض چند امور متعاہد کے جنمیں سے امر اہم یہ ہے کہ وہ اپنے بلاد کی سرزمین میں سے کوئی چیز کسی
دولت اجنبیہ کو نہ دے گا۔

اس کے بعد دولت انگریزی اور اطالیہ کی خط و کتابت اور سوال و جواب میں تغیرات واقع ہوئے جنکا بہت
سا حصہ کتاب اخضر میں درج ہے۔ جو ۱۸۸۲ء میں نواب اطالیہ کے حضور میں پیش ہوئی تھی۔ ۱۵ فروری ۱۸۸۲ء کو
انگلستان اور اطالیہ کے درمیان اس صراحت کے اظہار پر اتفاق ہوا جسکو اطالیہ کھلم کھلا مونہہ سے کہے تاکہ اسکی

Marfat.com

نسبت کی حقیقت بحر احمر کے متعلق ظاہر ہو جائے۔ اور وہ بجنسہ یہ ہے۔

جو اراضی اطالیہ کے متعلق بحر احمر کے سواحل غربی میں ہیں اصاب کے شمال اور جنوب میں باقی رہی ہے اور دولت اطالیہ اس اراضی پر باب عالی اور مصر کی عظمت کو تسلیم کرتی ہے۔ اور باوجود اسکی جبکہ دولت اطالیہ اپنے سالقہ معاہدات کے سبب ان صعوبات کے زائل کرنے میں ہے قرار ہے۔ جو اکثر اوقات سلطان راحیتا کو اصناف کے باعث پیش آتی ہیں پس باب عالی اور مصر سے توقع ہے۔ کہ یہ دونوں سلطنتیں سلطان راحیتا کے اس جودہ معرکہ کو مفید سمجھیں گی۔ اور جسحالت میں وہ اب ہے اوسکی حفاظت اور حمایت کرینگی۔ اسوقت تک کہ وہ کسی دولت کو اپنی اراضی میں سے کچھہ نہ دے۔ اور حکومت اطالیہ معاہدہ کرتی ہے کہ وہ اصاب کی اراضی کی موجودہ حدود میں دائیرہ وسیع کرنے کی کوشش نہیں کرے گی۔

اور ماسیو منسینی نے یہ تصریح ۱۲ر جون ۱۹۰۲ء کو اسطرح کی تھی کہ ہر ایک سلطنت جو راحیتا میں جلدی یا بدیر داخل ہونا چاہیئے۔ دولت اطالیہ کو واجب ہے کہ اس سے راحیتا کو بچائے۔ اسواسطے کہ اس کے ہماری مصلحتوں کو عثمانی مصری اصیلا کے مقابلہ میں زیادہ خوف اور خطرہ ہے۔ ناظرین کو ان تمام حوالجات سے ظاہر ہو گا کہ وہ حقوق جو اطالیہ نے راحیتا میں حاصل کئے ہیں انمیں کسی قسم کا شک نہیں ہے کیا وجہ ہے کہ یہ ناممکن نہیں کہ روس کسی دن راحیتا میں داخل ہو جائے۔ خواہ اطالیہ سے خریداری کے ذریعہ یا کسی قسم کی رضامندی سے جبکہ وہ حسب حال متفق ہو جائے اور جو چیز اسوقت پردہ غیب میں ہے زمانہ آئندہ اسکا ظاہر کرنے والا ہے ؏

(مترجمہ از اخبار المؤید مطبوعہ ۲۲ر اگست ۱۹۱۲ء)

مصر میں اس وقت کون کون قومیں آباد ہیں

مصر میں تیرہ سو برس سے ایک مستقل اسلامی سلطنت چلی آتی ہے اور اسی آخری صدی میں مختلف اقوام اور متعدد مذاہب کا مرکز بن گئی ہے پہلے صرف عربوں ترکوں اور قبطیوں کی اولاد اسمیں بستی تھی مگر اب بہت سی غیر ملکوں کے لوگ بھی آباد ہو گئے ہیں جنکو یہاں کی حکومت اجنبی کے لفظ سے نامزد کرتی ہے۔ ان اجنبیوں میں فرنگستانی اور امریکن لوگوں کے علاوہ طرابلس الغرب۔ تونس۔ مراکو۔ الجزایر۔ سوڈان۔ شام۔ ٹرکی۔ ایران۔ بخارا۔ ہندوستان کے مسلمان موجود ہیں اور کہیں کہیں کوئی افغان بھی نظر آتا ہے۔ سب سے پہلے آخری مردم شماری جو ۱۸۹۷ء میں ہوئی تھی۔ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں ۹۷ لاکھ ۳۴ ہزار آدمی آباد ہیں جنمیں سے نوے لاکھ اناسی ہزار مسلمان سات لاکھ ۳۰ ہزار عیسائی۔ اور ۲۵ ہزار یہودی ہیں۔ اس مجموعہ تعداد میں سے ایک لاکھ ۱۲ ہزار آدمی اجانب ہیں جنکی تفصیل لارڈ کرومر معتمد دولت انگریزی نے اپنی تقریر میں اس طرح بیان کی تھی۔

یونان	۳۸ ہزار	ایکسو ۵ ۷	آسٹریا	۷ ہزار	ایکسو ۷ ۴
اٹلی	۲۴ ہزار	۴ سو ۷ ۶	روس	۳ ہزار	ایکسو ۹۳
برطانیہ	۱۹ ہزار	۵ سو ۷ ۵	جرمنی	ایکہزار	دوسو ۷ ۷
فرانس	۱۴ ہزار	ایکسو ۵۵	دیگر ممالک کے باشندے	۴ ہزار	۵ سو ۷۵

(۲) اجنبی قوموں کے حقوق کی حفاظت کی کیا سبیل ہے - جسقدر اجنبی لوگ اسوقت مصر میں مقیم ہیں وہ عموماً کسب تجارت پیشہ ہیں۔ یورپ ایشیا افریقہ اور امریکہ کے جن سلاطین کی یہ رعایا ہیں۔ اونہوں نے اپنا اپنا قونصل مصر میں بٹھا رکھا ہے۔ جو ان تاجروں کے حقوق کی نگرانی اور اپنی سلطنت کے فوائد کی حفاظت میں مصروف رہتا ہے۔ اسوقت قریباً ۲۰ قونصل مصر میں اس تفصیل سے موجود ہیں۔

(۱) انگلستان (۲) فرانس (۳) جرمنی (۴) روس (۵) اطالیہ (۶) ہسپانیہ (۷) پرتگال (۸) ڈنمارک (۹) ہالنڈ (۱۰) بلجیم (۱۱) آسٹریا (۱۲) سویڈن (۱۳) نوروے (۱۴) سوئٹزرلینڈ (۱۵) یونان (۱۶) ایران (۱۷) مراکو (۱۸) ممالک متحدہ (۱۹) برازیل۔

ہر ایک قونصل کے قیام اور اوسکے دفتر کے واسطے اوسکی سلطنت کیطرف سے علیحدہ علیحدہ مکان موجود ہیں بعض سلطنتوں نے یہ مکانات بذریعہ خرید کے حاصل کئے ہیں۔ اور بعض کے اجارہ پر ہیں۔ جب کوئی پولیٹیکل یا تجارتی معاملہ کسی سلطنت کے حقوق کی خلاف ظاہر ہوتا نظر آتا ہے۔ تو اوسکا قونصل فوراً اپنی بادشاہ کو اس امر کی اطلاع دیتا ہے اور جو ہدایت وہاں سے صادر ہو اس کے مطابق دولت مصر سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے جو سلطنتیں اولوالعزم مثل جرمنی روس وغیرہ کے ہیں اُن کے مطالبے تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اور کمزور سلطنتوں کے دعاوی طاق پر دھرے رہجاتے ہیں سلطان روم کا ایک معتمد بھی ہمیشہ مصر میں مقیم رہتا ہے۔ اور وہ تمام پولیٹیکل چالوں کو دیکھتا رہتا ہے۔ اسوقت اس منصب جلیل پر غازی احمد مختار پاشا نامزد ہے۔ جو معاملہ فہمی اور حسن اخلاق کے باعث عام وخاص میں عزیز مانا گیا ہے۔

(۳) اجنبی قومیں کن مشاغل میں مصروف ہیں - یورپ۔ ایشیا۔ افریقہ۔ اور امریکہ کے ایک لاکھ سے زیادہ تعداد کے آدمی اسوقت مصر کے اطراف وجوانب میں مثل قاہرہ سکندریہ رشید ومیاط۔ پورٹ سعید۔ سویز۔ طنطا۔ منصورہ۔ زقازیق۔ ابو ط وغیرہ کے پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اونمیں سے بیشتر آدمیوں کا یہ کام ہے کہ اپنے اپنے ملکوں کی مصنوعات کو مصر میں لاکر فروخت کریں۔ یورپین اور امریکن سوداگروں کی تجارتی اشیاء تو قریب قریب اُنہیں چیزوں کی ہیں جو ہندوستان میں دیکھی جاتی ہیں یعنی ہر قسم کے اُونی اور سُوتی پارچات آہنی اوزار مثل چاقو۔ قینچی۔ اُسترا۔ پستول۔ بندوق۔ مختلف قسم کے بٹن۔ گھڑیاں۔ بوٹ۔ کاغذ لفافے

وغیرہ اشیا جو روزمرہ کی ضروریات میں داخل ہیں۔ اور بعض یورپین مثل یونانیوں کے تجارت کے علاوہ دکانداری اور نوکری بھی کرتے ہیں۔ لیکن ایشیا اور افریقہ کے سوداگر و نکی تجارتی اشیاء اور انکے مشاغل بمقابلہ تجارت یورپین اور امریکن سوداگروں کے فی الجملہ مختلف ہیں۔ اور اسواسطے کچھ نامناسب نہ ہوگا۔ اگر ایشیا اور افریقہ کے باشندوں اور نیز یونانیوں کے مشاغل کسیقدر تفصیل سے بیان کئے جائیں۔

(۱) مغاربہ یعنی طرابلس۔ تونس۔ الجزائر۔ مراکو کے باشندے اکثر طربوش (ترکی ٹوپی) پارچات۔ جوتیاں عقاقیر (جڑی بوٹی) کی تجارت کرتے ہیں۔ اور بعض لوگ ہندوستان کے راولوں کے مانند رمالی اور جفاری کا کام بھی کرتے ہیں۔ بعض آدمیوں کو زمین کی اندرونی حالات بیان کرنے میں اچھا دخل ہے۔ اور یہ لوگ اسکو دفینہ معلوم کرنیکا ذریعہ قرار دیکر امرا کو اچھی طرح لوٹتے ہیں۔ اوروں کو تو علے العموم یہہ دھوکا دیا ہی کرتے تھے۔ مگر پچھلے دنوں میں انگریزوں کو خوب سا چقمہ دیا۔ سکندریہ میں انگریزوں کے ساتھ معاہدہ کر کے قاہرہ میں آئے اور ایک پہاڑی کو کھدوانا شروع کیا۔ بہت دنوں تک انکے بیان کی موافق علامتیں ظاہر ہوتی رہیں اور اس عرصہ میں یہ لوگ انگریزوں سے لیکر کھاتے پیتے رہے۔ مگر آخر کو شب کیوقت چپکے سے بھاگ گئے۔

(۲) شامی۔ یہ لوگ عموماً بیروت اور اس کی اطراف و جوانب کے عیسائی ہیں۔ عربی زبان کا لکھنا پڑھنا خوب جانتے ہیں۔ اور انگریزی سے باخبر ہیں۔ بعض لوگ دفاتر سرکاری میں برسر کار ہیں۔ اور بعضوں نے اخبار نویسی کا مشغلہ کر رکھا ہے۔ مقطم انکا روزانہ اخبار بڑی آب و تاب سے چل رہا ہے۔ مگر یہ اخبار مسلمانوں کے مخالف ہے۔ اور ہمیشہ ایسے مضامین شایع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جو سلطان المعظم اور خدیو مصر کے خلاف ہوں۔ اخبار المؤید جو مصریوں کا ایک معزز اور باوقار یومیہ پرچہ ہے۔ وقتاً فوقتاً اسکی غلط بیانیوں کی تردید کرتا رہتا ہے۔ مثل مشہور ہے لکل فرعون موسیٰ۔ دو تین کتب فروشی کی دکانیں ہیں۔ انمیں ہندیہ اور ابراہیم یوسف دبرا اور جرجی زیدان صاحب رسالہ الہلال) کی دکانیں بالخصوص مشہور ہیں۔

(۳) ترک۔ یہ لوگ اکثر استنبول اور بلاد ترکیہ کی تجارتی چیزیں فروخت کرتے ہیں۔ اور بعض دفاتر میں بھی برسر کار ہیں۔ عباس اول کے زمانہ سے بیشتر انکی تعداد دفاتر میں بہت تھی۔ مگر اب بہت کم ہے۔

(۴) ارمن۔ یہ لوگ اکثر صناع اور بعض تجارت پیشہ ہیں۔ دخان یعنی سگار کے تمام بڑے بڑے کارخانے انکے ہاتھ میں ہیں۔ نوبہ پاشا سابق وزیر اعظم مصر کے زمانہ میں انکو بہت ترقی ہوئی۔ اور وہ ارمن کا رہنے والا تھا۔

(۵) مجاہی لوگ تعداد میں قلیل ہیں۔ اور اکثر ٹوپیاں وغیرہ بیچتے ہیں۔

(۶) ایرانی۔ یہ لوگ اکثر نیل کی تجارت کرتے ہیں۔ اور اس سے انہوں نے خوب روپیہ پیدا کیا ہے۔ بعض لوگ عقیق وغیرہ معدنیات بیچتے ہیں۔ چند آدمی مہر کنی اور چند آدمی برتنوں پر کندہ کا کام کرتے ہیں۔

Marfat.com

(۷) ہندوستانی - یہ لوگ اکثر چین کا ریشمی سامان - ہندوستان [illegible]
عقیق اور قیمتی معدنیات طلائی اور نقرئی مینا کار برتن - ہندوستانی صنعت و حرفت کی پرانی چیزیں بیچتے ہیں - شپرڈ ہوٹل جو سیاحوں کا سب سے مشہور فرودگاہ مصر میں ہے - اوس کے ارد گرد صرف ہندوستانیوں کی بڑی بڑی دوکانیں دکھائی دیتی ہیں -

(۸) یونانی - غیر قوموں میں سب سے بڑی تعداد یونانیوں کی ہے - اور کوئی کام نہیں جو انکے ہاتھ سے محفوظ رہا ہو - یورپ کا مال لاکر یہ بیچتے ہیں - یورپین سوداگروں سے مال لیکر اندرونی سوداگری یہ کرتے ہیں بقالی کے کام میں یہ مشہور ہیں - لوکندوں اور قہوؤں میں یہ ملازم ہیں - شراب خانے جو ایک ہزار سے زیادہ تعداد کے قریباً ہیں اُن سب کے مالک اور مہتمم یہی ہیں - اور بالآخر چکلہ جسکو یہاں کارخانہ کہتے ہیں - اور بھی انکا اچھا خاصہ حصہ ہے - غرض یہ لوگ اس شعر کے مصداق ہیں ؎ میں گنو نیں پیدا مجھکو کہیے لنڈ ولٹر

(۹) سوڈانی - یہ لوگ آج سے قریباً پچیس برس پیشتر اسجگہ بہت تھے - مگر مصری حکومت اور سوڈان کی باہمی لڑائیوں سے انکی تعداد گھٹ گئی ہے - یا دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ بردہ فروشی کی ممانعت نے انکی تعداد کو گھٹا دیا - اب بھی اکثر گھروں میں خدمتگاری کے کام کرتے ہیں -

اجنبی قوموں کا اثر مصریوں پر کیا ہوا - غیر ملکوں کے جسقدر باشندے مصر میں پائے جاتے ہیں اگرچہ اتحاد مذہبی کے لحاظ سے صرف ایشیائی قومیں ایسی ہیں جو انکے بہت کچھ مقارن ہوسکتی تھیں - مگر موجودہ حالت بتلا رہی ہے کہ اسوقت مصری لوگوں پر یورپین تمدن کا رنگ سب سے غالب ہوگیا ہے - نئی پود کے جس جوان کو دیکھو انگلش کوٹ اور پتلون سے آراستہ ہے گلے میں کالر پاؤں میں بوٹ - اور ہاتھ میں ایک چھڑی دکھائی دیتی ہے - جو چیز یورپین اور مسلمانوں میں فی الجملہ باعث تفریق ہوسکتی ہے - وہ صرف طربوش یعنی ترکی ٹوپی ہے - اور ڈاڑھی منڈوانے کے لحاظ سے تو دونوں قومیں برابر ہیں - گھروں کو چھوڑ کر تمام قہوہ خانوں میں بیٹھتے ہیں اور گھنٹوں شطرنج اور مختلف قسم کی کھیلیں کھیلے جاتے ہیں - کچھ مدت پیشتر شرفا قہوہ خانوں میں جانا معیوب سمجھتے تھے - مگر یہاں کی نشست اب اون کی روزانہ ضروریات زندگی میں داخل ہوگئی ہے - چاء - قہوہ لمونیڈ - شربت وغیرہ مختلف اقسام کی چیزیں ان قہوہ خانوں میں موجود رہتی ہیں - انکے سوا اور چیزیں مثلاً سگار - اشیاء خوردنی وغیرہ جو کچھ درکار ہوں - ملازمان قہوہ کے ذریعہ فوراً آجاتی ہیں - گیا گذرا آدمی مزہ میں دو ڈھائی آنے خرچ کر چھوڑتا ہے - ورنہ اوسط درجہ کیواسطے ۱۰ - ۱۲ ضروری ہیں - امرا تو دو دو روپیہ اسکی نذر کر آتے ہیں - گھروں کی نشست برخاست میز کرسی کے ذریعہ ہے - کھاتے وقت چھری کانٹے

کا استعمال ضروری ہے۔ حریت (آزادی) اسقدر ترقی کر گئی ہے کہ مسلمان عورتیں بازاروں میں بے تکلف پھرتی ہیں۔ اور دکانوں میں کرسیوں پر بیٹھکر چیزیں پسند کرتی ہیں۔ ہاتھوں میں چوڑی چڑھانا پاؤں میں انگریزی جوتا پہنانا یہ سب کام دکانداروں کا ہے۔ اس خرید و فروخت کے اثنا میں فریقین کے درمیان فقرہ بازی بھی ہوتی رہتی ہے۔ بلکہ بعض نوجوان دکاندار کھڑے کھڑے اپنے دونو ہاتھ عورت کے کندھوں پر رکھکر اون سے خوب مذاق کرتے ہیں۔ کیونکہ اسجگہ سڑک کے دونو جانب دوکانوں کے برابر پلیٹ فارم کی مانند ایک سرے سے دوسرے سرے تک پتھر کا پختہ فرش بنا ہوا ہے۔ اور دکاندار گرمی کے روکنے کیواسطے پردے آویزاں کئے رہتے ہیں۔ اسواسطے دن بھر مرد عورت اکثر اسی پلیٹ فارم سے گذرتے ہیں۔ پس جب کوئی عورت دکان کے سامنے سے گذرتی ہے تو صاحب دکان اوسکو بلاتا ہے کہ آؤ سودا لو۔ اس ضمن میں بعض چھیڑ چھاڑ زبانی کرتے ہیں اور بعض چھاتی تک ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ اور ہاتھ پکڑ کر عورت کو اپنی طرف متوجہ کرنا تو کچھ بھی معیوب نہیں۔ عورتوں کی چھاتی پر اکثر یورپین لیڈیوں کی مانند جالی وغیرہ کئی قسم کی خوبصورت بیلیں لگی ہوئی ہوتی ہیں۔ بعض نوجوان نہایت متانت کے ساتھ عورت کی چھاتی پر ہاتھ رکھکر کہتے ہیں کہ یہ کام بہت نفیس بنا ہوا ہے اور آپکے بدن پر بہت مستحسن معلوم ہوتا ہے وہ اوسکا شکریہ ادا کرتی ہے۔ لڑکیوں میں انگریزی لباس شایع ہوتا جاتا ہے۔ اور ۹۔ ۱۰ برس کی لڑکیاں لباس پہنے ہوئے بے تکلف پھرتی چلتی ہیں۔ جہاں یہ سب کچھ بیان کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں اسقدر ظاہر کرنا ضروری ہے کہ عورتیں اپنا مونہہ ہمیشہ نقاب میں ڈھکے رہتی ہیں صرف آنکھیں اور ناک کے اوپر کا کچھ حصہ کھلا رہتا ہے۔ یہ نقاب سیاہ رنگ کے کپڑے سے بنایا جاتا ہے جسکو میں سید احمد خاں صاحب مرحوم نے ہاتھی کے سونڈ سے مشابہت دی تھی۔ مگر حال میں اس کے عوض بعض عورتوں نے سفید نقاب استعمال کرنا شروع کیا ہے جس سے نصف چہرہ کھلا دکھائی دیتا ہے۔ اور پوری ترقی کیوقت شاید اس نقاب کو کافی سمجھا جائے۔ شراب خوری نے اسقدر ترقی کی ہے کہ عموماً ۹۰ آدمی فیصدی شراب پیتے ہیں۔ اور یہ بات بھی مردوں تک ہی محدود نہیں عورتیں بھی اس سے مستفیض ہوتی ہیں۔ اور اونکے واسطے شراب خانے [illegible] ہیں جنکی مہتمم عورتیں ہوتی ہیں۔ سگار پینا۔ ہوٹلوں میں جاکر کھانا کھانا مصری عورتوں کیواسطے [illegible] عام ہے۔ مولود کی مجالس، مساجد، سیرگاہوں میں بیسیوں عورتیں پھرا کرتی ہیں۔ امرا اور ذی مقدور [illegible] عورتیں بھی باہر جاتی ہیں۔ مگر گاڑی میں بیٹھکر اور یہ گاڑی بالکل بند نہیں ہوتی۔ بلکہ دونو طرف [illegible] کھڑکیوں کے انداز سے کھلی رہتی ہیں۔ خواجہ سرا کوچبین کے برابر بیٹھا رہتا ہے۔ جو اترتے چڑھتے [illegible] گاڑی کا دروازہ کھولتا اور بند کرتا ہے۔

[illegible] کہ ایک زمانہ میں علم و فضل اور ہر قسم کے اختراعات میں اپنے آپکو دیگر قوموں کا استاد سمجھتے تھے۔ اور

Marfat.com

مصری مؤرخ اس ملک کو تمدن اور تقدم میں دُنیا کی سب قوموں سے افضل اور برتر بیان کرتے تھے۔ اگر اسوقت قبضہ سے نکلکر غیر قوموں کے اثر کو مصر پر اس درجہ حاوی دیکھیں تو غالباً انکو یہ کہنا پڑیگا کہ یہ مصر وہ نہیں جسکی سرگذشت میں اونہوں نے کتابیں تحریر کی تھیں۔

مصریوں نے علوم جدیدہ کی تحصیل۔ علوم قدیمہ کی تسہیل۔ تصانیف کتب اور انکی اشاعت میں جو ترقی کی ہے اسکا حال کسی آیندہ خط میں لکھا جائیگا۔ ۶ ستمبر ۹۸ء

جامع ازہر[1]

بخدمت شریف جناب منشی عزیز احمد صاحب مقیم گلاسگو۔ آپکا خط بنام مولوی محمد انشاء اللہ صاحب مورخہ ۱۲ اگست ۹۸ء میں آپکا ایک مختصر ریمارک جو ہندوستانی طالب علموں کے مصر میں آنے اور جامع ازہر میں علوم عربیہ حاصل کرنے کے متعلق مشتہر ہوا ہے وہ میری نظر سے گذرا۔ آپ کی علو خیالی نہایت قابل شکرگذاری ہے کہ آپ ہمیشہ ہندوستانیوں کی بہتری کی تجویزیں سوچتے رہتے ہیں۔ اور وقتاً فوقتاً عامہ خلایق کی آگاہی کے واسطے انکا مشتہر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ جامع ازہر مشرقی علوم کی درس کیواسطے نہایت مستند و معتبر اسلامی یونیورسٹی مانی گئی ہے۔ خلفاء فاطمین کے پہلے مصری خلیفہ المعز الدین بن المنصور العبیدی کے سپہ سالار جوہر صقلی رہاشندہ سسلی نے چوتھی صدی ہجری کے درمیان کسی ایسی شبھ لگن اور ساعت سعید میں اسکو تعمیر کرایا کہ قریباً ایکہزار برس گذرنے پر ابتک علم وفضل کا مرکز مانی جاتی ہے۔ تونس۔ مراکو۔ الجیریہ۔ طرابلس الغرب۔ شام۔ روم۔ ترکستان۔ بغداد۔ افغانستان۔ ہندوستان حتی کہ حرمین شریفین تک کے طالب علم حصول علم کیغرض سے اس نامور مشرقی یونیورسٹی میں چلے آتے ہیں۔ مگر یوماً فیوماً جیسا کہ مسلمانوں کے اکثر کاروبار روبہ تنزل ہیں۔ جامع ازہر کا ڈھانچہ بھی کسیقدر ڈھیلا پڑا ہوا ہے۔ اسموقعہ پر میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ میں جامع ازہر کی تعلیمی اصول پر کچھہ لکھوں۔ بلکہ میرا مدعا صرف اسقدر ہے کہ طلباء کی گذر اوقات کی کیفیت ظاہر کروں تاکہ آپکو معلوم ہو کہ ہندوستانیوں کو مصر میں آنے اور علوم حاصل کرنے میں کس طرح کامیابی ہو سکتی ہے۔

جامع ازہر میں ملک کے باشندوں کیواسطے علیحدہ علیحدہ مکانات بنی ہوئی ہیں۔ جنکو اسجگہہ رواق کے نام سے پکارتے ہیں۔ مثلاً رواق ہند۔ رواق شام۔ ہر رواق میں اوس ملک کے حالات کے لحاظ سے کمرونکی تعداد معتبر ہے۔ ایک ملک کا آدمی دوسری ملک کے رواق میں قیام کرنیکا مجاز نہیں۔ اگرچہ اس دوسرے رواق میں ضرورت سے زاید جگہہ خالی موجود ہو۔ اسیطرح ہر رواق کیواسطے طلباء کی تعداد معین ہے جنکو اوس ملک کے مقررہ اوقاف میں سے نقدی اور کھانا ملتا ہے۔ بیشک اس مقررہ تعداد میں سے کوئی آدمی اپنی جگہہ خالی نہ کرے

[1] جامع ازہر کے مدرسہ میں چالیس ایک برس ہوئے چند سو سے زاید طلبا نہ تھے۔ اب انکا شمار پندرہ ہزار سے زیادہ ہے۔ مؤلف

Marfat.com

نئے آدمی کو کھانا اوقاف سے نہیں مل سکتا۔ ہر رواق میں ایک شیخ الرواق بھی رہتا ہے۔ جو طلباء کی داخل خارج کا دھیان رکھتا ہے۔ اور ان سب پر ایک شیخ الاسلام مقرر ہے۔ جب کوئی نیا طالب علم باہر سے آئے تو شیخ الاسلام اوس ملک کے شیخ الرواق سے طلباء کی موجودہ تعداد معلوم کرتا ہے۔ بصورت گنجایش اس طالب علم کو ازہر میں جگہ دیجاتی ہے۔ ورنہ اُسکو شہر میں مکان کرایہ لیکر رہنا پڑتا ہے۔ چنانچہ کئی ہزار طالب علم کرایہ کے مکانوں میں رہتے ہیں ہندوستانیوں کیواسطے جامع ازہر میں صرف دو کمرے ہیں۔ ایک شیخ الرواق کیواسطے اور دوسرا طالب علموں کے واسطے۔ اسوقت میں ہندوستانی طالب علم رواق ہند میں رہتے ہیں اور انمیں سے ہر ایک کو پانچ روٹیاں دوسرے دن بغیر سالن کے ملتی ہیں۔ آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ ان ہر تیسرے ڈھائی روٹیوں میں ایک آدمی کیا کر سکتا ہے۔ مصریوں کی عادت نہیں کہ وہ طلباء کی ساتھ روپیہ پیسہ یا روٹی کی اعانت کریں اور تین چار ہندوستانی مسلمان جو اسجگہ معزز سوداگر ہیں۔ وہ بھی اس امر میں مصریوں کی ہمخیال ہیں۔ مساجد میں کسی طالب علم کو رہنے کا اختیار نہیں۔ روٹی ملنے کا تو کیا ذکر۔ بس جامع ازہر کی موجودہ انداز معاش بعقدہ رہا وس کے مطابق ایک مفلس ہندوستانی طالب علم ازہر میں رہکر پڑھ نہیں سکتا۔ البتہ جو شخص اپنے خرچ سے یہاں پڑھنا چاہے اوس کو اختیار ہے کہ آئے اور پڑھے۔ پڑھا ہوا ایسے شیخ البتہ کثیر التعداد موجود ہیں۔ میری رائے کے مطابق کم سے کم دو پونڈ یعنی ۳۰ روپیہ ماہوار اسجگہ کا خرچ خوراک اور پوشاک ہو سکتا ہے۔ شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی صاحب نے میرٹھ کے جلسہ ندوۃ العلماء میں عشرہ ماہوار بیان کیا تھا۔ مگر ازہر کے اوقاف کی مدد ہندوستانیوں کو ملتی ہے وہ پانچ چھ روپیہ ماہوار سے کسیطرح زائد نہیں۔ اس کم مقداری کے باعث ہندی طلباء کو اسجگہ کچھ کامیابی نہیں ہوتی چنانچہ ایک دو لائق طالب علم جو سالہائے گذشتہ میں اسجگہ آئے تھے وہ چند روز ازہر کے حالات دیکھکر شام اور استنبول کو چلے گئے ہیں۔

ندوۃ العلماء نے میرٹھ کے جلسے میں یہ تجویز پاس کی تھی کہ وقتاً فوقتاً لائق طلباء کو بخرچ ندوہ مصر بھیجا جائے اور اوسوقت چند ذی ہمت اشخاص نے ایکسال کے مصارف ادا کرنے بھی منظور کر لئے تھے۔ مگر افسوس کہ ندوۃ العلماء نے پھر اس تجویز کو منسوخ کر دیا حقیقت یہ ہے کہ ہندوستانی انجمنوں کی کارکن تجاویز مشہور کرنے کے بہت شائق ہیں۔ اور عملدرآمد کی پروا نہیں کرتے۔ ندوۃ العلماء کا جو یہ ارادہ ہے کہ ہندوستانیوں میں زبان عربی کا اسلم پھیلائے۔ یہ اسوقت تک میسر نہیں ہو سکتا۔ جبتک عربی زبان کی تدریس کا عربوں کیطرح انتظام نہ کرلے ہندوستانیوں کے مشاہیر علماء میں سے کوئی شخص میری یادداشت میں ایسا نہیں گذرا جسنے ایک معقول عرصہ عربستان کا سفر کرکے علوم عربیہ کو مکمل کیا ہو۔ شیخ عبدالحق اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی سوانح عمری دیکھنے سے ان امور پر بہت کچھ روشنی پڑ سکتی ہے۔ از قاہرہ۔ ۲۵ ستمبر ۹۸ء

Marfat.com

کتب خانہ خدیویہ — بخدمت شریف جناب شیخ غلام محی الدین صاحب ... مولوی محمد انشاء اللہ صاحب کے خط مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۱۰ء میں ...

نسبت بہم پہنچانے بعض کتب عربیہ موجودہ کتب خانہ خدیویہ کو پڑھ کر مجھے نہایت مسرت ہوئی۔ واقعی یہ کتبخانہ پرانی اور عمدہ کتابوں کی موجودگی کے باعث ایک عظیم الشان سرمایہ علوم عربیہ کا ہے جسکی نظیر کسی بلاد اسلامی میں کم ہوگی۔ اس کتبخانہ میں تقریباً تیس ہزار کتابیں موجود ہیں جنکی فہرست آٹھ جلدوں میں فائدہ عام کے واسطے مشتہر کی گئی ہے۔ آپ اس فہرست کو منگوا کر ملاحظہ کریں اور جو کتاب مطلوب ہو اوسکا پتہ دیں۔ تاکہ پتہ کے موافق کتاب مذکور نقل کرائی جاسکے۔ اس کتب خانہ سے کوئی کتاب قیمتاً نہیں مل سکتی۔ اور نقل کرنے میں کوئی مانع نہیں۔ چنانچہ مجھکو چند مرتبہ کتب خانہ جانیکا جو اتفاق ہوا ہی تو ہر مرتبہ دیکھا کہ متعدد کاتب بیٹھے ہوئے کتابوں کی نقل کر رہے ہیں۔ فہرست کتب خانہ ایک پونڈ یعنے پندرہ روپیہ بھیجنے سے ہندوستان پہنچ سکتی ہے۔ اوسط درجہ کی ایک جزو سوا روپیہ میں نقل ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ اجرت ہندوستانی کاتبوں کے نرخ کے لحاظ سے گراں ہو۔ مگر آجکل کی مصارف خورد و نوش اسقدر بڑھے ہوئے ہیں کہ سوا روپیہ اجرت فی جزو کچھ بھی زیادہ نہیں ہے۔

فہرست کتب مصریہ — بخدمت شریف مہتمم رسالہ اصلاح پٹنہ۔ آپکی درخواست مندرجہ خط محولہ بالا مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۱۰ء کے جواب میں یہ التماس ہی کہ مصر سے تین قسم کی فہرستیں مل سکتی ہیں۔

(۱) فہرست ہائے کتب موجودہ تاجران جو عموماً سال دو سال کے بعد چھپتی رہتی ہیں۔ قاہرہ میں کتب فروش تو دو دو گھروں سے زیادہ ہیں۔ مگر مشہور اور نامور صرف چار دوکاندار ہیں۔ شیخ عمر خشاب۔ مطبعہ المکتبہ الحمیدیہ احمد بیگ طوبی بازار سیدنا حسین۔ امین ہندی بازار موسکی۔ ابراہیم زیدان فجالہ۔ یہ فہرستیں آجکل مفت مل سکتی ہیں۔ مگر ہندوستان بھیجنے میں محصول ڈاک صرف ہوتا ہے۔ جو علی العموم ہندوستانی ڈاک کے مقابلہ میں سہ چند کے قریب ہے۔

(۲) فہرست کتب مطبوعہ کل دنیا۔ منڈیک ایک امریکن عالم نے گزشتہ سال میں ایک کتاب بنام اکتفاء القنوع بما ہو من المطبوع سات سو صفحوں میں شایع کی ہے۔ اور جسقدر کتابیں مصر۔ تونس۔ شام۔ قسطنطنیہ۔ لندن۔ پارس۔ جرمنی۔ ایران۔ ہندوستان میں عربی زبان کے متعلق طبع ہوئی ہیں تا امکان اونکو نام مع نام مصنفین و مضامین اس فہرست میں درج کرنے کی کوشش کی ہے۔ علاوہ اس کے کتب قدیمہ مطبوعہ مختلف بلاد کا حال معلوم ہوا۔ اس فہرست کی ایک خاص فایدہ یہ ہے کہ انیسویں صدی میں جسقدر مشاہیر علمائے مصر و شام و استنبول وغیرہ بلاد عربی زبان میں مصنف گذرے ہیں اونکو اور اونکی کتابوں کے حالات کا خوب پتہ چلتا ہے جو

Marfat.com

مسٹر فانڈیک نے اون علماء کو تین جماعتوں میں تقسیم کیا ہے۔ اول وہ جسمیں علمائے کبار ہیں جو عربی زبان کے علاوہ مغربی زبانوں مثلاً انگریزی۔ فرانسیسی جرمنی سے بھی باخبر تھے۔ احمد آفندی فارس مرحوم اڈیٹر الجوائب اس جماعت کا نامور رکن بیان کیا گیا ہے۔ جسکی تصانیف سے سر اللیال فی القلب والابدال اور الجاسوس علی القاموس ہندوستان میں بھی جا چکی ہیں۔ دوسرے درجہ میں اون علما کا نام ہے جو عربی کے سوا کوئی مغربی زبان نہیں جانتے تھے۔ ہندوستانیوں میں سے عبدالحی لکھنوی اور نواب صدیق حسن خاں صاحب کا نام اس درجہ میں تحریر ہے۔ تیسرے درجہ میں عام مصنفین کا حال درج ہے۔ جسطرح ہندوستان میں مصنفوں کو آزادی ہے کہ علماء کے علاوہ ہر شخص غلط صحیح جو کچھ چاہے لکھکر چھپوا دے۔ یہی حال مصر اور شام کے تیسرے درجہ کی بعض علماء کا ہے۔ اس فہرست کے ملاحظہ سے مستند اور غیر مستند تصانیف علوم جدیدہ وقدیمہ کا بہت کچھ پتہ لگ سکتا ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اس چھوٹی سی کتاب کی قیمت مؤلف نے بہت گراں رکھی ہے۔ چنانچہ دس روپے وصول ہونیسے کتاب ہندوستان میں بھیجی جاتی ہے

(۳) فہرست کتب خانہ خدیویہ میں جسکا حال اوپر ذکر ہو چکا ہے باوجودیکہ یہ فہرست آٹھ جلد ضخیم ہے مگر اسکی قیمت بنظر رفاہ عام بہت کم رکھی گئی ہے۔ چنانچہ پندرہ روپے وصول ہونیسے یہ کتاب روانہ ہو سکتی ہے *

نوٹ۔ بہت دوستوں نے اس قسم کی اطلاعیں حاصل کرنیکے واسطے مجھ سے خط وکتابت کی اور تا امکان ان سب کو فرداً فرداً مفصل جواب (نمبر ۱) کی فہرستیں اپنے خرچ سے بھیجی گئیں۔ مگر مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی مقیم قادیان (پنجاب) کے سوا کسیکو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ پندرہ روپے بھیجکر کتبخانہ خدیویہ کی فہرست طلب کرتا۔ مولوی صاحب موصوف باوجودیکہ اکثر علوم اور کتب سے بہت کچھ باخبر ہیں مگر پھر بھی انہوں نے اپنے مذاق کے موافق معتدد کتابوں کا نام فہرست مذکورہ سے منتخب کر کے اونکی نقل اور [illegible] کیواسطے تحریر کیا ہے۔ جو صاحب اخباری جواب کے علاوہ عملی فائدہ حاصل کرنیکے مشتاق ہوں وہ براہ رحمت مجھ سے خط وکتابت [illegible] وجہ سے کر سکتے ہیں۔ مگر مصارف اونکے پیشگی ادا کرنے ہونگے۔ اگر کوئی صاحب عربی زبان۔ فارسی سنسکرت پشتو کی قلمی کتابیں مناسب قیمت لگا کر روانہ کریں تو امید ہے کہ [illegible] لاہور وامرتسر انکو فروخت کرنیکو آمادہ ہو۔ یہ ایک ایسا ذریعہ ہے کہ علم دوست احباب اس کے بدلہ میں مصر کی کتابیں ارزاں قیمت پر حاصل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ مولوی نورالدین صاحب نے چار کتابیں اسی غرض سے روانہ کی ہیں *

کتب قدیمہ زیر انطباع

علمائے مصر کی زیادہ توجہ اور ادب کی اشاعت پر بہت مصروف ہے۔ چنانچہ تاج العروس شرح قاموس دس جلدوں میں لسان الادب فی لغات العرب بیس جلدوں میں اس سے پیشتر شائع ہو چکی ہے اب علماء ہیں کی جماعت نے المخصص کے چھاپنے کا ارادہ کیا ہے جو ابوالحسن علی بن اسمعیل نحوی لغوی اندلسی المعروف بابن سیدہ کی تالیف ہے یہ کتاب اٹھارہ جلدوں میں ہے

مصنف نے ترتیب حروف تہجی کو چھوڑ کر ایک قسم کے الفاظ کو الگ الگ فصلوں میں بیان کیا ہے مثلاً جو الفاظ کی پیدائش اور حیات کے متعلق ہیں ابتدا سے انتہا تک اونکو ایک جگہ درج کیا ہے اور لفظ کے استعمال پر کثیر التعداد شواہد تحریر کیے ہیں۔ یہ کتاب جماعت مذکورہ کی زیر اہتمام کتبخانہ خدیویہ سے نقل ہوگئی ہے اور مقابلہ کا کام شیخ محمد محمود مغربی کے سپرد کیا گیا ہے۔ جو لغت اور ادب میں امام امت ہے۔ اور ایک زمانہ میں سلطان روم کے حسب الارشاد فراہمی کتب کے واسطے ہسپانیہ پارس لنڈن تک سفر کر چکا ہے۔

نحو میں سیبویہ کی الکتاب مشتہر کرنیکا ذمہ سید فرج اللہ صاحب کاشانی نے لیا ہے۔ سیبویہ نحو میں بصریوں کا امام مانا گیا ہے۔ اور اس علم میں جسقدر کتب ہیں جار اللہ زمخشری۔ ابن مالک طائی۔ ابن حاجب مصری وغیرہ کی تالیف ہیں ان سب کا ماخذ سیبویہ کی الکتاب ہے۔ یہ کتاب بہت آب و تاب کے ساتھ قاہرہ کے مطبع میری واقعہ بولاق میں چھپنی شروع ہو گئی ہے اشعار عربیہ اور آیات قرآنیہ کو امام سیرافی کی شرح اور کتب لغویہ سے بہت بسط اور وضاحت کے ساتھ حل کیا ہے۔ تاکہ ہر ایک مشتاق اس کتاب کو بخوبی سمجھ سکے قیمت پیشگی ۲۰ قرش یعنی ... روپیہ علاوہ محصول قرار پائی ہے۔ جو صاحب خریدنا چاہیں قاہرہ میں سید فرج اللہ صاحب کاشانی ... الکتبخانہ الاسکندریہ ... حمیدیہ کتبخانہ لاہور و امرتسر کی معرفت خط و کتابت کر سکتے ہیں۔ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۹ء

کتب عربی انگریزی

بخدمت شریف آغا علی خاں صاحب کن اسلام نگر ضلع بدایوں۔ مجھے خط مولوی محمد انشاء اللہ صاحب ... آیا ... درخواست پڑھنے سے بڑی خوشی ہوئی جسمیں آپنے عربی مروجہ حال کے سیکھنے پر توجہ ظاہر کی ہے مصر اور شام میں متعدد رسالے اس مقصد کیواسطے تالیف کئے گئے ہیں میری رائے میں کتاب الہدیۃ المشرقیہ ان ہندوستانیوں کو بہت مفید ہو سکتی ہے جنہوں نے تھوڑی بہت عربی کسی سرکاری مدرسہ میں بطور سکنڈ لنگویج کے لی ہے۔ اس کتاب کو فضل صوبجات متحدہ کے اول ترجمان سالکن بیرت نے ۱۸۸۸ء میں تالیف کیا ہے۔ اور بعد تالیف کے بعد چار مرتبہ چھپ چکی ہے۔ ہر قسم کے جملات جو روزمرہ کے استعمال سے متعلق ہیں اس سے بخوبی آ جاتی ہیں۔ اور مختلف قسم کے الفاظ جنکے استعمال کی وقتاً فوقتاً ضرورت پڑتی ہے وہ بطور وکیبولری کے سلسلہ وار علیحدہ درج کئے ہیں۔ اور خاتمہ پر خط و کتابت اور تجارتی کاغذات کے چند نمونہ دئیے ہیں طرز بیان اس طرح رکھا ہے کہ ایک طرف عربی کے الفاظ ہیں۔ اور دوسری طرف اوس کے مقابلہ میں ترجمہ انگریزی۔ یہ کتاب ۱۶۱ صفحہ پر چھپی ہے۔ اور ساڑھے تین روپیہ میں ہندوستان پہنچ سکتی ہے۔ جس شخص نے ابتک کچھ عربی نہ پڑھی ہو اوسکے واسطے کتاب الاسلوب الوجیز مفید ہو سکتی ہے۔ اس کتاب میں ہر سبق کے پہلے چند ضروری الفاظ عربی اور انکا ترجمہ انگریزی میں درج کیا ہے۔ پھر متعدد فقرات انگریزی کے لکھے ہیں کہ طالب علم الفاظ مذکور کی مدد سے انکا ترجمہ عربی میں کر سکے۔ پھر اسی طرح عربی فقرات انگریزی میں ترجمہ کرنیکے واسطے درج

Marfat.com

گئے ہیں یہ کتاب مصر کے سرکاری مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اگرچہ جسقدر لیاقت اس کتاب سے پیدا ہوسکتی ہے وہ بمقابلہ الهدیة الشرقیہ کی زیادہ مستحکم ہے۔ مگر غالباً اس کتاب کے واسطے اوستاد کی مدد کی ضرورت ہے۔ یہ کتاب ۸۰ صفحوں پر چھپی ہے۔ اور دو روپئے میں ہندوستان پہنچ سکتی ہے۔ ان دو کتابوں کے سوا اور بھی کئی کتابیں ہیں۔ مگر ابتدائً یہ سب سے زیادہ مفید ہیں۔

اخبارات کی الفاظ حل کرنیکے واسطے عربی انگریزی ڈکشنری ہے جو ۸۰۰ صفحوں پر چھپی ہے۔ یہ کتاب چھ روپیہ میں ہندوستان پہنچ سکتی ہے۔ عربی زبان کے شایق کو مصر کا کوئی عربی اخبار بھی منگوانا چاہیئے۔ اخبار بینی کو اس ملک میں اسقدر ترقی ہے کہ پچاس سے زائد اخبار خود قاہرہ سے مشتہر ہوتے ہیں جنمیں سے چند روزانہ ہیں علی العموم ہفتہ وار اخبار دس روپئے سالانہ میں ہندوستان جاسکتا ہے۔ یہ سب کتابیں اور اخبار حمیدیہ ایجنسی لاہور یا اس کی شاخ امرتسر منگوا دے سکتی ہے۔

انگریزی زبان کی روز افزون فروغ کا جو تجربہ مجھے اس ملک میں ہوا ہے اسپر بھروسہ کرکے بہت زور کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہندوستان کا کوئی انگریزی خوان جسنے بی اے کی سند حاصل کی ہو یا بی اے تک کافی لیاقت رکھتا ہو اور بالخصوص انگریزی لکھنے اور بولنے میں پورا ماہر ہو۔ صرف دو سو روپیہ ہمراہ لیکر مصر کو آجائے تو مجھے خدا کے فضل سے امید قوی ہے کہ وہ انگریزی کا درس دینے سے اپنا گذارہ بخوبی چلا سکیگا۔ اور عربی زبان بھی ایک برس کی عرصہ میں بہت عمدگی سے حاصل کرلیگا۔ آجکل ایک گھنٹہ یومیہ درس دینے کا عام معاوضہ پندرہ روپیہ ماہوار ہے۔ حاجی عبداللہ براون جو انگلستان کا باشندہ ہے اور مدت دراز سے مشرف باسلام ہے۔ دس بارہ پونڈ مہینہ اس درس کی ذریعہ کماتا ہے۔ یہ شخص عرب ایران ہندوستان کی سیر کرچکا ہے۔ اور بقدر ضرورت ان ملکوں کی زبانیں بھی جانتا ہے۔ سوڈان کی فتح سے انگریزی زبان کی قدر و منزلت اور بھی بہ سرعت ترقی نظر آتی ہے۔ یہ ایسا موقعہ ہے کہ ہندوستانی اسکو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ اور انگریزی کی سوداگری کی جو شکایت وہ ہندوستان میں دیکھتے ہیں یہاں آکر اوسکا معاوضہ حاصل کریں۔ آفرین ہے یورپین اقوام پر کہ وہ ہمیشہ ایسے موقعہ کی تاک میں لگے رہتے ہیں اور فرصت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ چنانچہ مصر کے اخبار المؤید نے لکھا ہے کہ [illegible] کی خبر کو شایع ہوئے انگلستان والے ابھی ایک ہفتہ نہیں گذرا تھا کہ وہاں کے باشندوں نے ایک کمپنی قایم کرنیکا ارادہ کیا جو فوراً ام درمان میں پہونچکر تجارتی اغراض کے واسطے بہت سی اراضی خرید کرے اور اس امر کو تا امکان جلدی سے عمل میں لائے۔ تاکہ جرمنی کے باشندے اس ارادہ میں ان سے فوق نہ لیجائیں۔

نوٹ۔ ناظرین کو یاد رہے کہ کتب عربیہ مطبوعہ مصر ارزاں ہیں لیکن کتب انگریزی گراں اور بالخصوص جو کتابیں مدارس سرکاری میں پڑھائی جاتی ہیں خواہ عربی ہو خواہ انگریزی وہ بہت ہی گراں ہیں۔

Marfat.com

مصریوں کی موجودہ پولیٹیکل حالت

مصر میں امور سیاسیہ کا بہت چرچا ہے۔ یہاں کا نامور اخبار المؤید وقتاً فوقتاً امور مہمہ کو نہایت قابلیت اور متانت سے لکھتا ہے۔ اگر یہہ شخص انگریزی خوان ہوتا تو کچھ شک نہیں کہ ہندوستان کے مشہور اخبارات پاونیر اور بنگالی کی سطح سے کم نہوتا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ عربی زبان مصر، شام، عرب کے سوا دیگر تمام ممالک اسلامی خصوصاً بلاد شرقیہ میں بحالت افسردگی ہے۔ بہت تھوڑے مسلمان عربی زبان جانتے ہیں اور انہیں بہت ہی تھوڑے ہیں جو اخبار کے محاورات کو سمجھیں یا سمجھنے کی کوشش کریں۔ ایڈیٹر المؤید کے بعد مصطفےٰ آفندی کامل ہے۔ جو عربی کے علاوہ فرانسیسی زبان کو بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ یہ شخص ابھی نوجوان ہے مگر چشم بد دور ایسا فصیح البیان اور آزاد منش ہے کہ جملہ اکناف یورپ کے مشہور مقامات میں مصر کی حب الوطنی اور خلیفۃ المومنین کی خیراندیشی۔ اور مسلمان بہائیوں کی بہبودی میں بڑے دھڑلے سے دھواں دھار لیکچریں دیتا ہے۔ یورپ کے نامور پولیٹیشن اس سپیکر کی حداثت سن اور جودت طبع اور تائید اسلام کو دیکھکر حیران ہو جاتے ہیں۔

ترکی خاندان کا ایک نوجوان فواد بے سلیم جسکا دادا حرمین شریفین کا گورنر تھا۔ اور اوسکا والد لطیف پاشا اسوقت مصر کے محکمہ مختلطہ کا پریزیڈنٹ ہے۔ بڑا عالی خیال آزاد منش اور حامی اسلام ہے یہہ نوجوان عربی کے علاوہ ترکی۔ فرانسیسی و انگریزی زبانوں میں نوشت خواند بخوبی کرسکتا ہے۔ یورپ کی بعض زبانیں بقدر ضرورت کے جانتا ہے۔ کئی برس فرانس میں رہکر فرانسیسی زبان اور قانون کو سیکھتا رہا۔ اور معزز ڈپلومے وہاں کے حاصل کئے۔ اور اسوقت حکومت مصر کیجانب سے گورنمنٹ ایڈووکیٹ ہے ایک اور شخص ابراہیم بے ہلباوی وکیل ہے جو قانون دانی اور فصاحت میں اسوقت تمام مصری کلاس بڑہا ہوا ہے گویا اسکو مصر کا رانگین سمجھنا چاہئیے۔ یہ شخص سال بھر میں صرف تین چار مقدمے لیتا ہے مگر کسی مقدمہ کا معاوضہ بیس ہزار روپے سے کم نہیں ہوتا جس زمانہ میں ایڈیٹر المؤید کے خلاف حکومت مصر نے مقدمہ برپا کیا۔ یہ شخص المؤید کیجانب سے پیرکار تھا۔ ہزاروں آدمی اسکی تقریر سننے کو جاتے تھے۔ ابراہیم بے نے اس قابلیت سے مقدمہ کی پیروی کی کہ اپنے مؤکل کو عدالت ابتدائی اور اپیل دونوں سے احترام کے ساتھ بری کرا کے لایا۔ غرض متعدد آدمی اس قسم کے مصر میں موجود ہیں جنمیں سے بعض کھلم کھلا علی رؤس الاشہاد اور بعض مدبرانہ طریق سے پرائیویٹ مجالس میں پولیٹیکل امور میں حصہ لیتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ہندوستانیوں کو مصریوں کے اور مصریوں کو ہندوستانیوں کے حالات سے بسبب بُعد مسافت اور بالخصوص بسبب مغائرت زبان آگاہی نہیں۔ شیخ علی یوسف نے مجھ سے ایک ملاقات میں ظاہر کیا تھا کہ سرزمین مصر پولیٹیکل حالات کی وجہ سے تمام دُول اجنبیہ (فرنگستان) کا مرکز بن رہی ہے۔ عربوں کے علاوہ ترک ایرانی جاوی ہندوستانی مسلمان سبھی یہاں موجود ہیں اور یورپ کی اقوام جس زور شور سے دھرنا دیئے بیٹھی ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ پس اس حالت میں صرف عربی اخبارات کا مصر سے شائع ہونا تمام مسلمان

Marfat.com

بھائیوں کی قایمی اتحاد کیواسطے کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ مسلمان لوگ اردو۔ فارسی۔ ترکی۔ انگریزی۔ فرانسیسی وغیرہ زبانوں میں اخبارات مصر سے شایع کریں تاکہ تمام دنیا کو مصر شام قسطنطنیہ حرمین کے حالات کی خبر ہو۔ دلسوز محب قوم مولوی محمد انشاء اللہ صاحب نے اسلامی ملک میں کام کرنیکا مشورہ قوم کو سنہ ۹۶ء انہوں نے دی ہیں وہ کتاب بیست سالہ عہد حکومت سلطان عبدالحمید میں درج ہے۔ خدا کرے کہ سب سے اول اسپر عمل بھی کرنیوالے وہی ثابت ہوں۔ اسکے بعد ایک جلسہ میں جو مصطفیٰ آفندی کامل کے مکان پر ایک نو وارد ہندوستانیوں کی دعوت کی تقریب سے منعقد ہوا تھا اور جسمیں قریباً دس تعلیم یافتہ مصری موجود تھے کھانیکے بعد بڑی لمبی چوڑی سپیچیں ہوئیں۔ مصطفیٰ آفندی نے توجہ دلائی کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو مصر کا سفر اختیار کرنا چاہئیے تاکہ وہ عربی زبان سیکھیں اور یہاں کی پولٹیکل امور سے واقفیت پیدا کریں۔ اسکے جواب میں فرید بے سلیم نے کہا کہ مصریوں کو بھی مناسب ہے کہ اردو زبان سیکھیں اور ہندوستان کا سفر کریں تاکہ انکو اپنے ہندوستانی مسلمان بھائیوں کے حالات سے براہ راست آگاہی کا موقعہ ملے۔

میرا مطلب اس تحریر سے یہ ہے کہ مصری لوگ دن بدن بیدار ہوتے جاتے ہیں اور لایق اشخاص انمیں موجود ہیں۔ مگر مجھکو فرصت نہیں کہ ان لوگوں سے بار بار ملا کروں۔ میرا اہم مقاصد سے عربی زبان کی تحصیل ہے۔ اور بالاوسط قریباً آدھا دن عربی کے مطالعہ میں صرف کرتا ہوں۔ اسکے بعد میرا دوسرا مشغلہ روپیہ کمانا ہے جو میرے مصارف مصر میں مدد دے سکے۔ کیونکہ میں جسقدر روپیہ ہندوستان سے برس دن کے مصارف کے اندازے سے لایا تھا وہ چھ مہینے کے اندر ختم ہو گیا۔ اب میرے لئے اسکے سوا چارہ نہیں کہ کچھ وقت درس میں صرف کروں اور کچھ وقت سامان معیشت کی بہم رسانی میں۔ اور خصوصیت یہ ہے کہ مصر میں جہاں اور چیزیں گراں ہیں اجنبی کیواسطے درس گراں تر ہے۔ ایک گھنٹہ کیواسطے ۵ ماہوار دینے پڑتے ہیں۔ پس جو شخص دو تین سبق روز پڑھنا چاہے اسکو کسقدر روپیہ صرف درس کیواسطے درکار ہوگا۔ جامع ازہر کا نام دنیا میں مشہور ہے اور کچھ شک نہیں کہ کثرت طلباء اور تعداد اوستادان کے لحاظ سے یہ بے نظیر یونیورسٹی ہے۔ مگر یہاں کا طرز تعلیم بہت کچھ محتاج اصلاح کا ہے۔ موجودہ حالات میں پندرہ بیس برس صرف کرنے کے سوا ایک آدمی کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ سینکڑوں طالبعلم پڑھتے پڑھتے بڈھے ہو گئے ہیں اور ہنوز فائنل سرٹیفکیٹ (سند آخری) حاصل نہیں کیا ہے۔ میں پرائیویٹ طور سے پڑھتا ہوں ایک سبق میرا مغرب کے بعد ہوتا ہے۔ اول تو فکر معیشت بہت کچھ میری پڑھائی میں حارج ہے۔ اسپر اگر ایک دن کسی دعوت میں جاؤں تو اس دن کا سبق بالکل ضایع ہو جاتا ہے۔ پس میری حالت اس امر کی مقتضی نہیں کہ پولیٹیکل مجالس میں جاؤں۔ علاوہ بریں ابھی مجھے ایسی لیاقت بھی حاصل نہیں ہوئی کہ فراٹے سے عربوں کے سامنے تقریر کر دوں۔ بلکہ بعض اوقات ایسی دقت کا مقابلہ ہوتا ہے کہ ایک خیال دل میں آتا ہے اور اسکی ادا کرنے کیواسطے عربی کا محاورہ سمجھ نہیں آتا۔ مولانا آپکی طرح بعض اور دوست بھی میری مشاغل کی نسبت مجھ سے پوچھتے رہتے ہیں مگر اسقدر فرصت کہاں سے لاؤں کہ سب کو مفصل جواب دوں اور پھر یہ معمولی خط کتابت کسیقدر بے نتیجہ بھی ہے۔ کئی دوستوں کو توجہ دلائی کہ تجارتی چیزیں بھیجو اور خط و کتابت جاری رکھو تاکہ فریقین کا فایدہ ہو۔ مگر تجارت کے نام سے وہ لوگ خاموش ہو جاتے ہیں۔ پس میں بھی خاموش ہو جاتا ہوں بعض انمیں سے تجارتی چیزیں

Marfat.com

اور قلمی کتابیں بھیجتے ہیں - اور بعض جگہ کا مال منگواتے ہیں جو فریقین کے فائدہ کا باعث ہے -

میں اس موقع پر اصحاب ذیل کا خصوصاً مکرمی حکیم منشی بدرالدین صاحب مہتمم سردار بھگوان سنگھ صاحب رئیس امرتسر بہت مشکور ہوں حکیم مولوی نورالدین صاحب قادیان - سید بہادر شاہ صاحب لاہور - مولوی خدا بخش صاحب ملتان - شاہ منیر الدین احمد صاحب پٹنہ - مولوی نورالدین صاحب کاکوری - مولوی محمد اسحاق صاحب بھوپال - حکیم غلام محی الدین صاحب بمبئی - ان صاحبوں کی مہربانی سے میرے مصارف خوب چل رہے ہیں - اس مہینے میں قریباً ۵۰ روپیہ کے صرف سے ضروریات علمی کو بہم پہنچا رہا ہوں ایک استاد کی تنخواہ اسی آمدنی میں سے ادا کرتا ہوں - امید ہے کہ آپ میرے اس عریضہ کو اخبار میں درج کرکے مشکور کریں گے تاکہ جو صاحب میرے حال پرسان رہتے ہیں ان کو بدون تکلیف آگاہی حاصل ہو - اور وہ یہ سمجھیں کہ ایک آدمی ممالک بعیدہ میں صرف اپنی ہمت اور فضل الٰہی سے کس طرح اپنا گذارہ کرتا ہے ؟ ۲۰ دسمبر ۱۸۹۸ء

بخدمت شریف جناب منشی عزیز احمد صاحب مقیم گلاسگو - آپکا مرسلہ انگریزی اخبار پہنچا - - - . . . .

میں اب تک اس انتظار میں تھا کہ آپکا والانامہ وصول ہو تو تحریر عریضہ سے شرف حاصل کروں - کیونکہ مجھے آپکا پورا عنوان معلوم نہیں - لفافہ لکھوں تو کس طرح لکھوں ؟ چھوٹے چھوٹے شہروں میں پورے پتہ کے بغیر خط تقسیم ہونیسے بچ جاتے ہیں پھر گلاسگو جیسے معمور شہر میں میرا عریضہ حضرت مکتوب الیہ کو وصول ہو تو کس طرح ؟ اب جناب مولوی محمد انشاء اللہ صاحب سے جناب کا ایڈریس طلب کیا گیا ہے -

گلاسگو یونیورسٹی کے عربک پروفیسر مسٹر رابرٹسن صاحب کا کوئی خط اب تک میرے نام نہیں آیا - بار نباس انجیل کا پتہ میرے مخدوم مولوی غلام نبی صاحب تاجر کتب نے بذریعہ اخبار کے دیا ہے - اگر اب بھی اس کتاب کے تلاش کرنیکی ضرورت ہو تو مجھے اطلاع دیجائے -

کوئی شبہ نہیں کہ یورپ میں عربی زبان کی اچھی اچھی کتابیں مل سکتی ہیں لیکن پھر بھی قاہرہ کتب قدیمہ غیر مطبوعہ کا مخزن ہے اگر پروفیسر صاحب کو کسی کتاب نایاب عربی کی ضرورت ہو تو میں اوسکے واسطے کوشش کر سکتا ہوں - کتب خانہ خدیویہ اور کتب خانہ ازہر میں بیشمار عجیب کتابیں ہیں - خدیو کے لفظ سے کہیں آپ خیال نہ کریں کہ یہ کتابیں خدیو مصر نے اپنے گھر سے دی ہیں یا خرید کر یہ کتب خانہ قائم کیا ہے - بلکہ قاہرہ کی مسجدوں میں جو وقف کتابیں ابتدائے زمانہ اسلام سے چلی آتی تھیں وہ سب یکجا جمع ہو کر اوسکا نام کتب خانہ خدیویہ رکھا گیا - جامع ازہر کا اعزاز قائم رکھنے کے واسطے اوسکی کتب خانہ میں مداخلت نہیں ہوتی - پس آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ جس کتب خانہ میں سلاطین و امرا اور عامۃ الناس کی تیرہ سو برس کی وقف کی ہوئی کتابیں موجود ہوں وہ کسقدر عظیم الشان کتب خانہ ہوگا - اس کتب خانہ میں ۰۰ تو صرف قرآن مجید ہے - خدیو کیطرف سے اس کتب خانہ کے لئے البتہ یہ رعایت ہوئی کہ ایک معقول رقم سال بسال خزانہ عامرہ سے خرید کتب کیواسطے دی جاتی ہے اور یہ رقم مثل دیگر مصارف ملکی کے سال بسال درج بجٹ ہوتی ہے - ۲ جنوری ۱۸۹۹ء

بخدمت شریف جناب منشی الہ داد خان صاحب قانونگو کرد ضلع ڈیرہ اسمعیل خان - السلام علیکم آپکا والا نامہ

Marfat.com

مورخہ ۷ اردسمبر ۱۸۹۸ء آج وصول ہوا ہے۔ اس یادآوری کا شکریہ ہے۔ تجارت نیل کے متعلق جو آپنے دریافت کیا ہے اسکا جواب ہفتہ آیندہ میں بعد استفسار مراتب ضروری عرض کیا جائیگا۔ قاہرہ میں منگل کے دن ہندوستانی ڈاک تقسیم ہوتی ہے اور اسی دن ہندوستان کی ڈاک اسجگہ سے روانہ ہوجاتی ہے۔ دونوں ڈاکوں کی درمیانی فرصت اسقدر کفایت نہیں کرتی کہ تحقیقات کرکے جواب لکھا جائے۔

ہندوستانی سوداگر ونکو سویز کا ٹکٹ بمبئی یا کراچی سے لینا چاہیئے۔ اپنے وطن سے بمبئی یا کراچی کے سفر کا حال آپ خود خوب جانتے ہیں۔ راستہ میں سویز تک کہیں اسباب اوتارنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ سویز سے اسباب اوتارا جاتا ہے۔ اور ریل کے ذریعہ قاہرہ تک سفر کرنا پڑتا ہے۔

وطن چھوڑنے سے پیشتر پاسپورٹ صاحب کلکٹر ضلع سے لینا چاہیئے۔ اس کو ذریعہ کراچی یا بمبئی سے جدید پاسپورٹ ملیگا۔ اسکو ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ سب سے مقدم اور اہم کام ہے۔

مصر میں قرش اور گنی کا سکہ مروج ہے۔ روپیہ کو یہاں کوئی نہیں پوچھتا۔ کراچی اور بمبئی میں روپیہ دیکر انگریزی گنی لے لینی چاہیئے۔ ایک گنی قریباً ۱۵ روپیہ میں آتی ہے۔ ہندوستان کی چھپی شدہ کتابوں کی بہت کم قدر ہے۔ تصوف فلسفہ کی جو کتابیں ابتک چھپ کر شائع ہوئی ہیں۔ اور نادر تصنیفیں مثل امام غزالی، شیخ محی الدین ابن عربی، بوعلی سینا، نصیر الدین طوسی، امام رازی کی تصانیف کے ہوں اور عربی زبان میں ہوں فروخت ہوسکتی ہیں۔ فتوحات مدنیہ یعنی کتاب فتوحات مکیہ کی سوا ہے شیخ محی الدین کی تصنیف تصوف میں شیخ محلی ... [illegible] باقر داماد حسینی کی قسم کتب آپ بھیج سکتے ہیں۔

لفافہ ہندوستانی ٹکٹ کا اسجگہ کارآمد نہیں ہوسکتا۔ جو صاحب بغرض حصول جواب کچھ بھیجنا چاہیں آدہ آنے کے ٹکٹ ملفوف کردیا کریں۔

آپکا خادم عبدالرحمن از قاہرہ

سود کا جواز

سود خواری کا رواج دنیا میں ایک عرصہ دراز سے پایا جاتا ہے۔ گو فطرت انسانی کی خودغرض اور منفعت پسند واقع ہوئی ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ سود ابتدا زندگی انسانی ہی سے ... صدیوں پر پہنچا ہوگا۔ اسیوقت سے لین دین۔ ذاتی اغراض نے انسان کو سود خوری پر مجبور کیا ہوگا۔ مگر چونکہ اگلے زمانہ کی کتب تواریخ ہمارے ہاتھوں میں نہیں ہیں۔ جب ہی ہم سود خوری کے ابتدائی وقت کا صحیح پتہ نہیں لگا سکتے۔ ... معلوم ہوتا ہے کہ ہر کوئی شخص ... اس بیان پر ... یقین نہ کرے گا۔

تاہم اسمیں شبہ نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ کی زمانہ سے قبل سود خواری کا رواج ... انسان میں تھا۔ جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے چھڑا کے مصر سے لیکر ... تمام قوم کو مظفر و منصور ملک شام کو لے آئے تو اسوقت یہ ضرورت ... کہ قوم کی آیندہ ... کے لئے ایک الہامی دستور العمل بنا دیں تاکہ وہ

لوگ ایک باخدا جماعت کی مثل قومی شیفتگی کے ساتھ اس حصۂ زمین پر پھولیں اور پھلیں جو او[ن کو عطا] کیا تھا۔ یہ خداوندی شریعت ایک بے بدل جواہر کا خزانہ تھی۔ اس شریعت میں نہایت سیدھے سادھے عام فہم طریقہ سے لوگوں کو اونکی استعداد کے موافق خدا اور بندوں کے ساتھ روزمرہ کی زندگی کی گذران کرنے کا ڈھنگ بتلایا گیا اور اوس کے ہر ایک حکم میں قومی شیفتگی ٹپکتی تھی۔

اس دستور العمل (توریت) میں جہاں ہر قسم کی نصیحتیں کیگئی تھیں۔ باہمی لین دین کے متعلق بھی بہت سی نصائح بیان کیئی گئے تھی۔ چنانچہ مسئلہ سود کی نسبت آپ فرماتے ہیں۔

"تو اپنے بھائی کو سود پر قرض مت دیجیو۔ نہ نقد کر سود نہ غذائیات کر سود نہ کسی چیز کے جسکی عاریت سود پر کیجاتی ہے۔ تو اجنبی کو قرض دے سکتا ہے پر اپنے بھائی کو سود قرض مت دیجیو۔ تاکہ خداوند خدا اس سرزمین پر جسکا تو وارث ہونے جاتا ہے ان سب کاموں میں جنہیں تو ہاتھ لگاتا ہے برکت دے۔" (ملاحظہ ہو باب ۲۳۔ آیت ۱۹۔۲۰ کتاب استثنا توریت)

یہ پہلا وقت تھا جسمیں کہ سود کا معاملہ جو دنیا میں بلا کسی شرط اور قید کے جاری تھا بنی اسرائیل میں مشروط اور مقید ہو گیا۔ اور اوس وقت سے لیکر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تک تمام صاحب شریعت بنی اسرائیل اون شروط اور قیود کا اتباع کرتے تھے۔

یہی لوگ تھے جو تمام ملک شام اور عرب میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور یہی لوگ ملک عرب و شام میں دیندار اور صاحب شریعت کہلاتے تھے۔ پس ظاہر ہے کہ اوس زمانہ میں ربا خوار (سودخوار) وہی شخص کہلاتا تھا جو اپنی قوم کے سود لے۔ کیونکہ دوسری قوم سے سود لینا شریعت موسوی کے رو سے جائز تھا۔

جب پیغمبر خدا اس عالم میں ایک کامل شریعت لیکر تشریف لائے تو کیسے ممکن تھا کہ اوسمیں سب احکام موجود ہوں اور سود کا کچھ ذکر نہ ہو۔ مگر شریعت محمدی (قرآن شریف) ایسی کتاب نہ تھی جیسی توریت جو ایک مختصر بات دو دو تین تین صفحوں میں بیان کرے۔ نہ ہمارے حضرت کے زمانہ کے لوگ حضرت موسیٰ کے سے لوگ تھے۔ یہاں عالموں۔ فاضلوں فصیحوں۔ بلیغوں شاعروں۔ شارحوں کا دور تھا۔ اسلئے اون سے مخاطب ہو کر نصیحت فرمانے کے لئے بھی ویسے ہی جامع اور معنی خیز اور فصیح اور بلیغ کلام کی حاجت تھی۔ پس خدائے سود کا مسئلہ ایک مختصر سے جملے میں طے فرمایا۔

یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوا اے ایمان والو ربا (سود) نہ کھاؤ۔

حکم تو بہت صاف صریح تھا کہ جس سے زیادہ ہونا ممکن نہیں کیونکہ اوس وقت عرب میں اہل کتاب کے غلبہ کیوجہ سے ربا وہی سود کہلاتا تھا۔ جو اپنی قوم سے لیا جاوے۔ مگر پھر بھی بعض توہم پذیر طبیعتیں لفظ ربا کو اوس کے عرفی معنوں سے چھوڑ کر حقیقی معنوں کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ اور دلوں میں یہ خدشہ گذرنے لگا کہ ربا کے معنے زیادتی۔ بڑھوتری۔ نفع منافعے کے ہیں۔ اس سے تجارت۔ خرید و فروخت۔ سب کچھ مسلمانوں کو چھوڑنے پڑینگے۔

Marfat.com

ان خیالات کے دفعیہ کے لئے خداوند تعالیٰ نے دوسرا حکم نازل فرمایا۔ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یعنے خدا نے بیع کو حلال کیا ہی۔ البتہ ربٰو کو حرام کیا ہے۔ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے لفظ ربٰو کے کوئی خاص معنی نہیں فرمائے۔ بلکہ لفظ ربٰو کو اوسی طور پر ادا فرمایا جیسا کہ اہل عرب اپنی بول چال میں اصطلاحی معنوں کے ساتھ بولتے تھے۔ صرف اون لوگوں کا شبہ متعلق تجارت کے رفع فرما دیا۔

بال کی کھال نکالنے والی طبیعتیں تو عجیب و غریب ہوتی ہیں۔ بعض لوگ اپنے ذہن میں یہ سمجھتے تھے کہ پیغمبر خدا نے جیسے کہ ادیان سابقہ منسوخ فرما دیے اسی طرح یہاں کی زبان [illegible] اصطلاحات جو اگلے [illegible] روزمرہ بول چال ہو گئے تھے۔ وہ سب منسوخ فرما دیے۔ اس لئے جب کبھی کوئی ایسا لفظ کلام الٰہی میں آتا تھا تو وہ اوس کے عام معنوں کو چھوڑ کر خاص معنوں کی تلاش میں مصروف ہو جاتے تھے۔ وہ اتنا نہیں غور کرتے تھے کہ خدا کا کلام اوسی زبان میں اس ملک کے باشندوں کی ہدایت اور تلقین کے لئے نازل ہوا ہے [illegible] زبان [illegible] معنی [illegible]۔ اس قسم کے خیالات نے بعض لوگوں کو اس امر پر جرأت دلائی کہ وہ پیغمبر خدا سے دریافت کریں [illegible] مسلمانوں سے لیا جاوے۔ یا انکا [illegible] سود لینا داخل ربا ہے۔ [illegible] جواب جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا وہ یہہ تھا لا ربوٰ بین المسلم والحربی فی دار الحرب یعنی سود لینا مسلمان کا کافر سے ربا میں داخل نہیں ہے بشرطیکہ دار الحرب میں لیا جاوے (دیکھو کتاب [illegible] ہدایہ و در المختار باب الربوا)[1] [illegible] ان تمام خیالات کی اصلاح کر دی جو اوس وقت بعض لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے تھے۔

اس کے بعد [illegible] زمانہ آیا [illegible] اسلام دنیا کے ہر گوشہ پر [illegible] لگا [illegible] ترجمہ [illegible] میں داخل ہونے لگے اور اون لوگوں کا [illegible] پیغمبر خدا کا زمانہ دیکھا تھا یا [illegible] کی صحبتیں اٹھائی تھیں [illegible] مسلمانوں کا شوق [illegible] تحقیقات مذہبی [illegible] جاتا تھا [illegible] زبانوں پر دینی معلومات کو خبر ہی تھی۔ دنیا سے کوچ کرتے جاتے تھے۔ اسی وقت میں اہل بصیرت نے اپنی [illegible] ضرورت کو محسوس کیا کہ پیغمبر خدا کے افعال اور اقوال کی تحقیقات [illegible] فراہم کی [illegible] خدا کے [illegible] بندوں کو ذریعہ سے اس زمانہ [illegible] بندوں [illegible] سے فراہم ہوئی اکثر یکے بادیگرے مختلف تھے۔ جنکا نتیجہ یہ نکلتا تھا [illegible] اقوال [illegible]۔ مگر اہل بصیرت نے ان تمام اقوال کو مختلف معیاروں پر [illegible] کر علیحدہ کر دیا۔ چنانچہ اونکی اوس جوہر شناسی کا سکہ ایک عالم میں بیٹھا ہوا ہے۔ [illegible] لوگوں نے [illegible] صحیح [illegible] کی بنا پر ایک [illegible]

[1] یہ حدیث مرسل ہے راوی اس حدیث کے مکحول ہیں جو تابعین میں سے تھے اور تمام اہل حدیث میں ثقہ مانے گئے ہیں پس جس حدیث مرسل کے راوی ثقہ ہوں وہ حدیث حسب قاعدہ اہل حدیث مقبول سمجھی جاتی ہے۔

Marfat.com

دستورالعمل مسلمانوں کی لئے مرتب کر دیا جسکو قرآن مجید کی تفسیر کہنا بیجا نہیں۔ ... لوگ اس مجموعہ قانون کی تدوین کرتے ہوئے مسئلہ ربا پر پہونچے تو انمیں اختلاف واقع ہوا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کوفی کی یہ رائے تھی۔ کہ سود غیر قوم یعنی کفار سے دار الحرب میں لینا منع نہیں مگر دار الاسلام میں کافر سے بھی سود نہ لیا جاوے

ہمارا خیال ہے کہ اس رائے قایم فرمانے کی دو وجہ تھیں۔ ایک نقلی اور ایک عقلی نقلی وجہ تو پیمبر خدا کی مذکورہ بالا حدیث تھی۔ اور عقلی وجہ یہ تھی کہ دار الاسلام میں خواہ کافر ہو یا مسلمان سب پر احکام شریعت متعلق معاملات کے یکساں نافذ کئے جاتے ہیں۔ اور وہ کافر ان تمام احکام شرعی کو جو متعلق معاملات ہوں۔ خواہ برضامندی خواہ بلا رضامندی برداشت کرتا ہے۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں۔ کہ سود جو شرع میں داخل معاملات ہے ایک کافر سے بخلاف حالت دیگر مسلمانان عاید کیا جاوے یعنی تمام معاملات میں باستثنا عبادات کے وہ پابند شریعت کیا جاوے مگر معاملہ سود میں جس سے اوسے ایک قسم کا فایدہ پہونچتا ہے۔ اس رعایت یعنی پابندی شریعت سے علیحدہ چھوڑ دیا جاوے قرین انصاف نہیں کوئی شبہ نہیں کہ یہ رعایت بالکل واجبی تھی۔ کیونکہ جب معاملات میں وہ ہمارے نقصانات کا شریک ہے تو فایدہ کے موقعوں پر بھی معاملات میں وہ بے نصیب نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں یہ بات اور ہے کہ دار الحرب میں جہاں وہ ہم سے بے تکلف سود لیتا ہے۔ ہمارے مال۔ ہماری جان ہماری عزت۔ ہمارے دین کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ ڈگریاں جاری کراتا ہے۔ جایداد نیلام کراتا ہے۔ اور معاملات میں ہمارے کسی مذہبی قانون کا پابند نہیں۔ ہم اوس سے بے تکلف سود لیں۔ حضرت امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو خوب جانتے تھے کہ قرآن میں جو ربا کی ممانعت ہے وہ عرف عرب میں بزبان ایام جاہلیت کسکو کہتے تھے۔ اونکو پیغمبر خدا کی یہ حدیث لا ربوا بین اہل الاسلام واہل الحرب فی دار الحرب ملی جو ہر طرح معقول تھی۔ صاحب در مختار لکھتا ہے کہ دار الحرب میں سود لینے کے جواز میں تین دلیلیں ہیں پہلی دلیل تو وہ حدیث ہے جسکا ذکر اوپر ہوا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ جس زمانہ میں کہ مکہ دار الحرب تھا۔ اوس زمانہ میں سورہ روم نازل ہوئی جس کا مقصد یہ تھا کہ اہل روم فارس پر غالب ہونگے۔ کفار اس پیشینگوئی پر ہنستے تھے حضرت ابوبکر صدیق نے باجازت پیغمبر خدا اس پیشینگوئی کے صادق آنے پر اہل مکہ سے شرط بدی۔ اور جب پیشینگوئی صحیح ہوئی تو اون سے شرط کا مال لے لیا تیسری دلیل یہ ہے کہ مال اہل حرب کا مباح ہے[1]۔

خیر یہ دلایل کسی مرتبہ کی ہوں مگر اسمیں شبہ نہیں کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ کو اپنی اس رائے پر بڑی شد و مد سے اصرار تھا۔ غرض جب کہ آئین شرعی کی تدوین ہو چکی اور تمام اپنی اپنی رائے کے موافق مسایل شرعی کے چھان بین کر چکے تو مسئلہ ربا بھی دیگر مسایل کے ساتھ داخل دفتر ہو گیا۔ اور اوس کے بعد ایک عرصہ تک اس مسئلہ کے متعلق گرما گرمی سے

---

[1] حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اس رائے سے کہ دار الحرب میں سود جایز ہے اونکے شاگرد ابو یوسف نے اختلاف کیا ہے مگر اون کے شاگرد امام محمد اپنے اوستاد کی رائے سے متفق تھے۔

Marfat.com

بحث کرنیکی ضرورت پیش نہیں آئی۔ یا یوں کہیے کہ وہ آوازیں ہماری کانوں تک نہیں پہونچیں اس کی بہت سے وجوہ تھے۔ ایک وجہ تو یہ تھی کہ ان ائمہ کے بعد قریب قریب تمام مسلمان کسی نہ کسی امام کے متبع ہو گئے تھے۔ اور اون کیے خلاف میں قلم اٹھانا قریب قریب گناہ کے سمجھتے تھے۔ دوسری یہ وجہ تھی کہ جہاں جہاں مسلمان تھے۔ اکثر وہاں اسلامی سلطنتیں تھیں جہاں سود کا لینا کافر و مسلمان دونوں سے ممنوع تھا۔

ممالک غیر سے داد و ستد کے ذرایع مفقود تھے۔ پس مسئلہ ربا کی بحث کوئی دلچسپ نہیں سمجھی جاتی تھی۔ مگر جب کہ ہندوستان سے سلطنت مغلیہ چل بسی اوسوقت طالبعلموں کی طبیعتیں گدگدائیں۔ جنکی ایک سرسری نظر کبھی اور کسی زمانہ میں اس حدیث پر پڑگئی تھی کہ لا ربوٰ بین المسلم والحربی فی دار الحرب انہوں نے علماء وقت سے استفسار شروع کیے کہ ہند میں غیر مسلموں سے سود لینا جائز ہے یا نہیں۔ بہت سے عالم چکر میں آ گئے کہ کیا جواب دیں اور سوچنے لگے کہ اگر ہم ہندوستان کو دارالحرب قرار دیکر سود کا فتویٰ دیتے ہیں۔ تو اوسکے ساتھ ہی ہمپر جہاد فرض ہوگا کیونکہ دارالحرب کے معنے دارالجہاد کے ہیں مگر درحقیقت یہ اون لوگوں کی غلطی تھی جو دارالحرب کو اسکے لغوی معنی پر استعمال کرنا چاہتے تھے۔ دارالحرب محض ایک دارالاسلام کے مقابل کا لفظ تھا۔ ابتدا سے زمانہ اسلام میں تمام دنیا باعتبار اپنی خصوصیت کے دو حصوں پر تقسیم کردی گئی تھی۔ ایک حصہ دنیا جہاں اسلامی حکومت نہو۔ ابتدائی زمانہ اسلام میں مسلمانوں کو کافی آزادی نہ تھی اور اسلام کی روز افزوں ترقی کو دیکھکر ہر قوم و ملت کا شخص مسلمانوں سے ایک قسم کی عناد رکھتا تھا۔ اسلئے مسلمان غیر مسلم کو اپنا مخالف سمجھکر اونکے ممالک کو دارالحرب کہتے تھے۔

چنانچہ مکہ ایک زمانہ تک اسی معنوں میں دارالحرب کہلایا گیا مگر اوس کے ساتھ ہی دارالحرب کے یہ معنے کبھی نہیں سمجھے گئے کہ وہاں جسقدر مسلمان رہتے ہوں وہ حکومت موجودہ کے مقابل میں ہتھیار اٹھاویں۔ اور جبتک وے ایسا نہ کریں گے اون پر وہاں کا رہنا حرام ہے۔

تمام کتب تاریخ اس امر کی شہادت دیتی ہیں کہ جبتک دارالحرب رہا اور وہاں کافروں کی حکومت قایم رہی جبتک کہ کفار مکہ نے خود عہد شکنی نہیں کی پیغمبر خدا نے اونکے مقابل ہتھیار نہیں اٹھائے۔ بلکہ ان لوگوں سے صلح کی اور معاہدے کیے۔ اس سے مسلمانوں کو مکہ میں آنے اور جانے اور قیام کرنیکی آزادی حاصل ہوئی۔ اگر دارالحرب میں مسلمانوں کو بغیر شمشیر میان سے نکالے رہنا ناجائز ہوتا تو کبھی پیغمبر خدا کفار مکہ سے جو وہاں کے حکمران تھے ایسے معاہدات صلح نہ فرماتے۔

پس معلوم ہوا کہ لفظ دارالحرب کو جہاد کے ساتھ کوئی خصوصیت تامہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ دارالاسلام کے مقابل میں بمعنی ملک غیر آیا ہے۔ دوسری وجہ دارالحرب کی تسمیہ کی یہ بھی تھی کہ ابتدائی خیال مسلمانوں کا یہ تھا کہ تمام دنیا کی حکومت کا مستحق صرف ایک امیر المومنین ہے جو خاندان قریش سے ہو۔ باقی تمام حکومتیں جو دنیا پر فرمانروا ہیں غاصب ہیں۔ اس پیشگوئی کے پورا ہونیکے لئے وہ سمجھتے تھے کہ تمام ممالک غیر کا ایک نہ ایک دن معرکہ کارزار ہونا لازمی ہے۔

اسلئے وہ تمام ملک غیر کو دار الحرب کہتے تھے۔ یہ خیال ایک عرصہ دراز تک قایم رہا۔ یہاں تک کہ دوسرے ممالک میں جو اسلامی حکومتیں خاندان قریش کے علاوہ قایم ہوئیں انمیں سے بعض بادشاہوں نے خاندان قریش کے کسی کسی ممبر سے اپنے لئے سند حکومت حاصل کی تاکہ وہ خدا کی رو سے غاصب قرار دئیے جاویں۔ اس سے بھی دار الحرب کے یہ معنی پیدا نہیں ہوتے کہ دار الحرب ایک مسلمان کی قتل گاہ یا شکار گاہ کو کہتے ہیں۔ مسلمانوں کو جہاں وہ رہیں دار الاسلام ہو۔ یا دار الحرب امن و امان سے گذارنا چاہیئے۔

خیر یہ تو ہماری رائے تھی اب دیکھنا یہ ہے کہ کتب شرع میں دار الحرب یا دار الاسلام کی کیا تعریف کیگئی ہے۔ کیونکہ اب ہمکو بجز اسکے چارہ نہیں ہے کہ انہی کتب سے سند پیش کریں۔ کافی جو کتب فقہ کی ایک مستند کتاب ہے۔ اسمیں لکھا ہے کہ دار الاسلام سے مراد وہ شہر ہیں جنمیں شریعت حاکم مسلمان جاری کرسکے اور وہ ملک مسلمان حاکم کے تحت تصرف میں ہو۔

ان مراد بدار الاسلام بلاد یجری فیہا حکم امام المسلمین و یکون تحت قہرہ و بدار الحرب بلاد یجری فیہا امر عظیما و یکون تحت قہرہ

اور دار الحرب سے وہ شہر مراد ہے جنمیں احکام شرعی جاری نہ ہوسکیں اور وہ کفار کے قبضہ اور ختیار میں ہو۔

یہ معنی ایسے صاف اور روشن ہیں جنسے ہماری تمام مسبوق الذکر رائے کی تائید ہوتی ہے اسیطرح صاحب درمختار لکھتے ہیں تین سبب سے دار الاسلام ہو جاتا ہے۔

لا تصیر دار الاسلام دار الحرب الا بامور ثلاثۃ باجراء احکام اہل الشرک وبہ اتصالہا بدار الحرب و بان لا یبقی فیہا مسلما او ذمی آمنا بالامان الاول علی نفسہ و دار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام اہل الاسلام فیہا

پہلے احکام اہل شرک کا جاری ہونا دوسرے دار الاسلام کا کسی دار الحرب میں الحاق ہو جانا۔ تیسرے مسلمان اور ذمیوں کا حالت امنی پر (یعنی اپنی حالت پر) جو کہ اسلام میں تھی قایم نہ رہنا اسیطرح دار الحرب اسوقت دار الاسلام ہو جاتا ہے جبکہ اوسمیں احکام اسلام جاری ہوں۔

یہ تعریف بعینہ وہی تعریف ہے جو کافی میں بیان کیگئی۔ کہ جسکا ذکر ہمنے اوپر کیا ہے صرف عبارت کی الٹ پلٹ ہے بازمدم بر سر مطلب جن علماء نے دار الحرب کے معنے دار الجدال والقتال سمجھے تھے۔ اور اوس کے اصطلاحی معنوں کو بھول گئے تھے انکو سود کا فتوےٰ دینے میں بہت سی وجوہ مانع تھے۔ مگر جو علماء جانتے تھے کہ دار الحرب شرع میں بمعنی ملک غیر مستقل ہوا ہے۔ اونہوں نے ہندوستان میں سود کے جواز پر فتوے دیدیا اور یہ بھی اوسوقت جبکہ سلطنت دہلی کے آخری شاہ شاہ شطرنج کی حیثیت سے ہندوستان میں موجود تھے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا فتویٰ سود لینے کے بارہ میں قابل دید ہے۔ یہ متبحر مولوی بہادر شاہ دہلی کے زمانہ میں گذرے ہیں اور اسوقت انکا نام بلاد اسلام میں بڑے تقدس سے لیا جاتا ہے۔ شاہ صاحب اپنے استفتیٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ دار الحرب وہ شہر ہے جو کافر کے ماتحت ہو اور احکام شریعت اوسمیں جاری نہ ہوسکیں۔

Marfat.com

اُسی جگہ پر وہ لکھتے ہیں کہ احکام شریعت جاری نہ ہو سکنے سے مراد ملک کا انتظام رعایا کا بندوبست خراج کا تعین مالگذاری کا اعمال عزلتوں - چوروں کے فیصلے - عام مقدمات دیوانی و فوجداری اور مال کے تصفیہ شرع شریف کے موافق ہوں کبھی دوسرے قانون کے موافق نہ ہوں - وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر کوئی حاکم اصول حکمرانی کے لحاظ سے مسائل و احکام عبادات میں مسلمانوں کی مداخلت نہ کرے اور روزہ - نماز جمعہ - عیدین - اذان - ذبح بقر - حج وغیرہ مسلمانوں کی مرضی پر چھوڑ دے تو بھی وہ ملک دار الحرب ہی رہے گا کیونکہ بعض مسائل شرعی کو اپنی رائے سے بدلنا اور بعض مسائل شرعی کو مصلحت وقت کے لحاظ سے حالت اصلی پر رکھنا یکساں ہے - وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مقام یرموک کو صرف انکار زکوٰۃ کی وجہ سے دار الحرب قرار دیا تھا حالانکہ یہ بستی مسلمانوں کی تھی - اور اس میں بجز ادائے زکوٰۃ کے تمام احکام شرعیہ جاری تھے - اسی طرح پیغمبر خدا نے خیبر اور فدک کی نسبت ایسا ہی حکم دیا تھا - باوجودیکہ ان مقامات پر اکثر مسلمان بود و باش رکھتے تھے -

(دیکھو صفحہ ۱۵۱ و صفحہ ۴۸ صفحہ ۱۰۴ صفحہ ۲۷۰ و صفحہ ۲۶۳ مندرجہ فتاوی عزیزی ترجمہ اردو)

ہم اس موقعہ پر ان فتووں کو بالتفصیل لکھتے مگر چونکہ ہمارا مقصد اس مضمون سے بغیر کسی خطی تفصیل کے عوام کو سود لینے کی طرف مائل کرنیکا نہیں ہے - نیز ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جسقدر حوالے کتابوں کے ہم نے لکھے ہیں - اس سے زیادہ سرمایہ کتب ہمارے علماء کے پاس موجود ہے اسلئے مضمون ہذا کو مذکورہ بالا فتاوی کی نقول سے طوالت دینا مصلحت نہیں سمجھا گیا ہماری رائے ہے کہ ان ممالک میں جہاں حکمران بادشاہ نہ ہو اور جہاں تمام احکام شریعت من کل الوجوہ جاری نہ ہوں مسلمانوں کو کافروں سے سود لینا جائز ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے علماء دین ہماری اس رائے سے کس حد تک اتفاق کرتے ہیں -

شکارپور سندھ کے ہندو ساہوکار اور تاجر مصر اور استنبول میں ہی بکثرت موجود نہیں بلکہ ایران کے اکثر حصص بالخصوص جنوبی ایران کے تمام شہروں میں بھی تقریباً تمام کاروبار صرافہ پر قابض و متصرف ہیں اور بخارا میں بھی - انکی ہی کثرت ترکستان کے تمام علاقوں میں بھی تھی - مگر جب روسی حکام نے یہ دیکھا کہ انکی صرافانہ چالاکیوں اور سود کی زیادتی سے رعایا کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے - تو انکی تحریک سے روسی گورنر نے ان لوگوں کو وصول قرضہ کیلئے تھوڑی سی مہلت دیکر اسکے بعد سب کو اپنے علاقہ سے خارج کر دیا - انکی زیادتیوں سے تنگ آکر اب چند سال سے ایرانی بھی ان کے اخراج کا مطالبہ کر رہے ہیں - اور اس کے عوض اپنے ملک کے متمولوں کو یورپ کے قاعدہ پر شہر بہ شہر بنکوں کے قیام کا مشورہ دے رہے ہیں - ہندوستان کے متمول مسلمان کس خواب خرگوش میں ہیں - نیز انکی قسمت سے یہاں کے ایسے مسلمان بھی جو سود لینے کے معتاد ہو رہے ہیں - باقاعدہ بنکوں کے قیام کے سخت مخالف یا اس مسئلہ کیطرف سے بالکل لاپرواہ ہیں کسی شرعی حجت کی وجہ سے نہیں بلکہ اسلئے کہ بطور خود یہ کاروبار کرنے سے انکو اکثر شخص دو دو روپیہ فیصدی سالانہ تک سود دینے والے ملجاتے ہیں - اور بنکوں کے جاری ہونیکی صورت میں انکو اسقدر منافع ہونے کی توقع نہیں - دوسرے یہ امر بھی کچھ اثر رکھتا ہے کہ اب اکثر

Marfat.com

اہل الغرض براہ راست اونکے پاس آتے ہیں۔ اور معقول رقم سود وادہ کفالتیں دینے کے علاوہ منت خوشامد کرتے ہیں جبکہ وہ اپنے لئے بڑی فخر اور عزت کا باعث سمجھتے ہیں۔ بنک کی صورت میں انکو اس مذموم اور قابل نفرین خوشی اور خودنمائی سے محروم رہنا پڑیگا۔ لیکن اون بدبختوں کو یہ فراموش نکرنا چاہیے کہ جن عادات قبیحہ کو وہ ایسی شوق و شغف سے نشوونما دے رہے ہیں زیادہ تر انہی سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے ہادی خلایق نے ربا کو حرام کیا تھا۔ باقی رہا بنکوں سے کم منافع ہونیکا خیال سو نا ہیہ اونکی جہالت اور لاعلمی پر مبنی ہے۔ بنک اگرچہ نسبتاً بہت کم شرح سود پر روپیہ قرض دیتے ہیں۔ مگر چونکہ وہ امانت میں جمع شدہ رقموں کو بھی کام پر لگائے رکھتے ہیں۔ اور ہنڈی بٹہ اور ایجنسی وغیرہ کا بھی ساتھ ہی کام کرتے ہیں۔ اونکا کاروبار صرف مایہ جمع کردہ پر ہی محدود نہیں۔ اونکی آمدنی عموماً بہت زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ اسوقت دس برس یا اس سے زیادہ عمر کا کوئی بنک اس ملک میں موجود نہیں جو دس فیصدی سالانہ سے کم شرح پر منافع تقسیم کرتا ہو اور مزید برآں لاکھوں روپیہ ہر سال ریزرو فنڈ میں اضافہ کر رہا ہو۔ چنانچہ اس فنڈ کی بدولت کئی ایسے بنک ہیں جنکے حصوں کی قیمت آج اصل قیمت سے کئی گنی سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ اسمیں کلام نہیں کہ اب تک بھی کئی ایسے مردان خدا موجود ہیں جو عموماً ایسے کاموں سے جنکو وہ شرعاً ناجائز یا مشتبہ سمجھتے ہیں الگ رہتے ہیں۔ لیکن عموماً مسلمان متمولوں کو کوئی ایسی قابل ستایش وجہ قومی ترقی و بہبودی اور دستگیری درماندگان کی عملی تجاویز کی شرکت سے مانع نہیں رہتی۔ بلکہ زیادہ تر محض ذاتی اغراض جاہلانہ یا عیاشی سے پیدا شدہ سستی و لاپروائی یا تنگ ظرفی و جہالت اور جہالات زمانہ کی بیخبری سے پیدا شدہ بزدلی یا طفلانہ محبت زر جو اونکو ایک لمحہ کے لئے بھی روپیہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے سے جدا کرنیکی اجازت نہیں دیتی۔

سود کا مسئلہ بلاشبہ نہایت پیچیدہ ہے۔ اور اب تک بھی کوئی مسلمہ تاویل نہیں ہو سکی۔ لیکن خواہ اس کی معنے کچھ لئے جائیں جہاں تک بنکوں کا تعلق ہے اونکے قیام کی اباحت بلکہ بحالات موجودہ قومی زندگی کے لئے اونکی ضرورت کو خود خلافت اسلامیہ کے طریق عمل نے ظاہر کر دیا ہے اور اس نقطے سے جو اہل حل و عقد اور مشیخت اسلامیہ علماء حنفیہ کی صریح اور علانیہ اجازت نہ سہی۔ اونکی بالکنایہ رضامندی سے قایم کیگئی ہے۔ اگر کافہ مسلمین نے فایدہ نہ اٹھایا تو نتیجہ اونکی اپنی بدبختی پر دال ہوگا۔ قوم کی بدقسمتی سے متمول تو لاپروا تھے ہی۔ ریفارمر اور لیڈران کو ٹھیکر ہیں اور نا مستقل مزاج ہیں تو ان سے شاید ہی کوئی ٹھکانا ہوگا۔ لاہور میں چند روشن خیال مسلمانوں نے بنک کی تجویز کی۔ اور دس ہزار کے قریب بھی روپیہ جمع ہو گیا۔ اور بنک کا کام جاری بھی کر دیا۔ مگر تین دن کے بعد پھر رای بدل گئی۔ سرمایہ غیر مکتفی سمجھا گیا۔ حالانکہ جن لوگوں نے اپنے حصص کی بابت میں سے آدھا فیصدی ادا کر دیئے تھے۔ وہ ضرور باقی اقساط بھی ادا کرتے رہتے۔ اور اسطرح چند مہینوں میں خواہ کوئی نیا آدمی شامل نہ ہوتا۔ اور کوئی نیا حصہ نہ بکتا۔ بنک کے پاس ساٹھ ستر ہزار کا سرمایہ ہو جاتا لیکن سمجھاتا کون۔ اور سمجھتا کون تھا۔ آخر بنک توڑ دیا گیا۔ اور دو برس کے بعد حصہ دارونکو یہ نفع ملا کہ ۲۵-۲۵ کی بجائے سولہ سولہ روپئے لئے۔ انہی دنوں (جولائی ۱۹۰۸ء) دہلی میں چند ہندو صاحبان نے ایک بنک کھولنے کی تجویز کی۔ اخیر ستمبر ۱۹۰۸ء تک انکے پاس ۵ ہزار روپیہ سرمایہ جمع ہوا۔ اسی

Marfat.com

رسم کام شروع کر دیا گیا۔ اور پہلی تین ماہی میں اونکو ۱۸ فیصدی کے حساب سے فائدہ ہوا۔ اگر اسلامی بنک کے مسلمان ڈائرکٹر صاحبان بھی ہمت نہ ہار دیتے۔ تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اونکے کام کو بھی ایسا فروغ کیوں حاصل نہ ہوتا۔ بہرحال ایسے بنکوں کی عدم موجودگی سے مسلمان حاجت مند بنیوں یا مسلمان سود خواروں کی من مانی شرائط پر قرض لینے سے افلاس کے دلدل میں اور زیادہ ہی نہیں دھنسے جارہے ہیں بلکہ مسلمانوں کی قوم محض اس کمی کی وجہ سے زمانہ حال کی تجارت کے نشیب و فراز اور حالات زمانہ اور وسائل ترقی و ارتقا کے جاننے سے بھی معذور ہو رہی ہے۔ اور سرمایہ نہ مل سکنے کی وجہ سے قومی صنعت و حرفت کا بازار بھی دن بدن سرد ہوتا چلا جارہا ہے۔ اور ہزاروں نوجوان بیکاری اور بیروزگاری کا ہدف بنتے جاتے ہیں۔ یہ مضرتیں ایسی نہیں کہ انکے انسداد کیطرف توجہ کرنا ضروری نہ ہو۔ بلکہ کوئی مسلمان جسمیں قومیت کا کچھ بھی پاس یا قوم کا درد ہے یہ حالت دیکھکر بے چین ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

لاہور کے مسلمان اگر پھر اسکی اصلاح کی کوشش میں ناکام ہو جانیکے سبب اتنے مایوس ہو گئے ہونگے کہ اون سے پھر کسی کی توقع رکھنا لاحاصل ہوگا۔ لیکن اونکی مایوسی سے کل بہی خواہان قوم کا متاثر ہو جانا قرین قیاس نہیں ہو سکتا۔ اور اس قحط الرجال کے زمانہ میں بھی ایسے باسمجھ اور متمول مسلمان بھی موجود ہیں۔ کہ اگر وہ ذرا توجہ کریں تو ہر ایک شہر میں ایک ایک اسلامی بنک قائم ہو سکتا ہے۔ اور جب ایسے بنک مختلف مقامات میں قائم ہو جائیں تو ایک سنٹرل قومی بنک خود بخود بآسانی تمام قائم ہو جائیگا۔ اور اس امر کی کوئی وجہ نہیں دکھائی دیتی کہ کیوں امرتسر سے ہی پہلے اسکا آغاز نہ ہو۔ یہاں کے مسلمانوں میں گو متمولوں کی اب اسقدر تعداد نہیں رہ گئی۔ جو چند برس پیشتر شال و پشمینہ کی گرم بازاری کے دنوں میں تھی۔ پھر بھی خدا کے فضل سے اونمیں ایسے صاحب حیثیت اور ساتھ ہی باخبر اصحاب ابھی کافی موجود ہیں کہ اونکی ادنیٰ توجہ سے باسانی بنک قائم ہو سکتا ہے۔ بلکہ اونکی روشن خیالی اور باخبری کو دیکھتے تعجب ہوتا ہے کہ اونکو خود بخود کیوں اب تک اسطرف توجہ نہیں ہوئی۔ شیخ غلام صادق صاحب میاں غلام قادر صاحب و میاں فیروزالدین صاحب آنریری سیکرٹری شیخیان اور میاں غلام نبی صاحب حبیب اللہ صاحبان تاجران شال جنکا ذکر خیر پہلے کئی مرتبہ ان کالموں میں ہو چکا ہے۔ اور ایسے ہی دیگر بیدار مغز اصحاب سے ایسی انسٹی ٹیوشن کی ضرورت۔ اوس کے فوائد اور اسکی عدم موجودگی کے بیشمار نقصان کبھی پوشیدہ نہیں ہوں گے۔ اور یہاں تک ہمیں علم ہے اون سے یہ توقع رکھنا غلط نہ ہوگا کہ وہ عنقریب اس معاملہ پر باہمی صلاح و مشورہ کرکے قوم کو اغیار کے [illegible] جاکر ذلیل و خوار ہونیکی خفت اور قومی صنعت و حرفت کو بھی ذلت سے بچانے کے لئے [illegible] ایسی انسٹی ٹیوشن کو

۱ افسوس ان اصحاب میں سے کسی بھی صاحب نے اس قومی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے معاملہ پر غور کرنے کی تکلیف گوارا نہیں فرمائی اور کسی اسلامی بنک کا قائم ہونا بدستور ایک وہمی تخیل سے بڑھکر دکھائی نہیں دیتا۔ میاں غلام نبی صاحب کی مندرجہ بالا تحریر سے بہت کچھ توقع ہو گئی تھی وہ ضرور اسطرف توجہ کرینگے اور گو اب تک انہوں نے بھی اسپر غور کرنے یا اس تجویز کو عمل میں لانیکی طرف توجہ نہیں کی مگر انکی بیدار مغزی سے اب تک مایوس ہونیکی بھی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔ مؤلف

Marfat.com

قیام کا بندوبست کرنے سے سعادت دارین حاصل کریں گے۔ واللّٰہ یہدی من یشاء الیٰ سواء السبیل۔

اسلامی بنکوں کے

قیام کی تحریک ۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ چند معزز متمولین شہر سے انکے نام نامی مع کرکے اس معاملہ پر غور کرنیکی استدعا کی گئی تھی۔ انمیں سے ایک عنایت فرما جناب میاں غلام نبی صاحب تاجر حیدرآباد اور رئیس شہر نے ایک تحریر ارسال فرمائی ہے۔ جس سے بنکوں کے قیام کی ضرورت اچھی وضاحت اور شدت سے ظاہر ہو رہی ہے۔ کیونکہ گو صاحب موصوف نے اس مسئلہ پر بالصراحت کوئی رائے نہیں دی۔ مگر انکی تحریر سے یہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ قوم کو سودی روپیہ برداشت کرنے رہنے سے جو نقصان عظیم پہنچ رہا ہے اسکو بخوبی وہ محسوس کر رہے ہیں۔ اور یقین کامل ہے کہ یہ احساس انپر جلد یہ بھی واضح کردیگا۔ کہ اس نقصان کا جبر یا تلافی اس تدبیر سے کما حقہٗ نہیں ہوسکتی کہ قوم سودی قرضہ لینے کی عادت آہستہ آہستہ چھوڑتی جائے۔ بلکہ قانون معاشرت کے مطابق کوئی قوم کی قوم ضرورت سے مستغنی نہیں ہوسکتی اور نہ انسانی فطرت کے مطابق ہر متمول شخص ایسا شریف النفس ہوسکتا ہے کہ وہ بلا منافع روپیہ قرض دینا اپنا شعار بنا سکے اور جہاں تک قیاس کام کرسکتا ہے یہ اسی فطرت انسانی کے کامل علم رکھنے کیوجہ سے تھا کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ربا کی کوئی تفسیر نہیں کی تھی۔ اور اس لفظ کو برابر مبہم رہنے دیا تھا حضرت عمر کا بار بار یہ فرمانا کہ کاش کے رسالت مآب ربا کی توضیح فرما جاتے صاف صاف بتا رہا ہے کہ اسکی درست معنوں کی متعلق اصحاب کبار کے دلوں میں بھی برابر کاوش موجود تھی اور کسی کو اسکے حقیقی معنوں یا اسکی وسعت و اطلاق کا یقینی علم نہ تھا۔ پس اس ابہام کی اسکے سوا بظاہر کوئی اور وجہ دکھائی نہیں دیتی کہ اس رحمۃ للعالمین و انسان کامل کو انسانی طبیعت کی جزو کل کا کلی علم ہونے سے یہ اچھی طرح سے معلوم تھا کہ گو اسوقت فیض صحبت نبوی اور پر زور جوش اسلامی سے اکثر مسلمانوں میں اخوت اور اتحاد کا رشتہ ایسا مضبوط ہو رہا ہے کہ روپیہ بلا منافع قرض دینا تو کیا چیز ہے مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی سے زن و بچہ حتیٰ کہ جان تک بھی عزیز نہیں لیکن قدیم سے یہ سنت اللہ چلی آئی ہے کہ نور ایمان ہمیشہ ایسی قوت سے ہر متنفس کے دل میں تاباں نہیں رہتا۔ پس ایک وقت ایسا بھی آئیگا کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو کسی ذاتی فایدہ کی توقع کے بغیر روپیہ جیسی فانی چیز بھی قرض دینا گوارا نہیں کریگا اور گو مضاربت وغیرہ سے فایدہ کی شراکت کا بھی انتظام کردیا گیا ہے۔ لیکن اگر ربا کو کسی خاص معنوں میں محدود کردیا گیا تو مسلمان حاجتمندوں کو حصول معاش یا دفع احتیاج کے لئے روپیہ حاصل کرسکنا تقریبًا ناممکن ہو جائیگا۔ چنانچہ کئی صدیوں سے اب ایسا ہی ہو رہا ہے۔ اور اس لاچاری کیوجہ سے مسلمان حاجتمندوں کو آخر دوسری اقوام کے متمولوں کیطرف رجوع کرنا پڑا جسکی بدولت قوم کی تصرف سے اسقدر روپیہ دوسروں کو ملچکا ہے کہ جیسا کہ صاحب موصوف کی تحریر کردہ اعداد سے ظاہر ہو جائیگا۔ اسکا اندازہ کرسکنا حیطہ بشری سے خارج ہے۔ یہ خرابی اس طرح سے حادث ہوئی کہ امتداد زمانہ سے محبت قومی اسقدر کمزور ہوگئی کہ مسلمان متمولوں کو بلا فایدہ اپنے کسی بھائی کو روپیہ دینے کی توفیق نہ رہی۔ ادھر وہ سود لینے کو خلاف شریعت سمجھتے رہے۔ اور چونکہ وہ اس عدول حکمی سے محترز رہنے کی گنجایش رکھتے تھے۔ اور دامن ایمان

Marfat.com

ایسا کمزور نہ ہوا تھا کہ طمع اُسپر غالب آسکے۔ وہ سود خواری سے بھی مجتنب رہے۔ برعکس انکے ارباب ضرورت کا کام فی الحقیقت یا اون کے زعم کے مطابق روپیہ لئے بغیر نہ چل سکتا تھا۔ اضرورت نے اونکو مالی نقصان گوارا کرنے کے علاوہ شریعت کی خلاف ورزی پر بھی مجبور کردیا۔ کیونکہ جیسا کہ اکثر علماء کا بیان ہے سود دینا سود لینے سے کچھ کم شرعی گناہ نہیں۔ اور اس طرح سے سود دینے والے صاحب احتیاج خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق بن گئے لیکن ہمارے علما اور مجتہد ہمیشہ سود لینے کی مخالفت کرتے رہے۔ سود دینے سے لاکھوں مسلمانوں کی دینی و دنیوی بربادی اور قومی تباہی کو نہ کبھی محسوس کیا اور نہ کبھی اس کے مداوا کو سوچنے کیطرف توجہ کی اور مرور زمانہ سے یہ خرابی بڑھتی بڑھتی خوب زور پکڑ گئی۔ اور کروڑوں مسلمان اوسکا شکار ہوگئے اور ہو رہے ہیں۔ مگر یہ خرابی کبھی لاعلاج نہ تھی۔ اور علماء اور بادشاہان اسلام جب چاہتے اوسکا انسداد کر سکتے تھے۔ جس زمانہ میں اس قباحت کا آغاز ہوا تھا۔ اوسوقت کے علما سوالات و فروعات پر بالنفس بحث کرتے نہ رہتے اور لکیر کے فقیر رہنے کی بجائے اگر خداوند کریم کی عطا کردہ عقل و دانش سے کام لیکر اس مسئلہ ربا کے ہر پہلو پر صدق نیت اور محض قوم کی رفاہ و فلاح کیلئے غور کرتے تو اونپر یقیناً منکشف ہوجاتا کہ حضرت سرور انام کا ربا کو مبہم کہنا خالی از اسرار نبویہ اور باریتعالی کا اکل ربا کی ممانعت فرماتے وقت ربا کی ساتھ اضعافاً مضاعفۃ کا اضافہ کر دینا بلا وجہ نہیں تھا۔ اور پھر تھوڑی سی مزید غور کے بعد باغلب وجوہ اونکی وہی رائے ہوجاتی جو اسوقت بعض اکابر علما نے ظاہر فرمائی ہے کہ ربا سے مراد دوگنا چوگنا کرنا ہے۔ تجارتی شرح سود اس ممانعت میں داخل نہیں ہے۔ اور پھر اپنے اجتہاد سے اس تجارتی سود کی انتہائی شرح مقرر کردیتے جسکا یہی نتیجہ نہ ہوتا کہ قوم کی تصرف بیجا سے ہزاروں کروڑوں روپیہ اغیار کے پاس نہ جانے پاتا۔ بلکہ مسلمان متمولوں کو روپیہ دفن کرنے یا فضولیات پر اڑانے کی عادت نہ پڑتی اور وہ بصورت میں آکر جسکا بڑا حصہ لازمی طور پر تجارت و صنعت پر صرف ہوتا۔ قومی متمول کو وہ چند بڑھانے کا باعث ہوتا۔ اور مسلمانوں کو ہروقت روپیہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنے سے اوسکی ایسی محبت پیدا کرنے کا کہ اوسکا لمحہ کیلئے نظروں سے دور ہونا گوارا ہو جانے کی موقعہ نہ ملتا۔ اور بالآخر اس شرعی اجتہاد سے لاکھوں سود دہندگان شریعت کی خلاف ورزی کی الزام سے اور اسیطرح آخر کار سینکڑوں متمول سود خواری کو حرام سمجھنے کے باوصف اوس کو ترک کرنے کی طعن سے بچ جاتے۔ محبت زر کا ذکر آگیا ہے پر یہاں ضمناً یہ لطیفہ درج کر دینا بیمحل نہ ہوگا کہ جن اقوام کو مسلمان بندہ زر اور زر پرست [illegible] درہے یہ محبت ہے کہ ہر فیصدی منافعہ پر بلا تامل روپیہ کو اپنے پاس سے جدا کر دیتے ہیں۔ مگر مسلمان جو نہ صرف روپیہ بلکہ دنیا کو بھی جیفہ کہتے ہیں۔ اور دن رات روپیہ کو حقیر و ناچیز سمجھنے کے وعظ و نصائح کرتے رہتے ہیں انکے اکثر افراد معقول تجارتی منافع کے حصول کا یقین ہونیکے باوجود اس حقیر و ناچیز کو اپنی نظروں سے تو کجا بالعموم اپنے جسموں سے بھی ایک لحظے کے لئے جدا کرنا گوارا نہیں کرسکتے۔ اونکی جان گویا اس روپیہ میں بند ہوتی ہے۔ اور اُسے ہی دیکھ دیکھ کر جی رہے ہیں۔ اور یہ طفلانہ یا سفیہانہ محبت زر ہی ہماری قومی نکبت و پستی کا کچھ کم موجب نہیں ہمارے ہی

یہ محبت ہماری طبیعتوں میں کچھ ایسی راسخ ہوگئی ہے کہ تقریباً ہمارا کل مال زمین ہی میں دبو رہی ہے۔ کسی نے اگر ذرا حوصلہ کیا اور کلیجہ پر پتھر رکھکر روپیہ اشرفی کو دیکھ کہ جہالت سے ابھی تک قوم کا ایک حصہ سونا چاندی بلکہ صرف مضروبات کو ہی دولت سمجھ رہا ہے) خرچ کرنا منظور کیا تو وہ یہہ کریگا کہ جورو بچوں کی زیور بنوالیگا کہ خیر روپیہ اشرفی کی صورت میں نہ سہی میری دولت اس دوسری صورت میں تو میری آنکھوں کے سامنے جلوہ فگن رہکر دل کو تازگی اور آنکھوں کو تراوت بخشتی رہیگی۔ اگر کوئی صاحب اس سے دو چار قدم آگے بڑھے اور کسیقدر تجمل وشکوہ کا بھی خیال ہوا تو رہایش کیلئے پُر تکلف مکان بنالیا جس سے بڑی غرض آسایش ہرگز نہ ہوگی۔ بلکہ وہی مخفی و مکنون محبت زر جو غیر معلوم طور پر ہماری قوم کی رگ و ریشہ میں داخل ہوگئی ہے بس اصل مطلب یہی ہوگا خواہ اوس شخص کو خود یہہ محسوس ہو یا نہو کہ دولت میری آنکھوں کے سامنے دوسری حیثیت میں موجود رہے۔ اگر بڑی جرأت کی اور روپیہ سے فایدہ اوٹھانے کی بھی کچھ خواہش ہوئی تو اول تو محلہ میں ہی اور اگر وہاں نہ مل سکی تو با مجبوری اپنے شہر میں مکانات خرید لئے یا قرب جوار میں زمین مول لے لی مطلب یہ کہ دولت کسیطرح خاص اپنی آنکھوں کے سامنے رہے۔ اسکے برعکس اون قوموں کو دیکھو جنہیں ہم دنیا اور دنیا کی چیزوں سے نفور بلند خیال اور خدا کے خاص محبوب مسلمان عبد الدنیا والدنانیر کہتے ہیں کہ مالک لنڈن میں بیٹھا ہوا ہے اور اسکا کچھ روپیہ افریقہ کے ریگستانوں میں اور کچھ سائبیریا کے جنگلوں میں اور کچھ چین وماچین اور ہندوستان و آسٹریلیا کی کانوں ریلوں اور ہزاروں قسم کے دوسرے کارخانوں میں لگا ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ کیا ہم مسلمان روپیہ کی پرستش کر رہے ہیں۔ یا وہ لوگ جنکو ہم اسکا طعن دیتے ہیں۔

ان سب خرابیوں کی ابتدائی جڑ وہی غفلت ہے جو نور ایمان اور غیرت دینی کی کمزوری ہو جانے پر مسلمانوں کی پولیٹیکل طاقت میں بھی اضمحلال آجانیکے وقت پیدا ہوتی گئی تھی لیکن خوشی کا مقام ہے کہ قوم کے ایک حصہ کو اس کے انسداد کیطرف ہی توجہ نہیں ہوگئی۔ بلکہ بہت کچھ کر بھی دیا گیا ہے۔ خلافت عظمیٰ عثمانیہ نے مختلف زراعتی و تجارتی بنکوں کے قیام سے اس مسئلہ کو ہی نہیں حل کیا بلکہ دیگر اقطاع عالم کے مسلمانوں کے لئے بھی استفادہ کر سکنے کیلئے رستہ صاف کر دیا ہے چنانچہ ایران میں بھی اب بڑی سرگرمی سے قومی بنکوں کے قیام کی تحریک ہو رہی ہے اور یہہ ظاہر ہے کہ ان دونوں ممالک کی گورنمنٹیں جو شریعت غرا محمدیہ کی تابع ہیں علماء وقت کے استمزاج کئے بغیر اس کارروائی پر کاربند نہیں ہوسکتی تھیں۔ مزید برآں یہ گورنمنٹیں یا اونکے مشیر علماء معمولی اسلامی ریاستیں یا معمولی علما نہیں بلکہ اونمیں سے ایک مسلمانوں کے فریق اہلسنت وجماعت اور دوسرے اہل تشیع کی قایممقام ہے۔ اور ان دونوں کی نظیر سے امید ہے کہ ہندوستان کی شیعہ وسنت جماعت مسلمان بشرطیکہ بدبختی نے اونکو بالکل ہی دبوچ لیا ہو فایدہ اوٹھانے سے دریغ نہ کریں گے۔ اس امید کو مجوزہ بالا تحریر سے اور بھی تقویت پہنچ رہی ہے۔ اور قوی یقین ہوگیا ہے کہ قوم کے ایسے

روشن خیال مسلمان جب اس قومی نقصان کو محسوس کرنے لگ گئے ہیں تو وہ وقت دور نہیں کہ یہ اصحاب اوسکی اصلاح و تلافی پر بھی پوری سرگرمی سے کمربستہ ہو جائیں گے اور بہرحال یہ سمجھ میں نہ آئیگا کہ بنگلور کے اوس متمول مسلمان کی طرح جسکا ذکر ابھی ہو چکا ہے کسی اور مسلمان نے بھی خود تو بنک کے روپیہ کا سود نہ لیا مگر اوسکا روپیہ برابر سودی چلتا رہا۔ کیونکہ بنک کبھی ایسا بیوقوف نہیں بن سکتا تھا کہ جو روپیہ اوسکے پاس امانت بلا سود ہے وہ اوس سے فائدہ نہ اٹھاوے۔ بزرگان قوم ایسا شخص جو روپیہ سے فایدہ نہ اٹھاوے اور ہر سال اوسکی زکوٰۃ دیتا رہے یا زکوٰۃ اس روپیہ پر عاید ہوتی رہے اور اسطرح اس روپیہ میں مسلسل کمی واقع ہوتی رہے یعنی وہ ہر سال برباد ہوتا جاتا ہے۔ اور وہ اوسکا انتظام نہ کرے کیا ایسا شخص اون سفہا کی ذیل میں داخل نہ ہوگا جن کے حق میں خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا کیونکہ خداوند کریم نے تو زر و مال کو ہمارے قیام کا باعث بنایا ہے اور وہ اوسے ایسی بیدردی سے ضایع کر رہا ہے۔ ایسے لوگوں کو حضرت عمرؓ کے طریق عمل سے روشنی حاصل کرنی چاہیئے۔ ایک یتیم کا مال بیت المال میں جمع تھا۔ خلیفۃ المسلمین کو ایک دو سال اوسکی زکوٰۃ نکالنی پڑی تو اونہیں محسوس ہو گیا کہ اگر یہ روپیہ اسیطرح بے مصرف پڑا رہا تو یتیم کے بالغ ہونے تک اوسکا بہت سا حصہ زکوٰۃ میں نکل جائیگا۔ اور اس کمی کا مستوجب میں ہونگا۔ چنانچہ اونہوں نے اوسیوقت یہ روپیہ عمرو بن العاص کے حوالہ کر دیا کہ اسے تجارت پر لگاؤ۔ اس واقعہ سے روپیہ کو زیور وغیرہ پر خرچ کرنیوالے اصحاب بھی اگر چاہیں تو معقول عبرت حاصل کر سکتے ہیں جس عبرت پذیری میں میاں غلام نبی صاحب کی تحریر سے [illegible] اور بھی اضافہ ہو جائیگا۔ صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

"مینے آپکے مضمون کو جو اسلامی بنکوں کے قیام کی بارہ میں لکھا گیا تھا غور سے پڑھا۔ اور اوسکے مطالعہ سے مجھے یہ تحریک ہو رہی ہے کہ سود دینے سے ہماری قوم کو جسقدر زیر باری ہو رہی ہے اور دوسری قومیں [illegible] فائدہ اٹھا رہی ہیں یا اوسکی کسیقدر تشریح کر دوں اگر ایک روپیہ فیصدی ماہوار کی شرح پر ایک روپیہ سودی لیا جائے تو وہ سود کے حساب سے $6\frac{1}{4}$ برس میں اوسکے دو روپیہ یا $12\frac{1}{2}$ برس میں چار روپیہ $18\frac{3}{4}$ برس میں ۱۶-۲۵ برس میں ۳۲-۳۱ [illegible] $37\frac{1}{2}$ برس میں ۱۲۸-۱۰۰ الغرض ایکسو چھ برس میں اس ایک روپیہ کے ایک لاکھ ۳۱ ہزار [illegible] میں تین کروڑ پینتیس لاکھ چھپن ہزار چار سو تیس روپیہ ہو جاتے ہیں۔ تمام [illegible] ایک روپیہ بارہ روپیہ فیصدی کے سود در سود سے ڈیڑھ سو برس میں اسقدر کثیر رقم ہو جاتا ہے تو وہ بدبخت قوم جو سینکڑوں برس سے غیر اقوام سے سودی روپیہ لے رہی ہے اب تک کتنے بہم روپیہ اونکو دے چکی ہے۔ اور ایسی صورت میں مسلمانوں کا اسقدر ذلیل اور پست ہونا کیا کسیطرح بھی تعجب و حیرت کا موجب ہو سکتا ہے؟ ہمارے علماء کا بیان ہے کہ شریعت میں سود دینے اور لینے کا یکساں گناہ ہے بلکہ سودی تمسک کے لکھنے والے اور گواہوں اور فیما بین معاملہ کرانیوالوں سب کے لئے مساوی گناہ ہے۔

توپھر کمال تعجب ہے کہ جس بات سے دین و دنیا دونوں میں روسیاہی ہوتی ہو اوسکا ارتکاب تو بڑے فخر سے کیا جاتا ہے اور سودی روپیہ ملجانے پر خدا کا شکر کیا جاتا ہے کہ بارے ہماری عزت و آبرو قایم رہی بیاہ کارے بڑی مہربانی کی جو اب جس طرح ہو سکا اوسکا روپیہ بر وقت ادا کر دیا جائے کسی مولوی یا واعظ کو سود دینے کے برخلاف کبھی وعظ کرتے نہیں سنا گیا۔ حالانکہ سود دینے والا مالی نقصان کے علاوہ شریعت کا بھی گنہ گار ہو رہا ہے۔ برعکس اسکے یہ دیکھو سود خواری پر غصہ نکال رہا ہے بیشک سود لینے والا قابل طعن ہے لیکن دینے والا تو اوس سے کئی حصہ زیادہ قابل سرزنش ہے۔ ایسا شخص فقط اپنی ذات کو ہی نقصان نہیں پہونچا رہا بلکہ قومی ثروت کو بھی۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی کاروبار کے لئے روپیہ سودی لیتا ہے تو خدا سے دعا مانگتا ہے کہ خدایا میرے کام میں برکت ڈالیو مگر جب وہ شریعت کی خلاف ورزی کر رہا ہے تو اوس کے کام میں برکت کیسے ہو سکتی ہے۔ بیشک کئی ایسے شخص ہیں کہ جبتک اونہیں روپیہ نہ ملے وہ کوئی کاروبار بآسانی شروع نہیں کر سکتے۔ اور ایسی صورت میں اونکو مجبوراً سودی روپیہ لینا پڑے گا۔ وہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر ہم سود دینا قبول نکریں تو روپیہ کہاں سے کمائیں۔ لیکن اگر اونکو اسلامی دعوی ہے تو اول تو وہ شریعت کی خلاف ورزی سے بچنے کی حتی الامکان کوشش کریں۔ اگر بالکل ہی مجبور ہوں تو ممکن سے ممکن تھوڑی قسم لیکر سود کی بلا سے جلد مخلصی پانیکی سعی کریں۔ اگر وہ یہ خیال ہر وقت مرکوز خاطر رکھیں تو انشاء اللہ عزیز وہ جلد اس بلا سے چھوٹ جائیں گے اور آیندہ بفضل ایزدی فارغ البال ہو کر خاندان کی پرورش اور قوم کی خدمت کرنے کے قابل ہو جائیں گے بعض شخص یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر چار پانچ آنہ سیکڑہ پر روپیہ ملجائے تو یہ سود نقصان نہیں پہونچا سکتا۔ بیشک ایسے ملکا سود چنداں نقصان رساں نہیں ہوگا۔ لیکن یہ یقینی بات ہے کہ مسلمان خواہ کیسا ہی معتبر کیوں نہ ہو اوسے ایک روپیہ سیکڑہ ماہوار سے کم شرح پر شاذ و نادر روپیہ ملسکیگا۔ اہل ہنود کو دو آنہ چار آنہ چھوڑ مفت بھی روپیہ ملجائے تو تعجب نہیں مسلمانوں پر تو ایسی ادبار کی گھٹا چھا رہی ہے کہ اگر اونمیں کوئی متمول سود لینے پر بھی کمربستہ ہو جائے تو بشرطیکہ وہ اس فن میں ماہر ہو اسکو آٹھ آنہ سیکڑہ سے زیادہ سود نہ ملیگا۔ ورنہ مسلمان متمول کو عموماً ۲ ر سیکڑہ ہندو ساہوکاروں کے پاس روپیہ امانت رکھنے کا معاوضہ دینا پڑتا ہے۔ اخبارات میں بنگلور کے ایک متوفی مسلمان پر بتاسف اعتراض کیا گیا ہے کہ اوسنے بلا سود دس لاکھ روپیہ ایک بنک میں کئی سال جمع رکھا۔ میں کہتا ہوں کہ بارے اوس نے اس قدر عقلمندی تو دکھائی کہ اتنا روپیہ رکھوائی کا کوئی معاوضہ بنک کو نہ دیتا رہا۔"

مسئلہ تعلیم ۷ مارچ سنہ ۹۶ء کو مدراس یونیورسٹی کے کانووکیشن کے موقعہ پر ۳۰۰ امیدواروں کو بیچلر آف لاء (قانونی) ۱۲ کو اسسٹنٹ ان میڈیسن (ڈاکٹری) ۴۳ کو اسسٹنٹ ان ٹیچنگ (مدرسی) ۱۲ کو ایم اے اور ۴۸۹ کو بی اے کی ڈگریاں عطا ہوئیں۔ آنریبل جسٹس سر ابا ینا ایا جج ہائیکورٹ مدراس نے ایک نہایت ہی برجستہ اور شستہ تقریر کرکے گریجویٹوں کو نصیحت کی کہ نسبتاً کسیقدر اعلی تعلیم پالینے سے تم اپنے دلوں میں

Marfat.com

یہ نہ سمجھو کہ اب ہماری شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ ہم کوئی معمولی یا چھوٹے چھوٹے کام اختیار کرلیں۔ اسمیں کلام نہیں کہ موجودہ طرز تعلیم ہی کا یہ تقاضا ہے کہ اکثر نوجوانوں کے دلوں میں غریبانہ پیشوں سے جنمیں دستی محنت یا گھر سے باہر نکلکر کام کرنا پڑتا ہے نفرت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اور خالص ذہنی اور منشیانہ مشاغل کی خواہش بہت بڑھتی جارہی ہے۔ مگر یہ نفرت اور خواہش تابکے۔ ہر سال تعلیم یافتوں کی تعداد اسقدر بڑھ رہی ہے کہ بہت ہی جلد وہ ضرورت سے نہایت زیادہ ثابت ہوگی۔ اور ہماری ہندوستانی تعلیمیافتوں میں سے بہت بڑی تعداد کو ناچار سابق الذکر پیشے اختیار کرنے پڑیں گے۔ اسلئے مَیں آپ صاحبان کو نصیحت کرتا ہوں کہ تمھارے سامنے کوئی بھی شریفانہ کام پیش کیا جاوے۔ تم اوسے فوراً قبول کرلو۔ میرے خیال میں یہودیوں کی اِس طریقہ تعلیم کو ہندوستان میں رواج دینا نہایت ہی مفید ثابت ہوگا کہ ایک خاص عمر تک طلبا کو سکول کے وقت میں بلاناغہ کچھ دستی محنت کے کام بھی سکھائے جاویں۔ تاکہ اونکے دلوں میں محنت کی قدرومنزلت پیدا ہو۔ آپ صاحبوں کو یہ خیال باطل ہے اپنے دماغوں سے نکالدینا چاہئے کہ ہم جس پیشہ کو اختیار کریں۔ اسمیں قدم رکھتے ہی۔ اوسکی اعلیٰ منزل پر پہونچے ہوئے ہوں۔ نہیں اسکے برخلاف آپکو اپنی آرزؤں میں اعتدال اور معقولیت پسند ہونا چاہیئے کہ ادنی ادنی مراتب ہی سے بتدریج جلیل القدر مدارج تک پہونچ سکتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی خیال رہے کہ کہیں مُردہ دل نہ بن جاؤ۔ اور آئندہ ترقی سے مایوس ہوکر قناعت کا سہارا لیکے ہمت و جرأت کو خیرباد نہ کہدو۔ بلکہ ترقی کا عزم بالجزم کرو۔ اپنی طبیعت پر قابو رکھو۔ اُسے نیک کاموں کی طرف راغب اور بیہودہ امور سے متنفر بناؤ۔ دوسروں کی متابعت کرنا سیکھو۔ بڑے فرعون ہی نہ بنے رہو۔ تنگدلی اور محدود الخیالی کو چھوڑ کر اپنے ابنائے جنس کے ساتھ وسیع پیمانہ پر فیاضانہ ہمدردی کرنے کی خو ڈالو۔ خود مائیگی اور کبیدہ خاطری کو ان خیالات کو اپنے نزدیک نہ پھٹکنے دو کہ ہر ایک شخص اپنا ہی بھلا چاہتا ہے۔ دوسروں سے اِس سے فیض نہیں پہونچسکتا۔ ”خذ ما صفا دع ما کدر“ پر عامل بنے رہو۔ فیاض متحمل۔ ہمدرد۔ مخیر اور نرم مزاج بننے کی عادت ڈالو۔

گریجوئیٹوں کو یہ بے نظیر نصائح کرنے کے بعد جج صاحب ممدوح نے تمام حاضرین جلسہ کو مخاطب کرکے تعلیم نسوان کی اشد ضرورت کو بڑے پرزور الفاظ میں بیان کیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ ہم دلیسیوں کو اپنی مستورات کی دلوں۔ اور قوائے ذہنیہ کو بے کار رکھنے اور محض جاہل اور ان پڑھ رکھنے سے۔ جو بہت بڑی اخلاقی۔ ذہنی۔ اور روحانی نقصانات پہونچ رہے ہیں وہ دانشمندوں سے پوشیدہ نہیں۔ ہماری عورتیں دیگر ممالک کی مستورات سے قوائے ذہنی میں کسیطرح کم نہیں۔ انہیں حیوان مطلق بنائے رکھنا ہمکو میدان ترقی میں کبھی آگے بڑھنے نہ دیگا۔ ہر ایک نسل کی بہبودی اور ہر ایک قوم کی عظمت صرف اسپر منحصر و موقوف ہے کہ ماؤں کو تعلیم یافتہ بنایا جاوے“

آنریبل جج کے برجستہ الفاظ۔ شستہ خیالات۔ اور بے عدیل تقریر پر ہمارے کسی ریمارک یا رائے کی ضرورت نہیں ہم ان سے بڑے ادب کے ساتھ صرف اسقدر دریافت کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ جب یہ امر مسلم ہوگیا ہے کہ تعلیمیافتوں

Marfat.com

کو آخر کار دستی محنتیں کرنی پڑیں گی تو کیا یہاں یہ سوال نہیں پیدا ہو سکتا کہ پھر انکو یہی اسے اعلیٰ تعلیم کرنیکی ضرورت ہی کیا ہے؟ صاحب موصوف سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ ڈگری یافتہ ہندی طالب علم کے کل قوائے طرح تو اسے خیرباد ہی کہہ چکے ہوتے ہیں۔ اور وہ صرف ایک مشت استخوان باقی رہ جاتا ہے کیا یہ بات حیرت میں نہیں ہے کہ جو امور دیگر ممالک میں ناممکن یا فضول مان لئے گئے ہیں۔ وہ ہندوستان کے لئے ضروری یا مباح قرار دئیے جاویں یورپ و امریکہ کی یونیورسٹی کالجوں میں جج صاحب شاید ایک شخص بھی ایسا نہ دیکھ سکیں گے۔ جو آخر کار دستی محنت سے پیٹ کے لئے اعلیٰ تعلیم حاصل کرتا ہو۔ برعکس اس کے جن لوگوں نے دستی محنت تجارت۔ زراعت یا کلرکی وغیرہ سے اپنی معاش کرنی ہوتی ہے وہ فقط ابتدائی یا درمیانی تعلیم حاصل کر لینے پر جس سے وہ دس دس بارہ بارہ برس کی عمر میں فارغ ہو جاتے اپنے حسب منشا پیشوں کو اختیار کر لیتے ہیں جنہیں چند برس پرانٹسی (اُمیدواری) کرنے پر بیس اکیس برس کی عمر تک پہونچتے پہونچتے ماہر اور آزادی سے اپنا کام چلانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اور کالج میں صرف وہی طالب علم اعلیٰ تعلیم پاتے ہیں جنکو روٹیوں کا کوئی فکر نہ ہو یعنی امرا اور جاگیرداروں اور متمولین ہی کے لڑکے عموماً اعلیٰ تعلیم کے حصول کی کوشش کرتے ہیں اس سے فارغ ہو کر اگر کوئی ممتاز عہدہ مل گیا تو خیر۔ ورنہ گذارہ کے لئے کافی وسایل موجود ہوتے ہیں ناظرین جانتے ہونگے کہ سال جو ساٹھ ستر سے سولین انگریز انگلستان سے ہندوستان میں آتے ہیں انہیں کبھی کسی سال تک ایک گریجویٹ کا نام بھی نہیں دیکھا جاتا اور یہی کیفیت آپ ڈاکٹری۔ انجنیری وغیرہ دیگر صیغوں میں پائیں گے حتیٰ کہ ولایت کی وکلا میں بھی شاید ہی کسی گریجویٹ کا نام مل سکے پس جب انگلستان اور امریکا جیسے مہذب اور اعلیٰ تعلیم کے قدردان ملکوں میں یہ کیفیت ہو تو کیا غریب ہندوستان ہی کی قسمت ہے کہ خود وانکے اپنے ناصحین ہی نوجوانوں کی عمریں برباد کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں کیا ان غریب گریجویٹوں کا سب سے عمدہ حصہ غیر کار آمد تعلیم میں صرف کر دینے کے بعد ہی جج صاحب یہ ارشاد فرما سکتے تھے کہ اب دستی محنت کرو۔ ہل جوتو کاشتکاری کرو۔ کلرک بنو۔ یا اسی قسم کی کوئی اور کام اختیار کرو اگر یہی نصیحت انکو اوایل میں دیجاتی تو کم وہ اپنی صحت۔ اپنا روپیہ بلکہ اپنی تمام عمر ضایع ہونے سے بچا لیتے یہ کیسی سخت افسوس کی بات ہے کہ ایک تو ہندوستان پہلے ہی سے ناداری افلاس اور اسی طرح کے دیگر بیشمار مصائب اور بلیات کا شکار ہو رہا ہے اور پھر تھوڑی پر سودوری اور اس کے نوجوانوں کو تعلیم کے بہانے سے کچھ کا کچھ بنایا جاتا ہے۔ اور اس بے سود اور نکمی تعلیم کے لئے وسیعوں کا روپیہ بھی ضایع کیا جا رہا ہے۔ بات پر کیوں زور نہیں دیا جاتا کہ اعلیٰ تعلیم صرف انہیں لوگوں کو دیجائے جنکا منشا اوس سے معاش پیدا کرنیکا نہ ہو۔ اور جو ذہنی قوا کی نشو و نما کے لئے اوسے حاصل کرتے ہوں۔ جو تعلیم آجکل یونیورسٹی کالجوں میں دی جاتی ہے۔ وہ نہ اعلیٰ ہے نہ اد بلکہ محض ایک محنت ضایع کرنیکا بہانہ ہے۔ اسلئے بجائے اس کے کہ ہم اوسے اعلیٰ تعلیم کہیں کالجی تعلیم کہنا زیادہ موزوں ہے اور یہہ موجودہ کالجیٹ تعلیم قوائے ذہنی کی ترقی کے لئے بھی کچھ کارآمد نہیں ہو سکتی۔ بلکہ انہیں اور مضمحل کر دیتی ہے منا ہے کہ ان لوگوں کو جنہیں اپنے گذارہ کے لئے کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کرنا ضروری ہو فقط اس پیشہ کی ضروریات کی

Marfat.com

تعلیم دیجاوے نہ کہ فضول و باطنی مضمونوں میں انکا ستیاناس کر دیا جاوے۔ یہ مضمون اسقدر وسیع ہے کہ ہم اس مختصر سی جگہ میں اسپر پوری بحث نہیں کر سکتے۔ اس ضمن میں ہمارے موجودہ طریقہ تعلیم کے ہر ایک پہلو پر بحث کرنا اور یہ جتانا لازمی ہے کہ ہندوستانیوں کے مختلف فرقوں کے لئے کون کون سی اور کس کس طرح کی تعلیم ضروری ہے؟ اسلئے ہم اسے کسی آئندہ وقت پر اٹھا رکھتے ہیں۔

رڑکی کالج اور اوس کے تعلیم یافتوں کی روز افزوں قدر و منزلت

انجنیرنگ کالج رڑکی کے کامیاب طلبا کو بتاریخ ۲۴ مارچ سرٹیفکیٹ اور انعامات عطا کئے گئے۔ پرنسپل صاحب نے اختتامی تقریر میں بیان کیا کہ علاوہ اوس تعداد کے جسکے لئے گورنمنٹ نے گارنٹی کی ہوئی ہے سال مختتمہ ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء میں ہمسے مندرجہ ذیل آسامیوں کے پر کرنیکی درخواست کیگئی۔ انجنیر ۱۴۔ اعلیٰ سب انجنیر ۲۔ ادنیٰ سب انجنیر اوور سیر مستری نقشہ نویس وغیرہ ۱۳۷ یعنی کل ۱۵۱ درخواستیں موصول ہوئیں جنمیں ہم صرف ۱۵ آدمی مہیا کر سکے۔ اور یہ تعداد اسطرح سے پوری کیگئی کہ کئی ایک ایسے شخص بھیجے گئے جنہوں نے تعمیرات کا میں عملی تجربہ حاصل کیا ہوا تھا مگر کالج کی تعلیم یافتہ تھے۔ علاوہ ان شخصوں کے جو خاص ہندوستان میں متعین ہوئے ۱۳ ممباسا یوگنڈا ریلوے کی ملازمت کے لئے مشرقی افریقہ بھیجے گئے اور آئندہ میں آٹھ شخص اور وہیں روانہ کئے جائیں گے۔

آج ہم اب اوور سیری جماعت کے ۳۴ کامیاب طلبا کو سرٹیفکیٹ عطا کرینگے۔ اور ۴۴ امیدوں کے لئے سب اوور سیر مہیا کرنے کی درخواستیں پہنچ چکی ہیں۔ یہ تعداد مندرجہ بالا ۱۵۱ کی تعداد میں شامل نہیں ہے اور نہ اسمیں کوئی ایسی تعداد شامل ہے جسکی گورنمنٹ نے گارنٹی کی ہوئی ہے۔ مگر ان درجوں کے واسطے فرمایش کنندگان جسقدر درخواستیں بھیجتے ہیں۔ وہ سب یہی تاکید کرتے ہیں کہ آدمی بھیجے جاویں جنکو تھوڑا بہت کچھ عملی تجربہ بھی ہو۔ اس سے طلبا سمجھ سکتے ہیں کہ کالج چھوڑنے کے بعد انکو ہر وقت اپنی حالت ترقی کرنیکے لئے کوشاں رہنا چاہئے۔ انجنیرنگ کلاس میں سب سے اول مسٹر سکاٹ صاحب ہیں جنکو علاوہ فوٹوگرافی کی آنرز میں تمغہ اور ایک ہزار روپیہ نقد انعام ملا جو صاحب ان سے دوم رہے انکو ۲۵۰ روپیہ کا انعام اور ریاضی میں تمغہ ملا۔ تیسرا شخص بھی یورپین رہا۔ البتہ چوتھی نمبر پر مسٹر تری لوک ناتھ ایک دیسی طالب علم پاس ہوا جسے رائے بہادر گھنیا لال کا طلائی تمغہ اور فوٹوگرافی کے لئے نقرئی تمغہ عطا ہوا۔ اپر سب آڈنیٹ کلاس (اعلیٰ جماعت ماتحت) میں ۱۹ طلبا کو سب انجنیری کا سرٹیفکیٹ ملا۔ پہلی دس طلبا علے ترتیب لیاقت یورپین ہیں اور گیارہواں شخص دیسی ہے جسکو دیسیوں میں اول رہنے پر رائے بہادر گھنیا لال کا طلائی تمغہ ملا۔ اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ فیض الحسن نامی ایک مسلمان طالب علم ہے۔ لوئر سب آڈنیٹ کلاس (ادنیٰ جماعت ماتحت) میں لالہ جیونل ٹیکچند اول اور بہاری لال دوم رہے۔ کل انعام مسز اوٹلی صاحبہ نے تقسیم کئے۔

تقسیم انعامات و عطائی سندات کے بعد پرنسپل صاحب نے طلبا کو مخاطب کرکے نصیحت کی کہ اس کالج میں داخل ہونے سے طلبا اپنے سکولوں یا جماعتوں میں کہ صرف انہی وجوہات سے وہ عموماً یہاں داخل ہوتے ہیں۔ استادوں اور

افسروں کی زیر نگرانی رہتی ہیں۔ اور پھر اس کالج میں اونکو چال چلن اور درستی اخلاق کی جیسی ...
ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ مگر اب تم لوگ یہاں سے رخصت ہوتے ہو اور آیندہ کے لئے تمکو اپنی پر ہی بھروسا کرنا پڑیگا ...
کہ اپنے طریق عمل و دیانت داری سلامت روی اور جانفشانی و محنت سے اپنے افسروں اور اپنے ماتحتوں کا اعتماد و بھروسہ
حاصل کرنے میں کوشش کرتے رہو"

ہم یہانپر اسقدر ذکر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس مفید اور کار آمد شعبہ تعلیم کیطرف سے شمالی ہندوستان کے نوجوانوں کا تغافل اور لاپروائی کچھ کم قابل افسوس نہیں ہے۔ پرنسپل صاحب کی تقریر سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس فن کے تعلیم یافتوں کے لئے ہر وقت اسقدر مانگ رہتی ہے کہ وہ پوری نہیں کیجا سکتی۔ اسلئے ہم ان نوجوانوں سے جو کہ بی۔ اے آرٹس کی تعلیم پاکر دل و دماغ کو کھو بیٹھتے ہیں۔ اور پھر برسوں ملازمت کی لئے سرگرداں پھرتے رہتے ہیں۔ یہ دریافت کرتے ہیں کہ وہ کیوں اس صیغہ کیطرف توجہ نہیں کرتے۔ ہمارے خیال میں ان لڑکوں کو جو محض حصول ملازمت کی لئے تعلیم پا رہے ہیں۔ آرٹس کی ڈگریوں کے پیچھے پڑنا بالکل فضول بلکہ سخت مضر ہے۔ انکو انٹرنس یا ایف اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس کالج کیطرف متوجہ ہونا چاہیئے۔

جہاں وہ حسب استعداد اور لیاقت مستری اور نقشہ نویسی کی جماعت سے لیکر انجنیری کی جماعت تک میں داخل ہو سکتے ہیں۔ شاید یہاں کوئی یہ اعتراض کرے کہ ایک کالج میں اسقدر گنجایش کیونکر ممکن ہے کہ وہ تمام طلبا جو آجکل بغرض حصول ملازمت تعلیم پا رہے ہیں۔ اوسمیں داخل ہو سکیں اور بالفرض ایسی گنجایش نکل بھی سکے تو بڑی خرابی کی بات یہ ہے کہ تھوڑے ہی برسوں میں حالت موجودہ بالکل بدلجائیگی۔ اور مانگ سے ذخیرہ بڑھ جائیگا۔ اور پھر متلاشیان روزگار کی حالت جیسی اب ہے ویسی ہی رہی ہو جاویگی۔ مگر ان دونوں اعتراضوں کا جواب بہت سہل ہے۔ انجنیرنگ کی تعلیم کے واسطے طلبا میں چند ایک خاص قابلیتیں موجود ہونا لازمی ہیں۔

اس صیغہ میں صرف وہی طالب علم کامیابی سے تعلیم پا سکتا ہے جسکی دماغ کو ریاضی کے ساتھ خاص مناسبت ہو۔ خط صاف اور ستھرا ہو اور ساتھ ہی اسکی صحت مضبوط ہو۔ پس جن طلبا میں یہ قابلیتیں نہ ہونگی یا کم ہونگی وہ رڑکی کالج کے امتحان داخلہ ہی میں چھٹ جائیں گے۔ اور صرف وہی کالج میں داخل ہو سکیں گے جنمیں یہ خوبیاں ایک کافی حد تک موجود ہونگی اور جو شخص ناکام رہیں گے انہیں صرف چند مہینوں کی محنت کا افسوس ہوگا۔ مگر ساتھ ہی اونکو اپنی دماغی اور عملی استعداد اور جس شعبہ کے وہ قابل ہوں اس سے آگاہی حاصل ہو جاوے گی۔ اس انتخاب کے بعد بھی اگر رڑکی کالج ضروریات ملک کو مکتفی نہ ہو تو پرائیویٹ چندوں سے انجنیرنگ اسکول جا بجا قایم کئے جا سکتے ہیں۔ یا موجودہ پرائیویٹ مدارس میں چند ایک بالکل ہی انجنیرنگ اسکول بنائے جا سکتے ہیں۔

اسیطرح سے دوسرا اندیشہ بھی ایک معمولی وہم سے بڑھ کر وقعت نہیں رکھتا۔ خاص ہندوستان میں قوم کی ترقیات

Marfat.com

کی بھی استعداد گنجایش ہے کہ اوس کے قدرتی زراعتی و صنعتی وسائل کو بارہ ور کرنے کے لئے جو کچھ اندنوں کوششیں ہو رہی ہیں۔ وہ اگر یکقلم دس گنا زیادہ پیمانہ پر کردیجائیں تو بھی کم ازکم ایک صدی تک افراط کو درجہ تک نہیں پہنچ سکتیں اور نہ اون وسائل میں ہی کچھ کمی واقع ہوسکتی ہے۔

ہندوستان جبتک انگریزی یعنی مہذب گورنمنٹ کی ماتحتی میں ہے تب تک برابر ریلیں۔ نہریں۔ تار برقیاں کارخانے۔ اور تعمیرات عامہ وغیرہ روزافزوں ترقی پر تیار ہوتی رہیں گی۔ اور جوں جوں ماہران فن انجنیری کی تعداد بڑھتی جائے گی۔ ویسے ہی انکی کھپت کے واسطے نئے نئے کام موجود ہوتے اور بہم پہونچتے جائیں گے۔ بفرض محال اگر ہندوستان میں نئے کام ضروری یا مطلوبہ رفتار پر بہم نہ پہونچ سکیں تو افریقہ۔ افغانستان اور ایران وغیرہ نیم یا غیر مہذب ممالک کا ایک عظیم الشان وسیع میدان انجنیروں۔ اور سیروں۔ نقشہ نویسوں اور مستریوں کے لیے کھلا ہے۔ بس ہمارے ملک کے نوجوانوں کے لئے حصول معاش اور ترقی کے لئے ابھی بہت سے وسایل موجود ہیں۔ اگر وہ پست ہمتی یا غفلت کی باعث ان سے متمتع نہوں تو ہمیں گورنمنٹ یا دوسروں کا کیا قصور۔ خود ہمت کریں۔ قابلیت پیدا کریں۔ اپنا نفع نقصان سوچنے کی تکلیف گوارا کریں۔ پھر دیکھیں کہ انکی ترقی کیواسطے کتنے وسیع میدان موجود ہیں۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن ؎

ڈیرہ دون کا مدرسہ جنگلات اور مسلمان نوجوان

ڈیرہ دون کے مدرسہ جنگلات میں اب کے سال اعلیٰ جماعت کے ۲۷ اُمیدواروں میں سے ۲۹۔ اور ادنیٰ جماعت کے ۱۸ اُمیدواروں میں سے پانچ کامیاب ہوئے ہیں مسٹر سمائتھہ یعنی صاحب ڈپٹی ڈایرکٹر جنرل جنگلات کی ہمصاحبت نے بمقام ڈیرہ دون یکم اپریل کو ایک عظیم الشان جلسے میں جس میں مسٹر رین ٹراپ خصوصی اور مسٹر ہل صاحب قائمقام ڈایرکٹر جنرل جنگلات اور دیگر معزز انگریز شامل تھے۔ انعام اور سرٹیفکیٹ عطا فرمائے۔ کامیاب اُمیدواروں میں صرف مسلمان حاتم طائی کا نام لکھا گیا ہے۔ ممکن ہے کوئی اور بھی ہو مگر انعام حاصل کرنیوالوں میں قطعی طور پر ایک بھی مسلمان نہیں۔ چار طلبا کو جنگلات پر مضمون لکھنے کے لئے نقد انعام ملا جنمیں تین ہندو اور ایک انگریز تھا۔ تمغہ پانے والے بھی سب کے سب یا تو انگریز تھے یا ہندو۔ مدرسہ کے پاس شدہ طلبا کے لئے عہدے بہم پہونچانیکا ذمہ گورنمنٹ نے لیا ہوا ہے۔ مگر بھی افسوس ہے کہ مسلمان نوجوانوں نے اس صیغہ کی طرف اب تک مطلقاً کوئی توجہ نہیں کی ہم پوچھتے ہیں کہ جب اس قسم کی موجودہ ... ہندو اور انگریز تو تمام فوائد عظیمہ حاصل کر رہے ہیں متمتع ہونے کے لئے ذرہ بھر ہمت نہیں کرتے تو پھر یہ فضول غل غپاڑہ کس لئے مچا رکھا ہے ؎

و من طلب العلی من غیر کد ٭ اضاع العمر فی طلب المحال

مسلمانوں میں اول تو ابھی عام تعلیم ہی نہیں پھیلی۔ پھر اسپر جن لوگوں کو کچھ ہوش آگیا ہے وہ اندھا دھند سکول اور آرٹس کی تعلیم کے شیدائی ہو رہے ہیں۔ اور اس سے آگے اونکی نظریں تجاوز نہیں کرتیں۔ حالانکہ

Marfat.com

آرٹس کی تعلیم کے علاوہ اور بھی چند ایسی تعلیمیں ہیں جو ہندوستان میں حاصل ہو سکتی ہیں اور جنکو حاصل کر کے ان ہندو بھائی (جنہیں انگریزی ہندو مصر ارجن بھولا بھالا اور سادہ لوح دگنا بھگت بتاتا ہے) نہ صرف اپنے ذاتی فوائد میں کامیاب ہو رہے ہیں بلکہ اپنے بیشمار ہندو بھائیوں کی روزی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ کیا ہم ہر روز مشاہدہ نہیں کر رہے کہ ایک بھولا بھالا سادہ لوح ہندو انجنیر ہزاروں روپیہ جمع کر لینے کے علاوہ کئی ہندو اوورسیروں سپروائزروں سیکڑوں ہندو ٹھیکیداروں۔ ہزاروں ہندو خلاصیوں اور قلیوں وغیرہ کا رزق رسان بنا ہوا ہے اور اگر اس کے ماتحت کسی کو روکھی سوکھی روٹی نصیب ہو رہی ہے تو وہ اس کے بھی چھیننے کی فکر میں ہے۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ مسلمان بھی کامیاب ہونے کے لیے اسی قسم کی سادہ لوحی اختیار کر لیں یا کر سکیں گے۔ کیونکہ وہ کسی لائق ہو کر بھی اپنے بھائیوں کی کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ البتہ اسقدر ضرور ہوگا کہ وہ دربدر کی سرگردانی سے بچ جائیں گے جہاں ہم مسلمانوں کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ وہ ان ضروری شعبوں سے مستفید ہونے سے بالکل غافل نہ بیٹھے رہیں۔ وہاں دوسری طرف گورنمنٹ کی خدمت میں بھی اسقدر عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ واقعات سے یہ امر ثابت ہو گیا ہے۔ کہ جن مدرسوں میں صرف اہل ہنود ماسٹر اور مدرس ہوتے ہیں۔ وہاں مسلمان طلباء کے ساتھ اچھا سلوک نہیں ہوتا۔ چنانچہ حاطہ بمبئی کے تمام سرکاری مدارس زبان حال سے اس امر کی شہادت دے رہے ہیں۔ دیگر مقامات میں بھی بہت سی نظائر ایسی دیکھنے اور سننے میں آئی ہیں جنسے ہندو ممتحنوں اور ماسٹروں کا مسلمانوں کے ساتھ خاص تعصب ثابت ہے۔ لاہور کے متعصب ہندو پرچہ (ارجن) نے جسکا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ ایک مضمون میں علیگڈہ کالج کے برخلاف بہت کچھ زہر اگلا ہے کہ وہ صرف مسلمانوں کا مدرسہ ہے۔ اور خود اسکا نام بتا رہا ہے کہ وہ محمڈن کالج ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر اسمیں صرف مسلمان طلباء ہی کو تعلیم دیجائے تو کوئی اعتراض کی بات نہیں حالانکہ بخلاف اس کے ۱۸۷۵ء سے ۱۸۹۵ء تک کا نقشہ تعداد طلباء صاف بتا رہا ہے کہ سوائے سال اول کے کبھی ہندو طلباء کی تعداد کبھی کم نہیں رہی۔ چنانچہ ۱۸۹۵ء میں اگر مسلمان طلباء ۷۵ تھے تو ہندو ۱۰۹۔ کیا اخبار مذکور خالصہ کالج اور آریہ کالج میں کسی مسلمان کا نام بتا سکتا ہے؟

کلکتہ میں ایک مسلمان بی اے۔ ایم اے کے امتحان میں سنسکرت لینا چاہتا تھا۔ مگر ہندو کالج کے منتظم نے اسے داخل نہ کیا۔ اسیطرح ایک مسلمان ڈاکٹر کی لڑکی کو زنانہ سکول میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی گئی۔ جہاں تک ہم دیکھ رہے ہیں ہندو مدرسین کا یہ تعصب پرائیویٹ مدارس تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ سرکاری مدارس میں بھی انکا متعصبانہ رویہ حد اعتدال سے تجاوز کر گیا ہوا ہے۔ جب یہ حالت ہے تو گورنمنٹ کا ایسے مدارس کے سٹاف میں جو اپنی نوعیت میں کل ہندوستان کے اقوام کے مفاد اور تعلیم کے لئے قائم کئے گئے ہیں۔ (مثلاً طامسن رڑکی کالج۔ ڈیرہ دون سکول جنگلات) یورپین پروفیسروں کے سوا محض ایک فرقہ یا قوم کے مدرس مقرر کرنا دوسری اقوام کی صریح حق تلفی ہے۔ جسکا گورنمنٹ کو اگر وہ اپنی رعایا کے جمیع فرقوں کے حقوق کی مساوی نگہداشت کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے۔ فوراً تدارک کرنا چاہئے۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے طامسن کالج

رڑکی میں شاید ایک بھی مسلمان ماسٹر نہیں۔ اور ڈیوڑھن ڈسٹرکٹ سکول کے سٹاف میں بھی تیرہ مدرسین میں سے سات یورپین دو بنگالی اور چار ہندو ہیں شاید چپڑاسی تک بھی ہندو ہی ہوں۔ اگرچہ ہمارے نزدیک ان سکولوں کی تعلیم میں حصہ لینے کے زیادہ تر قصوروار خود مسلمان ہی ہیں۔ مگر متذکرہ بالا امور بھی ایک حد تک مسلمانوں کو ان مدارس میں داخل ہونیکی بابت کچھ مانع رہے ہیں۔ اور اب بھی ہیں۔ یورپین صاحبان کی نسبت ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ انہیں مسلمانوں کے ساتھ کوئی خاص عناد ہے۔ ہاں انمیں اسقدر کمزوری ضروری ہے کہ وہ اپنے خوشامدی اور عیار پیشکاروں اور ماتحتوں کی باتیں ایسی کچھ جاتے ہیں کہ وہ انہیں موم کی ناک کیطرح جدھر چاہتے ہیں پھیر لیتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اکثر یورپین صاحبوں کی ناتجربہ کاری سے سادہ لوح بھولے بھالے ہندو ماتحتوں اور پیشکاروں کے دام تزویر میں پھنسے ہوئے ہیں۔ بدقسمت مسلمانوں کو بہت کچھ نقصان پہنچ رہا ہے۔ اسلئے جس طرح ہم مسلمان نوجوانوں کو ان دو ضروری صیغوں کیجانب مائل ہونیکی تاکید کرتے ہیں۔ ویسے ہی اپنی مہربان گورنمنٹ کی خدمت میں بھی مودبانہ التماس کرتے ہیں کہ وہ ان مداخلات کے دور یا کم کرنیکی کوشش کرے جو مسلمانوں کے ان صیغوں میں مستفید ہونیکے سد راہ ہو رہے ہیں۔

کالجی تعلیم کے نقصان

انگلستان کے مشہور ہفتہ وار اخبار سپکٹیٹر نے مندرجہ بالا عنوان پر ایک نہایت ہی برجستہ مضمون لکھا ہے جس سے ہمارے ان مضامین کی جو ۶ اور ۱۳ ماہ حال کے وکیل میں ہندوستان کی موجودہ تعلیم کی نسبت تحریر کیے جا چکے ہیں۔ پوری پوری تائید ہوتی ہے۔ ملاحظہ ناظرین کیلئے ہم مضمون مذکور کا ترجمہ کر دینا نہ صرف اسلئے ضروری سمجھتے ہیں کہ آجکل اس مسئلہ کو ہندوستان کے نوجوانوں کے پیش نظر رکھنا نہایت لازمی ہے بلکہ اسلئے بھی کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ انکو جو خادم اور انکی خیر خواہ اخبار نے جو کچھ اس بارہ میں گذارش کیا وہ محض اسی کی رائے نہیں بلکہ انگلستان کے ملکی ہمدردوں نے بھی مدت کے بعد اب قریب قریب یہی رائے قایم کرلی ہے۔

مضمون محولہ بالا کو درج کرنے سے پہلے اتنا عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہماری کسی تحریر کا یہ نتیجہ نہ نکالا جائے کہ ہم عام یا اعلی تعلیم کے مخالف ہیں۔ اور اس کی ترقی و توسیع کو روک دیے جانے کی سفارش کرتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں ہوا اور نہ ہے۔ بلکہ بخلاف اسکے ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہندوستان میں ابھی اعلی تعلیم اور ... کی بہت کمی ہے۔ اور اس کمی کو پورا کرنے کیلئے بہت ہی بڑی جد و جہد کی ضرورت ہے۔ موجودہ تعلیم پر کسی کا بھی یہ اعتراض نہیں ہوا کہ وہ غیر ضروری ہے۔ البتہ شکایت ہے تو محض اسقدر کہ ملک کی ضروریات کو پورا کرنیکے لئے موجودہ طریقہ تعلیم بہت ناکافی ہے۔ اور یہ ملک کی بدقسمتی سمجھنی چاہئے کہ دیگر ضروری اور نہایت ضروری صیغہ ہائے تعلیم کیطرف سے لاپروائی کر کے اسی طریقہ کو دن بدن زیادہ رواج دینے میں سرگرمی دکھلائی جاتی ہے۔

دنیا میں سب سے مقدم فکر معاش ہے بقول شیخ علیہ الرحمۃ کے پراگندہ روزی پراگندہ دل۔ اسلئے ضرور ہوا کہ اول

روزی کا ذکر کیا جائے جسکا سب سے عمدہ ذریعہ ہمارے نوجوانوں نے کئی ایک وجوہات سے جنکا یہاں محل نہیں۔ سرکاری ملازمت کو سمجھ رکھا ہے۔ اور اسی کا حصول انکے دلوں میں موجودہ تعلیم کو حاصل کرنیکی تحریک پیدا کرتا لیکن یہ ثابت ہوگیا ہے کہ اب موجودہ تعلیم جو ایک ہی قسم کی ہے روزی بہم پہونچانیکا ذریعہ نہیں ہوسکتی۔ اس لیے ضرور ہوا کہ ملک کے مختلف فرقوں اور جماعتوں کی حسب حال ایسی مختلف تعلیم و تربیت کو ملک میں جاری کیا جاتا جو اونکے لیے مفید اور کارآمد ہوسکتی لیکن ایک عقل کا اندھا اور تقلید کا فدائی ہندوستان ہی ہے کہ اس امر کو جو بیشک آج سے پچاس برس پہلے اونکے لیے ضروری اور کارآمد ہوسکتا تھا۔ اب بھی سب ضروری اور کارآمد ہوسکتا تھا۔ اب بھی سب ضرورتوں کے لیے مکتفی تصور کررہا ہے۔

جس وقت لارڈ میکالے نے مغربی علوم اور انگریزی علم ادب کو ہندوستانیوں کے واسطے ضروری قرار دیا تھا۔ اس زمانہ کے واسطے انکی یہ رائے بلاشبہ نہایت مناسب حال تھی۔ ملک کے انگریزی دان طبقہ سے ذہنی نشو و نما کرنے۔ اپنے حکمرانوں کی مادری زبان سے واقف ہونے اور عام تعلیم کیطرف توجہ کرنیکی جیسی کہ اب ضرورت ہے۔ اس وقت بھی ایسی ہی تھی۔ مگر ساتھ ہی اسوقت ان قابلیتوں کا حصول نہایت آسانی سے معاش کا بھی عمدہ ذریعہ ہوسکتا تھا۔ اس وقت انگریزی پڑھے لکھوں کی گورنمنٹ کو ضرورت تھی۔ ولایت زاد لوگوں کی آبادی یہاں نسبتاً بہت کم تھی اور یہاں کی تعلیمیافتوں کو خواہ اونہوں نے کسی غرض سے تعلیم حاصل کی ہوتی بڑی آسانی سے سرکاری ملازمتیں ملجاتی تھیں۔ جسکا رفتہ رفتہ یہ اثر ہوا کہ تعلیم کا اصل مطلب فوت ہوگیا۔ اور اسکو محض سرکاری ملازمت کے حصول کا ذریعہ سمجھ لیا گیا۔ اور بالآخر دیسی تعلیمیافتوں کی کثرت، سرکاری اسامیوں کی قلت اور اینگلو انڈین جماعت کی اولاد کی روز افزوں تعداد کی سرگرم مقابلہ سے یہ میدان یہاں تک تنگ ہونا شروع ہوگیا کہ دیسی نوجوان پرانے خوش قسمت تعلیمیافتوں کی خوش نصیبی کو دیکھکر یونیورسٹیوں کے امتحانات پاس کرکے گریجوایٹ تو بن گئے۔ مگر انہیں سرکاری عہدوں کی سبز باغ میں جگہ حاصل کرنے کی بجائے حسرت و افسوس کے پرخار جنگل میں سرگردان ہونا پڑا اور ڈپٹی کلکٹری اور تحصیلداری وغیرہ بننے کی بجائے گورنمنٹ بلکہ خود اپنے دیسی خیرخواہوں کی زبان سے یہ چونکا دینے والی آواز سننی پڑی کہ اگر پیٹ پالنا چاہتے ہو تو ڈگری کا ڈپلوما بازو پر باندھ کر دستی محنت کرو۔ مگر افسوس ہے کہ باایں ہمہ ہمارے قومی لیڈر برابر یہی نصیحت کئے جا رہے ہیں۔ کہ ملک میں جسقدر گریجوایٹ بناؤ کہ زمین سے اگر ڈھیلا اٹھایا جاوے تو وہ بھی گریجوایٹ ہو۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جب پہلے گریجوایٹ ہی بھوکوں مر رہے ہیں تو پچھلے کیا...... کی ڈھیلوں کا کام دینے کے لیے گریجوایٹ بنیں۔ انہی ناصحان کی خدمت میں جب آخری معمہ پیش کیا جاتا ہے تو نہایت متانت سے ارشاد فرماتے ہیں کہ ابھی تالاب نہیں بھرا۔ تالاب کو پانی سے بھرتے جاؤ جب پانی زیادہ ہوجائیگا تو وہ خود بخود رستہ نکال لیگا۔ تعجب ہے کہ یہ قول ان بزرگوار احباب کا ہے جو ظاہر و باطن دل و جان سے گورنمنٹ کی خیرخواہی میں ایسے مٹے ہوئے ہیں کہ گورنمنٹ کی خدمت میں واجبی شکایات تک کو نرم مقبول پیرایہ میں

Marfat.com

الفاظ میں گذارش کرنا بھی داخل بے ادبی سمجھتے ہیں۔ مگر بے ادبی معاف کیا وہ یہ نہیں سمجھ سکتی کہ جب ان فاقہ کش نوجوان تعلیم یافتوں سے جنکے ذہنی قوائے غضب کے تحریک پذیر ہو گئے ہیں اور جنکے دماغوں میں مغربی آزادی کا نشہ پورے زور کے ساتھ اثر کر چکا ہے جو نہ صرف قوت ما یحتاج سے محتاج ہی ہیں بلکہ اسکے ساتھ ہی اس قوت کو حاصل کرنے کے لئے دستی محنت اور حرفت کو ننگ و عار اور جنٹلمینی کے خلاف سمجھے ہوئے ہیں۔ تالاب لبالب بھر گیا تو ان غیض و غضب سے بھرے ہوئے دین و دنیا سے ہاتھ دھوئے ہوئے مایوس فاقہ کشوں کی سیل بلاخیز کا رخ پہلے کس چیز کی بربادی کی طرف ہو گا۔ اور اسکا کیا نتیجہ نکلیگا۔ یہی وہ خوفناک نتیجہ ہے جس سے ڈر کر ہماری زیرک و فرزانہ۔ مدبر و دانا گورنمنٹ نے کمال آل اندیشی اور عاقبت بینی سے اس بلا انگیز اور طوفان برپا کرنے والے تالاب کی امدادی نہروں اور چشموں کو کمزور کرنے کے لئے اعلیٰ تعلیم دینے کا لمیت تعلیم کے رستہ میں بہت کچھ بندشیں موجود کر دی ہیں۔ اور ان بندشوں کو برابر مضبوط کئے چلی جا رہی ہے۔ مگر افسوس ان بندشوں سے جو پانی کی کمی ان نہروں اور چشموں میں ہوئی تھی۔ اور ہو رہی ہے جو براہ راست گورنمنٹ کے اختیار و اقتدار میں ہے اوسے ہمارے سرگرم خیر خواہان ملک و سلطنت اور پر جوش حامیان قوم و مذہب چھوٹی چھوٹی پختہ و خام کنوئیں اور معدودے چند بڑے بڑے حوض کھود کر پورا کر رہے ہیں اور سب سے بڑھکر اس تالاب کے بھرنے میں وہ امریکن اور سکاچ مشن کام کر رہے ہیں جو آرمینیا میں اپنے اسطرح کے لبریز کئے ہوئے تالابوں کے رو کا مزہ روس کی گورنمنٹ کو چکھا چکی ہیں۔ اور اگر یہاں بھی وہ اسی موجودہ سرعت و مستعدی سے کام کرتی رہیں تو غالباً اپنے دلی مقاصد میں ناکامیاب نہ رہیں گی۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہندوستان کی آبادی کے مقابلہ میں یہاں گریجوئیٹوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ جس فریق (یعنی رؤسا و امرا یا متمولین) کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنی چاہیئے تھی وہ تو اسکی طرف سے بالکل غافل اور لاپروا بنے ہوئے ہیں۔ اور جن نوجوانوں کو صرف ابتدائی یا معمولی تعلیم حاصل کرنیکے بعد اپنا پیشہ یا باپ دادا کا کوئی ہنر سیکھنا چاہیئے۔ وہ اس اعلیٰ تعلیم پر دل و جان سے شیدا ہو رہے ہیں۔ اور چونکہ انکی علت غائی اس تعلیم سے حصول ملازمت یا کسب معاش ہے۔ اور وہ اب حاصل نہیں ہوتی۔ اسلئے اس قسم کے گریجوایٹ جسقدر طوفان بے تمیزی کیطرح زیادہ ہوتے جائیں گے۔ اسیقدر ملک اور گورنمنٹ پر انکا مضر اثر پیدا ہوتا جائیگا۔ اور ہو رہا ہے کیونکہ اس وقت بھی جسقدر گریجوئیٹ موجود ہیں وہ تقریباً سب کے سب اسی زمرہ میں شامل ہیں اور گو جیسا کہ ہم اوپر تسلیم کر آئے ہیں۔ ان تمام گریجوئیٹوں کی تعداد ہندوستان کی تیس کروڑ آبادی کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اور انکی اوسط فی ہزار ایک بھی نہیں۔ تاہم جس فریق اور جماعت کے وہ نوجوان ہیں اور جس غرض سے انہوں نے تعلیم حاصل کی ہے۔ اس کے لحاظ سے انکی تعداد ابھی سے توقع (بہت زیادہ) ہو گئی ہے۔

ملک میں تعلیم نہایت وسعت کے ساتھ پھیلتی جاتی ہے اور نہ صرف عام تعلیم ہی بڑھ رہی ہے۔ بلکہ اعلیٰ تعلیم بھی بہت کچھ ترقی کرتی جاتی ہے۔ پس ضرور ہے کہ تعلیم کے مدارج مقرر ہوکر ہر ایک درجہ کی تعلیم حاصل کرنیکی طرف ابناء ملک کو

Marfat.com

مائل کریں۔ نہ کہ ایرا غیرا نتھو خیرا سب کو انکو مناسب حال ضرورتوں کی تشخیص کے بغیر اندھی کوٹھریوں میں گھسیڑا جائے [illegible]

اعلی تعلیم محض اُن لوگوں کے لئے ہونی چاہئے جو نہ صرف فکر معاش سے فارغ البال ہوں۔ بلکہ ملازمت تجارت وغیرہ کی پابندیوں سے یکسو رہ کر اپنے نشوونما یافتہ دماغی قوتوں سے اپنے ملک۔ اپنی قوم۔ اپنی گورنمنٹ کی بہبودی ترقی وخیرخواہی کے لئے کام کرنے کی فراغت رکھتے ہوں۔ ایسی تعلیم کیطرف رؤسا اور متمولین کی اولاد کو متوجہ ہونا چاہئے ہندوستان میں اس جماعت کی تعداد ابھی اسقدر زیادہ ہے کہ اگر وہ سب کے سب اسطرف مائل ہو جائیں۔ تو انہیں سے ہر سال اب کی نسبت کئی چوگنے گریجوایٹ تیار ہو سکتے ہیں۔ اور انہیں میں سے گورنمنٹ حسب ضرورت بڑے بڑے اور ذمہ داری کے سرکاری عہدوں کے لئے انتخاب بھی کر سکتی ہے۔ ایسے لوگوں کی تعلیم کے لئے گورنمنٹ کالج کفایت کرتے ہیں۔ وہ سرکاری فیسوں کو خواہ اور بھی کیوں نہ بڑھا دیجا دیں نہایت آسانی سے ادا کر سکیں گے۔ اسطرح سے گورنمنٹ کا جو کچھ منشا ہے وہ بھی پورا ہو جائیگا یعنی وہی لوگ اعلی تعلیم پائیں گے جو اس کے لئے مالی اور سوشیل قابلیت رکھتے اور اسکے اصل مدعا سے متمتع ہو سکتے ہوں۔ اور ساتھ ہی فیسوں کی زیادتی اور پرائیویٹ یا مشن کالجوں کی رقابت سے جو لاکھوں روپیہ پبلک کا اسوقت گورنمنٹ کالجوں پر ایک طرح سے ضایع ہوتا ہے۔ (کیونکہ وہاں نسبتاً بہت کم طلبا تعلیم پاتے ہیں) وہ پورا فائدہ دینے لگ جائیگا۔ اور دوسرے پرائیویٹ کالج جو قوم کا ہزاروں روپیہ بامید موہوم اعلی تعلیم پر خرچ کر رہے ہیں۔ وہ اس غیر اعلی تعلیم کے مناسب ہاتھوں میں چھوڑ جانیسے اور دیگر ضروری اور کار آمد صیغہ ہائے تعلیم میں صرف کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

جو لوگ کھیتی یعنی زراعت وفلاحت۔ اور معمولی دستکاری سے پیٹ پالنا چاہتے ہیں۔ یا جنکے یہ آبائی پیشے ہیں۔ انکے لئے صرف ابتدائی تعلیم کافی ہے جس سے وہ لکھنا پڑھنا اور معمولی حساب کتاب سیکھ جائیں۔ مگر اس ابتدائی تعلیم میں بھی ساتھ ساتھ یہ خیال ضرور رکھا جائے کہ لڑکوں کی طبیعتوں میں کہیں منشی یا بابو بننے کا خبط نہ سما جائے۔ اسلئے ان سے عملی کام بھی لیا جائے اور محنت مزدوری و مشقت برداشت کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ یہ ابتدائی تعلیم کل بچوں کے لئے لازمی قرار دیجائے اور گورنمنٹ اس کے خرچ کی کفیل ہو۔ اس کے بعد یہ امر لڑکے کے اختیار میں چھوڑ دیا جائے کہ خواہ وہ اپنے پیشہ کو اختیار کرلے۔ خواہ ان مدرسوں میں سے جو جا بجا بکثرت ہر ایک فن کے متعلق قائم ہونے چاہئیں۔ فن مذکور کے کسی متعلقہ مدرسے میں داخل ہو کر اسکو تکمیل تک پہونچا دے۔

باقی رہے متوسط الحال لوگ جنکی اولاد تجارت یا ملازمت کرنا چاہتی ہو۔ انکے لئے درمیانی یا انٹرنس تک کی تعلیم کافی ہے جسکے بعد وہ ایسے اسکولوں میں داخل ہوں جو سرکاری ملازمت کے مختلف صیغوں کے لئے لڑکوں کو تیار کرنے کے لئے کھولے جائیں۔ یا اگر تجارت کرنا چاہیں تو تجارتی کارخانوں میں امیدوار بنکر تجارت کا ڈھب سیکھیں۔ ان لوگوں کے لئے متذکرہ بالا قسم کے مدرسوں کے علاوہ چند ایسے پرائیویٹ یا سرکاری کالج بھی ہونے چاہئیں جو ان [illegible] کے لئے تیار کرنے کے علاوہ یونیورسٹی کی اعلی تعلیم بھی دیتے ہوں۔ تاکہ بعض ہونہار اور ذہین لڑکے عام [illegible]

Marfat.com

قابلیت اور تالیف و تصنیف کا ملکہ بھی حاصل کر سکیں۔ اور ساتھ ہی گورنمنٹ کے مقابلہ کے امتحانوں میں شریک ہونیکے بھی قابل ہو سکیں۔ مگر محض اس آخر الذکر مدعا کے لئے طلبا کو ڈگریوں کے حاصل کرنیکا شایق بنانا مناسب نہیں ہے۔

ہندوستانیوں کے لئے مفید اور کار آمد تو متذکرہ بالا قسم کی تعلیم ہو سکتی ہے۔ مگر وہ ہیں کہ صرف عام یونیورسٹی کی تعلیم پر زور دیئے چلے جا رہے ہیں۔ اور اسی کو سب ضرورتوں کے لئے مکتفی سمجھ بیٹھے ہیں۔ ہمارے ملک کی بدقسمتی اس سے بڑھکر کیا ہو سکتی ہے کہ آئے دن حشرات الارض کیطرح پرائیویٹ سکول اور کالج بنتے چلے جاتے ہیں۔ جو اپنی قسم کے پہلے سکولوں اور کالجوں کیطرح ملک کی اصل ضروریات اور اہل ملک کے لئے واقعی کار آمد تعلیم کو پس پشت پھینک کر قوم اور ملک کا روپیہ نوجوانوں کو محض نکما بیکار اور ملک کے لئے وبال بنانے میں صرف کر رہے ہیں۔ یہ تو معمولی چھٹ بھیئے سکولوں یا کالجوں کی کیفیت ہے۔ رہے بڑے بڑے کالج۔ انمیں ایک زیادتی ضرور ہوتی ہے کہ وہ اپنے طلبا کے کوٹ میں ایک جنٹلمینی کا دم چھلا بھی لگا دیتے ہیں۔ جو لڑکے کے گھر والوں کے لئے عذاب جان ہو جاتا ہے۔ خبط تو سمایا ہوا ہے ان کے دماغوں میں ڈپٹی کلکٹری منصفی تحصیلداری کا۔ اور یہاں نام کو پچاس ساٹھ روپیہ کی کلرکی وغیرہ بھی ملنی مشکل ہو جاتی ہے۔ تجارت یا کسی اور پیشہ کا اختیار کرنا انہیں جنٹلمینی کی شان کے خلاف دکھائی دیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گھر والوں کے پاس جو تھوڑا بہت سرمایہ ان کی تعلیم کے اخراجات سے بچ رہا ہوتا ہے۔ اسے بھی وہ حصول تعلیم کے بعد کے لازمی ایام بیکاری میں اڑا کر ان بیچاروں کو مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

چونکہ قبلہ سید کو اپنی قوم سے اعلیٰ درجہ کی خالص اور سچی ہمدردی ہے اسلئے ہمارے میں زیادہ تر شکایت بھی انہی سے ہونی چاہئیے۔ اس امر سے شاید کوئی کافر نعمت انکار کر سکتا ہو گا۔ کہ جو کچھ ہند کے مسلمانوں کے لئے حضور ممدوح کی ذات بابرکات سے ظہور میں آیا ہے۔ وہ سلف میں بہت تھوڑوں سے ہو سکا ہے۔ اور آیندہ بھی بہت تھوڑے ویسا کر سکیں گے۔ مگر ہم نہایت ادب و انکسار کے ساتھ حضور ممدوح سے صرف اسقدر دریافت کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی بہتری کے لئے تعلیمی معاملہ میں جو کچھ کارروائی آجکل ہو رہی ہے۔ یا جو کچھ علیگڈھ کالج کر رہا ہے۔ اسے وہ کافی و وافی تصور فرماتے ہیں؟ کیا وہ اس امر کو تسلیم نہیں کرتے کہ انگریز لوگ نہایت ہی عقلمند۔ دانا یا آل اوز امیٹ سے سے کے علاوہ حاکم وقت اور حکام وقت کے بھائی بند ہیں۔ اور جو فائدہ فیورٹزم سفارش و رعایت سے انگریزی عملداری میں وہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور اٹھا رہے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو قیامت تک بھی نصیب نہیں ہو سکتا؟ اگر جناب ممدوح ان باتوں کو تسلیم فرماتے ہیں تو کیا وہ اُس کوشش اور جد و جہد کو جو انگلو انڈین جماعت تعلیمی معاملہ میں اپنی اولاد کے لئے کر رہی ہے ملاحظہ نہیں فرما رہے ہے؟

کل ہندوستان میں اس جماعت نے اپنی قوم کے لئے جابجا مدرسے قایم کر رکھے ہیں۔ جنمیں کوئی بھی مدرسہ ایسا نہیں جہاں صرف یونیورسٹی کی تعلیم پر اکتفا کیا جاتا ہو۔ یا اسے معمولی سے زیادہ وقعت دی جاتی ہو۔ جس سکول یا

Marfat.com

کالج کو دیکھو۔ وہاں لڑکوں کو پولیس۔ فوج۔ [illegible] (مال و خزانہ)۔ اکونٹنٹ جنرلوں کے دفاتر وغیرہ وغیرہ امتحانات مقابلہ ہندوستان اور دیگر اسی قسم کے مضمون امتحانات کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ اور یونیورسٹی کی عام تعلیم محض ضمنی طور پر دی جاتی ہے کوئی سال نہیں گذرتا کہ لکھنؤ کے سینٹ مارٹینز کالج سے دس پانچ طلبا رڑکی کالج کے امتحان داخلہ میں کامیاب نہ ہوتے ہوں۔ اور پھر وہاں سے کسی اچھے درجہ پر نہ پہنچتے ہوں۔ مگر باوجود ان بہت سی سپیشل کلاسوں کے جہاں تک ہمیں علم ہے کسی انگلو انڈین کالج یا سکول کا سالانہ خرچ علیگڈھ کالج سے زیادہ نہ ہوگا کیا اس جماعت کی نسبت تبدیہ کہہ سکتی ہیں کہ وہ اعلی تعلیم کی قدر نہیں جانتی۔ اور اس کے حاصل کرنے سے پہلو تہی کرتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ وہ خوش نصیب قوم ہے جو دنیا کے تیسرے حصہ کی مالک ہے۔ اور جس کی علم دوستی کی دنیا بھر میں دھاک بندھی ہوئی ہے لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی اچھی طرح سے جانتی ہے کہ خالی پیٹ ہونے پر علم کسی کام نہیں آسکتا۔ سب سے مقدم فکر معاش ہے۔ وہ ضروریات انسانی کو سمجھتی اور ان کے پورا کرنے کی عملی کوشش کرتی ہے۔ اب ہمیں علیگڈھ کالج ہی کی نسبت بتلایا جائے کہ وہاں ان متذکرہ بالا مختلف صیغوں کے لئے اب تک کس قدر لڑکے تیار کئے گئے۔ اور کس قدر مسلمان نوجوانوں نے ان متفرق شاخوں میں اپنے قومی کالج کی طفیل مختلف عہدے حاصل کئے۔

خلاف توقع ہماری یہ ابتدائی تمہید بہت طویل ہو گئی ہے۔ اسلئے ہم اسے یہیں چھوڑ کر باقی حصہ کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھتے اور اخبار سپیکٹیٹر کے مضمون کا خلاصہ ملاحظہ ناظرین کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

"جو زمانہ سکول سے نکل کر دنیا کے عملی کاروبار کے میدان میں قدم رکھنے تک کے درمیان کالجوں کی سوانگ نما زندگی اور حصول تعلیم میں منقضی ہوتا ہے۔ وہ بلا ریب مردوں بلکہ عورتوں کو بھی بالکل نکمہ اور ناکارہ بنا دیتا ہے۔ وہ کام جنکو اگر کالج میں قدم نہ رکھتے تو وہ آسانی سے کر سکتے۔ اب بالکل نہیں کر سکتے۔ اور جس کام کے وہ انہیں قابل بناتا ہے وہ زیادہ تر ان کے کارآمد نہیں ہوتا۔ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ بعض فن ایسے ہیں کہ اگر انکو کم عمری میں جبکہ جسمانی اور دماغی قوا ابھی نیم پختہ ہوتے ہیں شروع نہ کیا جائے تو انمیں پوری قابلیت اور مہارت جیسی کہ چاہئے ہرگز حاصل نہیں ہوتی۔ فن موسیقی یا شہسواری اگر بچپن میں سیکھنی شروع نہ کرو تو کبھی کمال حاصل نہیں ہوتا۔ تجارت صنعت و حرفت منیجری یا ساہوکاری دکانداری وغیرہ میں جتنی چھوٹی عمر میں داخل ہو اتنا ہی عمدہ نتیجہ نکلتا ہے۔ مسٹر بین مشہور ادیب و فلاسفر تعلیم کو قوت تمیزی کا مترادف بتاتے ہیں۔ کسی خاص فن میں اعلی درجہ کی قوت تمیزی حاصل کرنے کے لئے ان لطیف امتیازوں سے دماغ کو خالی رکھنا نہایت ضروری ہے جو پیشہ مذکور کے مناسب حال نہیں ہیں جو کہ اکثر انکو اسکی طرف سے غافل کرنیکا کام دیتی ہیں۔ اور بسا اوقات تم میں ان امور کی طرف سے جو پیشہ مذکور کیلئے لازم و ملزوم ہیں نفرت اور دلبرداشتگی پیدا کر دیتی ہیں۔ ایک لڑکے کو تم شعبہ باز بنانا چاہتے ہو۔ بتاؤ فلسفہ اور

Marfat.com

منطق اُسکے کس کام آئیگا۔ بلکہ منطق اور فلسفہ اگر دماغ پر ایسا حاوی ہو جاتا ہے کہ اُسے کسی دوسرے پیشہ میں کارآمد ہونے سے روکدیتا ہے۔ کالج کی تعلیم لڑکوں اور لڑکیوں کے قواء کو عملی کاموں کے قابل بہت کم چھوڑتی ہے۔ وسیع دماغی تعلیم اکثر طلبا کو عملی دنیا کی نشیب و فراز سے ایسا نابلد بنا دیتی ہے کہ وہ قیافہ شناسی یا دوسرے کے چہرے کے انداز سے فوراً اُسکے دل کی کیفیت معلوم کرلینی کو جانتی ہی نہیں کہ کس جانور کا نام ہے۔ زمانہ فراغت و بیکاری کو عمدہ طرح سے بسر کرنے روحانی و اخلاقی باتوں کی کمال کھینچنے طرح طرح کی نازک خیالیوں کی میدان میں اشہب خیال کو دوڑانے اور لطیف و نازک مزاج بننے کیلئے یونیورسٹی کی تعلیم بیشک نہایت ضروری ہے۔ مگر عملی ذہانت اور اکثر دنیا کے جھمیلوں کو طے کرنیکے لیے یہ اوصاف کام نہیں آسکتے بلکہ اُلٹا سد راہ ہوتے ہیں۔ کل ہی کی بات ہے کہ مسٹر پارنس نے کیا ہی خوب کہا تھا کہ پریسیڈنٹ مسٹر لنول مسٹر کروگر انگریزی وزرا سے سلسلہ سبقت لے گیا ہے کہ یونیورسٹی کی تعلیم نے اُسکے دماغ کو پراگندہ نہیں کر دیا ہوا۔

کالجی تعلیم کی حمایت میں جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں اُن میں چند کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی اور دماغی طاقت رکھنے والے عالموں کی ہم صحبتی کچھ کم دلفریب نہیں ہے اور ان نوجوان ہم جماعتوں کا ایکدوسرے کیساتھ تبادلہ خیالات و آراء کرنا اور بھی زیادہ دلکش ہے۔ اور ذہنی تعلیم کیلئے نہایت مفید ہے۔ مگر اس قسم کے فائدوں کے ساتھ چند نقصان بھی شامل ہیں جس ذہنی تعلیم و تعلم کی نفیس آب و ہوا میں کالج کے طلبا کے دل و دماغ نشوونما پاتے ہیں وہ اُنکو تجارت اور صنعت و حرفت کے اکثر کاموں کے ناقابل بنا دیتی ہے۔ اور ان میں ایسی نفاست اور نازک مزاجی داخل کر دیتی ہے کہ وہ دکانداری کے کاروبار کے نام تک سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ ہم کبھی یقین نہیں کر سکتے کہ جس دل و دماغ میں کالجی مطالعوں کا نشہ حلول کر گیا ہو وہ کبھی کسی کارخانہ یا دوکان کو کامیابی کیساتھ چلا سکیگا۔ ہمیں تو اس میں بھی کلام ہے کہ کالج کی آب و ہوا انسان میں اعلیٰ درجہ کی اور سچی اصلی نازک خیالی کے نشوونما کے موافق ہے۔ کیا یونان کا مشہور و معروف شاعر ہومر یا محمود کے دربار کا زیب و زینت فردوسی کبھی ان زبردست نظموں یا شاہنامہ کو لکھ سکتے۔ اگر وہ یونیورسٹیوں کی تعلیمیافتہ ہوتے۔ کیا سکاٹ کا بیدل شاعر برنز شاعر ہو سکتا اگر وہ اوائل ہی میں اڈنبرا گلاسکو کی یونیورسٹی میں بھیجدیا جاتا۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ شیکسپیر اگر کسی یونیورسٹی کا تعلیمیافتہ ہوتا تو اُسکے خیالات میں یہ درستی اور لطافت بہت کم پائی جاتی۔ پس صاف ظاہر ہے کہ کالجیٹ سوسائٹی کی خواہ کسقدر فائدے کیوں نہ ہوں یونیورسٹی کی تعلیم بجائے عملی فرائض کے باقاعدہ سرانجام دینے کے قابل بنانے یا آزاد و چست۔ اور مطلق منافی نازک خیالی کو ابھارتا اور مدد دیتی ہیں۔

کالجی تعلیم کے نقصان کے عنوان سے جو مضمون میں نے ۲۲ اپریل ۱۸۹۶ء کی وکیل میں لکھا تھا اُسپر قبلہ سر سید صاحب نے بھی علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ مطبوعہ ۹ مئی ۱۸۹۶ء میں اپنی رائے کا اظہار فرمایا ہے۔ قبل اسکے کہ میں مضمون مذکور پر بحث کروں سید صاحب کے مضمون مندرجہ علیگڈھ گزٹ کو ملاحظہ ناظرین کیلئے ذیل میں درج کرتا ہوں اور بعد ازاں وضاحت کے ساتھ اُسپر بحث کرونگا۔

Marfat.com

عرض کروں گا۔

مولوی محمد انشاء اللہ صاحب نے اخبار امرتسری وکیل مطبوعہ ۲۷ اپریل ۱۸۹۶ء میں عنوان مذکورہ بالا پر نہایت عمدہ اور پسندیدہ آرٹیکل لکھا ہے۔ وہ اعلیٰ درجہ کی انگریزی تعلیم کے مخالف نہیں ہیں مگر جو زور اور شغف اعلیٰ کی تعلیم پر دیا جاتا ہے اس کو وہ ناپسند کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ وہ تعلیم ذی مقدور اور متمول لوگوں کی اولاد پر محدود کی جائے اور ایسی تعلیم پر زور دیا جائے جس سے کوئی حرفت اور پیشہ آوے تاکہ قوم میں آسودگی اور خوشحالی پھیلے۔

وہ لکھتے ہیں کہ جو لوگ دستی محنت زراعت فلاحت اور معمولی دستکاری سے پیٹ پالنا چاہتے ہیں یا جن کے یہ آبائی پیشے ہیں ان کے لیے صرف ابتدائی تعلیم کافی ہے جس سے وہ لکھنا پڑھنا اور معمولی حساب کتاب سیکھ جائیں مگر اس ابتدائی تعلیم میں بھی ساتھ ساتھ یہ خیال ضرور رکھا جائے۔ کہ لڑکوں کی طبیعتوں میں کہیں منشی یا بابو بننے کا خبط نہ سما جائے۔ اس لئے ان سے عملی کام بھی لیا جائے اور محنت مزدوری اور مشقت کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ یہ ابتدائی تعلیم کل بچوں کے لئے لازمی قرار دی جائے۔ اور گورنمنٹ اس کے خرچ کی کفیل ہو۔ اس کے بعد یہ امر لڑکے کے اختیار میں چھوڑا جائے کہ خواہ وہ اپنے پیشہ کو اختیار کرلے خواہ ان مدرسوں میں سے جو جا بجا بکثرت ہر ایک فن کے متعلق قائم ہونے چاہئیں۔ فن مذکور کے کسی متعلقہ مدرسہ میں داخل ہو کر اسکو تکمیل تک پہنچا سکے۔

باقی رہے متوسط الحال لوگ جن کی اولاد تجارت یا ملازمت کرنا چاہتی ہو ان کے لئے درمیانی درجہ یا انٹرنس تک کی تعلیم کافی ہے جسکے بعد وہ ایسے سکولوں میں داخل ہوں جو سرکاری ملازمت کے مختلف صیغوں کیلئے لڑکوں کو تیار کرنے کے لئے کھولے جائیں۔ یا اگر تجارت کرنا چاہیں تو تجارتی کارخانوں میں امیدوار بنکر تجارت کا ڈھب سیکھیں۔ ان لوگوں کے لئے متذکرہ بالا قسم کے مدرسوں کے علاوہ چند ایسے پرائیویٹ یا سرکاری کالج بھی ہونے چاہئیں جو ان شاخوں کے لئے تیار کرنے کے علاوہ یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم بھی دیتے ہوں تاکہ بعض ہونہار اور ذہین لڑکے عام لٹریچر میں قابلیت اور تالیف و تصنیف کا ملکہ بھی حاصل کرسکیں اور ساتھ ہی گورنمنٹ کے مقابلہ کے امتحان میں شریک ہونے کے قابل بھی ہو سکیں مگر محض آخر الذکر مدارس کے لئے طلبا کو ڈگریوں کا حاصل کرنے کا شائق بنانا مناسب نہیں ہے۔

پھر وہ ہماری طرف اور مدرسۃ العلوم علیگڈہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ آخر رقم فرماتے ہیں کہ

"چونکہ قبلہ سرسید کو اپنی قوم سے اعلیٰ درجہ کی خالص اور سچی ہمدردی ہے۔ اس لئے ہمیں اس بارہ میں زیادہ تر شکایت بھی انہیں سے ہونی چاہیے۔ اس امر سے شاید کوئی کافر نعمت انکار کرسکتا ہوگا جو کچھ ہند کے مسلمانوں کے لئے حضور ممدوح کی ذات بابرکات سے ظہور میں آیا ہے

Marfat.com

...میں بہت تھوڑوں سے ہوسکتا ہے اور آئندہ بھی بہت تھوڑے وصول کرسکیں گے۔ مگر ہم نہایت ادب و انکسار کیساتھ حضرت ممدوح سے صرف اسقدر دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی بہتری کیلئے تعلیمی معاملہ میں جو کچھ کارروائی آجکل ہو رہی ہے یا جو کچھ علیگڈھ کالج کر رہا ہے اسے کیا وہ کافی وافی تصور فرماتے ہیں۔ کیا وہ اس امر کو تسلیم نہیں کرتے کہ انگریز لوگ نہایت ہی عقلمند۔ دانا مآل اندیش ہونیکے علاوہ حاکم وقت اور حکام وقت کی بھائی بند ہیں اور جو فائدہ وہ بذریعہ سفارش و وجاہت ہے انگریزی عملداری میں اٹھا سکتے ہیں اسقدر اٹھا رہے ہیں وہ مسلمانوں کو قیامت تک بھی نصیب نہیں ہو سکتا اگر جناب ممدوح ان باتوں کو تسلیم فرماتے ہیں تو کیا وہ اس کوشش اور جد و جہد کو جو اینگلو انڈین جماعت تعلیمی معاملہ میں اپنی اولاد کے لئے کر رہی ہے ملاحظہ نہیں فرما رہے۔

کل ہندوستان میں اس قوم نے اپنی اولاد کیلئے جا بجا مدرسے قائم کر رکھے ہیں جنمیں کوئی بھی مدرسہ ایسا نہیں جہاں صرف یونیورسٹی کی تعلیم پر اکتفا کیا جاتا ہو۔ یا اسے معمولی سے زیادہ وقعت دیجاتی ہو جس سکول یا کالج کو دیکھو وہاں لڑکوں کو پولیس۔ فوج۔ سرکاری مدارس۔ ڈیرہ دون۔ رڑکی۔ صیغہ ہائے آبپاشی۔ فنانس و صیغہ خزانہ۔ اکونٹنٹ جنرلوں کے دفاتر وغیرہ وغیرہ امتحانات کیلئے تیار کیا جاتا ہے اور یونیورسٹی کی تعلیم محض ضمنی طور پر دیجاتی ہے۔ کوئی سال نہیں گزرتا کہ لکھنؤ کے سینٹ مارٹنز کالج سے دس پانچ طلبا رڑکی کالج کے امتحان داخلہ میں کامیاب ہو کر اور پھر وہاں سے کسی عہدہ جلیلہ پر نہ پہنچتے ہوں مگر باوجود ان بہت سی سپیشل کلاسوں کے جہاں تک ہمیں علم ہے کسی اینگلو انڈین کالج یا اسکول کا سالانہ خرچ علیگڈھ کالج سے زیادہ نہ ہوگا۔ کیا اس جماعت کی نسبت بھی قبلہ سر سید کہہ سکتے ہیں کہ وہ اعلیٰ تعلیم کی قدر نہیں جانتی۔ اور اسکے حاصل کرنے سے پہلو تہی کرتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ وہ خوش نصیب قوم ہے جو دنیا کے تیسرے حصہ کی مالک ہے۔ اور جسکی علمدوستی کی دنیا بھر میں دھاک بندھ گئی ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی اچھی طرح سے جانتی ہے کہ خالی پیٹ ہوتے پر علم کسی کام نہیں آسکتا۔ سب سے مقدم فکر معاش ہے۔ وہ ضروریات انسانی کو سمجھتی اور ان کے پورا کرنے کی عملی کوشش کرتی ہے۔ اب ہمیں علیگڈھ کالج ہی کی نسبت بتلایا جائے کہ وہاں ان متذکرہ بالا مختلف صیغوں کیلئے اب تک کس قدر لڑکے تیار کئے گئے۔ اور کس قدر مسلمان نوجوانوں نے ان متفرق شاخوں میں اپنے قومی کالج کی طفیل مختلف عہدے حاصل کئے؟"

یہ تمام آرٹیکل ایسا ہی عمدہ اور دلچسپ ہے اور کانوں کو خوش آئند ہیں جیسے کہ انجیل مقدس کے فقرے جو نہایت عمدہ نصیحت خیز ہے۔ مگر ان پر عمل ہونا نہایت دشوار ہے۔ تمام آرٹیکل کا رجحان ٹیکنیکل تعلیم کی طرف ہی مگر آجتک ٹیکنیکل تعلیم کا مفہوم ہماری سمجھ میں نہیں آیا ہے۔ صاف صاف بتانا چاہئے کہ ہندوستانیوں کو کس قسم کی ٹیکنیکل دستکاری۔ صنعت۔ حرفت کی تعلیم دینی چاہئے۔ اگر اس کی تفصیل نہ بتائی گئی تو وہ ایک ایسا لفظ رہجاتا ہے جسکے کوئی معنی قرار نہیں پا سکتے۔ ہندوستان میں سائنس کی تعلیم تو وہ فی نفسہ

Marfat.com

کیسی ہی عمدہ چیز ہو۔ کچھ بکار آمد نہیں ہے اور نہ اسکے ذریعہ سے ایک بیچ اروی کا کوئی طالب علم پیدا کر سکتا ہے۔ اِس کا سبب یہ ہے کہ اِس قسم کے تعلیمیافتہ لوگوں کی مانگ ہندوستان میں نہیں ہے اور نہ صدیوں تک ہو سکتی ہے۔

دستکاری کی تعلیم سے کیا مراد ہے۔ دستکار اہل پیشہ اپنی اولاد کو ان کی صغر سنی سے دستکاری کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور اسوقت ہندوستان میں ہر قسم کی دستکاری کے ماہر بلکہ استاد اسقدر کثیر التعداد موجود ہیں جن کو اس پیشہ سے روٹی کمانی مشکل ہے۔ اور اگر اس دستکاری کے سوا کسی اور دستکاری کی تعلیم مدنظر ہے تو بتانا چاہیے کہ وہ کونسی دستکاری ہے۔

ہاں بے شبہ جو علمی قواعد وہ اپنے پیشہ میں کام میں لاتے ہیں ان کو انہوں نے پڑھا نہیں مگر سینہ بسینہ عملی طور پر وہ قواعد اس صحت سے ان کو پہنچتے ہیں کہ ان علمی قواعد کا تعلیم یافتہ اور پڑھ کر جاننے والا عملی طور پر ان سے زیادہ عمدہ طریقہ پر کام میں نہیں لاسکتا۔

صنعت و حرفت اور دستکاری سے کوئی شخص بنا بجز اس مزدوری کے جو وہ کرتا ہے زیادہ متمول نہیں ہو سکتا کارخانہ دار جو ان سے کام لیتے ہیں بلاشبہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور ان کے سبب مزدوری کرنیوالے بھی زیادہ آسودہ ہو سکتے ہیں۔ مگر ہندوستانیوں کی جانب سے ہندوستان میں کارخانوں کا قائم ہونا جن کا یورپ کے کارخانوں پر سبقت لیجانا لازم ہوگا ایک خیال خام معلوم ہوتا ہے۔ ہماری رائے میں ایسے کارخانے بھی اسوقت قائم ہو سکتے ہیں جب ملک میں اعلے درجہ کے تعلیمیافتہ اسقدر ہو جائیں کہ اگر ڈھیلا اٹھایا جائے تو وہ بھی گریجوایٹ ہو اور تالاب میں پانی اسقدر بہر جاوے کہ وہ ابل جاوے۔ اور پانی از خود اپنا رستہ نکال لے اور قوم میں ایمانداری اور سچائی سے کام کرنے کی ضرورت پیدا ہو اور یہ بغیر اعلے تعلیم اور عمدہ تربیت کے غیر ممکن ہی میں سمجھتا ہوں اور کسی قدر میں اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ یورپ میں ادنے ادنے دکاندار بھی ہنکام میں ایسے سچے اور ایماندار ہیں کہ ان کو دیکھکر تعجب آتا ہے کیا وہ خدا کو دوسرے ایماندار اور سچے ہیں؟ نہیں بلکہ اس یقین سے ہیں کہ ان کا پیشہ اور دکانداری اور تجارت بغیر اس کے چل ہی نہیں سکتا یہ باتیں بلاشبہ سوسائٹی کے اثر سے پیدا ہوتی ہیں مگر ہندوستان میں ایسا کرنیوالی سوسائٹی کہاں ہے۔ اور جب نہیں ہے تو بتلایا جاوے کہ ہندوستانیوں کے جو دلوں پر نہایت خراب زنگ مدت سے جما ہوا ہے کس صیقل سے دور کیا جائے۔ کیا ان کو اعلیٰ درجہ کی دماغی تعلیم اور عمدہ تربیت دینے کے سوا اور کوئی چیز ہے۔

کوئی بیوقوف سے بیوقوف طالب علم بھی نہیں سمجھ سکتا کہ تمام انگریزی پڑھنے والے طالب علموں کو سرکاری نوکری مل سکتی ہے۔ اور وہ یقینی جانتے ہیں کہ علاوہ ملازمت سرکاری کے کوئی نہ کوئی اور طریقہ ہونا چاہیے جس سے وہ روٹی

کما سکیں گو ایسی بہت سی رائیں ہیں۔ مگر اسوقت تک کوئی راہ ان کو نہیں سوجھی یا ایک بات پر جمع نہیں ہو سکتے یا ایک دوسرے کی دیانتداری اور ایمانداری پر بہروسہ نہیں ہے اور اس سبب سے ایسا سرمایہ جمع نہیں کر سکتے کہ کوئی کارخانہ قائم کر سکیں اور لوگوں کو اس پر اعتماد ہو اور اپنا روپیہ ان کے ہاتھ پر ڈال دیں اور یہ باتیں بغیر اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کے حاصل نہیں ہو سکتیں یہ سمجھنا کہ لوگ خدا کے ڈر سے اور مذہب کی پابندی سے سچائی اور دیانتداری کریں گے محض خام خیالی ہے جب تک انہیں نہ معلوم ہوگا کہ بغیر سچائی اور ایمانداری کے دنیا میں بھی وہ کچھہ نہیں کر سکتے اور اور دنیا میں بھی چل نہیں سکتے۔ اسوقت بمجبوری ان کو ایسا کرنا پڑے گا جیسے کہ یورپ کے اہل پیشہ اور دکاندار کرتے ہیں اور ایسا ہونا بغیر اعلیٰ تعلیم اور عمدہ تربیت کے ہندوستان میں ناممکن ہے۔

اسوقت جو پیشے ہندوستان میں اشراف لوگوں کیلئے خیال ہو سکتے ہیں۔ وہ سب مندرجہ حاشیہ ہیں ان میں سے ۶ نمبر تک تو وہ پیشے ہیں جو ملازمت سرکاری سے مخصوص ہیں اور سوائے ڈاکٹری کے کوئی پیشہ ایسا نہیں ہے جو ہندوستان میں پرائیویٹ طور پر ذریعہ حصول معاش ہو سکے

ملازمت سرکاری

(۱) امپیریل سروس

(۲) پراونشل سروس

(۳) انجنیری

(۴) ڈاکٹری و وٹرنری

(۵) سررشتہ جنگلات

(۶) زراعت

پرائیویٹ پیشے

(۷) پیشہ قانونی جسمیں بیرسٹری و وکالت بھی شامل ہے۔

(۸) تجارت کارخانہ داری و دکانداری۔

آٹھواں پیشہ بلاشبہ گورنمنٹ کی ملازمت سے آزاد ہے۔ اور اس سے بہت لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں تجارت کا پیشہ جب تک کہ ہندوستانیوں کو اعلیٰ درجہ کی تعلیم اور عمدہ تربیت نہو جیسا کہ ہمنے اوپر بیان کیا ہے۔ چلنا غیر ممکن ہے۔ پس جسقدر بیماریاں ہندوستان کو لاحق ہیں ان سب کا علاج اعلیٰ درجہ کی تعلیم اور عمدہ تربیت ہی جو مدرستہ العلوم علیگڈھ نے اختیار کی ہے۔

ہمارے دوست اپنے اس آرٹیکل میں ہم سے پوچھتے ہیں کہ مسلمانوں کے تعلیمی معاملہ میں جو کچھہ کارروائی آجکل ہے یعنی جو کچھہ علیگڈھ کالج کر رہا ہے اسے وہ کافی و وافی تصور فرماتے ہیں؟ اس کا جواب ہم دینگے کہ نہیں مگر ان کو بتا دینگے کہ ہم اپنی قوم کو مثل ایک ایسے بیمار کے تصور کرتے ہیں جسکو متعدد بیماریاں لاحق ہوں۔ مگر جس بیماری کو ہمنے مہلک سمجھا ہے اسکے علاج کو در پے ہیں۔ اس یقین پر کہ اگر یہ مہلک بیماری جاتی رہے تو خود طبیعت باقی بیماریوں کو دور کر دے گی۔ اے ہمارے عزیز دوست سمجھو کہ کوئی درخت تو نہیں پانی چھڑکنے سے ہرا نہیں ہوتا جب تک کہ اسکی جڑ میں پانی نہ ڈالا جاوے۔

ہمارے دوست اپنے آرٹیکل میں چند عیسائی کالجوں اور اسکولوں کا ذکر کرتے ہیں اور یہہ فرماتے ہیں کہ اب بجائے علیگڈھ

Marfat.com

کالج کی نسبت بتایا جائے کہ وہاں ان مستذکرہ بالا مختلف مضمون کیلئے کسقدر لڑکے تیار ہوئے ... بیں سائنس کو رنہیں پڑہایا جاتا مگر میتھمیٹکس کا فرد وکورس اگر طالب علم پڑہنا چاہے تو پڑہایا جاتا ہے اور اس کے ... اسکو لیاقت ہوتی ہے کہ چاہے وہ رڑکی کالج میں داخل ہو خواہ ڈیرہ دون اسکول میں اور خواہ کسی فنانس کے محکمہ میں لیکن اگر وہ دیگر اسباب سے نہ جائے تو اسکو اختیار ہے۔ مگر اسکو قابلیت ضرور حاصل ہوتی ہے اسوقت بھی ہمارے ہاں چند طالب علم میتھمیٹکس اسکی تحصیل کر رہے ہیں۔ اسی خیال سے کہ وہ رڑکی کے امتحان میں جائیں گے تعلیم ملی امتحان دلانیکو تو خاص لیکچر وغیرہ مقرر ہیں لیکن کالج میں جو طالب علموں کو قواعد سکھلائی جاتی ہے اور رائڈنگ اسکول یعنی گھوڑے کی سواری سکھانیکا اسکول اسی لئے قائم کیا گیا ہے کہ طالب علم پولیس اور فوج میں داخل ہونیکے لائق ہوں۔ ہمارے دوست کو معلوم ہوا ہوگا کہ ہمارے کالج کے متعدد طالب علم سرکاری انگریزی اور ہندوستانی ریاستوں کی فوجمیں ابتدا ہی سے عہدہ دار مقرر ہو گئے ہیں بہت سے طالب علم ہمارے کالج کے پولیس کے عہدوں پر مامور ہیں اور جہانتک ہمکو معلوم ہے ہمارے صوبہ کی گورنمنٹ ہمارے کالج کی طالب علموں کو سب سے زیادہ لائق اور پولیس کے عہدہ کے قابل تصور کرتی ہے۔

ہمارے دوست کو تسلی ہو جائیگی۔ اگر ہم ایک فہرست لکھیں کہ ہمارے کالج نے اپنے طالب علموں کیلئے کیا کیا ہے اور اس کالج کی تعلیم کی بدولت وہ کہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ فہرست مذکور یہ ہے۔

تعداد طالبعلموں کی جو امپریل سروس میں بمقام لنڈن امتحان دیکر پاس ہوئے۔ ۱

تعداد طالبعلموں کی جو کہ اسسٹنٹ سرجن ہیں ۲

تعداد طالبعلموں کی جنہوں نے ولایت میں امتحان بیرسٹری پاس کیا ۲۵

تعداد طالب علموں کی جنہوں نے ایم۔ڈی یعنی ڈاکٹری کا امتحان ولایت میں پاس کیا ۱

تعداد طالب علموں کی جو میڈیکل کالج لاہور میں تعلیم کیلئے گئے (۶) تعداد طالبعلموں کی جو پولیس سکول الہ آباد میں تعلیم کیلئے گئے۔ ۲

تعداد طالب علموں کی جو منصف اور ڈسٹرکٹ جج ہیں (۵) تعداد طالبعلموں کی جو ڈپٹی کلکٹر اور اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہیں ۸

تعداد طالبعلموں کی جو سب اسسٹنٹ ڈپٹی اوپیم ایجنٹ ہیں۔ ۱

تعداد طالب علموں کی جو تحصیلدار ہیں۔ ۱۴

تعداد طالب علموں کی جو سررشتہ داری یا ہیڈ کلرکی اور دیگر دفتر کے عہدوں پر ہیں ۵۱

تعداد طالب علموں کی جو سپرنٹنڈنٹی کے عہدہ پر ہیں۔ ۱

تعداد طالب علموں کی جو نائب تحصیلدار ہیں ۷

تعداد طالبعلموں کی جو ڈرگنا میڈیکل سروس سب اسسٹنٹ ہیں ۱

تعداد طالبعلموں کی جو جنگلات میں مخبر ہیں۔ ۳

تعداد طالبعلموں کی جو سب رجسٹرار ہیں	۱
تعداد طالبعلموں کی جو سب انسپکٹر پولیس ہیں	۵
تعداد طالبعلموں کی جو سب انسپکٹر پولیس ہیں	۲
تعداد طالبعلموں کی جو پبلک ورکس میں ہیں	۲
تعداد طالبعلموں کی جو محکمہ آبپاشی میں ہیں	۵
تعداد طالبعلموں کی جو سرکاری فوج میں بعہدہ جمعداری و میر منشی کے بھرتی ہوئے	۳
تعداد طالبعلموں کی جو دیگر عہدہ جات فوج میں متعلق کمشریت	۳
تعداد طالبعلموں کی جو سررشتہ تعلیم میں ہیں	۸
تعداد طالب علموں کی جو ہندوستانی سرکاروں میں مختلف عہدوں پر ملازم ہیں	۲۷
تعداد طالبعلموں کی جو وکالت کرتے ہیں	۱۲
تعداد طالبعلموں کی جو حال میں حیدرآباد کی فوج میں عہدہ دار منتخب ہو گئے ہیں	۲

اس فہرست سے ہم کو امید ہے کہ ہمارے دوست کو ایک قسم کی طمانیت ہو جائیگی۔ گو کہ ہم کو افسوس ہے کہ ہمارے کالج سے کوئی ایسا طالبعلم نہیں نکلا جو درزی اور قالین بنی کا کام جانتا ہو۔ اور بوٹ نہایت عمدہ سینا ہو۔ تا کہ ہمارا کالج پوری طرح ٹیکنیکل کالج تصور کیا جاتا۔ مگر ہم آخر کو پھر اپنے دوست کی تعریف کرتے ہیں کہ ایسی عمدگی سے آرٹیکل لکھا ہے کہ اس باب میں اس سے عمدہ طور پر نہیں لکھا جا سکتا تھا۔ مگر انکو زیادہ تر قوم کی حال پر نظر کرنی چاہئے کہ وہ کیا دوا ہے جس سے مرض مہلک نہ بچیں۔ اور طبیعت میں ایسی طاقت ہو کہ خود طبیعت چھوٹی چھوٹی بیماریوں کو دور کر دے۔

کالجی تعلیم کے نقصان کے عنوان کے تحت میں ۱۴ اپریل کے وکیل میں جو مضمون شائع ہوا تھا۔ اسپر قبلہ سرسید نے جو کچھ اپنے خیالات ظاہر فرمائے ہیں۔ وہ درج کرنے کے بعد میں اپنا جواب درج کرتا ہوں۔

گو قبلہ صاحب موصوف کی تحریر بتا رہی ہے کہ آپنے میری رائے سے اتفاق کرنا اپنی وضع کے خلاف سمجھا ہے۔ مگر پھر بھی میں خوش ہوں کہ انہوں نے میری تحریر کو قابل نوٹس تصور فرما کر میری عزت افزائی کی ہے اور اسی ضمن میں وہ اسباب کے قائل بھی ہو گئے ہیں کہ ترقی تعلیم جسپر ۱۴ اپریل گذشتہ کے پرچوں میں خامہ فرسائی کی ہے۔ ضرور قابل بحث ہے۔

قبلہ سرسید نے اپنے مذاق کے مطابق ہماری تحریر پر جو ظریفانہ پیرایہ میں چند ایک ملاحت بھرے ریمارک کئے ہیں۔ انکے جواب میں کچھ عرض کرنا ہماری رائے میں ترک ادب ہے۔ مگر باایں ہمہ ہم اپنے اس خیال کو مشکل سے روک سکتے ہیں کہ بحیثیت مذہبی لیفارمر ہونے کے دعوے کے آپکا انجیل مقدس کی بیت پر حکم لگانا غالباً نامناسب تھا کہ اسکے فقرے اگرچہ نصیحت خیز ہیں۔ مگر ان پر عمل دشوار ہے۔ مسلمان انجیل مقدس کو کلام الہی مانتے ہیں۔ قبلہ سرسید تو یہاں تک تسلیم کرتے ہیں۔ کہ توریت و انجیل لفظی تحریف سے پاک ہیں۔ پس اس صورت میں حضرت کا یہ اعتراض انجیل کے

Marfat.com

برداشت نہیں ہوتا۔ بلکہ ان فقرات کو نازل کرنیوالے سمجھتا ہی۔ اور اس امر کو شاید ولسی معیوب خیال فرماتے ہونگے۔
ہمارے آرٹیکل کی نسبت سرسید تحریر فرماتے ہیں کہ تمام آرٹیکل کا رجحان ٹیکنیکل تعلیم کیطرف ہی مگر آجتک ٹیکنیکل تعلیم کا مفہوم ہماری سمجھ
میں نہیں آیا۔ حالانکہ ہمارے آرٹیکل کا رجحان زیادہ تر موجودہ طریق تعلیم کی اصلاح کیطرف ہے۔ اور اسکے ضمن میں ہم ٹیکنیکل تعلیم کا دیا جانا
ضروری سمجھتے ہیں۔ سرسید نے قوم کی متعدد بیماریوں میں سے مہلک تر تعلیم کی عدم موجودگی کو سمجھ رکھا ہی ہم بھی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں
کہ اوائل اول جب قبلہ سرسید نے قوم کی حالت زار کیطرف اپنی توجہ مبذول کی تھی۔ تو اسوقت بیشک سب سے بڑی بیماری تعلیم کیطرف سے غفلت اور
لاپروائی تھی اور جو علاج انہوں نے تجویز کیا تھا وہ بہت کچھ مناسب وقت اور مقتضائے وقت تہا۔ اور بیشک یہ کہ باوجود طرح طرح کی مشکلات
کے انہیں اسمیں بہت کچھ کامیابی نصیب ہوئی۔ مگر اب اندیشہ ہو گیا ہی کہ اگر دوسرے امراض کو نظر انداز کر کے اور مریض کی حالت اور موسم و وقت کا لحاظ
کئے بغیر اسی ایک مرض کے دفعیہ کیلئے آئے دن مفرحات و مسہلات سے کام لیا گیا تو بیمار بجائے سنبھلنے کے کہیں راہی ملک عدم ہی نہ ہو جائے۔

ہم اپنے مضمون میں اس امر کو تسلیم کر چکے ہیں کہ ہندوستان میں ابھی اعلیٰ تعلیم اور بالخصوص عام تعلیم کی بہت کمی ہی۔ موجودہ تعلیم کی نسبت ہم نے کبھی
یہ اعتراض نہیں کیا کہ وہ بالکل غیر ضروری ہے۔ ہاں اعتراض ہی تو صرف اس قدر ہی کہ ملک کی ضروریات کے لحاظ سے وہ بہت کچھ ناکافی ہے۔

ہمیں امید تھی کہ قبلہ سرسید نے جو اس مضمون پر قلم اٹھایا ہی تو تعلیمی معاملہ میں سب سے بڑی اتھارٹی ہونے کی وجہ سے وہ اس پر
پوری اور قاطع بحث کر کے ملک کے روبرو کوئی تشفی بخش اور قابل اطمینان فیصلہ پیش کریں گے۔ مگر افسوس ہی کہ حضور ممدوح
اس سارے مضمون کو گھیر گھار علیگڈھ کالج کی طرف لے گئے ہیں۔ اور اصل بحث کو چھوڑ کر اس امر سے مسلمانوں کی تشفی کرنے کی
کوشش کی ہے کہ کالج مذکور سے آجتک اس قدر طلبا گورنمنٹ اور ریاستوں کی ملازمت میں داخل ہوئے اور اس قدر
بیرسٹر اور وکیل بنائے گئے۔ گویا کالج کی نسبت جو کچھ ہمارا اعتراض تھا اوسکو آپنے اور مضبوط کر دیا ہے۔ جس کام پر
سرسید کو فخر ہے۔ ناظرین دیکھتے ہیں کہ وہ تو دوسرے کالج بھی کر رہے ہیں۔ بلکہ اس معاملہ میں علی گڈہ کالج سے
بہت کچھ بڑھے ہوئے ہیں۔ اگر لاہور گورنمنٹ کالج ہی کے اُن طلبا کو شمار کیا جائے جو وہاں سے تعلیم پاکر گورنمنٹ
سروس میں داخل ہو چکے ہیں۔ تو اُن کی تعداد علی گڈھ کالج سے بدرجہا زیادہ پائی جائیگی۔ ۲۵ طلباء کے بیرسٹر بن
آنے کی سرسید نے ایک ہی کہی ہے۔ کالجوں کے تعلیم یافتوں کو علیحدہ رہنے دیجئے۔ بیرسٹری کا ڈپلوما تو بہت سے ایسے نوجوان حاصل
کر آئے ہیں جنکی تعلیم صرف مڈل اور انٹرنس تک ہے۔ اسصورت میں ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ علی گڈھ کالج کے ۲۵
طلباء کے اس منزل کو طے کر لینے پر سید صاحب کا فخر و ناز کرنا کس قدر زیبا ہو سکتا ہے۔ اور یہ سوال ابھی
الگ طور پر بحث طلب ہے کہ آیا بیرسٹر بن جانا ملک کے لئے بھی کچھ مفید ہو سکتا ہے۔ اور بیرسٹری
کا ڈپلومہ حاصل کرنے پر جو ملک کا ہزاروں روپیہ برباد کیا جاتا ہے۔ اُس کا ملک کو بھی کوئی
کافی معاوضہ ملتا ہے؟

ہم نے اپنے مضمون میں علیگڈھ کالج کا بالتخصیص اسلئے ذکر کیا تھا کہ کل قوم اُسے اپنا قومی کالج تسلیم کرتی ہے۔ اور اسوجہ سے

Marfat.com

مدارس کے کارآمد بنانے میں حتی المقدور سعی سے دریغ نہیں کرے گی۔ انگلو انڈین جماعت کے مدارس اور کالجوں کیطرف سرسید کو بغرض سے توجہ دلائی گئی تھی کہ وہ اس قومی کالج کو بھی اپنی قوم کیلئے ویسا ہی مفید اور کارآمد بنانیکی کوشش کریں جیسا کہ انگلو انڈین جماعت نے اپنے قومی مدارس کو بنا رکھا ہے۔ اور اسکی ذیل میں یہ بھی التماس کیگئی تھی کہ مسلمانوں کے قومی کالج میں بھی انہیں گورنمنٹ سروس کی مختلف صیغوں میں داخل ہونیکے قابل بنانے کے لئے چند کارآمد پروفیشنوں کی متعلق سپیشل جماعتیں کھولی جاویں۔ لیکن سرسید ہیں کہ قانونی جماعت اور ریڈنگ کلاس کا قایم کیا جانا ہی کافی تصور فرما رہے ہیں۔ قانونی جماعت کے قایم کرنے کی کچھہ ایسی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ یونیورسٹیوں نے قانونی تعلیم کے لئے جو جماعتیں قایم کر رکھی ہیں وہ ملک کی ضرورت کیلئے کافی ہیں۔ علاوہ بریں قانون پیشہ صاحب کی روز افزوں تعداد کو اکثر بہی خواہان ملک اچھی نظروں سے نہیں دیکھہ رہے۔

ہاں سواری اور قواعد سکھانیکا جو انتظام کیا گیا ہے۔ وہ البتہ ترقی کے میدان کیطرف پہلا قدم ہے جسکیلئے مہتمان کالج بہت کچھہ شکریہ کی مستحق سمجھے جا سکتے ہیں۔ گو رائیڈنگ جماعت سے وہی طلبا مستفید ہو سکتے ہیں۔ جو پانچ روپیہ ماہوار فیس ادا کر سکیں۔ اور مسلمانوں میں ۹۰ فیصدی ایسے خاندان ہوں گے جن کی کل ماہوار آمدنی آٹھہ دس روپیہ کی ہو اور انہیں خاندانوں کی اولاد کیلئے یہ دروازہ کھولا جا رہا ہے کہ وہ تو موجودہ کالجیت تعلیم کے حاصل کرنے کی دستطاعت رکھتے ہیں اور نہ ہی ان کے حق میں یہ مفید ہو سکتی ہے۔

سرسید کی طرز تحریر سے مترشح ہو رہا ہے کہ وہ علیگڈھ کالج میں یونیورسٹی کی تعلیم کو کافی خیال کر رہے ہیں۔ اور دیگر ضروری شعبوں کی تعلیم کو ضروری نہیں سمجھتے۔

فہرست طلبا کے اندراج کے بعد آپ طنز آمیز پیرایہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہمکو افسوس ہے کہ ہماری کالج سے کوئی ایسا طالب علم نہیں نکلا جو دری اور قالین بننے کا کام جانتا ہو۔ اور بوٹ نہایت عمدہ سی سکتا ہو۔ ناظرین اس فقرہ کو پڑھکر متعجب ہوں گے کہ کیا یہ اسی شخص کی قلم سے نکلا ہوا ہے۔ جو حدیث الکاسب حبیب اللہ پر فخر کرنے والا ہے۔ اور جو کھلا اعادہ کرتا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ بزاز اور حضرت عمر خطابؓ خشت پز تھے۔ اور اسیطرح بہت سے بزرگوں کے پیشے گنوا کر نوجوان مسلمانوں کو پیشہ وری اور دستکاری کی رغبت دلاتا ... میں تو یہ فقرہ صرف کالجیت تعلیم کی طرفداری کے جوش میں سرسید کی قلم سے بمصداق ... نکل گیا ہے۔ ورنہ سید جیسے شخص سے یہ ہرگز امید نہیں ہو سکتی کہ وہ قالین بافی اور بوٹ سازی کے دل سے مخالف ہوں۔ کیونکہ زمانہ کی موجودہ حالت بیکاری کو دیکھکر اکثر ... کالج نیچر جنکی طلبا ... فیصدی تلاش روزگار میں چیپوں مارے مارے پھرتے ہیں۔ ... دری اور قالین بافی اور دیگر ... [illegible]

Marfat.com

مضمون مندرجہ بالا اور نیز اس مضمون میں جو قبلہ سرسید نے پاینیر کے ایک نامہ نگار کی تحریر کے جواب میں تحریر سے ہمارے آرٹیکل موسومہ ۲۷ اپریل کی بہت کچھ تائید ہوتی ہے) ۲۳ مئی کی علیگڈھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں لکھا ہے۔ اعلیٰ تعلیم پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اور اسی کو کل امراض کا تیر بہدف علاج اور عام ترقی خوشحالی کا ذریعہ قرار دیا ہے لیکن اعلیٰ تعلیم کے اصلی مفہوم پر اگر غور کیا جاوے تو ہندوستان میں اس کا کہیں وجود نہیں پایا جاتا۔ اور یونیورسٹی کی موجودہ تعلیم پر کسی صورت میں اوسکا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ اسلئے یہاں کی کالجوں میں جو تعلیم دی جاتی ہے۔ اُسے بجائے اعلیٰ تعلیم کہنے کے اگر کالجیٹ تعلیم کہا جائے تو زیادہ مناسب حال ہے۔ اور یہ امر ہم ناظرین کی رائے پر چھوڑتے ہیں۔ کہ یہ کالجیٹ تعلیم جسکے لیے سرسید باوجود تمام زمانہ کی مخالفت کے اسقدر سراہ رہے ہیں۔ ان آٹھ پیشوں کے لئے جنکو سرسید نے اپنے مضمون میں بیان کیا ہے۔ بالعموم کہانتک مکتفی و کارآمد ثابت ہوتی ہے یا آیندہ ہوگی۔ تعلیم سے مدعا نوجوانوں کی دماغی نشو و نما کو ترقی دینا۔ اونکی جسمانی صحت کو قایم رکھنا بلکہ دن بدن زیادہ مضبوط بنانا۔ اونکے اخلاقی خصائل کو قوی اور اونمیں کاروباری عادت کا پیدا کرنا ہے۔ اور غالباً سرسید بھی اوسکا یہی مدعا سمجھتے ہوں گے۔ مگر آپ ہی انصاف کریں کہ کیا موجودہ کالجیٹ تعلیم سے اس مدعا کا عشر عشیر بھی حاصل ہو رہا ہے۔ کیا کالجیٹ تعلیم دماغ کو محض درسی کتابوں کی مضامین کا گودام اور نوجوانوں کو طوطے کیطرح رٹنے کا عادی نہیں بنا رہی ہے۔ اور کیا اوسکی بدولت نوجوانوں کی دل و دماغ اور صحت اور اونکی اولیاء کی سرمایہ اور مال و زر کا مفت میں خون نہیں ہو رہا۔ البتہ علیگڈہ کالج میں تعلیم کے اصل منشاء کا کچھ لحاظ کیا جاتا ہے جسکا لازمی نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ وہ اپنے طلباء کو یونیورسٹی کی امتحانات پاس کرانے میں بمقابلہ دیگر کالجوں کے چنداں کامیاب ثابت نہیں ہوا لیکن اگر وہ زیادہ طلباء پاس کرا لے تو بھی اس سے کوئی فایدہ متصور نہیں ہوسکتا۔ اصل بحث تو یہ ہے کہ آیا وہ نوجوان جن کے پاس قیمتی موروثی جایدادیں نہیں اور جنکو اپنی معاش کے لئے خود کوئی سبیل معاش کرسکنے کی قابل رہجاتے ہیں؟ علیگڈہ کالج اگر فی الواقع مسلمانوں کو اعلیٰ تعلیمیافتہ بنانا چاہتا ہے تو اوسی یونیورسٹی کی پابندی سے بالکل آزاد ہونے پر اپنے مدعا میں کامیابی حاصل ہوسکتی ہے مگر اسصورت میں شاید ایک طالبعلم بھی باقی نہ رہجاوے کیونکہ گو سرسید تو یہی فرماتے ہیں کہ اب کوئی ایسا بیوقوف طالبعلم نہ ہوگا جو فقط سرکاری نوکری لینے کے لئے تعلیم پارہا ہو۔ مگر یونیورسٹی کی ماتحتی سے نکلنے پر جنکی ڈگریوں ہی کو حصول ملازمت کا ذریعہ سمجھکر ۹۹ فیصدی طلباء کالجوں میں پڑھ رہے ہیں فوراً معلوم ہوجائیگا کہ سرسید کا یہ خیال واقعات پر مبنی نہیں ہے۔ وہ خود طالبعلم نہیں اور اسی لیے وہ طالبعلموں کی دلی اُمنگوں اور اصلی منشاء کا بخوبی اندازہ نہیں کرسکتے ہیں۔ پس اسکا یہ علاج ہوسکتا ہے کہ یونیورسٹی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مختلف پروفیشنوں اور سرکاری ملازمت کی مختلف امتحانات مقابلہ کے لئے لڑکوں کے تیار کرنے کا انتظام کیا جائے۔

اپنے مضمون کے شروع میں قبلہ سرسید تحریر فرماتے ہیں کہ ٹیکنیکل تعلیم کا مفہوم ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ صاف صاف بتانا چاہیئے کہ ہندوستانیوں کو کس قسم کی ٹیکنیکل دستکاری حرفت وصنعت کی تعلیم دینی چاہیئے۔ اسکی تشریح بالتفصیل ہمارے مضمون کے اُنہیں پیراگرافوں میں ہو چکی ہے جنکو حضور انور نے شروع شروع میں اقتباس کیا ہے آجکل ہندوستان کے لئے کسی نئی ٹیکنیکل تعلیم کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اُنہیں دستکاریوں اور حرفتوں کے معدوم ہو جانیکا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے جو فی زماننا موجود ہیں۔ زمانہ کی رفتار۔ سرکاری ملازمت کے شوق اور اصطلاح کی دیگر باعث نے حرفت پیشہ لوگوں کو بھی تعلیم کیطرف متوجہ کر دیا ہے جو بی اے۔ ایم اے ہونا تو کجا مڈل پاس کرنے تک ہی پورے بابو اور صاحب لوگ بنجاتے ہیں۔ اور سرکاری نوکری کی خام ہوس بڑی پختگی سے اونکے دماغوں میں سما جاتی ہے۔ اور وہ اپنے آبائی پیشے ہی سے نہیں بلکہ اپنے گھر والوں سے بھی متنفر ہو جاتے ہیں۔ اپنے جدی پیشہ سے خواہ وہ ماہوار کما سکنے کے قابل ہو جائے مگر تعلیم حاصل کرنیکے بعد وہ پانچ روپیہ کی منشی گری کو اُسپر ترجیح دینگے۔ لیکن باوجود تعلیم کی ان سب خرابیوں کے ہم مانتے ہیں کہ ملک میں عام تعلیم کا ہونا نہایت ضروریات سے ہے۔ اور اسلئے ہمنے عرض کیا تھا کہ حرفت پیشہ اور دستکار لوگوں کی اولاد کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ اپنے آبائی پیشہ کو کبھی نہ چھوڑیں۔ اور معمولی سے معمولی دنیاوی کاروبار میں دوسروں کا محتاج نہ ہونے۔ اپنی معلومات کو وسیع کرنے۔ دنیا کے نیک و بد سے آگاہ رہنے۔ اور اپنے حقوق کو پہچاننے کے قابل بننے کے لئے ساتھ ساتھ ابتدائی یا درمیانی درجہ کی تعلیم بھی حاصل کریں جسکے لئے ایسے خاص سکول ہوں۔ جہاں وہ اپنا پیشہ بھی سیکھیں اور علم بھی پڑھیں۔ اور اگر ایک ہی سکول میں متعدد پیشوں کا سبق ملنا محال ہو تو دستکاری تو وہ اپنے عزیزوں کی دوکانوں پر سیکھیں اور معمولی نوشت خواند کی ایسے نائیٹ یا ڈے (رات کی یا دن کے) مدارس میں تعلیم پائیں جو یونیورسٹی کی بیہودہ پیچ سے آزاد ہوں اور اونکا مدعا صرف مندرجہ بالا مہارت پیدا کرا دینے کا ہو۔ سرسید کے اس بیان کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ہندوستان میں ہر قسم کی دستکاری کے کثیر التعداد ماہر بلکہ اوستاد موجود ہیں لیکن ہماری التماس بھی ہے کہ ایسے لوگوں کی اولاد کو صرف منشی ہی بنا کر روٹی کا محتاج کیا جائے اور نہ صرف کاریگری سکھا کر جاہل مطلق رہنے دیا جائے۔ بلکہ اونکو ضروری تعلیم بھی دیجائے اور اپنا پیشہ بھی سکھایا جائے۔

سرسید کے اس بیان سے ہمیں اختلاف ہے کہ ہندوستان کے کاریگر بھوکے مر رہے ہیں شاید اس نواح میں سرسید کا گذر ہوا ہو یہ کیفیت ہو۔ مگر خاص پنجاب میں تو یہ ہر ایک مشاہدہ کر رہا ہے کہ باوجود انگریزی مشینری اور کارخانوں کے سر توڑ مقابلہ کے یہاں کے تمام کاریگر اگر مرفہ الحال نہیں تو انمیں فاقہ کش بھی کوئی نہیں ہے۔ سب سے زیادہ مندا جولاہوں اور کفش دوزوں کا بیان کیا جاتا ہے۔ مگر وہ یہاں پندرہ پندرہ اور بیس بیس روپیہ ماہوار بڑی آسانی سے کما لیتے ہیں مگر برخلاف اسکے ہم اوسی موچی جولاہے یا درزی کے ڈگری یافتہ بیٹے کو دیکھتے ہیں کہ گمسریٹ ریلوے اور دیگر سرکاری دفاتر کی خاک چھان رہا ہے۔ اور ہیڈ کلرکوں اور سررشتہ داروں کی کفش برداری کر رہا ہے کہ خدا کیلئے زیادہ نہیں تو کہیں

Marfat.com

پندرہ برس روپیہ ہی کی ہامی ولادیجئے یعنی اگر صنعت و حرفت کی تعلیم اور [illegible]
کیوں گھبرا گئے ہیں یہی بات مدراس یونیورسٹی کی اسالہ کنووکیشن میں جب آنریبل جسٹس سبرامنیا ایئر نے [illegible]
کو کہی تھی تو سید بالکل خاموش رہے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ ملک کے نوجوانوں نے بی اے بننے کے بعد جب قومی لیڈروں
اور گورنمنٹ سے یہی سنا ہے کہ جاؤ دستی محنت کرو۔ تو حصول ڈگری یا سند پر وقت اور محنت اور روپیہ ضائع کرنے کی
بجائے وہ شروع ہی سے دستکاری اور حرفت کیوں نہ سیکھیں۔

سید فرماتے ہیں کہ "ہندوستان میں سائنس کی تعلیم گو وہ فی نفسہ کیسی ہی عمدہ چیز ہو کچھ بکار آمد نہیں اگر
اس کے ذریعے ایک گھٹیا درجہ کا کوئی طالب علم پیدا کر سکتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ اس قسم کی تعلیم یافتہ لوگوں کی
مانگ ہندوستان میں نہیں ہے (کیا ڈگری یافتگان کی ہے؟) اور نہ ابھی صدیوں تک ہو سکتی ہے۔"

ہمیں سید کی اس رائے سے بالکل اتفاق نہیں ہوتا بلکہ تاریخ عالم اس کے برخلاف شہادت دے رہی ہے اور
نہایت چلا چلا کر کہہ رہی ہے کہ کسی قوم و ملک نے فلسفہ دانی اور اعلیٰ تعلیم سے کبھی ترقی نہیں کی بلکہ سائنس
آرٹس اور تجارت و صنعت کی ترقی سے۔ یہی تاریخ ہمیں یہ بھی بتا رہی ہے کہ جس قوم نے عملی طور پر کام آنے والے علوم
فنون اور تجارت و حرفت کو خیر باد کہہ کر بلند پروازیوں اور فلسفہ و منطق کی موشگافیوں پر وقت ضائع کرنا شروع
کیا وہی آخر کو برباد ہوئی۔

سب سے بڑی مثال ہمارے پاس جاپان کی موجود ہے۔ ہندوستان میں اس ادعائی اعلیٰ تعلیم کا رواج ہوئے تقریباً
پچاس برس ہوتے ہیں۔ مگر وہ کولہو کے بیل کی طرح آج کے دن بھی اسی جگہ موجود ہے برخلاف اس کے جاپان میں
مغربی روشنی کے پرتو پڑے کو صرف بیس برس ہوئے ہیں۔ مگر ان برسوں میں اس نے اپنی حیرت انگیز ترقی سے کل
دنیا کو عالم تحیر میں ڈال دیا ہے۔ اس اختلاف کی وجہ کیا ہے؟ یہی کہ ہندوستان نے انگریزی زبان کو محض باندانی
یا فلسفہ و منطق کے خیال سے پڑھا۔ اور جاپان نے مغربی زبانوں کو علوم و فنون کے سیکھنے اور حاصل کرنے کا ذریعہ جانا اور
انہی علوم و فنون نے آج اس کو ترقی کے اس درجہ پر پہنچا دیا۔ جسے کل زمانہ دیکھ رہا ہے۔ ہندوستان نے اس پچاس
برس کے عرصہ میں جو کچھ ترقی کی وہ اسی سے ظاہر ہے کہ وہ اب تک سوئی سے لے کر ہر ایک چیز کے لئے یورپ و امریکہ کا محتاج ہے۔
اور اہل الرائے سے پوشیدہ نہیں کہ یہ محتاجی [illegible] محتاجی ہے بلکہ [illegible] سید نہایت فخر سے لکھتے
ہیں کہ ہمارے قومی کالج میں ریاضی کا ذوق بہت ہی بڑھایا جاتا ہے۔ اور قانونی جماعت بھی کھولی گئی ہے گستاخی معاف
ہم پوچھتے ہیں کہ یہ [illegible] اقتصادی جھگڑے [illegible] لیں گی۔ اور فرد و مرکوز کس کام آئے گا۔
جبکہ محض [illegible] طالب علم کو ایسا گھن چکر بنا دیا ہوگا۔ کہ اس کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکے
کہ وہ پاؤں کے بل کھڑا ہے یا سر کے۔

Marfat.com

سرسید صنعت کاروں کے حق میں اسقدر تو مانتے ہیں کہ وہ آسودہ ہوسکتے ہیں۔ اور انکی طفیل کارخانہ دار فائدہ اٹھا سکتے ہیں مگر غریب ڈگری یافتوں کی طرف سے ہمیں اسقدر اطمینان بھی تو حاصل نہیں کہ وہ اس مرحلہ کے طے کر لینے کے بعد اپنی روزی ہی کما کھائیں گے ہم حضرت کی اس رائے کو کہ یہہ کارخانے بھی تب ہی قائم ہوسکتے ہیں۔ جب ملک میں اعلیٰ درجہ کی تعلیمیافتہ اسقدر رہیہ جائیں کہ اگر ڈھیلا اٹھایا جائے تو وہ بھی گریجوایٹ ہو اور تالاب میں پانی اتنا بھرا جاوے کہ وہ ابل جائے اور پانی از خود اپنا رستہ نکال لے" بڑی خوشی سے قبول کرلیں۔ اگر موجودہ گریجوایٹوں کے طریق عمل سے ایکی اس رائے کی کچھ بھی تائید ہوتی ہو اور ساتھ ہی اس امر کا اطمینان دلایا جاوے کہ وہ پانی اچھلتے وقت نہ صرف تالاب کی دیواروں کو ہی نہیں چھوڑیگا۔ بلکہ اردگرد کے مکانات کو بھی برباد اور تباہ نہیں کردیگا۔

سرسید نے تو صرف رائے ظاہر کرنے پر انحصار کیا ہے اور سپکٹیٹر میں مضمون لکھنے والا بدلائل ثابت کررہا ہے کہ کالجی تعلیمیافتگان تجارت اور صنعت و حرفت تو بجائے خود رہے کسی عملی کام کے قابل رہ ہی نہیں جاتے۔ یہاں ہندوستان میں ہر روز مشاہدہ ہو رہا ہے کہ ہزاروں ڈگری یافتگان بیسروسامان مارے مارے پھر رہے ہیں۔ مگر ان سے کچھ بن نہیں پڑتا اور بنے کیونکر۔ یونیورسٹی کے امتحانات انہیں اس قابل ہی نہیں چھوڑتے کہ وہ کچھ کرسکیں دل و دماغ۔ بصارت اور بصیرت اور جسمانی طاقت سے وہ الگ ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اور کالجی اخراجات میں دیوالہ الگ نکلجاتا ہے۔ کمزور جسم اور زائل شدہ طاقت کی دور کرنے کے لئے دوائی تک تو میسر آسکتی نہیں۔ وہ تجارت کریں تو کاہے سے۔ ڈھب سیکھیں تو کس سے اور ڈھب سیکھنے کی عمر لائیں تو کہاں سے تمام قوا اور اعضا کا ستیاناس تو کالجی تعلیم میں ہو چکا ہے کوئی اور پیشہ سیکھیں تو کیونکر۔ کوئی پیشہ یا فن ہو بغیر محنت کے کبھی حاصل نہیں ہوتا۔ سائیسی کیا رذیل سا کام ہے مگر اسکی نسبت بھی سائیسوں کا عام مقولہ مشہور ہے کہ سائیسی علم دریاؤ ہے اب غور کا مقام ہے کہ سائیسی کے لئے تو سائیسوں کا تختہ مشق بننا پڑے۔ اور تجارت جیسا شریف فن مُنہ کا نوالہ ٹھہر کر کالج سے ہربرٹ سپنسر کی فلاسفی یا شکسپیر کے ڈرامے پڑھتے نکلے اور جھٹ تاجر ہوگئے۔ ہندوستان میں اسوقت سینکڑوں اور انگلستان میں ہزاروں مشترکہ سرمایہ کے کارخانہ موجود ہیں۔ مگر کسی کمپنی کے بانی مبانیوں یا ڈائرکٹروں میں کہیں کالج کے پڑھے ہوئے بی اے۔ ایم اے کا مشکل سے نام ملیگا۔ تو اب کیا ہندوستان میں سرسید گنگا الٹی بہانی چاہتے ہیں۔

تجارت میں راستبازی اور ایمانداری بہت ضروری ہیں۔ اور اسمیں کلام نہیں کہ تعلیمیافتہ شخص جاہل کی نسبت ان دونو باتوں کی زیادہ نگہداشت کریگا۔ مگر مشاہدہ بتا رہا ہے کہ یونیورسٹی کی تعلیم پاتے ہوئے بالعموم راستبازی و ایمانداری میں عوام سے کچھ بڑھے ہوئے نہیں ہوتے۔ راستبازی اور ایمانداری کے حصول اور تجارت کے دوسرے گُر جیسے کہ تجارتی کارخانوں اور کمپنیوں کی عملی تربیت سے ذہن نشین ہوسکتی ہیں۔ ایسے ہندوستانی کالج تو کیا۔ آکسفورڈ اور کیمبرج کے کالج بھی نہیں کرسکتے۔

سید صاحب کا یہ فقرہ بھی کچھ کم تعجب خیز نہیں ہے کہ یہ سمجھنا کہ لوگ خدا کے ڈر سے اور مذہب کی پابندی سے سچائی اور دیانتداری کریں گے محض خام خیالی ہے۔ الخ۔ لیکن اگر وہ ڈین لیدٹ کی کتاب[1] کو مد نظر رکھ لیتے تو انہیں معلوم ہوجاتا کہ جاہل و تعلیمیافتہ

[1] [illegible] تہذیب القرآن۔ جو زبان انگریزی ما[illegible] کشمیری بازار لاہور سے مل سکتی ہے ۔ مؤلف

ترک اور عرب یورپ کی مہذب و اعلیٰ تعلیمیافتہ دوکانداروں کی نسبت محض خدا کے خوف اور مذہب کی پابندی کی وجہ سے کئی گنا زیادہ راستبازو دیندار ہیں۔

اسی ضمن میں آپ یہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ تعلیمیافتوں پر لوگ اعتماد کرسکیں گے۔ اور اپنا روپیہ ان کے ہاتھ میں دینگے۔ البتہ اس صورت میں ہوسکتا ہی جبکہ ہماری نوجوان تعلیمیافتہ سرسید جیسے نکلیں کہ قوم لاکھوں روپیہ ان کے ہاتھ میں دیدے۔ اور باوجود ایک بڑی رقم کے غبن ہوجانے کے بھی اونپر ویسا ہی اعتماد رکھے ورنہ عام طور پر دیکھا جاتا ہی کہ روپیہ پیسہ کے معاملہ میں دردار پر ہی اعتماد کیا جاتا ہے۔ اور یہاں ڈگری یافتوں کا یہ حال ہی کہ کم از کم اسی فیصدی (کیونکہ مسلمانوں میں اکثر متوسط الحال یا غربا ہی تعلیم کیطرف مایل ہوتی ہیں۔ اور انہی کی لئے ہم پروفیشنل اور ٹیکنیکل تعلیم کو ضروری قرار دیتے ہیں) ڈگری حاصل کرنے تک تلاش محض اور نادار ہو جاتی ہیں اور اکثر بیچارے تو محض وظیفوں اور سکالرشپوں کی بدولت ڈگری پانیکی حد تک پہنچتی ہیں۔ پھر ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس کمبخت دنیا اور خاصکر اس بے اعتباری کی زمانہ میں وہ کون شخص ہی جو اپنے روپیہ کو کسی نادار کے حوالہ کردیگا۔ خواہ وہ کیسا ہی تعلیم و تربیت یافتہ کیوں نہ ہو۔ اور اوسکی راستبازی اور دیانتداری کیسی ہی اعلیٰ پایہ پر کیوں نہ پہنچی ہوتی ہو۔ مفلسی کمبخت وہ بلا ہے کہ سینکڑوں عیب پیدا کردیتی ہی۔

آخر میں ہم اپنے سالقہ مضمون میں سے پھر اس سوال کو بہ چندیں تغیرات دوبارہ یہاں درج کرتے ہیں کہ کیا حضور ممدوح اس امر کو تسلیم نہیں کرتے کہ انگریز لوگ نہایت عقلمند۔ دانا۔ مآل اندیش ہونے کے علاوہ حاکم وقت اور حکام وقت کے بھائی بند ہیں اور جو فایدہ فیورٹزم (سفارش و رعایت) انگریزی عملداری میں وہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور اٹھا رہے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو قیامت تک بھی نصیب نہیں ہوسکتا؟

اگر جناب ممدوح ان باتوں کو تسلیم فرماتے ہیں تو کیا وہ اوس کوشش اور جد و جہد کو جو نہ صرف انگلو انڈین جماعت بلکہ خود انگریزی گورنمنٹ انگریزوں کی اولاد کی ہر ایک طرح کی تعلیم کے لئے کر رہی ہے۔ ملاحظہ نہیں فرمارہے ہیں؟ اور کیا اونکو معلوم نہیں ہوا کہ اینگلو انڈین جماعت کی اولاد کے لئے یونیورسٹی کی عام تعلیم کے علاوہ خاص پروفیشنوں پیشوں اور سرکاری ملازمت کی امتحانات[1] مقابلہ کی لئے خاص جماعتوں کے موجود ہونے کے باوجود اب آکی ٹیکنیکل تعلیم کا دیا جانا بھی ضروری سمجھا گیا ہے جسکی مفہوم تک سے سرسید لاعلمی ظاہر کرتے ہیں۔ کیا اس جماعت یا گورنمنٹ کی نسبت بھی قبلہ سرسید کہہ سکتی ہیں کہ وہ اعلیٰ تعلیم کی قدر نہیں جانتے؟ نہیں ہرگز نہیں یہ وہ خوش نصیب قوم ہے جو دنیا کے تیسرے حصہ کی مالک ہی اور جسکی علمدوستی کی دنیا بھر میں دھاک بندھی ہوئی ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی جانتی ہے کہ خالی بیٹھ ہونے پر علم کسی کام نہیں آسکتا۔ سب سے مقدم فکر معاش ہے۔ وہ ضروریات انسانی کو

---

[1] علیگڈھ کالج سے تقریباً بیس برس کے عرصہ میں صرف ۸ طلباء صیغہ پولیس میں لئے گئے۔ مگر انگلو انڈین کے ایک ہی کالجیٹ سکول واقع ڈیرہ دون سے اس برس تین طلبا پنجاب پولیس کی پچھلے امتحان میں اول دوم اور سوم نمبر پر کامیاب ہوئے ہیں۔

Marfat.com

بھتی اور ادن کے پورا کرنے کی عملی کوشش کرتی ہے۔

تعجب ہے کہ انگریز لوگ تو باوجود اجنبی محض ہونے کے فقط انسانی ہمدردی اور نیک نیتی کی وجہ سے گورنمنٹ پر زور نہ ڈالیں کہ وہ صرف انگلو انڈین جماعت کے غریب لڑکوں ہی کے لئے ٹیکنیکل تعلیم کا انتظام نہ کرے بلکہ غریب فرزندان ملک (یعنی ہندوستانیوں) کے لئے بھی کم از کم ایک لاکھ پونڈ سالانہ کا خرچ منظور کر کے پانسو دیسی طلباء کو انگلستان کے کارخانوں۔ ملوں۔ ورکشاپوں۔ معادن اور زراعتی کالجوں میں عملی تعلیم حاصل کرنے کیواسطے روانہ کریں تاکہ یہ جماعت پھر ہندوستان میں واپس آکر دیگر ابنائے ملک کو عملی تعلیم و تربیت دینے کا کام دے۔ اور اِدہر ہمارے قومی ناخدا سر سید ہیں کہ ٹکنیکل تعلیم کو سرے ہی سے محض فضول بتلاتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کی بدقسمتی نہیں تو کیا ہے۔ اسی ٹیکنیکل تعلیم کے متعلق ہمارے انگلو انڈین ہمعصر سول ملٹری گزٹ نے ۲۳ مئی ۱۸۹۶ء کے پرچہ میں جو لیڈنگ آرٹیکل (ہندوستان میں ٹیکنیکل تعلیم کے عنوان سے) دیا ہے اسکا خلاصہ ملاحظہ ناظرین کے لئے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

اس تغیر سے جو ہندوستان کے یورپین باشندگان کے حصہ کثیر کی حالت میں پیدا ہو رہا ہے اور نیز غریب جماعت کی آبادی کے بڑھتے جانے سے یہ سوال پیدا ہو گیا ہے کہ آبادی مذکورہ کے اس نئے عنصر کو اپنی روزی کما کھانے کے لئے جو دن بدن محدود ہوتی چلی جا رہی ہے کسطرح قابل بنایا جائے۔ گورنمنٹ ہند اس مسئلہ کیطرف متوجہ ہوئی ہے۔ اور اس کمیٹی نے جو صوبہ بنگال کی یورپین مدارس کے مجموعہ ضوابط کی ترمیم کے لئے مقرر ہوئی تھی۔ اپنی رپورٹ میں اس جدید مسئلہ پر بھی جسقدر توجہ کی ہے۔ رپورٹ مذکور کی اس دفعہ میں جو غرباء کی تعلیم کے متعلق ہے۔ ہمیشہ مدنظر رکھنے کے لئے یہ بنیادی اصول قرار دیا گیا ہے کہ "ہمارا مدعا صرف انہی آسانیوں کی ترقی دینے اور بڑھانے کا نہیں ہے جو عام تعلیم کے حصول میں غریب بچوں کے لئے موجود ہیں۔ بلکہ ساتھ ہی یہ غرض بھی ہے کہ انکو اس قسم کی تعلیم دیجائے جو سکول چھوڑنے کے بعد انکو مختلف حرفتی پیشوں کے ذریعہ سے روزی کما کھانے کے زیادہ اچھی طرح سے قابل بنا دے۔" لنڈن کیطرح ہندوستان میں بھی منشی گری کے کام کرنے والوں کی تعداد مانگ سے بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ اور یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ اس مشکل کا مقابلہ کرنے کے لئے تعلیم اطفال میں آئندہ ٹیکنیکل تعلیم کا شامل کرنا لازمی ہو گیا ہے۔ کمیٹی کا خیال ہے کہ انگلو انڈین بلکہ غریب جماعتوں کے والدین بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ انکے بیٹے دستی کام کریں۔ مگر ہماری رائے میں تقریباً کل انگلو انڈین گو انکی دنیاوی [illegible] کیسی ہی کیوں نہو۔ دستی محنت کے مخالف نہیں ہیں۔ البتہ یورشین لوگ اور خاصکر ادنیٰ درجہ کے یوریشین اسکو اپنی کسر شان سمجھتے ہیں لیکن باوجود مندرجہ بالا خیال کے کمیٹی نے جو یہ نتیجہ قایم کیا ہے وہ بالکل درست ہے کہ "اگر یورپین سکولوں کو حرفتی جماعتوں کے کھولنے کی ترغیب دیجائے تو جو عملی تربیت اور دستی حرفتکاری وہ سکھائیں گے وہ طلباء کو اپنی آئندہ زندگی میں نہایت مفید اور کارآمد ثابت ہو گی۔"

اس مدعا کو مدنظر رکھکر کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ موجودہ کسیقدر عملی حیثیت رکھنے والے مضامین یعنی قواعد

نقشہ کشی اور علم طبعیات کی علاوہ شارٹ ہینڈ مختصر نویسی اور ٹائپ رائٹنگ ٹائپ نویسی کی اور نجاری آہنگری کے کام سکھانے کی لئے جماعتیں قایم کیجاتیں مختصر نویسی اور ٹائپ نویسی بہت بڑی تجارتی قدرت اور وہ بڑی آسانی سی سیکھی جاسکتی ہیں مٹی کی سانچے ڈھالنا نقشہ کشی کیطرح آنکھ اور ہاتھ کو باہم ملکر کام کرنیکا عادی بناتا اور آہنگری ونجاری کی فواید تو اظہر من الشمس ہیں۔ نجاری کا کام انگلستان کی سرکاری مدارس میں اون لڑکوں کو بھی سکھایا جاتا ہے جنکو شاید ساری عمر میں اپنے ہاتھوں سی محنت کرنیکی ضرورت نہو۔ پہلے انگلستان بھی ٹیکنیکل تعلیم کیطرف سے غافل تھا۔ مگر فرانس جرمنی اور امریکہ کی کاریگروں کی صناعی اور ہاتھ کی صفائی نے اوسی ۱۸۸۱ء میں اسکی ضرورت کو محسوس کرادیا۔" اس کی بعد مضمون مذکور میں ٹیکنیکل کے فوائد اور آہنگری ونجاری کی جماعتوں کی سالانہ اخراجات کا ذکر کرکے گورنمنٹ کو دیسی لوگوں کو اسی ٹیکنیکل تعلیم سی مستفید کرنیکی طرف متوجہ کیا گیا ہے جسکا لب لباب اوپر درج کردیا گیا ہے۔ اسی مضمون کے ضمن میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ لارڈ مکالے نی دیسی تعلیم پر انگریزی تعلیم کو ترجیح وغیرہ کے متعلق ۱۸۳۵ء میں جو یادداشت مرتب کی تھی۔ اسکی تہ میں اصول تو یہ پنہان تھا کہ انگریزی زبان دیسیوں کو مغربی علوم و فنون سکھانیکا صرف آلہ سمجھی جائے لیکن باوجودیکہ لارڈ موصوف کی تجویز کو زیر عمل آئے ہوئی پچاس برس گذر گئی ہیں ہندوستانی ابھی تک انگریزی زبان کو بجائی مغربی علوم وفنون کی حصول کا ذریعہ سمجھنے کے اصل مقصود سمجھی ہوئی ہیں۔

ہمارا مضمون بہت طویل ہو گیا ہی اسلئی ہم اسی قدر بدست بستہ یہ کہہ کر دست بستہ التماس کرنے کے بعد ختم کرتے ہیں کہ اے بزرگ سید قوم نے تجھی اپنے جہاز کا ناخدا بنایا ہوا ہے تو قومی جہاز کو کنارہ عافیت پر پہونچانے کے لئے نہ صرف ماہران علم ہیئت پر ہی اکتفا کر۔ بلکہ اپنی مدعا میں کامیاب ہونے کی لئے اپنی جہاز کے انجنوں کے لئے انجنیر اسکی مرمت کی لئی آہنگر ونجار اس کی چلانے کے واسطے ملاح دشمنوں کا مقابلہ کرنے کی لئے سپاہی اور گولہ انداز جہاز والوں کی تن پوشی کے لئے بافندے درزی اور کفش دوز اور اونکی اسی قسم کی دیگر جملہ تمدنی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے بمصداق ہر کاری و ہر مردی۔ ہر ایک قسم کے کاریگر۔ اور اونکی حقوق کی حفاظت کی لئے لسان اور مقرر اور قدرت کے کرشموں کی قدرشناسی اور خدا کی شان کبریائی کی تعریف کرنے کی لئی خال خال نیچرلسٹ اور فلاسفر بہم پہونچانیکی کوشش کر۔ ورنہ اگر تو صرف خیالی پلاؤ پکانیوالوں ہی پر تکیہ کئے بیٹھا رہا اور فلاسفروں اور نیچرلسٹوں ہی سی ساری ضروریات کی پورا کرنیکا خیال جمائی رہا تو یہ جہاز آج نہ ڈوبا کل ڈوب جائیگا۔ اور لوگ یہی کہیں گی کہ نا قدرکس بڈھے بڈھی خضر نے تجھی اپنی برسوں کی جانفشانی اور شب و روز کی جانکاہی سی یہ حق حاصل ہو گیا ہی کہ تو اونکو والیان ریاست سی لیکر مفلس افراد تک سی روپیہ حاصل کرکے مسلمانوں کو اس قومی کالج کو اس قابل بنادی کہ وہ انکی کل نہ سہی بہت سی ضروریات کے پورا کرنیکا متکفل تو ہو جائے۔

لہ بڑی خوشی کی بات ہی کہ پنجاب یونیورسٹی نے بھی ہائی سکولوں کے ہیڈ ماسٹروں اور منیجروں کو شارٹ ہینڈ اور ٹائپ رائٹنگ اور نقشہ کشی وغیرہ کی جماعتیں قایم کرنے کی سفارش کی ہے۔

صنعت و حرفت و تجارت

دنیا کے مختلف بادشاہوں میں جسقدر لڑائیاں ہوتی رہی ہیں وہ سب ملک گیری کیخاطر تھیں۔ یہی امر یورپ کی سلطنتوں کی باہمی جنگ و جدل کا باعث رہا ہے۔ مگر اب کچھ عرصہ سے مہذب دنیا کو یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ کثرت کے ساتھ ملک فتح کر لینے سے کوئی سلطنت اسقدر ترقی نہیں کر سکتی جسقدر اپنے ملک کی صنعت و حرفت اور تجارت کو زیادہ وسیع کرنے سے کر سکتی ہے چنانچہ اب اگر کوئی ملک فتح کیا جاتا ہے یا کسی ملک کے فتح کرنے کی کوشش کیجاتی ہے تو مقدم اور بڑا فائدہ یہ سوچ لیا جاتا ہے کہ اس ملک کے براہ راست ماتحت ہونے سے اسمیں فاتح سلطنت کی تجارت کو دوسرے ممالک کی تجارت پر غلبہ حاصل رہے گا۔ فی زمانہ آزاد تجارت کے اصول نے جنگی کارروائیوں کی نسبت مقابلہ کے با امن طریقوں کو زیادہ مقبول و مروج بنا دیا ہے۔ اور ہر ایک ملک اسی کوشش میں لگا ہوا ہے کہ وہ اپنی ساختہ اشیاء کو ایسا اچھا اور سستا بناؤں کہ خریدار دوسرے ملکوں کی اشیاء پر اسے خواہ مخواہ ترجیح دیں۔ یورپ کی سلطنتوں میں سب سے اول سولھویں اور سترھویں صدی میں اس تجارتی گر سے ہالینڈ اور پھر پرتگال نے فائدہ اٹھایا جس سے وہ نہ صرف ایشیا اور افریقہ کے وسیع علاقہ جات پر قابض و متصرف ہو گئے۔ بلکہ انکا اپنا ہر ایک باشندہ سونے میں کھیلنے لگ گیا۔ انکی یہ بے نظیر ترقی دیکھکر انگلستان کے بھی کان کھڑے ہوئے۔ اور آہستہ آہستہ ان کے قدم بقدم چلکر وہ عروج حاصل کیا جو آج سب کو نظر آ رہا ہے۔ انگلستان کی ترقی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اٹھارھویں صدی میں ہالینڈ اور پرتگال کی تجارت اسکے مقابلہ میں بالکل ماند پڑ گئی۔ اور وہ خود تھوڑے ہی عرصہ میں پھر گوشہ گمنامی میں جا چھپے۔ اسوقت یورپ کی باقی تمام سلطنتیں وحشی یا نیم وحشی تھیں۔ انہیں سوائے ہمسایہ سلطنتوں کے ساتھ جھگڑا فساد کرتے رہنے کے اور کوئی کام نہ تھا۔ فرانس نے کسیقدر انگریزوں کا مقابلہ کرنا چاہا مگر چونکہ وہ زیادہ تر زراعتی ملک تھا اور انگریزوں کی طرح اسکا ذریعہ معاش صنعت و حرفت اور تجارت نہ تھا۔ اسلئے انکو بھی بجائے تجارتی مقابلہ کرنیکے زیادہ دار و مدار جنگی مقابلہ پر رکھنا [illegible] نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس گھوڑ دوڑ میں پیچھے رہ گیا۔ اور بازی انگریزوں کے ہاتھ رہی جو اٹھارھویں صدی کے [illegible] اور انیسویں صدی کے نصف تک دنیا کی کل تجارت کے مالک بنے رہے۔ اسکے بعد امریکہ کے صوبجات متحدہ نے جنکے باشندوں کا زیادہ حصہ انگریز تارکان وطن کی اولاد میں سے تھا۔ اس میدان میں قدم رکھنا شروع کیا اور آہستہ آہستہ یہاں تک بڑھے کہ انگریزی ساخت کی اشیاء پر فوقیت لیجانے لگے۔ مگر کل دنیا کا میدان اسقدر وسیع تھا کہ گو انگلستان [illegible] سرگرمی سے کام کرتے تھے۔ تاہم ایک ملک سارے جہان کی ضروریات کو کیونکر پورا کر سکتا [illegible] صوبجات متحدہ کے تجارتی میدان میں اتر آنے سے انگلستان کی تجارت کو کوئی ایسا صدمہ نہ پہنچا۔ اور انگریزی کارخانہ داروں نے اس مقابلہ کو چنداں محسوس نہ کیا اور بدستور دنیا کی تجارت کے بہت بڑے حصہ پر قابض و متصرف بنے رہے۔ صوبجات متحدہ نے مہذب دنیا میں انکی تجارت کا کچھ حصہ اگرچہ چھین بھی لیا تو وہ ایشیا اور افریقہ میں نئی منڈیاں حاصل کر کے اس کمی کو بہت [illegible] پورا کرتے رہے لیکن [illegible] میں [illegible]

Marfat.com

جواب تک اپنی اپنی سلطنتوں کے قیام وحفاظت اور خوشحالی [illegible]
اونہوں نے انگلستان کے عروج کی کنہ دریافت کرنیکی کوشش کی۔ اور بالآخر یہ معلوم [illegible] کہ اسکی [illegible]
محض صنعت وحرفت اور تجارت ہی۔ اس بارہ میں انگریزوں کے ساتھ جان توڑ مقابلہ شروع کر دیا۔ یہانتک مقابلہ کا
نتیجہ ہے کہ آج انگلستان کے سوداگروں کی دوکانیں جرمن ساخت کی اشیا سے لبریز ہو رہی ہیں اور وہاں کا کوئی گھر
اون سے خالی نظر نہیں آتا۔

تجارتی مقابلہ کا یہ اصول اب ایسا کچھ مسلم ہو گیا ہے کہ جو قوم حضیض ادبار سے نکلکر اوج اقبال پر پہونچنا چاہتی ہے
تجارت ہی کو اسکا ذریعہ اور وسیلہ بناتی ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوتی ہے۔ جاپان کو دیکھو کہ اسنے
یہ تمام ترقی جسے ہم نظر استعجاب سے دیکھ رہے ہیں سب صنعت وحرفت اور تجارت کی بدولت حاصل کی ہے۔ روس
جیسے جاہل اور نیم وحشی اور محض جنگی طاقت والے ملک نے بھی سمجھ لیا ہے کہ بغیر تجارتی مقابلہ کے صرف جنگی طاقت سے وہ انگریزوں
کو نقصان نہیں پہونچا سکیگا۔ چنانچہ جنگی تیاریوں کے ساتھ اب وہ اپنے ملک کی صنعت وحرفت اور تجارت کی فروغ
دینے میں بھی بیطرح ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ سائبیریا اور ترکستان میں جو تابڑ توڑ ریلیں بنائی جا رہی ہیں۔ اون سے فوجکی
نقل وحرکت ہی میں آسانی پیدا کرنا مطلوب نہیں ہے بلکہ اپنی ملک کے سامان تجارت کو ایران۔ افغانستان چین وغیرہ
ممالک میں پہونچانا بھی مقصود ہے جو انگریزی تجارت کی کھیت کی بڑی منڈیاں ہیں۔ چنانچہ شمالی ایران میں جہاں
اب روس کا مال انگریزی سوداگری کے مال سے بہت کم خرچ پر پہونچ جاتا ہے یہ کیفیت ہو گئی ہے کہ انگریزی
نائب کونسل متعینہ مشہد اپنی رپورٹ میں انگریزی تجارت کے ختم ہو جانیکا بڑے افسوس سے رونا روتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ
"انگریزی کارخانہ دار تو ہندوستان اور امریکہ سے روئی لاتے ہیں اور اوسکا کپڑا بناکر ممالک مذکورہ کو بھیجتے ہیں لیکن
روس اپنی ہی ملک یا ممالک متصلہ مثلاً خراسان وغیرہ سے خام روئی حاصل کرتا ہے اور پھر اس سے کپڑا بناکر انہی ممالک میں
بھیجتا ہے۔ جہاں وہ انگریزی کپڑے سے ارزاں بکتا ہے۔ اور ابھی اور زیادہ سستا کر سکیگا۔ روس نے پارچہ
بافی میں اسقدر ترقی کر لی ہے کہ صرف سال ۱۹۰۴ء میں ڈیڑھ لاکھ تکلوں کی جدید کلیں قایم ہو گئی ہیں جس مقابلہ نے
انگریزی اسباب کو منڈی سے بالکل خارج کر دیا ہے اور امید نہیں کہ وہ اپنی کھوئی ہوئی جگہ کو پھر کبھی حاصل کرے"

انگریزی نائب کونسل متعینہ مشہد نے ہی یہ رونا نہیں رویا بلکہ جس ملک کی کونسل کی رپورٹ کو پڑھیے یہی شکایت
کی ہوئی اور یہی رونا رویا ہوا ہے۔ دیگر ممالک کے اس تجارتی مقابلہ سے انگلستان کی تجارت پر ابھی سے اسقدر اثر پڑنا
شروع ہو گیا ہے کہ اوسکی تجارت برآمد جو [illegible] میں ۳۵ کروڑ ساڑھے باسٹھ لاکھ پونڈ کی تھی [illegible]
۱۱ کروڑ اکسٹھ لاکھ ستر ہزار پونڈ کی رہگئی۔ اور جنوبی سٹیفورڈشائر میں جہاں [illegible] میں [illegible]
میں ۱۹۱۲ کی تعداد تک پہونچگئی تھیں۔ اب فقط ۹۰ رہگئی ہیں۔ اسیقدر [illegible]

رہے ہیں کہ انگریزی قوم نے اگر جلد بیدار اور متنبہ ہو کر جرمنی کا مقابلہ نہ کیا اور ملک کی صنعتی تعلیم کو مکمل کیا تو ایک دن انگریزی تجارت کو وہی روز بد دیکھنا پڑیگا جو پولٹیکل حیثیت سے ۱۸۷۰ء میں جرمنی کے ہاتھوں فرانس نے بمقام سیڈان دیکھا تھا لارڈ روزبری سابق وزیر اعظم اور دیگر خیر خواہان ملک جا بجا دھواں دھار تقریریں کر کے ملک اور گورنمنٹ کو صنعتی تعلیم کی تکمیل و اصلاح کیطرف متوجہ کر رہے ہیں۔ مگر افسوس ایک قسمت کا مارا ملک ہمارا ہے جو صنعتی تعلیم تک سے ناآشنا ہے قبلہ سرسید کا یہ فرمانا بالکل بجا ہے کہ ایک [illegible] حرفت کا [illegible] آجکل کے ایک بی اے سے زیادہ آسودہ حال اور آسائش سے گذارہ کر رہا ہے، کہ معمولی دستی صنعت کاری سے ہمارا ملک کبھی خوشحال نہیں ہو سکتا اور نہ [illegible] صنعت کاری آجکل کی کلوں کا مقابلہ کر سکتی ہے سینکڑوں نوجوان ہر سال بیرسٹر بننے یا سرکاری ملازمت کی [illegible] کرنے کے لیے انگلستان دوڑے جاتے ہیں مگر صنعت و حرفت کے سیکھنے کا خیال آجتک ایک کو بھی پیدا نہیں ہوا [illegible] ہندوستان میں بیرسٹر ضرورت سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ اور اب [illegible] زیادہ احتیاج نہیں ہے۔ باقی رہا سول سروس [illegible] امتحان مقابلہ سو اس میں پانچ [illegible] نہیں ہو سکتے نہ ہی اس تعداد سے زیادہ [illegible] کمی چاہیے ہمارے ملک کے نوجوان اگر [illegible] خوشحال بنانا چاہتے ہیں تو انہیں ایک تو [illegible] پیداوار کے بڑھانے اور اسکو محفوظ کرنے کی [illegible] موجودہ زمانہ کی شائستہ صنعت و حرفت [illegible] ملک کی پیداوار سے آپ فایدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ امر اول کے لئے جابجا مدرسوں اور [illegible] کی ضرورت ہے۔ امر دوم کے لئے انہیں یورپ و امریکہ میں پہنچ کر پہلے خود تعلیم حاصل کرنی چاہیے۔ [illegible] جانا تقریباً فضول ہے کیونکہ وہاں ایک تو نسبتاً خرچ رہائش بہت زیادہ پڑتا ہے۔ دوسرے [illegible] کے ناقص ہونیکی شکایت کرتے ہیں تو یہاں والے اس سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں [illegible] سے زیادہ [illegible] مندرجہ بالا نقص سے پاک ہونیکے علاوہ [illegible] کی موجودہ تہذیب و شائستگی کی بہت سی [illegible]

یہ مسلمہ اصول ہے کہ جو ہمارا ایک ملک قوم کی ترقی کا باعث [illegible] کرتے ہیں اسلئے ہندوستان اگر ترقی کرنا چاہتا ہے اور افلاس [illegible] نکلکر خوشحالی [illegible] انہیں امریکہ کا [illegible] اپنی بہتری کے لئے عملیں لانی چاہئیں۔ جو ہم [illegible] بیان کرتے ہیں [illegible] عمدہ اور بڑا ذریعہ صنعت و حرفت [illegible] باوجود یکہ وہ بقول [illegible] بالکل [illegible] مسلمانوں سے تمدنی و مالی حالت میں ہزار گنا اچھے ہیں اور اب انہوں نے تجارت و صنعت و حرفت کیطرف [illegible] سرگرمی سے توجہ شروع کر دی ہے۔ افسوس تو مسلمانوں کی حالت پر ہے کہ نہ انہیں استطاعت و ہمت نہ شوق اور سب سے بڑھ کر

یہ کہ نہ ابھی تجارت صنعت و حرفت کو ان کے لئے ضروری بتایا جاتا ہے۔ قبلہ سر سید نے اس بارہ میں جو رائے ظاہر کی ہے ہم بجنسہٖ ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اگر جناب ممدوح اس معاملہ میں قطعی فیصلہ کر چکے ہیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ مسلمانوں کی قسمت کا ستارہ ابھی خانہ نحوست میں پڑا ہوا ہے ۔

پنجاب کے اخبارات ہم نہایت خوش ہیں کہ پنجاب کے اخبار روز بروز ترقی کرتے جاتے ہیں منجملہ اون ترقی یافتہ اخباروں کے اخبار وکیل امرتسر ہے جسکے اڈیٹر[1] نہایت خوبی اور عمدگی سے ہر ایک مضمون پر آرٹیکل لکھتے ہیں اور خبریں بھی نہایت عمدہ سلیقہ وار اوسمیں لکھی جاتی ہیں ہم بھی کہیں برادران اڈیٹران اخبارات کے ہیں۔ کیونکہ علیگڈہ انسٹی ٹیوٹ گزٹ جو مدرسۃ العلوم علیگڈہ کا آرگن ہے اوسکی اڈیٹری بحیثیت سکرٹری ہمارے ہاتھ میں ہے۔ مگر جو ہمارا طریقہ ہے اوس سے غالباً ہمارے مہربان برادران بخوبی واقف نہیں ہیں۔

اوّل تو ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم کسی شخص کی تحریر کا جو ہماری یا ہمارے اخبار یا ہمارے اور کاموں کی مخالف ہو جواب نہیں دیا کرتے۔ لیکن اگر کوئی امر ملک کے متعلق ہے اور اوسکی نسبت ہمکو اپنی رائے کا ظاہر کرنا ضروری ہے تو ہم ایک دفعہ اپنی رائے کو ظاہر کر دیتے ہیں اور پھر جو کوئی اوسکی اوپر جرح کرے۔ ہم اوسکا جواب دینا محض بیفایدہ سمجھتے ہیں۔ اور جان لیتے ہیں کہ فلان امر میں ہماری رائے سے ہمارے فلان دوست کی رائے برخلاف ہے۔ . . . . اور ہمارا فرض صرف یہ تھا کہ ہم ایک دفعہ اپنی رائے ظاہر کر دیں۔ دوسری کی رائے پر دوبارا ردو قدح کرنی ہم اپنا کام نہیں سمجھتے۔ بلکہ عام لوگوں کو اختیار ہے کہ جسکی رائے کو چاہیں پسند کریں۔ ہمکو اپنی رائے کے عملمیں لانیکی کوشش کرنی چاہئیے۔ اور ہمارے دوست کو جو ہماری رائے کے مخالف ہے اپنی رائے کی عملمیں لانیکی کوشش کرنی چاہیئے باہم ردو قدح سے دفتروں کو سیاہ کرنے سے کچھہ فایدہ نہیں ہے بیشک ہماری یہ رائے ہے کہ ملک میں اعلیٰ تعلیم پھیلانے پر کوشش کرنی چاہیئے۔ اور تجارت صنعت و حرفت کی ترقی کے لئے بھی اعلیٰ تعلیم کی اشد ضرورت ہے۔ ہمارے دوست مولوی محمد انشا ءاللہ اڈیٹر وکیل بھی اعلیٰ تعلیم کو ملک کی ترقی کے لئے نہایت ضروری چیز سمجھتے ہیں۔ مگر وہ صنعت و حرفت کی تعلیم پر زیادہ زور دینا چاہتے ہیں اور اوس کے لئے اعلیٰ تعلیم یعنی کالجیٹ تعلیم کو ضروری نہیں سمجھتے۔ ہم بلحاظ حالات ملک کے یہ سمجھتے ہیں کہ ابھی ملک کی یہ حالت نہیں ہے کہ صنعت و حرفت کی تعلیم میں وہ ایسی ترقی کر سکے جس سے ملک کو ترقی ہو۔ جو رزولیوشن مدراس کی گورنمنٹ نے غریب یوروپین اور یوریشین لڑکوں کی تعلیم کے متعلق جاری کیا ہے وہ ہماری رائے میں بلحاظ حالات ملک ہماری قوم کے غریبوں کے لئے کچھہ مفید نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ ہماری رائے غلط ہو مگر اس اختلاف رائے کے سبب سے ردو قدح کرنی محض غیر مفید بات

---

[1] یہ اڈیٹر یعنی خاکسار مؤلف تقریباً تاریخ اجرا یعنی اکتوبر ۱۸۹۵؁ء سے ستمبر ۱۹۰۰؁ء تک پورے پانچ برس اس اخبار کے ذریعہ قومی خدمت کرنے کے بعد علالت اور مالک اخبار کی جدید پالیسی کے باعث وکیل کی اڈیٹری سے جدا ہو گیا۔ اور اب انشاء اللہ العزیز شروع جنوری ۱۹۰۱؁ء سے اپنا مستقل اخبار قومی و ملکی خدمت کے لئے بنام وطن لاہور سے جاری کریگا۔ واللہ الموفق وعلیہ التکلان ۔

ہے بلکہ پبلک پر چھوڑ دینا چاہئیے کہ وہ کیا کرنا چاہتی ہے اور کیا کر سکتی ہے ۔

مسئلہ تعلیم پر ایک مصری فاضل کی رائے

عرصہ ہوا ہے وکیل میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کی گئی تھی کہ ہمارے ملک کے لئے کسطرح کی تعلیم مفید اور مناسب ہے اوسکے ضمن میں موجودہ کالجی تعلیم اور موجودہ طریقہ تعلیم کی خرابیاں جس سے ملک کے نوجوانوں کی عمر اور جسمانی و دماغی طاقت کا حصہ کثیر رائیگان جاتا ہے اور وہ ایک طرح سے کلرکی وغیرہ کے سوا اور کسی کام کے قابل نہیں رہجاتے - بالوضاحت بیان کر کے خیرخواہان ملک کو اونکی اصلاح پر توجہ دلائی گئی تھی - اور ساتھ ہی صنعت و حرفت کی تعلیم کے رواج کی ضرورت کو بھی واضح کیا گیا تھا - قبل ازیں سرسید مرحوم نے اسوقت اس مشورہ کی کسیقدر مخالفت کی تھی - مگر بعد ازاں اس معاملہ میں اونکی رائے بھی جیسا کہ اونکے اس تعلیمی مضمون سے جو وفات سے چند مہینے پہلے لکھا گیا تھا - واضح ہوتا ہے بہت کچھ بدل گئی تھی - اور وہ موجودہ طریقہ تعلیم اور نیز کالجی تعلیم کے اکثر نقصوں کے معترف ہو گئے تھے اور زیادہ تر خوشی کا مقام یہ ہے کہ ملک کے اکثر ہوا خواہوں کی بھی اب بتدریج یہی رائے ہوتی چلی جاتی ہے جس سے امید پڑتی ہے کہ وہ آخر ایک دن ان خرابیوں کی اصلاح کی طرف بھی متوجہ ہو جائینگے -

مصر کی طبعی معاشرتی اور پولٹیکل حالت بہت کچھ ہندوستان کی مشابہ ہے اور تعلیم کے معاملہ میں بھی اونے ہندوستان سے کچھ زیادہ ترقی نہیں کی ہے اسلئے ہمارے ابنائے وطن کیلئے یہ معلوم کرنا خالی از دلچسپی اور فایدہ نہ ہوگا کہ وہاں کے محبان قوم [illegible] کی اسبارہ میں کیا رائے ہے اور وہ اپنے ملک اور قوم کی اصلاح و بہتری کے لئے کسطرح کی تعلیم مفید سمجھتے ہیں - اور تعلیم کا مقصد اونکے نزدیک کیا ہے؟ قاہرہ کے رسالہ الہلال در ماہ یکم اکتوبر ۱۹۰۹ء میں اس مضمون پر ایک آرٹیکل شایع ہوا ہے جسکا خلاصہ عام آگاہی کے لئے ذیل میں درج کر دیا جاتا ہے - نویسندہ مضمون نے اوسکا عنوان یہ رکھا ہے "تعلیم دو اونکو اور پھر اونکو اونکے حال پر چھوڑ دو" مضمون کو اس سوال سے شروع کیا گیا ہے "کیا تعلیم مفید چیز ہے" جسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ابنائے زمانہ میں اب کوئی شخص ایسا نہیں رہ گیا کہ جو تعلیم کے فایدے سے منکر ہو یہانتک کہ جاہل اور عوام الناس لوگ بھی تعلیم کی فضیلت کے معترف ہو گئے ہیں اور وہ کوشش کرنے لگ گئے ہیں کہ اگر آپ خود نہیں اسے حاصل کر سکتے تو اپنی اولاد اور اپنے رشتہ داروں کو ہی اوس سے مستفید کریں مگر ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں کہ جو تعلیم کے فایدہ کی کنہ اور اوسکی اصل کی حقیقت کو سمجھتے ہیں - والدین اپنے بچوں کو علوم اور زبانوں کے سیکھنے کے لئے مدارس میں داخل تو کر دیتے ہیں [illegible] دریافت کرو کہ وہ اولاد کی تعلیم سے کیا ثمرہ اٹھانے کی توقع - اور جو کچھہ اس تعلیم پر خرچ کرتے ہیں اوسکا کیا معاوضہ ملنے کی امید رکھتے ہیں - تو معلوم ہو جائیگا کہ اگر والدین مفلس ہیں تو اونکی امیدوں کی نہایت یہ ہوگی کہ اونکی اولاد پڑھ لکھکر سرکاری یا تجارتی کوٹھیوں میں ملازم ہو جائے اور اگر وہ متمول ہونگے تو اونکی توقع اور تمناؤں کی نہایت یہ ہوگی کہ اونکی اولاد کی قطع و وضع اور ذوق و احساس میں ایسی ترقی ہو جائے کہ وہ اسبارہ میں یورپین امراء کی مشابہ ہو جائیں اور اخبارات اور ناولوں کے مطالعہ اور جدید تہذیب کے دیگر اشغال میں چابکدست ہو جائے اعلیٰ طبقہ کی یورپین سوسائیٹی سے میل جول پیدا

کرنے کے قابل ہو جائیں۔ اور اگر والدین ذی ثروت تجار ہوں تو [illegible]
کو سنبھالنے کے قابل ہو جاتے۔ ہمارے ملک میں تو والدین کو اپنی اولاد کی تعلیم سے یہی مدعا ہے [illegible]
بھی مدعا ہوتا ہے جو ہمیں نہیں سوجھا لیکن ہمارے خیال میں ہر کیف وہ بھی شخصی منافع کے دائرہ سے خارج نہیں [illegible]
تعلیم کی اصل غایت یہ نہیں ہے کہ اولاد کو خدمت و ملازمت یا معاشرت کے قابل یا یہ کہ ان کو خوش پوشی اور نزاکت و [illegible]
کا عادی بنایا جاوے۔ وہ ان سب باتوں سے بعید جو افضل و اعلیٰ ہے وہ کیا ہے؟ مصلحت عامہ جس کا تعلق کل ملک
کی بہتری اور کل قوم کی بہبود سے ہے۔ اور اسی پر قوم کی عظمت یا پستی منحصر ہے۔

پھر مصلحت عامہ یعنی تعلیم کے حقیقی مدعا کی تشریح اس طرح کی گئی ہے۔ تاریخ اور مشاہدے سے ثابت ہو رہا ہے کہ کبھی بہادر
شجاع قومیں ایسی قوموں کی ماتحت ہو جاتی ہیں جو سابق الذکر سے دولت شجاعت۔ اور آبادی کے لحاظ سے بہت ہی
ضعیف ہوتی ہیں۔ ان کو یہ غلبہ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟ محض علم کے نتائج سے جو ان کی افراد کو یکدل و یکجان بنا دیتا ہے۔
علاوہ اس کے وہ اس علم کی بدولت اپنی سامان حرب کو درست و آراستہ بنا لیتی ہیں اور ان کی سیاست کی چالیں کامل برومند ہو جاتی ہیں
انگریزوں نے تل الکبیر کی لڑائی میں صرف تو نہیں اور مصریوں نے اس میدان میں درویشوں پر کیا کثرت اعداد یا بحر و طلسم سے فتح
پائی بلکہ اتحاد و لیاقت سے؟ یہ فتوحات علم کو جہالت پر حاصل ہوئی تھیں۔ ہمارا ماتحت فرقوں نے کئی دفعہ فاتح کی
محکومی سے نکلنے کی کوشش کی ہے۔ اور ان کے خطیب اور اخبار ہمیشہ آزادی آزادی پکارتے رہتے ہیں۔ انہوں نے کئی دفعہ بغاوتیں
بھی کیں اور حکام سے مقابلہ کرتے ہیں۔ مگر کیا وہ کبھی بامراد ہوتی ہیں ہرگز نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ یہی کہ عام لوگ
غیر تعلیم یافتہ ہوتے ہیں یا بالفاظ دیگر ان کی عقلیں اور دماغ ایسے بلند اور شائستہ نہیں ہوئے ہوتے کہ وہ اجتماع و اتحاد کے
معنے سمجھ سکیں کیونکہ علم ہی سے تعصب دور ہوتا ہے اور اسی سے خیالات اور قلوب متحد و متفق ہوتے ہیں۔ اور علم
سے قوم تعلیم کے حقیقی مدعا کو سمجھ سکتی ہے۔ پس خاص خاص کی تعلیم سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا ایسی تو کوئی قوم نہیں
جس کے خواص تعلیم یافتہ نہ ہوں۔ قوم کی ترقی کے لئے تعلیم عامہ لازمی ہے۔ کوئی ایسی قوم جس کے عوام جاہل ہوں کسی کام
میں تجارتی ہو یا صنعتی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

ناظرین سے پوشیدہ نہیں کہ عثمانیوں اور ان کے اخبار نویسوں اور لیکچراروں نے کئی مرتبہ دیگر یورپین طاقتوں کی طرح
عثمانیہ پارلیمنٹ بنائی جانے کے لئے واویلا کیا ہے۔ مگر جب بنا لیا گیا تو چند دنوں سے زیادہ قائم نہ رہ سکا کیونکہ؟ جہالت کے
باعث اس سے بہتری کی امید اور اس کے ممبروں پر اطمینان کرنے کی نہیں رہی۔ وہ ممالک عثمانیہ [illegible] [illegible] ہمیشہ اور ہمیشہ گزیدہ
سمجھا جاتا ہے۔ ملکہ ہمارا مدعا یہ ہے کہ عثمانیہ پارلیمنٹ کی ناکامی کے [illegible] جو انگریزی یا [illegible] پارلیمنٹ کے ممبروں سے
استعداد اور اور عقل میں بہت بڑھے ہوئے ہیں کیونکہ ترکی میں مختلف مذاہب و مختلف زبانیں بولنے والی قومیں آباد
ہیں۔ علاوہ بریں ایک کو دوسری قوموں سے سخت تعصب ہے اور یہ مسلم امر ہے کہ تعصب سے نفاق پیدا ہوتا ہے [illegible]

Marfat.com

خوبیوں کی جڑ ہے پس فی الحال ہم پارلیمنٹ کے ممبروں کو اجتماع و اتحاد مقاصد قومی کے فواید سے واقف کرنے کے لئے اگر علم کا ایک حصہ درکار ہو تو عثمانی پارلیمنٹ کی ممبری کیلئے دس حصے لازمی ہیں جو ہنوز ابھی حاصل نہیں کئے چنانچہ اگر آج سلطان المعظم قوم کے تقاضا و اصرار سے پھر اس پارلیمنٹ کو قایم کر دیں۔ تو وہ بالیقین دوسرے دن ٹوٹ جائے۔

انگریزی فوج نے عربی پاشا پر محض اسی وجہ سے فتح پائی ہے کہ اوسکی افسر فوجی آداب حرکات سے جاہل محض اور بنا برین ایک دوسرے سے غیر متفق تھے۔ اسوقت کئی اصحاب ہمیت نوجوان قوم کو آزادی اور عظمت کے حصول کی تقریروں اور لیکچروں سے ترغیب دے رہے ہیں لیکن اونکا یہ شور و غل محض بے نتیجہ ہے کیونکہ جس قوم کو وہ مخاطب کر رہے ہیں وہ علم سے بے بہرہ ہے یہہ درست ہے کہ مصر میں بہت سے لوگ پڑھے لکھے ہیں لیکن جبتک قوم میں علم عام نہو اور کاشتکار کاریگر۔ گاڑیبان اور نوکر چاکر بھی سوداگروں اور سرکاری ملازموں کی علاوہ علم سے مستفید نہ ہو جائیں۔ قوم کو عظمت حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس اپنی اولاد کو پڑھا کر اونکی عقلوں کو تیز کر دو اور پھر اونکو اون کے حال پر چھوڑ دو۔ وہ علم کی رہنمائی سے خود اپنی اور اپنے ملک کی بہتری کے رستے نکال لیں گے"!

تعلیم کی اِن خوبیوں کے بیان کرنے کے بعد فاضل مضمون نگار اس نہایت ضروری مسئلہ کیطرف متوجہ ہوتا ہے کہ اولاد کو کیا تعلیم دیجا دے کہ علم کا حقیقی مدعا حاصل ہو۔ اور جو کچھ وہ اسکا جواب دیتا ہے وہ اس قابل ہے کہ وہ لوگ جو یہاں کی تعلیم کے محافظ اور کفیل ہیں اوسپر بخوبی غور و فکر کریں وہ لکھتا ہے ممکن ہے اس موقعہ پر کوئی شخص اعتراض کریں کہ جب مصر میں کل وسایل تعلیم موجود ہیں اور کئی بڑے مشرقی ہی بہتر موجود ہیں۔ کوئی شہر ایسا نہیں جسمیں قبطیوں اور مشنریوں کے خاص مدارس کے علاوہ سرکاری مدرسہ موجود نہو اور اونکی علاوہ جامع ازہر۔ مدرسہ تجہیزیہ دار العلوم۔ مدرسہ طبی اور مدرسہ انجنیری وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے کالج موجود ہیں تو پھر تعلیم تعلیم کا شور و غل کیا برپا کر رکھا ہے؟ سو اسکا جواب یہ ہے کہ ان مدارس سے زبان دانی اور حساب۔ نحو۔ تاریخ جغرافیہ۔ ہندسہ۔ طب یا فقہ وغیرہ علوم کی تعلیم سے جو فائدہ حاصل ہو رہا ہے ہم اس سے منکر نہیں ہیں۔ لیکن تعلیم سے ہمارا یہی مراد نہیں اور یہ کبھی کافی نہیں ہو سکتا کہ نوجوانوں کو اون علوم کے مبادی سکھا کر صرف اون سے اونکو آشنا کر دیا جاوے۔ بلکہ اونکی عقلوں کو روشن اور اون کی نفوس کو مہذب بناؤ۔ اونکو قوم و وطن کی آزادی کے معنے سکھاؤ اور ایسا بناؤ کہ تعلیم یافتہ کی غیر تعلیم یافتہ سے تمیز ہو جائے موجودہ مدارس میں صرف مبادی علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ ترقی اخلاق اور تہذیب نفوس کی کچھہ پروا نہیں کیجاتی۔ مدرسے کے باہر طالب علم اور جاہل کے اخلاق میں کوئی فرق نظر نہیں آتا پس یہ مدارس عقلوں کو تو تیز کر دیتے ہیں مگر اونمیں تزکیہ نفس ہرگز نہیں ہوتا یہہ ظاہر ہے کہ انسان دوسرے انسانوں سے اپنی خلق کے ذریعے سے معاملہ کرتا ہے نہ کہ عقل سے۔ اور خلق پر انسان کی بہتری منحصر ہوتی ہے۔ اور تہذیب نفوس کتابوں اور قلم دوات سے حاصل نہیں ہوا کرتی۔ اور اگر ہوتی بھی ہے تو بہت کم بلکہ نظیر و مثال سے پیدا اور نشوونما پاتی ہے۔ کسی بڑے آدمی کے ترقی کے اسباب پر جو نکاہ [illegible] معلوم

ہو جائیگا کہ ایک بڑا سبب نیک نظیر کی تقلید ہوگا۔ یہی سبب کہ اکثر [illegible]
مگر بذریعہ مطالعہ نیک نظیر سے استفادہ کرنا بالمشاہدہ اور بالمعاشرت استفادہ کرنے کے سامنے کچھ بھی حقیقت [illegible]
اوس معاشرت کے سامنے جو استاد اور شاگردوں میں ہوتی ہے پس اگر استاد فاسد الاخلاق اور ساقط الہمت اور کمزور دل [illegible]
ہوگا تو شاگردوں کے اخلاق بھی خراب ہو جائیں گے۔ اور اونکی بلکہ کل قوم کی حالت ابتر ہو جائیگی پس کیا استاد ہی اپنے
شاگردوں میں علو ہمت۔ استقلال۔ آزادی کی روح اور حب الوطنی پیدا کر کے قوم کو حضیض ادبار سے نکالکر مدارج اعلیٰ تک پہنچا
سکتا ہے۔ ان اوصاف کو پیدا کرنے کے لئے یہی کافی نہیں کہ استاد زبانی ان امور کی تعلیم دے بلکہ اونکو خود نظیر بنکر دکھانا
اسصورت میں اوسے زبان سے بھی کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اوسکی نظیر ہی زبردست معلم کا کام دے گی۔

امریکن ڈاکٹر فانڈیک مرحوم کو دیکھو وہ شام کے دیگر علما سے زیادہ فاضل نہ تھا۔ مگر اپنے اخلاق میں غیور تھا اور
اوس کے حسن اخلاق ضمیر کی راستی۔ بلندہمتی اور استقامت قلبی نے شام کے نوجوانوں میں علم و ہنر اور پاکیزگی کی وہ روح
پھونکدی جسکو آج کل زمانہ دیکھ رہا ہے۔ اور صرف عربی زبان کی ہی جو اوسنے خدمت کی وہ بیروت وغیرہ مقامات کے مطابع۔
علمی انجمنوں۔ اخباروں اور مدارس اور شفا خانوں سے واضح ہو رہی ہے۔

اسیطرح سید جمال الدین مرحوم افغانی علم و فضل میں اپنے معاصرین پر کوئی فضیلت نہیں رکھتا تھا مگر آنکھیں اوس کے سامنے
جھک جاتی تہیں اور دل اوسکی طرف خودبخود کھنچے جاتے تھے۔ اور اوس کے شاگرد ہر حرکت قول اور عمل میں اوسکی تقلید کرتے تھے۔
اور اسیطرح مصر کے نوجوانوں میں علم و ہنر اور مطالعہ کتب کا شوق از سرنو پیدا ہو گیا۔ یہ سب باتیں اونمیں محض نیک نظیر کے اثر
سے اس طرح پیدا ہوتی گئیں کہ اونکو خود علم نہیں ہوتا تھا۔ پس اگر تم طالبعلموں کی اخلاق میں کوئی خوبی یا برائی دیکھو تو
غالب قیاس یہ کرلو کہ والدین اور مربیوں کے بعد یہ اونکے اوستادوں کے اخلاق کا پرتو ہے اس سے بخوبی ثابت ہو رہا ہے کہ
اوستادوں کا انتخاب نہایت ضروری امر ہے مگر لوگ اس امر کی بہت کم پروا کرتے ہیں اور بالخصوص ان مدارس میں جو سرکاری
خرچ سے چلائے جاتے ہیں۔ اسکی اور بھی بہت کم پروا کی جاتی ہے۔ کیونکہ اونمیں دیگر سرکاری صیغوں کیطرح اوستاد میکانیکیہ
طریقہ سے (جس طرح کل کام کرتی ہے) مقرر اور ترقی یاب ہوتے ہیں اور اسکا سبب ہے کہ حکومت ایک شخص واحد یا جماعت
نہیں ہوتی کہ اوسے اپنے کاموں کی درستی کا فکر ہو۔ نہ اوسے کسی کی رقابت و سبقت یا طعن کا خوف ہوتا ہے اور اسلئے اوس کے
کل کام سستی و توقف کا شکار اور ناقص ہوتے ہیں۔ حلوان کی ریلوے لائن کو دیکھو۔ جبتک وہ سرکاری رہی اوسکی کل کبھی درست
نہ رہی۔ جب ایک روسی کمپنی نے اسے خرید لیا تو اوسنے بہت فروغ پالیا۔ اور نیز اوس کے سبب سے شہر حلوان کی آبادی بڑھ گئی ہے۔

یہی کیفیت سرکاری مدارس کی ہے۔ اور وہ ایک حد تک سستی اور لاپروائی کے آماجگاہ رہتے [illegible]
یہہ خرابی ہوتی ہے کہ جب ڈائرکٹر یا انسپکٹر کو کوئی امر پسند آگیا خواہ وہ مصلحت ملک کے موافق نہ ہو فوراً مدارس سرکاری میں [illegible]
عملدرآمد شروع ہو جاتا ہے چند برس ہوئے مصر کے مدارس میں ایک ایسی [illegible]

Marfat.com

ہوگئی کہ عربی کی جگہ انگریزی کو لازمی بنایا جائے اور اوس میں کل علوم کی تعلیم دیجائے اور ایسا ہی کیا گیا۔ اس سے عربی زبان کو ہی ضعف نہ پہونچا بلکہ افراد قوم پر تعلیم کی تاثیر بھی کم ہوگئی۔ کیونکہ جس نوجوان نے علم طبعیات انگریزی میں پڑھا ہو وہ کبھی اوس کے متعلق بلا تکلف عربی یعنی اپنی مادری زبان میں گفتگو نہیں کرسکیگا۔ اور اس طرح سے ملک۔ اس عظیم المنفعت علم سے کل قوم کو فائدہ پہونچانے سے محروم ہوگیا۔ اسکی تلافی یہ طرح ہوسکتی ہے کہ قوم خود تعلیم کو اپنے ہاتھ میں لے کر سرکاری مدارس کے علاوہ اپنے مدرسے قایم کرے اور اونمیں حسب منشا استاد مقرر کرکے مادری زبان میں کل علوم و فنون مفید کی اونکو ایسی تعلیم دے جو قوم کیلئے ضروری اور مفید ہو اور خدا کا شکر ہے کہ قومی اخبار اس ضرورت سے آگاہ ہوگئے ہیں اور اونہوں نے قوم کو اوس کی پیروی کرنیکی ترغیب دینی شروع کردی ہے۔" (۲۴ اکتوبر ۱۹۰۸ء)

موجودہ طریقہ تعلیم کی ناقص بلکہ مضر ہونیکا اعتراف

ناظرین جرائد سے پوشیدہ نہیں کہ عرصہ دراز سے یہ خاکسار ابنائے وطن کو صنعت و حرفت کی طرف توجہ دلانے کے ساتھ ہی موجودہ طریقہ تعلیم کی خرابیوں اور مضرتوں کو بالوضاحت بیان کرکے اونکی اصلاح کی درخواست کرتا رہا ہے۔ اور چونکہ خواہ کیسی ہی معاملہ ہو سرکاری پالیسی کا بدلنا ایسا آسان نہیں ہوتا۔ اور اوسکے بدلنے میں بھی عرصہ دراز منقضی ہوجاتا ہے اسلئے بڑا مدعا اس اصرار سے یہ تھا کہ وہ انجمنیں اور جماعتیں جو اپنے خرچ سے قوم کی تعلیم کا انتظام کرتی ہیں کسی طرح ان نقصوں سے واقف ہوکر اونکی اصلاح و درستی پر مائل ہوجائیں۔ مگر افسوس جنسے زیادہ توقع تھی وہ اب تک غافل ہیں اور جس سے بہت دیر میں متوجہ ہونیکی امید تھی۔ وہ ایسی جلد متوجہ ہوئی کہ کسیقدر مقام حیرت ہے۔ اور نیرنگی قسمت سے اس فریق میں سے بھی اوسی توجہ ہوتی ہے جو ایک ایک صوبہ کی گورنمنٹ کہلاتی ہے۔ ہز اکسلینسی کے رہنما کے قابل قدر خیالات جنمیں وہ صنعت و حرفت کی تعلیم کی ضرورت کو تسلیم کرچکے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا شایع ہوچکے ہیں۔ اسی بیچ آخر حکمران نے اب اس نہایت اہم ملکی مسئلہ پر باضابطہ طور پر رائے ظاہر کی ہے جس سے خاکسار کی تحریرات کی لفظ بلفظ تائید ہوتی ہے اور اب یہ امید پختہ ہوگئی ہے کہ ہماری انجمنیں اور کانفرنسیں خواہ کسی طرف سے غافل ہی رہیں گورنمنٹ اس معاملہ کو بالکل نظر انداز نہ کریگی۔ اور اگر کوئی اتفاقیہ مدافعات پیش نہ آگئے تو اس کی اصلاح میں زیادہ توقف سے کام نہیں لیا جائیگا۔ اس پر وقت توجہ سے گورنمنٹ نے محکوموں کی بہبود کی مشفقانہ نگہداشت۔ اور غیر قوم و غیر مذہب ہونیکے باوجود رعایا کی ترقی ... ایسا زبردست ثبوت دیا ہے جسکی کوئی تردید نہیں کرسکتا لیکن ساتھ ہی ہمارے قومی لیڈروں اور ریفارمروں کی خدمتمندی کے لئے اس سے بڑھکر شرم و خجالت کا کوئی مقام نہیں ہوسکتا کہ گو زبانی دعووں سے انہوں نے زمین و آسمان کے قلابے ملا رکھے ہیں۔ مگر قوم اور ملک کی حقیقی بہتری کیلئے کچھ کام کرنا تو درکنار اوسکی ابتدائی ضروری تدابیر بھی کبھی اونکے دماغ کو نہیں سوجھ سکیں اور مذہبی تعلیم سے خواہ کیسی بیزاری ظاہر کریں۔ دنیوی امور میں لکیر کے فقیر بنے بیٹھے ہوئے ہیں اور جدت کے نام سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ حالانکہ ... اول ... ہونی چاہئیں ...

Marfat.com

الغرض اس امر کا فخر بھی اوسی قوم کے افراد کو حاصل ہے جنہیں اکثر انگریزی خود غرض اور ظالم کہتے ہیں۔ ابھی حال میں سر آرتھر ہیلی لک نے جو فی الحال گورنر صوبہ مدراس ہیں، مدراس کی ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس میں جو ۲۰ دسمبر ۱۹۱۰ء کو شروع ہوا اپنی افتتاحی تقریر میں ظاہر کی ہے۔ اس تقریر کے خلاصہ سے ہی جو بذریعہ تار موصول ہوا ہے اوسکی اہمیت اور سنجیدگی ظاہر ہوتی ہے۔ جو صاحب ممدوح نے بیان کیا کہ ہندوستان میں سرکار کی تعلیمی پالیسی ایسا کام رہا ہے جو بڑی اندازہ مشکلات کو لئے ہوئی تھا تعلیم کی اشاعت کیلئے بڑی انتہا دماغی قابلیت اور بڑی محنت صرف کی گئی ہے۔ لیکن یہ خیال اب عام پھیل رہا ہے کہ مروجہ طریقہ سے دماغی قابلیتوں کی نشو و نما اور اچھے آدمی اور اچھے شہری بنانیکی جو توقع رکھی گئی تھی وہ کما حقہ پوری نہیں ہوتی۔ ہمارا طریقہ تعلیم فرانسیسی طریقہ تعلیم کی مثال ہے جسکا نمایاں نتیجہ یہ برآمد ہوا ہے کہ وہ صرف عہدہ دار تیار کر رہا ہے۔ اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ انکے سوا وہ کچھ اور تیار ہی نہیں کر سکتا۔ سب سے بڑھکر یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ طلبا کو مفید اور کارآمد نوجوان اور سوسائیٹی کے قابل افراد بنانے کے لئے وہ بہت ہی کم مناسب ہے۔ ہمارا طریقہ تعلیم طلبا کے دماغوں میں واقعات اور قیاسات کی کم و بیش مقدار ٹھونس دینے سے کچھ ہی زیادہ کام دیتا ہے اور ان واقعات و قیاسات کی تحلیل اور عقل و دماغ اور کیرکٹر کے نشو و نما اور تیاری کو بلا کسی راہنمائی کے طلبا کی اپنی ہی غیر تربیت یافتہ طبیعتوں پر جنکے ملحقات اور تاثرات بالعموم عمدہ اور صحت بخش نہیں ہیں چھوڑ دیتا رہا ہے۔ جسقدر کالج اور مدرسے ہمنے قائم کئے ہیں۔ وہ گویا نوجوانوں کے خام مصالحے سے کلرکوں وکیلوں اور سرکاری عہدہ داروں کا مصنوعی سامان بنانے والے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ خود نوجوان بھی تعلیم کا یہی مدعا سمجھتے ہیں اور اونکے اوستاد اور پروفیسر بھی اس کمزوری کو مبرا نہیں۔ اور یہ وہی نقص ہے جسکی تقریباً تین برس ہوئے ہزمیجسٹی نے اول ظاہر کیا تھا۔ صاحب ممدوح کا یہ ارشاد بھی بالکل بجا ہے۔ کہ گورنمنٹ ہندوستان کے لئے کوئی ایسا طریقہ تعلیم رائج نہیں کر سکتی جسمیں مغربی خیالات ممتنع ہوں۔ پولٹیکل سکھلائی جائیں اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ جس طریقہ تعلیم کا یہ مدعا ہو وہ موجودہ طریقے سے بھی بدرجہا بدتر اور مضر ہے۔ لیکن صاحب ممدوح کی اس رائے سے ہمیں اتفاق نہیں کہ ایسے خیالات کے اون لوگوں میں پھیلانے رائج کرنے سے جو مغرب کے باشندوں سے تمدنی اور پولٹیکل عادات اور تربیت میں مختلف ہوں۔ پہلے پہل ضرور غیر اطمینان بخش نتیجہ نکلیگا اور جو کچھ یہ لوگ حاصل کرینگے اوسکی بہت سی حصہ کو اونکے دماغ اور طبیعتیں ہضم و تحلیل نہیں کر سکیں گی۔ اسکا علاج صرف وقت پر منحصر ہے۔ مختلف ملکوں کے باشندے گو مذاق و خیالات کو مختلف ہوں مگر فطرت سب کی یکساں ہے اور تعلیم ویسی ہونی چاہیئے جسکی فطرت انسانی متقاضی ہے۔ موجودہ طریقہ تعلیم کی بڑی خرابی یہ نہیں کہ اوسمیں مغربی خیالات کی تعلیم دیجاتی ہے۔ بلکہ یہ کہ اوسکا کل دارومدار خیالات پر رکھا گیا ہے عمل کو اسمیں مطلقاً دخل نہیں دیا گیا اور بقول نواب ممدوح مدارس اور کالجوں کو وکیل کلرک اور اہلکار گھڑنے کے کارخانے بنا رکھا ہوا ہے۔ جرمنی ٹھیٹھ مغربی ملک ہے۔ لیکن اگر وہاں کے طریقہ تعلیم کو ہندوستان میں رواج دیا جائے تو بدہضمی وغیرہ کی جسقدر شکایات ہیں۔ سب تھوڑی ہی مدت میں رفع ہو سکتی ہیں کیونکہ وہ تعلیم عین انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ کل مخلوق حصول معیشت کی محتاج ہے۔ ہمارے کالج طلبا کے دماغوں کو بیکن اور سپنسر کے فلسفے سے تو خوب ٹھونس دیتے ہیں

Marfat.com

مذکورہ صدر تینوں صیغوں کی علاوہ پیٹ پالنے کی کوئی قابلیت انہیں پیدا نہیں کرتے۔ جرمنی والے دماغ اور پیٹ دونوں کا یکساں انتظام کرتے ہیں۔ اور اسلئے وہاں کا طریقہ تعلیم از حد مفید ثابت ہو رہا ہے۔ پس نواب ممدوح طلباء اور معلموں کو خواہ ہزار مطعون کریں کہ "وہ صرف حکومت وزیر یعنی ملازمت سرکاری یا وکالت کو آخری مدعا کو مد نظر رکھکر ڈگریوں اور سندوں کے حصول کے درپئے ہیں۔ اور جبتک اوسکی اصلاح نہو تمام اصلاحات بیکار رہیں" طلباء اور معلمین کا یہی عمل رہیگا کیونکہ اس طریقہ سے اس کے سوا اور کچھ نتیجہ ہی نہیں نکل سکتا۔ ملک کی ہر ایک تعلیمی ضرورت کیلئے سامان مہیا کر دیا جائے تو یہ شکایت خود بخود مفقود ہو جائے گی۔ نواب موصوف کا یہ قول بیشک آب زر سے لکھے جانیکے قابل ہے کہ جبتک مذہبی تعلیم کسی طریقہ کی جزو نہو۔ وہ کبھی مکمل یا معقول نہیں ہو سکتا۔ مگر افسوس شومی بخت سے ہندوستان کچھ ایسے عناصر سے مشتمل ہے کہ گورنمنٹ خود اسکا کچھ انتظام نہیں کر سکتی۔ نواب صاحب کے بعد پادری ڈاکٹر ملیٹ نے تقریر کرکے اونکے خیالات کی تائید اور امتحانوں کے خبط کی بربادی بخش اثر کی تصدیق کی۔ اور اصلاحات کی ضرورت کو تسلیم کیا۔ مگر اصلاحات کو بتدریج عمل میں صلاح دی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہماری قوم کے سربرآوردہ افراد جو محض قوم کے تعلیمی معاملات پر غور کرنے کے لئے اس ہفتہ لاہور میں جمع ہونیوالے ہیں ضرور اس مسئلہ پر بھی غور کرینگے۔ (۲۴ دسمبر ۱۸۹۸ء)

ہندوستان میں آجکل تعلیمی مسئلہ پر بہت کچھ بحث ہو رہی ہے اور جا بجا اس کے متعلق نئی نئی تجویزیں پیش ہو رہی ہیں لیکن معدودے چند بزرگواروں کے سوا بہت کم ریفارمر اس تعلیم کیطرف جسکی ملک کو فی الواقعہ ضرورت ہے متوجہ دکھائی دیتے ہیں۔ یہ خرابی صرف ہندوستان ہی میں موجود نہیں بلکہ ابھی تک کئی اور ملکوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن وہ اوسکی اصلاح پر کمربستہ ہوگئے ہیں۔ اور یہاں گورنمنٹ (جسکے ہاتھ میں ہی در اصل اصلاح کی کلید ہے اور اوسکی مدد اور منشار کے بغیر بہت کم کامیابی ہو سکتی ہے) اور ابنائے ملک دونوں تا حال ایک طرح سے بالکل لاپرواہ ہیں۔ اس بارہ میں جو ملک ہندوستان سے مشابہت رکھتے ہیں۔ انمیں سے ایک یونان ہے جسے پچھلے برس کی شکست خوب مفید پڑی ہے۔ اور وہ اپنی کمزوری اور پستی کے موجبات کو دور کرنے پر کمربستہ ہوگیا ہے۔ اس غرض کے لئے وزیر اعظم نے ایک مسودہ اصلاحات تیار کیا ہے جسکے اصول خود شاہ یونان نے مقرر کر دیئے تھے۔ اس مسودہ میں دیگر اصلاحات کے علاوہ تعلیم کے متعلق یہ قابل غور فقرہ درج ہے جس سے ہر ایک خواہ ملک کو استفادہ کرنا واجب ہے۔ ملکی تعلیم میں ایسی اصلاح کی جانی چاہیئے کہ ہمارے نوجوان ایک ہی طرح محض سرکاری ملازمت کی دوادوش اور قابل ہنر کی بجائے تجارت صنعت جہازرانی اور زراعت کیطرف متوجہ ہو جائیں۔ اور ساتھ ہی اونکو ایسی تعلیم ملنی چاہئیے کہ ملک کی حفاظت کی ضرورت آپڑنے پر ملک کے لئے فوجی لحاظ سے بھی کارآمد ہوں۔ اسی ضمن میں یہ بتلا دینا بھی محل ہوگا کہ اخبارات کی بیجا آزادی کو بھی ملک کے لئے بہت مضر سمجھا گیا ہے۔ اور اسکے محدود کرنیکی تجویز کیگئی ہے۔ ہندوستانی اخبارات کی شکایتیں جو وہ آزادی کے چھین جانیکی کر رہے ہیں۔ غالباً اس تجویز کے سے بہت تخفیف ہو جائیگی کیونکہ جب ہم مذہب اور ہم قوم حکومتیں اخبارات کی آزادی میں کم و بیش رکاوٹ ڈالنا ضروری

Marfat.com

تصور کرتی ہیں تو غیر قوم و غیر مذہب گورنمنٹ پر ایسا ہی کرنے سے کوئی منصف مزاج سختگیری کا الزام لگانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ انہی دنوں جبکہ ہندوستان میں قانون سڈیشن پاس کیا گیا تھا کئی سو اخبارات حکماً بند اور ان کے ایڈیٹر قید کر دیئے گئے تھے۔ تاہم ہمیں شاید ہی کسی کو کلام ہو گا کہ انڈین گورنمنٹ نے اس معاملہ میں اپنے عمال کو سرسری اختیارات بھی دے کر احتیاط کو درجہ اعتدال سے بہت بڑھا دیا ہے خیر یہ تو ضمنی بحث تھی۔ یونانی وزیراعظم اپنے مسودہ کو اس دلچسپ نیت سے مشورہ پر ختم کرتا ہے کہ یونان کو ان اصلاحات کی تکمیل کے لئے وقت حاصل کرنے کو ٹرکی اور دیگر ریاستہائے بلقان سے دوستانہ تعلقات قائم رکھنے واجب ہیں۔"

ان سطور سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ خوش نصیب یونانیوں نے ۱۸۹۷ء کی شکست و ہزیمت سے مفید سبق حاصل کرنے میں تساہل نہیں کیا۔ کاش کہ موجودہ مسلمان قوموں میں اس وصف کا کچھ حصہ ہی پایا جاتا ہے۔

یادداشت مسٹر جسٹس امیر علی صاحب دربارہ مجوزہ محمڈن یونیورسٹی

جو ۳۰ دسمبر ۱۸۹۸ء کو تعلیمی کانفرنس کے اجلاس لاہور میں پیش ہوئی

میں اس امر کی بڑی زور سے تائید کرتا ہوں کہ ہر قوم و ملت اپنا اپنا بیت العلوم قائم کریں۔ اور آج نہیں عرصہ سے اس امر کی تائید کرتا رہا ہوں۔ یہ ضرورت نہیں کہ میں ان تمام وجوہات کو مفصل بیان کروں جن پر میں اپنی یہ رائے قائم کی ہے مگر دو بڑے بڑے باعث بیان کرتا ہوں جن سے میری رائے میں مسلمانوں کو اپنا بیت العلوم قائم کرنا لابدی ہے۔ ہندوستان کے موجودہ بیت العلوم صرف یہی کام کرتے ہیں کہ بحیثیت ایک جماعت کے امتحان لیا کرتے ہیں اور نہ ہی کا روائی میں خاص خاص فرقوں کا لحاظ نہیں کرتے۔ بلکہ وہ کافہ انام کی اغراض کو مدنظر رکھتی ہیں اسلئے یہ طریقہ اسلام کی تعلیمی قابلیت کی کچھ نہ کچھ غیر مناسب ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ہندوستان کے بیت العلوم تمام اقوام اور تمام فریق کو جدا ان کو ایک ہی کھنڈی میں سے نکالتی ہیں۔ اور یہ خیال نہیں کرتی کہ ان فرقوں اور اقوام میں اختلاف تمدن اور اختلاف معاشرت بہت قوی واقع ہوا ہے۔ دوم بوجہ صرف ممتحن جماعتیں ہونیکی وہ بجز بی۔ اے یا بی ایل تیار کرنے کے اور کسی قسم کی طلباء کی کیرکٹر کی درستگی میں امداد نہیں دیتی۔ نہ اوسکی پرواہ کرتے ہیں۔ حالانکہ قومی زندگی اور نشو و نما کیلئے یہ سب سے ضروری بات ہے لیکن چونکہ یہ خاص انہیں کا قصور نہیں۔ اسلئے اسپر زیادہ بحث کرنیکی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ میرے خیال میں جو کچھ میں اوپر بیان کر چکا ہوں اوس سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کیلئے ایک خاص یونیورسٹی کا ہونا لازمی ہے۔ مگر اس یونیورسٹی سے میری مراد عام قسم کی یونیورسٹی نہیں ہے۔ بلکہ ایسی یونیورسٹی جیسی کہ وقعی یونیورسٹیاں ہوتی ہیں یعنی ایسی جو صرف تعلیم ہی نہ دے۔ بلکہ امتحان بھی کرے۔ اور کہ ایسی یونیورسٹی کی سند طالب علم کی پختہ اور واقعی لیاقت کی سچی مہر ہو۔ تاہم اس ملک میں یونیورسٹی کی تجویز کی کامیابی کیلئے یہ لازمی ہے کہ گورنمنٹ اس یونیورسٹی کی ڈگریوں اور سندوں کو عزت اور وقار سے سرکاری عہدوں کے حصول کے لئے دیکھی ہی اور اوسیقدر موثر تسلیم کرلے جسقدر وہ ابھی کہ موجودہ یونیورسٹیوں کی سندیں ہیں تاوقتیکہ یہ عزت

نہ ہو اس انسٹی ٹیوشن کو یونیورسٹی کے نام سے تعبیر کرنا۔ اہل مذاق اور اسلامی کالجوں اور مدرسوں سے یہ توقع رکھنی کہ وہ زیر تجویز یونیورسٹی کے متعلق ہو جاویں۔ خلاف دانائی ہے۔ یونیورسٹی کا ذکر ایک دلخوش کن امر ہو سکتا ہے۔ لیکن بہر صورت ہمارے لئے لازمی ہوگا۔ کہ ہمارے نوجوانوں کی تعلیم کی قرار داد اُن موجودہ یونیورسٹیوں کی ضروریات اور نصاب تعلیم کے مطابق ہو جنکی ڈگریاں ملازمت سرکاری کے لحاظ سے گورنمنٹ کی نظروں میں درجہ قبولیت حاصل کرتی ہیں جیسا کہ مسٹر ہارین نے جنکی رائے سے میں بالعموم متفق نہیں ہوں بتایا ہے۔ لوگوں سے حصول تعلیم کی محض شوق کی وجہ سے امید رکھنی قطعی ناممکن ہے۔ طلباء مدرسوں اور کالجوں میں اس غرض سے داخل ہوتے ہیں تاکہ انہیں روزگار پیدا کرنے کا وسیلہ ہاتھ آ جاوے۔ میں اس بات کا اعادہ کرتا ہوں کہ جبتک گورنمنٹ اس مجوزہ یونیورسٹی کی ڈگریوں کو بطور سندات لیاقت کے تسلیم نہیں کرے گی ہمیں نہیں اپنی قوم کی ضروریات کے موافق نصاب تعلیم مقرر کرنا چاہئے۔ ہمارے لئے لازمی ہے کہ ہم اپنے نصاب غیرہ باقی یونیورسٹیوں کی طرح مقرر کریں۔ اور جبتک یہ مدعا حاصل نہ ہو میری رائے میں یہ بہتر ہے کہ اسکو کالج سے ہی موسوم کیا جائے۔ جب یہ سب کچھ پورا ہو جائے پھر سوالات جو پیدا ہوتے ہیں وہ مفصلہ ذیل ہیں:-

(الف) کن طریقوں پر جدید بیت العلوم چلایا جاوے۔ (ب) نصاب تعلیم کیا ہونا چاہئے۔

پیشتر ازیں کہ ان سوالات پر بحث کیجاوے میں یہ ظاہر کیا چاہتا ہوں کہ میں آنریبل مسٹر محمود و مسٹر نہموڈ و ربیک و مسٹر موریسن سے اس بات میں متفق الرائے ہوں کہ یونیورسٹی کو ریزیڈنشل انسٹی ٹیوشن بنایا جاوے۔ انہوں نے اپنی نوٹ میں متذکرہ بالا تجویز کے بارہ میں کافی وجوہات دی ہیں۔ اور میں ان وجوہات کو دوہرانا ضروری نہیں سمجھتا۔ میں صرف یہ مزید ریمارک کرنا چاہتا ہوں کہ کیریکٹر کی بنیاد ڈالنے کے لئے مسلمان نوجوانوں کو اپنی زندگی کے اس حصہ میں جبکہ انپر ہر ایک چیز کا اثر نہایت قوی آتا ہے۔ ایسی صحبت میں رکھا جاوے جو بدرجہ کمال اخلاق کو صحیح رکھنے والی اور دلوں میں بلند نظری پیدا کرنے والی ہو۔ اور لہذا اسکو یعنی عادات حسنہ و اخلاق حمیدہ کا بنانا بیت العلوم کی تعلیم میں سب سے اول رکھا جانا چاہئے۔ کیریکٹر سے میری مراد خصلت ہی نہیں ہے۔ بلکہ میری مراد اس سے خیالات کی پاکیزگی اور قوت ہے جیسا کہ لفظ کیریکٹر سے زبان انگریزی میں مفہوم ہے۔ یہ مانکر کہ ریزیڈنشل تعلیم مجوزہ یونیورسٹی کا ایک بڑا اصول اور کیریکٹر کی ساخت اس کا ایک جز مسلمہ ہے۔ میری رائے میں طریقہ تعلیم موجودہ یونیورسٹی اختیار کریگی ویسا ہونا چاہئے جو موجودہ یونیورسٹیوں میں رائج ہے اور جو مسلمانوں کی ضروریات کے منافی بھی نہ ہو۔ زیادہ تغیر و تبدل کرنے کے یہ معنی ہیں کہ گویا ہم ناکامیابی کو خود اپنی طرف بلاتے ہیں۔ ہمیں تو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ موجودہ یونیورسٹیاں پرانی اور قدیم ہیں۔ دوسرے یہ بھی امید نہیں کیجا سکتی کہ تمام مسلمان نئی یونیورسٹی میں داخل ہوں گے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ ہر ایک آسانی مسلمان اور نیز ہندو اور عیسائی طلباء کے لئے ایک یونیورسٹی سے دوسری میں جانے کے لئے مہیا کی جاویں۔

ہندوستان کی موجودہ یونیورسٹیوں کے طریق پر کاربند ہونے کی ضرورت اظہر من الشمس ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی

کی ایک اچھی تعداد جرمن فرانسیسی اور انگریزی زبان سے ترکی زبان میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ تاہم روم میں سائنس کی اعلیٰ تعلیم یا تو فرانسیسی اور جرمن زبان ہوتی ہے یا نوعمر لڑکے جرمنی۔ فرانس انگلینڈ کو مطلوبہ تعلیم کی تحصیل کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ اور ایسا ہی حال مصر اور فارس میں بھی ہے۔ تاہم ایک ابتدائی درجہ سائنس کی تعلیم کے طبقہ کا ابتدائی درجہ کی (ٹیکنیکل یعنی) صنعت کی تعلیم کے طبقہ کے متعلق قایم کرنا ممکن ہے۔ جہاں اردو زبان میں تعلیم دیجا سکتی ہے لیکن اس امر کو اسوقت غور سے خیال کرنا چاہیئے جبکہ دیگر تفصیلات کا فیصلہ کرنا ہو۔ یہ ضروری امر ہے کہ (ٹیکنیکل) حصے میں لازمی طور سے دو درجے ہوں گے۔ اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ کو تو اسطرح اور انہیں اصولوں پر کاربند ہونا چاہیئے جن اصول پر روڑکی اور سیب پور کے کالج چل رہے ہیں۔ اور جنپر انگلینڈ کے ٹیکنیکل مدارس کام کرتے ہیں۔ جہاں سے الیکٹریشن اور سول اور ٹیکنیکل انجنیر وغیرہ بنکر نکلتے ہیں۔

آپ دیکھیں گے کہ میں نے اس خط کا آخری حصہ تربیت مذہبی کے واسطے مخصوص رکھا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ مضمون نہایت اہم ہے تعلیم کی اس شاخ کو میں نہایت ہی ضروری سمجھتا ہوں تاہم میری رائے جو سالہا سال کے مطالعہ اور مشاہدے کے بعد قایم ہوئی ہے یہ ہے کہ ابتک جو مذہبی تربیت اسوقت تک مسلمانوں کے بچوں کو دیجاتی ہے۔ اوس میں یا تو اخلاقی تربیت ہوتی ہی نہیں اور ہوتی بھی ہے تو نہایت ضروری اور اعتقادی اصول اور پابندی رسوم وغیرہ ظاہری کے بالکل ماتحت۔ میرا ایسا کامل اور پختہ یقین ہے کہ تمام روئے زمین کے مسلمانوں کا تنزل متذکرہ بالا وجہ پر ہی مبنی ہے۔ اعتقادی اور محض زبانی اصولوں کو اخلاق عامہ پر ترجیح دیجاتی ہے۔ اور ظاہری رسوم کو حد سے بڑھکر وقعت دی جاتی ہے۔ یہاں تو یہ ہے کہ بس کوئی پانچ وقت کی نماز پڑھ لیا کرے اور روزہ رکھ لیا کرے یا کم از کم روزہ داروں کی صورت بنائے رکھے۔ پھر اوسکو پکا اور سچا مسلمان خیال کر لیا جاتا ہے۔ خواہ اوس کے اخلاق کیسے ہی قبیح اور قابل نفرت کیوں نہوں میں نہایت زور سے کہتا ہوں کہ جبتک مسلمان یہ بات تسلیم نہ کر لیں گے کہ اسلام ایک دستور اخلاق ہے جسکے مطابق انسان کو زندگی بسر کرنی چاہیئے اور چند اعتقادی امور کا زبانی اقرار نہیں تب تک اونکی بہتری۔ اصلاح اور ترقی کی ہرگز کوئی امید نہیں اور اونکو بس قطعی فیصلہ کر لینا چاہیئے۔ اور تیار ہو جانا چاہیئے کہ وہ درجہ شائستگی اور تمدن میں پست ہوتے چلے جائیں گے۔ اگر مجوزہ یونیورسٹی کا ارادہ ہے کہ کوئی مفید کام کیا جائے تو میری رائے میں اونکو چاہیئے کہ تربیت اخلاق اسلامی اپنے تعلیمی مقاصد میں سے اول نمبر رکھیں۔ کل وجود اسلام کی خاص تعلیم سے چندان مختلف نہیں اور مجھے ذرا بھی شک نہیں کہ اہل ہنود و دیگر مذاہب والے بھی اپنے بچوں کو ایسی تعلیم دینے پر خوش اور مسرور ہوں گے۔ اسلامی اخلاق کی کتابوں کی کمی نہیں ہے۔ عربی میں بہت پائی جائیں گی۔ کتاب کا نام لینا تو شاید مناسب نہیں۔ مگر مسلمہ کتب سے شیعہ سنی دونوں کے لئے بآسانی تالیف ہو سکتی ہیں۔ رائج زبانوں میں سے فارسی میں کتب اخلاق بکثرت پائی جاتی ہیں۔ اور میری رائے ہے کہ اونکی تعلیم ہونی چاہیئے۔

Marfat.com

عربی سے فارسی اور اردو ہر زبانوں میں ترجمہ ہونی چاہئیں۔ میری رائے میں کوشش کرنی چاہئیے کہ ایک مقدس انتخاب تیار کیا جائے جو مختلف نامور بزرگوں کی تصانیف کا مجموعہ ہو۔ میری رائے میں بجائے زبان اور لبوں کو تربیت کرنے کے دل اور ذہن کو تربیت کرنا چاہئیے۔ بچوں کے دلوں پر [illegible] نقش کر دینا چاہئیے۔ [illegible] زبانی [illegible] وقت کی نماز کے وقت [illegible] تو خوب ہی۔ میری رائے میں [illegible] کچھ نہ کچھ اس کی صحت پر منحصر ہے اور [illegible] رہنا میں سعند رکھنی کے لئے مجبور کیا جاتا ہے۔ [illegible] اور پاک زندگی جان نثاری [illegible] جو ہمارے پیغمبر نے سکھائے ہیں [illegible] مدرسے میں [illegible] مطابق ہوگی لیکن [illegible] سمجھتا ہوں۔ وہ [illegible] چاہئیں۔ [illegible] لوگوں کو [illegible] میں [illegible] عورت ذات کی نگرانی نہایت مفید اور ضروری [illegible] مقرر کرنے کے لئے تجویز پیش [illegible] چاہتا ہوں۔ جو نئی تعلیم [illegible]

[illegible]

[illegible]

مصری میں [illegible] شائع کیا تھا [illegible] کے لئے ضروری سمجھتا ہوں اور بنابریں اوسکا ترجمہ ناظرین کی دلچسپی اور ابنائے ملک کے افادہ کے لئے درج کرتا ہوں۔ بک مصروف کو مضمون کے لکھنے کی تحریک

Marfat.com

ان مضامین سے ہوتی جو المؤید میں چند مہینے ہوئے قوم کی موجودہ پستی اور آیندہ کی خوفناک اور مایوسی بخش حالت کے متعلق مراکو کے ایک فاضل ہمدرد قوم نے شایع کئے تھے۔ اسی زمانہ میں ایک ہندوستانی محب ملت نے اسی قسم کے خیالات ملک کے انگریزی ہمعصر محمڈن میں ظاہر کئے تھے۔ اور المؤید نے اونکا ترجمہ بھی عربی زبان میں شایع کر دیا تھا۔ بنابریں جودت کے نقطۂ خیال سے کو ان مضامین کا قابل قدر اور خود تتمہ تصور کرنا چاہیے۔ ان مضمونوں کی قدر و منزلت کا اپنی تحریر کی شروع میں ہی ہم نے بھی اعتراف کیا ہے اور جیسا کہ ناظرین کو اونکے مضمون سے واضح ہو جائیگا۔ وہ اس سلسلہ کو کسی لوم لائم کی پروا نہ کر کے عرصہ تک جاری رکھنے اور ہر خرابی اور اوسکی انسدادی تدابیر پر مفصل بحث کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں خداوند اونکو بھی اپنے ارادوں میں کامیاب نکرے بلکہ مسلمانوں کو بھی اونکے بیش بہا مشوروں سے بہرہ اندوز ہونے کی توفیق و سعادت عطا فرما دے۔ ابتدائی چند حسب معمول تعریفی سطور اور صاحب سلامت کے بعد یہ مضمون اس طرح سے شروع ہوتا ہے

گذشتہ ایام میں شرقی اور غربی فضلا کے جو مضمون آپکے اخبار میں شایع ہوئے ہیں میں نے اونکو بنظر غور پڑھا۔ ان فاضل نویسندگان نے حالات موجودہ کی انجام کار کا بہت درست اندازہ لگایا ہے۔ اور اگر یہی حالت رہی تو مسلمان روئے زمین کا بالآخر جو حشر ہوگا اوسے وہ بالکل ٹھیک سمجھے ہیں پس مسلمانوں کو واجب ہے کہ وہ اونکے کلمات کو گوش دل سے سنکر اون سے عبرت پکڑنیکی کوشش کریں۔ اسی مضمون پر میں قلم اٹھاتا ہوں اور اپنے مسلمان بھائیوں کا ایک جامع وصف بیان کرتا ہوں۔ ہمارے یہ بھائی۔ خدا اونکو حفظ و امان میں رکھے۔ خداوند کریم کی وسیع زمین میں بکھرے پڑے ہیں اور ایسے ممالک میں آباد ہیں جو ایک دوسرے سے ملحق و متصل ہیں۔ اونکی تعداد کروڑوں سے متجاوز ہے۔ لیکن اونکی اعظم صفت جو عام ہو گئی ہے۔ اور اسی سے وہ پہچانے جاتے ہیں یہ ہے کہ ہم اونکا کسی جگہ اقتدار نہیں پاتے نہ کہیں اونکی بلند اقبالی کی آوازیں سنائی دیتی ہیں اور نہ کہیں اون سے کوئی نیک اور مفید عمل ظہور میں آتا دکھائی دیتا ہے۔

الغرض اگر ہم چند فاضل مقرروں اور محرروں کو جنکی تعداد بوجہ قلت انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے مستثنی کر دیں تو من حیث المجموع کافہ مسلمین کی نسبت یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ وہ صم بکم عمی یعنی بہرے اور گونگے اور اندھے ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔ اور سب سے بڑی رلا دینے والی عجیب بات یہ ہے کہ اس امت کبیرہ نے جو کچھ خداوند کریم نے اپنی کتاب عزیز میں جو کہ سیاست کی روح اور عمران و تہذیب کی بنیاد ہے نازل فرمایا اور جو کچھ سنت نبویہ نے جس کے صاحب پر ہزار در ہزار صلوۃ و تسلیم ہوں بتایا تھا اسے یکقلم فراموش کر دیا ہے۔ اور اون امور دینی کو جنکا جاننا ہر مسلمان کے لئے لازم ہے یکسر بھلا دیا۔ مسلمانوں نے اسکو بالکل بھلا دیا ہے کہ اونکا دین قویم کس طرح سے پھیلا تھا۔ اوسکی قرون اولے میں تہذیب و تمدن کی کیا کیفیت تھی۔ اور ساتھ ہی یہ فکر بھی چھوڑ دیا کہ کون کون سی باتیں مفید اور نافع ہیں۔ پس جسطرح اونکے اعمال معرض اہمال میں پڑ گئے اسی طرح اونپر عام جہل طاری ہو گیا۔ انکی نفس مروت و حمیت سے عاری ہو گئی۔ اور اون کی انساب سے دین مبین ذلیل ہو گیا حالانکہ وہ اونکے اعمال اور اونکے اہمال و فرد گذاشتوں سے سخت بیزاری ظاہر کرتا ہے۔

Marfat.com

امت اسلامیہ کی مغرب و مشرق ہر جگہ رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہونچگئی کہ وہ پست و خوار اور پتھر و مٹی کیطرح جامد ہوگئی ہے۔ اگر اوسکا کوئی فریق ترقی یافتہ ممالک کے قرب میں ہے تو تو کچھ حاصل نہیں اور اگر ایسے ممالک سے مسافت بعیدہ پر ہے تو تو کوئی فرق نہیں۔ جو مسلمان یورپ کے دروازہ پر موجود ہیں شعور یا جہالت میں وہ بھی ویسے ہی ہیں جیسے کہ مسلمان جو لق و دق جنگلوں اور صحراؤں میں بستے ہیں اسیطرح حیث نسب اور قومیت کے لحاظ سے بھی اُنمیں کوئی فرق نہیں عرب مسلمان کی بھی وہی حالت ہے جو ایرانی ہندی افریقی اور ملائی وغیرہ مسلمان کی ہے۔ سب کے سب بادی درجہ پر ہیں کسی میں یہ طاقت نہیں کہ اپنی کسی دوسری قوم کی بھائی کو ہاتھ سے پکڑ کر ارتقا اور ترقی کے رستہ پر چلا سکے یا سیدھے رستہ کی راہنمائی کر سکے

جب یہ حالت ہے تو مسلمانوں کی پولٹیکل زندگی یا حیات سیاسیہ کا نیم مُردہ بلکہ مُردہ۔ اونکی تمدنی قوت کا ضعیف اونکی قوت غوض و فکر کا مفقود اور بزرگی و عظمت کے لئے کوئی کام کر سکنا بالکل محال ہونا لازمی اور بدیہی امر ہے خلاصہ کلام جب کوئی قوم اس درجہ پر پہنچ جائے تو فی الحقیقت اوسمیں کوئی نہیں رہجاتی۔ نہ کوئی خون اوسکی رگوں میں متحرک ہوتا ہے۔ اور نہ کوئی اُمید اوس کے دل میں باقی رہتی ہے جسکے لئے وہ کوشش کرے۔

یہی حالت اسوقت ہماری امت کی ہے اور اپنی سابق کے برعکس جو بہ زور اور طاقتور حیات سے معمور پر تھا۔ ہماری افتادہ اب اسدرجہ تک پہنچگئی ہے۔ یہ وہی اُمت ہے جو اپنے اسلاف اور بزرگوں کی ہمت و کوشش اور جد و جہد سے بزرگی اور عظمت کے اُسدرجہ تک پہنچگئی تھی۔ جو ان زمانوں میں اوسکے سوائے کسیکو حاصل نہ ہوا۔ اور اوسمیں ایسے افراد پیدا ہوئے جنہوں نے ترقی کے رستہ میں اپنی زندگی کو وقف کر دیا اور عزم و ثبات سے اوسکی شان کو بلند اور اوسکی مجد کو اونچا کیا۔ ان افراد میں بڑی بڑی صناع اور متفنن مخترع و موجد۔ عالم و فاضل۔ تاجر و سوداگر۔ طبیب جراح وغیرہ وغیرہ موجود تھے۔ اونکی بدولت امت میں علوم و صنایع کا عام چرچا رہتا تھا۔ اور یہ لوگ ایسے کاموں میں جنسے قوم کی سعادت و بزرگی ثابت ہے اور وطن کا ... ہو اپنی جان و مال سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ لیکن اب جو حال ہے اوسپر غور کرنے یا اوسکا ذکر کرنے سے دل ... جاتا ہے یہی قوم جو اس دین قویم کے ظہور کیوقت کل معاصر امتوں سے بلند خیال اور کل دنیا میں وہی اکیلی تہذیب اور تمدن ... والی تھی آج ایسی آنکھیں بند کئے پڑی ہے کہ وہ یہی نہیں دیکھتی کہ اغیار اوس کے پہلو میں بیٹھے اوسکے ساتھ کیا کر رہے ہیں مسلمان! کیا تو یہ کہہ سکتا ہے کہ تو نے اون رستوں کو دیکھا ہے یا اونپر چڑھا ہے جو امت کی اولین شخصیتوں ... عالیشان محلوں کیطرف بنائے اور وہ اب بھی تیرے سامنے ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں۔ اور تجھے زندگی کی ... کی سیدھی راہ دکھا رہے ہیں۔ یا کیا تجھے کبھی وہ قوت و شوکت دیکھکر عبرت ہوتی ہے جو اہالی غرب کو حاصل ہے ... وہ تیرے سامنے شہاب ثاقب کیطرح جولان کر رہے ہیں کہ تو عبرت پکڑے۔ لیکن جبتک تو آنکھیں بند کئے ہوئے پڑا ہے تجھے یہ کل چیزیں نظر نہیں آتیں۔ تو عبرت پکڑے ہی کیطرح سکتا ہے۔ اہالی مغرب کو دیکھ! وہ ایک چھوٹے سے بر اعظم کے ... ہیں۔ مگر دُنیا کے ہر حصہ کو زمین پھیل گئے ہیں۔ اور ہر مغربی اس جد و جہد میں مصروف ہے کہ غیر یورپی اقوام

Marfat.com

کا دایرہ دن بدن تنگ ہوا اونکی اقتدار کو معدوم کیا جائے۔ باشندگان عرب کی ان مساعی کا ہم مسلمان خواب حیرت اور میٹھی نیند سوتے رہنے سے جواب دے رہے ہیں یہ قول عملی و جہالانہ کل مسلمانوں پر کہ ہم ترک بھی اونمیں شامل ہیں صادق ہے۔ بلکہ سب سے پہلے بذات خاص ہم ترکوں پر اس خواب خرگوش کا سبب یہ باعث ہے مخفی نہیں باقی رہی یہ سوال کہ آیا اس بیماری کی کوئی دوا موجود ہے۔ کیا اس [illegible] کو پہنچانے کا کوئی سریع ذریعہ موجود ہے اور کل اسلام کا کیا حال ہوگا؟ یہ سوال تو بہت ہوتے ہیں مگر اصل سوال یہ ہے کہ انکا جواب کون دیگا۔

جب ہم کبھی کسی سے دوچار ہوتے ہیں [illegible] تو قوم کی نجات کے لئے بہت باتیں کرتے دیکھا ہے لیکن جدھر نظر دوڑائی جاتی ہے۔ ایسے آدمی کا کہیں وجود نہیں پایا جاتا۔ جو حق کہتا ہو یا اپنی باتوں میں حق کیطرف اشارہ کرتا ہو یا اخلاص سے حق کی خدمت کرے [illegible] اپنے نفسوں کو [illegible] اور مفید ترقی سے بہت دور دیکھتے ہیں۔ اور ہماری کل کوششیں صرف نفس نفیس اور ذاتی [illegible] رہی ہیں۔

ان کل خرابیوں کی جڑ وہی جہالت ہے کیونکہ جہالت سے بڑھکر دنیا میں کوئی مصیبت نہیں۔ اور اس حقیقت سے کسیکو انکار نہیں باقی رہا اہل مغرب تک کا یہ بیان کہ [illegible] جہالت کا باعث ہمارا دین ہے یہ انکی صریح غلط فہمی ہے دین کی شان ایسی لغو مفتریات سے [illegible] کے اوصاف و کمالات کی لاعلمی ہے۔ وہ نہیں [illegible] کی بڑی سخت تاکید کرتا اور شدید تحریص و ترغیب دلاتا ہے۔ [illegible] کا قول ہے کہ آخرت کیلئے ایسی تیاری کرو گویا کل مرجانا ہے اور دوسری طرف [illegible] گویا ہمیشہ یہاں رہنا ہے کیا یہ کبھی ممکن ہو سکتا ہے کہ [illegible] کوشش کا باعث اور ایسے ایسے اکابر علماء و فضلاء کے ظہور کا سبب ہوا جنپر [illegible] اب بھی فخر کرنے میں حق بجانب ہے۔ وہی موجودہ زمانہ میں نور علم کے انطفاء اور [illegible] کا سبب ہے۔ بانیہمہ اگر پھر بھی کسیکو اس امر میں شک ہو تو ہمارے سامنے قرآن مجید اور احادیث نبویہ [illegible] موجود ہیں [illegible] کی یہ باطل رائے نہیں رہ سکتی پس یہ جہل دین [illegible] ترک کر دینے سے [illegible] ہوا ہے۔

ہمارے اس قول کی تصدیق [illegible] اسلامی [illegible] سے بخوبی ہو سکتی ہے۔ انہیں ہر جگہ یہی دیکھو گے کہ دین کے احکام [illegible] اور کروڑوں مسلمان ایسے ہیں گے

لہ اسی مضمون کی ایک اور حدیث نبوی علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والسلام اس موقعہ پر درج کر دینا نامناسب نہو گا۔ وہ یہ ہے اذا قامت الساعۃ وفی ید احدکم فسیلۃ فلیغرسہا قیامت برپا ہو گئی۔ اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں اسوقت شاخ خرما ہو تو اوسپر واجب ہے کہ اسے زمین میں لگا دے۔ مؤلف۔

Marfat.com

جوایمان باللہ وشہادت برسولہ کے جملہ مقررہ کے سوا اسلام کا اور کچھ علم نہیں رکھتے - بلکہ [illegible]
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تو کچھ ذکر نہیں - مگر ورنہ اگلے مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ [illegible]
محدود تھیں - اونکی نظر نہ اپنے سر کی ٹوپی پر پڑتی تھی - اور نہ پاؤں کی جوتی پر - یورپ نے ترقی کی [illegible]
بڑھانا شروع کردیئے - اور ایجاد و اختراع میں جہاں تک انسانی عقل کا [illegible]
ایجادوں اور اختراعات [illegible]

مگر یورپ نے [illegible]
ترقی ہوتی گئی - اونہوں نے [illegible]
ہوکر وہاں کے کروڑوں باشندوں [illegible]
مقابلہ میں جو ترقی [illegible]
اور پیدا کردہ [illegible]
غرض نہیں کہ [illegible]
برعکس [illegible]
پر ترجیح [illegible]

اس حال کا [illegible]
ذلت پر نظر اور غور کرتے ہیں [illegible]
بھی ایک ایسی [illegible]
پہنچتا ہے کہ جواب [illegible]
زیادہ رنج وملال کا باعث [illegible]
عقلا ہیں - پس [illegible]
کیونکہ یہ معاملہ شخصی نہیں ہے [illegible]
متعلق ہے اسکو متعلق [illegible]
علیحدہ کردیتی تو [illegible]
بھلائی اور اسلامی بہتری [illegible]
پستی اور انحطاط - آخر [illegible]
نہیں کہ اگر ہمارے علماء [illegible]

پس ہماری نکبت اور بدبختی کے پہلے ذمہ دار علما ہیں انہوں نے عواقب الامہ سے بالکل تجاہل کیا۔ دشمنان کی چالوں کو نظر انداز کر دیا۔ قوم کی تربیت کا کما حقہ حق ادا نہ کیا۔ افراد ملت کو وہ تعلیم نہ دی جو شرع شریف نے انکے لئے فرض کی ہے۔ معروف کاموں کا حکم نہ دیا۔ اور منکرات سے منع نہ کیا جیسا کہ قرآن شریف کا حکم تھا۔ اس اغماض و غفلت کا طبعی نتیجہ یہی تھا جو ہوا عوام جہالت کی دلدل میں پھنس گئے اور قوم کا برا حال اور بد مآل ہو گیا۔ اگر علما اپنے واجبات کو خلوص و سرگرمی سے ادا کرنے پر کمربستہ رہتے تو انکی نصایح کا ضرور قوم پر اچھا اثر پڑتا۔ بلکہ وہ اوسکی جسم میں پاک روح اور بلند عزم زندگی پھونکدیتے۔ اسے اوسکی عریض و عمیق و طویل خواب خرگوش سے جگا دیتے۔ اور اوسکے ضعیف و نزار جسم سے ذلت کی غبار کو دفع کر دیتے جو اوسپر اس طرح جم رہا ہے جیسے مردہ جسموں پر قبر کی مٹی۔

وہ یہی نہیں۔ اس سے بہت کچھ زیادہ کرتے۔ اگر وہ اپنے واجبات کی تعمیل سے اعراض نکرتے۔ قوم کے دلوں میں علوم صنایع کے سیکھنے کا قوی شوق موجود ہو جاتا۔ ابنائے قوم کے دلوں میں حریت کی محبت جو اسلام کا مداوی لازمی شعار ہے پیدا ہو جاتی۔ اور مسلمانوں کو یہ سوجھ جاتی کہ جس شخص نے اس دنیا میں ہاتھ پاؤں نہ ہلایا ہو اوسکے لئے آخرت میں کوئی خوشی راحت اور آرام نہیں ہے گا۔ کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جسنے ایک چیز کو کھو دیا دوسری بھی اس سے جاتی رہی۔

اسطرح مسلمانوں کو یہ علم ہو جاتا کہ انسان کے ذمہ جیسے خداوند کریم کے فرایض ہیں۔ ویسے ہی اوسکی نوع کے بھی ہیں اور کہ قرآن کریم اور سنت نبویہ اسلئے آئے کہ انسان کو حضیض جہالت و ذلت سے نکالکر اوج سعادت پر پہونچائیں۔ پس جب علماء عامہ امت کو یہ فرض اور اس عالم کی آبادی و عمران کے محل بنانے میں ایکدوسرے کی مدد و اعانت کرنیکا فرض کہ بر تقوی اسیکا نام ہے سوجھانے اور بتانے سے قاصر ہے تو راہبر و قافلہ دونوں گمراہ ہو گئے۔ علما انبیا کی وارث ہیں۔ جب وارثوں نے ترکی حفاظت نہ کی گھرانا خراب ہو گیا اور زندان ویران و منتشر ہو گیا۔ یہی حال مسلمانوں کے کنبہ کا ہوا ہے۔

کیا کوئی عالم ہماری یہ تشفی کر سکتا ہے کہ اوسنے اپنے فرض کو ادا کیا؟ قومی وصیت کا حق پورا کر کے قوم کیلئے سنواری اور کہ وہ اس قومی ترکہ کی ویسی ہی نگہبانی کر رہا ہے جیسے کہ بزرگ بزرگوں کے ورثہ کی کرتے ہیں۔ برعکس انکے ہم ایک فریق کو جو اپنے آپکو علماء کے نام سے موسوم کرتا ہے سخت ترین اعدا سے بڑھکر اسلامی کنبہ کو ضعف پہنچاتا دیکھ رہے ہیں یہ لوگ مواصلت و اتحاد کے رشتوں کو منقطع کر کے مسلمانوں کو نقصان پہونچا رہے ہیں۔ اور جیکہ شر کی روح پھیلا رہے ہیں اور اپنی ذات کیلئے روزینہ اور منصب اور ازدیاد جاہ چاہنے کے سوا انہیں اسطرح کی بزرگی اور قومی ترقی کی چاہ نہیں رہ گئی۔ علمائی صفات کی فقدان کی ساتھ ہی سچ پوچھو تو علما بھی ہم میں سے مفقود ہو گئے ہیں۔ اسکا ثبوت ایک چھوٹے سے واقعہ سے مل رہا ہے۔

پچیس ایک برس کی بات ہے عثمانیہ گورنمنٹ نے کیپ کولونی کے مسلمانوں کو دینیات کی تعلیم دینے اور وعظ و نصیحت کرنے کیلئے علماء کی ایک جماعت وہاں بھیجنی چاہی۔ مگر افسوس ایک شخص[1] کے سوا اور کسی نے اس مہم پر جانا

[1] یہ بزرگوار عطاء اللہ آفندی مدرس اول مدرسہ حمیدیہ قصبہ کمبرلی (جنوبی افریقہ) کے والد ماجد تھے۔ انکا ذکر جمیل میں اپنی کسی اور کتاب میں

منظور نہ کیا۔ اس سے ہمکو اوسیوقت متحقق ہو گیا جیسا کہ اس وقت بھی ہمیں متحقق ہے کہ ہمارے علماء میں مشقت کی طاقت نہیں رہ گئی ہے وہ دین کی دعوت کی تکالیف پر راحت و آرام کو اور گمراہوں کی ہدایت اور سیدھی رستہ پر اندھوں کو چلانے کی مشقت پر کسل و قعود کی لذت کو فضیلت دیتے ہیں۔

یہی نہیں ہمپر یہ بھی مبرہن ہو گیا۔ جیسا کہ اسوقت بھی مبرہن ہے کہ ہمارے علماء میں کوئی غیرت اور حمیت نہیں رہ گئی۔ اور کہ اون کی تیس تیس برس تک درسخوانی کرتے رہنے سے قوم کو کچھہ نفع نہیں پس خدا نکرے کہ ایسے لوگ انبیائے کرام کے وارث ہوں۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ ہماری علما میں بڑے بڑے طبیب۔ مہندس ہیئت دان حکیم ماہران علم کیمیا۔ الغرض ہر فن کے اساتذہ باکمال موجود تھے۔ اب ہماری علماء کی یہہ کیفیت ہو رہی ہے کہ وہ حساب سے اتنا مس بھی نہیں رکھتے کہ اربعہ کا سوال حل کر سکیں۔ بلکہ کئی اونمیں سے ایسے بھی ہیں کہ گھر کے لئے باورچی سے جو روٹی خریدتے ہیں اوس کی فی سیر قیمت کا خود حساب کر سکیں۔

خلاصہ کلام سوائے معدودی چند کے ہماری علماء ہر ایسے علم سے جسکا اس دنیا سے تعلق ہے محض جاہل ہیں اور عموماً اون علوم دینیہ کو جنکا علم واجب ہے، نہیں سمجھ سکتے۔ اونکا بڑا کام شروح و حواشی کی موشگافیاں اور اس فہم و ذکا کو جو اللہ جل شانہ نے اونہیں عطا کیا ہے ایسے کام پر جس سے جبہ بھر فایدہ نہیں تلف کرتے رہنا ہے۔

پس سب سے اول یہ واجب ہے کہ ہماری علماء اس غفلت سے بیدار ہو کر تعلیم و تعلم میں اپنے طریقے کی اصلاح کریں اور سمجھیں کہ ان سطور پر جنکی شرحوں اور حاشیوں کی کوئی نہایت نہیں عمر عزیز کا وقف کرنا ہرگز جایز نہیں کیونکہ مجادلہ الفاظ اور افہام کو انکی وجہ سے معرض حیرت و شکوک میں ڈالنے سے جنکی ابحاث طویلہ تو بجائے خود رہیں۔ ابحاث قصیرہ کی کوئی انتہا نہیں۔ نہ کوئی دینی نفع ہے اور نہ کچھ اخروی فایدہ۔ اسیطرح انکو یہ بھی سمجھ آنا چاہیے کہ جب مسائل حکمت و فلسفہ کے لئے مثلاً کتاب قاضی میر کے مطالعہ ہی میں عمر ضایع ہو گئی۔ یا کافیہ کی دو سطروں کے سمجھنے کے لئے ملا جامی عصام الدین عبد الغفور سیالکوٹی ہندی اور رضی کے الفاظ سمجھنے میں کئی عشرے صرف ہو گئے۔ تو حکمت اور فلسفہ کا ستیاناس ہوا۔ اور اہل زمانہ پر زمانہ تنگ اور دیگر علوم ابتدائیہ (صرف و نحو و منطق وغیرہ) کے لئے جنپر بھی کوئی عمدہ ترتیب کی کتابیں موجود نہیں وقت نہ رہا۔ خیر! متذکرۃ الصدر علوم کا پھر بھی کچھ نام تو باقی ہے۔ انکے علاوہ جو علم ہیں حالانکہ اونکا حیات انسانی کے ساتھ نہایت ہی گہرا ربط ہے۔ اونکا ہماری مدارس میں نام و نشان ہی باقی نہیں رہ گیا۔ اور ان علوم اور ہماری مدارس کے دروازوں کے درمیان جہل کے پردے حایل ہو گئے ہیں۔ پس جب انکا نشان ہی مفقود ہے تو اون کی تعلیم کے طریقے پر بحث ہی کیا ہو سکتی ہے؟

اس بحث کی مراد دینی اسلامی مدارس سے ہے جنکا انتظام علمائے قوم کی تحویل میں ہے۔ ان مدارس کیطرف اشارہ نہیں جو مختلف اسلامی ملکوں نے جدید طرز کے مطابق قایم کئے ہیں اور کرتی چلی جا رہی ہیں۔ مؤلف۔

مہربان ناظر تو یہی بتا کہ ایسے شخص سے کس فایدہ کی امید کیجا سکتی ہو جسکا دماغ محض الفاظ کے متعلق مشغول رہ
[illegible] الاجتماع (سوشیالوجی) یا ہمچو قسم علوم لازمہ کی مطلقاً خبر نہو کہ کس چڑیا کا نام
ہے۔ ہاں [illegible] ہے کیا بھلائی پہنچ سکتی ہو جبکے اقوال سے بعید ہوں۔ اور جو
[illegible] ضرورتوں کی نسبت یہ نہ سمجھ سکے کہ آیا وقت
[illegible] اس ناامیدی کی ہم [illegible] ایسی شہادتیں کر رہی ہیں۔ ہماری
[illegible] اونکی فلسفہ کی آخری
[illegible] پہنچ سکتی ہے
[illegible] اوسکی بجائے کیا ان
[illegible] ان لوگوں کے
[illegible] تشخیص کریں۔ تاکہ اونکی
[illegible] پہونچ جاوے
[illegible]
[illegible]
[illegible] وہ مسلمان جنپر جہل کی سل
[illegible] تعصب تقوی ہی۔ اور ہاتھ
[illegible] دبکے ہوے ہیں
[illegible] فراز ہو سکتا ہے
[illegible] ہے تو بالضرور قوم کا
[illegible] کیسا برا حال ہے
[illegible]
[illegible] مسلمانوں کے لئے دارالفنون قایم کئے
[illegible] تو اوسکی پابندی پر مجبور کر
[illegible] علاوہ بریں جو طلباء
[illegible] مدرسے کو فارغ التحصیل ہو کر چھوڑنے سے پہلے یہ لازمی کر دیا
[illegible] بولنا اور لکھنے پر قادر ہوں۔ بالخصوص ترکی اور ایران [illegible] کئے

علماء کی طرح نہوں جو ۲۰-۲۵ برس عربی سیکھتے رہتے ہیں - اور پھر اور ۲۰-۲۵ برس مدرسی میں بسر کرتے ہیں - مگر اونمیں سے اکثر ۵۰ برس کی تعلیم و تعلم کے باوجود عربی کی دو سطریں لکھ اور دو جملے بول نہیں سکتے - یہی نہیں بلکہ تعجب ہے کہ کتب عربیہ کے اسقدر طویل مطالعہ کے باوجود وہ عربی اخبارات کو پڑھنے تک کی اور ایک جملہ تک کو سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتے - یہ ایسا نقص ہے کہ اس سے کبھی چشم پوشی نہیں کیجا سکتی - یہ گویا تمام عمر کو فضول کرنا ہے - ہر ملک ہر شہر کے مسلمان علماء کے لئے خواہ وہ اونکی قومیت میں باہمی اختلاف کیوں نہو - عربی کو عربوں جیسا جاننا اشد ضروری ہے -

المؤید نے کچھ عرصہ ہوا لکھا تھا کہ جامع ازہر شریف نے تعلیمی نصاب میں تغیر و تبدل کرنا شروع کر دیا ہے - اور بعض حواشی کا درس جو پہلے پڑھائے جاتے تھے چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے - مگر ہم معشر المسلمین یہ کبھی نہیں دیکھ سکتے کہ جامع ازہر کی جو کل دنیا میں اعظم ترین اسلامی مدرسہ ہے - اس خفیف سی اصلاح پر قناعت کئے رہیں - بلکہ ہماری یہ آرزو ہے کہ اونکو علماء اسلامی امت کی شان بڑھانے کے لئے تعلیمی اصلاح میں پوری پوری کوشش کریں اور کوئی کسر باقی نہ رہنے دیں - انگریزوں کی طرف دیکھو اونکی قوم کیسی یکبارگی شخص واحد کی طرح اٹھ کھڑی ہوئی - اور خرطوم میں گارڈن کا یادگاری کالج قائم کرنے کے لئے تھوڑے سے زمانہ میں ہی اونسے کیسی کثرت سے سوا لاکھ پونڈ سے زیادہ رقم جمع کر لی - ایسے کاموں سے ہی سچی غیرت اور بڑے بڑے مقاصد کے حصول کے لئے قومی تعاون و تعاضد اور امداد و یکجہتی کی کیفیت منکشف ہوتی ہے - اور انہیں اوصاف سے قومیں ترقی کرتی ہیں -

پس بشرطیکہ جامع ازہر کے منتظمین میں ایسے لوگ موجود ہوں جو اسلام کے استقبال کو حقیقت حاضرہ کی آنکھ سے دیکھ رہے ہوں اور کل جو اوسکی حالت ہونیوالی ہے اوسپر غور و فکر کر رہے ہوں تو اونپر سب سے اول یہ واجب ہے کہ جامع ازہر کو جسطرح کہ وہ اب تک مسلمانوں کا مدرسہ کبریٰ رہی ہے - آیندہ اونکا دار العلوم کبریٰ بنانے کی کوشش کریں - تاکہ وہ ان ضرورتوں کو جو قوم کی مفلسی اور اوسے موجودہ پستی سے نکالنے کے لئے عاید ہو رہی ہیں پورا کر سکے - دیگر بلاد اسلامی کے لئے نیک نظیر بنجائے - ان کروڑہا مسلمانوں کو اونکی خواب طویل سے جگانیکا کام دے - اور اون علماء کے لئے جن کی ہم اوپر تعریف کر چکے ہیں - موثر واعظ بن سکے -

اگر اس ضروری کام کے لئے جسکی ہمیں آرزو ہے - مال کثیر کی ضرورت ہو تو ہم اس مقصد عالی کے لئے جسقدر روپیہ درکار ہو اوسکے جمع کرنیکیلئے جان و مال سے حاضر ہیں - اور ہمیں امید ہے کہ کوئی ایسا مسلمان جو قوم کی موجودہ مصائب و آلام سے واقف ہے قوم کو نجات دلانے کیلئے اس نیک راہ پر روپیہ خرچ کرنے سے کبھی دریغ نہیں کریگا - اس کام میں مدد دینا جیسا افراد پر واجب ہے ویسا ہی [illegible] واجب ہے اور ہمیں امید نہیں کہ وہ کبھی اس امداد سے اعراض کریں -

اس کل مضمون میں مینے پولیٹیکس (امور سیاست) اور اوسکی متعلقہ ابحاث کو مطلقاً نہیں چھوا - اور صرف ادبیات کے عرض کرنے پر اکتفا کیا ہے - جو میری خیال میں کل ممالک کے مسلمان بھائیوں کے لئے نیک نصیحت تھی - اگر خدا نے چاہا تو ہم امت شریفہ کی نجات و خلاصی اور ترقی و بیداری کی سعی کرنیکے لئے آیندہ اسلامی اخبارات کی کمیوں اور جو کچھ غلطیاں حکومتوں کی طرف سے اس بارہ میں سرزد ہو رہی ہیں - اونپر اور نیز وزارت سررشتہ تعلیم قسطنطنیہ اور محکمہ نگرانی اخبارات ترکیہ قسطنطنیہ کے حالات اور اونکی نگرانی کنندہ عمال کی

Marfat.com

فضول وعبث کارروائیوں کی کیفیت اور عالی الوجہ اسلامی حکومتوں کے احوال تحریر کرنیکا

شام کی آبادی

شام کی بندرگاہ بیروت کے ایک اخبار کا خاص ایک معاون ذاتی سیاحت کے حالات جو انہی بیروت سے دمشق تک کی لکھتے ہوئے علاقہ مذکور کی زرخیزی اور پیداوار حاصل ہونیکی بیحد تعریف کی ہے اور لکھتا ہے کہ جبل لبنان کے باشندوں میں یورپین تہذیب کے ساری اور آداب شرقی کے معطل ہوجانے پر افسوس بھی وہ بہت ہی ظاہر کرتا ہے اور اسکی رائے میں ارتکاب فواحش و منکرات کی کثرت اور قماربازی وغیرہ وغیرہ شراب نوشی کی زیادتی کا باعث زیادہ تر یہی امر ہوا ہے۔ یہ بیان کرکے زیادہ تر تعصبی خیالات کے باشندوں کی حالت دکھلا کر کہا ہے جو عموماً عیسائی ہیں جبکہ برعکس انکے تعصب بیدانی کے باشندوں کو بہت پسند کیا ہے۔ اور انکی نسبت وہ لکھتا ہے کہ یہاں کی آبادی ۵ ہزار کے قریب ہے جنمیں چار ہزار مسلمان اور باقی عیسائی ہیں۔ مگر دونوں مذاہب میں ایسا اتفاق و اتحاد ہے گویا ایک ہی خاندان ہے۔ شہر بیان آباد ہے۔ اسکے قرب و جوار میں فواکہ و آلو وغیرہ ترکاریوں کی کاشت بکثرت ہوتی ہے اور ریشم بھی تیار کیا جاتا ہے۔ سب سے عجیب امر یہ ہے کہ یہاں منکرات کی قسم کی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ کل باشندے کامل طور پر مضبوط و توانا اور تندرست ہیں۔ وہاں کوئی طبیب یا دوا فروش نہیں ہے۔ خوش خلاق اور نیک چلن ہیں۔ لوگ چھوٹے بڑے سب کے سب قابل ستائش ہیں۔ اور انکی عورتیں بھی خوب مضبوط باعزت اور زندہ دل ہیں۔ آرام طلبی جن بیماریوں کا باعث ہوتی ہے انکا یہاں نام و نشان نہیں۔ طبیعی جمال ان عورتوں کا ایسا ہے کہ تصنع اور بناؤ سنگار کی انکو کچھ احتیاج نہیں۔ شہر میں مقامی بھی اور غیر ختم ہے مگر ساتھ ہی کمال عفیفہ اور باوقار ہیں۔ یہاں جامع مسجد میں جمعہ نماز کے وقت خوب بھر جاتی ہیں۔ انکے امام اکثر دوسرے شہروں کے اماموں کی طرح اپنے فرائض دوسروں پر چھوڑ کر خود دوسرے دھندوں میں مصروف نہیں رہتے۔ بلکہ خود دلی شوق سے اپنے فرائض کو ادا کرتے اور مسلمانوں میں ہر وقت اخلاق حسنہ اور علوم دینیہ کی اشاعت کرتے رہتے ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری جلیل القدر صحابی کا مزار اسی جگہ پر ہے۔ چند برس ہوئے انکی قبر کے پاس سے ایک پتھر برآمد ہوا تھا جسپر خالد بن الولید کی طرف سے حضرت جابرؓ کی وفات اور فتح بعلبک کی کیفیت لکھی ہوئی تھی۔ علوم جدیدہ کا بھی یہاں کے باشندوں کو کمال شوق ہے۔ چنانچہ اس برس یہاں سے ۲۰ طلبا اعلیٰ تعلیم کے لئے دمشق گئے ہیں۔ (۳۰ اکتوبر ۱۸۹۹ء)

مسلمانوں کے تنزل کے اسباب

مصطفیٰ کامل آفندی مشہور مصری محب وطن کا نام اور انکی مساعی جمیلہ ہمارے ناظرین کو معلوم نہیں ہیں۔ وہ اولوالعزم اپنی قوم کو پستی سے نکالنے اور اسے آزاد اور دنیا کی واجب الاحترام قوموں کے زمرہ میں داخل کرنیکے لئے ہر وقت تا مقدور سعی بلیغ کرتا رہتا ہے۔ اور گو اب تک اسے اپنے مقاصد میں نمایاں کامیابی نہیں ہوئی مگر اسکا استقلال اور عزم صریحاً بتا رہا ہے کہ اگر زندگی نے وفا کی تو وہ آخر ایک دن فائز المرام ہو رہیگا۔ ابتدائے آفرینش سے یہی سنت اللہ چلی آ رہی ہے کہ جو شخص نیک نیتی سے اپنے ابنائے ملک کی فلاح اور بہبودی کے لئے کوشش کرے اسے بہت ہی کم ناکامیابی ہوا کرتی ہے۔ کامیابی خواہ اسکی زندگی کے بعد ہی کیوں نہ ظہور میں آئے مگر ہوتی ضرور ہے۔ یہ ناموَر شخص آج کل چند مہینے یورپ میں مقیم رہا تھا اور اگست ۱۸۹۹ء میں پیرس میں جہاں آدھے جلالت مآب امیر المومنین کی جلوس میمنت مانوس کی سالگرہ کے دن تمام مصری بھائیوں کی پرتکلف دعوت کرکے ایک دلپذیر تقریر کی جسکے چند فقرات اس قابل ہیں کہ کل دنیا کے مسلمان انکو گوش ہوش سے سنکر ان سے استفادہ کریں۔

شروع تقریر میں اس فاضل اجل نے اعلیحضرت امیر المومنین کی مسلمہ حکمت سیاست اور لیاقت خداداد کا ذکر کرکے حب الوطنی کی تعریف کی اور کہا کہ خواہ ہمارے اعداء اور مخالف ہمکو جلالت مآب کی وفاداری اور تابعداری سے ہٹانے کے لئے کیسی ہی کوششیں کیوں نکریں اور کیسے کذب و افترا باندھتے رہیں کہ امیر المومنین کو ہم مصریوں سے کچھ الفت نہیں پھر بھی حب الوطنی اسیکا نام ہے کہ دن بدن ہمارا اخلاص مترقی ہو اور خواہ سلطان کی تلوار ہماری گردنوں پر ہو ہم یہی پکارتے ہیں "سلطان ما زندہ باش"۔ سچی حب الوطنی اسیکا نام ہے اور حقیقی حب الوطنی وہی ہے جو خطرہ کے وقت بھی برابر قایم ہے۔ ابھی یورپین اقوام کیطرف دیکھو کہ [illegible] اور توشاہ [illegible] کی اولاد [illegible] انکے اجداد اور بادشاہوں سے کیا دلی تعلق ہے۔ ایک انگریزی قوم کی ہی نظیر ہمارے سامنے موجود ہے جسکو اپنی ملکہ معظمہ سے ایسا روحانی تعلق اور اخلاص ہے جو عشق کے درجہ تک پہنچا ہوا ہے۔ اگر کسی انگریز کو برا بھلا کہو تو شاید برداشت کر لیگا لیکن اگر اسکے سامنے انکی قیصرہ کی شان میں ذرا سا بھی نامناسب کلمہ کہا جائے تو وہ اسے کبھی برداشت نہیں کریگا۔

اسکے بعد فاضل خطیب نے سچی حب الوطنی کی مثال میں مشہور فرنچ مارشل نے کا واقعہ پیش کیا کہ اصل حب الوطنی اس چیز کا نام ہے۔ یہ مارشل نپولین اعظم کے قابل ترین سپہ سالاروں میں سے تھا۔ واٹرلو کی لڑائی کے بعد جب نپولین کو فرانس کا تخت چھن گیا اور خاندان بربون کا ایک شہزادہ لوئی ہشتدہم کے نام سے فرانس کا بادشاہ بنایا گیا تو [illegible] مارشل نے [illegible] نپولین [illegible] کیا عدالت میں اسکے وکیل نے [illegible] مارشل [illegible] کے بعد [illegible] مارشل [illegible] اور وکیل کا قطع کلام کرکے اور کہا "[illegible] میری حمایت [illegible] میری برات اور زندگی [illegible] مرجانا پسند کرتا ہوں"۔ یہ سنکر [illegible] خاموش ہوگیا اور عدالت نے مارشل کے لئے حکم موت صادر کردیا جسے [illegible] منظور کیا۔ اور تاریخ عالم میں سچے محب الوطنوں کے زمرہ میں اپنا نام ہمیشہ کیلئے چھوڑ گیا۔"

مگر حب الوطنی اور حقیقی قومیت کی مفصل و مسلسل تشریح [illegible] قابل غور [illegible] حصہ اس مصری خطیب کی تقریر کا وہ ہے جسمیں اوس نے مسلمانوں کی تنزل اور مغربی اقوام کی ترقی کے اسباب بتایا۔ [illegible] بیان کیا [illegible] سبب [illegible] اتحاد اور بالخصوص احکام شریعت کی متابعت ہے۔ پھر یہ آپ سے [illegible] پکار کر کہتا ہوں کہ احکام شریعت کی پیروی کے سوا اور کوئی [illegible] نہیں ہے۔ اوسکی پیروی سے ہمکو اتحاد کلمہ اسلام۔ [illegible] ترقی اور تقدم [illegible] اور حقیقی اہلیت سے واقف ہونگے جہالت مٹ سکتی ہے۔ افسوس یورپ کے اکثر علماء اور فلاسفر تو علی رؤس الاشہاد اسبات کا اعتراف کریں کہ دین اسلام اپنے احکام پاک سے اپنے معتقدوں کو تقدم اور ترقی کی راستہ پر سب سے آگے چلانیکا زبردست کفیل ہے اور ہم مسلمان اپنے دین کریم کی اس خوبی کا اعتراف نہ کریں۔ [illegible] قومی زندگی اور ترقی و تقدم اور تہذیب و شائستگی کے لئے جن چیزوں کی احتیاج ہوتی ہے وہ اس دین شریف

Marfat.com

میں موجود ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ ہم اوس پر عمل نہیں کرتے۔

"مشرقیوں کی شومی بخت اور اونکی قسمت ہے ہمارے ان بھائیوں نے جنہوں نے یورپ میں تعلیم پائی ہے اکثر کا یہ خیال ہے کہ تہذیب اسی کا نام ہے کہ دینی لباس اُتار کر یورپین لباس و معاشرت کی تقلید کیجائے۔ ان حضرات میں سے کئی ایسے ہیں جو فخریہ کہتے ہیں کہ وہ لنڈن اور پیرس سے کپڑے منگوا کر پہنتے ہیں"۔ مگر افسوس ہم میں سے ایک بھی ایسا نہیں پایا جاتا جو اس بات پر فخر کرتا ہو کہ وہ اپنے ملک کے بنے ہوئے کپڑے پہنتا ہے۔ انہیں سے اگر کسیکو کوئی شخص یہ کہے کہ میں اسلام کے احکام کی پابندی کرتا ہوں اور اسکو ضروری خیال کرتا ہوں تو وہ جواب دیتا ہے "تو متعصب ہے"۔ اللہ اکبر۔ مذہب کی پابندی گویا گناہ کبیرہ اور اشد ترین جرم ہوا۔

"جس شخص نے قوموں کے تنزل اور اسباب پر غور کیا ہے اُس سے ہماری پستی کے اسباب کبھی مخفی نہیں رہ سکتے۔ ہم میں سے اکثر کا خیال ہے کہ پابندی مذہب تہذیب کے منافی ہے حالانکہ دنیا کی مہذب ترین اقوام اپنے مذہب کی کمال پابند پائی جاتی ہیں اور اس قول کی تصدیق مسئلہ آرمینیا سے ہی کافی طور پر ہو رہی ہے۔ اگر انگلستان اور دیگر یورپین اقوام نے محض ہمدردی انسانی کے تقاضا سے آرمینیوں کی حمایت کی تھی۔ تو اہالی کیوبا کیواسطے جو آرمینیوں سے بدرجہا زیادہ ہمدردی اور دستگیری کے مستحق تھے وہ ہمدردی کدھر گئی تھی؟ جنگ ہسپانیہ و امریکہ میں یورپ کی کیتھولک قوموں میں ہسپانیہ کی کیوں ہمدردی پائی جاتی تھی؟ محض اسلئے کہ ہسپانیہ کا مذہب کیتھولک اور امریکا کا پروٹسٹنٹ تھا۔ کچھ دنوں کا ذکر ہے ہم نے اخبارات میں پڑھا تھا کہ صوبجات متحدہ کے پریسیڈنٹ میکنلی نے کل قوم کے نام منشور جاری کیا تھا کہ گرجوں میں خاص نماز شکرانہ پڑھیں اور امریکن افواج کی فتح و نصرت پر خداوند کریم کا شکریہ ادا کریں۔ اسی سے ہمارے تعلیم یافتہ مسلمان بھائی سمجھ سکتے ہیں کہ کیا دین کی حرمت اور پابندی جرم و گناہ ہے۔ اور یہ مہذب الاقوام کا دینی شعار کیا ہے

"پابندی مذہب سے یہ ہرگز اور کبھی مدعا نہیں ہو سکتا کہ عیسائیوں سے دشمنی رکھی جائے یا اونپر زیادتی کیجائے۔ اسلام اسکی سخت ممانعت اور تمام دیگر مذاہب کی اقوام اور اونکے معتقدین سے حسن معاملہ رکھنے کی تاکید اکید کرتا ہے۔ چونکہ یہ بدیہی امر ہے کہ جن ملکوں میں عام مصلحت مسیحیہ کا تعلق ہے کل عیسائی قومیں آپس میں متفق و متحد ہو جاتی ہیں اور کہ جبتک ہم اپنے مذہب کے پابند نہ رہیں ہمارے لئے کوئی سلامتی نہیں پس دین اسلام جو امر ہمارے لئے لازم ٹھہراتا ہے وہ کل مسلمانوں کا اتحاد ہے۔ اور اگرچہ بظاہر یہ امر صعب الحصول نظر آئیگا لیکن اگر ہم معاشر المسلمین ارادہ کرلیں تو اس سے آسان ترین کوئی کام نہیں۔ اچھا ہے کہ اگر سرکردہ مسلمانوں کی ایک جمعیت قائم ہو جائے جسمیں ہر ایک اسلامی قوم سے ایک ایک یا دو دو ارکان شامل ہوں اور یہ جمعیت فرداً فرداً ہر ایک اسلامی قوم کی حالت پر طویل غور و فکر کرکے ہر ایک کی بیماری کی حقیقت اور اوسکا معالجہ تجویز کرے۔ ایسی ہی جمعیت سے اتحاد مسلمانان کی بنیاد قائم اور اونکے بلاد کی شان اعلیٰ ہو سکتی ہے اور ایسی ہی جمعیت امم اسلامیہ کی اچھی خدمت کر سکتی ہے۔ اور خدا کرے کہ میرا یہ خیال اس مکان سے نقل و حرکت کرکے تمام بلاد اسلامیہ میں پھیل جائے اور ایک دن ایسی مجلس ہم میں موجود ہو جائے اور ہم میں سے ہر ایک بقدر استطاعت اوسکی خدمت کرے"۔

خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان میں ہمارے معزز معاصر حبل المتین نے اس نیک اور اہم کام کی ایک شق کیلئے عرصہ سے تحریک شروع کر رکھی ہوئی ہے جسکا دایرہ بتدریج وسیع ہو سکتا ہے اور خداوند کریم کا مزید احسان ہے کہ اکثر اہل الرائے اس سے متفق [illegible]

Marfat.com

ہمخیال ہیں مگر چند ایک ایسے صاحب بھی ہیں جو بھی کمزوری یا غلط فہمی یا مقاصد سے اس تجویز کے مخالف ہیں۔ وکیل کو جاری ہوئے ابھی ایک ہی سال ہوا تھا کہ میں نے ایک مضمون جس کا عنوان "عیسائیوں کی باہمی اتفاق کیلئے کوشش اور مسلمانوں کے لئے عبرت" تھا تحریر کیا تھا کہ ہمارے پاس ایک عظیم کانفرنس کل دنیا کی مسلمانوں کے لئے موجود ہے۔ اور وہ یہی ہر سال کل اقطاع عالم سے ہزارہا مسلمان بلا دعوت خود بخود جمع ہو جاتے ہیں۔ مگر شومی طالع سے کسی کو اس عظیم الشان کانفرنس سے قوم و ملت کی بہبودی اور اتحاد کلمہ سلاطین کا کام لینے کا خیال پیدا نہیں ہوتا۔ یہ کانفرنس مسلمانوں کا سالانہ حج بیت اللہ ہے جو زیادہ تر انہیں اغراض کے لئے بہ ارکان اسلام پر فرض کیا گیا ہے کچھ عرصہ ہوا پیسہ اخبار نے بھی حبل المتین کی تجویز سے اتفاق رائے ظاہر کرتے وقت اس مہتم بالشان کانفرنس ... تحریک کی تھی جس کو حاجی اسمعیل صاحب رئیس دتاولی ضلع علیگڈھ نے ناپسند کیا تھا۔ اور حبل المتین کی اتحادیہ تجویز کو ... اعتراض ... کئے گئے تھے۔ اس کی تردید میں جو کچھ حبل المتین نے مختصر و معقول جواب دیا ہے وہ اس موقعہ پر بجنسہ درج کیا جاتا ہے۔

"ایں امر ہر چند ان لازم بہ تشریح نیست کہ مقصود اصلی حبل المتین من باب انعقاد مجمع ... اتحادیہ اسلام کہ سلسلہ جنبانی شدہ است ... نیست۔ چہ مقالات ما دریں عنوان از ابتدائی الی الحین موجود است۔ چنانچہ معاصران اسلامی ما مثل پیسہ اخبار و وکیل امرتسر ... معاصرانہ اخبار دہلی وغیرہ وغیرہ ہر یک تائید خود را در تائید ایں عنوان ظاہر کردہ اند۔ تا نیست کہ ... پیش شدہ ... آں بیشتر است۔ ولی دلقسمی کہ از موضوع کلام خارج شویم و بے سبب قلوب بعضی مردمان کم تجربہ ... حاجی محمد اسمعیل خان رئیس دتاولی و مولوی محمد منور خان رئیس کا سگنج از موضوع بحث ما خارج شدہ اگرچہ اتفاق ... مسلمانان ... متوحش ساختہ اند۔ اولاً باید دانست مقصود اصلی حبل المتین ... سلاطین تمام ... زمین ... عنوان ... شدہ ... اغراض ... تمام اسلامیان نظر انداختہ حالت آنہا ... اصلاح ... نتیجہ صحیح ... اسلام ... اقدام بعا کانگرس اتحادیہ بگیریم۔ فرضیکہ ہمیں خیالات پست ... مسلمانان را پست تر کردہ۔ ... سلطان جلالت شان ... شدہ جمیع ... تعذر ... حالت آنہا بد تر میشود ... دیگر چگونہ اصلاح پذیر خواہند بود۔ از ہمیں ... است کہ مسلمانان ... آنچہ ملاحظہ میشود سبب تنزل مسلمانان ہمانا اختلاف شیعہ و سنی کہ دو ملت بزرگ اسلام اند ... اسلامیہ مینماید حبل المتین صرف سلسلہ جنبان اتحاد ایں فرقہ است ... مقصود از کانگرس اتحاد جمع شدن ... مجمع و رفع منافات و اختلافات میانہ ایں دو فرقہ مثل آنکہ ... مراحتہ نوشتیم کہ شرکت سلاطین عظام اسلام ... رفع غائلات و اختلاف مذہبی ابداً راجع بہ پولیٹک نیست وہر کس کہ ازیں امر نکات سیاسیہ ظاہر کنند گویا از عوالم سیاست بی بہرہ است ... عامہ دانشمندان خواستگاریم کہ مقصود اصلی ما را الفہمند و بعد با ما دراں امر بحث نمائید۔ ... تامل از ... ہمیشہ علاوہ آنچہ را کہ ما ازیں بحث خواستگاریم نتیجہ برعکس خواہد بخشید البتہ ... مسلمانان ... بیشتر ... عنوان بحث نمائیم ... عنوان مولوی ... مخاطب کردہ باکمال تاسف میگوئیم کہ بحث دریں

عنوان لازم خدمت دولت علیہ عثمانی نیست خوش آمد چاپلوسی تملق انگلیسان ہیچ ثمر ندارد دولت انگلیس از قوت و قدرت دولت عثمانی زیادہ بر مولوی کالنگھی واقف است و بحسبت میگوییم کہ بہ تملق گوئیہای مولوی موصوف فریفتہ میشوند جز این تصور نمیکنند کہ یا خود احمق است و یا میخواہد خود شیرین کند و مارا احمق سازد و تعجب آور این است کہ مولوی منور خان کہ الملاعش از چہار دیوار کالنگھی تجاوز نکردہ است کجا دانستہ است کہ دولت علیہ عثمانی قابل نیست کہ با ادنی دولتے آزاد و با مقابلہ کند سیاسیون انصاف پسند انگلیس طبعاً خواہان صداقت و راستی اند و از خوش آمد نفرت دارند مولوی منور خان بخوبی دانستہ باشد و ہمیشہ اظہر من الشمس است کہ اگر ہر یکے از دول عظام اروپا دو دولت عثمانی را بمیزان نہند دولت علیہ قوی تر از او است۔ گزشتہ برای اگر ہیچ آن تملق نیست در بحث اتحاد گنجاندن این عنوان ہم معنے دارد افسوس کہ ما خود را مسلمان میگوییم و در منزلت اسلامیان با ہیچ جماعتی با تشیم افسوس۔ افسوس۔ افسوس!"

ہم امید کرتے ہیں کہ ایسے لغو الفاظ تمہاری معزز مصر مجمع میں کچھ فرق نہیں پڑیگا بلکہ وہ اپنی کوششوں کے دائرہ کو اور وسیع کریگے مسلمانوں کی فلاح و بہبودی میں بیشتر سرگرمی کے ساتھ ساعی ہونگے مصطفٰے کامل کی تقریر سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ اتحاد کی ضرورت کو تمام ممالک کے سمجھدار عقلمند محسوس کر رہے ہیں۔ اور وہ اس کے ساتھ بخوشی تمام شریک ہوجائیں گے۔

احکام شریعت کی پابندی اور مجلس اتحاد یہ کی انعقاد کی ضرورت واضح کرنے کے بعد فاضل محب نے مسلمین کو ایسی ترغیب دینے کی نصیحت کی اور کہا کہ لوگ بیخیال کہتے ہیں کہ اسلام کا وقت گزر چکا ہے اور مستقبل میں اسکی بہتری کی کوئی امید نہیں رکھی ہے اور ایسے نا امید ہونیکا نتیجہ یہ ہے کہ خداوند کریم کی رحمت سے نا امیدی ظاہر کرتے ہیں یہ ہر ایک مسلمان کیلئے قابل شرم ہے۔ خداوند کریم نے انسان کو عقل سلیم عطا کیا ہے کہ اپنی زندگی بہتر بنانے کیلئے عمل کرے اور ہر وقت اپنی سعادت اور رفعت کیلئے کوشش کرتی رہے پس اس اہم مقصد کی حصول کیلئے واجب ہے کہ ہر ایک فرد اور کل قوم متحد ہوکر اپنے وطن کی خیر اور بہتری کیلئے شب روز عمل کرے۔ اور دوستو یقین جانو کہ اگر ہم اپنی واجبات قومی کو ادا کرنے پر کمر باندھ لیں تو خود انگریز بھی ہمارا احترام کرنے لگ جائیں اور ہم کو قابل اور سچا انسان تصور کریں فرانس کو دیکھو کہ باوجود الجزائر کی نام کو وہ لوگ اب تک کیا احترام کرتے ہیں۔ اور سے پوچھو لوگ اس وقت عثمانی سپاہی کی کیسی توقیر کرتے ہیں۔ وطن کی خدمت کرکے آ سکتے ہیں۔ ہمکو ملکی صنعت کو فروغ دینے کیطرف بیشمار توجہ اور قومی تعلیم کی ہمیں نہایت ہی سخت احتیاج ہے لیکن ہمارے اغنیا کو کیا ہوگیا کہ صنعت و حرفت کو ترقی دینے کیلئے مشترکہ سرمایہ کی کمپنیاں قائم نہیں کرتے جس سے ہم اجنبی لوگوں کے سخت محتاج نہ رہ جاویں بیشمار ابنائے وطن کو متواتر قومی تعلیم کیطرف توجہ دلائی ہے اور میں المؤید میں یہ دیکھکر بہت خوش ہوا ہوں کہ اکثر فاضلوں نے لکھا ہے کہ اگر قومی تعلیم کا محکمہ قائم ہوجاوے تو وہ دو دو پونڈ ماہواری چندہ دیا کریں گے۔ اور کئی علماء اور عالمہ خاتونوں نے اپنے وقت کا کچھ حصہ صرف کرنیکا وعدہ کیا ہے۔ اگر ہم میں سے ایک ہزار ایسے شخص کھڑے ہوجاویں تو ہمیں دو ہزار پونڈ ماہوار کی رقم ملجایا کریگی جس سے ہم ایک ابتدائی مدرسہ قومی تعلیم کیلئے کھول سکیں گے اور پانچ ہزار طلبا کو ایسی تعلیم جس سے وہ قومی حقوق سے واقف ہوسکیں دے سکیں گے۔ ایک فلاسفر کا قول ہے کہ قوم کی آبادی بقدر مستحق ہے جسقدر مستقبل میں ... کا انکو سامنا کرنا ہو وقت

Marfat.com

ہو سکتی ہیں پس ہر کل قوم عالم ہانی واجب ہے۔ یہ کام ایک شخص کے لئے مشکل ہے لیکن لاکھوں کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا"۔ کیا ہمارے ہندوستانی بھائی بھی ان نصیحتوں سے کچھ فائدہ اٹھاوینگے اور فضول خیراتوں اور ضیافتوں کی بجائے قوم کے واقعی فلاح و بہبود کے کاموں کی طرف کبھی متوجہ ہونگے؟ اور کیا انکے لئے شرم کا مقام نہیں کہ وہ اب تک اپنی ایک قومی کالج کے لئے دس لاکھ روپیہ بھی جمع نہیں کر سکے؟ جس ہفتہ آفندی کی یہ تقریر ہند میں موصول ہوئی۔

اسی ہفتہ افریقہ سے ایک اور سخت وحشتناک خبر بذریعہ تار برقی موصول ہوئی ہے کہ فرانسیسیوں نے شاہ سموری [illegible] کے قبیلہ اور تمام اعیان سمیت گرفتار کر لیا ہے یہ وہی سموری ہے جسکا ذکر میری کتاب میں کئی دفعہ ہو چکا ہے اور جو مغربی افریقہ میں عرصہ سے حملہ آوروں کے برخلاف دیسی مسلمانوں کو حصن حصین کا کام دے رہا تھا اور جنہوں نے کئی مرتبہ اہالی فرانس کو سخت چنے چبوائے تھے۔ کچھ عرصہ ہوا اسکی فوج کو فرانسیسیوں کے ہاتھ سے شکست ملنے کی خبر نے دنیا کو اس خبر وحشت اثر کیلئے ایک قدر تیار کر رکھا تھا۔ مگر تو بھی ان لوگوں کے لئے جو اس جوانمرد کے سابقہ حالات اور فرنچ فوجوں کی گزشتہ ناکامیوں کی کیفیت سے واقف ہیں اوسکا اچانک اس طرح گرفتار ہو جانا کچھ کم تعجب کا موجب نہیں ہے۔ بلکہ اگر کسی کو ابھی تک اس واقعہ کی درستی میں شک ہے تو بے شک وہ غلطی پر نہیں کہا جا سکتا۔ یہ شخص بہادر و ہمت ور ہی نہیں بلکہ یورپین اقوام کی چالوں اور انکی باہمی رقابت سے بخوبی واقف اور اول الذکر کا ترکی بترکی جواب دینے اور آخر الذکر سے فائدہ اٹھانے میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ بہرحال اگر یہ خبر درست ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ جمہوریہ مشرقی سوڈان میں ابھی ابھی ایک جاہل مگر اسلامی حکومت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اسطرح مغربی افریقہ میں بھی اسلام کی پولیٹیکل طاقت ہمیشہ کیلئے رخصت ہو گئی ہے۔ باقی رہ گیا وسط سوڈان اوسکا حصہ کثیر پہلے ہی سے [illegible] یوروپین اقوام کے تصرف میں ہے اور اسکا جو کچھ حصہ [illegible] چند مسلمان ریاستوں کے قبضہ میں ہے وہ بھی بظاہر حال چند دنوں سے زیادہ انکے قبضہ میں رہتا دکھائی نہیں دیتا [illegible] انگریزی کمپنی نائیگر نے ۱۸۹۶ء میں نیوپے اور سیفنا کو لیکر اور دوسری طرف فرانس نے جھیل چاڈ کی طرف پیشقدمی کر کے ان ریاستوں کو بھی معدوم کر دینے کی کارروائی شروع کر دی ہے۔ مسلمانوں کی ان [illegible] اور قوموں کی بربادی گو سخت قابل افسوس امر ہے مگر تاریخ عالم بتا رہی ہے کہ انکی یہ بربادی برباد کنندگان کیلئے بھی آخر مبارک ثابت نہ ہو گی۔ [illegible] رہی تھیں اور دے رہی ہیں جب انکی [illegible] آپس میں چھڑ جانا صرف چند دنوں کی بات ہو گی۔ ان فتوحات پر [illegible] کی کامیابی کی خبر [illegible] معمولی نہیں سمجھاتیں بلکہ انہی فتوحات سے چند دنوں کے بعد ہی [illegible] ختم نہیں کر دیتیں بلکہ انکو مزید برآں بے اندازہ تردد و مشکلات کا [illegible] میں درویشوں کی کامل ہزیمت کی خبر ملنے پر کیسی خوشی ظاہر کی گئی تھی [illegible] جبکہ ابھی فشودہ کے متعلق کوئی خبر موصول نہیں ہوئی تھی لکھدیا گیا تھا کہ باغلب وجوہ رقیب طاقتوں کی رقابت اس خوشی میں ضرور بھنگ ڈالیگی اور کچھ بعید نہیں کہ فشودہ پر فرنچ میجر مارچنڈ قابض ہو گیا ہو اور وہ [illegible] اس امید تک ریلوے بنانیکی تمنا [illegible]

Marfat.com

سکندریہ کی طرح حاصل ہو جائے۔ اسکے ساتھ ہی خود مصر میں بھی اس فتح سے مشکلات جدیدہ کی علامات پیدا ہو [illegible]
تھا۔ جو تازہ ترین مصری اخبارات کے پڑھنے سے پورا ہو گیا ہے۔ مصری قوم خرطوم پر انگریزی علم نصب کئے جانیکی بابت برافروختہ ہو
جب بادر جنگی میں مصریوں کا اشتعال سے اور اضافہ ہو گیا ہے کہ انگریزی گورنمنٹ نے مصری گورنمنٹ کو لکھا ہے کہ چونکہ انگلستان کی مدد
سے یہ سوڈان کی فتح پر خرچ ہوا ہے مفتوحہ علاقہ پر پہلا حق انگلستان کا ہے اور دوسرے درجہ پر مصر کا۔ یہ پیغام مصری منسٹروں
کو ایسے وقت ملا جبکہ خدیو اور وزیر اعظم ملک کے باہر سیاحت یورپ میں مصروف تھے۔ باوجود اسکے بقول مصری اخبارات مصری منسٹر
خارجیہ پر زور ڈالا گیا کہ وہ جلد جواب دے۔ جسپر بطرس غالی پاشا وزیر خارجیہ نے فی الفور دیگر ہم صفیروں کو جمع کر کے ایک تار بابعالی کو
اور دوسرا خدیو کو بھیجکر انگریزی مطالبہ سے آگاہ کیا۔ انگریزی اخبارات اور رائٹر نے اس معاملہ پر کچھ نہیں لکھا مگر رائٹر ایجنسی اس
سادہ لوحانہ سوال اور اظہار تعجب پر کہ خدیو کو قسطنطنیہ جانیکی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ سمجھنے والے جان گئے تھے کہ اس میں ضرور کچھ کالا
ہے کیونکہ ایک باجگذار مسلمان والی ریاست کا اپنے شہنشاہ اور خلیفۃ المسلمین کی قدمبوسی کو جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں تھا۔ اور نہ
خدیو اب کوئی پہلی مرتبہ قسطنطنیہ گیا تھا کہ وجہ معلوم کرنیکی کرید پیدا ہو سکتی۔ پس یہ بیقراری اور تردد ہی بتا رہا تھا کہ اس دفعہ کا
جانا ضرور کسی اہم معاملہ کی بابت ہوا ہے۔ قصہ مختصر جسطرح فتح خرطوم انگلستان کیلئے مزید مشکلات پیدا کرنے اور اسکے رقیبوں
کی رقابت کو تازہ کرنیکا بھی باعث ثابت ہوئی ہے اسیطرح فتح سلطنت سموری فرانس کے حق میں ثابت ہوگی +

کریٹ میں جہاں بقول مصری اخبارات بابعالی کی توجہ کو افریقہ کے معاملات سے ہٹائے رکھنے کیلئے کئی مہینوں کی خاموشی اور
بیکاری کے بعد گذشتہ ... پھر شورش کا ظہور ہو گیا ہے۔ بظاہر مشکلات دن بدن زیادہ بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔ اس ہفتہ
کی تاروں سے پایا جاتا ہے کہ سلطان المعظم نے اس شرط پر فوجیں واپس بلوا لینا منظور کر لیا تھا کہ تھوڑی سی فوج ترکی حکومت کی
نشان سمجھ کر وہاں رہنے دیجائے مگر ... نے ایک ترکی سپاہ کا بھی وہاں رہنا منظور نہ کیا اسکے بعد پرسوں کا تار ہے کہ دول
نے لکھا ہے کہ ایک ... سلطان نے ... کل فوجیں منگوالیں۔ لیکن اس سے کریٹ میں بطور نشان حکومت کسقدر ترکی فوجکو رہنے کے
مسئلہ پر غور کرینگی۔ اس اتحاد اربعہ کی ترکیب بھی عجب حیرت انگیز ہے۔ وہی فرانس و انگلستان جنکی فشودہ کے معاملہ پر اگر آپس میں
چل جاتی تو بعید نہ ہوگا۔ اور وہی روس اور انگلستان جو چین میں ایک دوسرے کے خطرناک رقیب بنے ہوئے ہیں کریٹ کے معاملہ پر
متفق بنا دئے جاتے ہیں۔ اور اٹلی جسنے حبش میں سلطنت سے شکست کھائی اونکے ساتھ شریک ہے۔ لیکن خواہ یہ اتحاد حقیقی ہو یا نمائشی
اسمیں کوئی کلام نہیں کہ سلطان حتی الوسع کریٹ کو کبھی جدا نہیں ہونے دینگے۔ انکا ترکی قبضہ سے نکلنا طرابلس الغرب اور شام
تک بھی ... کینڈیا میں پانچ ہزار سے زیادہ انگریزی فوج جمع ہو چکی ہے اور ۲۶ ستمبر ۱۸۹۸ء تک کے
مسلمان المہم بلوہ انگریزی امیر البحر کے حوالہ کئے جا چکے تھے۔ اسی اثنا میں سلطان المعظم نے ادہم پاشا فاتح تھسلی نہیں بلکہ
بلکہ شفیق پاشا کو کینڈیا کی فوجی ملکی گورنری پر بھیجا ہے۔ اور قیصر جرمن معہ قیصرہ قسطنطنیہ پہنچ گئے ہیں اور غالباً اس ہفتہ
کریٹ کی قسمت کا جو فیصلہ ہونا ہوگا ہو چکا ہوگا۔ قیصر نے مصر کی سیاحت کا ارادہ فسخ کر دیا ہے۔ اس سے انگریزی اخبارات

Marfat.com

کسیقدر تعجب سا ہوا تھا مگر جرمن اخبارات نے یہ کہکر بظاہر اسکی تسلی کردی ہی کہ چونکہ جرمن پارلیمنٹ کا افتتاح قیصر بذات خود کرنا چاہتے ہیں اسلئے سفر کا ارادہ ملتوی کیا گیا ہی۔ خدیو کو بھی جنہے معزز مہمان کی مہمانداری کیلئے بڑی تکلف سے تیاریاں کیجانیکا حکم بھیج دیا ہوا تھا شاید اس عزم سے کسیقدر افسوس ہوا مگر وہ ابھی تک قسطنطنیہ میں ہی اور وہاں اپنے شہنشاہ کی بالمشافہ قیصر سے ملاقات کرلینے سے اسکی تلافی کرلیں گے۔ چین سے اس ہفتہ ہماری گورنمنٹ کی کامیابی کی خبر بھی موصول ہوئی ہی چینی گورنمنٹ نے ایک بڑی ریلوے لائن کیلئے ایک انگریزی بنک سے روپیہ لیا اور خدا کرے کہ اس کامیابی کا بھی وہی حشر نہ ہو جو لی ہنگ چنگ کے موقوف کرادینے کی کامیابی کا ہوا تھا اور جسکا اندیشہ اسی ۱۷ ستمبر کے وکیل میں کئی ہفتہ پہلے ظاہر کردیا گیا تھا۔ (مورخہ ۷ اکتوبر ۱۸۹۸ء)

مشہور مصری محبّ وطن

مصطفیٰ آفندی کامل کی قابلیت خداداد سچی اسلامی حمیت اور حقیقی قومی دلسوزی ہمارے ناظرین سے مخفی نہیں اوسکے مختصر حالات اور اکثر پولیٹیکل اور مذہبی لیکچروں اور تقریروں کا خلاصہ اسی کتاب میں کئی جگہہ درج کیا جاچکا ہی حافظ عبدالرحمن صاحب کی تحریریں بھی جو مصر سے آتی ہیں اس جوانمرد نوجوان کی اوصاف متذکرہ صدر کی کافی تصدیق ہو رہی ہی۔ اوسکو مکرر بتانیکی احتیاج نہیں اس نامور فاضل نے ۱۹ مئی ۱۸۹۸ء کو اپنے وطن ابنائے وطن کی موجودہ حالت پر ایک لیکچر دیکر اپنے ہموطنوں کو بالخصوص اور مسلمانوں کو بالعموم جسقدر صلاح مشورہ دیا جسکا مطالعہ دلچسپی اور فائدے سے خالی نہیں ہوگا۔ اس لیکچر کا زیادہ حصہ مصر کی موجودہ پولیٹیکل حالت کی متعلق ہی جس سے ہم کو براہ راست کوئی تعلق نہیں مگر اس حصہ کو نظرانداز کردینے سے ایک تو کسی قدر بے لطفی سی ہو جانیکا احتمال تھا۔ اور دوسرے اوس سے بھی بالواسطہ طور پر بہت کچھہ استفادہ کیا جاسکتا ہی۔ یہ جوان صالح مسلمانوں کی ترقی کیلئے شریعت غرّا کی احکام کی پابندی کو جسقدر ضروری تصور کرتا ہے وہ اوسکے ایک پچھلے لیکچر سے جسکا خلاصہ درج ہے معلوم ہو گیا ہوگا۔ اسکے ساتھہ ہی ہمکو یہ بتا دینا ضروری ہی کہ آفندی موصوف کو بھی اکثر خطیبوں کی طرح صرف باتیں کرنیوالا ہی قیاس نہ کیا جائے۔ بلکہ وہ عالم باعمل ہی۔ اور جو کہتا ہی۔ اوسے خود بھی کرتا ہی دیگران را نصیحت خود را فضیحت اوسکا شعار نہیں۔ اس لیکچر میں بھی شریعت کی پابندی کی [illegible] لطیف پیرایہ میں تحریص و ترغیب دلائی گئی ہی۔ اور ساتھہ ہی تعلیم و تربیت اولاد کی متعلق کمال شائستہ خیالات ظاہر کیے گئے ہیں جنپر ہر محب ملک و خیرخواہ اولاد کو غور کرنا واجب ہے۔

یہ لیکچر بتاریخ متذکرہ صدر قاہرہ کے اطالین تھیٹر میں [illegible] زیادہ [illegible] دار الخلافہ میں آفندی موصوف کا جنکی عمر کچھہ بیس سال سے زیادہ نہیں یہ پہلا لیکچر تھا [illegible] طوالت سے اسکا [illegible] مختصر [illegible] اسکا خلاصہ حسب ذیل ہی۔

بزرگان من و ابنائے وطن! [illegible]

حالات [illegible]

اور صادق محب الوطنوں کی پرجوشی اور اخلاص کو دیکھکر مجھے آج یہ ہمت آپکے سامنے کھڑا ہونیکی جرأت ہوئی ہی
دیکھکر ممکن تھا کہ میرے قدم ڈگمگا اور زبان لڑکھڑا جاتی مگر یہ محسوس ہی زیر کہ آپ صاحبان میری وطنی ہمدردی کی
ہیں میری زبان کا عقدہ کھل گیا ہی۔ اور میرا دل زبان کو وطن کی حقوق کی غصب کیے رفاع اور ابنائے وطن کو ان کے
حقوق کی محافظت کا شوق دلانے کے لئے تحریک کر رہا ہے۔

کون نہیں جانتا کہ وطن کی حالت ایسی ہی اجتماع بلکہ اس سے بہت زیادہ ازدحام کی مقتضی ہو رہی ہے تاکہ ابنائے وطن
معلوم ہو سکے کہ آیا کیا وہ فی الحقیقت اسکی فرزند اور وہ انکا وطن ہے۔ یا کہ وہ اپنے وطن میں بطور مسافروں کے موجود ہیں۔ اور کہ
وہ آزادوں میں داخل ہیں یا ذلیل وحقیر غلاموں کی فہرست میں۔ یا وہ مُردوں کی صف میں ہیں یا زندوں کی۔ اور تاکہ وضع شدہ
معلوم کر سکیں کہ آیا یہ دونوں فریق آج یکساں ذلیل وخوار ہیں یا نہیں۔ اور تاکہ عقلاً دبشرطیکہ ہم میں عاقل موجود ہوں) عمل
کمربستہ ہو جائیں اور اہالی مصر یکدل و یکجان ہو جائیں اور اسطرح اگر خدا کو منظور ہے تو ہمارے وطن کا جہاز جسپر اب چاروں طرف
آندھی و تھپیڑے لگ رہے ہیں۔ ہر جانب سے اس پر بجلیاں گر رہی ہیں اور سمندر غضب آلود موجیں مار رہا ہے سلامتی کے
کنارہ تک پہنچ جائے۔

"اے بزرگان قوم ہم پر واجب ہو گیا ہے کہ ہم اکثر ملتے رہیں اور اس معاملہ پر دیر تک غور کرتے رہیں کیونکہ پے در پے حوادثات
وارد اور بلیات عظیمہ نازل ہو رہی ہیں۔ اور زمانہ مصر کو انجام بد اور آئندہ کے تاریک منظر کی خبر دے رہا ہے۔ اور جبتک مصریوں کا
تشتت وشقاق وفراق اور انکی آمال کا مرکز اعلیٰ طرح گذر رہیں۔ یا بُری طرح زندگانی کے دن کاٹنا ہو۔ یہ حالت اور بدتر ہوتی جائیگی
اے ابنائے وطن اپنے ملک اور دیگر ممالک کی طرف نظر اٹھا کر دیکھو کیا کوئی اور ملک مصائب میں مصر کے مشابہ ہے۔ کیا بدبختی میں اسکی
کوئی نظیر موجود ہے۔ کیا مصر کے سوا کہیں اور بھی اہل وطن ذلیل وخوار ہیں۔ کیا کسی اور جگہ بھی اجنبی کا ارادہ ہر عمل کا روائی ہوتی ہے"۔
اس کے بعد خطیب نے اجنبی قبضہ مصر کے مسئلہ پر متوجہ ہو کر کہا ہم میں سے بعض کو برطانیہ کے وعدوں اور اسکی وزرا کے عہدوں پر پورا
پورا بھروسہ تھا اور انکے لئے یہی کہ قبضہ پر اعتراض کرنا۔ اور قومی حقوق کا مطالبہ صریحاً حد اعتدال سے خارج اور واجبات
تشکر کے مخالف ہے۔ لیکن اب تو انگلستان نے علی رؤس الاشہاد کہدیا ہے کہ وہ مصر کو ہمیشہ کیلئے اپنا ملک و متاع سمجھتا ہے۔ اور اس کے
وزرا کے زبانی یا تحریری جو وعدے اور عہد کئے تھے وہ سب غلط تھے۔ اس اعلان سے لوگوں کے سامنے قطعی بطلان ہو گیا ہے مگر تعجب ہے کہ
باوجود اس اعلان کی چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا ہے۔ اور ہم کوئی حرکت اپنے وطن کی حفاظت کے لئے نہیں کر رہے کیا مصری جنکو
مصائب نے اپنا آماجگاہ بنایا ہے اور انکی آزادی کی بنیاد پاش پاش ہو گئی ہے۔ اس ضرورت کو محسوس نہیں کر رہے کہ وہ اپنے
افکار و احساسات کو واضح کریں اور دنیا پر ظاہر کر دیں کہ گو انکو وطن کی اغراض و مصالح انکو فتنہ و شورش برپا کرنے سے مانع اور
خاموش دبا رہنے کا قطعی حکم دے چکے ہیں تاہم وہ ابھی تک ایک زندہ قوم ہیں۔ جو اپنے نفع و نقصان کو سمجھتی ہے۔ اور اپنے مقاصد
و مدعا کو ظاہر کرنے کی استطاعت رکھتی ہے۔ بہر طرح ہر طرح کی حوادث گذر رہے ہیں۔ جنکو دیکھکر ہمارے دل پاش پاش ہو گئے

Marfat.com

ن حیرت کا مقام ہے کہ ہماری زبانیں کیوں بند ہوگئی ہیں۔ اور اپنے دل کے دکھڑوں کو کیوں ظاہر نہیں کرتے خاموشی پر خاموشی
یضا پر رضا چاروں طرف دکھائی دیتی ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ہماری بلا اور بدبختی میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے +

بعض اشخاص کا قول ہے کہ ایسا کرنا حب الوطنی اور آزادی کی محبت کو جنون اور تہور کی حد تک پہنچانا ہے۔ لیکن میں ان معترضین
پوچھتا ہوں کہ اگر بفرض محال مصری برطانیہ پر قابض ہوتے اور وہاں اپنی حکومت کا سکہ دن بدن زیادہ مستحکم کرتے جاتے تو انگریز
ن کے ساتھ کیا کرتے۔ کیا وہ اپنے ملک اور اس کے خزانوں کی کنجیاں مصریوں کے حوالہ کر دیتے۔ کیا وہ تسلیم اصطلاح ختم کر دیتے
ا کہ مصریوں نے کر دیا ہے؟ اور دن رات اجنبی قابضین کی حمد و ثنا کرتے؟ حاشا و کلا۔ بلکہ ہر روز اپنی زندگی کی ایک نئی دلیل
برہان پیش کرتے رہتے حتیٰ کہ زمین و آسمان والوں کو معلوم ہو جاتا کہ وہ زندہ قوم ہے۔ جو آزادی و استقلال کی مستحق اور عزت و شرف
مجد کی مستوجب و سزاوار ہے۔"

"ہم ابنائے وطن سے اسی چیز کا مطالبہ کرتے ہیں جسکو خالق نے ہمارے فرائض اور مقدس واجبات میں سب سے اول قرار دیا ہے
کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ ہم اپنی قوم کو اپنے وطن سے محبت کرنے کی ترغیب دلانا اور اپنی آزادی و بندگی
استقلال کے مطالبہ کرنیکی تحریص دلانا عین واجب ہے۔"

ہمنے استسلام (سر تسلیم خم کرنے) کو انتہائی درجہ تک پہنچا دیا۔ مگر اس سے سوائے فضیحت و عار اور نامرادی کے کوئی پھل نہ
پایا۔ انہی بلاد سوڈان کو دیکھو مصریوں نے اپنے روپیہ سے اپنے عزیز فرزندوں کا خون گرا کر فتح کیا۔ مگر آج کس قوم کا جھنڈا وہاں
ہے۔ اور کس قوم کا قانون وہاں اب نافذ ہے۔ اور کیا مصریوں کا اُس نواح میں کوئی بھی حق مانا جاتا ہے۔ کیا اسلام کی پالیسی کا
اقتضا نہ تھا کہ مصری افواج اپنی زندگیاں قربان کر کے سوڈان کو فتح کریں اور فتح کر کے اسے مصر کی قابض سلطنت کے حوالہ کر دیں
کہ مصر اور سوڈان کا وہی تعلق ہے جو روح اور جسم میں ہے۔ کیا اس سے بڑھکر بھی کوئی فضیحت اور ذلت ہو سکتی ہے۔ انگریزوں نے گارڈن اور
ان کا عوض لینے کے بہانہ سے سوڈان پر حملہ کر کے وہاں ڈیرہ ڈالدیئے اور مہدی کی قبر کو مسمار کر کے اسکی لاش کو پامال کیا اور اس کے
ی خوب مٹی پلید کی۔ اور گارڈن متوفی کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے مجلسیں کیں نمازیں پڑھیں اور اسکا بدلہ لینے پر بے انتہا
مسرت ظاہر کی مصری ان تمام مناظر کو دیکھ رہے ہیں اور متعجب ہو کر ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہیں کیا ان لوگوں کے خون کی جو ہم میں سے
ہوئی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ کیا مصری دوسروں کی طرح انسان نہیں۔ ہمارے لشکر میں سے فتح سوڈان سے پہلے اور فتح کے وقت
وں بہادر مر جائیں اور ان کا کوئی نام نہ لے۔ برعکس اس کے ہماری قومی ذلت کو اور زیادہ بڑھانے کے لئے ہم نے اکثر انگریزوں کو
ت بدلہ لینے پر مبارکباد دی ایک فرد انگریز کا خون تو بہا کر اس قدر بیش قیمت ہے اور ہزاروں مصریوں کے خون کی کچھ پرواہ نہ کیجائے۔

ہماری زندگیاں تلخ ہو گئی ہیں۔ اور وطن کے لئے اشد خطرات پیدا ہو گئے ہیں۔ مگر ہم کل وطن کے واجبات سے پہلو تہی کر رہے
اور اسکی خدمت سے بچنے کے لئے کوئی نہ کوئی عذر تراش لیتے ہیں۔ ہم میں سے بعض ثروت اور ذاتی ترقی کے خواہاں ہیں ایک
دولت اور رفعت سے محروم ہیں کچھ ایسے ہیں کہ وہ کسی طرح کی ذمہ داری اور مسئولیت کو ہی محسوس نہیں کرتے۔ اور باقی ایسے

ہیں کہ جن کا دل نیز مایوسی اور قنوط غالب ہو گئی ہے۔"

"جو شخص ذاتی ترقی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ قومی بہتری کو شخصی اغراض پر قربان کر رہے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وہ اس طرح کرنے سے اپنے خاندان اور اپنے بعد اپنی اولاد کے لئے بہتری کا سامان کر رہے ہیں حالانکہ خالق جل شانہ کا ناموس ہے کہ جو شخص بھی جنس پر اپنی ذات کو ترجیح دے۔ اور اپنے نفس کی بھلائی کے لئے ابنائے وطن کو تکلیف پہنچائے وہ یا اس کی اولاد اس کے اعمال کے نتائج کا خمیازہ بھگتتی ہے تاریخ ہمیں ایسے ہزاروں اشخاص کا پتہ بتا رہی ہے جنہوں نے اس طمع سے اجنبیوں کو اپنے ممالک پر قبضہ دلانے میں مدد دی کہ ان کو ثروت و عزت بیکراں حاصل ہو گی لیکن انہی اجنبیوں نے ان کو یہ بدلہ دیا کہ ان کے ہاتھوں سے ہلاک و برباد کئے گئے۔ اور خائنوں کی بھی داستان [illegible] اکثر اشخاص [illegible] ظلم و ستم کئے۔ اور ان کے گھروں کو ویران کر کے وطن دوستی کے ارکان کو منہدم کیا۔ مگر [illegible] برباد ہو گئے۔ اور ان کی اولاد کو ناگفتہ بہ عذاب شدید اٹھانے پڑے پس اے ثروت [illegible] زندگی [illegible] اپنے وطن پر زیادتی کرنے والو خبردار ہو کہ تم اپنے اور اپنی اولاد کے لئے بدبختی کا سامان جمع کر رہے ہو وطن تمہارے اعمال [illegible] اور قوم تم سے ناراض ہے۔ اور خداوند کریم تمہاری کرتوتوں سے غافل نہیں۔"

"[illegible] اور اس خوف سے اپنے وطن کی بھلائی کے لئے اپنی آوازوں کو بلند نہیں کرتے کہ کہیں اجنبی [illegible] ذلیل [illegible] اور ان کی خوشحالی کو تنگدستی [illegible] زندگی کو فقر و فاقہ [illegible] بدل دیں۔ وہ درحقیقت اب [illegible] ذلت [illegible] وہ پہلے سے ہی ذلیل اور جن کو فقر کا خوف ہے۔ وہ [illegible] کیا تم نہیں جانتے [illegible] خداوند کریم [illegible] جس طرح چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے۔"

"[illegible] بلکہ اس کے فرزندوں [illegible] ہم سب پر مصری بہ لگی [illegible] ہر ایک یہی گمان ہوتا ہے کہ وہ نصیحت اور [illegible] ایک [illegible] کہتا سنائی دیتا ہے خطیب بہت عمدہ تقریریں [illegible] قوم [illegible] قوم کو کیا ہو گیا ہے کیا تم قوم کے اعضاء اور اہم [illegible] ہر فرد [illegible] اپنے واجبات کی تکمیل پر آمادہ ہو اپنے امور کی کجی کی اصلاح پر [illegible] آزادی [illegible] جمعیت و قوت و عافیت کو [illegible]۔"

"[illegible] لوگ خدمت وطن [illegible] عذر پیش کرتے ہیں کہ ہم ضعیف و مفلس ہیں۔ حالانکہ خداوند کریم جل جلالہ نے انبیاء و پیغمبروں [illegible] انسان [illegible] طبقہ فقراء میں سے ہی منتخب کیا

Marfat.com

پس انکو ضعیف اور تنگدست و تنگدستی اور مفلس وطن کی خدمت سے قاصر رہنے کا ہرگز عذر نہیں ہو سکتیں۔ ضعیف اگر جمع ہو جائیں۔ تو ایک زبردست قوت ہیں اور مفلس اگر متحد ہو جائیں تو ایک با سطوت جماعت ہیں۔ خداوند کریم نے ہم سب کو انسان پیدا کیا ہے۔ اور ہر ایک کو یکساں دل و زبان عطا کی ہے۔ ان دونوں سے وطن اور قوم کی خدمت کا کام۔ قوم اور وطن کے دشمنوں خائنوں اور منافقین کے برخلاف اپنی آوازوں کو بلند کرو۔ اور اسے ہر وقت مدنظر رکھو۔ کہ ہم امت عربیہ کے دین پر ہیں جس امت کے ایک عامی نے خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ ایسے باشکوہ امیر المومنین کو کہا تھا۔ اگر ہم تجھ میں کوئی کجی پائیں گے تو اسے اپنی تلواروں سے سیدھا کر دینگے"۔

"جس طرح عجز و فقر تقصیر خدمت کے لئے کوئی عذر نہیں اسی طرح مایوسی کوئی عذر نہیں۔ بلکہ یہ چیز تو وطن اور قوم کے حق میں بدترین جرم و گناہ ہے چنانچہ میں ان لوگوں کو جو مروت اور شہامت اور خوشحالی میں مشہور ہیں۔ وطن کی خدمت سے اور اسکی آئندہ بہتری سے مایوسی ہونیکی وجہ سے قاصر دیکھ کر سخت متحیر ہوتا ہوں۔ کیا تمہیں مایوس ہوتے ہوئے شرم نہیں آتی ہے۔ درانحالیکہ اللہ جل شانہ جسکو ہم یاد کرتے ہیں اور جسکی حمد و ثنا کی تسبیح کرتے ہیں آسمان پر موجود ہے۔ کیا تمہیں مایوس ہوا دیا ہے۔ درانحالیکہ ہم زندہ موجود ہیں۔ اور وطن کو اپنی آنکھ کے سامنے قائم و دائم دیکھ رہے ہیں۔ کیا مایوسی شیوہ مردانگی ہے جبکہ تاریخ ہمیں بتا رہی ہے کہ کئی قومیں صدیوں اغیار کی محکوم رہیں۔ پھر انہوں نے اپنی قوت کو جمع کرنا شروع کیا۔ اور آخر کار آزاد ہو گئیں۔ کیا تم مایوس ہوتے ہو۔ اور یہ نہیں دیکھتے۔ کہ اسی تمہارے ملک میں کتنی زبردست سلطنتیں اور ظالم بادشاہیاں برباد ہو گئیں۔ کیا ہوئی سلطنت روما و سلطنت یونانیاں بلکہ کہاں ہیں وہ جو مصر کے حاکم تھے۔ اور زبردستی اس پر حکومت کرتے تھے"۔

"ایسی زندگی جس کے ساتھ مایوسی ہو۔ اور ایسی مایوسی جسکے ساتھ زندگی ہو کوئی معنے نہیں رکھتی۔ یہ دونوں متضاد چیزیں ہیں اگر ہم ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہیں تو اس کے یہ معنے ہونگے کہ ہمارے لئے مقدر ہو چکا ہے کہ ہم ذلت و خواری کے ساتھ جئیں۔ اور ذلت و خواری کے ساتھ مریں۔ نہیں کیا تم ایسی حیات و موت پر راضی ہو۔ اور کیا اس کی ضرورت ہے کہ ہم ہر پیشہ اور فن میں وطن کی بزرگی یا رفاہیت ہو کر [illegible] کہ ہم کوئی ایسی چیز [illegible] قائم اور مستحکم کر سکیں۔ اور وطن کی میراث اپنی اولاد کی لئے ایسی حالت میں چھوڑیں کہ وہ ترقی و اصلاح کو قبول کرنے کی استعداد میں ہر وقت موجود رہے۔ کیا قوم ایک بڑے خاندان کی مثال نہیں جسکا ہر ایک فرد اس چیز پر جو تقصیر افراد کو حاصل ہوں فخر کرتا ہے۔ کیا ہم نے آباؤ اجداد اور سابقین کی عمارات اور یادگار [illegible] کر لیے۔ پس مصری قوم کا [illegible] ہے۔ [illegible] زندہ [illegible] ہونا چاہئے۔ اور [illegible] مثال چھوڑیں میں [illegible] ہوں کہ جو قومیں [illegible] ہماری مثال ہیں وہ حریت اور استقلال [illegible] سے ساعی و کوشاں ہیں۔ کیا کوئی پرواہ بھی [illegible] اور [illegible] اور وہ اپنے ملک کی عزت و بزرگی کی خاطر [illegible] کوشش کرتے ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ [illegible] قوم [illegible] آسٹریا کے مدبرین کو [illegible] اور وزارت کی مناصب [illegible] ہوں۔ لیکن ذاتی ترقی یا حصول مراتب جاہ انکو قومی فرائض و واجبات سے کبھی غافل نہیں کرتے۔ آئرلینڈ کے [illegible] حب الوطنی کس کو معلوم نہیں۔ جو ہر جگہ اور ہر وقت

Marfat.com

اپنے حقوق شرعی کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں - اور خواہ کوئی آئرلینڈی کسی جگہ ہو اوسکا دل اپنے وطن کی محبت کیلئے مشہور ہے اور یہہ اسی حب الوطنی کی وجہ سے ہے جسے خدیو المکرم نے تخت نشینی کے وقت سے ہی اپنا شعار بنا رکھا ہے کہ کل سچے مصری اوسپر دل و جان سے نثار ہیں امیر موصوف نے اپنے ابنائے وطن پر بخوبی روشن کر دیا ہے کہ ملک پر سب سے مقدم حق ابناء ملک کا ہوتا ہے - اور کہ کوئی قوم اپنی ذاتی محنت کے بغیر قایم اور اپنے فرزندوں کی ہمت بغیر ترقی نہیں کر سکتی جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم مصری ترقی کرنیکی قابلیت نہیں رکھتے وہ اس صدی کی ابتدائی حصہ کی مصری تاریخ مطالعہ کریں انکو معلوم ہو جائیگا - کہ محمد علی بانی خاندان خدیویہ کے عہد میں اس قوم نے ہر معاملہ کیسی نمایاں ترقی کی تھی - اب ہم اوس وقت سے بہت گر گئے ہیں لیکن ابھی تک احساس کی طاقت ہم میں موجود ہے - قوم خوشی و حزن کو برابر محسوس کرتی ہے - اور آیندہ ترقی کے کثیر حوصلہ بخش آثار موجود ہیں جنمیں سے ایک یہ ہے کہ قوم میں اولاد کی تعلیم و تربیت کا عام شوق پھیل رہا ہے - اور یہہ اسبات کی بڑی دلیل ہے کہ قوم میں اولاد کی تعلیم و تربیت کا عام شوق پھیل رہا ہے اور یہہ اسبات کی بڑی دلیل ہے کہ قوم میں ترقی و بلندی کی استعداد موجود ہے - اگر کسی شخص کو اس عام میلان سے انکار ہو تو ابتدائی مدارس میں ایک دو دفعہ جانے سے اوسکا شک دور ہو جائیگا - ہر مدرسہ میں والدین جوق درجوق اپنے خوردسال لڑکوں کو لاتے دکھائی دیں گے - مگر افسوس جنمیں اکثر کی آرزو مدرسہ میں گنجایش نہ ہونیکی وجہ سے پوری نہیں کر سکتے -

اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ قوم اپنی اولاد کے تربیت کی ضرورت سے واقف ہو گئی ہے - اور کل حکماء کا اسپر اتفاق ہے کہ یہہ وقوف ترقی کی بنیاد ہے - اور خدا کا شکر ہے کہ چند اصحاب تمول عالی ہمتونکو قوم کے بچوں کی تربیت کیلئے قومی مدارس قایم کرنیکا خیال ہو گیا ہے اور انہوں نے کارروائی بھی شروع کر دی ہے - مجھے امید ہے کہ مجوزان مدارس ان مدرسوں میں صناعت، فنون اور تجارت پر خاص توجہ کریں گے - تاکہ ہمارا وطن اپنے تعلیمیافتہ فرزندونکے طفیل مستغنی اور ہمارا ہر ایک نوجوان حقیقی حب الوطنی کو دل میں لئے آسودگی زندگی بسر کرنیکے قابل ہو جائے اور ہماری کل ضروریات اپنی ملک سے بہم پہنچ جائیں - ہمارا روپیہ غیروں کے ہاتھ میں نہ جائے - بلکہ ہمارے ہی پاس رہے - اور اس طرح ہماری قومی ثروت ضایع ہونیسے بچ جائے +

اس موقعہ پر میں آپ کو دو امور کیطرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں - انمیں سے اول یہ ہے کہ لڑکیوں کی تربیت نہایت لازمی اور ضروری ہے - کیونکہ لڑکوں کی پہلی اوستاد بھی لڑکیاں ماں بننے پر ہوتی ہیں - امر دوم یہ ہے کہ لڑکوں اور لڑکیونکو محض علوم فنون کی تعلیم دلانا کبھی مفید نہیں ہو سکتا - بلکہ سب سے مقدم روح کی تربیت ہے - تاکہ جب لڑکا جوان ہو تو وہ شجاع مرد اور سچا حب الوطن - اور لڑکی جوان ہونے پر عاقل و سمجھدار عورت ہے جو اپنی اولاد کو حب الوطنی سکھائے - اور انکے دلوں میں یہ راسخ کر دے کہ قومی خدمت اور وطن کی شان کو بلند کرنے کیلئے جان و مال سے دریغ نہ کرنا واجبات میں داخل ہے - ایسے روحانی علمی صنعتی اور قومی تعلیم دلانیوالے مدارس ہی قومی حیات کے منبع ہو سکتے ہیں - ورنہ ایسی تعلیم جسمیں روح کی تربیت کا کچھ خیال نہ کیا جائے کسی کارآمد نہیں ہم ہزاروں ایسے اشخاص کو دیکھ رہے ہیں جو اعلی درجہ کے تعلیمیافتہ ہیں - مگر جب کبھی قومی خدمت کا وقت آیا خدمت کرنا تو درکنار الٹے اوس کے دشمنوں سے مل گئے - پس سب چیزوں سے پہلے یہہ واجب ہے کہ تعلیم و تہذیب کی بنیاد دینی

Marfat.com

تربیت پر رکھی جاتی کیونکہ دین ہی بری چیزوں سے بچانیوالا خطاؤں سے محفوظ رکھنے والا۔ فضایل کا معلم اور کمالات کی محبت پیدا کرنیوالا ہے۔ اگر ہم کل ممالک کے مسلمانوں کی پستی اور انکی آزادی کے سلب ہو جانے پر بنظر تعمق غور کریں تو سب خرابیوں کا سبب یہی پایا جائیگا کہ ہم دین سے بعید اور اوس کے احکام کی تعمیل اور نواہی کے اجتناب سے قاصر ہو گئے پس اے مسلمانوں اگر تم اپنی گم کردہ عظمت۔ خوشحالی اور بزرگی کو پھر حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو اپنے دین کی متابعت کرو۔ وہ اس امر کا کفیل اور ضامن ہے کہ تم بشرط متابعت دنیا میں ہمیشہ سرفراز رہو گے۔ اور کبھی غلام نہیں بنائے جا سکو گے۔ یورپ کی قومیں دیکھو۔ باوجود عظمت وقوت وہ اپنے مذہب کی کیسی سخت حفاظت کرتے ہیں اور اوس سے محبت رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جھک مارتے ہیں جو کہتے ہیں کہ اسلام تہذیب کے مناقض اور انسانی مصلحتوں کے ناکارہ آمد ہے۔ اسکی تردید خود کئی منصف مزاج عیسائی کر چکے ہیں۔ اور وہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اپنے پیرو قوموں کی ترقی کا کفیل ہے۔ اور کہ جسطرح اسلام نے ابتدائی زمانہ میں مسلمانوں کو اعلیٰ علیین پر پہونچا دیا تھا اسیطرح اس زمانہ میں بھی وہ انکو بشرطیکہ وہ اوس کے احکام کی پیروی کریں بلند ترین درجہ پر پہونچا دیگا۔ کیونکہ وہ حب الوطنی۔ عدل۔ احسان۔ حلم و سعی۔ جد و جہد اتفاق و اتحاد اور رحمت و اعتدال۔ اور عفو و غفران کی تاکید کرتا ہے۔ پس اے مسلمانوں جو اسلام سے بھاگے جا رہے ہو اوسکی طرف رجوع کرکے خلیفہ اکرم اور سلطان علی الشان سلطان عبد الحمید خان سے اسلام کی شان کو بلند کرنے کے لیے سچی محبت کرو۔ کیونکہ اسلام کی سلامتی کی اوس سے زیادہ کسی سلطان کو دلی تمنا نہیں ہوئی اور اوس سے بہتر والی امر بہت کم گذرے ہیں۔ میری آخری نصیحت ہے کہ نفاق و شقاق کو چھوڑ کر اپنی قوم کی بہتری کے لئے دل و جان سے سعی کرو۔ ورنہ صورت موجودہ تمہارے لئے اچھے آثار نہیں رکھتی اس قول ربانی سے عبرت و نصیحت پکڑو۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم۔ (۲۳ر جنوری ۹۹ء)

اسلامی شرافت و صداقت کی مزید شہادت

ترکوں کے ہم مذہب ہم مشرب ہونے اور انگلستان کے اکثر یورپین طاقتوں سے کوئی رنجش یا کدورت نہ رکھنے کے باوجود یورپ کے تقریباً تمام ممالک کے اخبارات جو ہزہائینس سلطنت انگلشیہ کی مخالفت اور ترکوں کی تعریف و توصیف اور تائید میں لکھتے اور لکھ رہے ہیں وہ ناظرین سے پوشیدہ نہیں۔ حالانکہ جانی دشمن کی نسبت بھی کوئی معاندانہ خیالات ظاہر کرنا حضرت مسیح کی تعلیم کے منشاء و احکام کے عین متضاد ہے۔ برعکس اسکے بعض "وحشی ترکوں کی وحشت"۔ اور "ترکان لیتگی" دیکھی ہے کہ حالانکہ ... سے گزشتہ بیس پچیس برس سے کئی اہم شکایتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ انگلستان اونکی بھلا تو پھر اس ... مصروف ہو گیا ہے۔ جو شکایت انگلستان سے کسی اور یورپین ملک کو مطلقاً نہیں ہے۔ اور سب سے بڑھکر اشتعال انگیز امر انگریزی اخبارات کی تحریریں اور اکثر انگریزی مدبرین کی تقریریں تھیں جنہوں نے ترکوں کو بدنام اور ذلیل کرنے کی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا۔ اور کوئی مکروہ سے مکروہ صفت یا لفظ نہ تھا جو ترکوں کی طرف پچھلے چار برسوں میں منسوب کیا گیا تھا۔ لیکن یہ سب اشتعال انگیز امور ترکوں کی ذاتی شرافت اور اوس حساس مذہبیت پر جسے وہ محاربہ کریمیا کے وقت سے محسوس کر رہے ہیں مطلقاً غالب آ سکا۔ اور ان مردان خدا نے اپنے طریق عمل سے کل دنیا پر ثابت کر دیا ہے کہ تہذیب و شائستگی کے زبانی ادعا اور اوسپر عملاً کاربند ہونے میں زمین و

Marfat.com

آسمان کا فرق ہے۔ شرافت حقیقی اور تہذیب واقعی کا یہی اقتضا ہے کہ اگر کسی دوست کو کسی وقت مدد کی بھی ضرورت پڑے تو
کر کے ہمیشہ اوسکی سابقہ مروتوں کو مد نظر رکھا جائے۔ اور اگر کسی وقت اوس دوست کو بڑی بھاری دقت آ جائے تو اون صدموں کے
عوض لینے کا خیال ترک کر کے اوسکے احسانات کا بدلا اوتارنے کی کوشش کیجائے مجاہدہ ٹرنسوال میں انگلستان کے متعلق تمام یورپین
اخبارات کے برعکس ترکی اخبار کا نامہ نگار سیاسی دستور العمل کے مطابق رہا ہے جس سے ان یورپین اخبارات کو ہی نہیں بلکہ کئی
ایک ناعاقبت اندیش اور بدخواہ ملک و قوم انگریزی اخبارات کو بھی آیندہ کے لئے سبق مل سکتا ہے۔ اخبار اسٹینڈرڈ کا نامہ نگار قسطنطنیہ
سے بڑے فخر اور مسرت کے ساتھ لکھتا ہے اور ہم بلا خوف تردید اسکی تائید و تصدیق کرتے ہیں کہ کل اعظم یورپ میں صرف ترکی اخبارات نے
بوئروں سے کوئی ہمدردی اور انگلستان سے مخالفت ظاہر نہیں کی۔ خود جلالت مآب امیر المومنین نے تو اس سے بھی بڑھ کر
اپنی طبعی نیک دلی اور رفاقت قدیمہ کے پاس و ملحوظات کا جواب تک اونکو مرکوز خاطر ہیں ایسا ثبوت دیا ہے۔ جو انگلستان کی کسی دوست
سے دوست طاقت یا حکومت نے اب تک نہیں دیا۔ انگلستان کو امریکا پر بہت امید تھی اور اب بھی ہے مگر اپنی ہمدردی کا آج بھی ایسا
علانیہ اور بغیر شروط صاف صاف اظہار نہیں کیا۔ اور اگر اشارۃً کنایۃً اوس نے کسیقدر کیا ہے تو ویسے ہی وہاں کی اکثر اخبار اور مدبر
کھلم کھلا انگلستان کی مخالفت کے راگ الاپ رہے ہیں جرمنی کی بھی یہی کیفیت ہے۔ اور اٹلی نے بھی اب تک کوئی اظہار اس قسم کا
نہیں کیا۔ اسبات کا فخر صرف امیر المومنین کو ہی حاصل ہے کہ جلالت مآب نے تمام تازہ ترین معاملات کشیدگی و ناراضگی
فریقین کو نظر انداز اور فراموش کر دیا اور مجاہدہ محمد علی پاشا کو مد نظر رکھکر اسوقت اپنی پرانی رفیق سلطنت سے کھلم کھلا ہمدردی کا
اظہار کیا ہے اور پھر اس اظہار پر ہی کفایت نہیں کی بلکہ یہ بھی چاہا ہے کہ اگر وہ کسیطرح کی مدد کر سکے ہوں تو اس سے انکو ہرگز دریغ نہ
ہوگا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب جلالت مآب کو پرائیویٹ ذریعہ سے معلوم ہوا کہ کلنکو میں جنرل جوبرٹ کو فتح حاصل ہوئی
ہے اور بہت سے انگریز سوار گرفتار کر لئے ہیں تو سلطنت انگلشیہ اور جلالت مآب قیصر ہند کے دوست صادق اور حقیقی معاون و
رفیق ذی العز نے سفیر متعینہ لندن کو ہمدردی کا ٹیلیگرام بھیجکر تحریر فرمایا کہ اگر یہ خبر درست ہے جو خدا کرے درست نہ نکلے تو اس سے
ہمیں سخت رنج پہونچیگا اور مزید افسوس اس امر سے ہوگا کہ ہم اپنے دوست انگریزوں کی مدد کو نہ پہنچ سکے اس ٹیلیگرام سے نیک دلی۔ صاف باطنی
اور حقوق رفاقت کی نگہداشت کے علاوہ جلالت مآب کا اس سے تدبر بھی بالصراحت ہویدا ہو رہا ہے۔ ترکی اور انگلستان کے قدرتی تعلقات
پر بحث کرتے ہوئے ہم بارہا یہ امر ثابت کیا جا چکا ہے کہ انمیں سے کوئی ایک فریق خواہ کتنا ہی کھنچے یہ تعلقات بہرحال اونکو پھر آپس میں یکجا رہنے
و [illegible] ہو جانے پر مجبور کر دینگے۔ اور چونکہ یہ امر سلطان المعظم پر مخفی نہیں ہے اگر [illegible] اتحادات پر خیال کرنے سے انگلشیہ
اتحاد کی طرف قدم بڑھا دینے لائق [illegible] امیر المومنین [illegible] نہیں سمجھیں گے۔ اور وہ بہی
چشم پوشی اور [illegible] باطنی سے [illegible] تمام حجاب کو دور کر کے انہیں اپنے سینہ سے لگا لیں گے۔ اور اس اتحاد کے مقابلہ پر
دنیا بھی ان دو عظیم الشان [illegible] کوئی سب [illegible] پہنچ سکنے کی قابل نہ ہوگی۔ سلطان المعظم نے اس تجدید رفاقت و اتحاد
دیرینہ [illegible] سے فائدہ اٹھا لیا ہے۔ اور گو انگلشیہ گورنمنٹ کی طرف سے انکا جو کچھ جواب دیا گیا ہے۔ وہ اب تک ظاہر نہ ہوا لیکن

Marfat.com

مسٹر چیمبرلین کی ایک تازہ ترین تقریر کے مردانہ انداز اور شجاعانہ پیرایہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قیصر ہند کے بیدار مغز وزراء نے اپنے آقائے نعمت کے پرانے رفیق کی اس مخلصانہ دعوت کو بتمام تر لبیک کہا ہے۔ ورنہ محض جرمنی اور امریکہ کی نیم مشتبہ رفاقت پر مسٹر ممدوح فرانس کو ایسے نازک موقع پر کبھی کھلم کھلا سرزنش نہ کرتے۔ اور ایسے دل آزار پیرایہ میں اوسکو دھمکی دینا پسند نہ فرماتے۔ ٹرکی کے ان مخلصانہ انداز کا تقریر میں ذکر نہ کرنا اس خلاص کے متعلق کوئی شبہ نہیں پیدا کر سکتا۔ ایک تو جرمنی کا ذکر کر دینا کفایت کرتا تھا۔ دوسرے ٹرکی کا نام ظاہر کر دینے سے فرانس اور روس کو بیجا اشتعال پہنچ جانیکا اندیشہ ہو سکتا تھا کہ اوسی شاید وہ برداشت نہ کر سکتے اور فی الفور میدان میں آمادہ پیکار ہو جاتے۔ حالانکہ تدبر کا یہ بڑا اصول ہے کہ مخالف کو ڈرانے سے مرعوب رکھنا زیادہ کارآمد ہوا کرتا ہے بہرنوع دنیا کی امن قایم رکھنے کے خواہشمندوں اور مسلمانان عالم کو انگلستان اور ٹرکی کے اتحاد سے بڑھ کر اور کسی خبر سے خوشی نہیں ہو سکتی۔ اور انکی ہر وقت یہی دعا ہوگی کہ قیامت تک انکی یہ خوشی بدستور قایم رہے۔ خبر ہے کہ انگریزی فوج کی کمک کے لئے کئی ترک والنیٹر بن کر جانے والے ہیں (مورخہ ۸ دسمبر ۹۹ء)

ترکی کے انگریزی اتحاد و اخلاص کے پھر با استحکام قایم ہو جانیکی توقع روز بروز زیادہ مضبوط ہوتی جا رہی ہے پچھلے ہفتہ سلطان المعظم کے پیغام ہمدردی اور ترکی والنیٹروں کی متوقعہ روانگی کے ساتھ ہی مسٹر چیمبرلین نے یرلوآبادیات کی تقریر بمقام لنڈیٹر با حوصلہ مردانہ انداز کا ذکر کرکے امید ظاہر کیگئی تھی کہ یہ قراین بتا رہے ہیں کہ اگر اتحاد اب تک عملی نہیں ہوچکا تو باغلب وجوہ عنقریب تکمیل ہو جائیگا۔ جو ایک سے زیادہ وجوہات سے انگلستان اور مسلمانان عالم کیلئے نہایت ہی مبارک اور سعید ثابت ہوگا۔ خلاقی لحاظ سے ترکوں نے اپنی انہی دونوں کارروائیوں سے کل دنیا پر اپنی شرافت جبلی کو بخوبی ظاہر کرکے بالخصوص انگلستان کے ان معدودے چند خبطیوں کو جواب بھی خواہ انکا کوئی محل و موقعہ ہو یا نہو ترکوں اور انکی حکومت پر سب و شتم کی بوچھاڑ کرنے سے نہیں چوکتے حقیقی تہذیب و سچی شائستگی کا ایک ایسا سبق دیدیا ہے کہ اگر اونمیں انسانیت کا ایک ذرہ بھی باقی ہے تو آیندہ اپنے جاہلانہ تعصب اور سفیہانہ ضد اور کجروی کو حتی المقدور ضبط کرنیکی کوشش سے دریغ نکیا کریں گے۔ ان کمبختوں کی بیجا مخزی اور دلی عداوت بیوجہ کا یہ ادنی ثبوت ہے کہ مسٹر سٹیڈ ایڈیٹر ریویو آف ریویوز نے گزشتہ میں بوئروں کے ساتھ جنگ کے نیکی مخالفت میں ایک رسالہ لکھا اوسمیں کئی جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بوئروں سے جنگ کرنا برادرکشی کے مرادف ہوگا۔ اور یہ لڑائی کئی وجوہات سے ہمارے حق میں مضر ہوگی۔ البتہ اگر ارمنیوں کو قتل عام سے بچانے کیلئے ٹرکی سے ۹۶-۱۸۹۵ء میں جنگ کر دیا جاتا۔ تو عین مناسب تھا۔ مگر افسوس ترکوں کی بے نظیر شرافت کا تازہ ترین نمونہ دیکھکر آیندہ ایسی بیہودہ گویوں کی زبان بھی ہمیشہ کیلئے ایسے معاملات میں [illegible] ذلیل ہو کر ایسے ہی رک جائیگی۔ انگلستان نے پچھلے چند برسوں میں ترکوں کی شکایتیں پیدا ہو گئیں۔ مگر یا تو وہی وہ محاربہ کریمیا کا احسان ابھی تک نہیں بھولے تھے۔ مزید براں انکو اپنی ایک محترم صوبوں اور احسان فراموش ماتحت قوموں کی کرتوتوں کا علم ہونیکی وجہ سے انکو جنوبی افریقہ کی تنازعہ کی حمایت ایسی اچھی طرح معلوم ہو گئی تھی جسکے شاید کوئی اور سلطنت ویسی کر رہتی سے محسوس معلوم نہیں کر سکی۔ وہ جانتے تھے کہ اس معاملہ میں انگلستان بالکل حق بجانب ہے۔ اور راستی کی تائید کرنا شرافت کا

Marfat.com

اولین تقاضا ہی۔ اس احساس نے انکو زبانی ہمدردی پر اور مکافاتِ احسانات نے عملی ہمدردی کیطرف مائل کیا اور سب
اور ضروریاتِ ملکی نے اونپر واضح کر دیا کہ پرانے دوست کو یکجان بنانیکا اب موقع ہے۔

دونوں سلطنتوں کے قیام دوامی کے لئے اونکی باہمی اتحاد کی ضرورت پر بارہا بحث ہو چکی ہے۔ اور مسلمانانِ عالم کے حصۂ کثیر کو ایسی سلطنتوں میں جنمیں سے ایک دس کروڑ مسلمانوں پر فرمانروا ہو اور دوسری خادم الحرمین الشریفین اور منصب خلافت پر متصرف ہو باہمی رفاقت و خلوص سے جیسی سچی خوشی اور کشیدگی یا عدم وثوقیت سے طبعاً جیسا کچھ رنج ہو سکتا ہے۔ وہ صاف ظاہر ہے بنا بریں پولٹیکل لحاظ سے بھی یہ امر خاص اہمیت رکھتا ہے۔ مصری سرحد پر ترکی افواج کی اجتماع سے بعض کو یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ شاید ان دونوں سلطنتوں کے تعلقاتِ باہمی کیصورت مسئلہ مصر کے متعلق اطمینان بخش نہیں رہ گئی۔ اور بحیرہ روم کے مشرقی حصہ میں انگلستان کی بحری طاقت کی اجتماع کثیر سے بعض یوروپین اخبارات کی رائے میں اس اندیشہ کو اور تقویت پہنچ گئی تھی۔ جو اگر درست ثابت ہوتا تو بلاشبہ خالی از مشکلات نہ تھا۔ کیونکہ اگرچہ ٹرنسوال کا محاربہ بظاہر سلم انگلستان کے وسایل کے وفور اور اسکی طاقت و جبروت کی عظیم الشان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا لیکن اس کے دوران میں دنیا کے کسی اور حصہ بالخصوص مصر کیطرف جہاں سے اسکا کل یورپ میں ساری ہو جانا کبھی بعید از قیاس نہیں ہو سکتا۔ آتش حرب کا مشتعل ہو جانا سخت تردد کا ضرور باعث ہوتا۔ مگر سلطان المعظم نے اس قسم کی تمام اندیشوں کو ہی موہوم نہیں ثابت کر دیا۔ بلکہ اپنی اعلیٰ تدبر اور مآل اندیشی کا بھی کاملترین ثبوت دیدیا ہے۔ یہ نہیں معلوم ہے کہ انگلستان سترہ برس سے مصر پر قابض ہے لیکن اوس نے اپنا ملک کبھی نہیں بتایا۔ برعکس ازیں فرانس تقریباً اوسیقدر زمانہ سے ٹونس پر متصرف ہے۔ اور اوسکو ہی فرنچ مقبوضہ اور ٹرکی سے بالکل بیواسطہ تصور نہیں کرتا۔ بلکہ متصل صوبہ طرابلس کو بھی ہضم کرنیکی فکر میں ہر وقت رہتا ہے۔ مزید برآں وہ اچھی طرح سے سمجھتے ہیں کہ انگلستان کو کسیطرح کا ضعف پہنچنا اوس کی مخالفین روس و فرانس کو اسی نسبت سے تقویت پہنچنے کے مترادف ہے۔ اور قسطنطنیہ یا ایشیائے کوچک و شام پر جن تکاریوں کی نظر ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں اور انکو اپنے تصرف میں کرنیکی نیت اب تک کسی معاند سے معاند نے بھی انگلستان کیطرف کبھی منسوب نہیں کی پس خواہ انگلستان ٹرکی کا رفیق ہو یا غیر رفیق۔ ٹرکی کا کوئی صاحب ہوش و عقل فرمانروا انگلستان کو کسیطرح کا ضعف پہنچنا مطلقاً گوارا نہیں کر سکتا بلکہ خواہ انگلستان خواہش کرے یا نہ کرے وہ بضرورت کیوقت انگلستان کی مدد کو تیار رہنا اپنی ملکی ضروریات کی لحاظ سے نہایت ضروری سمجھیگا۔ سر آستی کی تائید اور مکافات احسانات کے علاوہ یہ زیادہ تر اسی مآل اندیشی اور تفریق ضاد ادکیوجہ سے ہے۔ حالانکہ کئی یوروپین مدبر یہ توقع رکھے بیٹھے تھے کہ روس و فرانس کیطرح ٹرکی بھی انگلستان کی اس مصروفیت سے فایدہ اوٹھانے کی باغلب وجوہ کوشش کرے گی۔ اونکی امیدوں کے بالکل برخلاف ٹرکی کا بیدار مغز فرمانروا انگلستان کی مدد کیلئے تیار ہونا ظاہر کر رہا ہے اظہار ایسے وقت جبکہ روس اور فرانس کی گورنمنٹیں ابھی تک کم از کم مداخلت اور ثالثی کے سودائے خام سے باز نہیں آئیں۔ اور موقع کی منتظر بتائی جاتی ہیں۔ بلاشبہ ایسی سے عروج انگلشیہ کے عزم کی تکمیل کو بہت کچھ مخدوش و مشتبہ کر دینے کا باعث ہوگا۔ ترکی ہمدردی اور بشرط ضرورت امداد کی تصدیق ایک ایسے شخص کی زبانی پایہ تصدیق کو پہنچ چکی ہے جس سے معتبر اور ثقہ

Marfat.com

بدولت ترکی معاملات کی متعلق کوئی اور شکل ہو سکتا ہے۔ یہ سر الشمیڈ بارٹلٹ ممبر پارلیمنٹ ہیں۔ جو خاندانی وجاہت و منزلت کے علاوہ برسوں سے پارلیمنٹ کی ممبر چلے آتے ہیں کنسرویٹو فریق کے ایک معتمد رکن ہیں۔ اور کئی کتابوں اور رسالوں کے مصنف ہیں۔ ترکی معاملات سے انکی کامل واقفکاری کی متعلق بھی بتا دینا کفایت کر سکتا ہے۔ کہ وہ سلطان المعظم کے ذاتی دوست ہیں۔ اور عموماً بہت کا زمانہ قسطنطنیہ میں بسر کرتے ہیں۔

صاحب ممدوح نے شروع نومبر میں بمقام شغیلڈ علاقہ کی معززین کی ایک عظیم الشان مجلس میں محاربہ ٹرنسوال کی متعلق تقریر کی جسمیں ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ کی کارروائی پر کامل اعتماد ظاہر کرنے کے بعد بوئیروں کی تعصب نافرمانی اور تظلم شعاری کا مفصل تذکرہ کیا۔ اور پھر عساکر انگلشیہ کی متوقع سریع فتحیابی کا ذکر کر کے دول خارجیہ اور تعلقات باہمی کی نسبت بیان کیا کہ "یہ درست ہے کہ ہمارے کئی دشمن ہیں۔ اور ہمکو ممکن الوقوع خطرات کی لئے تیاری کرنا ضروری ہے۔ لیکن مجھے کامل یقین ہے کہ خطرہ کیوقت دنیا میں ہمیں کئی دوست بھی ملجائیں گے ہمارے امریکن بھائی بااغلب وجوہ ہمارے معاون ہوں گے۔ اور اگر ہمارے ملک کے لئے یوروپ میں کوئی اہم پیچیدگیاں حادث ہوگئیں تو مجھے یقین ہے کہ کل یوروپ ہمارا دشمن نہیں ہوگا حتی کہ جرمنی بھی غالباً ہماری رفیق ہوگی۔ اور شاید ٹرکی بھی جو ہماری قدیم رفیق و معاون ہے۔ چند لاکھ مردان جانباز ہماری مدد کی لئے بھیجیگی۔ اور اس امر کا میں آپ صاحبوں کو یقین دلاتا ہوں کہ ترک سپاہیوں کی سامنے بوئر کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔"

اگر صاحب موصوف نے اس معاملہ کی متعلق اپنا اچھی طرح سے اطمینان نہ کرلیا ہوتا تو یہ الفاظ انکی زبان سے کبھی برآمد نہ ہوتے۔ اگرچہ ہر امن پسند کی یہی تمنا ہے کہ دنیا کی امن میں کبھی ایسا خلل عظیم نہ پڑے کہ ٹرکی کو بھی کئی لاکھ سپاہ اپنے دوست کی مدد کیلئے پیش کرنیکی ضرورت پڑے۔ تاہم اگر خدانخواستہ کبھی ایسا وقت آ بنے تو کیا یہ اطمینان کچھ کم ہے۔ کہ اسوقت وہ دوست صادق اس خطرہ کے مقابلہ کے لئے انگلستان کے دوش بدوش سینہ سپر ہوں گے۔ اور کہ ہمارے اعدا کو خالی دھمکیوں سے مطلب نکال لینے کا ہرگز ہرگز موقع نہ مل سکیگا۔ (۱۱ دسمبر ۱۸۹۹ء)

اسلامی شرافت

محاربہ ٹرنسوال کے آغاز سے سلطنت کا بیدار مغز اور صادق الوعد فرمانروا اور اسکی شرافت مجسم مسلمان رعایا اپنی شائستگی عالی ظرفی اور حقوق رفاقت کی نگہداشت کا مسلسل ایسا زبردست ثبوت دے رہی ہیں کہ بااغلب وجوہ انگلستان کی کسی باشندہ کو بشرطیکہ ہندوستانی مالک اخبار جیسا کوئی بدخواہ ان قوم ... منحوس سایہ اسپر نہ پڑ گیا ہو۔ ترکوں کی یہ شہامت و مروت کبھی فراموش نہ ہوگی۔ اور کل انگریزی قوم آئندہ کبھی اپنے کسی فرد کو خواہ وہ کسی زمانہ میں وزیر اعظم ہی کیوں نہ رہ چکا ہو۔ ایسی شریف النفس قوم کی مخالفت پر کمربستہ ہونے نہیں دیگی۔ سلطان المعظم کی ہمدردی و رفاقت کی اظہار مخلصانہ کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اسی نظیر سے متاثر ہو کر انگریزی قوم کی سابقہ رفاقت و دوستی کا جوش ترکوں میں بھی جو مسئلہ آرمینیا کیوقت سے بہت کچھ کبیدہ خاطر ہو گئے تھے۔ ایسا موجزن ہو گیا ہے۔ کہ انکا اخلاص جلالت مآب قیصر ہند کی مسلمان رعایا کی گرمجوشی پر بھی اگر فوقیت نہیں لیگیا تو ان سے کم بھی نہیں رہا۔ ۲۲ نومبر ۱۸۹۹ء کو قسطنطنیہ کے تمام

Marfat.com

سربرآوردہ غیر ملازم و ملازم مسلمانوں کا ایک عظیم ڈیپوٹیشن جس میں کئی علما بھی شریک تھے سر جارلس ایلکاتر انگریزی سفیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ایک اڈریس پیش کیا جسمیں ظاہر کیا گیا کہ یہ لوگ نہ فقط پایۂ تخت بلکہ کل سلطنت کے مسلمانوں کی طرف سے حاضر خدمت ہو کر التماس کرتے ہیں۔ کہ سلطنت عثمانیہ کے مسلمانوں کی طرف سے جلالت مآب قیصر ہند کی خدمت بابرکت میں ہماری سچی ہمدردی کا اظہار کرکے یہ بھی عرض کیا جائے کہ ہم جناب ممدوحہ کی رفاقت میں ثابت قدم ہیں۔ اور بشرط ضرورت جان و مال سے اپنی دوستی و خلوص کا ثبوت دینے سے دریغ نہیں کریں گے۔ کل قوم کی یکزبان و متفق الرائے ہو کر اپنے اخلاص و صداقت کو اس طرح علانیہ ظاہر کرنے سے جہاں ایک طرف اعدا سلطنت انگلشیہ کی حوصلے اور بھی پست ہو گئے ہوں گے۔ اور ہر دوسری طرف انگریزی قوم کے اُن افراد کو جو کبھی ترکوں سے بدظن اور انکی ترقی سے مایوس اور رفاقت کو چھوڑ دینے کی جدید پالیسی کے قائل ہو گئے تھے جیسی کچھ تقویت اور خوشی حاصل ہوئی ہوگی۔ صاف ظاہر ہے۔ ترکوں کی اس شہامت مردانہ نے انکے حوصلے اسقدر بڑھا دیئے ہوں گے کہ اب وہ کبھی انگلستان کی مخالف ترکان جماعت کو اپنی سفیہانہ مدعاییں کامیاب نہیں ہونے دینگے۔ ان دونوں سلطنتوں کے اتحاد کی ضرورت اور اوس کے فوائد پر بارہا ایسی وضاحت و تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ اور ایسے وقت جبکہ اس تمنا کے بر آنیکی بہت کم اُمید رہ گئی تھی کہ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اب اس خوشی کی تکمیل میں صرف یہی ایک کسر باقی ہے کہ دونوں سلطنتیں باضابطہ اتحاد کا عملی ثبوت دیتی دکھائی دیں جس طرح محاصرہ سباسٹوپول کیوقت ترکی کے دشمن کے برخلاف دونوں فوجیں معرکہ آرا دیکھی گئی تھیں۔

ترکی شرافت کو اب معاند سے معاند کی نگاہوں میں بھی کسی مزید ثبوت کی محتاج نہیں رہ گئی۔ لیکن خیرخواہان تاج برطانیہ و خلافت عثمانیہ کو ہر ایسے مزید ثبوت سے سچی خوشی کا حاصل ہونا طبعی امر ہے۔ اس تازہ شہادت کا مطلب یہ ہے کہ در انحالیکہ اکثر یورپین اخبارات جنوبی افریقہ کے محاربے میں انگریزی فوج کو متعدد ناکامیاں حاصل ہونے پر فوج مذکور کی پیش نظر مہم کی مشکلات اور مقامی دقتوں کو نظر انداز اور محض ان زکوں کو بہ نظر رکھکر سپاہ مذکور اور اوس کے افسروں کی برخلاف طرح طرح کی خیالات ناشائستہ ظاہر کر رہے ہیں۔ اور اکثر یورپین فوجی افسر بھی ان سے ہم آہنگ ہیں۔ ترکی افسران مشکلات کو محسوس کر کے انگریزی سپاہ کی شجاعت و جلادت کی جو انہوں نے عمودی پہاڑ پر چڑھ کر بندوق سنگین حملہ کرکے دشمن کو ہٹا دینے میں بارہا ظاہر کی ہے سچے دل سے تعریف کر رہے ہیں خاصکر لیڈی سمتھ کمبرلی اور میفکنگ کے بے نظیر اور عجیب شاندار مدافعت مردانہ پر کہ بوئر کئی ہفتوں سے محاصرہ ڈالے ہوئے ہیں۔ مگر ان کو فتح و تسخیر کرنیکی امید پہلے دن سے زیادہ نہیں رکھتے۔ ان مقامات کی محصور افواج کے ثبات مردانہ نے ترکی فوجکے دلوں میں ۱۸۷۷ء کی محاربہ روم و روس کے مشہور تاریخی مقامات قارص و پلیونا کی قیامت تک یاد رہنے والے واقعات کو تازہ کر دیا ہے۔ اور ترکی افسر بلا تامل یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ جیسی ثابت قدمی اور مردانگی محصور ترکی افواج نے ان دونوں مقامات میں دکھائی تھی۔ انگریزی فوج اُس سے کچھ کم نہیں دکھا رہی۔ یہی افسر انگریزی توپخانہ کی ان لوگوں کی جنہیں لیڈایت (پھٹنے والا بارود ڈائنا میٹ کی قسم کا) بارود دکھایا جاتا ہے بہت تعریف کر رہے ہیں۔ اور چونکہ یہ بارود محاربہ سوڈان کی بعد اب اس دوسری محاربہ میں بھی نہایت مؤثر ثابت ہوا ہے ترکی صیغہ جنگ نے اس کی متعلق کل حالات معلوم کر کے مفصل رپورٹ کرنیکی لئے ایک کمیشن مقرر کر دی ہے۔ اور ظن غالب ہے کہ عنقریب ترکی بھی اس جدید بارود کا استعمال شروع کر دیگی۔ جرنل

Marfat.com

اور انگلستان کے تعلقات دوستانہ ہو جانے سے بھی انگلستان کے متعلق ترکی حکومت کو مخلصانہ انداز اختیار کرنیکی زیادہ تحریک ملگئی ہے

(۸ اردسمبر ۱۸۹۹ء)

اوقاف کی آمدنی اور ملکی ضروریات

ایک معتبر مصری اخبار راوی ہے کہ نومبر ۱۸۹۹ء کے شروع میں سلطان المعظم نے بعض وزراء کو محلسرائے سلطانی میں طلب کیا۔ اِنکی تعداد ۱۴ تھی اور اِنمیں شیخ الاسلام اور سعید پاشا سابق صدر اعظم بھی شامل تھے۔ مجلس چار گھنٹے تک خود خلیفۃ المسلمین کے زیر صدارت منعقد رہی لیکن اب تک یہ ظاہر نہیں ہوا کہ اس مجلس میں کیا مسئلہ پیش ہوا اور کیا فیصلہ ہوا۔ البتہ عام روایت ہے کہ بحث یہی کہ آیا دار المشیخت الاسلامیہ سے بشرط ضرورت اوقاف کی آمدنی سے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ پونڈ (۲۴ کروڑ روپیہ) خرچ کرنیکا فتوی طلب کیا جائے یا نہیں۔ مجلس نے تائید میں فیصلہ کیا۔ چنانچہ شیخ الاسلام نے اس مضمون کا فتوی صادر بھی کر دیا ہے۔ اگر یہ روایت بالکل درست ہے تو اس فیصلہ کی معقولیت میں معدودے چند سخت تنگ خیال لوگوں کے سوا کسیکو حجت نہ ہوگی۔ ملکی حفاظت و استحکام سے بڑھکر شرعاً و رواجاً کوئی اور مصرف اور ضرورت اہم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ جب اس طرف سے خطرہ ہو تو اوقاف کی آمدنی مفت خور مجاوروں اور متولیوں پر صرف کرنا صریح اسراف ہے کیونکہ خود ان اوقاف کا وجود سلطنت کے قیام پر منحصر ہے۔ ایسی بہت کم حکومتیں ہیں جو دیگر مذاہب کے اوقاف کی حرمت یا نگہداشت کریں اور انکو قایم رہنے دیں۔ بہرحال مسیحی طاقتوں میں انگریزی گورنمنٹ کے سوا اور شاید ہی کوئی حکومت پیش کیجا سکتی ہے جسنے اپنے مفتوحہ ممالک میں اوقاف کو بہ تمام و کمال قایم رکھا ہو۔ خاکسار ایک عرصہ سے ترکی حکومت کو بالخصوص اور دیگر اسلامی حکومتوں کو بالعموم اس معاملہ کیطرف توجہ دیتا رہا ہے۔ ترکی کی خصوصیت اسلئے کیگئی تھی کہ پہلے بھی اوس کے دیتن فرزانہ و دور اندیش وزراء ایسا ہی کر چکے ہیں اور ترکی حکومت اونکی نظیر سے بلا وقت استفادہ کر سکتی تھی۔ **تاریخ خاندان عثمانیہ** میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کی گئی ہے جسمیں ضمناً اپنی انگلشیہ گورنمنٹ سے بھی اس معاملہ پر توجہ کرنیکی التجا کی گئی تھی۔ خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آخر ایک خادم اسلام کی تمنا پوری ہوگئی اور جلالت مآب امیر المومنین نے اس روپیہ کو بیمصرف نہ رہنے دیا جس سے سلطان المعظم کی کمال بیدار مغزی اور معاملہ وسیعہ پر وسیع نظر ہونیکا ایک اور زبردست ثبوت ملگیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ افسوس بھی ہوتا ہے کہ ہر ایک کام میں ابتداءً ہی اس فرزانہ روزگار کو خود نہیں کرنی پڑتی۔ بلکہ ہر ایک کی تجویز بھی اوسی کے دماغ کو سوچنی پڑتی ہے۔ تمام ملک میں اور کوئی شخص نہیں۔ جو رفاہ قوم و ملت کے متعلق تجاویز سوچنے میں ہی اوسکا ہاتھ بٹائے۔ اگر یہ کمی نہ ہوتی تو بلاشبہ اس مسئلہ پر مدت کا عملدرآمد ہو گیا ہوتا۔ اور اسقدر توقف نہ پڑتا۔ جو ایسی ... واقع ہوتا ہے جبکہ ایک ہی دل و دماغ کا عملی کاروبار کے علاوہ غور و فکر کا بھی تن تنہا کل بوجھ اُٹھانا پڑ گیا ہو۔

اس موقعہ پر ایک توضیح کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس خبر میں مجلس کے ارکان کی تعداد چودہ بتائی گئی ہے۔ اور ساتھ ہی لکھا گیا ہے کہ اسمیں کل وزراء شامل تھے۔ حالانکہ باب عالی میں وزارتی صیغے نو دس سے زیادہ نہیں ہیں۔ یہ امر صرف وزیر کے معنوں کی اختلاف کیوجہ سے باشندگان ہندوستان کو معما سا معلوم ہوتا ہے۔ پرانے ایشیائی قاعدہ کے مطابق وزیر اوسی کو کہا جاتا تھا جو کہ برسرکار اور کسی صیغہ کی وزارت پر مامور ہو مگر ترکی میں وزارت کا آجکل یہ مفہوم نہیں رہا۔ وہ فقط ایک اعلیٰ ترین منصب کا نام ہے۔ اور یہ ضرور نہیں کہ

جو اس رتبہ پر فائز ہو وہ ضرور کسی صیغہ کا بھی منصرم ہو۔ ان منصرمان کو سکرٹری یا ناظر اور انکے صیغوں کو نظارت پکارتے ہیں چنانچہ کئی ایسے ناظر ہیں جو وزیری رتبہ نہیں رکھتے۔ اور انکے ماتحت کئی ایسے گورنر جنرل ہوں گے جو وزیری کا منصب رکھتے ہیں چنانچہ تسلیم پاشا ملحمہ حالانکہ کئی برسوں سے ناظر صیغہ معادن جنگلات ہیں مگر وزیری کا رتبہ انکو ابھی پچھلے سال عطا ہوا تھا۔ منیر پاشا مرحوم کسی صیغہ کے منصرم نہ تھے مگر وزیری کا منصب رکھتے تھے۔ اسیطرح پچھلے دنوں حسین حلمی پاشا گورنر یمن کو وزارت کا رتبہ جو سول سروس میں اعلیٰ ترین رتبہ ہے عطا ہوا تھا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جسکو کوئی رتبہ ملجائے خواہ وہ بر سر کار نہ ہو۔ وہ اس رتبہ سے محروم نہیں ہوتا۔ بنا بریں سلطنت عثمانیہ میں گو ناظر آٹھ نو ہی ہیں۔ وزیری کا رتبہ رکھنے والے پچاس ایک سے کم نہیں ہیں۔ چنانچہ مصر کے کئی عہدہ داران سابق حال مثلاً نور پاشا متوفی۔ ریاض پاشا سابق وزیر اعظم مصر وغیرہ) بھی وزرا کے زمرہ میں شامل ہیں۔ وزیر کے بالمقابل جنگی صیغہ میں اعلیٰ ترین منصب مارشل یا مشیر کا ہے اور تین پاشا دامنی نائب ناظر خارجیہ اور قسطاکی پاشا دیونانی) سفیر عثمانیہ متعینہ لنڈن بھی برسوں سے وزیر کا رتبہ رکھتے ہیں ناظروں کی مجلس کو کیبنٹ کونسل یا مجلس نظار کہتے ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ مجلس کیبنٹ کونسل نہ تھی۔ بلکہ خاص معتمد علیہ وزرا کی ایک عظمیٰ مجلس۔ سلطان المعظم نے ۷ نومبر ۹۹ء کی رات کو ناظروں کو طلب کر کے انکی مجلس بھی منعقد کی۔ جو چھ گھنٹہ صلاح و مشورہ کرتی رہی عام خیال ہے کہ انہیں ٹرانسوال کے یورپ میں مشکلات پیدا ہونیکے احتمال پر غور و فکر کیا گیا تھا۔ ۱۱ نومبر ۹۹ء کو خاص سلطانی محل میں پھر وزرا سلطنت کی خاص مجلس منعقد ہوئی۔ رضا پاشا ناظر حرب یا سر عسکر بوجہ علالت اس میں شامل نہ ہو سکے (۱۱ دسمبر ۱۸۹۹ء)

ترک کس طرح ترقی کر سکتے ہیں؟

مخدومی جناب مولویصاحب! زاد لطفکم!! السلام علیکم!!! کئی ہفتوں کی آرزو کے بعد آج کسیقدر فرصت ملی تو دل چاہا کہ بند کمرے میں تنہا بیٹھکر کوئی کتاب دیکھوں یا کچھ لکھوں سامنے میز پر سے کئی کتابیں اٹھائیں۔ اور پھر اسیطرح دو چار ورق الٹ کر رکھدیں پچھلے ہفتہ کے اخبار بھی قریب ہی رکھے ہوئے تھے۔ انمیں سے دو چار پرچے اٹھائے۔ مگر بے دلی کے ساتھ پھر اسوجہ سے رکھدیئے کہ اول سے آخر تک ان سب کو ایک نظر دیکھ چکا ہوں غرض میں اپنے وقت کو مشغول کرنا چاہتا تھا کہ دفعتاً آپکے اخبار پر نظر پڑی۔ بلا اختیار دل چاہا کہ اتنا وقت آپکے صرف کروں جس بحث پر میں آج کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ وہ اسقدر سنجیدہ سبجکٹ ہے کہ جس پر بحث کرنیکے لئے مجھ سے زیادہ لائق شخص کی ضرورت ہے۔ مگر صرف اس خیال سے کہ من لا یدرک کلہ لا یترک کلہ کا مصداق ہو جائے جو کچھ مجھے معلوم ہو سکا وہ نذر ناظرین ہے +

یورپ کے اخبارات میں ہمیشہ مدبرین عالم کے خیالات اور رائیں بڑی شد و مد سے شایع ہوا کرتی ہیں۔ جرمن کی نسبت پرنس بسمارک کی رائے ہمیشہ وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ انگلستان کے فواید پر جب کبھی گلیڈسٹون یا روزبری و سالسبری نے کوئی تقریر کی ہے تو کئی مختلف قوموں نے ان لوگوں کے خیالات کو غور اور تعمق کے ساتھ دیکھا ہے۔ اور طبعاً ہر شخص اپنی ذات یا اپنے متعلقین یا قوم و ملت کی بہبودی اور ترقی کی نسبت ایک رائے ہمیشہ رکھا کرتا ہے خواہ وہ دوسروں کے نزدیک کیسی ہی لچر اور بیہودہ کیوں نہ ہو مجھے اسبات کو دریافت کرنیکا ایک مدت سے خبط تھا کہ مدبرین سلطنت عثمانیہ کے خیالات اپنی قوم و سلطنت کی ترقی اور اوس کے تنزل کے اسباب کی نسبت کیا ہیں؟ میں اسوقت تک یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے اپنے ارادہ میں کامیابی ہوگئی۔ مگر ہاں اتنا ضرور ہوا کہ بہت سے لیسی

Marfat.com

باتیں جنکا معلوم کرنا ضروری تھا وہ اکثر روشنی میں آگئیں۔ اسوقت میں صرف جواد پاشا۔ کامل پاشا۔ اور سعید پاشا کے خیالات جو اپنی قوم کی نسبت ہیں ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ ان تینوں شخصوں کو اسوقت کوئی ایک جز زمانہ میں سے بینی اسوجہ سے چُنا ہے کہ ابھی چند سال ہوئے یہ تینوں اپنی اپنی نوبت سے صدارت کی کرسی پر بیٹھے ہوئے بابعالی میں نظر آرہے تھے۔ ترکوں میں یہ لوگ ایک حد تک اہل الرائے مانے جاتے ہیں۔ اور عموماً لوگ ان کی رایوں کو عزت اور وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں +

جواد پاشا[1] یہ شخص ایک مدت تک ترکی کا صدر اعظم رہا ہے جواد پاشا کی رائے ہے کہ جبتک کہ یورپ میں بکریوپ کی دوسری اقوام اور سلطنتوں کی طرح علوم جدیدہ اور صناعات مختلفہ اور تجارت میں پوری ترقی اور تقلید نہیں کریں گے۔ اسوقت تک ترک اپنی حالت نہیں سنبھال سکتے۔ ترکوں کو اپنی مالی حالت درست کرکے ملک میں تجارت اور کارخانوں کو ترقی دینی چاہئے۔ اور اس کام کے لئے توسیع ریلوے بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اور اسوقت تک حسب دلخواہ ترکی ممالک میں ریلوے کو ترقی نہیں ہوئی۔ اتحاد یورپ کی نسبت جواد پاشا کا خیال ہے کہ ترکوں کے حق میں یہی مفید ہے کہ یورپ کے اتحاد میں وہ شریک ہوں۔ اور ہمیشہ اپنے آپکو ان اتحادات سے علیحدہ رکھیں جو آئے دن یوروپ کی دوسری سلطنتوں میں ہوا کرتے ہیں +

کامل پاشا جواد پاشا کے بعد کامل پاشا صدر اعظم ہوا۔ کامل پاشا کی رائے میں سب سے بڑا کام ترکوں کو جو کرنا چاہئے وہ اپنی ہمسایہ سلطنتوں سے ارتباط و اتحاد بڑھانا ہے تاکہ اجنبیوں کے خرخشوں اور ریشہ دوانیوں سے بیفکر اور مطمئن ہوکر اپنے گھر کا انتظام بخوبی ہو سکے۔ اتحاد یورپ کی نسبت کامل کی رائے میں انگریزوں سے اتفاق رکھنا بہت ضروری ہے۔ کامل پاشا کی صدارت کا زمانہ ترکی سلطنت کے حق میں کوئی مفید اور عمدہ زمانہ نہیں مانا گیا۔ چونکہ اس شخص کی رائے میں انگریزوں سے ارتباط رکھنا مناسب تھا۔ اسوجہ سے سفیر انگریزی کے اقتدارات قسطنطنیہ میں اس کے زمانہ میں بہت بڑھ گئے تھے اور حق یہ ہے کہ مصر میں انگریزوں نے اس کے زمانہ میں بیجا بہت حقوق قایم کر لئے جنکی وجہ سے مصر پر انگریزی پنجہ اور کسیقدر مضبوط ہو گیا۔ آرمینیوں کی بغاوت کے زمانہ میں کامل پاشا نہایت حقارت اور عام ناراضگی کے ساتھ صدارت سے الگ کیا گیا۔ اور اسوقت سے اسوقت تک برابر ازمیر کی لفٹنٹ گورنری پر پڑا ہوا ہے +

سعید پاشا۔ کامل کے بعد عین شورش اور بغاوت ارامنہ کے زمانہ میں سعید پاشا صدر اعظم ہوا۔ جسوقت سعید پاشا صدر اعظم ہوا عام طور پر اس کے تقرر پر رعایا نے اظہار مسرت کیا۔ اور خاص و عام کی زبان پر یہ کلمہ تھا کہ اب سلطنت اور ملت اسلامیہ کے [illegible] سعید پاشا صدر اعظم ہوا۔ سعید پاشا کے خیالات اپنے تمام ہمعصروں سے بالکل علیحدہ ہیں۔ اس کی رائے ہے [illegible] اور تجارت و کارخانوں میں ترقی کرنا بھی چاہیں تو اول تو نا ممکن۔ دوسرے یہ کہ [illegible] چاہئیں پھر اگر بفرض محال ترک تمدن اور دوسری حیثیتوں سے اپنی ہمسایہ قوموں کے برابر بھی ہو [illegible] کا کسیطرح تدارک نہیں کر سکتے۔ سعید پاشا آواز بلند پکار رہا ہے کہ جبتک ترک شریعت اسلامیہ [illegible] دنیا میں قایم نہیں رہ سکتے۔ سعید پاشا کی رائے میں جو قدر ضعف اور تنزل سلطنت اور قوم کو ہوا ہے۔ اسکا یہ سبب ہے کہ مسلمانوں نے احکام الٰہی کی تعمیل چھوڑ کر غیر قوموں کی تقلید شروع کردی۔ سعید پاشا کے خیال میں اگر آج ممالک محروسہ عثمانیہ میں قانون شریعت اور پابندی احکام خداوندی شروع ہو جائے تو پھر دنیا میں ہی ترک ہیں جو چاروں

[1] افسوس ہے کہ جواد پاشا ہی ستمبر ۱۹۰۰ء میں فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون +

Marfat.com

برس ادہر تھی سعید پاشا نے بارہا بڑی بڑی جلسوں اور درباروں میں اپنا خیال ظاہر کیا ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ اپنی سلطنت فقط اولوالعزمی اسلام کے ساتھ قایم رکھی ہے پولیٹکل چالوں اور ہر کام میں اعدا کی تقلید کرنے سے مسلمان کبھی عیسائیوں کا مقابلہ نہیں کر سکینگے - افسوس آخیر صرف چھ مہینے صدر اعظم رہکر خود اس عہدۂ جلیلہ سے الگ ہوگیا علیحدگی مجبوراً اسوجہ سے اختیار کی کہ چند شروط سلطان المعظم کی خدمت میں پیش کی تہیں، انکو سلطان نے منظور نہ کیا. اور ایسی حالت میں خود سعید پاشا نے اپنا صدر اعظم رہنا بے ضرورت سمجھا استعفا پیش سلطان منظور نہ کرتے تھے - اور اسی اثنا میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ سعید پاشا کو سفارت خانہ انگریزی میں جاکر چھپنا پڑا سعید پاشا کا سفارتخانہ انگریزی میں جانا اور پھر سلطان المعظم کا بلانا اور اوس کی اسباب و غلط فہمیاں - غرض یہ تمام واقعات اسقدر مختصر نہیں کہ میں اس وقت لکھ سکوں. سعید پاشا کی علیحدگی کی بعد قسطنطنیہ میں عام طور پر مسلمانوں میں کہرام مچا ہوا تھا - اور ہر شخص متاسف تھا - جس روز سعید پاشا نے استعفا دیا تمام عیسائیوں اور خاصکر آرمینیوں نے جسقدر خوشی منائی ہے - اوسے دیکھکر حیرت ہوتی تھی - اتحاد یورپ کی نسبت سعید پاشا کی رائے ہے کہ صرف روس کا منہ بند رکھا چاہیے - یورپ میں اگر کوئی سلطنت ترکوں سے لڑ سکتی ہے تو وہ روس ہے - باقی اور کسی سلطنت سے ترکوں کو کھٹکا ہی نہیں - ان تینوں شخصوں کے خیالات اور رائیں میں نے بہت مختصر لفظوں میں بیان کی ہیں اب معزز ناظرین خود انداز کرلیں کہ ان تینوں میں سے کس کی رائے صائب اور عمدہ ہے - اسکا فیصلہ میں خود نہیں کرنا چاہتا بلکہ ناظرین پر چھوڑتا ہوں -

ان لوگوں سے سوا ترکوں میں نئی امت "جوانان ترک" کے نام سے بڑی طرح ترقی کر رہی ہے - جوانان ترک کے بانی اور حامی بدنصیب مراد بے اور رضا بے ہیں جو اسوقت دونوں جلاوطن ہیں جوانان ترک کے خیالات ان تمام وزرا سلطنت سے خلاف ہیں اور بدقسمتی سے جسقدر اس جماعت کا قلع قمع اور استیصال ہو رہا ہے اسیقدر اس جماعت کو ترقی ہے - ہزارہا سینکڑوں اور ہزاروں وزراء اور امرا کے لڑکے یورپ سے اپنے ساتھ یہ زہریلے خیالات بغیر لئے نہیں آتے - جوانان ترک اسی بات کو رو رہے ہیں کہ جبتک سلطان کے اختیارات محدود اور بابعالی کو وسیع اختیارات نہ دیئے جائینگے - اوسوقت تک ہم ترقی نہیں کر سکتے - خداوند تعالی سلطان حال کی عمر و اقبال میں ترقی فرماوے - مجھے قراین اور زمانہ کی رفتار سے معلوم ہو رہا ہے کہ سلطان عبد الحمید خلد اللہ ملکہ کے بعد ہی اسکا فیصلہ ہو جاویگا کہ آیندہ ترکی سلطنت دنیا میں کس طرح قایم رہتی ہے - سلطان حال کے بعد جانشینی میں بھی ضرور جھگڑا ہوگا - ارکان سلطنت میں سے ایک بڑی جماعت سلطان مراد معزول کو پھر تخت نشین کرنا چاہتی ہے - دوسری طرف بعض مسلمان سلطان حال کے چھوٹے بھائی رشاد آفندی کو تخت خلافت کا مستحق سمجھ رہے ہیں - بہرحال مراد ہوں یا رشاد - خدا اس اسلامی سلطنت کو قایم رکھے جو مسلمانوں کا مایہ افتخار و ناز ہے - خداوند تعالی مسلمانوں کی اصلاح کرے - اور دین و دنیا میں اونکو سرخرو رکھے - مرقومہ مولوی محمد حسین صاحب از مکہ معظمہ مورخہ یکم جولائی ۹۹ء

طرابلس الغرب

کی پولیس کی طرف سے فرنچ فوج کی غاصبانہ پیشقدمی کی خبر کے متعلق چند ہفتے ہوئے ایک انگریزی اخبار کی عبارت بجنسہ درج کرکے اوسکی درستی پر شبہ ظاہر کیا گیا تھا - مگر افسوس بالواسطہ طور پر اس کی کسیقدر تصدیق اس ہفتہ خود طرابلس کے اخبار سے ہوگئی ہے - وہ لکھتا ہے کہ حد سے تجاوز کرنیکے متعلق جو خبریں مشہور ہو رہی ہیں مبالغہ سے خالی نہیں یعنی اس معاملہ کی اصلیت ضرور ہے - گو وہ تجاوز اسقدر نہیں جتنا کہ عام مشہور ہو رہا ہے لیکن یہ بات ہی لغو تھی کہ

اس واحد ترکی صوبہ کی گورنر جنرل نامق پاشا کی بیدار مغزی خرم و احتیاط اور کامل حب الوطنی سے پختہ توقع رکھتا ہے کہ وہ اُس غصب کا بدرجہ
مناسب تدارک اور آیندہ کے لئے کافی انسداد کرے گی۔ ناظرین کو واحد کے لفظ سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ کل بر اعظم افریقہ میں جسکے تمام معلوم
اہم حصص ریاستہائے حبش و مراکو کسیوقت دولت علیہ عثمانیہ کے براہ راست ماتحت تھے۔ اب اسی ایک صوبہ پر اوسکا عملی قبضہ باقی
رہ گیا ہے۔ اور سلطنت کی بحری کمزوری اور خاصکر کریٹ جیسے اہم موقعہ کے ہاتھ سے نکل جانے سے جو دار الخلافہ اور مصر و طرابلس کے مابین نہایت
کارآمد اور ضروری بحری اسٹیشن کا کام دے رہا تھا۔ اندیشہ ہو سکتا ہے کہ کہیں یہ صوبہ قبضہ سے بالکل نہ نکل جائے۔ یا کم از کم اوسکی بھی وہی حیثیت نہ
ہو جائے جو مصر اور شیونس کی ہے۔ جنمیں سے ایک پر گو سلطان کو یا اُس کے قرضخواہوں کو اُس سے برابر سالانہ خراج مل رہا ہے۔ انگلستان نیم مالکانہ
قبضہ کئے ہوئے ہے۔ اور دوسری پر جسے ترک گو اب تک ممالک محروسہ میں شامل سمجھتے ہیں۔ فرانس کامل مالکانہ قبضہ رکھتا ہے۔ اور یہ اندیشہ صوبہ
مذکور کی دور افتادگی۔ دیگر مقبوضات عثمانیہ سے علیحدگی اور خاصکر بحری مواصلت کے وسایل کی تقریباً عدم موجودگی سے اور بھی قوی ہو رہا ہے
اور مدبرین یورپ کی باہمی سرگوشیوں اور یورپین اخبارات کی ان افواہوں سے مزید تر دستہ پیدا ہو گیا ہے کہ انگلستان بالائی وادی
نیل کے علاقہ کے معاوضہ میں جہاں وہ کسی سلطنت کو دخیل نہیں ہونے دیتا۔ شاید فرانس کو بمصداق مال مفت دل بیرحم اس عثمانیہ مقبوضہ
پر تصرف کر لینے کا اشارہ کر دے۔ انگلستان کی طرف سے ایسے اشارہ کا ہونا بعید از قیاس نہیں کیونکہ اخیر کچھ برسوں سے اوسکے تعلقات
سلطنت برسوں سے اوس کے تعلقات سلطنت عثمانیہ سے جیسے کچھ ہیں وہ ظاہر ہی ہیں کئی برس ہوئے جبکہ تعلقات کی ایسی مبارک حالت
تھی۔ یا کم از کم بیرونی دنیا دونوں سلطنتوں کو رفیق صمیم سمجھی ہوئی تھی۔ اُسوقت بھی انگلستان نے اپنی ذاتی اغراض کی منفعت کیلئے عثمانیہ
ایک اور یورپین سلطنت یعنی اٹلی کو پیش کرنے سے دریغ نہیں کیا تھا۔ نہ صرف پیش کر دینے ہی بلکہ اوسکے حصول میں امداد دی کہ وہ قسمت میں آ
تو وہ کچھ کر گذرے۔ تھوڑا ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی مسلمانوں کی عام جہالت تغافل نکبت اور اپنی ہاتھوں سہیڑی ہوئی پستی و ذلت کے
لحاظ سے جو کچھ اپنے پر وارد ہو وہ اوس کے عین مستحق ہیں عام خیال تھا کہ اُن ممالک میں جو اب تک اغیار کی علانیہ محکومی سے بچے ہوئے ہیں
مسلمان گو بدستور خواب غفلت اور نشہ حکومت میں مدہوش اور زمانہ کی رفتار کے مطابق اپنی حالت بنانے سے غافل ہوں تو ہوں مگر
جو ممالک محکوم ہو چکے ہیں یا بدقسمتی سے ان کو حاکم و فاتح بھی نیک نیت اور حقیقی خیر خواہ ملے ہیں وہاں کے مسلمان ایسے نیک نہاد اور شریف الطبع
حکمرانوں کی ظل عاطفت میں اونکی مخلصانہ تعلیم و تربیت کی طفیل بہت کچھ بیدار ہو گئے ہونگے۔ اور اگر ترقی کے میدان میں ابھی
داخل ہونیکے قابل نہوئے ہوں گے۔ تو کم از کم پستی و ذلت کے اسباب سے محترز رہنا سیکھ گئے ہوں گے۔ اور سب سے زیادہ اس قسم کی توقع ہندستان
اور بعد ازاں مصر کے مسلمانوں سے تھی جنکو واقعی خوش نصیبی سے حقیقی ہمدرد اور سچے خیر خواہ حکمران ملے ہوئے ہیں لیکن بدبختی سے نعمت سے
فایدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ اکثر خیر خواہان قوم کو توقع تھی کہ مسلمانوں کی پست خیالی و تنزل ہی اور تمام ناقابلیتوں اور اعمال ناہنجار کا
موجب عدم تعلیم اور جہالت عامہ ہے۔ اُن لوگوں کی کوششوں اور حکام کی نوازش سے اس موجب کا دایرہ نسبتاً بہت کچھ محدود ہو
گیا ہے۔ مگر شومی بخت سے وہ خرابیاں بدستور موجود بلکہ روز بترقی ہیں۔ اور مسلمانوں کے افعال سے ثابت ہو رہا ہے کہ تعلیم اونکی اندرونی
جہالت کو ہٹانے میں بہت کم کامیاب ہوئی ہے۔ ابھی ایک دو مہینوں میں مختلف تقریبوں پر جو احباب نے فضول بلکہ سراسر مضر اسراف کیے

Marfat.com

مرتکب ہو چکے ہیں یا ہو رہے ہیں۔ اور نہیں شاذ و نادر ہی کوئی ایسا ہوگا جو عام اصطلاحی معنوں میں جاہل یا عدم تعلیمیافتہ ہو
اس کے برعکس کئی ایسے برگزیدہ پائے جائیں گے جو اس تعلیم سے جس کو آجکل ہمارے اکثر قومی لیڈر اور تعلیمی رہنما اعلیٰ تعلیم سے موسوم کرتے ہیں
پورا پورا فیض اٹھا چکے ہیں۔ یا اٹھا رہے ہیں۔ یہی حالت مصر کے مسلمان تعلیمیافتہ نوجوان اور شرفا کی ہے۔ بیاہ شادی اور ماتمی تقریبوں
پر ہزاروں صرف کر دینا۔ اور ہر روز صرف قاہرہ کے بازار ازبکیہ میں تعلیمیافتہ شیدایان فیشن کا سیکڑوں پونڈوں پر پانی پھیر دینا معمولی
امر ہے مگر کسی قومی بہبودی کے کام پر کوڑی تک خرچ کرنا نہیں جانتے خرچ کرنا تو درکنار حقیقی قومی ضرورتوں سے واقف نہیں اور ہونا
نہیں چاہتے ہیں جو علماء اور ناخواندہ تو علیحدہ رہے تعلیمیافتہ مسلمانوں میں شاید آپ بہت ہی تھوڑے جغرافیہ پڑھنے کے باوجود طرابلس الغرب
کے محل وقوع تک سے بے خبر ہوں گے جب مسلمانوں کی لاپروائی [illegible] عدم وقعت اور رقیب فرنگی [illegible] کی یہ
کیفیت ہو تو اسلامی مقبوضات کا دن بدن کم ہوتا جانا تعجب خیز نہیں بلکہ [illegible] بڑی خوش
نصیب قوموں کے اعمال کا نتیجہ دیکھ رہی ہے۔ مگر [illegible] زندہ قوموں میں [illegible] وسط افریقہ [illegible]
اور [illegible] ریاست کی متمولین [illegible] اخبار میں کئی دفعہ ذکر
ہو چکا ہے آج [illegible] ہزار میل لمبا ایک
نیا سلسلہ تار برقی تیار ہونے والا ہے [illegible] ریلوے لائن بھی مالک
مصر [illegible] جب تک وہ روپیہ جو [illegible]
سرمایہ داروں سے قرض لیا گیا ہے ادا نہ کر دیا جائے۔ اور یہ بیباقی [illegible] انگریزی قوم کو
حیرت انگیز [illegible] چند برس [illegible] کہ اسکندریہ سے
کیپ ٹاؤن تک سلسلہ ریلوے لائن پر دخانی انجن افریقہ کو شمال سے جنوب تک چلتا دکھائی دیگا مگر مسلمان تب تک کیا ترقی کر چکے
شاید ہمارے [illegible] اس لائن کو دیکھ کر [illegible] ترقی کر لیں کہ اپنے ممالک کا
جو [illegible] شاید اس وقت
تک [illegible] توفیق نہ ہوگی۔ اور ہماری لایق و قابل [illegible] اگر یہی روش رہی تو تب تک غالباً
انگلستان [illegible] شاید یہاں تک ترقی کر لیں کہ خوشی کی [illegible] بجائے۔ [illegible]
[illegible] اپنے اخباروں
میں شایع کریں۔

لیکن ان تمام مایوسی بخش آثار کے باوجود خاص طرابلس الغرب کی طرف سے بقدر اطمینان حاصل ہے کہ وہاں کے باشندے بیدار ہونے
شروع ہو گئے ہیں۔ صنعت و حرفت کا عام رواج ہو گیا ہے۔ اور اس بارہ میں انکو عملی تعلیم جدید اصول کے مطابق دی جا رہی ہے۔ اور
سب سے بڑھ کر [illegible] جس کا [illegible] ذکر کیا گیا تھا یعنی وہاں کے کل باشندوں کو فوجی تعلیم بھی دی جا رہی ہے۔ اور

Marfat.com

چونکہ وہاں صرف ایک ہی مذہب کے لوگ آباد ہیں سب کو کامل یقین ہے کہ اگر کوئی یورپین سلطنت دیگر دول کی رقابت کو خاموش کرنے میں کامیاب ہو کر اسطرف رخ کرنے کی عازم بھی ہوئی تو خواہ سلطان کی ترکی فوج مقیمہ صوبہ کو باہر سے کوئی کمک پہنچ سکے یا نہیں لاکھ اہالی ملک اسقدر کمک تا عمر ذخیرہ کو حفاظت ملک کیلئے بہم پہنچا دینگے کہ زبردست سے زبردست یورپین سلطنت بھی نہایت ہی مشکل کامیاب ہوسکیگی کیونکہ ان دو برسوں میں تقریباً نصف آبادی فن حرب سے واقف ہو چکی ہے اور سال آئندہ میں باقی بھی ہو جائیگی۔ باقی ذی اسلحہ اور سامان حرب بقدر بھیجدیا ہوا ہے جو سب کیلئے کفایت کریگا۔ صوبہ طرابلس و بن غازی کی آبادی ۱۵ لاکھ سے متجاوز ہے اور رقبہ ۴ لاکھ میل مربع ہے۔ دو مصر و ٹیونس کے درمیان شمالی افریقہ میں واقع ہے۔ مشہور شیخ سنوسی مرحوم کا مسکن جغبوب جسے مہدی اپنا ثالث خلیفہ بنانا چاہتا تھا اسی صوبہ کی مشرقی حد پر ہے (۱۹ دسمبر ۱۹۰۸ء)

سلطان المعظم اور نوجوان ترکی پارٹی

ناظرین کو ان محدود چند ہندوستانی اخبارات کے [illegible] آپکو [illegible] جنگ [illegible] پارٹی [illegible] نمایاں تمام واقعات [illegible] جماعت مذکورہ اور [illegible] مراد [illegible] کتابوں اور [illegible] ذکر ہو چکا ہے محاربہ [illegible] کی تربیت [illegible] اپنی [illegible] عفو و کرم [illegible] اور [illegible] جہاں [illegible] جماعت مذکورہ [illegible] کوئی [illegible] اور [illegible] پاشا کی [illegible] کے بعد [illegible] اخبارات [illegible] تحریروں کو شائع کرنے پر بھی آمادہ [illegible] یہ ہے کہ [illegible] سلطان المعظم [illegible] ہو جاتی ہیں۔ [illegible] امداد [illegible] اصل حقیقت [illegible] ہو کر مختاری [illegible] پیدا کریں۔ تجارت [illegible] صنعت [illegible] سلطان المعظم [illegible] کو جلالت مآب کو [illegible] کا علم [illegible] آ جائیگا۔ اور وہ اگر گورنمنٹ کو [illegible] تو کم از کم [illegible] یقینی علم نہ ہوتا تو غالباً [illegible]

Marfat.com

کسیکو اس کمینہ روش کے اختیار کرنیکا حوصلہ نہ پڑی۔ باقی رہا اونکا یہ مصنوعی ادعا کہ ملک کو اصلاح کی ضرورت ہے۔ اس میں کسیکو کلام نہیں ہوسکتا کہ حسب ضرورت بیں مہذب ترین ممالک اور قومیں بھی صدیوں سے خانہ جنگی یا بیرونی حملوں اور انکے لازمی نقصانات اور اثر بد سے محفوظ رہتی چلی آئی ہیں باوصف اصلاح کی ضرورت سے مستغنی نہیں۔ اور انگلستان جیسے ملک کے ایک سابق مدبر اعظم کو ۱۹۰۹ء میں تسلیم کرنا پڑا ہے کہ "ہم تجارت تعلیم اور جدال و قتال سبھی میں بھی باقاعدہ اور مناسب اصولوں پر کاربند نہیں۔ اور نہ انمیں سے کسی میں زمانہ کی زیادہ ترقی یافتہ قوموں کی ہمپلہ ہیں۔ اور اگر ہم اپنی پوزیشن کو قایم رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان سلیقوں پر جو ہمسایہ میں ہمکو ملی ہیں غور کرنا لازمی امر ہے۔" تو ایک ایسی سلطنت کو جو مختلف بلکہ باہم متضاد اور از حد شوریدہ پشت عناصر سے مرکب اور سر دمسری تسیر ہے جس خوفناک خانہ جنگیوں کے علاوہ ہر بیس تیس برس کے بعد بلکہ بسا اوقات اس سے بھی کم وقفوں کے ساتھ بیرونی حملہ آوروں کی آماجگاہ بنی رہی ہو اور اوسکو کبھی دس برس بھی چین لینا نصیب نہ ہوا ہو اصلاح کی جیسی شدید ضرورت نہ صرف تجارت تعلیم و صنعت جنگ بلکہ ہر شعبہ و صیغہ۔ اور انتظامی مشین کے ہر پرزہ و حصہ کے متعلق ہوسکتی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ مگر ساتھ ہی ایسی صعب صورت میں کسی اصلاح کا سوچا جاسکنا یا اوسپر عمل کرسکنا بھی جیسا کچھ دشوار ہے اوسکی توضیح کی ضرورت نہیں لیکن آفرین ہے عبدالحمید کو کہ اوسنے بیشمار و سخت خطرناک مشکلات کے باوصف جنکا عشر عشیر بھی مضبوط سے مضبوط دل کو مایوس کردینے کے لئے کفایت کرسکتا تھا اصلاح کے پہلو کو بھی کبھی نظرانداز نہیں کیا اور اسمیں محض اپنی نیک نیتی۔ استقلال اور تائید ایزدی سے اسقدر کامیابی حاصل کرلی ہے جسکا اسوقت دوست دشمن باستثنائے ان معدودے چند خود غرض غداران کے سب کے سب معترف اور قایل ہیں۔ اور سب سے بڑھکر اس کامیابی کی زبردست شہادت محاربہ یونان ہے کہ لاکھوں فوج ایسی صفائی اور باقاعدگی سے میدان جنگ میں جمع کردی جیسے کہ مشین کام کررہی ہے۔ اور پھر فوج ہی جمع نہ کی۔ اوسکے لئے سامان حرب و رسد بھی اسقدر بہم پہونچا دیا کہ کبھی کسی متنفس کو شکایت کا موقعہ نہ ملا۔ اگر انتظام سلطنت کی مشین کا ایک پرزہ بھی ناقص یا ناکارہ ہوتا تو ایسی صفائی و باقاعدگی کبھی نہ دیکھی جاسکتی۔ پس ملک کی دیگر اندرونی ترقیوں سے قطع نظر صرف یہی ایک نظیر مفتریوں کے اتہامات کا کافی جواب ہے۔ اور اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اتہام لگانیوالوں میں سے ایک شخص کا ضمیر بھی اونکی زبان و قلم سے اتفاق رائے نہیں کرسکتا ہاں اسمیں شک نہیں کہ خود سلطنت میں کئی اہل الرائے سلطان کی بعض تدابیر سے اتفاق نہیں رکھتے۔ اور عام جمہور اونکی محتاط پالیسی سے کبھی کبھی آزردہ خاطر سی ہوجاتی ہے لیکن چونکہ وہ سب جانتے ہیں کہ سلطان جو کچھ کرتے ہیں محض ملک کے نفع و بہتری کے لئے۔ اور کہ جسقدر وسیع تجربہ اور لا انتہا معلومات اونکو نہ صرف اپنے ملک کے معاملات بلکہ دنیا کی پولیٹیکس اور رقیبوں کی چالوں کے متعلق حاصل ہے اسقدر دنیا میں شاید اسوقت کسی مدبر کو اور بڑے کی ہیں یقیناً کسیکو نہیں ہے۔ وہ اس آزردگی کے ساتھ ہی جسکا باعث زیادہ تر انسانی طبعی بے صبری و کم اندیشی ہے۔ اسامر کو بھی برابر تسلیم کرتے رہتے ہیں۔ کہ گو سلطان کا یہ فعل یا تجویز ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ مگر وہ ہوگی بہرحال ملک کے لئے فائدہ بخش۔ سلطان نامناسب تعجیل اور محض تقلید دونوں سے محترز رہکر اندرونی پالیسی کے متعلق میانہ روی پر عمل پیرا رہے ہیں۔ اور اس روش کی نتائج حسنہ آج تمام جہان معائنہ کررہا ہے۔ اور اسمیں اب کسیکو شبہ نہیں رہا کہ بیشمار صدموں کو ہاتھ سے نکلجانے کے باوجود سلطنت عثمانیہ بلحاظ داخلیہ جیسی اسوقت خوشحال۔ زبردست اور طاقتور اور دنیا کی نگاہوں میں جیسی معتبر اور باوقعت ہے۔ ویسی مراد چہارم شجاع کے بعد

Marfat.com

گذشتہ تین صدیوں میں کبھی نہ تھی۔ اس جلیل القدر اور فرزانہ سعید سلطان نے اپنی قوم وملت اور سلطنت پر جو جو کچھ احسان کئے ہیں انکی پوری توضیح اور نیز اس مکرم گروہ کی مفصل تاریخ اُن کتابوں کے مطالعہ سے جو سلطنت عظمٰی عثمانیہ کے متعلق کارخانہ حمیدیہ انجیسی میں شایع ہوئی ہیں بوضاحت معلوم ہوسکتی ہے۔ اس رسالہ کے کئی صفحات بھی اوسکی جزوی تشریح کو کفایت نہیں کرسکتے *

اِن سطور کے لکھنے کی ضرورت اُس خط کے جب سے محسوس ہوئی ہے جسے ولایت کی اخبار سٹینڈرڈ نے شایع کرکے اوسے محمود پاشا کا لکھا ہوا بتایا ہے۔ اور پھر اوس کے ساتھ ہی پاشائے موصوف کے دونوں لڑکوں کا ایک مکالمہ بھی جو ایک نامہ نگار سے ہوا درج کیا ہے۔ اس خط کا مضمون اگرچہ ایک طرف یہ بتارہا ہے کہ خالص ترکی قوم کا خوش اخلاقی میں شہرہ آفاق ہے۔ تو بھی بدبخش سے بخش تر دشمن بھی آقائے نعمت کی نسبت تو درکنار ایک معمولی ہم قوم یا انسان کے برخلاف بھی اِس سے دسواں حصہ بدزبانی کرنیکا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ اسکا نویسندہ ضرور کوئی ارمنی یا غیر ترک ہے۔ گو اس خط کی مزخرافات سخت رنجیدہ ہیں اور اس قابل نہیں کہ اونکو شایع کیا جائے۔ لیکن یہ دکھانے کے لئے کہ اس ناہنجار دنیا میں صادق سے صادق اور جان نثار سے جان نثار شخص بھی بدضمیروں کی طعن تشنیع سے نہیں بچ سکتے۔ اوسکا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ نویسندہ مذکور سلطان کو مخاطب کرکے لکھتا ہے:۔

"تمہاری حکومت ہرگز ایسی حکومت نہیں جیسی کہ ایک خلیفہ اسلام کی حکومت کو ہونا چاہیئے۔ نہ وہ یورپ کی کسی ریاست کی حکومت سے ہی مشابہت رکھتی ہے۔ بلکہ اُن ظالمونکی حکومت کے مشابہ ہے جو ہزاروں برس ہوئے اس دنیا پر حکومت کرگئے ہیں تمہارے جسقدر عہدہ دار ہیں وہ بالعموم کم ظرف۔ جاہل۔ بددیانت ناکارہ ضعیف اور محض سازشی ہیں جنکو خوشامد غضب جھوٹ۔ اور سیاہ کاری کے سوا اور کچھ کام نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ راستباز اور متدین اشخاص کو آپکی بارگاہ میں بار نہیں ملسکتا۔ آپ غور کریں کہ اپنی گورنمنٹ کو جن لوگوں سے آپنے مرکب کر رکھا ہے۔ کیا ویسی گورنمنٹ کسی اور مہذب ملک میں بھی موجود ہے۔ اور کیا ایسی گورنمنٹ سے ملک کے خوشحال ہونے کی کبھی توقع ہوسکتی ہے۔ اور کیا اس دیوانگی پر آپکے مُصر ہونے کا نتیجہ قوم کی کامل بربادی کے سوا کچھ اور ہوسکتا ہے جس قوم کا بادشاہ آپ ایسا مطلق العنان جابر۔ اور خودستا ہو۔ اور انسانیت اور رعایا کے کل حقوق کو پامال کرنیکا معتاد ہو۔ کیا اس سے کبھی بھلائی کی اُمید ہوسکتی ہے۔ آپکو رعایا کی بہتری کا مطلق خیال نہیں۔ دن رات اپنی ذات کے سوا آپکو اور کوئی فکر نہیں۔ اور لاکھوں کروڑ بندگان خدا اس خودستائی کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ رہے ہیں۔ خزانہ اور بحری طاقت کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ وزارتوں کے تمام سررشتے ابتر ہورہے ہیں اور چاروں طرف مطلق العنانی کے مظلوموں اور ستم رسیدگان کی آہ وبکا کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ ملک کی تباہی اور ننگ کی ہزاروں مثال اور جرائم کی بیشمار تعداد کا واحد موجب باعث صرف تمہاری ذات ہے۔ تمنے جو خونریزی کرائی ہے مکانات منہدم کرائے اور کذب دروغ کو شہرت دی ہے وہ کل دنیا کی نظروں کے سامنے ہے۔ تمہاری رعایا تمہارے جبر و ستم سے بچنے کے لئے بھاگی جارہی ہے۔ ملک غیر آباد اور بنجر ہے محاصل دن بدن کم ہوتے جاتے ہیں۔ مگر تم اپنے عیش و آرام میں مگن ہو۔ اور طرح طرح کے نئے منصب اور نشان ایجاد کرکے جنکا کسی اور ملک میں نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا۔ اندھا دھند روپیہ کو برباد کررہے ہو۔ اور حالانکہ ملک کی آمدنی ایک کروڑ پونڈ سالانہ (شکر ہے کہ یہاں صرف آدمی ہی رقم بتانے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ کذب و مبالغہ کو زیادہ نہیں بڑھایا گیا۔ مؤلف) سے زیادہ نہیں تم اپنے چور وزرا اور

ناقابل محض فرسودہ وزیر الملک پانسو سے لیکر دو ہزار پونڈ ماہوار تک تنخواہیں مقرر کر دینے سے خزانہ کا ستیاناس کر رہی ہے
زرخیز اور خوشحالی و آسودگی میں بے اندازہ ترقی کر سکتا اور موجودہ آبادی سے بیس گنی آبادی کے لئے معاش بہم پہنچا سکتا ہے مگر افسوس کہ
ایک گروہ اوس پر مسلط ہو گیا ہے۔ اور اوسنے ترقی و عمران کی شاہراہ کو بند کر رکھا ہے۔ یہ سب بادی عبد الحمید تمہاری طفیل ہے تم نے کروڑوں
اپنے نام پر یورپ اور امریکہ کی بنکوں میں جمع کر رکھے ہیں اگر یہ رقم … اور تم نے قوم کی جنکو کروڑ ہا کی تعداد میں تم نے اپنی ذاتی اغراض اور اسراف
کاموں پر ضائع کیا ہے۔ ملک کی بہتری پر صرف کیجاتی تو اسوقت سلطنت عثمانیہ کے پاس ایک زبردست بیڑہ جنگی جہازات کا ہوتا۔ جو کریٹ کو
کبھی سلطنت سے جدا نہ ہونے دیتا۔ اسی طرح … یونان کو کبھی لڑائی کا حوصلہ ہی پڑتا۔ اور اسطرح آج جوش انتقام
پیدا ہو سکتا جو اسوقت اوسکو بے چین کر رہا ہے۔ اسکے بعد … یہ بالکل غلط ہے کہ میں نے سلطان کو قتل کرانے کی سازش
کی تھی۔ اور اوسکے افشا ہو جانے پر بھاگ آیا ہوں۔ یہ عبد الحمید کا محض بہتان ہے حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ آٹھ برسوں میں وقتاً فوقتاً یہی خیالات
جو اوپر درج ہیں سلطان کے سامنے پیش کئے۔ لیکن … میری نیک ارادوں کی قدر کی۔ اور نہ وہ میری مخلصانہ جان نثاری اور عقیدت کو جو
مجھے اون کے ساتھ تھی سمجھ سکا۔ جس کا آخری نتیجہ یہ نکلا کہ … قسطنطنیہ میں … سلطان کو اپنی کسی بات پر متوجہ نہیں
کر سکونگا لیکن اگر سلطان نے نہیں سنا تو میرا فرض ہے کہ قوم کو موجودہ حکومت کی خطرات سے آگاہ کر دوں تاکہ وہ اصلاح کرانے پر تیار ہو جائے میں ضرور
اس فرض کو پورا … قوم اپنی … کی خدمت کرنیکے لئے یورپ آیا ہوں۔ میرے دونوں بیٹے انکا بھی یہی خیال اور
اس کام میں مدد دینے کیلئے میرے پاس فرانس میں آگئے ہیں … ہمیشہ غالب رہتی ہے کوئی اوسکا مقابلہ نہیں کر سکتا" اسکے بعد جناب
مذکور اپنے نامہ نگار کی تحریر شائع کرتا ہے جو لکھتا ہے کہ جب میں نے پاشا اور اوسکے بیٹوں سے دریافت کیا کہ وہ حصول مدعا کیلئے کون سے وسائل
رکھتے ہیں تو شہزادہ صباح الدین اور شہزادہ لطف اللہ (فرزندان محمود پاشا …) سے حسب ذیل معلوم ہوا۔

نہ صرف … کی … پاشا … جو کہ معاہدہ پر دستخط کرنے کے لئے آئی ہوئی تھے سلطان کے
ایما پر ان کی پاس گئی کہ وہ قسطنطنیہ لوٹ جائیں … جانے سے انکار کیا۔ مگر انہوں نے سلطان کے سفراء کو صاف کہا کہ میں اپنے
ملک کی خدمت سے جو عبد الحمید کے ظلم و ستم سے حالت نزاع میں ہے کبھی دستبردار نہ ہونگا۔ ہاں ان پانچ شرائط پر قسطنطنیہ واپس جانے کو تیار ہوں۔
اول یہ کہ سلطان کل مفرورین اور پولیٹیکل جلا وطنوں کو جنکی تعداد دس ہزار کے قریب ہے عام معافی عطا کر دے۔ دوم سلطان تمام موجودہ
وزراء کو بلا استثنا برطرف کرکے ایسے آدمیوں کو مقرر کرے جنپر ملک کو فی الواقع اعتماد و بھروسہ ہے اس نئی وزارت کا سب سے پہلا یہ کام ہو
کہ وہ بجٹ کو تیار کرکے سرکاری روپئے کے موجودہ اسراف و بیدردانہ بربادی کا انسداد کرے۔ سوم مجلس اصلاح قائم کیجائے جو پارلیمنٹ
کے مشابہ ہو۔ ہر صوبہ یعنی گورنری کیطرف سے ایک ممبر اوس میں شامل ہو۔ جنکو ان صوبوں کی پراونشل کونسلیں منتخب کریں تمام مذاہب کے
اعلیٰ مقتدا بھی اس مجلس کے ممبر ہوں سلطان منتخب شدہ ممبروں کی مساوی اپنی طرف سے سابق وزراء میں سے ممبر نامزد کر دے۔ اور پھر یہ
مجلس اصلاحات تجویز کرے جنپر فی الفور بلا مزاحمت عملدرآمد کیا جائے۔ چہارم۔ اخبارات کو آزادی دیجائے۔ اگر یہ شرطیں مان لیجاویں تو
محمود کے خیال میں اوس ملک کی خوشحالی یقینی ہے۔ پانچویں شرط ذاتی ہے جو یہ ہے کہ وہ صرف سلطان کی قول و امان پر اعتبار نہیں کر سکتا

Marfat.com

اس صورت میں وہ اور اوس کے بیٹے قسطنطنیہ پہنچتے ہی ہلاک کرادئیے جائیں گے۔ البتہ اگر انگلستان و فرانس کو بیچ میں ضامن دیا جائے تو وہ واپس جانیکو تیار ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اوس کی اور اوس کے خاندان کی زندگی ہی محفوظ نہیں ہو جائیگی بلکہ وہ جس وقت چاہیں ملک کے باہر جا سکیں گے۔ سلطان نے ان شرائط کو سنکر مسترد کر دیا۔ مگر یہ کہلا بھیجا کہ پہلے محمود بلا شرط چلا آئے پھر اوسکی شرطیں یقیناً مان لی جائیں گی"

(سلطان بلاشبہ بہت ہی کمزور طبیعت ہو گئے ہوں گے۔ یا فرضی محمود کو نعوذ باللہ خدائی طاقت حاصل ہو گئی ہو گی کہ جس بادشاہ کو مار ڈالنا اور [illegible] نہ ڈالنا اسکا اب ایک ادنیٰ محمود سے اسقدر خائف ہو گئے ہیں۔ مولف بامزنگار رنڈ کو لکھتا ہے کہ محمود نے ذکر کیا کہ جب سے میں پیرس آیا ہوں اسوقت سے اب تک مجھے ترکی سے بیشمار لوگوں کے خطوط موصول ہو چکے ہیں۔ جو حال میں میرا [illegible] آمادگی ظاہر کرتے ہیں۔ اور وعدہ کرتے ہیں کہ وہ میرے ساتھ ملکر سلطان کو ترمیم اصلاح پر مجبور کرنے کی کوشش بھی نہیں کریں گے۔ ان لوگوں کی مدد اور [illegible] نظام کی [illegible] جنکو میں آمادہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں میں اس عمل میں کامیاب ہو جاؤنگا۔ لیکن اگر سلطان نے یہ بھی نہ مانا تو [illegible] سے سوال کرانیکے لئے ہر ممکن وسیلہ سے جو میرے اقتدار میں ہے کام لونگا۔ اور اس کام میں میرے تمام معاون جو قلمرو عثمانیہ میں موجود ہیں میرے ہمراہ ہونگے۔ سلطان کی معزولی پر رضامند بنا لینا ناممکن نہیں ہے۔ [illegible] سلطان کو ہر قسم کا مدت سے اندیشہ ہے۔ اور [illegible] صفیہ کی نگاہوں میں گر رہے ہیں [illegible] مدینہ جمع کرا دیا تھا۔ تعجب ہے [illegible] محمود ہو یا کوئی ارمن اب تک کسی پاگلخانہ میں کیوں بند نہیں کیا گیا۔ بہرحال پیرس کی نمائش میں اس بیضرر دیوانہ کی نمائش مہتمم نمائش کو فی روپیہ لیکر آ گئی۔ وہی اسے قابو کریں۔ (مرقومہ ۱۹ فروری سنہ ۱۹۰۰ء)

سلطان المعظم

کی ذات پر ابھی کل کی بات ہے کہ فرضی یا واقعی محمود پاشا نے تعصب اور ذاتی کاوش کی وجہ سے کیسے ناموزون حملے کئے تھے۔ یہ حملے علاوہ بے بنیاد ہونے کے اس وجہ سے زیادہ تر نازیبا ہیں کہ حملہ کرنیوالا ایک شخص بیان کیا جاتا تھا جسکی رگ و پے میں سلطانی نمک [illegible] سرایت کر رہا تھا۔ مگر باوجود اس حق نمک کے اسے حیا نہ آئی کہ اپنے آقائے ولی نعمت اور خداوند مجازی کی نسبت ایسے بہتان اور افترا اٹھائے جنکی کوئی بھی اصل نہیں۔ حضرت امیر المومنین کے حسن عمل اور نیت صالح کا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ایسے وقت میں جبکہ ایک مستکبر [illegible] پاشا یا ارمن کی ہرزہ درائیوں نے مخالفوں کو خواہ مخواہ شور مچانیکا موقعہ دیا ہو۔ خود ایک غیر قوم کا منصف مزاج حضرت کے صحیح حالات اور سادہ زندگی کا نقشہ پبلک کے سامنے رکھتا ہے۔ منصف مزاج انگلستان کا ایک [illegible] مسٹر [illegible] ہیں۔ وہ اگرچہ پولیٹیکل معاملات سے اپنی تحریر [illegible] محترز رہے ہیں لیکن پھر بھی یہ جتانے سے باز نہیں رہ سکے کہ [illegible] اہل مدبرین انگلستان کو اس قدر ترقی تعلق سے کبھی کنارہ کش ہونا واجب نہیں اور کہ حضرت سلطان المعظم ایسے فرمانروا ہیں جو [illegible] کے آغاز سے انگلستان کے ساتھ [illegible] مسلمانان عالم بالخصوص آج قیصر ہندوستان کی مسلمان رعایا کی [illegible] تحریر فرماتے ہیں۔

امیر المومنین یلدیز کوشک میں بالاستقلال عزلت اور گوشہ نشینی کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور اس عزلت کو ہفتہ میں ایک بار [illegible] فقط چند دفعہ باہر نکلتے ہیں۔ ایک تو موقعہ پر جب وہ [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

کے خرقہ مبارک کی زیارت کو تشریف لیجاتے ہیں - اور یا اسوقت جب وہ بحیثیت سلطان وقت عیدین کے موقعہ پر اپنے عمائد جلیل القدر منصبداروں کو حجرہ ایوان دلما باغیچہ میں شرف قدمبوسی عطا فرماتے ہیں ۔ اونکی عزلت لعینہ پوپ روم سے متشابہ ہے البتہ فرق اتنا ہے کہ حضرت سلطان ہر ہفتہ جمعہ کے روز جامع حمیدیہ میں ضرور نماز کے لئے تشریف لیجاتے ہیں جہاں پبلک دلی و اعلی کو بلا تمیز قوم و ملت آپکے جلوس دیکھنے کا موقعہ حاصل ہے - اور جہاں تک ہم نے سنا ہے سوائے علالت جسمانی کی کبھی ناغہ نہیں ہوتا - اُمید ہے کہ ابھی برسوں تک یہ صورت اسطرح پر جاری رہیگی - کیونکہ موجودہ سلطان باوجودیکہ ضعیف البدن ہیں - مگر پھر بھی اونکی صحت نہایت عمدہ اور قوی خوب مضبوط ہیں بارہا یہ افواہیں شہرت پذیر ہوئیں کہ حضرت کی صحت میں کچھ خلل واقع ہو گیا ہے - مگر محض غلط ہے حق دیں ہے کہ تاریخ جلوس سے آجتک سلطان کبھی ایک دن کیلئے بھی سخت بیمار نہیں ہوئے - باوجود تفکرات اُمور سلطنت اور نہ ہونے کسی قسم کی ورزش جسمانی کی صحت کا قایم رہنا صریح دلیل اس امر کی ہے کہ آپکی صحت واقعی اعلی درجہ کی ہے - اونکے چہرے سے انکے اندرونی جذبات یا خیالات کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے - اگرچہ مشرقی طرز تربیت کا یہ ایک ضروری اصل ہے مگر سلطان حال کی فطرت میں یہ خاصہ کسیقدر بڑھکر پایا جاتا ہے - راقم کو بخوبی یاد ہے کہ سلاملک کے جلوس کے موقعہ پر ایک شخص سواروں اور پیادہ فوجوں کی صفوں کو چیر کر سلطان کی گاڑی تک پہونچگیا اور ایک عرضی آپکی گاڑی میں ڈالدی - اگرچہ اس فعل سے تماشائی اور دیگر لوگ کسیقدر گھبرائے کہ مبادا بادشاہ کی ذات پر کوئی حملہ نہ کر بیٹھے مگر خود جلالت مآب کے چہرہ پر ذرا بھی تغیر واقع نہ ہوا - کل مجمع میں صرف بادشاہ کی ذات ایک ایسی تھی جو برابر مطمئن رہی - وہ بخوف و خطر اسی متانت سے بیٹھے رہے اور اس حرکت کی ذرا بھی پروا نہ کی +

اونکی آنکھیں چھوٹی ہیں - مگر بھویں ملی ہوئی ہیں بالعموم نظر زمین پر ٹکی رہتی ہے - گویا کسی خیال میں محو ہیں ۔ ڈاڑھی اگرچہ گھنی کی نہیں مگر مونہہ پر کوئی ایسی جگہہ نہیں جو ڈاڑھی سے خالی ہو - گردن کسیقدر کوتاہ ہے - اور شانے اگرچہ قوی نہیں مگر متناسب ہیں - وہ استنبولی کوٹ بالعموم زیب تن کیا کرتے ہیں جو ایک پادریانہ وضع کا کوٹ ہوا کرتا ہے - مگر سلاملک اور دیگر دربار کے موقعوں پر اکثر سب کے اوپر ایک ہلکی رنگ کا خاکی فوجی کوٹ پہنا کرتے ہیں +

ایام جوانی میں انہیں ورزش جسمانی اور شکار کا بہت شوق تھا اور وہ ابراہیم پاشا کی طرح یورپ کے سربرآوردہ اور اول درجہ کے قدر اندازوں میں شمار ہوتے تھے - اسلحہ کا شوق اور خاصکر پستول کا عشق انہیں ابتک ہے اور جو ترقیاں ان اوزاروں میں وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی ہیں - وہ انکی خدمت میں برابر وقت پر عرض کیجاتی ہیں چنانچہ ماسر کی تازہ ایجاد ریوالور جو خود بخود چلتی ہے آپ کو بہت پسند ہے +

اگرچہ خرگوش اور مرغابیاں سلطانی شکارگاہوں میں کثرت سے مل جاتی ہیں - مگر خود سلطان کو امور سلطنت سے اتنی فرصت کہاں میسر ہے کہ اونکی طرف توجہ کر سکیں +

ترکوں کی طرح سلطان بھی گھوڑے پر خوب چڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو سواری کی خوب مشق کراتے ہیں سلاملک کے جلوس کے موقعہ پر یہ کیفیت قابل دید ہوا کرتی ہے کہ سلطان کے سب بیٹے جنرل کی وردی پہنے گھوڑوں پر ہمرکاب آیا کرتے ہیں

Marfat.com

اور اسکا اہتمام یہاں تک ہوتا ہے کہ سب سے چھوٹا بھی اوسی طرح اسپ سوار ہمراہ رہتا ہے۔ حالانکہ وہ اتنا صغیر سن ہے کہ نہ تنگا زکر ہتھار سوار کرتے ہیں اور وہی اوتارتے بھی ہیں۔ مگر باوجود اس صغاثت سن کے اسطرح ران جما بیٹھتا ہے جیسا کہ کوئی کہنہ مشاق ہو +

کبھی کبھی خود بھی سلطان محل کے احاطہ کے اندر سواری کا شوق کرتے ہیں مگر پبلک میں کبھی گھوڑی پر نہیں آتے۔ البتہ مسجد سے واپس آتے ہوئے ہمیشہ آپ گاڑی ہانکتے ہیں +

ان کی طویلہ میں اعلیٰ درجہ کے گھوڑے ہیں جو انہیں ہر سال تحفۃً نجد اور عراق سے آتے ہیں +

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ عمدہ نسل کے گھوڑے یورپ میں روانہ کئے جاتے ہیں۔ اور وہ اسطرح ہوتا ہے کہ کسی سفیر یا معزز مہمان کو رخصت کے وقت عطا ہوں۔ سلطان کو یہ بھی شوق ہے کہ گھوڑے کس طرح سے رکھے جاویں۔ ابھی تھوڑے دن ہوئے کہ انگلستان سے کچھ جدید قسم کے سفری طویلے بھی گئے تھے۔ چنانچہ بعض انگریزوں نے انہیں بالیدہ تر کو شک میں [illegible] سلطان [illegible] انعام دیا +

برخلاف اکثر ترکوں کے سلطان سیر خور نہیں۔ انکی مرغوب غذا انڈے اور [illegible] ہیں۔ وہ [illegible] البتہ [illegible] بہت استعمال کرتے ہیں۔ مختصر قلت غذا اور حقہ نوشی کے سبب سے سلطان کی صحت میں فتور نہیں آتا۔ اور وہ اتنا کام کرنے پر قادر ہیں کہ شبانہ روز میں چھ گھنٹے سے زیادہ استراحت نہیں کرتے۔ ایک دو گھنٹہ صبح و شام وہ اپنے عیال اور بچوں کے ساتھ مشغول رہتے ہیں باقی سارا وقت یا تو کام میں لگاتے ہیں یا نماز میں۔ بچوں کی تعلیم اور تربیت کا [illegible] اہتمام رکھتے ہیں [illegible] صبح کے چار بجے بیدار ہوتے ہیں اور نماز سے فارغ ہو کر کچھ تھوڑا سا ناشتہ کرتے ہیں جس میں گاہ گاہ انکے بچے بھی شامل ہوتے ہیں۔ جہاں اس سے فراغت ہوئی تو وہ فوراً ایوان مابین میں تشریف لیجاتے ہیں جہاں سکرٹری [illegible] حاضر ہوتے ہیں۔ وہ [illegible] برابر کام کرتے رہتے ہیں پھر کچھ کھا کر نماز پڑھتے ہیں اور کام کرنے لگ جاتے ہیں [illegible] شب تک کام کرتے رہتے ہیں۔ مختلف صوبہ داروں اور عالی حکام کی رپورٹیں اور سفیروں کی [illegible] محکمہ جات کی عرضداشتیں سماعت کرتے ہیں اور ان پر مناسب احکام زبانی دیتے جاتے ہیں۔ اہلکار [illegible] فرما [illegible] یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ ایک فی کلرک بھی سوائے حکم سلطانی [illegible] تبدیل نہیں کر سکتا [illegible]

وہ عموماً دیوان پر جلوس فرماتے ہیں۔ اور تحسین [illegible] اور سلطان [illegible] پر دستخط کرتے جاتے ہیں۔ تحریری [illegible] (بہت اچھا) یا گنس (خیر ہو جائے) زبان سے فرماتے ہیں۔ [illegible] جہاں کلمہ حضرت کے منہ سے نکلا [illegible] اور جب [illegible] ہیں تو اولمز (کیا یہ نہ ہو گا) یا [illegible] (فضول) فرما دیتے ہیں اسی وقت وہ تجویز خارج سمجھی جاتی ہے +

اگر ترکی کسی ایسے ممالک سے جو زرخیزی وغیرہ میں اوس کے ہم پلہ نہیں کئی امور میں پیچھے ہے تو اوسکی [illegible] تو یہی ہو سکتی ہے کہ سلطان بالکل گوشہ نشین زندگی بسر کرتے ہیں اور سکرٹریوں کی وساطت اور [illegible]

سکرٹیریوں کی حلقہ کو اگر کبھی کبھی توڑتے ہیں تو صرف اس لئے۔ مگر اونکی بھی اپنی ذاتی غرضوں کے سوا اور کسی معاملہ میں دخل نہیں ہوتا۔ [illegible] کسی مزید رعایت کی التجا کریں۔ یا کسی امر کی شکایت کسی انسان کے لئے ایسی صورت میں جبکہ اوسی صرف وہ چار سکرٹیریوں [illegible] کبھی کا اتفاق ہوتا ہو۔ اور ان معاملات کے متعلق جنکا اوسی فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ ذاتی طور پر کافی علم [illegible] تقریباً ناممکن ہے کہ وہ ایک طرف تو سلطنت کے [illegible] اہم [illegible] نپٹ سکے اور دوسری طرف ملک کے ہر ایک جزئی معاملہ پر بھی نظر رکھے۔ سلطان المعظم [illegible] سے بلا تکلف اور عام معاملات پر گفتگو کرنیکا اتفاق تب ہی ہوتا ہے جبکہ کبھی کبھی حضرت ظل سبحانی ایسا کرنے [illegible] یا جبکہ وہ شاہی [illegible] اور انکی بیگمات کو مدعو کرتے ہیں۔ ایسے موقعہ پر جلالت مآب کھلے دل سے گفتگو کرتے ہیں۔ [illegible] ثابت ہوجاتا ہے کہ بیرونی دنیا سے ربط ضبط اور میل ملاپ نہ رکھنے کے باوجود قابلیت اور [illegible] موجود ہیں۔ خواہ کسی معاملہ پر گفتگو چھیڑ دی جائے۔ اونکی کلام دلچسپی سے معمور ہوتی ہے اور اونکے [illegible] خوش مذاق اور کمال [illegible] کا فوراً پتہ لگتا ہے۔ [illegible] شاہی محل میں ایک مستقل تھیٹر موجود ہے اور [illegible] تماشا کرنیوالوں کی ایک جماعت [illegible] تماشا کیا جاتا ہے۔ اور اونہیں یورپ کے تازہ ترین ناٹکوں کو بھی کھیلا جاتا ہے۔ جلالت مآب اگرچہ [illegible] بہت شائق ہیں۔ اور اس زبان میں اونکو اس سے بہت زیادہ دسترس ہے جسقدر کہ عام طور پر توقع کی جاتی ہے۔

[illegible] سلطان المعظم کے پولٹیکل اقتدار اور پولٹیکل میلانوں کا ذکر کرتے ہوئے [illegible] اعتراف کیا ہے [illegible] کا خیال ہے کہ محل میں کسی [illegible] بادشاہ کی مزاج پر بہت قابو ہے۔ لیکن جو لوگ ترکی حکومت کی اندرونی [illegible] سے واقفیت رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ بیان محض غلط ہے۔ برعکس اس کے سلطان المعظم [illegible] کو خاموشی کے ساتھ سنتے ہیں [illegible] بہت جلدی خود اپنی رائے قائم کر لیتے ہیں جسکو پھر [illegible] بہت کم بدلتے ہیں۔ [illegible] اصلاح و مشورہ کو نظرانداز کر کے اسی پر عمل کرتے ہیں۔ [illegible] عظیم الشان سلطنت عثمانیہ [illegible] تاج و تخت پر متصرف ہیں۔ [illegible] اونہوں نے کسی ایسی مخالفت کی شائبہ تک کو جو قلمرو عثمانیہ کی حدود میں انکا ارادہ [illegible] کے خلاف ہو کبھی برداشت نہیں کیا۔ نام نہاد اصلاح کی غرض سے سینکڑوں جمعیتیں قائم ہوئیں۔ اور اونکو اختیارات دیکر حصہ [illegible] لیکن [illegible] نہیں کہ اپنے [illegible] سرتاسر ناکام رہیں بلکہ اس سے سلطانی دخل اور زیادہ بڑھتا گیا حتیٰ کہ [illegible] سلطنت کی [illegible] اور انتظامی [illegible] کا مخزن و مصدر بن گیا۔ اور اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ جب تک سلطان عبدالحمید زندہ ہیں [illegible] سلطنت عثمانیہ میں بدستور [illegible] اختیار حاصل رہیگا جس پر کبھی کوئی شخص حرف نہیں رکھ سکیگا۔ یا بازپرس کر سکیگا۔

اس فرمانروائی سلطنت کا جغرافی محل وقوع اور اسکی سابقہ تاریخ صاف صاف بتا رہی ہے کہ متوقعہ عالم آشوب جنگ عظیم میں

Marfat.com

یہ حکمران جنکی طاقت وجبروت کا مجمل ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اور جو کروڑ مسلمانوں پر جنکی کئی کروڑ دوسری بہائی ملکہ معظمہ کے ظل عاطفت وحمایت میں ہیں حکومت کر رہے ہیں برطانیہ کلان کا قدرتی وطبعی رفیق اور معاون ہوگا۔ یہ امر بھی کچھ کم معنی دار نہیں ہے کہ ٹرانسوال کی دوران میں جبکہ کل یورپ ہمارے دشمنوں کا ہمدرد بنکر انکی تعریفوں کے راگ الاپ رہا اور ہماری فوجوں کی تحقیر و تذلیل کر رہے تھے صرف ٹرکی کا ملک ہی ایک ایسا ہے جسکی اخبارات بالکل خاموش رہی ہیں۔ اور یہ فقط اوسی کا فرمانروا ہے جسنے لنڈن ہمارے ... اور دوستی کا پیغام بھیجا۔ (۱۲ مارچ ۱۹۰۰ء)

"بیرون ہلڈ ورڈ یوجون" ایک جرمنی افسر اپنی کتاب موسوم بہ "مملکت عثمانیہ ... " میں ... اعلیحضرت امیر المومنین سلطان الاعظم کی ذات فیض آیات کی نسبت لکھتے ہیں:۔

"ان آدمیوں کے درمیان جو اس نسبت پر ... ایک ایسا آدمی موجود ہے کہ جسکو آگے انصاف سے لکھی ہوئی تاریخ شکر اور جلال کا تاج پیش کریگا اور آنیوالی نسلوں کو اوسکی تعریف و توصیف اور منت پذیری کرتے رہنا چاہیے ... قائم فرمانا چاہیے جانتے ہو وہ کون ہے ہاں وہ اعلیحضرت سلطان الاعظم غازی عبدالحمید ثانی ہے"

اس زمانہ کی بادشاہ اور شاہنشاہ خواہ کیسی ہی عظمت و جلال رکہتے ہوں اور خواہ انہوں نے اپنی اقوام کو کیسی ہی تمدن اور فارغ البالی سے متمتع کردیا ہو مگر سچ بات یہ ہے کہ ایک بھی اونمیں اس لائق نہیں کہ ترکوں کے موجودہ سلطان کے ہم پلہ ہو سکے۔

بات یہ ہے کہ سلطان عالیشان ہر طرح کی بہتریوں کا مصدر ہے خود ... مستقل مزاج تجربہ کار ہے اور جن تجاویز کا عملدرآمد کرنا ہوتا ہے اوسپر پہلے بہت ہی غور و فکر کرلیتا ہے۔ سلطان نے اپنے اقبال اور قرار داد ... قوت اور ... درجہ کی احتیاط اور انتظام ... جمع کیا ہے اور اس طور سے زوال کی درمیان مملکت عثمانیہ کی حالت ... کو توڑ دیا ہے اور ٹرکی کو اوسکی ... حالت پر پہونچا دیا کہ اب وہ اوسیطرح یورپ میں اپنی محافظ ہے جس طرح سولہویں صدی میں محافظ رہی تہی۔

وہ سیاسی کامیابی جو اعلیحضرت سلطان الاعظم کو حاصل ہوئی ہے وہ ... کی قوم کی فوائد اور اونکی حاجات کی تکمیل پر توجہ کرنے سے آپکو نہیں روکا۔ بلکہ آپ دیکھینگے کہ اعلیحضرت ہمیشہ ہی اسی جانب متوجہ ہیں اور اپنی اوقات کا ایک کثیر حصہ ... کے لئے وقف فرماتے ہیں۔ اعلیحضرت نے تخت حکومت پر جلوس فرماکے یہی نہیں کیا کہ صرف آپ نے سیاسی ... اپنے اعلی درجہ کے فلسفیانہ اور پر حکمت مدبرانہ ... صفات ہیں جو آپکو اور بادشاہوں اور سلاطین ...

جن جن عظیم الشان شاہنشاہوں اور فاتحین نے تاریخ میں سے اپنے لئے ایک اعلی منزلت اور ... درجہ کی بزرگی حاصل کی ہے وہ صرف خونریزی یا دوسرے انسانوں کے قتل و غارت سے حاصل کی ہے مگر اعلیحضرت سلطان الاعظم عبدالحمید ثانی کا فخر یہ ہے کہ اونکی قوت اور زور کے عوض نرمی صبر اور حلم کے استعمال کرنے یعنی اعلی درجہ کی انسانیت برتنے سے یہ اعلی منزلت اور بزرگی حاصل کی ہے۔

اس قابل تعظیم شاہنشاہ کی حکومت کا جو روز گذرتا ہے وہ ایک ایک عمدہ یادگار اپنے پیچھے چھوڑتا جاتا ہے چنانچہ اعلیحضرت اس قابل ہیں کہ شاہنشاہ "تیتوس" کا یہ فقرہ کہ "میں اپنا کوئی روز بیکار نہ کھونگا" اپنی زبان سے ادا فرمائیں۔ آپ سلطان نہیں بلکہ حقیقت

Marfat.com

ممالک عثمانیہ کو زندہ کرنیوالے اور ترکی قوم کو ایک رحیم و کریم باپ ہیں۔ آپ کے لئے کچھ صرف آپکی قوم کی فتح و نصرت اور اقبالمندی
صحت و سلامتی کی دعائیں نہیں کر رہی ہے بلکہ کروڑہا انسان آپکے تمام ملک اور آپکی صحت و سلامتی کے لئے اپنی خلوص مند دعاؤں
کی آوازیں آسمان کی جانب اٹھایا کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اعلیحضرت سلطان المعظم عبدالحمید خان مدت واحد میں ترکیوں کے
سلطان بھی ہیں اور مسلمانوں کے امام اور ان کے رسول کے خلیفہ بھی +

اس حیثیت سے آپ قسطنطنیہ کو جس کے بارے میں "نپولین" "شاہنشاہ قسطنطنیہ شاہنشاہ یورپ و ایشیا ہے" کہتا ہے جمیع ممالک
اسلامیہ [illegible] حکومت و شوکت [illegible] جو انہیں کر سکتا ان تمام [illegible] فرمایا کو
[illegible] انگلستان [illegible] اعلیحضرت سلطان الاعظم کے آگے جھکی ہوئی ہیں اور نیز ایک
[illegible] ممالک چین اور ہندوستان اور بخارا سے بہت بہت
[illegible] دینی خلیفہ [illegible] درگاہ جلال میں لوازم عبودیت و اخلاص پیش کرتی
اس [illegible] ہے کیا ہی مسلمان ہو جو ان [illegible] نہیں کر سکتا۔
[illegible] اعلیحضرت سلطان الاعظم عبدالحمید خان کی لئے ایک ایسی قدرت مہیا کر رہی ہے کہ اوس کی
[illegible]
[illegible] سلطان سلیم اول نے مصر کو فتح کیا
[illegible] رسول عربی کا [illegible] یہی دن ہے کہ جب یہ خلافت جلیل کی تبدیل
ایک [illegible] سلطان کو ملنے لگی ہے اعلیحضرت سلطان الاعظم عبدالحمید خان عثمانی خلیفہ ہیں نے خلافت کو اوس کی اصلی
رنگ میں ظاہر کیا ہے اور اس کو بحیثیت ایک عملی قوت کی ہاتھ میں لیا ہے اور چراغ بناکر چھوڑ دیا ہے کہ روئے زمین کے جملہ
مسلمان اوس کی نور سے ہدایت پا جائیں +

یہ خوفناک قوت وہ معنوی قوت ہے کہ جس سے بڑھ کر کبھی اس دنیا کی کسی انسان کو کوئی قوت نہیں ملی۔ وجہ یہ ہے کہ
اس سے خلیفہ [illegible] مسلمانوں کو اسلام کی راہ میں اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے مستعد کر دے سکتا ہے اگر اعلیحضرت موجودہ
سلطان نے اسکو صرف بنی نوع انسان کی حمایت اور مصائب و آفات جنگ کے روکنے ہی میں استعمال فرمایا +

اعلیحضرت سلطان الاعظم عبدالحمید ثانی کی آواز جب اٹھی صرف بین الاقوام امن عامہ کے قیام کے لئے اٹھی ہے۔ اور آپکی شنوائی ہوئی اور
ضرور ہے کہ ہمیشہ اوس کی شنوائی ہوئی [illegible] آپکا حلم [illegible] اور آپکا غصہ [illegible] بیٹھے ہوئے شیر کا غصہ ہے
اگر کسی روز [illegible] جنگ چھڑ جائیگی اور [illegible] دولت علیہ کو بھی اپنے ممالک کی حمایت کے لئے تیغ چمکانا پڑیگی تو یہ ضرور ہے
وہ [illegible] اعلیحضرت سلطان الاعظم کی مساعی حفظ امن عام۔ کوششہائے منع جنگ و خونریزی بے بہا ٹھہریں گی +
[illegible] سلطان المعظم کے اخلاق [illegible] اور اوس کو اپنی جان سے بھی [illegible] عظمت کی نگاہ سے [illegible]

لگے ہیں۔ اور افسوس کہ کسی قسم سے تیار نہیں کہ ان خطرناک گھڑیوں میں بھی وہ اپنے سلطان پر فخر کر رہے ہیں۔ آپ یہ کہ وہ دیکھتے ہیں کہ اس سلطان نے وطن کے زخموں پر مرہم لگایا اور اب اپنے سارے اوقات سے اس کے نقائص کے نکالنے میں مشغول ہے اور ساتھ ہی پوری ہمت سے مملکت کی اعلائی شان اور قومی آسودگی کے بڑھانے کی کوشش کر رہا ہے اور اس کے سوا یہ بھی وہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ وہ ملکداری کے معاملات میں کوئی نہ کوئی جدید حکمت ظاہر کرتا چلا آتا ہے اور پیچیدہ مسائل پر تیز نظر ڈالا کرتا ہے۔ فقراء کو از حد زیادہ مہربانی سے دیکھتا ہے مساکین پر اپنی بے حد عنایات مبذول فرماتا ہے اور بدنصیب مجرموں پر اپنی شفقت کا اظہار کرتا ہے۔

ہم بڑی شوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اعلیحضرت کی جب جلالتہ جو بات بھی تجویز فرماتے ہیں وہ سب آپ ہی کی تجویز کردہ نہیں اس سے آپ کے تجویز وزراء کا ذرا بھی مرتبہ نہیں گھٹتا۔ کیونکہ سب سے پہلے خود وہ لوگ اعتراف کرتے ہیں کہ ہم میں اتنی قوت نہیں کہ بدون اپنے مالک آقائے نامدار کے مملکت میں اصلاحات عملدرآمد پا سکیں۔

بنا بریں بمقتضائے انصاف و مصلحت ہم اہل یورپ پر مملکت عثمانیہ کے حالات کا صاف کرنا اور اس عظیم الشان کام کی بجا لانے کی اعلیحضرت سلطان الاعظم عبدالحمید الثانی کو توفیق ہوئی ہے معرض ظہور میں لانا۔ اور حقائق کو بلا کم و کاست یاد کرنا لازم آتا اور ضروری ہے (۱۵ مارچ سنہ ۱۹ء)

سلطان المعظم کا روپیہ یورپ کے بنکوں میں

یہ سچ ہے کہ سلطان المعظم کا روپیہ یورپ کے بنکوں میں رکھا ہوا ہے۔ اور زیادہ تر جرمنی فرانس آسٹریا اور اٹالیہ کے بنکوں میں ہے سنہ ۱۸۹۶ء میں اس کل روپیہ کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن ۱۸۹۷ء میں [illegible] کم ہو گئی تھی سنہ ۱۸۹۸ء میں تعداد [illegible] ۱۸۹۹ء [illegible] کمی پیدا ہو گئی کیونکہ جنگ یونان کے خرچ کا بڑا حصہ اعلیحضرت نے اپنی جیب خاص سے دیا تھا مگر دو سال میں یہ کمی پوری ہو گئی بلکہ امید ہے کہ اب اس کی تعداد تین کروڑ تک اندازہ کی جاتی ہے۔ یہ روپیہ جو سلطان کے نام سے بنکوں میں جمع ہے وہ روپیہ ہے جو انہیں بطور وظیفہ سلطنت سے ملتا ہے اور یہ وہ وظیفہ ہے جو ابتدائے سلطنت سے چلا آتا ہے کبھی کسی سلطان کی کیفیت اس طرح وظیفہ میں کمی نہیں ہوئی اور بعض سلاطین نے تو سلطنت کے خزانہ پر بھی ہاتھ صاف کیا [illegible] مگر سلطان حال چونکہ ایک عاقل اور مدبر سلطان ہیں انہوں نے اپنے اخراجات کو بہت ہی کم کر دیا [illegible] میں بھی حرم سرا کی فضول خرچی [illegible] قسطنطنیہ میں جو بنک عثمانی بنک کے نام سے مشہور ہے وہ اصل میں انگریزی بنک ہے مگر خاص سلطنت کے [illegible] مصنفوں نے بغاوت کی [illegible] مر جاتی ایسی حالت میں بنک کے بھی چھکے چھوٹ گئے تھے سلطان المعظم نے اپنی جیب سے اس بنک کو سہارا دیا۔ اور خود اس بنک کو مطالبہ کی کا روپیہ دینے پر آمادہ ہو گیا اور اخبار نویس ناکام ہو گئے اپنا سا منہ لیکر خاموش ہو رہے سلطان کی اس شہرت [illegible] سے سلطان کا بہت ہی کم خرچ ہے۔ آپ نے چند در چند وجوہات سے یہ روپیہ یورپ کے بنکوں میں رکھا ہے پہلی مصلحت تو یہ ہے کہ جو جہاز

Marfat.com

سامان حرب یورپ میں بنوایا جاتا ہے اوسکی قیمت وہیں کو بنک سے ادا کردی جاتی ہے رسالہ حمیدیہ پر خاص آپ ہی کی جیب سے خرچ ہوتا ہے۔ اور سب اسلحہ کا سوا جو قسطنطنیہ میں تیار ہوتے ہیں اور جو اسلحہ یا سامان رسالہ حمیدیہ کیلئے یورپ سے آتا ہے اسکی قیمت آپ ہی ادا کرتے ہیں۔ دوسری حکمت عملی یہ ہے کہ اس طرح روپیہ کثیر یورپ میں دولت ترکی کی ایک ساکھ بندھ گئی ہے اور تعجب کیا جاتا ہے کہ جس روپیہ کی ضرورت پڑتی ہے دولت ترکی کو مل سکتا ہے روم یونان کی جنگ سے پہلے یہ غل مچا تھا کہ ترک اخراجات جنگ نہ اٹھا سکیں گے کیونکہ ان کی [illegible] جب ایک پائی کی بھی پریشانی نہیں ہوئی تو سب کی آنکھیں کھل گئیں اور تعجب سے دیکھا کہ آخر اتنا روپیہ کہاں سے آیا پھر خبر معلوم ہوئی کہ سلطان نے اپنی جیب خاص سے دیا ہے۔ اور تاوان جنگ میں سے ایک پیسہ بھی نہیں لیا اور کل فوج کی تنخواہ بھی خرچ کر دیا گیا۔ تمام یورپ یہ اقرار کرتا ہے کہ سلطان حال کے زمانہ میں تعلیم کی بہت ترقی ہوئی ہے بہت سے مدرسے اور [illegible] بنی ہوئی ہیں یہ سلطنت کی خرچ سے نہیں بنائی گئی ہیں بلکہ جیب خاص نے انکا بار اٹھایا ہے یہ خیال کرنا بالکل ہی غلط ہے کہ سلطان نے اس خیال سے روپیہ جمع کیا ہے کہ اگر میں معزول کیا جاؤنگا تو میرے کام آئیگا اگر یہ بات صحیح ہو تو بھی بعید از قیاس ہے کیونکہ معزول ہونے کے بعد [illegible] قسطنطنیہ میں رہنا پڑیگا اور وہ روپیہ جبتک جدید سلطان اور اسکی گورنمنٹ اجازت نہ دیں ہرگز خرچ نہیں کر سکتے۔ دوسری بہت بڑی بات یہ ہے کہ معزول سلطان کے شاہانہ اخراجات کی تو اب سلطنت کے مطابق گورنمنٹ ذمہ دار ہے کسی حالت میں بھی اوسے یہ فکر نہیں ہو سکتا۔

سلطان سے وزرا نے ایک دفعہ یہ سوال کیا تھا کہ جو روپیہ آپکا بنکوں میں جمع ہے آپ کے بعد اسکا مالک کون ہوگا آپنے فرمایا کہ سلطنت لیکن اس روپیہ کا قلیل حصہ ضرورت کے وقت میری اولاد بھی لے سکتی ہے۔ پھر وزرا نے جواب دیا اولاد کی پرورش کی جب کہ گورنمنٹ ذمہ دار ہے پھر اسکی ضرورت ہی کب پڑ سکتی ہے۔ سنا ہے کہ سلطان اعظم نے یہ لکھدیا کہ میرے بعد اس روپیہ کی مالک سلطنت ہے [illegible] یورپ کے شہنشاہوں اور مدبران سلطنت نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ سلطان حال ترکی کے زندہ کرنے والے ہیں اور جبتک دنیا میں ترکی کی تاریخ رہیگی نجات دہندہ والی معزز لقب آپکے نام کے ساتھ رہیگا۔

کوئی سلطنت ایسی نہیں ہے جسمیں کچھ نہ کچھ خرابیاں نہ ہوں اور کوئی سلطنت ایسی نہیں ہے جسمیں ایک مخالف گروہ نہو۔ بلکہ میں یہ کہونگا کہ یہ سلسلہ ابتدا سے موجود ہے اور ہر ایک طرز حکومت کا دشمن ہے۔ دنیا میں کبھی کوئی حکومت ایسی پیدا نہیں ہوئی جس کا ایک گروہ مخالف نہ ہوا ہو خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی یہی مخالفانہ عنصر موجود تھا۔ اس وقت دول یورپ میں وہ گروہ ہے جو جمہوری حکومت کا جانی دشمن ہے ہزار اس گروہ کے آدمی گرفتار ہوتے رہتے ہیں اور بار بار بغاوت کی آگ بھڑکتی رہتی ہے روسیہ جرمنی [illegible] اطالیہ [illegible] ہر شخص کی فطرت میں ایک جنون ہوا ہے۔ اور وہ جنون یہ ہے کہ اوس کی رائے کے مطابق انتظام سلطنت ہو اور بس۔ حالانکہ دنیا کا انتظام کبھی ایک رائے پر نہیں چل سکتا۔

اسمیں شک نہیں کہ ترکی ایک آتش خانہ بن رہا ہے اور ایسا آتش خانہ جسمیں کبھی آگ ٹھنڈی ہی نہیں ہوتی۔

Marfat.com

[illegible]ہتی ہے ترکی میں ایسی ہی مخالف سلطنت نہیں ہے بلکہ اور بھی بہت سے فریق ہیں۔ ایک گروہ ہے جو سلطان مراد کا طرفدار ہے اور وہ سلطان حال کو اچھا نہیں سمجھتا مگر ایک گروہ ہے جو جمہوری سلطنت چاہتا ہے ایک گروہ وہ جو ہمیشہ [illegible] دشمن رہتا ہے عیسائیوں کی بہت سی فریق ہیں اور وہ ایک [illegible] کی جانی دشمن ہے [illegible] کا [illegible] اپنا پرا[illegible] اور ترکی کو قانون کی زنجیروں میں جکڑا [illegible] عیسائیوں کو [illegible] کا [illegible] نہیں ہے معمولی معمولی باتوں میں [illegible] کا اعتراضات کا [illegible] عظمت [illegible] کی منہ کا نوالہ نہیں ہے جو [illegible] انتقام [illegible]

محمود پاشا کی طرف سے جتنے اعتراضات [illegible] بھا ثبوت نہ دینا ایک عجیب استدلال ہے اعتراض [illegible] یہ فرض کریں کہ ترقی حالت بحری قوت کی [illegible] یہ نہیں ہے کہ جو اچھی [illegible] ہتے ہیں ہم کہتے ہیں یہ بالکل صحیح ہے مگر [illegible] شش یہی ہے کہ [illegible] موجودہ گورنمنٹ [illegible]

یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ [illegible] ٹیں تو ترکی یورپ میں [illegible] اُنہیں [illegible] بیس برس [illegible] اپنی زندگی میں قیام کی [illegible] اس کتاب میں سلطان حال کی نسبت [illegible] سلطان کو گالیاں دینا اپنا شعار [illegible] ہوتی بیس برس گذر رہے ہیں [illegible] لی اور ایسی حالت [illegible] سلطنت کو بچنے کے لیے کوئی امید نہیں [illegible] اور تمام یورپ کی آنکھ [illegible] جو یہ یقین دلاتی ہے کہ اوسکی حکومت [illegible] سلطنت میں ہر شخص [illegible]

کیجاتی ہے جس طرح کہ اسکے آباؤ اجداد کی ہوتی رہی تاہم اسکے صبر نے سب کچھ پیدا کر دیا ہے۔ اور اگر وہ صبر نہ کرتا تو آفتاب تک سلطنت عثمانی کی
ہستی سے مٹ جاتی۔ ہم دل سے دعا دیتے ہیں کہ سلطان عبدالحمید خان ثانی اس کامیابی۔ امن اور ترقی کے ساتھ مدت تک تمام مشکلات پر غالب آ کر
اپنی رعایا پر حکومت کرتا رہے۔ اور انکے لئے ترقی اور خوشی کا ایک زمانہ پیدا کر دے اور پھر اپنے ملک کے نجات دہندہ کا عنوان دنیا میں نام چھوڑ جائے
یہ ہے عالیجاہ مصنف کی رائے اعلیحضرت سلطان المعظم اور آپکی طرز سلطنت پر اس سے زیادہ ہمیں کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور جاننے کے لئے
بس اسقدر کافی ہے۔ (۱۵ مارچ سنہ ۱۹۰۰ء)

امدرمان کی مصری فوج کی سرکشی

ماہ فروری مارچ سنہ ۱۹۰۰ء میں مصر کی سوڈانی پلٹنوں پر سرکشی کا الزام لگایا گیا۔ انگریزی اخبارات کا بیان ہے کہ ان پلٹنوں نے ماتحت مصری افسروں کی اغوا سے کارتوس واپس کرنے سے انکار کیا۔ مصری اخبارات کا بیان ہے کہ اصل حقیقت نا سمجھ گورنر سوڈان جنرل ونگٹ کی ایک بے سبب کارروائی ہے جنہوں نے پہلے اعلان دیا کہ کوئی سپاہی رات کے دس بجے کیمپ سے باہر نہ جایا کرے کیونکہ باشندوں کی نیت فاسد ہو رہی ہے۔ اور وہ انتقام کے لئے موقعہ کے منتظر ہیں اس سے فوج میں تشویش اور باشندوں کی طرف سے بے اعتباری کا پیدا ہو جانا طبعی امر تھا چنانچہ اسکے چند دن بعد جنرل حکم ملا کہ موجودہ کارتوس خراب ہیں انکو گرم گودام میں پہنچا دیا جائے تو سپاہی حیران ہوئے کہ ایکطرف تو باشندوں کو موقعہ کا منتظر بتایا جاتا ہے اور دوسری طرف کارتوس مانگے جاتے ہیں جنپر حفاظت سلامتی کا دار مدار ہے مزید برآں انکو واپسی کی وجہ پر بھی شک سا پیدا ہو گیا یہ جانتے تھے کہ قتل خلیفہ کی معرکہ میں انہی کارتوسوں سے کام لیا گیا تھا اور انمیں کسی کا نقص نہ پایا گیا تھا۔ ان باتوں سے سپاہیوں میں بدظنی پھیل گئی۔ اور دو پلٹنوں نے کارتوس واپس دینے سے انکار کر دیا۔ اسی عرصہ میں خبر پر لارڈ کرومر نے خدیو سے ملاقات کی اور سردار ونگٹ پاشا ام درمان کو روانہ ہو گئے انکے پہنچنے سے پہلے ہی بلا طول یہ جھگڑا رفع ہو گیا لیکن دیگر جنپر اشتباہ کیا گیا تھا انکی تحقیقات و تجویز کے متعلق تنازعہ شروع ہو گیا۔ سردار نے خدیو کو مشورہ دیا کہ وہ مشتبہان کو سرسری تحقیقات عبرت بخش سزا دیئے جانیکی منظوری دے مگر خدیو نے اس سے انکار کر کے ونگٹ پاشا کو تار دیا کہ جنکی نسبت شبہ ہوا انپر باضابطہ کورٹ مارشل بیٹھایا جائے مصری اخبارات جنرل ونگٹ کی منصف مزاجی اور انصاف پسندی کو تسلیم کرتے ہیں اور گو وہ وزارت کے مشورہ سے بھی ناراض ہیں لیکن جنرل ممدوح کی ہمت کی تعریف کرتے ہیں کہ اسنے کورٹ مارشل میں انگریز پریسیڈنٹ کے ماتحت عموماً اعلی مصری افسر رکھے ہیں جو انگریز افسر کی نسبت اچھی طرح سے تفتیش و پڑتال کر سکیں گے۔

اس معاملہ کے ساتھ ہی کوئی اور بات بھی پیش آئی جس سے فروری سنہ ۱۹۰۰ء کے پہلے دو ہفتوں میں یورپ والوں کی توجہ بعض مشتبہ امور پر مبذول ہو گئی۔ منجملہ ایک خدیو مصر کا ۱۱ فروری سنہ ۱۹۰۰ء کو بحر ابیض کے ذریعہ روانہ ہو جانا تھا بعض انگریزی مخبرین نے تو اس سے بیجا اشتباہ دیکھا کہ سوڈانی پلٹنوں کے معاملہ کے آخری تصفیہ سے پیشتر خدیو کو سفر پر جانا نامناسب تھا۔ اس سے خواہ مخواہ شبہ ہے کہ یہ سفر کہیں اسی قسم کا نہ ہو جیسا کہ توفیق پاشا کا عرابی پاشا کی بغاوت کے پھوٹنے سے کچھ دن پہلے قاہرہ سے اسکندریہ کو چلا جانا۔ بعض خبیث طینتوں نے اس سفر کو بہانہ بنا لیا اور خدیو میں بگاڑ کرا دینے کا کام لینے کی کوشش کی۔ انہوں نے قسطنطنیہ تار بھیجا اس امر کا کہ گیا ہے کہ شیخ سنوسی کے نائب شیخ حیثیت کو ملکر اس سے عثمانیہ کی بجائے عربی خلافت کو از سر نو قائم کرنے میں مدد مانگے

[illegible] مصری اخبارات لکھ رہے ہیں وہ سمجھ رہے ہیں اور غالباً آپ نے سنا ہی ہوگا کہ جسکا بالخصوص سلطان المعظم نے اسی کسی نعمت کی [illegible] سمجھا ہوگا۔ تاہم خلیل اور اور دانشمندی نے انگلستان سے صلح اور جغبوب مسکن و مرکز سنوسیا کو جانیکا ارادہ فسخ کردیا۔ اور سمندر کے کنارہ کنارہ براہ خشکی صوبہ طرابلس تک جا کر اسی رستہ واپس آنیکا فیصلہ کیا۔ وہ غالباً اس وقت تک قاہرہ واپس آگئے ہونگے۔ اور اس عرصہ میں چونکہ ملک میں کسی طرح کا فساد نہ ہوئیسے جس طرح محولہ بالا انگریز مدبرین کی تشویش رفع ہوگئی ہوگی اسی طرح خدیو کی شیخ سنوسیہ کو ملاقات نہ ملنے سے متذکرہ صدر مفتریوں کو ہمیشہ کیلئے روسیاہی نصیب ہوگئی ہوگی +

انہی ایام میں چند مصری و فرنچ اخبارات نے تحریر کیا کہ انگلستان نے کچھ توپیں معہ سامان جنگ جو خالص مصری ملکیت تھیں جنوبی افریقہ کو بھیجی ہیں۔ اور یہ امر مصر کی حیاۃ و نیوٹرلٹی کے صریح نقیض ہے۔ بعض مصری اخبارات اس واقعہ کے درست ہونے پر بڑے دعوے کے ساتھ مصر ہیں لیکن اب تک کسی یورپین طاقت کے معترض ہونے کی خبر موصول نہ ہونے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خبر درست نہیں ثابت ہوئی ہوگی۔ یا بصورت صحیح ہونے کے اس معاملہ کو قابل التفات نہیں سمجھا گیا ہوگا۔ نجاشی کے متعلق بھی متضاد خبریں مشہور ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ وہ سوڈان پر ضرور حملہ کریگا۔ اور اکثر کا خیال ہے کہ وہ ایسی دلیرانہ کام کا مرتکب نہیں ہوسکیگا۔ اور قرائن سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ انگلستان کو ایک ہی وقت افریقہ کے دوسرے سرے پر بھی کسی غنیم سے نبرد آزما نہیں ہونا پڑیگا۔ تاہم یہ ظاہر ہے کہ چند برسوں کے بعد افریقہ میں طرابلس کے سوائے دوسری اسلامی ریاست صرف ایک مراکو کی رہجائیگی جسکا چند برس اور قایم رہنا اس سے زیادہ تعجب خیز نہ ہوگا۔ جسقدر کہ اس عرصہ میں اسکا بھی معدوم ہو جانا۔ کاہلوں اور غافلوں کے حق میں یہی سنت اللہ چلی آئی ہے۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ افریقہ کی تقسیم میں اعظم ترا کی اصل مالک سلطنت عثمانیہ کو تو خیر کچھ حصہ نہ ملا ہی۔ وہ باقیماندہ مقبوضات کو ہی سلامت رکھے۔ بنی نوع انسان کے حقیقی خیرخواہ اور گری ہوئی قوموں کو ذلت سے بلندی پر پہونچانیوالی قوم انگلشیہ کو بھی کوئی معقول حصہ نہیں ملا۔ ورنہ گزشتہ پندرہ سولہ برسوں میں دنیا کو اسقدر اسلامی ریاستوں کی حیثیات عزیزہ کا خوفناک منظر نہ دیکھنا پڑتا۔ جرمن فرنچ۔ پرتگالی۔ الغرض انگریزوں کے سوا باقی جس قوم کو دیکھو اوس نے مسلمان حکومتوں کو قطعاً ناپید اور باشندوں کو اور زیادہ جاہل و ذلیل بنانیکی کوششوں ہی کو مدنظر رکھا ہے۔ چنانچہ انمیں سے اکثر کے زیرحمایت یا زیرحکومت علاقوں میں ایک قدیم حکومت باقی نہیں رہگئی۔ اور جو معدودے چند باقی ہیں اونکی بربادی کا کام برابر جاری ہے۔ اسکے برعکس انگلستان نے افریقہ کے ہر حصہ میں عموماً بے نظیر عالی ظرفی اور کمال شائستگی [illegible] ورنہ زنجبار و سکوٹو و بنوپ وغیرہ کی ریاستیں بھی مدتونکی نیستاً نابود ہوچکی ہوتیں۔ اسکے ساتھ ہی باشندونکو [illegible] تہذیب و اصلاح میں بھی وہ ہمیشہ تابمقدور کبھی پہلوتہی نہیں کرتا۔ پس افریقہ کی یہ بدقسمتی تھی کہ [illegible] بہت سا حصہ الٰہی برکتوں کے حصول سے محروم رہا۔ اور ظالموں کے پنجہ میں جا پہنسا۔ (۱۲ مارچ سنہ ۱۹۰۰ء)

سلطنت ودوم سیاحت قیصر و قیصرہ جرمنی شہنشاہ جرمن ٹرکی میں ؛-

قیصر قیصرہ جرمن ۱۷ اکتوبر سنہ ۱۸۹۸ء کو دو بجے دوپہر کے ڈارڈنیلز میں رونق افروز ہوئے۔ اور قسطنطنیہ میں ۸ بجے کو وارد ہوئے۔ پروگرام کے مطابق اونکو قسطنطنیہ میں

قیصر ولیم ثانی شہنشاہ جرمنی قیصر آگسٹا ۱۲ نومبر سنہ ۱۸۸۹ء کو حضرت امیرالمومنین کی ملاقات کیلئے قسطنطنیہ پہونچے تھے۔ اس سیاحت میں سلطان المعظم [illegible]

۱۰ اکتوبر کو ۸ بجے پہونچنا چاہیئے تھا۔ مگر سخت جنوبی آندھی چلنے کے باعث جہاز [illegible]
جہاز بندرگاہ وسنی واقع بحیرۂ اڈریاٹک میں لنگر انداز کئے گئے اس بندرگاہ پر جہاز دس بجے کے دس منٹ تک ٹھہرے
جب آندھی مدھم پڑ گئی۔ دونوں جہاز روانہ ہو پڑے۔ ۱۰ اکتوبر کو دو بجے دوپہر کے ڈارڈنیلز میں جہاز ہرتھا سے مل گئے
۱۱ کی صبح کو آٹھ بجے جہاز ہاہن زولرن ترکی جھنڈا اڑاتا ہوا اکوسیر (جہاز) ہیلیا۔ ہرتھا اور سلطانی جہاز عزیز الدین سمیت
یوز دولمہ باغچہ محل کے سامنے لنگر زن ہو گئے۔ قیصر و قیصرہ کے جہاز سے فاصلہ پر جرمنی کی بیڑہ جہازات تھا۔ تمام جہاز خوب
آراستہ و پیراستہ تھے۔ اور اچھی طرح سجائے ہوئے تھے۔ بندرگاہ میں داخل ہونے پر جہاز ہرتھا نے سلامی کی توپیں سر کیں
جنکا جواب تمام بیٹریوں سے بھی دیا گیا۔ جہاز ہاہن زولرن لنگر زن ہوا ہی تھا کہ وزیر اعظم۔ وزیر بحر۔ سفیروں کا نائب
ملاقی جہاز پر سلطان کی طرف سے قیصر و قیصرہ کو خیر مقدم کہنے آئے۔ تھوڑے عرصہ بعد قیصر و قیصرہ کے ہمراہی دولمہ باغچہ کیطرف
روانہ ہوئے۔ اور تھوڑی منٹوں بعد قیصر و قیصرہ توپوں کی سلامی کے درمیان کشتی پر سوار محل کے بندر پر اترے۔ یہاں
حضور پرنور حضرت سلطان المعظم اپنی سلطنت کے تمام بڑے بڑے سول اور فوجی افسروں سمیت پوری وردی زیب تن
کئے ہوئے موجود تھے۔ حضور سلطان نے قیصرہ کو خود سہارا دیکر اتارا اور اس کے بعد قیصر کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ نہایت
تپاکانہ گفتگو اور حسب صاحب سلامت کے بعد سلطان نے قیصرہ کو بازو میں لیکر قیصر سمیت محل کیطرف مراجعت فرمائی۔ تھوڑی دیر آرام
کرنیکے بعد دو شاہی گاڑیاں جو دروازہ پر تیار تھیں سوار ہوئے۔ حضور سلطان نے قیصرہ کو گاڑی میں بیٹھنے میں مدد دی اور خود نفس
نفیس قیصرہ کی بائیں طرف بیٹھے۔ مقابل میں گرانڈ ماسٹر منیر پاشا بیٹھے۔ شہنشاہ دوسری گاڑی میں جلوہ افروز ہوئے اور حضور کے مقابل
وزیر اعظم اور مارشل جواد پاشا بیٹھے۔ دونوں گاڑیوں کے آگے چار چار گھوڑے جتے ہوئے تھے۔ ان دونوں گاڑیوں کے پیچھے قیصر کے
ہمراہی گاڑیوں پر سوار تھے۔ مینرکاش کی سڑک کے کنارے اور یلدز کی پہاڑی تک دو رویہ قطار میں مسلح فوجیں صف بستہ کھڑی ہوئی
تھیں۔ یلدز میں پہونچ کر سلطان اپنے معزز مہمانوں کو مراسم محل کیطرف لے گئے جو کہ نہایت شان و شوکت اور خوبی سے سجایا ہوا تھا۔
اس کے بعد حضور سلطان المعظم محل کیطرف تشریف لیگئے اور بہت جلد پھر قیصر اور قیصرہ سے سرکاری ملاقات کی۔ انہوں نے بھی
ملاقات بازدید کی۔ اسکے بعد جلوس جرمن سفارتخانے واقع آیاز پاشا کی طرف روانہ ہوا جہاں کہ قیصر و قیصرہ رونق افروز ہوئے۔
۱۱ کی شام کو حضور سلطان نے ایک نہایت عالیشان دعوت اپنے معزز مہمانوں کو دی۔ اس دعوت میں جرمن سفیر اور سفارت کے
اور عہدہ داران مدعو کئے گئے تھے۔ اسی تاریخ کو ترکی اخبارات نے قیصر اور قیصرہ کی عکسی تصویریں چھاپیں اور ملاقات کی پولیٹکل ضرورت پر لیڈنگ آرٹیکل لکھے۔
اخبار صباح لکھتا ہے:۔ "ہمارے عالیشان سلطان اور ہز امپیریل مجسٹی نے دنیا میں امن قائم رکھنے کی خواہش ظاہر فرمائی ہے۔ دنیا
کے دو عالی شان سلطانوں کی ملاقات کا مطلب سوائے مغرب اور مشرق میں امن قائم رکھنے کے اور کچھ نہیں۔ قیصر کی تشریف آوری
ہمیشہ کے لئے ترکوں اور جرمنوں کے دل میں یاد رہیگی۔ ترک قوم خداوند تعالیٰ سے صدق دل سے دعا مانگتی ہے کہ قیصر اور
ان کے معزز میزبان ہمیشہ کے لئے با اقبال رہیں۔"

Marfat.com

اقدام۔ حضور قیصر کا دوبارہ تشریف لانا گویا قیصر کی ترک قوم سے محبت اور سلطان سے گہری دوستی پر محمول کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ آجکی ملاقات ترکوں اور جرمنوں کی دوستی کا بیّن ثبوت ہے ۔

اخبار حقیقت لکھتا ہے۔ کہ قیصر کے قسطنطنیہ میں دوبارہ رونق افروزی ثابت کرتی ہے کہ ہمارے آقا حضور سلطان المعظم کی صفات حمیدہ ایسے ہیں کہ اونکو دیکھکر بادشاہان یورپ خود بخود کھچے چلے آتے ہیں۔ ہم قیصر کی تشریف آوری سے نہایت خوش ہیں اور فخر کرتے ہیں۔ قیصر ہمارا مخلص دوست اور ہوا خواہ ہے۔ سلطان اور قیصر کی دوستی سے ترکی اور جرمن دونوں کو فائدہ ہوگا ۔

واقعات ۱۹ اکتوبر روز شنبہ | شام کیوقت محل یلدز میں ایک شاہی دعوت قیصر و قیصرہ کی اعزاز میں کی گئی۔ ۱۲۰ اشخاص مدعو کئے گئے تھے جن میں وزیر اعظم۔ دیگر وزراء سلطان کے خانگی فوجی افسر اور عہدہ دار جرمن سفارت کے اور نیز ترکی فوجی اور بحری جرمن [illegible] شریک تھے سلطان کے داہنی طرف قیصرہ تھیں اور قیصرہ کی بائیں طرف وزیر اعظم۔ سلطان کی بائیں جانب قیصر اور قیصر کے [illegible] جرمن سفیر تھے۔ منیر پاشا مترجم کا کام کرتے تھے۔ سلطان نے اپنے مہمانوں کے ساتھ شام کیوقت لمبی گفتگو کی اور سب حاضرین سے بھی گفتگو فرمائی۔ ہر شام کیوقت جنرال ان کیسل قیصر کے ایڈیکانگ نے قیصر کی طرف سے سلطان المعظم کی خدمت میں ولیم اول اور ملکہ اوگسٹا کا سنگ مرمر کا بسٹ (اوپر کے آدھے دھڑ کا بت) نذر کیا ۔

سلطان المعظم نے مجیدیہ کا اول درجہ کا تمغہ جسمیں ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ جرمن سفیر کو اور آل عثمانیہ کا امتیازی تمغہ جنرل وان کونٹ ہین برگ گرانڈ ماسٹر کو عطا فرمائے ۔

سینٹ پیٹرزبرگ سے ایک خبر آئی کہ اخبار نوویٹ قیصر جرمن کی سیاحت ترکی پر ایک مضمون لکھ کر [illegible] بیان کرتا ہے کہ قیصر اپنی ملاقات سے تجارتی فوائد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ قیصر کی سیاحت علاقہ فلسطین کی بابت یہ بیان کرنا خالی از معنی نہیں کہ پہلی ہوہن زولرن خاندان کے دو شاہزادوں نے اس ملک کی سیاحت کی ہے۔ سنہ ۱۲۱۳ء میں فریڈرک اعظم اول کے [illegible] گئے تھے ۔

واقعات ۲۰ اکتوبر روز جمعرات | قیصر اور قیصرہ سلطانی جہاز [illegible] پر جہاز سلطانیہ تشریف لیگئے۔ استقبال کیلئے [illegible] کمانڈر جہاز توفیق پاشا منیر [illegible] خارجیہ اور دیگر پاشا [illegible] موجود تھے۔ [illegible] سے سجا ہوا تھا اور سنہری کمبل کی روشنی [illegible] ایک قیصر کے مقابل قیصرہ تھیں اور داہنی جانب [illegible] مارشل [illegible] میران پاشا تھا۔ قیصر کے داہنی توفیق پاشا اور بائیں جانب [illegible] مارشل تھا۔ بینڈ باجہ [illegible] والوں کو [illegible] شہنشاہ بحری وردی میں تھے اور [illegible] کا جو اونکی قسطنطنیہ میں ہوئی ترکی افسروں سے ذکر کیا گیا۔ [illegible] بجے کے قریب قصر [illegible] محل [illegible] واپس تشریف لائے۔ [illegible] شاہانہ تھا۔ اور قیصر کے محل میں تشریف لانے سے تھوڑی دیر پہلے [illegible] چلا گیا ۔

۲۱ اکتوبر بروز جمعہ۔ آج ٹرین میں [illegible] قیصرہ [illegible] تشریف لے گئی۔ آٹھ گاڑیاں تھیں پہلی گاڑی [illegible] گاڑی [illegible] شاہی استعمال کیلئے تھی۔ [illegible] تیسری [illegible] قیصر [illegible]

Marfat.com

تھی۔ باقی گاڑیاں سب بابادہ کھانے کی تھیں جدید ساخت سے ہے کہ تمام سفر میں قیصر و قیصرہ جو ... پڑھنا [illegible]
سفر میں قیصر نے کمپنی کے منیجروں سے ملک کے حالات اور ریلوے کا اثر اسکی تجارت اور زراعت پر نیچرل مضامین پر گفتگو کی۔
کھانے کی تمام گاڑیوں میں اعلیٰ قسم کے پھل ناشپاتی سیب سالوچہ۔ اور دیگر پھل نہایت احتیاط سے رکھے ہوئے تھے قیصر [illegible]
قیصرہ نے گاڑیوں میں سفر کرنے اور دیگر تکلفات کا شکریہ ادا کیا۔
ہرقلیہ میں سول افسروں نے قیصر و قیصرہ کا استقبال کیا جن کو سبز پھول پھینکے گئے اور دو خوبصورت پہلوں کو دروازے بنائے گئے اور جرمن اور
ترکی جھنڈیاں لگائی گئیں قیصر اور قیصرہ نے یہاں ایک گیند تک کارخانہ کا ملاحظہ فرمایا قیصرہ نے کارخانے میں کام کرنیوالی لڑکیوں سے جو
یونانی اور ترک تھیں بڑی مہربانی کی۔ ان سے انکے کام کی بابت میں پوچھا اور انکی طرز زندگی دریافت کی شہنشاہ جرمن کو واپس
ہونے پر نیچر کارخانہ نے ایک قالین حسب حکم سلطانی نذر کیا۔ کارخانہ ملاحظہ فرمانے کے بعد قیصر و قیصرہ اس محل میں جو خاص انکی خاطر
تعمیر کیا گیا تھا تشریف لے گئے محل ایشیائی طرز کا تھا۔ اور اسکا تمام سامان وغیرہ ہرقلیہ کے کارخانہ کا بنا ہوا تھا کل مہمان تعداد میں
ساٹھ تھے۔ روانہ ہونے سے پیشتر قیصر نے ایک تار سلطان المعظم کو ہرقلیہ میں قیصر و قیصرہ کے عالیشان استقبال اور اس خوشی کا جو قیصر و
قیصرہ کو ہرقلیہ کا ملاحظہ کرنے سے ہوئی شکریہ کا دیا۔ تین بجے قیصر و قیصرہ قسطنطنیہ واپس روانہ ہوئے۔
ہرقلیہ کے تمام باشندے۔ کارخانہ کی کام کرنیوالی لڑکیاں اور فوجیں کنارہ پر جمع ہو گئیں۔ اور قیصر و قیصرہ کو جو زرد ہیے
جنہوں نے جہاز سے تمام حاضرین کو سلام کیا۔
۲۲۔ اکتوبر بروز ہفتہ | سلطان قیصر و قیصرہ گاڑی میں سوار ہو کر بالٹا کی طرف روانہ ہوئے (بالٹا محل ہے) فوجیں اپنی اپنی
جگہ پر کھڑی ہو گئی تھیں۔ جب قیصر و سلطان پہونچے جرمن اور ترکی جھنڈے لہرائے گئے۔ اور جب شاہان نے لشکر کی سیر چاہا تو جرمن گیت
باجوں میں گائے گئے۔ اور فوجوں نے نعرہ تحسین بلند کیا۔ اس کے بعد فوجوں کا معائنہ ہوا۔ فوجوں کا معائنہ کرنے کے بعد سلطان محل یلدز
اور قیصر مع قیصرہ عاصم محل کی طرف تشریف لے گئے۔ اس شام کو الوداعی دعوت یلدز محل میں دی گئی قیصر سلطان کی داہنی جانب اور قیصرہ بائیں
طرف رونق افروز تھیں کھانا دو میزوں پر چنا ہوا تھا۔ سلطان اور قیصر و قیصرہ کے ساتھ میز پر تمام شہزادے سفراء اور ان کی
لیڈیاں اور دوسرے ترکی اور جرمن افسر تھے۔ کھانے سے پہلے قیصر و قیصرہ سے سفراء اور انکی لیڈیوں کی ملاقات کرائی گئی شام کے وقت
قیصرہ شاہی حرم میں تشریف لے گئیں۔ اور گیارہ بجے کے قریب قیصر محل عاصم کی طرف تشریف لے گئے۔ اور تمام مہمان رخصت ہوئے چونکہ
آج کا دن قیصر کے جنم کا دن تھا اسلئے دوپہر کے وقت توپوں سے سلامی ہوئی۔ الوداعی روانگی دولمہ باغچہ محل سے ہوئی اور [illegible]

شہنشاہ ولیم ثانی دارالسعادت میں سلطان اعظم کیجانب سے شاہی ڈنر

اس شاہی ڈنر میں ڈیڑھ سو وزراء سلطنت اور امرائے دولت شہنشاہ کے ہمراہی عہدہ داروں کو دعوت دی گئی تھی سب کو میز پر بٹھایا گیا تھا پہلی میز کے سرے پر اعلیٰحضرت
رفیع المنزلت خلیفہ اعظم تشریف فرما تھے۔ آپ کے سیدھے ہاتھ پر شہنشاہ بیگم اور بائیں جانب شہنشاہ تشریف فرما تھے [illegible]

Marfat.com

حضور صدر اعظم تھی شہنشاہ بیگم کے بازو کونٹس بر کدرف تہیں (جو شہنشاہ بیگم کی رئیسۃ التشریفات یعنی معتمد پیشی ہیں) کونٹس کے بازو مسیو بودیلیو جرمن کاونسیر خارجہ ایسطرح سب اپنی اپنی درجہ کے مطابق وزرائی دولت اور شہنشاہ کی ہمراہی اعلیٰ اعلیٰ عہدہ دار اور لیڈیاں تھیں۔ دوسری اور تیسری میز پر دونوں طرف کی باقی عہدہ داران سلطنت و امرا مملکت ان ان کرسیوں پر جو انکے لئے پہلے ہی سے مقرر کردی گئی تھیں بیٹھے ہوئے تھے کہانیکے ابتدا آٹھ بجے اور اسکا اختتام ۱۰ بجے ہوا کہانے کے اس عرصہ میں محلسرای یلدز کی شاہی بیانڈ نہایت ہی مسرت انگیز اور لطافت بار سُروں میں کانوں سے گذر کر روح کو خوشگوار نغمے سنا رہا تھا کہانا ختم ہونیکے بعد معزز مہمان مابین ہمایونی کے مخصوص زینہ پر پہونچے جہاں سے جامع حمیدی کی گرداگرد اور اس میدان سے لیکر جو جامع حمیدی کے مغرب میں واقع ہے اس باغ تک جسمیں شوق اشفقت کی نمائشگاہ کہولی گئی تھی۔ اور یہ نیز اور بھی محلہ کی تمام بلند اور اونچی اونچی کوٹھیوں پر کی آرستگی اور روشنی کا تماشہ قابل دید تھا۔ شہنشاہ اسوقت تمغۂ خاندان آل عثمان اور مرصع کا تمغہ امتیاز۔ اور شہنشاہ بیگم مرصع کا تمغہ شفقت لگائی ہوئی تہیں۔ اعلیحضرت کے تین تمغے تیار کروائی اور دو شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم کو عطا فرمانے اور ایک خود زیب بر کرنیکا حال پہلے بیان ہوچکا ہے۔ اب ہم ان ہدیوں کا ذکر کرتے ہیں جو شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم نے ہماری اعلیحضرت کو دیئے۔ چنانچہ شہنشاہ نے ہمارے آقائی جلالت مآب خلیفہ اعظم کو شاہی ڈرنر کے وقت مشیر جنرل فالکنہ کے ہاتھ تین مورتیں ہدیہ بھیجیں۔ ایک مورت شہنشاہ کے دادا ولیم اول کی ہے۔ اور دوسری مورت شہنشاہ کی اور تیسری مورت خود شہنشاہ کی ہے جسکا طول ۹۴ سنٹیمیٹر ہے (تخمیناً ۳۸ انچ) اور جو ایک بہت ہی قیمتی معدنیات سے تیار کیگئی ہے۔ ان مورتوں کے علاوہ ایک مہر رکابی کا تھا ہی جسکو خاندان ہونہنزولرن (وہ خاندان جسکی نسل سے شہنشاہ ولیم ہیں) اپنے خاندان کے تمام آثار قدیمہ میں سب سے بزرگ اور نفیس چیز سمجھتا ہے۔ شہنشاہ بیگم نے ایک بہت ہی عمدہ اور بیش قیمت سامان چائے نوشی کا سٹ ہدیہ دیا اور اعلیحضرت سلطان اعظم نے بہی شہنشاہ بیگم کو سب سے اعلیٰ قسم کا الماس کا کوٹ پر لگانیکا بروچ (زیور) جسکی قیمت کا تخمینہ چار ہزار پونڈ کیا جاتا ہے۔ ہدیہ عنایت فرمایا۔

جب اس نادر آرستگی کی جو اس رات میں کیگئی تہی سیر ہوچکی تو اسوقت شہنشاہ نے اعلیحضرت جلالتمآب سلطان اعظم سے اس بے نظیر عنایت کا جس سے انکا استقبال کیا گیا تہا۔ اور اس بڑی تزک و شان کا جس سے انکے ساتھ برتاؤ کیا گیا اپنا بہت ہی بڑا شکریہ ادا کیا اور زیر بار منت ہونا ظاہر کیا۔

ضیافت کا دوسرا روز چہار شنبہ — قیصر جرمن کی ضیافت کی پہلی رات رحمت اور مسرت کے ساتھ ختم ہوچکی اور اب چہار شنبہ کی صبح ہوئی شہنشاہ بیگم نے عصمت مآب علیا حضرت والدۂ سلطان اعظم اور حرم سلطانی اور دوسری سلطانہ بیگموں سے ملاقات کرنیکی غرض سے حرم سلطانی کا رُخ کیا جہاں انکا انکی معزز رتبہ کے شایان شان استقبال کیا گیا۔

شہنشاہ تھوڑی دیر تک قصر الضیافت میں ٹھہرے رہے۔ اور اسکی بعد ساڑھے آٹھ بجے صبح کے ایک شاندار جلوس میں شہنشاہ کی سواری روانہ ہوئی۔ ذیل کے امراء دولت آپکی ہمراہ تھے۔ مشیر شاکر پاشا مشیر قامیہو فنسر پاشا۔ توفیق پاشا سفیر دولت علیہ متعینہ برلن۔ بریگیڈیر جمیل پاشا اڈیکانگ اعلیٰ حضرت۔ ناصر پاشا۔ انکے علاوہ اور بھی چند اڈیکانگ اور اعلیٰ افسر تھے جسمیں شاہی باڈی گارڈ ساتھ اور اسی طرح شان و شوکت کیساتھ سواری طولمہ باغچہ پہونچی۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

سلہ اس مقام پر ہم نے ہی مستقل فوج کا ایک دستہ اسپیاٹ کی سلامی کو تیار تھا۔ اور اس کو سب جلوس جہاں شہنشاہ کی سواری کسی مقام پر ٹھہرتی تو ملمیسیا ہو بوشام پر شہنشاہ کو گذر نیکے بعد سرود و خیال کیا۔

طولمہ باغچہ پہونچکر شہنشاہ ذی ایک خاص سلطانی کشتی میں نشست فرمائی جسکی نسبت تمام کام کرنیوالی [illegible]
رہتا تھا شہنشاہ کا اسٹاف دوسری کشتیوں میں سوار رہا جنمیں تین تین پانچ پانچ چپو اکام موہے تھے۔ تمام چھوٹی چھوٹی دخانی کشتیاں
جنکے آگے دنسترلیفیہ نامی کشتی تھی۔ اس سلطانی کشتی کے جہاں جہاں وہ چلتی وہ گرد و پیش دچپ راست چل رہی تھیں تمام مملکت
دول کے جہازوں سے جو بندرگاہ میں تھے۔ اور تمام سلطانی جہازوں نے جھنڈوں کے ذریعہ سے شہنشاہ کی سلامی اوتاری۔ یہ بجرہ پہلی ہی ہوتے
ہوئی ایوب تک آگیا اور یہاں سے گولڈن ہارن (شاخ طلائی) میں جہازات کے کارخانہ پر گذرا جس کے روبرو تمام عثمانی جہازات جو جہات
ہی آہستہ کیئے گئے تھے صف بستہ تھے۔ اور ان جہازوں کی ساری فوج اپنے اپنے جہازوں کے بالائی حصہ پر نمودار ہو کر نہایت ہی زور شور کی
آوازوں میں جو ہوا میں گونج رہی تھیں "چوق یشا" کے نعرے لگا رہے تھے خراماں خراماں یہ بجرہ اسیطرح سیر کرتے ہوئے گودی ایوب تک
پہونچگیا جہاں وہی مراسم استقبال جو ابھی عمل میں ہو گئے تھے ادا کئے گئے یہاں ساحل پر پہونچ جانیکے بعد شہنشاہ اصطبل عامرہ کے [illegible]
باد پا پر سوار ہو گئے جسکی قیمت کا اندازہ ڈیڑھ ہزار پونڈ کیا جاتا ہے۔ اور اسیطرح اسٹاف کے کل افسر اصطبل عامرہ کے اصیل گہوڑوں پر سوار ہو گئے
گہوڑوں کا جلوس آستانہ کے بیرون فصیل تک گیا۔ اور پھر وہاں سے آدرنا کے دروازہ پر وہاں سے یدی قلعہ پر جا پہونچا فصیل کی سیر کر کے
بعد یہ گہوڑوں کا جلوس ادرنا کے دروازہ پر واپس پہنچگیا جہاں خاص سلطانی بگھیاں شہنشاہ کی انتظار میں کھڑی ہوئی تھیں۔ اب سب
گہوڑوں سے اتر کر بگھیوں میں سوار ہو گئے۔ اور یہ جلوس سلطان محمد فاتح کی قبر کے راستہ پر سے سراج خانہ باشی شاہزادہ باشی۔ دنزنجی لر وغیرہ
راستوں پر سے ہوتا ہوا سرکجی نامی اسٹیشن پر بارہ بجے پہونچا جہاں (تسرلیفیہ) نامی کشتی شہنشاہ کی انتظار میں کھڑی ہوئی تھی۔ اب بگھیوں
سے اتر کر کشتیوں پر سوار ہو گئے۔ اور تھوڑی ہی دیر میں کشتیاں انکو طولمہ باغچہ پر جو گویا شہنشاہ کا صدر اسٹیشن تھا لے پہنچیں اور یہاں سے
سلطانی بگھیوں پر سوار ہو کر محل سرائے یلدیز میں واپس پہونچگئے۔

اب ہم شہنشاہ بیگم کی سیر کو بیان کرتے ہیں۔ حرم سلطانی ٹھیک دو بجے واپس ہوئیں اور اسی جلوس کے ساتھ جو شہنشاہ بیگم کے شایان شان
ہے طولمہ باغچہ میں آئیں۔ طولمہ باغچہ میں شہنشاہ بیگم ایک سلطانی دخانی کشتی پر جسکا نام ([illegible]) سوار ہوئیں۔ اور اس نے
تھوڑی ہی دیر میں شہنشاہ بیگم کو بکلربیگ کی محل میں پہونچا دیا۔ ایک فوجی دستہ نے سلامی اوتاری۔ اور شہنشاہ بیگم نے تھوڑی دیر تک
استراحت کرنیکے بعد محل مذکور کے کمروں میں آراستہ و پیراستہ ساز و سامان اور حیرت انگیز نقش و نگار کو جو ان کمروں میں تھا ملاحظہ کیا محل کو ملاحظہ
کے بعد شہنشاہ بیگم ایک شاہی گاڑی پر سوار ہو کر بکلربگی اور کاندیلی کے راستوں سے چاملجہ میں گئیں۔ جہاں اس پانی کی جو اپنی صفائی اور
شیرینی میں مشہور عالم ہے نہر جاری ہوتی ہے۔ یہاں پہونچکر شہنشاہ بیگم نے چاء نوشی کی۔ اور اس کے بعد وہ نہر کے منبع تک گئیں اور وہاں سے
پیدل ہو کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھیں۔ اور اپنی دوربین کے ذریعہ سے گرد و پیش کی دلفریب اور خوش آئیندہ منظر دیکھنے لگیں۔

تھوڑی دیر کے بعد شہنشاہ بیگم محل بکلربگی میں لوٹ آئیں اور اسی مقام پر اپنے آنیوالی کشتی رہبر پر سوار ہو گئیں جسنے بہت ہی
جلد طولمہ باغچہ میں پہنچا دیا۔ طولمہ باغچہ میں شاہی گاڑی پر سوار ہو کر ۴ بجے محل سلطانیہ میں پہونچگئیں طولمہ باغچہ سے کر محل
سرائے تک آستانہ علیہ کی ہزاروں عورتیں [illegible] راستوں پر کھڑی ہوئی تھیں اپنی دلکش آوازوں میں [illegible]

Marfat.com

کر رہی تھیں جس سے ایک پُرلطف سماں پیدا ہو گیا تھا۔ شہنشاہ بیگم نے اس اظہار محبت سے اپنی نہایت ہی مسرت و خوشنودی ظاہر کی اور چپ چاپ راست اپنا سر جھکا کر ان عورتوں کو سلام کیا۔ شہنشاہ بیگم نے محل سرا میں پہنچتے ہی قصر الضیافت کا رخ کیا۔ جہاں شہنشاہ پہلے ہی پہنچ چکے تھے اور اسباب کھانے کے لئے شہنشاہ بیگم کا انتظار ہو رہا تھا۔ کھانے کے بعد سفرا و دول یورپ اور انکی محترم لیڈیوں کو شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم کی باریابی کی اجازت دی گئی۔

وقت شب غروب آفتاب کے ایک گھنٹہ پیشتر شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم دونوں ہی بگھی میں سوار ہو کر اس جلوس و طمطراق کے ساتھ جو ایک معمولی بات ہو گئی تھی معمولی صدد مقام طولمہ باغچہ پر پہنچے جہاں سے شہنشاہ بیگم تو ایک چھوٹی دخانی کشتی پر جو جہاز ہوہنزلرن کے ساتھ آئی تھی سوار ہو کر اور باقی بذریعہ سلطانی کشتیوں کے سفارت جرمنی کے جہاز موسوم لورلی پر گئے جس نے شہنشاہ کو باسفورس میں آبنائے سے لیکر مدخل بحر اسود تک کی سیر کرائی۔ جہاز لورلی کے مدخل بحر اسود پر پہنچتے ہی مقام مذکور کے دو دو قلعوں اور توپخانوں سے توپ شاہی نے سلامی اتاری۔ رات ہو جانیکی وجہ سے مقام مذکور پر فوج نے رنگ رنگ کی مہتابیاں روشن کر رکھی تھیں جن سے عجب بہار برپا ہو رہی تھی۔ جہاز لورلی نے آبنائے سے لیکر مدخل تک گئی۔ آہستہ آہستہ دوڑ رہی تا کہ شہنشاہ اس تمام آراستگی اور روشنی کی ٹھاٹ کو جو باسفورس کے دونوں طرف ساحل پر کیگئی تھی ملاحظہ فرمائیں۔ گھنٹہ بھر کی سیر کے بعد جہاز واپس ہوتی ہوئی بیوکدرہ کی گودی پر ٹھیرا۔ بیوکدرہ پر جہاز کی پہنچتے ہی توپ جرمنی قلعہ کی متعین فوج نے نہایت ہی شاندار و پُرشوکت سلامی اتاری۔

اس رات جو کچھ لطف اس مقام پر تھا وہ آنکھوں سے ہی اچھی طرح دیکھا جا سکتا تھا۔ ہر ہر سپاہی کے ہاتھ میں رنگا رنگی مہتابیاں تھیں جو بہار کا پُرلطف نقشہ دکھا رہی تھیں۔ مدخل بحر اسود سے لیکر بیوکدرہ تک کی تمام عالیشان بنگلے اور نفیس نفیس کوٹھیاں روشنی سے بقعہ نور بن گئی تھیں۔ ان بنگلوں اور کوٹھیوں کی روشنی سے جو پانی کی لہروں سے لیکر پہاڑوں کی چوٹیوں تک درجہ بدرجہ بڑھتی چلی گئی تھیں دیکھنے والا یہی خیال کرتا تھا کہ وہ بنگلے یا کوٹھیاں نہیں ہیں۔ بلکہ نور کے برج ہیں۔ جو ہمارے سامنے آگئے۔ اور نہ صرف ساحل پر ہی بلکہ گویا پانی میں بھی روشنی نے اپنا گھر بنا لیا تھا۔ وہ دونوں جہاز جو بیوکدرہ میں اور ایسے ہی وہ جہاز جو ترابیا کی گودی میں لنگر انداز تھے روشنی سے جہاز نہیں بلکہ ایک شعلہ جوالا بن گئے تھے۔ اور ان مختلف رنگ کی آتشبازیوں سے جو ان جہازوں سے چھوڑی جاتی تھیں ہماری نظر میں یہی خیال ہو سکتا تھا۔ کہ شاید ان جنگی جہازوں کی آگ کی بنی ہوئی تیریں آسمان کی جگر کو چیر ڈالینگے [illegible] منظر ایسا ہی پُرلطف دلپذیر تھا جیسا ہم نے بیان کیا تو پھر اگر شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم نے بھی جو لورلی پر بیٹھے ہوئے [illegible] دیکھ رہے تھے اپنی کمال تعجب حیرت اور مسرت و خوشنودی ظاہر کی تو یہ کوئی عجیب بات نہ تھی۔

ترابیا کی گودی پر پہنچکر لورلی ٹھیر گیا۔ اور شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم اتر کر دار السفارت میں گئے اور چند منٹ وہاں ٹھیر کر چاء نوش فرمائی۔ نو بجے شب کے شہنشاہ دار السفارت سے واپس ہوئے اور اب سلطانیہ دخانی کشتی موسوم بہ تشریفیہ پر سوار ہو کر خاص سلطانی جہاز سلطانیہ کا رخ کیا جو مقام بیکوز میں لنگر زن تھا۔ جہاں آج شب کے شہنشاہ کا کھانا قرار پایا تھا۔ سلطانیہ پر خوب ہی آراستگی تھی [illegible] (الکٹرک ریتی) روشنی کی گئی تھی۔ شہنشاہ کا مخصوص ذاتی جھنڈا جہاز کے ایک بڑے مستول پر لہرا رہا تھا جسکے گرداگرد ایک

دایرہ کی شکل میں بہتی روشنی اپنا تعجب خیز لطف دکہا رہی تھی۔ [illegible]
سال کا اندر ہی اندر رہیں اپنا طرب افزا اور نشاط انگیز باجہ بجا رہا تہا محل شکوہ و دبدبہ کے ساتھ [illegible]
سلطانیہ پر پہونچگئی جہاں شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم کا استقبال امیر البحر بریگیڈیر محمد پاشا کماندر جہاز سلطانیہ و طرخان پاشا اور
کرنل ابراہیم بے اور کرنل غالب بے۔ اور دوسری اعلی افسران جہازی کیا۔ اور مذکورہ بالا نوخیز دستہ فوج نے سلامی اتاری۔ شہنشاہ و [illegible]
کرنے کے بعد شہنشاہ میز پر جلوس فرما ہوئے۔ اور اسکے ساتھ ہی ہر شخص اپنی اپنی مقررہ مقام پر بیٹھ گیا۔ گیارہ بجکر ختم ہوا۔ ٹونکے بجا
چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر جو جہاز سے پیری باہم صف بستہ کھڑی تہیں آتشبازی چہوڑی گئی۔ ہمارے مضمون کے پڑہنے والوں کو سمجہہ لینا
چاہئے کہ اس رات کو باسفورس کی کیا حالت تھی۔ یہہ سب کو معلوم ہے کہ باشندگان قسطنطنیہ کو باسفورس میں سیر کرنیکا کسقدر شغف اور
عمدہ منظر کو دیکھنے کا کس حد تک ذوق شوق۔ انکی طبیعت میں ودیعت رکہا گیا ہے تو پھر ایسی ہر وقت میسر ہونیوالی سعادتوں میں نکلا کیا تو چہنا
اہالیان شہر نے چند روز کے لئے اپنے آپکو مطلق العنان کردیا تہا اور ساری شہر کی یہ حالت تھی کہ اس بزرگ مرتبہ مہمان کے گرد جہاں
جاہیں ٹوٹ پڑتا تہا۔ چنانچہ اس رات میں بھی باسفورس کا صاف صفحہ ہزاروں چہوٹی چہوٹی کشتیوں سے سلطانیہ کے چاروں طرف ایک
مردوں کی اور دوسری جانب عورتوں کو لئے ہوئے جو سب کے سب چوق باشا کی نعرہ لگا رہی تھی ڈہک گیا تہا۔ باسفورس کا گرداب خروان میں
پانی سیماب کیطرح متحرک تہا لیکن اس میں موجیں نہ تہیں اور نہ بیقرار کرنیوالی تھپیڑے اور پُرشور تلاطم کی آوازیں۔ آسمان بالکل صاف تہا
یہی پرجوش اظہار محبت تہا۔ اور یہی ذنظیر تیاری تھی جسکی بدولت شہنشاہ ذان اشخاص سے جو میز پر آپکے ساتھ تہے یہ الفاظ کہے +
"ہر لحظہ میں مجھپر دار السعادت میں گزرتا ہے میں اپنے آپکو بلا شائبہ شبہ ایک ہی شکر اور ایک ہی منت پذیری کے ساتھ جو وقتاً فوقتاً تزاید
ہورہی ہے مرہون پاتا ہوں ناممکن ہے کہ میں عمر بہر ان بیباک اظہارات محبت کو جنہیں میں اپنے گرد اگرد اور اپنی آنکھوں سے دیکھہ رہا
ہوں بہول جاؤں"۔ اسوقت شہنشاہ تمغہ خاندان آل عثمان اور تحفہ امتیاز مرصع لگائے ہوئے تہے۔ اور آپنے طرخان پاشا کے ساتھ بہت
کچہہ باتیں کیں۔ اسیطرح شہنشاہ بیگم نے پورا وقت شاکر پاشا سے گفتگو میں صرف کیا۔ اور جبکہ کئی مرتبہ شہنشاہ نے ظاہر کیا۔ شہنشاہ
بیگم نے بھی اپنی مسرت و خوشنودی ظاہر کی +

بارہ بجے شہنشاہ مع شہنشاہ بیگم لوئی جہاز کے ذریعہ سے طولمہ باغچہ میں واپس پہونچگئے لیکن ہم ایک دوست کے ساتھ ایک چھوٹی
کشتی پر سوار ہو کر اس دلکش سین کی خوب ہی سیر کی۔ اور جب ہم خوب گہوم چکے تو عطارد نامی سلطانی جہاز پر جاکر ٹھیرے۔ تاکہ جسقدر
وقت ہو اس دلکش سین سے بہرہ اندوز ہوں۔ عطارد میں ہم اسوقت تک ٹھیرے رہے جبکہ شہنشاہ طولمہ باغچہ میں پہونچگئے جس وقت
شہنشاہ طولمہ باغچہ میں پہنچے ہیں تو اسوقت ساڑہے بارہ بجے تھے۔ ابھی جہاز ساحل تک نہ پہنچنے پایا تہا کہ تمام سلطانی جہاز
جو مقام بیچو اور حرمتی جہازوں میں اور اس کے بعد دیگر جہازات اور کشتیوں میں جو اس مقام پر تہیں روشنی کردیگئی۔ اور علاوہ
سلطانی جہازوں سے خوب ہی آتشبازی ہونے لگی جس سے یہ معلوم ہو رہا تہا کہ دریا نے مشتعل آگ کی صورت اختیار کرلی ہے گو شہر
ساحلی اور مسرت و ابتہاج کی آتشبازی ہے جہاد سے اور ترکوں شکوہ و دبدبہ کے ساتھ جو متواتر دیکھنے کے باوجود بھی ہر وقت ایک

لطف پیدا کر رہا تھا۔ شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم محلسرائے شاہی کو روانہ ہوئے۔ اسوقت کی یہ کیفیت بھی قابل دید تھی۔ طولمہ باغچہ سے یلدز محلسرائے
شاہی تک دو رویہ عمدہ عمدہ آراستگی کی گئی تھی۔ رستے میں دونوں طرف فوج صف بستہ کھڑی ہوئی تھی۔ اور اس فوج کے پیچھے ہزاروں
اشخاص کا انبوہ کھڑا ہوا تھا۔ پولیس نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھکر پہلی صف والوں کے ہاتھ بہت بیاد دیے جنسے لطف دوبالا ہو گیا۔ ہر ایک کی زبان
سے چوق یشا کا نعرہ بلند ہو رہا تھا۔ فی الواقع اس سماں سے بڑھکر جوش اور شوکت کے ساتھ ہی آراستگی اور ٹھاٹھ میں بھی دلپذیر نظارہ نما
اور کوئی سماں ہو نہیں سکتا۔ اور اسطرح کی عمدگی کے ساتھ چہار شنبہ کا روز گذرا۔ شب زیادہ ہو گئی لوگوں نے تماشہ بینی سے وقفہ دیا۔
اس کے کہ ہم پنجشنبہ کی کارروائی کا ذکر شروع کریں چہار شنبہ کے متعلق ہی ایک ضروری بات کا بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور وہ
یہہ ہے کہ چہار شنبہ کی عصر کو شہنشاہ نے اپنے وزیر صیغہ خارجیہ موسیو بودیلو کو حکم دیا کہ وہ باب عالی میں جاکر وزیر صیغہ خارجیہ سے ملیں
اور ان سے کہیں کہ وہ شہنشاہ کی نہایت ہی شکرگذاری اور منت پذیری اس بے نظیر توقیر و احترام پر جو ہمارا کیا گیا [illegible] جناب
کی بارگاہ میں عرض کر دیں چنانچہ موسیو بودیلو نے تعمیل حکم واجب الاذعان شاہی باب عالی جاکر [illegible]
شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم کیطرف سے اعلیحضرت کی بے نظیر نوازش اور توجہات کریمانہ کا شکریہ بارگاہ اقدس میں عرض کر دیا [illegible]

تیسرا روز ضیافت کا پنجشنبہ۔ کارخانہ ہرکہ کا ملاحظہ

اب ہم پنجشنبہ کی کارروائی شروع کرتے ہیں آج صبح کے [illegible]
نو بجے شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم کی سواری محلسرائے سے نکلی۔ اسوقت شہنشاہ فوجی لباس پہنے تھے۔ اور [illegible] شہنشاہ کے سینہ پر
چمک رہا تھا۔ بیرن مارشال سفیر دولت جرمن متعینہ قسطنطنیہ بھی ساتھ تھے۔ حسب معمول سواری [illegible] انجن میں پہنچی [illegible]
منٹ کے عرصہ میں حیدر پاشا کی عصر کے پاس پہنچا دیا۔ بندرگاہ پر موسیو [illegible] کی طرف سے [illegible]
نے شہنشاہ کا استقبال کیا۔ بندرگاہ سے ریلوے اسٹیشن تک دو رویہ مقامی فوج صف بستہ کھڑی تھی۔ [illegible]
پاس جرمن سکول کے لڑکے اور لڑکیاں صف بستہ کھڑی ہوئی تھے۔ لڑکیاں سفید رنگ کا لباس پہنے ہوئی تھیں۔ اور [illegible]
میں شہنشاہ بیگم کی تعظیم کے لئے پھولوں کا ایک ایک گلدستہ تھا۔ شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم نے اس سیلون میں جو خاص [illegible] تیار کیا گیا
تھا نشست فرمائی۔ اس سیلون میں نہایت نادر طریق سے سفید اطلس کا فرش بچھایا گیا تھا جسپر [illegible] کام تھا۔ اس سیلون کے [illegible]
میں ایک مخصوص علیحدہ کمرہ تھا جسمیں سیاہ رنگ کے اطلس کا جسپر سنہری کام تھا۔ فرش کیا گیا تھا۔ یہ تمام [illegible] فرش [illegible]
شاہانہ ہرکہ کی تیار ہوئی ہے جسکے ملاحظہ کیلئے اب شہنشاہ تشریف لیجا رہے تھے۔ [illegible] شہنشاہ نے [illegible] کی اجازت [illegible]
ریل چلنے کا سارا رستہ حیدر پاشا کی عصر سے لیکر اسمد تک لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اور [illegible]
شہنشاہ بیگم نے اپنے ہاتھوں سے سلام لیا۔ ٹرین جسوقت قرطال نامی اسٹیشن پر پہنچی تو ضلع کے [illegible] وغیرہ دیگر عہدہ دار حاضر تھے
سلام کا ادا کیا۔ اور شہنشاہ نے بھی ان پر اپنی عنایت مبذول فرمائی۔ جب ٹرین [illegible] اسٹیشن پر پہنچی [illegible]
مختلف ریلوے لائنوں کا جنکشن ہے ٹرین کو دس منٹ تک ٹھیرنا پڑا۔ اس مہلت میں شہنشاہ نے مختلف قسم کے آثار قلاحت کو
ملاحظہ فرمانے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ وہ شہنشاہ کے روبرو پیش کئے گئے۔ [illegible] اسٹیشن پر ایک مجمع کثیر تھا اور بہت سی

لڑکیاں شرمائی ہوئی پیاری اداؤں کے ساتھ اپنے ہاتھوں میں گلدستے پھولوں کے لیے ہوئے کھڑی تھیں [illegible]
تعداد وقتاً فوقتاً بڑھ رہی تھی۔ ایک چھوٹی سی لڑکی سرخ و سفید رنگت جسکے سر کے بال سنہری رنگت کے تھے۔ اور جسکو خوبصورتی نے بہت
ہی دلکش بنا دیا تھا صفوں کو چیرتی ہوئی اس مقام پر جہاں عثمانی اور جرمنی جھنڈا لہرا رہا تھا۔ اپنے ہاتھ میں پھولوں کا ایک گلدستہ لیے ہوئے
پہونچ گئی۔ اور آگے بڑھکر گلدستہ پیش کرنا ہی چاہتی تھی کہ اسکی بھولی بھالی اداؤں اور اسکی لاج بھری حرکتوں نے شہنشاہ اور شہنشاہ
بیگم کی نظر اپنی طرف متوجہ کرا ہی لی۔ چنانچہ شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم نے اسکو قریب بلوایا۔ اور اسکا اور اسکے والد کا نام پوچھا معلوم ہوا
کہ وہ مشہور و معروف جنرل ابراہیم پاشا مرحوم سپہ سالار اول ترکیہ کی لڑکی تھی جس پر شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم نے اس سے نہایت شفقت اور مسرت ظاہر کی۔
پندرہ منٹ کے بعد ٹرین چلی جس سے [illegible] منظر دلفریب اور نادر آراستگی کا ٹھاٹھ تھا۔ تھوڑی دیر میں کارخانہ ہرکہ آ گیا
ترکی بحری فوج نے جو اسوقت یہاں تھی سلامی اتاری۔ اور بحری بینڈ نے جرمنی سلام بجایا۔ اور دولتلو خانس آفندی ناظر خاصہ
سلطانیہ اور سعادتلو عاکف بے مہتمم کارخانہ ہرکہ نے شہنشاہ کا استقبال کیا۔ ان دونوں اشخاص کے ساتھ شہنشاہ اس کوشک (کوٹھی)
میں تشریف لے گئے۔ جہاں شہنشاہ کی تشریف فرمائی قرار پائی تھی۔ اس کوشک میں داخل ہوتے ہی ایک بڑا ہال تھا جس میں نہایت بیش
قیمت فرش بچھایا گیا تھا۔ اس ہال کے دونوں بازوؤں میں کئی بڑے بڑے کمرے تھے۔ جو خوب ہی سنوارے گئے تھے علی الخصوص وہ ہال جس میں میز
چنا گیا تھا۔ اس ہال میں اطلس کے اعلیٰ اعلیٰ قسم کا فرش کیا گیا تھا۔ اور اسکی دیواروں اور چھت پر نہایت عمدہ اطلس بہت ہی عمدہ سلیقہ کے
ساتھ منڈھ دیا گیا تھا جس پر شبہ صبح رتوں کی گون کی مثال صادق آتی تھی جو ادنیٰ کی گرد ڈھانپ لیتی ہے ساتھ ہی ایک نئی
خوشنمائی بھی پیدا کر دیتا ہے بہت ہی خوشنما پڑتے جیسے کوئی حسین معشوق نہایت عمدہ زیور اپنے گلے میں ڈالے ہوئے۔ وہاں میں ملکہ
تھے تھوڑی دیر تک استراحت کرنے کے بعد شہنشاہ نے کارخانہ کے ملاحظہ فرمانے کی آمادگی ظاہر کی۔

کارخانہ کا ملاحظہ شہنشاہ کارخانے میں داخل ہوتے ہیں ناظر خاصہ اور مدیر کارخانہ ہر ایک چیز کا معائنہ کراتے ہیں اور
تمام کلیں اپنا اپنا کام کئے جا رہی ہیں۔ اور ادھر تمام کاریگر اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم دونوں پارچہ بافی
کام کی شاخ (منسوجات حریریہ) میں جاتے ہیں۔ سارا اسٹاف ساتھ ہے۔ ہر ہر چیز کے سامنے وہ ٹھیرتے ہیں۔ اور کاریگروں سے بذریعہ
مترجمین، جن باتوں کا استفسار ضروری ہو پوچھتے ہیں۔ بلکہ اکثر دفعہ خود شہنشاہ اپنے ہاتھ سے تھانوں کو کھولکر دیکھتے ہیں۔ تاکہ اسکی
خوبصورتی اچھی طرح نظر آ جائے۔ منسوجات حریریہ کو معائنہ کر لینے کے بعد شہنشاہ قالین کے کام کی شاخ (صناعۃ البسط) میں آتے
چھوٹی چھوٹی کم سن لڑکیاں حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ کام کر رہی تھیں۔ جو اپنی نرم و نازک انگلیوں سے جو نرم و نازک ہونے کے
ساتھ ہی چابک چلا رہی تھیں تاروں کو لپیٹ رہی تھیں شہنشاہ بیگم نے ایک لڑکی سے جو عربی طرز کا ایک نماز
صنعت کا مصلیٰ تیار کر رہی تھی خطاب کیا۔ مگر اوس لڑکی کی زبان شہنشاہ بیگم کے خطاب کا جواب دینے کی شرم نے اوسپر کچھ ایسا قبضہ
کر لیا۔ اسکا سر نیچے جھک گیا۔ اور اوسکے ہاتھ کی حرکت جس سے وہ اپنا کام کر رہی تھی پہلے سے زیادہ ہو گئی۔ اس کیفیت سے شہنشاہ بیگم بہت
ہی متاثر ہوئیں۔ اور لڑکی کو اپنے گلے سے لگا لیا۔ اور پیار کیا۔ اس نوازش آمیز برتاؤ سے لڑکی کا دل بھی کھل گیا۔ اور قبل اسکے کہ اپنے کام کو

Marfat.com

بہ نسبت زیادہ تیزی اور مستعدی سے انجام دے سکے۔ آخر شہنشاہ بیگم کے ہاتھ پر بوسہ دیا جس سے شہنشاہ بیگم کا اور پیار بڑھ گیا اور منہ بولا بیٹا کیونکہ جنہوں نے شہنشاہ بیگم کو زیادہ شفقت آمیز نگاہ سے انعام دیا تھا۔ یہ لڑکی بھی تھی۔ شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم دونوں نے اقرار کیا کہ قالین سازی میں کارخانہ ہرکہ نے بخارا۔ اور ایران کے قالینوں کو ماند کر دیا ہے۔ اور اب اس صنعت میں اس کی نظیر اور کہیں نہیں مل سکتی۔ اسی طرح دونوں نے ان چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کی کاریگری پر نہایت ہی تعجب اور خوشنودی ظاہر کی۔ اور کئی لڑکیوں سے سوالات بھی کئے جنہیں بعض نے شستہ جواب دیا اور بعضوں نے شرمگین ہو کر سر جھکا لیا کیونکہ یہ کہا گیا ہے کہ بعض وقت خاموشی بھی نہایت فصیح جواب ہوا کرتا ہے۔ جس وقت شہنشاہ اس شاخ سے روانہ ہونے لگے تو ساری لڑکیاں ایک دم اٹھیں اور ہاتھ باندھ کر دو رویہ صف بستہ کھڑی ہو گئیں۔ انکے لباس قریب قریب یکساں تھے سفید تہبند اور سر پر سفید اوڑھنیاں تھیں جو انکے جسم پر پڑی ہوئی تھیں۔ ہر ایک کے سینہ پر ایک چھوٹی سی تختی تھی جس پر کارخانہ ہرکہ [illegible] نہایت ہی خوشخط لکھا ہوا تھا۔ اس تیزی اور پھرتی پر وہ بہت کچھ مورد لطف و کرم ہوئیں۔ دروازہ کے پاس ایک لڑکی کھڑی تھی جس کے سینہ پر تمغہ صنائع زیب دے رہا تھا اور ہاتھوں میں سونے کی انگشتری تھی۔ شہنشاہ نے اس لڑکی کا ہاتھ جس میں انگشتری تھی پکڑ لیا اور کہا کہ "یہ انگشتری تمہیں کہاں سے ملی" پھر تمغہ دیکھ کر کہا "کس کام سے تم اس کی مستحق ہوئیں" لڑکی نے منہ تو نہ کھولا لیکن سر جھکا دیا اور اپنے دوسرے ہاتھ سے پھولوں کا ایک گلدستہ پیش کر دیا۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ اسکی طرف سے ایک عمدہ جواب تھا۔

شاخ صناعۃ البسط کے ملاحظہ فرمانے کے بعد شہنشاہ شاخ سوزن کاری (عمال الخیوط) میں تشریف فرما ہوئے۔ اور اس شاخ کی صنعتوں کو غور سے ملاحظہ فرمایا جو شہنشاہ کی پسند خاطر ہوئیں۔ اس کے بعد شہنشاہ ایک وسیع دالان میں گئے جس میں مختلف صنعت کے فرش، قالین مصلے وغیرہ کارخانہ ہرکہ کے تیار شدہ رکھے ہوئے تھے جنکو ایک ایک کر کے ملاحظہ کیا گیا۔ اسی اثنا میں شہنشاہ کے پیش ایک قالین نہایت نادر صنعت کا پیش کیا گیا جو اپنی صنعت میں عجیب و غریب تھا اور جو شاید ان تمام قالینوں میں جو اب تک تیار ہوئے ہیں سب سے بڑا ہے۔ اسکا طول [illegible] اور عرض [illegible] شہنشاہ نے بساط کو دیکھ کر بہت ہی تعجب کیا اور اسی لئے اپنے ناظر چیمبرلین (ناظر المشریفات) کونٹ اور لینڈورک کو حکم دیا کہ اس بساط کی کاریگر لڑکیوں کی اور انکے خاندانوں کی ایک فہرست تیار کیجائے تا کہ ان میں سے ہر ایک کی شادی کے وقت انکا جہیز عمدہ جیب خاص سے دیا جا سکے۔ ان سب چیزوں سے زیادہ عجیب ایک مصلے ہے جو ریشم سے بنایا گیا ہے اور ایک ایرانی مصلے کے چھوٹے نمونہ پر بنایا گیا ہے جو ۱۵۴۰ء میں [illegible] کے لئے بنایا گیا تھا اور پھر وہاں سے خفیہ طور پر انگلینڈ میں پہنچ گیا۔ اور لندن کے عجائب خانہ [illegible] اس مصلی کا طول ۸ میٹر اور عرض ۶ میٹر ہے۔ اور اسکا کام کرنیوالی لڑکیوں نے تین سال کے عرصہ میں تیار کیا ہے۔ شہنشاہ کی تشریف آوری سے چند دن پیشتر ہی اس مصلی کی تیاری کامل ہوئی چنانچہ وہ بھی شہنشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔

فرش اور مصلوں اور اسی قسم کی اشیا کے ملاحظہ فرمانے کے بعد ایک دوسرے بڑے دالان میں شہنشاہ گئے جس میں ہر قسم کے نہایت عمدہ ریشمی کپڑوں کے تھان رکھے ہوئے تھے اور اس دالان کی نفیس تھانوں کو دیکھ کر شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم نے انکو

بہت ہی مسرت ظاہر کی۔ اسوقت میں ناظر خاص اور مہتم کارخانہ نے آگے بڑھکر شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم سے درخواست کی کہ آپ
کو اونکی پسند ہونیکا شرف حاصل ہو وہ اسکو قبول فرماکر سرفرازی بخشیں چنانچہ انکی درخواست منظور کیگئی۔ اسکے بعد شہنشاہ نے اپنے
لئے خود اپنے ذاتی خرچ سے ایک نمونہ کے مطابق جسکو شہنشاہ نے بتلایا۔ ایک قالین تیار کئے جانیکا حکم دیا جسکا مہتم کارخانہ نے نہایت ہی
شکر گذاری کے ساتھ بہت ہی جلد تیار کرائے جانیکا ذمہ لیا۔ اور انہوں نے اس شہنشاہ کے حکم سے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شہنشاہ
کے پاس بھی اس کارخانہ کی بنی ہوئی چیز نے شرف قبول حاصل کیا۔ اور وہ اسکو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بہت ہی شکرگذاری ظاہر کی
ڈیڑھ گھنٹہ تک شہنشاہ کارخانہ اور دیگر مصنوعات کو ملاحظہ فرماتے رہے جسکے بعد شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم معہ اپنے اسٹاف کے

کھانے کے کمرہ میں رونق افروز ہوئے۔

روز چہارشنبہ۔ وقت دوپہر | کارخانہ کی ملاحظہ کے بعد شہنشاہ کھانے کے کمرہ میں رونق افروز ہوئے کمرہ میں پہونچکر شہنشاہ
اور شہنشاہ بیگم ریشمی مطلا کرسیوں پر جلوس فرما ہوئے اور اس کے ساتھ ہی دوسرے ساتھی بھی اپنی اپنی مقررہ جگہ پر بیٹھ گئے کھانے کے
وقت بحری بینڈ کا طرب انگیز باجہ بج رہا تہا۔ منیو اور کھانے کے منتظم عثمان آفندی (کیلارجی باشی حضرت سلطانیہ) تھے جنکو اس
بارہ میں خاص مذاق اور تمام سلاطین یورپ کے پاس انکی شہرت ہے۔ گھنٹہ بھر تک کھانا تناول ہوتا رہا جس کے بعد شہنشاہ اس کو شک میں
جہاں پہلے استراحت کی تہی واپس تشریف لائے۔ اسوقت میں ناظر جیب خاص اور مہتم کارخانہ کو شہنشاہ نے خدمت میں بیٹھنے کی اجازت مرحمت
فرمائی۔ شہنشاہ نے انپر اپنی نوازش مبذول کی۔ اور یہ کہا کہ "کارخانہ کے دیکھنے اور ان چیزوں کی خوبصورتی اور نفاست کے جو ملاحظہ
میں آئیں مجھے بہت ہی مسرت حاصل ہوئی"۔ چار بجے شہنشاہ نے لورلی می جہاز پر بحری راستے سے واپس جانے کی خواہش ظاہر کی جبکہ
لورلی فوراً بندرگاہ پر حاضر کردیا گیا کوشک سے بندرگاہ تک دو رویہ بحری فوج صف بستہ کھڑی ہوئی تھی جب شہنشاہ بگھی پر سوار ہوئے تو
بینڈ نے سلامی دی۔ اور اسیوقت کارخانہ کی کاریگر لڑکیاں آدرنہ کی دو بڑی جماعتیں بنکر ہر ایک۔ ایک ایک طرف کھڑی جوش مسرت
سے نعرے بلند کرنے لگی شہنشاہ بیگم نے کئی دفعہ لڑکیوں کا سلام لیا اور پھر خود بہ نفس نفیس فوٹو گراف کے آلہ سے ان لڑکیوں کا فوٹو اور ان کے
بعد فوج کا فوٹو لیا۔ جب جہاز چلنے لگا تو بے شمار مجمع کی شوق بیتابی کے نعرے آسمان تک بلند ہونے لگے۔ شہنشاہ بیگم نے جبتک کہ جہاز نظر سے
اوجہل نہیں ہو گیا لڑکیوں کا متواتر دفعہ سلام لیا۔ جسوقت جہاز بیوک لطافی پاس پہونچا تو شام ہو گئی۔ مگر مقام مذکور کے مکتب
بحری نے اس تاریکی کا اپنی کی ہوئی روشنی سے معاوضہ کردیا۔ اور افق میں پھیلی ہوئی سیاہ چادر کو مکتب بحری کی آتشبازی نے ٹکڑے ٹکڑے
کر دیا۔ ہیکدلی الطہ۔ قشلاق سلیمیہ۔ سرای طولمہ بو وغیرہ مقامات پر جہاں جہاں جہاز لورلی گذرا خوب ہی روشنی کی گئی تہی۔ راستہ میں
شہنشاہ توفیق پاشا سفیر دولت علیا متعینہ برلن اور بیرون مارشیل سے گفتگو کرتے رہے اسی طرح چلتے چلتے لورلی ابکتاش کے قریب
پہونچگیا۔ جرمنی جنگی جہاز ہر تا اسی غرض سے کہ لورلی کی راہنمائی ہو بجلی کی روشنی کرتا گیا۔ اب لورلی طولمہ باغچہ میں پہونچگیا۔ جہاں سے
شہنشاہ بگھی پر سوار ہو کر محلسرای یلدیز میں پہونچگئے۔ راستہ بھر میں جیسے کہ کل شب کو ہوئی آج بھی روشنی کا ٹھاٹھ اور آراستگی تہی
ساڑہے نو بجے شہنشاہ دائرہ مخاصم سینہ میں پہونچے۔ اور کھانا تناول کیا۔ کھانے کے بعد شہنشاہ نے کارخانہ میں ملاقات کے

کرہ میں عجیب و نادر اشیاء دیکھی تھیں ان کا تذکرہ کیا اور اسوقت توفیق پاشا وزیر خارجہ سے یہ الفاظ کہے۔

"جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اعلیٰحضرت سلطان کی بزرگانہ توجہات اور مزید عنایت اور اسکے ساتھ ہی اہل آستانہ کی دھوم دھام کی تیاریاں جن کے ساتھ میرا استقبال کیا گیا۔ بلاشبہ یہ سب باتیں میرے صفحۂ دل پر منقش ہو گئی ہیں۔ اور جب تک میں زندہ رہوں گا ان کی یادگار میرے دل میں باقی رہے گی۔"

اس خوشی و مسرت کے ساتھ پنجشنبہ کا روز پورا ہوا۔ اور اب شہنشاہ کی ضیافت کے پانچویں روز یعنی جمعہ کی صبح ہوئی۔

روز جمعہ

صبح ہوئی بعد تھوڑی دیر تک استراحت کرنے کے بعد شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم حسب معمول جلوس کے ساتھ نو بجے سرائے طولمہ باغچہ پر پہونچے۔ طولمہ باغچہ سے ایک سلطانی کشتی پر سوار ہو کر جس میں [illegible] کام کر رہے تھے سرائے [illegible] کو گئے۔ جہاں انکا استقبال مہتمم خزانہ مبارک اور مہتمم محل طوپقپو نے کیا۔ قصر جدید میں تھوڑی دیر تک آرام لینے کے بعد [illegible] شوکت جلوس کے ساتھ شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم جامع مسجد آیا صوفیہ تک گئے۔ اور پھر لوٹ کر طولمہ باغچہ سے سرائے یلدیز میں پہونچ گئے۔ اسوقت [illegible] اور بابرکت نماز جمعہ کی رسم سلاملق کا وقت قریب آرہا تھا۔ قصر ضیافت میں کھانا تناول کرنے اور تھوڑی دیر تک آرام لینے کے بعد شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم جلوس سلاملق کے ملاحظہ کرنے کی غرض سے مابین ہمایونی کے مخصوص بالاخانہ پر تشریف فرما ہوئے شہنشاہ کا [illegible] بھی شہنشاہ کے قریب تھا۔ اس عام بالاخانہ پر جو جامع حمیدی کے مقابل ہے چند سفرا اور انکی لیڈیاں تھیں اور اس چبوترہ پر جو اس عام بالاخانہ کے سامنے ہے جرمن بحری افسر اور بہت سی یورپین لیڈیاں اور بعض ممالک غیر کے مشاہیر تھے۔ ہر جمعہ کو رسم سلاملق جس [illegible] ٹھاٹھ کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔ وہ سب کو معلوم ہے مگر اس جمعہ کا ٹھاٹھ بالکل ویسا ہی تھا جیسا کہ بڑی بڑی عیدوں میں ہوا کرتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد سلطانی [illegible] ترتیب سلطانہ بیگموں کی بگھیاں آنے لگیں جو تعداد میں پندرہ تھیں۔ ٹھیک بارہ بجے حضور لامع النور اعلیٰحضرت خلیفۃ المسلمین کی سواری اپنی مشہور و معروف بےنظیر شان و شکوہ کے ساتھ نکلی۔ فوج نے [illegible] کے شور [illegible] اور [illegible] نے [illegible] پیدا کر دیا۔ ابھی مسجد کے قریب پہونچ گئی۔ مسجد [illegible] صحن میں [illegible] دروازہ [illegible] تمام سلطنت کے آخری زینہ تک آخر درجہ پر حضور خلیفۃ المسلمین کے سب سے چھوٹے [illegible] شہزادہ عالی قدر بلند رفعت نجابت مآب عبد الرحیم آفندی جنکی عمر ابھی چار سال سے زیادہ نہ ہوگی [illegible] شہزادہ کو سلام کیا۔ مسجد میں داخل ہونے کے بعد مؤذن نے اذان دی خطبہ پڑھا گیا۔ بابرکت نماز ادا کی گئی [illegible] اور [illegible] حضرت [illegible] معظم اسی شان و شوکت کے ساتھ واپس ہوئے۔

لشکر شاہانہ کا جائزہ جرمن کے روبرو

مسجد [illegible] جہاں شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم آپکا انتظار کر رہے تھے تشریف لائے۔ اب سب گاڑیوں پر سوار ہو کر شاہی قصر [illegible] کو گئے جو یلدیز کے شمال مغربی جانب واقع ہے اور جسکے سامنے وہ [illegible] میدان ہے جس میں فوج کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ میدان [illegible] اور لوگوں کا ہجوم غفیر ہر طرف سے اس بےنظیر جائزہ کو دیکھنے کے لئے جس کے جیسا جائزہ کئی برسوں میں مشکل ہوا کرتا ہے

مجتمع ہوا تھا۔ کیونکہ اس جائزہ میں قریب قریب تیس پلٹن کا جائزہ لیا گیا۔ اور ان عام جائزوں میں جو ہمیشہ ہوا کرتے ہیں
سے زیادہ پلٹن شریک نہیں ہوتی ہیں اور بیس پلٹن کا جمع ہونا بہت ہی کم ہوا کرتا ہے جیسا کہ مصر کے حدود پر متعلق کے۔ و بعد چند منتخب
ہوا تھا جس سے زیادہ پلٹن کا جائزہ تو بالکل شاذ و نادر ہے۔ اعلیٰحضرت اپنے دونوں عظیم الرتبت مہمانوں کے ساتھ ٹھیک باغ
سو بجے میں پہنچ گئے۔ جس میں الاطلہ کو نہایت بھی خوب ہی سنوارا گیا تھا۔ جب سب قیصر کے اونچے درجہ میں پہنچ گئے تو مخصوص علم کھڑے
کر دئیے گئے۔ ایک اعلیٰحضرت سلطان المعظم کا علم جس پر ہلال کا نہیں بلکہ آفتاب کا نقش کیا گیا تھا۔ اور دوسرا علم ہے جو حضور اقدس کے
بڑی بڑی موقعوں میں کھڑا کیا جاتا ہے۔ دوسرا جھنڈا شہنشاہ ولیم کا مخصوص جھنڈا ہے جس میں ... کی صورت عمدہ طور سے نقش کی گئی تھی
شہنشاہ کے باغیچہ میں داخل ہونے کی جگہ پر ایک ... دیر بنائی گئی تھی جس میں ایک عثمانی سپاہی جو گھوڑے پر سوار ہے ایک ٹیلہ پر چڑھ رہا ہے اور
اسی وقت ایک جرمنی سپاہی بھی ٹیلہ سے نیچے اتر رہا ہے۔ دونوں کی ملاقات ہوتی ہے۔ اور عثمانی سپاہی جرمنی سپاہی کا ہاتھ بڑی زور سے
دباتا ہے۔ اور دونوں کے چہرے بڑی خوشی سے دمک اٹھتے ہیں۔ دونوں باہم ایسی نظروں سے دیکھتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
دو پرانے یار بہت دنوں کے بچھڑنے کے بعد بڑی تپاک سے گرمجوشی سے ملتے ہیں۔ تصویر نہایت ہی پاکیزہ اور دلکش بنائی گئی تھی جس کو دیکھ کر
شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم کو بہت ہی تعجب ہو گیا اور خوب غور کر کے اس تصویر کو دیکھنے لگے۔ اسی وقت ان پر چاروں طرف سے پھولوں اور گلدستوں
کی بارش ہوتی ہے۔ اس کے بعد وہ اونچے درجہ پر چڑھ گئے مگر ساتھ ہی وہ بار بار اس دلکش تصویر کو بھی دیکھتے جاتے تھے۔

اعلیٰحضرت سلطان المعظم اور آپ کے دونوں رفیع المنزلت مہمان مخصوص مقام میں تشریف فرما ہوئے۔ منیر پاشا حضور اقدس کے
خاص منشی جس کا ذکر کئی دفعہ آ چکا ہے اس مقام میں آپ کے ساتھ رہنے کی عزت حاصل ہوئی۔ اس مقام کے روبرو ایک بڑا میدان
تھا جس میں دونوں طرف کے اعلیٰ عہدہ دار کھڑے ہوئے تھے۔ انکے سوا اور بھی کئی مقام مقرر تھے جن میں چند ممالک غیر کے سفیر اور ارباب
ہمایونی کے ارکان دولت اور وہ مخصوص اشخاص جن کو اس جائزہ کے دیکھنے کی دعوت دی گئی تھی کھڑے ہوئے تھے۔

جائزہ مشیر شوکت پاشا کی زیر کمان ہوا۔ جو دوسری کالم متعینہ پایہ تخت کے کمانڈر ہیں۔ جنرل اسٹاف شیر سعد الدین
پاشا (پہلی کالم متعینہ پایہ تخت کے کمانڈر) رضی پاشا پروفیسر مکتب حربیہ اور ان کے سوا اور چند افسر تھے۔ جس ترتیب سے فوج کے
کالم جائزہ میں پیش ہوئے۔ اور ان کے کمانڈروں کی تفصیل یہ ہے:۔

پہلی کالم کے کمانڈر محمد علی پاشا۔ دوسری کالم کے کمانڈر۔ احمد شکری پاشا۔ فوج سواران کے کمانڈر۔ فریق سلیمان پاشا
لوائے اطغرل کے کمانڈر۔ فریق حقی پاشا (یہ وہی بریگیڈ ہے جو شہنشاہ کی پہلی مرتبہ کی ملاقات کے بعد تیار کیا گیا ہے۔ اور ان کا
لباس بھی خود شہنشاہ ہی کا قرار دیا ہوا ہے) حقی پاشا کے ساتھ ہی ابراہیم پاشا بھی تھے۔ فوج سواران تیر انداز کے کمانڈر۔ ...
پاشا۔ توپخانہ کے کمانڈر فریق علی رضا پاشا۔ جو محاربہ روم و یونان میں ترکی توپخانہ کے کمانڈر تھے اور جنہوں نے اپنی کامل مہارت
اور توپوں کے عمدہ اور مناسب موقعہ پر لگانے اور ان کا گولہ خالی نہ جانے دینے کی وجہ سے سارے یورپ بھر میں بہت ہی شہرت
حاصل کی ہے جائزہ نہایت ہی انتظام و ترتیب کے ساتھ ہوا۔ اور شہنشاہ نے ترکی فوج کے فنون حرب میں اعلیٰ درجہ کی مہارت

Marfat.com

لگائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہر وقت وہ میدان جنگ میں اپنی فوجی نقل و حرکت کو کام میں لا رہے تھے بار بار اپنا تعجب اور خوشنودی ظاہر کی۔

اختتام جائزہ کے بعد اعلیحضرت سلطان المعظم نے شہنشاہ کو ایک چھوٹا سا بکس جو گراں بہا جواہر سے مرصع ہے ہدیہ دیا۔ اس بکس کے اندر ترکی کی زبان میں مضمون ذیل لکھا ہوا ہے:-

"یادگار جائزہ جنود عثمانیہ - بمقام حیدر پاشا، بوقت ملاقات امپراطور المانیا با عبدالحمید ثانی دولت عثمانیہ" اور اس کے نیچے لکھا ہوا ہے۔ "روز جمعہ ۱۳۱۶ ہجری جمادی الثانی" اس بکس کی پشت پر فوج پیدل کے ایک عثمانی سپاہی کی تصویر مینا کاری میں نہایت لطافت کے ساتھ بنی ہوئی ہے۔ اور اس سپاہی کے بندوق کے سر پر ہلال کا نقشہ اعلیٰ قسم کے الماس کے حرفوں میں بنایا گیا ہے۔ بکس کا خانہ بھی غلاف بیش قیمت جواہر سے مرصع ہے۔ یہ بکس مخمل کے ایک غلاف میں رکھا گیا ہے جس پر اعلیٰ قسم کے الماس کے حرفوں میں (ع ح) کے الفاظ جو عبدالحمید ثانی کے نام کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس بکس کے علاوہ سلطان اعظم نے شہنشاہ کو اس جائزہ کی یادگار میں ایک نہایت ہی مرصع کارچوبی کی تلوار اور ایک البم جس میں ڈوملو کی لڑائی کے واقعات کی نہایت ہی باریکی و دیدہ ریزی کے ساتھ تصویر کھینچی گئی ہے ہدیہ دیا۔ جس پر شہنشاہ نے انتہائی کمال درجہ کی شکر گذاری اور پرلے درجہ کی منت پذیری ظاہر کی۔ لوگوں کے اژدحام کی تو کچھ پوچھو ہی نہیں جو اس وسیع میدان میں اور ان اونچی اونچی پہاڑیوں اور ٹیلوں پر جو اس میدان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اس قدر جمع ہوئے تھے کہ تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ قدم رکھنے کے لئے ذرا سی جگہ بھی خالی نہ تھی کوئی آدمی وہاں جمع ہو جاتے۔ اور ایک ایک گرا پڑتا تھا۔ ان سب کی تعداد تین لاکھ سے کم نہ ہو گی علاوہ ان اشخاص کے جو ان مکانات پر سے جو حد نظر تک پھیلے ہوئے تھے دیکھ رہے تھے۔ جرمنی باشندوں کے لئے کوٹک کے نیچے ایک مقام مخصوص کر دیا گیا۔ جہاں سے وہ جائزہ کا بخوبی نظارہ دیکھ رہے تھے۔ میدان کی ایک جانب میں ایک بڑا اس علم نصب کر دیا گیا تھا جس کے روبرو تمام مشاہیر شہزادے اور عہدہ داران سلطنت کھڑے ہوئے تھے۔ دو گھنٹہ تک جائزہ ہوتا رہا۔ جب جائزہ ہو چکا تو اعلیحضرت سلطان اعظم اپنی کرسی پر سے اٹھے۔ اور سامنے جھک کر سیدھے اور بائیں اور سامنے مجمع کو سلام کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی تمام مجمع کی زبان سے پادشاہم چوق یشا کے نعرے بلند ہوئے کہ آسمان تک جانے لگے اور ان کے نعروں کے زور سے فضائے آسمان گونج گئی۔ پھر جرمنیوں نے ہرے کا نعرہ بلند کیا اور اس کے ساتھ ہی مجمع نے پھر چوق یشا کے نعرے بلند کئے۔ شہنشاہ اٹھے اور لوگوں کو سلام کیا۔ مجلس برخاست ہوئی۔ اور اعلیحضرت اپنے والا عظیم المرتبہ مہمانوں کو ساتھ لیکر قصر الضیافت میں واپس آگئے۔

وقت شب امروز جمعہ ۲۰ سی جمعہ کی شب کو جس میں افواج عثمانیہ کا جائزہ لیا گیا تھا شہنشاہ کو دوسرا سرکاری ڈنر سرائے سلطانیہ میں دیا گیا جس میں سفرائے دول یورپ کی بھی دعوت تھی۔ ڈنر کے ہال میں داخل ہونے سے پیشتر شہنشاہ ذیشان بیگم ملاقات کے کمرہ میں کونٹس ہرد کدرف (معتمدیشی شہنشاہ بیگم) اور بیرن مارشل متعینہ سفیر جرمن متعینہ ترکی کی لیڈی کے ساتھ اس مقام پر تشریف فرما ہوئیں۔ جہاں سفرا دول یورپ کی لیڈیاں (اور ان کے سوا اور بھی معزز لیڈیاں) تھیں

شہنشاہ بیگم کے جلوس فرما ہونیکے بعد سب کے بعد دیگرے شہنشاہ بیگم کی خدمت میں پیش کی گئیں انگریزی
معتمد پیشی لارڈ چیمبرلین اور بیرن مارشل سفیر جرمن متعینہ قسطنطنیہ کے سوا جو تشریف فرما ہوئے اور مشاغل پیشت قربان
جہاں سفرا اور انکے سوا اور بھی معزز اشخاص تھے چنانچہ یہ سب لوگ بھی شہنشاہ کی خدمت میں پیش کئے گئے جسکے بعد دیگر جماعتیں سفرا
اونکی لیڈیاں باہم قریب کی گئیں اور سفرا شہنشاہ بیگم کی خدمت میں اور انکی لیڈیاں شہنشاہ کی خدمت میں پیش کی گئیں۔
اب اعلیحضرت آقائی نامدار سلطان اعظم تشریف فرما ہوئے اور سب حاضرین کا سلام لیا اور اس کے بعد شہنشاہ بیگم کا ہاتھ پکڑے
ہوئے کہانیکی میز پر تشریف فرما ہوئے۔ اور شہنشاہ بیگم کو اپنے سیدھی جانب پر بٹھلایا شہنشاہ بائیں جانب پر تھے۔ اور چونکہ سفیر انگریز
مقیم قسطنطنیہ جسکو تمام سفرا موجودہ میں قسطنطنیہ آئے ہوئے زیادہ مدت گذری ہے۔ اور اپنی ملکہ کی حادثہ کی وجہ سے سوگ میں تھا۔ لہذا
موسیو کامبون سفیر فرانس سفیر آسٹریا کی بجائے شہنشاہ بیگم کے سیدھے جانب بیٹھا۔ اور شہنشاہ بیگم بھی سفیر مذکور کے ساتھ لطف و کرم سے
پیش آئیں جسب معمول کھانے کے وقت شاہی بینڈ باجا مسرت انگیز و مرغوب طبع سروں میں بج رہا تھا۔ اور ہمارے آقائے نامدار اعلیحضرت
سلطان اعظم نے اپنے خلاق کریمانہ اور تلطفات شاہانہ اور خصایل حمیدہ سے جسکا ہر شخص نے جسکو حضور اقدس کی باریابی کا شرف حاصل
ہوا ہے اقرار کرلیا ہے اپنے معزز مہمان اور باقی مدعوئیوں پر اپنی نہایت ہی الطاف شاہانہ مبذول فرمائی۔ کہانا ختم ہونیکے بعد تھوڑی دیر
تک (جسکا کچھ ذکر نہیں) بیدلیجی اور لطیفہ گوئی کا جلسہ رہا۔ مہمان حضور والا کی نوازشات شاہانہ کی شکر گذاری کرتے ہوئے اپنے
اپنے گہروں کو واپس ہوئے اور شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم بھی قصر الضیافت میں واپس تشریف لے گئے *
روز پنجشنبہ رخصت کا روز تہا۔ ۲۲ اکتوبر روز شنبہ قیصر جرمنی کی دارالسعادت میں ضیافت کا آخری روز تہا حسن
اتفاق سے اسی تاریخ کو شہنشاہ بیگم کے سالگرہ کی عید بھی تھی۔ دس بجے شہنشاہ بیگم سرائے عامرہ سے حسب معمول جلوس کے ساتھ طولمہ
باغچہ پر پہنچیں۔ اسوقت شہنشاہ فوجی جنرل کا لباس پہنے ہوئے تہے۔ اور تمغہ افتخار مرصع آپکے سینہ پر چمک رہا تہا شہنشاہ بیگم
سفید ریشمی لباس پہنے ہوئے تہیں شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم طولمہ باغچہ سے سلطانی دخانی کشتی تشریفیہ نامی پر سوار ہوئے جس جس
عثمانی یا جرمنی جہاز پر سے تشریفیہ گذرتی اس سے توپوں کی سلامی اتاری جاتی حسب معمول بحری جلوس کے ساتھ تشریفیہ شہنشاہ
کو لئے ہوئے تراپیا نامی گودی پر پہنچ گئی۔ جہاں موسم گرما کا جرمنی دارالسفارت واقع ہے بیرن مارشل نے شہنشاہ کا استقبال کیا۔
دارالسفارت کے روبرو عساکر شاہانہ کا ایک رسالہ کھڑا ہوا تہا جس نے شہنشاہ کو سلامی دی *
دارالسفارت کے باغچہ میں دوگھنٹہ تک شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم سیر کرتے رہے اور اس عرصہ میں باغ کے منظروں کی خوب سیر کی دوپہر
کا کہانا بھی شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم نے دارالسفارت ہی میں تناول کیا *
ٹھیک اسیوقت جرمنی اور عثمانی جہازات سے اس غرض سے کہ شہنشاہ بیگم کے خوشگوار دنوں میں انکو عید سالگرہ کی مبارکبادی
ادا ہو تعظیمًا توپیں سر ہونے لگیں۔ اور اسی مناسبت سے جناب صدر اعظم اور وزیر خارجیہ اور وزیر داخلیہ اور وزیر عدالت اور وزیر
سررشتہ تعلیم اور صدر شیخ الاسلام کے مشیر اور دیگر خانہ عامرہ کے کمانڈر اور سفرائے دول نے پچہ پہولوں کے گلدستے جنمیں ہر ایک گلدستہ

Marfat.com

میں جرمنی علم بہا شہنشاہ بیگم کو نذر کیں جنمیں بھجوائی جنکو شہنشاہ بیگم نے شکر و امتنان کے ساتھ قبول کیا۔ لیکن ان سب سے زیادہ شہنشاہ بیگم کے اس وقت کی خوشی و مسرت و امتنان شکر گذاری تھی۔ جبکہ اعلیٰحضرت سلطان اعظم کی ایک شہزادی نے جنکا نام نامی نعیمہ سلطانہ ہے۔ اور جنکی عمر ابھی چھ برس سال سے بڑھی ہوئی نہوگی۔ اپنی رفعت و مجد کو رونق میں اپنے خاص خدم و حشم کے ساتھ ساتھ بے نظیر تھے تو نکا عدیم المثال گلدستہ جسکی ڈنڈیٹ سونے سے بنائی گئی تھی۔ ہاتھ میں لئے ہوئے سویرے تشریف لائیں۔ شہنشاہ بیگم کا سلطانہ بیگم کو دیکھنا ہی تھا کہ فوراً اُٹھ کھڑی ہوئیں اور اسی شان کے ساتھ جو سلطانہ بیگم کی شایان شان تھی استقبال کیا۔ شہنشاہ بیگم کے پاس پہونچکر شہزادی بیٹھ گئیں۔ اور ایک فصیح تقریر کی جسمیں شہنشاہ بیگم کو عید سالگرہ کی مناسبت سے مبارکباد دی گئی تھی شہنشاہ بیگم شہزادی کی محمد طرز بیان و حسن تقریر سے عش عش کرنے لگیں اور ابھی شہزادی کی تقریر پوری ختم ہونے بھی نہ پائی تھی کہ انکو اپنے گلے سے لگا لیا۔ اور بار بار پیار کیا گلدستہ کو نہایت لطف و مہربانی اور امتنان اور شکر گذاری کے ساتھ شہزادی کے ہاتھ سے لے لیا اور جب شہزادی واپس جانے لگی تو شہنشاہ بیگم نے قصر الضیافت کے زینہ تک انکی مشایعت کی۔ اس اعلیٰ درجہ کی اکرام کا شہنشاہ بیگم دن بھر تذکرہ کرتی رہیں۔ اور شہنشاہ نے بھی سلطانہ بیگم کی محاسن کا ذکر کر کے شہنشاہ بیگم کے لطف و مسرت کو اور بڑھا دیا ؛

قیصر کی روانگی قسطنطنیہ سے

۲ بجے دار السلطنت سے شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم محلسرا ئے یلدیز میں واپس آئے۔ مگر انکا یہہ واپس آنا حسب معمول ٹھیرنے کیلئے نہ تھا۔ بلکہ اسلئے کہ سفر کے لئے تیار ہوں جسکا وقت اب قریب آرہا تھا۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم نے قصر الضیافت پر اخیر نظر ڈالی۔ اور دائرہ میرعاصم شاہانہ میں آئے جہاں حضور جلالتماب سلطان المعظم نے انکا استقبال کیا۔ اور پھر شاہی بگھیوں پر سوار ہو کر اس طرح کی جلوس کے ساتھ روانہ ہوئے ؛

پہلی بگھی میں اعلیحضرت سلطان المعظم۔ آپکے سیدھے بازو پر شہنشاہ بیگم آپکے سامنے منیر پاشا ناظر تشریفات سلطانیہ او محمود حسن پاشا ترجمان اعلیحضرت خلافت پناہی، اس بگھی میں اصیل گھوڑے جتے ہوئے تھے اور بگھی کے آگے اور پیچھے ایڈیکانگ اور باڈی گارڈ اور سائیس تھے تیز انداز کا ایک دستہ تھا۔ اسکے بعد دوسری سلطانی بگھی تھی جسمیں بھی چار گھوڑے جتے ہوئے تھے۔ اور اسکے آگے پیچھے بھی پہلی بگھی کا سا جلوس تھا۔ اس بگھی میں شہنشاہ ولیم قیصر جرمن تھے۔ شہنشاہ کے سامنے حضور صدر اعظم اور مشیر فواد پاشا تھے ؛

اسکے بعد تیسری بگھی تھی جسمیں نجابت مآب برہان الدین آفندی سلطان المعظم کے چوتھے فرزند تھے۔ اس بگھی کے پیچھے بھی شاہی ایڈیکانگ تھے ؛

چوتھی بگھی میں کونٹس وان برکندنٹ معتمد خاص شہنشاہ بیگم۔ کونٹس کے بائیں بازو پر حضور سر عسکر سپہ سالار افواج عثمانیہ سامنے ابراہیم بک (متعلق صیغہ خارجیہ) ؛

پانچویں بگھی میں مسیو بو ویلو وزیر خارجیہ جرمنی۔ سیدھے بازو پر بیرنس مارشل (سفیر جرمن کی لیڈی) سامنے غالب بک (متعلق صیغہ خارجیہ)

چھٹی بگھی میں کونٹس کالز۔ بائیں بازو پر بیرون مارشل سفیر جرمنی متعینہ استنبول سامنے فریق احمد شاکر پاشا ایڈیکانگ اعلیٰحضرت سلطان المعظم) ؛

Marfat.com

ساتویں بگھی میں میڈم اوزیل وو کرسد رف۔ بائیں ہاتھ پر غازی عثمان پاشا مشہور حریف محافظ پلیونا حلمی بک (متعینہ وزیر خارجیہ)۔

آٹھویں بگھی میں کونٹ ولنبورگ (رئیس تشریفات شہنشاہ) جنرل اینکی سلمنے ناجر پاشا اڈیکانگ اعلیحضرت اعظم سو باقی بگھیاں تہیں جنہیں دونوں جانب کے اہلی عہدہ داران سوار تھے سلطانی فوج کی دستی سرائے یلدیز سے طولمہ باغچہ تک دو رویہ صف بستہ کھڑی ہوئے تہی کہیں مختلف مقامات میں بیانڈ کی دستی کھڑی ہوئی تھے۔ اور جب سواری انکی روبرو پہونچتی تو سلام حمیدیہ اور المانی کو ملاکر بجاتی جامع حمیدیہ سے لیکر طولمہ باغچہ تک دو طرفہ ہزاروں اشخاص صف بستہ سڑک پر کھڑی تہی۔ ایک طرف مردوں کے گروہ تہے اور دوسری طرف عورتوں کے جہرمٹ جو باہم ایک دوسری سے بالکل الگ کھڑی ہوئی تھے سب کی زبان سے چوق یشا کی نعری بلند ہو رہی تہی اسی عظمت و جلال کے ساتھ ساڑہے تین بجے سواری طولمہ باغچہ پر پہونچی۔ اس فوج نے جو یہاں صف بستہ تہی اور اس بیانڈ کی دستی نے جو یہاں کھڑا ہوا تہا نہایت دھوم دھام کے ساتھ سلامی اتاری۔ تہوڑی دیر تک استراحت کرنیکے بعد اعلیحضرت سلطان المعظم شہنشاہ بیگم کا ہاتھ پکڑے ہوئے منیر کے ہال میں تشریف فرما ہوئے اور سب اپنے اپنے مقام پر قرینہ سے بیٹھ گئے حسب معمول بیانڈ بجتا رہا۔ پانچ بجے کہانا ختم ہوا اور سب آکر بڑے ہال میں جمع ہوگئے۔ اسوقت اعلیحضرت سلطان المعظم اور شہنشاہ ولیم قیصر جرمنی میں تھوڑی دیر تک تخلیہ ہوتا رہا۔ جب سفر کا وقت قریب آگیا تو اعلیحضرت امیر المومنین اپنے دونوں بزرگ مہمانوں کے وسط میں بندرگاہ کی گودی پر پہونچ گئے۔ انکے پیچھے پیچھے پاشا ان رواں تہا۔ فوج اور اوس کے ساتھ ہی تمام مجمع کی زبانوں سے چوق یشا کے نعرے بلند ہوئے۔ بیانڈ نے سلام بجایا۔ جرمنی بحری فوج اپنے جہازوں کی چھتوں پر صف بستہ ہوکر ہرے کی نعرے لگانے لگی۔

گودی پر اعلیحضرت سلطان المعظم اور شہنشاہ ولیم قیصر جرمن بہت دیر تک ٹھیری رہے پہر شہنشاہ نے اعلیحضرت سلطان المعظم کے شہزادگان عالی مرتبت و بلند درجت سے ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی جو چند قدم کے فاصلے پر باہم ٹہیرے ہوئے تھے۔ اور جن کے نام نامی عبدالقادر آفندی۔ اور احمد آفندی اور برہان الدین آفندی ہیں۔ چنانچہ اعلیحضرت سلطان المعظم نے اونکو حاضر ہونیکا اشارہ کیا۔ فوراً تمام شہزادگان والا مرتبت حاضر ہوگئے۔ اور شہنشاہ نے اون سے مصافحہ کیا۔ اور پھر دونوں مقدم الذکر یعنی عبدالقادر آفندی اور احمد آفندی شہزادوں پر اپنی باہیں ڈالیں۔ جیسا کہ کوئی باپ محبت سے اپنی اولاد پر جہکتا ہے۔ اور اسکے بعد شہنشاہ بیگم نے بھی اون سے مصافحہ کیا۔ اور تیسری شہزادے یعنی برہان الدین آفندی کو محبت سے پیار کیا۔ اور اوس کے رخسار کو چوم لیا جیسے کہ ماں محبت سے اپنے بچے کو چومتی ہے۔

اعلیحضرت سلطان المعظم اسوقت میں تمغۂ خاندان ہوہنزولر (جرمنی کا شاہی خاندان) زیب کئے ہوئے تھے۔ اور اسی طرح سے تمغۂ خاندان آل عثمان شہنشاہ کے زیب بر تہا۔

اسوقت پہلی سلطان المعظم اور شہنشاہ کا باہم اس مقام پر کھڑا رہنا صد درجہ موثر تہا۔ آخر شب چلنے کی گھڑی آ پہونچی اور شہنشاہ نے حضرت سلطان المعظم کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے سلطانی کشتی میں قدم رکہا وداع کا لفظ ترکی کے ان الفاظ میں

شہنشاہ کی زبان سے نکلا۔ اور ایسے ٹوٹے ہوئے الفاظ میں شہنشاہ نے اخلاصمندی اور سچی محبت اور شکرگذاری کے کلمے زبان سے
کشتی چلنے کے قبل شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم نے فواد پاشا مصری کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں اتر آنیکا اشارہ کیا۔ چنانچہ حسب الحکم وہ
کشتی میں اتر آئے۔ اب کشتی شہنشاہ کو لئے ہوئے چلنے لگی۔ اور اوسکے ساتھ ہی خشکی سے رخصتی سلامی اور اعلان سفر کی غرض سے توپیں
چھوٹنے لگیں فوجی باجوں کا شور اور تالیاں شہر کے نعرے بیانڈ کی سریلی آواز۔ کشتیوں اور جہازوں نے سلامی کی جھنڈیاں لہرایا۔ اور فوج جوان
اپنے اپنے جہازوں اور کشتیوں کی چھت پر صف بستہ کھڑا اہوا رہتا۔ ایسے دلربا مناظر کو دیکھتے ہوئے شہنشاہ جہاز ہوہنزلرن پر پہنچے
عثمانی جہازات سے توپیں سر ہونے لگیں۔ جنکا جرمنی جہازوں نے جواب دیا۔ شہنشاہ کے جہاز کے اطراف اسوقت ۲ ہزار کشتیوں سے زیادہ
تھیں جو بالکل ایک دوسری سے ملی جلی ہوئی تھیں جس سے یہ نظر آرہا تھا کہ یہ گویا سمندر ہی نہیں ہے۔ ان کشتیوں میں کھچا کھچ لوگ
بھرے ہوئے تھے۔ اور اونکی زبانوں سے جوش کی نعرے ہوا میں بلند ہو رہے تھے۔ شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم نے متواتر دفعہ مجمع کا سلام لیا۔
یہہ سب کچھہ دریا میں ہو رہا تھا۔ اور ادھر ہمارے اعلیحضرت سلطان المعظم ساحل پر کھڑے ہوئے تھے۔ جہاں آپکی عظیم الشان مہمانوں نے
آپکو الوداع کہا تھا۔ اور اعلیحضرت جلالتمآب اور شہنشاہ دونوں اپنے اپنے ہاتھوں سے وداع اور سلام کا اشارہ کر رہے تھے

آخر ساڑھے پانچ بجے جہاز چلنے لگا۔ اور اوسیوقت عثمانی جہازوں نے آخری مرتبہ توپوں کی سلامی اتاری گئی جسکا جواب ہوہنزولرن
اور جہاز ہرتا نے دیا جو ہوہنزلرن کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ جہاز ہرتا کے پیچھے سلطانی جہاز ازمیر تھا جسمیں اعلیحضرت سلطان المعظم
کیجانب سے وہ عہدہ دار سوار تھے جنکا سفر فلسطین و شام میں شہنشاہ کے ساتھ رہنا قرار پایا تھا +

اعلیحضرت کا واپس تشریف لیجانا۔ غروب آفتاب کے آدہ گہنٹہ کے بعد اعلیحضرت سلطان المعظم پاشایان ذیشان کے
جلوس کے ساتھ محلسرائے یلدیز مراجعت فرما ہوئے ہزاروں اشخاص کی صفیں برابر ساحل سے سڑک تک کھڑی ہوئی تھیں اور اونکی منہ
سے دعاؤں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی اور فرط مسرت و خوشی کی مارے وہ بار بار بڑی گرمجوشی کے ساتھ تالیاں بجا رہے تھے۔ بگھی خراماں
خراماں چل رہی تھی۔ اور اعلیحضرت سلطان المعظم سیدھے اور بائیں جانب سے مجمع کا سلام لے رہے تھے۔ حضور صدر اعظم اور مشہور
غازی عثمان پاشا اعلیحضرت کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے +

حضرت اقدس خلافت پناہی نے غازی عثمان پاشا سے گفتگو کرتے ہوئے لوگوں کے بذریعہ دعا اظہار مسرت کو نہایت پسند
کیا مگر تالیاں بجانے کے طریقے کو پسند نہ کیا۔ اور یہہ فرمایا کہ اس قسم کے اظہار مسرت میں تالیاں بجانا مشرقی اقوام کی عادت نہیں بلکہ
اہل یورپ کے خصائص میں سے ہے اور ہمکو زیادہ مناسب یہی ہے کہ اپنے قومی آداب اخلاق پر قائم رہیں [illegible]
حضور کا یہ ارشاد ابھی زبان فیض ترجمان سے نکلا ہی نہیں تھا کہ بجلی کی طرح سارے مجمع میں دوڑ گیا۔ اور وہ [illegible]
عثمان پاشا نے حضور انور کی زبان سے یہ جملہ سنکر ایک اے ڈی کانگ سے جو جلوس کے ہمراہ تھا آہستہ سے یہ بات کہدی اور اے ڈی کانگ نے
افسران پولیس سے۔ اور اسطرح فوراً تمام صف بستہ مجمع کو یہ خبر پہونچ گئی۔ اور اوسیوقت تالیوں کی آوازیں موقوف اور
دعاؤں کے شور سے زمین و آسمان گونج گیا +

Marfat.com

اسی اثنا میں ایک بڈھا جلدی جلدی آگے بڑھا جس کے ... معلوم ہوتا تھا کہ اعلیٰحضرت ...

اس بوڑھے کے ہاتھ میں ایک عرضی بھی تھی۔ شاہی باڈی گارڈ نے قریب تھا کہ روک لیں اور اسکو بگھی تک پہنچنے نہ دیں مگر ہمارے آقائے غریب نواز رحم دل حضرت سلطان المعظم نے شاہی باڈی گارڈ کو اشارہ کیا کہ اس بوڑھے کو نہ روکیں۔ بلکہ بگھی تک [illegible] غریب بوڑھا دعائیں دیتا ہوا آگے بڑھا۔ اور بگھی کو بوسہ دیکر عرضی آگے پیش کردی۔ اور غازی عثمان پاشا نے اسکے ہاتھ سے عرضی [illegible] اور بوڑھا دعائیں دیتا ہوا پلٹ آیا۔ یہ نہیں معلوم کہ اس عرضی پر کیا حکم صادر ہوا۔ جب سواری شیخ ظافر آفندی کے تکیہ کے پاس پہنچی تو اعلیٰحضرت کی نظر اپنے تیسرے شہزادے نجابت مآب احمد آفندی پر پڑی جو گھوڑے پر سوار تھے۔ آپنے بگھی ٹھہرا لی۔ اور شہزادہ احمد آفندی گھوڑے سے اتر پڑے۔ حضرت اقدس نے اپنے سینہ سے بازو پر اونکو بٹھلا لیا۔ اور اسطرح جلوس گیا تھا۔ سواری محلسرا میں پہنچ گئی۔ رات میں ملک میں واپسی کے وقت شہر روشنی کیگئی تھی۔ اور تمام مجمع نے اپنے ہاتھوں میں مہتابیاں روشن کر رکھی تھیں۔ اور ساری خلقت یکزباں ہوکر خداوند زمین و آسمان خالق جل و علا سے یہی دعا مانگ رہی تھی کہ اے خدائے لایزال تو اس سلطان المعظم کو قوم کی بہبودی اور ملت کی رفاہیت و فلاح کے لیے زندہ رکھ اور تو خود اسکا محافظ و پاسبان رہ۔

۱۸- اکتوبر بروز سہ شنبہ کو جس وقت جرمنی باشندگان مقیم قسطنطنیہ کا ایڈریس پیش ہوچکا تو اسکے بعد سوئزرلینڈ کے باشندوں کا بھی جو قسطنطنیہ میں دولت جرمن کے زیر حمایت رہتے ہیں۔ ایک ایڈریس پیش ہوا تھا جسکا شہنشاہ نے مختصر معنی خیز جواب دیا۔

میں اس برتاؤ سے جو یہاں مجھ سے برتا گیا بہت ہی خوش ہوا۔ وہ پالیسی جو میں نے ٹرکی کے ساتھ برتی۔ اور جو وہی پالیسی ہے جسپر مجھ سے میرے جد امجد کاربند تھے۔ اب اچھا ثمرہ دینے لگی ہے۔ ان دوستانہ روابط سے جو مجھ میں اور اعلیٰحضرت سلطان میں ہیں یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ دو ایسی قوموں میں جو بلحاظ جنسیت و مذہب مختلف ہوں ایک مستحکم اتفاق ہوسکتا ہے جس سے وہ باہم ایک دوسرے کی مدد اور مساعدت کے لیے تیار و آمادہ رہ سکیں۔

یہاں یہ بات بیان کردینی بھی مناسب ہوگی کہ وہ ایڈریس جو جرمنی باشندوں کی طرف سے شہنشاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ہرن کے چمڑے پر لکھا گیا تھا۔ اور اسکی جلد روپہری کام کی مخمل سے بنائی گئی تھی جسکی ایک جانب تاج شہنشاہی اور عقاب اور ہلال کا نقش نہایت [illegible] کیا گیا۔ اور دوسری جانب [illegible] اور آستانہ علیہ کی ایک محلہ کی تصویر تھی +

غالباً اس مقام پر یہ بیان کردینا بھی بے محل نہ ہوگا۔ کہ جس وقت شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم ہرکہ سے آنکی ٹرین پر سوار ہوئے تھے۔ تو انہوں نے اپنے سیلون میں نشست نہیں فرمائی بلکہ علاقہ کے دلکش سماں اور سرسبز مرغزاروں کو دیکھتے ہوئے دروازہ کے پاس ہی کھڑے ہوئے تھے۔

۱۹ر اکتوبر بروز چہار شنبہ گیارہ بجے شہنشاہ بیگم جرمنی دار السفارت میں گئیں۔ اور یہاں آپکی خدمت میں نمائش سوق الاشغال کی چند نادر اشیاء پیش کیگئیں۔ اور آپنے انکو خرید فرمایا۔

اس جائزہ کے بارہ میں جو جمعہ کے روز ہوا تھا ہم اپنے ناظرین کو اسبات کی اطلاع دیتے ہیں کہ اثناء جائزہ میں جب حضور ممدوح غازی عثمان پاشا محافظ پلیونا کو شہنشاہ کی خدمت میں باریابی ہوئی اور شہنشاہ نے غازی ممدوح سے مصافحہ کیا اور آپکی تعریف کیں۔ اور وقت ملاحظہ افواج اعلیٰحضرت اور شہنشاہ کی باہم متواتر گفتگو ہوتی رہی شہنشاہ اور اعلیٰحضرت مخصوص ...

Marfat.com

اعلیٰحضرت جرمنی سلطنت کے تخت نشین ہو کر زیب برگی ہوتے تھے۔ اور شہنشاہ و شہنشاہ بیگم حسب معمول عثمانی سفینوں کو جب کسی حصہ فوج کا علم سامنے آتا تو شہنشاہ سلام کرتے اور شہنشاہ بیگم بھی تعظیماً ذرا جھک جاتیں۔

ان سب باتوں کے علاوہ ایک اور بات بیان کر دینی واجب ہے وہ یہ ہے کہ اعلیٰحضرت سلطان المعظم نے علی سامی بک وفد نقشہ کشی مکتب حربیہ کو حکم دیا کہ وہ ان تمام مقامات کی جو شہنشاہ کے زمانہ سیاحت میں تصویر لینے کے قابل ہوں تصویریں لیں۔ چنانچہ سامی بک پیشوائی کی جماعت کے ساتھ روانہ کیا گیا۔ اور مقام مذکور پر شہنشاہی جہاز کے پہونچنے کی تصویر لی۔ اور اسی طرح شہنشاہ کے دارالسلطنت قسطنطنیہ میں قابل تصویر مقامات کی تصویریں لیں۔ اور اس غرض کے لئے یہ بھی قرار دیا گیا کہ سیاحت فلسطین کے زمانہ میں بھی وہ شہنشاہ کے ساتھ رہیں۔ سامی بک کو حکم دیا گیا کہ وہ ان تمام تصویروں کی تین البم تیار کریں۔ ایک اعلیٰحضرت کے لئے اور باقی دو شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم کے لئے۔ اس البم کے علاوہ اور تین البم تیار کئے گئے ایک میں مکتب حربیہ کے طلبا کے جمناسٹک کھیل کی تصویریں ہیں دوسرے میں عثمانی بیڑہ جہازات کی تصویریں ہیں جو شاہی جہاز ہوہنزولرن کے ساتھ ساتھ تھا تیسرے میں باسفورس کے دلفریب مناظر کی تصویریں۔

قیصر ولیم کی اقامت آستانہ علیہ کے مفصل حالات کے بیان کے بعد سیاحت فلسطین و شام کے مختصر حالات لکھے جاتے ہیں قیصر و قیصرہ کا جہاز ۲۵ اکتوبر کی شام کو بندر حیفا پہونچا۔ جہاں سے براہ بندر یافہ خشکی کی راہ ۲۹ اکتوبر کو یروشلم پہونچے قیصر موصوف اور شہنشاہ بیگم یروشلم سے واپس آکر بتاریخ ۴ نومبر یافہ سے بیروت کی طرف روانہ ہوئے جہاں ان کا جہاز ۵ نومبر کی سہ پہر کو پہنچا دولتلو رشید پاشا اور اہالی شہر کو تار کے ذریعہ پہلے سے خبر دی گئی تھی۔ چنانچہ قیصری جہاز اور اس کے ہمراہی جرمن بیڑوں کی بندرگاہ پر پہنچنے سے پہلے ہی ہزارہا باشندگان رعایا سلطان کے معزز مہمانوں کی استقبال کے لئے ساحل پر جمع ہو گئے تھے۔ قیصری جہاز کو دیکھتے ہی دیگر عثمانیہ جہازوں اور خشکی کی باتریوں سے حسب قاعدہ سلامی اتاری گئی اور رشید پاشا معہ دیگر اراکین کشتیوں پر سوار ہو کر استقبال کے لئے قیصر کے جہاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ ساحل قیصر اور شہنشاہ بیگم کی ملاقات [illegible] شہنشاہ دو دن بعد نماز ظہر خشکی پر اترے۔ اس وقت تک تمام راستوں میں باشندگان شہر اور گرد نواح کا مجمع عظیم اور سپاہیان عثمانی لشکر [illegible] کھڑا ہو گیا ظہر سے پہلے رشید پاشا والی صوبہ مشیر پاشا (کمانڈر افواج) اور جزنلو عبدالقادر افندی پریسیڈنٹ میونسپل کمیٹی مالک اخبار ثمرات الفنون قیصر کو لانے اور ان کی خدمت میں میونسپلٹی بیروت کی طرف سے ہدیہ پیش کرنے کے لئے جہاز ہوہنزولرن پر گئے قیصر اور قیصرہ نے اس ہدیہ کو بڑی خوشی سے قبول کیا۔ ان تینوں اصحاب کو اپنے ساتھ کھانے پر بلایا کھانے سے فارغ ہو کر قیصر [illegible] اور کل جماعت خشکی پر اتر پڑی اور مجلس شاہانہ جو طمطراق اور جاہ و جلال میں آستانہ علیہ کی [illegible] عیسائیوں کے شفاخانہ کو تشریف لے گئی۔ راستہ میں قیصر ہاتھ سے اور قیصرہ سر کے اشارہ سے اہالیان شہر کے سلام اور نعرہ ہائے خوشی کا جواب دیتی رہیں شفاخانہ میں آدھ گھنٹہ ٹھہر کر جرمنوں کے مدرسہ کو گئیں۔ [illegible] شہنشاہ بیگم کو وہاں [illegible] پڑھ کر [illegible] دیکھے گئے اور قیصر کا معائنہ لیکر باغ فاروقیہ کو تشریف لے گئے۔ جہاں تھوڑی دیر بعد قیصرہ بھی مدرسہ سے آ پہونچیں اور معزز مہمانوں کی چائے وغیرہ سے تواضع کی گئی۔ شہنشاہ نے اپنے میزبانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اور باغ کے مناظر کی تھوڑی دیر سیر کر کے دارالحکومت اور سعادتمندی بار کو

Marfat.com

راستہ سے بندرگاہ جا کر شام کے قریب انکے جہاز پر واپس چلے گئے۔ تیسرے دن [illegible] خشکی پر اترے اور حسب معمول شاہانہ جلوس کے ساتھ دمشق جانے کے لئے ریلوے اسٹیشن کو گئے جہاں خاص ٹرین پر جو پر تکلف سامان و لوازمات آراستہ تھی سوار ہونے سے پہلے میونسپلٹی کے ممبر جلالتمآب کے سامنے پیش کئے گئے۔ اور قیصر کل ترکی حکام و مسافر کے گاڑی پر سوار ہو گئے اور وہ منزل مقصود کیطرف روانہ ہو گئی۔ تینوں دن بیروت اور اسکا بندرگاہ جس تکلف اور خوبی سے سجائے گئے تھے اسکی تمازت کو ہی انتہائے تبیین ناظرین خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں رات کو اسقدر روشنی ہوتی تھی کہ دن معلوم ہوتا تھا۔ چند گھنٹوں کے بعد سپشل ٹرین اسٹیشن عالیہ پر پہنچی وہاں (مظفر؟) لنعوم پاشا (عیسائی گورنر علاقہ جبل لبنان) اسکی بیوی اور دیگر ارکان دولت اور لبنانی فوج کا ایک دستہ استقبال کے لئے موجود تھے جہاں کے آرام کے لئے چار عالیشان خیمے اسٹیشن کے متصل نصب تھے اور ٹرین سے لیکر وہاں تک مخملی فرش بچھا ہوا تھا۔ قیصر قیصرہ اور انکے ہمراہیان ٹرین سے اتر کر کچھ دیر خیموں میں آرام کیا اور کھانا کھایا۔ بعد ازاں چار بیروتی نوجوان مسلمانوں کے کرتب جو شمشیر بازی کے فن میں ید طولیٰ رکھتے ہیں دیکھے قیصر انکی کھیل سے بہت خوش ہوئے اور انکو پاس بلا کر ایک ایک کا نام پوچھا پھر انکی تلوار کو چھوا۔ اور یہ دیکھکر بہت حیران ہوئے کہ باوجودیکہ وہ ایک دوسرے پر چلاتے اور ضربیں لگاتے رہتے تھے کسی تلوار پر گوشت میں سے گذرنے کا نشان نہیں جب اسکی وجہ دریافت کی تو ایک نے جواب دیا "ہم آپس میں دوست ہیں اسلئے ہماری تلواریں ایک دوسرے کے جسم میں سے نہیں گذر سکتیں لیکن اگر دشمن سامنے ہو تو پھر ہماری تلواروں کی کاٹ دیکھئے"۔ مصوروں نے ان چاروں نوجوانوں استقبال کے موقع اور تقریباً تین سو دروزی شیوخ کی جو موجود تھے عکسی تصویریں اتار لیں اسی موقعہ پر قیصر نے نعوم پاشا کی بیوی سے کہا "۲۹ برس ہوئے میرا باپ (فریڈرک) یہاں آیا تھا اور تمہارے باپ فرنقو پاشا کا مہمان رہا تھا"۔ پھر نعوم پاشا کے خورد سال بچے کو مخاطب کر کے کہا "میرے باپ نے تیرے نانا سے ملاقات کی تھی میں اب تیری ملاقات سے خوش ہوں اور امید ہے کہ میرا ولیعہد جب اس ملک کی سیاحت کریگا تو تو لبنان کا متصرف اور دولت علیہ عثمانیہ کی مخلصانہ خدمت میں سرگرم ہوگا"۔ بعد ازاں قیصر نعوم پاشا اور اسکے اکثر ماتحتوں کو مختلف نشان عطا کر کے ٹرین پر سوار ہو گئے۔ دوسرے اسٹیشن "سعد نائل" پر مقامی حکام استقبال کے لئے موجود تھے وہاں ٹرین پر ٹھیر کر جلالتمآب نے عرب سواروں کے کرتب ملاحظہ کئے۔ اس سے آگے اسٹیشن "معلقہ زحلہ" آیا وہاں شام کا گورنر اور مشیر پاشا وغیرہ اعلیٰ ارکان دولت اور کچھ فوجی دستے استقبال کیلئے کھڑے تھے جو قیصر اور قیصرہ کو خوش آمدید کہکر اپنی سپشل ٹرین پر پھر دمشق کو چلے گئے اور قیصر اور انکی جماعت نے ٹرین سے اتر کر شاہی خیموں میں دوپہر کا کھانا تناول کیا۔ اور قدرے استراحت کرنے کے بعد ٹرین پر سوار ہو گئے اور عصر کے وقت کے ساڑھے دس بجے دمشق پہنچ گئے۔ باشندوں کی پرجوشی اور شہر کی سجاوٹ و آراستگی دیکھنے پر موقوف تھی ناظم پاشا گورنر اور دیگر افسر استقبال کے لئے اسٹیشن پر حاضر تھے۔ پاشا نے شہر کے امرا و اعیان دولت کو قیصر کے سامنے پیش کیا۔ جو یکے بعد دیگرے سب سے مصافحہ کرتا گیا۔ اسوقت تک سورج غروب ہو گیا تھا۔ قیصرہ گاڑی پر جسکے آگے چار گھوڑے جتے ہوئے تھے اور قیصر گھوڑے پر سوار ہو گئے اور فوجی محکمے کے دفتر کو جو دو ہزار پونڈ کے خرچ سے انکی رہائش کیلئے آراستہ کیا گیا تھا روانہ ہو گئے۔ راستہ میں سلطان سلیم خان اول فاتح شام و مصر کے تکیہ کے قریب فوج توپخانہ صف بستہ کھڑی تھی جس وقت شاہانہ جلوس کے قریب پہنچنے پر ۱۲ توپوں کی سلامی سر کی گئی۔ آہنی پل کے قریب اعدادیہ عسکریہ رشدیہ اور صناعیہ اور دیگر مدارس کے طلبا کی صفیں کھڑی تھیں۔ انہوں نے ایک آواز ہو کر "چوق یشا" کا نعرہ بلند کیا۔ عام باشندگان

کے اژدحام کا کوئی حد حساب نہ تھا۔ وزراء دولت استقبال کے لئے اسٹیشن سے پہلے ہی قصر فوجی میں پہونچ گئے ہوئے تھے جس میں داخل ہونے سے پہلے قیصر نے فوجی محافظ کا جائزہ لیا۔ اور پھر محل میں داخل ہوتے ہی جلالتمآب امیر المومنین کو شکریہ کا تار روانہ کیا جسکا اوسیوقت جواب موصول ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر آرام کرنیکے بعد رات کا کھانا تناول کیا۔ میز کے گرد چالیس کرسیاں تھیں اور ہر ایک پر خادم حاضر تھے انہیں سے پانچ سلطانی محلسرا کے ملازمان خاص تھے جو مشہور باورچی توفیق بک آفندی کی ہمراہ آئے تھے۔ ترکی حکام بھی کہانے میں شریک ہوئے۔ آدھی رات تک مجلس گرم رہی بعد ازاں قیصر و قیصرہ اور اونکے اعلیٰ مراتب ہمراہیوں نے قصر میں اور دوسروں نے خیمے میں آرام کیا

ورود سے دوسرے دن (منگل ۸ نومبر) چار بجے (ترکی وقت) قیصر گاڑی پر اور قیصرہ زین سوار جامع اموی کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ اور جب مسجد تقریباً چالیس گز کے فاصلہ پر رہگئی تو از راہِ ادب پیدل ہو گئے۔ اور مسجد میں جاکر اول حضرت یحییٰ پیغمبر کی قبر کی زیارت کی پھر کل مسجد کے اندر پھر کر مرمت کے کام کو جو جاری ہے ملاحظہ کیا۔ اور مرمت کنندگان کی قابلیت پر جنہوں نے اپنے کام سے ثابت کر دیا ہے کہ عربی صنعت عمارت ابھی دنیا سے ناپید نہیں ہوئی۔ بہت خوشی ظاہر کی اور چندہ دہندگان کی ہمت و کوشش پر آفرین کی۔ قیصر نے اعلیٰ انجنیر سید ادیب تقی کو سامنے بلا کر پوچھا کیا تمہارے ماتحت کوئی اور بھی یورپین معمار ہے؟ اونسے جواب دیا میرے سوا اور کوئی یورپین نہیں اور یہ کل کام دیسی معمار کر رہے ہیں جس سے قیصر کو اور زیادہ خوشی ہوئی۔ مسجد کی سیر میں تین گھنٹے صرف ہوئے۔ بعد ازاں مشہور نامور اسلامی فاتح و مجاہد الکبیر سلطان صلاح الدین ایوبی کی قبر پر تشریف لیگئے۔ اور کچھ عرصہ وہاں ٹھیرے وہاں سے واپس آکر قیصرہ نے ایک نہایت خوبصورت گلدستہ اپنے خاوند کیطرف سے قبر پر رکھے جانیکے لئے مزار پر بھیجا اس گلدستہ کے بند پر عربی زبان میں یہ عبارت منقوش تھی۔ ولیہلم الثانی قیصر المانیا و ملک بروسیا تذکاراً للبطل السلطان صلاح الدین الایوبی۔ سلطان کے مزار سے قیصر و قیصرہ اسعد پاشا اعظم مرحوم کے مکان کو جسکے اکثر کمرے بدیع و بےنظیر صنعتوں اور طلائی کام اور مینا کاری کی چیزوں سے بھرے ہوئے ہونیکی وجہ سے شہرۂ آفاق ہے تشریف لے گئے۔ پاشاء موصوف کی اولاد نے بہ خلوص اور تپاک ان گرامی قدر مہمانوں کا استقبال کیا۔ اور اونکو ایک ایک کمرہ کرکے دکھلایا۔ سب سے آخری کمرہ میں نادر و بیش بہا خاص چینی کے برتن رکھے ہوئے تھے اور اوس کے وسط میں ایک قیمتی میز پر بڑی بڑی قابیں نہایت خوبصورت اور انکے درمیان ایک عجیب غریب چینی کا پیالہ تھا قیصرہ کو یہ تینوں برتن ایسے دلآویز معلوم ہوئے کہ وہ کچھ عرصہ اونکو خوب غور سے دیکھتی رہی جس سے مالک مکان کو معلوم ہوگیا کہ قیصرہ کو یہ برتن پسند آئے ہیں۔ اور اوس نے جلالتمآب کو مخاطب کر کے کہا "میری نہایت خوش قسمتی ہوگی اگر آپ مع قیصرہ اس چیز کو جو آپکو پسند آئی ہو [illegible] منظور فرمالیں" قیصر نے فوراً جواب دیا "ہم تمہارا مکان دیکھنے کو آئے ہیں نہ کہ اوسے لوٹنے کے لئے" اسپر مالک مکان نے [illegible] واللہ اثبار یہ کوئی لوٹ نہیں کیونکہ ہم اور ہمارے اموال مالک امیر المومنین کی ملکیت ہیں۔ اور آپکی ذات اوسکی صادق دوست ہے مسلم امر ہے کہ دوست دوست میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ پس اگر جناب کچھ لیں گے تو اپنا ہی مال لینگے" جب اسکا ترجمہ سنایا گیا تو قیصر ممنون و قیصرہ نہایت ہی متعجب ہوئے اور کہا "اگر تمہاری یہی منشا ہے تو ہم اس مکان کی سیر کی یادگار میں یہ تین برتن لیتے ہیں" جو اوسی وقت اٹھا کر خدام کے حوالہ کر دیئے گئے۔ اسکے بعد مہمان مکان کے صحن میں آگئے جہاں مالک مکان نے اونکی تفریح کے لئے تماشہ کرنیوالے عرب بار دل [illegible] کو بلایا ہوا تھا یہ سب کے سب اپنی عجیب غریب قومی لباس میں ملبوس تھے جنکی ناچ اور تلوار کے کرتبوں کو دیکھکر کل جماعت

Marfat.com

جسکی ساتھ ہی قہوہ و شربت سے بھی تواضع کیجا رہی تھی بہت خوش ہوئی۔ اسکے بعد قیصر نے اپنی سر پر رومالی [illegible]
اپنے ہاتھ سے رقص کنندہ عربوں کی عکسی تصویر اتار لی۔ اسکے بعد مصوروں نے بھی قیصر کے حکم سے مکان کے مختلف حصوں اور تماشہ کرنیوالوں کی
مختلف اوضاع کی تصویریں لے لیں اور مہمان میزبانوں کا شکریہ ادا کرکے مکان سے رخصت ہو گئے۔ اسکے بعد قیصر و قیصرہ عزتلو جبران
آفندی دعیبانی شامی کے مکان کی دیکھنے گئے جو بھی عجائبات قدیمہ و نوادرات صناعیہ کیلئے بہت مشہور ہیں سیر کی۔ اس مکان میں ۱۹ برس پہلے قیصر کا
والد بھی جبکہ وہ شام و فلسطین کی سیر کو آیا تھا۔ اور ایک رات اسمیں رہا تھا قیصر نے اس واقع کی یادگار میں از راہ ادب اپنی
ٹوپی سر سے اتار لی اور اسکی تقلید میں ہمراہیوں نے بھی یہی کیا۔ اسجگہ بھی شربت و قہوہ سے تواضع کی گئی۔ اسکے کمروں کی سیر سے فارغ ہو کر شاہی
جماعت جرمن قونصل مقیم دمشق کے مکان پر گئی اور ۲ منٹ وہاں قیام کرکے فوجی قصر کو واپس آگئی۔ جہاں قیصر کی اور جرمن رفقاء اور اعلی
عہدہ داروں نے قیصر او قیصرہ کے ساتھ دوپہر کا کھانا تناول کیا۔

نو بجے (ترکی وقت) ظہر کے قریب قیصر سرجہ کے دلفریب میدان میں ترکی فوج کا جائزہ لینے کے لئے اکیلے تشریف لے گئے۔ ۱۱ پلٹن فوج اور
۴۸ توپیں وہاں موجود تھیں پہلے سب نے ایک ساتھ سلامی اتاری پھر جرنیل حقی پاشا (پانچویں جیش ہمایوں کے کمانڈر) کے حکم سے جو
حکم دیکر قیصر کے پیچھے آکھڑا ہوا ہر ایک پلٹن علیحدہ علیحدہ صف بستہ ہو کر قیصر کے سامنے سے گذرنی شروع ہو گئی۔ یہ جائزہ ڈیڑھ گھنٹہ میں ختم
ہوا۔ اسکے بعد قیصر نے اسی جگہ عربی سواروں کے بے نظیر کرتب تقریباً آدھ گھنٹہ تک ملاحظہ کئے۔ اس سے فارغ ہو کر قیصر دولتلو ناظم پاشا گورنر شام
کے دولتخانہ پر تشریف لے گئے۔ اور چالیس منٹ وہاں رہے پاشا موصوف نے اپنے فرزندوں کو پیش کیا جنسے جلالتمآب نہایت نوازش و محبت سے پیش آئے
ورینولا قیصرہ بجائے اسکے شاہان مقام دمر کو تشریف لیجا کر تقریباً نصف گھنٹہ وہاں کے دلفریب منظروں کا نظارہ کرتی رہیں اور پھر محل کو
واپس گئیں۔ جہاں تھوڑی دیر بعد قیصر بھی پہنچ گئے۔ شام کو میونسپلٹی کی طرف سے ٹون ہال جو نہایت تکلف کے ساتھ آراستہ کیا گیا تھا معزز
مہمانوں کو شاہانہ ضیافت دی گئی۔ مہمان تقریباً دو گھنٹے کھانے کی میز پر بیٹھے۔ جلالتمآب کی خدمت میں پہلے عرض کیا جا چکا تھا کہ ایک جامعہ
طالب علم سید محمد علی آفندی کو بری آپکی خدمت میں ایڈریس عربی زبان میں پیش کریگا .... وقت
مقررہ پر آفندی موصوف پیش کیا گیا۔ اور اسنے ایڈریس پڑھکر سنایا۔ اسمیں اسنے سلطان المعظم کے گرامی قدر مہمانوں کے ورود پر اپنی طرف سے
اصالتاً اور وکالتاً اہالی دمشق کی طرف سے نہایت خوشی و مسرت ظاہر کرنیکے بعد بیان کیا کہ دونوں سلطنتوں (ترکی اور جرمنی) کی مستحکم محبت اور دوستی
وہ بینظیر مولانا امیر المومنین کے دست خالص ہم نے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امپراطور المانیا کو تیس کروڑ مسلمانان عالم کی [illegible]
اور بارگاہ ایزدی سے امید ہے کہ جرمن اور عثمانیہ دونوں عظیم قوموں میں محبت اور دوستی کے رشتے دن بدن اور زیادہ مستحکم ہو
جائیں گے۔ اسکا ترجمہ جرمنی میں سلطانی یاور صادق بک نے کیا جسے سنکر قیصر و قیصرہ بہت خوش ہوئے۔ اور کہا اسکے بعد [illegible]
بک سے پھر دوبارہ سنا۔ اسکے بعد سلیم بک الیوب ثابت نے تقریر کی جو اسنے فرانسیسی میں شروع کرکے عربی میں ختم کیا اور اسکا ترجمہ بھی صادق بک نے
جرمن میں کیا۔ انکے جواب میں قیصر نے حسب ذیل تقریر کی:۔

تمہاری جو عزت و احترام اسجگہ اور دیگر مقامات میں ہماری سیاحت کے دوران میں کیگئی اور جو خلوص [illegible]

Marfat.com

[illegible] کیا گیا ہے اُس کیلئے میں اپنی طرف سے اور نیز قیصرہ کی طرف سے تہ دل سے کمال شکریہ ادا کرتا ہوں جس پرتکلف مراسم استقبال سے میرے دل پر جو گہرا اثر ہوا ہے میں اوس کے بیان کرنے سے قاصر ہوں خاصکر جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ میں اسوقت ایسے شہر میں موجود ہوں جسمیں کبھی وہ شخص رہا ہے جو شجاعت و بسالت میں اپنے زمانہ کی تمام آدمیوں سے بزرگ و ممتاز اور شہامت و بزرگی میں زمانہ کا سرتاج تھا اور جسنے اکثر اپنے دشمنوں کو بھی مردانگی و سپاہگری اور شہامت میں سبق سکھائے تھے۔ اور وہ کون تھا مشہور آفاق قہرمان اور نامور سلطان و سپہ سالار صلاح الدین ایوبی جب میں یہ دیکھتا ہوں۔ تو میرا دل روحانی خوشی اور مسرت سے پھولا نہیں سماتا۔ اور انہی احساسات قلبی کے سامنے [illegible] اول اسموقعہ کو غنیمت سمجھکر جلالت مآب سلطان عبد الحمید خان کی مہمان نوازی اور خاطر و مدارات کا جسکی خالص محبت حاصل ہونیکا مجکو فخر ہے زبان شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور یقین کامل رکھو کہ قیصر المانیا سلطان اعظم عبد الحمید خان اور تیس کروڑ مسلمانوں کا جو دُنیا کی مختلف حصوں میں بستے ہیں ہمیشہ گذشتہ زمانہ کی طرح سے ہمیشہ کیلئے سلطان المعظم سے وابستہ و مربوط ہیں دوست صادق رہیگا میں اعلیحضرت سلطان عبد الحمید کی صحت کا جام پیتا ہوں“۔

تقریر کے بعد قیصر نے ہر دو اڈریس دہندگان اور نیز اپنے میزبانوں کا شکریہ ادا کیا اور پھر شاہی جماعت فوجی قصر کو چلی گئی +

تیسرے دن (یعنی آٹھ نومبر) قیصر اور قیصرہ نے صبح کیوقت صالحیہ کے خوشگوار میدان جبل قاسیون اور پھر دمشق کی مشہور عالم غوطہ کی سیر کی بعدازاں فوجی قصر میں آکر ڈنر کھایا جسمیں اکثر امراء اور افسر بھی شریک تھے۔ اسوقت ناظم پاشا نے بیروت کی طرز کی دیسی ساخت کی بیش قیمت اشیاء اور قصبہ حماہ کے سطر فنسی بنایا ہوا ان کے بنے ہوئے ریشمی پارچہ کے تھان پیش کئے جنکو قیصر نے بڑی خوشی سے قبول کرلیا +

پھر گیارہ بجے (ترکی وقت) کے قریب قیصر شہر کی سیر کیلئے گاڑی پر سوار ہو کر نکلے۔ درویشیہ بازار حمیدیہ۔ باب شرقی اور باب توما تک گئے۔ اور اسی رستہ مراجعت کرکے فوجی قصر کو واپس آگئے۔ جہاں سے وہ اور قیصرہ پھر صالحیہ کو دوبارہ گئے اور شام کے قریب واپس آئے۔ چوتھے دن (جمعرات) اور نو بجے قیصر اور قیصرہ سپیشل ٹرین پر سوار ہو کر بیروت کو روانہ ہو گئے۔ اور روانگی سے پہلے اکثر اراکین و معززین کو نشانات عطا کئے گئے۔ دولتلو ناظم پاشا نے اپنی طرف سے ایک مرصع بیش قیمت قالین خالص دمشق کا بنا ہوا نذر کیا جسمیں موتی ٹانکے ہوئے تھے حماہ کے متصرف نے سنہری کام کی عبا نذر کی۔ اور دستار بند پیش کیا جسکو قیصر نے دل [illegible] اسیوقت زیب تن کر لیا۔ حوران کے متصرف نے بادیہ سماوہ کی او[illegible] پاشا سقلان نے بیش قیمت گھوڑا نذر کیا [illegible] [illegible] کرکے پھر واپس کر دیا۔ اور اول الذکر کو قیصر نے نشان اور آخر الذکر کو قیصرہ نے مرصع تمغہ عطا کیا [illegible] [illegible] کو قیصر نے دو سو پونڈ نقد اور قیصرہ نے الماس کی انگوٹھی عطا کی۔ اسی طرح قیصرہ نے جرجی افندی موسیٰ سرتی [illegible] افندی کی بیویوں کو الماسی زیور عطا کئے +

سپیشل ٹرین ظہر سے پہلے سٹیشن معلقہ زحلہ میں پہنچی۔ اور شاہی جماعت نے خیموں میں جاکر کھانا کھایا۔ پھر اسپیشل گاڑی نمبر [illegible] کر بعلبک گئی اور رات خیموں میں وہیں آرام کیا۔ استقبال کے لئے ترکی اعلیٰ افسر پہلے ہی وہاں پہونچ گئے تھے۔ جمعہ کی صبح [illegible]

Marfat.com

اس یادگاری ستون کیطرف گئی جو حسب الحکم سلطانی اس سیاحت کی یادگار میں [illegible]
ہے۔ اسکی بلندی چھ گز اور عرض تین گز ہے۔ اور ترکی و جرمنی میں اسپر یہ عبارت کندہ ہے۔ "ولیم ثانی قیصر جرمن وہ پیشوائے اعظم
آگستا وکٹوریہ کی ملاقات کی یادگار میں جو انہوں نے سنہ ۱۳۱۶ھ (سنہ ۱۸۹۹ء) میں اپنے محب مخلص سلطان غازی عبدالحمید کی
دونوں سلطنتوں کی محبت راسخہ کی بین دلیل ہے۔ یہ علامت مفاخرہ بنائی گئی ہے" اس یادگار کے افتتاح سے فارغ ہو کر قیصر و قیصرہ
نے اجلیک کے مشہور قلعہ کی سیر کی۔ اور اوسکی وسعت دیکھکر دنگ رہ گئے۔ پھر پانچ بجے (ترکی وقت) اسٹیشن کو واپس جا کر سپیشل ٹرین پر سوار
ہو گئے۔ رستہ میں نعوم پاشا اور اوسکی بیوی نے جو عالیہ کے اسٹیشن پر موجود تھے قیصرہ کیخدمت میں مرصع طلائی بازو بند پیش کئے جنکو قیصرہ
قبول کر لیا۔ سپیشل ٹرین جمعہ کو غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ بعد بیروت پہونچی کل ترکی افسر اور قونصل ترکی لباس میں موجود تھے
اور چراغان سے رات دوپہر بن رہی تھی قیصرہ اسی گاڑی سے اور قیصر گھوڑے پر سوار ہو گئے فوج دورویہ صف بستہ کھڑی تھی
شاہی جہاز عثمانیہ جاہ جلال سے سمندر کے کنارے پر پہونچے اور وہاں سے اپنے میزبانوں سے رخصت ہو کر قیصری جہاز پر سوار ہو کر چلے گئے
اور رات وہیں بسر ہوئی دوشنبہ کی صبح کو طلوع آفتاب سے پہلے سلطان المعظم کے مہمان معزز مہمان ۲۶ دن ممالک عثمانیہ میں رہنے کے
بعد بالٹک کے رستہ اپنے ملک کو روانہ ہو گئے۔

قیصر نے آستانہ علیہ سے روانہ ہونے سے پہلے چھ ہزار فرینک وہاں کے فقرا میں تقسیم کئے۔ چالیس ہزار فرینک مختلف خیراتی
کاموں میں دئیے اور پانچ سو فرینک (۲۵ فرینک کا ایک پونڈ برابر پندرہ روپیہ) ہر کہ کے کارخانہ کی ان بارہ
لڑکیوں کے جہیز کے لئے دئیے جنہوں نے بطور ہدیہ دئیے گئے قالین کو تیار کیا تھا۔

قیصرہ نے دمشق میں ایک کم عمر لڑکی کے ہاتھ مہندی سے رنگے ہوئے دیکھکر تعجب ظاہر کیا۔ اور سفید رومال سے اس کے
ہاتھ کو رگڑا کہ شاید رنگ اتر آئے۔ مگر نہ اترا۔ پھر لڑکی کو دو پونڈ دیکر آگے بڑھ گئیں۔ قیصرہ دمشق سے ایک عربی بلی
بھی ساتھ لے گئیں۔ ایک نامہ نگار کا بیان ہے کہ جب قیصر و قیصرہ سلطان المعظم سے رخصت ہونے لگے اور کشتی پر سوار ہوئے
تو فرط مسرت اور ابتہاج سے چند لحظہ دونوں میاں بیوی کوئی لفظ منہ سے نہ نکال سکے حتی کہ اسی غلبہ مسرت سے قیصرہ کی
آنکھوں سے آنسو بھی ٹپک پڑے۔

قدس شریف میں حضرت داؤد علیہ السلام کے مزار میں جانے سے پہلے قیصر نے اس امر شیخ کمال الدین آفندی ناظر اوقاف سے
اجازت حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ جب قیصر مزار کے صحن میں داخل ہونے لگے تو آفندی موصوف نے کہا۔ اس مکان میں آج سے پہلے
کوئی بادشاہ کبھی داخل نہیں ہوا۔ اور اگر آج سیدنا مولانا امیر المومنین کا ارشاد نہ ہوتا تو آپ کبھی بھی داخل نہ ہو سکتے۔
ترجمہ جب توفیق پاشا سفیر ترکی متعینہ برلن نے قیصر کو سنایا تو وہ بہت خوش ہوا۔ اور آفندی موصوف سے دو دفعہ مصافحہ کر کے کہا
میں اس خاص اذن و اجازت کے لئے خاص طور پر اپنے دوست سلطان المعظم کا شکریہ ادا کرونگا۔ شیخ علی یوسف آفندی نے جو رسالہ
قیصر کی ضیافت و مدارت کے حالات بالتفصیل بیان کرنے کے بعد اس کے نتائج اور دیگر واقعات بالخصوص وہاں اغراض کے

اور مسٹر ن کو خفیہ معدود شک ہے ایک طویل آرٹیکل تحریر کیا جسمیں وہ لکھتی ہیں کہ گو اسوقت تک کوئی شخص نہیں جانتا کہ دونو
بادشاہوں میں خفیہ کیا گفتگو ہوئی۔ مگر یہ تقریباً یقینی امر ہے کہ مخالفین کا یہ بیان کبھی درست نہیں ہوگا کہ قیصر جرمن محض ذاتی
منافع کے حصول کے لئے ٹرکی میں آئے تھے اسی ضمن میں مصر کا بیان ہے کہ قیصر اور سلطان المعظم میں تین مرتبہ تخلیہ کی ملاقاتیں ہوئیں پہلی
ملاقات قیصر کی آمد کے دن ہوئی اور ۲۰ منٹ رہی۔ اسمیں جرمنی سفارت کا ترجمان اول مترجم تھا۔ دوسری ملاقات ۱۹ اکتوبر کو ہوئی
اور ڈھائی گھنٹہ رہی۔ اسمیں منیر پاشا ناظر التشریفات مترجم تھے۔ اور کوئی چوتھا شخص موجود نہ تھا۔ تیسری ملاقات قیصر کی
روانگی سے پہلے ہوئی اور اسمیں بھی منیر پاشا مترجم تھے۔ جو اگر چاہیں تو ایک دن میں دنیا کے متمول ترین آدمی بن سکتے ہیں۔
دوسری سلطنتیں راز معلوم کرنیکے لئے کروڑوں روپیہ انکی نذر کر دیں۔ مگر منیر پاشا اپنے مالک کے صادق اور وفادار غلام ہیں
ان سے کبھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ (۱۲ دسمبر ۱۸۹۸ء)

مارشل شاکر پاشا مرحوم و بغداد ریلوے

اس فرزانہ بے نظیر اور مشیر باتدبیر کے بہت حالات متن میں مذکور ہیں
پاشا موصوف کو جلالت مآب امیر المومنین نے اول مفسدہ ارمینیاں کے بعد
سلطنت کے ایشیائی صوبجات کے تمام سرکاری محکموں کا معائنہ کرنے اور اصلاحات منظور شدہ کو رواج دینے اور ان میں حسب ضرورت اصلاح و ترمیم
کئے جانے اور نیز ملکی خوشحالی کی ترقی کے متعلق تجاویز پیش کرنیکے لئے انسپکٹر جنرل کے عہدہ پر مقرر فرمایا تھا۔ صاحب ممدوح جس محنت
تندہی اور دلی شوق سے اس کام کو انجام دے رہے ہیں۔ اسکے متعلق وقتاً فوقتاً اخبارات میں شائع ہوتا رہتا ہے۔ حال میں اس جوہر منتخب قوم
و خلاصت ز مرت اس غرض سے کہ دیشیائی کوچک میں ایک وسیع رقبہ خود خرید کیا ہے کہ اپنے ملک میں شوق پھیلانے کے لئے اسپر کلوں اور
مشینری سے کاشت کرائے۔ کلیں منگوائی جاچکی ہیں۔ اور یورپین ٹرکی کے سابقہ شمالی صوبہ بوسنیا کے متصلہ آسٹرین صوبہ کروشیا
سے استعمال مشینری کے ماہر کاشتکار منگوائے گئے ہیں۔ پاشا موصوف کی روشن دماغی۔ ضروریات زمانہ سے کامل باخبری اور اپنے ملک کے
حالات سے پوری آگاہی ہونیکی ایک اور زبردست شہادت۔ ایک تازہ ترین معاملہ سے مل رہی ہے۔ اکثر ناظرین کو معلوم ہوگا کہ خاکسار کئی
مہینوں سے یہ کوشش کر رہا ہے کہ عراق عرب و شام اور حجاز کے درمیان ایک بڑی ریلوے لائن مشترکہ اسلامی سرمایہ سے تیار کیجائے۔ شروع
۱۸۹۹ء میں جب چند مصری اخبارات میں بھی اس تجویز کا چرچا ہوا۔ تو معلومات نے جو قسطنطنیہ کا مشہور اخبار ہے اس کے مقاصد سے تو
اتفاق کیا۔ مگر کئی وجوہات سے اسپر عملدرآمد کیجانے سے اختلاف کیا۔ اور باوجود دیکہ میں نے اسکی پیش کردہ وجوہات کی تردید...
واضح کر دی کئی مہینوں تک اس اختلاف پر مصر رہا۔ بالآخر ۱۸۹۹ء کی پہلی سہ ماہی میں اسی اخبار میں ایک جلیل القدر سرکاری عہدہ دار
نے میری تجویز کے ساتھ کامل اتفاق کرکے دو طویل مضامین میں معلومات کی وجوہات سے ایسی عمدگی و قطعی سے اختلاف کیا۔ کہ پھر معلومات
کو بھی اتفاق کرنے کے سوا چارہ نہ رہا۔ اور اب وہ اس تجویز کا زبردست حامی بن رہا ہے۔ اخبار میں اس عہدہ دار کا نام ظاہر

معلومات کے یہ مضامین مع ان مضامین کے جو اس نے بعد میں اس تجویز کی تائید میں لکھے اور نیز وہ خطوط جو المویہ وغیرہ کو لکھے اس
کے آخر میں درج کر دیئے گئے ہیں۔ مؤلف

نہیں کیا گیا۔ مگر بیلقریباً مسلّم امر ہے کہ ان مضامین کے لکھنے والے بھی مارش شاکر پاشا ہیں۔ دوسرے مضمون کا خلاصہ جو کہ بیل ترجمہ میں ۹ء میں پہلے شایع کیا جو دیگر مضامین متعلقہ کے ساتھ کتاب مجاہ بات تہلی کے تیسرے حصہ کے ایک ضمیمہ میں درج کر دیا گیا ہے پہلا مضمون اسمیں درج نہیں ہوا۔ اور چونکہ دوسرے مضمون کا بھی صرف خلاصہ دیا گیا ہے اسلئے وہ دونوں مضمون اخبار المعلومات عربیہ سے یہاں العربی والے ناظرین کی آگاہی کے لئے درج کر دیئے جاتے ہیں۔ اور کتاب کے آخر پر انکا اُردو خلاصہ بھی دیدیا جائیگا۔ تاکہ محض اُردو خواں بھی انکی قدر و منزلت اور اہمیت سے واقف ہو سکیں۔ یہ مضمون ترکی زبان میں روزانہ ترکی اخبار معلومات میں شایع ہوئے تھے۔ اور پہلا ایڈیٹوریل ریمارکس کے ساتھ انکا ترجمہ عربی معلومات میں جس سے وہ یہاں نقل کئے جاتے ہیں شایع ہوا تھا۔ وہ حسب ذیل ہیں:-

مقالۃ مخصوصہ مشروعۃ مفیدۃ او رخط حدیدی بین البلاد العثمانیۃ والہند)

یعلم القراء ماکتبناہ فی الماضی عن ہذا المشروع وما اوردناہ فی ذلک من الملاحظات جواباً علی ضیفنا الفاضل المولوی محمد انشاء اللہ آفندی فی جریدۃ الوکیل الہندیۃ الذی کان المبتدی بالبحث ثم شارکنا کثیر من رفیقاتنا کالثمرات الغراء وجریدتے "معلومات" الترکیۃ الیومیۃ "ثروت" الترکیۃ الیومیۃ ونحن بعد اللموضوع وبحثنا فیہ بحثاً ضافیاً حتی ظننا ان ذلک یروی الغلیل ویکون منتہے بحثنا۔

غیر اننا الآن نری انفسنا مضطرین الی معاودۃ البحث والخوض فیہ بریح انتقاد ورد الی رفیقتنا "معلومات" المذکورۃ بقلم کبیر بالعلم خبیر بالامور التی یامہ۔ وہو انتقاد علی مقالۃ نشرتہا بہذا الشان لاحظت فیہا علی بعد المسافۃ بین البلادین واستصعبت وفار المال الحصول المشروع کما فعلنا نحن ایضاً ذرحجت توسیع التجارۃ بین الاقوام المسلمین علی اقتحام ہذا المشروع قائلۃ ان انشاء خط حدیدی طویل کہذا مما یقتضی المال العظیم فضلاً عن العزم التام اللازم ہذا یقتضی الاختصاص بالعمل ایضاً ان یکون العامل لہ الآلات وغیر ذلک من الاشیاء التی بیننا وجودہا نیتا اذ فلیس عندنا کفاءۃ لمثل ہذہ الاعمال الخطیرۃ ولیس لنا استطاعۃ ان نزاحم بہا الاجانب الذین سبقونا بمراحل فی طریق الصنائع وانما نری ان توسیع التجارۃ بین الاقوام الاسلامیۃ وای نروج الصنائع الاخری بحسن تقدم بینہم بین قوم آخر خیر الامور التی یسہل اجراؤہا وتحید مراجعہا"

اما المنتقد الفاضل فقد وجہ نظرہ الی روح ہذا الفکر واسہب بالفوائد التی تنتج من حصول المشروع وختم قولہ باستحسان المشروع بہ لان الوقوف عندہ بنظر المتامل لیس الا عثرۃ امام احیاء علم شریع مفید للبلاد العثمانیۃ والعالم الاسلامی۔

ونحن وان کنا خالفنا المنتقد الفاضل فی بعض ملاحظات سردناہا واحدۃ واحدۃ بدلائلہا وحججہا فی الاعداد الماضیۃ لا نتاخر الآن عن نشر مقالتہ ہذہ متمثلین بما قلناہ اولاً من ان البحث یحیی بین اثنین۔

اما المقالۃ فہی مترجمۃ بالحرف عن الاصل کما یاتی:-

"قرأت بالکتابۃ معلومات" (یعنی الترکیۃ) ومتعت فیہ امعان المرتق المستفید لما عہدہ من خطارۃ المشروع ولکن یا ہتیت

من القرائية الاسلامية نفسي على طرفي نقيض فيما كتبتم ويا حبذا لو كان لي وقت مساعد على الاسهاب في هذا المشروع العظيم الذي
تقضيت الليالي الطوال وانا اجيل الفكرة فيه فخطرت لي آراء النهضة للازمة للقيام به لاني من قدر هذا المشروع حق قدره واقر بما على خطارة
واهمية عند المسلمين عموماً ولكن هيهات فان وظائفي الكثيرة تشغلني عن الاسهاب الذي اروم ولذلك ارجوكم ان تعذروني وتقبلوا مني
هذه العجالة التي جعلتها واردة على ملاحظتين مهمتين بنظري انشغلتا المهمتان الوحيدتان اللتان بنيتم عليهما افكاركم ولا تواخذوني في مخالفتي
اياكم لان كل انسان يستقل الفكر عن غيره وخصوصاً ان الحقيقة بنت البحث۔ فاقول :-

لا يخفى على احد بالاهمية وسائط النقل في هذا الزمان لاسيما الخطوط الحديدية التي اصبحت من المسائل الحيوية للبلاد والاقوام
بحيث انها لا تقتصر ان تكون مقام الروح للبلاد العامرة والملل المتمدنة فقط بل تشمل الاقوام الذين في حال الهمجية لان حياة الحر
ان والارتقاء قائم بها۔

ولا حاجة الى الدليل البعيد واما منا البلاد الاوربية التي عم بها العمران وزادت فيها الصنائع والتجارة والزراعة ازدياداً
عظيماً فاذا معنا النظر باسباب هذا الارتقاء ونظرنا الى بلادنا فرأيناها متأخرة جداً في هذه الحلبة رغماً عن وسعتها واستعدادها للارتقاء علمنا
ان السبب الوحيد لذلك الترقي هو وجود الخطوط الحديدية فيها التي تسهل النقل بطرز عجيب وعدم السبب للتقدم في بلادنا هو فقد
ان ذلك منها وهو حكم لا يجوز الاعتراض عليه۔

ثم ولا يجهل العارفون ايضاً ان بلادنا في حاجة عظمى للخطوط الحديدية من حيث اننا مهما عملنا في الزراعة والتجارة
لا نستفيد باعمالنا حق الاستفادة ما دامت وسائل النقل مفقودة والموجود منها لا يكفي لسد حاجتنا واغنائنا عن غيرنا۔ ومثلاً
لذلك نقول اننا لو فرضنا ان احد الولايات الداخلية كديار بكر ترقت فيها الزراعة واصبحت الارض تغل كالغيث قمحاً وشعيراً وما يشبههما
بيعهما من الحبوب فالى اين يسير بهذه الخيرات العظيمة وبأي واسطة تنقل فتبقى منها ما زاد على حاجة اهل الولاية به وعليه فاني اتأسف
على ما جاء في جريدتكم من انتظام هذا المشروع المفيد لطوله مما نشيتم منا ان تأخيره اولى من الشروع۔

ثم واني اعترف ان حصول هذا المشروع ليس بالامر السهل كما قلتم فان ما يقتضي لذلك من الاموال الطائلة يصعب
حصولها ولكن هلا تتذكرون ان امراء الهند وغيرهم من اخواننا المسلمين مستعدون لمعاونتنا كما صرح به مولوي محمد انشاء الله
محرر وكيل ان ذلك يكفي خط حديدي يكون طوله ثلاثة اضعاف القول الخط الذي

واني اتخطر ان محرر جريدة وكيل قال في فصولها التي كتبها عن هذا الخط ان الدولة العثمانية اذا استحسنت ان تنشئه
على يد شركة اسلامية فان اهالي الهند متعهدون بشترى مائة مليون سهم واذا فرضنا ان قيمة كل سهم ليرة واحدة تمكن ان
مجموع ما اشتراه اخواننا الهنديون فقط نحو مائة مليون ليرة وهذه الاموال وحدها تقوم بمصاريف الخط ونشاؤه تماماً۔
وما قولكم في اخواننا العثمانيين والمصريين والتونسيين والافغانيين والجزائريين والمراكشيين وغيرهم فهل تظنون انهم يتأخرون
عن اخوانهم الهنديين في هذا الامر فيظهر مما تقدم ان المال الذي يقتضي للانشاء ليس بالامر العسير كما تظن وحصلة

اما الاهلية والكفاءة لهذا المشروع فلا نظن انها كما ظننتم وايضا فالذلك نقول النقص من الشركة المذكورة شيء من المزاحمة الاجنبية التي اشرتم اليها بل هو توسيع نطاق التجارة بين البلاد العثمانية وبلاد الهند وظلها جعلها ذريعة التجارة بين الطرفين وتقارب القلوب وتتحد على الخير والصلاح وهذا هو المقصود بالذات من هذا العمل الذي ليس فيه مزاحمة اجنبية تقف عثرة بامام حصوله۔

ولا ننكر ايضاً ان شروعنا في هذا العمل الخطير لا يخلو من النواقص ولكن ذلك لا يمنعنا عن الشروع فيه فان الاشياء كانت كلها في مبادئها ناقصة العمل ثم تدرجت في الكمال حتى وصلت درجتها الحاضرة ولذلك فالنواقص التي تحدث في هذا العمل تتلافى في بعد والا يسر ذلك مع التمادي على العمل۔

اما الفوائد الخصوصية التي تحصل من هذا الخط للبلاد العثمانية فهي جزيلة جداً۔ فاولاً تقصد الحبوب التي تقتطف من اراضي الدولة ويبقى معظمها نصيباً للتلف لفقدان وسائط النقل في الحالة الحاضرة الى بلاد غيرها هي في حاجة اليها وهذه الحبوب تحصل في تلك المملكة بواسطة الآلات الزراعية القديمة فلو استحضرت آلات الزراعة الحديثة لكانت محاصيل بلادنا اضعاف محاصيلها في الوقت الحاضر ولا اقل منها ارباح تزيد ثروتنا العمومية زيادة تعود علينا بفوائد عظمى۔ ثانياً تزداد التجارة تنفخ روح اليقظة بصنائعنا التي اصبح ظلها يتقاص يوماً فيوماً فتحيى آمال التجار والصناع ويهبون الى العمل بهمة قوية واذا استطعنا بذلك مزاحمة الاجانب فاننا نتخلص بلادنا من وطأة تجارتهم وصناعتهم۔ فان لم يكن لنا فائدة غير هذه فهي كافية وهناك فائدة عظيمة دينية تسهيل الحج الى بيت الله الحرام وكثرة الاختلاط والتودد وما اظن ان قلته تخفى عن انظاركم" اه

هذا ما قاله ويقول كثيرون مثله وقد سمع اقرار ما قلناه۔ فليتأمل الناقد البصير۔

معلومات عربيہ استنبول۔ مورخہ یکم رجب سنہ ۱۳۱۶ھ

از معلومات عربیہ (المشروعات النافعة في البلاد العثمانية) مورخہ ۲۴ ذیقعدہ سنہ ۱۳۱۶ ہجری

صدقة الجرائد هو البلاغ في الاهتمام اذا قال قائل فيها ما يعود بالنفع عليها فازره علماء الامة وعاظمها بآرائهم وبهذا تمحص الحقائق ولعلو شان الامة وتزداد وجهاً وعزاً

ومن هذا القبيل فصل بحث به احد الاعاظم الى رفيقتنا "معلومات" التركية بحث فيه عن اجراء السفن في الفرات ومد الخطوط الحديدية في تلك الجهات بحثاً حوى من المواد ما مثلها ينبغي البحث الاجتهادي وقد اثرنا اثباته بعد الترجمة لان فصلاً كهذا من الفصول التي تقتضي سيما بكاتبه من رجال الاعمال السنين الطوال التي تكفي وحدها ان تكون عمر الكمال الاستعداد وقوله فيها هو قول الخبير المحنك المدرب الذي يصلح ان يكون قوله حجة للباحثين وهو من المشيرين العظام وقد عاني من المسائل الادارية ما فاق به كما فاق في الفنون العسكرية فهو فصل تغني مطالعته عن وصف اهميته۔ قال كثر الله امثاله ما ترجمته بالعربية:

لا ريب في ان نهر الفرات الذي خلق كي يكون كرابط وموصل بين البحر الابيض وخليج البصرة مستعد لسير السفن في كل جهاته وسيما في القسم الذي يبدأ من "روم قلعة" الواقعة في اعالي "بيره جك" الى البصرة ولا خطر فيه في ايام الفيضان قطعا الا ما كان من قبيل ما يحدث عن سرعة الجريان في بعض المحلات واما العوائق في زمن قلة الماء فالسدود المصنوعة في وسط النهر لاجل النواعير وسدود الجزائر المصنوعة لاخراج الماء ايضا هي واحد بين عانة وهيت والثاني بين سوق الشيوخ والقرنة. ولابد في بحثنا هذا عن صيرورة هذا النهر صالحا لسير السفن واتخاذ الوسائل لمنع العوائق من بيان ما هي النواعير التي هناك. فالنواعير هي دواليب مبنية بصورة عادية على مسافات متناهية كانت معقودة لاخراج ما في الماء ايضا من الفرات ثم اتى الدهر عليها في اليوم عبارة عن دواليب خشبية قطرها ستة او سبعة مترات مدورة بواسطة ضغط الماء وتخرج الماء بواسطة دلاء فخارية وتصب في ميزاب مصنوع من شجر النخل فتسقي الاراضي على هذه الصورة. وقد احدثوا امامه السدود الحجرية وسط النهر المانعة لسير السفن الكبيرة لاجل تسليط قوة الماء الى جهة الناعورة فيحدث هناك سرعة جريان لازمة لوضعية الناعورة على الوجه المتقدم. لان تأثير ضغط الماء على الطرف السفلي من الدولاب او السطح المقادم صغير جدا ضعيف فاذا كان ثمة جوهر خشبيا او حديدية وتوسع السطح المقادم استغنى عن تلك الجواهر الموضوعة في وسط النهر المانعة لسير السفن. اما الحجر الحصى الموجود على اطراف النهر في جهات "الوس" و"باعوس" و"هيت" بواسطة التجرف السيول من المواد الكلسية المعدنية بحيث تحدث شبه مضائق على امتداد ٣٠٠-٤٠٠ متر فيمكن ازالته بمقدار التمام بواسطة آلات بسيطة يعمل بها ساعات من العمال في ظرف عشرين يوما على الاكثر لانها مادة سريعة الانكسار. واما تمييز المحلات السالمة من العوارض كشبندرتين والشمندية وهي الرمل الطيني الذي يوجد في محلات من النهر علامات علامات او لفرض آخر كربط حبال او غيرها) فذلك لو شئنا فامر سهل جدا.

"اما البحيرات الجزائر وسدود [illegible] وتعرف عند اهل تلك البلاد باسم "هور" وهي [illegible] تحدث موقتا في الاراضي المنحطة) فهي كثيرة في منصب الفرات بالقرب من بلدة القرنة لاختلاط [illegible] بمياه النهر اثناء الفيض وتتسع البحيرات الى قرب البصرة ويقل الماء في المجرى الاصلي ويمتلئ بالرمل ويبلو [illegible] عن ذي قبل وهذا ادعا الى ان تكون السدود علاما ما تقبل البلاد في حال فيضانها لارجاعها الى مجراها الاصلي ولكن ضغط المياه اخل بمتانة السدود فما شيد سد الا هدمه ضغط الماء فتحصل البحيرات على الدوام."

"فماء الفرات في الحالة الحاضرة يحيل ملايين جريب من الاراضي الجيدة للزراعة معطلا عن كل فائدة [illegible] وذلك بنفسه هواء البصرة التي هي بندر الخطة العراقية المشهورة بجودة ارضها بما يحدث من مستنقعات حتى يرحل اهلها مهاجرة منها على مرور الايام لان هواءها يضر بصحة الاطفال ضررا عظيما ولذلك كان لتجار [illegible] المياه على حالتها سنويا للزراعة وكمية [illegible]. وقد اعتنى الولاة في بغداد والبصرة في امر السدود وقد انفقت النفقات الكثيرة لها ولكن كل المساعي والنفقات ذهبت ادراج الرياح وما انتجت فائدة تذكر. فاذا سلمنا بهذه الملاحظة النظرية اي اذا سلمنا بالضرر العام من وجود المياه بحالتها الحاضرة حين

فلاحظنا ايضاً الفوائد التي تنتج من تلافي الحالة وايضاح ذلك ليس بالامر الصعب فان ما يحصل من الفرق الذي ... بازالة الفرق تلك المياه وحصرها في مجرى النهر تقابل النفقات التي تقتضي صرفها وزد على ذلك الفائدة التي تحصل لسير السفن مع امداد ان يكون مجرى للتجارة ويكفي ان يباشر العمل بشغلين توبين ليعمق بها قاع النهر بواسطة سفينة تجارية۔

ولا ريب ان مياه الفرات تعود من نفسها كلها الى هذا المجرى بعد تعميقه وبذلك لا يبقى حاجة ثمة الى تشييد السدود ويكتفي بانشاء سدود صغيرة وتحصل بهذه الواسطة الضالة المنشودة۔

"فيظهر مما تقدم ان تسيير السفن في الفرات في جميع المواسم ليس بالامر الصعب بل امر بسيط جداً فتستعمل بواخر قوية وسريعة في فصل الشتاء لمقاومة الجليد الذي يمكن حدوثه والفيضان الذي يعرض للنهر وتنقل فيها البضائع التجارية وغيرها وفي موسم الصيف حينما تنخفض المياه تستعمل بواخر صغيرة بالغمر منها الماء على قدمين وينقل بها البريد والركاب فقط ويمكن هذا من دون تطهير الفرات حتى في الحالة الحاضرة۔

"اما انشاء خط حديدي في تلك الجهات يرتبط بمدينة حلب فهو في نهاية الاهمية لان مدينة حلب اشهر البلاد تجارة ولا بد من ربطها بثغر من الثغور تزييداً للتجارة وافضل الثغور لحلب "اسكندرون" التي هي ثغرها الآن. غير انه يحتاج لربطها بخط حديدي الى حفر انفاق (جمع نفق) تقتضي النفقات الكثيرة ولا يخفى ان مد الخط الحديدي في اراض تساعد وان زاد طولاً ارجح اختياراً من حفر الجبال وانشاء الانفاق التي تكلف كثيراً من النفقات"۔

"ولو فرضنا ان الخط الحديدي يمر من سهول العمق فان ما بين اسكندرون و العمق ما لا يقل عن ثلاثين كيلومتر جبال يجب ان يحفر فيها انفاق لمرور الخط ولا يخفى ما في ذلك من كثرة النفقات وضياع الوقت. ولذلك اظن ان احسن طريق يمر فيه الخط الحديدي هو ان يتصل بالسويدية على وادي نهر العاصي ثم اذا كان له لزوم يوصل بالرأس المسمى برأس الخنزير ويحفر نفق ليس بكبير في الاراضي الحجرية قرب الرأس المذكور ومن هناك يوصل باسكندرون واما ان سيره من حلب لا يمر بسهول العمق بل يمر بجوار "كلس" ثم "قوزعون" عن قرب من "قياس" ويحفر نفق صغير ومن هنا اما ان يوصل باسكندرونة واما ان يوصل الى ثغر "بوطلق" عن طريق "جوبر" و "مرزبان" و "طوبراق قلعة". ولما كان لقاء رأس الخط بحلب لا يحدث الاتصال اللازم بين الفرات والبحر الابيض كان من البديهي لزوم مده الى مسكنة اذا تم تطهير الفرات ودجلة لسير السفن۔

"وقد قال البعض ان انشاء خط حديدي بين اسكندرون وحلب وبره جک و ديار بكر و بغداد ليس صعباً بل لا يتصور انشاء خط حديدي في البلاد العثمانية باقل صعوبة من هذا الخط" وهو قول ليس على شيء من البديهيات. واظن ان الارجح ان يمد الخط الحديدي على مجرى الفرات من بره جک وهي اسهل طريقة. ثم الخط الحديدي بين بغداد واسكندرون ارباح كثيرة من جملتها النقليات من آسيا فان نقلها يكون بواسطة هذا الخط ومنقولات آسيا السنوية لا تقل عن مائة مليون طن نصفها تحتاج واسطة سريعة فيرجح انها يكون نقلها بواسطة هذا الخط الحديدي احدى عشرة بارة فيكون مجموع اجرة ما ينقل من آسيا في السنة مليوني ليرة

[illegible] الواردات البريه فان اجرة بضائع الهند الذي يرجح نقله بواسطة هذا الخط الحديدي لا تقل عن مائة وستين الف
جنيه في السنة اما الركاب فلا اظن ان واحدا منهم يرجح السفر بالسفن التي تبقى خمسة عشر يوما بين تلاطم البحر وعصاره حتى
تصل الى السويس بل يرغبون بالسفر على الخط الحديدي لانه يوصلهم من خليج البصرة الى اسكندرون او السويدية على ساحل البحر
الابيض فلا يخفى ما بذلك من الارباح لاصحاب هذا الخط الحديدي.

ثم لا يخال القارئ الكريم اننا نحكم بحساب ما بيناه من الفوائد العظيمة المقرر حصولها بعد وصول الخط الحديدي الذي هو من
قبيل الخيال الآن بل كل ما قلناه مؤيد بمعلومات رسمية حقيقية لا ريب فيها فانجذاب مجرى المناقلات على هذا الخط امر طبيعي فان
الركاب لا بد من انهم يرجحون السفر عليه طلبا للراحة والسرعة كما اوضحنا والاشياء الثمينة لا بد من ان يرجح اصحابها نقلها عليه ايضا
رغبة بالسرعة وحذرا من ضياع الوقت فعلى هذا الحساب يكون لاصحاب الخط الحديدي واردات سنوية لا تقل عن مليونين
ونصف مليون ليرة من المنقليات الخارجية فقط اي مما ينقل من بلاد آسيا الخارجية الى بلاد خارجية غيرها اما المنقليات
الداخلية فلا ريب في انها لا تتخلف وتحقق والخلاصة ان الواردات التي تكون لهذا الخط كثيرة جدا فسيكون لكل كيلومتر
منه اربعون الف فرنك ارباح سنوية يستغلها اصحابه وهو في هذه الحالة سيكون من الخطوط المهمة التجارية في العالم
وسيصبح وادي الفرات المستعد لجميع انواع العمران معمورا زاهيا.

"اما طول هذا الخط على فرض انه يبتدأ من السويدية وينتهي عند خليج البصرة فهو عبارة عن الف وخمسمائة كيلومتر
من هذه المسافة عشرون كيلومترا بالقرب من السويدية تكثر فيها العوارض والعوائق الارضية وما عداها سيما وادي الفرات
فهي اراضي لا عوارض فيها تذكر ولذلك لا تكون نفقة الكيلومتر الواحد زائدة عن ثمانين الف فرنك.

"وحيث ان هذا الخط ليس طويلا يرغب المسافرين بالسفر والناقلين بالنقل فيه يمكن ان سهولة انشاءه وقلة نفقاته
لذلك تقوى عزائم طلابه ويجرؤهم على مباشرة الاعمال.

"اما الخط من حلب فبره جك فديار بكر فالموصل ومنها الى بغداد فلا يعسر لان المحال التي تقطنها عشائر تابعة للامراء بين
محمد وما يجاور العمارة في جهات بغداد كلها مستنقعات لا تساعد على مرور الخط الحديدي ولذلك يكون من الضرورة تبديل
خطه بالطريق الى كربلاء والنجف فينتج من هذه الضرورة ازدياد طول الخط ثمانمائة كيلومتر وينتج من هذا الازدياد [illegible]
ان السرعة المطلوبة من الخط تنقطع بقطع النظر عن مصادفة بعض الاقسام اراضي ذات عوارض وعوائق وغاية [illegible]
فالاول اولى واحسن وهو الطريق الارجح على ما ارى.

هذا ونبحث قليلا في بعض الفوائد العسكرية التي تنتج من الخط المذكور قال البعض ان مرور الخط من ديار بكر [illegible]
مروره من انحاء كوك وصلاحية حتى يصل الى بغداد فوائد عسكرية جمة ولكن لدى التأمل يظهر انها افكار [illegible]
[illegible] ان هذا الخط سيكون موازيا لحدود دولة اجنبية وليس من الحزم والاحتياط سوق الجنود على [illegible]

اشیاء وسوقہا من الحدود الاجنبیۃ الموازنۃ لہا قریبۃ الیہا وعلیہ لایکون فایۃ عسکریۃ فی انشاء ہذا الخط [illegible]

"اما خط الفرات الذی رجحنا علی غیرہ فہو من الاراضی التی یستتب بہا الامن بین برتۃ الشام والجزیرۃ ومن غایۃ ان [illegible] البصرۃ بالبحر الاعظم یاتی الطول ثم لایبقی ہناک مشقۃ فی نقل ما یراد نقلہ علیہ من الموصل ومادین غیر الاراضی لیست فیہا عوارض وعوائق بل مسطحۃ غالباً ولامحذور عسکری فی وجودہ ولا تہدید اجنبی تجاہہ +

دجلۃ العول الی ست من المرجحین مدخط دار السعادۃ والقرۃ الحاضر الی بغداد راسابل ما اراہ موافقاً لمصالح البلاد ہو یمد خط دار السعادۃ والقرۃ الی قیصریۃ" ف"عزیز" و"ملاطیۃ" ف"خربوط" و"دیاربکر" ولیشعب منہ قسم آخر فیمر من "توزغاۃ" و"سیواس" فینتہی فی "آذربیجان" علی الاقل۔ ومنہا خط اسکندرون والبصرۃ مستقلا ثم ترتبط ہذہ الخطوط الثلاثۃ بواسطۃ خط آخر یبدا من "ہمدان" و"ایرانیق" وینتہی فی "سینوب" (علی ساحل البحر الاسود) واذا تمت ہذہ الخطوط وارتبطت ببعضہا کما اشرنا الیہ تصبح قطعۃ الاناضول والعراق العربی مربوطتین بدار السعادۃ ویحصل بذلک سائط النقل وسوق الجیش الی ای نقطۃ من المحال +

ومنہا لابد من ان نشیر ایضاً الی خط رابع یجب انشاؤہ وہو خط یمر من مزیریب ولو جدالآن خط من دمشق الی مزیریب فقط وعقبۃ الشام وتبوک الی المدینۃ المنورۃ ومنہا الی مکۃ المکرمۃ وخط خامس یربط ہاتین المدینتین المبارکتین بہ ینبع وجدۃ وہذا الخط اسلامی محض یمتاز بربط افراد الامۃ ببعضہم ویسہل الحج لبیت اللہ الحرام وکل ذلک تسہل تقلیل النفقات کثیر الفوائد ولا یتصور ان الدولۃ تتردد فی اعطاء الامتیاز لشرکات وطنیۃ مستکملۃ الشروط فلم یبق علی الاغنیاء ومن یہمہم ارتقاء البلاد من الوطنیین الا ان ینفقوا ویعقدوا الشرکات الوطنیۃ ویجعلوا الاموال یستعملوھا فی مثل ھذہ المشروعات للوطنیۃ فتربح تجارتہم وترتج البلاد ولیعلو شان الامۃ بہم وما التوفیق الا باللہ۔ اھ

نظرۃ فی العمران

(کلمۃ عن الخطوط الحدیدیۃ فی البلاد العثمانیۃ) از المعلومات عربیہ مورخہ ٩ ربیع الآخر سنہ ١٣١٧ ہجری

لکل امۃ عمر ترتقی صہوتہ وتجتلی جلبتہ فبعدان تکون فی دور الصبی تقوی عزائمہا فتکون الفاتحۃ فیتوسع ملکہا ویکبر سلطانہا حتی اذا وصلت الی الکمال وفازت بالآمال اخذتہا سکرۃ الفوز واستہامتاعب الفتح فتخلد الی الراحۃ ومنہا تلج فی عوالم الترف وبکذا تمر الایام علیہا فتذہب بہا الی معالم الانحطاط حتی تکون امۃ اخریٰ تصول علیہا وتبلغ شوکتہا غذاء لحیاتہا وقواماً لملکہا وہی سنۃ لاتتغیر فی حیاۃ الامم القدیمۃ۔

تلک دولۃ الفراعنۃ وہی الدولۃ التی قامت بمقام الفاتحۃ من کتاب تاریخ الشرق تراہا نشأت من اقسام الاسلاف مصر ثم توسعت وکبرت ومانال خیلاء الفتح یلطفہا ورحیق الفوز یسکرہا حتی وہنت منہا القوائم وارتجت منہا الارکان فخرت علی خطۃ الانحطاط کما ارتقت صہوۃ الکمال وما زالت عزائمہا تنحط وشانہا یہن حتی انقضی عمرہا واندرس عمرانہا +

وتلك دولة الفرس دولة الاكاسرة الذين دوخوا الاقطار وفتحوا الامصار نرى فيها ادوار ذالك العمر الذي يبدأ فيرتقي ثم يحط فينتهي شأن كل مخلوق ذي حياة ۔

وتلك دولة الرومان تلك الدولة التي وضع اساس ثملها اخوان اثنان وغرت برأى الجمهور ثم قبض على زمامها القياصرة فبقيت تصول وتطول الى ان وصلت الى حد الكمال فارتدت ولم تحسب بين عزى عزائمها والترف يقود قوادها فصال عليها الزمان كما صالت عليه وطال على ربوعها الزوال ولم ينقذها من الانقراض ولسنة خطبائها ونظام قوانينها ۔

وتلك دولة اليونان بل تلك دولة العرب اولئك اصحاب المجد الاثيل لما اذن على آذانهم مؤذن الانتباه نبضوا نهضة ابطالها فامتطوا مطية الحزم وعلوا جياد الجد والثبات. فاشتدت اجنحة سطوتهم الى اطراف الدنيا فلم يتركوا البلاد الا رضخوه تحت ملكهم حتى امتدت شوكتهم الى الاندلس غرباً وبلاد الروس شمالاً والهند شرقاً والحبش جنوباً وتأسست لهم دولتان احداهما في العراق والاخرى في الاندلس عدا الدول الصغيرة وملأت الارض بكثرتها وبدلت الاقوام بالاخلاق واللسان لان النفوذ العربي لم يدخل بلداً الا عربها ولا يخفى ان اعز دولة عربية قامت على وجه الارض هي تان الدولتان. فان ما يذكر من آثر مدنية الحمير قدتم بعهدهما ولولاهما لما كان للعرب آثر مخلدة تذكر على ممر الاحقاب ويكرمها الخلف بعد السلف لان اكثر ما تحفظه المكاتب في اوربا من مؤلفات علماء العرب هي كتب في ادوار تين الدولتين غير ان ذالك ليس الا عقدة من سلسلة الارتقاء الذي بدأ مع الجاهلية وشب بعده فوصول العرب اذن في عهد الدولتين المذكورتين الى تلك الحالة الارتقائية ليس من الخوارق الطبيعية لان لكل قوم شأواً في ميدان الانتباه والارتقاء وما عدا الانتباه والارتقاء والاتراث يرثه الخلف عن السلف على استعداد في طبيعة الوارث كما يشاهد ذالك من سلسلة ارتقاء الانسان فان الرقي انتقل من مصر لمصر في الشرق في العصور الغابرة ولم يمكث في قطعة منها خلقاً جديداً والتاريخ اكبر دليل لنا في ذلك ۔

نعم ليس بعجيب ان تصل الامة العربية الى ما وصلت اليه في زمان مجدها. لان الامة التي تفضل غيرها من الامم في زمان طفولتها ويكون فيها روح تحتاج الى منعتها وهي في حالة الصبي وما يجاورها من الاقوام قد شاخ واتخذ ظهره الى نحو نقطة الزوال لا يصعب عليها ان تهب من حالتها وتنتشر على غيرها وتصعد على سلم الارتقاء فتؤسس الدول وتحكم على العالم بل العجب كل العجب في تقلص ظلها وسقوط سلطنتها واندثار شأنها وانحلال عقدتها بعد ذالك العز والمجد بعد تلك الرفعة و[illegible]

فهنا يجمل بالحكيم ان يقف حائراً في البحث عن اسبابه دون ان يصل الى نتيجة تحل ما اشكل عليه [illegible] فان حل سبب العربي سقوط الدول العربي ظمأ الكتاب الذي لا يكفه عن البحث الا وصوله الى نتيجة تقنعه وتحمله ان يقف في [illegible] بما بحث عنه اتفق المؤرخون على ان اسباب السقوط والاندثار في عهد الدول الغابرة هي الترف وحب اللذات. وما ينتج عن ذالك من الاخلاق الذميمة والوهن في العزائم فكل امة عرضت عليها هذه العلل انحلت الى سوء المآل ومال عليها الزمان بالانقراض [illegible] منشودة

Marfat.com

هذا ما اتفق عليه المؤرخون وهو ان كان من بواعث الوهن في عزائم الامم الراقية [illegible]

من حملة الاثر فالقاضية الاساسية هي غير ذلك بل هي اساس لهذا الترف وحب اللذات وهي اسباب [illegible]

المدنية بين الامم الغابرة مع انقراض دولها.

اما تلك الحالة فهي ان ما قام من الحضارة في الزمان الغابر قد كان ناقصا بحيث لا يمكن معه القيام الطويل فان

دولة الرومان مثلا كان لا يمكنها حفظ املاكها التي اتسعت اتساعا عظيما [illegible] عندها لكيف حفظها وصيانتها وضعف [illegible]

كما عند الدول الاوروبية الآن من وسائل تقريب البعيد ونشر اوامر الحكم وتامين النفوذ. بل كانت الامة في تلك الازمنة تخرج

الى [illegible] ثم تنحط عزائمها على محاذية تلك الغنائم حتى تنفد ثم تكرر العمل الى ان لا يبقى عزائم المنكر [illegible]

[illegible] فلا يلبث هذا الا ان يستقل ويصغر جسم البلاد. كانت ترقى العلم من العلوم وترك [illegible]

[illegible] فكان لا تحصيل من ذلك النفع قليل. وجملة القول ان ما كان في الازمنة الغابرة من وسائل الحضارة

ليس الا مبادئ الحضارة الحاضرة وما العمران والارتقاء الا سلسلة ما زالت ترتقي حتى هذا الزمان ونسبتها الى الماضي

هي نسبة الزيادة والتقدم ونتيجة النقصان حتى تنتهي الى مبدأ بسيط وهو مبدأ تاريخ الارتقاء.

فاذا سمعنا ذلك لا نتعجب اذا راينا ان دولة بريطانيا تحكم على الهند وهي في لوندرا وهولانده الصغيرة تنشر [illegible]

على الامم التي يبلغ عددها اضعاف الهولانديين في اقاصي العالم لان الفنون الحاضرة قربت البعيد قربا غريبا وجعلت

والي الهند وحاكم جاوا كأنهما في لوندرا او لاهي فاذا ابدى الحاكم حركة وصل الخبر في بضع دقائق بل اقل الى لوندرا او لاهي

فلا تلبث المدرعات الحربية الا تتوجه الى تلك الساحة الى تلك الاراضي وما الفضل الا للتلغراف الذي اوجد الارتقاء في هذا العصر

ولا تلبث سائر القوى الحربية الا ان تصل بوقت قريب جدا وما الفضل في ذلك الا للسكك الحديدية

والبواخر التي لم تكن تستعمل.

وذكرنا التلغراف والبواخر والطرق الحديدية مثلا ليس القصد ان نظهر ان الباعث الوحيد على القرام من الضعف

[illegible] ونشر النفوذ [illegible] السلطان وبقاء الملك لا تحصيل الا بها دون غيرها بل النقصان

[illegible] الى ان الارتقاء [illegible] ناقصا [illegible] في حداثة هذه المخترعات التي هي خلاصة ارتقاء اكثر العلوم [illegible]

ولم [illegible] الامم [illegible] الآن [illegible] لم تثبت بين الاقوام التي ترقت في الغاية قوائم ولم تدم ولهم كثير [illegible]

[illegible] النقصان الى [illegible] وحب اللذات الذي كان لجم على الحضارة الانتجة

ذلك النقصان والمداثنة.

ولا ذهب على الذين يجربون الامم التي خدمت العمران ولم يبق فان الارتقاء لا ان يكون تدريجا [illegible]

[illegible] على احسن تقدم واقوى وذلك بفضل ترقي العلوم والفنون الازمة [illegible]

Marfat.com

فاذا افترضنا خلو مطابع الاوراق فلا ريب ان العمران الادبي من جملة عمران المدنية العليا يصبح فيصبح الفرض ضربا من الخوارق بل ضربا من المحال لان الامم القائمة بحكمها حية واكثرها في عنفوان الشباب يؤيد صدق قولنا ان ما نسمع اليوم من الامم من التمادي والترقي بعد ان علمت كل امة موقعها وحالها وعرف كل فرد منها ما له وما عليه من حيث الامور الحيوية. اما مسألة "الحكم للغالب" و"القوي يقول على الضعيف"، فهي مسألة اخرى ليس لها مع هذه الحضارة تعلق الا من حيث الشدة والخفة فان "الحكم للغالب" هو شيمة من شيم الوجود لا يقدر ان يقلعها التمدن مهما ارتقى وانتشر وعم. بل غاية ما يكون هو ان الشعور في الجسم الحي يزداد وفاء عن نفسه ورحمة بالضعيف فتخف سطوة القوي على من هو دونه قوة زمنا ولكن لا تكون هذه الخفة مطلقة ما دام الانسان يسعى وراء سد الرمق واشباع بطن الطمع فيضطر في بعض الازمان ان يعمل بالاكثر لنفسه حبا بحفظ الحياة.

والحكم للغالب يشمل الافراد كما يشمل الامم والاثنان سواء في هذا الشأن لان الامم هي آحاد زيادة كالافراد وهي حاجة الى حفظ حياتها بالغذاء تتغذى به كما يتغذى به الفرد ويكون ذلك الحكم وتلك الصولة من جملة غذائها وبواعث قوامها.

وعلى ذلك كان من الضروريات لكل امة ان تعتني بما يقويها ويزيد في سطوتها حفظا لحياتها من الطوارق التي تنبهها عليها طبيعة الحياة كالتجاوز الخارجي والقلاقل الداخلية وحفظ الحقوق وتنفيذ القول الفصل ثم ضرورة الدفع لكل حادثة ومايستوجب ذلك من القوة الرادعة. وعلى هذا المبدأ اكثرت الدول الاوربية من القوى العسكرية كما زادت في عدد جنودها الحربية بعد ان مدت الخطوط الحديدية والاسلاك البرقية الى كل نقطة من بلادها ونشرت ادوات التعليم والتربية في جميع نواديها وشيدت مباني الزراعة والتجارة والصناعة بين افرادها حتى تمادت الى ذلك تقضي الضرورة الحربية لان قوة الامة بعد الانتباه من المستحيل كما ان تكون الجسم في حالة واحدة بعد طول العمر محال.

فما تقدم تظهر ان القوة والصناعة التقوم في زمن من الازمان الا بارتقاء العمران فان الزراعة التي قد يتخيل انها لا تعلق لها بتعزيز شيئا بالقوة الحربية وهي في نفس الامر من مقومات القوى الحيوية لجسم الامة وكذلك التجارة والصناعة وغيرها لا بد لكل دولة تطلب الرقي الان التي هي وراء ارتقاء جميع هذه الفروع ولا يؤمن لها حياة حاضرة ومستقبلة الا بذلك.

وقد علمت دولتنا العلية بمسار العمران وحق منزلة المشروعة فوجهت عنايتها الى ترقية تلك المواد الحيوية فلم تهمل فرعا من الفنون ولم تحتقر ضربا من الصنائع والمواد العمرانية وما تلك المدارس ومعالم العمران التي تدرس على الدوام الا اثر لذلك ولا عبرة بما يقول الذين يظنون ان الكتابة على الورق لا تفعل شيئا.

نعم كلنا نقول انه يجب كذا وكذا ولكن يجب ان تنعطف الى الحقيقة ان ساعدنا قان معالم العمران لا تقدم الا بالثروة اولا والثروة لا تحصل الا بالتدريج وتعجيل بمالها ولكن قد لا تكون الفائدة كبيرة نظرا ان كل فرع منها يمنع التعاطي عن العمل اذا كان خالص النية طاهر الطوية. فان القول حق لكل فرد ما اقوالها الانتقادية في جميع اعدادنا الا ما يترشح به الضمير الخالص من الشوائب.

ولما كانت الخطوط الحديدية وكل ما يسهل النقل من نوع القبيل من الاسس العمرانية بل من اهم المواد الحيوية في

Marfat.com

ہذا الزمان کان من اہم الاشیاء التی یجب الالتفات الیہا فی البلاد العثمانیۃ ہو مد الطرق اذ فیہا عمران البلاد و ابادتہا و راحۃ اہلیہا و منفعۃ کبری للعالم الاسلامی من حیث حصول التقرب بینہم و اتحاد کلمتہم و اجتماعہم حول الخلافۃ الاسلامیۃ العظمی ولا یخفی ما بذلک من الفلاح للامتین العثمانیۃ والاسلامیۃ ولکن اذا تأمل البصیر یری ان فی امتداد ہذہ الخطوط ما یحیر الفکر من الصعوبات والمشکلات الکثیرۃ التی اوقعت الدولۃ متربصۃ بالامر فی حین ان التربص لا یفیدہ کثیرا۔

ولا نظن ان واحداً یقول انہ یجب علی الدولۃ ان تمد ہذہ الخطوط بمالہا لانہ لیس للدولۃ مال زائد یمکنہا ان تمد بہ ہذہ الخطوط التی تقتضی لہا مبالغ عظیمۃ بل ان مال الدولۃ مخصص لموارد اہم منہا وہی القوی العسکریۃ والزراعیۃ والمعارف وغیرہا مما لا بد منہ قبل الخطوط الحدیدیۃ۔

ولکن ہل یحسن بہا ان تعتمد علی الاجنبی فی مد ہذہ الخطوط؟ نقول انہ یمکن ذلک لو لا اصادفتہ بعد الخطار تہاون ببعض الخطوط فی الروم ایلی والاناضول ولذلک اصبحت الآن مترددۃ فی امرہا۔

ثم ہل یمکن ان تؤلف جمعیۃ عثمانیۃ او اسلامیۃ لمد ہذہ الخطوط؟ فنقول ان ذلک لیس محالاً ولکن لا یکون بالدعوۃ والنداء من الدولۃ کما لا یکون اذا وجہ الیہ شکل سیاسی۔ لان معاملات الامم اصبحت مرتبطۃ ولکل منافع یحافظ علیہا بموجب شروط ومعاہدات بہا الامم الغربیۃ التی یرید بعضہا بعضہا بطنبورہ غیر انہ من المحقق بلا ریب انہ اذا الفت جمعیۃ عثمانیۃ او اسلامیۃ من دون ان یکون لہا صبغۃ سیاسیۃ تحدث الشرکات لطرقہا فان الدولۃ لا تتوقف عن عضدہا وتعضیدہا وما توجہ الدولۃ الی الآن الا انتظار لمثل ہذہ الجمعیۃ وإجمال القول ان الدولۃ تعتقد احتیاجہا للخطوط الحدیدیۃ وتعلم ان حیاتہا السیاسیۃ والاداریۃ لا تقوم الا بہا غیر انہا نظراً لما اختبرتہ بنفسہا حتی الآن بقیت مترددۃ فی اعطائہا امتیازات للاجانب وہی مستعدۃ لان تعضد جمیع الشرکات الوطنیۃ وتحدیہا بما یمکن من المساعدۃ ولکن لما کانت الشرکات الوطنیۃ قلیلۃ الجسارۃ لمثل ہذہ المشروعات الجسیمۃ اصبحت الدولۃ مضطرۃ لقبول الطالبین الاجنبیین ولکن بعد التدقیق والتردد العظیم واذا لم تراجعہا شرکات عثمانیۃ او اسلامیۃ فلا بد من انہا تختار اقل شرا من الاجانب لہذہ المشروعات لان الزمان ضاق والضرورۃ اوجبت مالم توجبہ قبل۔

ہذا ما اردت بیانہ والنیۃ خالصۃ فاسأل اللہ ان یوصل مواطنینا العثمانیین واخواننا المسلمین الی عقد الشرکات الکبیرۃ لمثل ہذہ الاعمال الخطیرۃ فاننا فی زمن یحتم علینا ان نجاری الاجنبی ولا نترک لہ بأیدیہ فی بلادنا بمثل ہذہ المشروعات وذلک تطالبنا الاوطان واللہ خیر مسئول وہو الموفق للسداد۔

افسوس یہ کتاب ابھی معرض تحریر و انطباع ہی میں تھی کہ اس نوٹ و حاشیہ کی لکھی جانے سے تین ماہ بعد ناگہاں یہ خبر منحوس اثر موصول ہو گئی کہ مارشل شاکر پاشا رحلت گرای عالم جاودانی ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پاشائے موصوف اور منیر پاشا مرحوم ناظر التشریفات دربار ہمایوں کی وفات یعنی شاکر پاشا سے چودہ روز پیشتر۔ کہ ہم

Marfat.com

...مصر کو قسطنطنیہ میں فوت ہوگئے۔ اس اسلامی تجویز کو ایسا سخت نقصان اور ضعف پہنچا ہے جسکی شاید سالہا مدید
تک تلافی نہ ہو سکیگی۔ منیر پاشا مہینوں سے بعارضہ ضیق النفس بیمار تھے جو آخر مہلک ثابت ہوا۔ اللہ وہ محلہ پیرن کوی میں
داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اونکے والد ماجد کا نام نجیب آفندی تھا جو صفوت پاشا مرحوم وزیر مالیہ کے میر سامان تھے منیر پاشا
۱۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ابھی تیرہ برس کے نہ ہوئے تھے کہ وزارت مالیہ میں ملازم ہوگئے۔ پھر تکمیل تعلیم کے لئے پیرس بھیجے
گئے۔ اور پانچ برس بعد وہیں کی ترکی سفارت میں ایک عہدہ پر مامور کردئیے گئے۔ جس پر ۱۲۸۱ھ تک مامور رہے۔ بعد ازاں قسطنطنیہ بلا لئے
گئے۔ اور وزارت خارجیہ کے دفتر میں محرری کی ایک اسامی پر مقرر کئے گئے۔ دوسرے برس وزارت کی ترجمانی اور پھر جلیل اعلی کونسل کے
محکمہ ترجمہ میں جو اسوقت کی مجلس شوریٰ کی جگہ ہوتی تھی تبدیل کردئیے گئے۔ ۱۲۸۳ھ میں بعہدہ دوم سکرٹری پیرس کی ترکی سفارت
میں بھیجدئیے گئے۔ جہاں وہ ترقی کرتے کرتے اول سکرٹری ہوگئے۔ ۱۲۸۹ھ میں قائم مقام سفیر ہوئے۔ اور اوسی سال طبقہ اولا درجہ دوم
پر سرفراز ہوئے۔ سن مذکور کے وسط میں پیرس سے قسطنطنیہ بلائے جاکر وزارت خارجیہ کے جنرل سکرٹری بنائے گئے۔ ۱۲۹۱ھ میں
دربار سلطانی کی خط وکتابت جو دول اجنبیہ کا انصرام انہی کو سپرد کیا گیا تھا جس خدمت حسنہ کے صلہ میں چند ماہ بعد دربار سلطانی
کے ناظر التشریفات کردئیے گئے۔ اور رتبہ بالا پر ترقی یاب ہوئے۔ ۱۳۱۲ ہجری میں جلالتمآب نے آپکو اپنا معتمد خاص کر رتبہ جلیلہ وزارت
عطا فرمایا مرحوم کو سلطنت عثمانیہ کے تمام اعزازی طبقات کے اعلیٰ ترین نشان ملے ہوئے تھے۔ اور اسیطرح کل دول اجنبیہ کے اعزازی نشان
بھی اونکے پاس موجود تھے۔ جلالتمآب سے ممالک غیر کے بادشاہ شاہزادے اور سفراء اجنبیہ جو ملاقاتیں کرتے تھے انمیں ترجمانی
کا کام بھی مرحوم دیا کرتے تھے۔ اس سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ جلالتمآب کو اونکی جانثاری۔ وفاداری اور رازداری پر کسقدر اطمینان
وبھروسہ تھا۔ اسلامی مشترکہ سرمایہ کی تجویز کے بھی آپ دل سے حامی ومعاون تھے غفر اللہ لہ۔ وبرد اللہ مضجعہ وجعل الجنۃ مثواہ بحرمت حبیبہ
سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ اجمعین۔ نماز جنازہ میں پایہ تخت کے اکثر اعلیٰ عہدہ داروں کے علاوہ سر اشمیڈ بارلٹ مرحوم
کے دوست صادق اور امریکن سفیر وغیرہ کئی عیسائی بھی شامل تھے جلالتمآب نے مرحوم کے داماد کرنیل نہیا بک کو دستی تعزیت و
ہمدردی کا پیغام بھیجکر جنازہ کو با اعزاز شاہانہ اٹھائے جانیکا حکم صادر فرمایا۔ دوردیا اوج سلطانی سے مناسبت رکھتی تہیں
مرحوم سلطان محمود ثانی کے مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ اسی ضمیمہ میں اوپر کسی جگہ میں لکھ آیا ہوں کہ معاونین اسلامی تجویز کی تائید
مضامین کے لکہنے والے باغلب وجوہ مارشل شاکر پاشا ہی تھے۔ اس قیاس کی افسوس اسیوقت جبکہ تائید کنندگی کے معاون [illegible]
معاونین تجویز کو جو مایوسی ہوگئی ہے تصدیق ہوگئی ہے بمعلومات عربیہ مورخہ ۲۰ اکتوبر ۹۹ء میں [illegible] ظاہر کر دیا
گیا ہے کہ وہ مضامین اسی فنافی القوم بزرگ ملت کے جوش حب الوطنی اور عشق قومی کا اظہار تھے۔ ان دونوں عالیجاہ مربیوں اور
حامیوں کے رحلت فرماجانے سے اسلامی تجویز کی کامیابی کی امیدیں گو اب اور بھی موہوم ہوگئی ہیں لیکن پھر بھی جبتک جلالتمآب
خلیفۃ المسلمین عبد الحمید خان ثانی الغازی اور اونکے مشیر باتدبیر قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین ابو المجد والمعالی سید
ابو الہدیٰ آفندی مدظلہ العالی کا سایہ ہما پایہ قوم وملت اسلامیہ کے سر پر موجود ہے کامل مایوسی کی کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی

Marfat.com

واللہ علیٰ کل شیئ قدیر۔ منیر اور شاکر! خداوند کریم تمہیں جنت الماویٰ نصیب کرے [illegible]
خلیفۂ ملت کو تمہارا انعم البدل بخشے۔ تمہاری جلد بیت سے اور پھر ایسے وقت جبکہ جرمن۔ فرنچ اور انگریز
ماتھ سب ملکی۔ مالی۔ تجارتی۔ علمی۔ صنعتی۔ زراعتی۔ قومی۔ مذہبی ترقی کو اس آخری یقینی وسیلہ یعنی جہاد ملی کی
سے لئے سرگرم کوششوں میں مصروف ہیں۔ ہاں ایسے نازک وقت تمہارے جدا ہو جانے سے گو کمر ہمت ٹوٹی جاتی ہے اور قوم کی غفلت اور
سستی رہی سہی ہمت کا ستیاناس کر رہی ہے۔ تاہم مجبوران دو عالی مرتبت بزرگواروں کی بیدار مغزی اور خداوند کریم کا فضل
کرم یہ بھی تاحال بدستور بحال ہے۔ اور سید المرسلین کی روح پر فتوح سے اس اہم معاملہ میں اعانت و دستگیری کا کامل یقین ہے
میرا دل گواہی دیتا ہے کہ عنقریب مسلمان بھی بفضلہ و عونہ تعالیٰ اس مایۂ حیات قوم و ملت اور باعث ترقی و فلاح امت مطلوبہ کی
جانب گو اور اسکو بسر انجام پہونچا کر اس کے فوائد لاتعد و لاتحصیٰ سے متمتع ہونگے۔ منیر و مارشل شاکر پاشا کی وفات حسرت آیات پر جو نوٹ
میں نے ۲۰ نومبر ۱۸۹۹ء کے وکیل میں تحریر کیا تھا وہ اسی بجنسہ یہاں درج کر دیتا ہوں۔ مارشل مرحوم کی تصویر بھی دیدی گئی ہے۔

سلطنت عثمانیہ بلکہ مسلمانان عالم کے حق میں سانحۂ عظیم

اکتوبر ۱۸۹۹ء کا مہینہ ٹرنسوال سے لڑائی شروع ہو جانے اور اسکے ابتدائی دورہ میں افواج برطانیہ کو سخت نقصان پہنچنے کی وجہ سے جس طرح سلطنت عظمیٰ برطانیہ اور اسکی چالیس کروڑ وفادار رعایا کے حق میں نہایت منحوس ثابت ہوا
ویسے ہی اس سلطنت کی ایک قدیم رفیق اور دوست سلطنت کے حق میں بھی جن دونوں کی قسمتوں میں ایک عجیب پر اسرار مخفی
تعلق عرصہ دراز سے چلا آتا ہے وہ کچھ کم نحس نہیں ہے۔ اس مہینہ میں آخر الذکر سلطنت کو جن ناگوار حوادث سے سابقہ پڑا ہے انہیں ملکی
کا اثر اگرچہ صرف اسی تک محدود ہے لیکن ایک ناگوار ترین واقعہ کو کل مسلمانان عالم کے لئے خصوصاً جنہیں کہ دس کروڑ قیصر ہند کی ظل
عاطفت میں ہیں۔ ہمارا نہایت منحوس اثر سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس مہینہ کی ۲۰ تاریخ کو ایک ایسا جلیل القدر۔ فنا فی الاسلام
وسیع خیال۔ حالات زمانہ سے باخبر۔ اور ہر وقت قوم کی بہتری کی وسائل سوچنے میں منہمک رہنے والا مرد خدا اس جہان سے ہمیشہ کے لئے
رخصت ہو گیا ہے جو سلطنت عظمیٰ عثمانیہ اور خلافت اسلامیہ کا بھی قابل و فرزانہ مشیر اور قوت بازو تھا۔ بلکہ کافہ مسلمین کی
ترقی و فلاح کا بھی دل سے متمنی تھا اور ہمیشہ اسی مدعا کی حصول کی اسے دھن لگی رہتی تھی۔ اسی مہینہ میں ولایت آیدین کی متعدد
زلزلوں سے تقریباً برباد ہو جانے سے خلیفۃ المسلمین کو جو صدمہ پہنچا تھا اس میں ایک صادق مصاحب اور کمال معتمد با نمک حلال
وفادار حاضر باش منیر پاشا رئیس التشریفات دربار سلطانی کی شروع اکتوبر میں رہگرائے عالم جاودانی ہو جانے سے لاانتہا صدمہ کا
اضافہ ہوا ہوگا۔ وہ صاف ظاہر ہے۔ پاشا مرحوم پر جلالت مآب کو جس قدر اعتماد و بھروسہ تھا وہ اسی سے ظاہر ہے کہ پہلی مرتبہ جب قیصر
جرمنی قسطنطنیہ گئے۔ اور رسمی ملاقاتوں اور درباروں کے ماسوائے دونوں فرمانرواؤں میں جو خفیہ یا تخلیہ کی ملاقاتیں ہوئیں

سلہ حجاز شام ریلوے کی تعمیر کا کام جاری ہونے اور پھر اسپر فی الفور کام شروع ہو جانے سے اس تمنا کا جو ہت صاحبہ جو نومبر ۱۸۹۹ء
میں ظاہر کی گئی تھی۔ پورا ہو گیا ہے۔ وللہ الحمد۔

Marfat.com

ان مرحوم کی توسط سے ہوئی۔ کوئی جو تنہا شخص ان موقعوں پر موجود نہ تھا جناب لیفٹنٹ صاحب کا عزم و استقلال اور سخت سخت مصیبت کے موقعہ پر ثابت قدم رہنا اور صبر و تحمل کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا اب کسی سے مخفی نہیں رہگیا۔ مگر ساتھ ہی انکی کمال رحمدلی۔ رقیق القلبی اور غمخوری سے کسی دشمن سے دشمن کو بھی انکار کرنیکی مجال نہیں رہگئی ہے پس باوجود اس استقلال و حوصلہ و ثبات کے سلطان المعظم کے قلب مبارک پر اس جان نثار ندیم و مصاحب کی رحلت سے سخت چوٹ کا لگنا یقینی امر ہے۔ افسوس یہ زخم ابھی مندمل نہ ہونے پایا تھا کہ ایک اور شیدائے قوم و ملت کی ناگہانی وفات نے اسے تازہ کردیا۔ میری تحریرات کے ناظرین میں سے بہت کم ایسے صاحب ہونگے جو مارشل شاکر پاشا انسپکٹر جنرل ولایات اناطولیہ کے نام نامی سے ناواقف ہوں۔ ۲۰ اکتوبر جمعہ کی رات کو پیام اجل نے اسی بزرگوار کو ہمیشہ کیلئے مسلمانوں کے ہاتھ سے چھین لیا ہے سلطنت و حکومت کی جو خیرخواہی اور قابلیت سے اس مرحوم نے خدمت کی اوسکی مختصر کیفیت مندرجہ ذیل سوانحعمری سے معلوم ہو جائیگی۔ قوم کی بہتری کا انکو جیسا کچھ خیال رہتا تھا اوسکا ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ بغداد ریلوے کو اسلامی مشترکہ سرمایہ سے بنانے کی تجویز کی جب چند ماہ قبل چند رسائل کی بنا پر مخالفت کی تو ناظرین نے پڑھا ہوگا کہ ایک جلیل القدر مشیر سلطانی نے مبسوط آرٹیکل لکھکر اس مخالفت کی بے بنیادی ظاہر کی تھی اور تجویز کی [illegible] تائید کر کے قوم کو اوسکی تکمیل پر آمادہ کرنیکی کوشش کی تھی۔ ان تحریروں کا اندازہ [illegible] ایک فقرہ سے ہو جائیگا جو [illegible] شاکر پاشا [illegible] لکھا گیا تھا معلوم ہو جائیگا [illegible] حیران ہوں کہ آپ نے مولوی محمد انشاء اللہ ایڈیٹر وکیل کی [illegible] کس طرح گوارا کیا [illegible] میں اسکی اہمیت [illegible] بلکہ کل دوراندیش اور سمجھدار ہوا خواہان قوم کی یہی رای ہوگی کہ قوم کی [illegible] ترقی اور بہتری [illegible] سکتی۔ گو اخبار معلومات نے ان تحریروں کے نویسندہ کا نام نہیں ظاہر کیا تھا [illegible] سیاق عبارت اور مارشل مذکور کے کمالات اور قومی دلسوزی کا علم تھا [illegible] بتاسف تمام خبر درج کرتے وقت اس راز کو اب بالکل منکشف کردیا ہے [illegible] نقصان پہونچا ہے محتاج بیان نہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ [illegible] مرتے دم تک سر انجام فرائض میں مصروف رہے۔ [illegible] لوازمات آسایش سے گھری ہوئی [illegible] کسی [illegible] عرب کے سرکاری محکمہ [illegible] کی نگرانی [illegible] بعنوں سے ذہین ہونے کو بتانے [illegible] تجارتی اور دیگر [illegible] کی اصلاح و ترقیات کیلئے [illegible] کوششیں [illegible] بے نظیر جسمانی مستعدی کے علاوہ علم دوست اور علم پرور بھی بدرجہ کمال تھے۔ [illegible]

۱۹ اکتوبر کو بروز جمعرات قلب میں درد شروع ہوا قسطنطنیہ اپنی فرودگاہ نیم بک بری [illegible]
جمعہ کی دوپہر کو بک صوف جہاز پر سوار ہونے ہی تھے کہ تار آگیا کہ پاشائے موصوف بات کر فردوس برین کو سدھار گئے۔ انکا خاندان [illegible]
کوچک میں زمانہ قدیم سے ممتاز و سربرآوردہ چلا آتا ہے۔ انکے والد ماجد کا نام عثمان نوری آفندی چوپان زادہ تھا۔ ۲۹ ربیع الاول ۱۲۵۵ھ کو
استنبول میں پیدا ہوئے جنگی سکول سے فارغ التحصیل ہونے پر ۱۲۷۳ھ میں بعہدہ لفٹنٹ فوج میں داخل ہوئے۔ دو برس بعد کپتان کے رتبہ پر ترقی پا کر ارکان
حرب میں تبدیل ہوگئے۔ اور ۱۲۸۰ھ تک اس عہدہ میں رہے پھر لفٹنٹ میجر بنائے گئے۔ اور دریائے ڈینوب کے علاقہ میں سرویا اور بوسنیا کے
مسلمان مہاجرین کو وہاں آباد کرانیکے لئے بھیجے گئے۔ قسطنطنیہ کے مشہور روزانہ اخبار اقدام کے مالک ایڈیٹر احمد جودت آفندی جنکی ایک مضمون
مستقبل الاسلام کا ترجمہ اس کتاب میں پہلے درج ہو چکا ہے۔ انہی مہاجر خاندانوں میں سے ایک کے فرزند تھے۔ پاشائے موصوف نے لڑکے کو
ذہین اور ذکی دیکھکر اوسکی تعلیم و تربیت اپنے ذمہ لی۔ یہ انہی شفقت پدرانہ اور تربیت شائستہ کا نتیجہ ہے کہ آج آفندی موصوف کل
اسلامی دنیا میں اپنی علمیت و فضیلت اور قومی ہمدردی کیلئے مشہور ہیں آفندی موصوف نے اپنی اکثر تصنیفات میں بار بار اس امر کا اعادہ
کیا ہے کہ انہیں جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ محض شاکر پاشا مرحوم کی شاگردی اور انکی دستگیری کی طفیل ہے ۱۲۸۴ھ میں میجر کے رتبہ پر
فائز ہوئے ۱۲۸۸ھ میں فوجی صیغہ سے ملکی صیغہ میں منتقل کر دیئے گئے۔ اور بلگیریا کے ضلع رسچک کے ڈپٹی کمشنر اور دریائے ڈینوب کے حاکم اعلیٰ مقرر
ہوئے۔ اسی سال بعہدہ متصرف بغداد کو تبدیل کئے گئے۔ اور دو برس اس عہدہ پر رہکر نائب گورنر ہوگئے۔ ۲۳ جمادی الاول ۱۲۸۹ھ کو قسطنطنیہ
واپس آئے اور کئی دیگر ملکی عہدوں پر مامور رہتے رہے پھر فوجی صیغہ میں بعہدہ جنرل بریگیڈ آگئے اور پھر پورے جرنیل اور آخر مشیر (مارشل)
ہوگئے۔ تکبر و نخوت کا اُن میں نام و نشان نہ تھا اور علم تواضع اور ایثار میں بے نظیر تھے تقریباً دس برس سینٹ پیٹرزبرگ میں ترکی سفیر رہے
اور جبتک وہاں رہے کل سفرا کے میر مقدم سمجھے جاتے تھے مسٹر وہٹمین نے انکے اوصاف جلیلہ کا جو منصفانہ اعتراف کیا ہے اسے ناظرین کتاب کے
شروع میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ منیر پاشا مرحوم کیجگہ وزارت خارجیہ کے ناظر التشریفات ابراہیم بک دو بار ہمایوں کے گرانڈ ماسٹر
آف سیری مونیز اور ترجمان سلطانی مقرر ہوئے ہیں منیر پاشا مرحوم کے اوصاف حمیدہ اور خدمات شاہقہ کی مشرح کیفیت حالات
قسطنطنیہ اور تجارب تفصیلی میں موجود ہے ؛

معلومات کے دیگر مضامین درباره بغداد و حجاز ریلوی حسب ذیل ہیں :-

مولوی محمد انشا اللہ محرر جریدة الوکیل الہندی و خط بغداد

کتب الفاضل الجلیل فی "وکیل" الہندی الاغر فصلاً فیما یلزم فی الولایات المحفوظة السلطانیة من خطوط حدیدیة وما
ینتج عنہا من الفوائد وتطرق فیہ الکاتب لتخصیص الکلام علی خط بغداد فاما من نعت فوائدہ خاصة فنحن ننقل
خلاصة ما جاء فیہ ثم نتبعہ بما نراہ قال ؛

"ان ارتقاء الولایات السلطانیة ونجاحہا الا جنداً وتحرک قوة الدولة داخلاً وخارجاً متوقف علی الخطوط الحدیدیة کما [illegible]

Marfat.com

ينبغي ان ننظر فيه هو ان الخطوط التي يلزم مدها في الولايات العربية سوى خط بغداد او خلافه هل يكون راس المال للنفقة من الامة الاسلامية ام من الاجانب نعم هذا راجع الى الباب العالي غير ان الذي نامله منه هو ترجيح ان يكون ذلك من قبل المسلمين ۔

"ونحن معشر الهنديين بحول الله تعالى يمكننا ان نجمع بالاشتراك ما يلزم من النفقات لخط بغداد الكافل بمنافع جمة للدولة العلية وذلك تحت امرة خليفتنا المعظم سيدنا امير المؤمنين۔ وبهذا نحن قد اظهرنا لنا وجوداً في عالم السياسة"۔ انتهى۔

"المعلومات" المحرر الكبير اخونا وصاحبنا ولكن ذلك لا يمنعنا عن ابداء نظرنا في هذه المسألة كما ابدى نظره وان صادف في كلامنا بعض المخالفة في الرأي لان هذه مسألة من العلم (علم السياسة) والعلم يجيء بين اثنين ۔

كل قضية دعوى وكل دعوى لابد لها من برهان۔ وهذه مسألة الخطوط في البلاد العربية العثمانية مسألة قد اكثر فيها الكتاب وكثيرون كان نظرهم غير ملتفت الى غير تقريب الامكنة من بعضها وان تقوى الفوائد العسكرية فانما هو تداعي لا نظري ونحن ما زلنا نحدق في هذه المسألة في نظارة من التجربة تجربة البلاد وتجربة اخذة الامتيازات وتجربة الفوائد العسكرية وتجربة الفوائد التجارية وغير ذلك من التجاريب۔ فاليوم لا ندعي اننا ننظر بنظارة من حدة الذهن وقوة المدنية والتقي وعاء التجارب بدون مرد ولا نزعم ان الخطوط من الفوائد لكنا نقول ان لتلك الفوائد سبيلا لا تأتي منه ونزعم ان هذا السبيل اما ثمرها وانما ان حزن لصعدت كثير العقبات ونقول ان تلك التجارب التي عرفناها والحكومة منا بها اعرف قد كشفت بعض النعمة في هذا السبيل وجلت ما فيه من العقبات۔ فلذلك صحت الحكومة على نظن تتردى في هذا الامر اكثر من ذي قبل وهكذا يجب

اما تجربة البلاد فانا قد مددنا في بعضها الخطوط ومضى على البعض تلك الخطوط اعوام ذوات عدد فلم تر تلك البلاد جلت تلك الخطوط ودليلنا في ذلك فسار بها كالخط الاناضولي الذي قمنا اليوم نخرم لاصحابه وخمسنا به ان شاء الله من كفالة الربح۔ ولا يورد مورد اعتراضاً بانه لم يئن ان تظهر الثمرات المنتظرة منه ومن مثله فانا نقول لا يأتي ذلك من ان كانت الثمرة محققة" الا تنضب بذا بعينا في سبيلها ۔

واما تجربة اخذة الامتيازات فانا قد اشك للبعض ممن يدعون العثمانية دخولها هم الامتيازات على ان يؤلفو عثمانية فما لبثوا ان تخلوا عنها للاجانب في الحكومة لا وقت لها للمبادلة بشئ كهذا ۔

واما تجربة الفوائد العسكرية فانا حاربنا اليونان في بلاد فيها خط فما اغنانا ذلك عن ان سيرنا الجند على اقدامهم في فيه الثلج الى القامات ملمس في لنا هذا انكاراً للغاية من هذه الجهة لكنه اثبات لكون هذه الثمرة لا يمكن الوصول من السبيل الذي نوهنا وبيان لان هذه التجربة كانت لنا درساً تعرفنا كيف نفصل فيما بعد الى هذه الثمرة التي لا ننكرها ۔

واما تجربة الفوائد التجارية فشانها شان ما ذقنا في تجربة البلاد وزد على ذلك انا شاهدنا بعض تجارنا في بر الشام ان ينقلوا تجاراتهم من بيروت او يوردوها اليها على غير قطار الخط فلماذا هذا؟ وعلى ماذا يدل؟ ندعه لنظ فانه لبسيطاً لا يحتاج الى بيان۔ ورب هذا الاتيان ايضا من نكري فايدتها من هذه الجهة ولكن خط

Marfat.com

مواد البلاد وما يتعلق بها اذا لم يوجد لا يصنع خط الحديد شيئاً.

هذا ما نقول في الخطوط مجملاً وقد تركنا بنادر سهامها شاهقة ولكنهم يفهمونه ومبانيهم فهموه الآن فلا نجعلهم يتخذونه عبرة

يستفيدون بها فيما يكتبونه اذ قيل "نفصل في خط حديد" ولهذا ما قيل في جرائدنا "نفصل في خط بغداد" اذ لم يكن لها من ميدان الا

امتحان الموضوع من حيث هو ثم امتحان اعطائه الى طلبته من الاجانب.

المعادن وما فتالت اذ ذلك ان الحكومة اذا رأت لزوماً لهذا الخط تعطيه لشركة عثمانية من تجبها ولو جزأته اجزاء

فانا ما نهزم هنا فضلاً عن البحث بلزوم هذا الخط او عدم لزومه لان هذه المسألة ذات شأن بها مقاماً آخر سنتكلم فيه.

ونقول الآن ان خط بغداد لا يخلو من فائدة ولكنها للآن لم تنجل تماماً لان الذي يؤمل نقله الى سواحل سوريا من بغداد

نقلها من الهند او غيرها تقوم مقامه البواخر وليست البادية التي يراد مرور هذا الخط فيها عامرة حتى يكون لها نصيب منه او له

نصيب منها كما ليس في نفس البلاد العامرة ما يجدر بان ينقل الى الهند او خلافها.

هذا من حيث التجارة واما من حيث التوصل في العالم الانساني فهو ميسر بحالته هذه.

واما من حيث النقطة العسكرية وهي اجدر الجهات بالنظر فنحن محتاجون لخط ولكن لم نعلم بعد ايضاً ايها اصلح الخط

الى اناضول الشمالي ام من احد سواحل سورية فالمسألة يجب ان لا تكون بيد اجنبي فلذلك لم يبق يخفى على الحكومة سوء

تخويل الامتيازات المهمة لاجنبي وينبغي ان نرتاب في كل طلب يطلبه الغير سيما اذا لم يشترط الضمان لما استفدنا من درس

حال البلاد بعد مد الخطوط. لهذا لا نرى الحكومة ان شاء الله معيرة سمعاً لمن يطلبون الخط من طرابلس الى بغداد.

هذا ولئن لم نقلد محرر الوكيل الاغر في ادعاء ان الخطوط اعظم وسيلة في نجاحنا بدون ثمن فنحن مخلصون لينفي ...

يعطى لاجنبي ونخجل نهاية قوانا النشاط على ما جاء فيه من اظهار نشاط الهنديين وغيرتهم ورغبتهم بالتعاضد معنا معشر العثمانية

ونرى ونذكر ان محرر الوكيل كان قد ناقشنا بمثل هذا الصدد في خط البصرة من بوسعيد ووردت عليه زميلتنا

الغراء وقد نقلناه في حينه وكلنا في هذا الموقف الصحفي نرى لغرض واحد هو ارتياد الصالح والله الهادي.

معلومات عربية ١٩ جمادى الاولى سنة ١٣١٦ه

(المؤسسات النافعة في البلاد الاسلامية)

(وخط حديدي بين دار الخلافة)

والهند

ان حاجة بنت الاختراع وهي ام العزم والثبات والزمن الوحدة وهو مهد لها فتنشأ منه وتنمو فيه وتكبر ثم تهرم

الجاهلية. وهذه سنة الله في خلقه ولن تجد لسنة الله تبديلاً.

ارتقت الافكار عند العرب في الاعصر الخالية وزادت حاجاتهم في مناهج الكمال فانزل الله عليهم وحيه

Marfat.com

محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فاعتلت الاذهان بانوار القرآن وانتشر هذا النور الی کثیر من البلدان وتاسس للعدل

قوائم وللعلوم دعائم وللاختراع صروح وللعزم والثبات اسس وارکان ٭

نعم قام للعدل دعائم فی الاسلام لم یسبق الیها قوم من الاقوام۔ وتلک سیرة سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فهو ذلک المسلم الذی

اجری حد اللہ علی ابنه فلذة کبده وهو الذی کان الامیر المطاع الفاتح والبطل الباسل والعادل الحازم وذی العزم الصارم خذات

لا الرقاب وعلت به الرکاب وهو لم یفعل الا ما امره الاسلام ودعا الیه الانام ولا فضل الا لهذا الشرع المبین الذی یجعل المرء فی منتهی

الکمال بالقلب واللسان ٭

نهضت العلوم بالاسلام لان الاسلام فرض علی المسلمین العلم قبل کل شیء وجعل العلماء بعد الانبیاء وسطه بین اللہ جل شانه

وبین عبده ولم یکتف بذلک بل فضل العلم علی الصلوة ولا تری فی احد الادیان والملل هذا الحض فهل یتعجب المرء اذا رای

ان المسلمین کانوا اعلم علماء الارض واعظم عظمائها۔ فاحیوا علوم الذین درست آثارهم کالفرس والیونان والروم وغیرهم وزادوا فیها

شیئا کثیرا وحفظوها من الدثار حتی وصلت الی ید الغربی فاقتبسها وزاد فیها ووصل بها الی الحالة التی نراها ونعجب بها

فکم سیر اولی العزم والثبات من المسلمین السلف وکم سیر علمائهم الذین کانوا اساتذة الفنون والاختراع۔ بل کم سیر افراد الامة

قاطبة فی ازمانها الغابرة۔ کلها شاهد عدل علی منتهی العزم والثبات ومکارم الاخلاق ٭

ولکن یا للاسف لم یبق الآن من ذهور تلک العهود الا الذکر فقد مضی الزمان بتلک المحاسن والمعانی واعقبها انحطاط

عم البلاد وانتج الخراب ٭

اما السبب فلا نحمله علی العلماء والعظماء فقط بل نشمله بالامة کلها ونزید العلماء وزرا بسبب عدم ایقاظهم الامة لواجباتها

فی الایام التی ذهبوا فیها علی اهمال تلک الواجبات ٭

کل یعلم ان العلم لیس عبارة عن الانقطاع الی زاویة من الزوایا والاکتفاء بدرس المبادی الدینیة فقط بل المسلم

اکثر من یحیط به وسنته کثیر ایضا وما راینا فی تلک الایام التی زها فیها الاسلام بالتقشف بعد فی جسم الامة من الخلود الی الراحة و

اهمال شان الحیاة مما انتج الخسار العظیم فی العصور الاخیرة بل راینا اولئک الاسلاف الکرام عملوا للدنیا والآخرة معا فکان فریق

منهم یعمل للدیانة وآخر للصنائع وآخر للفنون علی اختلافها وفریق یطوف الارض طولا وعرضا ویکتب ما یشاهد ومن هو ال...

والبلدان وفریق آخر کان ... وهذا فقط وبطالة کانوا غافلین بالنسبة الی ... الدنیا والآخرة ... ثم ...

لان قد جاء فی الشرع القویم ان من لم یعمل للدنیا ما فیه الخیر للامة لیس بالآخرة ورای آخرة لمن ترک الاتحاد والملی والبر

والاحسان والتفانی فی خیر الامة ورای ظهره واتبع ... الانهماک فی زاویة لا نفع لاحد من وجوده۔ والغریب انهم یدعون

ان ذلک من الدین والدین بریء من ذلک۔

هذا الا وهو عری الاسلام وذلک ما شید التمدن الاسلامی فی ازمانه لان اولئک العاملین عملوا علی ارتقاء الامة بترقیة

Marfat.com

جميع الوسائل الباعثة للنهوض فنهضت الامة نهوضاً قوياً وعم سلطانها الدنيا حتى تقضّ الاسلام كان مقبولاً.

اما بعد فقد اخذ الخلود والى الراحة يوصو جسم الامة شيئاً فشيئاً. فابتدع البعض سنناً للكسل وتبعهم العوام فازدادوا اعوذاً مازالوا يزدادون حتى امتلأت بهم الارض وانقرضت تلك العلوم والمبادي الكمالية وقام بدلها بعض مبادي بسيطة لا تنفع المسلم في دنياه ولا في عقباه.

وبانقراض العلوم او انحطاطها قلّ العزم والثبات بين الامة حتى اصبح فيهم خلقاً وانتبهوا من هذه الغفلة المظلمة. الا والا على ابوابهم بنا قشتهم الحساب لقوة العلوم والفنون التي ورثها عن ابائهم احق منه بها لو كانوا يفقهون.

ثم الاوربي الى الحاجة فاتخذ آثار اسلافنا استاذاً. فتعلم منهم كيف يكون العمل للدنيا ولما فتح عينيه اي خلاف اساتذته بعيدين عما قالت اجدادهم وآباءهم فتحكما انخضعوا ان يكون لاولئك الاسلاف هولاء الاخلاف. فجاءهم بنا قشتهم الحساب لما احطوا من قدر السلف بما جنت ايديهم من التلف. وما كان الشرقيون من ذلك يعتبرون.

تعلم من اساتذة المسلمين كيف يكون القانون فسن لبلاده نظاماً حسنه بمرور الايام. تعلم كيف يعامل الاسرى في الحرب وتعلم علم الطب فاقتفى اثر اولئك الاساتذة فشيد المستشفيات والبيمارستانات والصيدليات وعقد المؤتمرات الصحية واسس مدارس الطب وغيرها واخذ التجارة والملاحة عنهم. ثم نظر الى احفاد اولئك الاسلاف فرأى بلادهم تكاد تكون خالية خاوية من مثل هذه الآثار فحدثته نفسه ان يشيد هذه المباني في بلاد الشرق ولكن لنشر نفوذه واضرار الشرقيين وما كان الشرقيون من ذلك يعتبرون.

وجملة القول ان الاوربي قد اخذ جميع مبادي حضارته من اجدادنا رحمهم الله واستفاد من غفلتنا ولما قوي ورآنا ركنين الى الخلود في الراحة ودوم الحزم وانقطعت في عروقنا يكاد يحيف نبي وطنى على بلاد الاسلام وسامنا الضيم انواعاً فكان من الواجب علينا ان نعتبر بتجاربه بما هو احق بنا منه ونحاول النهوض من هذه الحالة ونقوم حال ديننا بنفوس وننا قشه الحساب بأسرع الاوقات ولكنا ويا للاسف ابطأنا في النهوض المجاراته فكان ما كان من دخول بعض الممالك بقبضته ومجنا في كل يوم نرى من انواع العداوة والتجارة وزنا تنقبض له النفس بل تنفطر.

وقد ذكرنا بعض ذلك في مقالة كتبناها تحت عنوان (المشروعات الخيرية) قلنا فيها ما نصه:-

"ان البر والاحسان واغاثة المنكود من بني الانسان وصرف المال لوجوه الخير والشعور بالم الغير والسعي وراء الحسنة كل ذلك من وصايا الدين الشريفة التي ابدعها العقل والحكمة واحتاج اليها الزمان في كل بقعة من بقاع الارض. فقام اعاظم الرجال باختلاف الاجيال في كل امة وحثوا عليها افرادها للعمل بها وبها فازت حسنات الاقوام وبها كان ارتقاؤهم من حضيض التعسة الى ذروة المجد والفخار وهي ما نزال عليها مدار العمران والسعادة في هذه الايام ولن تزال الى حين قيام الساعة لانها الركن الوحيد لقيام مدنية الحقة."

ثم قلنا:-

"ربما يحفظ التاريخ للاسلام ما كان في خلافة العباسيين تبعتهم في هذه الحلبة فانهم اسسوا المستشفيات وتكاثفوا

على البر ووجوه الخير في غيرها من المشروعات الخيرية وافاد وا عباد الله في حجهم الى الكعبة المشرفة لبعض الاعوام اذ كانوا يتفقدون بانفسهم ما يحتاج اليه الحجاج في طريقهم من الزاد والماء والمركوب ويشرفون الحياض ويحفرون الآبار ويبنون بيوتاً للسلام منفقاتهم التي ينفقون مما رزقهم الله من الاموال في سبيل الله ورضاء الله وقد كان الوزراء والحواشي والاغنياء والوجهاء يقتفون اثر الخليفة ويتسابقون في عمل الخير جرياً على قاعدة تقليد الصغير الكبير۔

ثم انتقلنا الى الحالة الحاضرة فقلنا :۔

"اما نحن (اي معشر المسلمين) فيحسن بنا الآن ان نحاسب انفسنا عما فعلناه من البر والاحسان اغاثة الاخوان ورحمة بني الانسان في هذا الزمان ونتساءل من بعضنا هل نحن وافون بوظائفنا ام مقصرون فيها؟ وكيف العمل للوصول الى الغاية اذا كنا مقصرين؟ فالجواب اننا مقصرون ويا للاسف وهي غفلة منا لعدم الذنب قدمنا وما في بها فاوجبت تأخرنا حتى اصبحنا فراينا بلادنا خالية خاوية من آثار البر والاحسان التعاون الا ما شيده السلف او شيده مولانا الخليفة او شرعت به الحكومة اي راينا انفسنا لم نعمل عملاً مبروراً كما امرنا الشرع والعمران الا ما كان خفيفاً ليس له كبير اثر"۔

وايدنا ذلك بالاقوال الآتية :۔

"ومن كان في ريب مما قلنا فليجل ببصره من هذه العاصمة الى الولايات الاسلامية وغيرها من البلاد الاسلامية قاطبة وليسرح النظر في كلها ويرينا ما انتجه بالاختيار نعم ان في هذه العاصمة مباني جمعية الخير ولكن قل لي بالله هل هذه المشروعات غير الآثار الجليلة التي شيدتها الحكومة وهل لاحد منا نصيب في التعاون لحصولها؟ وفي معظم الولايات مستشفى واحد فقط تديره الحكومة ومدارس هي للحكومة ايضاً.

وفي مصر نهضة علمية وجمعيات خيرية زالت وطنية ولكن يندر ان نسمع خبراً عن تكاتف اخواننا هناك على امر خيري كتاسيس مستشفى كبير او مدرسة كبيرة تجلب لها الاموال الطائلة وتكون عن المشروعات الوطنية التي تخلد لاصحابها ذكراً جميلاً۔

"وفي بلاد العجم وتركستان وبلاد الافغان وتونس والجزائر وطرابلس وجاوه وبلاد الهند وبلاد البحر المحيط الاسلامية لا وجود لجمعية خيرية تقوم بامر خطير كانشاء المدارس وتاسيس المستشفيات واغاثة الملهوف والذب عن حق الضعيف الا ما كان من قبيل ندوة علمية تتعاطى فيها الآراء ولا تتخطى العمل دائرة الذهن بل يبقى فيه مهملاً ثم يبني عليه العنكبوت بيتاً من النسيان۔"

"ولما كان النفع يرجى من العلماء اي من اتصف بالعلم فوجب على اهل العمل (على العلماء) قدنا عن علمائنا الذين ينبغي لهم ان [illegible] في مقدمة هذه النهضة لان الجاهل لا يدرك مغزى تلك المشروعات۔

"ولا يوجد بين علمائنا الكرام من يحث اخواننا على التكاتف للاتحاد في هذه الامور [illegible] حتى اذا مرضنا مثلاً تداوينا في مستشفيات اسلامية واذا قصدنا تعليم اولادنا استغنينا عن مدارس الاجانب واذا وقعنا في حاجة كان لنا من اخواننا عون على المكروب ان رأينا ملهوفاً اغثناه واذا دنياه وما تركناه ان يقع في تيار الحاجة فتتلقفه افواه المطامع الاجنبية فتجعله آلة بيدها تصرفه"۔

كل هذا ذكرناه عظة لقوم يذكرون ليعلموا ان القوة والعمل لا يكونان الا بالعلم (والفنون والصنائع كلها داخلة ضمن العلم) وبالعلم

تکون نعم المشروعات بل جمیع المعالی والکمالیات لان العلم اساس کل شئ فلا یقوم امر الا بہ ولابد ان یکون فی ہذا الزمن ان یکون وافیا للحاجۃ فلا تقوم نہضۃ فی امۃ بعد الا بمثل ذلک۔ ای ان العلم الناقص کثیرا لا فائدۃ فیہ فیجب علی الامۃ التی ترید النہضۃ ان تاخذ منہا شیئا کثیرا حتی تکون نہضتہا صحیحۃ فیجب ان یکون بین الامۃ طالب علوم الدین وطالب الاداب وطالب التجارۃ وطالب الطب وطالب الحقوق وطالب الہندسۃ وطالب الفلکیات وطالب الفلسفۃ وطالب الصنائع الخ حتی اذا تکاثرت ھذہ الافراد ارتقت الامۃ الی اوج الحضارۃ لان الحضارۃ تقوم بالعلوم المرتبطۃ مع بعضہا وما نراہ الآن فی بلاد اوربا من الحضارۃ والترقی ہو نتیجۃ اجتماع ہذہ العلوم۔ وقد کان فی الزمن الغابر یمکن ان تترقی امۃ بشئ واحد کالرومان بالقوانین والمصریین بالبناء غیر ان ھذا الارتقاء لا یدوم ولا تقوم بہ نہضۃ صحیحۃ اما الآن فما عاد فی الامکان الاکتفاء بشئ واحد من ھذہ العلوم بل قد فرضت القوۃ الموجودۃ فی الاقوام ان ینہض من ہو قاعد لمجاراۃ الاقویاء۔ والا یغلب القوی الضعیف ولات ساعۃ مندم۔

وھذا ما دعانا ان نکتب مقالتنا (الکلمۃ الاسلامیۃ) العفا حیث اشرنا فیہا الی الوسائل التی یجب ان یتوسل بہا المسلمون فی کافۃ الانحاء وما تصورہ رأی الحزم من تعمیم المدارس وتعمیم المعارف لتأیید مجد الامۃ۔ ولسنا من یغری کل علاء لنفسہ بل قلنا ما قلنا عقب مقالتہ سبب النجاح التی اعتمد علیہا الالمان بعد حربہم مع الفرنسویین فقہرہم فکان اول صوت انتج مجدہم بعد صوت احد عاظمہم اذ علا الصراخ قائلا: المدارس المدارس۔ المدارس فی کل قریۃ ولکل ابناء الوطن الذین سیکونون جنود الذود عن وطنہم ولکل طفلۃ ستکون اما ولتلک الجنود البواسل!"

وما احد منا نحن الیقظۃ نجہر بالصراخ فنقول المدارس المدارس المدارس فی کل قریۃ من اعمال المسلمین ولکل ابناء الامۃ الذین سیعادون مجد الامۃ بالرجوع عنہا ولکل طفلۃ ستکون اما لہؤلاء الجنود البواسل!"

نعم نحن فی حاجۃ الی عظم کل شئ ولکن بشرط ان نبقی مسلمین فیجب ان نفتح المدارس ونعمم العلوم فی کل الانحاء الاسلامیۃ حتی اذا انبسط روح الارتقاء علی الوجہ التام کثرت العاظم بیننا وازداد عدد اولی الحزم والغیرۃ فیقل نفوذ الذین یخدمون انفسہم فقط ویسقط شأن الذین لا نفع فیہم للامۃ ویرسے اذ ذاک فی ذوی الثروۃ من المسلمین ان علیہم للامۃ وظیفۃ کبیرۃ فلا یحق لہم ان یحبسوا اموالہم من دون ان یکون للامۃ منہا ذکر جمیل بل یوخذ بہم ضمیرہم الذی زینۃ العلم فہم ارکان ہذہ الامۃ ویجب علیہم ان ینفقوا من تلک الاموال قسما کبیرا فی سبیل خیر الامۃ فی مثل تشیید المدارس وتاسیس دور الیتامی والتجاوز علی المشروعات العظیمۃ کمد الخطوط الحدیدیۃ وعقد الشرکات المالیۃ وما شابہہا۔ لان الامۃ فی اشد الحاجۃ الیہا فاذا لم یفعل ذوو الثروۃ ھذہ الافعال توجہ نحوہم الفکر العام باللوم والتندید وعدہم فی عداد العضو الفاسد من الامۃ وھکذا الحال یجری فی جمیع افراد الامۃ فان لکل فرد وظیفۃ یختص بہا دون سواہ نحو امتہ۔ وہی فرض علیہ فاذا ادی کل منہم ھذا الفرض ارتقت الامۃ الی منتہی ذری المجد۔ وہو المجد الحقیقی لکل امۃ تعلو بوجودہ وتنحط فی غیر ان عدم وجود ھذہ الارتقاء بشکل عام فی الامۃ الاسلامیۃ لا یوجب صدع العزم عن اجراء الامور الخطیرۃ

Marfat.com

... على غير من المشروعات الكبيرة في الحالة الحاضرة واذا اجتمعت العزائم واجتماع العزائم قد حان على ما نرى - لان الزمان ... ضيق سيما على الامة الاسلامية -

كل يعلم ان في العالم الاسلامي مشروعا كبيرا يختلج قلب كل مسلم مخلص للامة وهو مشروع مد خط حديدي بين دار الخلافة الاسلامية الى بلاد الهند اذ تصبح الاقطار الاسلامية مرتبطة ببعضها ارتباطا حقيقيا فيتم الاتحاد الاسلامي الذي نعده اكبر وسيلة لنجاة الاسلام ولا يخفى على القراء ان "المعلومات" قد كتبت في هذا الشان مقالات عديدة ايدت رايها ونشرت آراء غيرها وقد كان آخر العهد بها ان اخطلعت على كتاب ورد اليها من الكاتب الفاضل مولوي محمد انشاء الله محرر جريدة "وكيل" الهندية في العدد ۱۰۹ والان فقد ورد الينا كتاب آخر من هذا الفاضل الهندي فرأينا ان نترجمه وندرجه في "المعلومات" لاهميته -

ادارة جريدة "وكيل"

في ۲۷ نيسان سنة ۱۸۹۹ء

حضرة الكاتب الفاضل صاحب السعادة طاهر بك حفظه الله -

اما بعد فاني اشكر عنايتكم بنشر كتابي الذي ارسلته سابقا والحق يقال ان جريدتكم تستحق كل ثناء وقد قرأت المقالة التي نشرتموها تحت عنوان (المشروعات النافعة في البلاد العثمانية) فازددت سرورا وابتهاجا ولا اظن انكم لا تشعرون بمقدار سروري بعد مطالعة هذه المقالة المفيدة - اذ لا يخفاكم ايها الفاضل ان في ارتباط القلوب بمقام الخلافة الاسلامية على حد سواء فاننا نرتبط بعرى هذا الحب ارتباطا عظيما وان بعدت بيننا الشقة واختلفت الظروف - كيف لا ومولانا الخليفة ايده الله لا يكتفي في ما يكون فيه اصلاح للبلاد العثمانية والعثمانيين عموما بل يصرف جهده ايضا حفظه الله فيما يعود به النفع الى الامة الاسلامية قاطبة فهو الملاذ الوحيد لجميع مسلمي الارض وخليفتهم الاعظم ودرة عقد اتحادهم -

اما كاتب تلك المقالة فقد اجاد ... ان يسمح لي ان اثني على اقتداره وخبرته في الامور واني اتفق معه في جميع ... الا في بعض نقاط كما سابينها ادناه -

ذهب هذا الكاتب الفاضل في مقاله الى بحثين - الاول تطهير نهر الفرات وجعله صالحا لتسيير السفن فيه فاقول ... كان يقتضي النظر فيه قبل هذا الزمان - لان تطهير نهر الفرات امر اجل لا يجوز ان يبقى الى الآن بلا تطهير ووقاية - ... ان بلادنا راى البلاد الاسلامية ... جامعة لجميع انواع العمران ولكن يجب ان ... لا يجوز لنا ان نكتفي بالمعتقدات ... الى ... ينبغي لنا ان ... ان تتقلد الجرائد الاسلامية وظيفة التنبيه والايقاظ ... الخير ... الامور ... فيما تتوق اليه النفس وترغبه -

... كما تحدث "المعلومات" في ... من التاثير ... مثل هذه المباحث ... ان ...

ما تفعلونه هو من جملة وظائف الصحف الخالصة النية وجزاكم عنها خير الصوت العام الاسلامي الذي [illegible] الاسلامية الهندية مقالتكم المذكورة هذه المرة۔

اما مشروع الخط الحديدي بين دار الخلافة العلية والبلاد الهندية فقد وردت الى رسائل كثيرة من كافة انحاء العالم الاسلامي تستحسن هذا المشروع وتستنهض الهمم لاظهاره من حيز القول الى الفعل۔ وليعدن بالمساعدة المالية اذا قامت شركة اسلامية لهذا وقد تلعفت نظري قولكم ان الترقي لا يكون الا تدريجاً۔ فيا ايها الاديب الفاضل! ان الزمان لم يترك لنا فرصة كي نتخذ العمل الشاق بل [illegible] ليفت للتدريج۔ ولا للقوانين الطبيعية بل الطلب منا ان نتلافى ما فات عنا في الازمان التي تركناها سبلا فائدة۔ اما ترى ان الشركات الاجنبية تطلب من وقت الى آخر من الحكومة امتياز الخط الحديدي الاناضولي الجسيم؟ فهذه الشركات مهما كانت اي ان كانت انكليزية او المانية فهي تنافسنا بالاعمال في بلادنا۔ فاذا القينا نظر اليها نتعلم ما تريده في بلادنا وما التفتنا الى اقتحام الاعمال نبغوننا۔ فاي زمان يبقى لنا بعد هم لهذه الاعمال؟ واي عمل يمكن ان نعمله بعد؟ فالزمان ضاق علينا فيجب علينا الآن ان نتكاتف على الاعمال باسرع الاوقات۔ وما يوجد عند المسلمين من رأس مال يكفي لنجاح هذه الامور ولا ينقصهم سوى العزم والجسارة فقط۔ لان الجهل ضارب اطنابه في كثير من الانحاء التي يقطنون بها۔ فيجب في هذه الحالة على الجرائد الاسلامية الصادقة اللهجة ان تنبههم من هذه الغفلة الكثيفة كما اشرنا حتى لا تبقى الامة الاسلامية بعيدة عن الاعمال النافعة۔

ولما كان مولانا الخليفة ايده الله الملجأ الوحيد للامة الاسلامية وكان شديد الاسهر على خيرها ونجاحها فاننا نثق كل الوثوق بمظاهرته لنا في هذه الاعمال۔ ويكفي للامة ان تشتد عزائمها ولقوي ساعدها ويزول ما خيم عليها من الجهل بمظاهرته وحسن عنايته۔ فعلينا اذن ان نتلقى هذه المظاهرة والعناية بمزيد الامتنان ونسعى وراء ما يحبه ويرضاه۔ ويا حبذا لو قامت جرائدكم جميعها وكتبت الفصول الطوال عن هذا المشروع واستنهضت همم الاعاظم والاغنياء والفضلاء وارباب الفنون بدار السعادة وفي غيرها من البلاد العثمانية في هذا الشأن اذ لا يخفى ما فيه من النفع العظيم للبلاد العثمانية والاسلامية معاً۔

ولا اظن ان احداً ينكر على كون هذا المشروع هو بيت قصيد الاتحاد الاسلامي وزد على ذلك ازدياد العمران على البلاد العثمانية فتتحول كثير من الصحاري الى جنان لطيفة وفوق هذا وذاك يسهل الطريق على الحجاج والزوار للحرمين الشريفين وسائر المقامات المباركة۔ كالقدس وكربلا ونجف وبغداد وغيرها۔ ولذلك نرجو من ذوي الهمم من ابناء الاسلام ان يتاملوا في هذا المشروع ويكتبوا فيه بياناً ويعرضوه على انظار اولي الامر في دار السعادة حتى اذا نال الحظوة تابعوا على افتتاحه وهكذا اتيم ان شاء الله۔

ولما كان مثل هذا العمل الخطير يحتاج الى وقت وامعان جيد من كان الضروري على الذين يطلبون السعي وراء حصوله ان يرسلوا الى جهات الاناضول والعراق بعض المهندسين للكشف والتحقيق قبل طلب الامتياز به وبعد هذا الكشف يظهر مقدار ما يلزم لهذا الخط من النفقات تخميناً وعلى هذا تنعقد الهمم وتقوم العزائم۔ فتنعقد الشركة وتنشر اسهمها مع شروط تاسيسها۔ ولا ريب ان مولانا السلطان يسره عقد هذا الشركة فلا يتردد في اعطائها الامتياز كما ان اخواننا المسلمين لا يترددون

Marfat.com

فظاہر جہا بالنفس والمال معاً۔
ایہا الرئیس العزیز الایکفی ان نقول فقط بل یجب ان نعمل لانہ لایکون ارتقاء للامۃ بالقول الذی لیس وراءہ فعل فہذا المشروع من الامور الحیاتیۃ للامۃ الاسلامیۃ لانہ اذا تم یعید للامۃ قوتہا ولیعز مجدہا فیکون العامل فیہ محترماً الی الابد بین المسلمین این اظن انہ یوجد عندکم مہندسون کفارۃ للعمل ولکن لاباس اذا استخدمنا مہندسین اوربیین فی ہذا العمل لان ذلک لایضرنا ولا یضرنا سوی قبول الرأس مال الاجنبی فی اعمالنا۔" راقم خادم الاسلام والخلافۃ محمد انشاء اللہ۔ معلومات نمبر ۱۱ مورخہ ۱۲ محرم ۱۳۱۷ھ

(الخطوط الحدیدیۃ فی البلاد العثمانیۃ)

قولہ اکثر خطاب الامتیازات فی ہذہ البلاد وقولوا مارحب صدر ہذہ البلاد بخطاب الامتیازات کیفما قلتم نعیہم ان بین البلاد وخطاب الامتیازات علائق عشق لاتنکر۔

وکیف تنکرین ہواہم بعدما شہدت　　بہ علیک عدول البشر ان خطبوا

نعم علائق عشق نحن فی حاجۃ لشاعر غدری یمثل لنا اسرارہا ویصور لنا احساسات العشاق والمعشوقۃ۔ اذ کم رأینا لہولاء العشاق من سہاد ورعی نجوم وکم رأینا لہم من تجشم مصاعب واقتحام متاعب وکم رأینا لہم من لہوی شقق زرق مطرزۃ اللجج البیض۔ ولابدع منہم ان یکونوا متیمین بہذہ الدرجۃ۔ ولکن العجب منہا ان تکون بہم مرتبۃ وہم بعداء عن جلدتہا۔ غرباء عن طینتہا لایعرفون لہا عہداً ولایرعون لہا حرمۃ۔

ای قرائنا الکرام لاتعجبوا لافتتاحنا ہذہ المقالۃ الجدیۃ بکلام یشبہ الہزل کلا ما ہو بالہزل ولکنہ تصویر للحالۃ باجلی صورہا لیتذکر ذو بصیرۃ ان مساعدہ خطاب الامتیازات لیس بالامر المحمود العواقب کما یشعر ذو البصر بقبح مساعدۃ الخنا ولمن ہو اجنبی لایغار علیہا کالقریب۔

اعتدنا فیما اتخذنا من الخطۃ ان لانکثر القول فی بعض المسائل المہمۃ حرصاً علی ان لاتحتاز علیہ الآذان فیقل حینئذ تاثیرہ کمن اعتاد علی شرب دواء۔ کما اننا اعتدنا ان لانسکت بالکلیۃ عن ما نراہ الحق مہما ساعدت الفرص ہذہ الامتیازات وامثالہا سبق لنا فیہا تلویحات وتصریحات ولم نر امثال ہذا الیوم شدۃ حاجۃ للجہر بما نعتقدہ الحق [illegible] وان فاتنا النصیب من الفاظ نظارۃ النافعۃ الماتتخیل من تجدہا عن فقہ لغۃ ہذہ الجریدۃ واما الامۃ اخری لایفوتنا ان شاء اللہ النصیب من القاء ذکثیرین من افرادنا الذین یودون ان تزدان البلاد بکذا من زینۃ البلاد الافرنجیۃ علی ای نحو کان۔ ذاہلین عن ان زینۃ البلاد الافرنجیۃ انما ہی منہا والیہا علی ید اولی الحزایم من رجالہا وابنائہا ... فاذا بلغت افکارنا شممنا اشدہا علی ہذہ النشأۃ الطیبۃ من کراہۃ العلائق المذکورۃ لانعدم من فضل اللہ عوناً علی دفع ما یزینہ الہوی لبعضنا۔

Marfat.com

طلب واحد يدعى هوتينكر باسم شركة بلجيكية امتياز الخط الحديدي من اسكي شهر الى انقرة
ولكن على ان تعطى الحكومة امتياز المجرى في الحجاز ... امتياز آخر بمجرى ... الحجاز ... وامتياز
تشغيل معدن ارغني (وهو معدن فحم حجري في ارغني) وامتيازات اخرى ... ارصفة.

هذا الطالب الثاني مدير خط الاناضولي طلب ان يمد على نفقته باسم بنك دويچه.

والثالث والرابع والى ... ناس آخرون يراجعون الحكومة لمد هذا الخط على شروط اخرى وان ... الاناضولية ... وقد ... الجميع فيما ... تكثير انواع الشركات. ولا يخلو ... من تعارض المصالح البلاد ... الى ما مهدناه في مقدمة من معارضة من ... العثمانية. لاننا ما دمنا نتكل في انشاء مثل هذه الخطوط على غيرنا لا تقوم لنا بين العالمين قائمة في الاعمال.

على ان من يلقى حال هذا الاتكال بلادنا بالفقر وقلة رؤوس الاموال. تا الله انها التهمة كاذبة ولكنه تمزق الكلمة وعدم الاتحاد والتفاهم وعدم الاستفادة من ... حال الحقائق وامور كثيرة لا تسرد.

على انه يسرنا صدور الامر الجليل السلطاني بلزوم الدقة في هذه الامور فلم يبق على من ... من الطالبين الا ان يصرفوا همهم عن هذه الاماني وان يعتمدوا على الله وليعلموا انهم لا يعطون الا الشركة وطنية حقيقية ونذيعوا الترغيب على السنة الولاة والصحف. فلنا امل انه سيتقدم المتمولون الوطنيون الى هذا المشروع الذي نرى الحكومة حريصة على اظهاره لخير الوجود. والا فما فائدتها من الخطوط الحديدية التي يديرها الاجانب لبعد ما رأيت العبر وعرفت الغرامات ... الامتيازات لهذا العهد. معلومات عربية ۱۲۴ مورخه ۴ ربيع الاول ۱۳۱۷ هجری

جريدة وكيل الهندية الاسلامية

يحق لنا ان نتعجب ثم نأسف حين نرى جيراننا علماء الاستانة لا يستفيدون من الجرائد العربية التي تصدر في بلاد الغربة العلية حتى الجريدة التي تصدر بين ظهرانيهم بينما نحن نرى اخواننا في الهند والجاوا وبعض بلاد فارس وبخارى يطلبونها بالاشتياق ان كان ذلك لجهلهم اللغة فعلام تصرف هذه السنون في تحصيلها وان كان لوجود جرائد تركية لهم فاولئك لهم جرائد ... ايضا هي احسن من جرائدهم المعهودة ومع ذلك ما نسوه حظهم من مطالعة الجرائد العربية ومن قرأ الفصل الذي كتبه محرر جريدة "الوكيل الهندية" الاسلامية في حض اخوانه على مطالعة المعلومات هذه يأخذ اعظم برهان على ما قلنا.

نعم كتب محرر الوكيل الاغر فوق ما نستحق ولكنه اعرب بذلك عن نية خالصة ثم عن غيرة اسلامية ثم عن خدمة وطنية ... بذلك اخوانه لاستطلاع احوال العالم الاسلامي. ولمعاضدة جريدة وحيدة في لغتها في دار الخلافة. فالله يكافئ حضرته الفاضل ويزيده رفعة في قومه ونجاحا وسدادا في اعماله.

فلما كان الاطلاع لترجمة حال هذه الجريدة الاسلامية من جملة التاريخ الحاضر للعالم الاسلامي ومن جملة ما نشيط الهمم وينهض العزائم احببنا ان نأتيها في جريدتنا بخلاصة ترجمتها وصحابها آخذين عن الفاضل الحافظ عبد الرحمن الامرتسري. تصدر هذه الجريدة في امرتسر مدينة من اشهر مدن قطعة پنجاب في شمال الهند اسسها عام (١٨٩٥) ذو الهمة العالية الشيخ غلام محمد من المحامين المشهورين وشراح كتب الحقوق وقد دعاه الى تأسيسها ما رآه من اشتداد حاجة اخوانه المسلمين هناك لمثل هذه الجريدة. ونجح فيها نجاحاً مبيناً. ولكن السبب الاعظم في هذا النجاح هو تولية اشئون تحريرها الفاضل الشهير المولوي محمد انشاء الله خان فان هذا الفاضل رفع شان الجريدة بتحريره البديع الذي يصحبه بافكاره العالية المترقية بارتقاء الكتابة العلمية سيما العمرانية والتاريخية وزادها زينة اخلاصه في خدمة الجامعة الاسلامية خصوصاً في ما يتعلق بارتباط مسلمي الهند بمقام الخلافة. على انه لم يحصر آيات كلامه على بلاد الهند واحوالها بل جعل ميدانه يتسع ... الى ... العلية وايران واحوالها وما يلزم بهما وخص بالكتب فيه هذا الفاضل ... حتى انه كاتب مرارا بصورة خصوصية في شانه مثلما قاله على لسان جريدة ... في ... البعض ...

وقد جاء هذا الفاضل مع شرف العلم والفضل والنبل في التحرير والكتابة بشرف المجد والغنى فهو ... لعائلة كبيرة شهيرة وله اطيان ومقارات عظيمة. وقد اشتهر الرجل بتمسكه بالعروة الوثقى عروة الخلافة الاسلامية ... الاقوال فكان من اعظم العاملين في الاكتتاب وجمع الاعانة للمجروحين من الغزاة ... في تاريخ الدولة وما ثرها الحرابية بالدفاع عن فضائلها امام كل مكابر ومعاند ... اكثر الله في ارباب القلم امثاله.

هذا وعلم الله من نيتنا اننا لم نكتب هذا رياء او مقابلة لما اعرب الرجل عن ضميره ولكن كتبنا ما نشره ... على امثال هذه الهمم واعترافاً بالفضل لاهله وتنشيطاً لنفوس اخرى ان تميل لمثله نعم ... للوكيل فضل السبق بهذه النية.

معلومات عربیہ نمبر ۱۲۶ مورخہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

معلومات اور المنار کی دلائل اختلاف کی تردید میں جو خط المؤید کو لکھا تھا وہ اور نیز جو دوسرا اول خط المؤید کو لکھا گیا تھا اور نیز طرابلس شام اور افلاح کی اعتراضات کی تردید میں انکو جو خطوط تحریر کئے تھے ... اسلئے مع ثمرات الفنون دہلال و منار و خط سیف الدین بمبئی انکو بھی اسجگہ درج کر دینا مناسب سمجھا

مشروع عظیم

(سکة حدید بین ... سعید والبصرة)

افتحت جريدة المؤيد الغراء عددها (٦٤٢١) ... الماضي برسالة وردت عليها من ... محمد انشاء الله صاحب جريدة (وكيل) في پنجاب من العمالات الهندية ونشرتها تحت هذا العنوان.

فرأينا ان نلخص منها ما يلي.

Marfat.com

قال الفاضل الهندي - ربما لا يخفاكم ان شركة انكليزية تبذل جهدا وتعمل بكل همة سعيا للحصول على امتياز من الباب العالي بانشاء خط حديدي من بور سعيد الى البصرة والكويت عن طريق الجوف"

وفي شهر دسمبر ۱۸۹۷ء اشار كاتب في جريدة (وكيل) الى مشروع جليل وهو ان تشكل لجنة تحت حماية جلالة مولانا السلطان الاعظم لفتح اكتتاب من المسلمين في جميع العالم لدفع غرامة الحرب الاخيرة الى الروسيا دفعة واحدة فتخلص بذلك الدولة العلية من خلل في احوالها اما انا فلم اوافق على هذا الرأى لانه لا يمكن للروسيا ان تطلب اكثر من ٣٢٠٠٠٠ جنيه في السنة لمدة مائة عام ولو فرضنا ان اللجنة المذكورة تنجح في عملها وتجمع المبالغ اللازمة لدفع الغرامة الروسية مرة واحدة للزمنا ان ندفع لها مبلغا ايرادا السنوي ..... ۱۲ جنيه دائما مع انه لا يمكن للروسيا ان تطلب سوى المبلغ المذكور قبيل لمدة مائة سنة.

ولكنني مع ذلك انا فتش ذلك الكاتب في اقتراحه اذ لاح لي مشروع وقد كلفت بذلك ان تولف لجنة عالية تحت رعاية ومراقبة جلالة الخليفة الاعظم لانشاء سكة حديدية من البصرة منها عن طريق الموصل الى حلب فالاسكندرونة ثم نبني خطا من حلب الى الشام فالحجاز فاليمن وحيث ان نفوذ جلالة الخليفة المعنوي يزداد انتشارا شيئا فشيئا في جميع ارجاء العالم الاسلامي فلا شك ان كل مسلم عاقل ينضم الى هذا المشروع ويساعد في النجاح فضلا عن احتمال اللجنة لهذا النفوذ بقدر ما يصل اليه صوتها فانه يلزمها ان تعين وترسل مندوبين لها الى جميع الجهات التي يقطنها مسلمون كمصر ومراكش وتونس والجزائر وسكوتو والهند وايران والصين وتركستان وجاوه وغيرها.

فاذا نجحنا في عمل مهم كهذا كان افضل واسطة لاتحاد جميع مسلمي العالم البشري المنتشرين في الارض بل كان واسطة لجميع مبالغ كثيرة لعمل مفيد.

وان الوفا من شباننا الذين هم الآن بلا شغل وعمل تمكنون بهذا المشروع من الاشتغال لمعاشهم بافتتاح ممالك فسيحة للتجارة والزراعة والاستعمار وتكون مواصلاتنا مع الحجاز تامة وبغاية السهولة فضلا عن المنافع السياسية والحربية والتجارية التي تحصل للباب العالي من تنفيذ هذا المشروع الجليل

ولقد سردت ابواب هذه الفوائد المهمة في مقالة نشرتها في جريدة (وكيل) بتاريخ ۲۸ دسمبر ۱۸۹۷ء ص ۴ و ۵ واشرت على المقالة بالحبر الاحمر في جميع النسخ التي ارسلت الى الجرائد المصرية والتركية مؤملا ان تفصح هاته الجرائد عن افكارها في هذا الشأن وانها استحسنت اقتراحي عضدتني فيه باستطاعتها وطلبت ايضا من قنصل الدولة العلية بمرفأ كراچي تعضيده فيه ولكنني انا آسف من ان كتبته ذهب كالنقش على الماء فلم يلتفت اليه احد.

اليس من العار على المصريين والعثمانيين وسائر المسلمين ان يروا الامم الاخرى تسعى في الحصول على امتيازات في ارجاء آسيا وافريقية بل ومن في تركيا نفسها ونحن معاشر المسلمين في الارض ننظر اليها نظر المتفرج بدون عمل ولا حركة كانه لا يهمنا قط ان نكون في غبطة عيش ونعيم وكانه لا يهمنا ان تكون همتنا ساعية بتبديل احوال ممالكها الفسيحة وترقيتها.

وفي ۱۴ فبراير ۱۸۹۹ء كتبت مقالة في هذا الشأن ونشرتها في "الوكيل" الخ ثم ذكر انه واجب على المسلمين تشويق اهل وطنه الى

... يوم وذهب الى صاحب المؤيد) ان تشوق المسلمين الى ذلك في جريدته الشهيرة وقد اجاب المؤيد وجارته في عادته قديل الرسالة بنبذة تنشيط لمخصها ان يقترح الكاتب اعظم مشروع ينعش الحياة ويجدد السعادة للدولة بل للملة الاسلامية وان المسلمين اذا لم يبادروا لمثل هذا العمل فلا يبعد ان يأتي يوم يعجزون فيه عن الاتيان باى عمل۔

فحبذا لو ان جلالة مولانا الخليفة الاعظم الذى اشتهر في العالم كله بجب جميع شتات الاسلام حول عرشه تسلم زمام هذا العمل العظيم بنفسه وانفذه ليكون المفتاح والمجد لعصر حضارة الاسلام على ما تقتضي ظروف الايام" اھ

(المنار) لخصنا هذه المقالة لامور منها بيان تعلق المسلمين بمولانا امير المومنين ايده الله تعالى في اقطار الهند وآمالهم العظيمة في ان تقدم الامة كلها منوط بحكمته المشهورة ومساعيه المشكورة وخضوعهم لسلطنة الروحيه وسيادته الدينية۔

ومنها ان المشروع من الاعمال التي لا تقوم الا بالشركات المالية والحث على الشركات المالية لاى عمل كان هو من افضل الاعمال التي انشئت الجريدة لاجلها۔

واما هذا المشروع بخصوصه فلا ننكر عظيم فائدته لكننا نفوض النظر فيه لحكمة سيدنا ومولانا السلطان الاعظم (ايده الله تعالى) ولوزرائه الصادقين فان لهم من المعرفة بمنافع الامة ووسائل تقدمها ما ليس لنا ورأينا ان سبب التقدم الذى يجمع كل الاسباب وترجع اليه جميع الوسائل هو تعميم التربية والتعليم في جميع عناصر الامة على طريقة واحدة ولا يمكن الوصول الى هذه الغاية الا بشركات مالية تنشئ المدارس الوطنية وتختار لها المعلمين المهذبين۔ وسنعود الطلب على الحث على هذا المشروع ونبين ما يراه في باب يأتى من الاعداد وانا لنفتخر بمولانا امير المؤمنين من العناية بامر المكاتب والمدارس حتى انه انشا من جيبه الخاص الكثير منها۔

ولا ننكر ما للسمو عزيز مصر (عباس الثانى) من الاهتمام بامر العلم والازهر الشريف شاهد عدل ورجاؤنا بامنيائه المصريين وعموم العثمانيين الاقتداء بسلطانهم الاعظم وخديويهم المعظم في هذا الامر الذى هو كل امر والله الموفق۔ المنار قاهره نمبر اول مورخه ۲۲ شوال ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۸۹۸ء

كتاب خصوصى

جاءنا من حضرة الكاتب الفاضل الشيخ محمد افندى انشاء الله محرر جريدة وكيل الهندية الغراء التى تطبع في بلدة امرتسر داخل ولاية بنجاب من البلاد الهندية كتاب من الاهمية بمكان يحث فيه العثمانيين عموماً والمسلمين خصوصاً ببذل الجهد وراء اخذ الامتيازات لانشاء المسالك الحديدية وغيرها المزمع على انشائها في الممالك العثمانية المحروسة والمشتت اخذ هذه الامتيازات قوم كثيرون من ممالك مختلفة بعيدون عنا في العوائد والمذاهب وغيرها۔ كي يبتلعوا الخيرات البلاد العثمانية الزهراء حرسها الله وصانها من شر جميع الاعداء ونحن سكوت لا نبدى حراكا ولا نتفكر بما يكون من نتيجة مداخلة الاجانب في بلادنا وسلبهم املاكنا واموالنا بزخارفهم الدنيوية وما يخترعونه من الاساليب العجيبة ولذلك فلا اخال احداً ينكر على هذا۔ لان الاجانب اعلم منا بظواهر الدنيا واحوالها واليك خلاصة تحريره قال بعد الترجمة۔

قرأت في بعض الصحف الانكليزية انه تشكلت شركة باسم شامي عثماني غايتها تمديد [illegible]
انه ستبدئ عما قريب. فارجو السؤال عن اسماء الشركاء وعن نتيجة عملهم وعن صحة هذا الخبر وافادتي بذلك وليت هذا كان صحيحا
ثم انه بلغني العزم على انشاء سكة حديدية من بلدتكم طرابلس الى بغداد والبصرة من طرف شركة اجنبية فاخذني العجب والوله
ماخذه حيث اني لم ار المسلمين بذلك مع خلوهم من الحمية الاسلامية؟ واين الغيرة القومية؟ يمنحون هذه الخدمة الجليلة للاجانب
وهم ساكتون مغضون الطرف عن ذلك وانما الجرائد بهم التركية والعربية ساكتة الالسن موقفة الاقلام عن الحث والترغيب واستنهاض
الهمم لهذا الامر المهم.

مولاي! انتظرت جوابا من احد وزراء السلطنة العثمانية حرسها الله قبل تاريخ هذا بيومين يقول فيه وان رجال الحكومة السنية
وقفوا النظر في افكاركم ومطالبكم غير ان احجامي عن مجاوبتكم كان لاسباب عديدة ولا اعلم اتصلوا لمطلوبكم ام لا. فيا خليلي ويا عزيزي
ان كان عندك ذرة من الحمية الاسلامية والغيرة الوطنية فابذل الجهد ورد منع مداخلة الاجانب بهذا الامر الجليل فنحن المسلمين لم
نصل لدرجة لا نقدر بها على اكمال هذا المشروع ولا يعذر لنا بالافلاس ايضا. وارجو من همكم النشاء موازرة اصحاب الجرائد التركية
والعربية وحث هممهم وتنبيه افكارهم كي لا يفتروا الخطة او ادونه عن التشويق والترغيب في اتباع هذا السبيل مع تزيين مجالسكم
الخصوصية والعمومية بالتكلم في هذا المشروع واستنهاض الهمم نحوه فتستحقون بذلك مكافاة الحق جل وعلا دنيا واخرى وكن على
يقين انه اذا اخذ الاجانب هذا الخط من يدنا فنندم حيث لا ينفع الندم. فاذن فرض علينا ان نجاري الاجانب بكثرة
اجتهادهم ولو علهم في بلادنا وديارهم.

واني اقول قولا حقيقيا لاريب فيه انه اذ توجهت عناية حضرة صاحب الخلافة العظمى ايده الله تعالى نحو هذا المشروع
المهم. فانا بحول الله تعالى وقوته قادرون على جمع مبالغ جسيمة من بلادنا الهندية تفي بهذا الغرض ان شاء الله تعالى. وان هذا
الحقير على بينة من [illegible] في [illegible] المستقبل و[illegible] الاحوال [illegible] ابان البداية بهذا الامر لدرجة اصبح بها منتظر تقديرا لعموم
على اني باشرت [illegible] هذه [illegible] منذ الان. فقد مضى على اكثر من ثلاثة اشهر وانا انشر المقالات الضافية الذيول في جريدتي
[illegible] بالحث والترغيب عليه هذا الامر كما اني نشرت رسالة خاصة بهذا الموضوع ووزعتها على عموم الاقطار الاسلامية واني
منتهج للسياحة والتجول في الاصقاع الهندية التي اعلم اهاليها واصحاب ثروتها لبيع التحاويل التي تصدر لتمديد هذا الخط الهام ان
علمت ان جلالة الخليفة الاعظم اخذ هذا المشروع تحت حمايته ورعايته. والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

"طرابلس" ان [illegible] السابع والعشرين [illegible] هذه الجريدة ليعلم ما للسكك الحديدية من المنافع العظيمة وما ينتج عنها
من الخيرات الجسيمة وما [illegible] ان نبتهل الى الحق جلت قدرته ان يطيل عمر جلالة الخليفة الاعظم وان يختار ما فيه الخير والفلاح
للبلاد العثمانية خصوصا والاقطار الاسلامية عموما. انه على كل شيء قدير. وسنلم بهذا الموضوع متى امكنتنا الفرصة
والله الموفق. اخبار طرابلس الشام نمبر ٢٥٧. مورخه ٢٨ ربيع الثاني سنه ١٣١٦ هجري

امرتسار بنجوب

(فی ٢٤- اغسطس سنہ ١٨٩٨ء)

ايها السيد العزيز:-

السلام عليكم ورحمة الله. اولاً اتقدم لمشاركتكم بالاحساسات بالنسبة لقضية الطعن المرفوعة عندكم التي لم تنته لصالح سعادتكم وارجو ان تتلطفوا بقبول مشاركتي اياكم من صميم فؤادي.

لم يحصل لي الشرف بمعرفتكم لا شخصياً ولا بواسطة المكاتبة ولذا فاني اسألكم غض النظر عن تطفلي على اوقاتكم الثمينة واستسمحكم في التعليق ببعض كلمات على مقالتكم الفلسفية الحقيقية الدالة على حكمكم الشديد للدول الصادرة في الفلاح بتاريخ ٣ اغسطس الجاري بعنوان (ما ذا علينا ان تدبرنا). طالعت فيها بخالص السرور والابتهاج ما ابديتموه من الملاحظات الجليلة بخصوص المشروعات العظيمة والاستعدادات التي تتخذها الاوربيون قبل المشروع في مثل هذه الاعمال الخطيرة. اني الامل بان ما اشرتم اليه بالنسبة لسكة حديد حلوان وشركة البواخر الخديوية يكون دخل في اعماق قلوب محبي الوطن الحقيقيين في العالم الاسلامي. ولكن اسمحوا لي ان اقول قد اخذني العجب من ان رجلاً مثلكم من كبار الاعيان عالماً واسع الاطلاع مخلص العبودية لجلالة الخليفة الاعظم يخالفنا في شروعنا لا لشيء ضد انانيه لمجرد سبب واحد وهو انه يسهل على اعدائنا طرق الدخول الى الاصقاع الاسلامية لنشر اشراكهم الشيطانية ومكائدهم ودسائسهم ضد سلطة مولانا امير المؤمنين الاعظم.

مولاي- ان هذا الخطر (اذا كان يوجد هناك في خطر) ليس مما يعبأ به كثيراً او يعتد به حتى انه لمجرد ذلك ينبغي علينا ان نصرف النظر عن مشروعنا ونحرم من فوائده العزيزة الجليلة التي لا تحصى.

اني اعلم جيداً ما ذا صنعه بعض اعدائنا العلويين في ارمينيا واليمن. ولكن يا صديقي الجليل انه يسهل علينا جداً ان نخبط مساعيهم ونقف في وجوههم سداً منيعاً. والحق يقال انه نظراً لعدم وجود وسائط نقل سريعة لم تتثبت سلطة الدولة العلية في الولايات البعيدة والثورات الدائمة لا يمكن اخمادها حالاً بدون كلفة عظيمة ووقت طويل. بل انه في الحالة الراهنة يصعب علينا (واذا لم نقل يستحيل) ان نراقب حركات من تتخذهم اعداؤنا آلة لهم لتنفيذ مآربهم عندنا. ولكن بانشاء السكة الحديدية يسهل جداً مراقبة هؤلاء والقائهم عند حدهم ولو بمجرد التشديد في مسائل الجوازات. وحسبنا بالاختصار [illegible] الرئيسية بدون ذكر مقدماتها وادلتها التي ولا شك لا تخفى على بصيرة سياسي عالم محنك مثلكم.

وفضلاً عن ذلك فان الاسباب التي ابديتموها لمضادة المشروع تظهر لدى المتامل قليلاً انها اقوى الادلة لصحته اذ انكم تعلمون حالة القوة البحرية في السلطنة العثمانية. فاذا فرضنا حدوث لا حصول ثورة في اليمن تجر لينهض احدى الدول البحرية التي في آن واحد هي ادخلا فيها تشهر الحرب على الدولة العلية. فعندئذ اي طريق او اية واسطة يمكن ارسال نجدات لاخماد الثورة اذا لم يوجد سكة حديدية مارة بالحجاز.

Marfat.com

فمن هنا يتضح جليًا ان الباب العالي يكون خائر القوى بالكلية لانه اذا حاول بعث النجدات بما فيها فالمسافة طويل جدًا للوصول الى تلك الجهة. فيتم كيف ان السلطنة العثمانية لم يمكنها استعمال قواتها الموجودة في آسيا عند نشوب الحرب بينها وبين روسيا؟ بل ربما تتذكرون ان القوة التي ارسلت من الجيش في بغداد لم تصل الى ساحة القتال الا بعد انتهاء الحرب. على اني لست ممن يسلم بمنافعها التجارية والصناعية لو انها تتناول غيرها ايضًا من حربية وسياسية ودينية وقد اوضحت ان ما تخشونه من التسهيلات التي سيتيحها الاجانب ليس بذي اهمية كما تتصورون. وعلى فرض ان ذلك كما تزعمون. فان المنافع في جانبه جزيلة الفوائد عظيمة الاهمية حتى انه لا يعنا تركها لمجرد هذا الخوف الذي نتوقعه. اذ ان ذلك يكون كمن يفضل البقاء ابدًا في الخلاء على السكنى في البيت لمجرد انه يمكن ان يكون العدو كامنًا في الظلام باحدى زوايا البيت. ومن هنا يتضح انه لا يتأتى لانسان عاقل ان يترك الراحة والملجأ في البيت لمجرد هذا الخوف الذي يمكنه ان يتخذ كافة الاحتياطات الفعالة لمنعه. ومع ذلك فاني موافقكم تمامًا على القاء المسألة بين ايدي جلالة مولانا امير المؤمنين وفي الوقت ذاته اتجاسر على ان اقول بان ملجأ المسلمين الاوحد وركنهم الاعظم لا يتأخر البتة عن ان يشمل برعايته الجليلة هذا المشروع الكلي الفائدة لعبيده المخلصين مسلمي تركيا والبلدان الاخرى لا بالخصوص تركيا. فانه امر مقرر بان سلامها الداخلي لا يمكن توطيده ولا يمكن نجاح البلاد او تأثير القوة العسكرية بها ما لم تتشابك من خطوط السكك الحديدية التجارية والاقتصادية والحربية. والآن بقيت علينا مسألة واحدة وهي هل رأس المال اللازم لانشاء هذه الخطوط يكون من الاجانب او من الامة المحمدية على انه من تدبر تاريخ الدولة العلية لا يلزمه الاسترشاد عما يجب اختياره وفي تراهم يكون لوحدة الرأي عما يخص بها. اما بالخصوص المسلمين المأمول منهم المساعدة لبذل ما يلزم من النقود فلا حاجة للافاضة في هذا الموضوع واكتفي بترديد ما اشرت اليه.

ولا يمكننا نحن المسلمين ان ندعي حتى ولا اقل مشروع من عملنا ولكن لو اتيح لنا الحظ بنعمة الله وهدي نبيه الطاهر ان نجمع الاموال اللازمة لهذا المشروع تحت رعاية سيدنا ومولانا الخليفة الاعظم لعادلنا عزنا وامكننا اذ ذاك ان نرفع رؤوسنا وندعي اننا اصبحنا ذوي وجود سياسي مستقل معتبر في هذا العالم.

فلي الامل بما فطرتم عليه من حب الوطن انكم لا تكتفون فقط بنشر ترجمة خطاب هذا العاجز في جريدتكم الفلاح الاغر بل تشفعونه وتعلقون عليه الحواشي من افكاركم الصائبة وتحرضوا اصدقائكم وقرائكم وجمهور المسلمين كي يهبوا من رقادهم وليتحدوا معًا باذلين جهدهم لتحقيق امانيهم في هذا المشروع الخطير الذي في رأي هذا العاجز يتوقف عليه حياتنا ومماتنا.

وفي الختام ارجو السماح عن تطفلي على اوقاتكم الثمينة مع تقديم خالص احترامي لحضرة صديقي العزيز نجلكم الاديب واسأل الله ان يحفظكما ويبقيكما نبراسًا للاصلاح. واني اتشرف يا مولاي بوضع امضائي   محمد انشاء الله   محرر جريدة وكيل

(الفلاح) اقتبسنا هذه الرسالة وضمنّاها بكل ممنونية شاكرين لحضرة صديقنا الاديب الفاضل محرر جريدة وكيل آمرتسر في وقته ووعدنا في تلبيته ما شاء الله من التكلم في الموضوع للآتي وهو قريب. الفلاح قاهره نمبر ۴۹ مورخه ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۲۱ مطابق [illegible]

مشروع

سکۃ حدید بین بورسعید والبصرۃ ما عاد حضرت رصیفنا المفضال مولوی محمد انشاء اللہ محرر جریدۃ وکیل الغراء الہندیۃ الکرہ فی المشروع الجلیل الذی یردد دعوۃ العالم الاسلامی الیہ الا وہو مشروع انشاء سکۃ بین بورسعید والبصرۃ وہو لوتم یحیی میت آمال کثیرۃ ویحیل للمملکۃ العثمانیۃ بل للعالم الاسلامی نہضۃ حیاۃ شریفۃ۔

وقد کتب لنا حضرتہ ھذہ الرسالۃ آتیۃ باللغۃ الانکلیزیۃ فنأتی علی ترجمتہا الخصتۃ وہی۔

امرتسر از فی ۱۶ یونیو۔

ایہا الاخ العزیز صاحب المؤید الاغر۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ انی اشکرک شکرا جزیلا علی نشرک کتابی السابق وعلی اعتنائک بہذا المشروع الجلیل وما تاخرت عن ایفائک ما یجب الشکر الا انتظاری نتیجۃ دعوتک البلیغۃ المملوءۃ حماسۃ وحبا للنفع العام للعالم الاسلامی لیکون الشکر اوقع فی النفوس۔

غیر انی مع الاسف لم ار لہذا اثرا فی نفوس المصریین والاتراک مع ان کثیرا من الجرائد العربیۃ والترکیۃ اھتم بہذا الامر وکتب عنہ الفصول الضافیۃ فما للرای العام الاسلامی لم تدب فیہ روح النشاط اللازمۃ لانجاز مثل ھذا المشروع الذی ہو حیاۃ المملکۃ العثمانیۃ ویلوح لی الآن مع ہذا الخمول وسکوت الجرائد لم یبق لی فی نظری انہ ربما کان الامل فی ابراز ہذا المشروع من قبیل اضغاث الاحلام وان تحقیقہ من رابع المستحیلات۔

وانا علی یقین من ان جنابک تحملت ما فی وسعک حضا علیہ لانہ لیس فی استطاعۃ ابلغ البلغاء واکتب الکتاب ان یدعوا الناس الی مشروع منفرد اذا او اشد اخلاصا وحمیۃ مما کتبت غیر انہ فلم لم یصادف مسامع واعیۃ وافئدۃ خالیۃ لیس یمکن وغیر خاف علیکم من انہم وراثیۃ مثل ہذہ الاعمال ان مشروع سکۃ الحدید بین بورسعید والبصرۃ یحتاج الی تخصیص ملایین للابراز فاذا کان العالم الاسلامی باجمعہ لا یقدر علی الحصول علی مثل ھذا المقدار ولا یثق بنفسہ فی ذلک فعلی العالم وعلی الدنیا السلام۔

وانی لاشکر ایضا رصفائی الذین ساعدونی بافکارہم الصائبۃ فی ھذا المشروع الجلیل ولکن لا اوافق حضرتی الفاضلین صاحبی جریدۃ المنار ومعلومات فی الکتابۃ۔ لان الاول یعد ان تحسین المشروع وعدم منافعہ ایدی ملاحظتیہ الاولی ان عدلا المحاجۃ [illegible] ہم اوری بمنافع بلادہم من غیرہم وھذہ حقیقۃ لا سرار فیہا ذکرہا الشاعر المشہور حافظ الشیرازی من بیت [1] [illegible]

ولیس ھذا المشروع من المسائل السیاسیۃ بل ہو مشروع تجاری یستفید منہ المسلمون [illegible] بنا ان نقعد کسالی ننتظر عمل کل صالح لنا من رجل او اعداء من فئۃ مخصوصۃ۔ [illegible] غیور مخلص الولاء للامۃ والبلاد ان یحرص [illegible]

والملاحظۃ الثانیۃ التی ابداہا صاحب جریدۃ المنار الغراء ہی ان اول ما یجب علینا القیام بتربیۃ الشعب وتعلیمہ

---

[1] وہ مشہور شعر یہ ہے۔ رموز مملکت خویش خسروان دانند۔ گدای گوشہ نشینی تو حافظا مخروش۔

انجاز مثل هذه المشروعات الجسيمة ولهذا ارى ان من الواجب على ذوي اليسار ان يتبادلوا الى نفع البلاد [illegible]

دعت القدمة الى ان قد استاذني التربية الناس بجلائل الشعوب - غير ان هذا الاصح ان يكون عقيمة في طريق كل عمل يرمى فيه النفع العام

خصوصا - وان الثروة المحلية من اقوى عوامل التربية كما ان التربية من اقوى عوامل تنميتها -

على انه اذا كان الناس يتقاعدون عن المشروعات التجارية التي تعود عليهم بالفوائد المادية الجلية فكيف يجودون بالمال

في سبيل التعليم الذي هو من المشروعات الخيرية وفوائده ادبية زمن مديد -

وزيادة على ذلك فان اهمال مشروع الجليل كهذا الى ان تتربى الامة التربية التي يريدها حضرات المطلع عليها فلربما

جعل ربما تعذر عليها بعد ذلك اي ابدا بل ربما تكون الامم الاجنبية قد سقطتنا بسبب فقرنا في حياة الدار وتمكنها بذلك ان تطردنا من بيوتنا

والتاريخ اعظم شاهد ونواميس الطبيعة دالة على ان العمل اعظم تاثيرا في حياة الشعوب من نظريات التعليم البطي فضلا عن انه

لدينا الآن كل شعب اسلامي طبقة عالية متعلمة كافية لان تجري اعمالنا على قواعد علمية راسخة ويمكنهم ان يكونوا قادة لهم دائمة الى الكمال

فليس من عار علينا ان ندعوهم في مقدمة من ندعوهم - واذا كان الواجب على الحكومات ان تقوم بكل المشروعات الكبيرة كما تفعل

بتربية الشعوب فما بالنا نحمل واجب الحكومات على كواهلنا نعم ان كثيرا من الحكومات لا يقوم بواجباته تمام القيام افلا يجب على الامة

في مثل هذا ان تحمل ما اهملت عمله الحكومة وخصوصا في مشروع هو في اعتقاد ذوي النظر السديد انفع من بضعة مدارس علمية تخرج

منها من لا يعرف في الغالب سوى - ولكتب النظريات -

ان هذا المشروع مدرسة عملية في وذاته وهو يتحبب لنا مئين والوفا من الشبان في الهندسية العملية والاشغال التجارية

والمالية والصناعية وتكون هذه المدرسة التجارية الحديثة اثاثا لثروتنا ومهدا لمستقبل اتحادنا وسعادتنا -

ولست ارانى بعد هذا في حاجة للرد على جريدة المنار الغراء ففيما تقدم وفي ذكاء حضرات القراء كفاية لاستنتاج

الحقائق من هذه العبارة القليلة -

اما ما جاء في جريدة (معلومات) فانه ادهشني للغاية - اذ كيف يخط قلم حضرة صاحب هذه الجريدة السيد محمد بك طاهر ما جاء

فيها من الملاحظات حيث كتب في جريدته ان الدول الاجنبية ربما عارضت الباب العالي في قيامه بهذا المشروع - وان

جلالة مولانا السلطان الاعظم ربما ابى ان يقبل مثل هذا المشروع تحت حمايته فاذا كان الامر كذلك فانا لله وانا اليه راجعون

ولكن كيف يتاح لي او لغيري ان يصدق هذا الكلام وهو لو قيل عن سلطان غير مولانا السلطان الحالي لاضطربنا تصديقه

اذا صدر عن مثل محرر جريدة معلومات الغراء وانما يستحيل علينا ان نصدق مثل هذا القول عن سلطاننا الحالي الذي اشتهر بحب

جمع كلمة المسلمين وتوثيق عرى الروابط بين شعوب العالم الاسلامي وبديهي ان هذا المشروع التجاري من اجل الوسائل لتحقيق آمال

فيما يريد مولانا السلطان الحالي الذي هو واسطة عقد الاسلام وروح حياته الجامعة - فقد لاح لنفوس ابائي في المستقبل ما لا

ما كالته عن جريدة معلومات ابد آ ابد ا ٠ ١ ٩

ومن المستغرب ان نرى بعض الملوك فضلا عن قبولهم المشروعات العظيمة تحت رعايتهم يشتركون قلبا وقالبا في اقل المشروعات التي تعم عنها فائدة ما لبلادهم ☆

اذن فكيف نصدق بان جلالة مولانا السلطان عبد الحميد الذي يصرف جميع اوقاته ويشتغل بكل قواه في صالح رعيته يتأخر من قبول مشروع جسيم كثير الفوائد لبلاده ورعيته مثل هذا المشروع الذي نحن بصدده۔

وبصفته امير المومنين خليفة رسول رب العالمين يرى جلالته ان من اوجب الواجبات عليه العمل فيما ينفع رعيته وليس من نافع ابلغ واعظم من هذا المشروع الجليل وهو المشروع الوحيد الذي يساعده على مبدأ الحميد من جمع كلمة المسلمين ولم شتات شملهم۔

ومن المحقق ان جلالته لو اهتم بهذا المشروع كان نجاحه مكفولا بل لو اخذه جلالته تحت حمايته لاستطاع جمع اضعاف اضعاف نفقته نعم ان الكثير منا اصبحوا فقراء۔ ولكنا والحمد لله لا تزال فينا بقية توصلنا لجمع ثمانين او اربعين مليونا ☆

ونعم ان اغنياءنا قسمان۔ اما غني مبذر يصرف امواله في الامور التافهة واما بخيل يخاف على درهم من هبوب النسيم فيدفنها في اعماق الارض الى اجل غير مسمى وفي كلتا الحالتين بال علينا ولكن ثقة العالم الاسلامي في جلالة مولانا امير المومنين تدعو الفقير الى تلبية فيما يريد ومثل ذلك نتمكن من حفظ اموال المبذرين والانتفاع باموال البخيل فيما يعود عليهما وعلى الامة بالخير الجزيل۔

وكتب لي صديق من الاستانة يقول ان المسلمين ليسوا باغنياء كثيرا ليقدموا على هذا المشروع ويؤكد لي اني اذا دعوت باشتراك اغنياء الهنود بالمال الكثير فانه مستعد لعرض الامر على جلالة الخليفة الاعظم بتجارية كما ذكرت آنفا۔ فقولي انه اذا بحث مكارم مولانا باخذ هذا المشروع تحت رعايته فليكن آمنا مطمئنا باشتراك كثير من اغنيائنا بالاموال الطائلة۔

اما خوف جريدة حلو ثالث من تداخل الدول الاجنبية۔ فذلك لا افهم له معنى وكيف يمنعنا اي انسان على سطح الارض من اعمال مستقبل بلادنا ونجاحنا فيها ومع اني من رعايا الحكومة الانكليزية وتوالعلائق بين الدولتين كما لا يخفى بذلك فلست بخائف ابدا الى وقوف تام من اشتراك ومساعدة جميع الرؤساء المسلمين لنا وتجميع المشروعات التي تعود بفائدة على العالم الاسلامي۔

حقا اني اعتقد ان زمنا طويلا بالمعارضات والمشاكل والقلاقل والاضطرابات يجعل الان مهيأ بالامور ويولد الاهمال والفتور في النفوس ما يقال في جانب الافراد يقال في جانب الامم والدول ولكن الم يحن بان ترى الوقت لننفض غبار هذا الخوف والفتور عن كواهلنا لا شك ان الدولة العلية كانت عرضة لعواصف مشاكل داخلية وخارجية ولكن ذلك امر لا كاد يخفى على حكومة فلننظر الى ما اوقفنا في موقف المدافع طول هذا الزمن هو الذي سبب لنا فتور الهمم وضعف العزائم وساعدنا علينا عليه ما كسبنا۔

واني لا استغرب صدور هذا المقال من رجل اشتهر بحب الخليفة وخدمة الاسلام من المبدأ الى الختام واذا كنا اصبحنا بهذه الدرجة من الخوف من جيراننا حتى ضاقت الدنيا في وجوهنا فاذا اقدمنا على عمل تجاري كهذا يجد لنا العمل حرية لا تفتر وتنحو الى التداخل في جميع شؤوننا ليقصدوا على حياتنا فلنودع هذا العالم باستقلالنا ورجالنا متمثلين بقول الداعي عدا الاسلام في مجلس الشيخ ايام الحوادث الارمنية قال فيها من الواجب علينا ان .... ومنفي وشيء الى خطبة القاها المستر غلادستون في مجلس الشيوخ ايام الحوادث الارمنية قال فيها من الواجب علينا ان

ايام الحوادث الارمنية بل في ايام الحوادث البلغارية في العام ۱۸۷۶ء الميلادية ☆

Marfat.com

انظر ما الاتراک من اوروبا بامتعتهم ورجالهم يهو تفرق بالغنا فی التجاوای الناس من البعاد حال الجمعية ... مولانا السلطان للآن حق قدره ؟

وكيف يصدق انسان ان الرجل الذی لقادم ومل اوروبا جميعا صنيما كان اعداؤه كلما تخيلوا اقرب سقوط عرش ال ... يطيرون طرباً وسروراً وبينما كانت الاكدار منتشرة فی جو الاقطار الاسلامية ثم يخرج بعد ذلک جلالته ظافراً منصوراً من ... ولا يقبل هذا المشروع تحت رعايته خوفا من اعتراض الدول الاجنبية ليس الا۔

ومع ان بينی وبين جلالته قطاراً شاسعة وبحاراً واسعة قد عرفت مقدار رجاحته وسمو مقامه وقدسه فی عالم السياسة وكتبت رسالة فی ايام[1] تلک الشدائد باللغات الانگليزية والهندية قلت فيها ان مولانا السلطان سوف يخرج من هذه المشاكل بحكمة وقوته متوجا بتيجان المنتصر الفائق فی ظل ... ولله الحمد قد صدقت فراستی وجاءت الامور كما كانت امالی بل آمال العالم الاسلامی باجمعه۔ ولكن قبل اختتام الشكر ايها السيدان رجاء سوريا ارسل لی خطاً بالقول فيه انه تالفت جمعية من الاعيان هناک لتسعى ابراز هذه المشروع غير انی لا اعرف الكان هذا الجبل ليؤدا الاستعانة ... ولذلک لا اعرف شيئا عن طلب جماعة الذی عرض علی الحكومة ان تصرح له بمد سکة حديدية ... اما رسل هذا الجواب فلا اعرفه شخصيا ... يوجه الشركة ادرينيا ... وما اعرف من هذه المشروع الا ساعدة الشرقية ... العالم الاسلامی فضلا عن الفوائد المالية ... هذا المشروع ... عراق العرب ... على تسهيل طرق الحج والمواصلات الاسلامية ... الاشتراک فی هذا المشروع ... انک تهتم بهذا الموضوع كما ... المطبعی الذی جاء فی جوابک الاول ... عن ...... كتب ..... ۱۲۰۰۰ فقط والقيمة جميع الجرائد الاغرب لان ... ۲۲۰ مليونا مبلغ مليون وما لا ماية وعشرون ... الخ ...... محمد انشاء الله ..... محرر جريدة وكيل امرتسر ... الاردو ...

سکة حديد

(بين بور سعيد والبصرة)

نشرنا فی عدد امس رسالة صديقنا الفاضل مولوی محمد انشاء الله محرر جريدة وكيل الصادرة فی عمالة پنجاب من الممالک الهندية باحثا فيها عن اجل مشروع تجاری اقتصادی فی ... انشاء سکة حديد بين بور سعيد والبصرة بين اطراف القطر المصری وسوريا وجزيرة العرب والعراق ... فيها كلها بمنزلة ... الحياة فی الجسم الحی۔

وقد كنا قد قرأنا اول رسالة لحضرة الكاتب فی العدد (۲۶۳۱) من المؤيد الصادر فی ۲۰ شوال ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۸ء اقترح فيها ان تشكل لجنة عمومية تحت حماية جلالة مولانا السلطان الاعظم لجمع الاكتتاب من العالم الاسلامی لمد سکة حديد من البصرة الی بغداد ومنها عن طريق الموصل الی حلب فالاسكندرونة ثم ينشأ خط من حلب الی الشام فالحجاز ...

[1] ای فی ايام الحوادث الارمنية فی العام ۱۸۹۵ء۔ مؤلف

ان نایفا فاحرىٰ لتیصل بغدا بخط بر وحید۔ قال وحیث ان نفوذ جلالة مولانا امیر المومنین یزداد انتشارا شیئا فشیئا فی ارجاء العالم الاسلامی فلا شک ان کل مسلم عاقل ینضم الی هذا المشروع ویساعد علی انجاحه۔

الی ان قال واذا نجحنا فی مشروع مهم کهذا کان افضل وسیلة لاتحاد جمیع مسلمی العالم البشری المنتشرین فی الارض بل کان وسیلة الی نفع کثیر وعمل مفید ان لو قام من شبابهم الآن بالاشتغال وعمل تمکنون بهذا المشروع من الاشتغال لمعاشهم فتنفتح ممالک التجارة والزراعة والاستعمار ونحن مواصلة الجمیع بهذا الحجاز نامة ولعنایة السهولة فضلا عن المنافع السیاسیة والحربیة والتجاریة التی ینال الطالب العالی من هذا المشروع الخ الخ اھ۔

ونحن قدار وقفنا سیادة حضرة الکاتب بید هذا التعلیق الوجیز وهو انا لا نشک فی ان حضرة الفاضل مولوی محمد انشاء الله بجریدة وکیل لم یکتب الا ما فی نفسه انما صدر ... المملکة کما انا لا نستبعد فی ان المشروع الذی تختیره اعظم مشروع ینعش الحیاة والسعادة لجزیرة العرب للدولة العلیة بل للملة الاسلامیة۔

ولکن لا نشک ایضا فی انه اذا لم یبادر المسلمون وفیهم بقیة من الحیاة الی العمل مثل الذی شرحه حضرة الکاتب المجید وابادیهم البلاد العربیة حیث تکون لهم مصر ... ان یاتی یوم یعجزون فیه من الاتیان بای عمل بادفا فربما تقضی فی العمران بجامعة البلاد العربیة علی ایدی المستعمرین فیسقط شان الاسلام وشان عمت کعبته فلیبادر الان جلالة مولانا الخلیفة الذی اشتهر فی العالم کله بحب جمع شتات الاسلام و عرش الاسلام نام بهذا العمل العظیم بنفسه والنفوذ لیکون الفاتح والمجدد لحضارة الاسلام علی ما تقتضی ظروف الایام اھ

وعقب ان نشرنا تلک الرسالة الفیحاء بهذا التعلیق۔ فقد طبعت اکثر صحائف الجرائد العربیة ومن جملتها جریدة "المنار" الغراء الزاهرة وعلقت علیها بعض الشی ملتقطا من جریدة معلومات الهربیة فی الاستانة العلیة ما کتب هذه وارد فتته بتعلیق وقد لاحظت المنار الغراء ولاحظت ... لاحظت معلومات ثالثة ترکیها۔ اشار الی ذالک حضرة الفاضل مولوی محمد انشاء الله فی الملحقة الاخیرة ولا بد منا لاحظت الجریدتان الحق معه۔

فاما ملاحظة المنار الغراء فهی ان الاولی لنا ان نترک امثال هذه المشروعات الخطیرة الی تدبیر جلالة مولانا السلطان وان نقدم مشروع تربیة الشعب علی کل عمل سواه واما ملاحظة جریدة معلومات فهی الخوف ان تعترض الدول علی مشروع کهذا۔

هذا کما قال حضرت محرر وکیل ان ترک امثال هذه الاعمال العظیمة الی تدبیر جلالة مولانا السلطان ورجاله من آیات عجز الامة وتعجیز جلالة مولانا السلطان۔ لان الامة اذا لم تعمل بهذا العمل بل ترکت سلطانها یحمل نفقة قلیلة لمن حوله ثقلت علیها ... واجبا فیجب اذن علی الامة ان تعمل لیستطیع هو القیام باعمال السلطنة الثقال۔

وکون التربیة ضروریة ویجب ان یهتم بها فی مقدمة کل الاعمال فهذا مما لا شک فیه ولکن کونها تستغرق کل

Marfat.com

امیالہ واہمالہ وجہادہ ودون کل امر ضروری آخر فہہنا مالا یوافق علیہ احد لان التعلیم فی المدرسۃ ... الذی یعتنی فیہ ہو واہلہ ومعلموہ ایضا بتربیتہ حسنۃ واصلاح نشؤونہ فی حرکاتہ وسکونہ ویقظتہ ونومہ اذ لا یمکن ان ... من الدروس کل ما تحتاجہ حیاتہ الصحۃ کذلک الامۃ فی تربیتہا یجب ان تجمع بین تحسین القوی الادبیۃ والقوی المادیۃ وکلتاہما تساعد الاخرے فی نموہا وصاحب جریدۃ المنار الزاہر کل انسان عاقل یرنی فضائلہ بالعمل ولکنہ لو ... مادی لمہدت جذوۃ عقلہ وسقطت جثمانیتہ فی قہواۃ الضعف والکسل وتعطلت فضائلہ۔

فالتربیۃ للشعوب کما ہی للافراد لازمۃ واکتساب المادیات من فتوحات التربیۃ التی یکون بہا عزہا وسلطانہا۔ فقیام مشروع جلیل کانشاء سکۃ حدیدیۃ تخترق ممالک الدولۃ العلیۃ فی البلاد العربیۃ والعراق وتجمع شتات العالم الاسلامی وتنمی ثروۃ الدولۃ من اعظم وجوہ تربیۃ الامۃ واصلاح حالہا۔

واما اعتراض جریدۃ "معلومات" الغراء بان مشروعا کہذا یستوجب اعتراض وتداخل الدول الاجنبیۃ فہو اعتراض اوتلیف ما نظن احدا ینتحلہ غیرہ ولا یمکننا ان نصدق بان حضرۃ الفاضل السید محمد طاہر بک صاحب جریدۃ معلومات قد خط ہذا الاعتراض بالقلم او آذن بطبع الجریدۃ ہو معذور لکثرۃ اشتغالہ وکثرۃ جرائدہ۔

واذا صح ہذا العزم یبقی علی المسلمین کما قال حضرۃ الفاضل صدیقنا مولوی محمد انشاء اللہ الان لیغرقوا فی البحر اولی لہم من حیاۃ وضعۃ تعیسۃ کہذا الحیاۃ التی تذہب فیہا عزۃ النفوس لی حد ان تمنع الدولۃ العلیۃ من انشاء خطوط حدیدیۃ فی قلب ممالکہا وخصوصا فی ارض لا سطوۃ لاجنبی علیہا ولا خوف منہ فیہا۔

بقی علینا ان نسأل حضرۃ رصیفنا الفاضل وصدیقنا المحترم ان لا ینیب علیہ الیاس ان یاتی ان ندارہ لم یجبہا من اول صیحۃ فالمشروع خطیر جدا لا بد ان تتہیأ لہ النفوس باوی بدء ولا ینال صاحبہ الا تکرار البحث فیہ وتوالی النشر فی سیاق حاجۃ الامۃ الیہ فانما وحدہ کلمۃ یحیی رویدا رویدا وما لم یسمع الیوم قد یسمع صاحبہ غدا ولیاس لیس من اصحاب المبادی والمشروعات کالغذاء للاجسام فلنتق شرہ ما استطعنا تدمیر الانشاء التی ان لم یتحق کلہا لبعضہا وان لیس للانسان الا ما سعی وان سعیہ سوف یری ثم یجزاہ الجزاء الاوفی۔ (المؤید قاہرہ مورخہ ۱۲ر جولائی ۱۸۹۹ء)

دوسرا صدمہ عظیم

افسوس یہ کتاب ابھی بدستور الطباع وتالیف ہی میں تھی اور اسلامی دنیا ابھی مشیر شاکر پاشاہ کی وفات کے صدمہ سے سنبھلنے نہ پائی تھی کہ وسط دسمبر ۱۸۹۹ء میں اس خبر وحشت اثر نے اور افسردہ دل کر دیا کہ جلالت مآب خلیفۃ المسلمین نے بالآخر ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کو مسلمانوں کی طرف سے مایوس ہو کر بصرہ بغداد لائن کا اجارہ ضابطہ جرمنوں کو عطا کر دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس اسلامی تجویز کی کل بحث وسرگذشت کو آئندہ کے لئے عبرت اور یادگار رکھنے کے لئے کتاب کے اوراق میں مقید کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس کے متعلق اکثر تحریریں مجلات ... درج ہو چکی ہیں۔ باقیماندہ معہ آخری تحریر ...

Marfat.com

روسی کونٹ کاپنسٹ (روسی سفیر متعینہ اتھنا کا برادرزادہ) جسنے بحر طرابلس لائین کے اجارہ کی درخواست دی تھی ۳ اپریل
میں قسطنطنیہ آیا اور چند دن رہکر ایتھنا واپس چلا گیا۔ اسکا آنا ضرور اپنی درخواست مذکور کے متعلق ہوگا۔ مگر فی الفور واپس چلے جانے
اور درخواست کے متعلق کوئی خبر شایع نہ ہونیسے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بلاشبہ بے نیل مرام واپس گیا ہے ترکی اخبارات برابر زور دیرہے ہیں کہ
ملک کا بلا ریل رہنا اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ اوسکا اجارہ اجنبی شرکا کو دیئے جائیں عام افواہ ہے کہ ترکی گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے
کہ آیندہ صرف آئی شخص یا جماعت کو کوئی اجارہ مل سکیگا۔ جو ترکی قوانین کی پابندی منظور کرے۔ (مورخہ ۱۵ جولائی ۱۸۹۹ء)

بغداد کی مجوزہ ریلوے کے متعلق بعض یوروپین قومیں جس سرگرمی سے کوشش کر رہی ہیں اسکا اس سے پتہ ملتا ہے کہ
انگلستان میں بھی اس مسئلے کے متعلق عام تحریک پیدا ہوگئی ہے اور گورنمنٹ نے جیسا کہ اس ہفتہ کی ایک تار سے واضح ہوتا ہے پارلیمنٹ
میں علانیہ ظاہر کیا ہے کہ اسے اپنی اغراض و اقتدار کی نگہداشت کا پورا پورا خیال ہے یعنی حتی الامکان کسی فرنچ یا جرمن یا دیگر
مجلس کو اس لائین کا اجارہ بلا شراکت غیرے حاصل نہیں کرنے دیگی۔ اسی کے متعلق ایک اور خبر سے یوروپین قوم کی مستعدی کا کافی
ثبوت ملتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جرمنوں اور فرانسیسیوں نے باہمی رقابت کا خیال چھوڑ دیا ہے۔ اور اس اجارہ کے حصول کے لئے متفق ہو کر
کوشش کرنیکا اقرار کیا ہے لیکن یہ تمہید اور یہ سرگرمی کسیطرح تشویشناک نہیں۔ یوروپینوں کی ان حیلہ بازیوں اور چھینا جھپٹی سے ترکی گورنمنٹ
کو اس لائین کی منفعت کی کیفیت واضح ہو گئی ہوگی۔ اور بشرطیکہ اوسکو اولیائے امور عملی تحمل اور الوالعزمی اور حب الوطنی سے بھی معرا نہ دیکھیں
تو کبھی ممکن نہیں کہ وہ اپنے عظیم المنفعت کام کو اجنبیوں کے سپرد کرنا منظور کر لیں۔ ہاں اگر مسلمانوں نے بالعموم اور عثمانیوں نے بالخصوص
اونچے عرصہ تک اپنے ملک کے ذاتی منافع کے حصول کی طرح غافل اور لاپرواہ رہے تو پھر انجام یہ ہوگا کہ ریلوے اجرا کی بدیہی ضرورت کیوجہ سے
اجارہ ہو جانا بالکل قرین قیاس ہوگا۔ اور تمام مسلمانان دنیا کو اسکا شدید افسوس ہوگا۔ ہاں البتہ سلطان المعظم کی سیاست دانی اور تدبر کے باعث ہمیں کچھ امید ضرور ہے اور اسی پر ہماری توقعات منحصر ہیں۔ (۱۲ جون ۱۸۹۹ء)

روسی کونٹ کی درخواست کی نسبت جو قیاس گذشتہ ہفتہ ظاہر کیا گیا تھا۔ اوسکی کامل تصدیق تازہ ترین خبروں سے ہو گئی ہے۔ جن سے
پایا جاتا ہے کہ کونٹ مذکور نے کونٹیت طرابلس کی مجوزہ لائین کی تجویز کو قطعاً واپس لیا ہے۔ مگر ساتھ ہی ایک شوشہ چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ اس خط
کو ابھی بالکل ترک نہیں کیا ہے اور اب پھر انجینیر آیم توتاری درخواست کے مطابق اسی کونٹ کے ایک اور رفیق نے قونیہ اسکندرون اور وہاں سے
حلب تک لائین بنانیکی اجازت کی درخواست کی ہے اس رفیق کا نام مسٹر کوئنٹر ہے جو شروع مئی ۱۸۹۹ء میں قسطنطنیہ بھی پہنچ گیا تھا
یہ یقینی امر ہے کہ اسے بھی ویسی ہی ناکامیابی ہوگی جیسی کہ روسی کونٹ کو ہو چکی ہے۔ بحیرۂ قلزم میں کشتی کی بنا پر بنانیکی اجازت دینا کبھی
ہی ترک کر دیا گیا تھا۔ بالفعل ایک فرانسیسی کمپنی کو جس نے قسطنطنیہ کے متصل اور ساحل اناطولیہ کے میناروں کا اجارہ لیا ہے
بحیرۂ قلزم کے عربی ساحل کے قریب قریب ایک منار بنانیکی اجازت دی گئی ہے کہ جدہ اور حدیدہ کے متصل بنائے جائیں۔ فرانسیسی کمپنی کو ان کے بنانے کا اجارہ ملتا ہے اسلئے کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اسی
موریز کمپنی کو بھی لکھا جا چکا ہے کہ اس سال کے برابر پچھلی آمدنی نہوئی کہ کمپنی کی ملکیت کی قیمت سے تقسیم کیا گیا ہے کہ تھوڑی ہی قدر
حصہ نہیں سکتی اسلئے ارادہ کیا گیا ہے کہ اونکو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا جائے ہر حصہ کی نام نہاد قیمت کو ۵۰۰ فرانک ہے مگر بازاری
قیمت اسکی ترک ہے۔ ناظرین کو غالباً معلوم ہوگا کہ ترکی نے جنگ ۱۸۷۷ء کے بعد روس کو ۱۰۰ برس کے لئے ۳ لاکھ ۲۰ ہزار پونڈ

Marfat.com

سالانہ تاوان جنگ دینے کا اقرار کر کے چند صوبوں کی آمدنی اوسکی ادائیگی کے لئے مکفول کر دی تھی مگر [illegible]
پونڈ سالانہ اقساط میں سے بقایا میں تھے گئے - یونانی تاوان جنگ کی وصولی کے وقت روس نے جس قسم کا [illegible] مطالبہ کیا تھا بعد
طویل مدت پیام کے بعد اسقدر کی ادائیگی کے لئے بھی چند قسطیں مقرر کی گئیں اور عثمانیہ بینک [illegible] ادائیگی کا ضامن ہوا - اسکے ساتھ ہی [illegible]
[illegible] کا بھی پختہ انتظام کر دیا گیا - اب اس قسط کی کفالت پر کر دوسرے ممالک سے قرض لینے کی کوشش کر رہے ہیں مجوزہ مواجہ
[illegible] بغداد [illegible] کی تجویزہ ریلوے کے متعلق "المعلومات" قسطنطنیہ نے ایک مفصل آرٹیکل لکھکر مسلمانان عالم بالخصوص اپنے
ہموطنوں کو پر زور الفاظ میں مشورہ دیا ہے کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر اس عظیم المنفعت تجویز [illegible] کے لئے متفقہ کوششیں کریں [illegible]
کام نہ فقط شخصی ترقی اور خوشحالی بلکہ قومی ارتقاء اور ملک کی آبادی و خوشحالی کا بنیاد [illegible] ہماری مجوزہ
مولف [illegible] المعظم ہو مسلمانوں کو یقین دلاتا ہے کہ اگر وہ [illegible] امیر المومنین
بھی [illegible] اونکی درخواست کو بخوشی منظور کر لیں گے [illegible] ممالک کے مسلمانوں میں اس
تجویز کی عام اشاعت و تشویق کا کام اپنے ذمہ لیکر ہندوستان کے کل اسلامی اخبارات [illegible] مسلمانوں کو فوائد واضح کرنے اور امداد کی
طرف رغبت دلانے کی [illegible] مگر افسوس ہمارے [illegible] معاصرین [illegible] وہ اپنی کوششوں کے [illegible]
ذی القعدہ [illegible] مسلمان
[illegible] جمہور [illegible] اور [illegible]
[illegible] بہت تھی [illegible]
[illegible] کی شکایت آتے تھے
[illegible] نہیں بچ سکے - اور [illegible]
[illegible] ہو گئے ہیں -

[illegible] اخبارات سے جو [illegible]
[illegible] منظوری
[illegible] خود پہلے یہ غور کریں
[illegible] قوم کو اسکی تکمیل [illegible]
آمادہ کرتا رہے اور اگر کوئی مخالفت قائم ہو تو اوسکے [illegible] اکثر اوقات اختلاف و
مخالفت تائید سے بدرجہا زیادہ کامیابی کا باعث ہوتی ہے - لیکن بالکل خاموش رہنا مُردوں کا خاصہ ہے نہ کہ انکا جن میں کچھ
بھی حیات باقی ہو - واللہ الموفق والمستعان -

یہ امر اب معتبر ذرائع سے پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ جلالت مآب جبتک کہ مسلمانوں کی طرف سے بالکل مایوس نہ ہو جائیں اس لائن کا

امداد بھی یورپین کمپنی کو نہیں دیں گی۔ جرمن، فرنچ، روسی اور انگریز جب منفرد کوششوں میں کامیاب نہ ہوئے تو انہوں نے کل رقابت و شک کو بالائے طاق رکھ کر اس لائن کا اجارہ حاصل کرنے کیلئے محض مالی منفعت کے لحاظ سے بھی جس کے ہم پلہ دنیا بھر میں کوئی ریلوے نہیں پائی جائیگی باہم اتفاق و اتحاد کر لیا۔ اس اتحاد کا پہلو ذکر ہو چکا ہے لیکن ان متفق و متحد جماعت کو بھی کامیابی کی جیسی کچھ امید ہے وہ خود ایک معتبر جرمن اخبار کے مندرجہ ذیل فقرہ سے معلوم ہو جائیگی لیکن جہاں تک [illegible] فارس تک [illegible] کا تعلق ہے اسکی راہ میں ایسی عظیم الشان مشکلات حائل ہیں کہ اسکی عملیہ [illegible] امید [illegible] ایسی اہم لائن کو ابھی تک اجنبی سرمایہ سے تیار کرنے [illegible] ضرورت [illegible] پوشیدہ نہیں [illegible] ظاہر ہے کہ اور صرف یہی سرمایہ کا معاملہ ان [illegible] معلوم ہوگا کہ [illegible] سال اجارہ کے ہونیکی [illegible] درخواست کنندگان کی علاوہ [illegible] مزید برآں [illegible] دس برس ہوئے جبکہ مست سنیہ [illegible] جرمن کمپنی [illegible] ریلوے [illegible] اجارہ [illegible] کمپنی مذکورہ بالا کی مطالبہ [illegible] ذمہ دار ہوگی اس عہد کے ناقذ ہونیکی [illegible] جرمن کمپنی کو اس سیع پر مجبور [illegible] کچھ جسے گورنمنٹ [illegible] وہاں کی تجارتی تعلیمی [illegible] اسلامی [illegible] وارد کیے ہیں اور [illegible] سرمایہ کے لازمی نتائج [illegible] دنیا کی ترقی یافتہ قوموں میں ممتاز منزلت اور دین و دنیا کی سعادت حاصل کرلیں ۔ (۲۶ جون ۱۹۰۰ء)

صیغہ مراسلات میر [illegible] بہادر حاجی [illegible] صاحب و حاجی میراں بخش صاحب [illegible] جسمیں حجاز کے باشندگان کی امداد کیلئے اخبار ملکت درخواست کیگئی ہے اکثر ناظرین کو غالباً معلوم ہوگا کہ [illegible] خرچ [illegible] کراتی ہے اور اس کام [illegible] قسم [illegible] بیوجہ خرچ نہیں کیا [illegible] کیا جائے تاکہ اصل رقم بھی قائم رہے اور [illegible] نہیں کیا گیا ورنہ اس قابل تعریف اصول کو جسکا مشورہ گورنمنٹ نظام کو [illegible] حاجی [illegible] باشندگان حجاز کی کرنا چاہتے ہیں مد نظر رکھا گیا ہے حالانکہ [illegible] ضرورت [illegible] زمانہ [illegible] خبر [illegible] انکی بلند نظری اور وسعت خیالی سے [illegible] ہر دو حاجی صاحبان [illegible] (ادی)

بنائی مخفی نہیں ہو سکتی۔ اور نہ اون سے یہ پوشیدہ ہوگا کہ متمول سے متمول گورنمنٹ یا بادشاہی بھی کسی ملک کی آبادی کی ہر تک مفت دستگیری نہیں کر سکتی۔ یہ اسی بے سمجھی اور نامناسب خیرات کا نتیجہ ہے کہ باوجود یکہ اوسکی سالانہ مقدار بہاری ہی لاکھ کروڑوں روپیہ سے متجاوز ہے لیکن ان لوگوں کی حالت میں جو اُس سے مستفید ہوتے ہیں کوئی اخلاقی یا مادی ترقی نہیں ہوتی۔ بلکہ اول الذکر لحاظ سے وہ دن بدن اور زیادہ پست ہوتے چلے جاتے ہیں بنی نوع انسان کا ایک حصہ بیشک مفت امداد کا بھی مستحق ہے لیکن توانا و تندرست اور ایسے لوگ جو کسی طرح کا کام کر سکتے ہوں اس حصہ میں کبھی شامل نہیں کئے جا سکتے۔ اس کے برعکس جہاں کوئی کام بڑے پیمانہ پر شروع ہو اور لوگوں کو محنت و مزدوری کرنیکا موقعہ حاصل ہو وہاں سخت سے سخت قحط کے زمانہ میں بھی مصیبت و فلاکت کے آثار بالکل مفقود نظر آئیں گے پس سب سے بہتر خیرات یہ ہے کہ مصیبت زدگان کے لئے کام بہم پہونچایا جائے۔ اور حتی الامکان یہ کوشش کیجائے کہ وہ کام ساتھ ہی مفید و نفع بخش ہو۔ اس اصل کو مدنظر رکھکر اگر حاجی صاحبان حجاز بجائے کوئی ایسا خیراتی کام روپیہ شروع کریں تو وہاں کے باشندگان اپاہج نکمے اور مفت خوری کے عادی بنانیوالی خیرات سے بھی مستغنی ہو جائینگے۔ بلکہ اوس کام کے سالانہ فائدہ سے وہ واقعی مفت امداد کے مستحق حصہ کی بھی دستگیری کر سکینگے مزید برآں اس کام سے خدا کی پاک سرزمین کی خوشحالی اور سرسبزی میں جو اضافہ ہو جائیگا وہ علیحدہ رہا۔ اور قیام امن میں اس سے جو مدد ملیگی اسکی قدر و قیمت کا تو کچھ اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔ وہ مفت کی خیرات کے اصول پر تو اگر کیا کوئی قارون بھی چاہے کہ ایک مہینہ سے زیادہ باشندگان حجاز کی شکم پری کر سکے یا حجاز میں امن قائم ہو سکے تو یہ ممکن نہیں البتہ اگر حسب ضرورت مزدوری کے وسائل بہم پہونچا دیئے جائیں تو علاوہ ہمیشہ کیلئے منفعت کے انہیں کبھی کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہ رہے گی کہ حجاز کی باشندوں کی موجودہ فلاکت کا بڑا باعث صرف یہی ہے کہ چند برسوں سے حاجیوں کی تعداد میں قلت ہوجانیسے اونکا روزگار کم ہو گیا ہے پس کمی روزگار کو ہٹا دیا جائے تو کوئی مصیبت و فلاکت باقی نہیں رہجاتی۔ اور یہ کمی ہاں آبپاشی کی تجاویز یا نہریں کھدوانے اور ریلوے وغیرہ کی تعمیر سے بخوبی دور ہو سکتی ہے جنہیں ادنیٰ سے لیکر اعلیٰ ترین حیثیت کے لوگوں کو علی قدر منزلت روزگار مل سکتا ہے اگر حاجی صاحبان موصوف میری تجویز پر غور کرنا پسند فرمایا تو ہم بخوشی تمام اس راہ میں آگے بڑھ کر اونکی خدمت کرنیکی کوشش کرینگے۔ (۲۳ رجب ۱۳۲۱ھ)

یارب این آرزوی من چہ خوش است الخ

السکۃ الحدیدالملیہ لمنافع الدولۃ العلیۃ العثمانیہ!

مخدومی مولوی صاحب حال ہی میں آپکا ایک طویل مضمون دمشق و بغداد حجاز ریلوے لائن کے متعلق شایع ہوا ہے جس کو میں نے اور میرے احباب نے ساکنین حجاز نے بہت شوق اور رغبت کے ساتھ پڑھا ہے اس وقت اس امر کا اظہار ضروری نہیں سمجھتا کہ اس تجویز نے کیسی کیفیت کسی قدر دلچسپی پیدا کر دی ہے اور کس طرح مختلف طبقات کے احباب کے مجمعوں میں آپکی تجویز اور تحریر نے لوگوں کو توجہ دلائی ہے اور اخبار کے وہ پرانے پرچے فائل سے نکالکر جنمیں اس لائن کے متعلق مضامین ہیں کس طرح لوگوں کو دکھائے گئے ہیں کیونکہ ان باتوں کے اظہار سے میں خود اپنے منہ سے اپنی تعریف کرنیوالوں میں ہونگا جسکو دل سے میں خود بہت برا جانتا ہوں لوگوں کے سامنے اس تجویز کو پیش کرتے ہوئے سب سے زیادہ میرے لئے یہ امر باعث افتخار و مسرت ہے کہ یہ مبارک تجویز جسکے نکلنے پر آج اسلامی دنیا اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی سلطنت کی ترقی و بہبود منحصر ہے ہندوستان کے ایک عالیخیال مسلمان نے سب سے پہلے دی ہے اور یہ

Marfat.com

اجنبی ملک میں بھی ایک ہندوستانی ہی دوسروں کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کی دماغی قابلیت و بلند خیالی قریب قریب ایک ہی سی ہے اور جہاں تک میں دیکھ رہا ہوں ہم لوگ اپنی حالت موجودہ سے ایک قدم بھی آگے بڑھانا نہیں چاہتے کئی مہینے کے عرصہ میں مجھے اس خاص معاملہ میں لوگوں کے خیالات اور طبائع کا بہ نسبت پہلے کے اچھی طرح حال معلوم ہوا تعلیمیافتہ اور سمجھدار آدمی اگر ۹۰ فیصدی اس لائن کے فوائد اور خوبیوں کو سمجھتے ہیں تو ۵۰ فیصدی ایسے لوگ بھی میرے دیکھنے میں آئے کہ جن کے خیال میں مسلمانوں کے مشترکہ سرمایہ سے اس لائن کا تیار ہونا ایک شیخ چلی کا خیال ہے۔

میرے خیال میں اب ایک عام تحریک کی ضرورت ہے کہ جس سے اسلامی دُنیا میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک دُنیا کے ہر ایک حصہ کے تعلیمیافتہ مسلمان اس لائن کے مقاصد اور فوائد معلوم کر سکیں جہاں تک میں خیال کرتا ہوں اس عظیم المقدور اور مہتم بالشان کام کیواسطے جسقدر اشاعت اور تحریک کی ضرورت ہے ابھی اسکا دسواں حصہ بھی نہیں ہوئی مصر کے دو تین اخباروں نے پر زور مضمون لکھکر ابنائے وطن کو اس طرف توجہ دلائی شام کے دو تین اخباروں نے بہت نامکمل اور مجمل ریمارک کئے معلومات نے چند مرتبہ مخالفت اور موافقت میں قلم اُٹھایا بس اسلامی دنیا میں اسوقت تک اتنے بڑے قومی کام کیواسطے اسیقدر حرکت ہوئی ہے جو بظاہر بالکل غیر مکتفی معلوم ہوتی ہے۔ ہندوستان میں اصل مجوز و محرک کے سوا پیسہ اخبار و حبل المتین نے ابنائے ملک کو کچھ توجہ دلائی ہے۔ باقی دیسی پریس میرے علم میں ابھی تک سکوت اور خاموشی کے عالم میں ہے اور نہیں معلوم کہ یہ سکوت اور غور کب تک رہیگا۔ اور کیا وہ اس سے زیادہ کسی قومی اور ملکی اہم معاملہ پر اسوقت متوجہ ہیں؟ مجھے اس لائن کے متعلق اعلیحضرت سلطان المعظم کیطرف سے بہت بڑا اندیشہ تھا کیونکہ اس لائن کی روح رواں یا اس مشین کا سبسے بڑا آلہ اور چلتا ہوا پرزہ صرف خلیفۃ المسلمین کی ذات ہے اگر ذات شاہانہ پوری طور پر اس طرف متوجہ ہو جاویں تو مسلمان آج دُنیا میں کیا باوجود اس قدر استطاعت اور مقدرت کے بھی جو خدا نے اسوقت انکو دے رکھی ہے اپنے واسطے لائن کو جس سے انکی دینی اور دنیوی بہتری اور خوشحالی متصور ہے مشترکہ سرمایہ سے نہ بنا سکیں گے؟

میں اپنے مصر میں سے اسکو اول درجہ کی اہمیت سمجھتا ہوں۔ مگر جس روز سے مجھے بعض قرائن اور آپکی اور نیز معلومات کی تحریروں سے یہ خوشگوار اور مست خوشبو آنے لگی ہے کہ اعلیحضرت سلطان المعظم کی سمع مبارک تک بات پہنچ گئی ہے۔ اور وہاں سے نفی میں جواب نہیں ملا اسوقت سے خود میرا اپنا خیال ہے کہ شاید عدم مسلمانوں سے اس فلاکت اور ناعاقبت اندیشی کو [illegible] بڑا قومی کام کہ جو بظاہر بہت مشکل معلوم ہو رہا ہے کرایا جاتا ہے۔ ہونیوالے کام کی ابتدا میں آسانیوں کو دیکھ کر کہا جایا کرتا ہے کہ خدا کی طرف سے "علامۃ الاذن التیسیر" یہ عربوں کا ایک مشہور مقولہ ہے جو بالکل سچا ہے اور خدا کی طرف سے اسوقت اس کام میں ایسی ہی سہولتیں نمودار ہو رہی ہیں جنکو اذن خداوندی کہنا بیجا نہو گا۔

اسوقت میرے خیال میں آپکو دو باتیں کرنا چاہئیں۔ اول اعلیحضرت سلطان المعظم سے اعلاناً اظہار رضامندی ہو جاوے کہ امیر المومنین اس لائن کا مسلمانوں کے مشترکہ سرمایہ سے تیار ہونا منظور فرماتے ہیں اور جو مجلس جائل دولت علیہ عثمانیہ کی مسلمانان روئے زمین کے حقوق اور روپیہ کی جوابدہ اور ذمہ دار قرار پائیگی۔ وہ اسکا صدر انجمن یا سرپرست ہونا منظور کرتے ہیں۔ دوسرے اسلامی دنیا میں ایک عام

Marfat.com

تحریک جس سے مسلمانان عالم کے کان اس مبارک تجویز سے آشنا ہو جاویں۔ دنیا میں عام تحریک کے واسطے اس وقت مختلف [illegible]
ممالک کے اخبارات سے بڑھکر اور کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا مگر مسلمانوں میں ابھی وہ ہمت نہیں جنکے نزدیک ضروریات زندگی میں اخبار بھی
ایک جزو ہو گا۔ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ہر ملک میں ایسی موجود ہے جنکے نزدیک اخبار ایک فضول اور لغو چیز ہے اخبارات کے
ذریعہ سے اس امر کی اشاعت اس وجہ سے بھی محدود رہیگی کہ عموماً اخبار قیمت سے ملتے ہیں اور جو لوگ مفت سے اخبار ہی کو ایک بیکار چیز سمجھے
ہوئے ہیں وہ کب خرید کر پڑھ سکتے ہیں۔ میری رائے میں اخبارات کے سوا اشتہاروں سے بھی یہ کام لیا جاوے تو بہت مناسب ہے۔ کئی لاکھ اشتہار
مختلف زبانوں میں چھپوا کر دنیا کے دور دراز حصوں میں بکثرت شائع کرائے جائیں۔ خدا کے فضل سے آپکے اخبار کے دیکھنے والے اس وقت
دنیا کے مختلف بلاد و امصار میں موجود ہیں اور وہ لوگ اس خدمت کو بہت خوشی سے قبول کرینگے اور جن ممالک میں آپکے اشتہار [illegible]
وہاں اسکا انتظام ہونا خاص کر اس زمانہ میں کچھ مشکل نہیں ہے۔ ہمیں صرف ہمت اور کوشش کی ضرورت ہے۔ عربی اور جاوا اور ترکی زبان
کے پچاس ہزار اشتہاروں کی اشاعت اور تقسیم میں اپنے ذمہ لیتا ہوں جو اس آئندہ حج پر خدا نے چاہا تو اس مرکز اسلام میں حج کے موقعہ پر
کرونگا اور امید ہے کہ جو اشتہارات اس تحریک کے متعلق حاجیوں کے ساتھ یہاں سے دنیا کے دور دراز حصوں میں جاوینگے وہ اپنا اثر مسلمانوں پر کئے بغیر نہ رہینگے
اب میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ جو دو باتیں میں نے اوپر عرض کی ہیں انکے متعلق تدابیر سوچیں اور زیادہ توقف آپ نہ کرینگے
اگر آپکے نزدیک یہ بھی مستحسن ہو تو ایک عرضداشت فارسی اور ترکی زبان میں [illegible] کی معرفت اعلیحضرت سلطان المعظم کی
پیشگاہ میں [illegible] کا اظہار کیجئے۔ دیکھئے وہاں سے کن الفاظ
میں جواب [illegible] اگر آپ چاہیں تو میں
شوئس میں [illegible] سفر [illegible] آپکے ساتھ ہو جاوے
خاص مکہ معظمہ کی [illegible] جسکے متعلق [illegible] وقت
[illegible] آپکا مخلص محمد سعید از مکہ معظمہ (عرب) ۱۷ جون ۱۸۹۹ء

بصرہ۔ دمشق۔ حجاز ریلوے

جناب مولوی صاحب۔ السلام علیکم۔ بتسلیم حصول اجارہ ریلوے لائن اندرون سلطنت عثمانیہ کا مضمون چند دفعہ اخبار میں دیکھا۔
کامیابی [illegible] شمولیت کا وعدہ فرمایا ہے وہ حجاز ریلوے کے مستحق ہیں جنہوں نے
نے خاموشی کا سبق پڑھا [illegible] فرما دیا ہے۔ خدا کرے قوم اس مضمون کی وقعت کی نگاہ سے دیکھکر کمربستہ ہو جاوے۔
میں اسکے متعلق آپکو اور دیگر ابنائے ملک کے غور کے لئے چند تجاویز حسب ذیل پیش کرتا ہوں (۱) ہر چہار مجوزہ لائنوں میں سے
مناسب فی الحال ایک کے لئے اجارہ حاصل کریں اور باقی کو زیر تجویز رکھیں (۲) قوم کو مجموعی آواز سے مخاطب کرکے [illegible] کوشش
نہیں [illegible] اسمائے گرامی [illegible] کرکے فرما [illegible] ایک درخواست شمولیت کی بھیجا ہے (۳) ضرور ہے کہ [illegible]

Marfat.com

سرپرستی امیرالمومنین مدظلہ العالی ہوگا۔ ہر ایک ملک میں چند جلیل القدر صاحبان کی گروہ اسکی ایجنسی منظور کریں مثلاً عثمانیہ ریلوے کمپنی انڈیا ایجنسی (انڈیا میں کارکنان ندوہ اگر اسکے ایجنٹ ہوں تو بہت عمدہ ہے) ملک کے ہر حصہ میں سب ایجنسیاں ہوں (پنجاب میں انجمن حمایت اسلام لاہور اسکا ذمہ لیوے تو بہتر ہے) (۴) فقرہ دو کی تکمیل بذریعہ ایجنسی اور سب ایجنسی ہونی چاہیے یعنی ایجنسی اور سب ایجنسی کو صاحبان ممبران کے اسمائے گرامی کی فہرست بھیجتی رہے (۵) [illegible] ہو جاویں جنکی اکثر خریدار انکو قبول [illegible] تقسیم کرنیکی ذمہ دار ہے خریدار کو کس طرح [illegible] کافی سرمایہ ہونے پر کتنے عرصہ تک کام شروع ہوگا [illegible] تقسیم ہوگا [illegible] کیا ہوگی وغیرہ وغیرہ (۶) ہر درخواست کے ساتھ جو ممبر [illegible] گئی ہو ضرورت کے وقت روپیہ طلب کیا جاوے گا (۷) چونکہ [illegible] شراکت کا موقعہ دینا چاہیے (۸) والیان ریاست بھی شریک [illegible] جو آمد حاصل کرے والیان ریاست بنا کر [illegible] اور کسی قدر اپنے ملک کی غرباء کی تنگدستی دستگیری کریں (۱۰) والیان ملک [illegible] دیں کہ بشرط مناسب کی تعمیل کرا دیں [illegible] کے لیے حصہ دار ہوں [illegible] زیادہ معیت کا بانی انجمن کی [illegible] خاص حساب اپنے دفتر میں رکھی کل حصہ کا منافع کمپنی سے [illegible] اور ریل تقسیم کرے

راقم ناچیز محمد حسیب (مورخہ یکم [illegible] ۱۸۹۶ء)

بصرہ بغداد۔ [illegible] اگرچہ دو مہینہ ہی [illegible] ضروریات زمانہ سے باخبر ہیں قوم کا حظ [illegible] کا حصول [illegible] ادھر اخبار ہی تو شاید [illegible] خاموش ہو جاتا ہے تو اسکی جگہ کوئی [illegible] بالخصوص جرمن خواستگاروں کی مستعدی اور [illegible] لیکن یہی تو یقینی امر ہے [illegible] شوکت زادہ ان کو اس تجویز کی تکمیل میں [illegible] ہمیں بیداری و بلند ہمتی کے طفیل اس لائن کو مکمل بھی کر چکے ہونگے۔ ہندوستان کے مسلمانوں [illegible] وطن کی زبردست توقع تھی۔ اور کسی ملک میں [illegible] نہیں حسیقہ

Marfat.com

کہ یہاں ہیں مسلمان متمولین اس کثرت آبادی کی ہی وجہ سے یہاں بافراط موجود نہیں۔ بلکہ دیگر اسلامی آبادی کی نسبت یہاں
میں مسلمان متمولوں کی فیصدی اوسط بھی زیادہ ہے۔ سب سے بڑھکر ایسی توقع کرنیکی یہ وجہ تھی کہ کمال مہذب پرور شائستہ اور حمیت پسند
کی ظل عاطفت میں ایک سو برس سے تعلیم کے فوائد سے متمتع ہو رہے ہیں۔ یہاں کے مسلمان دیگر ممالک کے مسلمانوں سے ضروریات زمانہ اور قوم کی احتیاج اور
اسکی ترقی و بہتری کے وسائل سے نسبتاً بہت زیادہ آگاہ ہو گئے ہیں۔ مگر باینہمہ یہ توقع اب تک بہت کم پوری ہوئی ہے۔ اس وقت تک
ہندوستان کے تقریباً ساٹھ ستر لاکھ پڑھے لکھے مسلمان مردوں میں سے پندرہ بیس سے زیادہ شرکت کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ اور انمیں سے بھی صرف
ایک صاحب نے پانچہزار روپیہ کمیٹی کی امداد کی ظاہر کی ہے باقی سینکڑوں کی رقم سے آگے نہیں بڑھ سکے۔ اس سے ہماری یہ مراد نہیں کہ ان حضرات کی
ہمدردی اور تائید کو حقارت کی نظر سے دیکھا جائے۔ خواہ یہ تجویز اتمام کو پہونچے یا نہ پہونچے۔ انکی یہ مخلصانہ کوشش ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیگی۔
ان رقوم کا تذکرہ جتانے کیلئے ذکر کیا گیا ہے۔ کہ جو اشخاص لاکھوں اور ہزاروں روپیہ کسی کام پر لگا سکتے ہیں۔ ان میں سے کسیکو بھی اب تک اسطرف توجہ
نہیں ہوئی ہے۔ بیشک ہمارے امرا نہیں یا تو سلطنت کی عمارت بھی جو ہر ملک میں ریڑھ کی ہڈی شمار ہوتی ہے اور قوموں کی حقیقی ترقی اسی طبقہ کی بیداری
و مستعدی پر منحصر ہوتی ہے۔ اس وقت تک ستر خواب غفلت میں مدہوش ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب ایسے کام جنکی لئے صرف چند لاکھ روپیہ کا سرمایہ
مطلوب ہے انکی مدد کے بغیر نہیں چل سکتے تو کروڑوں روپیہ کا صرف چاہنے والے کام بدرجہ اولی ان کی شراکت کے بغیر اتمام کو نہیں پہونچ سکتے۔

پہلے ہفتہ میں ہماری خطیر فیس اسی طرح کی قلیل المقدار رقموں کا وعدہ کیا گیا ہے۔
ایک ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب اسسٹنٹ ہیں جو دو سو روپیہ کے حصہ خریدنے پر آمادہ ہیں۔ دوسرے منشی محمد ظریف صاحب نقشہ نویس
ہیں وہ بھی تقریباً اسی قدر رقم لگانیکو تیار ہیں مگر حاجی محمد یونس خاں صاحب رئیس دتاولی ضلع علیگڈھ جیسا کہ فہم سید اصغر۔ اور حبیب صاحب مقدم
محب قوم کو صرف پانسو کی رقم پر کفایت کرتے ہوئے۔ دیکھکر تعجب ہوتا ہے مجھکو امید تھی کہ جب اس طبقہ کے چند ایک لوگ اس تجویز کی
سودمندی کے معترف ہو گئے تو پھر اسکی تکمیل میں آنکے لئے رستہ تقریباً صاف ہو جائیگا کیونکہ یہ اشخاص نہ فقط خود ہی معقول رقم سے شمولیت پر آمادہ ہو جائینگے
بلکہ اپنے طبقہ میں سے اوروں کو بھی اور کم از کم اپنے ذاتی دوستوں کو ہمخیال بنانے کی ضرور کوشش کرینگے۔ اور اسطرح اخلاقی و مالی دونو قسم کی مدد سے
اس تجویز کی کامیابی کا باعث ہونگے۔ بہرحال حاجی صاحب موصوف اگر اس معاملہ کے ہر ایک پہلو پر غور کرکے قوم کیلئے اسکو مفید سودمند اور اسکا قوۃ سے
فعل میں لایا جانا قوم کیلئے ضروری تصور کرتے ہیں تو قوم کا ایک معزز اور قابل رکن ہونیکی حیثیت سے انپر اسکی تکمیل میں حتی الامکان مدد
دینا فرض ہے۔ اور اگر ان کو اس امر کے طرف سے اطمینان نہیں تو پھر تھوڑی یا زیادہ مقدار سے شمولیت کرنیکا ارادہ کرتے نہیں اسوجہ سے اگر
اکثر معززین قوم کی عدم استقلال اور تلون رائے کی بھی شکایت کردی جائے تو بیمحل نہ ہوگا۔ چند مہینے ہوئے ایک صاحب علم و فضل عالی مرتبت
رکن قوم نے اس تجویز پر مفصل بحث کر کے قوم کو ادھر توجہ دلانیکا خود بخود منشا ظاہر کیا اور اسکے بعد اگرچہ وہ ہزاروں نہیں تو کم از کم سیکڑوں
صفحے تو ضرور ایک فضول بلکہ نامبارک تنازعہ پر سیاہ اور اپنی بیش قیمت وقت کا بہت سا حصہ اوسپر ضائع کر چکے ہیں لیکن اس ارادہ پر عمل کرنیکی
اب تک فرصت نہیں نکال سکے۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ میں نے اس تجویز کو پیش کرنیکے کچھ عرصہ بعد تحریر کیا تھا کہ اگر مسلمان متمولین کی ایک
مجلس جلالت مآب امیر المومنین کی خدمت میں باضابطہ درخواست بھیجدے کہ بشرطیکہ جلالتمآب اپنی حمایت و نگرانی میں ایسا کارخانہ شائع

Marfat.com

پیش کرتے ہیں بحیثیت خلیفۃ المسلمین اسلامی سرمایہ جمع کرنیکے لئے ایک مشت کہ کمپنی قایم فرمانا منظور کرلیں سرمایہ مذکور کے بہم پہونچانے میں کوئی شک نہیں ہوگا تو یہہ درخواست بے اثر نہ رہیگی اور کم از کم یہہ نتیجہ تو اس سے ضرور مرتب ہوجائیگا کہ جبتک مجلس کے اس ادعا کی تصدیق یا تکذیب نہ ہولے ٹرکی گورنمنٹ لائن کا اجارہ کسی یورپین کمپنی کو نہ دیگی۔ از بسکہ مرزا نصرت علیخان آفندی کا کچھ ذکر خیر حافظ عبد الرحمن صاحب امرتسری قسطنطنیہ کے حالات میں بیان فرما چکے ہیں۔ یہہ صاحب وزارت سررشتہ تعلیم میں ایک معزز عہدہ پر مامور ہیں انکا اصل وطن دہلی ہے۔ آفندی موصوف نے بھی ریلوے کی تحریک کو پسند کرکے یہی مشورہ دیا ہے۔ وہ تحریر کرتے ہیں "کل اخبار صباح کے مالک نے مجھے خوش کرنیکی نیت سے آپکے اخبار کا ایک نسخہ جسمیں [illegible] ریلوے کے منصوبہ اور شرکت کا ذکر تھا پیش کیا آج اوسکے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ آپ اسبارہ میں بہت دنوں سے کوشش کررہے ہیں۔ اور شرکت مجوزہ کے حصص خریدنیکا اظہار شوق و اقرار بھی شروع ہوگیا ہے آپکی یہ جانفشانی دیکھکر میں آپکو دلی پوری مدد دیتا ہوں آپ اور آپکے ہمخیال بھی اپنی کارپردازی کا ثبوت دیں۔ وہ یہہ ہے کہ ایک عرضی جسمیں کم و بیش تمام اغراض مندرج اور بہت سی مہریں یا دستخط ثبت ہوں بتوسل [illegible] سلطان المعظم کی خدمت میں پیش کرنیکے لئے بہت جلد میرے پاس بھیجدیں انشاءاللہ تعالی ثمرہ نیک حاصل ہوگا جلدی کی تاکید اسلئے کی ہے کہ آپکی طرف سے اس مسئلہ میں بہت دیر ہوگئی ہے۔ اور مذکورہ ریل کا ٹھیکہ لینے کے لئے یوروپین اور علی الخصوص جرمن لوگ بڑا تقاضا کررہے ہیں" اگر گزشتہ چند مہینوں کا تجربہ بتارہا ہے کہ ہندوستان میں ابھی عرصہ دراز تک کوئی ایسی مجلس یا انجمن قایم نہیں ہوسکے گی جسکے ارکان بھی کچھ ہوں کہ وہ اس کام میں سبقت اور خود ابتدا کرنیکی بھی جرأت رکھتی ہو۔ ہاں اگر قسطنطنیہ میں خود شیدایان وطن اور خیرخواہان اسلام [illegible] کوئی ایسی کمپنی قایم کرلیں [illegible] حصص لیکر اسکی بااعتباری کو متیقن کردیں تو پھر ہندوستان کے بھی خواہ یہاں کے مسلمانوں پر کیسی غفلت اور لاپروائی کیوں نہ طاری ہو اکثر مسلمان اپنی اپنی استطاعت کے مطابق شریک ہوجائینگے کیونکہ دیر سے ایسی ہی قایم کرنا واجب بھی ترکوں پر ہے۔ وہ اس ملک کے مالک ہیں جسمیں لائن جاری ہوگی۔ وہ کل دیگر مسلمان اقوام سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ اسکی موجودہ ضرورت اور ہوشمندی کو اور مسلمانوں سے بہتر اور زیادہ اچھی طرح سمجھنیکی ان سے توقع رکھی جاسکتی ہے۔ اجنبی سرمایہ کی ضرر میں ان سے مخفی نہیں ہیں یا نہیں ہونی چاہئیں اور ایسی صورت میں اول تو ایسی تجویزیں سوجھنی بھی انہیں کو چاہئیں تھیں یا اگر مشکلات لاحقہ سے انکے دماغوں کو ادہر متوجہ ہونیکی مہلت نہیں ملی تھی۔ تو دوسری طرف سے ایسی تحریک سے زیادہ ایکی شان پکڑنی اور قومیت و حمیت کا اقتضا یہ ہے کہ وہ اس سے فایدہ اٹھانے میں ذرا بھی توقف نکریں لیکن اگر اونکی ترقی اور بیداری کے متعلق ہمارے یہ سب خیال غلط ہیں اور وہ بھی ابھی اسی سطح پر ہیں جسپر دوسرے مسلمان ہیں اور کل قوم میں دس بیس بھی ایسے بلند ہمت اور عاقبت اندیش شخص موجود نہیں ہیں جو خود پیشرو بنکر اپنی قوم اور دوسرے مسلمانوں کی راہنمائی کرسکیں اور اپنی نظیر سے انہیں عملیت پر تیار کرسکیں تو یہہ کل شوروغوغا فضول ہے مسلمانوں سے کوئی کام نہو سکیگا۔ اور ان سے کسی ہمدردی [illegible] کرسکنی بلکہ کچھ زیادہ عرصہ تک انکے اور زندہ رہنے کی بھی توقع رکھنا بالکل غلط ہوگا۔ اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ کل مسلمان تو علیحدہ رہے فقط یا فقط ہندوستان کے مسلمان ابھی تک کئی ایسی ریلوے لائنوں کو بنا سکنے کے لئے کافی سرمایہ اور وسائل رکھتے ہیں اور نہیں ہے کسی ملک کے مسلمان یا کل ممالک کے چند اشخاص اگر اس کام کو بہ تکمیل پہونچانیکا عزم کرلیں تو ترکی گورنمنٹ انکو یورپین خواستگاروں پر بلا تامل ترجیح دیگی لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ برسوں تک مسلمانوں کے تیار ہونیکا انتظار کرے۔ اور ملکی ضرورتوں کو نظر انداز کردے۔ ایسے ضرور ہے کہ اگر ان [illegible]

Marfat.com

کام پر آمادہ نہوئی یا نہ کوئی کمپنی ترکی گورنمنٹ بھی [illegible]
جیسا کہ یہی فروگذاشتوں کا اسکو بھی بھگتنا پڑا تھا۔ اور اب تک یہ حرکت رہی ہے [illegible] علینا الا البلاغ
ماکران اناطولین ریلوے نے بعد اذاں پیمایش کرنے انجینیر بھیجنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور گورنمنٹ سے التجا کی ہے کہ مقامی حکام کو انہیں مدد دینے کا
حکم ارسال کردے۔ مگر اس سے یہ نتیجہ نہ نکال لیا جائے کہ لاین کا اجارہ بھی کمپنی کو ملگیا ہے۔ ایک انگریزی کمپنی نے بھی ۱۸۹۶ء سے لیکن
لاین کے مختلف رستوں کی مکمل پیمایش کی تھی مگر اجارہ اب تک کسیکو نہیں ملسکا۔ ایک بلجین کمپنی نے بھی حال ہی میں درخواست کی ہے مگر
ہے کہ اجارہ کا ابھی تصفیہ نہیں ہوا ایک عثمانی رعیت یونانی کی جگہ عیسائی نے بھی چند جرمن و بلجین متمولین کی شراکت سے اس لاین کے اجارہ کی
درخواست کی ہے جرمن امپیریل بنک بھی اوسکا معاون بنایا جاتا ہے۔ مگر درخواست کسیکی بھی منظور نہیں ہوگی۔ ۳۱/۳ جولائی ۱۹۱۰
دو عیسائیوں نے خاص قسطنطنیہ میں ترکی ٹوپیوں کا کارخانہ جاری کرنے اور ایک عیسائی نے سمرنا میں دیاسلائی کا کارخانہ قائم کرنے کی
اجازت گورنمنٹ سے مانگی ہے اول الذکر چاہتے ہیں کہ اونکو بعد عرصہ معین تک اور کسیکو ایسی اجازت نہ دیجائے۔ مگر امید نہیں کہ ترکی حکومت کبھی ایسی
درخواست کو منظور کرے۔ مگر تعجب ہے کہ ان بلاد اسلامیہ سے بھی جہاں ابھی تک مسلمانوں کی حکومت ہے کبھی ایسی خبر سننے میں نہیں آتی کہ کسی مسلمان
فرد یا جماعت نے کوئی کارخانہ کھولنے کا عزم کیا ہو۔ یا ایسے معاملات میں کچھ دلچسپی ظاہر کی ہو۔ ہمارا معزز ہمعصر پنجاب آبزرور ہندوستان ایران و مصر
وغیرہ میں کم از کم علمی مشاغل اور ضروریات زمانہ کی طرف مسلمانوں کو کچھ کچھ توجہ ہو جانے پر خوشی ظاہر کرنے کے بعد دبی زبان سے یہ بالکل بجا شکایت
کرتا ہے کہ ابھی تک قال بہت ہے اور حال و عمل کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ خدا کرے کہ اسکی یہ توقع غلط ثابت نہ ہو کہ یہ حال اس قال کا تعین سمجھنا چاہیے
عدم عمل ہے اور اس قال کا یہی نتیجہ ہوا کرتا ہے ترقی کے وسائل میں اکثر ترکی اہل الرائے نے اب ریلوے کمپنیوں کے قیام کو بھی شامل کر لیا ہے ہمارا یہی معاصر
ریلوں کی تجویز کی بھی مرتبہ زبردست تائید کر چکا ہے خواہان ملت کو مشکور کر چکا ہے اس آخری سلسلہ کی اہمیت کو تسلیم کر کے افسوس ظاہر کرتا
مصر اور ترکی کے مسلمانوں نے ہندوستانی مسلمانوں سے زیادہ متمول اور زیادہ باخبر اور مستعد ہونے اور کبھی مقامی سہولتیں اور دیگر فوقیتیں رکھنے کے
باوجود ابتک اسطرف توجہ نہیں کی۔ اور پھر امید کرتا ہے کہ مسلمانان مصر و ترکی محولہ بالا تجویز کو ملیامیٹ نہیں ہونے دینگے۔ اسکی اس سچی دلسوزی
کی ہر ایک خیر اندیش قوم دل سے قدر کریگا۔ گر ہمعصر نے گو یہ کنایتاً ہندوستان کے مسلمانوں کو کم متمول اور کم باخبر اور دیگر کئی وجوہ
باعث جو معذور سمجھا ہے۔ اس سے بہت کم کو اتفاق ہوگا جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ ہندوستان میں مصر ایران۔ روم۔ عربیہ افغانستان
مجموعی مسلم آبادی سے یہاں زیادہ آباد نہیں بلکہ اوسمیں متمولین کی فیصدی اوسط بھی ان ممالک سے یقیناً زیادہ ہے۔ ان تمام
میں دس مسلمان بھی کروڑپتی نہیں لیکن ہندوستان میں سینکڑوں سے متجاوز ہیں باقی رہی ان ممالک کے مسلمانوں کی یہ فوقیت کہ وہ
حکومتوں کی ماتحت ہیں وہ بھی محض ایک نمایشی فوقیت ہے۔ انمیں سے اکثر گورنمنٹیں ابتک خواب غفلت میں مدہوش ہیں اور جو بیدار ہوئی
بھی اب تھوڑے عرصہ سے اپنی رعایا کو تعلیمی و صنعتی میدان کی طرف توجہ دلانے کی فرصت ملی ہے یا خیال ہوا ہے۔ بعکس اسکے ہندوستانی
ایک سو برس سے ایسی قوم کے زیر حکومت ہیں جو ابتدا سے شہنشاہ نظیر بنکر اپنی رعایا کو اسطرف شوق دلا رہی ہے۔ بلکہ اونکو اس میدان سے متنفید ہونے
قابل بنانے کی بھی حتی الامکان کوشش کرتی رہی ہے۔ اور اگر اس نظیر اور تلقین سے مسلمانان ہند نے فائدہ نہیں اٹھایا تو یہ انکی

Marfat.com

ہمت کا قصور ہے۔ اور پھر موجودہ صورت ایسے قومی ہمدردی کی بھی توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ انہیں قابل سرزنش سمجھنے کی بجائے معذور سمجھیں گا۔
ہندوستانی مسلمان درحقیقت دیگر ممالک کے مسلمانوں سے دگنے قصوروار ہیں کہ ایک سو برس سے ایک طرف انکو اپنی شائستہ اور روشن خیال حکمران قوم
اور گورنمنٹ سے قومی و شخصی ترقی و فلاح کے وسائل و تدابیر معلوم کرنیکا موقعہ حاصل رہا۔ اور دوسری طرف نہ صرف اپنے ملک بلکہ چند کم و بیش
شائستہ اسلامی ملکوں میں بھی جو اجنبی غیر مذہب متمدنوں کا شکارگاہ بنے ہوئے ہیں ہم مذہبی و اخوت قومی کے [illegible]
امور کے متعلق مل سکتی تھیں مگر انہوں نے کبھی اس معاملہ پر غور کرنیکی بھی تکلیف نہیں اٹھائی [illegible]
میدان موجود ہے اور غالب الیقین ہے کہ خواہ یورپ میں متعدد کیسا ہی زور [illegible]
بھی بغداد ریلوے کے متعلق چند یورپین یا عیسائی خود غرض [illegible]
ان ترکی اخبارات سے ہو گئی ہے [illegible]
کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ خلاف معمول اب اتفاق [illegible]
جبتک ہم ان ریلوے لائنوں [illegible]
چھ مختلف خودغرض [illegible]
خوشخبری شاہی کی جلالت امیر المومنین [illegible]
مخالف رپورٹ کرنے [illegible]
[illegible]
پرچہ [illegible]
ساتھ ہی تحت حکام اور [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
خبر شاہی کے حکومت [illegible]
رپورٹ [illegible]
تکمیل تعلیم کے بعد [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

Marfat.com

حاصل نہیں رہیگا + واللہ یھدی من یشاء الی سبیل الرشاد ٭ (٧ اگست ١٨٩٩ء)

بصرہ و بغداد ریلوے کے متعلق جس کے لئے سابقہ خواستگاروں کے علاوہ اب تین اور یورپین متمولین کی جماعتوں نے درخواست کی ہے لنڈن ٹائمز کے تازہ ترین نمبر میں جو اس ہفتہ کی ولایتی ڈاک میں موصول ہوا ہے ایک ایسی خبر درج ہے جو کہ پہلا حصہ اسلامی شرکت کی تجویز کے معاونین کے لئے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اسکی عبارت حسب ذیل ہے: "سلطان المعظم کے فوجی مشیر جنمیں مارشل غازی عثمان پاشا اور مارشل سوذف پاشا بھی شامل ہیں جرمنوں کو بغداد ریلوے لاین کا اجارہ دئے جانے کے مخالف ہیں اور انگریزی خواستگاروں کے مؤید ہیں" بظاہر گو یہ امر مستبعد و حیرت انگیز معلوم ہو کہ کسی کے بیان کی ایک جزو کو درست اور باقی حصہ کو غلط کہا جائے۔ مگر ہمارے پاس باور کرنے کی کافی وجوہات ہیں کہ اس تحریر کا وہ حصہ جو جرمنوں کے متعلق ہے غالباً درست ہے۔ اور جو انگریزوں کے متعلق ہے وہ یقیناً غلط ہے اور صرف ٹائمز کی خوشدلی کا اظہار کر رہا ہے کیونکہ تمام اعلیٰ ترکی افسران فوج بالخصوص غازی عثمان جنگ روم و روس کے وقت سے جبکہ انگلستان نے خلاف توقع اپنے دوست کو مدد نہ دی تھی سخت ناراض ہیں اور اس زمانہ میں انگلستان کی کارروائیوں سے ناراضگی روز بروز زیادتی ہوتی چلی گئی ہے مزید براں جرمنی اور ٹرکی کی سرکاری اور دونوں ملکوں کے فرمانرواؤں کے ذاتی تعلقات ایسے دوستانہ اور مخلصانہ ہیں کہ کوئی معمولی سمجھ کا مشیر بھی ایسی صورت میں کسی اور اجنبی ملک کو جرمنی پر ترجیح دئے جانیکی سفارش کرنیکا بھی خیال تک نہیں کر سکتا۔ اور نہ خود جلالتمآب جرمنوں سے کسی اور اجنبی کو عزیز رکھ سکتے ہیں اور یہ یقینی امر ہے کہ اگر اس لاین کو اجنبی ہاتھ سے ہی بنانیکا فیصلہ ہوا تو خواہ روس جسکی اخبارات ابھی سے واویلا کرنے لگ گئی ہیں۔ اور انگلستان وغیرہ کیسی مزاحمت کیوں نہ کریں اسکا اجارہ جرمنوں کو ہی ملیگا لیکن یہ فیصلہ بشرطیکہ مسلمانوں کے طالع کی بیداری نہ ہو شاید ہی ہوسکیگا۔ اور اس تحریر کے اولین حصہ سے ہماری توقع اور بھی مضبوط ہو گئی ہے کیونکہ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ جنگی مشیر جرمن اجارہ کی اسلئے مخالف نہیں کہ وہ انگریزوں یا کسی اور اجنبی کو دیا جائے۔ بلکہ اسلئے کہ ایسے کاموں میں کسی غیر سے خواہ وہ اپنا کیسا ہی رفیق صمیم کیوں نہ ہو ہرگز مدد نہ لیجائے اور انکو اپنے ہاتھ سے بنایا جائے۔ بالفاظ دیگر ٹائمز کی عبارت یہ بتا رہی ہے کہ مشیران موصوف نے اسلامی شرکت کی تجویز کو ایسا پسند کیا ہے کہ اب جرمنوں تک کو جنکی ٹرکی کو بڑا ہمدرد ہے اس لاین کا اجارہ نہیں دینا چاہتے۔ انگریز خواستگار مسٹر کینیڈی کی درخواست نمبر ایک تو ناقص قصور اور منطبق نہیں کی گئی ہے جرمن خواستگاروں کے انجنیر آئیں آکر کی طبعی کیفیت اور ٹریفک و آمدنی کے مقدار کا اندازہ کرنیکے لئے روانہ ہو گئی ہونگی خاص ترکی حکومت کی طرف سے بطور خود دو اعلیٰ انجنیر بھیجے جانے کی خبر پہلے لکھی جا چکی ہے اسلامبول سے بصرہ تک ٢٨ سو کیلومیٹر کا فاصلہ ہے اور اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک لاکھ دس ہزار فرینک فی کیلومیٹر کے حساب سے کل خرچ ٣٠ کروڑ فرینک ہوگا۔ اور اگر سلطنت معمولی شرح منافع پر ضمانت کرے تو اسے سالانہ دو کروڑ بیس ہزار فرینک کی ضمانت کا پابند ہونا پڑیگا۔ مگر ویسے ہی صوبجات حلب و بغداد وغیرہ کے عشر کی آمدنی تقریباً دوگنی ہو جائیگی ٭ (٢٨ اگست ١٨٩٩ء)

مخدوم و مکرم جناب چودھری سلطان محمد خان صاحب منشی دولت خداداد افغانستان کیمبرج سے بواسطہ جناب منشی عزیز احمد صاحب ایک عنایت نامہ بزبان فارسی ارسال کرکے بغداد ریلوے میں شرکت اور حسب مقدور صورتیں کی امداد فرمانیکا وعدہ فرماتے ہیں یہ خط بجنسہ افادہ ناظرین کے لئے ذیل میں درج کرنے سے پہلے چودھری صاحب معروف کی خدمت میں التماس کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے

کہ اٹالی جرمن اور چند دیگر متمولین کی سرگرمی اور مسلمانوں کی مسلسل غفلت سے اسلامی سرمایہ کی تجویز کے حیز ظہور میں آنیکی توقع دن بدن زیادہ موہوم ہوتی چلی جارہی ہے۔ ہندوستان کے تقریباً کل اسلامی اخبارات اور مصر شام و قسطنطنیہ کے بھی اکثر اخبارات نے اسکی زور سے تائید کر کے ابنائے ملک کو بیدار کرنیکی بہت کوشش کی مگر کسی جماعت کا اسکے انصرام کیلئے تیار ہوجانا تو درکنار ہمدردی چند اصحاب کے سوا جنکی وعدونکی مجموعی تعداد ۵۰ ہزار سے شاید متجاوز ہو۔ قوم نے کوئی علم دلچسپی اور آمادگی ظاہر نہیں کی۔ انگریزی اخبارات نے اس تجویز کے متعلق ابتک کچھ نہیں لکھا۔ اور شاید وہ لکھنا بھی منظور نہ کریں تاہم قوم کو توجہ دلانیکا صرف یہی ذریعہ باقی رہگیا ہے۔ اور امید بھی کیجاسکتی ہے کہ اگر حکمران قوم کے چند آئیندہ افراد مسلمان رعایا کو ایسے کاموں کی ترغیب دلائیں تو نمایاں اثر ہوگا ہمارے موجودہ محبوب عالی اور ہندوستان کے حقیقی بہی خواہ گورنر جنرل لارڈ کرزن بالقابہ کل ملک کو مخاطب کرکے اپنی متعدد فصیح و بلیغ تقریروں میں نہایت اسلوبی سے ہندوستانیوں کو اس قسم کے کاموں میں شوق دلا چکے ہیں مگر چونکہ عمومی عام بار مخاطب کیگئی تھی خفتہ بخت مسلمانوں پر اسکا کچھ اثر نہ ہوا۔ البتہ جو ہنود قوم میں منتبہ بیدار ہوگئی تھیں انکی ہمت وشوق کو مشفقانہ تقریرین خوب تازیانہ کا کام دیگئی ہیں ایسی تقریروں میں جبتک خاص مسلمانوں کو علیحدہ کر کے مخاطب نہ بنایا جائے انکی کروٹ بدلنے کی امید نہیں ہوسکتی۔ پس اگر چند ہی صاحب اپنے انگلش احباب اور وہ ان کے جرائد کو مسلمانوں کو اپنی فیاضانہ نصیحت و مشورہ دینے پر مائل کرسکیں تو پھر تجویز مذکور کی کامیابی کی کچھ توقع ہوسکتی ہے جرمنوں کے علاوہ چند انگریز متمول بھی حصول اجارہ کی خواستگار ہیں جنکو بلحاظ حال جرمنوں کے مقابلہ پر کامیاب ہونیکی بہت کم توقع ہے لیکن اگر انگلستان اپنی مسلمان رعیت کی سمجھانیکو اس کام پر آمادہ کرسکے تو تقریباً یقینی امر ہے کہ پاسنگ بھی جرمن کو دوتی پر غالب آجائیگا۔ اور سلطان المعظم مسلمان خواستگاروں کی درخواست کو بلا تردد منظور کرلینگے جلالت مآب قیصر ہند کے ظل عاطفت میں ۹ کروڑ مسلمان آباد ہیں جن کی تمدنی۔ اخلاقی و مادی فلاح کیلئے سے گورنمنٹ بھی ہمیشہ ویسی ہی متمنی ہے جیسی کہ خالص انگلش قوم کی فلاح کیلئے بلکہ ایک لحاظ سے اس سے بھی زیادہ کیونکہ انگلش قوم خدا کے فضل و کرم سے گورنمنٹ کی مدد اور مشورہ اور ترغیب کے بغیر بھی اپنی بہتری کے وسائل سوچ سکتی اور بہم پہنچا سکتی ہے اور بہم پہونچا رہی ہے مگر مسلمان رعیت کو سہارا دینے کی ضرورت نہیں بلکہ بیدار کیجانیکی بھی۔ وہ اس کوچہ سے ابتک محض نا آشنا ہے۔ اور مشترکہ سرمایہ سے چھوٹا یا بڑا کسی طرح کا کام کرنیکے نام سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔ ماسوا ازیں اس سے خود گورنمنٹ برطانیہ کی ایک امپیریل پالیسی بھی باحسن وجہ پوری ہوسکتی ہے۔ اسکا ارادہ تمام ہے کہ کسی طرح جرمن یا روسی غیر سرمایہ سے یہ لائین نہ بنے۔ اور ہوسکے تو انگریزی سرمایہ سے اس کام کو کرے۔ اور بہتر ہے مسلمان انگریزی سرمایہ سے بنا دیا کرے سکتا ہے جو ویسا ہی برٹاوی سرمایہ ہوگا۔ جیسا کہ خالص انگریز یا ہنگری اصل انگریزی رعیت [illegible] کر بھی ہوا اصل ہنگری ہیں) جنکے ہاتھ متمولونکا سرمایہ ہوتا ہے ۔

کوتاہ کلام اگرچہ ہم نے صفائی سے اس آخری تدبیر کو بھی پیش کردیا ہے [illegible] غالب امید ہے کہ انکی مساعی جمیلہ بے ثمرہ نہ ہونگی۔ اور اسطرح وہ قوم پر ایسا احسان عظیم کرینگے جو آئندہ نسلیں بھی جسکو فراموش نہیں کرسکینگی ۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان

[illegible] مضمون لکھنے کی قوت ذریعہ سے وصول ہوگیا۔ اسماء چندہ دہندگان کی فہرست بشکریہ تمام شایع کردیا جاویگا [illegible] کلکتہ کے نامی تاجر سیٹھ احمد عبداللطیف صاحب (جو ۲۵ ہزار روپیہ کے حصص لینیکا ارادہ ظاہر فرما چکے ہیں) کے چھوٹے بھائی سیٹھ محمد امین

صاحب نے بھی اپنی ذات خاص سے پانچہزار روپیہ کے حصے خریدنیکا منشا ظاہر فرمایا ہے جزاہم اللہ خیر الجزاء ...

ارادے کے عمل میں آسکنے کی بھی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ چودہری صاحب کا نوازش نامہ حسب ذیل ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر قومی و منیر برادر دینی مولوی انشاء اللہ خان سلمہ اللہ

از مطالعہ مضامین ہمدردی قوم و ہمدردی اسلام کہ در اخبار آنجناب وقتاً فوقتاً شائع شوند بسیار خورسند شدیم۔ الحق کہ جان نثاران قوم و ملت بمثل آنجناب کم یافتہ شوند۔ و آنانکہ موجود اند قدر ایشان این گروہ درست نمی دانند بہرحال مردان باید کہ بخیال قدردانان نیفتد و آویختہ نشدہ در راہ خیرخواہی خلایق سعی نمود و در رونق اسلام خصوصاً کمر بستہ باشد و از حوادث زمانہ کہ برائے ہمگی خیر اندیشان خیر آل پیش می آیند مضطر و کم حوصلہ نشوند چنانچہ آنجناب از اخبار شما دیدہ و تحریر فرمودہ اند کہ چودہری سلطان محمد خان بیرسٹر کہ خیرخواہ اسلام است در سلسلہ راہ آہن یعنی ریلوے حجاز سکوت اختیار کردہ چیزی از ہمدردی اسلامی کوشش نکردہ است۔ علی ہذا برادر گرامی الحق سخن شما درست است۔ اما بندہ عرض دارد کہ من بکمال شوق تردد مطالعہ مضامین آنجناب و نیز آصفی و حبل المتین و غیرہ خیرخواہان اسلام و ہمدردی خواہان قوم را در عیناً مطالعہ کردہ ام۔ و نیز مضامین اخبارات یوروپ کہ ستجاویز دولتہائے برطانیہ عظمیٰ و جرمن و روس ہر کدام جداگانہ اظہار رائے خود درباد این باب دادہ ہمہ خواندہ ام۔ اما سکوت فدوی اندرا غفلت و لاپروائی نبودہ است۔ بلکہ بباعث چند موانع از قلمبرداشتن لبودنہ کہ تحریر و تفصیل آن درین چند سطور بہ تحصیل و موقع ممکن نیست بمقتضاء آنکہ کل امر مرھون باوقاتھا۔ اما انشاء اللہ گفتہ می توانم کہ بہرحال این کار بسیار بسیار عظیم است و ضرورت اہل اسلام بہ ترقی علوم و کمال قوم برابری ہمسایگان خود زرہ منفیون اند کمترین نیز بذریعہ این خط خدمت جناب اطلاع میدہم کہ ہر گاہ مسلمانان عزم این ریلوے مبلغ اسلامی کمپنی بکنند۔ بندہ ہم پنجہزار روپیہ خریداری حصص یعنی شیئرز قبول دارم۔ باقی آئندہ نوشتہ شود ٭

مکرر آنکہ برائی تجویز مدرسہ مکہ معظمہ کہ فہرست چندہ ما تحریر فرمودہ اند مبلغ بست و پنجہزار روپیہ بندہ ہم داخل چندہ فرمودہ اطلاع بہند بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت شود آنجناب خود را منعقد دار بر پتہ ذیل ارسال فرمودہ باشند۔ (بیرسٹر سلطان محمد خان در یونیورسٹی کیمبرج برسد) مکرر آنکہ انشاء اللہ تعالیٰ زود ملاقات جانبین خورسندی حاصل می نمائیم ٭

الراقم المشتاق سلطان محمد خان۔ ۵ ستمبر ۱۸۹۹ء

بصرہ و بغداد کی تجویزہ کمپنی کو قائم ہونا افسوس ہے پہلے سے بھی زیادہ مبرہن ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر یوسف علی صاحب اسسٹنٹ سرجن، منشی پیر محمد صاحب مدرس اور میاں عمر الدین صاحب ہیڈ کلرک ایجنسی پولیٹکل ٹری پارا چنار۔ وادی کرم علی الترتیب پانسو دو سو اور تین سو روپیہ کے حصص خریدنیکا ارادہ ظاہر کرتے ہیں جسکا اعلان ... کے مقابلہ میں ان قدر کی کمال بے توجہی تھی اور نیز تجویز کی تکمیل تقریباً کامل ناامیدی ہو چکی باوجود ... ثابت ہوا ہے کہ متوسط الحال اور سفید پوش جماعت مسلمانان کی بعض ایسے عالی ہمت اور باحمیت افراد کی دلسوزی اور حسب استطاعت شرکت پر آمادگی دیکھکر شاید قوم کے ان افراد کو جنکی نظروں میں لاکھوں اور کروڑوں بھی منزلت کتنی ہی جو سینکڑا دنکی معمولی حیثیت کے آدمیوں کی نگاہ میں ہوتی ہے ایسی کچھ غیرت آجائے اور قوم کی مالی تمدنی اور علمی ترقی

Marfat.com

ہے اس بڑی بھاری شان دار سیاہ اور میدان کو جو محض اپنی ہی لاپروائی اور غفلت کی وجہ سے قوم کے ہاتھوں سے چھینا جاتا ہے۔ قوم کے ہاتھ سے
نکلنے دینے کا عزم بالجزم کر لیں۔ کیونکہ گو جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ اب امید بالکل موہوم ہو گئی ہے لیکن ابھی تک قطعی مایوسی نہیں ہوئی
اور کوئی اجنبی اس میدان پر پورا قابض نہیں ہوا ہے۔ بعض لیبی معاصرین نے انگریزی اخباروں کی چند تحریروں سے یہ نتیجہ نکال لیا ہے۔ اور
بعض نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ [illegible] نے جرمن سیالیوں کو لائن مذکورہ کا اجارہ دیدیا ہے لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ ہاں یہ بالکل درست ہے کہ
جرمن کمپنی کو پیمائش اور سڑک کی دیکھ بھال کی اجازت دیدی گئی ہے۔ اور سب سے اول یہ خبر ہم ہی نے شائع کی تھی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی
لکھ دیا تھا کہ یہ انجنیر اخیر اگست ۱۸۹۸ء میں قسطنطنیہ سے روانہ ہو گئے ہیں اور غالباً اپریل ۱۸۹۹ء تک انکے کام سے فارغ ہو سکیں گے۔ مزید براں یہ بھی
بالکل صحیح ہے کہ جرمنوں کا پلہ بھاری ہو گیا ہے۔ خداوند کریم کی مرضی تھی کہ اس اعلیٰ تجویز کا شائع ہونا تھا کہ لائن کو ٹھیکہ اجارہ کے حصول
کا شوق جنگ بنانے کا سبب ہوا۔ وسط صدی کے قریب [illegible] مرحوم [illegible] کے عہد میں ہندوستان کی [illegible] انگلستان کو خیال
تھا اور اوسنی جنگ کے بعد [illegible] زمانہ میں اسکی مکمل پیمائش کرا کر اجازت بھی حاصل کر لیا گیا۔ پھر بوجوہات چند در چند نہ فقط انگلستان بلکہ تمام دیگر یورپین
دول کے متمول اور [illegible] بالکل فراموش ہو گئی تھی۔ یکبارگی حیرت انگیز شدت کرتے تھے متعدد
یورپین اقوام کو دامنگیر ہو گیا۔ روسی جرمن فرنچ انگریز سب یکساں جیسا کہ ناظرین کو خبر ہے مخفی نہیں حصول اجارہ کی تدبیر ہوئی اور
باہمی رقابت کا جوش خوب موجزن ہو گیا۔ اور ہر ایک فریق نے کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ روسی تھوڑی دیر بعد حالانکہ
انکی کامیابی کی گرم خبریں مشہور ہو گئی تھیں میدان سے ہٹ گئے۔ اور مؤلف کا قیاس جنہوں نے ان خبروں کی صداقت کو کبھی تسلیم نہ کیا تھا۔
درست ثابت ہو گیا کچھ عرصہ بعد فرانس والے یہ دیکھ کر کہ جرمنوں سے رقیب بن کر بازی لیجانا قریباً ناممکن ہے۔ انکے ساتھ مل گئے۔ چنانچہ اسلامی
تجویز کا چرچا ابھی اخباروں تک ہی محدود تھا۔ کہ ایک طرف اس متحدہ شراکت اور دوسری طرف انگریز متمولوں کی جماعت میں خوب زور شور سے
مقابلہ ہوتا رہا لیکن آخر کار انگریزوں پر بھی واضح ہو گیا کہ مقابلہ اور کل کے حصول پر مصر رہنا ناکامی کا باعث ہو گا مصلحت اسی میں ہے کہ
تھوڑے پر قناعت کر کے جرمنوں کے ساتھ شراکت کر لیں۔ چنانچہ اب تینوں قبیلوں باہم [illegible] میں قرارداد ہوئی ہے کہ تینوں کی مشترکہ
کمپنی بنائی جائیگی اور سرمایہ مطلوبہ میں ۴۰ فیصدی جرمن۔ ۴۰ فیصدی انگریز اور ۲۰ فیصدی فرنچ ڈالیں۔ جن لوگوں نے فرنچ اور جرمن
متحد ہوئے تھے تو سرمایہ کے حصے یہ مقرر ہوئے تھے جرمن ۷۰ فیصدی اور فرنچ ۳۰ فیصدی ڈالیں۔ اور اگر صلاحیت ہو تب سرمایہ کا کچھ حصہ اپنے ملک کے
متمولوں کے لئے خاص کرنا چاہیں تو تیس فیصدی تک انکا حصہ منظور کر لیا جاوے۔ اور باقیماندہ بارہ میں تذکرہ [illegible] اور جرمن
سلطنت سے غالباً یہی شرط اپنی صورت میں ہی قرار پائی ہوگی [illegible]
اور ظاہر ہے کہ گو جرمنوں کا اقتدار اور نفوذ پہلے ہی کچھ کم نہ تھا لیکن اب اس تہری شراکت یا اتحاد [illegible] کی طاقت [illegible]
منصوبہ کے مطابق اضافہ ہو گیا ہے۔ اور [illegible] لیکن [illegible] ہو گئی ہیں ابھی تک قطعی
واقعہ ہوا اور باوجود اس اقتدار کے جرمنوں یا متحدہ کمپنی کا یورپین بیداروں کے ساتھ طریق عمل کے خلاف اب پہلی مرتبہ خود ملکی
ہمارے ملک کی بھی ایک حصہ مخصوص کو دینے پر آمادگی ظاہر کر دینا صاف بتاتا ہے کہ انکو اس امر کا یقین ہو چکا ہے کہ سلطان المعظم کو اس اسلامی

Marfat.com

تجویز یا اپنی قوم کی ترقی کی سلسلہ خواہش سے یہ خیال پیدا ہو گیا تھا ہے کہ وطنی یا قومی مطریہ کو اندر زیادہ [illegible]
متمولوں کو اسطرف راغب کرنا ملک و قوم کی حقیقی ترقی کی منافی ہوگا اور بحالت آب کی ہی دلی آرزو اور خیال جدید کے کمالات ابھی تک
بالکل معدوم نہیں ہوئی اور ہم جرأت کی ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابھی وقت ہے اور اگر مسلمان متمول اسوقت بھی مستعدی و آمادگی کا اظہار کریں تو
یورپینوں کی تمام سرگرم سعی و کوشش اس کے مقابلہ پر کچھ کارگر نہیں ہو سکیں گی لیکن ساتھ ہی افسوس چند مہینوں میں بیدار ہونے کی
توقع رکھنا خیال خام ہے۔ اور غالب یقین ہے کہ یہ اسیطرح خواب خرگوش میں ہی مدہوش عالم ثانی کو سدھار جائیں گی۔ اور بیدار بخت
قومیں ہر طرف اور ہر میدان میں کوس لمن الملک بجاتی بڑھتی چلی جائیں گی۔ الا ماشاء اللہ (۲۳ اکتوبر ۱۸۹۹ء)

بصرہ بغداد ریلوے کے متعلق ایک انگریزی اخبار لکھتا ہے کہ جرمنی، انگلستان اور فرانس کی کمپنیوں کے متحد ہو جانے سے اس لین
کی تیاری میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا۔ اور وہ دن بعید نہیں کہ آہنی گھوڑا باغ عدن میں سے سرپٹ گذرتا دکھائی دیگا۔ توریت کی
کتاب پیدایش کی دوسری باب سے ثابت ہوتا ہے کہ باغ عدن دجلہ اور فرات کی دوآبہ میں واقع تھا۔ باقی رہی علاقہ کی قدرتی دولت
جس میں یہ لائن گذرے گی۔ اوس کی نسبت تمام سیاحوں کا اتفاق رائے ہے کہ جو جنس اشیاء کی کہ جاے اور دوابہ دجلہ و فرات (الجزیرہ)
میں پیدا ہو سکتی ہے۔ چاندی تانبا لوہا اور سیسہ کی کانیں بافراط موجود ہیں مشہور آفاق متمول قارون شاہ لیڈیا کی پاس جو بڑا
زر و دولت تھی۔ وہ اسی دریا پکٹولس کی ریت سے ملی تھی جس میں سونے کی آمیزش بمقدار کثیر پائی جاتی تھی۔ بنا بریں خیال کیا جاتا
ہے کہ جن پہاڑیوں سے یہ دریا نکلتا ہے۔ اونمیں ابھی تک بیشمار دولت سونے کی کانوں کی صورت میں ضرور مدفون ہوگی۔ اور
اسمیں کوئی کلام نہیں کہ معادن طلائی کی معاملہ میں ایشیاء کوچک اور الجزیرہ کا علاقہ افریقہ کا ہماری رقیب بنجائیگا" مگر افسوس
اندیشہ ہے کہ مسلمانوں کی پست ہمتی اور غفلت سے ریل کیطرح ان ایسے انتہا مدفونہ خزانوں سے بھی زیادہ تر اجنبی ہی متمتع ہونگے۔ کیا مسلمانوں کے
دل یہ گوارا کرتے ہیں کہ ریلوے پر سرمایہ خرچ کر کے بدیہی اور یقینی فائدہ کی ساتھ ہی وہ ان متوقعہ مفاد و فوائد کے حصہ کثیر سے
بھی ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائیں۔ (۱۳ نومبر ۱۸۹۹ء)

بصرہ بغداد ریلوے کا آتیانہ جیسی کہ مسلمانوں کی بے توجہی پست ہمتی اور بدبختی سے توقع تھی اور جو توقع منیر پاشا و شاکر پاشا ایسے جلیل المرتبت معاونوں کی وفات سے اور زیادہ پختہ ہو گئی تھی آخر جرمنوں کو مل گیا اور
مسلمان اپنی خوشحالی اور تجارتی و فنونی ترقی کی ایک بے نظیر وسیلہ و ذریعہ سے ہمیشہ کی لئے محروم ہو گئے۔ مگر اس زیان کا باعث خود اونکی اپنی
شامت اعمال ہے۔ جلالتمآب امیر المومنین یا اونکی حکومت ہر طرح کی الزام سے بری ہے۔ انہوں نے جہاں تک ممکن تھا مسلمانوں کے متوجہ
ہونیکا انتظار کیا۔ اور جب ان بدبختوں کو حالانکہ وہ تعداد میں بھی تیس کروڑ سے کم نہیں بلکہ اونمیں سے کئی اسوقت بھی کروڑپتی ہیں اور
قومی ہمدردی کا ادعا اور ترقی کی خواہش رکھنے کے مدعیوں کا تو کچھ شمار ہی نہیں اور باوصفیکہ مارشل شاکر پاشا ایسے بلند مرتبت
بھی اونکو جگانیکی بے انتہا کوشش کر چکے۔ برسوں کی شور و غل سے بھی اس طرف ذرا بھی توجہ نہوئی۔ تو مجبوراً سلطنت سنیہ کو جسے
من حیث المجموع اپنی قلمرو کی پولیٹیکل اغراض کی نگہداشت تجارتی و زرعی ترقی اور جنگی مصلحتوں کو مدنظر رکھنا بھی واجب اور

[illegible] ایک بہترین اور نہایت زرخیز حصہ میں ریل کے فقدان سے ان مقاصد کو ضرر پہونچ رہا تھا۔ اس لائن کی تکمیل کا کام ایک اجنبی قوم اور اجنبی سرمایہ کے سپرد کرنا پڑا۔ اس اجارہ کے حصول کے لئے ۱۸۹۸ء سے ہی مختلف یوروپین اقوام جیسی سرگرمی سے کوشش کرتی رہیں اور بالخصوص جب سے اسلامی ملکوں سے اسی بنا کی تجویز معرض بحث میں آئی۔ [illegible] سے یکے بعد دیگرے بلجیم، روس، آسٹریا، فرانس اور انگلستان و جرمنی نے اس سرزمین کی جڑ کی ملکیت [illegible] ہاتھ پاؤں مارے اور پھر روس نے بلجیم [illegible] روس آسٹریا کے سرمایہ داروں کو شکست ہوا [illegible] ترکی کے بعد فرانس اور انگلستان کے سرمایہ داروں کی رقابت کو نقصان رساں دیکھکر جرمن سرمایہ داروں کے [illegible] کشمکش اور واقعات کی مفصل سرگزشت لکھی جا چکی ہے۔ اعادہ کی احتیاج نہیں۔ اس اجتماع کی وقت سے [illegible] کا اندیشہ نہایت قوی ہوگیا تھا لیکن سلطان المعظم کی قومی ہمدردی اور [illegible] ملت کو [illegible] تھا کہ مسلمان اگر اب بھی کمربستہ ہو جائیں تو خواہ جرمنی کا [illegible] قوت یا فتنہ کیوں نہ ہو گیا ہو یہ مسلمان درخواست کنندگان [illegible] اس گونہ امداد [illegible] کے علاوہ [illegible] انتظار نہیں کر سکتے تھے۔ اور اسکا اجارہ [illegible] مسلمانوں [illegible] غفلت اور جرمنوں نے اس اجارہ کو لیکر [illegible] جو نقصان پہونچے [illegible] کرنیسے انکو انتہا فوائد پہونچے۔ اور اگرچہ وہ اس وقت [illegible] کہ انہیں ان فوائد [illegible] کو بھی کچھ اہم خیال نہ کرینگے لیکن اگر [illegible] ساتھ ہی انہیں قومی ترقی کی جو جوش پیدا ہوگی تو اس وقت انہیں معلوم ہوگا کہ وہ ایک [illegible] جانا اب ترقی میں بہت [illegible] انکے نیچے کوئی سامان باقی نہیں رہ گیا ہوگا [illegible] بہت کم فائدہ دینے والے ٹکڑے پر قناعت کرنی پڑیگی۔ وہ اس ایک لائن کی بدولت [illegible] ترقی [illegible] حاصل ہو جاتا اور انکا [illegible] کام [illegible] انجن، گاڑیاں، ریلیں، پل [illegible] تیار کرالی [illegible] جاتا اور اس طرح [illegible] بڑی فائدہ اٹھاتا جو ریلوے پر لگایا جاتا بلکہ اس [illegible] تجارت و سیاحت کے شوق میں جو اضافہ اور [illegible] فوائد [illegible] اغیار کو اجارہ دینے سے قوم کو ان نقصانات کے پہونچنے [illegible] سلطان المعظم [illegible] کا نامہ نگار [illegible] لکھتا ہے کہ بحالات [illegible] اس لائن کی تکمیل [illegible] وہ اس لائن کی جنگی و پولیٹکل اہمیت [illegible] بلکہ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ ملک کے زرخیز ترین حصے سے گذریگی۔ اور اسی لئے انکا منشا تھا کہ سرمایہ قومی ہو۔ البتہ اگر

Marfat.com

تعمیر انتظام کا کام جرمنوں کو سپرد کیا جائے کیونکہ قوم میں ابھی اس کام کے لئے قابل آدمی تیار نہیں ہوئے وہ بتدریج تیار
کئے جائیں اور پھر انتظام بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا جائے مگر مسلمانوں کی پست ہمتی نے اس تمنا کو پورا نہ ہونے دیا جہالت تا کہ اس لائن کا یہ
خیال تھا کہ جب اگلے برس ۹۸ء میں قیصر جرمن نے آخری ملاقات میں پھر یہ استدعا کی کہ لائن کا اجارہ جرمنوں کو عطا فرمایا جائے۔ تو سلطان
اعظم نے باوجودیکہ اونکا اپنے جلیل القدر مہمان اور دلی دوست کی بڑی خاطر منظور تھی صرف شرطیہ وعدہ کیا اور فرمایا کہ اگر یہ لائن قومی مالیہ
سے نہ بنائی گئی تو پھر جرمنوں کو بھی اوسکا اختیار دیا جائیگا۔ بعض شخص اعتراض کر سکتے ہیں کہ جب اتنے برس انتظار کیا گیا تھا تو کچھ
عرصہ اور کر لیا جاتا۔ اب اسوقت ایسی کون سی خاص ضرورت آ پڑی تھی جس سے مجبور ہو کر جرمنوں کو اجارہ دیدیا گیا۔ بیشک کچھ عرصہ
بھی انتظار کرتے تو اگر پچھلے چار برسوں میں مسلمانوں نے کچھ بھی آمادگی ظاہر کی ہوتی۔ ان چار برسوں میں کچھ بھی آمادگی دکھائی گئی۔ اگر
بھی کسی نسبت سے اوسکا اظہار ہوتا تو شاید ساری بیسویں صدی کا انتظار بھی کفایت نہ کرتا۔ باقی رہا ملک کی معمولی اغراض و ضروریات کے
علاوہ کسی خاص ضرورت کا درپیش آجانا۔ سو بعض مدبروں کا خیال ہے کہ اسوقت جرمنوں کو اجارہ کا دینا کسی خاص پولیٹیکل مصلحت سے بھی خالی
نہیں ہے سلطان المعظم سے بڑھکر کوئی شخص ٹرکی کی مشکلات و خطرات کو نہیں جان سکتا۔ ٹرکی غیر مذہب غیر جنس اقوام کی شکاریوں میں گھری
ہوئی ہے۔ اور اونکو بخوبی معلوم ہے کہ یورپین طاقتیں آپس میں خواہ ایک دوسرے کی کیسی ہی رقیب یا مخالف ہوں۔ ٹرکی کے مقابلہ پر ایک ہیں
پس مصلحت کا اقتضا یہی ہے کہ دوستانہ احسانات اور مروتوں سے جو ساتھ ہی اپنے ملک کیلئے بھی کچھ نہ کچھ فائدہ بخش ہوں۔ ان میں سے
بیس سے چند ایک کو جدا کر کے اپنا رفیق نہ سہی نیوٹرل بنانے کی کوشش کیجائے۔ یہ کوشش جرمنی کے متعلق بالخصوص جہاں تک کامیاب
ہو چکی ہے وہ کل دنیا جانتی ہے۔ اور عام خیال ہے کہ اسی تعلق کو اور زیادہ مضبوط کرنے کیلئے ہی جسکی ضرورت محاربہ ٹرنسوال سے کسی نہ کسی طرح پیدا
ہو گئی ہے جرمنی کو یہ اجارہ عطا کیا گیا ہے تاکہ اسے زیادہ مرہون منت بنایا جائے۔ نومبر ۱۸۹۹ء کے وسط میں جیسا کہ اسلامی خبروں میں
لکھا گیا ہے۔ بندر سامسون سے قیصریہ تک ایک روسی کو ریلوی لائن کا اجارہ دیا گیا ہے اور اوس سے ایک ہفتہ بعد جرمنوں کو یہ اجارہ عطا
کیا جاتا ہے تو دونوں کا یکے بعد دیگرے دو ہفتوں کے اندر عطا کیا جانا بتا رہا ہے کہ کوئی اشد پولیٹیکل غرض بھی ملحوظ رکھی گئی ہے جسکی
تہ تک اسوقت کوئی شخص نہیں پہونچ سکتا لیکن قرائن بتا رہے ہیں کہ محاربہ ٹرنسوال سے یورپ میں جو عام بے چینی سی پھیل گئی ہے
اور دول عظام کی باہمی [illegible] جو نئی صورت اختیار کر رہی ہیں اونکا بھی ان تیاریات سے ضرور کچھ تعلق ہے۔ لیکن یہ پولیٹیکل ضرورت
خواہ کیسی ہی اہم رہی ہو بلکہ ملکی مدارج و ضروریات ریلوی اجارہ کی کیسی ہی متقاضی ہوں اسلامی پہلو سے ہی نہیں خالص ترکی اغراض و
مفاد کے لحاظ سے بھی اس اہم لائن کا اجارہ غیروں کو ملنا سخت افسوس کا موجب ہے۔ کیونکہ سلطان المعظم نے خواہ کیسی ہی پیش بندیاں کیوں
نہ کر لی ہوں اور جرمنوں کا اخلاص کیسی ہی اچھی طرح سے کیوں نہ پرکھ لیا گیا ہو پھر بھی غیر غیر ہے۔ یورپ کی کوئی طاقت ہو جسنے
دوست بنکر پھر آخر ٹرکی کی کمزوریوں سے فائدہ نہ اٹھایا ہو پس جرمنوں کا موجودہ اخلاص اس امر کی کبھی ضمانت نہیں ہو سکتا کہ
آئندہ میں موقعہ ملنے پر وہ ایسا نہیں کریں گے۔ جرمنوں کا ارادہ ہے کہ اس لائن کی جانبین پر عراق عرب۔ جزیرہ اور شام میں جرمن قوم
کی مختلف نو آبادیاں قائم کریں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ان نو آبادیوں کے قیام سے گو ملک کی زرعی پیداوار اور آبادی میں اضافہ ہو جائیگا

Marfat.com

سے ہی ایک زبردست غیر عنصر کی زیادتی ہو جائیگی۔ اور جب ایسی غیر مسلم عناصر جو کوئی مقدم زبردست سلطنت میں نہیں کبھی اتنی تکالیف پہونچانیکا موجب رہے ہیں تو یہ جرمن آباد کار جرمنی ایسی قوی طاقت کی حمایت کنیجہ پر کسی وقت کیسی خرابیاں پیدا کرنیکا باعث نہ ہو سکیں گے۔ اسوقت وہ بیشک سلطانی کی بڑی ممنون ہونگی لیکن جہان فراموشی انسانی خاصہ ہے اور طاقت و قوت اس خاصہ کی لازمی محرک و ممد۔ اگر ترکی قوم یا عام مسلمان ہوشیار رہیں تو یہ خطرہ چنداں اندیشناک نہ ہوسکتا لیکن اگر ترک ایسی ہوتی تو غیروں کو دخل کا موقعہ ہی کیوں ملتا اور یہ ظاہر ہے کہ سلطان عبد الحمید جیسی خداداد عقل و عمر دراز کری ہمیشہ قوم کو جہاز کی ناخدا نہیں رہ سکتے۔ اور نہ قومیں کبھی ہمیشہ نہیں رہ سکتیں اگر تیس اس کے لئے صدیاں نہیں [illegible] عشر تو ضروری ہیں اور زیادہ اندیشہ اسی لازمی توقف سے ہے کہ کہیں جبتک کے قوم کی قوم ہوشیار ہو سکے اندرونی عناصر غیر جنس بیرونی حمایتیوں کی امداد سے قوم کا اُسوقت سے پہلے ہی کام تمام نہ کر دیں۔

اس لاین کی محض مالی منافع کے لحاظ سے از حد مفید ہونیکا ادنی ثبوت یہ ہے کہ انگریز سرمایہ داروں کو سرمایہ کا ایک حصہ ملگیا ہے لیکن پھر بھی انگلستان میں عام طور پر افسوس ظاہر کیا جاتا ہے کہ کمپنی میں سارا سرمایہ انگریزی نہیں ہوا حالانکہ ابھی محاربہ ٹرنسوال کیوجہ سے انگلستان کو جرمنی کی خاطر منظور ہے پھر بھی اظہار افسوس سے وہ باز نہیں رہ سکا۔ اگر یہ لحاظ نہوتا تو شاید انگلستان بہت سختی کیساتھ اس افسوس کو ظاہر کرتا لیکن کیا مسلمانوں کو بھی اس خبر سے کچھ افسوس ہوگا؟ جہاں تک قیاس چاہتا ہے۔ اسکا یہی جواب ہو سکتا ہے کہ شاید کچھ نہیں۔ لیکن مصداق ایک انگریزی مثل کے [illegible] دودھ پر چلانا بیسود ہے بشرطیکہ [illegible] ہی ہے کہ حالات موجودہ اوقت سے فائدہ اٹھایا جائے کل لائن کا اجارہ مسلمانوں کو نہیں ملا شاید اسکی وجہ یہ بھی ہو کہ اگر [illegible] بھی جاتا تو وہ [illegible] باوجود بہ سرانجام پہونچانے کے قابل [illegible] قابلیت ذی العقو پیدا نہیں ہو جاتی [illegible] کہ ہم ایسے کام میں سرمایہ لگانے کے نام [illegible] نہیں پس سب سے ضروری امر یہ ہے کہ جیسا کہ منشی سلطان محمد خان صاحب نے تحریر فرمایا ہے جن مسلمانوں کو خداوند کریم نے زر کے ساتھ ہی عقل و ذکا اور قومی ترقی کا شوق بھی عطا فرمایا ہے وہ اس کمپنی کے حصے خود بھی خریدیں اور دوستوں کو بھی ترغیب دلائیں اسطرح اس اہم لائن کے سرمایہ میں ہمارا بھی کچھ نہ کچھ حصہ شامل ہو جائیگا۔ بلکہ اس سے اہم امر یہ ہے کہ قوم کو ایسے کاموں کیطرف خیال بھی پیدا ہو جائیگا اور پھر رفتہ رفتہ یہ شوق یہاں تک ترقی پکڑ جائیگا اور ساتھ ہی مسلمانوں کی معلومات اور قابلیت بھی بقدر ترقی [illegible] چلی جائیگی کہ کسی وقت وہ محض اپنی کوشش و ہمت اور سرمایہ و انتظام سے ایسے اہم کام سرانجام دینے کے قابل ہو جائینگے [illegible] و بالواسطہ فوائد کو چھوڑ کر صرف مالی فائدہ کی نسبت اس قدر اور اندازہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تمام مبصرین کا اس پر اتفاق رائے ہے کہ دُنیا بھر میں کوئی ریلوے لائن بلحاظ آمدنی اس لائن کا مقابلہ نہ کر سکیگی کیونکہ مقامی تجارت اور آمد و رفت کے علاوہ وہ دُنیا کے دو بڑے حصوں مشرق و مغرب کی تجارت اور آمد و رفت کا راستہ ہوگی اور کسی نہج اسکی آمدنی نہر سویز کی آمدنی سے کم نہ ہوگی۔ نہر سویز کی کمپنی نے ہر سال آٹھ دس فیصدی منافع تقسیم کرنے کے علاوہ اسقدر ریزرو فنڈ جمع کر لیا ہے کہ اسکا ایک

Marfat.com

حصے جو شروع شروع میں پانسو فرینک قیمت رکھتے تھے اب دو ہزار فرینک [illegible]
زراعتی یا غیر منقولہ جایداد ہر سال معقول منافع دیتی رہتی ہے علاوہ ذاتی قیمت میں کسی خارجی اثر یا غیر معمولی [illegible]
کبھی ترقی کر سکتی ہے ایسی ہی توقع اس لائن کے متعلق ظاہر کی گئی ہے۔ اور وہ لوگ بیشک خوش نصیب ہو گئے جو اس کے حصے
دار ہیں اگر مسلمانوں کو نحوست و بدبختی نے کسی قابل ہی نہ چھوڑا ہو تو وہ دوسری بات ہے بہر حال ہم امید کرتے ہیں کہ جن اصحاب
نے اسلامی تجویز کی کامیابی پر اس کی شرکت قبول فرمائی تھی وہ اپنا سرمایہ اب بھی اس لائن پر لگانے سے پہلو تہی نہیں کریں گے
ہندوستان اور ریاست حیدرآباد کے خواہشمند جرمن قونصل جنرل متعینہ کلکتہ کی معرفت اور عرب و مصر کے اصحاب اناطولین ریلوے
کے منیجر یا اپنے اپنے شہر کے جرمن قونصل کی معرفت حصے خرید سکیں گے۔ لیکن یہ جتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگر خریداری
کی درخواست کرنے میں کچھ بھی تساہل کیا گیا تو مسلمان اس جزوی شراکت سے بھی محروم رہ جائیں گے۔ یہ صرف ایسا نہیں جس
کے لئے اجارہ داروں کو سرمایہ بہم پہنچانے کے لئے کچھ بھی تردد کرنا پڑیگا۔ بلکہ دو تین ہفتوں میں تو یورپین تاجروں کی طرف سے بقدر
درخواستیں جمع ہو جائیں گی جن میں حصص مقررہ سے کئی گنا زیادہ کی خریداری کا منشا ظاہر کیا گیا ہوگا۔ ناظرین کو یہ بھی
بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کل رقم یکبارگی ادا نہیں کرنی پڑتی۔ بلکہ متعدد قسطیں جو بعض صورتوں اور عموماً بڑی
بڑی لائنوں کی تیاری میں کئی برسوں میں جا کر ادا کرنی پڑتی ہیں۔ اور عموماً لائن کی تکمیل سے پیشتر کے زمانہ کے لئے بھی معمولی شرح
سرمایہ پر منافع حصہ داروں کو تقسیم کیا جاتا ہے اگر مسلمان متمولین اور خاصکر ان صاحبوں نے جو شرکت کا منشا ظاہر کر چکے ہیں۔
اس موقع سے بھی فائدہ نہ اٹھایا اور ایک اسلامی ملک کی سب سے بڑی ریلوے لائن کے سرمایہ میں مسلمانوں کا کچھ بھی حصہ
نہ پایا گیا تو ان کے آگے اس قوم کے افراد ہونے میں کسی کو شک نہیں رہ جائیگا۔

اگرچہ کسی یورپین اخبار نے اس کے متعلق ابھی تک کچھ نہیں لکھا۔ مگر ہمیں یقین ہے کہ جلالتمآب بذات خاص بھی
ضرور اس لائن کے کچھ حصے خرید فرماوینگے۔ اور ان کی نظیر ٹرکی کے مسلمانوں پر غالباً اثر ڈالے بغیر نہیں رہیگی۔ ناظرین کو یہ تو
معلوم ہے کہ فرانس اور انگلستان کے سرمایہ داروں نے بھی اس لائن کے لئے پہلے درخواست کی تھی۔ یہ سرمایہ دار چند ماہ سے جرمن
خواستگاروں کے ساتھ مل گئے تھے۔ انگریز سرمایہ دار اناطولیہ کوچک کی ایک قصبہ قونیہ سے پہلے براہ بندر الہیہ بندر اسکندرون تک
اور وہاں سے براہ حلب بغداد اور بصرہ تک لائن لیجانی چاہتے تھے۔ اور ٹرکی گورنمنٹ سے کوئی ضمانت بھی منافع کی نہیں مانگتے تھے۔ فرنچ
سرمایہ دار قونیہ سے براہ حلب بغداد اور بصرہ تک بنانے کی تجویز کرتے تھے۔ اور وہ بھی ضمانت کے خواہاں تھے۔ جرمن کمپنی نے دو رستے پیش
کئے اناطولیہ کوچک کی موجودہ جرمن ریلوے اناطولین کا جو قسطنطنیہ ایشیائی مضافات سکودرا سے شروع ہوتی ہے ایک انتہائی اسٹیشن انگورا
ہے۔ اور دوسرا قونیہ ایک تجویز یہ تھی کہ انگورا سے براہ دیار بکر موصل بغداد بصرہ تک ریلوے بنائی جائے اور دوسری یہ کہ قونیہ سے [illegible]
ایک طرف چھوڑ کر براہ ترسس و حلب بغداد و بصرہ تک پہنچائی جاوے یہ منظور ہوئی آخری تجویز ہی ہے۔ اور ٹرکی نے جرمن کمپنی کو منافع کی
ضمانت دینا بھی منظور کیا ہے اس لائن کا طول ۲۴ سو کیلومیٹر یعنے تخمیناً [illegible] سو میل ہوگا اور خرچ کا اندازہ سولہ ملین پونڈ یعنے ۲۴ کروڑ روپیہ
کیا گیا ہے ۲۰ نومبر ۱۸۹۹ء کو بروز جمعہ نماز کے بعد جرمن سفیر کو سلطان المعظم نے شرف باریابی عطا فرمایا اور اس کا [illegible]

خیری مذکور دوسرے دن تمام وزراء محل میں طلب کئے گئے۔ اور اس لائن کے مسئلہ پر غور و فکر کیا گیا۔ اور بالآخر فیصلہ ہوا کہ جرمنوں کو اجارہ عطا کر دیا جائے چنانچہ اسی دن جلالتماٰب نے فرمان سلطانی اس مضمون کا صادر فرما دیا جس میں یہ شرط رکھی گئی ہے کہ سلطنت میعاد مقررہ کے بعد لائن کو خرید سکے گی۔ اس کے مقابل جرمن کمپنی نے یہ عہد لیا ہے کہ خریداری کے بعد اگر سلطنت لائن کا انتظام اپنے ہاتھ میں نہ رکھنا چاہے تو اسے اناطولین ریلوے کے سپرد کریگی کسی اور کمپنی کو نہیں دے گی۔ ضمانت کی مقدار اور شرائط خریداری اور دیگر جزئیات کا ابھی فیصلہ نہیں ہوا ہے تصفیہ پیمایش کنندہ کمیشن کی واپسی پر جو شروع دسمبر ۱۸۹۹ء میں بغداد سے ہو چکی ہوگی کیا جائیگا۔ جرمنوں کو اس لائن سے اس کے سالانہ فایدہ کے علاوہ جو گذشتہ جو مالی فایدہ ہو چکا ہے۔ اس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ موجودہ جرمن اناطولین ریلوے کے سرمایہ میں سے ستر فیصدی انجنوں گاڑیوں ریلوں وغیرہ سامان کی قیمت اور جرمن انجینیروں اہلکاروں اور صناعوں کی اجرتوں کی صورت میں جرمنوں کی جیبوں میں داخل ہوا تھا صرف تیس فیصدی خود ملک میں صرف ہوا یعنی اسکا صرف وہی حصہ جو مٹی کی کھدائی وبھرائی وغیرہ ادنیٰ کاموں پر ملکی مزدوروں کو ملا سرمایہ کا اسی قدر حصہ بغداد ریلوے کے اس اجارہ سے بھی بکمیت پھر پلٹ کر جرمنی کے کارخانہ داروں اور انجنیروں وغیرہ کی پاکٹوں میں پہونچ جائیگا جو اگر مسلمان کسی قابل ہوتے تو انکا حق تھا۔ مگر افسوس مسلمانوں کی سربرآوردہ قوم اور انکو کمال ترقی یافتہ [illegible] ریلیں بنانیکا نہیں معمولی پیچ اور انجن تیار کرنیکا ہی ایک چھوٹے سے چھوٹا کارخانہ بھی [illegible] اور مساجد اور خانقاہوں [illegible] کہ [illegible] فرصت ہو تو اسطرف توجہ کریں۔

انگلستان والے انگریزوں کو اجارہ نہ ملنے سے متاسف مگر اس امر سے خوش ہیں کہ خیر روس [illegible] پھر بھی اپنے ہیں اور اب تو انکا قیصر انگلستان کا گہرا رفیق ہو گیا ہے۔ روسی اخبارات البتہ کسیقدر ناراض ہیں اور انکا بیان ہے کہ چونکہ یہ لائن ۲۴۰۰ میل کے طول میں ایسے اضلاع سے گذریگی جنکے بعض بالواسطہ محاصل روسی تاوان جنگ کی ادائیگی کیلئے مکفول ہیں سلطنت ترکی گورنمنٹ ان اضلاع کے محاصل کو لائن کے منافع کی ضمانت میں کفول نہیں کر سکیگی لیکن یہ کوئی قوی اعتراض نہیں۔ نہ ابھی اسکا کوئی محل ہے کیونکہ ضمانت کا ابھی تک کوئی تصفیہ نہیں ہوا۔ اس نرم و تقریباً بے بنیاد اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ قبل کے اجارہ صامسون ریلوے کے علیہ سے روسیوں کا مونہہ بند کر دیا گیا ہے اور وہ بھی اس جدید اجارہ پر چندان خوش نہیں روسی اخبار نووریمیا لکھتا ہے کہ اس اجارہ سے اس افواہ کی تصدیق ہو گئی ہے کہ جرمنی و انگلستان میں یہ سمجھوتا ہوا ہے کہ [illegible] کے لئے کھلا میدان چھوڑ دے اور انگلستان اور ایشیاء کوچک میں جرمنی کیلئے ان ممالک میں [illegible] اس تیاری کے علیہ کا قریبی باعث خواہ کوئی امر ہو ہر مسلمان کی اب یہی دعا ہے کہ خداوند کریم اسے سلطنت عثمانیہ اور دنیائے اسلام کے لئے مبارک و مسعود ثابت کرے۔ اور مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ کسیوقت ایسے عظیم الشان کاموں کی انصرام و تکمیل کے قابل بنیں کہ ایسے بسم اللہ اس لائن کے سرمایہ میں شریک نہ ہو سکیں۔ واللہ علی کل شئ قدیر۔ یہہ لائن پانچ سے لیکر آٹھ برسوں تک کی میعاد کے اندر تیار ہوگی * ۲۵ دسمبر ۱۸۹۹ء

Marfat.com

عطائے امتیاز بغداد ریلوے

عزیزم مولوی محمد انشاء الله سلمه الله. در باب سٹرک ریل بغداد شریف در اخبار تائمس آف لندن امروز مضامین بسیار رجسته و پر مطلب مندرج میباشند که باید مجله مسلمانان عالم از آنها واقف شوند

نما بریں اصل مضامین انگریزی اخبار مذکوره بخدمت شما فرستادم که ترجمه آنها را برای فواید و اطلاع اهل اسلام و خریداران اخبار خود درج فرمایند.

لاکن در باب مضمون مذکور چند سخن پر از لطف و واضح و مفصل بیان نشده و چند حرف دیگر که از سٹرک ریل مذکور پیدا میشوند که قابل غور و خوض میباشند برای اطلاع ناظرین اخبار عموماً و مسلمانان عالم خصوصاً بقلم خیال خود تحریر میدارم و یقین واثق که آنجناب هم رای خود را درین باب اظهار فرمایند

چرا که بخیال من از ابتدا تا انتها اخبار آنجناب در تمام معاملات اسلامی و خصوصاً درین معنی بسیار توجه خود را صرف نموده است.

هر چند یکه حسرت بسیار درین سخن دارم که تمام مسلمانان عالم قابل اینقدر نشدند که سٹرک مذکور را از سرمایه اسلامی میساختند لاکن باوجود این حسرت مقبول آنکه هر چه آمد غنیمت است. این موقعه هم مبارکست که انتظام این سٹرک ریل از روی کمال دانشمندی و معامله فهمی حضرت سلطان المعظم بتعلق قوم جرمن گرفت. و به روس یا قوم دیگر تعلق نگرفت. و قبل از آنکه بحث فوائد و ضرر سٹرک مذکور بکنم اخبار دین را اغب و متوجه ساخته این قدر اطلاع دادن لازم میدانم که همراه بنک جرمن انتظام کرده از حصص بنک که از هزار یکحصه هم به مبلغ اسلامی خریداری بکنند فوائد بیشمار دران متصور خواهند بود برای مسلمانان قسم قسم اختیار صلاح و مصلحت درین باب حاصل خواهد شد و بیدخل محض نخواهند ماند.

درین سخن شک نیست که حالت اسلام در هر گوشه عالم قابل ترحم است و ضعف مسلمانان از سبب نفاق و حسد و بخل و کینه خانه جنگی و کاهلی و تن پروری بحدی رسیده است که چشم آدم بینا از غم شک خون میبارد و سینه ها غم بر دل هنگونه اشخاص میگذارند که موج طغیانی عالمگیر روس البطرف افزوده مالک اسلامی در ترقی می بینند چنانچه حالت سلطنت ایران که در وقتی از ...... اعظم ترین سلطنتها بود روح قابل غور است. اما الیقین هست که حضرت حق جل جلاله تعالی سلطنتهای اسلامی منظور هست که همراه ان دانشمند محنت کش مدبر مثل حضرت سلطان المعظم و حضرت قبله امیر الکریم را به سلطنت رانی مقرر کرده است.

درین باب سٹرک ریل حجاز شریف هم حضرت سلطان المعظم حکمران اسلامبول هیود از بین بهتر کامیابی را حاصل کرده میتوانست چنانچه مضمون اخبار تائمس هم قابل این نکته هست. اگرچه اخبارات یوروپ حتی المقدور بادشاهان اسلام را تعریف نمیکنند مشکلاتیکه برای حضرت سلطان المعظم پیش روی بودند وا از انها راه نجات مشکل بود و شمار نمیشوند. ملک مفلس مصارف بسیار و کم از ضرورت مسلمانان عالم در خواب غفلت خوابیده. مخالفان شب و روز در خرابی اسلام کوشان. بدون سٹرک ریل ترقی ناممکن و ساختن سٹرک ریل از انهم زیاده تر ناممکن بود. بجنبه با تشکه در میان خزانه خود ترکی مبلغ نداشتند و از سلطنتهای غیر دولت مند خود مبلغ کافی نداشت و اگر مبلغ هم قرض گرفته سٹرک ریل روس در سلطنت سلطان المعظم گویا حکم تباهی در منزل سلطان داشت و سلطنتهای دیگر را که مثل انگلینڈ یا فرانس یا جرمن باشند روس نمیگذاشت که سٹرک ریل در سلطنت سلطان المعظم بسازند و هم قسم قسم مشکلات را پیش براه میاندا ختند.

درین مضمون قلیل گنجایش تفصیل نیست که سلطان چه طور کامیاب شد مگر بهرحال کامیاب شد که سٹرک مذکور ساخته شود و مصارف دولت جرمن ساخته شود که قوت جرمن برمقابله روس برای امداد ترکی برای نام بدست آورده شد. خداوند خاتمه را بخیر کند. و از ین

سلسلہ ریل بر سلطنت اسلامی را کہ ترکی و ایران و افغانستان باشند باہم قرابت ظاہری و باطنی نصیب شود۔

یکطرف دیگر کہ از ٹائمس نوشتہ است باعث بسیار خوشنودی مسلمانان خواہد شد و آن این است کہ اشارہ میکند کہ آنچہ ہمدردی با الفاظ دیگر شور و غوغا مرحوم انگریز برای ارمنیاں کردند بمخالفت اسلامی سلطانی نبود بلکہ بباعث آنکہ کنسرویٹو پارٹی در اقتدار بود مسٹر گلیڈسٹون و بعض لبرل ہا و دیگر برای ایرادگیری بر کنسرویٹو پارٹی این طرفداری انصاری را از حد زیادہ و بیجا ظاہر کردہ بودند۔ الحق آنچہ بمن از تجربہ معلوم شدہ است عوام و خاص قوم انگریز خواہند خود را دوست اسلامی و بادشاہان اسلامی تصور میکنند والسلام۔ (الراقم میر منشی سلطان محمد خان) یکم دسمبر ۱۸۹۹ء

پروفیسر آرمنی اس ویمبری نے اپنے پولیٹیکل تدبر اور سیاحت ممالک ایشیا سے نہ صرف کل مہذب دنیا میں ناموری حاصل کر رکھی ہے بلکہ سچی اسلامی ہمدردی اور سلطان المعظم کے ساتھ دلی محبت رکھنے کی بدولت ہم خواندہ مسلمانوں کو بھی اپنا گرویدہ بنا رکھا ہے۔ آج انکی زندگی کے مختصر حالات جو کہ خود بھی کچھ کم سبق بخش اور نصیحت آموز نہیں ہیں اس لئے کہ ناظرین کی دلچسپی اور افادہ کے لئے درج کر دیتا ہوں پچیس سالہ عہد حکومت کی خوشی میں جو یونیورسٹی سلطان المعظم نے استنبول میں یکم ستمبر سنہ ۱۹۰۰ء کو قایم فرمائی ہے پروفیسر اوسکے پرنسپل مقرر ہونگے۔ شاہ ایران نے بدوران سیاحت یورپ بماہ اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء بمقام بوداپسٹ میں پروفیسر موصوف سے کئی دفعہ پبلک اور خلوت میں ملاقاتیں کیں۔

یورپ کو جو سطوت اور طاقت اب حاصل ہے وہ اوسکو ایسے ہی لایق فرزندوں کی بدولت حاصل ہے کہ جنمیں سے ایک پروفیسر ویمبری صاحب ہیں۔ یہ صاحب ملک ہنگری کے رہنے والے ہیں۔ جہاں سنہ ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ چند ماہ کی عمر میں انکے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا ماں بیچاری نے اپنے معصوم بچہ کی پرورش کے لئے دوسرا شوہر کیا لیکن دوسرے شوہر کا کنبہ بھی اتنا بڑا تھا کہ بڑے بچے کو اپنی روٹی کی تلاش کے لئے باہر نکلنا پڑا۔ اسطرح یہ یتیم بے بس لڑکا محض اپنی محنت و ارادہ کی استقلال اور ہمت سے دنیا میں اس درجہ پر پہونچا ہے کہ جس پر پہونچنے کے بڑے بڑے لوگ آرزومند رہتے ہیں۔

پروفیسر ویمبری نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ چھوٹی عمر ہی میں مجھ میں عزم اور استقلال کے آثار موجود تھے۔ بچپن میں میں ایک ٹانگ سے لنگڑا تھا اور ایک روز میں اپنے باپ کی قبر پر گیا ہوا تھا کہ میں اپنی لکڑی کی دستیاری سے بہت شرمندہ ہوا اور باوجودیکہ میں اوسکی مدد کے بغیر چل نہیں سکتا تھا۔ مگر مجھے یقین ہو گیا کہ اگر میں کوشش کروں اور استقلال کو نہ چھوڑوں تو مجھے زیادہ دیر لاٹھی کی محتاجی نہیں رہیگی۔ یہ سوچکر نوجوان ویمبری۔ ایک دو قدم لڑکھڑا کر بغیر مدد لاٹھی کے چلا مگر گر گیا۔ اسپر وہ سخت غصہ آ اپنی لاٹھی کو توڑ ڈالا اور اوسکو دور پھینکدیا۔ اور عہد کر لیا کہ میں ضرور بغیر مدد لاٹھی کے گھر جاؤنگا اور نہ صرف اوس روز لاٹھی کے بغیر گھر پہونچا۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے لاٹھی چھوڑ دی۔ آہستہ آہستہ جوانی کے ساتھ جسم کی طاقت بھی بڑھ گئی اور لنگڑا پن بالکل جاتا رہا۔ جس لڑکے نے بچپن میں ایسے ہونہار ہونے کے آثار دکھلائے ہوں اگر بڑا ہو کر وہ نامور اور لایق ہو جائے تو کونسی تعجب کی بات ہے۔

مدرسہ میں ویمبری نے ابتدائی جماعتوں کی تعلیم حاصل کی۔ اپنی بولی کے علاوہ جرمنی فرانسیسی اور اطالی زبانیں سیکھیں۔ والدہ کے انتقال کر جانے کے بعد روٹی کا سہارا بھی نہ رہا۔ اسلئے خود بقول اسکے اوس کی ملنے کا نہ اسکے ایک ایک پتھر پر اوسکی مصیبت کے نشان ثبت ہیں۔ کچھ عرصہ تک امرا کے لڑکوں کو پڑھایا۔ اور پھر اوسے سیاحت کا شوق دامنگیر ہوا۔ ایک امیر اور ایک کمشنری کی محاسبات تہلی میں درج ہے۔

میں ترکی زبان سیکھی اور رفتہ رفتہ قسطنطنیہ میں چلا آیا۔ یہاں ایک دولتمند اور با رسوخ پاشا کے خاندان میں اتالیق مقرر ہوگیا۔ اس جگہ ذہنیت کی وسعت پیدا کی۔ حافظہ بہت اچھا پایا تھا۔ عربی فارسی وغیرہ زبانیں ایک لائق استاد سے بہت خوب حاصل کیں۔ یہاں تک لکھا ہے کہ میں عربی اور فارسی کے مسلم اساتذہ کی تصانیف کے ورق کے ورق فر فر پڑھتا چلا جاتا تھا۔ اس وقت ۱۸۶۲ء میں ایک درویش کا بھیس بدلا اور ایک قافلہ کے ہمراہ ایران گیا۔ اسی درویشانہ لباس میں ایران سے ترکستان کو گیا۔ اکثر سمرقند بخارا [illegible] میں پیدل یا اونٹ پر سفر کرتا تھا۔ پھٹے پرانے کپڑوں میں بڑی بڑی جوئیں ہوتی تھیں بھیس ایسی عمدگی سے بدلا تھا کہ تمام شعائر اسلام ادا کرتا تھا یہاں تک کہ امیر بخارا سے ملاقاتیں کی اور اسے ایک ذرہ بھر شک نہ ہوا مگر کسی پر اس کا راز نہ کھلا۔ پروفیسر ویمبری پہلا یورپین سیاح تھا جو ان مقامات سے گذرا تھا۔ اس سے پہلے ان ممالک میں ان راستوں سے ہوکر ایسا کوئی یورپین سیاح نہیں گذرا تھا۔ جب وہ یورپ کو واپس لوٹ کر ۱۸۶۴ء میں آیا وسط ایشیا کے سفر کے حالات لکھ کر شائع کیے تو لوگ اس کی ہمت اور حوصلہ پر تعجب کرنے لگے کیونکہ اس نے نہ صرف ترکی عربی اور فارسی زبانوں اور ان کے لٹریچر میں بے حد مہارت ہم پہنچائی تھی بلکہ کسی پر اس کا پردہ فاش نہ ہوا بلکہ اس نے وسط ایشیا کے پر خوف مقامات میں بڑی دلیری اور لیاقت سے کام کیا۔

پروفیسر ویمبری نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ ایک دن میں طہران کی ایک سرائے میں بیٹھا اپنے کپڑوں کی جوئیں دور کر رہا تھا کہ دو انگریز سیاح آپس میں انگریزی میں گفتگو کر رہے تھے اور میں نے نادانستہ ان سے ایک فقرہ انگریزی کا بول دیا۔ اب وہ میرے سر ہوگئے لیکن میں بھاگ کر اپنی کوٹھڑی میں چلا گیا اور باوجود انکے بار بار بلانے کے باہر نہیں نکلا کیونکہ اگر میرا پردہ فاش ہوجاتا تو مجھے زندگی کا اندیشہ رہتا تھا۔ کئی سال بعد جب میں انگلستان کی ایک سوسائٹی میں شریک تھا تو اس شخص نے تعجب کے ساتھ مجھ سے پوچھا کہ میں نے تمہیں کہیں دیکھا ہے لیکن بتلا نہیں سکتا کہ کہاں دیکھا ہے۔ پروفیسر ویمبری نے کہا کہ تم نے مجھے طہران کی فلاں سرائے میں دیکھا تھا جبکہ میں کپڑوں سے جوئیں چن رہا تھا۔

ایک جگہ پر لکھا ہے کہ جب میں ایران میں ایک قافلہ کے ہمراہ رات کے وقت سفر کر رہا تھا۔ اہل قافلہ تمام شیعہ تھے۔ اور مجھکو وہ ترک اور سنی سمجھتے تھے۔ ساتھ ایک شیعہ جوان بھی تھا۔ وہ کبھی کبھی اہل قافلہ سے علیحدہ ہو جاتا اور حلقہ باندھ کر ماتم کرتے تھے اس رات کو جو ماتم کرنے لگے تو ایک شخص جو بڑا متعصب اور جوان تھا وہ بہت زور زور سے سینہ کوبی کر رہا تھا۔ یہاں تک اوس کو کچھ ایسی طرح اسکے سینہ پر لگی تھی اسکا ایک پہلو میں کٹا ہوا اور [illegible] لٹکا رہا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر خفا ہوا۔ اور جوش میں تو بھرا ہوا ہی تھا۔ اوس نے بڑے زور سے ایک [illegible] مارنا چاہا کہ اگر وہ مجھے لگ جاتا تو شاید یہ اوراق میں نہ لکھ سکتا لیکن ایک اور بوڑھا آدمی جو کچھ سمجھدار تھا اور میرے پاس ہی کھڑا تھا اس نے اس کو روک کر مجھے بچا لیا۔ اور اس مومن کو سمجھا دیا کہ اگر یہ شخص اہل بیت کی محبت میں ہمدرد نہیں ہے تو اسکا عذاب اس کی گردن پر رہے گا۔

پروفیسر ویمبری نے وسط ایشیا کی سیاحت اور پولیٹکل مسائل کے متعلق کئی کتابیں لکھکر شائع کی ہیں۔ اور آجکل بھی جب کوئی سوال وسط ایشیا یا افغانستان ایران روس اور ترکستان کے متعلق پیدا ہوتا ہے تو ان کے مضامین ضرور اس بارہ میں یورپ کے مختلف اخبارات میں چھپتے ہیں۔ اس وقت وہ اپنے وطن میں بوڈاپسٹ یونیورسٹی میں السنہ شرقیہ کے پروفیسر ہیں

(مطبوعہ حمید اسٹیم پریس لاہور)

Marfat.com

ترکوں کی موجودہ ترقیات

اُور

اِسلامی دُنیا کا فوٹو

یعنی

ترکوں کا سچا فوٹو۔ اِن کے اوصاف حمیدہ کا منصفانہ اعتراف اور ایک راستی پسند صداقت شعار انگریز کی عادلانہ شہادت جس نے معتدہ آرنیا کے وقعی حالات اور یورپین مفتریوں کی بہتانوں کی بے بنیادی کی پوری کیفیت بیان کرنے کے ساتھ ہی یہ ثابت کردیا ہے کہ اکثر ترکی عہدہ دار نہایت قابل عقلمند ضروریات زمانہ سے باخبر اور کامل معتبر جنٹلمین ہیں۔ اور کہ ترک معقول ترقی کر رہے ہیں۔ معہ دیگر ضروری و نادر معلومات و انجاث سلطنت عثمانیہ اور اس کے انتظام و ترقی مسلمانوں کی موجودہ حالت۔ ان کی تعلیمی مسئلہ اور ترقی کے وسائل کے متعلق

جسے

مسٹر سڈنی وہٹمین فیلو رائل جغرافیکل سوسائیٹی لنڈن اور مسٹر لیم کو کران اور چند مسلمان سیاحین ممالک عثمانیہ و بلاد شرق و غرب اور نیز اپنی تحریروں سے

مولوی محمد انشاء اللہ زمیندار انعام آباد و جھاٹ ضلع گوجرانوالہ

سابق ایڈیٹر وکیل امرتسر و حال مالک و اڈیٹر اخبار وطن لاہور نے

حسب ضرورت نفٹ نوٹ و حواشی اور واقعات قریبہ کی تفصیلی کیفیت ایزاد کرکے مرتب کیا ہے

حصّہ دویم

سنہ ۱۹۰۷ء

حمیدیہ ایجنسی لاہور کیلئے

مطبع حمیدیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام مولوی محمد انشاء اللہ مالک اخبار وطن چھپکر شائع ہوئی

قیمت حصہ دویم عہ/
حسب ضابطہ رجسٹری کرائی گئی ہے

Marfat.com

اِنتخاب از کتاب مسٹر ولیم کوکران

فصل اوّل

خلیج سمرنا - چوٹی میماس - خلیج کا نظارہ بوقت طلوع آفتاب - قلعہ سنجق - زرخیز جزیرہ نما - اگممن کے حمام - سمرنا کی پہلی جھلک - اور بحری سفر کا اختتام -

لورپول سے روانہ ہونے سے سولھویں دن ہمارا دلچسپ بحری سفر ختم ہوا - سولھویں دن صبح کو بہت سویرے ہمارا جہاز تیس میل طویل خلیج میں جو تقریباً چاروں طرف سے زمین سے گھری ہوئی تھی - اور سکاٹلینڈ کی جھیلوں سے بہت مشابہت رکھتی تھی - داخل ہوا - یہ خلیج سمرنا تھی - کیوس کے جزیرہ کو پیچھے چھوڑ کر جہاز چوٹی میماس کے پاس سے آگے بڑھ گیا ہوا تھا اور اب خلیج سمرنا کے جزائر کو پیچھے چھوڑتا ہوا چلا جا رہا تھا - میماس کی پہاڑی جو جزیرہ نما قرہ بورلو پر واقع ہے - ۴۲۷۰ فیٹ بلند ہے - جہاز والوں کو راستہ معلوم کرنے کے لئے نہایت عمدہ نشان کا کام دیتی ہے - تھوڑی دیر میں یہ پہاڑی بھی پیچھے رہ گئی - اور سورج نے طلوع ہو کر اپنی طلائی کرنوں سے سمندر اور آسمان کو منور کر دیا - اس کی روشنی سے دونوں طرف کے پہاڑوں کے کھردرے اور دقیانوسی خط و خال آہستہ آہستہ بالوضاحت نمایاں ہوتے ہو گئے - ادھر چشم زدن میں ماہی گیروں کی کشتیوں کے سفید پال اور بادبان سمندر کی بلورین سطح پر تیزی کے ساتھ ادھر ادھر پھرتے دکھائی دینے لگ گئے - اور بالمقابل دور فاصلہ پر نمک کے ڈھیر در ڈھیر کنارِ ساحل پر پڑے ہوئے نشان حال سے یہ اطلاع دے رہے تھے کہ انسانی محنت اور مشقت کے اکھاڑے چنداں دور نہیں ہیں - جہاز مغربی ساحل کے ساتھ چکر کاٹتا ہوا جلد قدیم نیم برباد - جنوبی گڑھی موسومہ سنجق قلعہ پہنچ گیا - جہاں آگے بڑھنے کی اجازت اور اہل جہاز کے وبائی امراض سے بری ہونے کی سند حاصل کرنے کے لئے تھوڑی دیر ٹھیرنا پڑا - قیام بہت ہی مختصر سا تھا کیونکہ انگلستان کے بنادر سے شاذ ہی کوئی ایسے جہاز ٹرکی کو جاتے ہیں جن پر کسی قسم کی وبائی بیماری والا کوئی مریض موجود ہو - تاہم اتنا وقفہ ہو گیا کہ جہاز کے مسافروں میں سے جن کو نقشہ کشی اور مصوری کا شوق تھا انہوں نے علاقہ کے منظر کے بڑے بڑے اجزاء کا خاکہ جلد جلد اتار لیا - بڑے بڑے جہازوں کے لئے خلیج میں داخل ہونے کے دوسرے طرف صرف ایک ہی دہانہ ہے - اور قلعہ عین موقعہ مناسب اس دہانہ کے سر پر واقع ہے - قلعہ سے تھوڑی دور پر کمند روشنی کا ایک[1] جہاز ریت کے ان ٹیلوں کے آخری سرے پر جنہیں دریائے قدوس خلیج میں جمع کر رہا ہے - آئندہ و روندہ جہازات کو خبردار کرنے کے لئے ہر وقت لنگر انداز رہتا ہے - مدت کی یہ دہانہ خلیج میں آر پار چلی گئی ہے اور اس موقعہ کی سوا میں جس کی ایک طرف قلعہ اور دوسری جانب روشنی کا جہاز ہے اس نے خلیج کے عرض میں اکثر موقعوں پر پانی کے گہرائی کو بہت کم کر دیا ہوا ہے - بالفاظ دیگر جہازوں کے گذرنے کے لئے صرف ایک تنگ سا پھاٹک رہ گیا ہے جس میں سے مخالف کے جہاز دشمنوں کو گذرنے دینے کے لئے قلعہ میں دور تک مار کرنے والی توپوں کے

[1] یہ جہاز روشنی کے مینار کا کام دیتے ہیں - اور ساحل کے قریب جہاں سمندر میں چٹان وغیرہ مخفی ہوں مقرر کئے جاتے ہیں اور رات کے وقت اور دن کو بھی جب کبھی تاریکی ہو جائے ان پر روشنی کر دی جاتی ہے - تاکہ دوسرے جہازات کو خطرہ کی موقعہ کا علم ہو جائے

Marfat.com

رکھنے کی احتیاج نہیں رکھتی پھر بھی ترکی گورنمنٹ پر بنظرِ احتیاط ایک طرح سے واجب ہے کہ وہ موجودہ پُرانی توپوں کی جگہ جن میں پتھر اور مرمر کے گولے بھری جاتی ہیں۔ جدید تعمیر جن پر نئی ساخت کی ایک یا دو وزنی توپیں نصب کر دے یہہ پرانی توپیں خوردبینوں کے ذریعے تختۂ جہاز سے صاف دکھائی دے رہی تہیں قلعہ کے پاس سے گذرتے ہوئے ہم سے پہلے کا علاقہ بخوبی نظر آرہا تہا۔ وہ نہایت زرخیز ہے۔ اور زمین کی اندرونی حرارت کثیر کی بدولت فصلیں اسپر بہت جلد اور معمولی موسم سے پہلے تیار اور کاشت ہوتی ہیں۔ چنانچہ خربزے۔ تربوز۔ اور انگور اس چھوٹے سے جزیرہ نما پر ایشیا کوچک کے تمام دیگر حصص سے بہت پہلے تیار ہو جاتی ہیں۔ ساحل کے قریب پہاڑوں کی ایک شگاف میں انکا نشان کے مشہور حمام موجود ہیں میں نے بعد میں انہیں جاکر دیکھا۔ اور انکی تصویر آتاری علاقہ والے ان گرم پانی کے چشموں کو تیجا بل گور الھیلی کوئی ؟ پکارتے ہیں۔ بل گورا کے معنے ہیں۔ شہد فروشوں کا میدان۔ اور لھیلی کیو۔ دیران قریہ کو کہتے ہیں۔ لیجا ترکی میں معدنی حماموں کو پکارتے ہیں۔ گاؤں کے دہقان پہلے بہت مرفہ الحال تھے۔ مگر جنگ کریمیا کے ختم ہو جانے پر جب بے شمار شوریدہ پشت سپاہی میدان جنگ سے واپس آکر کل ملک میں پھیل گئے۔ اور قزاق اور ڈکیت بن گئے۔ تو اونکے مختلف گروہوں کی مسلسل تاخت و تاراج سے دیہاتی بالکل برباد ہو گئے۔ ان ڈکیتوں کی سرکوبی کے بعد یہہ علاقہ پھر آباد ہو گیا اور اب دوبارا خوب رونق پر ہے۔

جہاز کی رفتار اب بہت تیز ہو گئی تھی بہرحال خواہ وہ تیز ہوتی یا نہ وہ بسرعت تمام گاؤں پر گاؤں پیچھے چھوڑے چلا جا رہا تہا۔ قرہ طاش۔ گوش توپی۔ وغیرہ وغیرہ چشم زدن میں آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ اور آخر کار قدیم سمرنا اس طرح ہماری نظروں کے سامنے نمودار ہو گیا جیسی نیلگون پانی پر باریک سفید دھاری ہوتی ہے۔ اسکو دکھائی دینے کی دیر تھی کہ ہمارا جہاز جھٹ پٹ کشتیوں کے پل کے قریب لنگر گاہ میں لنگر انداز ہو گیا۔ کرنارڈ کمپنی کے ایجنٹ نے جو یہہ جہاز تہا جہاز پر آکر جس جس مسافر کے خط آئے ہوئے تھے۔ وہ اونکے حوالہ کئے۔ جو مسافر روزنامچے لکھتے رہے تھے وہ نئی بیاضیں خریدنے کے لئے قریب ترین بساطیوں کی دوکانوں کو دوڑ گئے۔ ایک خاتون نے اسوقت ذکر کیا کہ وہ افی سس کو دیکھنا چاہتی ہے۔ کیا کوئی اور بھی وہاں جانا چاہتا ہے۔ اگر اوس نے پہلے ذکر کیا ہوتا تو شاید کوئی رفیق سفر ملجاتا۔ ایسے تنگ وقت اطلاع دینے جانیکی بدولت کوئی ساتھی نہ ملا اور وہ اکیلی اوسطرف روانہ ہو گئی۔ بالآخر میں بھی اپنے ہمسفروں سے رخصت ہو کر ان واقفوں کے ہمراہ جو شہر سے میرے لینے کو آئے تھے خشکی پر چلا گیا بحری سفر بخیر و عافیت لورپول سے سمرنا تک جو میں نے جبل الطارق اور مالٹا کے رستہ طے کیا تہا ختم ہو گیا۔

فصل دوم مہمان نواز میزبان۔ یورپین و یونانی کلب۔ سفر کا مدعا۔ مسٹر جان کرلیفٹ سے ملاکن لبور نابات۔ ریشمی کیڑوں کی نسل بڑہانیکے متعلق انکی مساعی جمیلہ۔ بیعیب انڈوں کی تقسیم موسم کا آغاز۔ موضع حاجی لار۔ دہقانوں کے حالات کا مرقع۔ انڈوں کے لئے بیتابی۔ دہقانوں کے مکانات۔ انکی آرائش اور مہمان نوازی۔ ایک چھوٹا خاندان۔ خوشگوار نام اور میٹھی زبان میگینشیا۔ ہم سفر ملیری کے نظارے۔ سیبل کا تبت۔ ایک ستریہی صبح۔ بہاجان جیسی ساربانوں کا ڈیرہ۔ ساردیس۔

اس بختہ علمی اور عام ذہانت کے زمانہ میں یہ ہرگز قرین مصلحت نہیں کہ کوئی سیاح ایسے مقامات کے حالات [illegible] جہاں وہ کچھ عرصہ ٹہیرنا چاہتا ہو صبر و تحمل سے کام نہ لے۔ اور فی الفور وہ اپنے ان خیالات کو جو ابتدائی سرسری ملاحظہ سے دل میں پیدا ہوئے ہیں، ضبط تحریر میں لاکر عام مشتہر کر دے۔ اس اصول کو مدنظر رکھکر میں بروصہ کے قدیم خوبصورت اور بارونق شہر کے حالات ابھی تحریر کرنے سے محترز رہتا ہوں۔ میں وہاں ہم اپریل (۱۹۰۵ء) کو پہونچا مگر ایک اتفاقی معاملہ میں زیادہ توقف کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ اور میں مسٹر جان گرفیٹ ساکن یورنا بات۔ ان کے لواحقین احباب اور آشنا ولیا کی مہمان نوازی۔ ترکی حکام کی شفقت اور یورپین و یونانی کلیوں کی عنایات کا بلا تاخیر تہ دل سے شکریہ ادا کر دینا فرض تصور کرتا ہوں جتنی دفعہ میں ملک کے اندرونی علاقوں میں گیا۔ حکام نے میری حفاظت اور آسایش کے لئے معقول انتظام کر دیا۔ اور کلیوں نے مجھ خشکی پر اترے دو دن ہی ہوئے تھے کہ اپنا ممبر بنا لیا۔

اس دفعہ ایشیائے کوچک کے سفر کرنے کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی تھا کہ میں ریشم کو تیار کرنے کی صنعت[1] کے تمام پیچیدہ مراحل کو از سرتا پا شہتوت کی کونپلوں کے نکلنے سے لیکر کویوں کو جمع کرنے اور ریشم کو اٹیرنے تک بچشم خود اچھی طرح سے معائنہ کروں۔ خوش قسمتی سے بعض اضلاع میں انڈوں سے معمولی موسم سے پہلے کیڑے نکل آئے۔ اور مجھے اس معاملے کی تکمیل کے لئے زیادہ عرصہ ٹہیرنا پڑا۔ ٹرکی میں کسی وقت اس صنعت کا عام رواج تہا۔ من بعد کیڑوں کی بیماری کی وجہ سے وہ تقریباً معدوم ہو گئی مگر میں تذکرہ صدر انگریز جنٹلمین کی تیس سالہ مسلسل اور انتھک سعی اور کوشش سے۔ گو اب تک اسے ان کوششوں کا ترکی گورنمنٹ کی طرف سے کوئی صلہ نہیں ملا۔ یہ صنعت اب پھر تازہ اور بحال ہو گئی ہے۔ اس باب کی خاص بحث یعنی سمرنا کے قرب و جوار کے قصبات اور دیہات کی چھوٹی چھوٹی کیاریوں اور دہقانوں میں ریشمی کیڑوں کے انڈوں کی مفت تقسیم کے متعلق کچھ تحریر کرنے سے پیشتر میں یہ بتا دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ اگرچہ وہ انڈے جنکو مسٹر گرفیٹ نے بورنا بات میں حاصل کیا۔ بالآخر بیماری سے بالکل مبرا ہو گئے۔ لیکن سالہائے دراز سے۔ فرانسیسی اطالین ملکی اور دیگر اقسام کے انڈوں سے کچھ کامیابی نہ ہونے سے دہقانی اس صنعت کے نام تک سے ایسے متنفر ہو گئے تھے کہ کئی برس ان

---

[1] جہاں تک تحقیق ہوا ہے سب علما کا اجماع ہے کہ ریشم کے کیڑوں کو پالنے اور ان سے ریشم حاصل کرنے کی ابتدا چین سے ہوئی ہے جہاں کی ایک شہزادی نے حضرت مسیح کی پیدائش سے کئی ہزار برس پیشتر سب سے اول اس فن کو ایجاد کیا۔ یا ترقی دی پھر آہستہ آہستہ یہ صنعت ہندوستان بنگال جاپان وغیرہ ہوتی ہوئی ایک عیسائی پادری کی طفیل چند سو برس ہوئے اٹلی میں پہونچی۔ یہ پادری ایک کھوکھلی لاٹھی میں کیڑوں کے انڈے چھپا کر لایا تہا کیونکہ چینی حتی الامکان انہیں باہر نہیں جانے دیتے تھے۔ اٹلی سے یہ صنعت بتدریج فرانس اور ایشیائے کوچک وغیرہ میں پہنچ گئی اور ہزارہا خاندان اسکی آمدنی سے پلنے لگ گئے۔ مگر موجودہ صدی کے وسط میں ایک نامعلوم وبا سے جو ریشمی کیڑوں میں پھیل گئی تھی مغرب میں یہ صنعت تقریباً معدوم ہو گئی۔ اور بلاد شرق میں بھی اسکی حالت بہت مخدوش ہو گئی۔ خداوند کریم نپولین سوم اور پرنس [illegible] کو اسکا صلہ بخشے۔ انکی طفیل لاکھوں خاندانوں کی معاش کی پھر صورت قایم ہو گئی۔ نپولین نے اس یگانہ عالم محقق اور سائنس دان کو جو دیوانہ کتے کا علاج دریافت کر جانے سے بھی دنیا پر احسان عظیم کر گیا ہے۔ کیڑوں کی مرض مہلک کی تشخیص کرنے اور اسکے انسداد و علاج کی تدابیر معلوم کرنے پر مامور کیا۔ اور کئی برسوں کی محنت اور آزمایش کے بعد اسنے ان کیڑوں کی پرورش اور [illegible]

Marfat.com

دہقانوں نے مسٹر گریفیٹ کے انڈے مفت لینا بھی قبول نہ کیا۔ اور مسٹر ممدوح کی ہمدردانہ ترغیب پر الٹی کہلی اُڑاتے رہے۔ مگر ان کی خوش قسمتی سے یہ جاہلانہ مگر قابل درگذر تنفر و مخالفت زیادہ عرصہ قایم نہ رہی۔ کیونکہ مسٹر گریفیٹ نے انکے دلوں میں کامل اطمینان پیدا کرنیکے لئے خود اپنی نگرانی میں اپنے مکانمیں ریشمی کیڑوں کی پرورش چھوٹے پیمانہ پر شروع کردی۔ اور انکے اختیار کردہ طریقوں کی کامیابی کے عینی شاہد ہونیکے لئے اعلیٰ ترکی حکام مدعو کئے گئے۔ حکام مذکور نے بخوشی اس دعوت کو قبول کیا۔ اور انکو ذاتی مشاہدہ سے مسٹر گریفیٹ کے طریقہ کی کامیابی اور انکے تیار کردہ انڈوں کی بے عیبی کا کامل یقین ہو گیا۔ اسکے بعد گردونواح کی دہقان بھی دو دو تین تین کی ٹولیوں میں وقتاً فوقتاً آنے لگ گئے۔ جو سلنیس کی فتوحات اور کرشمونکو بچشم خود دیکھکر متحیر ہوجاتے اور عش عش کرتے۔ جو یورپین اور امریکن سیاح سمرنا آتے۔ وہ بھی اس کارخانہ کو ضرور دیکھتے جاتے۔ رفتہ رفتہ تماشائیوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ مگر پھر بھی کسیکو تقلید کی جرأت نہ ہوئی لیکن متشکک نا کامیابی کی دل شکن پیشگوئی اور تردد و اندیشہ کی ہجوم اور طوفان بے تمیزی کے باوجود شیر دل مستقل مزاج گریفیٹ اور انکی فرشتہ سیرت اور عالم و فاضل بیوی اپنے عزم سے نہ ہٹی اور برابر اپنے کام میں لگی رہی جس عزم مردانہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ اشخاص بھی جو ہنسی اُڑاتے آتے تھے حیران اور متاثر ہو کر واپس جاتے اور تقلید کا فکر انکو دامنگیر ہوجاتا۔ چند برس ہوئے یہ کیفیت تھی۔ جو اوپر مذکور ہوئی ہے۔ مگر رفتہ رفتہ ان انڈوں کی شہرت دور و نزدیک پھیل گئی۔ اور اب یہ حالت ہے کہ مارچ کے آخری دنوں کے قریب پہونچنے پر ضلع سمرنا کے ریشم تیار کرنیوالوں کی نظریں ہر وقت اس طرف لگی رہتی ہیں۔ کہ کہیں مطلع مکدر نہ ہو جائے۔ اور گھر گھر یہی چرچا ہوتا ہے کہ دیکھئے اس سال مسٹر گریفیٹ کتنے انڈے تقسیم کرسکتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۰) حاصل کرنے کے متعلق ایسا طریقہ ایجاد کیا جسکی بدولت اب پھر یہ مٹی ہوئی صنعت زندہ ہوگئی ہے۔ اس طریقہ میں اگر کوئی مشکل چیز ہے تو یہ کہ اس نے اس فن کو بھی جو پہلے اور اب تک بھی عموماً ناخواندہ اور جاہل مگر قدیم تدابیر و طریقوں سے خوب باخبر دہقانوں کے ہاتھ میں ہے ایک علمی فن بنا دیا ہے۔ اور اس طریقہ کی درست تعمیل کے لئے خوردبین اور مقیاس الحرارت وغیرہ آلات کا استعمال ضروری ہو گیا ہے۔ لیکن ان آلات کا استعمال ایسا مشکل نہیں کہ کچھ عرصہ کی مشق کے بعد آ سکے۔ ہندوستان کے بعض حصص میں بھی ریشم کے کیڑے پالے جاتے ہیں لیکن جیسا رواج ہونا چاہئے تھا ویسا اس ملک میں ابتک نہیں ہوا۔ حالانکہ تمام ایسے علاقوں میں جہاں شہتوت کے درخت پیدا ہوسکتے ہیں یہ کیڑے بآسانی پالے جا سکتے ہیں اور لاکھوں خاندانوں کے لئے ایک نیا روزگار بہم پہونچ سکتا ہے۔ اسکی عام ضرورت اور نہایت فائدہ بخشی کے لحاظ سے مجھکو کئی دفعہ ایک جامع مضمون اس صنعت کے متعلق لکھنے کا خیال ہوا۔ مگر ملک کی اسی ناقدری سے ڈر کر جسکی شکایت عالیہ میں عرض کر چکا ہوں اب تک جرأت نہیں ہوئی۔ شاید ہندوستان میں البتہ اگر کوئی ایسے سخنوں کی خریدار بہم پہونچ جائیں تو میں بخوشی اس خدمت کی سرانجام کو تیار ہوں۔ کتاب کی قیمت ... اس صنعت کو اب پھر ٹرکی میں ایسا فروغ ہو گیا ہے کہ صرف صوبہ ایڈریانوپل میں ۱۸۹۹ء کی فصل میں دس لاکھ سیر سے زیادہ ریشم ہوا ہے۔ کاش کہ مسلمانان روئے زمین میں اس وقت ایک بھی ایسا مسلمان ہوتا جسے بنی نوع انسان تو کجا ہم مذہبوں سے ہی اس بے نظیر مخلصانہ و بلاغرض عملی ہمدردی سے جو مسٹر گریفیٹ نے غیر ملک و غیر قوم کے باشندوں سے کی ہے اسکا دسواں حصہ بھی ہمدردی ہوتی۔ حالانکہ بلاد غرب کے عیسائیوں میں اس وقت بلا مبالغہ لاکھوں مسٹر گریفیٹ موجود ہیں اور یہ لوگ کیوں نہ ترقی کریں۔ اور فضل ایزدی انکے کیوں شامل حال نہ ہو۔

سچی ہمدردی نہانی

اس مرتبہ تقسیم موضع حاجی لار سے بتاریخ ۱۰ اپریل جو معمول کے بعد پہلے ہی شروع ہوئی حاجی لار یہاں سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ہے معمول سے پہلے تقسیم کی یہ وجہ تھی کہ موسم میں معمول سے پہلے حرارت پیدا ہو گئی تھی اور شہتوتوں کی کونپلیں پھوٹنے کے آثار نمودار ہو گئے تھے سارا راستہ ہم نہایت زرخیز اور سرسبز کاشت شدہ علاقہ میں سے گذرے جابجا زیتون انجیر بادام اور دیگر اقسام کے درختوں کے جھنڈ کھڑے تھے۔ سنگترہ کے بعض درختوں سے ابھی تک اسکے طلائی ثمر آویزاں تھے۔ گاؤں کے جو اہل میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے جس مکان میں ہم گئے اسکا مہمان خانہ نہایت صاف و پاکیزہ اور ہوادار تھا۔ اور ایک طرف سے پلنگ کچ بچھا ہوا تھا۔ اور دوسری طرف ایک کرگھہ لگا ہوا تھا گھر کی مالکہ کاٹرینی (یونانی عیسائی) اسکی دختر اور چند شاگرد شیم دوستوں نے بڑی گرمجوشی سے ہمارا استقبال کیا۔ اور ایسی خوش ہوئی کہ سب کے سب ایک ساتھ بولنے لگ گئی۔ زرد رنگ کی چھوٹی چھوٹی سوراخدار ڈبوں کو دیکھکر جنمیں انڈے بند تھے۔ انکی باچھیں کھل گئیں اور بے اختیار بے اندازہ تشکر و امتنان کے کلمات انکی زبان پر جاری ہو گئے۔ جن کو سنکر طبیعت کو خاص فرحت پہونچتی تھی۔ موجودہ یونانی زبان یوں بھی ایسی شیریں ہے کہ خواہ مخواہ کانوں کو بھلی معلوم دیتی ہے۔ انکی خوشی و مسرت اور بے حد ممنونیت کو دیکھکر میں یہ خیال کرنے سے نہ رک سکا کہ میرے دوست کو اپنی ہمدردی اور خدمت کا اس کے سوا اگر اور کوئی صلہ نہ ملتا ہو تو نہ سہی۔ یہی کافی معاوضہ ہے۔

اناطولیہ کی عیسائیوں کی معاشرت

دوسرے مکان میں بھی جسمیں ہم داخل ہوئے ایک بڑھیا اور اسکی بیاہی ہوئی لڑکی رہتی تھی۔ کئی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں جنکے رخسارے ارغوانی اور آنکھیں اور بال نہایت شاندار خوبصورت کھڑی تھیں۔ وہ میز قالینوں پر دو زانو بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور کشیدہ کے کام میں مشغول ہو رہی تھیں۔ جو بہت ہی کم عمر تھیں۔ وہ گڑیا کو انکو کپڑے پہنا رہی تھیں۔ ایک وہ جو زیادہ عمر کی تھیں ایک کوچ پر بیٹھی ہوئی ریشمی جالی بنا رہی تھیں اور اسکام میں اپنی مغربی بہنوں سے کم نہیں معلوم ہوتی تھیں دیوار دیوار پر کئی اولیاء کی تصویریں آویزاں تھیں جنکو منور کرنے کی لئے ایک لیمپ ہر وقت روشن رہتا مجھے بتایا گیا کہ اس فعل کو توہم پرستی پر مبنی نہ سمجھا جائے۔ بلکہ اس سے ان لوگوں کی صرف یہ مراد ہے کہ اپنے کلیسیا کے بڑے بڑے بزرگوں کی ضبط لانے بعد زیست اور بعد از مرگ دونوں حالتوں میں اپنی ہموطنوں کی نگاہوں میں عزت حاصل کی۔ جو عزت انکے دلوں میں کرنی ہے اسکا اظہار کرتے ہیں یہ خاندان اگرچہ نسبتاً آسودہ حال اور مسٹر گریفٹ کا منظور نظر تھا۔ مگر ان سے انڈوں کی تھوڑی مقدار دیگئی کیونکہ مسٹر مذکور کو معلوم تھا کہ کیڑوں کی پرورش کے لئے اس کے پاس شہتوت کی زیادہ کثرت نہیں اور دیگر لوازمات بھی محدود ہیں ڈبیا دینے کے بعد یہاں بھی حسب معمول ہم نے نہایت شفقت اور محبت آمیز فقرات میں ایک دوسرے کو الوداع کہا مسٹر گریفٹ نے چلتے ہوئے آخری نصیحت یہ کی۔ "احتیاط محنت سے کام کرنا۔ اور اس چھوٹی سی ڈبیا سے تمہیں اس قدر آمدنی ہو گی سارے خاندانوں کے لئے خوبصورت سرمائی پوشاک بہم پہونچانے کو کفایت کرے گی"

اس کے بعد جس مکان میں ہم گئے اسکی نسبت پہلے ہی خیال کر لیا کہ اس میں صرف ایک بڑھیا رہتی ہے۔ جس کمرہ میں گیا وہ کشادہ ہوادار اور دلآویز تھا۔ ایک طرف پورے نوفٹ لمبا کوچ بچھا ہوا تھا۔ اور اوپر ایک سفید سوتی چادر بچھی ہوئی تھی۔ کہ بعض بعض جگہ سے یہ دکھائی دے رہا تھا کہ اس کے نیچے نہایت قیمتی ریشمی توشکیں لا رنگ پڑے ہیں ایک چار فٹ بلند صیقل شدہ تانبے کا پائیدان انگیٹھی رکھنے کے لئے کمرہ کے وسط میں کھڑا تھا مٹی کی ہی قندیلیں

تھی۔ مکان والوں نے دہکتے کوئلوں کی انگیٹھی جب سپر رکھدی تو فی الفور تمام کمرہ کی ہوا عجب معتدل ہوگئی۔ انگیٹھی کے بعد ایک خوبصورت نوجوان یونانی لڑکی کاترینی نام اپنی دلآویز فوجی پوشاک پہنے جس میں سرخ رنگ زیادہ نمایاں تھا۔ ایک خوان جسپر مختلف قسم کی شیرینیاں۔ اور طرح طرح کی ماکولات۔ گلگلوں کا مربہ پانی کے گلاس اور نقرئی چمچے رکھے تھے لئے داخل ہوئی مکان والوں کا مدعا یہ تھا کہ ہم چند لقمے شیرینی کے کھاکر اور اوپر سے پانی کے دو چار گھونٹ پی کر چمچوں کو گلاسوں میں ہی رہنے دیں پہلے کالی ایما ماساس کیریانہ اجارستو" کے شیریں الفاظ کہکر ایسا ہی کیا۔ اس یونانی فقرہ کا مطلب ہے خاتون۔ سلام علیک۔ ہم تمہارا شکریہ ادا کرتے ہیں"! مجھے یہ کارروائی نہایت پسند آئی اور اسکے ساتھ ہی مکان کے لوازمات اسکی ہر حصہ کی خوش سلیقگی مصفا و پاکیزہ آئینوں۔ نقرئی گلاسوں خوبصورت لیمپوں اور متواضع اخلاق و شائستہ اطوار پر خیال کرنے سے صاف عیاں ہو جاتا تھا کہ یہ خاندان اُن تمام خاندانوں پر جنکے ہاں ہم اب تک جا چکے تھے فوقیت رکھتا ہے اور ان سے کسیقدر بالا تر ہے۔

اس کے بعد ہم جس مکان میں گئے وہاں کا ٹھاٹھ اس سے بھی زیادہ تھا۔ مگر مجھے جلد معلوم ہو گیا کہ بعض اوقات اونچی دوکان پھیکا پکوان کی مثل بالکل درست ہوتی ہے۔ اور کہ ظاہری ٹیپ ٹاپ کبھی کبھی فریب دہ بھی ہوتی ہے۔ تین برس ہوئے اس خاندان نے مسٹر گریفٹ کو دھوکا دیا تھا اور اسوقت سے مسٹر مذکور نے اسے انڈے دینے بند کر دیئے تھے۔ اسدفعہ بھی ان کا عزم اس مکان سے یونہی گذر جانیکا تھا۔ لیکن مکان والی دروازہ پر منتظر کھڑی تھی۔ جب ہم پاس سے گذرے تو انہوں نے اپنی گزشتہ حرکت پر سخت ندامت ظاہر کی جسپر مسٹر ممدوح نے بہت کچھ نصیحت کرکے انھیں بھی انڈے دیئے۔

اس وقت تک ہماری آمد کی خبر تمام گاؤں میں پھیل چکی تھی۔ چنانچہ ہر موڑ پر حاجتمندوں کی بیویاں اور لڑکیاں اور اپنا ناموس کی اولاد انڈوں کے حصول کے لئے بیتاب ہمیں اپنے احاطہ میں لے لیتیں۔ یہ خوبصورت مرسوم حسین میرا گو باسیلیو اور کئی دیگر خوش آیند نام رکھنے والیاں۔ سب کے سب انڈوں کے لئے کمال بے پروائی ظاہر کرتیں۔ انکی صورت و انداز سے معلوم ہو جاتا کہ وہ بغیر لئے ہرگز نہیں ٹلینگی۔ ہر ایک اپنے دعوی کے ثبوت میں یہ پیش کرتی کہ وہ اتنے شہتوت کے درختوں کی مالک ہے۔ یا اس نے اتنے لگان پر لئے ہوئے ہیں۔ کوئی زیادہ کا اور کوئی کم کا مطالبہ کرتی۔ مگر سب کا مطالبہ اس مقدار سے جو مسٹر گریفٹ نے مقرر کر رکھی تھی زیادہ ہوتا۔ مگر تقسیم کنندہ کا ارادہ پکا تھا۔ وہ سابقہ تجربہ اور تازہ تحقیقات سے اچھی طرح جانتا تھا کہ کسکو کتنے انڈے دینے چاہئیں۔ وہ انکے وسایل۔ انکی خصلتوں اور رعام مستعدی و قابلیت کو خوب جانتا تھا۔ ہر ایک خاندان کو مرتبہ کے مطابق اونس کی چوتھائی سے لیکر ڈیڑھ اونس تک دیئے گئے۔ اور ساتھ ہی ایک مفصل ہدایت نامہ جو یونانی میں چھپا ہوا۔ دلچسپ اور خوشگوار تماشہ کئی گھنٹوں تک رہا۔

میگنیشیا | دوسری تقسیم قصبہ میگنیشیا میں کی گئی۔ یہ خوشنما شہر سلیپن پہاڑ کے متصل ایک گوشہ میں ایک ایسی خوبصورتی سے آباد ہے کہ ایشیائے کوچک میں ویسے خوبصورت منظر بہت کم ہیں۔ وہ ہر پہلو سے نہایت خوشنما اور خوبصورت مقام ہے۔ آبادی پچاس ہزار کے

لفظ امبارسکی کا لفظ عموماً بولا جاتا تھا۔ اسکا ترجمہ یونانی کی بیک ث اہلی کا کام ہے۔ اس نام کا ایک مشہور یونانی گذرا ہے۔ جو سکندر کے عہد کا مستقف۔ اور قیصر بہت فائدہ ہے کہ عموماً ایک ہی نام کئی عورتوں اور مردوں کی ہوتی ہیں مصنف نے بطور نظیر دو نام جنکا زیادہ رواج تھا درج کر دیئے ہیں۔ یونانی میں ماریا مریم کو کہتی ہیں یعنی دوسرے نام کے معنے مریم بنت باسیلیو ہے۔

Marfat.com

قریب ہے۔ اور سمرنا سے اسی میل کے فاصلہ پر ہے۔ جو مسافت ریل پر دو گھنٹوں میں با سانی طے ہو جاتی ہے۔ لائن کے دونوں طرف جو مناظر اور مقام آتے ہیں وہ بھی کم دلچسپ نہیں۔ حاجی لارسے واپس آکر دوسرے یا تیسرے دن ہم سمرنا سے ایک مصری مدحت کی گاڑی میں مگنیشیا کو روانہ ہوئے۔ کمپارٹمنٹ انڈوں کے بکسوں کے بڑے بڑے ٹوکروں سے بھر گیا۔ ہم سفر ہمیں حکوحسن آفندی ڈپٹی کے موجودہ ترکی سفیر کا بھتیجا) یا سیو پیلی ایک مشہور آرمینی کیپٹن حمزہ نامی کا۔ دہ بار کرتا ہے۔ اور یا سیو یار دو ہی جا نسم ہر ایک معزز فضل خانہ وغیرہ ایسے ممتاز آدمی تھے جو حالات آگے مذکور ہیں انہیں سے بعض مجھے انہی حضرات کی طفیل معلوم ہوئے۔ کیونکہ جب انہیں میں نے یہ بتایا کہ میں اس غرض سے اناطولیہ کو دیکھنے آیا ہوں۔ تو پھر انہوں نے خود بخود مجھے ضروری حالات بتانے شروع کر دیے۔ میں نے انکو بتایا کہ میں علاقہ کی ویرانی اور بربادی کو دیکھنے یا اور پھر اپنے ملک کو واپس جا کر حکام اور باشندوں کی نقص چھانٹنے یا نکتہ چینی کرنے کے لئے نہیں آیا بلکہ یہاں کی جو چیزیں اچھی قابل تعریف خوشنما۔ نوادر ہیں۔ انکو دیکھنے اور اپنے مشاہدے کے نتائج کو جبتک یہاں رہوں ہر ہفتہ اپنے ملک کو لکھتے رہنے کے لئے۔ مسٹر گریفٹ نے جسے وہ سب اچھی طرح جانتے تھے جیسے میرے الفاظ کا ترجمہ انکو سنایا۔ تو چونکہ وہ خود شریف تھے۔ انہیں میری کلام کی صداقت پر کوئی شبہ نہ ہوا۔ بہر اسی وقت سے آپس میں خاصی دوستی ہوگئی۔ اور مجمع احباب میں سفر خوب لطف سے طے ہوا۔ اسٹیشن ماسٹر بھی نہایت شریف آدمی ہے۔

سمرنا کی پرانی بستی اُس کے خدا حافظ کہہ کر ہمنے دروازہ کو بند کر دیا اور گاڑی کے کچھ دور چلے جانیکے بعد سب سے اول قابل دید چیز جو دکھائی دی۔ وہ سمرنا کی پرانی آبادی کا موقعہ تھا۔ وہاں اب ایک دیوار بھی سالم کھڑی نہیں نظر آتی۔ یہ تمام رقبہ وسیع گورستان کا کام دیتا ہے۔ جہاں پہلے بندرگاہ تھا وہاں اب پایاب دلدل ہے۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے یہ بتا دینا بے محل نہ ہوگا۔ کہ عام خیال ہے۔ کہ سمرنا کا وہ شہر جسکا قدیم جغرافیہ نویس سٹرابو نے ذکر کیا تھا۔ اور جو اس نام کا دوسرا شہر تھا۔ اسی ایک موقعہ پر آباد تھا۔ پہلے شہر کا موقعہ تاریخی درستی کے ساتھ نہیں بتایا جا سکتا۔ تاہم یہ باور کرنیکے لئے معقول وجوہات ہیں کہ پہلا سمرنا جسے عام روایت کے مطابق ایک بہادر عورت یا دیوتا مشتری کے فرزند طنطالوس نے آباد کیا تھا۔ ان پہاڑیوں سے ایک چھوٹی پہاڑی پر جو موجودہ موضع بورنا باٹ کے اوپر ہے آباد تھا۔ یہ موضع لیونٹ کے موجودہ عظیم شہر سمرنا سے چار میل کے فاصلہ پر ہے بورنا باٹ سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ایک نالے کے قریب وسیع کھنڈر پڑے ہیں۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ یہی قلعہ میلیس ہے جسکا مشہور رزمیہ شاعر یونانیان ہومر نے بار بار ذکر کیا ہے۔ اور جسکی کنارہ پر عام روایت کے مطابق یہ شاعر پیدا ہوا تھا۔ نیچے کھنڈر میں ہو کر گہرا بہتا ہوا جاتا ہے۔ اسی تھوڑے ہی فاصلہ پر وہ خوبصورت جھیل ہے جسمیں دیوتاؤں نے طنطالوس کو اسکی چوریوں کی سزا میں

لہ مشہور یونانی جغرافیہ نویس اس نے فصاحت۔ حکمت۔ نحو اور فلسفہ پر بھی کئی کتابیں لکھیں مگر وہ سب ماسوائے جغرافیہ کے معدوم ہو گئی ہیں۔ اسنے مصر۔ شام۔ یونان۔ اطالیہ وغیرہ ممالک کی سیر کی تھی۔ لہ یونانی دیو مالا کے مطابق طنطالوس دیوتا مشتری کا جو اہالی روما جسے قدیم یونانی زیوس پکارتے تھے بیٹا تھا۔ صوبہ لیڈیا کا بادشاہ اور نیوبے اور پیلوپس کا باپ تھا۔ یونانی شعراء کا بیان ہے کہ دیوتاؤں نے اسے پیاس کی مرض میں مبتلا کر کے ایک جھیل میں کھڑا کر دیا جسکا پانی اسکی ٹھوڑی تک پہونچتا تھا۔ مگر جب سر جھکا کر پینا چاہتا تو پانی اس کے پاس سے بہ جاتا۔ سطح اسکے سر پر انگوروں سے لدی ہوئی ایک شاخ آویزاں کر دی گئی تھی لیکن جبوقت وہ انکو کھانا چاہتا ہوا کا اچانک جھونکا آکر اسے پرے کر دیتا۔ انگریزی لفظ ٹنٹالائز جسکے معنے ترسانے کے ہیں طنطالوس کی سرگذشت سے ہی اخذ کیا گیا ہے

کی یادداشت میں عمر بھر کیلئے مقید کیا تھا۔ پورنابٹ کے کھنڈرات اور پرانی قبروں میں سے ایک کی نسبت کہا جاتا ہے کہ یہ طنطالوس کی قبر ہے۔ اولین سمرنا کو صوبہ لیڈیا کے مشہور متمول بادشاہ قارون کے باپ الیاٹیس نے ۶۳۵ قبل مسیح میں آباد کیا تھا۔ دوسرے شہر کو سکندر اعظم کے حکم سے اس کے دو سپہ سالاروں انٹی گونوس اور لیسی ماکوس نے آباد کیا۔ موجودہ شہر ایک حد تک اسی کے کھنڈرات پر تعمیر ہوا تھا۔

دریائی سٹیشن سے خلیج سمرنا کے پاس سے گذرتے وقت وہ موضع دکھائی دیتا ہے جہاں انگلستان کا بادشاہ رچرڈ اول کور ڈی لائن (شیر دل) تیسری صلیبی جنگ کے وقت کچھ عرصہ مقیم تھا۔ اُس گاؤں کا نام ہی کور ڈی لائن پڑ گیا تھا جو اب بگڑتے بگڑتے کارڈیلیو ہو گیا ہے۔ اس نام کی ایک وجہ تسمیہ تو یہ ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ وہاں چنڈولوں کی بہت کثرت تھی اور اونکی وجہ سے گاؤں کا یہ نام رکھا گیا تھا۔ مگر میں نے وہاں کوئی جانور اس قسم کا نہ دیکھا جو گانے والا ہو۔ ہاں چند شخص جو پنجرے سے گوچھیاں پکڑ رہے تھے گاتا اور وقتاً فوقتاً بہت فحش متبخر ایک دوسرے سے کرتے دیکھا۔ خیر وجہ تسمیہ کچھ ہو۔ یہ گاؤں نہایت خوبصورت موقعہ پر آباد ہے۔ اُسکی پشت پر خوشنما پہاڑوں کی موجودگی سے موقعہ کی دلفریبی اور بھی بڑھ گئی ہے۔ اور یہاں انگور اور لیموں کے باغات میں سمرنا کے متمولوں کے بنگلے بنے ہوئے ہیں جہاں وہ گرمیوں میں چلے جاتے ہیں۔ ان پہاڑوں کا سلسلہ جو ملک کی گویا ریڑھ کی ہڈیاں ہیں اللہ شہر تک جسکا پرانا نام فیلڈلفیا ہے چلا گیا ہے۔ عیسائیوں کے اولین سات گرجوں میں سے ایک اسی شہر میں تھا۔ پہلی کارڈیلیو کی آب وہوا دلدل کے قریب ہونے کی وجہ سے بخار پیدا کرنیوالی سمجھی جاتی تھی۔ مگر اب کہا جاتا ہے کہ وہاں کی صحت بہت اچھی ہو گئی ہے سمرنا سے پونے گیارہ میل کے فاصلہ پر چیلی (مقام شبانان) واقع ہے۔ وہاں سے ان دو مشہور لقام چوٹیوں کا جو توام برادران، اور سمرنا کی مقیاس الہوا پکاری جاتی ہیں نہایت عمدہ نظارہ ہوتا ہے۔ ان چوٹیوں کے صباحی مطلع سے شہر والوں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ آج موسم کی کیا کیفیت رہے گی۔ وہاں سے دو میل پرے ریلوے لائن دریا ہرمس کو اس مقام کے قریب گذرتی ہے جہاں حسب ضرورت کشتیوں کا پل بنا لینے کے لئے ایک مضبوط آہنی زنجیر دریا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تنی ہوئی ہے چیلی کے بعد مقام اولاد جق آتا ہے۔ جو معدنی چشموں کیلئے مشہور ہے۔ اوسکے اردگرد انجیر و زیتون کے باغ بکثرت اور کچھ کچھ تاکستان بھی ہیں۔ اس سے آگے منیمن ہے۔ یہ نام ترکمانوں کے ایک قبیلے کے سردار کے نام پر رکھا گیا تھا۔ یہ قبیلہ پانسو برس سے یہاں آباد ہے۔ اسمیں کسیوقت تین ہزار آدمی تھے۔ مگر چند برس ہوئے سات سو کے سوا باقی کل بیماری کی وجہ جو غالباً ماراد طاعون ہوگی، ہلاک ہو گئے۔ یہ گاؤں کسیقدر بلند سطح پر واقع ہے۔ وہاں بارہ ایک ہوائی چکیاں اور ایک انگریزی دخانی کارخانہ ہے جسمیں عموماً آٹا پیسا جاتا ہے۔ اور جب کام نہ ہو تو کپاس اوٹی جاتی ہے۔ موضع امیر عالم جہاں قبیلہ کا سردار رہتا ہے سمرنا سے پونے چھبیس میل ہے اور بلا اختلاف نہایت ہی خوبصورت اور دلکش مقام ہے۔

طنطالوس کی خوبصورت جھیل گو اس سٹیشن سے دکھائی نہیں دیتی۔ مگر چنداں دور نہیں۔ تمام سیاہ چوٹی پہاڑوں کے تمام گوشوں اور کونوں کے اندر تک نہایت خوبصورتی کے ساتھ چلا گیا ہے۔ زیتون کے درختوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ اور والونیا قسم کے صنوبروں کی جھنڈوں میں گھری ہوئی بیشمار دیہات نظر آتے ہیں۔ یہ درخت انسان کے لگائے ہوئے نہیں بلکہ سوائی پرندوں کی ہے جو اونکے پھلوں سے بیج نکالکر ادھر اُدھر بکھیرتے رہتے ہیں۔ اور وہ جڑ پکڑ کر چاروں طرف جنگل

ل اس درخت کی چھال کیکر کی طرح چمڑے کے رنگنے میں بہت کام آتی ہے۔ اور بڑی قیمت پاتی ہے۔ مؤلف

Marfat.com

کے رقبہ کو پھیلاتے رہتے ہیں۔ اس سے اگلی سٹیشن کا ناخوش آیند نام "غیور کوئی" ہے۔ اس چھوٹے سے قصبہ میں قدیم زمانہ سے بہت کاہم عیسائی آباد چلے آتے ہیں۔ جن میں سے زیادہ تر یونانی کلیسیا کے پیرو ہیں۔ اس لئے اسکا نام "غیور" (کفار) کوئی پڑ گیا۔ چونکہ یہ لفظ طعن آمیز ہے۔ ترکی گورنمنٹ نے اپنے تمام قلمرو میں ممانعت کر دی ہے کہ کسی عیسائی کی نسبت یہ لفظ استعمال نہ کیا جاوے۔ چنانچہ سرکاری کاغذات میں اس قصبہ کا نام سلطان المعظم کے نام سے حمیدیہ رکھا گیا ہے۔ مگر افسوس (مسیحی) ریلوے کمپنی کو اس نیک نہاد مسلمان بادشاہ کی خوش اخلاقی کی عدیم النظیر کی پیروی کرنیکی اب تک توفیق نہیں ہوئی اور اسکے کاغذات اور ٹائم ٹیبلوں میں بدستور اسکا پرانا نام درج ہے۔ موضع غیور کوئی میں مسافروں سے ٹکٹ لئے گئے۔ اور ٹرین کو چند منٹ وہاں ٹھیرنا پڑا جسکے بعد ایک میل سے کچھ زیادہ مسافت طے کرنے پر ٹرین میگنیشیا جا پہونچی۔

میگنیشیا یہ وہ میگنیشیا نہیں ہے جو افسس سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور مشہور یونانی جرنیل تھمسٹو کلیز کا مقام وفات ہونیکی وجہ سے عام شہرت رکھتا ہے۔ بلکہ یہ ایک اور مکرر تعمیر شدہ قدیمی تاریخی شہر ہے جو کوہ سپیلس کے شمالی دامن پر واقع ہے اور رومن قیصر طبریاس کے عہد میں زلزلہ سے مسمار ہو گیا تھا۔ صوبہ لیڈیا پر ترکوں کے قابض ہونیکے وقت میگنیشیا کے اردگرد کے علاقہ کا حصہ کثیر ایک ممتاز مسلمان خاندان کے قبضہ میں رہا۔ سلطان علاء الدین (سلجوقی) نے اوسے [illegible]ء میں نمایاں فوجی خدمت کے صلہ میں اپنے قابل جرنیل قرہ عثمانیہ اوغلو (سیاہ عثمان کے فرزند) کو عطا کر دیا تھا۔ انگلستان کی مشہور شاعر لارڈ بائرن نے اپنی مثنوی "عروس ابیدوس" میں ان ہی فیوڈل سرداروں کا مرقع کھینچا ہے۔

فیوڈل سردار یا امراء اس اکھڑ مزاج سپہ سالار اور اوس کے ورثا کو پانچسو برس سے زیادہ مدت تک اس وسیع علاقہ پر حیات و ممات کا اختیار حاصل رہا۔ اور اب تک انکی طریق انصاف اور سنگدلی کی بیشمار مہیب کہانیاں زبان زد ہیں۔ خفیف خفیف معاملات پر انسان کی جان لے مروا دینا انکے نزدیک کوئی بات نہ تھا۔ بطور مثال ایک داستان حکایت کیجاتی ہے۔ ایک مرتبہ ایک یونانی تاجر گھوڑے پر سوار چابک ہلاتا ہوا میگنیشیا کو آرہا تھا کہ رستہ میں اسوقت کے اوغلو سردار کا شتربان احمد ملا۔ اور آخر الذکر نے جو کسیقدر شوریدہ پشت بھی تھا۔ اپنی وردی کی شیخی میں آکر تاجر سے اوسکا بیش قیمت عنبری چابک جو انگریزی ہاتھ کے نمونہ پر مگر اوس سے بڑا ہوتا ہے۔ اور چرٹ یا کلیان کی بجائے اوسکا اب بھی ٹرکی میں عام رواج ہے چھین لیا۔ تاجر نے گھوڑے کو تیز کر دیا اور احمد سے پہلے شہر میں داخل ہو کر سب سے پہلے قوناق (سرکاری قصر) کا رخ کیا۔ اور مخبر اوسکے پاس صاحب کی شکایت کی۔ بک نے دریافت کیا۔ کیا احمد موجود ہے۔ تاجر نے کہا۔ وہ آیا چاہتا ہے۔ اسپر اوغلو نے جواب دیا۔ تو اچھا سگ نفر ذلی باہر ٹھیرو اور دیکھو کہ اگر تو سچا ہے تو مجرم کو کیا سزا ملتی ہے۔ اور اگر جھوٹا نکلا تو تیرا کیا انجام ہوتا ہے" چند منٹوں میں احمد بھی آگیا۔ مخبر اوسکی [illegible] جامہ تلاشی کرائی تو چابک اس کے پاس سے برآمد ہو گیا۔ بک کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ اور اوس کی اشارہ کی دیر تھی کہ ملازم قزاق کو دھکیلتے ہوئے کمرہ سے باہر لے گئے۔ اور چشم زدن میں اوسے صحن کے ایک درخت سے پھانسی دیدی گئی۔ پھر اوغلو نے تاجر کو مخاطب کر کے کہا۔ دیکھ عیسائی۔ میں اس طرح انصاف کرتا ہوں۔ خبردار رہو کہ کبھی تیرے برخلاف بھی میرے پاس

لہ کوئی اجنبی [illegible] عیو کبر کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے ؎ ترویاشا ترکی میں عظمت پیار اور تعریف کے لئے ان نوں کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے

شکایت نہ پہنچے۔ جاؤ۔ خاندان اغلو اور تمام دیگر بڑی بڑے ترکی پاشاؤں کی اس خود مختاری اور مطلق العنانی کو آخرش سلطان محمود ثانی نے ۱۸۰۶ء اور ۱۸۲۶ء کے درمیان پہلے محدود اور پھر بالکل معدوم کر دیا۔ یہ خاندان جو پہلے شاہی جاہ و حشمت اور شان و شوکت رکھتا تھا اپنی عیاشیوں اور اسراف اور دوسری طرف قسطنطنیہ کے چند عہدہ داران کی حاسدانہ طمع و حرص کی بدولت اس وقت سابقہ اقتدار و تمول کا عشر عشیر بھی نہیں رکھتا۔ ترکی جاگیرداروں کی شورہ پشتی اور ان کی [illegible] کی مفصل داستان تاریخ خاندان عثمانیہ میں درج ہے۔

نیوب کا بُت

میگنشیا میں انڈوں کی تقسیم کا کام ایجنٹ کے ہی سپرد کیا۔ مسٹر گریفٹ نے شروع شروع میں دخل دیا۔ اس لئے ہمیں سپل یا نیوب کا بت دیکھنے کے لئے تو راً موقعہ مل گیا۔ [illegible] جو [illegible] کے فاصلہ پر ہے اور دنیا بھر میں قدیم ترین شمار کیا جاتا ہے۔ شاخ کوہ پر پہونچ کر ہم کسی قدر مشکل سے اوپر چڑھ کر وہاں پہونچے جس [illegible] آثار لیا۔ وہ ایک نقاب پوش عورت کی پہاڑ کی جانب میں [illegible] ہوئی [illegible] ہے۔ قریب جا کر دیکھنے پر وہ انسانی تصویر کی معلوم ہوتی ہے لیکن ذرا پیچھے ہٹ کر دیکھو تو پوری انسانی شبیہ نظر آتی ہے اور اس کی صناعی نمایاں ہو جاتی ہے۔ اس کی قدامت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہومر کے زمانہ میں بھی لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ اس کو کس نے بنایا ہے۔ اور اس زمانہ میں بھی وہ بہت ہی قدیم سمجھا جاتا تھا۔ اور بعض بعض مقام بوسیدہ ہو گئے ہیں مزید برآں حال میں [illegible] زیادہ [illegible] کی [illegible] کا چونا پھیر دیا ہے۔ بقول [illegible] وقت بھی اس وحشیانہ کارروائی اور [illegible] سیاحوں کا دنیا بھر میں یہی طریقہ ہو گیا ہے۔ کہ [illegible] نام [illegible] قدیم [illegible] ناموں یا ان کے ابتدائی حروف کو کندہ کر دیتے ہیں۔ اور [illegible] آئندہ نسلیں بہت تعریف کریں گی۔

بعض سیاحوں نے [illegible] جا کر دیکھا کہ کبھی انہوں نے اس کی نسبت [illegible] وغیرہ کچھ نہیں ہیں۔ نیوب صرف [illegible] کی جانب میں انسانی کاریگری نے تراش کر بنایا ہو۔ یہاں [illegible] اوغلو خاندان مقتدر رہتا۔ اس زمانہ میں چور۔ ڈاکو۔ قزاق [illegible] حالت نہ [illegible] رہتے تھے اور جان و مال کی بربادی حرایم کا ارتکاب شاذ و نادر [illegible] حالت بدل گئی ہے۔ اور [illegible] کی حمایت و پناہ میں ہوتا ہے لیکن پھر بھی امید ہے کہ ان [illegible] ہی ساتھ لیجاؤ اور دائیں بائیں آگے پیچھے خوب چوکنا ہو کر دیکھتا جائے۔ ورنہ [illegible] پہاڑ کو تھانی قزاق اٹھا لیجائیں جو پھر یا تو زر فدیہ لیکر چھوڑ دیگا یا تم دونوں کان [illegible] کر دینے کو [illegible] کر یگا۔

میگنشیا واپس جا کر ہمنے ایک عجیب بدحواسی کی کیفیت سنی [illegible] دن پہلے کی گئی تھی۔ گربے [illegible] جب گریفٹ کا ایجنٹ انڈے تقسیم کرنے گیا تو اوسنے سنا کہ کوئی شیطان پورنا باٹ یا کسی متصل گاؤں سے آکر مسٹر ممدوح کا فلانہ کا نام لیکے انڈے بیچ گیا ہے۔ جو دیکھنے پر بالکل ناقص معلوم ہوتے۔ ایجنٹ کے پہنچنے پر چند ایک سادہ لوح

نے یہ خریدی تھی اونکو وہو کا کا حال معلوم ہوا باور سخت ست ہٹاتی۔ آخر پہلے انڈوں کو پہینکدیا۔ اور ایجنٹ سے از سر نو حاصل کئے
اسجگہ پچاس اونس انڈے تقسیم کئے گئے جنسے چالیس دن کے بعد ۱۲۵ سیر ریشم کے عمدہ کوئے حاصل ہونگے جو پان آسی بلیسے لائن
پر مینگیشیا سے ساڑھے آٹھ میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ اسمیں ڈیڑھ سو گھر آباد ہیں۔ اور باشندے کل ہم محنتی دیہاتی
یونانی ہیں جن میں سے اکثر انگوروں کی کاشت کرتے ہیں۔ اور اونکی بیویاں اور لڑکیاں مناسب موسم میں ریشمی کیڑوں کی پرورش سے
خاندانی آمدنیوں کو بڑہاتی رہتی ہیں۔ اسجگہ بھی [illegible] اونس اسی چہل پہل میں جسکا ذکر پہلے ہوچکا ہے تقسیم کئے گئے۔ موضع [illegible] خوشنما
نہیں ہے۔ لیکن ملحقہ علاقہ نہایت ہی دلآویز ہے اور اوس کے بہت سے حصہ پر بہت عمدہ کاشتکاری ہوتی ہے۔ مگر اسی قسم کی عمدہ
جیسا کہ ٹرکی میں رواج ہے تقسیم سے فارغ ہوکر ہم سیر کے لئے باہر گئے۔ اور یہاں اونٹوں کا ایک بڑا قافلہ اُترا ہوا دیکھا۔ جو گھنٹہ ایک کی
استراحت کے لئے ٹھیر گیا تھا۔ وہ سمرنا غلہ کی بوریاں لیجا رہا تھا۔ مگر اب بوریاں اونٹوں سے اُتاری ہوئی تھیں۔ یہ قافلہ دیکھکر پہر
وہ زمانہ یاد آگیا جبکہ حضرت یعقوب کے بیٹے اسی طرح مصر سے غلہ لایا کرتے تھے۔ ان بیڈول جانوروں کو جنمیں سے ہر ایک توبڑہ [illegible]
میں منہ ڈالے ہوئے چارہ کہا رہا تھا۔ اور ہر ایک کے دونوں طرف ایک ایک بوری پڑی تھی۔ اور ساتھ ہی ان چھوٹے چھوٹے
گدہوں کو جو اونٹوں کے آگے آگے چلتے ہیں۔ اور قزاق صورت مسلح ساربانوں کو دیکھکر جو پاس کھڑے تھے۔ انسان کو بے
اختیار یہ محسوس ہوجاتا تھا کہ وہ گویا اُس رحمدل فرعون کے زمانہ میں ہے جس نے یوسف کو کل خزانوں پر مامور کیا تھا۔ مجھ سے ضبط نہ
ہوسکا اور میں نے فی الفور اس منظر کا خاکہ اپنی بیاض میں اُتار ہی لیا۔ پشت پر برف سے ڈہنپا ہوا اطمولس کا کوہ عظیم جو کنار میدان پر مینار کی
کیطرح کھڑا ہوا قدیم ساردس کے کھنڈرات کو قدموں میں لئے ہوئے تھا منظر کی دلفریبی کو اور بڑہا رہا تھا۔

فصل سوم

بورناباط میں تقسیم۔ منفو کا سفر۔ ترکی فوجی چوکی۔ ترکوں کی مہمان نوازی۔ علاقہ کی زرخیزی اور عمدہ صحت۔ بت [illegible]
فوجی محافظ۔ واپسی۔ چند ریمارک ملک کی حالت پر۔

یہ ظاہر ہے کہ تقسیم کا سب سے زیادہ زور مسٹر گرلفیٹ کے صدر مقام میں ہوتا ہے مقررہ تاریخکو صبح کے آٹھ بجے تقسیم شروع ہوئی
اُس وقت تک ایک بڑا میلہ لگ گیا جسمیں یونانی۔ ترکی۔ فرنچ اور انگریزی غرض بہانت بہانت کی بولیاں بولی جارہی تہیں
مگر تقسیم میں اسقدر بہیڑ ہوجانے سے کوئی خلل نہ پڑا۔ اور سب خواستگاروں کو اونکے وسایل کے مطابق انڈے تقسیم کئے گئے۔ اس موقعہ پہ
سب سے عجیب امر دیکھنے میں آیا کہ چند برقعہ پوش ترکی عورتوں کے سوائے کل یونانی لڑکیاں اپنی فی الواقع دلکش قومی پوشاک
کی بجائے یوروپین طرز کی پوشاک پہنے ہوئے تہیں۔ سہ پہر کے قریب چند معزز صورت ترکوں نے بھی جنکی عورتوں نے مسٹر گرلفیٹ
کی انڈوں کی متواتر بہت تعریف سنی تہی آکر کچھ انڈے لئے۔ تین بجے تقسیم بند کردی گئی جسے دوسرے دن پھر کام شروع کردیا مسز
گرلفیٹ صاحبہ اور اوسکی نائب کو سپرد کرکے میں مسٹر گرلفیٹ اور اونکا سفری ایجنٹ گاڑی میں بیٹھکر منفو کو روانہ ہوگئے۔
سڑک عمدہ تھی۔ اور رستہ کے مناظر نہایت ہی دلفریب تھے۔ دونوں طرف مسلسل پہاڑ تہا۔ بکو مرغزار کہن سال اشجار زیتون
اور سرو [illegible] وغیرہ کے درختوں کے باغ سلسلہ وار چلے گئے تھے۔ آخر الذکر دونوں قسم کے درخت [illegible] پر تہے اور جا بجا خلیج

سمرنا کی بھی شاندار جھلک دکھائی دیجاتی تھی۔ علاقہ چونکہ نصف راہ تک پہاڑی اور دن گرم تھا۔ بک کیف کی چھوٹی سی جنگی چوکی پر پہونچکر ہم کچھ دیر آرام کرنیکے لئے ٹھہر گئے۔ اور گاڑی سے اترکر چوکی کے برآمدہ میں بیٹھ گئے۔ یہیں بیٹھکر ایک سپاہی قہوہ کی چھوٹی چھوٹی پیالیاں لے آیا۔ اور عذر کیا کہ وہ اس میں قند اسوجہ سے نہیں ڈال سکا کہ اسکی ہفتہ وار رسد ابھی ختم ہوئی ہے اور نیا گودام ابتک نہیں پہونچا۔ اگرچہ اس قہوہ کی خوشبو نہایت ہی عمدہ بلکہ بے نظیر تھی۔ مگر یہ ہر شخص جانتا ہے کہ بلا شیرینی قہوہ شاذ ہی پیا جاتا ہے۔ اور چونکہ یہ قہوہ بہت اعلی قسم کا تھا۔ شیرینی کے بغیر اوسکی تلخی بھی ویسی ہی زیادہ تھی۔ تاہم ہم تینوں نے اس طرح پی لیا کہ گویا ہم نے اسے بہت پسند کیا۔ اور گو حلق جل رہا تھا بظاہر متبسم ہوکر اوسکا شکریہ ادا کیا۔ ترک کی نیت قابل تعریف تھی۔ خواہ اسے یہ خیال بھی ساتھ ہی ہو کہ شاید اس تواضع کے معاوضہ میں دو چار آنے ملجائیں۔ پس ہمیں انکار کردینا یا منہ بنائی سے اوسکی خوشی میں خلل ڈالنا ہرگز زیبا نہ تھا۔

نمفو۔ بوناپارٹ سے بارہ میل ہے۔ اوسکا ملحقہ علاقہ اور بھی دلچسپ اور شاندار دکھائی دیا۔ شہر کے قریب ایک عظیم قلعہ یا قصر کے کھنڈرات پڑے ہیں۔ اس قصر اندرونی کس خوردنی بارہویں صدی میں تعمیر کیا تھا۔ وہ مربع شکل کا ہے اور گو زیادہ رقبہ نہیں مگر بلند بہت ہے۔ اسوقت وہ شاہ دانہ کے اشجار کے باغ سے گھرا ہوا ہے۔ تمام درخت خوب پھیلے ہوئے اور بہار پر تھے۔ یہ کل علاقہ قدیم زمانہ سے انگوروں اور پھلوں کے لئے مشہور چلا آتا ہے جنکی پیداوار یہاں بہت ہوتی ہے۔ اور یونانی باشندوں کا بڑا پیشہ انگوری شراب تیار کرنا اور انگوروں کو خشک کرنا ہے۔ کوچبانوں کا جیسا کہ عام دستور ہے۔ شہر کے قریب پہونچکر ہمارا کوچبان بھی خوب چست ہو گیا۔ اونے گھوڑوں کی باگیں سنبھال لیں اور بڑے بازار میں سے انکو خوب اچھالتا کودتا ایک قہوہ خانہ کے سامنے جا ٹھیرا۔ ہماری آمد کی لوگوں کو اطلاع تھی۔ اور پہلے سے ہی ایک بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ جو ہمارے اسباب کو گاڑی سے نکالکر چشم زدن میں اس مکان پر لے گئی جہاں ہمنے فروکش ہونا تھا۔ یہ مکان ایجنٹ کے ایک عزیز کا تھا۔ تقسیم فی الفور شروع کی گئی۔ اور اوسوقت معلوم ہوا کہ ہمیں کمبلوں میں چند انڈوں سے قبل از وقت بچے نکل آئے ہیں۔ جو سوراخوں میں سے نکلنے کی جدوجہد کوشش کر رہے ہیں۔ مگر چونکہ اب ہم نسبتاً زیادہ تر بہتر مقام میں پہنچ گئے تھے۔ اور نیا کیڑا کوئی نہ نکلا تقسیم عرصہ تک جاری رہی۔ ممالک مشرق میں شفق برائے نام ہوتی ہے۔ دن کے بعد رات اچانک آجاتی ہے۔ اسوقت مالک مکان کی نوجوان عورت یہ خیال کرکے کہ اب بوٹ اوتارنیکا موقعہ آگیا ہے۔ سلیپروں کا ایک جوڑا لائی۔ مگر جب ہمنے شکریہ ادا کرکے اوسے کہا کہ میرے اسکاچ پاؤں انکے بحران سے بڑھے ہوئے ہیں تو خوب قہقہہ اڑا۔ تھوڑی دیر بعد گاؤں کے یونانی ڈاکٹر مجل نے آکر ملاقات کی اور کہا کہ کل وہ ہمارے ساتھ رہکر ہمیں گرد و نواح کے قابل دید مقاموں کی سیر کرائیگا۔ ڈاکٹر بھی دوسرے آدمیوں کی طرح چھوٹی بڑی شکایتوں اور بیماریوں سے بری نہیں منجملہ دیگر شکایات کے ایک اسکی یہ تھی کہ وہ اپنے تھوڑے [illegible] کی زندہ مثال موجود ہے۔ ایسی حالتیں عموماً نفر یا بلا سامان پر گذرتی رہتی ہیں۔ بنا بریں اگر وہ [illegible] تو صحت یابی [illegible] کبھی نہ قیاس کرسکتا۔ وہ جزیرہ مٹی لین کا باشندہ ہے۔ اوسنے بیان کیا کہ ایتھنز میں ڈاکٹری کی تعلیم کی تکمیل پر میں اپنے وطن کو آیا۔ مگر چونکہ وہاں بیماری کا بہت کم وجود تھا۔ یہاں چلا آیا۔ لیکن یہاں آکر معلوم ہوا کہ اسجگہ تو مرتا ہی کوئی نہیں چنانچہ ابتک مجھے اپنی قابلیت ظاہر کرنیکے بہت ہی کم موقعے ملے ہیں۔ اسکا یہ بیان بالکل درست تھا مجھے تصدیق ہو گئی کہ کل ملک میں یہ علاقہ نہایت ہی صحت بخش ہے۔

ڈھیٹھ ہو تو ایسا ہو دوسرے دن ہم کچہری پہنچ کر فارغ ہو کر حاضری پیش کرنے ہی لگے تھے کہ ایک سترہ سالہ لڑکی ہمارے کمرہ میں لیرانہ آئی۔ اور راشن کا ٹکٹ بکس جلدی سے کی اوڑھی ڈالی تھی بڑے غصے سے میز پر کھولا دیتی ہے اس نے ٹکٹوں کا مطالبہ کیا۔ مسٹر گریفیٹ نے بہتیرا سمجھایا کہ یہ انڈے اور ٹکٹ بنے ہی دیا تھا۔ تم کیوں واپس کرتی ہو۔ وہ طبع ہے ہے عورتوں میں اور اتنیں وہ عورتیں سے کوئی فرق نہیں۔ مگر وہ ایک نہ سنتی تھی۔ اسے مسٹر مصلح کی صداقت و ایمانداری پر کچھ بالکل اعتبار ہی نہیں رہ گیا ہوا تھا۔ وہ بدلا دینے کے تقاضوں کو اس طرح سے بڑھاتی چلی گئی کہ کوئی وجہ اوسکی شکایت کی معلوم نہ ہو سکتی تھی۔ اسے جتنا سمجھایا وہ یہی کہتی چلی جاتی۔ نہیں۔ آپ پر وہ مُہر نہیں ہے۔ اس ٹکٹ سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اتنے میں اُسکا ایک بیٹا آگیا اور بتایا نقص یہ ہے کہ ٹکٹ پر مسٹر گریفیٹ کے دستخط نہیں ہیں۔ گزشتہ برسوں میں وہ ہر ٹکٹ پر ہوتے تھے۔ اسلئے اسکی ماں نے سمجھا کہ یقیناً ہو گیا ہے۔ کہ یہ انڈے ضرور ناقص ہیں۔ یہ سنتے ہی ہم بڑے حیران ہوئے اور کہا کہ سابق میں جس قدر انڈے مسٹر گریفیٹ دیتے رہے ہیں وہ بہت عمدہ نکلتے رہے ہیں جسکی خاص وجہ یہ تھی کہ جس طرح اس سے برتن کے ڈھکنے پر جسمیں جنات بند کئے گئے تھے سلیمان کی مہر تھی اسی طرح ان ٹکٹوں پر مالک کا نام ثبت ہوتا تھا جیسا حضرت سلیمان کی مہر کا اثر صاف عیاں تھا ویسے ہی اس دستخط کا لازمی طور پر اثر ہوتا تھا۔ اگر وہ مہر نہ ہوتی تو جنات مدت کی اپنی اسی زندان سے نکلکر انسانوں کے لئے وبال جان ہو جاتے۔ اسطرح اس دستخط کے بغیر کبھی ایسا نتیجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلہ سخن خدا معلوم کب ختم ہوتا۔ مگر جب اسے کہا گیا کہ وہ خود ہی دوسری ٹکٹ کچہری میں سے چُن لے تو وہ خاموش ہو گئی اور خدا خدا کر کے ہماری اس بلا سے خلاصی ہوئی۔ اسطرح کے اور کئی واقعات چند دلچسپ چند ملول اور چند سبق آموز گذرے جن سے عیاں ہو رہا تھا کہ مسٹر گریفیٹ اناطولیہ کو جا کر کیسی بھلائی کا کام کر رہے ہیں۔

انکی تقسیم سے فارغ ہو کر سہ پہر کے وقت ہم ایک پہاڑی نالہ کا منبع دیکھنے گئے۔ جو ڈیڑھ دو میل طویل ایک تنگ گھاٹی سے بڑے زور کے ساتھ بہتا ہوا آٹھ پن چکیوں کو چلانے کا کام دے رہا تھا۔ پھر پہاڑی کی چوٹی پر جا کر ایک پرانے یونانی قلعہ کے کھنڈر دیکھے۔ یہ نالہ چار پہاڑی چشموں کے اجتماع سے بنتا ہے۔ اور گھاٹی میں پن چکیاں والوں کے رزق کا وسیلہ بنتا ہوا شہر کی وسط میں سے گذر کر پائیں میدان کے کھیتوں اور باغات کو سیراب و سرسبز کرتا ہے۔ اسکا منبع خشک نہیں ہوتا۔ پانی ہمیشہ جاری رہتا ہے اور کبھی بھی خشک نہیں ہوتا۔

ترکی حکام کی مروت ہم نے اسی دن مقامی ترک حاکم کو اطلاع کر دی کہ دوسرے دن ڈاکٹر اور میں پہاڑی علاقہ میں جانا چاہتے ہیں۔ شام کو اس خوش اخلاق اعلیٰ عہدہ دار نے مسٹر گریفیٹ کو کہلا بھیجا کہ صبح آٹھ بجے گھوڑے اور چار سپاہی ہمارے لئے تیار موجود ہونگے۔ ہم وقت مقررہ پر مدیر کے پاس گئے جو کمال مروت و احسان سے پیش آیا۔ اور قہوہ و سگرٹ سے ہماری تواضع کی۔ ٹھیک نو بجے ہم قصبہ درہ دور گھوڑوں پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ صبح کو بارش ہو جانے سے راستہ میں کیچڑ ہو گیا تھا۔ پہاڑی پر پیچ راستہ پر ہم ایک دوسرے کے آگے پیچھے ہو گئے۔ سب سے اول دو پیدل سپاہی کیتی سوگز آگے آگے جا رہے تھے۔ انکے بعد اسکورٹ کا افسر نیلی وردی پہنے اور عمامہ رکھے ایک خوبصورت سرنگ گھوڑی پر سوار اپنی بھری ہوئی بندوق کو گھوڑی کی گردن کی برابر رکھے ہوئے۔ اسکے بعد میں پھر ڈاکٹر۔ اور سب سے آخر دوسرا فوجی سوار جو بلا وردی کا وفیس پہنے تھا۔ زمینیں ایسی تنگ اور گہری تہیں کہ شاید ہی نہیں گذر سکتے تھے گر اسکتا۔ اور کسی طرح ہمارا آسن نہ اکھڑ سکتا تھا۔ چاروں فوجی پیدل و سوار

نہایت مستعد۔ منضبط۔ ہوشیار۔ اور قوی عزم کے ساتھ ہی نہایت زندہ دل اور قبول صورت تھی۔ اور جس طریق سے وہ اپنے اسلحہ اور توسنوں کو سنبھالے ہوئے تھے۔ اس سے واضح ہوتا تھا کہ وہ اپنے کام اور فرض سے بخوبی واقف اور اپنی اور نیز دوسروں کی حفاظت کرنے کے عادی ہیں۔ باین ہیئت کذائی ہماری جماعت اون پہاڑوں اور مناظر میں سے گذرتی چلی جا رہی تھی۔ جو حضرت انسان کی ابتدائی تاریخ سے کشت و خون۔ جدال و قتال اور قتل و نہب۔ چوری ڈکیتی سے ہر دلعزیز چلے آئے ہیں۔ جنپر ایرانیوں یونانیوں اور گوتھ قوم کی مخالف فوجوں کے لال پامل گذر چکی ہیں۔ اور جہاں آخری وقت تک قزاقی اپنا حق سفاکانہ اور جزیہ وصول کرتے رہتے ہیں۔

شروع شروع میں راستہ کبھی کھیتوں کے اندر اور کبھی باہر تاکستانوں اور زیتون کے جھنڈوں میں سے گذرا۔ مگر تھوڑی دیر بعد یکسیقد ہ فراخ اور کھلا علاقہ آ گیا لیکن پھر بھی راستہ ایسا بگڑا ہوا۔ اور جا بجا اسقدر متلاطم پالیے آتے تھے اور ہموار زمین پر بھی چھوٹے چھوٹے گول پتھر اس افراط سے بکھرے ہوئے تھے کہ غیر عادی گھوڑا ایک قدم نہ چل سکتا لیکن یہ گھوڑے ایسی تیز قدمی سے گئے کہ حیرت ہوتی تھی۔ بلکہ اگر علاقہ کا گوناں گون منظر ہماری توجہ کو بالکل اپنی طرف نہ کھینچے رہتا تو ضرور خوف بھی معلوم ہوتا کیونکہ چٹان ایک ایک ہزار فیٹ بلندی کی چوٹی سے لیکر دامن تک ایسے بکھرے ہوئے تھے کہ گویا انسانی زمانہ سے بیشتر کسی دیو نے اونکو چیر دیا ہے۔ درحقیقت یہ زلزلوں کی کارستانی ہے۔ مگر اس عام ویرانی اور بربادی کی بھیانک تاریکی میں بھی زراعت عام طور پر ہوتی ہے۔ اور جا بجا دہقانوں کی جھونپڑیاں چٹانوں کی چوٹیوں اور اطراف پر موجود ہیں۔

خراب سڑکوں۔ چٹانوں اور نالوں کی کثرت کے باوصف ہمارے دونوں سپاہی محافظ ایسی تیز قدمی سے چلے کہ انہوں نے ابتدائی فاصلہ میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ اور رائفلوں کو ایسے تھامے رہے کہ فی الفور ان سے کام لے سکیں۔ آخر دو گھنٹوں کی سخت سواری کے بعد ہم ایک گھنی جنگل دار پہاڑ کے دامن میں پہونچ گئے۔ وہاں ہم گھوڑوں سے اتر پڑے۔ اور ایک ہزار فیٹ کی بلندی طے کرکے سیسوتریس کی گرانڈیل سنگین بت کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

زمانہ قدیم کی اس عجیب یادگار کو جو نیز ینوب کے سمت کی طرح پہاڑ کی جانب میں پتھر تراش کر بنائی گئی ہے اور بہاڑ سے ملصق ہے بعض علماء ایسیس دوم شاہ مصر کی شبیہ بتاتے ہیں جسکی نسبت عام مشہور ہے کہ اس نے حبش اور کل ایشیا کو مسخر کیا تھا۔ مصری اور نیز دیگر ممالک کے بادشاہوں کا دستور تھا کہ وہ مسخر شدہ ممالک کے نمایاں حصص میں ایسے سنگین نشان اپنی فتوحات کی یادگار [illegible] ہوتے تھے۔ دیگر علما کا بیان ہے کہ جو فتوحات ایسیس دوم کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ اونکو چھوٹا اونکا چھوٹا سا حصہ بھی [illegible] فرمانروا حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اسلئے اونکا خیال ہے کہ سیسوتریس اسی قسم کا دیوتا تھا کی طرح جو دیگر [illegible] محض ایک فاتح قوم کی فتوحات کی منادی کرنیوالے نشان ہیں۔ ایسا ہی اختلاف اسکی تیاری کی [illegible] تعمیل میں ہے یہ [illegible] قبل مسیح میں تیار ہوا۔ دوسرے [illegible] شاہی خاندان کے بادشاہ [illegible] بتاتے ہیں اور چند ایک بعد کا۔ لیکن اسپر سب متفق ہیں کہ دنیا بھر میں اس قسم کی یہ قدیم ترین یادگار ہے جو اب تک قائم ہے [illegible] یہ مورت پہاڑ کی جانب میں ایک ابھری ہوئی چٹان پر بنی ہوئی ہے۔ اور صرف ایک دیو قامت زرہ پوش [illegible] شکل کی شبیہ ہے۔ دایاں بازو اور ہاتھ سینہ کے آگے ہیں اور بائیں میں ایک برچھی ہے اسکی بڑی دلچسپی کا باعث صرف اسکی

Marfat.com

قدامت اور اوس کے متعلقات ہیں اور نیز یہ امر کہ وہاں تک جاتے ہوئے راستے میں نہایت دلفریب منظر میں ہو کر گذرنا پڑتا ہے اور کہ وہاں پہونچکر چاروں طرف نہایت شاندار نظارہ دیکھنے میں آتا ہے جبتک میں اوسکا خاکہ اوتارتا رہا۔ دونوں سپاہی فوجی بالائی چٹانوں پر اپنی رائفلوں کو سنبھالے ہوئے ادہر اودہر تاکتے رہے۔ خاکہ سے فارغ ہو کر ہم سب نیچے اُتر گئے۔ اور گھوڑوں پر سوار ہو کر تیز رفتار سے منفو کو واپس جا پہنچے۔ واپسی کے وقت سفر نسبتاً جلد طے ہو گیا +

ملک کی حالت لیکن اگر میں اس سفر کے متعلق دو ایک ریمارک نہ کروں تو گویا اُس محنت کو جو اوس کے کرنے میں اُٹھانی پڑی بالکل برباد کرتا ہے۔ صدیوں سے ایشیا کوچک قزاقی کے لئے بدنام اور زرخیزی کے لئے نیکنام چلا آتا ہے۔ اول الذکر کا زور ولایت (آیدین) کے سابق گورنر ہز اکسلنسی حاجی ناشد پاشا کی ہمت اور کوشش اور عزم بالجزم سے بسرعت کم ہوتا چلا گیا۔ اور ادہر آخر الذکر اُس زمانہ سے جبکہ حضرت پولوس مقام افی سس وحشی درندوں سے معرکہ آرا ہوئے کم نہیں ہونے پائی۔ بلکہ جدید خیالات اور ترقیات کی بتدریج نفاذ و اطلاق سے ہر سال بڑہتی چلی جا رہی ہے۔ دہقان اور کاشتکار نہایت جفاکش اور دور اندیش ہیں لیکن ایک کمی کے سب فریادی ہیں۔ تمام ملک عمدہ سڑکیں ہونے سے نالاں ہے اور تاکہ ملک کی بے نظیر زرخیزی سے پورا فایدہ اُٹھایا جا سکے اور اوس کو وسایل پیداوار کو کافی نشو و نما ملے۔ انکا بلا توقف انتظام ہونا نہایت ضروری ہے بلورنا بات سے منفو تک عمدہ سڑک موجود ہے۔ اور اوسپر گاڑیاں ویسی ہی آسانی اور آسایش سے چلتی ہیں جیسی کہ انگلستان کے رستوں اور باغات کی سڑکوں پر۔ مگر افسوس سب جگہ ایسی سڑکیں نہیں۔ ایشیائی ٹرکی کے سوائے یہ عجیب تماشا کہاں زیادہ عرصہ قائم رہ سکتا ہے کہ نہایت بیش قیمت قالین قصبہ عشاق سے جہاں وہ بنتے ہیں قریب ترین ریلوے سٹیشن الہ شہر تک ستر میل کی مسافت اونٹوں پر لد کر آتے ہیں اور راستہ میں موسم کی ہر قسم کی تغیر و تبدل کا اونکو نشانہ بننا پڑتا ہے۔ یہ ستر میل کم از کم پانچ دنوں میں طے ہوتے ہیں۔ اور ایسا عموماً ہوتا ہے کہ قالینوں کی گٹھڑیاں جن میں سے اکثر فی الواقع نادرہ روزگار اور صناعی کا کامل نمونہ ہوتی ہیں۔ موسلادہار بارش سے خراب ہو جاتی ہیں۔ کاروانوں کو بسا اوقات متلاطم اور کمال تندی سے بہتے ہوئے پہاڑی نالوں اور سیلابوں میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ اور کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ اونٹ قالین اور انسان سب کے سب بہہ جاتے ہیں۔ یا آب مواج میں اگر غرق ہونے سے بچ رہیں تو نیم غرق ضرور ہو جاتے ہیں چنانچہ یہ ریمارک نقص چھانٹنے اور نکتہ چینی کی غرض سے نہیں کئے بلکہ اس غرض سے کہ ملک کی فایدے کے لئے اصلاحات اور ترقیات کی تعداد افزوں اور اونکی رفتار تیز کر دی جائے +

له یہ قابل عہدہ دار تحریر مندرجہ بالا کی بعد ترقی پا کر شام کی گورنری پر تبدیل ہو گئے جس جگہ بھی وہ یقیناً تجارت کو فروغ دینے سلطان المعظم کی رعایا اور اجنبیوں میں دوستانہ تعلقات کو مستحکم کرنے اور غارتگر قبایل کی لوٹ مار کا انسداد کرنے میں جو عزم سے ارض مقدس کے لئے وبال جان ہو رہے ہیں ویسے ہی کامیاب ثابت ہوں گے جیسے کہ ولایت آیدین میں۔ سمرنا اس ولایت یا صوبہ کا صدر مقام ہے۔ کو کران۔ مترجم یہاں پر یہ اشارہ کر دینا ضروری سمجھتا ہے کہ سڑکوں کی بارہ میں صاحب موصوف کی تمنا بہت کچھ پوری ہو چکی ہے +

Marfat.com

فصل چہارم

ترکی قالین

قالینوں کی ابتدا۔ ایشیا کوچک میں جو بچھونے بنائے جاتے ہیں۔ ہندوستان افریقیہ میں یہ قدیم صنعت [illegible] فرانس سالانہ ڈیوک آف کمبرلینڈ کی سرپرستی۔ ترکی صنعت عشاق بچھونے کو لاتا [illegible] مقام میں عشاق کے کچھ حالات۔ یورپین کلوں کا استعمال ترک۔ سوت کاتنے رنگنے اور بچھونے [illegible] کیفیت [illegible] ایک قالین کے متعلق عجیب کہانی مسٹر گرینیٹ کا [illegible]۔

پرانی عادت [illegible] غالباً دلچسپ میدان [illegible] ایجاد کا باعث ہوئی تھی۔ [illegible] تھی۔ مگر معمولی طبیعت [illegible] قالین حضرت [illegible] کر گئے۔ انکی [illegible] میں قالین [illegible] تعیین نہیں کیا جا سکتی [illegible] ایشیا میں کمال درجہ [illegible] فرش ہوتا تھا [illegible] اسکے ثبوت میں یہ بھی پیش کیا گیا [illegible] زمانہ میں انگلستان اور فرانس [illegible] قالینوں کا کوئی نام [illegible] ٹکڑے ان ممالک میں آئے شروع [illegible] ۱۵۱۱ء میں جا کر امراکو یہ بات نصیب ہوئی کہ انہیں اپنے پلنگوں کے پاس [illegible] تک مہتوں کی سوا اور بہت کم لوگ انکو خریدنے کی جرأت کر سکتے [illegible] اور اس لئے انکی قیمت نہایت گراں تھی۔

یورپ کے ممالک میں سب سے اول جس ملک نے اس صنعت کو شروع کیا وہ فرانس [illegible] سے پہلے خریدنا شروع نہ کیا تھا مگر صنعت میں اس نے [illegible] ۱۶۰۵ء میں اسکا پہلا کارخانہ پیرس سے چند میل کے فاصلہ پر بمقام [illegible] موجودہ قالینوں کی کل خالص اون کی قالین جس طرح مخمل بنی جاتی ہے [illegible] سو برس تک فرانس اس صنعت کا واحد مالک رہا۔ ۱۷۵۰ء میں دو فرنچ کاریگر اپنے مالکوں سے ناراض ہو کر لندن چلے گئے اور وہاں اس صنعت کو پہلی مرتبہ جاری کیا۔

Marfat.com

رفتہ رفتہ اسکا عام رواج ہوگیا اور ۱۷۶۶ء میں برطانیہ کی اولوالعزم کارخانہ داروں نے اس ملک [illegible]
کارخانے کھولدیئے۔ ڈیوک آف کمبرلینڈ اور کئی دیگر امراء نے انکی سرپرستی کی۔ اور کئی فرانسیسی صناع بھی ان کارخانوں میں شامل ہو گئے
میں ایک شخص مسمی مسٹر پیوزی ترکی قالینوں کا بہترین نمونہ تیار کر کے انجمن فنون کا انعام حاصل کیا۔ اُس وقت سے یہ صنعت کافی ترقی
میں پھیل گئی۔ اور جہاں کہیں تہذیب و صناعی کا قدم پہنچا وہاں یہ بھی پہنچ گئی۔ اور گزشتہ سو برسوں میں اس نے ایسی ترقی کرلی کہ انگلستان
اور یورپ کے تمام ملکوں میں ترکی۔ آکس منسٹر[1] ولٹن[2]۔ اور کڈرمنسٹر[3] کے بہترین صناعی کے نمونے ہو بہو تیار ہونے لگے۔ اس صنعت کے
عام رواج کا ناظرین کو اس سے اندازہ ہو جائیگا کہ صرف برطانیہ کلاں میں اس وقت قالین بافی کے لئے اٹھائی لاکھ دستی اور ۲۰ ہزار [illegible]
طاقت سے چلنے والی کرگھے موجود ہیں آخر الذکر کا رواج ۱۸۸۰ء میں ہوا۔ ان کل کرگھوں پر بالاوسط ۳۵ لاکھ گز طویل اور تیس انچ
عریض قالین یومیہ تعطیلوں کو چھوڑکر، تیار ہوتے ہیں۔ لیکن یورپین صنعت و رقابت کی اس حیرت انگیز مستعدی کے باوصف ترکی
قالین اپنی دیرپا اوصاف و ملائمیت۔ رنگوں کی موزون اجتماع و آمیزش نقش و نگار کی ملاحت و لطافت اور سادگی کی وجہ سے دنیا
نظروں میں کھبی جاتی ہے اور شوخی کا نام نہیں رہتی۔ خریداروں کی نگاہیں بدستور اعلیٰ قدر و منزلت رکھتے ہیں۔ بنا بریں اس موقعہ پر قالینوں
کے متعلق کچھ تذکرہ کرنا بے محل نہ ہوگا۔ حالات متعلقہ زیادہ تر مجھے سمرنا کے سوداگران مسٹر گریفٹ (باپ و فرزند) سے جنکی کوٹھی پچاس برس سے
یہ بیوپار کر رہی ہے معلوم ہوئی ہیں۔ جب کوئی نوجوان جوڑا جنکا عنقریب عقد نکاح ہونیوالا ہو۔ اُس دوکاندار کے پاس جاکر جسے وہ اپنے مستقبل
مکان کی آرائش کا انتظام سپرد کرنیوالا ہوں۔ ترکی قالین دکھانیکے کہیں گے تو جنکو وہ پیش کریگا وہ غالباً عشاق کی قالین ہونگی۔ بالفاظ
دیگر یہہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اگرچہ ایشیائے کوچک کے دو اور قصبات غیوردیس اور کولا میں بھی قالین تیار کئے جاتے ہیں۔ مگر یورپ میں ترکی
قالینوں کا اطلاق عموماً انہی قالینوں پر ہوتا ہے جو صرف عشاق میں تیار کئے گئے ہوں۔ آوّل الذکر دونوں قصبے جنکی آبادی بارہ بارہ ہزار
کی ہے سمرنا سے ڈیڑھ ڈیڑھ سو میل کے فاصلہ پر واقع ہیں ان تینوں مقامات کی ساخت میں بے شک فرق ہے۔ لیکن جزئی غیوردیس
کے قالینوں کی بناوٹ عشاق کے قالینوں سے زیادہ اور کولا کی قالینوں کی کم گفدار ہوتی ہے۔ اسلئے گو میں عشاق کی صنعت کا ذکر کرونگا
لیکن وہ تینوں کے حسب حال ہوگی۔

یہ صحت بخش تجارت گاہ ایک نہایت ہی زرخیز ضلع کے وسط میں جہاں گندم اور دلونیا کی پیداوار بکثرت ہوتی ہے ایک وسیع
سطح مرتفع پر جو سطح سمندر سے تین ہزار فیٹ بلند ہے واقع ہے۔ ضلع مذکور اور اس کے متصلہ اضلاع میں پہاڑوں کے دامن اور [illegible]
سبزہ زار اور لہلہاتی ہوئی فصلوں سے ہمیشہ ایسے سرسبز اور شاداب رہتے ہیں کہ جولائی کی سوزندہ دھوپ میں بھی انسان کی طبیعت کند
نہیں ہوتی۔ یہہ علاقہ اس علاقہ کے مقابلے پر جو ساحل سے قریب ہے اور اس کی سطح چنداں بلند نہ ہونیکی وجہ سے گرمی میں بالکل جھلس جاتی
ہے بلامبالغہ بہشت بریں ہے۔ اس قصبہ میں تخمیناً ساڑھے تین ہزار گھر آباد ہیں۔ ۲۳ سو مسلمانوں کے ہیں اور باقی عیسائیوں کے۔ چند سرکاری
عمارات کے سوا سب کے سب کچی اینٹوں اور لکڑی سے بنے ہوئے ہیں۔ عشاق سردست عملی عزم و اصلاح کی پہنچ سے کسیقدر باہر ہے
کیونکہ سمرنا قصبہ ریلوے کے انتہائی اسٹیشن الاشہر سے اور اسکا فاصلہ ستر میل کے قریب ہے۔ اور زمانہ قدیم کیطرح اب بھی اونٹوں خچروں اور
یروشلیم کے حقیر یابوؤں کے سوا اور کوئی سواری نہیں پائی جاتی۔ اگرچہ قالین بافی کی صنعت یہاں قدیم الایام سے چلی آتی ہے مگر [illegible]

[1] و [2] و [3] انگلستان کے تین شہروں کا نام ہے جہاں قالین اور اونی پارچات کے کارخانے بکثرت موجود ہیں۔ مولف

Marfat.com

سمرنا میں جو فیکٹری یا کارخانہ کہا جاتا ہے کل شہر میں وہ ایک بھی نہیں۔ کل کام لوگ اپنے اپنے گھروں میں کرتے ہیں قالین کی زیب کی اُون سے جو موسم بہار میں ہمسایہ ترکمان قبایل سے حاصل کی جاتی ہے بنائے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے مر متصلہ نالیوں ہوتی ہیں پھر شہر کی بڑھیا عورتیں اوسے تومتی اور کاتتی ہیں۔ الغرض شہر کے تقریباً تمام باشندے اس صنعت کی کسی نہ کسی شاخ میں مصروف رہتے ہیں تاکہ مختلف رنگوں کے سوت بننے کے وقت نقشہ کے مطابق آپس میں خوب پیوست ہو جائیں سوت نرم کاتا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے عشاق کے قالین یورپ کے اکثر کلوں سے تیار شدہ قالینوں کی نسبت جو نہ ملائم شوخ اور کھردرے ہوتے ہیں بہت نرم اور رنگت میں ملیح اور موزوں ہوتے ہیں۔

چند برس ہوئے ایک شخص نے اونی سوت کاتنے کی مشین قائم کی تھی۔ مگر اوس کے سوت سے جو قالین تیار کئے گئے وہ یورپین قالینوں کی طرح سخت اور بے لچک تھے چنانچہ چند دنوں کے بعد مشین کو سلام کر دیا گیا اور جو شخص مشین لے کر عشاق گیا تھا وہ روپیہ پر پانی پھیر کر سمرنا واپس آگیا۔ عشاق کے قالین اور کل کے بنے ہوئے قالین میں جو فرق ہے وہ بعینہ ویسا ہے جیسے ایک غیر مبصر کی نگاہ بھی ایک خوبصورت اور نہایت استادی سے بنائی گئی۔ آبی رنگ کی دستی تصویر کے نیم مستانہ انداز اور چھاپہ کی روغنی تصاویر کی بے حجابانہ شوخی اور بھڑک میں فی الفور معلوم کر لیتی ہے۔

جب اون سے سوت تیار ہو جاتا ہے تو ہر جمعرات کو اوس کی فروخت کے لئے شہر میں منڈی لگتی ہے جس میں صبح سے شام تک بیچنے اور خریدنے والوں کا جمگھٹا رہتا ہے۔ سالٹا کی پردہ بنانیوالوں کی طرح یہاں بھی رنگنے کو پہلے باشندے ہی رنگا کرتے تھے۔ مگر اب رنگریزی علیحدہ کام ہو گیا ہے۔ یہ امر بھی قابل بیان ہے کہ ایک حال کے سلطان (جو غالباً عبدالعزیز یا عبدالمجید ہوگا) کے عہد میں انیلینی شوخ رنگوں کا جو عام رواج ہو گیا تھا۔ اسے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور اب پھر رنگریز نباتاتی مصالح استعمال کرنے لگ گئے ہیں۔ مثلاً سرخ رنگ کے لئے مجیٹھ سبز و زرد رنگوں کے لئے زرد آلو۔ نقرئی اور بھورے رنگوں کے لئے دلونیا صنوبر اور نیلگوں رنگوں کے لئے نیل۔ قرمز یا کرم دانہ کا گو پہلے جیسا زور نہیں رہ گیا مگر پھر بھی اوسکا رواج ابھی ہے۔ قصہ مختصر پیشتر اسکے کہ تانا بانا تیار یا نقشہ و نمونہ بافندوں کے لئے مرتب کیا جائے ہر مطلوبہ رنگ اور اوس کے مختلف مراتب و مدارج کے رنگ نہایت آسان ذرایع سے تیار کر لئے گئے ہوتے ہیں۔ بُننے کا کام ہاتھ سے کیا جاتا ہے۔ [illegible] ضلع لنکاشائر۔ گلاسگو۔ اڈنبرا۔ ڈنڈی اور دیگر بڑی بڑی پارچہ بافی کے مرکزوں کے عظیم الشان دخانی کارخانوں کی [illegible] کثرت کے باوصف آجکل بھی برطانیہ کلان کے بیشمار دیہات میں کل کی آواز برابر سنائی دیتی ہے لیکن [illegible] اور اسکا حصہ ایک گھر کھلنے کا کارخانہ رنگنے کی دوکان یا گرہوں کا مخزن ہے اور جسکا ہر ایک باشندہ صناع ہے۔ اور وہاں کاروبار کا شور و غل ہر وقت برپا رہتا ہے۔ اس چھوٹے اونزا کی خوش آیند آواز کبھی سنائی نہیں دیتی۔ ناظرین اسے [illegible] گے لیکن یہ درست ہے کیونکہ ان قالینوں کی بناوٹ میں صرف انسانی انگلیاں کام کرتی ہیں۔ [illegible]

ہر گھر کے صحن میں معمولی لکڑی کی چھپر یا برآمدوں کے سایہ میں یہ کرگھے جو سیدھے سادے مگر مضبوط بنے ہوئے ہیں لگے ہیں۔ سال بھر خواہ گرمی ہو یا سردی آندھی ہو یا بارش یہیں رہتے ہیں۔ اور گھر کی عورتیں۔ لڑکیاں۔ مزدور اور کام سیکھنے والی عورتیں اور لڑکیاں انپر کام کرتی رہتی ہیں جاڑوں میں جب انگلیاں ٹھٹھر جاتی ہیں تو انکو دہکتے ہوئے کوئلوں کی چھوٹی چھوٹی انگیٹھیوں پر گرم کر لیا جاتا ہے۔ کرگھہ دو متوازی بیلنوں سے جو ایک دوسرے سے تقریباً پانچ فیٹ کے فاصلہ پر اوپر نیچے ہوتے ہیں [illegible]

ہوتا ہے۔ ان بیلنوں کو دو سیدھے بلے سہارا دیتے ہیں نچلی بیلن پر کاریگر دو زانو بیٹھتے ہیں ہر ایک کاریگر قالین کے عرض میں سے کوئی دو فیٹ
پر کام کرتا ہے۔ تانا اوپر کے بیلن پر لپٹا ہوتا ہے اور اسکا سرا نچلی بیلن سے جسپر قالین تیار ہوتا جائے لپیٹ دیا جاتا ہے۔ بیلنوں کے پیچھے
ہیں بالائی بیلن ایک دوسری متوازی شہتیر سے جو اوپر کو ہوتا ہے رسیوں سے بندھا ہوتا ہے نقشہ کے مطابق مختلف رنگوں کے دھاگے
کے گچھے نال کے بغیر تانا سے قطار در قطار بندھے ہوئے باندھ دیے جاتے ہیں۔ ہر آویزاں ہوتے ہیں بانا ہر ایک سے ڈالا جاتا ہے پھر اسپر ایک لوہے کی
کنگھی سے خوب ٹھونک دیا جاتا ہے۔ اور گرہوں کو خوشنما قینچی سے جو نقشہ کی نہیں ہوتیں بالکل سطح کے برابر سے کتر دیا جاتا ہے
دن بھر ہر ایک بافندہ بالاوسط باڑی ۴۴۰۰ - ۵۴ تارے ڈال سکتا ہے جسکی اجرت ۲۰ سے لیکر ۵ ترک ملتی ہے یعنی اگر دن بھر کا کام مقدار
میں زیادہ نہیں تو ایسی مزدوری بھی تھوڑی ہے۔ اس اجرت اور نیز سردیوں میں جو تکلیف کاریگروں کو اٹھانی پڑتی ہے اسکے لحاظ سے
یورپ کے کاریگر جنکو معقول اجرت ملنے کے علاوہ ملک کے زیادہ سرد ہونے کے باوجود بہت سی آسائشیں حاصل ہوتی ہیں اپنے ایشیائی بھائیوں
سے بہت فائدے میں رہتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی نظر رکھنا چاہیئے کہ ایشیائی لوگ یورپ کے اکثر مزدوروں کی نسبت بدرجہا زیادہ
کفایت شعار کم خرچ اور خوش مزاج ہوتے ہیں ایسے مقام میں جہاں اس صنعت کے سوا اور کسی کا نام و نشان بھی نہ پایا جاتا ہو بن بتلائے
بھی یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس نہایت قدیم صنعت کے متعلق نمونے اور طریقے شاذ و نادر ہی بدلتے ہونگے نئے نقشوں کو رائج کرنیکی کئی
دفعہ کوشش کی جا چکی ہے۔ مگر اسے فروغ نہیں ہوا کیونکہ نئے نمونوں کیلئے ضروری ہے کہ پہلے انکو بڑے نمونہ پر تیار کیا جائے علاوہ
بریں انہیں کاریگروں کو دھاگوں کے گننے میں اسقدر وقت صرف کرنا پڑتا ہے کہ وہ دن بھر میں بہت کم کام ختم کر سکتا ہے۔ اور
ظاہر ہے کہ جتنا کام کم ہوگا۔ ویسی ہی اسکی اجرت کم ہوگی۔ برعکس انکے ماہر کاریگروں کو پرانے نقشے ایسے ذہن نشین ہو گئے
ہوتے ہیں کہ انہیں کاغذی نقشوں کو دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی اور انکا کام کئے چلے جا سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ اس زرخیز ملک میں جو بنی نوع انسان کا گہوارہ ہے قالین بافی ہی نہیں ہر ایک قسم کی دوسری
تجارت و صنعت کی ترویج فروغ اور نشوونما میں بڑی رکاوٹ حائل ہے کہ حسب ضرورت سڑکیں موجود نہیں اور جو ہیں وہ
چند ایک کے سوائے بالکل ہی ناقص و خراب حالت میں ہیں یہ اوپر بتا چکا ہوں کہ عشاق کی بیش قیمت اور خوبصورت قالینوں
کی ڈھوئی کیلئے ستر میل کی مسافت میں بارکش جانوروں کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں اور ایسی صورت میں ان قیمتی چیزوں کو جو نہایت
احتیاط کی مستحق ہیں پانچ چھ دن تک موسم کے ہر طرح کے تغیر و تبدل کا آماجگاہ رہنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اونٹ کی باوقار رفتار
جبکہ اسپر سامان کا بوجھ بھی لدا ہو کبھی اڑھائی میل فی گھنٹہ سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ سڑک محض ایک پگڈنڈی ہے جو چٹانوں میں
عام آمد و رفت سے بن گئی ہے۔ اور راستہ میں طوفانوں کا ہی اندیشہ نہیں رہتا بلکہ کوہ طورس پر برف کے پگھلنے سے دریا ہر موسم میں
اچانک طغیانی پر آتے رہتے ہیں۔ مگر سنا جاتا ہے کہ اس اہم و ضروری صیغہ (آمدورفت) کی حکام کو جنکا صدر مقام سمرنا واقع ہے خرابی اور نقص
عظیم کی طرف توجہ ہو گئی ہے اور کسی امر کی طرف توجہ ہو جانا اسکا پہلا مرحلہ ہے۔ اور اس صورت میں یہ امید رکھنا بیجا نہ ہوگا کہ وہ دن
دور نہیں جبکہ سڑکوں پر کنکر اور پتھر کوٹنے کا دخانی بیلن جسکا برطانیہ میں عام رواج ہو رہا ہے عشاق کی سڑک تیار کر رہا ہوگا بلکہ
شاید خود ریلوے لائن ہی جلد اس مقام تک بڑھا دی جائے۔

ترکی قوم کی روزمرہ کی زندگی اور معاشرت میں بعض اوقات محض قالین بھی جو نمایاں و عجیب و غریب حصہ لیتا ہے اسکی مندرجہ

Marfat.com

قبلہ ہندوستان ہی تصحیح ہو جائیگی - ۲۰ جولائی ۱۹۰۸ء کو ایک یادگار جو ترکوں کی نگاہ میں نہایت ہی زیادہ قدر و منزلت رکھتی تھی ایک خانی جہاز سے جو جدہ سے ابھی پہنچا تھا سمرنا میں اتاری گئی - خود گورنر جنرل اور نائب گورنر استقبال کے لئے ساحل تک گئے - اور سمرنا کی فوج کے ایک دستے نے جب وہ یادگار خشکی پر اتاری گئی تو اس کی سلامی اتاری - مسلمان باشندوں کے ہجوم کا تو کیا ٹھکانا تھا - یہ یادگار یا تبرک کیا تھا - ایک خوب پوشیدہ جامہ جس کی نسبت [illegible] کہا جاتا ہے کہ [illegible] برس پیشتر حضرت سرور کائنات اسے زمانہ پر پہنا کرتے تھے [illegible] آنحضرت [illegible] ان کو بطور یادگار عطا کردیا اور اس خاندان والوں [illegible] نسلاً بعد نسل [illegible] ۱۸۵۸ء میں جب دو نوجوان ترکہ آبائی کے وارث ہوئے تو ان میں اس کے قبضہ کی نسبت نزاع ہوگئی [illegible] چھوٹے بھائی نے بڑے کو دھمکی دی [illegible] شریف مکہ کو خبر کرتا ہوں [illegible] نہیں پہنچیگا [illegible] کہ ایسا تبرک تم نے اپنے پاس [illegible] رکھا اور شریف کے حوالہ نہ کردیا - بڑے بھائی [illegible] لیکن اگر اس تبرک کو میرے قبضہ سے نکل ہی جانا ہے تو سلطان کو کیوں نہ دے دوں [illegible] ثبوت فراہم کرکے چپکے سے مکہ سے [illegible] کو یہ تبرک سمرنا پہنچا [illegible] گورنر جنرل [illegible] اور فوج کو لیکر جہاز کے پہنچنے سے پہلے ساحل پر [illegible] دیر کے لئے سمرنا میں اتار کر اس کی زیارت کی جائے [illegible] جہاز سے اتارا گیا - فوجیں [illegible] صف بستہ کھڑی تھیں [illegible] نوبت سب سے آخر جامع مسجد کے قریب پہنچ کر [illegible] غلاف میں لپٹا ہوا منبر پر رکھ دیا گیا [illegible] نفل پڑھ کر [illegible] اور جہاز کو واپس لے جاتے وقت ہزاروں اشخاص نے [illegible] خشوع اور خضوع سے بوسے دیئے - اس چھوٹے سے واقعہ سے یورپین قیاس کر سکتے ہیں [illegible] ابھی تک بھی کیسی قدرت حاصل ہے*

ترکی قالینوں کے نقشوں اور رنگوں [illegible] دونوں امور کی اصلاح و ترقی کے لئے [illegible] کوشش کی [illegible] نہیں کی - مگر جو صنعت تاریخی زمانے سے [illegible] اب تک تقریباً وہی چلے آتے ہیں - [illegible] اپنی طرف سے کوئی نیا شکل داخل کر سکتا ہے یا پرانی صنعت [illegible] باشندوں کی زبان اور مذاق سے واقف ہو [illegible] تجربہ - اور [illegible] کام لیا جا سکتا ہے [illegible] مسٹر گریفیٹ [illegible] اور قسطنطنیہ اور ایشیائے کوچک کے حکام اس کو بھی [illegible] مسٹر گریفیٹ ساکن لورنا باٹ کا ایسی ممنون

احسان ہیں جس کے بار گراں سے وہ بمشکل سبکدوش ہو سکیں گے۔ ملک کی وہ نہایت قیمتی ملکی صنعتوں میں سے ایک یعنی قالین بافی کے قائم رہنے اور فروغ پانے کا باعث اگر کوئی ہے تو یہی کوٹھی۔ اور دوسری صنعت یعنی ریشم کی پیداوار اگر پھر زندہ ہوئی ہے تو محض مسٹر گریفیٹ کی طفیل۔

فصل پنجم

سمرنا میں یونانی انسٹی ٹیوشن۔ یونان کی آزادی کی سالگرہ۔ آبادی کا اندازہ۔ یونانیوں کی ترقی کی وجوہات۔ شاہ جارج سمرنا کے یونانی اعلیٰ عہدہ داران مذہبی۔ ایسٹر کا تیوہار۔ یونانی ہسپتال۔ یونانیوں کی فیاضی۔ تعلیم کا شوق۔ گلیڈسٹون کی ہر دلعزیزی۔ سلطان معظم کی قدر شناسی۔ لارڈ کرزن۔ ایتھنز کے امریکن پادری۔ یارکی مسیحی ہمدردی کا نمونہ

یونانی آزادی کی سالگرہ ۶ اپریل کو یونانی آزادی کی سالگرہ تھی۔ یونانیوں نے آخری مرتبہ ۱۸۲۱ء میں اسی تاریخ کو اپنی آزادی کا اعلان کیا تھا۔ ایسے واقعات اور تاریخوں کو دنیا کی ہر قوم کی نظروں میں ہمیشہ نہایت عظمت حاصل رہتی ہے۔ پس یونانیوں کے اس تاریخ کو انتہا مسرت ظاہر کرنے پر کوئی تعجب نہیں ہو سکتا۔ اسی تقریب سے مجھے اس فصل کے لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ یونانیوں نے اس دن ایسی خوشی منائی جس کا کوئی حد وحساب نہیں ہو سکتا۔ ان کے کلیساؤں میں تل رکھنے کی جگہ باقی نہ رہی تھی۔ شکرانہ کے سرود گائے گئے۔ اور شاہ جارج کی درازی عمر کے لئے دعائیں نہایت خشوع وخضوع سے مانگی گئیں۔ غربا بھی اپنے متمول ہمسائیوں کی فیاضی سے اس روز ہر طرح کے غم والم سے آزاد نظر آتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کے سینکڑوں جلوس جن کے آگے باجا بجتا تھا بازاروں میں گشت کر رہے تھے۔ اور ہر قصبہ و گاؤں میں یونانی پیر وجوان دو دن سے از صبح تا شام بندوقوں اور پستولوں کی شلکیں کر رہے تھے۔ نیک طینت ترکوں نے کسی طرح کی بھی مزاحمت نہ کی نہ خفگی اور ناراضی کا ہی کوئی اظہار کیا۔ اور یہ تقریب بھی خوشی کسی طرح کی شور و ہنگامہ کے خفیف ترین شائبہ کے بغیر ختم ہو گئی۔

یونانی آبادی گزشتہ ۵۰ برسوں میں ایشیا کوچک میں یونانیوں نے ایسی ترقی کر لی ہے جو حیرت انگیز ہے۔ ایشیائے کوچک کی تمام آبادی کی مردم شماری کی نسبت جو ابھی مکمل نہیں ہوئی ۱۸۸۵ء میں جو رائے قائم کی گئی تھی وہ دس لاکھ ۲۰ ہزار ہے۔ اس میں سے قریب یونانی ہیں جن میں سے ۱۰۸۴۳ صرف ... اور ... ہیں۔ ... توم الجزائر کے ترکی جزیروں یورپ کے ترکی مقبوضات اور خود قسطنطنیہ میں بھی بہ کثرت موجود ہیں۔

ان کی ترقی کی وجوہات اس امر کی تو کئی وجوہات ہیں کہ اس قوم نے جو کبھی نسبتاً بہت قلیل التعداد تھی۔ اب ترکی کے مقبوضات میں آبادی۔ اور تمول دونوں لحاظ سے کس طرح ایسی ترقی کر لی ہے۔ لیکن ان کی سریع دماغی اصلاح و ترقی تحریک کی صرف دو ہی

Marfat.com

بھی نہیں ہیں - اور وہ یہ ہیں ذلیل و پست کنندہ توہمات و بریہ کی غلامی سے آزادی - اور تعلیم کا عالمگیر اور بے انداز شوق و محبت ممکن ہے کوئی شخص اعتراض کرے کہ اس ترقی و کثرت کو انہیں کی ہمت و کوشش کی طرف منسوب کرا دینا اسکا کریڈٹ کلیم انہی کو دینا درست نہیں - ان سے ترکی افواج بری بحری میں خدمت نہیں لی جاتی - اس لئے وہ فوجی خدمت کے لازمی نقصان جان سے محفوظ نہیں رہتے بلکہ فوجی میدان ان کو مسدود ہونیکی وجہ سے انکو مجبوراً عام تعلیم اور تجارت وغیرہ مشاغل امن کی طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے - لیکن اس وقت یہ سوال کچھ چنداں قبیح نہیں یہ درست ہے کہ فوجی خدمت سے معاف ہونا انکی آبادی کے سریع اضافہ کا باعث ہے - مگر تعلیم کی عالمگیری - اور انکا پھر تجارت صنعت و حرفت اور دیگر پیشوں میں ویسی ہی دستگاہ اور فروغ حاصل کر لینا جیسے کہ کسی زمانہ میں انکو پہلے حاصل تھا - یہ صرف اس قوم کی جبلی اور ذاتی اوصاف نیک کا نتیجہ ہے ۔

شاہ جارج } یونانی معاملات کے متعلق جو لوگوں کا مطالعہ یا علم قدیم تاریخ تک محدود ہے وہ اس کسی زمانہ میں غالب اور مسرور اور وہ قوم کے عرصہ دراز تک تمن طاقت کی انتہا کے بعد اقوام یورپ میں گمنام محض رہنے کو بہ نظر تعجب دیکھیں گے لیکن تھوڑے سے غور و فکر اور تلاش و تحقیقات سے معمہ حل ہو جائے گا - اور تعجب کرنیوالوں پر اسکی وجہ ظاہر ہو جائیگی - اور اور بھی معلوم ہو جائیگا کہ قدیم عہد کی طرح یونانیوں کو بھی جدال و قتال مختلف آقاؤں کی تغیر و تبدل اور سلسلہ غلامی کا زمانہ دراز تک آماجگاہ رہنا پڑا - اور ان کا ناشایستہ سے شایستہ قوم کو بھی ذلیل اور تقریباً وحشی بنا دینے کیلئے کافی ہے ناکسی دلیل کا محتاج نہیں - مدرسہ کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ سلطنت روما کے آخری زمانہ کی خونریزیوں اور غضبناک فاصلوں میں یونانیوں کی بھی بڑی گت ہوئی تھی جبکہ ان کی سرزمین کو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے اور کینہ سے لبریز رقیبوں کا ہمیشہ تختہ مشق اور جولان گاہ رہنا پڑا تھا اسی طرح کون نہیں جانتا کہ قیصر آگسٹس کی تخت نشینی پر جب پھر امن و امان کا زمانہ شروع ہو کر تقریباً دو سو برس تک قائم رہا تو یونانیوں نے کیسی جلدی اپنی حالت پھر سنبھال لی اور عیسائی مذہب قبول کر کے ہزاروں گرجے تعمیر کئے - اور اسکی اشاعت کیلئے واعظ و منادی بن گئے - اگر یہ عارضی اتحاد و امن کے دور مسلسل قائم رہتے تو یونان کو اس وقت یورپین اقوام کے خاندان میں سب سے گمنام اور کمزور رکن کی بجائے غالباً آج تقریباً وہی شان و شوکت حاصل ہوتی جو زمانہ قدیم میں اسے حاصل تھی - لیکن ایسا ظہور میں نہ آیا - اس کی سرزمین سلیوہ البانوی اور بحر بلتہ شمال کی دیگر فاقہ مست دل بادل اقوام کا صید گاہ بن گئی - اور انہوں نے تھوڑے سے زمانہ میں ہی یونانی تمدن کا بالکل ستیاناس کر دیا - ادھر آقاؤں اور حکمرانوں کے مسلسل تغیر نے اس کی باشندہ قوم کی قوت ... کا خاتمہ کر دیا - ۱۲۰۴ء میں وینشین انکے مالک ہوئے اور ۱۴۵۳ء میں ترک ... یونانیوں کی دولت و ثروت جو کا رخنہ پڑا تھا وہاں کے قابض ہونے کے وقت سے شروع ہوتی تھی ۱۵۰ برس میں بحال ہو گئی - یونانیوں نے اگرچہ ۱۷۷۰ء اور ۱۷۹۰ء میں آزادی کی جد و جہد کی ناکام کوشش کی لیکن ۱۸۲۱ء سے لیکر ۱۸۳۰ء تک وہ ہلال کی حکومت سے آزاد نہ ہو سکے - ۱۸۲۰ء میں البتہ تیسری مرتبہ کوشش کی گئی - اور وہ کامیاب ثابت ہوئی کس طرح اور کس کی

Marfat.com

مہربانی سے ؟ اس کے لئے دیکھو تاریخ خاندان عثمانیہ لطف الحق جو مفید عام اگنجیا ہو سے مل سکتی ہے ۔ بعد ازاں یونانی آزاد قوم تسلیم کئے جاتے ہیں ۔ اور اس وقت سے اب تک ان کی نو قائم شدہ ریاست کا نظام دیگر ارضی انسٹی ٹیوشنوں کی طرح رنج و غم ، فکر و تردد اور نا امیدی و مایوسیاں دیکھتی پڑی ہیں ۔ اس کا پہلا پریسیڈنٹ کاپوڈی سٹریاس سنہ ۱۸۳۱ء میں بزرگ حسب قتل کیا گیا ۔ مگر حکمران بالجبر زیادہ خوش نصیب نکلے ۔ موجودہ شاہ جارج گو یونانی نہیں ۔ مگر اپنی پر امن سیاست اور رحمدلانہ اور شیریں البیانی کی وجہ سے یونانی قوم میں بہت ہر دل عزیز ہے ۔

سمرنا میں یونانی قوم کی بیداری و جدید ترقی کی شہادت ۔

اعلیٰ عہدہ داران مذہبی کی قومی فیاضی اور سخاوت کی دو شاندار یادگاروں سے بخوبی مل رہی ہے ۔ یہ دونوں اگر کسی عظیم الشان سلطنت کے دار السلطنت میں بھی ہوتیں تو اوس کے لئے مایہ فخر و ناز شمار کی جاتیں ۔ ان میں سے ایک یونانی شفا خانہ اور دوم یونانی مدارس ہیں ۔ سنہ ۱۸۸۵ء میں ایک دن میں یونانی بشپ کی زیارت کی خواہش سے شہر گیا اور وہاں سے چند دوستوں کو ساتھ لیکر کلیسیا کے عہدہ داروں سے ملاقات کی ۔ سب سے اول مجھے وہ آرچ بشپ یا سیلی اس سمرنا کے جدید مقرر شدہ اسقف اور قسطنطنیہ کے شہر کے سابق ڈاکٹر کے پاس لے گئے ۔ وہ نہایت خوش اخلاقی سے پیش آیا ۔ اوس کی عمر چالیس کے قریب ہے ۔ شکل و صورت نہایت اچھی ۔ انداز باوقار اور چہرے سے ذہانت ٹپک رہی تھی ۔ علم و فضل کا اسے فخر ہے ۔ قہوہ اور سگریٹ سے ہماری تواضع کی گئی ۔ ساتھ کے ساتھ باتیں بھی ہوتی رہیں ۔ اور اس نے مجھ سے انگلینڈ اور اوس کے باشندوں کے متعلق متعدد سوال کئے ۔ اس سے رخصت ہو کر دوسری ملاقات اناطولیہ اور قریلوس کرسٹولپولیوس کے بشپ سے جو اول الذکر سے دوسرا درجہ رکھتا ہے کی گئی ۔ وہ تیس برس سے سمرنا میں موجود ہے ۔ اور وہاں کے اوس کی انتظامی لیاقت کا درست ہے ۔ یہ عمر رسیدہ پیرانہ سال ، بزرگ صورت اور رحمدل مسیحی پادری عمر کا بڑا حصہ نیکی اور رحمدلی کے کاموں میں ہی صرف کرتا ہے ۔ اور شفاخانہ کے موجودہ حسن انتظام کا باعث زیادہ تر یہی ہے ۔ اوس کا پہلا نام قسطنطین تھا ۔ وہ سنہ ۱۸۰۴ء میں غریب والدین کے گھر جو یونانی دہقان تھے ۔ موضع سیدی کوی میں پیدا ہوا ۔ ابھی دو برس کا ہوا تھا کہ اوس کا باپ یونانی بغاوت میں جو برابر نو برس جاری رہی قتل ہو گیا ۔ جیرا ایک رحمدل پادری نے اسے اپنا متبنیٰ بنا کر یونانی زبان پڑھائی اور پھر سمرنا کے بہترین مدارس میں اوس کو تعلیم دلائی جس تعلیم و تربیت کی بدولت سنہ ۱۸۳۹ء میں یونانی ہسپتال کے گرجا میں ملازمت مل گئی اور سنہ ۱۸۴۲ء میں پادری کی پوری جگہ حاصل ہو گئی ۔ جس کے ساتھ ہی وہ اس شفاخانہ کا مہتمم بنا دیا گیا ۔ اسکا خرچ صرف قومی چندہ سے چلتا ہے ۔ یونانی دنیا کے خواہ کسی حصہ میں ہو ۔ یونانی کار ثواب کو کبھی فراموش نہیں کرتا ۔ شفاخانہ میں ۲۰۰ مریضوں کی رہائش کا انتظام ہے ۔ اور ہر مذہب و ملت کا آدمی اس میں داخل کیا جاتا ہے ۔

Marfat.com

یہودی، عیسائی، مسلمان، عیسائی کوئی ہو اسکی دستگیری اور معالجہ سے انکار نہیں کیا جاتا۔ مذہبی اختلاف یا مذہب کا مطلقاً خیال نہیں کیا جاتا۔ صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ آیا وہ مستحق امداد کا مستحق اور واقعی بیمار ہے۔ تین برس تک قسطنطین ذاتی تمام محنت و کوشش اسی الوالعزمی شریفانہ کام پر صرف کی اور اسی عرصہ میں اس کا تمام انتظام اسکی نگرانی میں رہا۔ اسکے زمانہ اہتمام میں تین دفعہ [illegible] کی بامبار منٹ ہوئی۔ مسٹر گرین ویٹ کا بیان ہے کہ [illegible] میں جب یہ بڑا شفاخانہ [illegible] تھا اس شفاخانہ کے سربراہوں نے بطریارک کو بارہا دیکھا کہ بیمار اور غریب ترکوں کی تیمارداری کرکے ان کو حوصلہ اور تسلی دلاسا اور میٹھی میٹھی باتوں سے ان کی طبیعتیں بہلا رہا ہے۔ ۱۸۹۵ء میں کلیسا یونانی کے بطریق اعظم [illegible] کے عاشق [illegible] اشرف النفس [illegible] کو بطریارک کا منتخب کیا۔ اُس وقت سے اسکی تنخواہ [illegible] سالانہ ہو گئی جو سب کی سب خیرات میں خرچ کر دیتا ہے۔ مذہبی [illegible] اور [illegible] شفاخانہ ایسے عظیم الشان کام کی نگرانی اگرچہ ایک معمولی قابلیت کے انسان کے تمام وقت کو لینے کیلئے کفایت کر سکتی ہے لیکن [illegible] مذہبی عدالت میں اجلاس کرنا بھی لازمی ہے اور وہ اس کام کو بہت عمدگی کے ساتھ انجام دیتا ہے۔ اپنی عدالت میں وہ [illegible] کی شکایات کو اور تنازعات باہمی کو نہایت صبر و تحمل سے سنتا اور کمال غور و فکر کے ان کے متعلق فیصلے دیتا ہے۔

رونمائی اور قہوہ کے دوسرے دور کے بعد بطریارک نے کہا کہ تم صرف [illegible] ہو تمہارے نام اور تحریروں سے میں پہلے واقف ہوں [illegible] سال ہوئے میرے حق میں جو تحریر کیا تھا وہ میرے مطالعہ سے گزر چکا ہے وہ اخبار میرے پاس بھی آیا تھا اور میرے [illegible]

ان دونوں ممتاز مذہبی عہدہ داروں کے کمرے اگرچہ تکلف و زیبائش سے بالکل معرا تھے لیکن [illegible] جوان [illegible] لوگوں کی زبانی تعلیم و عمل [illegible] کے ساتھ مناسبت رکھتا تھا اور ان کو [illegible] مذہبی کی تمام [illegible] لحاظ سے [illegible] حصول نصیحت و ہدایت کیلئے [illegible] وہاں سے گزرتے دیکھا جاتا تھا۔

ایسٹر — تیوہار ایسٹر کو یونانی کلیسا والے ہمیشہ سے خاص طمطراق اور اہتمام سے مناتے آئے ہیں۔ یہ آدھی رات کے وقت منایا جاتا [illegible] جلسے تب کئے جاتے ہیں [illegible] اور دوسرے لوگ کلیسا کے سامنے کے میدان میں جمع ہوتے [illegible] بندوقیں سر کی جاتی ہیں [illegible] مذہبی سرگروہ اس ہنگامہ شور و شر کو نہایت ناپسند کرتے ہیں انہیں یہی اندیشہ ہے [illegible] آتش بازی اور خرابیوں تک نوبت پہنچ جائے بلکہ [illegible] روشن کی جاتی اور ہزار ہا بندوقوں کو سر کی جاتی ہیں ان کو آتش زدگی [illegible] نقصان کا جانیکا بھی خطرہ رہتا ہے۔ اسی لیئے وہ کئی مرتبہ ان کارروائیوں کو روکنے کی کوشش کر چکے ہیں مگر بے فائدہ بلکہ ان کی ممانعت [illegible] عوام [illegible] رہے ہیں کہ خالص مذہبی پادریوں (راہبوں) بالخصوص بطریارک کی ہر دلعزیزی کی وجہ سے [illegible] جنکو کلیسا اور ملت کے دنیاوی [illegible] کا کام بھی [illegible] حالات حکام کلیسا [illegible] مزاحمت [illegible]

سلہ سلطنت عثمانیہ [illegible] کو مد نظر رکھ کر ابتدائی حکومت سے تمام غیر مسلم رعایا کو مذہبی معاملات میں کامل آزادی [illegible] نہیں کیا بلکہ دنیاوی معاملات میں بھی ایک خاص حد تک ان کو آزادی حاصل ہے [illegible] محکوم رعایا کو [illegible] معاملات جو مذہب سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً عبادات، نکاح و طلاق وغیرہ [illegible] کیلئے [illegible] باہمی معاملات اور تنازعات [illegible] الگ [illegible] حکومت [illegible] عدالت [illegible] ان کی ممانعت نہیں ہے۔ مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ مولف۔

اسکی خرابیاں اور مستغرق شاخوں کی کاٹ چھانٹ شروع کر دی ہے وہ اب مسئن کی بات کو گرجا میں مذہبی مجلسیں کیجاتی ہیں اور اصلاح گرجا کی دلچسپی کیلئے موسیقی اور خطبوں کا خاص طور پر انتظام کیا جاتا ہے یہ تدبیر یہاں تک کارگر ثابت ہوئی ہے کہ کل گرجے خوب بھر جاتے ہیں اور اسی قدر تفرقہ پیدا کرنے والوں تیوہار منانے اور خوشی کرنے والوں کی تعداد کم ہوتی ہے۔

شفاخانہ و مدرسہ

بیروت ایک ہفتہ مختلف مضامین پر گفتگو کرنے کے بعد ہم نے کل عمارت پھر کر دیکھی یہ یونانی شفاخانہ رہائشی حصہ کو ملا ہوا ہے درحقیقت فی الواقع بیمار شفایاب اس میں کل سب قسموں کے تین سو ساٹھ آدمیوں کی رہائش کا انتظام ہے صفائی، پاکیزگی، سلیقہ، باریکبینی اور آرام و سکون ہر حصہ و کمرہ میں دیکھا گیا کئی سل کے مریض بھی موجود تھے جنکی اندھا دھند لاغری ہو گئی مگر رونق آنکھوں اور رخساروں کی مصنوعی سرخی اور کبھی کبھی کھانسی سے واضح ہو رہا تھا کہ اس بلائے بے درماں نے ان بیچاروں کو شکار رکھا ہے اس احتیاط اور غور و پرداخت کی کیسی اشد ضرورت ہے، جو ان کو یہاں حاصل تھی۔ ہسپتال جتنے وسیع ہوں اتنے تھوڑے ہیں چنانچہ میں اس قابل ستائش مکان کی آب و ہوا اور متعلقات کی صفائی اونچائی بلندی عام سکون خاموشی تیمارداروں کی ہمدردی بھرا انداز ان کا مشفقانہ برتاؤ اور ایسی ہی بہت سی باتوں کو دیکھکر ناکافی سمجھتا ہوں ان سب باتوں کو دیکھکر بہت خوش ہوا اور اپنے ملک کے شفاخانوں کا سماں بھی آنکھوں کے سامنے بندھ گیا بعیدب نہ وہ بیمار کے دل کو جیسی تسکین ان سے ہوتی ہوگی وہ صاف ظاہر ہے اور یہی امر ہے جس کو ابن فی الواقعہ کل عالی و مصیبت زدگان کی شہرت نزدیک و دور پھیل رہی ہے

شفاخانہ سے یونانی مدارس چند قدم پر واقع ہیں اس وقت ان وسیع سامانوں میں ۹۰ طلباء تعلیم کی دیگر شاخوں کے علاوہ جو پروفیشنل زندگی (ڈاکٹری، وکالت، انجنیری۔ و دیگر پیشہ ہائے مختلف کے لیے ضروری ہیں تجارتی تعلیم کی تمام معمولی شاخوں میں تعلیم پا رہے ہیں گو غریب لڑکوں کے لیے سعادت ہے لیکن تمام والدین کچھ نہ کچھ ضرور دیتے ہیں۔ قوم کی نونہال پود اور اٹھتی ہوئی نسل کو مختلف پروفیسر اور مدرس ایسی خوبی و عمدگی سے تعلیم دیتے ہیں کہ مدرسہ کی تعلیم سے فارغ ہو جانیکا جس طالب علم کو وہ سرٹیفکیٹ عطا کرتے ہیں یورپ کا کوئی کالج یا یونیورسٹی ایسی نہیں جو اس لڑکے کو اپنی جماعتوں میں بخوشی داخل کر لینا منظور نہ کرے۔ اسدن چونکہ شنبہ تھا بہت [illegible] لڑکے کہاں ہوئے لیکن عمارت سے سکول کے حسن انتظام اور اسکی تعلیم کی وسعت کا بخوبی پتہ لگ رہا تھا کتب خانہ اور عجائب گھر میں بیش قیمتی کتابیں اور قلمی نسخے، نوادرات قدیمہ کے عجائبات وغیرہ موجود تھے مگر جگہ کی قلت کی وجہ سے جس کا زیادہ حصہ سرسری [illegible] لے رکھا ہے یہ چیزیں ترتیب وار نہ تھیں۔ یہ نقص عنقریب جاتا رہیگا کیونکہ یونانی متمولین کی فیاضی سے عمارت کی آہستہ آہستہ توسیع ہوتی جا رہی ہے۔ اس کے بعد ہی میں ایک دفعہ مقامی حالات معلوم کرنے کیلئے کتبخانہ پہنچ گیا اور اسکی کتابوں کی کثرت سے جو مختلف مضامین پر ہیں بہت خوش ہوا

یونانیوں کی فیاضی

شفاخانہ اور اسکے متعلق مدارس کے ذکر میں یونانیوں کی فیاضی کا سرسری تذکرہ کر دینے سے اسکی اہمیت اچھی طرح واضح نہیں ہو سکتی جب تک کہ ایک یا دو مثالوں[1] سے یہ نہ دکھایا جائے کہ اس سرعت ترقی کنندہ اور

---

[1] کاش کہ ہندوستان کے متمول اصحاب مسجدوں، پلوں، سالم باڑوں، گھوڑ بانوں، برسات کے کارخانوں، یادگاری دروازوں وغیرہ وغیرہ کی بنا کو مذہبی خدمت و اخلاص کے غلط یا ضرورت وقت کے نامناسب سمجھنے کو مغالطہ یا ذاتی اغراض و حصول خطابات کی تمنا کی وجہ سے ایسے شائق ہو رہے ہیں اس محکوم قوم کے عقلمند افراد سے ہی فیاضی و خیرات کے درست مصرف معلوم کر سکیں اور سچی خیرات کے معنی سمجھ سکیں۔ ایسے موقعہ پر ایک یونانی متمول کی تازہ فیاضی کا حال درج کر دینا نامناسب نہو گا۔ اس کا نام [illegible] تھا جو فروری [illegible] میں [illegible] انتقال فرما ہوا وہ مرتے وقت بارہ کروڑ کی جائداد ورثاء کیلئے چھوڑنے کے علاوہ چار کروڑ روپیہ مختلف خیراتی کاموں کے لیے چھوڑ گیا۔ مؤلف

Marfat.com

حیات جدید پانیوالی قوم کے متمول بھی ویسے ہی فیاض ہیں جیسے کہ دیگر ممالک کے شرفا ترین بہی خواہان قوم و ملت اور کہ ان میں سے اکثر اپنی فیاضی کا اظہار کا اسوقت تک انتظار نہیں کرتے جب کہ قبر کی مٹی انہیں دولت کے قبضہ و تصرف سے آئندہ کیلئے محروم کردے چنانچہ مارسلو اور اسکی بہنوں نے جو اسوقت بھی سمرنا کا مشہور سوداگر تھا مدارس کی توسیع پر بڑی بڑی رقمیں خرچ کیں اس غرض کیلئے ایک عمارت جو جسکے صرف سے دیا گیا اور جب مکمل ہوگئی تو ہمیشہ کیلئے اوقاف کے واسطے مدرسہ کے حوالہ کردی گئی جن کو اس سے بارہ ہزار روپیہ سال کی آمدنی ہوتی ہے۔ اسکی بہنوں نے حال میں باقیماندہ جائداد بھی کل مدرسہ کو ہبہ کردی اور صرف زندگی تک گزارہ کیلئے اسکی آمدنی کا تھوڑا سا حصہ باقی رکھ لیا ایک اور متمول خاندان جو دیہا ئیوں کا ہے ایک بہن پر مشتمل اور کسی سید جو علی کے نام سے مشہور ہے شفاخانہ اور مدرسہ پر تین لاکھ روپیہ سے زیادہ ابتک خرچ کر چکا ہے۔ یہ تینوں بہی خواہان قوم ابھی زندہ ہیں۔ ڈاکٹر دیو جانس جو چند برس ہوئے فوت ہوگیا ہے نہ صرف زندگی ہی میں ان انسٹیٹیوشنوں کی کمال فراخدلی سے مدد کرتا رہا بلکہ مرتے وقت لاولد ہونیکی وجہ سے یہ وصیت کر گیا کہ اسکی بیوی کی وفات پر کل جائداد جو لاکھوں روپیہ کی ہے مدرسہ و شفاخانہ کو دیدے اس کالج کا شفاخانہ جسکا بانی ہے کل قلمرو عثمانیہ میں سب سے بڑا ہے جس میں دس سو مرد و عورتیں کام کرتی ہیں اور سمرنا کے قابل دید مقامات میں شمار ہوتا ہے۔

گلیڈسٹون کی

ان یونانی قومی انسٹیٹیوشنوں کا انتظام و اہتمام اور نگرانی چند یونانی شرفا کی ایک کمیٹی کے سپرد ہے اسکے ارکان سے ہماری ملاقات ہوئی اور ہمنے ان کو نہایت قابل مستعد اور سرگرم پایا۔ انجملہ ایم اسکندر کرتا کی خاص طور پر قابل تذکرہ ہے اس کا خاندان عرصہ قدیم سے سمرنا میں ممتاز چلا آتا ہے اور وہ خود سالہا سال سے شہر کی یونانی آبادی کا مجسٹریٹ ہے۔ یونانی احسان و مروت کو کبھی نہیں بھلاتے چنانچہ سیاسی پہلو سے تمام یونانی روسیوں کے والہ و شیدا ہیں مگر اب خاص وہ لے۔ ایسا طاقت کا کل ایشیائے کوچک میں ایک بھی ہوا خواہ نہیں کیوں؟ صرف اس لئے کہ یونانی مسٹر گلیڈسٹون کا ادب کرتے ہیں اور اسکی ایمانداری و قابلیت پر انہیں یقین ہے ان کا بیان ہے کہ اسکا کامل ثبوت ہمیں اسی مل گیا کہ مسٹر کو معلوم تھا کہ اگر وہ چاہتا تو جزائر الیونین کو بآسانی سلطنت انگلشیہ سے ملحق کر لیتا مگر اسنے ان کو یونان کے حوالہ کردیا (ان جزائر کی تاریخ اور اس واقعہ کے مفصل حالات کیلئے دیکھو تاریخ خاندان عثمانیہ جلد دوم) یعنی قومی نسل کا ایک معمولی فصل سے ہمیں یہ ثمرہ ملا ہے کہ قوم کی قوم مسٹر گلیڈسٹون کی گرویدہ ہوگئی ہے۔

سلطان المعظم کی قدرشناسی کوکران کی

اس موقعہ پر ایک فرانی معاملہ کا ذکر کردینا جس کا نتیجہ بھی وہی ہوا جو اوپر مذکور ہے نامناسب نہ ہوگا ایک شام امریکن قونصل متعینہ سمرنا کا ترجمان ایم جو تاہ دروی یہ مسرت بخش خبر لایا کہ جلالت مآب سلطان المعظم نے مسٹر جان گریفیٹ کو ان مساعی جمیلہ کے صلہ میں جو اسنے ایشیائے کوچک کی صنعت ریشم سازی کے زندہ کرنے میں ظاہر کی ہیں نشان عثمانیہ عطا فرمایا ہے۔ بس اسوقت جو دستہ تھا باتوں باتوں میں [illegible] آگیا جس کو سنتے ہی [illegible] تپش سے مسٹر گریفیٹ کو کہا کوکران کوکران۔ کیا تمہارے میہمان کو لارڈ کوکران اعظم سے جس کا نام ایک یونانی بچہ بچہ نہایت [illegible] اور محبت یونانیوں کے ساتھ ہو کران کو آزادی دلانیکی بہر گرفتار رہا تھا کچھ تعلق رکھتا ہے؟ مسٹر گریفیٹ نے جواب دیا "میرے خیال میں میرے مہمان صرف اس ممتاز بحری افسر گزشتہ دور میں سے ہے جس کا تم نے نام لیا ہے"۔ اسپر یونانی ترجمان نے اپنی زبان کا ایک گیت[1] سنایا جس میں کوکران کی شجاعت

---

[1] اس گیت کے ان اشعار کا جو کوکران سے متعلق ہیں لفظی ترجمہ حسب ذیل ہے "جہان کے تمام جہاز بادبانوں یا چپوؤں کی مدد سے چلتے ہیں مگر کوکران کا جہاز خدا ہمارا کا کل سکن جو ہمیشہ آگ کی مدد سے چلتا رہتا ہے"۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں مغربی یورپ میں دخانی جہاز تازہ تازہ ایجاد ہوئے تھے اور کوکران ایک ایسی قسم کے چھوٹے سے جہاز پر یونانیوں کی مدد کو آیا تھا۔ اس موقعہ پر کوکران کی مفصل سرگزشت درج کردینا نامناسب ہوگا دنیا میں چند ہی سو ایسے لیکن

و دلاوری کی طرح تعریف کی ہوتی تھی۔ اس سے یونانیوں کی صنف [illegible]

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۴۔ آخر ستمبر ۱۸۹۹ء تک فرانس کو ایک بیگناہ یہودی المذہب کو [illegible]
رائے تاریخ ۹ ستمبر ۱۸۹۹ء مجرم قرار دیا تو کل مہذب دنیا بالخصوص انگلستان میں فرانس کی عدالت عام جوش بحث ناراضگی کا [illegible]
عدالت کی عدم دیانت پر بحث سخت الفاظ اور پیرایوں میں چیف جسٹس انگلینڈ اور اکثر انگریزوں نے اس مقدمہ میں دنیا پر علانیہ کہا کہ کسی مہذب [illegible]
خون نہیں ہو سکتا جہاں انگلستان میں تو کبھی ایسی ظالمانہ کارروائی ظہور میں آ سکتی جبکہ خود ایک انگریزی اخبار نے لارڈ کوکران کی سرگزشت [illegible]
تردید کی ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ خواہ کوئی ملک کیسا شائستہ اور کوئی زمانہ کیسا ہی مہذب اور ترقی پسند کیوں نہ ہو مہذب ملک سے کوئی شک کوئی ایسی [illegible]
لارڈ کوکران کا اتفاقیہ تذکرہ جا نہیں ناظرین کی مزید دلچسپی کیلئے ڈریفس کے مقدمہ کی مجمل کیفیت حاشیہ در حاشیہ میں درج کر کے اخبار مذکور یعنی سول اینڈ ملٹری گزٹ
مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۸۹۹ء کا مضمون بعنوان "ایک انگلش ڈریفس" کا ترجمہ بجنسہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ "اس عجیب و غریب مقدمہ کی حالت [illegible]
دو سال سے جاری تھا ختم ہوا ہے بیشمار انگریزوں کی زبان سے یہ کلمہ نکل گیا ہوگا کہ انگلستان میں ایسا واقعہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ درست ہے کہ [illegible]
پیش کرنا ناممکن ہے۔ لیکن زمانہ سابقہ کلی طور پر الگ ہے۔ اسی موجودہ صدی میں ہی انگریز مدبرین ایک بیگناہ شخص کو جیسے ہمارا کیطرح [illegible]
کر چکے ہیں جو نہایت ہی پہنچا سکی بداعتی اور جو بالوث نہیں ہے۔ کون انگریز ہے جو بچپن میں کیپٹن ماریٹ کے دلچسپ ناولوں کو کہانیاں [illegible]
بحری بہادروں کے کارنامے اور ہسپانوی اور فرانسیسی جہازوں کی گرفتاری اور غرقابی کے حالات تحریر کئے ہیں پڑھ کر خوشی سے [illegible]
لیکن یہ بہت کم کو معلوم ہے کہ کپتان موصوف نے زیادہ تر درحقیقت ایک نہایت عجیب و قابل یادگار مردانگی کے کارناموں کو [illegible]
طبع آزما کر بیان کیا ہے گزشتہ صدی کے اخیر اور موجودہ صدی کے آغاز میں انگریزی نیوی (بحری سپاہ) نے یادگار زمانہ شجاع پیدا کئے تھے جن میں سے [illegible]
ارل آف ڈنڈونلڈ کا فرزند لارڈ کوکران گزرا ہے وہ بہت ہی چھوٹی عمر میں نیوی میں داخل ہوا پہلی مرتبہ جب سمندر کا سفر کیا تو اسکی عمر [illegible]
ظاہر کوئی حیرت انگیز نہ تھا لارڈ کالنگ وڈ دس برس کی عمر میں بعہدہ مڈشپ مین (جہاز پر نفری کا سب سے چھوٹا عہدہ) گیا تھا بحری ملازمت [illegible]
کئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ وہ انگریزی بیڑے کے خوردترین جہازوں میں سے ایک کا کمانڈر ہو گیا یہ جہاز اسقدر چھوٹا تھا کہ [illegible]
سکتا تھا۔ اسکا نام سپیڈی (زنبور قسم) تھا۔ اس سپیڈی پر اس نے کل بحیرہ روم میں گشت کی [illegible] حیرت انگیز [illegible]
ساحل [illegible] جہاز نے ساحلی دیہات کو لوٹا کئی تجارتی جہازات کو گرفتار کیا۔ فرانسیسی فوجی بستیوں کا ناک میں دم کر دیا اور ان کے بیشمار گوداموں کو تباہ و
برباد کیا۔ ایک مرتبہ [illegible] ایک جنگی جہاز ہسپانیہ کا جسکے جہاز پر [illegible] آدمی اور [illegible] توپیں تھیں پکڑ لیا اس ننھے سے بہادر جہاز کا تعلق انگریزی بیڑے سے
شاندار [illegible] کیلئے منقطع ہو گیا۔ [illegible] کو منتخب کیا گیا اور وہ اس [illegible] پر چلا جا رہا تھا کہ اتفاقیہ اس کی [illegible]
فرانسیسی بیڑے [illegible] ہو گئی تمام فرانسیسی جہازوں نے اسکا دور تک تعاقب کیا اور مخلصی کی کوئی صورت نہ رہی تو [illegible]
اور دشمن کی اطاعت قبول کر لی۔ معرکہ ٹرافالگر کے بعد لارڈ کوکران ترقی پا کر [illegible] انگلش کے محافظ جہازات میں سے ایک کا کمانڈر ہو گیا [illegible]
فرانس کے ساحل پر فرانسیسیوں کی زندگی تلخ کر دی انکے بیشمار تجارتی اور کئی جنگی جہاز گرفتار کر لئے اور مال غنیمت کو [illegible]
کے غنیم بیڑہ کے باقیماندہ جہازات جب [illegible] قریب پناہ گزین ہوئے تو انگریزی [illegible] بحری [illegible] نے انہیں تباہ کرنے کا [illegible]

لے [illegible] دو نمبروں میں جدید کورٹ مارشل کے فیصلہ کے صادر ہونے پر اس مقدمہ کی نسبت حسب ذیل تحریر کیا تھا [illegible]
کہ مقدمہ بھی [illegible] ایک نیا خطرہ پیدا ہو گیا ہے یہاں اس مقدمہ میں عدالت نے فیصلہ صادر کیا ہے [illegible]

Marfat.com

... کی گورنمنٹ بحیلہ ... میں مصروف ہو رہا ہو

بقیہ صفحہ ۳۰۴ سے۔ انگریزی بیڑہ لارڈ ... کے زیر کمان روانہ کیا لارڈ ... کا جہاز بھی اس بیڑہ میں شامل تھا حملہ کی تجویز اور تنفیذ لارڈ ... ان ہی مرتب کیا او ایک جہاز نے سب سے اول غنیم پر دھاوا کیا لیکن لارڈ ... نے دشمن کی مشکلات سے پورا فائدہ نہ اٹھایا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ فریق ثانی بیڑہ کو بالکل تباہ کر دینے کی بجائے اسکو صرف معمولی سی فتح حاصل ہوئی مگر چونکہ سمجھے کہ لارڈ ... نے اسی ہی کو غنیمت سمجھا اور لارڈ ... کیلئے پارلیمنٹ میں شکریہ کا ووٹ تجویز کیا گیا لیکن اس تجویز کے وقت لارڈ ... کو خیال

بقیہ ڈریفوس صفحہ ۳۰۴ سے۔ عدالت اپیل نے کی تھی اسمیں اگرچہ بیزار جدید تجویز کے دوران میں ملزم کی بیگناہی ایسی صراحت اور پختگی سے ثابت ہو گئی تھی کہ اسکی برأت کا کسی منصف کو شبہ نہیں رہا تھا مگر عدالت کے ججوں نے محض اس خوف سے کہ گورنمنٹ کے ایما سے یا قومی تعصب کا رجحان اور فوجی عزت کا موہوم بھرم قائم رکھنے کی نیت سے ملزم کو کل دنیا کی برخلاف توقع سزا دی جس سے تمام مہذب ممالک میں فرانس کے برخلاف غضب اور نفرت و حقارت کا سیلاب عظیم موجزن ہو گیا ہے اور فرانسیسی گورنمنٹ قوم کی عدالت اور شائستگی پر ایسی سخت طعنے اور چوٹیں کی جا رہی ہیں کہ کوئی مستقل مزاج و مستقیم المزاج قوم بھی اگر ایسی بیماری ہو تو شاید ہی برداشت کر سکتی چہ جائیکہ فرنچ قوم جو ... کی اعلیٰ ... قوم ... رکھی جاتی ہے انہیں خاموشی سے برداشت کر لیگی بعض ممالک نے تو اظہار ناراضگی یہاں تک بڑھا دیا ہے کہ انہوں نے پیرس کی نمائش میں شامل ہونیکا ارادہ ترک کر دیا ہے اکثر ملکوں کے سوداگروں نے سامان واپس منگوانا شروع کر دیا ہے ابتک جو عالمگیر ناراضگی کے متعلق ہی تار خبریں موصول ہو رہی ہیں خود فرانس کی طرف سے ابھی تک ایجنسی کو خبر نہیں ملی کہ وہ اس بوچھاڑ کو کن نظروں سے دیکھتا ہے اور اسپر کیا اثر ہو رہا ہے اس عالمگیر تحقیر و تنفر کا اثر ہی خود ملک میں بھی ڈریفوس کے حامیوں نے اہم پیدا کر دیا ہو گا اور اس معاملہ زیر غور کی گورنمنٹ فرنچ پر ضرور عجب کیفیت طاری ہو رہی ہو گی کبھی دیگر ممالک اور خود بھی فرانس کی ترقی محض اندرونی مخصوص سمجھی گئی اور اپنا ملک کی توجہ کو دوسرے ہٹانا آسان ... جنگ کی مشکلات میں مبتلا ہونیکو ترجیح دیتا ہے اور اسوقت تو اس مصلحت کے علاوہ دنیا کے لعن طعن نے اسکو حال بھی سخت کر دیا ہو گا اور ایسی صورت میں اگر وہ اندرونی خرخشہ سے نجات پانے کے علاوہ باقی دنیا کی توجہ کو بھی اس معاملہ کی طرف سے ہٹا کر کسی اور شغل کی طرف لگا دے اور ساتھ ہی غصہ اور ایسی حرکت پر کسی دشمن کو جسارت کا مزہ چکھانے کا ارادہ سے جنگ کرنیکا عزم کر لے تو اسکی سابقہ تاریخ دیکھتے ... کچھ بعید نہ ہوگا کہ اس وقت کہ غصہ کو پی گیا اور اشتعال کو ضبط کر لیا تو زیادہ عجب خیز ہوگا لیکن ساتھ ہی زیادہ خطرناک کیونکہ ... شکست کے پرانے زخم اور فشودہ اور مسقط کی تازہ شکست کے ساتھ مل کر جدید ... اسے اپنی قومی ناموس و عزت کے پھر دنیا کی نظر میں قائم و بحال کرانے کیلئے کسی ایسی جنگ کی تیاریوں میں مصروف کر دیگی جسکی نظیر تاریخ عالم میں شاذ ہی ملیگی۔

اس موقع پر ڈریفوس کے مقدمہ کی مختصر داستان درج کر دینا نامناسب نہ ہو گا۔ ڈریفوس صوبہ السیس کا جو ۱۸۷۱ء میں جرمنی نے فرانس سے فتح کیا تھا باشندہ ہے ... نے ۱۸۹۴ء کے شروع میں پیرس کی خفیہ پولیس کو جرمن سفیر کے دفتر سے ایک کاغذ دستیاب ہوا جس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ کوئی فرانسیسی سفیر مذکور سے سلطنت کے راز بتا رہا ہے اسمیں ایک شخص کے نام کا ابتدائی حرف درج تھا اور اس شخص کا ذکر ایسی طرز سے کیا گیا ہوا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ راز بتانیوالا یہی ہے ... فرانس میں ہر مذہب کے آدمی فوج میں داخل ہو سکتے ہیں ڈریفوس بھی فوج میں ملازم اور صیغہ ارکان حرب میں کپتانی کے عہدہ پر ... لیاقت و محنت سے نمایاں امتیاز حاصل کر رہا تھا جو اسکے عیسائی رفقا کو سخت ناگوار گزر رہا تھا اصل مجرموں نے جب دیکھا کہ افشاء راز کا معاملہ معلوم ہو گیا ہے تو انہوں نے اس بیگناہ یہودی کو پھنسانے کا ارادہ کر کے اسکی تکمیل کا تدارک شروع کر دیا مجرم اس صیغہ کے اعلیٰ عہدوں پر ممتاز تھے خفیہ جاسوسوں کو ... ڈریفوس مراد ہے جاسوسوں نے ماہ ستمبر ایک دستاویز پیش کی جسکی نسبت بیان کیا گیا کہ وہ جرمن سفیر کے جنگی اتاشی کی ردی کی ٹوکری سے ملی ہے اسمیں نویسندہ نے جرمن گورنمنٹ کو پانچ اہم راز بتانے پر آمادگی ظاہر کی ہوئی تھی مبصروں نے جسکو اصل مجرموں نے سکھایا ... شہادت دی کہ یہ تحریر ڈریفوس کی ہے جب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تو ڈریفوس کو جسے اسوقت تک کچھ علم نہ تھا جنرل ...

Marfat.com

امریکن پادری

خیر باز بر سر مطلب آمدہ سلسلۂ سخن شروع کرتا ہوں۔ مسٹر گیڈ سٹون کا یہ مقولہ [illegible] ایسی بات نہیں جو مرحوم امریکن پادری مسٹر ہل کو حاصل ہو مخفی مذکور چالیس برس تک [illegible]

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۴۔ نہ رہا کہ لارڈ کو کران سخت مزاحمت کرینگے لارڈ کو پارلیمنٹ کا سمجھی اتنا یا ترکی اس بارے میں [illegible]

بقیہ حاشیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۴۔ وزیر جنگ کے روبرو پیش کرکے اسپر افشاء راز کا الزام لگایا گیا۔ ایسے سنگین الزام کو شکر چونکہ مال اور زر جانا بھی مرتبہ کہ گویا ثابت اعمال یا سازشیوں کا اغوا سے اس معصومانہ حرکت کو بھی اثبات جرم کی زبردست شہادت سمجھا گیا۔ ڈریفوس گرفتار کر لیا گیا اور گرفتاری کے بعد ماہ دسمبر ۱۸۹۴ء میں کورٹ مارشل کے سپرد کر دیا گیا جس نے جنوری ۱۸۹۵ء میں ایسی تحقیقات کے بعد جو انصاف کا خون کرنیوالی تھی زیادہ تر کرنیلان اسٹیر ہازی و ہنری وغیرہ کی شہادت پر جو منجملہ اصل مجرمان تھے ملزم کو حبس دوام کی سزا دیکر ایک دور افتادہ جزیرہ میں رکھے جانے کا حکم دیا۔ مگر ڈریفوس کے دوستوں اور متعلقین بالخصوص اسکی وفادار بیوی کو اسکی بیگناہی کا کامل یقین تھا۔ سب دنیا اور ملک اسکی بیگناہی واضح کرتے اور اسکا ثبوت بہم پہنچانے کی کوشش میں لگا تار مصروف رہے۔ کچھ عرصہ بعد مشہور فرنچ فسانہ نویس اسمیل زولا جو نیز یہودی المذہب ہے اس جماعت میں شریک ہو گیا۔ ادہر ایک ایماندار فرانسیسی افسر کو بھی صیغہ جاسوسی کا افسر اعلیٰ مقرر ہونے پر چند ایسے کاغذات مل گئے جن سے اسکو ڈریفوس کی بیگناہی اور کرنیلان ہنری اور اسٹیر ہازی کی دو سری اور اصلی کا یقین ہو گیا۔ اسنے اس امر کی انکوائری کا کام بعد شروع کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکو افریقہ ٹیونس کی سرحد پر ایسی سرحد پر مامور کر دیا گیا جس سے اسکے زندہ واپس آنے کی بہت کم امید ہو سکتی تھی لیکن مسٹر زولا کا قلم نہیں روک سکتے تھے۔ اسنے اصل واقعات ظاہر کر کے انصاف کی اس خونریزی کی دہائی مچا دی کہ گو اسکو بعد میں بیرون ملک بھاگنا پڑا مگر ملک میں عام شورش پیدا ہو گیا اور گورنمنٹ کو مجبور اور ادہر متوجہ ہونا پڑا۔ جدید وزیر جنگ نے کرنیل ہنری کو طلب کیا جس نے جرم سے اقبال کر لیا اور کہا کہ یہ کاغذات میں نے ہی جعلی بنائے تھے۔ مزید تحقیقات کو وہ جیل میں بھیجدیا گیا جہاں اسی دن یعنی ۳۱ اگست ۱۸۹۸ء کی رات کو وہ کوٹھڑی میں حلق بریدہ پایا گیا۔ ایک استرا پاس پڑا تھا۔ عام خیال یہی ہے کہ اسکو خودکشی پر مجبور کیا گیا یا دیگر سازشیوں نے اپنے بچاؤ کیلئے اسکو خود قتل کروا دیا۔ بالآخر ڈریفوس کی بیگناہی کا یقین ایسا عام ہو گیا کہ گورنمنٹ کو نگرانی کی درخواست سننے کا عدالت اپیل کو اختیار دیدیا۔ جب عدالت میں کارروائی شروع ہوئی تو اسٹیر ہازی لندن بھاگ گیا اور وہاں سے خود بخود اقبال کر لیا کہ جو پار ہ شدہ دستاویز کی بناء پر ڈریفوس مجرم سمجھا گیا تھا۔ میں نے تحریر کی تھی۔ پٹی بھی گرفتار ہو گیا اور عدالت اپیل نے نگرانی منظور کر کے حقیقت سے بیگناہی کی کوئی نئی جدید تجویز کا حکم دیدیا۔ ڈریفوس جزیرہ سے واپس منگوایا گیا اور جدید تجویز ہوا۔ اسکے حق میں یہ فیصلہ ہوا جسنے کل دنیا کو فرانس سے متنفر بنا دیا ہے۔

فرانس میں یہودیوں کے برخلاف اب تک سخت تعصب عوام میں موجود ہے۔ مزید براں کل قوم فوج کے نام پر فدا ہے۔ ڈریفوس ایک یہودی تھا اور کل قوم کو گو بوجہ اسکی بریت فوج کا سب سے ممتاز اور روح ورواں صیغہ ارکان حرب کے حسن انتظام اور اسکے اکثر اعلیٰ افسروں کی عزت پر دھبہ لگتا ہے اسکی قومی حمیت یہ کبھی باور نہیں کرنے دیتی کہ ان کی پیاری فوج کی اخلاقی حالت ایسی ناقص ہے۔ پس وہ یہ سننا تک نہیں چاہتی ہو کہ ڈریفوس بیگناہ ہے۔ ادہر گورنمنٹ نے ممکن ہے سوچ لیا ہو کہ ایک شخص کو چھوڑ دینے سے تمام فوج جسپر اس تمام دارومدار ساری دنیا کی نظروں میں حقیر ہوتی ہے اور علاوہ بریں ممکن ہے کہ خود فوج بھی بیعزتی گوارا نہ کرکے برسر فساد ہو جائے۔ اور اس طرح ملک میں عام بدامنی پیدا ہو جائے۔ یا موجودہ طرز حکومت بدل دی جائے۔ اس سے یہی بہتر ہے کہ ایک شخص کو خواہ وہ بیگناہ ہو مجرم ظاہر کیا جائے اور فوج کی شرم رکھ لی جائے۔ لہذا یہ سوچکر اسنے عدالت کو الزام مزید کا حکم دیا کہ چونکہ فرانس میں کورٹ مارشل کے حکم کی عموماً اپیل نہیں ہوتی اس مقدمہ میں عدالت نے ملزم کو مجرم قرار دیتے ہوئے ساتھ ہی یہ بھی لکھدیا کہ واقعات اور حالات سے اسکے جرم کی سنگینی اور اہمیت کم ہو رہی ہے اور اس غرض کیساتھ ہی ملزم کو اپیل کی بھی اجازت دیدی گئی کہ کچھ سزا اپیل میں کم ہو کر باقی سزا معاف کر دی جائے اور اس طرح سانپ مر جائے اور لاٹھی نہ ٹوٹے فوج کا بھرم بھی بنا رہے اور ڈریفوس بھی کسی طرح بری ہو جائے۔

Marfat.com

ہم کلو بھی معروف ہے لیکن اسکی خدمات حسنہ کا ذکر کرنے سے پہلے دنیاداری اور سچی ہمدردی کی ایک حکایت بیان کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۴ - اِس معاملہ میں فاش غلطیاں کیں۔ چنانچہ شکریہ کے بجائے وہ ملامت کا مستوجب ہے کہ وہ جتنا کچھ کر سکتا تہا اسنے نہیں کیا۔ کو کران

اگر سزا کی معیاد بھی دی تو اسصورت میں بلحاظ مصالح ملکی کسی فرانس پر کوئی الزام نہیں وارد ہوتا۔ کم انکم اس زمانہ میں کوئی ایسی سلطنت دکہائی نہیں دیتی جو خواہ انصاف کا کیسا ہی خون ہوتا ہو ایک چہوڑ ایک ہزار بیگناہ اشخاص کی خاطر اسلئے سلطنت کی سلامتی اور امن کو معرض خطر میں ڈالنا قبول کرنے پر رضامند ہو سکتی ہے ایسی صورت میں ڈریفوس کا بہی شاکی ہونا اسکی بزدلی اور قابل الغریرین خود غرضی پر دال ہوگا۔ وہ فوجی شخص ہے جو ہر وقت ملک کی خاطر جان ہتھیلی پر لئے رہتے ہیں۔ اسی ملک کیلئے اگر وہ دو ایک برس اور جیل میں پڑا رہے تو کیا غضب ہو گیا۔ اِس حالت میں اُسکی قید ہزار آزادی سے زیادہ آسائش بخش اور یہ ذلت ہزار فخر و عزت پر فائق سمجھنی چاہئے۔ دس برس کی سزا میں سے پانچ برس کی گزشتہ قید مجرا ہوگی اور عدالت اپیل سے اِس سزا میں تین چار برس کی اور تخفیف ہو جانا بعید از قیاس نہیں پس اگر وہ ایک آدہ برس جیل میں رہنے سے اپنے ملک کو تباہی سے بچا سکے تو اس سے بڑھکر اسکو لئے کیا سعادت خوش نصیبی اور عزت ہو سکتی ہے موجودہ صورت میں اگر عدالت نے اسے فی الحقیقت مجرم سمجھکر ہی سزا دی ہے تو بھی اس پر اپنی بریت کے لحاظ سے یہ دلچسپ ہوگا کہ وہ بیگناہی کے ثبوت پر مجرم بننے کو ہزار درجہ ترجیح دے۔ ورنہ وہ ان غداروں سے بڑھکر ملک کا غدار ہوگا جنہوں نے سلطنت کے راز فاش کئے یا کرنے چاہے اور پہر اِس کا الزام ایک بیقصور کے سر تہوپا۔ ۱۰ ستمبر ۱۸۹۹ء

ڈریفوس کو فرنچ گورنمنٹ نے معافی دیدینے سے اِس معاملہ کو جس نے تمام مہذب دنیا میں عجب شورش برپا کر رکہی تہی ہمیشہ کیلئے طے کر دیا ہے۔ فرنچ کورٹ مارشل نے ایک طرف ڈریفوس کو اپیل کی اجازت دینے کے ساتہ ہی دوسری طرف فرنچ گورنمنٹ کے پاس اسپر رحم کرنیکی سفارش کی تہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گورنمنٹ مذکور نے ڈریفوس کو اطلاع دی کہ اگر وہ اپیل کی پیروی سے دستبردار ہو جائے تو اسے معافی دیدیجائیگی۔ ڈریفوس نے قانوناً اپنی بریت ثابت کرنے پر حکومت کے رحم کو ترجیح دی اور گورنمنٹ کی شرط کو منظور کر لیا جسپر اُسے رہائی مل گئی اور اب وہ ایک شہر میں اپنے لواحقوں کے پاس مقیم ہے یہودیوں کو میں اسکی ہمدردی کا اسقدر جوش پہیل گیا تہا کہ اپنے کل معابد میں اُسکے لئے دعا کرنے کے علاوہ ساڑہے تین کروڑ فرینک بہی اسکی مدد کیلئے عام چندہ سے جمع کرلئے فرنچ گورنمنٹ کے اِس فیصلہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ دیگر ممالک میں فرنچ ججوں کے برخلاف جو عام طوفان بد تمیزی برپا ہو گیا تہا وہ محض انصاف کی حمایت کیلئے نہ تہی۔ بلکہ زیادہ تر فرانس کو ذلیل کرنے کے لئے۔ کیونکہ وہ اچہی طرح سے جانتے تہے کہ شاید کوئی سلطنت بہی ایک شخص کی خاطر اپنے قیام اور امن کو معرض خطر میں ڈالنا پسند نہیں کرتی یہی ملکی ضرورت فرانسیسی کورٹ مارشل کو ٹہیک انصاف کے مطابق فیصلہ کرنے سے مانع تہی۔ اور اسی ضرورت نے گورنمنٹ فرنچ کو مجبور کیا کہ وہ ڈریفوس کو قانونی لحاظ سے بیگناہ قرار پاکر آزاد نہ ہونے دے۔ اور شاہی رحم کی آڑ میں اُس سے وہ انصاف کرے جس کا وہ اصل مستحق تہا لیکن ساری خرابی پڑجانیکا احتمال معمولی طریقہ سے انصاف کئے جانے میں سد راہ تہا۔ ۲۵ ستمبر ۱۸۹۹ء

...کے متعلق بہی چند نہایت سخت باتیں کہیں اور ان پر الزام لگایا کہ وہ لڑائی کے میدان و منظر کے غلط نقشے شائع کر کے پبلک کو دہوکہ ... کوشش کر رہے ہیں۔ اسموقعہ پر لارڈ مذکور کے پارلیمنٹ میں داخل ہونیکے واقعہ کا ذکر بیمحل نہ ہوگا۔ اسنے اول مرتبہ ایک بائی الیکشن

پارلیمنٹ میں ممبروں کا انتخاب ہوتا ہے۔ جو اس وقت عمل میں آتا ہے جب پارلیمنٹ توڑ دیا جائے۔ اور ممبر سرے نو منتخب ہوں۔ بائی الیکشن اس انتخاب کو کہتے ہیں جو پارلیمنٹ کے عام انتخاب کے قیام کے دوران میں مستعفی سے یا ممبروں کی جگہ پر کرنیکے لئے عمل میں آئے۔ مؤلف۔

ریاکاری اور سچی ہمدردی کا موازنہ

بغیر مشنری بھیجنے والی انجمن اور دوسرے کو ایک اور سوسائٹی نے بھیجا اول الذکر نے آتے ہی یونانی کلیسیا کے رسم و رواج کے خلاف جہاد شروع کر دیا اور تحریر و تقریر اور وعظ و مناظرہ سے ملک کے قومی مذہب کی تحقیر کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ یونانی بڑی سیانی قوم ہیں اور بنابریں آدمی کی صداقت کو اُس کے اقوال و افعال میں مقابلہ کر کے پرکھ لینے کی خاص قابلیت رکھتے ہیں۔ ان پر ظاہر ہو گیا کہ حضرت پادری صاحب کی زبان ہی کڑوی اور طعن و تشنیع کی شائق نہیں۔ بلکہ ان کی انگلیاں بھی روپیہ کی بڑی شائق ہیں۔ پادری صاحب گمراہ بھیڑوں کو راہ راست پر لانے کے ایسے خواہاں نہیں جتنی کہ ان کو روپیہ مال جمع کرنے کی پڑی ہوئی ہے چنانچہ انگریزوں میں ...

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۴۔ کر مذکور پر درخواست دی۔ ووٹروں کو اپنے حق میں کرنے کے لئے جن کاموں کو کرنے کا اس نے منشا ظاہر کیا ان میں ایک یہ بھی تھا کہ انتخاب میں جو ناجائز وسائل استعمال میں لائے جاتے ہیں ان کی مخالفت کریگا۔ چنانچہ اس نے پہلے خود نظیر بننے کیلئے یہ عام اعلان کیا کہ وہ کسی ووٹ کیلئے ایک حبہ بھی نہیں دیگا۔ اس معاملہ میں بھی دیگر معاملوں کی طرح وہ ریڈیکل تھا یعنی ولیار ڈیکل جیسے کہ ان دنوں میں انتخاب کے دوران لوگ ہوتے تھے۔ اسکے رقیب نے ووٹ دہندگان کو فی کس پانچ پونڈ دینے کئے چنانچہ اُسکے حق میں کوکران سے بدرجہا زیادہ ووٹ آئے اور وہ ممبر ہو گیا جب انتخاب ہو چکا تو کوکران نے اُن معدودے چند کو جنہوں نے اُسکے حق میں ووٹ دئے تھے بلا کر فی کس دس دس پونڈ دیئے اور کہا کہ میں نے اسے نامناسب اور انصاف کے خلاف سمجھا کہ تم کو اس ایمانداری کا کہ دوسرے کی رشوت قبول نہ کیا صلہ نہ ملے

اس واقعہ سے تھوڑا عرصہ ہی بعد جبکہ لارڈ مذکور نے پہلو سے سیٹ لیا تھا۔ پارلیمنٹ کا عام انتخاب شروع ہو گیا اور اس نے پھر اسی ضلع کی طرف سے ممبری کی درخواست دی۔ اس لئے اس مرتبہ بھی ووٹ کا معاوضہ میں ایک حبہ نہ دینے کا اعلان کر دیا اور اُسکے رقیب نے بدستور پانچ پونڈ فی ووٹ پیش کئے لیکن اس دفعہ سب نے لارڈ کوکران کے حق میں ووٹ دئے اور وہ ممبر ہو گیا چند دن بعد یہ لوگ اُسکے پاس گئے کہ جس طرح پہلی مرتبہ اُس نے اپنے طرفداروں کو ایمانداری کا صلہ دیا تھا اب بھی ان کو دے۔ لارڈ نے جواب دیا میں نے روز اول سے کہہ دیا تھا کہ میں ووٹ ہرگز نہ خریدوں گا۔ پھر تم کیوں آئے ہو۔ میں ایک کوڑی نہیں دونگا۔ چنانچہ خوردہ و درماندہ ہو کر لوٹ گئے۔ کہ اگر لارڈ مذکور کو پھر کبھی اس ضلع کی طرف سے درخواست دینی پڑتی تو وہ شائد ہی کامیاب ہو سکتا۔ لیکن اُسے ایسی ضرورت ہی نہ پیش آئی۔ پارلیمنٹ میں ایسی ہر دلعزیزی حاصل کی اور اپنی لیاقت کا ایسا سکہ بٹھا دیا کہ دوسرے انتخاب کے موقعہ پر ایک اور ضلع کے ووٹروں نے درخواست کی کہ وہ ضلع مذکور کی طرف سے ایک امیدوار کے برخلاف درخواست دے۔ اس نے ایسا ہی کیا اور پھر ممبر ہو گیا۔ پارلیمنٹ میں وہ محکمہ بحری کی بد انتظامی کے سلسلے میں گورنمنٹ پر سخت اور متواتر حملے اور اعتراض کرتا رہتا جس سے اکثر عہدہ دار اس کے دشمن ہو گئے۔ ۱۸۱۲ء میں ان لوگوں کو بدلہ لینے کا موقعہ مل گیا۔ سلطنت متحدہ امریکہ سے جو فرانس کی حامی تھی ۱۸۱۲ء میں دربار انگلستان کی لڑائی شروع ہو گئی اور وہ منحوس محاربہ ۱۸۱۴ء تک جاری رہا۔ اسی سال شمالی امریکہ کے ایک بحری بیڑہ کے جہاز پر مقرر کیا گیا۔ وہ امریکہ جانے کے لئے جہاز پر سوار ہونے کو ہی تھا کہ ایک بندر ڈوور میں ایک ایسا شخص آیا جس کی شکل سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ دور دراز کا سفر کر کے آیا ہے۔ اس شخص نے ...

Marfat.com

ہو گا رہا یا پیدا ہو جانا یکساں ہو گیا تاہم اس بات کے سب معترف تھے کہ وہ بڑا عالم و فاضل اور قابل شخص ہے۔ گو خواہش دنیا کو وہ علم و فضل کے مقابل
چھوڑ بیٹھے ساتھ ہی یہ بھی جلد منکشف ہو گیا کہ وہ نہایت ہی متعصب تنگ خیال اور بے تمیز اور ناشائستہ بھی ہے۔ بغاوت یونان کے دوران
میں ترکوں نے منجملہ دیگر جزائر جزیرہ ساقز کو بھی تاراج کر کے اس کے بعض قصبات کے باشندوں کو قتل کر دیا تھا اور باقیماندہ کو اسیر کر لیا ان میں
ایک چھ سالہ لڑکی بھی تھی جو دوسری لڑکیوں کے ساتھ سمرنا بھیجی گئی اسے ایک انگریز نے خرید لیا اور پھر اسکی بیکسی پر رحم کھا کر اسکو
انگلستان میں اپنے چند رشتہ داروں کے پاس بھیج دیا اور وہیں وہ پرورش پا کر سن بلوغ کو پہنچی۔ بالغ ہونے پر جب وہ سمرنا واپس آئی تو اسکے
انگریز آقا نے ایک مسیحی یہودی سے جو اسوقت لندن کی ایک عیسائی کی طرف سے مشنری تھا شادی کر دی شادی سے کچھ عرصہ بعد خاوند
مشنری کا کام چھوڑ کر تجارت شروع کر دی اور جلد خاصہ متمول ہو گیا اولاد نہ ہونے کی وجہ سے وہ مرتے وقت کل جائداد عورت کے حق میں وصیت کر گیا اسکے
طامع رشتہ دار یہ سنکر بیوہ کو لوٹنے اور مزعومہ لوٹ میں شریک بننے کے لئے قسطنطنیہ سے سمرنا پہنچ گئے اور اسکے برخلاف مقدمہ دائر کر دیا
ترکی حکام نے بیوہ کو گرفتار کر کے حوالات میں دیدیا۔ مگر جب اسکی صحت بگڑ گئی۔ تو اسکے دوستوں کی سفارش پر اسے آب و ہوا کی تبدیلی کے

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۴۰۸۔ کہ وہ براعظم یورپ پر ایک عظیم جنگ کی خبر لایا ہے۔ وہ ڈوور سے لندن پہنچا اور اسکی خبر سے مالداروں پر بڑا اثر پڑا
اور سرکاری تمسکات و کاغذات زر اور منڈیوں کی منڈی میں ہزارہا بڑے بڑے سودے[لہ] ہو گئے جن سے ایک شخص نے لاکھوں کے وارے
نیارے کر لئے۔ مگر یہ جلد ہی معلوم ہو گیا کہ یہ کل معاملہ مصنوعی تھا اور صرف شاک (اسٹاک ایکسچینج منڈی) کے نمبر بار صفت دلالوں کو فائدہ
پہنچانے کے لئے گھڑ لیا گیا تھا۔ درحقیقت کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ یہ راز فاش ہونے پر ان لوگوں کے غیظ و غضب کی جنکو تمسک بیچ دینے سے سخت نقصان
پہنچا تھا کوئی حد نہ رہی خبر لانیوالا تو گم ہو گیا مگر جنہوں نے نفع کمایا تھا وہ موجود تھے۔ اور ان سے بدلہ لینے کی نقصان رسیدگان نے حلف اٹھائی نفع
اٹھانیوالوں میں ایک لارڈ کوکران کارلنت وار بھی تھا اور یہ متحقق ہو گیا کہ مصنوعی قاصد لارڈ ممدوح کے مکان پر آتا جاتا رہا تھا ان دونوں باتوں
سے لارڈ ممدوح کو کافی بہانہ ملگیا۔ اسکے برخلاف غریب وہی کا مقدمہ دائر کر دیا گیا جسمیں گورنمنٹ کے کل ارکان نے اسکے برخلاف مدعیوں کی بڑے
زور شور سے حمایت طرفداری کی چنانچہ مقدمہ میں جو طرفداری ہوئی وہ عادلانہ کارروائی نہ تھی بلکہ انصاف و عدالت کا مضحکہ اڑایا گیا اور ضابطہ
کو پورا کرنے کیلئے انصاف کا خاکہ اڑانیکے بعد سنگین رقم جرمانہ ادا کرنے یا اسکے عوض سزا قید بھگتنے کا حکم دیا گیا عدالت کے اس فیصلہ پر
گورنمنٹ نے اسے صیغہ بحری سے موقوف کر دیا۔ اور طبقہ بالا کے ناموں کے جھنڈوں میں سے اس کا جھنڈا نکال کر پارہ پارہ کر دیا گیا جرمانہ

لہ ان منڈیوں کو تہذیب کا لک بین مقیاس الامن تصور کیا گیا ہے۔ اگر امن میں کوئی خلل پڑنے کا اندیشہ نہ ہو تو سرکاری تمسکات اور مشترکہ سرمایہ
کی مختلف قسم کی کمپنیوں کے حصوں کی قیمت قائم رہتی ہے۔ اور اگر لڑائی کا اندیشہ ہو یا فی الواقع لڑائی شروع ہو جائے۔ اور کسی ملک کو شکست
ہو تو اسکے تمسکات کا بھاؤ فی الفور گر جاتا ہے اور جن لوگوں کے پاس ایسے تمسک ہوں وہ کل روپیہ کو ضائع چلے جانے کے خیال
سے ان کو اونے پونے داموں پر فروخت کر دیتے ہیں جیسا کہ غدر کے دنوں میں اکثر لوگوں نے کرنسی اور پرامیسری نوٹ تہائی
و چوتھائی قیمت پر بیچ دئے تھے۔ اور ایسا اکثر ہوتا ہے کہ خریدنے والا بھاؤ کے سنبھل جانے سے معقول فائدہ اٹھا لیتا ہے۔ چنانچہ یہ عام
دستور ہو گیا ہے۔ کہ لوگوں کی تشویش سے ناجائز فائدہ اٹھانیکے لئے اکثر مالدار آپس میں سازش کر کے وقتاً فوقتاً تشویش بخش
اور ہولناک خبریں مشتہر کرا دیتے ہیں جسپر تھوڑی سی بضاعت والے یا کم حوصلہ فی الفور اپنے مقبوضہ تمسک یا حصے فروخت کرنا
شروع کر دیتے ہیں اور جب تک کہ اس خبر کی تردید ہو کروڑوں کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں۔ مؤلف

Marfat.com

لئے ایک مسلسل کاوش میں جا رہے ہیں کہ عادت ہی پڑ گئی۔ لاحقین کی سینہ زوری اور جبر کا قصہ عام مشہور ہو جانے سے سرمایہ کی بھی اس سے بیزاری ہو گئی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۹۔ سا تا سنگین تھا کہ لارڈ کوکران اسکی العفو اور انکساری کا اور کچھ عرصہ قید میں بیجا۔ جرمانہ ادا کرنے جانے پر جب وہ رہا ہوا تو اس وقت قلاش محض اور سخت شکستہ دل تھا لیکن طبیعت میں تیزی اور کام کرنیکی طاقت بدستور موجود تھی کئی برسوں تک اپنے مقدمہ کی سماعت و تجدید جدید کیلئے کوشش کی اور جب کوشش کرتے کرتے تھک گیا تو اپنی تیزی اور طاقت کو لگانیکے لئے دوسرے میدان تلاش کئے محاربات پولین کے بعد جنوبی امریکہ کے صوبے پرتگال اور ہسپانیہ سے (جو دونو ملک کسی زمانہ میں کل براعظم امریکہ کے مالک تھے) باغی ہو گئے۔ لارڈ کوکران نے اپنی خدمات چلی کی جمہوری سلطنت کو پیش کیں جس نے اسے اپنی نیوی کا اعلیٰ افسر مقرر کر دیا۔ جنوبی بحرالکاہل میں اس نے اپنی وہی پرانی شہامت وجلادت دکھائی اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان سمندروں سے ہسپانوی علم بالکل نابود کر دیا لیکن ساتھ ہی اسکی طبیعت اہالیان چلی کی سازشوں جنمیں سے اکثر اجنبی ہونیکی وجہ سے خود اسی کے برخلاف تھیں بیزار ہو گئی اور اس نے ریاست مذکور کی خدمت سے استعفا دیدیا تاہم اسکی خدمات اور امداد کا وہاں ہمیشہ احسان اور شکریہ کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اب سے چند سال پیشتر تک چلی کے بیڑہ کا بہترین جہاز کا نام ہمیشہ المیرالٹی کوکران (امیر البحر کوکران) رکھا جاتا ہے وہاں سے جاکر برازیلیوں کو پرتگال کے برخلاف مدد دی اور اُسکے صلہ میں خاندان براگانزا کے اس فرد نے جو برازیل کا شہنشاہ ہو گیا تھا۔ اُسے مارکوئس کا رتبہ عطا کیا مگر سازشوں نے یہاں سے بھی اُسے بیزار کر دیا اور وہ مستعفی ہو گیا یہ وہی زمانہ تھا جب یونانیوں نے ترکوں کے برخلاف علم بغاوت بپا کر دیا ہوا تھا یونانیوں کے چند ہمدرد و معاون انگریزوں کو خیال گذرا کہ لارڈ کوکران ایک ایسا شخص ہے جو یونانی ملاحوں کو لڑائی کا ڈھب سکھا اور ان سے کام لے سکیگا اس سے یونان جانیکی التجا کیگئی اور وہ خوشی سے چلا گیا لیکن گو وہ اپنی بہادری کی نام کو اچھی طرح سے ندکھا سکا اور نسبتہً بہت تھوڑے کارنامے اُس سے ظہور میں آئے۔ اُس نے یونانیوں کی لنڈنی معاونین کی کمیٹی سے کہا کہ کوئی اچھا سا جہاز خرید دو اُسے نہ ملا اور بہر حال اچھا جہاز اُسے ملا اُسکے لئے مناسب و قابل ملاح نہ ملے۔ کوکران خود ہی موجد طبیعت نہ تھا بلکہ دوسروں کی ایجادوں سے بھی فائدہ اٹھانیکی قابلیت رکھتا تھا۔ اس لئے لنڈنی کمیٹی کو بہت کہا کہ مجھے صرف ایک سٹیمر (دخانی جہاز) دو پھر دیکھو اس کیلئے سے میں کس طرح ترکی و مصری بیڑوں کو نیست و نابود کر دیتا ہوں لیکن وہ کمیٹی کو ہم خیال نہ بنا سکا اور اس طرح سے دنیا کو متحیر بنانے اور بحری طریق حرب میں انقلاب عظیم پیدا کر دینے کا موقعہ اس کے ہاتھ سے جاتا رہا۔

محاربہ یونان کیساتھ ہی کوکران کے فوجی کارناموں کے زمانہ کا پیمانہ لبریز ہو گیا لڑائی کے ختم ہونے پر وہ اپنی بیشمار ایجادوں کی تکمیل اور مقدمہ کی نظر ثانی منظور کرانیکی کوشش کیلئے انگلستان واپس چلا گیا جہاں اُسے بتدریج کامیابی ہوتی گئی اور بیعزتی اور بدنامی سے بیس برس بعد وہ عدالتوں کے حسب اطمینان یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ اُسے بلا وجہ مجرم قرار دیا گیا تھا۔ اس اولین مرحلہ کو جیت لینے پر اس نے یہ مطالبہ شروع کیا کہ اُسے اپنے بحری عہدہ پر از سر نو بحال کیا جائے۔ اس مطالبہ میں بھی اُسے فتح حاصل ہوئی اور صدی کے چوتھے عشرہ کے شروع میں جنرل سٹون کے بیڑہ کا امیر البحر مقرر کر دیا گیا۔ جہاں گو اُسکو کوئی لڑائی نہ کرنی پڑی مگر اسکی مستعد و بیچین طبیعت نے نو مشق کیلئے سینکڑوں کام بہم پہنچا لئے بالآخر وہ پورے امیر البحر کے رتبہ پر فائز ہو کر ملازمت سے مستعفی ہو گیا۔ اس رتبہ کے ملنے سے بدنامی کیساتھ موقوف کی جانیکی تلافی کسیقدر ہو گئی مگر وہ ابھی مطمئن نہ ہوا۔ اور مدت العمر کامل انصاف کا ناکامی کے ساتھ مطالبہ کرتا رہا۔ اس کا ایک مطالبہ یہ تھا کہ میرا جھنڈا امیر البحر کے ناموں کے جھنڈوں میں اپنی جگہ پر نصب کر دیا جائے۔ جہاں اُسے سخت ذلت اور تحقیر کے ساتھ نکال کر پھینک دیا گیا تھا۔ اسمیں اُسے بالکل کامیابی نہ ہوئی اُسے معافی نہیں دی گئی تھی بلکہ عدالت بالا نے یہ قرار دیا تھا کہ ایک محض بیگناہ شخص زبردست و مکمل مخالفوں کی سازش سے جن سازشوں کو صرف ایک طاقتور گورنمنٹ ہی ایک تکلیف دہ معترض سے مخلصی پانیکا ذریعہ بنایا تھا ذلیل ہوا۔ لارڈ موصوف کو واضح ہو گیا

تھی۔ انہوں نے ضعیفہ عورت کو ایتھنز بھجوا دیا۔ جہاں اُسے اپنے ظالم لواحقوں کا خطرہ نہ رہ گیا۔ وہاں وہ کئی برس عزت کی زندگی بسر کرتی رہی اس کا تعلق زیادہ تر پروٹسٹنٹ مذہب کے پادریوں اور مشنریوں کے خاندانوں سے رہا اور اگر اسی پادری صاحب کی بیرحمانہ سنگدلی اور جہودانہ تعصب سنگھیالی کا شکار نہ ہو گئی ہوتی جس کا اوپر ذکر ہوا ہے تو شاید اب بھی زندہ ہوتی۔ ایک دن اس بیوہ نے چند احباب کی دعوت کی اور دعوت کی تیاریاں کر رہی تھی کہ یہ جنرل پہنچ گیا اور ضیافت کا سامان دیکھکر اس کا رنگ متغیر ہو گیا اور اس نے ڈراونی آواز میں للکار کر کہا اور تو دعوتکو بھولی ہے۔ حالانکہ اے عورت میں تیرے چہرہ پر موت کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ ضیافت کی تیاری کی بجائے فی الفور دو زانو ہو کر خدا سے اپنے بیشمار گناہوں کی معافی مانگ۔ غریب بیوہ کے دل پر اس دھمکی سے سخت صدمہ پہنچا ضعف قلب کی اسے عرصہ سے شکایت تھی اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکی اسنے ایک سرد آہ بھری اور چیخ مارنے ہی لگی تھی کہ وہ حلق سے اوپر نہ آسکی اور اسی حالت میں بیٹھ کر گر کر چند منٹوں میں سرد ہو گئی۔ اس سانحہ ناگوار کا اسی پر خاتمہ ہوا ایک قربانی ابھی اور باقی رہتی تھی۔ اپنی حماقت کے نتیجہ سے پادری الیا متحیر اور ہیبت زدہ ہو گیا کہ بے تحاشا گھر کو اٹھ دوڑا۔ اور اپنے گھر کی دہلیز پر قدم رکھا ہی تھا کہ اس کا بھی دم نکل گیا۔ دوسرے مشنری کا نام سٹرال تھا جس نے اپنے ساتھی کے برعکس وہ کام کیا کہ یونان میں ہمیشہ کے لئے نام نیک چھوڑ گیا ہے۔ اس کام میں اُسے اپنی نیک بخت بیوی سے بھی قابل قدر مدد ملی۔ یونان

کہ کوئی بعد کی گورنمنٹ لبرل ہو یا کنسرویٹو۔ عالی ظرفی سے اس امر کو تسلیم نہیں کریگی کہ کبھی گورنمنٹ سے بھی خطا ہو سکتی ہے اور نہ ایسی خطا کی کبھی تلافی کرنے پر رضامند ہوگی تاہم تمام گورنمنٹوں کو جو یکے بعد دیگرے قائم ہوئیں یہ ثابت ہو گیا کہ لارڈ کوکران جو بعد میں ارل آف ڈونلڈ ہو گیا ایسا شخص نہیں جو جزوی انصاف و داد رسی پر کبھی خوشنود ہو سکے۔ اس نے زمانہ موقوفی یعنی بیس برسوں کی پوری تنخواہ کا مطالبہ کیا اور جوں جوں زمانہ گزرتا گیا تنخواہ کی رقم پر سود کے مطالبہ کو بھی ازدیاد کرتا گیا صدی کے چھٹے عشرہ کے شروع میں فوت ہو گیا لیکن اُسکے وارثوں نے دعویٰ کو برابر قائم رکھا اور آخر موقوفی سے تخمیناً ساٹھ برس بعد بیس برسوں کی پوری تنخواہ اور سود کی بابت جسقدر رقم واجب تھی اس کی کوڑی کوڑی وارثوں کو ملگئی اور یہ ہے اس سلوک کی مختصر داستان جو یکے بعد دیگرے انگلستان کی گورنمنٹوں نے انگریزی نیوی کے ایک شجاع ترین افسر کے ساتھ کیا کوئی کہہ نہیں سکتا کہ آیا ڈریفوس یا اُسکے خاندان کو بھی فرنچ قوم سے ساٹھ برسوں میں بھی اسقدر انصاف بھی مل سکیگا جسقدر کہ انگریزی گورنمنٹ سے لارڈ کوکران کو ملا۔ بہرحال نقصان اور سختی کا معاوضہ ملنے سے قطع نظر لارڈ کوکران کو پورا انصاف کبھی نہ ملا۔

اسموقعہ پر یہ اظہار کر دینا نامناسب نہ ہوگا کہ ڈریفوس نے بھی یہی ارادہ ظاہر کیا ہے کہ جب تک کل فرنچ قوم اسکی بیگناہی کو تسلیم نہ کریگی وہ اپنی عزت اور نیکنامی کی بحالی کیلئے کوشش کرتا رہے گا اسکا بیان ہے کہ معافی سے میرے جسم کو تو آزادی مل گئی ہے مگر میری روح بدستور بدنامی کے داغ سے ملوث اور گرفتار بلا ہے۔ اگر وہ عدالت میں بیگناہ قرار پاتا تو اُسے ایام موقوفی وقیدی کی سالم تنخواہ نہ ملتی بلکہ مقدمہ کا خرچ بھی برعکس اب اُسے اپنی جوابدہی کے علاوہ استغاثہ کا خرچ بھی بحصہ کثیر ادا کرنا پڑا ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ کورٹ مارشل سے اسے بیس ہزار روپیہ کی زیرباری ہو گئی ہے۔ اُسکے معاون بھی اس معاملہ میں جب تک پورا پورا انصاف نہ ہولے چھوڑنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ گو فرنچ وزیر جنگ نے فوج کے نام اعلان عام جاری کر کے اس معاملہ کو نسیاً منسیاً کر دینے کا حکم صادر کر دیا ہے۔ اور امید یہی ہے کہ اب یہ معاملہ جس نے دس برس تک کل دنیا کی توجہ کو اپنی طرف مبذول رکھا ہے اور ایک طرح سے دنیا اور فرنچ قوم اس کا تذکرہ سنتے سنتے اکتا گئی ہے طبعی موت سے ہی مر جائیگا۔ اور عنقریب ڈریفوس کا نام سب کو فراموش ہو جائیگا۔

Marfat.com

کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی اسنے یونانیوں کی تعلیم و تربیت میں مدد دینے کا بیڑا اٹھا لیا اور عمر بھر جو سو برس کے قریب ہے ایک ایک کی کے بچہ بچہ بھی اس کا عاشق ہو گیا۔ یونان۔ ٹرکی اور ایشیائے کوچک کے ہر ایک گاؤں میں جو یونانی معلمات موجود ہیں وہ سب کے سب ان مدارس کی تعلیم یافتہ ہیں۔ جنکو ان سچے ہمدردان بنی آدم نے قائم کیا اور چلایا ان لیڈیوں کی موجودگی اور صحبت ہی بجائے خود ایک نعمت غیر مترقبہ اور قوم کو بلند سطح پر پہنچانے کیلئے زبردست ذریعہ ہے۔ ان کی تعلیم کی قدر و منزلت کا تو کچھہ اندازہ ہی نہیں ہو سکتا مسٹر اور مسز ہل کا طریقہ تعلیم مذہب کا ادب اور اسکی پابندی سکھانے اور اخلاق کی درستی پیدا کرنے میں ایسا موثر ثابت ہوا مگر ساتھ ہی مختلف مذہبوں اور فرقوں کے تعصبات کے اثر سے ایسا بری اور آزاد تھا کہ کچھ عرصہ کے بعد کلیسا یونانی کے اکثر پادری بھی اپنی اولاد کو انہیں کے مدارس میں تعلیم دلانے لگ گئے۔

فصل ششم ترکی انسٹیٹیوشنیں

سمرنا ترقی کر رہی ہے۔ ترکوں کی مہمان نوازی۔ قونک۔ بارکین ہسپتال احمد کاظم آفندی۔ شفاخانہ کی خوبیاں۔ شفاخانہ کے باغات یتیموں کے لئے صنعتی مدرسہ۔ یوسف ضیا آفندی۔ مدرسہ کا اندرونی انتظام۔ مدرسہ تجارت و زراعت۔ محمد لونی بک

سمرنا جب میںنے اس فصل کو لکھنا شروع کیا تو مجھے اس شاندار ملک میں آئے ہوئے صرف چھہ ہفتہ ہوئے تھے اور یہ نظر بدیں مسلمہ امر ہے کہ پیشتر اسکے کہ کوئی سیاح ایشیائے کوچک کے موجودہ صدر مقام اور اُسکی تجارت و صنعت کے مرکز یعنی سمرنا کے بڑے شہر کی نسبت کوئی جامع رائے بیان کر سکے۔ یہ واجب ہے کہ ملک میں اسکی رہائش چھہ ہفتوں سے زیادہ عرصہ کی ہو غلیظ جھونپڑیوں اکثر شاندار محلات پیچیدہ و ناقص الفرش تنگ و تاریک گلیوں اور سڑکوں بیشمار دکانوں اور لے تحاشا چلانیوالے گاڑیبانوں مسقف بازاروں خوشبودار سبز یا سفید مرمریں ڈیوڑھیوں اور پائینی زینوں کے دوش بدوش غلیظ و متعفن پانی کی نہریں اور باوقار۔ کینہ ور شکل لدے ہوئے اونٹوں کی قطاروں کے عجیب و غریب مجموعہ سے جنکے آگے آگے گدھے چلے جا رہے ہوتے ہیں اور جو ایسے تحمل و سکون اور متانت اور متکبرانہ انداز سے چلتے ہیں کہ گویا رفتار انکے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتی اور جو کچھ وہ دیکھ رہے ہیں انہیں کا ہے بخوبی واقف ہونے اور اُسکے ہر ایک حصہ اور قابل تذکرہ خصائص اور معاملات کی کیفیت بتانے کے قابل ہونے کیلئے وقت اور موقعہ (معائنہ) دونوں کی ضرورت ہے۔ بنا بریں میں ایسے مکمل بیان کے تحریر کرنے کی ابھی کوشش نہیں کروں گا بلکہ اِس شہر اور اسکے قرب و جوار کی تین نہایت ہی قابل تعریف ترکی انسٹیٹیوشنوں کی اجمالی کیفیت ناظرین کے سامنے پیش کرنے پر اکتفا کروں گا۔

ترقی بعض اوقات انگلستان میں بیان کیا جاتا ہے اور گاہ گاہ اُسے سچ سمجھ لیا جاتا ہے کہ ترکی دنیا کی دیگر مہذب اقوام کے دوش بدوش ترقی نہیں کر رہی اور کہ زمانہ گزشتہ کے چینیوں کی طرح ترک ترقی و اصلاح کی قابلیت ہی نہیں رکھتے۔ ایسی ہتک آمیز گفتگو اس قسم کی تمام مبالغہ آمیز بکواس کیطرح جلد خارج از استعمال ہو جائیگی۔ ناحق بالکل ہی کذاب ہیں او سعہوٹ ان کی گھٹی میں پڑ چکا ہے وہ ایسی مزخرفات ہمیشہ بکتے رہیں گے۔ لیکن ان کی باتوں پر وہی اعتبار کیا کرینگے جو جاہل بنے رہنے پر باصرار قائم رہیں اور اپنی عدم واقفیت اور جہالت کے دور کرنے پر کسی طرح رضامند نہ کئے جا سکتے ہوں۔ مسلمہ امر ہے کہ اگر برطانیہ کے کسی ایک بڑے شہر کی میونسپل کمیٹیوں سے اسکے چند بگڑے ہوئے بدعادت بچے لیکر جو اپنی وضع سے علیحدہ ہو جاویں تو ان کمیٹیوں کو کوئی حرج نہیں پہنچیگا۔ اسیطرح اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ترکی کو مزید اصلاح و بہبودی کی

کوئی نقصان نہیں پہنچیگا۔ دونوں صورتوں میں علاج یکساں قسم کا درکار ہے اور وہ تعلیم کی سریع اشاعت ہے۔ نظر بریں اس فصل میں ہم صرف انہیں کوششوں کا ذکر کروں گا جو صوبہ سمرنا کے ترکی حکام نے تعلیم کے بارے میں کی ہیں۔

مہمان نوازی

محلبیات یا بغاوت کے زمانوں میں ترکی افواج کی طرف سے مظالم فضیحہ کے سرزد ہونے کی خواہ ہزاروں حکایات دائر اور وقتاً فوقتاً شائع ہوتی ہیں۔ یہ یقینی امر ہے کہ ترک من حیث القوم ظالم کے عین برعکس ہیں۔ ہزاروں سیاح بالاتفاق اپنی شہادت دے چکے ہیں کہ اپنی اولاد اپنے غلاموں اور اپنے پالتو جانوروں سے ترکوں کا برتاؤ بہت ہی شریفانہ اور رحیمانہ ہے۔ مگر غیر اقوام کو شاید ان کا یہ وصف بہت کم معلوم ہے کہ وہ اس لفظ کے سچے معنوں میں ایسے بے غرض مہمان نواز ہیں اور بالخصوص اجنبیوں سے جو ان کی زبان میں تکلم کر سکتا ہو ایسی مروت و عالی حوصلگی سے پیش آتے ہیں کہ بشرطیکہ وہ روسی نہ ہوں اگر وہ چاہیں تو اشیائے کوچک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک خوراک یا مکان پر ایک حبہ خرچ کرنے کی ضرورت پیش آئے بغیر کمال آسائش و آرام سے سفر کر سکتے ہیں جو قوم اتفاقیہ سیاح یا اجنبی سے ایسی مہربانی اور تواضع سے پیش آتی ہو ناممکن ہے کہ وہ بیمار و بیکس کی مصائب سے ہمدردی نہ رکھے اور ایسی تنگدلی ظاہر کرے کہ لفظ اخوت و ہمدردی کا اس پر اثر نہ ہو۔ چنانچہ سیاح سمرنا میں ایک ایسا عالیشان قومی شفاخانہ ملاحظہ کریگا جو حسن انتظام اور عمدہ کارگزاری میں یورپ کے بہترین شفاخانوں کے ہم پلہ ہے۔

قوناک۔ بارکیں شفاخانہ

قوناک ان وسیع عمارتوں کے سلسلہ کا نام ہے جو لنگرگاہ کی مشرقی جانب واقع ہیں۔ گورنر جنرل اور کئی دیگر اعلیٰ عہدہ داران کے دفتر اور مختلف صیغوں کی کچہریاں اسی قوناک میں ہیں صرف تجارتی عدالت اور جگہ ہے۔ ان عمارتوں سے دائیں ہاتھ وسیع عمارتیں ہیں جن میں دس ہزار فوج رہ سکتی ہے۔ بارکوں اور قوناک میں فقط بازار کا عرض حائل ہے۔ جنگ کریمیا میں انگریزی فوج کے مریض و مجروح سپاہی انہی بارکوں میں رکھے گئے تھے تاکہ علاج کے ساتھ مقامی آب و ہوا کی نزہت و صفائی سے بھی ان کی شفا میں مدد ملتی رہے۔ بارکوں سے کچھ آگے مگر ایسے موقعہ پر کہ سمندر کی فرحت بخش ہوا کے جھونکے وہاں تک آسانی سے پہنچتے رہتے ہیں۔ ایک وسیع اور خوب پاک صاف اور سرسبز باغ کے وسط میں شفاخانہ ہے۔ پھولوں کے تختوں اور رنگ برنگ کے پھولوں سے لدی ہوئی ٹہنیوں سے تمام خطہ معطر ہو رہا تھا۔ درختوں کی سرسبزی کے علاوہ رواں نہر اور چلتے ہوئے فواروں کا منظر بھی دلفریب اور ہوا مفرح جاں بخش ہوتی تھی۔ میں دو دوستوں کے ساتھ اسے دیکھنے گیا۔ احمد کاظم آفندی مہتمم شفاخانہ شریف نژاد اور خوش شکل نوجوان ہیں۔ وہ نہایت خوش اخلاقی سے پیش آیا خوبصورت گول کمرہ میں قہوہ سے ہماری تواضع کی۔ پھر ساتھ لیکر کل عمارت دکھلائی۔ اندر داخل ہوتے ہی ملاقات کے کمرہ میں بیٹھے ہی تھے کہ اسکی دیواروں پر ہمیں دو خوشخط ترکی کتبے چوکھٹوں میں لگے ہوئے آویزاں دکھائی دیئے۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ وہ قرآن شریف کی آیات ہیں اور ان کے معنی یہ ہیں جو غریبوں کو ستاتا ہے خدا اسے سزا دیگا۔ اور جو غریبوں سے سلوک کرتا ہے اللہ اسے اجر دیگا۔ دوسرے کے یہ معنی بتائے گئے خداوند کریم نے انسان کو پیدا کرتے وقت اسکے آرام و آسائش اور خوشی کیلئے ہی ہر ایک چیز ساتھ ہی پیدا کر دی انسان اگر منصف اور نیک چلن ہوگا تو یہ نعمتیں اسے ملی ہونگی۔ ان آیات کے مضمون نے ہمارے دل پر بڑا اثر کیا اور اسی اثر میں ہم نے مہتمم کے ہمراہ نیچے پھر کر اس عمارت کی تمام وسیع و فراخ ایوانوں کا معائنہ کیا اور ہر جگہ ایسی صفائی دیکھی کہ دنگ رہ گئے۔ ۲۵۰ پلنگ مرد اور عورتوں کے لئے بچھے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ ضرورت پر کام دینے کیلئے آہنی پلنگوں کا کافی ذخیرہ ایک کمرہ میں موجود تھا۔ جو کام میں لائے جا سکتے تھے۔ بیرونی مریضوں کا بھی ہر روز چند گھنٹے اوقات معینہ پر مفت علاج کیا جاتا ہے۔ بالعموم ایسے

Marfat.com

یومیہ درج رجسٹر رہتے ہیں شفاخانہ کی کارگزاری کی اہمیت اس سے معلوم ہوسکیگی کہ گزشتہ دو برسوں میں پانچ ہزار ایشیائی امیر قریش اس شفاخانہ کی چاردیواری میں شفا حاصل کی جنکو اگر یہ طبی امداد نہ ملتی اور دیگر اقوام کے شفاخانے بھی ان کی دستگیری نہ کرسکتے تو وہ یقیناً ہلاک ہوجاتے۔ یونانی شفاخانوں کی طرح یہاں بھی ہر مذہب و ملت اور قومیت اور جملہ اقسام کی بیماریوں کے مریض بلا کسی طرح کی سفارش یا دستاویز کے فی الفور داخل کئے جاتے ہیں صرف دو امراض (متعدی بیماریوں اور جذام) کے بیماروں کا یہاں انتظام نہیں مگر ان کے معالجہ کیلئے بھی اب جدا جدا انتظام کرنیکی تیاریاں کی جارہی ہیں۔ مریضوں کے کمرے میں گشت کرنے سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ ان کے آرام اور صفائی کا از حد خیال رکھا جاتا ہے اور کمال غور و احتیاط سے ان کی خدمت کی جاتی ہے۔ اس کمرہ میں بھی جو بدمعاشوں اور مجرموں سے جنکے بدن باہمی دنگہ فساد کی ضربات یا ارتکاب جرم اور گرفتاری کیوقت مقابلہ کرنے پر خنجر سنگین۔ تلوار پستول اور بندوق کے چھروں کے زخموں سے چھلنی ہورہے تھے بھرا ہوا تھا ہوا کی صفائی قابل غور تھی صرف کہیں کہیں کلورالک۔ تیزاب یا چونے کے کلورائڈ کی خفیف سی بو آتی تھی۔ دو بڑے ڈاکٹر آٹھ دس نائب ہر وقت شفاخانہ میں موجود رہتے ہیں ہفتہ وار شفاخانہ میں شہر کے تمام ڈاکٹر میٹنگ کرتے ہیں اور اس وقت شفاخانہ کے ڈاکٹران سے نازک کیسوں کے متعلق صلاح و مشورہ کرلیتے ہیں۔ الغرض گو میں خود اس پیشہ کا آدمی نہیں ہوں لیکن چشم بینا رکھتا ہوں اور میری یہ عینی شہادت ہے کہ میں نے یہاں کے تمام انتظام اور اس کی فروعات کو ہر طرح کی نکتہ چینی سے اعلیٰ و ارفع پایا۔ مجھکو کوئی چیز ایسی نہ دکھائی دی جس پر کچھ حرف رکھ سکوں تمام وارڈوں (مریضوں کے کمروں) میں اعلیٰ درجہ کی صفائی۔ پاکیزگی۔ سکون و خاموشی اور باقاعدگی دیکھی سب کام ایسی باضابطگی سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ منتظم افواج میں ہوتا ہے۔ اوزار نہایت مصفا اور پاکیزہ مخملی بکسوں میں شیشہ دار الماریوں میں بند تھے۔ فرش۔ دیواریں۔ اور چھتیں بالکل بے داغ تھیں اور باورچیخانہ اور گودام گھر نہایت وسیع اور فراخ تھے لیکن اس دنیا میں ایسی کوئی محض انسانی انسٹی ٹیوشن نہ ملیگی۔ جو بالکل بے عیب ہو۔ تاہم اس شاندار فیض گاہ میں جو عیب ہے وہ اسکے انتظام بالنظر کے متعلق نہیں۔ بلکہ ایسی نقص و خسارہ پر مشتمل ہے۔ جو ترکی لیوانٹ کی بالخصوص اور ایشیا کوچک کی اٹھتی ہوئی نسل بالعموم اس شفاخانہ کے ساتھ کسی طبی مدرسہ کے ملحق نہ ہونے سے اٹھا رہی ہے۔ یہاں عملی اور کتابی تجربہ تعلیم کے لئے طلباء کے واسطے کافی ذخیرہ اور بے انتہا آسانیاں موجود ہیں۔ جو بالکل رائگاں جارہی ہیں۔ اس کا انسداد لازمی اور ان سے ترکی سررشتہ تعلیم طبی کے حق میں فائدہ اٹھانا ضروری ہے شفاخانہ ہر قسم کے مریضوں کا مفت معالجہ کرتا ہے ہسپتال کے اندر رکھکر جنکا معالجہ کیا جاتا ہے ان سے بھی کوئی معاوضہ نہیں لیا جاتا۔ اس کے سالانہ خرچ کے لئے جو ساٹھ چونسٹھ ہزار روپیہ کے قریب ہے شہر کے مکانات اور جائداد اوقاف پر خفیف سا ٹیکس لگا ہوا ہے اور کچھ روپیہ پرائیویٹ عطیوں اور مستقل چندوں سے حاصل ہوجاتا ہے سلطان المعظم تین سو پچاس قرش ماہوار جیب خاص سے عطا فرماتے ہیں اور مختلف سرکاری عہدہ دار بھی بے نظیر فیاضی سے کام لیکر معقول چندہ دیتے ہیں۔ جسکی مقدار ۲۹۵۰ قرش ماہوار ہے۔

عمارتوں کے بعد ہمیں باغ کی سیر کرائی گئی۔ ہر روش خوب صاف اور پختہ و چمن آراستہ و پیراستہ تھا۔ رنگتروں کے بڑے بڑے درخت بکثرت اور پختہ پھل سے لدے ہوئے تھے۔ جابجا آلیچہ دار کنج تھے جہاں شفایاب ہوکر مریض آرام سے بیٹھا ہوا سارا سارا دن جہازوں کی معمور بندر میں آمد و رفت کی سیر کرتا رہے بحیرہ روم سے مفرح و معطر ہوکر آنے والے جھونکوں کا آنا رہتا۔ خوشنما اور صاف مطلع اور روح افزا دھوپ میں حرارت کا نام نہ پایا جاتا تھا۔ متصلہ بارکوں سے

Marfat.com

گاہ گاہ فوجی بینڈ کی خوش الحان سروں کو کانسائی دیتے رہنا اور ہر جگہ خوب پختہ پھلوں کا سرپر ایسا قریب آجانا کہ مریض کو تشنگی محسوس ہو میٹھا میٹھا نہیں تو کڑوا بھی چاہیں بھلا۔ یہ سب ایسی نعمتیں نہیں کہ اس شفاخانہ کے ترک اور دیگر قومیت رکھنے والے قریب الشفا مریض مبالغتہ یہ کہہ اٹھتے ہونگے ؎ اگر فردوس بر روئے زمین است ہمین است وہمین است وہمین است۔ اگر وہ ہمارے لٹریچر سے واقف ہوتے تو انگریزی شاعر کا وہ بیت پڑھتے۔ جسکے معنی حسب ذیل ہیں۔ اگر دنیا میں کسی جگہ چین و آرام حاصل ہو سکتا ہے۔ تو شکرگزار دل کو اس جگہ آجانا چاہئے

مریضوں، نغمہ سنج فواروں اور معطر و خوشگوار رنگتروں کے جھنڈوں سے رخصت ہو کر مہتمم کی درخواست پر ہم پھر ملاقات کے کمرہ میں واپس گئے۔ جہاں دوبارہ قہوہ اور شیرین بسکٹوں سے ہماری تواضع کیگئی۔ اور چلتے وقت ایک ایک خوبصورت زرد گلاب پھولوں کا گلدستہ ہماری نذر کیا گیا۔

صنعتی مدرسہ ترکوں کی انسانی ہمدردی اور ترقی کی دوسری قابل تعریف یادگار اور شاندار شہادت شہر سے چند میلوں کے فاصلوں پر خلیج سمرنا کے متصل واقع ہے۔ یہ یتیم لڑکوں کا صنعتی مدرسہ ہے۔ شہر سے وہاں تک ٹیم جاتی ہے۔ اس کا منتظم اور نگراں یوسف ضیا آفندی ہے جسکے چہرہ کے ہر ایک خط و خال پر شفقت و مروت ایسی وضاحت سے نمایاں ہیں کہ گویا یہ الفاظ ان پر نقش ہیں۔ یہ نیک نہاد ان چھوٹے چھوٹے بے پدر و مادر بچوں کی بہتری اصلاح میں جنکی تعلیم و تربیت اسکے سپرد ہے اور نیز اپنی فرائض کی انجام میں مثل تیر تندہی اور دلی شوق سے مصروف رہتا ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ایسے شریف النفس سے توقع بھی یہی ہونی چاہئے۔ اگرچہ سکول کو قائم ہوئے ابھی صرف چھ برس ہوئے ہیں لیکن اس عرصہ میں بھی وہ ہزاروں بیکس و بیگناہ بچوں کو آوارگی سے بچا نیکا ثواب حاصل کر چکا ہے۔ ورنہ یہ مسلم امر ہے کہ یہ لڑکے بڑے ہو کر چور، گرہ کٹ اور بدمعاش ہونگے سوا اور کچھ نہ ہوتے۔ قہوہ و سگرٹ کی لازمی تواضع کے بعد آفندی موصوف نے ہمیں کل مدرسہ کا معائنہ کرایا۔ اسمیں اسوقت ایک سو دو لڑکے ہیں اور پچاس ایک اور کیلئے گنجائش ہے۔ ہم نے کل درسی کمروں، خوابگاہوں، باورچیخانہ، گیلریوں کی سیر کی اور ان کے معائنہ سے کمال محظوظ ہوئے۔ پھر اس حصہ میں گئے جہاں لڑکے عملی کام کر رہے تھے۔ انہیں خوردسال لڑکے مختلف شکلوں، رنگوں اور مصالح و قیمت کے بوٹ شیرخوار بچوں کے ننھے سے سرخ بچکانہ سے لیکر امیر کبیر پاشا کی بیش قیمت سواری کی لانگ بوٹ تک تیار کر رہے تھے تیار شدہ بوٹ جو ہر عمر و حیثیت کے لوگوں کیلئے مختلف پیمانوں اور حیثیت کے تھے اور دیگر چمڑے کا سامان یونہی قطار در قطار رکھا ہوا تھا اور ہر ایک چیز کا مصالحہ ایسا مضبوط نفیس اور دیرپا اور سلائی وغیرہ کا کام ایسا خوبصورت اور ستھرا تھا کہ دہقان کا میر تک عش عش کئے بغیر نہ رہ سکے اور اسے دیکھکر یہ کہیں اور سے چمڑے کا سامان خریدنے کا نام نہ لے کچھ لڑکے حیرت انگیز چابکدستی اور کاریگری اور ...... سے چمڑے کی مشکل نوکوں اور گوشوں کو خمدار تیز چاقوؤں سے گول اور صاف کر رہے تھے کچھ لڑکے وہاں کے مشینی سلائی کا کام کر رہے تھے اور بہت سے چھوٹی چھوٹی ہتھوڑیوں سے لکڑی پیتل یا لوہے کی میخوں کو سخت تلووں میں بڑی بیرحمی سے ٹھوک رہے تھے اور دوسری طرف تقریباً چھ سات چمڑے سلائی کی مشینیں اپنا راگ الاپ رہی ہیں

الماریاں، میز و کرسی بنانا اور خرادی اور نجاری کے صیغہ میں ۲۲ چھوٹے چھوٹے مضبوط جسم کاریگر آری چھینی یا مارتول وغیرہ سے اپنے کام میں جو دوسرے صیغہ کے کاموں سے کچھ کم دلچسپ تھا بسر گرم مصروف تھے ان کا تیار کردہ سامان ملکی قسم کے آرائشی اسباب

چھوٹی چھوٹی میزوں، غسل کرنے کی چوکیوں، برتن، کتابیں یا پارچات رکھنے کی معمولی اور کونے میں رکھنے کی الماریوں، زیتون کی لکڑی کے انڈے رکھنے کی پیالیوں، باغ میں بچھانے کی کرسیوں اور دیگر مفید کارآمد یا آرائشی اشیاء غسل خانہ اور آرام کرنے کی نفیس اقسام میں مکمل اور جیسی کہ چاہئیں ویسی ہی تھیں۔ تمام کمرے روشن، خوب ہوادار اور وسیع تھے اور خورد سال خوش شکل ننھے ننھے ترک بچے چھوٹی چھوٹی سرخ ٹوپیاں پہنے خوب ہشاش بشاش و خرم اور اپنے کام کے شائق معلوم ہوتے تھے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ ان کے اتالیق، نگران کو ان و ولولہ والوں سے کمال خوشی اور اطمینان حاصل ہوتا ہوگا۔

اگرچہ میرا مندرجہ ذیل ریمارک سے یہ ہرگز مطلب نہیں کہ چوب چرم کا کام کرنے والے لڑکوں اور ان کے لڑکوں میں جنہیں ہم نے ان دونوں کے بعد دیکھا کوئی نمایاں فرق موجود نہ تھا۔ تاہم یہ ریمارک کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جلد سازی کے فن کے کمرہ میں ایک قسم کی متانت اور سکون کے آثار یا وضاحت نمودار تھے اور اس علمی پیشہ کے مکان کے لئے بیشک یہی مناسب حال بھی تھا اور یہاں مخصوصاً نسبتاً بہت تھوڑے یعنی صرف چھ لڑکے تھے لیکن کام بہت زیادہ ہے کیونکہ سرکاری کام کا کچھ حصہ باقاعدہ طور پر مدرسہ کی معرفت کرایا جاتا ہے۔ اس وقت یہ لڑکے ایک سرکاری سالانہ رپورٹ کی جلدیں باندھ رہے تھے، رپورٹ کے ساتھ ولایت سمرنا کا ایک نہایت خوشنما اور قابل تعریف بڑا نقشہ بھی تھا۔ جسے خود یوسف ضیا آفندی نے تیار کیا تھا۔ رخصت ہوتے وقت آفندی موصوف نے ازراہ مہربانی اس نقشہ کی ایک کاپی مجھے عنایت کی۔

اس کے بعد آہنگروں کا کمرہ دیکھا۔ مضبوط اور طاقتور دست و بازو رکھنے والے دہقانی آہنگروں کے مقابلہ پر یہ لڑکے اگرچہ کھلونا معلوم ہوتے تھے تاہم مجھے یہ سند ان کو ایسی پھرتی، ہوشیاری اور درستی سے کام کرتے دیکھ کر کہ زمانہ گذشتہ کا مشہور دیو قامت دہقانی آہنگر "ورڈ بل کین" اسے حسد کئے بغیر نہ رہ سکتا اور مان جاتا کہ وہ ایسی عمدگی اور باقاعدگی سے کام نہیں کر سکتا۔ اس کمرہ یا کارخانہ میں ۲۲ لونے انجینیر موجود تھے چند بھٹی پر کچھ خرادوں پر اور بعض ریتی اور چھینی سے کام کر رہے تھے اور ایک گروہ سوراخ کرنے والی مشین کے گرد جمع باغیں رکھنے کی کرسیوں اور بنچوں کے آہنی اجزا میں سوراخ کر رہے تھے اور ایک مضبوط حبشی اس مشین کو چلا رہا تھا غالباً سب سے زیادہ عجیب اور دلآویز منظر اس کمرہ کا تھا جو بالشتئے درزیوں سے بھرا ہوا تھا وہ ان پارچات کو جو دیر بعد یا جلد خود انہوں نے اور ان کے دیگر کارخانوں کے رفقا نے پہننے تھے۔ ایسی تیزی اور شوق و مشقت سے قطع اور کتر کرتے یا مشین سے سینے میں مصروف تھے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کام میں مصروف نہیں بلکہ شوقیہ کھیل میں مشغول ہیں۔ یہاں آہنگروں کے کمرے ایسا شور و غل نہ تھا پھر بھی مشینوں کے چرخوں کی مسلسل کھڑکھڑاہٹ اور سوئیوں کی ٹک ٹک میں جس مسلسل شور سا تھا یہی واضح ہو رہا تھا کہ لڑکوں کو کام بڑی عمدگی سے سکھایا گیا ہے اور کہ مشین نہایت اعلیٰ قسم کی ہیں بات کرنا مشکل تھا۔ اس کمرہ میں ۱۹ لڑکے تھے۔

اب صرف ایک منظر یعنی کمرہ موسیقی کی کیفیت باقی رہ گئی ہے اس میں ۹ لڑکے تھے جن میں سے بعض نے اتنے بڑے بڑے ترم اٹھا رکھے تھے جو جسامت و وزن میں خود ان کے برابر تھے یہ سب لڑکے اپنے اپنے مسودوں یا موسیقی کی قلمی کتابوں کے سامنے اس انتظار میں بے حس و حرکت تھے کہ ہمارے داخل ہوتے ہی باجا بجانا شروع کر دیں اشارہ ملتے ہی سب نے بجانا شروع کر دیا اور سب نے ایک دوسرے کے ساتھ ایسی سر ملائی رکھی کہ دیکھ کر تعجب ہوتا تھا اور وقتاً فوقتاً اس زور سے بجایا کہ ان کے ننھے ننھے وجودوں اور آواز کی مقدار کو باہم مقابلہ کرنے سے حیرت ہوتی تھی۔ ان کی خوش نگی

ایسی سحر آمیز اور دلربا تھی کہ چند نیم وحشی ساربان بھی جو جانور لئے جا رہے تھے یکبارگی کھڑے ہو جاتے اور کھلے دریچوں کے اندر جھانکنے سے نہ رک سکے۔ یہ نیم جنگلی لوگ عموماً تنگی اور جذبات کے محکوم نہیں ہوتے۔ بنا بریں بالعموم وہ کسی چیز پر متحیر و متعجب نہیں ہوتے اور شاذ و نادر اگر کبھی کسی غیر متوقع واقعہ پر ان کو کسی قدر تعجب ہو بھی تو عموماً اسے فی الفور چھپا لینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں مگر اس موقعہ پر ان کی سخت طبعی لاپروائی یا متانت بالکل عنقا ہو گئی اور جب تک لڑکے باجا بجاتے رہے وہ آنکھیں پھاڑ کے دریچوں کے اندر جنھیں باد نسیم خلیج کی طرف سے چلی آ رہی تھی دیکھتے رہے اور جب انہوں نے یہ دیکھا کہ آواز کی اس مقدار عظیم کے پیدا کرنے والے یہ چھوٹے چھوٹے سے لڑکے ہیں۔ تو وہ اپنی حیرت و مسرت کے عملی اظہار سے بھی باز نہ رہ سکے اور بے اختیار دبی آواز میں ماشاء اللہ ماشاء اللہ پکار اٹھے۔

زراعتی و تجارتی مدرسہ

اس بیش قیمت اور بے بہا صنعتی مدرسہ اور خوش الحان سرود کے بالکل متصل ہی جدید شاندار عمارتیں تیار ہو رہی ہیں جو عنقریب بالکل مکمل ہو جائیں گی۔ یہ ایک اور نہایت کار آمد انسٹی ٹیوشن یعنی مدرسہ زراعت و تجارت کے لئے بنائی گئی ہیں اس مدرسہ کے بانی مبانی حلیم و متواضع و بیدار مغز حاجی ناشد پاشا سمرنا کے سابق گورنر جنرل اور قومی ترقی کے شیدائی محمد نوری بک صوبہ سمرنا کے سابق انسپکٹر جنرل ہیں اس مدرسہ کے ڈائرکٹر موخر الذکر مقرر کئے جائیں گے۔ کل شہر اور اس کے قرب و جوار میں یہ عمارت تمام سرکاری عمارتوں سے زیادہ شاندار اور نفیس ہے اس پر اب تک تین لاکھ روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ اس کے مکمل ہو جانے پر جب مدرسہ قائم ہو گیا تو وہ ترکی کی بسرعت ترقی کنندہ تعلیمی مشین کا ایک نہایت اہم اور سود مند پرزہ ثابت ہوگا۔ طالب علموں کو اس سے مختلف الانواع بے شمار فائدے حاصل ہوں گے کیونکہ مقصود مدعا کو مد نظر رکھکر اس کی عمارت خاص طور پر تجویز و تیار کی گئی ہے۔ درسی کمرے۔ ایوان۔ کتبخانہ۔ تجربہ گاہ اور گیلریاں بلند ہوادار اور خوب روشن ہیں موقع کی خوبصورتی اور صحت وری اس سے اور کیا زیادہ ہوگی کہ وہ عین برلب بحیرہ روم واقع ہے اور ایک چھوٹی سی ٹریموے لائن کالج سے لے کر شہر کے آخری سرے تک موجود ہے۔

پرانے خیالات کے شیدائی

صرف تین ترکی انسٹی ٹیوشنوں کے مندرجہ بالا مختصر حالات سے ناظرین کہ بآسانی قیاس کر سکتے ہیں کہ موجودہ خیالات اور تہذیب سے متاثر ہو کر ان کی بیشمار دیگر انسٹی ٹیوشنوں کی کیا کیفیت ہو گئی ہو گی۔ یا دن بدن ہوتی جا رہی ہے ممکن ہے یہ درست ہو کہ قسطنطنیہ میں کنسرویٹو اور پرانے خیالات کے شیدائی جماعت کو ابھی تک کچھ اقتدار حاصل ہو۔ جیسے کہ انگلستان اور لندن کے کہنہ مذاق لورڈ ہے خزنٹ جمہور کی حالت کو درست کرنے یا ملک کی اصلاح و ترقی کے متعلقہ ہر تجویز و مشورہ کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ زمانہ ترقی اور روشن خیالی کا ہے۔ یہ یقینی امر ہے کہ یا سفر ین کی پرانے خیالات جن کی کامل نیک نیتی میں کسی طرح کا شبہ نہیں اور ان کے ہمخیال علماء کے بوسیدہ و سفید ریش لوری بلد نوجوان اشخاص کے لئے جگہ خالی کر دینگے

فصل ہفتم سمرنا کے قرب و جوار میں زراعت

سکاٹ لینڈ کے کسان اور زمین معہا لجرت ایشیا کوچک کی طبعی کیفیت۔ ولایت آیدین۔ سرزمین۔ محاصل

وپیڈا واریناکستان مسٹر گریفیٹ۔ ہزایکسیلنسی حسین حلمی آفندی کے مرتبہ اعداد۔ ہز ایکسیلنسی کمال بک گورنر سمرنا۔ ذرائع آبپاشی۔ خلفا بونار نمفو کے چشمے۔ کسانی محنت و مشقت۔ یونانی جزائر کے قلاش آوارہ گرد۔ یونانی کاشتکار ایک گداگر کا عجیب خط۔ گداگروں کا فقرہ۔ مزدوری کی شرح۔ زمین کی قیمت۔ انگوروں کی کاشت اکسیر ہے۔ ترکی سکے قزاقی کا انسداد۔ زمین کی قیمت میں افزونی۔ یونانیوں کا مقابلہ ولایت آیدین میں کاشتکار پیشوں کو کیا فائدہ حاصل ہیں

سکاٹ لینڈ کے کسان اور زمین

غالباً دنیا بھر میں سکاٹ لینڈ کے کسانوں اور باغبانوں سے بہتر اور زیادہ محنتی کاشتکار نہیں پائے جائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں بہت تھوڑے قطعات ایسے ہونگے جن کو بھوری جھاڑیوں اور پست قامت و خمیدہ درختوں کی سرزمین یعنی سکاٹ لینڈ سے بڑھکر زرعی سلیقہ و لیاقت اور مسلسل تردد و محنت کی ضرورت ہو۔ ایشیا، امریکہ اور یورپ کے اکثر حصوں میں کسان کو ہل یا کدالی سے اپنی زمین کے زیر بند ڈھیلوں کو ہلا دینے اور بیج ڈال دینے سے زیادہ تھوڑا کام کرنا پڑتا ہے۔ اور اس تھوڑی سی محنت سے ہی اس کے کھیت چند دنوں کے بعد ہری بھری فصلوں سے لہلہاتے دکھائی دینے لگ جاتے ہیں لیکن کیلڈونیا (سکاٹلینڈ کا پرانا نام) کی دھرتی ماتا سخت ترین انسانی مشقت کے باوجود جس میں مضبوط ترین گھوڑوں، بہترین کلوں اور عمدہ ترین تخم سے بھی مدد لی جاتی ہے۔ عموماً محض قوت لایموت بخشنے کی بھی روادار نہیں ہوتی اور اگرچہ اس کے فرزند اس پر عجب دلدادہ ہیں لیکن بسا اوقات وہ ان کے ساتھ سختی سے برتاؤ کرتی ہے۔ ایسی صورت میں اگر اسکاچ کسان زمانہ موجودہ کی ترقی یافتہ جغرافی اور دیگر قسم کی تعلیم سے مستفید ہونے کی وجہ سے بعض اوقات اپنی سرزمین کی نسبت کم نامہربان خطوں کی طرف حرص و طمع اور رشک کی نگاہوں سے دیکھیں تو کوئی تعجب نہیں ہوسکتا۔ مگر افسوس کہ اور زمین کی محبت پر بہت کم غالب آسکتے ہیں یہ درست ہے کہ اب ہر سال ان میں سے چند ایک جو نسبتاً زیادہ باعزم بلند حوصلہ اور ترقی کے خواہاں ہوتے ہیں بڑے غور و فکر اور تذبذب کے بعد اخیر وطن عزیز سے قطع تعلق کرکے اس کی بعید نوآبادیوں میں سے کسی ایک میں ہجرت کرجاتے ہیں۔ لیکن ان کا زیادہ حصہ بدستور سابق اپنے آباؤ اجداد کی طرح وطن میں ہی رہکر اپنی بلاشفقت اور جان توڑ محنت و مشقت میں دن رات مصروف رہتا ہے۔ اور زندگی کے دن زمانہ کی ناہنجاریوں اور زمین کی نامہربانیوں پر بڑبڑاتا ہوا بسر کرتا ہے۔ دیرنگرے بلکہ اس قوم کا وہ محدود حصہ جس نے مطالعہ تعلیم سے یہ فائدہ اٹھالیا ہے کہ اسے نیلگون بحیرہ روم کے خوبصورت سواحلی علاقوں کی زرخیزی کی کیفیت بخوبی معلوم ہوگئی ہے ضرور بسا اوقات بہ تعجب یہ سوال کرتا ہوگا کہ کیا ان سواحل پر جو قدیم الایام سے مشہور چلے آتے ہیں۔ ان کے بھائیوں کے لیے کوئی گنجائش نہیں رہ گئی زیادہ تر اسی سوال کے متعلق چند واقعات بتلانے اور کسی قدر ایشیائی سمت کے ایک مشہور ضلع کی زراعت کے مضمون کے متعلق ناظرین کے واسطے عام دلچسپی کا سامان مہیا کر دینے کی غرض سے میں نے اس فصل کے بڑے حصہ کو تحریر کیا تھا۔

نوٹ۔ مسٹر کوکران کے اسی فصل سے مجھوا اخبار وکیل ۱۲ جولائی ۱۹۰۹ء میں ہندوستان وغیرہ ممالک کے مغلوب و خستہ حال عربی روزگار مسلمانوں کو علاقہ اناطولیہ کی اس فرسدتی زرخیزی سے فائدہ اٹھانیکا مشورہ دینے کی ترغیب ملی تھی سمرنا میں

ایشیائے کوچک کی طبعی کیفیت

ایشیاء کوچک ایک وسیع ملک ہے۔ اس کا رقبہ دو لاکھ میل مربع سے زیادہ ہے اور اس کی سرزمین سطح سمندر سے مختلف سطوح پر واقع ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۸ کریٹ وغیرہ سے مہاجرین بکثرت وارد ہو رہے ہیں۔ ۱۹ جولائی کو قسطنطنیہ میں ایک سو مسلمان روس اور بلگیریا سے وارد ہوئے۔ ایشیائے کوچک کے مختلف صوبوں کے مقامی حکام مہاجرین کی آبادی و رہائش کے لئے سرگرمی سے انتظام کر رہے ہیں۔ شاکر پاشا یاور سلطانی اور کئی دیگر اعلیٰ افسر اسی غرض کے لئے دار الخلافہ سے سمرنا کو بھیجے گئے ہیں۔ کل ایشیائے کوچک بالخصوص صوبہ سمرنا اور بروصہ کا علاقہ ایسا زرخیز اور سیر حاصل ہے کہ بقول مسٹر ٹریلیم کو کران اضلاع متصلہ سے یونانی باشندے بھوکے مرتے جاتے ہیں کچھ عرصہ شہروں اور دیہاتوں میں مزدوری کرتے ہیں اور اسکے ساتھ ہی جنگل کو صاف کرکے انگوروں کا باغ لگاتے ہیں اور جب وہ معقول وسیع ہو جائے تو مزدوری چھوڑ دیتے ہیں اور باغ کی غور و پرداخت کرتے رہتے ہیں جن کی آمدنی سے وہ خوب مرفہ الحال ہو جاتے ہیں ایک جماعت کے افراد چند برس ہوئے ایک شلنگ یومیہ اجرت پر مزدوری کیا کرتے تھے آج ان کو اپنے باغوں سے جو اسی طرح بنائے گئے تھے نو سو روپیہ ماہوار کی آمدنی ہے۔ سرکاری محاصل بھی بہت ہی خفیف ہیں جب وقت پورا ایک دونم (ایکڑ کا چوتھا حصہ) باغ مکمل ہو جائے تو سرکاری افسر آکر اس کی پیمائش کرتا ہے اور فی دونم ایک مجیدی تقریباً اڑھائی روپیہ سالانہ محصول لگا دیتا ہے۔ لوح سمرنا اور ادرنہ میں مزدوروں کی بالاوسط یومیہ اجرت دو روپیہ سے لیکر تین روپیہ تک ہے۔ تمام دیگر اجناس بھی اس سرزمین پر جہاں بے شمار قدرتی چشمے اور نالے موجود ہیں بافراط پیدا ہوتی ہیں۔ سرکار پیداوار کا پہلے صرف دسواں حصہ لیتی تھی اور اب بارہ فیصدی۔ زائد ۲ فی صدی پیداوار سٹرکوں کی تیاری کے لئے چند برس سے لی جاتی ہے۔ صاحب معروف کی رائے میں متمول یا مزدور اگر اس علاقہ میں زراعت کی غرض سے جائیں تو بہت فائدہ اٹھائیں۔ وہ مشورہ دیتے ہیں کہ پرائیوٹ اشخاص سے زمین خریدنے کی کوشش نہ کی جائے۔ آباد زمینوں کی ملکیت فی ایکڑ سات سو آٹھ سو روپیہ تک ہو گئی ہے۔ سرکاری جنگل کو توڑ کر کھیت اور باغ لگائیں۔ سرکار آبادی کے لئے بڑی خوشی سے جنگل دیتی ہے اور صرف صوبہ سمرنا میں کئی ہزار دہقانوں کے لئے زمین اس طرح دستیاب ہو سکتی ہے۔ جب کہ صاحب موصوف سکاٹ لینڈ اور انگلستان ایسے ممالک کے مزدوروں اور کاشتکاروں کے لئے اس علاقہ میں چلا جانا نہایت مفید سمجھتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہندوستان کے مفلس مگر محنتی اور جفاکش و مضبوط نوجوان و کسان اس علاقہ کی قدرتی زرخیزی سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ بہرحال خوشی کا مقام ہے کہ کریٹ اور روس وغیرہ کے مسلمان خانماں برباد ہونیکے بعد ایسی جگہ چلے جا رہے ہیں جہاں نہ ویسے ہی دلوں میں ان کی نلاکت و افلاس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ۱۸۷۷ء کے محاربہ روم و روس کے بعد دو لاکھ بلغاری مسلمان اپنے وطن مالوف سے ہجرت کرکے اسی علاقہ میں آباد ہو گئے تھے جہاں اب وہ پہلے سے بھی زیادہ خوشحال اور فارغ البال ہیں۔ صرف ضلع بروصہ میں بماہ جولائی ۲۹۴ مہاجر آباد کئے گئے ہیں۔ ان صوبوں کے دیہاتی حصہ کی آب و ہوا ایسی صحت بخش ہے کہ باشندوں کی اوسط عمر سوا سو ڈیڑھ سو برس ہے۔ سمرنا سے [illegible]

ان میں ساحل سمندر کے ہموار وسیع و زرخیز مگر عموماً ملک کی ہیں پیچھے سے
سے ایک پانچ ہزار فیٹ تک کی سطح مرتفع موجود ہیں جو اندرون ملک میں ہیں۔ اس علاقہ میں پہلے آتش
پہاڑوں کی بہت افراط تھی۔ اسکی زمین زیادہ تر انہی پہاڑوں کے اگلے ہوئے مواد سے مرکب ہے۔ یہ پہاڑ اب بھی
قائم ہیں۔ مگر ان کے دہانے شعلے نکالنے سے رک گئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک کوہ اگری طاغ ہے جو دو بلند ہیں
جو سطح سمندر سے ۱۳ ہزار فیٹ اور پائنتی میدان سے دس ہزار فیٹ کی جگہ دینے والی بلندی پر ہیں ملک کے اکثر حصہ
کی آب و ہوا جنوبی یورپ کی آب و ہوا ایسی ہے۔ البتہ بے آب و گیاہ چٹیل میدانوں پر گرما میں گرمی اور جاڑوں میں
سردی نہایت شدت سے پڑتی ہے۔ بحیرہ ایجین (بحر سفید بحر مجمع الجزائر) کے قریب دونو موسم معتدل ہیں
اور نباتات بافراط پیدا ہوتی ہیں طرابزون اور بحیرہ مرمرہ کے درمیان جو علاقہ ہے اس کی نسبت تو یہ عام مقولہ ہے کہ اس
سے زیادہ خوشنما۔ خوبصورت صحت بخش اور زرخیز علاقہ دنیا بھر میں کہیں نہیں۔ پس جب ملک کی حدود ایسی وسیع
ہوں اور خواہشمند کے سامنے انتخاب کے لئے ایسا وسیع میدان پڑا ہو تو اس میں اگر اسے اپنی مذاق و ضرورت کے
مطابق زمین دستیاب نہ ہو سکے تو بیشک یہ عجیب امر ہوگا۔ قصہ مختصر اس خطہ میں ہر قسم کے زرعتی مذاق و ضرورت کے حسب حال
زمین موجود ہے۔ لیکن میں کل ملک کے متعلق اس فصل میں تحریر کرنیکا ارادہ نہیں رکھتا بلکہ بالخصوص ولایت ایدین
کا جو شاندار اور دلآویز صوبہ ۵۰۲ میل لمبا اور ۰۰ ۱ میل عریض ہے اور اب کچھ عرصہ پہلے حاجی ناشد پاشا[1] ایسے مدبر
اور منتظم گورنر جنرل کے اہتمام میں تھا اور اس میں سے بھی خاص کر ضلع سمرنا کا تذکرہ کروں گا۔

زمین کی ترکیب

جدھر نگاہ کرو سب طرف ایک ہی طرح کی نرم بھربھری اور باسانی قابل تردد زمین جسمیں
چونہ کا ملبہ بمقدار کثیر ملا ہوا ہے دکھائی دیگی۔ جہاں جہاں پہلے نالے اور جھیلیں تھیں
اور امتداد زمانہ یا طبعی قوتوں کے عمل سے یہ نشیب پٹتے پٹتے متصلہ سطح کے برابر ہو گئے ہیں۔ وہاں مٹی کی تہ کی گہرائی
کا کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اس کی زرخیزی بھی کوئی عدیل و نظیر نہیں رکھتی۔ دوسرے موقعوں پر مٹی کی پتلی سی تہ ہے
جو چونہ کے پتھروں کی ہموار سطح پر جمی ہوئی ہے۔ لیکن میدانوں اور پہاڑیوں کے ایسے ڈھلوانوں پر جو بالکل یا قریباً سیدھے
اور عمودی نہیں مٹی کی تہ ایسی پتلی اور کم ریز نہیں کہ خواہ بیلوں سے چلائے جانیوالے ہلوں اور دیگر بیڈھنگے فرسودہ آلات سے جن سے
ابتک اس ملک کے کاشتکار کام لے رہے ہیں کاشتکاری کی جائے اس سے معقول فائدہ نہ ہو ایسی زمین اور ایسی خشک آب و ہوا
اگرچہ چارے کی کاشت کے بالکل موافق نہیں مگر انگور۔ زیتون اور شہتوت کے لئے نہایت مناسب ہے۔ اور ان
تینوں قسم کے درختوں کے وسیع کھیت اجناس خوردنی جڑدار ترکاریوں پھلدار درختوں اور دیگر فصلوں کے ساتھ مخلوط
و آمیز اں بکثرت موجود ہیں۔ کاشت عموماً مجیٹھ۔ اعلیٰ قسم کی نرم و سخت گندم۔ جو۔ پیغمبری جو۔ لوبیا۔ مٹر اور

بقیہ حاشیہ ۴۱۹ میں آباد ہونیکے لئے شام بھیجے گئے ہیں

[1] ان یادداشتوں کی اولین ترتیب کے وقت یہ حلیم و متواضع مگر ساتھ ہی مستقل مزاج صاحب عزم اور روشن خیال عہدہ دار ترقی پا کر حلب
کے نسبتاً زیادہ وسیع اور زیادہ ذمہ داری کے صوبہ کو تبدیل ہو گیا تھا۔ کوکران۔

Marfat.com

دیگر قسم کی دالوں، سنگتروں، لیموں، بادام، انجیر، انار، بنفشہ، انگور، زیتون اور شہتوت کی کی جاتی ہے۔ جب سے یورپ میں مصنوعی معدنی رنگوں کا عام رواج ہو گیا ہے مجیٹھ کی کاشت نسبتاً کم ہو گئی ہے۔ یہاں کی سخت گندم کا سیدہ نہایت نفیس ہوتا ہے۔ زمین کی زرخیزی اور زراعتی قابلیت کے متعلق صرف یہ کہہ دینا کفایت کرے گا کہ یورپ یا امریکہ کی کوئی جنس ترکاری یا پھل نہیں جس کی کاشت بکامیابی آیدین کے وسیع صوبہ میں نہیں ہو رہی یا نہیں ہو سکتی یہاں کے کاشتکاروں کو ایک بہت قابل قدر فائدہ حاصل ہے کہ ان کی اکثر اجناس کھیتوں پر ہی بک جاتی ہے اور سمندر کے قریب اسباب کا مطلقاً اندیشہ رہتے نہیں دیا کہ جب سمرنا کے متصل فراخ میدانوں اور زرخیز ڈھلوانوں پر موجودہ طریقہ قدیم کی بجائے جدید سے چلایا جاتا ہے اور یک بہ یک ملکی دہقان قومی یا جاہلانہ تقلید پرستی اور توہم مزاجی سے مجبور ہونے کی وجہ سے اسے چھوڑنا نہیں چاہتے۔ جو دخیال کے آباد کاران کے آ جانے یا موجودہ دہقانوں کو ہی زمانہ سے سبق حاصل ہو جانے پر جدید علمی طریقہ سے کاشت شروع ہو جانے سے پیداوار اب کی نسبت بہت بڑھ جائے گی تو اس کی کھپت نہیں ہو سکے گی کیونکہ زائد از ضرورت پیداوار فی الفور جہازوں پر لاد کر دیگر ممالک کو بھیج دیا کرے گی جرمن کاشتکاروں کی ایک جماعت نے کہ حال میں مستقلاً اپنے ابھی تھوڑے سے عرصہ میں کوہی ڈھلوانوں کی کئی سو ایکڑ اراضی کو جو خوشنما موضع قوقلی واقع ہے راجہ اور سمرنا کے درمیان درخت تیار کرنے کیلئے انگوروں کے مزروعوں سے ڈھانپ دیا ہے اور ظاہر ہے کہ جرمن عنصر جو اب اناطولیہ آبادی میں داخل ہو گیا ہے جب تک کہ پرنس بسمارک کی جہاں بینی حریص آنکھیں ایشیا کو چک کو زمانہ استقبال میں اپنے ملک کا شکار سمجھتی رہینگی۔ کبھی گھٹنے کا نام نہیں لیگا۔ بلکہ دن بدن ترقی پر بڑھتا جائیگا۔ اور جرمنوں کی آبادی اس طرح میں بڑھتی جائیگی تمام زراعت تو بجائے خود رہی ابھی صرف ایک ہی فائدہ بخش شاخ کاشت شہتوت میں ابھی بلا اندازہ ترقی کی گنجائش موجود ہے۔ بظاہر یہ یقینی نظر آتا ہے کہ ریشم کی صنعت پہلے سے بھی زیادہ فروغ پکڑ جائیگی اور اس وقت موجودہ شہتوت کے درخت خواہ اس وقت بھی ان کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں کبھی کفایت نہیں کرینگے صرف ایک انگریز فرم مسٹر گلبفٹ کی ہی مساعی جمیلہ سے جس کا بار ہا پہلے ذکر ہو چکا ہے ریشمی کیڑوں کی مختلف امراض سائنس کے سامنے مغلوب ہو چکے ہیں اور اسکا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ایک دو برس میں ہی یہ صنعت حیرت انگیز ترقی کر گئی ہے۔

ولایت آیدین کی موجودہ آمدنی تجارت۔ آبادی وغیرہ کی مجمل کیفیت واضح کرنے کیلئے ہم اخبار یورڈال دی سمرنا مورخہ ۹ مئی ۱۸۹۶ء سے مندرجہ ذیل اعداد جن کو ہز ایکسیلنسی حسین حلمی آفندی نے مرتب کیا تھا ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں آفندی معصوف نے اخبار مذکور میں سلطنت عثمانیہ کے ہر ایک صوبہ میں یورپین ممالک کے نمونہ پر محکمہ اعداد شمار قائم کرنیکی ضرورت پر بڑا زور دینے کے بعد حسب ذیل اعداد تحریر کئے ہماری ولایت کی آبادی ۔۔۔ کے ہماری درمیان کم و بیش مستقل رہائش اختیار کرلینے سے پچھلے برس ۶۶۲۳۷ نفوس کی زیادتی ہوئی۔ ان لوگوں نے ۔۔۔ میں ۹۳۹۷ مکان اپنی رہائش کے لئے تیار کئے۔ صوبہ کی کل آبادی کی ابھی مردم شماری مکمل نہیں ہوئی اس وقت تک ۱۰۵۲۱۵ باشندے شمار ہو چکے ہیں اور غالباً ۴ لاکھ ابھی اور ہیں جنکی مردم شماری باقی ہے خاص سمرنا میں ۵۲۱۹۶ مسلمان ۱۰۸۳ یونانی (اروام) ۸۹۴۴ ارمنی اور ۲۶۳۲ یہودی یعنی کل ۹۰۴۷۴ باشندے آباد ہیں۔ انتظامی لحاظ سے ولایت پانچ سنجقوں، ۸ قضاؤں، ۴۲ ناحیوں۔ اور ۵۶۳۴ مواضع میں منقسم ہے گزشتہ دو برسوں میں ۵۰ کیلومیٹر یعنی ۔۔۔ میلوں ۔۔۔ سڑک بنائی گئی۔

Marfat.com

پختہ سڑکیں جن پر گاڑیاں گزر سکتی ہیں بنائی گئیں۔ کل صوبہ میں ۱۳ لاکھ ۹۳ ہزار ہیکٹیریں اور پونے ۶ لاکھ گیلان میں جنگلات کا رقبہ ایک کروڑ دو لوم (تخمیناً ۶۵۲۳۶ ایکڑ) ہے اور زرعی ٹیکس و معاملہ اراضی سے سالانہ آمدنی ۱۶۱۱۸۵ پونڈ ہے۔ بحری چنگی اور چہہ بالواسطہ محاصل کی آمدنی سے علاوہ (جو قرضوں کو سود و اصل آمد تا وان جنگ کی ادائگی کو مخصوص ہے) صوبہ کے بجٹ میں ۴۳۴۳۷۰۹ پونڈ (تخمیناً ایک کروڑ چالیس لاکھ روپیہ) آمدنی اور ۲۹۰۱۲۹،۲ پونڈ انتظامی خرچ کیا گیا ہے۔ پچھلے برس ۷۰۵۳ جہاز ترکی علم رکھنے والے اور ۱۸۳۸ اجنبی ممالک کے سمرنا کے بندرگاہ میں داخل ہوئے تھا اول الذکر ۱۳۰۸۰۰ ٹن اور آخر الذکر ۵۱۸۹۰۰۰ ٹن بوجھ اٹھانیکی قابلیت رکھتے تھے۔ سال مذکور میں ۲۴ لاکھ ۴۷ ہزار سو پونڈ کی مالیت کا اسباب یورپ کو اور تین ہزار پونڈ کا دیگر ممالک کو گیا اور یورپ سے ۲۳ لاکھ ۱۱ ہزار ۵۰۰ پونڈ کا مال سمرنا کے بندرگاہ میں داخل ہوا۔ معاون سے اس برس میں ڈیڑھ لاکھ پونڈ مالیت کی معدنیات جست گندھک جھوٹا کوئلہ کرم سیسہ تانبا سرمہ سنگ مرمر سنگ سماق لوہا وغیرہ برآمد ہوئیں۔ دو بڑے دریا اس صوبہ میں بہتے ہیں۔ ایک مینڈر جو تین سو کیلومیٹر (۱۸۶ میل) کی مسافت اس صوبہ میں طے کرتا ہے اور دوسرا ہرمس جسکا طول اس صوبہ میں ۲۳۰ کیلومیٹر (۱۴۳ میل) ہے دو بلند ترین پہاڑ طمولس اور کلوسو ہیں اول الذکر ۱۵۰۰ میٹر (۴۹۲۳ فیٹ ۱ انچ) اور دوسرا ۲۰۰۵ میٹر بلند ہے۔

اس جگہ اگر ہم ترکی کے آزاد خیال اور مہذب اور شائستہ فریق کا مختصر سا ذکر کرنے کی لئے اصل مطلب سے تھوڑی دیر کے لئے گریز کر جاؤں تو غالباً ناظرین مجھے معاف رکھیں گے۔ ترکی میں یہی فریق سب سے بہتر تعلیمیافتہ ہے اور محولہ بالا عہدہ دار اسی فریق کا رکن ہے۔ اس نے تمام عزت شوکت محض اپنی ہمت و کوشش سے حاصل کی ہے۔ اسکے والدین بالکل غریب تھے۔ لیکن وہ اپنی محنت و کوشش استقلال و مستعدی مطالعہ و کتب بینی اور دیانتداری اور خالص قابلیت کے طفیل ملکی صیغہ ملازمت میں آج اس رتبہ پر پہنچا ہے جسکے باعث وہ استحقاقاً ہز ایکسلینسی پکارا جاتا ہے وہ کئی برس ولایت آیدین کے گورنمنٹ سکرٹری رہے اور جب حاجی ناشد پاشا شام کی گورنری پر تبدیل ہوئے تو آفندی موصوف کی تبدیلی بھی اس لئے سکرٹری شپ کے عہدہ پر ہوا کرالی۔ آفندی موصوف کا قول ہے کہ جو کچھ انہیں کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ سب مشہور کمال بک موجودہ گورنر جزیرہ رہوڈس کی تربیت کی طفیل ہے۔ آفندی موصوف نے جب بک ممدوح سے فیض صحبت اور حسن تربیت کو حاصل کیا اسوقت وہ مٹی لین کے جزیرہ کے گورنر تھے۔ بک ممدوح کئی برسوں سے ترکی کے مورخین ڈراما نویسوں اور شعرا کے سرتاج تسلیم کئے گئے ہیں انکی تصنیف کردہ ٹریجیڈیوں کے رقت انگیز ڈرامے (جن میں سے چند ترجمہ کی ہیں اور کچھ فرنچ زبان میں ہیں) کل اہل علم مداح ہیں اور انہوں نے ملک کی جو تاریخ انہوں نے تحریر کی ہے وہ تمام موجودہ الوقت کی تاریخوں سے بہتر اور برتر سمجھی گئی ہے۔ سلطان عبدالعزیز شہید کے عہد میں اس سزا دیکے پولیٹکل معاملات میں آزادی اور راست بازی سے صاف صاف بلا رو رعایت اپنی آراء ظاہر کرنیکی وجہ سے جلاوطن کر دیا گیا تھا یعنی کہ اسکے بعض دوستوں اور دیگر دوستوں کا خیال ہے کہ اس کا موجودہ عہدہ یعنی رہوڈس کی گورنری ایک ایسے بیش قیمت قابل شخص کے لئے در اصل ایکطرح کی جلاوطنی ہے اور اس کو ایک بہانہ سے جلاوطنی کے اصل فرمان سے مخلصی دینے کو ملتوی کیا جا رہا ہے۔ اس قابل شخص سے حسین حلمی آفندی کے سوا نہ ہی اور بھی کئی نوجوانوں نے اکتساب فیض کیا اور ایسے استاد کی لیاقت خداداد کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسکے تمام شاگرد اسوقت سلطنت عثمانیہ کے صیغہ ملکی میں ممتاز عہدوں پر مامور ہیں۔

Marfat.com

آبپاشی ایسی تشنہ لب اور پانی کو فی الفور جذب کر لینے والی زمین کی نسبت جیسی کہ ایشیائے کوچک کی ہے یہ قیاس کر لینا غلط نہیں ہوگا کہ موسم بہار اور گرما کی تمازت میں اسکے لئے وافر آبپاشی ضروری ہے۔ تاہم اس خطہ میں پانی کی قلت کی کبھی شکایت نہیں ہوئی۔ تمام علاقہ میں بالعموم اور پہاڑیوں اور سلسلہ ہائے کوہسار کے دامنوں کے نزدیک بالخصوص چھوٹے چھوٹے دریا اور ندی نالے بیشمار موجود ہیں کوئی جگہ جہاں کہ انسان کسی غرض اور پیشہ کیلئے رہائش پذیر ہو ان سے خالی نہیں سمرنا کے قریب جو بڑے قدرتی فواروں میں سب سے عجیب چلتا ہوتا ہے۔ جسے یورپین دیبی ڈائنا کا حمام پکارتے ہیں کیونکہ چند برس ہوئے اس کی تہ سے اس دیبی کی ایک عظیم مرمریں مورت برآمد ہوئی تھی عام روایت کے مطابق ہومر اس کے کنارے پر پیدا ہوا تھا اور اسی کے متصل ایک عظیم حجرہ میں اس نے اپنی مشہور آفاق رزمیہ نظم الیئڈ تحریر کی تھی مگر اب شاعر مع مولد و حجرہ غائب ہے۔ البتہ فوارہ یا چشمہ بدستور اپنے شاندار طاس یا حوض میں جس کا رقبہ ساڑھے تین ایکڑ سے کم نہیں اسی زور سے موجزن ہے اور چند بڑی بڑی پن چکیوں کو چلانے کے بعد دریائے میلیس بنجاتا ہے اور بخرام ناز دو طرفہ علاقہ کو سیراب کرتا ہوا خلیج سمرنا میں جا گرتا ہے۔

ایسا ہی ایک اور قابل ذکر ہمیشہ جاری رہنے والا قدرتی پانی کا ذخیرہ سمرنا سے بارہ میل کے فاصلہ پر موضع نمفوسے کچھ پرے موجود ہے۔ اس جگہ ایک دوسرے سے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر چار چشمے سفید پتھروں سے نکلکر پھر آپس میں ملگئے ہوئے ہیں اور اس اجتماع سے ایک بڑا گہرا نالہ بنگیا ہے جو ایک تنگ سی وادی میں سے گزرتا ہوا شہر پہنچنے تک آٹھ پن چکیوں کو چلانیکا کام دیتا ہے۔ شہر کے بازاروں میں سے بھی بڑے جوش و خروش سے بہتا ہے اور صفائی کی تمام ضروریات کو پورا کرتا ہوا وسیع باغات اور مزرعوں کو سیراب کرنے کے لئے پائین میدان میں داخل ہو جاتا ہے[۱] لیکن پانی کی افراط۔ زمین کی کمال زرخیزی اور آب و ہوا کی نہایت صحت وری اسکا یہ کاشتکاروں کو انکی جھاڑیوں اور دلدلوں سے اسوقت تک جدا کرکے اپنی طرف نہیں کھینچ سکیگی جب تک کہ ان کو ساتھ ہی ایسے اوصاف رکھنے والے علاقہ میں محنت کنندہ انسان بھی معقول و مناسب اجرت پر بافراط ملسکیں کا یقین نہ ہو

[۱] اس چشمہ کی روانی اور اس کے پانی کے بہاؤ کے مختلف پیرایوں اور اتار چڑھاؤ کا اندازہ انگلستان کے مشہور شاعر سودی (تولد ۱۷۷۴ء وفات ۱۸۴۳ء) کی بے مثال نظم آب لڈور سے تمثیلاً بخوبی ہو سکتا ہے اس کا ترجمہ حال ہی میں خان بہادر مولوی سید کرامت حسین صاحب ڈسٹرکٹ و سشن جج الہ آباد نے کیا ہے جو نہ فقط اس غرض سے کہ ناظرین اس اردو نیچرل نظم سے مترجم کی قادر الکلامی خداداد ذہانت اور بے نظیر طباعی کا اندازہ کر سکیں۔ بلکہ اس لئے بھی کہ روانی آب کے قدرتی مناظر جن کا سماں باندھنا اور جو ہو بہو نقشہ کھینچنا ایسی ہی جادو رقم عالی دماغ کا کام تھا۔ الفاظ کے پیرایہ میں ان کے سامنے جلوہ گر ہو جائیں بہترین سادہ اردو نظم بجنسہ اسموقعہ کو غنیمت سمجھکر یہاں درج کرتا ہوں

روانی آب

سعدی سخنگو کی شیریں مقال جو انگریزی شاعر تھا اک بے مثال
بطرز اپنی خود باتمیز کہ رکھتا تھا جسکو وہ دل سے عزیز
لکھی ہے جو نظم اک لاجواب دکھائی ہے جو شکل روانی آب
یہ اصرار کرتے ہیں یاران حسن کہ میں بھی ہوں اس بحر میں نغمہ زن
مرے پاس سرمایہ کافی نہیں وہ ہمدم نہیں وہ قوافی نہیں
زباں میں وسعت نہ ویسا مذاق ادھر تو ہے کچھ اور ہی طمطراق
اگر ترجمہ ہو تو مطلب ہو خبط معانی میں پیدا نہ ہو ربط و ضبط
موانع یہ ہیں جن سے ڈرتا ہوں میں مگر خیر کچھ فکر کرتا ہوں میں

اِس لیے یہ کہ اِس شمالی خطہ دسکاٹ لینڈ) کے کوتاہ قِل آدم ...
مزدوروں کی بھی کمی نہیں[1]۔ سمرنا کا قربِ وجوار محنت مزدوری کے لئے ...

جو تمہیں قلتیں کر چکا برملا غرض دیکھیے اب یہ پانی چلا پٹختا ہوا اور وہ چھپتا ہوا دباتا ہوا اور ...

اچھلتا ہوا اور ابلتا ہوا اکڑتا ہوا اور مچلتا ہوا پھسلتا ہوا ڈگمگاتا ہوا نکلتا ہوا اور ...

یہ بنتا ہوا اور وہ تنتا ہوا ٹپکتا ہوا اور چھنتا ہوا یہ روئے زمین کو چھپاتا ہوا وہ خاکی کو ...

روانی میں اک شور کرتا ہوا رکاوٹ میں اک دور کرتا ہوا گل و خار یکساں سمجھتا ہوا ہر اک سے برابر الجھتا ہوا

پہاڑوں کے روزن زہے سلسلم یہ ہو کر رہا ہر طرف اپنا کام بہاتا ہوا اور بہتا ہوا ہوا کے طمانچوں کو سہتا ہوا

ادھر پھولتا اور چپکتا ادھر رخ اِس سمت کرتا کھسکتا ادھر لرزتا ہوا، تلملاتا ہوا بلکتا ہوا، بلبلاتا ہوا

پہاڑوں پہ سر کو پٹکتا ہوا چٹانوں پہ دامن جھٹکتا ہوا بلندی سے گرتا گراتا ہوا نشیبوں میں پھرتا پھراتا ہوا

وہ پہلو سے ساحل دباتا ہوا یہ سبزہ پہ چادر بچھاتا ہوا ادھکتا ہوا اور اٹھتا ہوا الجھتا ہوا اور مڑتا ہوا۔

بھٹکتا ہوا غل مچاتا ہوا وہ جل تھل کا عالم مچاتا ہوا وہ کھیتوں میں راہیں کترتا ہوا زمینوں کو شاداب کرتا ہوا۔

وہ گاتا ہوا اور بجاتا ہوا یہ لہروں کو پیہم نچاتا ہوا یہ تھالوں کی گودوں کو بھرتا ہوا وہ دھرتی پہ احسان دھرتا ہوا

ادھر جھومتا اور مٹکتا ہوا ادھر گھومتا اور اٹکتا ہوا یہ پھولوں کے گجرے بہاتا ہوا وہ چکر میں بجرے پھنساتا ہوا

بپھرتا ہوا جوش کھاتا ہوا بگڑ کر وہ کف منہ پہ لاتا ہوا لپکتا ہوا اور دندناتا ہوا۔۔ امنڈتا ہوا سنسناتا ہوا

وہ آواز نخچیروں میں گونج کا راگ وہ خود جوش میں آ کے گاتا بہاگ چمکتا ہوا اور چہکتا ہوا سنبھلتا ہوا اور چھلکتا ہوا۔

سدھرتا ہوا اور سنورتا ہوا تھرکتا ہوا رقص کرتا ہوا ہواؤں سے سچ مچ لڑتا ہوا حبابوں کی فوجیں بھڑاتا ہوا۔

ادھر گونجتا گنگناتا ہوا۔۔۔ ادھر خود بخود بھنبھناتا ہوا تڑپتا ہوا۔ جگمگاتا ہوا۔ شعاعوں کا جوبن دکھاتا ہوا۔

لپٹتا ہوا اور چمٹتا ہوا۔ یہ پھٹتا ہوا اور سمٹتا ہوا یونہیں الغرض ہے یہ پانی لب لب دکھیو لیں شاعر نکتہ داں

سماتا ہوا اور پلٹتا ہوا ہوا اک سرکتا ہوا اور ملتا ہوا وہ سودی کا سیلان آب لندن یہ بحر خیالات اکبر کا زور

یہ گھٹتا ہوا اور وہ بڑھتا ہوا اترتا ہوا اور چڑھتا ہوا

---

[1] میں اور کسی جگہ ہندوستان کے زراعت پیشہ اور مزدوری کرنیوالوں کو اِس علاقہ میں کسب معاش کے لیے بھانیکی صلاح دی ... ہندوستانی خواہ اب کیسے ہی پست ہمت ہو گئے ہوں لیکن ایران کے لئی نیانہ ہوگا سندہ اور پنجاب کے جاٹوں نے فتوحات اسلام ... بیشتر کئی مرتبہ بنشاہ خود عراق والجزیرہ کو ہجرت کی اور ایک دو دفعہ ایرانی فاتحین نے ان کو سندہ سے لیجا کر وہاں آباد کرایا تھا ... دونو فریقوں کی اولاد اب تک وہاں موجود ہے جنکو ابتدائے فتوحات اسلام یعنی زمانہ خلافت عمر فاروق میں عرب ذات ... تھے۔ (دیکھو الفاروق مصنفہ مولانا شبلی) اور اس وقت بھی ہندوستانیوں کا طلب معاش کے لئے اپنے ملک سے باہر جانا کوئی نئی بات نہیں۔ تمام انگریزی نوآبادیوں جزائر غرب الہند۔ ٹرینیڈاڈ۔ برٹش گائنا (واقع امریکہ) جزیرہ ماریشس ... نٹال۔ یوگنڈا وغیرہ (واقع افریقہ) اور جزائر واقعہ بحرالکاہل (ہانگ کانگ آسٹریلیا فیجی) وغیرہ میں ہندوستانی قلی ...

عادات پورا کرنے کے لئے بھی ایسا دلکش میدان ہے۔ کہ متصلہ یونانی و دیگر جزائر سے سالانہ ہزاروں باشندے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲۴ موجود ہیں اور ہر سال ہزاروں کی ہزاروں کی کھیپیں چلی جا رہی ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ قلی یعنی میعادی غلام ہو کر دوسروں (یعنی انگریز کاشتکاروں) کو اپنی گاڑھی کمائی سے موٹا کرنے اور عمر گزر دی بلکہ یہی سود گذشتہ رہنے کیلئے گئے ہیں اور جا رہے ہیں۔ اپنی کمائی و مشقت سے خود نفع اٹھانے یا تجارت کی غرض سے ہزار میں ایک بھی نہیں جاتا اور اس معاملہ میں وہ معذور بھی ہیں یہاں جنکو پیٹ بھر کھانا بھی نہیں ملتا مگر ساتھ ہی وہ گداگری سے نفرت رکھتے ہیں وہ کاشتکاروں کے خرچ پر ہندوستان سے ان ممالک میں پہنچ جاتے اور پھر میعاد مقررہ کیلئے پیٹ بھر کھانا ملنے کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں۔ نہ انہیں علم کہ اپنی مشقت اور اسکی حقیقی قدر و منزلت اور کمائی کا اندازہ کر سکیں اور نہ استطاعت کہ بطور خود ایسے ممالک میں جا کر اپنی ذمہ داری پر زراعت و دستکاری کریں اور کل پیداوار جنکی اب ان کو صرف تلچھٹ اور کل بالائی کاشتکاروں کو ملتی ہے خود مالک بن سکیں یا کم از کم آزادانہ حیثیت سے محنت و مشقت کریں ان کی یہ غلامانہ وضع انہیں کی عمروں کو برباد کرنے ان کو ہمیشہ کیلئے محتاج رکھنے اور مدت العمر کے لئے حیوان [illegible] کے درجہ سے ترقی نہ کرنے دینے کا باعث نہیں ہو رہی بلکہ ان کی ذلیل حالت کو دیکھ کر عام ہندوستانی بھی مہذب دنیا کی نظروں میں ذلیل ہو گئے ہیں۔ اگر اولو العزم تارکان وطن کو جنکی اولو العزمی سفر اور دیس کے ترک کا اختیار کرنے سے ظاہر ہو رہی ہے آزادانہ حیثیت سے کسب معاش کا [illegible] ساتھ ہی ان کی دماغی قوا کی نشو و نما اور روحانی و اخلاقی تعلیم کا بندوبست کیا جائے تو یہی قلی لوگ چند برسوں میں قومی ترقی اور تمول کے انتہا پر پہنچ سکتے ہیں لیکن یہ بہی خواہ قوم کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو کبھی غلامی کی حیثیت قبول نہ کرنے دیں اور امدادی انجمنیں اس غرض کیلئے [illegible] کی قائم کی جائیں جو متلاشیان روزگار کو ایسے ممالک میں جہاں روزگار وسیع ہو پہنچ کر ان کو زمین وغیرہ [illegible] اور آلات [illegible] بہم پہنچا دینے سے روزگار شروع کر دینے کے قابل بنا دیں اور پھر اپنا صرف کردہ روپیہ مع مناسب [illegible] بااقساط [illegible] ان سے وصول کر لیں۔ یورپ میں ایسی سوسائٹیاں ہزاروں موجود ہیں کہ محض ہمدردی کی رو سے ایسا کرتی ہیں وہ قابل [illegible] وہاں کی گورنمنٹ یا مالکان اراضی سے وسیع علاقے خرید کر لیتی ہیں یا مفت حاصل کرتی ہیں اور پھر قابل کار اور مستعد بے روزگاروں کو وہاں لے جا کر ان کی تاوقتیکہ ان کا کام نہ شروع ہو جائے اور اسکا فائدہ [illegible] امداد کرتی رہتی ہیں ایسی انجمنوں کو بنی نوع انسان کے حقیقی خیر خواہ [illegible] اور [illegible] وغیرہ پر روپیہ برباد کرنے کے عادی نہیں [illegible] دیتے رہتے ہیں کہ وہ انجمنیں اپنے ملازموں کو معقول تنخواہیں اور بشمار قابل مستحقین کی [illegible] اور ہمدردی [illegible] پر مبنی ہوتی ہیں اول الذکر سے وہ صرف اس امر میں مختلف ہوتے ہیں کہ وہ اپنا [illegible] واپس لیتے ہیں [illegible] مہاجنوں کے [illegible] کے مطابق نہیں [illegible] بلکہ پانچ چھ روپیہ فیصدی سالانہ [illegible] آسٹریلیا کے اکثر منطقے [illegible] آباد کار جو دس سال پہلے قلاش محض اور سوسائٹی کیلئے وبال جان [illegible] دس برس کے بعد [illegible] اور دست بازو بن جاتی ہیں لیکن ہمارے ہندوستانی تارکان وطن یا قلی [illegible] ہیں بڑی بات ہوئی تو ہزاروں میں سے تین چار پیٹ کاٹ کاٹ کر کچھ جمع کر لائے اور اس [illegible] یا ملک میں واپس آکر کوئی دکان کھول لی یا کھیتی باڑی کرنے لگ گئے تو دنیا کے اکثر اقطاع کو [illegible] دیکھتے ہیں اور وہ ایشیائیوں کو وہاں قلی کے سوا اور کسی حیثیت میں دیکھنا نہیں چاہتے بلکہ بعض کو تو یہ بھی ناگوار ہے کیونکہ وہ کم اجرت پر مزدوری کرنے پر

Marfat.com

وہاں کسب معاش کیلئے چلے آتے ہیں اور وطن میں اسقدر روپیہ بھیجتے ہیں کہ اپنے اہل و عیال ... سکیں ان محنتی نو وارد کاشتکاروں میں سب سے زیادہ کامیاب جزائر ایونین اور کافو وغیرہ کے باشندے ... ہزار کی تعداد میں اب بالاستقامت ولایت آیداہو میں سکونت پذیر ہو گئے ہیں جفاکش کاشتکار جب اپنی جگہ چھوڑ کر آتے ہیں تو نہایت شکستہ حال خاک زدہ آوارہ گردوں کا گروہ ہوتے ہیں لیکن اس ساحل خطہ میں آکر چند برسوں میں دولتمند بن جاتے ہیں ... سفالونیا و انہا کا وغیرہ کی گوروں کی پوشش بہت جلد تاکستانوں باغات اور زیتون کے نخلستانوں کے مالک ہو جاتے ہیں اور کہیں جہاں ... تیوہاروں میں خوب شان و شوکت سے زرق برق کپڑے پہن کر نکلتے ہیں ان کی آدھی عمر کو گذرے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرنے پاتا کہ آسودہ حال ہو گئے ہوتے ہیں کہ اگر کوئی اجنبی ان کی کروفر اور شان و شوکت کو دیکھکر انہیں غلطی سے جارج شاہ یونان کا بھائی سمجھ لے تو اسے اپنے حق میں چنداں باعث فخر نہیں خیال کرتے۔

ان محنتیوں کے علاوہ ایک اور نامرغوب گروہ بھی جسطرح آئرلینڈ سے زمانہ گذشتہ میں فصل کاٹنے والا اور اب بھی وہ پلیگ تحریک پیدا کنندگان انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کا رخ کرتے ہیں برابر ہر موسم میں آیا کرتا ہے۔ یہ گروہ فرنچی گداگروں کا ہے جو جزائر ایونین کی ماسوا ... ساوٹ میں لین وغیرہ سے اس زمانہ میں جب کہ ان کے مساکن میں فصلیں ابھی تیار نہ ہوئی ہوں ہزاروں کی تعداد میں سمرنا پہنچکر باشندوں کے گلے کے ہار ہو جاتے ہیں۔ بندرگاہ، ریلوے سٹیشن، یہاں تک حتیٰ کہ سرکاری دفاتر اور کچہریوں میں جہاں دیکھو یہی مشٹنڈے گداگر رونی و رحم انگیز صورت بنائے لینی چوڑی کہانیاں سنانے اور بعض اوقات آنکھوں میں آنسو بھر لاکر راہگیروں میں رقت پیدا کر کے ان کی جیبیں کھلوانے کی کوشش میں مشغول نظر آتے ہیں حتیٰ کہ خیرات کے جیسے نامستحق اور جیلخانے کی سزا کے جیسے کچھ مستوجب ہیں مندرجہ ذیل واقعہ سے ظاہر ہو جائیگا کچھ عرصہ ہوا یونانی ہسپتال کے ایک اٹھ نمبر کمرہ مریضاں میں ایک خط پڑا ہوا ملا جو ایک مفلس گداگر نے ایک حال میں شفا پاکر ہسپتال سے خارج ہو گیا ہے مریض کو لکھا تھا اور اتفاقاً اس کے گر پڑا تھا خط کا مضمون حسب ذیل تھا پیارے باپ کی جھوڑکر یہاں چلے آؤ یہی موعودہ خطہ ہے جس میں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں یہی لاٹھی اور تھیلا لیکر بلاتوقف چلے آؤ کہ وہ بہت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲۴ تیار ہو جانے سے گورہ مزدوروں کی رزق ملا کرتے ہیں لیکن پھر بھی کم از کم ہندوستانیوں کیلئے ابھی میدان بہت وسیع ہے وہ یہاں کی امداد کنندہ انجمنیں افریقہ کے براعظم پر اسکے مختلف یورپین قابضوں سے ہندی نو آبادیوں کیلئے ابھی جسقدر علاقے چاہیں لے سکتے ہیں اور مسلمانوں کیلئے تو اور بھی آسانی ہے اکثر ممالک اسلامیہ میں ان کے لئے کسب معاش کی بہت گنجائش موجود ہے اور گورنمنٹ کے ساتھ بہت سی خاص رعایتیں بھی انہیں مل سکتی ہیں شرط فقط اولوالعزمی اور قدرے دماغ و سمجھ سے کام لینے کی ہے اسی لیے ایشیائے کوچک اور الجزائر و شام میں مخصوص کاشتکاری سے ہمارے مفلس و بے روزگار بھائی سفر کی لازمی تکالیف و تجارب سے پختہ مغز اور جفاکش ہونیکی قابلیت حاصل کرنے کے ساتھ ہی مالی لحاظ سے بھی نہایت مرفہ الحال ہو سکتے ہیں کیونکہ اسلامی علاقوں میں مسلمان کاشتکار کو سرکاری مالگذاری میں خالص پیداوار کا دسواں حصہ تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ ادا نہیں کرنا پڑتا۔ بلکہ فقط دسواں حصہ۔ ان ممالک میں یورپین کاشتکاروں کو جو ... کو زراعت سے جو آسودگی حاصل ہوتی جا رہی ہے۔ اس کا متن میں مفصل ذکر درج ہے۔ یہاں زیادہ توضیح کی ضرورت نہیں صرف اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ بمصداق چہپا دست ہمت میں نہ وسعت بے مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے اور ہمیشہ سے اور اصحاب عزم کے ساتھ ہوتا ہے واللہ الموفق وعلیہ التوکلان۔

بد سفید ترین میدہ کی روٹیوں سے اور تمہارے بیچ بچتے ہوئے قرشوں سے بھر جائیں گے مجھے ان غریب بیوقوفوں کی ہماقت پر انکی مالی حالت اگرچہ
ہم سے بھی بدتر ہے۔ لیکن پھر بھی وہ ہماری زنبیلوں اور جیبوں کو بھرتے ہیں یومیہ ایک مجیدی (تین روپیہ) کی آمدنی ہو رہتی ہے"
ترکی گورنمنٹ مطلق العنان حکومت ہے اور اگر وہ چاہے تو انسانی جونکوں کو ایک جابرانہ حکم سے کام پر مجبور کر سکتی ہے جمہوری یا آئینی حکومت
کی طرح اسے پارلیمنٹوں اور قومی مجلسوں کی منظوری لینے کی احتیاج نہیں مگر افسوس اب تک اس نے بھی اس روگ کو دور کرنے کی طرف توجہ
نہیں کی وہ بآسانی تمام ان خبیثوں کو کام کرنے یا ملک کے چھوڑ دینے پر مجبور کر سکتی ہے جبر یہ تدبیر اختیار نہ کیا جائے حاصل کلام اسپانیہ
میں خاص ملکی مزدوروں کے علاوہ اور ان مشٹنڈے جزائری گداگروں کے علاوہ جزائر ایونین کے محنتی اور کسب حلال سے روزی کمانے والے مزدوروں
کی بھی عام افراط ہے اور سکلج کاشتکاروں کو حسب ضرورت مزدور مل سکتے ہیں۔

سمرنا کے قرب و جوار میں کھیتوں پر کام کرنیوالے مزدور کی یومیہ اجرت ۱۶ روپے قریب ہے صبح کے سات بجے سے شام کے سات بجے
تک ساڑھے سات گھنٹہ کام کرنا پڑتا ہے۔ درمیان میں چند وقفے آرام کے لئے دئے جاتے ہیں جنکی مجموعی مقدار ڈیڑھ گھنٹہ ہوتی ہے
گھروں کے اندر کام کرنیوالی عورتوں یعنی ریشمی کیڑوں کی نگرانی و پرورش کرنے والیوں اور دیگر (چیر عورتوں) کو یومیہ روپیہ اجرت ملتی
ہے اور کام چودہ گھنٹہ روز کرنا پڑتا ہے سمرنا سے کچھ فاصلہ پر آدرو وغیرہ کے قریب مرد مزدور کی یومیہ اجرت تین روپیہ ہے مگر
یہاں چھ بجے صبح سے چھ بجے شام تک آرام کا ڈیڑھ گھنٹہ نکال کر ساڑھے دس گھنٹہ کام کرنا پڑتا ہے اندرونی علاقہ میں یعنی ساحل
سے تقریباً ڈیڑھ سو میل کے فاصلہ پر دہقانی مزدور بارہ آنہ یومیہ اجرت پر ایک طرح سے دن رات کام کرنے کیلئے مل جاتے ہیں۔ زرعی زمین کی
اوسط مالیت کا ایسا شخص جسے ملک میں آئے ہوئے صرف چند ماہ ہوئے ہیں آسانی سے اندازہ نہیں لگا سکتا کیونکہ ہر ملک کے حالات خصائص
جدا جدا ہوتی ہیں۔ تاہم میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر حکام سے براہ راست زمین حاصل کی جائے تو بطور قاعدہ کلیہ بہت رعایتی قیمت پر مل
جاتی ہے بالخصوص تھوڑے تھوڑے پیمانہ پر کاشت کرنیوالوں کو مثال کے طور پر میں اس فیاضانہ اور نرم طریقہ کا ذکر کرتا ہوں جو نئے
تاکستان لگانیوالوں کیلئے اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے ایسا کوئی انتظام موجود نہ تھا مجھے یہ بتانیکی تو شاید احتیاج نہ ہو گی کہ اناطولیہ میں
منزروعات اور پیداوار کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ اسکی کاشت گزشتہ تیس برسوں بالخصوص جب سے فرانس میں انگوروں کی عام بیماری
پھیلی ہے بہت ہی بڑھ گئی ہے انگور سے ہی وہاں کے لوگ راب۔ اچار۔ مربہ۔ راقی روح الخمر اور سرکہ تیار کرتے ہیں۔
ایک برس ہوئے موضع لونا بات کے پچھواڑے کی پہاڑیوں پر جو سمرنا سے چند میل ہیں ایک اچھی زمین مزروعہ
کی بسبب جنگل ہی جنگل کھڑا تھا اور وہ بالکل بے فائدہ پڑی تھیں۔ آج ان کی تقریباً تمام سطح تاکستانوں سے ڈھکی ہوئی
ہے ان خاندانوں کی ملکیت ہیں جنکے پاس کسی وقت تن پوشی کیلئے کافی پارچات بھی نہ تھے جنگل کو صاف کر کے
ہے ہر شخص جسے تاکستان تیار کرنے کا خیال آجاتا ہے پہاڑیوں کی سطح کا ایک قطعہ منتخب کر لیتا ہے بشرطیکہ وہ
یہی کیفیت ہندوستان کے بیٹھے کئے گداگروں کی یومیہ آمدنی کی سمجھنی چاہیے جو بغیر کسی محنت کے کچھ کم منفعت نہیں اٹھاتے اور
ملک کے سادہ لوحوں کو لوٹتے رہنے سے تمدن و معاشرت کا اور ستیاناس کر رہے ہیں۔ یہ عام مانی ہوئی بات ہے کہ عموماً گداگر
پیشہ والوں کے پاس زیادہ روپیہ ہوتا ہے جو بالعموم بھنگ چرس یا قحبہ خانوں میں ویسی ہی کشادہ دلی سے جیسی آسانی سے وہ حاصل ہوتا ہے
اڑا دیا جاتا ہے البتہ جو اپنی عزت و ناموس کے ساتھ عقل سے بھی فارغ نہ ہو گئے ہوں وہ چند برسوں میں شاہی حیثیت بنا لیتے ہیں۔

Marfat.com

معمولی کاروبار اور مزدوری سے فارغ ہو کر فرصت کیوقت زمین کو جھاڑیوں سے صاف کرتا رہتا ہے۔ اسکی یہ محنت بھی بیکار نہیں جاتی زمین صاف ہو جانیکا فایدہ کا علاوہ فوری مزدوری یہ مل جاتی ہے کہ جھاڑیاں و درخت ایندھن کیلیے معقول قیمت پر بک جاتی ہیں جب یہ قطعہ صاف ہوجاتا ہے تو اسپر انگور لگا دیے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہر موسم میں نیا قطعہ صاف کر کے رقبہ اسقدر بڑھا لیا جاتا ہے جسکی صاف کنندہ اور اس کا خاندان بخوبی نگرانی و پرورش کر سکے جوں جوں یہ قطعات مکمل ہو جاتے ہیں سرکاری افسر زمین کی پیمائش کر لیتا ہے اور دہقان اسکا مالک بن جاتا ہے اسے صرف ایک مجیدی (اٹھارہ پینس) فی دونیم مالگذاری ادا کرنی پڑتی ہے چنانچہ حیرت انگیز قلیل مدت میں اپنے مزروعہ سے انہیں معمولی مزدوری و کمائی کے علاوہ صرف پانسو سے لیکر آٹھ سو روپیہ سالانہ تک آمدنی ہونے لگ جاتی ہے آہستہ آہستہ ان تاکستانوں کا رقبہ سالانہ اضافہ سے تین سے لیکر دس ایکڑ تک ہو جاتا ہے۔ جب تاکستان اس وسعت کا ہو جائے تو پھر اس سے اسقدر آمدنی ہوتی ہے کہ اکثر طبقہ مالک مسرفانہ (اور عموماً یہ لوگ کچھ اسراف ہی ہوتے ہیں) وہ نہایت ہی مرفہ الحال اور متمول ہو جاتا ہے ایک مسیحی المذہب خاندان کو دہقانی مزدور جو قرمجا جیوں کے نام سے مشہور ہیں چند برس ہوئے بارہ آنہ یومیہ اجرت پر مزدوری کیا کرتے تھے آج ان کو اپنے تاکستانوں سے گیارہ بارہ ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی ہوتی ہے چالیس لاکھ برس ہوئے سمرنا کے قرب و جوار کے تقریباً تمام تاکستان مسلمانوں کا ملک تھے گو بیگار اور جبریہ مزدوری کا طریقہ منسوخ ہو جانیکے وقت سے ذہین و کفایت شعار اور مستعد محنتی یونانی عیسائی اسقدر سبقت لے گئے ہیں کہ انہوں نے اکثر ترکوں سے ان کی زمینیں خرید لی ہیں اور غالباً اسی تغیر ملکیت کی وجہ سے تھا کہ قزاقی کی لعنت سابقہ کا عرصہ دراز تک کچھ انتظام نہ کیا گیا تھا کیونکہ اسکا شکار زیادہ تر عموماً یونانی ہی ہوا کرتے تھے مسلمانوں کو چنداں آسیب نہیں پہنچتا تھا مگر یونانیوں کی خوش نصیبی سے سابق گورنر جنرل حاجی ناشد پاشا اس خرابی کا بالکل قلع قمع کر دیا۔ اور موجودہ گورنر کی نسبت بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بھی اسی مدبرانہ پالیسی پر کاربند ہے۔

سرکاری زمینوں کے حصول کی تو یہ کیفیت ہے۔ برعکس ازیں پرائیویٹ اشخاص سے کاشتکاری کیلیے اراضی کا کوئی مناسب قطعہ خرید کرنا بعض اوقات آسان کام نہیں پایا جائیگا خاصکر ایسے علاقوں میں جہاں پیداوار کو منڈی تک پہنچانے کے لیے سریع وسائل باربرداری موجود ہیں بمثال کے طور پر بنشاندار میدان پیش کیا جا سکتا ہے جو طموس پہاڑوں کے سلسلہ کے شمال اور دریا ہرمس کے جنوب میں واقع ہے۔ اس وسیع مرغزار کی شمالی سرحد کے وسط میں قدیم قصبہ ولیر کے کھنڈرات کھڑے ہیں۔ ان کھنڈرات اور کوہستانی سلسلہ کا تمام درمیانی علاقہ کئی میلوں کے طول میں پہلے قرہ عثمان اوغلو کے قدیم ممتاز ترکی خاندان کی ملکیت تھا۔ اس خاندان کے مورث اور اس کے کئی جانشینوں کے زمانہ میں صدیوں تک۔ اس کمال زرخیز علاقہ سے فقط مویشی کی چراگاہ کا کام لیا جاتا رہا۔ رفتہ رفتہ اسکے کچھ کچھ

ـه مجیدی ترکی میں سب سے بڑا سکہ اور قرش یا پیاسٹر سب سے چھوٹا نقرئی سکہ ہے مجیدی مالیت میں عموماً تین شلنگ چار پنس اور قرش دو یا اڑھائی پنس کا (۲۰۰۰۲ر) ہوتا ہے ـه دونیم چالیس قدم ۴۰×۴۰ = ۱۶۰۰ قدم مربع یا ۱۶۰۰ گز مربع کے برابر ہوتا ہے ایکڑ ۴۸۴۰ گز مربع کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے ایک دونیم ایکڑ کی چوتھائی سے بھی کم ہوا۔ قدم علی الحساب ڈیڑھ گز انگریزی کا کیا جاتا ہے۔ صوبہ پنجاب میں انگریزی مساحت کی رو سے دس قدم یا کرم ۵۵ فیٹ کے برابر ہوتے ہیں۔

ـه افسوس اسلامی ممالک اور اسلامی حکومتوں میں بھی ہر معاملہ میں کون ترقی کر رہے ہیں یہودی و عیسائی وغیرہ اور مسلمان آگے بڑھانا تو کجا الٹے دن بدن مبتذل اور ذلیل ہوتے چلے جا رہے ہیں کیوں محض اپنی نالائقیوں کے طفیل میں۔

Marfat.com

حصے فروخت ہونے شروع ہوئے۔ اور حالکش یونانیوں کے مختلف خاندانوں کی ملکیت ہو گئے جنہوں نے باہمی حفاظت و پناہ گیری کیلئے یونانیوں کا چھوٹا سا ضلع میگنیشیا (واقع بدامن کوہ پری لس) کے قصبہ عظیم سے چند میلوں کے فاصلہ پر آباد کر لیا۔ بمرور زمانہ دریا ہرمس کے کنارہ سمرنا سے لیکر فیلڈلفیا تک ریلوے بن گئی جو اس چھوٹی سی یونانی بستی کے پاس سے گزری اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمین کی مالیت فی ایکڑ دو ڈھائی سو روپیہ فی ایکڑ سے چھ سات سو روپیہ ہو گئی۔ اسموقعہ پر اس امر کی توضیح کیلئے کہ ضرب المثل میں خستہ حال اور بگڑے ہوئے زمیندار بے اصول اور سلامعانہ جزرسی اور کمینہ خواہش اغتصاب وغصب حقوق کے مرتکب نہیں ہوتے ایک دلچسپ واقعہ بتا دینا مناسب سمجھتا ہوں جب میگنیشیا کے یونانی اپنی کھیتی باڑی سے خوب آسودہ حال ہونے شروع ہو گئے ہیں تو خاندان قرہ عثمان کے موروثی جانشین نے جو اپنی فضول خرچی اور اسراف کی بدولت دنیاوی آسودگی میں دن بدن زیادہ پست ہوتا جا رہا تھا ان محنتی اور سلامت روش کاشتکاروں سے اپنی ملکیت اور حقوق کے ثبوت کے لئے دستاویزی شہادت موجود نہیں جھگڑا کر قابل وکلا نے صاف کہہ دیا کہ یہ مطالبہ بالکل ناجائز ہیں۔ اس شہادت اور قانونی مشورہ سے حوصلہ پا کر انہوں نے اس زمیندار اعظم کو ٹکا سا جواب دیا اسکی دھمکیوں کی کچھ پرواہ نہ کی اور عین اسی میدان میں جو دو ہزار برس پیشتر سمرئیوں۔ ایرانیوں۔ میدیوں۔ مقدونیوں۔ یونانیوں۔ اتھنیوں اور دارا و جزرلیس ایسے بادشاہان جلیل القدر کے باہمی جنگ وجدل کا جولانگاہ رہا تھا اسکے مقابلہ پر خم ٹھونک کر تیار ہو گئے۔ پہلے اسنے باختیار خود جبراً مطالبہ منوانیکی کوشش کی جب تدبیر کارگر نہ ہوئی اور وہ اسکو توڑ کر ہار گئے تو پھر عدالت کی طرف رجوع کی یہاں بھی میدان یونانیوں کے ہاتھ رہا اور وہ اسوقت تک مالک و قابض چلے آتے ہیں۔

کسی ملک میں آباد ہو جانے سے پیشتر جن امور پر انسان غور کر لینا ضروری سمجھتا ہے۔ ان میں ملک مذکور کے محاصل و ٹیکس کی شرح و قسم بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ ایشیائے کوچک میں یہ شرح کسقدر گراں ہیں۔ کیونکہ ہر جنس میں بارہ فیصدی سرکار کا حق ہے۔ پہلے انسان کا حق دس فیصدی یعنی ٹھیک عشر ہوا کرتا تھا۔ مگر چند برسوں سے سڑکوں کی تیاری

لہ انگلستان وسکاٹ لینڈ کی مالگزاری کی شرح کی نسبت سے شاید یہ شرح گراں ہو۔ مگر ہندوستان کے مقابلہ میں تو بدرجہا نرم ہے۔ یہاں تعین و تشخیص مالگزاری کے لئے یہ کلیہ مقرر ہے کہ سرکار بالاوسط خالص پیداوار میں سے نصف کا مطالبہ کر سکتی ہے سوا ۲۵ فیصدی رقوم علیحدہ رہی جسکے ملانے سے ۶۲ یا ۶۳ فیصدی سرکار کا حق ہو جاتا ہے گو اوسط کل پرگنہ یا ضلع پر نکالا جاتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر صورت میں ملحوظ رہے کسی گاؤں میں اس سے زیادہ پڑتا ہو جاتا ہے اور کسی میں کم خالص پیداوار کی اوسط نکالنے کیلئے علی الحساب فصل کی تیاری کا خرچ کل پیداوار سے مجرا دیا جاتا ہے اور پھر اس تقریباً فرضی حساب اور اوسط مجرائی خرچ کے بعد خالص پیداوار کے سرکاری حصہ کی مالیت روپوں میں مقرر کی جاتی ہے اور یہ سالانہ جمع ہر فصل میں خواہ اس موسم میں زمیندار کو کچھ حاصل نہ ہو سرکار کو ادا کرنا لازم ہوتا ہے اگر قحط و عدم پیداوار کے موقعہ پر سرکار اپنا مطالبہ ملتوی یا شاذ و نادر کبھی معاف کر دے تو یہ اسکی مہربانی ہے۔ زمیندار استحقاقاً التوا یا معافی کا سائل نہیں ہو سکتا کل پیداوار میں سے عموماً زیادہ سے زیادہ ۲۵ فیصدی تک تیاری فصل کا خرچ تصور کیا جاتا ہے۔ اس حساب سے باقی ۷۵ فیصدی بحساب خالص پیداوار میں نصف یعنی ۳۷½ فیصدی بطور خالصہ اور اس خالصہ کا ایک چوتھائی یعنی تقریباً ۹½ فیصدی بحساب سوا، وجوب دیہی کل ۴۷ فیصدی تمام پیداوار میں سے سرکار کا حق ہوتا ہے۔ جو بارہ فیصدی کے مقابلہ میں چوگنا زیادہ ہے اور ساتھ ہی یہ یاد رہے کہ اس ۴۷ فیصدی کی جو مالیت نقدی

کے لئے فنڈ قائم کرنے کیواسطے دو فیصدی اور ایزاد کئے گئے ہیں[1] یہ جدید ٹیکس نہایت [illegible]

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲۹ - بندوبست نے مقرر کردی وہ میعاد بندوبست تک جو عموماً بیس برس ہوتی ہے دینی پڑیگی اور برعکس اسکے آٹھ یا بارہ فیصدی فصلوار بٹائی کے حساب سے یا کھڑی فصل کی کنکوت کرکے یا پختہ جنس کی پیداوار کا اندازہ کرکے نقد قیمت مقرر ہوکر ادا کئے جائیں گے یعنی اگر فصل ناقص ہے یا پیداوار بالکل نہو تو مالک یا کاشتکار کو بصورت اول ناقص فصل کا حصہ دینا پڑے گا اور بصورت ثانی ایک آنہ یا کوڑی بھی نہ دینی پڑیگی - اس زرخالصہ وسوا کے ساتھ ہی چوکیدارہ تعمیر ٹھولر خانہ وغیرہ وغیرہ اخراجات قانونی رسد رسانی وغیرہ اخراجات ناجائز کے علاوہ رہے جن ناجائز مطالبات سے [illegible] رسد لینے کا انتظام ابھی کوئی دو چار برس سے ہیں سر خشتر پٹرک سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب نے کسی قدر کیا تھا لیکن اس ایک معاملہ میں بھی ابھی حاکم موصوف کے منشا کی پوری تعمیل نہیں ہوئی - بہرحال ترکی کی مالگزاری کا پرتہ ہندوستان کے تمام حصص کی مالگزاری کے پرتہ کی نسبت بہت ہی ہلکا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہزاروں میلوں کی مسافت طے کرکے خانماں برباد قلاش محض مہاجر قلمرو عثمانیہ میں جاکر آباد ہوجانے پر تین چار برس ہی میں فارغ البال ہوجاتے ہیں برعکس اس کے ہندوستان میں زراعت پیشہ لوگوں کی حالت ایسی ردی ہو رہی ہے کہ نوے فیصدی سے زیادہ قرض کی بلا میں گرفتار ہیں اور اسی لئے یہ عام کہاوت ہوگئی ہے کہ قرضہ بلائے عاشق ہے پس اگر ہندوستان کے باشندے انگریزی مقبوضات بعیدہ میں انگریز کاشتکاروں کے قلی ہوکر جانیکی بجائے سالانہ اسی تعداد میں ممالک عثمانیہ کو جائیں تو شروع ہی سے قلی یا غلام کے خطاب سے بچے رہیں اور برابر انسان اور ہم مرتبہ انسان رہنے کے علاوہ آسودہ بھی جلدی ہوجائیں - واللہ ولی العازمین -

[1] بعد ازاں سررشتہ تعلیم کا فنڈ قائم کرنے کے لئے نصف فیصدی اور زراعتی بنکوں کے قیام وغیرہ کیلئے ایک فیصدی کی اور ایزادی ہوئی یعنی عشر پر ابتک ساڑھے تین فیصدی ایزاد ہوچکے ہیں لیکن ہندوستان میں خالصہ پر جو عشر کا جابجا گر پڑتہ میں اس سے پانچ گنا ہے - لوکل فنڈ اور عہدہ داران دیہی کے موجب کے لئے ۲۲-۵ فیصدی ایزاد کردئے گئے ہیں اور یہ اسی اصول مالگزاری کی بندوبست ہے کہ اگرچہ انگریز مالکان اراضی سے جو عموماً بہار و بنگالہ کی کاشت کرتے ہیں بہت رعایت کیجاتی ہے اور ان سے پرتہ بہت کم لیاجاتا ہے - مگر تاہم بھی انگریزوں کو ہندوستان بالخصوص میدانوں میں اپنی نوآبادیاں قائم کرنیکی جرأت نہیں ہوئی اور نہ گورنمنٹ انہیں ان کو ترغیب و تحریص دلاتی ہے کیونکہ اگر ان کی کثرت ہوجائے اور ان کے ساتھ رعایت ہونا لازمی امر ہے تو پھر دیسیوں کو وادیلا کرنیکی معقول حجت ہوسکتی ہے کہ ایک ہی چیز کے دو مختلف پہلو کیوں رکھے جاتے ہیں اور اگر رعایت نہ کریں تو ان انگریز آبادکاروں کو موجودہ شرح مالگزاری کی موجودگی میں ثانیہ خاک بھی نہیں ہوگا - زمینداران پنجاب ممالک مغربی و شمالی بمبئی مدراس و متوسط ہند کی مفلوک الحالی اور تنگدستی کی اصلی وجہ یہی مالگذاری کی روز افزوں سنگینی و زیادتی ہے آجکل اسکے انسداد کیلئے زمینداران کے ہاتھ سے انتقال اراضی کے اختیار کو محدود کرنیکی تجویز ہورہی ہے مگر یہ خیال نہیں کیا جاتا کہ انتقال نتیجہ ہے افلاس کا نہ کہ افلاس انتقال کا - پس مقدم ضرورت افلاس کے اسباب کی بیخ کنی ہے یہی ہندوستان کے صوبہ بنگال کے مالک اور کاشتکار دونوں آسودہ حال ہیں کیا وجہ کہ وہاں دوامی بندوبست ہے - دیگر حصص میں ایسی صورت نہیں اور وہیں کے زراعت پیشہ زندہ درگور ہورہے ہیں گورنمنٹ کیطرف سے یہ عذر پیش کیا جاسکتا ہے کہ اندرونی و بیرونی ضرورتوں کیلئے سالانہ خرچ برابر بڑھ رہا ہے اسکے لئے آمدنی کا بھی بڑھتے رہنا لازمی

Marfat.com

کہ اس کو عقلمندی سے خرچ کیا جاتا رہیگا جس سے ہر سال اس کمال زرخیز ملک میں ہمیشہ نئی سڑکیں تیار ہوتی رہینگی جو ملک کی خوشحالی کی ترقی کا باعث عظیم ہے اور بڑی بڑی سرمایوں سے ملک میں کار آمد کام شروع کئے جائینگے لئے راستہ صاف کرینگے بہاری فی رلیعہ تسلیم کیا جا چکی ہیں کہ ان کی زمینوں کے لئے بھی ایک زمینی ٹیکس ہے اور علاوہ بریں شاخدار مویشی گھوڑوں بھیڑ بکری اور دیگر پالتو جانوروں پر بھی حساب فی راس ایک چھوٹا سا ٹیکس مقرر ہے جبکہ یہ مضمون در پیش ہے انصاف مقتضی ہے کہ میں اس موقعہ پر یہ بھی بتا دوں کہ اگرچہ ایک وقت ٹیکس دہندگان یعنی رعایا کو اب تک بہت زیر بار ہوتے رہنا پڑا ہے لیکن سرکاری حکام بجائے خود غافل اور خاموش نہیں رہے۔ رعایا کی فلاح و بہبود اور حفاظت کیلئے وہ قابل تعریف سرگرمی سے کام کرتے رہے ہیں چنانچہ ملک کی سب سے بڑی لعنت و مصیبت یعنی قزاقی کی جو سرکاری ٹیکس سے بھی زیادہ سخت ٹیکس تھی قطعاً بیخکنی ہو گئی ہے اور اب مسافر ولایت کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بلا خوف و خطر کسی طرح کا انتظام پاسپورٹ بندی کئے بغیر حسب طرف اور جدہر چاہے سرگشت کر سکتا ہے البتہ کسانوں کیلئے ابھی تک تردد و فکر کا ایک باعث موجود ہے۔ جو با علانیہ تو نہیں مگر بالکل معدوم نہیں خفیف ضرور ہو جائیگا۔ وہ خطرہ یہ ہے کہ شہروں اور دیہات میں پانچ پانچ چھ چھ میل کے فاصلہ پر بھیڑئیے بھی اپنا شکار ڈھونڈتے کے گلے کے گلے گھوم رہے ہیں اور جب موسم بہار میں مویشی پہاڑوں کے دامنوں میں چرائی کیلئے بھیجے جاتے ہیں تو بعض اوقات یہ بھیڑئیے کئی جانوروں کو ہلاک کر دیتے ہیں بھیڑیوں کی بزدلی عام مشہور ہے چنانچہ کبھی نہیں سنا گیا کہ ان بلندیوں میں آج تک کسی انسان کو گزند پہنچا ہو لیکن بیزبان مویشی کے لئے وہ عجیب بیباک بلائے ناپید ہیں چنانچہ بکریاں اور زیچدار گھوڑیاں گاہ گاہ ان کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جوں جوں ملک کے اندرونی حصہ میں زراعت بڑھتی جائے گی ویسے ہی یہ موذی پیچھے ہٹتے جائیں گے اور غائب ہوتے جائیں گے۔ لیکن اس انتظار میں رہنا کہ زراعت کے فروغ پکڑنے پر یہ بلا خود بخود ناپید ہو جائے گی ٹھیک نہیں سرنا کی متعدد سپاہ پچھلے دنوں میں قزاقوں کے شکار میں کمال شکیبائی حاصل کر چکی ہے۔ کیوں نہیں اُس سے بھی اس بلا کے دفعیہ میں مدد لی جائے۔ اگر سپاہ کے متعدد دستے بہار و خزاں میں بھیڑیوں کے شکار پر متعین کر دئے جائیں تو بھی نہیں کہ جفاکش کسانوں کے سر سے ایک بڑی آفت ٹل جائیگی بلکہ خود سپاہیوں کو بھی نشانہ بازی میں خوب مشق ہوتی رہیگی۔

ایشیائی اور انگریزی ترقی زراعت و زراعتی آلات کے باہمی تباین اور فرق کو ظاہر کرنے کے لئے یہ موقعہ میری رائے میں مناسب نہیں ہے۔ تاہم اسے کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ اگرچہ ایشیا کو جو کسی تہذیب دنیا بھر میں نہایت قدیم ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۰۔ اور آمدنی کی قومی ذریعہ مالگزاری ہے۔ اسی کو مجبوراً بڑھانا پڑتا ہے لیکن یہ پالیسی عمر بھر قائم نہیں رہ سکتی اسکی عوض ولایت کی طرح تجارت و آمد و برآمد پر اور خاص صنعت و حرفت میں تعیش کچا اصل تمام یا زیادہ تر لیا جائے۔ یہاں میں اتنا ہی کہنے پر کفایت کرتا ہوں ورنہ بالواسطہ و بلا واسطہ محاصل کے حسن و قبح اور ضروریات اور فوائد پر بحث اٹھائی جائے تو اس کے نقصان کی بحث چھڑ جائیگی جو اس کتاب کے موضوع سے خارج ہے۔ مترجم

لہ کسی قدر اس شعبہ پر کاربند ہونے اور کچھ ترقی زراعت سے اسوقت تقریباً تمام علاقہ ایشیائے کوچک وحشی درندوں جانوروں سے پاک ہو گیا ہے اور بھیڑیوں کا تو کیا ذکر گیدڑ لومڑی تک ناپید ہو گئے ہیں۔ اگر اب کوئی ان جانوروں میں سے دکھائی دے تو تعجب سمجھا جاتا ہے۔ مترجم

Marfat.com

لیکن ساتھ ہی محاربات بیرونی اعدا کی خونچکشیوں بغاوتوں اور طبعی حوادث اور زلزلوں سے جقدر اس ملک کو نقصان پہنچا ہے ویسا کسی اور ملک کو نہیں اٹھانا پڑا اور اسی وجہ سے وہ علوم وفنون جو کسی وقت ایشیائے کوچک کے قدیم شہروں افی سس سارڈیس طلیطہ نقیانیقوزا پرگاموس نہائی ٹھیرا الولڈشیا ہیرا پولیس اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں نہایت عروج ورونق پر تھے بعد میں بالکل معدوم ہو گئے اور صرف تھوڑی سی ہی رہ گئے اب پھر ان میں کسی قدر جان پڑ رہی ہے ضلع آیدین میں صنعت شاخوں کے علاوہ دو بڑی ریلوے لائنیں ہیں سڑکیں برابر بن رہی ہیں اور جان ومال کی حفاظت نہایت عمدگی سے ہو رہی ہے الغرض سرمایہ دار کاشتکاروں انکو دخانی ہلوں دخانی کدالوں پکی سڑک پر چلنے والے انجنوں اور ان کے دخانی چھپرنے والے انجنوں کیلئے راستہ دن بدن صاف ہو رہا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایسی متمول زراعت پیشہ ملک میں داخل ہو کر اسے پھر دنیا کا جنت[1] بنا دینگے الا ماشاء اللہ

فصل ششم سمرنا کے دغا باز بیمہ کرنے والے

ایک اطالین کہاوت لیوانٹ کی آتین لعنتیں اور بلائیں ہیں شبانہ آتشزدگیاں۔ چوبی عمارات کی عموماً آسانی آتش پذیری۔ حرامی آتشزن۔ بیمہ کا عالمگیر شوق۔ نقصانوں کی آمدنی سے بے انتہا بیشی۔ نیکبخت اور بدمعاش میں تمیز کر سکنے کی دقت۔ بلا بیمہ مکانات میں آتشزدگی کا کم وقوعہ۔ مکان بعض اوقات محض اس غرض سے خریدے جاتے ہیں کہ بیمہ کرانے کے بعد ان کو جلا دیا جائے۔ ایک ملکی ڈاکٹر خود آگ لگانے کے جرم میں ماخوذ اور سزایاب ہوا۔ آگ بجھانے کا مضبوط دستہ صرف انگریزی کمپانی بیمہ نے ہی رکھا ہوا ہے۔ آتشزدگی کے انسداد کی تدابیر جہازی بیمہ کے متعلق ایک عجیب تنازعہ۔ ایک سمرنوی دکاندار کی ڈھٹائی۔ ایک قونصل عدالت کو سخت سرزنش۔

اٹلی کی ایک خاتون سے اسکے ایک نوعمر دوست نے مشورہ کیا کہ میں اپنے خاندان کی شکستہ حالت کو درست کرنے کی کوشش کے لئے سمرنا جانا چاہتا ہوں۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ خاتون نے جواب دیا۔ فرزند عزیز! سمرنا کی تین بلاؤں سے بچتا رہیو۔ لڑکے نے پوچھا۔ مادر مہربان وہ کیا کیا ہیں؟ جواب ملا۔ جان من ان میں سے دو کا تو تمہیں بہت جلد ذاتی علم ہو جائے گا وہ آگ اور ترجمان ہیں۔ تیسری سے خدا کرے تمہیں کبھی سابقہ نہ پڑے۔ وہ طاعون ہے۔ یہ الفاظ معمر خاتون نے برسوں گزرے کہے تھے اور گو اس وقت وہ کئی دیگر مشہور

[1] خدا کرے کہ اول تو خود قلمرو عثمانیہ کے مسلمان اپنے ملک کے اجنبی شکاریوں کی بلا توسط وبلا مدد زمینکر خود روشن بنا سکیں اور اگر یہ کام تنہا انسے نہ ہو سکے تو خداوند کریم دیگر ممالک کے مسلمانوں کو اس اسلامی ملک کو ایسا بنانے میں مدد دینے اور خود بھی منفعت سے متمتع ہونیکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ۔ امیر المومنین عبد الحمید کے عہد سعادت مہد کی روحانی ودنیوی برکتوں کے طفیل اور حفظان صحت کی بے عدیل انتظام سے قلمرو عثمانیہ بالخصوص ایشیائے کوچک شام وحجاز ومصر میں جو کبھی طاعون کا گھر متصور ہوتے تھے اب اس بلا کا نام ونشان نہیں رہ گیا اور برعکس اسکے ۱۸۹۶ء سے ہندوستان اس کا گھر بن گیا ہے چنانچہ ۱۸۹۹ء کی دوسری سہ ماہی میں سکندریہ میں اس بلا کا قدم پہنچا مگر شہر کی حدود سے آگے نہ بڑھ سکی اور کچھ عرصہ میں وہاں سے بھی تقریباً دور ہو گئی۔ مضمون اخلاق اور فیوض سلطانی میں اس کے متعلق مفصل لکھا گیا ہے۔

Marfat.com

ضرب المثال کی طرح ملک کی حالت پر بالکل صادق ہوں لیکن اسوقت بہت کچھ ترمیم طلب ہوگئی ہیں۔ میں سب سے اول آخری بلا کا ذکر کرتا ہوں۔ سمرنا کی صفائی کی حالت گو ابھی ویسی نہ ہو جیسی کہ حفظان صحت کے مصنفین کی نگاہ میں ہونی چاہیئے۔ پھر بھی اس زمانہ کی نسبت (چودھویں صدی کا وسط جبکہ کالی موت نے ایشیا و یورپ کو برباد کیا تھا) بدرجہا افضل ہے۔ مزید براں اب اس میں ماہر و حاذق ڈاکٹر اور اطبا اس کثرت سے موجود ہیں کہ باشندگان شہر کبھی پھر بہ تعداد کثیر طاعون کا شکار نہیں ہو سکیں گے۔ اب رہے ترجمان۔ یہ درست ہے کہ شاید کوئی ترجمان خاوند بغل ثابت ہو۔ لیکن چند کی کوتاہیوں سے کل جماعت کی جماعت کو جسکے اکثر افراد نہایت ہی کارآمد بلکہ ضروری ہوں مطعون بنانا ہرگز قرین انصاف نہیں۔ البتہ جس پہلی بلا کا مسٹر خاتون نے ذکر کیا تھا وہ بدستور بدقسمتی سے غیر مغلوب ہی نہیں ہے بلکہ اس زمانہ کی نسبت زیادہ غالب اور زور پر ہے جب کہ لارڈ کیبر بیکن نے ملکہ ایلزبتھ کے عہد کے پہلے پارلیمنٹ کے افتتاح پر کہا تھا۔ کیا عقلمند تاجر اور سوداگر ہر جوکھم کی مہم میں اپنے سرمایہ کا ایک حصہ بقیہ کی سلامتی کا بیمہ[1] کرانے کے لئے بخوشی صرف نہیں کر دیتا ہے۔ مندرجہ ذیل ریمارک معاملات کی اس قابل افسوس صورت کے متعلق چند واقعات و حالات کی نسبت لکھے گئے ہیں۔

---

[1] اِس فقرہ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ بیمہ کا دستور یورپ میں سولہویں صدی میں بھی خوب زوروں پر تھا مگر افسوس ہندوستان بالخصوص اُسکے مسلمانوں میں انیسویں صدی کے خاتمہ پر بھی ۹۹ فیصدی نہیں جانتے کہ بیمہ کس جانور کا نام ہے۔ حالانکہ یورپ بالخصوص انگلستان کی تجارت کی ترقی کا بڑا باعث بھی بیمہ کا دستور ثابت ہوا ہے۔ اور تجارت ہمیشہ سے سلطنت کے مترادف رہی ہے اِسی عدم آگاہی کے نقصانات کو محسوس کرکے میں نے کچھ عرصہ سے اپنے ملکی بھائیوں کو اِس بیحد مفید دستور کی طرف توجہ دلانے کے لئے کوشش شروع کر دی ہے۔ اور کچھ عرصہ ہوا اِسکے متعلق ایک بسیط آرٹیکل بھی وکیل میں تحریر کیا تھا۔ انہی دنوں شمس العلما خان بہادر ذکا اللہ صاحب نے اِس مسئلہ پر نہایت محققانہ مضمون تحریر کیا ہے جو دو لو ناظرین کی آگاہی کے لئے اِس موقعہ پر درج کر دئے جاتے ہیں

جان و مال کا بیمہ یا بیما۔ اِس مضمون میں مفصلہ ذیل باتیں لکھی جائیں گی۔ بیمے کی علت غائی۔ حادثات اتفاقیہ کا حساب بیمے کا حساب۔ بیمہ شدہ اسباب کے حقدار۔ جان کا بیمہ جان کے بیمہ پر اعتراضات بیمے کے فوائد

بیمہ کا اصل لفظ بیم خوف پر دلالت کرتا ہے۔ مگر برعکس نہند نام زنگی کافور نام میں ڈرانے والا نہیں ڈر سے بچانے والا اطمینان خاطر دلانیوالا۔ انگریزی کے لفظ انشیورنس کا بیمہ ترجمہ کیا جاتا ہے جسکے معنے انگریزی زبان کے موافق اطمینان خاطر کے ہیں۔ رعایا کے ارتکاب جرائم اور بد چلنی سے جو نقصانات پیدا ہوتے ہیں ان کے انسداد کا علاج یہ ہے کہ گورنمنٹ اپنے فرض منصبی کو ادا کرے کہ ایک ہوشیار بیدار مغز پولیس اور قانونی محکمہ عدالت ایسے مقرر کرے کہ جس شخص کو گزند پہنچے وہ اس پولیس سے بآسانی دادرسی چارہ جوئی کرسکے اور

خود انگلستان کے شہروں اور قصبات میں بھی خاص موسم سرما میں رات کیوقت آتشزدگیوں کا وقوع میں آیا ۴

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۳ - مجرموں کو سزا دلا کے اطمینان خاطر حاصل کرے - رعایا کی غفلت سے جو نقصانات ہوتے ہیں - ان کے انسداد کی تدبیر یہ ہے - کہ رعایا ہوشیار اور بیدار ہو کر اپنی جان و مال کی محافظت کرے - اور گورنمنٹ اپنا فرض منصبی یہ ادا کرے کہ وہ حتی المقدور اس کام میں اس کی معاونت کرے - وہ نقصانات جو ایسی آفات سے اٹھانے پڑتے ہیں کہ جن کا سان گمان نہیں ہوتا - اور ان کو سر پر سے ٹالنا انسان کے مقدور سے باہر ہوتا ہے - جیسے کہ گھر میں آگ لگنا - سمندر میں جہاز کا ڈوب جانا اور علی ہذا القیاس اور ایسی آفات نوعن کے کم کرنے کا صرف یہ علاج ہے کہ گورنمنٹ اور رعایا اپنا فرض یہ جانے کہ ایسے امور کی تحقیق کرے جن سے کہ ایسی آفات کی گزند و مضرتیں کم ہو جائیں -

جہاز کا یا اسکے اسباب کا طوفان میں آکر برباد ہونا یا کوٹن مل کا آگ سے جلکر خاک سیاہ ہونا ایسی شدید آفات ہیں کہ بڑا متمول آدمی بھی ان کا متحمل نہیں ہو سکتا - اس طرح سے جو مال اتفاقیہ غارت ہو اسکے نقصان کو گھٹانے کی تدبیر کوئی اس سے بہتر نہیں ہے کہ یہ نقصان بہت سے آدمیوں پر تقسیم کر دیا جائے - اور آدمیوں کی تعداد بھی ایسی کثیر ہو کہ ہر ایک کے حصے میں اتنا تھوڑا نقصان آئے - کہ اس کو وہ بھی معلوم نہ ہو اور اس تقسیم نقصان میں جو خرچ ہو وہ بھی ان آدمیوں پر پھیلا دیا جائے -

اگرچہ ایسے نقصانات کو جنکے ظہور میں آنیکی حالتوں کا سراغ لگانا ہمارے لئے ناممکن معلوم ہوتا ہے - اتفاقیہ کہتے ہیں مگر وہ درحقیقت بعض قوانین کے ایسی تابع ہوتے ہیں کہ ان سے ہم کو ان کے وقوع کا احتمال معلوم ہو سکتا ہے - جس سے کہ ہر سال آدمیوں کی ولادت کی تعداد - بیماریوں کی تعداد اموات کی تعداد مرد و عورت کی تعداد و ان میں نسبت - حرامی حلالی بچوں کے وارثوں کی نسبت - جہازوں کے تباہ ہونے کی تعداد گھروں کے جلنے کی تعداد اور بہت سی واردات جو بلحاظ ہر اتفاقیہ معلوم ہوتی ہیں ظاہر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کتنے سال میں اتنے لڑکے پیدا ہونگے اور اتنی لڑکیاں اور اتنے گھر جلیں گے - اس قدر جہاز تباہ ہوں گے مگر جب ایک مدت عظیم پر کا تجربہ کافی ہو جاتا ہے - تو ہم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ رفتہ رفتہ وہ میں یہ وارداتیں تقریباً متساوی ہوتی ہیں پس ایسے تجربات و مشاہدات اس تخمینہ کو آسان کر دیتے ہیں - کہ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ میری موت کے بعد میرے وارثوں کو کوئی شخص اتنا روپیہ دیدے تو وہ اس شخص کو کیا دیا کرے یا جو میرے مال کے یا کوئی شخص اس کے مال کے تلف ہو جانیکا ضامن ہو جائے - یعنی اگر مال تلف ہو جائے تو وہ اس کی قیمت بھر دے تو وہ کیا اس ضامن کو ادا کرے -

اس بات پر خوب غور کرنی چاہئے - کہ استقرار سے جو تخمینے کئے جائیں گے وہ جب تک اعتبار کے قابل نہیں ہوں گے کہ استقرا کافی نہ ہوگا - استقرار کے معنی یہ ہیں کہ بہت سے جزئیات کا مشاہدہ کر کے ایک قاعدہ کلیہ بنایا جانا - مثلاً فرض کرو کہ ایک شہر میں جسکے اندر ہزار گھر ہیں سال حال میں ایک گھر جل

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۴ ہوگیا تو اس سے یہ مان لینا کہ گھر کے جلنے کا احتمال ہزار میں ایک ہے نہایت کم اصل ہوا اس لئے کہ یہ معلوم ہوا ہے کہ پہلے دس برسوں میں ایک گھر ہی نہیں جلا یا ان سالوں میں سے ہر سال کے اندر دس گھر جلے ہیں لیکن اب یہ فرض کرو کہ تحقیقاً یہ معلوم ہوا ہے کہ اوسط دہ سالہ کے حساب سے ہر سال میں ایک گھر جلا ہے تو ایک کی ایک ہزار کے ساتھ یہی نسبت آگ لگنے کے احتمال کیلئے بڑی مستحکم ہوگی اور اگر بیس بائیس برس سے یہ اوسط چلا آتا ہو تو مجملاً حساب میں یہ امر احتمال کا صحیح درجہ تبلائے گا۔

جب کسی واقع کے احتمال وقوع کا سچا اندازہ حاصل کرنا چاہیں تو ضرور ہے کہ اس واقعہ کے سلسلہ وقوع کا مشاہدہ برسوں تک کیا کریں یہ بھی ضرور ہے کہ اس واقعے کے وقوع کی واردائیں بکثرت ہوں اور وہ اکثر ہوتی رہتی ہوں فرض کرو کہ کل آبادی کے آدمیوں میں سے دس لاکھ آدمیوں کی ولادت اور وفات سے یہ معلوم ہو کہ آدمی کی زندگی کی بقا کا اوسط چالیس ہو اگر اس سے نتیجہ نکالنے کے لئے نہایت ضعیف بنیاد ہے۔ کہ نسبت مذکور ان دس بیس یا پچاس آدمیوں میں بھی موجود ہے جو اب آئندہ پیدا ہوں گے۔ یہ تعداد ایسی کم ہے کہ اس میں قانون اوسط نہیں چل سکتا۔ جب آبادی کی تعداد بہت زیادہ لیجاتی ہے تو اس میں جو تعدادیں رقم متوسط سے زائد ہوتی ہیں ان کا مقابلہ ان تعدادوں سے ہو جاتا ہے جو رقم متوسط سے کم ہوتی ہیں۔ لیکن جب تعداد کم ہوتی ہے تو اصول معاوضہ کی گنجائش اس میں بہت کم ہوتی ہے۔ اس لئے اسکے نتیجہ پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔

کل ملکوں میں جن کے اندر مردم شماری نہایت صحت کے ساتھ ہوتی ہے تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ لڑکے لڑکیاں جو پیدا ہوتے ہیں انکی تعداد ولادت میں تقریباً ۲۲ و ۲۱ کی نسبت ہوتی ہے۔ مگر یہ نتیجہ جب ہی حاصل ہوگا کہ یہ مشاہدہ وسعت عظیمہ پر کیا جائے۔ اگر ہم خاص کنبوں کو دیکھیں تو ان میں بعض اوقات ایسے کنبے ہونگے جن میں لڑکیاں ہی لڑکیاں ہونگی اور بعض ایسے کہ ان میں لڑکے ہی لڑکے ہونگے۔ یہ ممکن نہیں کہ ایک اکیلے کنبہ میں لڑکے اور لڑکیاں تعداد میں ۲۲-۲۱ کی نسبت سے ہوں۔ لیکن اگر خاص کنبوں یا پرگنوں کو چھوڑ کر ایسی آبادی لو کہ جسکی تعداد پانچ لاکھ یا اس سے زائد ہو تو ان میں بے تمیزی مذکور نہیں ہوگی۔ اور ان میں ذکور کی تعداد کو اناث کی تعداد پر بہت بڑی زیادتی مستقل ہوگی۔ مسائل احتمالات سے غلط نتائج نکلنے کے سبب دو ہوتے ہیں۔ کہ ایک یہ کہ یا تو جزئیات کے دیکھنے میں صبر نہیں کرتے اور بہت جلد ان سے کلیات بنا لیتے ہیں اور یا اتنی مثالیں نہیں لیتے کہ صحیح اوسط نکالنے کیلئے کافی ہوں۔ اسکی شرح احتمالات کا استعداد کہتے ہیں۔ [illegible] نتائج کو ہم مبنی کرتے ہیں بہت ہوتی ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی خلاف قاعدہ [illegible] ڈاکخانہ کے خطوں کی تعداد جنپر مکتوب الیہ کا نشان نہ لکھا ہو [illegible] ایک باقاعدہ سلسلہ میں نتائج ہوتی ہیں اس لئے ان کا تخمینہ پیشتر سے ہو سکتا ہے۔

جو اصول اوپر ہم نے مختصر بیان کئے ہیں ان پر بیمہ کا کام مبنی ہے۔ مثلاً معلوم ہوا کہ کسی خاص تجارت کے کام میں ایسا نادر نہیں کہ سمندر میں ان کی نسبت کہ زیادہ کثرت پر کوئی تعجب ظاہر کیا جائے پھر بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ

مکانات میں لکڑی بہت کم استعمال ہوتی ہے اور عثمانی طرز تمام طبقوں میں علی الخصوص رائج ہے لیکن

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۴ - معمولی درجہ کے چالیس جہاز جو سمندر میں جاتے ہیں ان میں سے ایک ضائع و غارت ہو جاتا ہے - تو نقصان کا احتمال ایک چالیسویں کے برابر ہوگا - اب اگر کوئی شخص اپنی تجارت کے جہاز کو یا اس اسباب کو جو اس میں لدا ہوا ہے بیمہ کرانا چاہتا ہے تو چاہئے کہ اس کا چالیسواں حصہ بیمہ کرنے والے کو دے اور اس پر اس رقم کا اضافہ کرے جس میں بیمہ کرنے والے کی تکلیف کا معاوضہ اور اس کا فائدہ شامل ہو - اگر بیمہ کرانے کی رقم بیش و کم ہو تو بیمہ کرنیوالے کو بیش و کم دیا جاتا ہے - بعض اوقات تو سوسائٹیاں اور بعض اوقات بعض اشخاص بیمہ کرتے ہیں - دونوں صورتوں میں جوکھوں و نقصان متعدد آدمیوں کے ذمے ہوتے ہیں - بیمہ کرنے کی جو کمپنیاں ہوتی ہیں وہ اپنے بہت سے حصہ دار بناتی ہیں - اور ان سے روپیہ وصول کر کے اپنا بڑا سرمایہ جمع کرتی ہیں - کمپنی کے حصہ دار اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ خواہ کیسا ہی نقصان ہو وہ اس کو پورا اٹھا دیتے ہیں -

ظاہر ہے کہ خاص آدمی جب تک ان کے پاس سرمایہ کثیر نہ ہو کمپنی کی طرح بیمہ کا کام نہیں کر سکتے سوا اسکے اگر وہ بڑی جوکھوں کے بیمہ کرنے لگیں تو ان کا کام ایسی بڑی جوکھوں کا ہو جائے - کہ چند ہی آدمی ان سے بیمہ کا عہد و پیمان کریں - ایک جہاز پر اگر دو لاکھ روپیہ کا اسباب ہو تو اس کا وہ بیمہ نہیں کرینگے وہ بہت سے جہازوں کے بیمے کریں گے - جن پر دو دو تین تین ہزار روپیہ کا اسباب ہو کہ اگر ان میں سے ایک یا دو جہاز تلف بھی ہو جائیں تو ان کے نقصان بھرنے سے اصل سرمایہ میں کمی نہ آئے نہایت یہ ہو کہ فائدہ کم ہو یا اس سے معلوم ہوا کہ کمپنی سے ایک جہاز کے بیمہ میں ایک معاملہ کرنا پڑتا ہے - اور خاص آدمیوں سے دس یا بیس اگر بیمہ کا کام احتیاط و ہوشیاری سے کیا جائے تو وہ ان کے حاصل کرنے کے لئے ایسا ہی بے خطر معاملہ ہے جیسے کہ اور معاملات نفع کمانے کے خیال کئے جاتے ہیں -

ضرور ہے کہ ان واقعات کے وقوع کا تجربہ نہایت وسعت کے ساتھ کیا جائے - کہ ان کے بیمہ کرنے کا انتظام اچھی بنا اور سچے اصول پر قائم کیا جائے - کہ بیمہ کرنے کی آمدنی اتنی ہو کہ وہ جوکھوں اور نقصانوں اور سرمایہ کے نفعوں اور اور خرچوں کے لئے کافی ہو - اس طرح سے بیمہ کرنیوالوں کو یہ فائدہ ہوگا کہ ان کو اپنے مال کے تلف ہونیکا اندیشہ نہیں رہے گا - اور بیمہ کرنے والوں کو اپنے نفع پر وہی اعتبار ہوگا جو اور کاروبار تجارت و صنعت میں ہوتا ہے -

اگر ایک بندرگاہ سے سالانہ جہاز روانہ ہوتے ہوں اور بحساب اوسط ان میں سے دو فیصدی ڈوب جاتے ہوں تو دو فیصدی پر بیمہ کرنا چاہئے - اور زر بیمہ پر خرچ اور نفع اور بڑھا لیا جاتا ہے - اس مختصر بیان سے یہ سمجھنا آسان ہے کہ جہاز رانوں اور تجارت کے حق میں بیمہ کا ہونا نہایت فائدہ مند ہے

Marfat.com

سکے جزو اعظم کی آتش پذیری ہی ہر ایک آتشزدگی کا باعث نہیں ہوتی۔ بلکہ ان وقوعات کے بہت سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۶۔ بیمہ کی رعایت بغیر مشکل ہے کہ چند آدمی بھی ایسے دور دراز اور خطرناک سفروں میں اپنے مال کو جوکھوں میں ڈالدیں۔ مگر بیمہ کی اوسط سے وہ اپنے خوف وخطر کی دلجمعی اور اطمینان خاطر سے بدل سکتے ہیں۔ تاجر جسکے جہاز ہر سمندر میں جا رہے ہیں اور بحری خطرات میں پڑے ہوئے ہیں اسکو بیمہ کرنے سے اطمینان خاطر ایسا ہی حاصل ہو سکتا ہے جیسے کہ اہل زراعت کو وہ نہایت دلجمعی سے اپنی ساری تدابیر وتجاویز کو کرتا ہے اور اپنے جہازوں کی طرف سے بھی ذرہ بھی خطرہ نہیں رکھتا حادثات نامعلوم سے جہازوں کے شکست وتباہ ہونیکو اپنے حساب میں داخل نہیں کرتا۔ اس نے ایسے اتفاقات سے بری ہونیکو بیمہ سے خرید لیا ہے۔ اور اپنے کاروبار میں بے کھٹکے مصروف رہتا ہے۔

قدرتی حادثات اور بحری خطرات سے جو نقصانات ہوتے ہیں جیسا کہ ان کا بیمہ ہوتا ہے ایسا ہی ان نقصانوں کا بھی بیمہ ہوتا ہے جو دشمنوں اور بحری قزاقوں اور چوروں اور دغابازوں کے ہاتھوں سے ہوتا ہے۔ ان نقصانات کا ٹھکانا نہیں کبھی زیادہ کبھی کم۔ اس تزلزل کے سبب سے ان کا صحیح تخمینہ کرنا آسان نہیں۔ بہت سی صورتوں میں بیمہ کا سرسری تخمینہ اٹکل سے کیا جاتا ہے۔ لڑائی کے زمانہ میں بیمہ کی شرح میں بہت اتار چڑھاؤ ہوتے ہیں۔ اگر ذرا اسے خبر لگتی ہے کہ دشمن کا بیڑا یا ایک جہاز راہ میں چلا آرہا ہے تو فوراً بیمہ کی شرح چڑھ جاتی ہے۔ زمانہ حرب میں جب تجارت کے لیے محافظ سپاہ مقرر ہو جاتی ہے تو جہازوں کی گرفتاری اور بیمہ کی شرح کم ہو جاتی ہے۔ مگر پھر بھی یہ زمانہ بہت صورتوں میں بڑی جوکھوں کا ہوتا ہے۔ بیمہ میں تغیر وتبدل بہت جلد جلد ہوتا رہتا ہے یہ بیمہ کرنے والوں کی عقل آزمائی کا زمانہ ہوتا ہے۔ ان کو بڑی احتیاط اور ہوشیاری سے کام کرنا چاہیے۔ اس بحری بیمہ پر سرکاری محصول زر بیمہ اور طول سفر کے موافق لیا جاتا ہے۔ جن سے مال خشکی میں حادثات سے معرض خطر میں آسکتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا بیمہ ہو سکتا ہے انگلستان میں مکانات کی آتشزدگی وغیرہ کا بیمہ ہوتا ہے۔ اس بیمہ کی اجازت سرکاری جب حاصل ہوتی ہے کہ ایک سخت محصول سرکاری اداکرنا پڑتا ہے۔ اگر اس محصول کی کرنہ ہوتی تو بہت سے مکانات وتعمرات و مال واسباب کا بیمہ آتشزدگی ہوتا۔

اب جو بیمہ کے فوائد بیان کئے ہیں وہ خالی از نقصان نہیں جب کسی کے مال کا بیمہ ہو جاتا ہے تو اسکی حفاظت میں وہ بے اعتنائی کرتا ہے جس سے نقصان ہوتا ہے اور صرف یہی عیب نہیں بلکہ انگلستان کی عدالتوں کی تحریرات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس طرح جہاز ڈبوئے گئے اور مکانات جلا دیئے گئے کہ بیمہ کرنے والوں سے دغا فریب کیا جائے۔ گو یہ عیب اور دغا وفریب ہوں مگر اسمیں کلام نہیں کہ بیمہ کا کام مفید وسود مند ہے۔ بیمہ کا سررشتہ بڑی ہوشیاری اور احتیاط کرتا ہے کہ مجرمانہ کام دغا فریب نہ ہونے پائیں۔

Marfat.com

حصہ کا باعث بدمعاش ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے انگلستان کی بیمہ کمپنیوں کے اکثر ایجنٹوں پر جو سمجھا میں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۷۔ انگلستان میں جان کے بیمہ کا سررشتہ جیسا وسیع ہے ایسا دنیا میں اور کہیں نہیں۔ اس جان کے بیمہ سے ملک کو بڑے فائدے حاصل ہوئے ہیں۔ جان کے بیمے مختلف طرح کے ہوتے ہیں۔ اشخاص جو قریب کے رشتہ دار رکھتے اور کچھ دوست بھی پاس رکھتے ہیں تو وہ بعض اوقات بمقتضائے حالت یا ضرورت اپنے سرمایہ میں سے خرچ کر ڈالتے ہیں اور جب معمولی عمر سے ان کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو وہ بڑھاپے میں بالکل مفلس ہو جاتے ہیں۔ اپنے تئیں اس آفت سے بچانے کے لئے وہ اپنے سرمایہ کو یا سرمایہ کے ایک حصہ کو بیمہ کی کمپنی کے سپرد کر دیتے ہیں اور اس سے یہ شرائط ٹھیرا لیتے ہیں کہ جب تک وہ زندہ رہیں سالانہ ایک مقدار ان کو دیا کرے جو متناسب ہو ان کے سرمایہ سے جو انہوں نے دیا ہے اور ان کی عمر کی جو بیمہ کے وقت ہو۔ بعض اس جان کے بیمہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ لظاہر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ دولت کے جمع کرنے کا اصول کو ضعیف کرتا ہے۔ اور اشخاص کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں جو کمائیں صرف کر ڈالیں اور اپنے قائمقاموں کے لئے دولت چھوڑنے کا خیال نہ کریں۔ بیشک اگر یہ عمل عام ہو جائے تو اس کے بہت برے نتیجے پیدا ہوں۔ مگر اکثر آدمی اپنے کنبوں اور دوستوں کی بہبودی کے لئے ایسی غرض رکھتے ہیں کہ وہ اس مضر عمل کو ہرگز نہیں پھیلنے دینگے۔

انگلستان میں اس قسم کے جان کے بیمہ کرانے کا رواج ہو گیا ہے۔ کل وکیل طبیب اور جنگی و بحری و ملکی افسر و کلرک اور بہت سے اس قسم کے آدمی جن کی آمدنی ان کے مرتے ہی ختم ہو جاتی ہے جان کا بیمہ کراتے ہیں۔ بہت سے آدمی جنکے پاس کچھ سرمایہ نہیں ہوتا یا اگر سرمایہ ہوتا ہے اور اس کو وہ اپنے تعیش و تنعم میں نہیں خرچ کرتے ان کو بمقتضائے طبع انسانی یہ میلان خاطر ہوتا ہے کہ اپنے مرنے کے بعد اپنے کنبے کے گزراوقات کے لئے سامان کرنا چاہیے۔ مثلاً ایک وکیل یا طبیب ہے۔ جسکے پاس کچھ دولت جمع نہیں اور وہ اپنے پیشہ سے زائد از دو ہزار سالانہ کما لیتا ہے۔ اب وہ بیاہ کرتا ہے اور صاحب اہل و عیال ہوتا ہے۔ پس اس شخص کی عمر اتنی ہو جتنی کہ بحساب اوسط عمر انسانی ہونی چاہیے تو وہ ایسی دولت جمع کر سکتا ہے کہ اسکے مرنے کے بعد اسکے کنبہ کا گزارہ ہو سکے مگر کون یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اس اوسط عمر پر ضرور پہنچے گا اور قاعدہ کلیہ کی بہت سی مستثنےٰ صورتوں میں سے ایک ہو۔ فرض کرو کہ ناوقت اس کو موت آ جائے تو اسکے مرنے کے بعد اس کا کنبہ محتاج ہو گا۔ ایسی محتاجی کی آفت ناگہانی کے انسداد کیواسطے جان کے بیمہ کا دستور نکلا ہے۔ ایک شخص جس کی آمدنی موت پر ختم ہوتی ہے اور بیمہ کے سررشتہ میں ایک رقم سالانہ جمع کرنے پر راضی ہوتا ہے۔ اور بیمہ کا سررشتہ ذمہ وار ہوتا ہے کہ اسکے کنبے کو وہ ایک رقم ادا کرے گا۔ یہ رقم برابر ہوتی ہے اس رقم کے جو بیمہ کرانے والے نے جمع کی ہے اور سود بالائے سود اس مدت تک شامل ہوتا ہے جو اس شخص کی اوسط عمر تک

متعین ہیں۔ بیمہ کیلئے مناسب و نا مناسب مکانات کو قبول کر لینے میں لاپرواہی سے کام کرنے کا الزام لگایا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۸۔ ہوتا ہے۔ اور اس میں سے بیمہ کے سر رشتہ کا خرچ اور نفع منہا ہوتا ہے اگرچہ بیمہ کرانے والا بیمہ کرانے کے بعد ہی دوسرے دن کیوں نہ مر جائے سر رشتہ بیمہ کو رقم مذکور بیمہ کرانے والے کے کنبہ کو دینی پڑیگی۔ ان سب صورتوں میں جنمیں کہ بیمہ کرانیوالے جو اوسط عمر میں پہنچنے سے پہلے مرجاتے ہیں وہ نفع میں رہتے ہیں۔ اور ان صورتوں میں بھی کہ معمولی عمر سے جنکی زندگی زیادہ ہوتی ہے۔ ان کو بھی نقصان نہیں ہوتا۔ وہ جو کچھ اب دیتے ہیں وہ ان کے سرمایہ کی حفاظت اور ان کے اطمینان خاطر کا معاوضہ ہوتا ہے۔ اس کل زمانہ میں جو روز بیمہ سے اوسط عمر تک پہنچنے تک اور اسکے بعد موت تک ہوتا ہے۔ ان کو اس جوکھوں سے اطمینان خاطر ہوتا ہے کہ ان کے مرنے کے بعد ان کا کنبہ بھوکا نہیں مریگا۔ جو رقم ان کو اوسط عمر کے پہنچنے کے بعد دینی پڑتی ہے وہ اس اطمینان خاطر کے معاوضہ میں کوئی بڑی چیز نہیں۔ بہت لوگ مکانات کا بیمہ آتشزدگی کراتے ہیں۔ ان میں بہت کم ایسے آدمی ہوتے ہیں کہ ان کے گھر جلیں اور وہ اپنے نقصانوں کا معاوضہ بیمہ کے سر رشتہ سے لیں۔ مگر بہت آدمی یہ بیمہ فقط اس لئے کراتے ہیں کہ دل کو یہ اطمینان رہے کہ اگر مکان جلیگا تو اس کا معاوضہ مل جائیگا۔ پس اپنے اطمینان خاطر کا معاوضہ دیتے ہیں۔ بس ایسے ہی وہ لوگ ہیں جو اوسط عمر کے گزرنے کے بعد رقم بیمہ دیتے ہیں وہ فقط اپنے اطمینان خاطر کا معاوضہ جو نہایت قلیل ہوتا ہے دیتے ہیں۔

اب بیمہ کی شرائط ایسی درست ہونی چاہئیں کہ کرانیوالا اگر وہ نہ بہت زیادہ نہ بہت کم رقم دے اسلئے ضرور ہے کہ انسان کی زندگی کے احتمال جو مختلف عمر میں ہوتے ہیں ان کی تحقیقات حتی المقدور صحت کے ساتھ کی جائے۔

مدت عمر کے احتمال سے جس کو امید حیات بھی کہتے ہیں مراد اس عمر سے ہوتی ہے جس میں معلوم العمر شخص کے جینے کے اتفاقات برابر ہوں اس کے مرنے کے اتفاقات سے مختلف ملکوں اور مقامات میں جو اس مدت کے دریافت کرنیکے مشاہدات و تجربات کئے جاتے ہیں ان کے نتائج جدولوں کی صورت میں شائع ہوتے ہیں اور انہیں جدولوں پر بیمہ کرنے والے اپنے حسابوں کو مبنی کرتے ہیں۔ انگلستان میں اموات کے قانون کو نہایت صحت کیساتھ مسٹر ملیش کی جدول بیان کرتی ہے۔ اگر ایک ایسا شخص جسکی عمر تیس سال کی ہو تو مشاہدات سے ثابت ہوا ہے کہ اسکے آئندہ جینے کا احتمال ۳۴ برس ۴ مہینے کا ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص تیس برس کی عمر میں اپنی جان کا بیمہ کرائے کہ اسکے مرنیکے بعد ایک خاص رقم اسکے کنبہ کو دیجائے تو بیمہ کرنیوالے جو جدول مذکور پر اعتماد کرتے ہیں۔ یہ مان لینگے کہ شخص ۳۴ سال جیئے گا۔ اور اسی فرض پر اپنا حساب پھیلائیں گے۔ پس اگر وہ آدمی اتنی مدت تک جیا تو

Marfat.com

گیا ہے۔ اہالی سمرنا بیمہ کے بڑے شائق ہیں۔ اور وہاں کے بیشمار چوبی مکانات کے [illegible]

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۹۔ بیمہ کرنے والوں کا نقصان ہوگا۔ اگر وہ مدت مذکور سے زیادہ جیلوں [illegible]
جیئے گا اس کے مناسب بیمہ کرنے والوں کو فائدہ ہوگا۔ پس قبل از مدت مذکور موخادان [illegible]
ہوگا اس کا ایفا ہو جائے گا۔ بعد از مدت مذکور جینے والوں سے پس بیمہ کرانیوالی سوسائٹی [illegible]
بالکل اتفاق پر مبنی نہیں رہینگے۔

علاوہ اس فائدہ کے کہ بیمہ ان بے ٹھکانے نقصانات کا علاج کرتا ہے جو اتفاقیہ ہوتے ہیں یہ [illegible]
ہے کہ روپیہ جمع کرنے کی طرف لوگوں کو وہ میلان خاطر دلاتا ہے جو شخص کسی قسم کے لئے اپنی جان کا
بیمہ کراتا ہے وہ اگر سالانہ قسط باقاعدہ ادا کرے تو اسکے سارے حقوق بیمہ کے تلف ہو جانے ہیں اور
پہلی قسطوں میں جو روپیہ دیا ہے وہ ضبط ہو جاتا ہے۔ پس اس سزا کے خوف سے وہ بمجبوری اپنے
خرچوں میں کسی نہ کسی طرح کفایت کر کے اتنا روپیہ بچاتا ہے کہ بیمہ کی قسط ادا کیجائے۔ بس ایک خاص
حد تک وہ کفایت شعاری کا عادی ہو جاتا ہے۔ اور یہ عادت روز بروز زیادہ مستحکم ہوتی جاتی ہے جس کے
سبب کیا تو وہ زیادہ قسم کے کئی بیمے کراتا ہے یا یونہی اپنے پاس روپیہ جمع کرلیتا ہے۔

انگلستان میں کبھی جان کے بیمہ کی ممانعت نہیں ہوئی۔ برخلاف اسکے اور ملکوں میں کہ وہاں
وہ جائز نہیں سمجھا گیا جب تک اور ملکوں نے یہ نہیں دیکھ لیا کہ انگلستان کو اس سے بہت فائدہ
حاصل ہوا ہے۔ اس کو اپنے ملک میں رواج نہ دیا۔ اس کو یہی سمجھتے رہے کہ انسان کی جان کا بیمہ کرنا
جمہوری شائستگی کے خلاف ہے۔ ہر آزاد آدمی کی جان کی قیمت کا تخمینہ نہیں ہو سکتا۔
بعض دفعہ ایسا ہوتا تھا کہ لوگ اپنی جان کا بیمہ کر کے خودکشی اس حیلہ سے کر لیتے تھے کہ ان کا کنبہ جلد
دولتمند ہو جائے۔ یا بچوں کی جان کا بیمہ کرا کے سنگدل ماں باپ ان کو دولت کی طمع میں مار ڈالتے
تھے۔ مگر ایسے واقعات اتنے کم ہوتے تھے کہ ان کے سبب کسی بیمہ کرنیوالی کمپنی کا دوالہ نہیں نکلا
ان کا انسداد اس طرح کیا گیا کہ جو لوگ خودکشی کریں یا دل میں جان کھو بیٹھیں ان کا بیمہ کالعدم سمجھا جائے
اور بچوں کی جان کا بیمہ موقوف کیا گیا (از افضل الاخبار)

جان و مال کے بیمہ کے عنوان سے شمس العلماء خان بہادر ذکاء اللہ خاں صاحب نے مندرجہ بالا کمال مشتاقانہ
اور مفصل و مشرح مضمون ہمعصر افضل الاخبار دہلی میں شائع کیا ہے اس سبجکٹ پر غالباً اردو میں مضمون
پہلا ہی نہیں بلکہ ذاتی تجربہ سے کم کہ سکتے ہیں کہ ابنائے ملک کی عام آگاہی کے لئے اب ایسے مضامین
کی ضرورت بھی ہے۔ ناخواندہ تو ہر صورت میں خارج از بحث ہیں یہ تجربہ ہمیں بتا رہا ہے کہ اکثر
خواندہ لوگوں میں سے بھی شاذ و نادر ہی ایک شخص بیمہ کے نام سے واقف نہیں [illegible]
غائی اور فوائد سے با خبر ہونا تو کس جانور کا نام ہے۔ اور گر یہ تجارت پیشہ بیمہ شدہ پارسلوں [illegible]

Marfat.com

ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں۔ بیمہ شدہ ہونے کے نشان میں مسی تمغے چسپاں دکھائی دیتے ہیں۔ حالانکہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۰۔ سے اِس لفظ سے آشنا ہو گئے ہیں مگر اس کا دائرہ وہ صرف پارسلوں تک ہی محدود سمجھتے ہیں۔ بڑے بڑے مولوی اور پنڈت ابتک زندگی کے بیمہ کی نسبت وہی آج سے پچاس برس قبل کا عامیانہ خیال رکھتے ہیں کہ سرکار بعض بعض بڑے بڑے آدمیوں کے سر خرید لیتی ہے اور مرنیکے بعد ان کے سر طبی معائنہ وغیرہ کیلئے لاش سے جدا کر لے جاتے ہیں۔ اِن دقیانوسی خیالات والوں کو علیحدہ چھوڑ کر نئے خیالات والے نوجوانوں اور بزرگوں کو دیکھا جائے تو ان میں سے بھی بہت ہی کم ایسے پائے جائیں گے جنہوں نے اِس اہم صیغہ پر جس سے یورپ و امریکہ کی تجارت ثروت اور فارغ البالی میں نمایاں مدد ملی ہے۔ غور کرنے کی تکلیف گوارا کی ہو اور جنہوں نے اس سے فائدہ اٹھانیکی کوشش کی ہے ان کی تعداد تو کل ملک میں سینکڑوں سے متجاوز نہ ہوگی۔ ایسے ہی لوگوں میں سے چند ایک نے بعض بعض شہروں میں باہمی امداد کیلئے انجمنیں اور کمپنیاں قائم کی ہیں۔ مگر تقریباً سب میں ایسی کمپنیوں کے اصل اصول کو بالکل مدنظر نہیں رکھا گیا اور بعض تو حساب و مندسہ کے رو سے بھی بالکل غلط اصول پر چلائی گئی تھیں اور ان کے قواعد کو سرسری نظر سے دیکھنے پر ہی ان کے چندروزہ ہونے کا یقین ہو جاتا تھا۔ اِس آخری قسم کے فنڈوں کی مثال میں مرحوم و مغفور مسلم تمنول فنڈ گورداسپور پیش کیا جا سکتا ہے۔

کل ہندوستان میں ابتک صرف ایک دیسی کمپنی اورنیٹل بمبئی یورپین کمپنیوں کے نمونہ اور اصول اور بڑے پیمانہ پر قائم ہوئی ہے۔ مگر اُسے بھی اپنی فاضلہ اور پس انداز رقمیں سرکاری تمسکات کے سوا کسی اور تجارتی یا صنعتی کام پر لگانے کی جرات نہیں پڑی جس سے صرف اِن رقموں کے سالانہ منافع میں ہی۔ کیونکہ تمسکات سرکاری کا سود تین چار فیصدی کے بین بین ہے۔ کمی نہیں ہوئی۔ بلکہ جو دماغی قابلیت اور خبرداری اور ہوشیاری انوسٹمنٹ کیلئے کسی فائدہ بخش اور محفوظ مصرف کے سوچنے اور منتخب کرنے اور دوزات روپیہ کے منافع کو بڑھاتے رہنے کی کوششوں کیلئے لازمی طور پر دکھانی پڑتی ہے اُسے بالکل معطل چھوڑ دینے سے ہندوستانی منتظمان کمپنی کے دماغوں کے لئے ترقی اور نشوونما کا راستہ بند کر دیا گیا ہے۔ اور سب سے بڑا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ سرکاری تمسکات پر روپیہ کو لگانے سے جہاں وہ سرکار سے ششماہی سود دلوانے کے سبب طرح سے تقریباً بیکار یا زیادہ تر سرحدی محاربوں اور ہر قسم کاموں پر خرچ ہوتا ہے ملکی تجارت اور کارخانوں کو ایک معقول رقم سے مستفید ہونے سے روک دیا گیا ہے۔ ان سب کمیوں یا عدم جسارت کے باوجود چونکہ یہ کمپنی درست اصول پر قائم کیگئی ہے اس نے چند برسوں میں ہی معقول ترقی کر لی ہے۔ لیکن افسوس اس سے فائدہ اٹھانے والے بھی نسبتاً انگریز ہی زیادہ پائے جائیں گے۔ ملک کی عام بے رغبتی اور لاعلمی کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ تقریباً چار مہینوں سے وکیل میں ایک معزز معتبر

لاہور میں بھی ایک بیمہ کمپنی چند ہندو بھائیوں کی کوشش سے قائم ہوئی ہے مگر اسکا ابھی آغاز ہی ہے۔

سرسری نظر سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ایسے مکانات کو بیمہ کرانا ... [illegible]

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵۵ - یورپین کمپنی بیمہ زندگی کا اشتہار دیا جا رہا ہے بلکہ ایک طرف سے ... [illegible]
دیکھا رہی ہے - لیکن اسکے کئی ہزار ناظرین میں جنکے ضروریات و حالات زمانہ سے باخبر شخصی و قومی ... [illegible]
اور معقول حد تک روشن خیال اور بیدار مغز ہونیکا کئی وجوہات سے یقین کیا جا سکتا ہے - ابتک صرف دس بارہ نے
قواعد دیکھنے کی اور فقط ایک نے شمولیت کی خواہش ظاہر کی ہے - برعکس اس کے خوش نصیب ممالک میں
شخصی و قومی فلاح کے اس زبردست وسیلہ سے ایسا کام لیا گیا ہے اور اس کو ایسی ترقی دیگئی ہے کہ صرف زندگی
کا بیمہ کرانے والوں کی تعداد برطانیہ کلاں اور آئرلینڈ میں جن کی مجموعی آبادی زن و مرد صغیر و کبیر چار
کروڑ کے قریب ہے سنہ ۱۸۹۷ء کے خاتمہ پر پونے دو کروڑ تھی اور ان کے بیموں کی مجموعی مقدار ۱۰ کروڑ پونڈ کو
متجاوز تھی جسے دیکھکر حیرت ہوتی ہے - یہ ترقی کیا ہمارے لئے عبرت بخش نہیں

یہ بیمہ کی فقط ایک شاخ کی ترقی کا حال ہے - جہازوں - جہازوں کے سامان تجارت بحری مسافروں وغیرہ
کے بیمہ کی شاخ جسے بحری کہا جاتا ہے اور آتشزدگی کے نقصانات کا معاوضہ دینے کی شاخ جس کا نام
فائر انشورنس رکھا گیا ہے - زندگی کے بیمہ کی شاخ سے بدرجہا زیادہ کاروبار کر رہی ہیں - ایک شاخ ایسی
ہے جس میں کمپنیاں ملازموں کی نیک چلنی کا بیمہ کر کے ان کے مالکوں کے پاس ان کی ضامن ہو جاتی ہیں -
اور اگر بیمہ شدہ ملازم سے خیانت کا ارتکاب ہو تو مالک کو زر امانت ادا کر کے ملازم سے روپیہ وصول کرنے
اور اسے سزا دلوانے کا خود تدارک کرتی ہیں - یہ طریقہ ایسا سہولت بخش سمجھا گیا ہے کہ اب گورنمنٹ اور
تقریباً کل پرائیویٹ کارخانے شخصی ضامنوں کی بجائے عموماً کمپنیوں کی ضمانت طلب کرتے ہیں کیونکہ
یہ کمپنیاں شخص کی نیک چلنی کا بیمہ کردیں اسکے عادات و اطوار اور چال چلن کی ہمیشہ نگرانی کرتی رہتی ہیں
بیمہ کا میدان اب رفتہ رفتہ اس قدر وسیع ہو گیا ہے کہ حادثہ - بیماری - مرض مزمنہ طبی معالجہ کی ضرورت
نقب زنی - راستہ میں اسباب گم یا تلف ہو جانے گاڑیوں پر سفر کرنے کی صورت میں چوٹ آنے کلوں کو نقصان
سے محفوظ رکھنے - وخانی بائلروں - قیمتی دستاویزات - کفالت وغیرہ وغیرہ ۲۹ مختلف قسم کے بیمے کا جو کہ
صدر بڑی شاخوں سے علاوہ ہیں عام رواج ہو گیا ہے سنہ ۱۸۹۹ء میں آتشزدگی کا بیمہ کرنے والی کمپنیوں کو
انگلستان میں ایک کروڑ ۸ لاکھ ۱۷ ہزار پونڈ کی آمدنی بیمہ کی سالانہ فیس سے ہوئی اور ساٹھ ایک کروڑ ۱۳ لاکھ
پونڈ آتشزدگی کے نقصانات کے معاوضہ میں دینا پڑا -

بیمہ کا اصول وہی باہمی امداد ہے - بہت سے ملکر ایک نقصان رسیدہ شخص کی دستگیری کرتے ہیں مگر اسکے لئے
عمدہ نظام پر قائم کیا گیا ہے کہ باقاعدگی کے ساتھ ہر ایک شریک سے تھوڑی تھوڑی رقم اس کی جائداد کی مالیت
اور آتشزدگی کے وقوعوں کی نسبت سے جسکی اوسط مختلف مقامات اور کئی برسوں کے اعداد و شمار پر
نہایت احتیاط سے نکالی جاتی ہے جو اس یقین کے مقابلہ پر کہ اگر کبھی نقصان پہنچا تو اسکی تلافی ہو جائیگی

نہیں لگایا گیا۔ انہی میں سے ایک نے مجھ سے ذکر کیا کہ بیمہ آتشزدگی کے بدل میں سالانہ قسطوں سے کمپنی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۲۔ اور اس یقین سے جو روحانی خوشی طمانیت اور آسائش ہر وقت حاصل رہتی ہے اُسکے مقابلہ
پر کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اور یہی بظاہر تھوڑی تھوڑی رقمیں جن کی معیار در حقیقت نہایت غور و احتیاط
سے مرتب کیا گیا ہوتا ہے۔ کثرت شرکاء کی وجہ سے ہر سال کے نقصانات کی تلافی کے لئے ہی کفایت نہیں
کرتیں۔ بلکہ کمپنی کے حصہ داروں کو معقول فائدہ ملنے کے علاوہ ہر سال آئندہ کے لئے ایک معقول رقم پس انداز
ہوتی جاتی ہے۔ پھر اُسے بھی بیکار نہیں رہنے دیا جاتا۔ بلکہ منفعت بخش کاموں پر لگانے سے ملک کی
تجارت و صنعت کو فروغ دیا جاتا ہے۔ اور اپنے ذاتی نفع کی مقدار کو بڑھایا جاتا ہے۔ زندگی کے بیمہ کی شاخ
کو بھی انسان کی مختلف ضروریات اور مختلف حالتوں کو مدنظر رکھ کر آہستہ آہستہ تکمیل کے قریب پہنچا دیا
گیا ہے۔ شروع شروع میں صرف موت پر زر بیمہ پسماندگان کو ملتا تھا پھر خاص میعاد کے بعد یا خاص عمر تک پہنچ
جانے پر زندگی میں بھی دینے کا قاعدہ ہو گیا پھر ہر ایک صورت میں بیمہ کرانیوالوں کی سہولت کو بڑھانے کے
لئے اقساط یا زر بدل کی ادائگی کی مختلف طریقے وضع کئے گئے کہ جو طریقہ اس کی حالت کے مطابق حال ہو
اسے پسند کرے۔ اور بالآخر بیمہ کرانے والوں کو بھی منافع میں شریک کرنے کا دستور جاری کیا گیا۔
ممالک مغرب میں متوسط درجہ یا غریب طبقہ کے لوگوں نے ہی زندگی کے بیمہ کو مفید نہیں پایا بلکہ امراء بھی اس کے
بیش قیمت ملکی و قومی و شخصی فوائد کے معترف ہیں۔ اور بالعموم اس سے متمتع ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے
غرباء میں ایسی معاملات سمجھنے کی قابلیت ابھی اور کئی نسلوں یا کم از کم برسوں تک شائد ہی پیدا ہو۔ لیکن یہاں
کے متمول اور بالخصوص سفید پوش جنکی مالی حالت اور بڑھاپے کی آسائش یا مر جانے پر پسماندگان کے گزارہ کی
صورت عام معلوم ہے۔ اس کے ذریعہ سے روحانی طمانیت اور مالی آسودگی حاصل کر سکتے ہیں۔ گورنمنٹ سیونگز
بنک اسی غرض کے لئے قائم کر رکھے ہیں کہ تھوڑی آمدنی سے چھوٹی چھوٹی رقمیں جمع کرانیکا موقع مل سکے
لیکن اسمیں یہ کمی بہت بڑی ہے کہ انسان کو جمع کرانے پر مجبور کرنیوالی کوئی چیز نہیں۔ اسکے برخلاف بیمہ
کرا لینے کی صورت میں پچھلے روپیہ کی کل یا اس کی بڑی جزو کے ضائع ہو جانیکا خوف زبردست تازیانہ کا
کام دیتے رہکر چند برسوں میں انسان کو آئندہ آمدنی سے بچت نکالتے رہنے اور باقاعدہ ادائگی کا عادی
بنا دیتا ہے۔ اور جو چیز ہندوستان کے سینکڑوں میں ایسی عادت پیدا کر سکے اگر اس سے اور کوئی فائدہ
اسی ایک فائدہ کے لحاظ سے بلاشک نہایت قیمتی اور قابل قدر شئے ہے۔ [illegible]
مثال کے طور پر اس کی صرف ایک صورت عمر مقررہ پر روپیہ ملنے کے فوائد کا مجملاً ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک
شخص تیس برس کی عمر میں پچاس برس کی عمر کا ہو جانے پر پانچ ہزار روپیہ ملنے کا بیمہ منافع کراتا ہے۔ اسکو
تقریباً ۲۵ روپیہ ماہوار ادا کرنے پڑینگے۔ جنکو یا جن کا کچھ حصہ شاید وہ کسی اور صورت میں کم از کم ایسی باقاعدگی
سے کبھی پس انداز نہ کر سکتا۔ اگر وہ پچاس برس کی عمر تک زندہ رہتا ہے تو ان بیس برسوں میں اسے کمپنی کچھ [illegible]

کو ۱۸۸۲ء۔ ۱۸۸۳ء و ۱۸۸۴ء میں پچیس ہزار پونڈ سالانہ کی آمدنی ہوئی۔ اور پچاس ہزار پونڈ سالانہ آمدنی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۳۔ روپیہ دینا پڑے گا۔ اور ملیں گے اُسے پانچہزار معہ منافع بیس سالہ۔ اس منافع کی مقدار کمپنی کی قدامت اور سرمایہ پس انداز کی مقدار کے مطابق ہوگی۔ تاہم کسی صورت میں وہ غالباً دو ہزار سے کم نہ ہوگا یعنی بیمہ کرانیوالے کو چھ ہزار کے عوض سات ہزار روپے ملیں گے۔ ۲۵-۵ روپیہ ماہوار دیتے رہنے پر بیس برس میں ایکہزار روپیہ کی زیادتی سیونگز بنک کے منافع سے بدرجہا زیادہ ہے۔ اور ایسا منافع ہے جسے تجارتی اصول کے مطابق کبھی حقیر نہیں سمجھا جا سکتا۔ اب اس سات ہزار کی رقم کو لیکر وہ شخص خواہ کسی اور منفعت بخش کام پر لگائے اولاد کی تعلیم و تربیت پر خرچ کرے یا بڑھاپے کی آسائش کا اُسی سے انتظام کرے یا پھر اس سے نئی پالیسی بیمہ کی خریدے۔ یہ اس کا اختیار ہوگا۔ یہ فائدہ تو ہوا زندہ رہنے کی صورت میں۔ موت کا وقت کوئی نہیں جانتا۔ ممکن ہے کہ بیمہ کرانیوالا دوسرے ہی دن یا دو چار برس بعد مرجائے۔ ایسی صورت میں پورا پانچہزار روپیہ مع منافع دو سالہ یا چار سالہ اُسکے پس ماندگان کو ملجائیگا جنکے لئے بیمہ نکرانیکی صورت میں شاید چھ سات سو روپیہ بھی جو متوفی نے اقساط میں دیا تھا موجود نہ ہوتا۔

خوشی کا مقام ہے کہ ہمارے بزرگان قوم کو ایسے مفید اور اہم معاملات کی طرف توجہ ہوگئی ہے خان بہادر نے بیمہ کی علت غائی۔ حادثات اتفاقیہ کا حساب بیمہ کا حساب بیمہ شدہ اسباب کی مقدار۔ جان کا بیمہ جان کے بیمہ پر اعتراضات اور بیمہ کے فوائد پر شرح و بسط سے ایسی محققانہ بحث کی ہے جو انہی کا حق تھا اُسکے مطالعہ کے بعد نادان سے نادان بھی بیمہ کے فوائد اور ضرورت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اس کے متعلق ایک دلچسپ نظم درج کرکے بالآخر ہم امید کرتے ہیں کہ ابنائے ملک کا روشن خیال حصہ اپنی استطاعت اور حیثیت کے مطابق اس نہایت مفید وسیلے سے کام لینے سے اور زیادہ لاپروائی نہ کریگا اس بارہ میں اگر کسی امر کے متعلق کچھ مزید حالات دریافت کرنے کی ضرورت ہو تو خاکسار بخوشی ناظرین کی خدمت میں حاضر ہے۔

الیگری

ریلیف فنڈ اور لائف انشیورنس کمپنی

از منشی احمد حسین خاں صاحب بی اے

کل رات میرے دل کو بہت اضطراب تھا
سوز غم و الم سے میرا دل کباب تھا
ہر داغ دل بجائے خود اک آفتاب تھا
سارا جہان میری نظر میں حباب تھا

چاروں طرف تھی رات اندھیرے کئے ہوئے
حسرت تھی میرے دل میں بسیرے کئے ہوئے

میں تھا چمن غموں کا تصور تھا باغباں
میں تھا جہاز یاس تصور تھا بادباں
میں ناقہ الم تھا تصور تھا ساربان
میں تھا ہجوم حسرت و ارماں کی بیجاں
ابنائے جنس کیلئے میں بیقرار تھا
میرے گلے میں حسرت و ارماں کا ہار تھا

Marfat.com

کے نقصانات کے معاوضہ میں ادا کرنے پڑے۔ پس یہ صاف ظاہر ہے کہ اگر یہ کثیر المقدار رقم ایجنٹوں کو جو بلا

کچھہ اپنے دم کیواسطے آشفتہ حال تھا۔
کچھہ غم میں اپنے اہل وطن کے نڈھال تھا۔
اپنے سے بڑھ کے اوروں کا مجھکو خیال تھا
اور میں غریق قلزم رنج و ملال تھا

قدرت کی دائی نیند نے مجھہ کو بچا لیا
اور گود میں پیار سے مجھکو اٹھا لیا

ناگاہ میں نے دیکھا کہ چلنے لگی ہوا۔
ایسی ہوا کہ غنچہ دل میرا کھل گیا
ایسی ہوا کہ باد صبا کو بھلا دیا
ایسی ہوا کہ صدقہ ہو جھونکا نسیم کا

ایسی ہوا کہ جسم میں سرور ہو گیا
اور جتنا غم تھا میرا وہ کافور ہو گیا

اتنے میں آسمان پہ بادل سے چھا گئے۔
غفلت کا پردہ آنکھوں سے میری اٹھا گئے۔
مجھکو تماشہ ایک الوکھا دکھا گئے۔
یعنی فرشتے تخت طلا لے کے آ گئے۔

اور سب نے مل کے تخت پہ مجھکو بٹھا دیا
پھر تخت آسماں کی جانب اڑا دیا

وہ تخت تھا کہ قدرت حق کا ظہور تھا
وہ تخت تھا کہ روشنی کوہ طور تھا
گویا تھا بنا ہوا صندوق نور تھا
بیشک یہ رشک تخت سلیماں ضرور تھا

پرواز میں جو تخت کے پائے چمک گئے
بجلی کبھی تھی تارے کبھی دیدے جھپک گئے

بجلی کی طرح تخت ہوا پر رواں ہوا
نیچے کی نگاہ سے سارا جہاں ہوا

میں ڈر گیا میں سہم گیا نیم جاں ہوا۔
اور مجھہ کو یہ مرنے کا غالب گماں ہوا۔

دل میں کہا کہ کون سی آفت پڑی گلے
جاتا تھا زمیں تھا بر آسماں چلے۔

مجھکو اضطراب بہت اور قلق تھا سخت
اور چھن گیا تھا ہوش کا جامہ خرد کا رخت
اتنے میں سیدھا پھر ہوا برگشتہ تھا جو تخت
اوپر سے نیچے نیچے اترنے لگا وہ تخت

وہ تخت اک پہاڑ پہ آخر اتار کے
مجھہ سے کہا فرشتوں نے ان جا پکار کے

اے غافل اٹھ ہم پہ آنکھونکو کھول تو۔
آنکھوں سے دیکھہ اور زباں سے نہ بول تو
ہوش و خرد کو فہم کو ذکار کو ٹٹول تو
جو کچھہ یہاں تو دیکھے اسے ٹھیک تول تو۔

ناداں یہ پہاڑ وہ عالی مکان ہے
دامن میں جسکے بت تمہارا جہان ہے

یہ سن کے میں نے دیکھا عجب کہسار ہے
پر ٹیلہ اس پہاڑ کا ایک سبزہ زار ہے۔
ہر پھول اس کا نافہ مشک تتار ہے۔
پر نیچے ایک گھاٹی میں پھیلا غبار ہے۔

اور غور سے جو دیکھو تو نیچے غار میں
لاکھوں ہی چیونٹیاں متحرک ہیں غار میں

پھر دیکھے پہاڑ پہاڑ کے میں نے نگاہ کی
میری نظر نے غار میں جسوقت راہ کی۔
صورت بندھی جو مجھہ پہ سفید و سیاہ کی
بے اختیار ہو گیا اور میں نے آہ کی

Marfat.com

سوچے سمجھے فی الفور ہیہ قبول کر لیتے ہیں دینی پڑے یا محض ڈاکٹروں کی اپنی جیت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۵ سمجھا تھا جس کو غاریں سہو اعتبار میں
چھوٹی سی اک گلی تھی جہاں کے دیار میں

حسرت کی جھنڈیاں تھیں جو لیں پھڑک رہی ہیں
وحشت کی بیڑیاں تھیں زمیں پر کھڑک رہی ہیں
اور بجلیاں تھیں رنج و الم کی کڑک رہی ہیں
اور چھاتیاں تھیں بچوں کی غم سے دھڑک رہی ہیں
ہر بچہ اشکبار تھا اور سوگوار تھا
سب عورتوں کا سینہ وہاں داغدار تھا

وحشت تھی ہر طرف سے ڈیرا دیے ہوئے۔
ہر آنکھ تھی تہیۂ طوفاں کئے ہوئے۔
ہاتھوں میں تر رومال تھے بچے لئے ہوئے۔
عورت ہر اک تھی خون جگر پئے ہوئے۔
برباد عورتیں تھیں تو بچے تباہ تھے
سرگرم شور و شین تھے مصروف آہ تھے

جتنے تھے سب کے چوٹ تھی دل پر لگی ہوئی۔
سب میں تھی آگ غم کی برابر لگی ہوئی۔
سب کو تھی رنج و یاس کی ٹھوکر لگی ہوئی
تھی تیغ اضطراب نشاں پر لگی ہوئی۔
ہائے غضب تھے خون جگر تھے پئے ہوئے
اور ہاتھ میں گدائی کا کاسہ لئے ہوئے

سب نے ستم سے کشتِ تحمل جلائی تھی
نالوں سے سب نے شورشِ محشر اٹھائی تھی
لب پر تھا نالہ اور زباں پر دہائی تھی
وہ نالہ آگ چرخ پہ جس نے لگائی تھی
ہونٹوں پہ سوز دل سے تھی چھائی پڑی ہوئے
تھی ان کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے

روٹی کو تھے یہ بچے بیچارے ترس رہے
مانند ابر دیدے تھے ان کے برس رہے
فاقوں کے بہوت مشکلیں تھیں ان کی کس رہے
اور کالے سانپ بھوک کے تھے ان کو ڈس رہے،
وائے ستم یہ خون جگر تھے پئے ہوئے
اور ہاتھ میں گدائی کا کاسہ لئے ہوئے

پتے یہ تھے درخت کے لیکن جھڑے ہوئے۔
پروانے تھے مگر تھے لگن میں پڑے ہوئے۔
انگشتری تھے غم کی نگیں سے جڑے ہوئے۔
ساحل تھا دور تختہ پہ یہ تھے کھڑے ہوئے۔
ہر ایک بچہ غرق غم رنج و یاس تھا
بھوکا تھا وہ پیاسا تھا وہ اور اداس تھا

اور عورتوں کا حال نہایت خراب تھا
سر پر نہ تھا دوپٹہ نہ رخ پر نقاب تھا
اللہ رے انقلاب عجب انقلاب تھا
مٹی میں ہائے مل گیا ان کا شباب تھا
سرگرم شور و شین جو سب لوگ عین تھے
زخم جگر پہ لون پیراں کے بھی بین تھے

کہتی تھی خاک ڈال کے سر پر عتاب میں
کہتی تھی چیخ چیخ کے پھر اضطراب میں
ہم کو تو موت آ گئی عہد شباب میں
وہ مرنے والا ڈال گیا کس عذاب میں۔
اے بچو گھر میں کچھ نہیں کیا کھائیں گے ہم
ملجائیں سوکھے ٹکڑے تو ٹکڑے کھلائیں ہم

اتنے میں ایک صبح نمودار ہو گئی۔
اور نقد دل سے سب کی خریدار ہو گئی

Marfat.com

حسن دیانت کو کبھی نقصان نہ پہونچے - اور یہ لوگ سوچ سمجھکر کام کریں - لیکن ایجنٹوں کو نفع نقصان سے کوئی واسطہ نہیں وہ تو کمیشن کی لالچ میں جو درخواست کرے فوراً اس کے مکان کا بیمہ کر لیتے ہیں اور ڈائرکٹروں کو بھی اپنے معاوضے سے کام ہے کمپنی کا خواہ فائدہ ہو یا نقصان - اس غفلت سے ان کو ذاتی طور پر کوئی نقصان نہیں پہنچتا - نقصان ہوتا ہے تو صرف حصہ داران کمپنی نیک نیتی سے بیمہ کرانیوالوں اور کمپنیوں کے ڈبنچروں (دستاویزات قرضہ) کے مالکوں کو - کیونکہ خسارہ کی زیادتی کی صورت میں حصہ داران کو لازمی طور پر منافع کم ملتا ہے - کمپنیوں کو پری می ام (شرح بیمہ) کو گراں کرنا پڑتا ہے - جس کا بار نیک نیتی سے بیمہ کرنے والوں پر پڑتا ہے اور ڈبنچر والوں کو بعض اوقات اپنے محنت سے کمائی ہوئے روپیہ صاف جواب ملجاتا ہے - کمپنی ان لا پروائیوں

شفقت ماں بنگئی دلدار ہوگئی -
نیساں کیطرح آکے گہر بار ہوگئی
آتے ہی اُسکے دوسب آزاد ہوگئے
اور زرد چہرے بچوں کے گلنار ہوگئے -
بچوں کو جوئی شیر یہ شیریں ادا ہوئی -
بیچاری عورتوں کیلئے یہ دوا ہوئی -
یاں میرج تھی برہنہ یہ ان کو قبا ہوئی
ابر کرم یہ سب کیلئے برملا ہوئی -
سب عورتوں کے نخل تمنا جو بہل گئے
بچے اسے کہلونا سمجہکر بہل گئے -
یہ حور وعید تھی یا بشارت تھی
مجہکو سمجہ میں آئی نہ کچہ اس کی بات تھی
اتنا میں جانتا تھا ستودہ صفات تھی
حیرت یہ تھی کہ اسکی عجب کائنات تھی
کیوں نیم بسملوں کو دوبارہ جلا دیا
کیوں منہ سے منہ پیار میں آکر ملا دیا
پہر وہ فرشتہ پہلا مرے پاس آگیا
مجہکو بلا کے کان میں آہستہ سے کہا
تو بحر عزلت و لجہ حیرت میں غرق تھا
کچہ بھی انوکھی بات نہیں تو ہی تو بکتا

یہ عورتیں ہیں بیوہ یہ بچے یتیم ہیں
ہیں سارے لعل گرچہ یہ اوڑھے گلیم ہیں
اور حور پر پری ہے جو اک انجمن ہے یہ
یعنی ریلیف فنڈ ہے اور سیمتن ہے یہ -
راحت فزا ہے چونکہ بہار چمن ہے یہ
عنبر فشاں ہے اسلئے مشک ختن ہے یہ -
بیوہ سے اس کی پوچہہ لو تم مہربانیاں
جاکر یتیم بچوں سے سن لو کہانیاں
کچہ اپنی آمدن سے جنہوں نے بچایا تھا
یعنی جنہوں نے جان کا بیمہ کرایا تھا
اس دیوی رزق کی کو جنہوں نے جگایا تھا
اور اس کو اپنا کعبہ و قبلہ بنایا تھا
ان کی یہ دستگیر ہے اور مہربان ہے
بعد ان کے ان کے گلہ کی یہ پاسبان ہے
بعد ان کے بہوکے بچوں کو کہانا کہلاتی ہے
بعد ان کے پیاسے بچوں کو پانی پلاتی ہے
بعد ان کے ننگے بچوں کو کپڑے پہناتی ہے -
وہ دیکہو دونوں ہاتہوں سے دولت لٹاتی ہے -
رویا میں تنا سنکے مری آنکہہ کہل گئی
غفلت جو نیند کی تہی وہ آنکہوں سے ڈہل گئی

اور بدانتظامیوں سے دیوالیہ ہوجاتی ہے اور قرضخواہ رو کر بدوں کی جان کو صبر کرکے بیٹھ رہتے ہیں۔ ایجنٹ جو کیم داربیوں کو بلاتامل قبول کرلینے کے ڈیفنس میں یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ جب محلہ میں کسی ایک دیسی کے مکان کا بیمہ ہوجائے تو نہ صرف اس مکان بلکہ متصلہ مکانات کے لئے بھی خطرات بڑھ جاتے ہیں جن سے محفوظ رہنے کیلئے ہمسائے ایکطرح سے اپنے اپنے مکانوں کا بیمہ کرانے پر مجبور ہوجاتے ہیں کیونکہ یہ کوئی نہیں کہ سکتا کہ کس نے نیک نیتی سے اور کس نے کمپنی کو ٹھگنے کیلئے بدنیتی سے بیمہ کرایا ہے لیکن یقینی امر ہے کہ اگر کسی نے بدنیتی سے بیمہ کرایا ہوگا تو وہ ضرور موقع پاکر اپنے مکان کو آگ لگا دیگا جس سے ہمسایوں کے مکان بھی بمشکل بچ سکیں گے اور نقصان سے محفوظ رہنے کیواسطے ہمسایوں کے پاس صرف یہی ایک چارہ ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے مکانوں کا بیمہ کرالیں۔ پس جسوقت ایک مکان کا بیمہ ہوگیا سارا محلہ بیمہ کرانے کے درپے ہوجاتا ہے اور چونکہ متعدد کمپنیوں کے ایجنٹ شہر میں موجود ہیں اگر ایک تامل کرے تو جھٹ کوئی دوسرا منظور کرلیتا ہے۔ اور اس طرح آتش پذیر مصالح سے بنے ہوئے مکانات کا محلہ کا محلہ بیمہ کمپنیوں کے رجسٹروں میں درج ہوجاتا ہے۔ لیکن آج درج ہوا اور کل تو وہ خاکستر دکھلائی دیا۔ یہ عام چرچا ہے کہ ملک کے اندرونی حصص میں جہاں ابھی تک چرب زبان بیمہ ایجنٹوں کے قدم داخل نہیں ہوئے آتش زدگی کے وقوعے بہت کم ہوتے ہیں۔ برعکس ازیں جن اضلاع میں مکانات کے اگواڑوں پر بیمہ کے مسی تمغے چمک رہے ہیں وہاں آتشزدگیوں میں شاذونادر طویل وقفہ پڑتا ہے۔ سمرنا اور باہر کے مفصلات میں بعض ایسے مکانوں کے کھنڈر دکھلائے گئے جنکو بیمہ کرانیوالوں نے تقریباً کوڑیوں کے دام خریدا اور پھر بلحاظ باچی اور الٹی سیدھی مرمت کراکے ایک کثیر رقم کیلئے ان کا بیمہ کرادیا اور پھر دوسری ہی رات کو اسے عمداً آگ لگا دی جب ممالک میں عدالتوں کی کارروائیاں ڈھیلی اور غیر تیقن ہوں اور جرم کے تمام سراغ بالعموم معدوم ہوجانے کے پہلے سے ہی کسی ایسی بدنیتی کو تاڑ جانا یا ارتکاب کے بعد اسکا ثبوت بہم پہنچا سکنا بہت ہی مشکل ہے۔ ادھر آتشزنی کے یکے بعد دیگرے ہر وقوعہ کی سزا سے بچتے چلے جانے پر حوصلہ دن بدن بڑھتا جاتا ہے۔ البتہ بعض دفعہ کوئی پڑھا لکھا بدمعاش گرفتار بھی ہوجاتا ہے۔ کیونکہ انگلستان کی طرح ایشیا کوچک کے بھی خواندہ بدمعاش اپنے ناخواندہ ہم مشرب ایسے چالاک نہیں ہوتے اور ان سے کوئی نہ کوئی معمولی پیش بندی اور احتیاط کے متعلق ایسی فروگذاشت ہوجاتی ہے کہ وہ عین ارتکاب جرم کی حالت میں گرفتار ہوجاتے ہیں۔ چند روز ہوئے ایک یونانی ڈاکٹر اسی طرح اپنے مکان سے نکلتا ہوا پکڑا گیا۔ بیمہ ایجنٹوں کو اسکے پراسرار افعال وحرکات کی وجہ سے اس کی نسبت کچھہ عرصے سے شبہ ہوگیا ہوا تھا چنانچہ جس ایجنٹ نے اس کے مکان کا بیمہ کیا تھا وہ چند دنوں سے اس کی خفیہ نگرانی کررہا تھا۔ ایجنٹ نے اس رات جب اسے چور کی طرح مکان سے نکلتے دیکھا تو پولیس کی مدد سے اس کو فوراً گرفتار کرکے پھر مکان میں داخل ہوا جسکے تمام کمروں میں مٹی کا تیل چھڑکا ہوا تھا اور ایک حصہ میں آگ روشن ہوگئی ہوئی تھی۔ خوش قسمتی سے آگ فوراً بجھا دی گئی۔

چونکہ ثبوت نہایت زبردست تھا مجرم کسی لمبی چوڑی کارروائی کے بغیر دس برس قید سخت کا سزایاب ہو گیا لیکن ایسی سزایابیاں شاذونادر عمل میں آتی ہیں کیونکہ آتشزن بالعموم ایسا نہ تدابیر و احتیاط سے کارروائی کرتے ہیں اور ایسا انتظام کیا جاتا ہے کہ سوختہ مکان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا جس سے وجہ آتشزدگی اور اس مقام کا جہاں سے آتشزدگی شروع ہوئی ہو خفیف سا بھی سراغ معلوم ہو سکتا ہو۔ بنابریں بیمہ کمپنیاں بلا عذر معاوضہ ادا کر دینے پر مجبور ہوتی ہیں۔ اور کہیں دس میں سے ایک صورت میں جھگڑا کیا جاتا ہے اب اس تاجرانہ بد معاملگی کی کسی قدر اصلاح شروع ہو گئی ہے لیکن نہایت آہستگی کے ساتھ اور عام خیال ہے کہ آدھی رات کو آگ لگانیوالوں کی مشعلیں بطور سابق اسوقت تک بھی اپنے کام میں پوری سرگرمی سے مصروف ہیں۔ بیمہ کی انگریزی کمپنیوں نے اپنے خرچ پر آگ بجھانیکا ایک زبردست دستہ تیار کیا ہوا ہے۔ جنکے پاس کئی بڑے بڑے انجن ہیں۔ مزید برآں کچھ عرصہ سے اکثر بڑی بڑی تجارتی دکانوں اور دیسیوں بالخصوص یورپینوں کے بڑے بڑے رہائشی مکانوں کے بیرونی دروازوں اور دریچوں میں آہنی کواڑ لگانے کا بھی دستور ہو گیا ہے۔ اور ان تدابیر کی بدولت آتشزدگی سے پہلے جیسا نقصان نہیں ہونے پاتا۔

ایسے خستہ و شکستہ چوبی مکانات کا تو ذکر ہو چکا ہے جو عموماً خود جلا دیئے جانیکے لئے خریدے اور بیمہ کرائے جاتے ہیں اب میں ایک شکستہ و خستہ کشتی اور بحری بیمہ کے ایک حیرت خیز معاملہ کا ذکر کرتا ہوں جو چند برس ہوئے سمرنا میں ہوا تھا ایک عثمانی ایجنٹ کو فرانس سے فرنچ کمپنی جہازرانی "میسجری مری ٹیم" کے ایک جہاز پر کچھ سامان تجارتی بھیجا گیا اس سامان کا فرانس میں (فرانس کے جنوبی ساحل کے بندر واقعہ بر کنار بحیرہ روم) مارسلز کے ہاں سے لیکر سمرنا کے گھاٹ تک بحری بیمہ کرایا گیا تھا۔ جہاز کے سمرنا پہنچنے پر کمپنی کے ایجنٹ نے سامان کو جہاز کی ایک کشتی پر پرمٹ خانہ کو روانہ کیا کشتی ابھی وہاں تک نہ پہونچی تھی کہ راستہ میں غرق ہو گئی کسی تصادم کی وجہ سے یا پاس سے کسی دخانی جہاز کے گزرنے پر پانی میں تلاطم پیدا ہو جانے سے نہیں بلکہ محض اس لئے کہ وہ نہایت ہی خستہ اور بوسیدہ تھی مال کے غرق ہو جانے پر تاجر نے کمپنی کے ایجنٹ کو بیمہ کی مقدار حوالہ کرنے کو کہا ایجنٹ نے جواب دیا کہ جونہی اسباب جہاز سے کشتی پر پہنچایا گیا ذمہ داری ختم ہو گئی اور بیمہ کالعدم ہو گیا پر تاجر نے عدالت مختلط میں کمپنی جہازرانی کے برخلاف نالش دائر کر دی اور بذات خود عدالت میں حاضر ہو کر معاملہ کی توضیح کی۔ ایجنٹ نے خود ہی پیروی کی کسی وکیل سے مدد نلی تو ایجنٹ نے اپنی تقریر کے خاتمہ پر

یہ تا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت تقریباً سلطنت عثمانیہ کے تمام بڑے بڑے شہروں میں فائر بریگیڈ یعنی آگ بجھانے والے انجنوں کے مامور کر دیئے گئے ہیں قسطنطنیہ کے سرکاری فائر بریگیڈ (آگ بجھانے والے دستہ) تو عرصہ سے اپنے حسن انتظام چستی اور مستعدی کیلئے شہرۂ آفاق ہیں۔ مترجم

مصر میں اجنبی رعایا کے مقدمات کی سماعت کیلئے یہ خاص عدالتیں مقرر ہیں جنمیں کچھ جج یورپین اور کچھ ملکی ہوتے ہیں صرف یورپین۔ زیادہ توضیح کیلئے دیکھو تاریخ خاندان عثمانیہ اور بست سالہ عہد حکومت۔

Marfat.com

کمپنی … کہ اونٹوں کے ایک کاروان سے مشابہت [illegible]
صدمہ پہنچ جانے سے اسباب ضائع ہو جائے تو سارا بار ان کو [illegible]
ظریف طبع اور بذلہ سنج تھا یہ سنکر فی البدیہہ جواب دیا میرے معزز دوست [illegible]
اور قابلیت واضح ہو رہی ہے لیکن اس سے ایک چھوٹی سی فروگذاشت ہو گئی ہے [illegible]
کے سامنے اس کا بیان کرنا غیر ضروری یا نامناسب سمجھا ہے کہ اس ملک میں اونٹوں کی قطار کے آگے [illegible]
کوتاہ قامت ۔ دراز گوش اور پرشور جانور (گدھا) رہتا ہے ۔ جو ان کلاں قامت اور بیڈول چوپایوں کی [illegible]
کام دیتا ہے ۔ اور ہر طرح کے خطرات سے انہیں محفوظ رکھتا ہے میرا اپنے معزز اور تجربہ کار دوست کا ایک [illegible]
دراز گوش اور مفید جانور سے تو مقابلہ نہیں کرتا مگر اس کی تقریر سے مجھ پر واضح ہو رہا ہے اور میرا خیال ہے [illegible]
کے ججوں پر بھی یقیناً یہی واضح ہوا ہو گا کہ رجسٹری میری کمپنی کا ایجنٹ اس وقت ٹھیک اسی متحمل اور [illegible]
سے گدھے کے منصب پر قائم ہے ۔

اس تشبیہ و استعارہ کا اثر برقی رو کی طرح کام کر گیا تمام حاضرین قہقہہ لگا کر ہنس پڑے اور فی البدیہہ تخیل [illegible]
چوٹ جیسے کہ بیچارہ ایجنٹ کو خفیف و نادم کرنے میں کارگر ثابت ہوئی ویسے ہی عدالت پر بھی نہایت موثر ہوئی
اور اس نے فی الفور اس بنا پر کہ کشتی بوسیدہ اور ناقابل سفر تھی ڈگری دیدی ۔

ناواجب مطالبات معاوضہ نقصان سے بیمہ کمپنی کو محفوظ رکھنے کے لئے کمپنی کے کارپردازان کو بے انتہا خرچ
کے علاوہ چند در چند وقت صرف اور چند در چند مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے ان کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباس سے جو [illegible]
ایک اخبار مورخہ جنوری ۱۸۸۵ء سے لیا گیا ہے ہو سکیگا پچھلے برس کے اختتام کے قریب [illegible] کے ایک تاجر سامان آہنی [illegible]
اسباب آلات کی دکان میں آگ لگی اور بقول مدعی سامان کا کچھ حصہ یا تو جل گیا یا افراتفری میں غائب ہو گیا [illegible]
نے تاجر کی نیک نیتی پر کوئی حرف نہ کہا اور نہ یہ شبہ ظاہر کیا کہ اس کی کسی کارروائی سے آگ لگی تھی ایجنٹ نے صرف [illegible]
کیا کہ مدعی کل زربیمہ [illegible] پونڈ کا مطالبہ واجب طور پر کرتا ہے ۔ مگر اس قدر نقصان نہیں پہنچا اور اس کے تخمینہ بیانات [illegible]
آمیز ہیں مقدمہ چند روز تک تو ضلعی عدالت میں زیر تجویز رہا ۔ آخر عدالت نے کمپنی کے برخلاف فیصلہ صادر کیا جس پر کمپنی [illegible]
فی الفور عدالت عالیہ میں مرافعہ کرا دیا ۔ اس عدالت کے قابل جج نے روئداد کے مطابق مقدمہ کی تنقیح کر کے مدعی کے [illegible]
آمیز بیانات کی اچھی طرح قلعی کھولی ۔ اس نے تحریر کیا کہ نقصان کی فہرست میں جو سامان اور اشیاء درج ہیں وہ [illegible]
میں جتنی کہ فہرست میں لکھی گئی ہے کبھی نہیں سما سکتیں ۔ در حقیقت کل تین الماریاں جلیں جن کو خواہ مخواہ [illegible]
تین منزلہ بنا دیا گیا ہے ۔ باقی رہا یہ بیان کہ بہت سا آہنی سامان چوری ہو گیا وہ ہرگز قرین قیاس نہیں [illegible]
سپاہیوں اور اسباب بچانے والوں کے رفقا کا زبردست پہرہ موجود تھا ان کی موجودگی میں اسباب [illegible]
بالکل غیر اغلب ہے ۔ اپنے فیصلہ میں اس نے عدالت ماتحت کی کارروائی پر بھی سخت سرزنش کی جو بالکل [illegible]
معقول تھی اور بالآخر لکھا کہ مدعی نے نہایت مبالغہ بلکہ فریب سے کام لیا ہے چنانچہ اس نے سالم [illegible]

Marfat.com

صرف اراضی ہو یا نقد اور جس قدر مال بچایا جا سکا اسکے دلائے جانیکی ڈگری دی مگر اپیل کا خرچہ اسپر ڈالا۔ خاتمۂ فصل پر میں اپنی رائے ظاہر کرتا ہوں میرے خیال میں اگر بیمہ کرنے والے اور کرانیوالے دونو فریق ویسے ہوں تو غالب یقین ہے کہ اسمر نا میں آتشزدگیاں جن سے تمام متدین اور نیک نیت اشخاص سخت مخوف رہتے ہیں بالکل ہی کم ہو جائیں اور ان کی اس کثرت افراط کا نام و نشان بھی نہ رہ جائے۔ برعکس ازیں جبتک بدمعاشوں کو یہ خیال ہے کہ گھاس پھوس اور لکڑی کی ٹوٹی پھوٹی عمارتوں کو وہ دوکانوں رہائشی مکانوں گوداموں یا کارخانوں کے نام سے درج کر کے بیمہ کمپنیوں کے ہاں ڈیڑھ فیصدی سالانہ کی شرح پر بیمہ کرا سکتے ہیں اور جسقدر رقم کے لئے بیمہ کرایا گیا ہو وہ مکان جل جانے پر برابر مل جائیگی۔ تب تک یہ بدمعاشانہ اور سنگدلانہ آتشزنی اور نقصانات کو بیحد بڑھا چڑھا کر بیان کرنے کا دستور برابر قائم رہے گا۔ اور کمپنیوں کے حصہ دار اور دیگر متعلقین خسارہ اٹھاتے رہینگے۔

فصل یازدہم سمرنا آیدین ریلوے و صناعہائے قدیمہ

تمہید: پہلے بیس میلوں میں علاقہ کی قلبی کیفیت۔ سٹیشنوں پر گداگروں کا ہجوم۔ شہری تاجروں کی قیامگاہیں ترابالی کے قریب مٹروپولیس (ام المدائن) کے کھنڈرات۔ جبال کالبشی ام۔ ماسیو فونٹ ریز جبل پگسیان کلیمی قلعہ ایک قدیم روایت۔ دریا کیٹٹر ایا سولوک نی سس کیلئے سیکشن۔ پرانی نہر کے کھنڈر۔ ایگلو انکا کہو نسل۔ منظر صحت مقام بازنطینی قلعہ۔ مٹر ووڈز۔ قدرتی پھولوں کا چمن۔ ڈبلا کی طرف ٹرین کا انہماک۔ انجیروں کی ملک۔ عزیزیہ۔ دریائے مینڈر کے خم و پیچ۔ میگنیشیا کے کھنڈرات۔ دریا لتھ۔ پوست تاجروں کی منڈی۔ عمرلو کوشک۔ انجیر و زیتون و انگور کی افراط و زحمت ولونیا۔ سلطان حصار۔ ہٹلر کا مولد۔ آنچہ و نزلی۔ کیوچک مزوس لی جو۔ کوہ کادموس۔ سرائکوئی۔ موجود زراعتی آلات کی ذمت۔ فرودگار

اکثر ممالک کی قدیم اور ابتدائی ریلوے لائینیں چونکہ بطور قاعدہ کلیہ زیادہ تر زرعی اشیا کی باربرداری اور تہذیب کے

---

۱ یہ لوگ غرق شدہ جہاز یا جلتے ہوئے مکان سے اسباب نکالنے پر مامور ہوتے ہیں اور اسکے معاوضہ میں ان کو جسقدر سامان وہ بچائیں اسکی مالیت کا ایک معین حصہ عطا کیا جاتا ہے۔

۲ جس طرح بیمہ زندگی کیلئے بلحاظ عمر مختلف شرحیں سالانہ اقساط کی مقرر کریں اسی طرح بیمہ آتشزدگی کیلئے مکان [illegible] یا اسباب کی نوعیت و عمارت کی پختگی و خامی کیلئے شرح بیمہ جدا ہے۔ مندرجہ متن شرح سے واضح ہو رہا ہے کہ [illegible] کی مالیت پر ڈیڑھ فیصدی سالانہ بیمہ کی فیس لیجاتی ہے یعنی اگر ایک مکان ایک ہزار روپیہ مالیت کا قرار پا سکے [illegible] اس مالیت کو تسلیم کرے اور مسلم مکان کا بیمہ کرایا جائے تو مالک کو پندرہ روپیہ سالانہ دینے پڑینگے۔

۳ قسطنطنیہ میں متواتر آتشزدگیاں ہونے سے بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ اکثر وقوعے عمداً آتشزدگیوں کا نتیجہ ہوتے ہیں جو بیمہ کی کمپنیوں کو ٹھگنے کیلئے لگائی جاتی ہیں۔ مترجم

Marfat.com

کام دینے کیلئے بنائی گئی تھیں ان سے یہ توقع مشکل رکھی جا سکتی ہے کہ ان پر سفر کرنے سے تلاش علم میں جہاں گردی کرنیوالے یا الغرض حتیٰ کہ معمولی سیاح کو بھی کبھی وہ فرحت اور خاص آسائش حاصل ہو سکیگی جو نسبتاً تھوڑے عرصہ کی تیار شدہ ریلوے لائنوں پر سفر کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ لیکن قدیم ریلوے لائنوں میں اس قاعدے سے جب کوئی لائن مستثنیٰ ملے تو سفر کنندہ و پبلک کو اس سے آگاہ کر دینا واجب نہ سہی کم از کم قرین انصاف ضرور ہے

یہ مستثنیٰ سمرنا آیدین ریلوے[1] ہے۔

یہ سمرنا سے شروع ہو کر ایشیائے کوچک کے سب سے اہم صوبہ اور زرخیز علاقہ کے کچھ حصہ سے گزرتی ہوئی سرکجی تک اسوقت ۲۴۴ میل کی مسافت میں جاری ہے یہ لائن جس علاقہ میں سے گزرتی ہے وہ کمال زرخیز ہی نہیں جہاں ہر قسم کی حبوب۔ ترکاریاں اور پھل بافراط پیدا ہوتے ہیں بلکہ منظر کی دلچسپی اور ندرت میں بھی وہ نظیر نہیں رکھتا کہیں تو یہ لائن بیابانک اور کمال دہشت انگیز پہاڑوں کی چوٹیوں سے گزر رہی ہے کہیں تاریک ترین ٹنلوں اور سرنگوں میں سے دیوار ایسی سیدھی چڑھائیوں پر چڑھ رہی ہے اور بالآخر افسس کے موقعہ کار رو وادی کا نظارا کراتی ہوئی مسافر کو دنیا کے عجائبات اعظم میں سے ایک سے چند میلوں کے فاصلہ پر پہنچا دیتی ہے۔ یہ عجوبہ کیا ہے؟ قدیم ہیراپولس اور آتش فشانیوں سے زنبوروں کا چھتہ بنے ہوئے لاوڈیسیا کے کھنڈرات اور مربع چبوترے و منازل۔

سمرنا سے روانہ ہونیکے بعد جو پہلے بیس اکیس میل آتے ہیں ان میں چاروں طرف علاقہ کی زمین جس پر خوب محنت سے کاشتکاری ہوتی ہے۔ بتدریج بلند ہوتی جا کر بالآخر ایک وسیع سطح مرتفع ہو گئی ہے۔ بعض بعض جگہ یہ علاقہ دلدلی ہے اور بنا بریں تپ و بخار کا مخزن ہے جس امر کی شہادت یہاں کے باشندوں کے چہروں اور بے نور آنکھوں سے مل رہی ہے۔ جو موداسی اور دیولی کوئی کے سٹیشنوں پر ہمیں کئی ایسے چہرے دکھائی دیئے۔ ضمناً اس جگہ یہ ریمارک کر دینا بے محل نہ ہوگا کہ اس لائن پر اور نیز اس لائن پر جو سمرنا سے بجانب شمال ۱۰۵ میل یعنی الہ شہر (قدیم فلیڈلفیا) تک جا رہی ہے۔ اسٹیشنوں کے اندر غیر مسافروں اور گداگروں کو داخل ہونیکی کوئی ممانعت نہیں جس کا جی چاہے اپنی مرضی سے اندر باہر آ جا سکتا ہے جسکو یہ نہیں معلوم ہوتا بعد مٹرک سٹیشن میں آجاتا ہے چنانچہ پیدل

[1] ایشیائی ترکی میں اسوقت سات ریلوے لائنیں ہیں۔ ایک سمرنا آیدین ریلوے جو سمرنا سے بجانب جنوب آ کے رخ جا کر مشرق کو گئی ہے ۱۸۸۵ء سے بعد جب لارڈ کرزن نے اپنی کتاب شائع کی اب تک یہ لائن بہت وسیع ہو چکی ہے۔ اس لائن کی مالک ایک انگریزی کمپنی ہے دوسری لائن سمرنا سے بجانب شمال قصبہ کے راستہ الہ شہر تک ہے۔ اس کی مالک فرانسیسی کمپنی ہے تیسری لائن بروصہ سے مندوسہ تک جاری ہے یہ سرکاری خرچ سے تیار ہوئی تھی مگر بد انتظامی و قلت زر کی وجہ سے آخر مذکورہ صدر فرانسیسی کمپنی کے سپرد کر دی گئی چوتھی انگورا لائن ہے جو قسطنطنیہ کے ایشیائی مضافات سے ایشیا کے قلب کو گئی ہے سمرنا آیدین اور قصبہ لائنیں لائن کی طرف بڑھائی جا رہی ہیں۔ یہ لائن جرمنوں کے سرمایہ سے بنی ہے سباقی نین یا غنہ یروشلم بیروت

Marfat.com

کاہی جگہنا علیحدہ لگا رہتا ہے پہیری والے اور خوانچہ فروش بھی بلا مزاحمت ریلوے حدود کے اندر قسمت آزمائی کرتے رہتے ہیں اور مفلس اور گداگر بازاروں سے بھی زیادہ کثرت سے ان میں پائے جاتے ہیں۔ دکاندار پلیٹ فارموں پر چھوٹی چھوٹی گول میزیں بچھا کر ان پر جن چیزوں کی مسافروں نے فہمائش کی ہو چن دیتے ہیں۔ کوئی قہوہ پی رہا ہے کوئی مصطگی کی بو دینے والی رقیق رنبیذ بلا نوش جان کر رہا ہے۔ بعض پھل یا بسکٹ کہا رہے ہیں اور کچھ سگریٹ یا حقہ کے دم لگا رہے ہیں۔ یہ سب میز کے گرد کھڑے ہیں اور ان کو پرانے پتھر دل سی مورتوں سکوں اور سفالی برتنوں کے بیچنے والے احاطہ کئے ہوئے ہیں اور ان چیزوں کو پیش کر کے خریداری کی ترغیب دلا رہے ہیں ادہر مکروہ شکل گداگر اپنی کشتیاں خیرات کیلئے پہیلائے ہوئے تاجروں کے قدموں سے لگے ہوئے ہیں۔

اس لائن پر سب سے اول جو قدیم آثار مسافروں کی نگاہ کو اپنی طرف کہینچتے ہیں وہ ضلع تربالی میں ہیں یہاں اسٹیشن بھی ہے جو سمرنا سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ قدیم شہر میٹرو پولیس کے کہنڈر ہیں اور ایک خوبصورت مگر بلا زراعت میدان کے راستہ پہاڑوں کے سلسلہ گالیسی ام کے دامن میں بعالم خاموشی اپنی گزشتہ عظمت کی کہانی زبان حال سے سنا رہے ہیں۔ اسٹیشن سے نکلتے ہی پرانے قلعہ کی بیرونق و بوسیدہ دیواریں تین ایک میل کے فاصلہ پر صاف صاف دکھائی دینے لگجاتی ہیں۔ اس امر کا سب سے پہلے سمرنا کے فرنچ سوداگر فانٹ رے نے پتہ لگایا تھا کہ یہ کہنڈر زمانہ گزشتہ کے مشہور شہر میٹرو پولیس کے ہیں وہ ایک دفعہ شکار کو اس طرح میں آیا تھا اور یہ راز اسوقت اس پر منکشف ہوا تھا۔ اسے یونانی اور دیگر السنہ کے قدیم کتبوں کی عبارت پڑہ لینے اور شکستہ ٹکڑوں کو ملا کر مطلب نکال لینے میں خاص مہارت حاصل ہے۔ اور اس مہارت کی طفیل وہ کئی اور بھی قیمتی باتیں دریافت کر چکا ہے اور کرتا رہیگا عام خیال ہے کہ یہ ترکی نام تربالی میٹرو پولیس ہی کو بگاڑ کر رکھا ہے مزید براں یہ کہنڈر اسی موقعہ پر واقع ہے جہاں قدیم جغرافیہ نویس سٹرابو نے ان کا پتہ تحریر کیا ہے۔ اس نے ان کا موقعہ سمرنا اور افی سس کے مابین بتایا تھا مگر افسوس آثار قدیمہ یا فنون لطیفہ کے شائقین کی آگاہی اور دلچسپی کیلئے بنیادوں کے چند بیڈول چند محرابوں اور شکستہ تہی اینٹ کے سوا وہاں اب کچھ نہیں رہگیا۔ سنگ مرمر کا بھی بہت سا حصہ اٹھایا جاچکا ہے ہاں البتہ ایسے سیاح کیلئے جو میٹرو پولیس تک پہنچنے اور اسکے باقیماندہ قابل دید اشیا کی دیکھ بھال سے تھک نہ گیا ہو سارے تین گھنٹوں کی زین سواری کی مسافت پر سلسلہ جبال کی دوسری طرف ایونین قوم کے شہر کولوفون میں دلچسپی کے مزید سامان اور قابل دید اشیا بافراط موجود ہیں۔ تربالی کا میدان بہت وسیع ہے اس کا کچھ حصہ دلدلی دلدل غالباً اسی موقعہ پر ہے جہاں پرانی کتابوں کے مطابق قدیم جھیل پگاسیان تھی۔ موسم سرما میں اب بھی یہ قطعہ

اور سادانہ مرسینا کی چھوٹی چھوٹی لائنیں ہیں۔ بغداد ریلوے کے اجارہ کے حصول کیلئے برسوں کے رقابت در بلا ثمر جیری تھا خود جا بلو نیز کے ناکام کوششوں کے بعد اب محولہ بالا فرنچ جرمن اور انگریزی تینوں کمپنیاں متحد ہوگئی ہیں مگر اتحاد و اتفاق کے باوجود کامیاب ابہی شامل نہیں ہوں۔ ٹرکی کی ریلوی لائنوں کی آمدنی اور مقدار ہرجانہ جو خزانہ دولت کو کمی منی ہو رہا ہے تاہم اسکی توضیح پہلے کئی جگہ ہو چکی ہے۔ اگست ۱۸۹۹ء میں یہ کتاب زیر طبع تھی کہ متذکرہ صدر متحد کمپنی کو بغداد ریلوے

کثیر پانی سے چھپ جاتا ہے لیکن مئی میں گیا تھا۔ اس وقت [illegible]
نہیں اور کل میدان پر بھینسوں اور گھوڑوں کے بڑے بڑے گلے چر رہے تھے۔
اگرچہ تماشائے قدرت کے نظارہ کرنیوالے کو انہدامسفر سے یہاں تک بھی منظر [illegible]
بہت کچھ لطف حاصل ہوتا رہا ہوگا لیکن اسمیں کوئی کلام نہیں کہ اس لائن پر جو سب سے پہلی [illegible]
کمال دلکش چیز دکھائی دیتی ہے وہ گلیچی قلعہ (یعنی بکری کا قلعہ) ہے وہ تربالی سے چنداں بعید نہیں [illegible]
پرانے زمانے کے جاگیرداری گڑھوں کی یادگار ہے اور ایک بیلے ہی وصعب المرور چٹان کی چوٹی پر واقع ہے اس کے
متعلق بھی وہی داستان مشہور ہے۔ جو اس قسم کے کئی دوسرے قلعوں کی نسبت سنی جاتی ہے جو یہ ہے کہ یہ قلعہ [illegible]
اس طرح سے فتح کیا گیا تھا کہ بکری کی سینگوں کے شعلیں باندھکر انہیں قلعہ کی طرف چٹان پر چڑھا دیا گیا تھا [illegible]
شب دیجور میں سکے پیچھے جاکر قلعہ پر اچانک جا پڑے تھے۔ اس کھنڈر کے پاس سے گزر کر تھوڑی دور آگے لائن [illegible]
لکمبٹر پر سے گزرتی ہے۔ یہ دریا نشیب کیطرف بہتا ہوا انی سس کے دل میں جا گرتا ہے۔ اس دلدل کے [illegible]
میں کبھی دیی ڈائنا کا مشہور مندر کھڑا تھا۔ دریا سے عبور کرکے چند منٹوں میں ٹرین صبح کے ساڑھے دس بجے اسایالوک
کے سٹیشن میں جو سمرنا سے ۴۸ میل ہے پہنچ گئی۔

یہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اور ایک پہاڑی کے دامن کے گرداگرد جسپر ایک قدیم بازنطینی قلعہ استادہ ہے آباد
ہے بعض مکان نئے ہیں جنکی دیواروں پر سفید و نیلگوں رنگ کی قلعی پھری ہوئی ہے۔ اور اسکی وجہ سے نہایت
سرد اور سہاونے معلوم ہوتے ہیں یہ صوفیانہ رنگ ایک آبی مسقف نہر کے معدودے چند ایستادہ ستون
کے شوخ و تنگ بھورے رنگ کے مقابل عجب کیفیت پیدا کرتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ ستون اب صرف لگلگوں کے گھونسلوں
کو سہارا رہنے کا کام دیتے ہیں ہر ایک ستون پر ایک ایک گھونسلا بنا ہوا ہے۔ لیکن اس گاؤں کے مکانات کی
دلفریبی یا اسکے متصل قدیم شہر افی سس کے کھنڈرات کے جذب مقناطیسی اور کرر باطمینان خاطر معائنہ کرنیکے
کے شوق سے کوئی مسافر یا سیاح بے بس ہوکر رات اس گاؤں میں بسر کرنیکی نیت ہرگز نہ کرے یہ کھنڈر اس
گاؤں سے ایک میل کے فاصلہ پر ایک نے اسلی میدان میں واقع ہے اور یہ دلدل ملیریا یا بخار کا گھر ہے۔

رات کو گاؤں یا انی سس میں سونیوالا اخواہ وہ کیسا ہی چاق چوبند اور تندرست کیوں نہ ہو صبح کو ضرور بخار کا زہر
اپنی رگوں میں لیکر اٹھیگا۔

اسایالوک کا قلعہ ایک وسیع اینڈی بینڈی سی عمارت ہے۔ اس کی دیواروں میں کہیں کہیں قدیم کھنڈرات [illegible]
کا لگا ہوا ہے مگر ایسی بری طرح سے کہ ان بیش قیمت پتھروں اور مورتوں سے معمولی چنائی کا کام لیا گیا ہے
گاؤں میں ایک عالیشان مسجد بھی ہے۔ مگر اس کی شوکت و تجمل کا باعث محض وہ مرمریں اور سنگ [illegible]
ستون ہیں جو ڈائنا کے مندر سے چرائے گئے ہیں قصہ مختصر اسایالوک اور اس کی عمارتیں [illegible]

لہ اس نواح میں بارش عموماً موسم سرما میں ہوتی ہے۔ مترجم۔

Marfat.com

اور آثارِ قدیمہ کا مجموعہ دکھائی دیتی ہیں۔ ان آثار کو معمولی چنائی میں اینٹ پتھر کی جگہ لگا ہوا دیکھ کر شائقینِ آثارِ قدیمہ کی آنکھوں میں بلاشبہ خون اتر آتا ہے۔ ظالموں نے ان عجیب و غریب قدیم یادگاروں کو اپنی جگہ سے ہٹا کر نئی عمارتوں میں لگایا تھا تو اتنا تو کرتے کہ اس طرح سے لگاتے کہ ان کے کتبے اور بیل بوٹے ظاہر رہتے اور عمارت میں ایسی جگہ اور ایسے موقعہ پر لگائے جاتے کہ ان کی شان کے حسب حال ہوتے گاؤں سے فی سس کا کوئی حصہ دکھائی نہیں دیتا۔ البتہ قلعہ کی دیواروں سے اس کی کچھ جھلک دکھائی دیجاتی ہے۔ پس جو سیاح صرف چند گھنٹے ان کھنڈرات کے معائنہ پر صرف کرنا چاہتے ہیں ان کو سمرنا سے آنیوالی ٹرین سے جو سوا دس بجے پہنچتی ہے اتر جانا چاہیے۔ تاکہ معائنہ سے فارغ ہو کر پونے دو بجے دوپہر کی ٹرین میں سمرنا کو واپس جا سکیں ریلوے اسٹیشن کی عمارت کے چوبی حصہ پر ملکہ معظمہ کے جہازات کالیڈونیا۔ ہیبرنیل۔ انٹی لوپ اور سونٹ شیور کے نام سے منقوش دیکھ کر ایک واقفکار شائق آثارِ قدیم کو فی الفور یہ خیال آجائے گا کہ اسٹیشن سے بالکل ہی قریب قدیم صنعت و حرفت کے نمونوں کی کیسی وسیع کان زیرِ زمین مدفون ہے۔ یہ جہاز انگریزی گورنمنٹ نے سنہ ۱۸۶۳ء و ۱۸۶۴ء میں سمرنا کے ایک انگریز معمار مسٹر وڈ کو آثارِ صنادید کے زمین سے کھدوانے میں مدد دینے[1] اور جو مورتیں اور دیگر قابلِ دید چیزیں دستیاب ہوں ان کو انگریزی عجائب خانہ لندن لیجانے کیواسطے بھیجے تھے۔ عموماً ایسے کام اگر پرائیویٹ سرمایہ اور ہمت و کوشش سے کئے جائیں تو نسبتاً زیادہ عمدگی اور کفایت سے سرانجام پاتے ہیں تاہم ہمارے جنگی جہازوں سے ہمیشہ برسرکار رہتے ہیں کہ ان کے اس کام پر لگائے جانے کا افسوس کرنا مناسب ہو۔ بلکہ انگلستان کے باشندے گرانبار ٹیکسوں سے دبے ہوئے ہیں باوجود (جس گرانباری کی وجہ یہی فوجی و بحری اخراجات ہیں) اکثر یہ خیال کئے بغیر نہ رہتے ہونگے کہ ہمارے بیڑوں میں جو پرانے جہاز شیرنس پورٹسمتھ اور دیگر بنادر میں اسوقت بیکار پڑے ہیں اور نیز بحری افسروں کے وہ دستے جو ساحلِ سمندر کی تفریحگاہوں میں بعض اوقات بیکاری سے سخت اکتاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اگر پھر کسی ایسے کام (تلاش آثارِ قدیمہ) پر لگا دیے جائیں تو نامناسب نہ ہوگا۔

اکثر مسافر یہ خیال کر کے دل میں بہت متاسف ہوتے ہونگے کہ ان کو زمانہ قدیم کے اس مشہور شہر کے آثار کو بھی باوجود ایسے قرب کے بلا دیکھے گزر جانا پڑتا ہے۔ لیکن یہ تاسف ٹرین کے دوسرے ہی لحظہ ایک کمال زرخیز شاداب علاقہ میں داخل ہو جانے سے بہت کچھ کم ہو جاتا ہے۔ یہ علاقہ بلاشبہ ایک حیرت انگیز جنت ارضی ہے جسمیں قدرت کے فیاض ہاتھوں نے رنگوں خوشبوؤں اور مختلف الانواع حسن و جمال کے کھیل [illegible] بربادی کے ان مناظر کی جنکے پاس سے سیاح ابھی گزرا تھا پوری پوری تلافی کر دی ہے۔ یہ دلفریب فضا اور اس کی شوخی۔ چھبن۔ اور خوبصورتی دیکھ کر انسان کی تمام کلفت اور اداسی کافور ہو جاتی ہے۔ یہاں سے وہ علاقہ جو انجیروں کیلئے شہرہ آفاق ہے اور آئیدین بلکہ اس سے بھی پرے تک تیس میل سے زیادہ کے طول میں

[1] کھدوائی میں جہازوں کے مدد دینے سے یہ مراد ہے کہ جہاز والوں نے مدد دی

چلا گیا ہے۔ ریلوے لائن کے اسموقعہ پر ایک قابل دید امر دیکھنے میں آتا ہے کہ وہاں سے لائن کی بلندی میں اضافہ ہوگیا ہے۔ ۱۰۲۳ فٹ میں ایک فٹ کی چڑھائی ہے اور لائن اسموقعہ پر ایک عظیم الشان سانپ کیطرح پیچدار پہاڑیوں کے سبزہ زار میں پیچ وتاب کہاتی اور دلفریب نظارہ دکہاتی اوپر کو چڑہتی ہے۔ ٹرین کو حالانکہ دو انجن کہینچ رہے ہوتے ہیں۔ اس کی رفتار بہت ہی سست ہوجاتی ہے۔ تہوڑی دیر کے بعد دو بڑے ٹنلوں میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ ایک تو چڑہائی دوسرے ان ٹنلوں کی تاریکی کے باعث انسان کا دماغ چکر کہا جاتا ہے۔ اور تہوڑی حد تک بیہوشی طاری ہوجاتی ہے۔ چڑہائی کی سدہائی کا گو اس سست رفتاری سے بہی صاف پتہ لگ رہا ہوتا ہے مگر اسکی زیادہ توضاحت اترائی کیوقت ہوتی ہے۔ اسوقت حالانکہ ہر گاڑی کے تمام پہیوں کو آہنی شکنجہ بریک کی طرح لگا دیے جاتے ہیں اور اترائی کے بالائی سرے پر سے ٹرین کو صرف ایک دفعہ دہکا لگا دیا جاتا ہے اور آٹھ میل تک صرف اپنے زور سے نشیب کی تہ تک فراٹے بہرتی چلی جاتی ہے۔

ٹنلوں اور ان کی محرابوں سے ایک دفعہ نکلنے کی دیر ہے کہ میلوں تک فردوس بریں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے ہوجاتا ہے۔ میلوں تک انجیر کے باغ چلے گئے ہیں جو باوجود اس وسعت کے ایسی عمدگی اور باقاعدگی سے لگے ہیں اور خس و خاشاک اور جہاڑی بوٹی سے صاف و پاکیزہ ہیں۔ جیسے انگلستان میں ایک ایک ایکڑ کے چہوٹے چہوٹے باغ سیب کے درختوں کے۔ کہیں کہیں انجیر کے بڑے بڑے درختوں کے درمیان خوب شگفتہ اور تر و تازہ انار کے درخت بہی دکہائی دیجاتے ہیں۔ تہوڑے سے فاصلے پر انجیر کے درختوں کی سیاہی میں گل انار کی شوخ رنگت وہی کیفیت دکہاتی ہے جو انگلستان کے جنگلات میں صنوبر کے چہوٹے چہوٹے درختوں میں کہیں کہیں اور ڈہاک کے ٹیسو۔ اسایالوک کے آگے عزیزیہ اور بالاہک کے سٹیشن ہیں۔ سمرنا سے پہلا ۵۲½ میل اور دوسرا ۴۴⅓ میل ہے۔ ان دونوں کے قرب وجوار میں بہی برابر یہی زرعتی افراط اور بہتات دکہائی دیتی ہے۔ بلکہ اب اور اضافہ کے ساتہہ یہاں دریا مینڈر کے کنارے کنارے جو کے بڑے بڑے وسیع کہیت دریا کی گزرگاہ کے ساتہہ پیچ و خم کہاتے ہوئے گئے ہیں۔ یہاں کے جو کی عمدگی تمام دنیا میں مشہور ہے۔

آخر الذکر سٹیشن سے میگنیشیا کے کہنڈرات بالصراحت اور صاف دکہائی دیتے ہیں۔ یہ کوہ تہوراکس کے دامن میں واقع ہیں۔ اور ان کی شکستہ و کہنہ دیواریں ابتک دریا لیتھی کے سست رفتار پانی میں عکس ڈال رہی ہیں اس ضلع کے چاروں طرف ہرے بہرے باغ اور نخلستان موجود ہیں اور ان کے درمیان سفید پوست کے وسیع کہیت جا بجا بوئے ہوئے ہیں پوست خواب آور افیون بنانیکے لئے کاشت کیا جاتا ہے۔ متصل دریا لیتھی اسکو زمانہ قدیم میں دریا فراموش پکارتے تہے۔ اگر اس زمانہ میں بہی اسکے کنارہ پر پوست کی اس افراط سے کاشت ہوتی تہی اور اس زمانہ کے لوگوں کو اس زہریلی بلا کے خواص بہی ویسی ہی اچہی طرح سے معلوم تہے جیسے کہ آجکل کے لوگوں کو ہیں تو پہر اس دریا کے یہ نام رکہنے کی وجہ باسانی معلوم ہوسکتی ہے۔ اور کوئی شک نہیں کہ اس خوبصورت وادی کی کے طفیل جو دریا مذکور کے برابر برابر سینکڑوں ایکڑ اراضی پر تسلط جمائے ہوئے ہے اسے ایام سلف میں یہ نام

Marfat.com

دیا گیا تھا۔ اس پرانے شہر میگنیشیا کے ساتھ عموماً ایتھنز کے مشہور جرنیل تھمسٹوکلیز کا بھی ضرور تذکرہ آجاتا ہے۔ اس نامور کو جب اس کے ناشکر گزار ہموطنوں نے یونان سے جلا وطن کر دیا تو اس نے زمانہ جلاوطنی کا کچھ حصہ یہیں گزارا۔ ایران کے فرمانروا ارتخشسو کی حمایت و ظل عاطفت میں یہیں بسر کیا تھا۔ اسکی موت کے بواعث کے متعلق قدیم مورخوں میں اختلاف ہے وہ [illegible] قبل مسیح میں یہیں فوت ہوا۔

یہ علاقہ اپنی زرخیزی اور شادابی کے علاوہ سیاح کیلئے ایک اور بھی قابل ذکر خصوصیت رکھتا ہے حضرت مسیح کی پیدائش سے ۱۹۰ برس پیشتر یہاں رومیوں اور شامیوں میں معرکہ کارزار ہوا تھا جس میں بقول مورخین صرف تیس ہزار رومیوں نے شامیوں کی ستر ہزار پیدل اور بارہ ہزار سوار فوج کو فاش ہزیمت دی اور رومیوں کے صرف تین سو پیدل اور دو سو سوار ضائع ہوئے۔

آیدین یا گوزل حصار جو بلحاظ تجارت اس لائن کا اہم ترین اسٹیشن ہے سمرنا سے ۸۰ میل کے فاصلہ پر ایک سرسبز پہاڑی کے دامن میں آباد ہے اس کا موقعہ نہایت خوشنما ہے۔ مکان اکثر دو منزلے ہیں اور بازار اور شارع پیچدار کئی قابل دید عمارتیں ہیں آبادی دس ہزار ہے۔ کل باشندے نہایت محنتی اور باکار ہیں شروع شروع میں لائن یہیں تک جاری تھی اس سے پہلے مال اسباب اونٹوں پر آتا جاتا تھا۔ اب چند برسوں سے لائن سراکوی تک جو ساٹھ میل آگے ہے لگ گئی ہے اور کمپنی نے لائن کو اور ساٹھ میل آگے لیجانیکی اجازت ملنے کیلئے باب عالی کو کچھ عرصے سے درخواست دے رکھی ہے تاکہ اس سے آگے کے زرخیز اور سرسبز ضلع کی پیداوار بھی جو اب سمندر کے راستے منڈی کو بھیجی جاتی ہے ریل پر لائی جایا کرے تجارت کے اس بارونق مرکز کا قدیم نام ٹرالیس تھا لیکن یہ پرانی بستی موجودہ آیدین سے بہت اوپر کرکے ایک بلند بے تعلق سطح مرتفع پر آباد تھی۔ اسکے شاندار کھنڈروں کا کچھ بقیہ اب بھی موجود ہے۔ اگرچہ پرانے محلوں کے پتھروں کا حصہ کثیر بستی کے مکانات میں مستعمل ہو چکا ہے تاہم کسی قدر تعجب خیز ہے کہ حالانکہ ایشیائے کوچک کے بیشمار دیگر شہر جو اپنے زمانہ میں آیدین سے بہت زیادہ مشہور اور معمور تھے صفحہ ہستی سے نابید ہو چکے ہیں آیدین اب تک موجود ہے پرانی شان و شوکت کو محض ایک تاریخ اور بقیہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک وسیع علاقہ کی تجارت کے بارونق اور خوشحال مرکز کی حیثیت سے۔ اگرچہ مسیحی مذہب کی دعوت جیسا کہ اگناٹی اس کے خط بنام باشندگان ٹرالیس مورخہ ۱۱۶ء سے ثابت ہو رہا ہے ٹرالیس میں شروع زمانہ ہی میں پھیل گئی تھی۔ مگر صدیوں سے آبادی کا حصہ کثیر مسلمان چلا آتا ہے۔

آیدین ملکی و اجنبی دو نو قسم کی پیداواروں کیلئے سال بسال زیادہ آسائش دہ دساوری مرکز بنتا جاتا ہے وہاں سے [illegible] انجیر کپاس شہد وغیرہ تل تیل جو دیگر اجناس مع روغنی شراب مفرد ادویات نباتاتی اور افیون کی مقدار کثیر باہر بھیجی جاتی ہے۔ اور ان کے عوض تمام علاقہ میں تقسیم کرنیکے لئے یورپ کی مختلف مصنوعات منگوائی جاتی ہیں جرمن روزافزوں ترقی کرنے والے شہر میں اپنی تجارت کے پاؤں جمانیکی کوشش بلیغ کر رہے ہیں اور جیسی تعدی

ساٹھ میل بکر لائن ان سے بھی آگے تقریباً ایک سو میل تیار ہو گئی ہے۔ اور علاوہ ازیں بڑی لائن سے کئی شاخیں بھی نکالی جا چکی ہیں اور نکالی جا رہی ہیں۔ مترجم۔

Marfat.com

وہ لوگ دکھا رہے ہیں ان کا حق ہے کہ وہ [illegible]

ہوئے ہیں اور جرمن کا رخانہ دار باشندوں کی ضروریات [illegible]

کی پوری پوری سعی کرتے رہتے ہیں لیکن ابھی تک بازی انگریزی مصنوعات [illegible]

دیرپائی کی وجہ سے باشندے عموماً انہی کو ترجیح دیتے ہیں مگر افسوس ہے کہ انگلستان کے کارخانہ دار [illegible]

جہاں یورپین مصنوعات کی کھپت دن بدن بڑھ رہی ہے ان کی توسیع کوئی دیانتی نہیں کی [illegible]

فائدہ بخشی میں کسی قریبی سے قریبی وساور سے کم نہیں ہر قسم کی صناعت کی یہاں کھپت ہو سکتی ہے [illegible]

ہر قسم کے کارخانہ دار اگر چاہیں تو فائدہ اٹھا سکتے ہیں ہندوستانی کب تک خواب غفلت میں بے ہوش ہوں گے

وعزت محض تجارت سے حاصل ہو سکتی ہے اور علم حاصل کرنیکا مقصود بھی زیادہ تر یہی ہے کہ تجارت کی [illegible]

صرف ملازمت کیلئے علم پڑھنا پڑھانا بزرگوں کا مدعا نہ تھا تجارت ملکی قومی مالی علمی صنعتی [illegible]

نئے دوران اور عملی تجربہ و معلومات افزائی کی بے نظیر یونیورسٹی ہے۔ اپنے ملک میں ہی دیکھو کہ جن لوگوں کے

تجارت اور خوردہ فروشی کا بیوپار ہے وہ بہ نسبت دوسری آبادی کے کیسے مرفہ الحال سمجھدار۔ خوش اخلاق اور پاکیزہ

تجارت کی ادنیٰ قسم کے فیوض ہیں۔ اعلیٰ قسم کی برکات کا مجسم نمونہ اور زندہ شہادت انگلستان کا روز افزوں

ہے اے مسلمانو کیا موت ہی تمہاری حرکت کا باعث ہو گی۔ یا کہ اس سے پہلے تم خود بھی کچھ ہاتھ پاؤں ہلانے پر

آمادہ ہو سکو گے دوسروں کی زندہ مثالیں بزرگوں کے اقوال حتٰی کہ خود تمہارے ہادی برحق کی نصائح اسوقت

جنبش دلانے میں ناکام ثابت ہو چکی ہیں بتاؤ کہ کیا اب خود خدا اگر تمہیں سمجھائے گا۔ ذلت و خواری انتہائی درجہ

ہے یہ سکون اور اکڑ کسطرح زندگی میں ہی تمہیں متعفن مادہ بنا دیگا کہ کوئی متنفس تمہارے قریب آنیکا روادار

سنبھلو ابھی وقت ہے۔ یورپ والے تو دور ہیں۔ اپنے ہمسایہ حبشی بھائیوں پٹھانوں اور دکن کے بوہروں [illegible]

تجارتی سبق حاصل کرو جو اس بارہ میں تم سے بدرجہا زیادہ فوقیت اور فضیلت رکھتی ہیں۔ مگر اب [illegible]

تمہیں سمجھنے کا کبھی موقع ہی نہیں ملے گا۔ (مترجم)

اگرچہ عام خیال ہے کہ انجیر کی پیداوار کے خاص اضلاع ولایت آیدین میں وہی ہیں جو آیدین تک [illegible]

عمرلو اور کوستک کے اضلاع کی زمین بھی جو آیدین سے ۱۷ اور ۱۲ میل آگے ہیں عمدہ ترین قسم کی انجیر پیدا کرنے [illegible]

کی زمین سے جو بہر کیف نہیں اصل بات یہ ہے کہ ملک کا یہ تمام حصہ آتش فشانی مادہ سے مرکب [illegible] زیتون انجیر

ہی موافق و مناسب ہے چنانچہ ہر سال اس علاقہ میں ان درختوں کا پھل بافراط تمام پیدا ہوتا ہے

لائن اسوقت پر دریا سینڈرسے عبور کرتی ہے۔ اور اس جگہ سے جو دریا کے وسط میں ہے۔ [illegible]

پیچ وخم کا بہت عمدہ نظارہ ہوتا ہے۔ اسکے پیچ وتاب سکاٹلینڈ کی آبنا سٹرلنگ کے خم [illegible]

میں سبقت لے گئے ہیں اور انگریزی کا لفظ مینڈر جسکے معنی پیچ وخم کھانیکے ہیں [illegible]

سی ہماری زبان میں رائج ہوا تھا یہ مشہور آفاق دریا متقدمین کے قول کے مطابق ایک [illegible]

Marfat.com

...ت یعنی صوبہ حیا کے شہر لیبی کے قریب سے نکلتا ہے۔ اس شکارگاہ میں ایرانی بادشاہ نے سیر و شکار کے ...قسم کے درندے چھوڑے ہوئے تھے۔ دریا مذکور صوبجات کریا اور ایوتا میں سے بہتا ہوا ملی ٹس اور پرین کے ...خلیج الجزائر میں جا گرتا ہے۔ اسی راستہ میں مارلیاس سلائی کس۔ بوڑو دن ملی تھے۔ اس اور کئی اور چھوٹی چھوٹی ...ندیاں ہیں۔ اپنے کل طول میں یہ چھ سو جگہ خم کھاتا ہے۔

...چفت کوشک کے اردگرد کی زمین بھی جو سمرنا سے ۹۹ میل ہے ویسی ہی ہے جیسی کہ اس سے پچھلے دو ...ں کی۔ البتہ اسکی پیداواروں میں ایک اور قیمتی چیز ولونیا بھی شامل ہے۔ جو ایک قسم کے درخت کا پھل ہے ...ازو یا کیکر کی چھال کی طرح، چمڑا کمانے اور رنگنے (دباغت و صباغت) میں مستعمل ہوتا ہے۔ ارنڈل اور ...لیندگان کے قول کے مطابق یہ شہر زمانہ قدیم میں صوبہ لریا کا انطاکیہ کہلاتا تھا اس سے صرف تین میل کے ...قصبہ سلطان حصار ہے جو چفت کوشک سے بار بردکھائی دیتا ہے۔ پہلے اس کا نام نشیا تھا قدیم جغرافیہ نویس ...کا مولد۔ کی صحت و تدقیق پر ایک نا... مشہور ہے یہی شہر تھا چفت کوشک کے اگلے سٹیشنوں آنچہ اور نزلی کے ...اراضی کی سطح بکھری ہوئی ہے لیکن پھل اور افیون کی پیداوار میں وہ ان علاقوں سے جنکا مزروعہ رقبہ زیادہ معلوم ہوتا ہے کسی طرح کم نہیں۔ اس علاقہ کے اکثر پہاڑ عجیب و غریب شکلوں میں پھٹے اور چرے ہوئے ہیں اور ...نیرنگی قدرت نے منظر کی دلچسپی اور بھی بڑھا دی ہے۔ کولوچک کی خوشنما اور فرحت انگیز وادی میں جو سمرنا سے ...میل ہے بڑے بڑے دلوی ست شجر زیتون خوب پھلے ہوئے اور ہرے بھرے جو کی پختہ فصل کے بحر متلاطم ...کا سا نگین دکھائی دیئے۔ فارسون لی پہنچنے تک جو سمرنا سے ۱۲۳ میل ہے پھلوں کا علاقہ بالکل ختم ہو جاتا ہے وہاں سے لیکر ہر جگہ زمین کی بادشاہی جو کو حاصل ہے سلائن کے اس حصہ سے متصلہ کوہستانی مناظر کا بھی عمدہ ...ہوتا ہے۔ سب پہاڑوں سے کوہ کادموس کی چوٹی جو ساڑھے چھ ہزار فیٹ بلند ہے باندازِ متکبرانہ سر نکالے ...ہے یا کہی بے شجر اور گنجی چوٹی کے کراون پر مئی کے وسط تک سوائی برف منجمد رہتی ہے۔ ہرسون لی سے ...کرنیکے بعد مسافر اس دلچسپ لائن کے آخری سٹیشن سرائے کوی میں پہنچ جاتا ہے اس لمبے سفر میں گرمی پیاس ...اور بھوک سے گو کچھ تکلیف ہو گی لیکن راستہ کی خوبصورتی اور اسکے مناظر کی دلفریبی سے وہ مسرور بھی بدرجہ اتم ہو ...حیثیت سے یہ سفر کرے اور جسے زراعت و فلاحت کے متعلق جدید مشرقی کے عام رواج سے دلچسپی ہو وہ راستے ...کی کلوں کے تقریباً عدم رواج کو دیکھ کر ضرور شکستہ خاطر ہو گا۔ ملک کے ہموار قطعات لمبے وسیع اور اس کثرت سے ہیں کہ فصل کاٹنے والی مشین ازحد کامیاب ہو سکتی ہے۔ تاہم کل راستہ میں میں نے جو کلیں دیکھیں ان کی کل کائنات ...ایک مزرعہ میں ایک کچی سڑک پر چلنے اور چھکڑے کھینچنے والا انجن کام کر رہا تھا اور جو کے چند کھیتوں کو ایک ...کاٹنے والی چھوٹی سی کلیں جنکے آگے بیل جتے ہوئے تھے درو کر رہی تھیں۔ کلوں کے عدم رواج کا بڑا باعث ...لوں کی تقلید پرستی ہے۔ اس کے متعلق ایک تحیر خیز واقعہ آگے بیان کروں گا۔

...ناظرین میں سے اکثر جنکو میں نے ایشیاء کوچک کے اس کم معلوم حصہ سے معروف کرایا ہے طبعاً یہ سوال کرینگے کہ

Marfat.com

اگر ان میں سے کبھی کوئی وہاں پہنچ جائے تو اسکے رات کے بسیرے کی کیا صورت ہوگی جواباً عرض ہے کہ گو اس انتہائی سٹیشن میں ترکی مکان تو بہت ہیں لیکن یورپین طرز کا مکان سردست کوئی موجود نہیں جہاں گرد اور سیر و سیاحت کے عادی یہ سنکر ضرور مسکرائیں گے کہ ہیں ایک بڑی ریلوے لائن کا انتہائی سٹیشن اور اشاعت موضع اقصیٰ وہاں مسافر کے آرام کیلئے کوئی مکان نہو لیکن فی الحال یہی صورت ہے۔ البتہ ریلوے کمپنی نے اپنے ملازموں کے استعمال کیلئے ایک چھوٹی سی [illegible] کاروانسرائے بنا رکھی ہے کہ جب ان میں سے کسی کو ایک دو شب سرائے کوئی رہنے کا اتفاق ہو تو وہاں آرام کرے چنانچہ اگر ریلوے حکام سے پہلے درخواست کرکے اجازت حاصل کرلی گئی ہو اور مکان میں گنجائش بھی ہو تو ایک دو مسافروں کی رہائش کا اسمیں انتظام ہوسکتا ہے۔ اسکا اہتمام ایک نعمدہ یونانی عورت کے سپرد ہے اور مکان ہر طرح سے آرام دہ ہے۔ میں نے اور میرے تین رفقا نے اجازت حاصل کرلی تھی اور ہم وہیں فروکش ہوئے اسوقت ۱۸۸۵ء کا مئی کا مہینہ تھا ہمیں وہاں جیسا کچھ آرام ملا اسکی توضیح اگلی فصل میں کرونگا۔

فصل دہم

ہیراپولس اور لاوڈیشیا

موضع سرائے کوئی۔ کہانا۔ مکان کی صفائی و آسائش بخشی۔ کیڑے مکوڑوں سے آزادی۔ بیشمار مرغوں کی بانگوں اور گدہوں کی ڈھینچوں ڈھینچوں نے منہ اندھیرے جگادیا۔ مہم کی تیاری۔ رفتار۔ راستہ کے واقعات۔ بلغاری مسلمانوں کی بستی۔ ہیراپولس کے کہنڈرات۔ قبور اور ان کے تعویذ۔ ٹہوس سنگ مرمر کی جہیل۔ منظر از حد موثر تھا۔ سطح مرتفع۔ کرسیاں اور منبر۔ آلتبار۔ علاقہ کی ہولناکی اور وحشت خیزی۔ آب گرم کا حوض یعنی ایسٹر۔ آثار کی بربادی۔ ستون۔ ترکمان خانہ بدوشوں کا قبیلہ۔ انار اور دیگر سرسبز درخت۔ لاوڈیشیا۔ کامل سنسانی اور ویرانی۔ جنگلے کہیت اور درو کنندہ۔ ایک یونانی کنبہ کا ملنا۔ واپسی۔

موضع سرائے کوئی سمرنا سے ایک سو ساڑھے ۴۳ میل دور ہے اور اسی ولایت میں واقع ہے جس پر کچھ عرصہ ہوا سعادت مآب حاجی نانند پاشا حکمران تھے۔ موضع مذکور ایک دلفریب مقام ہے اور ایک دو گھنٹہ کے قیام سے ہی ثابت ہوگیا کہ زمانہ حال کی ترقیات میں وہ مہذب دنیا کے قصبوں سے پیچھے نہیں۔ میرے ایک رفیق کو ایک دوست کی طرف جو ملک کے اندر اندر رہتا تھا تار خبر بھیجنے کی ضرورت پڑی۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ مدیر یعنی اعلے حاکم کے دفتر میں تارگھر موجود ہے چنانچہ انہوں نے برقی پیغام بھیجکر اپنے دل کو فوراً مطمئن کرلیا۔ صحت اور خوبصورتی بھی شہر کے نمایاں اختصاص معلوم ہوئے تمام باشندوں کے چہرے تروتازہ اور جسم خوب مضبوط دیکھے گئے۔ بچے خوبصورت اور بشاش نظر آئے اور سٹیشن ماسٹر نے بھی جگہ کی صحتوری کی بہت تعریف کی جسکی ہمیں عینی شہادت ملگئی۔ پادری وی۔ ایس۔ ارنڈل نے جو ۱۸۲۲ء میں یہاں آئے تھے اپنی کتاب کے صفحہ ۷۰ میں ایشیا کوچک کے سات ابتدائی مسیحی گرجوں کے موقعہ کا ذکر کرتے ہوئے اس کی نسبت حسب ذیل لکھا ہے "سرائے کوئی ایک دلدلی موقعہ پر آباد ہے بنابریں کل موسموں میں نہ سہی موسم گرما

Marfat.com

میں تو صنو ناس کی آب و ہوا سخت مضر صحت ہو جاتی ہوگی۔ ہمارا پادری صاحب اس زمانہ میں سمرنا کے انگریزی قونصل خانہ کے امام تھے اور موجودہ حالت سے پایا جاتا ہے کہ ان کے وقت سے بعد اس جگہ کے موقعہ میں ضرور بڑی تبدیلی ہو گئی ہوگی کیونکہ میں نے سرائے کے قرب و جوار میں کسی دلدل کا نام و نشان تک نہ دیکھا۔ برعکس ازیں موضع کے فالتو پانی کی نکاسی اور بدررؤں کا بہت عمدہ انتظام تھا اور تمام اسکے قرب و جوار کا علاقہ مرطوب کی بجائے نہایت خشک مشہور ہے۔ بالاوسط وہاں سال بھر میں صرف ۲۵ انچ بارش ہوتی ہے۔

بسیرا ہم نے جیسا کہ لکھا جا چکا ہے ریلوے کمپنی کے مسافر خانہ میں کیا رات کیلئے ٹھکانا مل جانا اور راحت ہوا اور حسب پسند کھانا ملنا اور چیز ہے۔ ہم نے کھانے کی تیاری کیلئے پہلے کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔ لیکن خدا اس یونانی بھٹیارن کا بھلا کرے۔ ہمیں کھانا بھی نہایت مرغوب ملا۔ میز پر قیمہ جو ہاتھی چوک کے قاشوں کے ساتھ کچے انگوروں کے عرق میں بھونا گیا تھا۔ گوشت بریاں۔ سبز مٹر۔ ملائی میں ابلے ہوئے چاول شیریں کڑھی اور تر و خشک پھل یکے بعد دیگرے چنے گئے۔ عمدگی میں چیزیں یورپ کے بہترین ہوٹل کے کھانے کو اور ارزانی میں حقیر ترین یورپین سرا کے خرچ کو ماند کر رہی تھیں۔

کھانے سے پہلے ہم نے علی الصباح ہیراپولس اور لاوڈیشیا کے کھنڈرات دیکھنے جانیکا فیصلہ کر لیا تھا چنانچہ طعام سے فراغت پاکر سویرے ہی سو گئے۔ مکان اور خوابگاہیں صفائی میں بے نظیر نہیں اور بلا سے رہے۔ درمیان رات کو ستانیوالے حیوانات کا نام و نشان بھی نہ پایا گیا۔ حتے کہ ایک واحد مچھر کی بھن بھناہٹ بھی سننے میں نہ آئی۔ البتہ گرمی زیادہ تھی اگرچہ دریچے کھلے رکھے گئے تھے ابھی سحر طلوع بھی نہ ہوئی تھی کہ بیشمار مرغوں اور گدھوں نے زمین کو سر پر اٹھا لیا۔ تین بجے کے بعد انہوں نے نیند کو حرام کیا اور سونا محال ہو گیا۔ ہم مجبوراً سویرے اٹھ بیٹھے اور حاضری کھا کر پانچ بجے سے پہلے گھوڑوں پر سوار کھنڈرات کو روانہ ہو گئے۔ ایک اسپ سوار محافظ سر سے پاؤں تک اسلحہ میں غرق آگے آگے اور ایک پیچھے پیچھے تھا کھانے کا سامان اور پانی آخر الذکر کی تحویل میں تھا۔ گاؤں والے ابھی سوئے ہوئے تھے۔ اسکے بازاروں میں گرد اس قدر تھا کہ گھوڑوں کی ٹاپ خود سوار کو بھی سنائی نہ دیتی تھی پہلی رات کی گرمی اور حبس نے غالباً ہمارے سوا اور بھی کئی لوگوں کو سونے نہ دیا تھا۔ ورنہ وہ اس وقت کھلے میدان میں خراٹے لگاتے سنائی نہ دیتے۔ مضافاتی مکانات خام کی چھتوں سے کئی خواب آلود ترکوں نے گھوڑوں کی ٹاپ سے بیدار ہو کر ہماری طرف جھانکا۔ ان کی نظروں سے معلوم ہوتا کہ وہ بڑی رحم کے ساتھ ہمیں دیکھ رہے ہیں اور دل میں متعجب ہو رہے ہیں کہ ہمیں کیا مشکل بنی ہے کہ ایسی سویرے روانہ ہو رہے ہیں کچھ دیر تو ہم ٹھیک مشرق رویہ گئے مگر جب وسیع ہموار میدان میں جو غالباً ۵ میل عریض تھا داخل ہوئے تو راستے کے پیچ بلا مبالغہ بھول بھلیاں بن گئے اور یہ معلوم کرنا کہ اب ہمارا رخ کس طرف ہے مشکل ہو گیا۔ طلوع فجر پر ہیراپولس کے کھنڈر دکھائی دینے لگ گئے اور اسکے بعد کمپاس سے مدد لینے کی احتیاج نہ رہ گئی۔ کھنڈروں تک دو تین گھنٹے میں ہم پہنچے۔ جب تڑکے کی دھندلی روشنی میں ہموار میدان میں ہمیں کوئی چیز دکھلائی نہ دی تھی مگر جب آفتاب کی روشنی تمام افق میں پھیل گئی تو فارموس کی چوٹی اور اسکی برفانی وردی نے منظر میں ایک شاندار

Marfat.com

دلفریبی پیدا کر دی۔ رفتہ رفتہ کل سلسلہ کوہسار شامشرق کی سلامی کیلئے پردہ سے نکل آیا۔ اِس قسم کے سفر میں سوار کو محنت و مشقت برداشت کرنیکیلئے تیار رہنا اور کسی مشکل سے دل نہ چرانا ضرور ہے۔ اِس سفر میں اس مہم کی طرح جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے بڑی بڑی خندقوں اور ٹیلوں پر سے کودنے یا خطرناک نشیب و فراز پر اترنے چڑھنے کی ضرورت نہ پڑی۔ پھر بھی چھوٹے چھوٹے جرکھم برابر اٹھانے پڑے۔ کہیں کمزور بے جوڑ پل گذرنے پڑے اور کہیں گرد آلود ندیوں سے جن کے پانی کا عمق معلوم نہ تھا عبور کرنا پڑا۔ اور کہیں دلدلوں میں سے جنمیں خطرناک مخفی جھیلوں کا ہونا امکان میں داخل تھا اندھا دھند گزرنا پڑا۔

آخرش سب سے بڑی آخری ندی لالی اکس سے گزرنے جو مینڈر کی معاون ہے اور سب سے بڑی دلدل سے بخیریت نکلجانیکے بعد ہم کئی میل تک تختہ نرد کے کھیتوں میں سے گزر کر مٹی کی جھونپڑیوں کے قریب پہنچے جن کے مکین زمین کی کشاورزی میں بتوجہ تمام منہمک تھے معلوم ہوا کہ یہ بلغاریوں کی بستی ہے۔ جو پچھلے محاربہ روم و روس میں زارکی فوجی حکومت کی ناقابل برداشت غلامی پر اس سبز گرم میدان کی آزادی کو ترجیح دیکر اپنے صدیوں کے وطن مالوف سے ہجرت کر آئے تھے۔

یہ لوگ نہایت خوش شکل اور مضبوط جسم تھے اور ہر ایک کے پاس مفید و مضبوط زرعی آلات کے علاوہ آتشبار اسلحہ برابر موجود تھے ان میں سے بعض ہل چلا رہے تھے ہل پہیئے دار عجیب و غریب قسم کے تھے اور ہر ایک ہل کے آگے مضبوط بیلوں کی چھ چھ جوڑیاں جتی ہوئی تھیں دور سے یہ ہل ہو بہو ایک وزنی توپ کے مشابہ معلوم ہوتے تھے۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ یہ جفاکش لوگ بہت جلد زمین کی حیثیت میں اِسقدر ترقی و اصلاح کر دینگے کہ اسکی کایا پلٹ ہو جائیگی اور اسطرح اسکا اغتصاب خداوند کریم کی مہربانی سے ایشیا رکوچک کے حق میں رحمت عظیمہ کا باعث ثابت ہو گیا ہے یہ دولاکھ بلغاری مہاجر چند برسوں میں ایشیا کوچک کے غیر مزروعہ میدانوں کو جو صدیوں سے بیکار پڑے تھے لہلہاتے باغ بنا دینگے۔

سمور ارمیدان کچھ دور جاکر ختم اور چونہ دار صاف پہاڑ کی چڑھائی شروع ہو گئی۔ پہاڑ کی جانب پر کہیں کہیں خشک اور پست قد گھاس بچھی ہوئی تھی اور پتھر کے انعکاس سے گرمی ایسی تیز ہو گئی تھی کہ گویا کسی بھٹی کا دروازہ کھل گیا ہے۔ بعض سیاحوں نے ہیرا پولس کی نسبت لکھا ہے کہ وہ اُسکے حیرت انگیز نظارہ کو دیکھکر ششدر رہ گئے تھے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اسکی شان و شوکت چندھیا دینے والی ہے۔ اور ایشیا کوچک کے تمام دیگر کھنڈرات اُسکے آگے حقیقت نہیں رکھتے۔ اسکی عمارتیں ابتک صحیح سالم ہیں۔ مرمریں محل کی چمک شاندار شہ نشینوں کی براقی اور منجمد پانی کی آبشاروں کی حیرت خیز صفائی کی توصیف حیطہ بیان سے خارج ہے افسوس انسان کی بلند پروازی بھی کہاں تک پہنچ جاتی ہے خاصکر جب کہ وہ اصل بحث اور موقعہ سے فاصلہ پر بیٹھا ہوا اشہب قلم کو جولانیاں دے رہا ہو۔ مزید افسوس زلزلوں کی مستعدی پر ہے جو اس علاقہ میں متواتر آتے رہتے ہیں اور اس زور سے آتے ہیں کہ انہوں نے ان کھنڈرات کا نقشہ ایسا لگا دیا ہے کہ اب وہ ہموار ہو گیا

سے ٹھیک کر وقت سے مطلقاً مطابقت نہیں کہا سکتا چنانچہ ایک کے سوا کل عمارتیں کریہ المنظر ٹکڑوں کا ڈھیر یا ملبہ
تودہ ہیں۔ اور جو کسی قدر ابھی کھڑی ہیں ان پر سنگ مرمر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی باقی نہیں رہا۔ اور شہ نشین
کی چوند دیواریں نہیں سوا ان جگہوں کے جہاں ابھی تک پانی رواں ہے۔ زمانہ و موسم کے اثر سے بالکل میلی ہو گئی ہیں
ممکن ہے کہ چند صدیاں پیشتر ہیرا پولس کی وہی کیفیت ہو جو سیاحوں نے لکھی ہے۔ لیکن اب تو وہ چونہ جلانیوالوں اور
معماروں کیلئے صرف ایک معمولی کان کا کام دے رہا ہے۔ شروع شروع میں غارتگروں نے اس کی سنگین مورتوں
اور دیگر سامانوں کو چرایا جسے اٹھا نہ سکے اسکو توڑ پھوڑ گئے یا لگا ڈگئے۔ پھر معماروں نے اس کی عمارت کے ٹکڑوں سے اینٹوں
یا چونہ جلانیکا کام شروع کر دیا۔ رہی سہی حیثیت زلزلوں نے لگا ڈکر ویرانی اور بربادی کے بھیانک منظر کی تکمیل کر دی
یہ درست ہے کہ اب بھی مرمر کی وافر مقدار ادھر ادھر بکھری پڑی ہے مگر یہ سب بالعموم چھوٹے چھوٹے بیکار ٹکڑے ہیں جو چونہ
کیلئے جلائے جانیکے سوا کسی مصرف کے نہیں چونہ کی پلستر کے ٹکڑے بھی ملبہ کے ڈھیروں پر پڑے ہیں مگر نقش و نگار کا کسی پر
نام و نشان تک نہیں رہ گیا۔ ہاں ڈھیروں کے نیچے باغلب وجوہ صنعت قدیمہ کے بیشمار بیش قیمت نمونے مدفون ہو گئے
اور کامل امید ہے کہ اگر کوئی صاحب ہمت کمپنی اس موقعہ کو کھدائی کیلئے باب العالی سے خرید لے تو اسے زمانہ قدیم کی کئی ایک
اشیاء کے علاوہ نمونے بھی بافراط دستیاب ہوں جبکہ خیال ہے یہ موقعہ کوڑیوں کے دام خریدا جا سکتا ہے۔

تین گھنٹوں کی سواری کے بعد ہم مغربی راستہ سے کھنڈرات کے قریب پہنچ گئے۔ ۱۸۲۶ء میں مسٹر ارنڈل اسی راستہ اور
۱۸۴۳ء میں مسٹر ہملٹن مقابل کے راستہ یعنی مشرقی جانب سے پہنچے تھے۔ ایک ندی کی خشک گزرگاہ کو عبور کر کے ہم ایک کھڑی
پہاڑی پر چڑھے اور ایک پرانی نہر کی گزرگاہ پر جو دو سطحی چشمہ آب گرم سے آتی تھی پہنچ گئے۔ یہ نہر بھر کر کناروں کے برابر ہو گئی
ہے۔ اسکی بھرتی مرمر ایسی سخت ہے کہ ہمارے گھوڑوں کو نہر نے خاصی پختہ سڑک کا کام دیا۔ اسپر ہم غارت شدہ قبروں
اور بے حرمت شدہ تعویذوں میں سے پیچ و خم کھاتے ہوئے منجمد جھیل مرمرین کے کنارہ تک پہنچ گئے اس کے کنارے کچھ
دور دور اس سطح مرتفع کو دیکھنے سے جس پر کھنڈرات ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ گویا کوہ سوگلی کی جانب سے تراش کر بنائی گئی
ہے۔ یہ سطح ہلال کی شکل میں ہے۔ جسکے دونوں سرے ایک دوسرے سے کئی میل کے فاصلہ پر ہیں ان کے درمیان ایک وسیع
شہ نشین آگے نکلی ہوئی ہے۔ اور اس پر چونہ کاربونیٹ اور ان کے مختلف مرکبات کی اوپر تلے بیشمار تہیں جمی ہوئی ہیں
ان سے قیاس ہو سکتا ہے کہ زمانہ گزشتہ میں اس چٹان پر جو تین سو فیٹ بلند ہے بیشمار ندیاں جن کا پانی چونہ آمیز تھا
بیشمار موقعوں سے گرتی تھیں۔ ورنہ ان تہوں کی شکل میں ایسی باقاعدگی نہ پائی جاتی۔ اسوقت صرف [illegible]
دیتے ہیں اور جہاں سے وہ گرتے ہیں اس جگہ شہ نشینی چٹان بلا مبالغہ مرمر سے زیادہ براق [illegible] و پانی
گرنے کی جو آوازیں آتی ہیں وہ اس قدر زور دار ہیں کہ یہ قیاس کرنا غلط نہیں ہوگا کہ اب بھی اسی قدر پانی چشمہ سے آتا ہے
جس قدر کہ پہلے آیا کرتا تھا فرق صرف یہ ہو گیا ہے کہ اب اس کا زیادہ حصہ بیرونی سطح پر چونہ کی تہوں کے جم جانے سے
نظروں سے مخفی رہتا ہے۔ یہ موٹے موٹے غلاف کسی زمانہ میں بلاشبہ برف سے بھی زیادہ شفاف ہوں گے لیکن آب
موسم کے تغیرات اور امتداد زمانہ سے ان کی رنگت بدل گئی اور بہت ہی میلی ہو گئی ہے۔

Marfat.com

ان کھنڈرات اور آب گرم کے قدرتی چشموں کی تاثیر کو دیکھ کر عجب خیال آیا کہ یہ ساری فیاضی قدرت کی بیکار جا رہی ہے کہ کل سیاح علمی مذاق یعنی اس خیال کے نہیں ہوتے کہ دنیا میں کسی چیز کو بیکار پڑے رہنا معرف نہیں ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم میں سے کوئی ان شہ نشینوں کی طرف جاتے ہوئے چونہ کاربونیٹ اور مرکب گندھک سے ایسے وسیع خزانہ اور میگنیشیا سلفیٹ کے لنگر وڑوں منوں کو بیکار پڑا دیکھ کر اظہار افسوس کیا کرتا تھا کہ کیوں نہیں کوئی ہمت والا سوداگر کارخانہ دار یا کاشتکار ان کو یہاں سے لیجا کر ان سے فائدہ اٹھاتا۔ لیکن اوپر چڑھ کر جب ہم نے نچلی طرف اس سفید چبوترہ کی طرف نظر کی جہاں کسی زمانہ میں گرم پانی کا وسیع چشمہ کھول رہا تھا۔ لیکن بہ قضا و قدر کے اٹل حکم سے چشم زدن میں وہ پانی ٹھوس پتھر بن گیا ایک تختہ مرمریں پر نظر دوڑائی تو سارے دنیاداری کے خیالات ایک عجیب قسم کی دہشت اور ہول سے بدل گئے جھیل کی سطح پر یہ عجیب و غریب تہ گو نشیب سے دیکھنے جانے کی صورت میں بھی کچھ کم حیرت افزا نہیں معلوم ہوتی لیکن جب بالائی سرے سے نظر دوڑائی جاتی ہے تو سیاح کی حیرت اور تعجب کا کوئی پایان نہیں رہتا جھیل کی سطح پر تقریباً ایک ایک گز قطر کے چھوٹے چھوٹے پایاب حوض بن گئے ہیں۔ اور مرمریں نہ جھجک کی طرح ان پر تہ جمی ہوئی ہے اور پھر ان حوضوں سے بلا مبالغہ چوندھیا دینے والی براقی اور صفائی رکھنے والے مرمریں گٹکڑے آویزاں کی طرح لٹکے ہوئے ہیں اور مرمریں بنجانیکی خاصیت رکھنے والا پانی ان کے راستے ان حوضوں میں بہ کر آتا ہے اور باقی سطح کو مختلف کرنے میں مصروف ہے بعض بعض حوض بہت بڑے ہیں اور ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا خود حضرت انسان نے ان کو نہانے کے لئے تجویز و تیار کیا ہے جھیل کو جو نہریں جاتی ہیں انہیں البتہ ضرور بزمانہ قدیم کے انجینیروں نے تیار کیا تھا تاکہ ان کے راستے وسطی چشمہ کلاں سے گرم پانی مختلف حماموں میں داخل ہو جائے کیونکہ قدیم صوبہ فرجیا کے پرانے باشندے زمانہ ضعف اور عیش پسند ہونیکی وجہ سے حمام کے بڑے شوقین تھے یہ نہریں لب کنارے تک ٹھوس مرمر سے پٹی ہوئی ہیں اور دلفریب ہوا پکڈنڈیوں کا کام دیتی ہیں

چشمہ آب گرم کے قریب ہم گھوڑوں سے اتر پڑے اور کھنڈرات کے مختلف حصے پیدل پھر کر دیکھے۔ منجمد پانی کا منبع و مخزن یہی چشمہ ہے۔ ایشیائے کوچک کے بہترین تھیٹروں میں ایک ہیراپولس کا تھی ایٹر شمار ہوتا تھا۔ عام روایت ہے کہ کوکران دسیاح کو اسی تھی ایٹر کے پیچھے مردوں کی غاریا تہ خانہ ملا تھا۔[1]

اسی تھی ایٹر کے اندرونی حصہ کا حصہ زیریں بڑے بڑے پتھروں شکستہ ٹکڑوں اور ملبے سے بھرا ہوا ہے اس وقت اس کی اندرونی کیفیت کا کچھ اندازہ نہیں ہو سکتا۔ نہ کوئی چیز وہاں پہچانی جاتی ہے۔ غارتگروں کی ایک تازہ یورش کا صاف صاف پتہ چل رہا تھا۔ اور معلوم ہو رہا تھا کہ اس واقعہ کو ابھی چند دن ہی ہوئے ہیں۔ سنگی نشستوں کے سامنے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفید مرمر کی تازہ چپٹیاں بکھری ہوئی تھیں اور کئی بڑے بڑے ٹکڑے تازہ اکھڑے ہوئے اٹھائے جانیکے لئے تیار پڑے تھے۔ اس شاندار قدیم عمارت کی ایک بیرونی محراب کیا تھا سفید مرمر کے ایک کمال خوبصورت بیل بوٹے دار ستون کا حصہ رکھا ہوا تھا۔ جسمیں چار انسانی اور ایک شیر کی صورت بنی ہوئی تھی اسپر اصل رند مشرقی ایک

[1] اکثر ناظرین نے آرائش محفل میں پڑھا ہوگا کہ زمانہ گزشتہ کی علاقوں میں ایک مردوں کا ایک تہ خانہ میں رکھا کرتی تھی یعنی یہ اسی قسم کی غاریا تہ خانہ کی طرف اشارہ ہے جس کی ثابت ہوتا ہے کہ مصنف آرائش محفل نے محض من گھڑت قصہ نہ خلاؤں کی متعلق نہیں گھڑا تھا اسکی اصلیت تھی۔

جلوس کا نقشہ دکھایا گیا تھا لیکن ان تصویروں کو کوئی ظالم حال ہی میں بگاڑ گئے تھے ہم چار مدل سیاحوں کو اگر ان خشتوں میں سے کوئی ملجاتا تو بلا درنگ اسکا سر کچل دیتے ہمیں زیادہ تر رنج اس وجہ سے بھی ہوا کہ کل عمارت میں پتھر کا صرف یہی ٹکڑا ہمیں نظر آیا تھا جس پر کمال صناعی سے تصویریں تراشی گئی ہوئی تھیں ۱۸۲۳ء میں ارنڈل نے کئی ٹکڑے باتصویر دیکھے تھے جن میں سے اکثر تصویریں عورتوں کی تھیں ایک عورت رتھ پر سوار تھی جو سٹیج میں ملبہ پر پڑی ہوئی تھی یہ ڈھیر اب بھی سٹیج میں موجود ہیں۔ مگر اس رتھ سوار لڑکی کی بیفائدہ تلاش کی۔

تھیٹر کے اندرونی حصہ سے جس کی سطح مرمریں جھیل اور چشمہ آب گرم سے کچھ بلند تھی تمام منظر کا نہایت عمدہ نظارہ پہنچتا ہے اس قدیم عمارت کا رخ جنوب مغرب کی طرف ہے اور شاہ نشینوں کے بالائی کنارہ کے قریب دار العلوم کے کھنڈر اسکے نیچے بکھرے ہوئے ہیں۔ یہ شاہ نشین یا مرمریں تہیں جنوب مشرق سے شمال مغرب کو ایک میل تک چلی گئی ہیں اور انکا زیادہ حصہ بالخصوص دونوں سروں پر چونہ کی موٹی موٹی تہیں چڑھی ہوئی ہیں ان کے باقی حصہ پر جہاں کہیں مرمریں جھیلیں نہیں ہیں۔ بالائی طرف میں کوہ مسوگی تک اور جنوب کی طرف کا بھی کچھ حصہ بالکل کھنڈروں سے ڈھنپا ہوا ہے بڑی بڑی محرابیں اور ستون دار برآمدوں کے کئی حصے ابھی تک استادہ ہیں لیکن ہر ایک پر بوسیدگی کے آثار بالبداہت برس رہے ہیں اور ساتھ ہی یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اس ویرانی کا باعث فقط زلزلے نہیں ستونوں کا برآمدہ کسی زمانہ میں فی الحقیقت قابل دید ہوگا۔ ان کے پائنتی حصے ابتک اپنے اپنے موقعہ پر ہیں اور دو سو گز سے زیادہ طویل سطح پر پھیلے ہوئے ہیں ان کے پاس ہی ایک اور وسیع عمارت کے کھنڈر پڑے ہیں یہ عمارت اسی گز طویل ہے سمرنا کے ماہران و شائقین فنون و آثار قدیمہ کی رائے میں بالائی کرسی یا تہ یا چشمہ آب گرم کی سطح میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ اور کہ جو ستون ابھی تک قائم ہیں یا جو ٹوٹے دیواروں اور محرابوں کے گرے پڑے ہیں وہ اسی سطح پر ہیں جسپر کہ یہ عمارتیں کسی قدر دھنس گئی ہیں مثلاً دار العلوم کا کچھ حصہ مرمری تہ میں چھپ گیا ہے ۱۸۴۲ء میں ہملٹن نے اور اسکے علاوہ اور بھی کئی سیاحوں نے اسکی یہ وجہ بتائی ہے کہ چشمہ گرم کا چونہ دار پانی نہروں سے جو بتدریج پٹتی گئیں اچھلتا رہکر ادھر ادھر پھیل جاتا رہا اور جو چیز سامنے آئی اسے مرمر کی تہ میں چھپاتا رہا ہے۔ کیونکہ چشمہ سے نکلکر جوں جوں وہ سرد ہوتا جاتا ہے جو چونا اسمیں ملا ہوا ہے وہ زمین پر تہ نشین ہوتا جاتا ہے چنانچہ پانی کے اسی فعل سے دار العلوم کی بنیادوں اور صحن کا کچھ حصہ بھر گیا ہے۔ چونکہ چشمہ گرم کا پانی صدیوں سے اپنے کام میں مصروف ہے۔ وہ ابتک خوبصورت و وسیع مرغزار علی کو کناروں تک بھر چکا ہے اور یہی وہ مرمریں جھیلیں ہیں جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے مزید براں کرسیوں پر میل سوا میل کے طول میں تین سو فٹ دبیز تہ جم چکا ہے [illegible] کوئی شک نہیں کہ جو عمارتیں نشیب میں تھیں ان کو بھی عرصہ کا مغلف کر چکا ہے بظاہر قیاس یہی چاہتا ہے کہ زلزلوں کے اثر سے نہروں کے سلسلہ میں خرابی پڑ گئی اور پانی پھیلنے کا موقعہ مل گیا۔ یا انہی زلزلوں کی وجہ سے وقتاً فوقتاً زمین میں جدید شگاف ہونے رہنے سے چونہ دار پانی کا اسقدر سیلاب آجاتا رہا کہ نہروں میں اسکی گنجائش نہ ہو سکتی اور وہ ان کے

اوڈس فصل کا خلاصہ ۱۵- اگست ۱۹۰۵ء کے گلاسکو ہیرلڈ میں چھپ چکا تھا کہ جو ایک مصر نے بتایا کہ ہندوستان کی خاصیت گرم پانی میں مطلقاً موجود نہیں بلکہ یہ خاصیت ایک دوسرے چشمہ کے پانی میں ہے جو برف ایسا سرد ہے میں جب کبھی موقعہ پر تھا تو میں نے اس

Marfat.com

کناروں سے اچھل کر عمارتوں میں پھیل جاتا اس قیاس کی ایک ہی تائید ... آتش فشانی کے مواد کی جنبش کیوجہ سے اکثر زلزلے آتے رہتے ہیں چنانچہ اب تک بھی چشمہ آب گرم کے ... جا بجا بڑے بڑے شگاف اور دراڑیں موجود ہیں۔

تاہم زمانہ آئندہ کے سیاح کو میں یہ خوشخبری سنا دیتا ہوں کہ دارالعلوم کی دیواریں استقدر بلند ہیں کہ ان تک پانی کبھی نہیں چڑھ سکیگا اور ان دیواروں کے کسی سایہ دار حصہ پر بیٹھ کر وہ ہمیشہ باطمینان خاطر اپنا ناشتہ تناول کر سکیگا۔ البتہ شاید یہ عیب برابر موجود رہے کہ اسوقت وہاں بہت سے نامطبوع خاطر رفقا اطلاکر بیٹھے سوم گرما میں خانہ بدوش ترکمان قبائل اس نواح میں چلے جاتے ہیں اور وہ عموماً دوپہر کیوقت کسیقدر سستانے اور سایہ میں آرام کرنیکے لئے اپنے گدھوں اور ریوڑوں سمیت ان کھنڈروں میں چلے آتے ہیں یہ لوگ حقیر و ناکارہ ظروف و برتنوں کے ٹکڑے جو لوٹ کر ڈھیر میں ان کو دستیاب ہوتے ہیں فروخت کیلئے پیش کرتے ہیں اور مسافر کے کھانیکے جلد ختم ہونے میں ہر طرح سے مدد دینے کو بالکل تیار رہتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ امر اطمینان بخش ہے کہ گو وہ مسلح ہوتے ہیں مگر خطرناک نہیں تاہم چونکہ وہ قابل ہم جلیسی نہیں اور جتنی دور رہیں اسی نسبت سے ان کی شکلیں اور قطع وضع زیادہ دلچسپ دکھائی دیتے ہیں سیاح کو مناسب ہے کہ انکو یاد لانیکا مشغلہ کو ترک کردے اگر ان شکستہ مکانات کے سناٹے اور خاموشی میں کوئی شے مخل نہو اور ان فرزندان اسمٰعیل کی بلا مداخلت سیاح کھانے سے فارغ ہو جائے تو بلاشبہ فراغت پاتے ہی اس کی پہلی خواہش یہ ہوگی کہ اب اس چشمہ میں ایک ڈبکی بھی لگالو اس کا پانی کچھ زیادہ گرم نہیں اسکی گرمی صرف ۹۵ درجوں تک ہے اور نہایت شفاف اور مصفا ہونیکی وجہ سے طبیعت خواہ مخواہ اسکی طرف کھنچی جاتی ہے مزید براں کنارہ آب پر مہندی اور انار کے سرسبز درختوں کے کئی جھنڈ سایہ فگن ہیں جن کی اوٹ میں انسان کپڑے اتار سکتا اور رہ سکتا ہے گویا یہ آسانی بہم پہنچانے سے وہ بھی زبان حال سے مسافر کو اس چشمہ میں غسل کرنیکی لذت سے محظوظ ہونیکی دعوت کرتے ہیں ان دلآویزیوں سے شاید میں مغلوب ہو جاتا مگر چند برس ہوئے تقریباً ایسی ہی صورت میں مجھے ایک حادثہ اٹھانا پڑا تھا جس کے یاد آجانے سے میں نے طبیعت کو ضبط کرلیا۔ البتہ ہمارے دو محافظ ترک ننگے سر جلاکی گرمی ۱۰۰ درجہ کی پڑ رہی تھی بلاتحاشا پانی میں کود پڑے اور جب تیرتے تیرتے خوب سیر ہوگئے تو باہر آئے۔ اگر ہم یورپینوں میں کوئی ننگے سر رہتا تو شاید ہی تندرست رہ سکتا۔ بافیانہ کھنڈرات کے متعلق کچھ لکھنا بار بار ایک ہی بات کو دہرانا ہوگا وہ سیاح العمارات دارالعلوم معابد جھوٹے چھوٹے تھیٹروں موسیقی خانوں اور برآمدہ کو متذکرہ صد عمارت پر قیاس کرلیں ان کو شاندار یا دلچسپ کہنا یا ان کی لمبی چوڑی تعریف کرنا بے شبہ مبالغہ ہی نہیں بلکہ غلط فہمی کو قائم رکھنا اور دھوکے میں مدد دینا ہوگا۔ اسکے ساتھ ہی میں ترکی گورنمنٹ کو بری الذمہ نہیں کہونگا اسی لازم تھا کہ ان کھنڈرات کو کسی چیز کے چرانے سے بچانے کا انتظام کرتی چوری، غارتگری اور جاہلانہ شکست و ریخت کا ایسا بازار گرم رہا ہے کہ یہ کھنڈرات جو تا زمانہ قدیم جو کسی وقت بلاشبہ نہایت شاندار تھے بالکل بیرونق اور ویران ہوگئے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶۵ ... آخری شبہ کو نہیں دیکھا تھا نہ ہی خانہ ... ذکر کیا تھا کہ یہاں آب رکا ہی ایک چشمہ ہے شاید ... شبہ اور نہ میں اپنی رائے کو نہیں بدلتا۔ اور میں یہ بھی قائم رکھے دیتا ہوں کہ یہ خاصیت گرم پانی میں ہی ہے۔

کھانے سے فارغ ہو کر ہم نے دیر تک آرام کیا۔ پھر قسطمونیہ سے ایک دوسری وسیع مرمری جھیل پر سے گزرتے ہوئے آگے کو روانہ ہو گئے۔ تہ دار چٹان یا کرسی کے کنارہ پر پہنچ کر ہم گھوڑوں سے اتر پڑے اور ان کو ہاتھوں میں پکڑ کر نیچے اترے۔ چٹان سو فٹ بلند تھی۔ ہموار سطح پر پہنچ کر ہم پھر سوار ہو گئے۔ اور جہاں تک گرمی میں ممکن ہو سکتا تھا گھوڑوں کو تیز کر کے اڑبلی کھیتوں میں قدیم شہر لاؤڈیشیا کے موقع پر پہنچ گئے۔ راستہ میں سارا علاقہ خوب زرخیز دکھائی دیا۔ اس شہر کا بائیبل و انجیل میں بھی ذکر ہے۔ اسکے قریب پہنچ کر راستہ ایک کھڑی پہاڑی کے دامن کے گرداگرد اور کسی قدر اسکے اوپر سے گزرتا ہے۔ اسکا تمام قرب و جوار قبر کے تعویذوں اور ان کے شکستہ ڈھکنوں اور یونانی زبان کے کتبوں اور لوحوں سے پٹا ہوا ہے۔ یہ ونی کفن اور صندوق اس طرح انڈے بنڈے بکھرے ہوئے تھے کہ گویا شریر جنات کے کسی گروہ نے ان کو پہاڑ کی چوٹی سے نیچے پھینک دیا ہے۔ ان صندوقوں کے ارد گرد جو کے کھیت قد آدم کھڑے تھے اور مسٹر وفرجان ترک کسان ہنستے کھیلتے اپنی فصل کو درو کر رہے تھے۔

شہر سات پہاڑیوں پر آباد تھا جس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے عروج کے زمانہ میں بہت بڑے پھیلاؤ میں پھیلا ہوا ہوگا لیکن اب اسکے کھنڈر بہت تھوڑی جگہ پر دکھائی دیتے ہیں۔ اسکے ڈھیروں سے کسی مسقف نہر کے آثار ان کی وسعت کا پتہ دے رہے ہیں دار العلوم کی عمارت نسبتاً چھوٹی ہے۔ مگر نہایت مضبوط وہ سب بلند پہاڑی پر تھا جسکو زلزلوں نے پچھاڑ دیا ہے۔ اگرچہ ان تمام کھنڈروں اور اسکے ملحقہ علاقہ پر لہلہاتی کھیتیاں کھڑی ہیں اور دہقان انہیں دیکھکر خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے اور گاہ گاہ ان کے قہقہوں کی آواز سنائی دے رہی تھی اور حالانکہ کوہ سوئی کے پائین سنگلاخی ویرانہ کی نسبت یہاں بدرجہا زیادہ رونق اور زندگی پائی جاتی تھی پھر بھی تمام منظر پر کچھ ایسا سناٹا اور ہولناکی چھا رہی تھی اور ذرہ ذرہ آتش فشانی مواد کا پتہ دے رہا تھا کہ اسکے شگافتہ و دریدہ آثار سے رخصت ہوتے وقت ہمیں کسی طرح کا تاسف یا رنج پیدا نہ ہوا۔ بلکہ جب اسکی دشمن صحت غاروں اور تہ خانوں سے دور نکل گئے تو شکر کا کلمہ پڑھا۔ اسی کسی وقت ٹیری ٹاریا کم لسیٹا بھی پکارتے ہیں۔ جسکے معنی لاطینی میں سرحدی گوشہ کے ہیں ہمیں معلوم تھا کہ اس کا یہ نام اسلئے رکھا گیا تھا کہ وہاں تین صوبوں کی سرحد ملتی ہے اور آتش فشانی مواد اکثر وہاں سے بھی پھوٹا کرتا تھا۔ واپسی کے وقت ہوا بھی ہمیں گندھک سے بسی ہوئی معلوم دیتی تھی جس سے ہمارے دلوں پر ایسا خوف بیٹھ گیا کہ پہاڑی کے دامن میں جہاں کہیں کوئی سوراخ دیکھتے تو اسپر کان دھر دیتے کہ کہیں زلزلہ کی گرج یا آتش فشانی شور کی سرسراہٹ تو سنائی نہیں دیتی۔ اسوقت ہمیں خواہ مخواہ یہ خیال آگیا کہ بائبل کی اس دھمکی کے وقت سے کہ میں تجھے اپنے منہ سے تھوک دوں گا۔[1] اس سرزمین نے کیسی کیسی خوفناک سختیاں برداشت کی ہیں۔

[1] زلزلوں نے ابتک علاقہ کا پیچھا نہیں چھوڑا ستمبر اکتوبر ۱۸۹۹ء میں کل ولایت آیدین میں سخت زلزلے آئے جس سے لاکھوں مکان منہدم اور ہزاروں انسان بے خانماں ہو گئے عوف سرکوئی اور اسکے نصف چھ سات قصبات میں ۳۵۲ جانیں ضائع اور ۲۶۴ انسان زخمی ہوئے ۴۴ دکانیں شکستہ اور ۵۰۵ منہدم سرکاری عمارات ۱۴ شکستہ ۳ منہدم مدرسہ و حمام ۱۰ شکستہ اور ۵ منہدم گرجے دو منہدم ایک شکستہ سکول ۱۸ شکستہ ۹۲ منہدم رہائشی مکان ۵۷۴۷ شکستہ ۸۷۷ منہدم اور تخمیناً ۴۳ ہزار انسان بے خانماں ہو گئے

اس موقع پر یہ مان لینا قرین انصاف ہے کہ اس وادی کی دونوں طرف کی زرخیزی میں زمین و آسمان کا فرق ہے ہیرا پولس کی خواہ کیا کیفیت ہو اسوقت وہ علاقہ بالکل ڈراونا ہے۔ برعکس اسکے لاڈوشیا کے قریب چار کی زمین گو عظیم الشان شہر ناپید ہو گیا ہے بدستور سابق نہایت زرخیز ہے اسکا موقع دریا لائیکس کے قریب واقع ہے اسکو انتیوکس تھیوس کی ملکہ لاڈوسی نے پرانے شہر ڈاوس پولس کی موقعہ پر آباد کیا تھا چنانچہ اپنی بانیہ کے نام پر اس کا نام لاڈوشیا رکھا گیا۔ ایک عرصہ تک میں علوم و فنون دونوں نہایت ترقی پر تھے۔ اور کئی برسوں تک اس کا طبی مدرسہ مرجع خلائق رہا۔ ان اوصاف کے علاوہ مدت تک وہ تجارت کا ویسا ہی عظیم الشان مرکز رہا جیسا کہ اسوقت لندن ہے۔ مزید برآں انگلستان کے دارالخلافہ کی طرح سات کلیساؤں میں سے یہاں بھی ایک ہی دیوان تھا اور انجیل کی صحت و ترتیب کو اسی نے ہی مکمل کیا تھا قیصر آگسٹس سیزر کے عہد میں یہ شہر عین عروج پر تھا قیصران نیرو۔ زینو۔ اور پولیمو اور دیگر قیاصرہ بھی یکے بعد دیگرے اس کی شان و شوکت کو بڑھاتے چڑھاتے رہے۔ لیکن اس خوفناک حکم اور ہیبت ناک پیشین گوئی کے سامنے کسی بادشاہ کی کوششوں کی پیش نہ گئی اور وہ صفحہ ہستی پر آخر بالکل ناپید ہو گیا۔ وہاں کے باشندے اپنے کلیسا کی طرح نہ گرم تھے نہ سرد بلکہ محض نکما دباشوں اور عیش پسندوں کا ایک مجموعہ تھے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ یہ شہر متواتر زلزلوں سے برباد ہوا۔ اور کہ ۱۰۹۷ء میں ترکوں کا اسپر قبضہ ہوا عیسائیوں (صلیبی مجاہدین) نے اسے ۱۱۲۰ء میں پھر ترکوں سے فتح کر کے ازسر نو تعمیر اور فصیل و برج سے مستحکم کیا لیکن ۱۱۶۱ء میں پھر مسلمان اسپر قابض ہو گئے۔ اسکے بعد ایک دفعہ عیسائیوں کی اسپر حکومت ہوئی (جرمنی کے قیصر) فریڈرک باربروسا (سرخ ریش) نے ۱۱۹۰ء میں اسے فتح کیا۔ اہالی لاڈوشیا نے اسکی بڑی آؤ بھگت کی اور صلیبی مجاہدین اور باشندوں نے ملکر شہر کی خوشحالی کیلئے لمبی چوڑی دعائیں کیں۔ مگر عیسائیوں کی دعا کا اثر دیرپا ثابت ہوا چھ ہی برس بعد ترک پھر اسکے قابض ہو گئے ۱۲۲۵ء میں سلجوقی سلطان نے اسے تحفتہً یونانیوں کے حوالے کیا لیکن یہ بزدل قوم نہ تو اس کی حفاظت کر سکی اور نہ قبضہ ہی رکھ سکی اور وہ آخری مرتبہ ہلال کے سایہ میں چلا گیا اور اب تک اسکے سایہ میں ہے۔

پہاڑی سے اترتے ہوئے ہم مرمر کی ایک سل کے پاس پہنچ کر جسے ہمنے ہیرا پولس سے آگے جاتے وقت دیکھ لیا تھا ٹھہر گئے وہ آدھی زمین میں گڑی ہوئی تھی اسپر کچھ کتبہ کندہ تھا مٹی اور پتھروں کے ہٹانے پر معلوم ہوا کہ کچھ حروف ابھی قائم ہیں ان کو گرد سے صاف کیا تو وہ قدیم یونانی زبان کے الفاظ نکلے ۔ یہ اسوقت کی زبان تھی جبکہ شہر عروج پر تھا ان سالم الفاظ میں لفظ لاہوتی کی بھی صاف و مکمل موجود تھا قدیم یونانی میں لاڈوشیا کو لاہوتی کی لکھتے اور پکارتے تھے۔

جس سڑک پر ہم سرائے کوئی کو واپس گئے وہ خاصی عمدہ تھی۔ البتہ گرد بہت تھا اور علاقہ بھی چنداں دلچسپ نہ تھا گرمی زیادہ اور شام کو بھی کم نہ ہوئی۔ اسلئے ہم گھوڑوں کو زیادہ تیز نہ کر سکے اور لاڈوشیا سے چار گھنٹہ کی سواری کے بعد شام کو ۶ بجے بلو کاروانسرائے میں داخل ہوئے۔

فصل یازدہم ازسمرنا تا قسطنطنیہ

جہاز سفر کا آغاز۔ ماہران علم ہیئت جزیرہ مٹی لین۔ افق پر طلوع فجر کی روشنی کا جاذبیہ۔ جزیرہ ٹینی ڈوس خلیج بسیکا

ڈارڈنلز کا دہانہ اسکے ساحلی قلعے چناق قلعہ۔ کلید بحر ظلمات گلی۔ آبنائے آیڈوس۔ زراعت کی کثرت۔ گلی پولی بحیرہ مارمورا ساحل تیکرلیس۔ روڈوسٹو۔ جزائر پرنس قپو۔ قسطنطنیہ کا قرب عمارت مسجد صوفیہ۔ غلطہ توپخانہ۔ بیرا۔ باسفرس اور اسکے محاسن۔ گولڈن ہارن یا شاخ زریں

سمرنا سے بحیرہ اسود کو جانیکے بیشمار موقعے ہر انسان کیلئے موجود ہیں۔ یہ سفر ایسا دلچسپ اور خوشگوار ہے کہ جس سیاح کو فرصت ہو اُسکو کبھی اس سفر کے کسی موقعہ کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے۔ مثلاً فرض کرو کہ سیاح مئی کے مہینہ میں سمرنا میں ہے ان دونوں مئی کے علاوہ مچھر بھی وہاں خوب ستاتے ہیں پس اگر کسی یورپین سیاح کو وہاں کسی ضروری کام کیلئے رہنا لابدی نہ ہو تو اس کیلئے ان اذیتوں سے بچنے کیواسطے بہترین تدبیر یہی ہوسکتی ہے کہ لونارڈ یا کسی اور معتبر کمپنی کے کسی جہاز پر قسطنطنیہ کی سیر کرآئے۔ اور کمپنی سے ساتھ ہی یہ بھی بندوبست کرلے کہ جب تک جہاز قسطنطنیہ میں ٹھہرے وہ اسی پر رہیگا اس انتظام سے اُسکو کئی فائدے پہنچیں گے جن میں ایک یہی کچھ کم نہیں کہ وہ گداگروں کی بھرمار سے محفوظ رہے گا۔ اسی اس بندوبست سے کوئی بے آرامی نہیں ہوگی صرف یہی زاید خرچ ہوگا کہ ہر صبح شہر کو جاتے اور پھر شام کو جہاز پر واپس آتے وقت اُسے کشتی والیکو ایک ایک قرش کرایہ کا دینا پڑیگا۔ میں یہ سفر اسی طرح کرچکا ہوں اور اپنے تجارب اور مشاہدات ایسے لوگوں کیلئے جنکو میری طرح یہ سیاحت وسیر وتماشا کرنیکا شوق ہو یہاں درج کردیتا ہوں جہاز میں رہنے سے ایک یہ بھی بڑا فائدہ ہے کہ اسباب کے اتارنے لیجانے کی تکلیف نہیں اٹھانی پڑتی۔

سمرنا سے عموماً جہاز شام کے ساڑھے سات بجے قسطنطنیہ کو روانہ ہوتا ہے اور آدھ گھنٹہ میں قلعہ سمرنا و کوہ پاگوس کی پہاڑیوں کا عام منظر میں مخلوط ہوکر نظر سے غائب ہو جاتے ہیں اور پرانا قلعہ جو خلیج سمرنا کی دہانہ کی حفاظت کرتا ہے پیچھے رہ جاتا ہے پیچھے مڑ کر دیکھنے سے شہر کی عجب کیفیت دکھائی دیتی ہے۔ جسکے لطف کو لیمپوں۔ چراغوں اور لال ٹینوں کی جھلک نے اور دوبالا کردیا ہوتا ہے۔ تھوڑی ہی دیر بعد سب مسافر رات کے کھانے کی میز پر جمع ہوجائیں گے اور چونکہ قاعدہ ہے کہ شکم سیر ہوجانے پر انسان کی طبیعت میں بشاشت اور احساس بسیت بڑھ جاتا ہے۔ عموماً مسافر باضابطہ معرفت کی پابندی کو بالائے طاق رکھکر آپس میں خوب گھل مل جاتے ہیں چنانچہ ایسے موقعے حضرت انسان کی طبیعت و مذاق کے مختلف پہلو اور رخ واضح کرنیکا خوب کام دیجاتے ہیں اور سمجھدار ان سے استفادہ ہی نہیں دلچسپی و تفریح بھی حاصل کرسکتا ہے۔ مثلاً فرض کرو کہ جماعت مسافران میں ایک علم ہیئت کی شوقین نوجوان خاتون بھی موجود ہے وہ ستاروں کے حالات و اجتماعات کی ایک ضخیم کتاب بغل میں داب کر کمرہ سے جہاز کی چھت پر جا پہنچے گی اور اُسوقت اس جہاز کے کپتان یا کسی اور افسر سے ستاروں کے متعلق مزیدار گفتگو شروع ہوجائے گی جن کا انداز ... مندرجہ ذیل مکالمے کے قریب قریب ہوگا۔

افسر جہاز بڑے ادب سے مس خاتون کونسا ستارہ گم گیا ہے جسے آپ ایسے غور سے تلاش کررہی ہیں"

لیڈی "وہ بک مگر ...(برا اژدہا)، میرے خیال میں وہ آجرات نہیں چڑھا۔

افسر "میری آنکھوں سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ شرارت و خوش مذاقی پر تلا ہوا ہے مدینہ ستارہ دیکھو وہ ہے"

لیڈی ایسے انداز سے جس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اُسے افسر کے بیان پر اعتبار نہیں آتا ہے نادان
بیباک افسر نہایت متانت سے وہ افق اور خط استوا کے درمیان (یعنی نصف آسمان کا پتہ دیدیا ہے)
خاتون کھل کھلا کر ہنس پڑتی ہے اور دب اکبر کی بحث ختم کر کے کتاب کا دوسرا ورق الٹتی ہے۔ کپتان دوسری طرف
جاتا ہے اور سٹیمر رات کی ٹھہتی ہوئی تاریکی میں اندھا دھند سمندر میں بڑھا چلا جاتا ہے۔ بحری سفر میں رات کو دیر تک
رہنا فضول تکلیف اٹھاتا ہے۔ اسی طرح رات کو پڑھنا رائگاں قوت بصارت کو خرچ کرنا ہے کیونکہ اکثر ایوانوں کی
روشنی مدہم ہوتی ہے اور قصہ کہانی یا علمی کسی قسم کی کتاب کا اس میں مطالعہ خوشگوار نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر بہتر روشنی ہو تو
مطالعہ میں آنکھوں پر اب زور نہیں پڑتا لیکن پھر بھی میری رائے میں ساڑھے دس بجے کے بعد کبھی نہیں جاگنا چاہیے
اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ تم طلوع فجر کے وقت تر و تازہ اور چاق چوبند اٹھوگے اور اسوقت چھت پر ٹہلنا جو مزہ دیتا ہے آپ
اُس کا خط اٹھانے والے ہی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ میں نے ایسا ہی کیا اور جب صبح اٹھا تو مٹی لین کے خوشنما جزیروں کو پیچھے
سامنے جلوہ افروز پایا طلوع آفتاب کی ہلکی ہلکی دھوپ میں اس دلفریب جزیرہ کے منظر کی لطافت و رعنائی ایسی پرونق
بن گئی کہ استاد مصور تو در کنار نو آموز بھی اُسے دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ بحیرہ روم کی نیلگوں سطح پر افق کے گوناگوں
سرخ و سپید اور سنہری روپہلی رنگوں کا حاشیہ اور ان کے درمیان خوشنما جزیرہ کا کبودی منظر جو شاندار کیفیت دکھا رہا
تھا اُسکے شائبہ تک کی توضیح کی قلم قدرت نہیں رکھتا اسوقت کی نیم روشن و نیم غبار آلود روشنی میں جزیرہ ایسا
دکھائی دیتا ہے کہ ایک وسیع خشکی کی لہر سطح سمندر پر پھیلی ہوئی ہے جو ہموار مگر غیر آباد اور نباتات و اشجار سے سرسبز
صحرا کا مشابہ ہے لیکن یہ فقط نظر کا دھوکہ ہے کیونکہ یہ جزیرہ سیر حاصل ہی نہیں بالکل خوبصورت و بارور بھی ہے اور
یہ نقص رکھتا ہے کہ جو قوم (یونانی) اس پر آباد ہے وہ کوئی ایسی راستباز اور ایماندار نہیں مسافر جزیرہ کے متعلق
کچھ حالات معلوم کرنے کے لیے "مرے" کی گائڈ بک (راہنمائے سیاحان) کے ورق ہی ابھی الٹ رہا ہوگا یا کسی جہازی
سے جزیرہ کی کسی چوٹی کا ہی نام دریافت کر رہا ہوگا کہ جہاز زطری کے مینار روشنی کے پاس ہی جو جزیرہ کے مغربی
پہلو پر ایستادہ ہے گزر گیا ہوگا۔ اور تھوڑی سی دیر بعد ہی راس بابا نمودار ہو جائیگی اگر موسم صاف اور سمندر پُرسکون ہو تو
جہاز ٹی ڈوس کے چٹانی جزیرہ کی اس جانب کے قریب سے جو ساحل کی طرف ہے خلیج لیکا پر سے گزریگا۔ یہ وہی خلیج ہے جہاں
برس ہا برس کا ایک اہم موقعہ پر انگریزی بیڑا لنگر انداز رہا تھا۔ مصنف کی مراد ۱۸۷۷ء والے جنگ روم و روس کے زمانہ سے ہے
انگریزی بیڑہ قسطنطنیہ اور انگریزی اغراض کی حفاظت کیلئے یہاں کچھ عرصہ مقیم رہکر ۱۸۷۸ء کے شروع میں بحیرہ مارمورا میں داخل
ہوا تھا۔ مگر افسوس اس کے بعد انگریزی بیڑہ دو دفعہ اسی جگہ بہ نیت معاندانہ جمع ہوا اور چونکہ نیت ایسی تھی وہ اندر
داخل نہ ہو سکا ایک اسوقت جب انگلستان روس وغیرہ کے ساتھ ملکر ۱۸۸۱ء میں ترکی پر بندرا سٹی واری ناتھی
کو اور تھسلی یونان کے حوالہ کر دینے پر زور ڈال رہا تھا اور اپنے مدعا میں کامیاب ہوا۔ دوم مغرور مظالم آرمینیا کو
لیکن اس دفعہ اسکی کوئی دھمکی کارگر نہ ہوئی مترجم ممکن ہے کہ مٹی لین کے جزیرہ کے مناظر کی تصویر اتارنیکے لئے مصور یا سیاح کیمرہ
نکالا ہوا ہو وہ اُسے پہلے سے ہی نکال کر تیار رہے جہاز عنقریب ایسے موقعہ پر پہنچنے والا ہے جہاں سے
Marfat.com

...شا مدار سیمان جن کے ہرے حاشیہ پر دولونیا صنوبر کے گھنے جنگل کھڑے ہیں حد نظر تک پھیلے ہوئے دکھائی دینگے اور دوسری طرف ڈارڈنلز کا حیرت افزا دہانہ عین سامنے مسافر حاضری سے ابھی فارغ ہی ہوتے ہیں کہ جہاز اس شاندار دہانہ میں داخل ہوجاتا ہے اور اس کے بعد جلد اس سے بعد بحیرہ روم کے پانی کو بلو یا چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ دہانہ تین میل عریض ہے یورپین ساحل پر قلعہ سید البحر اور ایشیائی گوشہ پر قوم قلعہ سنتری کا کام دیتے ہیں۔

ڈارڈنلز سے بحر گزر کر بحیرہ مارمورا میں داخل ہونیکے لئے جو خطرات و مشکلات کسی مخالف بیڑہ کو پیش آسکتی ہیں اُسکے متعلق بہت سی انگلش بحریہ تحریریں شائع ہوچکی ہیں۔ ان کا اکثر حصہ بعض قیاسی ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں یہ کہنا کون سلطنت اپنے حفاظتی انتظام کی ماہیت کبھی ظاہر ہونے دے سکتی ہے تاہم مندرجہ ذیل اعداد سے جو اس آبنائے کے قلعوں اور سوراخوں کی توپوں کے متعلق انگلش نیوی کی سرکاری ہدایات کی کتاب سے اخذ کئے گئے ہیں۔ ناظرین کو واضح ہوجائیگا کہ اس آبنائے میں سے بحر گزرنیکیلئے مخالف بیڑہ کو بہرحال کچھ نہ کچھ نقصان اٹھانا پڑے گا۔ یہ کتاب ۱۸۹۲ء کی ترمیم شدہ ہے دہانہ سے لیکر بحیرہ مارمورا تک آبنائے ۴۵ میل طویل ہے۔

یورپین جانب کے قلعے اور توپیں		ایشیائی جانب کے قلعے اور توپیں	
نام قلعہ	تعداد التواپ	نام قلعہ	تعداد التواپ
قلعہ سید البحر	۲۵	قوم قلعہ سی	۲۵
...ہیم قلعہ سی	۱۵	کافیر قلعہ	۱۸
...یذ بحر دو قلعے	۴۵	چناق قلعہ سی تین قلعے	۱۸۴
عابد ماہر دنی / نام قلعہ سی تین قلعے	۴۴	مجیدیہ دریا قلعہ / دو قلعے	۲۹
کلید قلعہ (دو قلعے)	۴۲	نگارا برونی دو قلعے	۶۴
میزان	۲۷۶	میزان	۳۱۸

...سے پانچ برس پہلے آبنائے کی حفاظت کیلئے ۷۰۰ توپیں موجود نہیں لیکن ... عام روایت یہ ہے کہ ... عظیم الجم اور جدید ترین ساخت کی ہیں اکثر نہایت پرانی قسم کی ہیں جو پتھر یا مرمر کے گولے چلانے کیلئے بنائی گئی تھیں ... زمانہ حال کے آہن پوشوں کو کسی طرح کا صدمہ نہیں پہنچا سکتے۔ ان سے آہن پوشوں کو ... ایک مٹر کے دانے سے ڈھول کو۔ البتہ شور و غل ... رہا ... اور تارپیڈوں کو نظر انداز کرکے جو غور کیا جائے تو یہ ... کا ... جدید ساخت کے خوب مسلح آہن پوش بکثرت ہوں ... چند دنوں میں آبنائے کی دونوں طرفوں کے قلعے برباد کرکے حملہ کرنیکی ... ایک ... اندر ... داخل ہو ... تارپیڈوں کو میں اس لئے نظر انداز کرتا ہوں کہ آبنائے ... ان ... ہو ... کی روایت ... ان ...

نہیں رمسٹر کوکران کے ان دونو نتائج کی تردید صرف اسی واقعہ سے ہو رہی ہے کہ ۱۹۰۹ء میں انگلستان چھوڑ دول یورپ کے تمام متفقہ بیڑوں کو ڈارڈنلز میں داخل ہونے کی جرأت نہیں ہوئی تھی اور اس مہم کو بالکل ناممکن سمجھا گیا تھا چنانچہ لارڈ سالسبری کو اسی زمانہ میں اپنی ایک تقریر میں صاف طور پر تسلیم کرنا پڑا تھا کہ ہمارا بیڑہ ترکی کے صرف چند ساحلی پرسٹ فالزن کو معدوم کرنیکے سوا ترکی کو دھمکانے کیلئے کوئی اور کام نہیں دے سکتا۔ اس زمانہ میں انگریزی گورنمنٹ ترکی سے ایسی ناراض ہو رہی تھی کہ وہ چھوڑا اگر دس آہن پوش لوگوں کے نقصان پر بھی ڈارڈنلز سے گزر سکتی تو کبھی دریغ نہ کرتی۔ مزید برآں بفرض محال ڈارڈنلز کے گزر جانے پر قسطنطنیہ کا مفتوح ہو جانا سمجھ میں نہیں آسکتا۔ مسٹر کوکران کو شاید یہ خیال نہیں رہا کہ خاص قسطنطنیہ کی حفاظت کے واسطے بھی اب ڈارڈنلز کی قلعہ بندیوں سے بڑھکر انتظام کر لیا گیا ہوا ہے۔ میں اس موقعہ پر یہ وضاحت کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ۱۸۸۲ء سے بعد ان قلعوں پر ہزاروں نئی کروپ توپیں ہی نصب نہیں کر دی گئیں بلکہ قلعوں کی تجدید و درستی بھی جدید ترین فوجی اصول پر کر دی گئی ہے۔ ایک اعلیٰ فوجی کمیشن کو خاص اس آبنائے کے استحکامات کا کام سپرد ہے۔ اور کتاب پیڈول کی روایت غیر معتبر ہونے کی بجائے بالکل درست ہے اور اسقدر تارپیڈو بچھے ہوئے ہیں کہ پچاس جہازوں کے بیڑہ میں سے ایک کا بھی سلامت گزر سکنا محال ہے۔ ایسے بینظیر استحکام کے باوجود ایک دن بھی مزید استحکام سے پہلو تہی نہیں کیجاتی اور ہر جدید ایجاد و سامان سے فی الفور استفادہ کرنا نہایت ضروری سمجھا جاتا ہے (مترجم)

آبنائے کا نصف حصہ طے کرنے پر جہازوں کو اپنے کاغذات راہداری دکھانے اور بشرط ضرورت تمام مسافروں کا طبی معائنہ کرانے کیلئے چناق قلعہ کے سامنے ٹھہرنا پڑتا ہے یہاں آبنائے کا پاٹ تنگ ترین یعنی صرف ایک چوتھائی میل ہے اور اسکی حفاظت کیلئے تین قلعے موجود ہیں جن پر ۸۲ توپیں نصب ہیں یہ قلاع ڈارڈنلز یا چناق قلعسی (ظروف گلی کے قلعے) کہلاتے ہیں کیونکہ ان کے نواح میں نہایت نازک اور قابل دید مٹی کے برتن بنتے ہیں تینوں قلعے ایشیائی جانب ہیں اور ان کے بالمقابل کلید بحر کا دوسرا قلعہ جس پر ۲۰ توپیں نصب ہیں یورپین جانب ہے۔ ان قلعوں پر ابھی تک پرانے زمانہ کی کئی بڑی بڑی سنگی توپیں اور سنگین گولے موجود ہیں مگر بالعموم کروپ توپیں نصب ہیں (در حقیقت یہ پرانی توپیں فوجی کام یا حفاظت کیلئے نہیں بلکہ محض نمائش اور زمانہ گذشتہ کی عجائبات کے طور پر رکھی ہوئی ہیں۔ مترجم) ظروف گلی بیچنے والوں کا ایک گماشتہ ہر وقت جہازوں کے انتظار میں موجود رہتا ہے اور ہر جہاز پر آکر نو وارد یورپینوں کو پھانسنے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنے برتن ایک کشتی پر لاد کر ساتھ لاتا ہے جن کا رنگ و روغن تو بیشک قابل تعریف ہوتا ہے لیکن رنگوں کی تقسیم عمدہ نہیں ہوتی بعض کی شکلیں بھی دلآویز ہوتی ہیں۔ بلکہ چند ایک تو زمانہ قدیم کی صنعت پر بھی فوق لیجاتی ہوتی ہیں۔ پانی کی صراحیاں بالخصوص عام بکتی ہیں۔

حکام سے مخلصی پاکر جہاز چشم زدن میں آبنائے کے نسبتاً زیادہ عریض حصے میں پہنچ جاتا ہے جہاں کی دو طرفہ کوہستانی بسنری بلا مبالغہ نہایت دلآویز ہے۔ لنگار کے مقابل آبنا پھر تنگ ہو گئی ہے وہاں اس کا پاٹ ایک چوتھائی میل ہے۔ یہاں یورپین جانب سے ایک چٹانی راس آگے کو نکلی ہوئی ہے۔ روایت ہے کہ کیخسرو شہنشاہ ایران اسی موقعہ کشتیوں کا پل بنا کر یونان پر حملہ کرنیکے لئے یورپ میں داخل ہوا تھا اسی موقعہ پر اسکندر کی فوج زیر کمان پارمینیو یورپ سے ایشیا کو گزری تھی۔ اور اسی مقام پر ۱۳۵۶ء میں شاہزادہ سلیمان کے زیر کمان ترک ڈارڈنلز کو عبور کر کے پہلی

مرتبہ یورپ میں داخل ہوئے تھے۔ اور اسی جگہ لینڈر، لارڈ بائرن اور کئی اور انگریز زمانہ حال میں ایک علم سے دوسرے کو تیر کر گئے۔ اس حصہ کو سلف
کے لوگ آبنائے ابیڈوس پکارتے تھے۔ آبنائے کا باقی حصہ تین سے لیکر پانچ میل تک عریض ہے۔ بنابریں ساحل کے منظر اس حصہ میں
ویسی ضخامت سی دکھائی نہیں دیتے جیسے کہ تنگ تر حصوں کے۔ تاہم اس خوبصورت اور دلچسپ حصے میں بھی ڈارڈنلز کے باقی حصوں کی
طرح زراعت خوب نہ تو رہتا اور اس سے ان کے سامنے منظر کی قدرتی خوبصورتی بھی سیاح کی نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے کنارہ
کی پہاڑیاں چونہ دار چٹانوں کی ہیں لیکن دنیا کے دیگر حصص کی ایسی پہاڑیوں کی طرح ناہموار اونچی نیچی نہیں بلکہ سب
کی سطح یکساں ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موکلان نیچر نے ان سب کو یکبارگی بلند کرکے ان پر رولر پھیر دیا۔

یورپین جانب جہاں ڈارڈنلز ختم ہوتی ہے اس سے پرے کے بحیرہ مارمورا کے سرے پر گلی پولی کا پرانا شہر آباد ہے۔ اسپر
[illegible] ۱۳۵۷ء سے ترک قابض ہیں۔ اسوقت اس کی آبادی بیس ہزار ہے۔ تجارت کا مرکز ہونے کے علاوہ یہ شہر اس لئے بھی
ہمیشہ مشہور اور اہم رہے گا کہ ڈارڈنلز کے بعد قسطنطنیہ۔ باسفرس اور بحیرہ اسود کی کلید یہی ہے۔ اسکی ایسی اہمیت کی وجہ انگلستان
اور فرانس کی متفقہ افواج نے روسی اغتصاب کو رد کرنے کیلئے محاربہ کریمیا کے وقت پہلے اسی جگہ قیام کیا تھا اور اسی وقت پہلی
مرتبہ اس خاکنائے کے سرے پر جو گلی پولی کے جزیرہ کو ٹہریس سے ملاتی ہے بمقام بولیر فوجی مورچے اور دمدمے بنائے گئے تھے
بحیرہ مارمورا اپنی دو عمیق و طویل خلیجوں کے علاوہ مشرق سے مغرب تک ایک سو ستر میل طویل ہے اور عریض ترین موقعہ پر چالیس
میل چوڑا ہے۔ وہ گویا ایک وسیع تختہ آب ہے۔ لیکن خوبصورت نہیں جہاز یورپین ساحل کے قریب قریب گزرتے ہیں جو خوب سیر
حاصل اور سرسبز ہے۔ لیکن جہاز صرف بندر روڈسٹو میں کچھ دیر ٹھیرتا ہے۔ یہ غلیظ و بدعمارت اور تیس ایک ہزار باشندوں
کی آبادی رکھنے والا شہر گلی پولی اور قسطنطنیہ کے تقریباً وسط میں آباد ہے۔ (محاربہ روم و یونان ۱۸۹۷ء کیوقت سے اس بندر کو اس لحاظ
سے عام شہرت تمام دنیا میں حاصل ہو گئی ہے کہ انتیا سے جو افواج بھیجی گئی تھیں وہ عموماً اسی بندر کے راستہ مرادلی سٹیشن کو جا کر سالونیکا
اور پھر سرحد یونان کو گئی تھیں مترجم) اس بندر کے بالمقابل چند میل کے فاصلوں پر بحیرہ یکبارگی نہایت عمیق یعنی ۴۰۰۰
فیٹ گہرا ہو گیا ہے جو مارمورا کا عمیق ترین حصہ ہے۔ اس خشکی سے محیط بحیرہ اور اسکے سواحل کو اگرچہ دلفریب نہیں کہا جا سکتا
لیکن اسکے جزائر کی یہ کیفیت نہیں۔ ان کا منظر خوبصورت ہی نہیں دلکش بھی ہے۔ خاصکر پرنکیپو جزائر کے مجموعہ کا جو تعداد
میں نو ہیں اور ساحل کے متوازی قسطنطنیہ سے جنوب مشرق میں چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہیں (یہ جزائر بھی قسطنطنیہ کی حدود اور
اسکی میونسپلٹی کے دائرہ اختیار میں داخل ہیں۔ چند برسوں سے یہاں ہر سال بحری دوڑیں ہوتی ہیں جنمیں تمام سفراء دول اور
سلطانی نائب بھی شامل ہوتا ہے مترجم) لیکن ان تک پہنچنے سے پہلے ہی سورج غروب ہو جاتا ہے اور اگر سیاح کا [illegible]
کے شاندار نظارہ کی کیفیت صبح کے سہانے وقت میں دیکھنے کا ہو تو اسے سویرے سو جانا لازم ہے تاکہ دن کی بانگ
سے پہلے بیدار ہو سکے۔

بلاشبہ دنیا میں کوئی مقام ایسا نہیں جو آنیوالے سیاح کو ایسا شاندار۔ دلفریب۔ فی الواقع خوبصورت اور عجیب و غریب اور ساتھ
ہی وسیع منظر دکھا سکے جیسا کہ وہ مقام جس کا مرکز سلطان المعظم کا دارالخلافہ ہے۔ دائیں ہاتھ میں متذکرہ صدر جزائر شہزادگان
(پرنکیپو جزائر) مسومہ پروٹی۔ آنتی گون۔ ہلکی۔ پرنکیپو وغیرہ پھیلے ہوئے ہیں اور بائیں ہاتھ پرانا محلسرا۔ مساجد مینار اور

Marfat.com

مضافات استنبول کے بلند مکان سمندر کی چمکدار نہروں کی سطح سے یکے بعد دیگرے اسطرح
پیدا ہوتے جاتے ہیں کہ گویا مینا اور کلس اس سرعت سے آنکھوں کے سامنے جمع ہوتے جاتے ہیں کہ گویا مبالغہ جادو کا کھیل معلوم ہوتا ہے
ہوئی اور مزے لیتی ہوئی آگے بڑھی چلی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ ایک ایسا منظر کھنچ جاتا ہے جس کا جادو نظر کو بالکل مسحور کر کے اپنا
بنا لیتا ہے۔ اسکے بعد غلطہ اور توپخانہ کے تمام شہری محلے اور ان کا دیدبانی برج جسے اہالی جنیوا نے بنایا تھا۔ ایشیائی علاقہ کے بلند
اور ان سب کے سروں پر ہیرا کا یورپین قصبہ جلوہ فگن ہوتا ہے۔

اس منظر کے وسط میں دائیں ہاتھ ہمیشہ باسفورس دور تک لہراتی چلی گئی ہے جسکی سطح ہر وقت کشتیوں، قلعوں اور چھوٹے چھوٹے
شہروں سے معمور رہتی ہے۔ ایشیائی ساحل پر نظر دوڑاؤ۔ تو سکوتری وقاضی کوئی کے عالیشان محل اور بے نظیر باغات اور کالیسا ہی کے تمام
استقبال کو دوڑتے آتے ہیں۔ غرض یہ جگہ ان سے خالی نہیں دکھائی دیتی۔ ہم اس نظارے میں منہمک تھے کہ جہاز سمرنا سے قسطنطنیہ تک
بیس میل کا سفر طے کر کے محاسرے کے گوشہ میں سے بھی گزر گیا۔ اور شاخ زریں کے دہانہ میں کشتیوں کے پل کے قریب استنبول کے کنارہ سو دو سو گز
کے فاصلہ پر دو آہنی پیپوں سے لنگر ڈالے کھڑا ہے۔ اب اس باب کی فصل کے خاتمہ پر سلطنت عثمانیہ کے دارالخلافہ کی تصویر جسکی عمارتیں کئی مربع میل پہاڑیوں
اور گہرائیوں تک پھیلی ہوئی ہیں اور جسمیں لاکھوں مختلف المذہب والقوم انسان ایک دوسرے کے دوش بدوش آباد ہیں لفظوں میں کھینچنے
کی کوشش کرنا دیوانگی ہے۔ اسکے لئے کئی ضخیم جلدیں بھی کفایت نہیں کر سکتیں۔ تاہم دوسری فصل میں شد بود کچھ ذکر کئے دیتا ہوں
دوسری فصل کو شروع کرنے سے پہلے ایک مشہور ایرانی شاعر حکیم انوری جو بڑے رتبے کا شاعر اور نجومی گزرا ہے ۵۴۷ ہجری میں
بمقام بلخ فوت ہوا سلطان سنجر کی مدح میں اسکے قصائد قابل تعریف تھے۔ اسکے فارسی قصیدہ کو جو اس نے بغداد کی تعریف میں لکھا
تھا یہاں درج کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔ باوجود ادنیٰ تغیر و تصرف وہ آستانہ علیہ پر بھی جو خلافت کا پایہ تخت اور دارالاسلام ہونے کے لحاظ
سے ہی نہیں بلکہ علوم و فنون کی ترقی اور اسلامی شان و شوکت کا مظہر و مخزن ہونے کے لحاظ سے بھی اسوقت کا بغداد ہے اور محل
وقوع و قدرتی فضا کے لحاظ سے بھی اس کا ہمپلہ بلکہ فائق ہے بالکل صادق آتا ہے

خوشا نواحی استانہ[1] جائے فضل و ہنر	کہ کس نشان ندہد در جہاں چناں کشور
سواد او بمثل چوں سپہر مینا رنگ	ہوا او بصفت چوں نسیم جان پرور
کنار سبز شہر[2] در کان سیمتن خلخ	میان غلطہ زخوبان ماہ رخ کشمر
ہزار زورق خورشید شکل بر سر آب	بداں صفت کہ پراگندہ بر سپہر اختر
بہ شبہ باغ شود۔ آسمان بوقت غروب	بشکل چرخ شود بوستان بوقت سحر
بوقت شام ہمی ایں بآں سپارد و گل	نگاہ بام آں بایں دہد اختر
شگفتہ نرگس بویا۔ بطرف لالہ ستاں	چنانکہ در قدح گوہرے اصفر

[1] آستانہ یا بالف مکسورہ استانہ جو فارسی سے معرب کر لیا گیا ہے بمناسبت بالعالی قسطنطنیہ کو کہتے ہیں۔ اسے استنبول۔ دارالسعادت و دارالسعادت بھی پکارا جاتا ہے اصل قصیدہ میں اسکی جگہ بغداد کا نام ہے [2] باسفورس کا مخفف جو قسطنطنیہ کا دہانہ ہے اصل قصیدہ میں دجلہ کا لفظ ہے
کا نہایت فضادار محلہ ہے۔ اسکے ایک طرف شاخ زریں اور ایک طرف باسفورس ہے اصل قصیدہ میں اسکی جگہ رصبہ ہے۔ مولف

بخاصیت ہمہ سنگش عقیق لولوء بار — بمنفعت ہمہ خاکش عبیر غالیہ بیز
صبا سرشتہ بخاکش طراوت خوبی — ہوا نہفتہ در آبش حلاوت کوثر . . . .
نوا ز طوطی و بلبل خروشش عکہ بسیار — ہمیں کنند خجل لحنہائے خنیاگر . . . . .

فصل دوازدہم قسطنطنیہ

پہلا کونسا مقام دیکھا جائے کے مشورہ دہندہ راہنما اور اس کی فیس قابل دید مقامات جہاز۔ آغا زسیر، تماشا، مسجد ایا صوفیہ دیگر مساجد۔ آت میدان مصری لاٹھ ستون سی حوض تخت یرنج۔ قیصر دربوں کا عجائب خانہ۔ آثار قدیمہ کا عجائب خانہ۔ بازارات کلاں برج دید بانی۔ اسکی چوٹی سے شہر کا نظارہ توپ خانہ۔ قلعہ ہیرا۔ استنبول۔ خاتمہ سیر و معائنہ۔

اگر جہاز میں چند ایسے مسافر موجود ہوں جو محض بغرض سیاحت و سیر قسطنطنیہ جا رہے ہوں تو یہ تقریباً یقینی امر ہے کہ ان میں ایک امر پر گولڈن بارن میں جہاز کے لنگر انداز ہو جانے پر ان کو کیا کرنا اور سب سے اول کس جگہ کو دیکھنا چاہئے مشکل اتفاق رائے ہوگا۔ ایک مدرسہ کی راہنمائے مسافرین کا عاشق غیور ہے اور اس کتاب کی ہدایات پر چلنا اپنا ایمان سمجھتا ہے دوسرا بیڈیکر کی کتاب پر ویسا ہی ایمان رکھتا ہے۔ اور تیسرا بیڈیکر کی کتاب کا معتقد ہے۔ باقی دو لوپر ٹسے مطلقاً اعتبار نہیں۔ ایک تو شرت کا ہے ایک فوجی رشتہ دار کی لکھائی ہوئی یادداشت ان کی نظروں میں وحی کا حکم رکھتی ہے۔ حالانکہ ان رشتہ دار صاحب کی معلومات و مشاہدات کا مجموعہ محاربہ کریمیا کے وقت تک محدود ہے۔ بعد ازاں وہ کبھی خواب میں بھی قسطنطنیہ نہیں گئے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہاں قابل دید و قابل تذکرہ اس قدر چیزیں ہیں کہ دس پندرہ دنوں میں بھی ان سب کو کبھی نہیں دیکھ سکتا کوئی نہ کوئی مقام ضرور نظر انداز ہو جائے گا اور اس بات کا علم اسکو اسوقت ہوتا ہے جب کہ وقت ہاتھ سے نکل گیا ہوتا ہے اور وہ دس منظر خطے ہزاروں میل کے فاصلے پر بیٹھا ہوتا ہے۔ بنا بریں سب سے مناسب تدبیر یہ ہے کہ سیاح عقلاً اپنی اپنی حس و دنیا سے اپنی دلچسپی خود ہی پہلے ایک پروگرام تیار کر لے کہ فلاں فلاں مقامات کو دیکھوں گا۔ پھر قسطنطنیہ پہنچکر ایک اچھا باشعور ترجمان کو نوکر رکھ لے۔ ایجی۔ برسے کی تیسری سے شو کمیٹیوں کے معائنہ یا ہوٹل والوں سے ہو سکتی ہے۔ اچھا ترجمان پانچ شلنگ یا چار روپیہ یومیہ پر مل جاتا ہے۔ یہ شخص تمہیں ہر جگہ کی سیر کرا دیگا۔ اور خرید و فروخت میں بھی مدد دیگا۔ مزید براں سیاح کو چاہئے کہ ہر روز گشت شروع کرنے سے پیشتر اس دن کا پروگرام پہلے سوچ لے اور حتی الوسع اسکے مطابق چلے۔

اگر اسوقعہ پر ہیں قسطنطنیہ اور اسکے مضافات کے چند خاص دلچسپ اور سے مقامات دو تین کا نام [illegible] ہوگا۔ ان کو دیکھنے کی سب سیاح سب سیاحوں نے باتفاق کل سفارش کی ہے۔ (۱) خاص پایہ تخت جو استنبول کہلاتا ہے۔ قلعہ پر مشتمل ہے۔ اور شاخ زریں کی ہر دو طرف واقع ہے۔ (۲) ایوب۔ یہ یورپ کے حصہ سے آب شیریں سے چند میل پرے کے ایک خوبصورت گاؤں ہے۔ اسمیں سنگ مرمر کی ایک مسجد ہے جس میں عیسائیوں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں (۳) سکوداری قاضی کوئی جو باسفورس کے ایشیائی ساحل پر واقع ہیں (۴) باسفورس کا یورپین ساحل اور اسکے مرمری قصر و بنگلے (۵) مسجد ایا صوفیہ اور دیگر ایک سے زیادہ شاندار مساجد (۶) ہپوڈروم یعنی آت میدان اور اسکی لاٹھیں (۷) قلعہ کسی دنر کا

ومن کلاں جو پہاڑ کاٹ کر بنایا گیا ہے (۸) قلعہ ہفت بروج یا یدی قلعہ (۹) قیصر والنس کی تعمیر کردہ مسقف نہریں (۱۰) فوارے (۱۱) عجائب خانے (۱۲) سرکاری دفاتر (۱۳) مسقف بازار (۱۴) اسلحہ خانے و کارخانجات سرکاری (۱۵) پل

اگر مسافر ریل پر آتا ہو بلکہ جہاز پر تو یہ جہاز گولڈن ہارن کی استنبولی جانب کے قریب ایک سو فیٹ سے زیادہ عمیق پانی میں لنگر انداز ہوگا۔ جب جہاز لنگر سے باندھا جا چکا ہو تو اس پر کھڑے ہوئے مسافر کی نگاہ سب سے اول جس عمارت پر پہنچے گی وہ ایاصوفیہ کی عظیم الشان مسجد ہے قسطنطنیہ کا نظارہ خواہ دور سے کیا جائے یا نزدیک سے نظر سب سے اول اسی پر جا ٹھہرتی ہے۔ اسکی عمارت کی مضبوطی اور چاروں میناروں کی نزاکت و لطافت اور بے مثال خوبصورتی حسن پسند مذاق کے دل میں فی الفور گھر کر لیتی ہے۔ اگر مسجد پر ترجمان کا بندوبست ہو گیا ہو تو سیاح جہاز سے گھاٹ پر اتر کر بیس منٹ چلکر یونانیوں کے اس قدیم معبد اور موجودہ اسلامی مسجد میں پہنچ جاتا ہے۔ کسی زمانہ میں عیسائی مسلمانوں کی کسی مسجد میں سخت مشکلات کے بغیر داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ ایکے لئے خاص اجازت لینی پڑتی تھی۔ جو بدقت ملا کرتی تھی اور اس حد کے طے ہو جانے پر مساجد کے اندر متعصب جہال سے جسمانی گزند پہنچنے کا بہت اندیشہ رہا کرتا تھا۔ اب یہ بالکل نہیں رہی۔ غیر مسلم سیاح کو صرف دو کام کرنے پڑتے ہیں۔ ایک تو اسے دس قرش (۱۰ عہ) فیس دینی پڑتی ہے۔ دوسرے بوٹ اتار دینے پڑتے ہیں یا ان پر سلیپر پہن لینے پڑتے ہیں۔ ان سلیپروں کے کئی جوڑے مسجد کے دربان کے پاس موجود رہتے ہیں۔ ان دونو کاموں سے فارغ ہو کر پھر وہ مسجد کے اندر اپنے رفقا سمیت جدھر چاہے گھوم سکتا ہے مسجد میں داخل ہو کر سب سے اول جو خیال دل میں پیدا ہوتا ہے وہ اس معبد کی وسعت اور فراخی سے تعلق رکھتا ہے۔ دیوانی کلیسا کی صلیب کی شکل میں ہے ۲۴۵ فیٹ عریض اور دو سو فٹ طویل ہے۔ گنبد کا قطر ۱۰۵ فیٹ ہے اور مرمریں فرش سے ایک سو اسی فیٹ بلند ہے۔ عمارت کی طرز یا اسکے مختلف حصوں کی طرزوں کے اختلاط پر خیال کرتے وقت اسی مدنظر رکھ لینا ضروری ہے کہ پہلے یہ مکان یونانی بت پرستوں کے معبد کا کام دینے کیلئے بنایا گیا تھا ۳۲۵ء سنہ میں وہ دار الخلافہ کا معبد گرجا ہوا۔ قیصر جسٹینین نے ۵۳۲ء میں اسے از سر نو تعمیر کیا۔ اور مصر شام یونان کی تمام قدیم عمارات کے شاندار آثار و باقیات کو اسکی تکمیل و آرائش کیلئے دل کھول کر لوٹا ہے۔ بدیں خیال یہ عمارت دراصل مختلف ازمنہ کی صنعت و معماری کا بدیع مجموعہ ہے اور اسمیں کلام نہیں کہ معماروں نے ان مختلف عناصر کو ایسی استادی سے اس معبد میں جمع کیا ہے کہ وہ بلاشبہ ویسی ہی اعلیٰ تعریف و توصیف کا مستحق ہے جیسا کہ اسوقت ہوتا جب کہ عمارت کا ہر ایک حصہ اسی کی تجویز و اختراع اور استادی کا نمونہ ہوتا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اس نسبتاً زمانہ حال کی عمارت کیلئے زمانہ قدیم کے بیشمار شاندار معابد کو بے رونق کیا گیا لیکن ساتھ ہی اس امر کی قدر تسکین بھی ہو جاتی ہے کہ اگر یہ چیزیں ان معابد سے نہ لیجاتیں تو بلاشبہ وہ بھی ان معابد کے باقیماندہ حصوں کی طرح زلزلوں وغیرہ کے اثر سے اب تک معدوم و برباد ہو گئی ہوتیں جسکے برعکس ایاصوفیہ میں لگ جانے سے اب تک اس حشر سے تو محفوظ ہیں۔ بعلبک اور افی سس کی عالیشان عمارات قدیم اسوقت ملبہ کے ڈھیروں سے بڑھکر نہیں رہ گئیں۔ ایاصوفیہ کی وسعت اور عمارت کی گوناگونی و مختلف النوعی کے لحاظ سے یہ امر کوئی تعجب بخش نہیں کہ بیس ہزار مزدوروں اور معماروں نے ۵-۶ برس کے عرصہ میں دوبارہ تعمیر کیا تھا۔ گنبد کے گرداگرد جو گیلری بنی ہوئی ہے اسپر جانے کیلئے سیڑھیاں نہیں بلکہ وہ گراں قامت ستونوں کے گرد جو عمارت کے عقبی حصہ کو سہارا دیئے ہوئے ہیں گاؤدم کی شکل کی ڈھلوان سطحوں کا سلسلہ بنا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے

Marfat.com

بانی عمارت قیصر لنگڑا تہا اور زینوں پر نہیں چڑھ سکتا تہا۔ اسکی خاطر یہ خاص جدت طرازی کیگئی۔ گیلری سے مسجد کا اندرونی نظارہ کرنے وقت انسان بلامبالغہ ششدر رہجاتا ہے۔ بیشمار ستونوں کی طویل قطاروں اور دیوقامت محرابوں کو دیکھکر جنبش گنبد کہڑا ہے عقل دنگ ہوجاتی ہے ادہر دیواروں کے مختلف رنگوں کے سنگ مرمر نیلگون تینی کہپریلوں اور چہت کی نقش و نگار اور پچی کاری اور نقرئی فانوس آنکھوں میں چکاچوند پیدا کردیتے ہیں۔ لیکن تہوڑے سے تامل کے بعد اس حیرت کی کسی قدر کم اور نظر کے اس نظارہ سے مانوس ہوجانے پر جب غور سے نظر دوڑائی جاتی ہے تو ہر جگہ بوسیدگی کے آثار نمایاں دیکھکر طبیعت خواہ مخواہ بہر آتی ہے پتھروں کے جوڑوں سے چونہ گر رہا ہے۔ چہت کی شوخ نقش و نگار امتداد زمانہ اور رطوبت کی اثر سے کہیں کہیں سے مدہم اور خراب ہو گئے ہیں اور دیواروں کے بیل بوٹے کئی جگہ سے سنگدلوں نے کوڑیوں کے مول اجنبی سیاحوں کے پاس بیچنے کیلئے اکہاڑ لئے ہوئے ہیں۔ اسکی موجودہ حالت کس مپرسی کی شاندار بڑی وجہ یہ ہے کہ اب سلطان المعظم یہاں نماز جمعہ پڑہنے نہیں آتے۔ ترکی کی تمام مسجدیں اسی شاندار عمارت کی نمونہ پر تعمیر کیگئی ہیں

دیگر کلاں مساجد جوامع سلیمان، احمد، سلطان محمد ثانی، سلطان والدہ اور جامع ایوب ہیں۔ ہر ایک خاص علیحدہ علیحدہ خوبیاں رکہتی ہے لیکن پہر بہی ہاتہی کے پاؤں میں سب کا پاؤں ایا صوفیہ کا دیکھ لینا۔ ان سب کے دیکھنے کو کفایت کرجاتا ہے۔ بنا بریں جس سیاح کے پاس وقت تہوڑا ہو اُسے ان مسجدوں کو چہوڑ کر دیگر قابل دید مقامات کیطرف متوجہ ہوجانا مناسب ہے مسجد سے نکل کر سیاح اپنے تئیں ایک وسیع ہموار کشادہ میدان میں پائیگا۔ جب قیصر سیویرس نے اسے تیار کیا تہا تو وہ نوسو فیٹ لنبا اور ۴۵۰ فیٹ چوڑا تہا۔ وہ بارکوں کے صحن کی شکل کا ہے مشہور آفاق ہپوڈرام یعنی آت میدان یہی جگہ ہے۔ دو سنگی یادگاروں اور ایک مسی ستون کے ٹکڑے کے سوا اس کی کشادگی میں کوئی چیز حائل نہیں اول الذکر یادگاروں میں چمکدار سنگ رخام کی ایک مصری لاٹہ ہے۔ جو ۵۰ فیٹ بلند اور مصر کے قدیم با تصویر خط کی عبارات سے ڈہنپی ہوئی ہے۔ یہ مصر کے قدیم شہر ہیلیوپولس (لفظی معنی شہر آفتاب) قاہرہ کے قریب کہنڈر پڑا ہے (مترجم) سے لائی گئی تہی۔ اور کچہ عرصہ زمین پر لیٹی رہی۔ آخر ش کلوں کے ذریعہ سے کہڑی کردی گئی۔ ان کلوں کی سیدہی سادہی تصویر لاٹہ کے پایہ پر کندہ ہے۔ دوسری یادگار آت میدان کے دوسرے سرے پر ہے یہ پہلی سے بلندی میں زیادہ اور چہوٹے چہوٹے پتھروں سے بنی ہوئی ہے۔ بالائی سرے پر پتھر کی ہی جہاڑیاں اور بیل بوٹے بنے ہوئے ہیں۔ یہ لاٹہ ہزاروں موسمی تغیرات اور سیکڑوں برس کا زمانہ دیکھ چکی معلوم ہوتی ہے۔ کئی جگہ گولہ کی ضربات کی نشان ہیں اور کئی جگہ سے پتھر اڑ گیا ہوا ہے۔ عام روایت یہ بتاتی ہے کہ جیسے زلزلہ آتا ہے مقامی لوگ اس لاٹہ کو گرا دینے کے لئے اسپر گولا چلاتے ہیں۔ تاکہ اگر وہ مخدوش حالت میں ہو تو گر پڑ کر ادرپاس کے بسنے والوں کا نقصان نہ کرے۔ لیکن اب تک اُسے گرانے کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئی ہیں اور وہ اپنی بنانیوالوں کی صناعی اور کمال

ملہ قسطنطنیہ اس کے مضافات اور قدیم ترکی پایہ تخت برصہ کی قابل دید عمارات۔ خلافت کی سینری سلطانی دربار، اور جلوس اور ترکوں کی آداب معاشرت اور موجودہ حالات کی مفصل کیفیت کیلئے کتاب قسطنطنیہ کا مطالعہ واجب ہے جو دو سو صفحات سے زیادہ کا حجم رکہتی ہے اور صرف ایک روپیہ قیمت پر دفتر اخبار وطن و حمیدیہ ایجنسی لاہور سے مل سکتی ہے۔

Marfat.com

دکھائی دیتے۔ یہ ستون کھڑی ہے۔ لیکن اسکے بنانیکا مدعا۔ اسکا معمار۔ اور اسکا مجوز سب قدامت کی گمنامی میں پنہاں ہیں۔ ان دونوں لاٹھوں کے درمیان ایک قسم کے گڑھے میں تین باہم پیچیدہ سانپوں کا ایک شکستہ سا ستون کھڑا ہے۔ یہ تینوں سانپ جو تینوں ملکر اس ستون کو بنا رہے ہیں دم کے بل کھڑے ہیں۔ زمانہ گزشتہ میں تینوں کے سر علیحدہ علیحدہ نکلے ہوئے تھے۔ اور ان پر شہر ڈلفی کے مندر اپولو کی جو اپالو چارن کی تھر بالگاہ رکھی ہوئی تھی۔ یہ سر بعد میں توڑ دیئے گئے و دو لخت ہو گئے ہیں۔ اور ایک آثار قدیمہ کے عجائبخانہ میں جو محلسرائے قدیم کی ایک عمارت ہے رکھا ہوا ہے۔ محلسرا اس قلعہ سے قریب ہی ہے۔

آت میدان سے بالکل متصل بلوکسنی اسکا عظیم الشان حوض ہے جو پہاڑ کاٹ کر بنایا گیا ہے جو اس حوض کی محرابدار چھت اپنے بڑے بڑے مرمری ستونوں پر قائم بنائی جاتی ہے۔ لیکن چونکہ ہر ایک ستون اوپر تلے تین علیحدہ علیحدہ قطاروں میں گنا جاتا ہے۔ ستونوں کی تعداد غالباً صرف ۲۴۴ ہے۔ یہ نہایت وسیع ہے اور خنک تہخانہ ہے اور روشنی کیلئے چھت میں کئی روشندان بنے ہوئے ہیں۔ یہ چھت آت میدان کی متصلہ سطح مرتفع کے نیچے ہے غالب قیاس ہے کہ یہاں پہلے پہل قدیم قسطنطنیہ کی عمارتوں اور فصیلوں کیلئے پتھر کھودا گیا۔ اور بعد ازاں بلوکسی اس کو اس عظیم الشان غار کو درست کرکے اس سے پانی کے ذخیرے کے کام لینے کا خیال سوجھا۔ مگر جب ذوالنس نے مسقف نہریں اور فوارے تیار کردئے۔ تو اس ذخیرہ آب کی احتیاج نہ رہ گئی اور اس وقت سے بتدریج مٹی ملبہ اور کوڑہ کرکٹ کے مخزن کا کام دینے لگا۔ چنانچہ اس وقت اسکی دو تہائی گہرائی مٹی اور پتھروں سے بھری ہوئی ہے۔ سلطان احمد کی بناکردہ مسجد جامع اسکے متصل ہے۔ اسکی بنیادوں کی مٹی اس تالاب میں ڈالی گئی تھی۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو کوئی شک نہیں کہ کسی وقت یہ نادر روزگار تہخانہ جو بے انتہا روپیہ صرف کرکے ٹھوس پہاڑ کو کاٹکر بنایا گیا تھا بالکل پٹ جائیگا۔ اس وقت بھی اسکے دو تہائی ستون بالکل چھپ گئے ہیں جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے ان ستونوں کی دو تو بھی قطاریں ملبہ میں دب گئی ہیں اب بھی جسقدر گہرائی باقی ہے اسکی وسعت دیکھکر انسان حیران رہجاتا ہے۔ اس تہخانہ سے اب ریشم کاتنے اور درست کرنیکے کارخانہ کا کام لیا جاتا ہے۔

اسی قرب و جوار میں اور بھی کئی مقام قابل دید ہیں۔ منجملہ انکے ایک یدی قلعہ یعنی قلعہ ہفت برج ہے۔ یہ کبھی اسیران سلطانی کا محبس تھا۔ نہایت شورہ پشت ینگچریوں نے جو آخر اس صدی کے پہلے ربع کے اخیر پر اپنی کیفر کردار کو پہنچگئے۔ یہاں سات مختلف سلطانوں کو قتل کیا تھا۔ آت میدان کے قریب ہی ترکی ملبوسات جدید و قدیم کا عجائبخانہ ہے۔ اسمیں جنگی و دیگر اقسام کی پوشاکوں کے نمونے انسانی مورتوں کو پہنائے ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک پوشاک کے حسب حال اسلحہ وغیرہ سے بھی یہ مورتیں سجی ہوئی ہیں۔ ان میں سے بعض نہایت عجیب و غریب۔ بعض خوشنما اور دلچسپ سب کی سب ہیں

ایک اور مکان جس کی سیر کو شائق الامکان نظرانداز نہ ہونے دینا واجب ہے۔ آثار قدیم کا عجائب گھر ہے۔ ترکی گورنمنٹ کو پرانی سنگین مورتیں اور دیگر آثار صنادید جمع کرنیکا جو کسی وقت کل سلطنت میں پہلے تھے موجود تھے۔ چند برسوں سے ہی خیال ہوا ہے۔ اور بنا بریں یہ عجائب گھر ابھی تک چنداں وسیع یا اہم نہیں ہوا۔ لیکن چونکہ اب عجائبخانوں کو معمور کرنے کی طرف توجہ ہو گئی ہے اور اجنبیوں کو خاص سلطانی فرمان کے حصول کے بغیر جسکا حاصل ہونا آسان امر نہیں

قدیم صناعی کے بیش قیمت خزائن کیلئے زمین کے کھودنے اور ان کو ملک سے باہر لے جانے کی سخت ممانعت ہو گئی ہے۔ تو یہ امید ہے کہ چند برسوں میں ہی یہ عجائب خانہ لبریز ہی نہیں ہو جائیگا بلکہ دنیا کے اکثر موجودہ عجائب گھروں پر فوقیت لیجائیگا معمولی ممیوں یعنی حنوط شدہ قدیم لاشوں بیل بوٹیدار مصر کی سلوں۔ بابل کے کھنڈرات کی ستونوں اور قدیم قصبات۔ ہرکولانیم و پامپی آئی کی کھنڈرات سے برآمد شدہ عجیب و غریب سنہری دہات کی اشیا کے سوا یونان کی قدیم صنعت بت تراشی کے چند نادر نمونے دیوتا جوپیٹر (مشتری) اور دیوی ڈائنا (قمر) کی دیو ہیکل مورتوں کی صورت میں موجود ہیں مزید براں سنگ مرمر کی اور کئی صحیح سالم اشیا چند بیش قیمت مسی ہیں اور کھنڈرات ٹرائے سے برآمد شدہ طلائی زیورات بھی ہیں

اگر سیاح کو پہلے سے عمدہ مشورہ ملگیا ہو تو وہ ان مقامات کی سیر سے فارغ ہو کر واپسی کے وقت شاخ زریں کی کشتیوں کے پل سے عبور کرنے سے پیشتر اسکے سرے پر استنبول کے بڑے بازار کا ایک اجمالی نظارہ کرنے کیلئے تھوڑی دیر کیلئے ٹھہر جائیگا کیونکہ اسی وقت تک دن خاتمہ کے قریب پہنچ چکا ہوگا اور جیسا کہ لکھا گیا ہے یہ نظارہ بالکل سرسری ہوگا۔ یہ بازار لمبے وسیع رقبہ پر پھیلے ہوئے ہیں کسی دوکان کا اسباب کو دیکھنے یا خریدنے کیلئے ایک لمحہ بھر کیلئے بھی کہیں ٹھہرنے کے بغیر صرف سرسری طور پر ان میں سے ایک دفعہ گزر جانیکے واسطے کم از کم آٹھ گھنٹے درکار ہیں۔ یہ مجموعہ دوکانات جہاں ملکی و اجنبی ہر قسم کے سامان کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ ظاہری شکل و شباہت کے لحاظ سے بھی نہایت ہی دلفریب ہے۔ بازار نئیوں کیلئے یہ دقت ضرور ہے کہ دکاندار انہیں دیکھکر بلائے بے درماں کی طرح چمٹ جاتے ہیں اور کچھ نہ کچھ خریدنے کے تقاضوں سے ان کا ناک میں دم کر دیتے ہیں۔ دکانیں طویل و مسقف بازاروں کے سلسلوں میں منقسم ہیں۔ ہر بازار ایک خاص قسم کی ساخت یا جنس اور اسکے مشابہ اشیا کے لئے خاص ہے ایک میں فقط قالینوں۔ جانمازوں اور فرشوں وغیرہ کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ دوسرے میں جاؤ تو وہاں ریشمیں اور لطیف و نازک قسم کے پارچات کے سوا اور کسی چیز کا وجود نہ دیکھوگے۔ تیسرے میں فقط چرمی اسباب پاؤ گے۔ چوتھے میں صرف سپاہیوں شکاریوں اور قزاقوں کی ضروریات یعنی لاکھوں رائفلیں بندوقیں۔ تلواریں۔ برچھیاں اور بیش قبض اور خنجر وغیرہ نظر آئیں گے۔ اسکے متصل ایک بغلی بازار کی دورویہ دوکانات میں عطریات و مفرحات کے سوا اور کسی چیز کا کچھ واسطہ ہی نہیں آگے جاؤ تو سارے کا سارا بازار حلوائیوں اور لوزیات فروشوں کا دیکھوگے۔ جن کی لذیذ و مرغوب مٹھائیوں کو دیکھکر بے اختیار منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ روایت ہے کہ جب شاہزادہ ویلز سلطان عبدالعزیز مرحوم کے عہد میں قسطنطنیہ گئے تھے تو انہوں نے اس بازار کی ایک دکان میں برف کی قلفیاں کھائی تھیں چنانچہ اس شہرت کے وسیلہ پکڑ کر اکثر نازنین خاتونان فرنگ و انگلستان اس بازار میں داخل ہو کر [illegible] کسی مرغوب شیرینی کے چند ایک ننھے کھانے سے نہیں جھجکتیں۔ ان مختلف الاجناس والاشیا بازاروں میں سے ہر ایک

ل یہ امید توقع سے بڑھکر پوری ہوگئی ہے۔ پروفیسر میکسمیلر نے جب ۱۹۰۶ء میں اسے دیکھا تو عمارت کی وسعت کے باوصف اس میں اور گنجائش نہیں رہ گئی تھی اور کئی اشیا باہر برآمدوں میں ہی پڑی ہوئی تھیں اب اسکے لئے اور کئی وسیع عمارتیں تیار کی گئی ہیں کوئی مہینہ نہیں گزرتا جس میں اشیا نادرہ بہ تعداد کثیر سلطنت کے مختلف اضلاع کے کھنڈرات میں سے برآمد نہ ہوتی ہوں جو سب کی سب باحتیاط تمام اسمیں پہنچا دیجاتی ہیں۔ اسکے مفصل حالات بھی حوالہ سابقہ کتاب قسطنطنیہ میں درج ہیں۔

Marfat.com

میں البتہ ایک چیز بمابرہ موجود دکھائی دیگی۔ وہ کیا ہے۔ ہوشیار تیز فہم ارمنی صراف۔ جو صبح سے متصل مکڑی کی طرح ہر بازار میں اپنی چھوٹی سی روغن دار چوبی دوکان کے جالیدار کواڑ کے پیچھے دنیا کے جس ملک کے سکہ و ضرب کو چاہو بٹہ لیکر قرشوں میں بدل دینے کیلئے تیار بیٹھے ہوتے ہیں۔

کشتیوں کے پل کی استنبولی جانب سے پھر ایکطرف نظر دوڑاؤ۔ پر سب سے اول وہ جس چیز پر پڑیگی وہ قدیم مینار دیدبانی ہے وہ پیرا کی پہاڑی کی نصف راہ پر واقع ہے اور اتنی بھی اس سے وہی کام لیا جاتا ہے۔ جو صدیوں سے لیا جاتا تھا۔ اسے اٹلی کے شہر جنوا کے تارکان وطن نے جو قسطنطنیہ کے اس مضافاتی محلہ میں آباد ہو گئے تھے۔ جہازوں کی دیکھ بھال کیلئے تعمیر کیا تھا۔ اسکی چوٹی کی شاندار نظارہ ہوتا ہے وہاں کھڑے ہو کر سیاح قسطنطنیہ کی ترتیب و تقسیم کے متعلق پاؤ گھنٹہ میں اسقدر علم حاصل کر سکتا ہے جو بازاروں اور کوچوں میں ہفتوں تک پھرنے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسموقعہ سے دسی بائیں ہاتھ کی طرف انتہائی گوشہ پر یورپین و ایشیائی اقطاع کی بعید پہاڑیاں دکھائی دینگی۔ پھر سکوداری کا قصبہ واقعہ بر لب باسفرس اور وہاں کے ترکی و انگریزی گورستان پھر قاضی کوی کا خوبصورت قریہ جو قدیم قصبہ کالسیڈون کی جگہ آباد ہے اور سب سے آخر جزائر شہزادگان جو دس میل کے فاصلے پر بحیرہ مارمورا میں عجیب شان دلفریبی سے انگشتری کے نگینوں کیطرح جڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ایک رخ میں تو یہ سطح پہ چیزیں دیکھیگا۔ جو سطح رخ بدلنے پر اسے شاخ زریں دنیا کے کل ممالک کے جہازات کا ایک وسیع بیڑہ سے معمور دکھائی دیگی اور ساتھ ہی اسکے تین روشنی کے مینار۔ عین زیر قدم بہت ہی نشیب میں اس سے محلات پیرا۔ غلطہ اور توپخانہ کے باہم پیوستہ مکانات۔ محکمہ توپخانہ کا میدان و دفاتر۔ گوشہ محلسرا دار الضرب۔ شاندار مساجد کا جگھٹا اور کشتیوں کا پل دکھائی دیگا۔ اور ذرا دائیں ہاتھ چکر کھانے پر دفتر سرعسکری کی قلعہ نما پتھر و چونہ کی عمارت سے آتشزدگی کے حادثات کی نگرانی کا مینار اور اس کی عجیب و غریب چوٹی اور خوبصورت قدیم مسقف نہر جسکی روغنی کھپریلوں اور اینٹوں کی سرخی ارغوان کو ماند کر رہی ہے دکھائی دیگی اور نصف چکر کاٹنے پر کشتیوں کا دوسرا پل جو یورپ کے انتہائی سیریں (شاخ زریں کا بالائی حصہ) پر ہے کارخانہ جنگی و بحری و بحری ہسپتال۔ طویل سرو کے درختوں سے محیط سفید مرمر کی دلفریب مسجد ایوب اور آہن پوش جنگی جہازوں کا بیڑا نظر آئیگا۔ یہ جہاز ساحل کو متصل لنگر زن ہیں اور خاصے کارآمد ہی نہیں بلکہ ہر ضرورت کیلئے بظاہر تیار معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کل نقشہ بہیئت مجموعی بھی ویسا ہی دلکش ہے جیسے کہ اس کی ہر ایک چیز علیحدہ علیحدہ بجائے خود دلفریب ہے۔ تاہم انگریز سیاح کی نظر اس وسیع بری و بحری قلعہ کے کسی مقام کی طرف ویسی تیزی اور دلچسپی کے ساتھ نہ دوڑیگی۔ جیسی کہ سکوداری کی سلیمیہ وہ رنگ و بیڈول سی بارکوں کیطرف جن میں کسی وقت محاربہ کریمیا کے زمانہ میں دس ہزار انگریزی فوج مقیم تھی اور نیز درختوں کے جھنڈوں کی بدولت سیاہ و تاریک شدہ اس قبرستان کیطرف جہاں آٹھ ہزار برطانوی جانباز خواب عدم میں مدہوش ہیں۔ یہ قبرستان بارکوں سے کچھ پرے کو ہے۔

برج سے اتر کر سیاح کیلئے مناسب ہے کہ وہ اس محلہ میں سے بھی جس میں وہ برج ہے ضرور گزرے۔ یہ محلہ قسطنطنیہ کی یورپین آبادی کی رہائش گاہ ہے۔ شاخ زریں کی اس جانب کبھی تین جدا جدا قصبے۔ توپخانہ۔ غلطہ و پیرا (جسے ترک بک اوغلی پکارتے ہیں) آباد تھے۔ مگر آبادی کی ترقی اور عمارات کی چوطرفہ وسعت سے بالآخر

Marfat.com

باہم ایسے مل گئے کہ اب بالکل ایک شہر بن گئے ہیں۔ یہ تینوں استنبول یعنی قدیم قسطنطنیہ کی محاذی زمین کے حصہ کثیر پر باسفرس اور شاخ ذہب کے درمیان واقع ہیں۔ توپخانہ انتہائی مشرقی گوشہ پر لب باسفرس سکوتری کے بالمقابل ہے اور اسکی آبادی کا زیادہ حصہ وہ فوج ہے جو دار الخلافت کی حفاظت پر مامور ہے۔ غلطہ میں دنیا کی ہر مہذب قوم کے لوگ آباد اور وہاں کی مکانات کی زیادہ تر یہی لوگ مالک ہیں قسطنطنیہ کے بندرگاہ کی تجارت کا زیادہ تر کاروبار یہیں ہوتا ہے۔ پیرا بھی جو پہاڑی کے بالائی حصہ پر ہے۔ کا یورپی لوگوں سے معمور ہے اور غلطہ پر مزید فوقیت یہ رکھتا ہے کہ تمام سفارتخانے[1] بجز ایران کی متعلقہ عمارتیں اس محلہ میں ہیں چنانچہ ان محلوں کی بازاروں اور دکانوں کے سامنے ہر وقت دنیا کی چار کھونٹ کے ساکنین کا جمگھٹا لگا رہتا ہے اور ان کے گنبد، دربار اور کلاں میں ایک دفعہ پھر نکلنے سے انسان کو تمام ممالک کے باشندوں کا نظارہ ہو جاتا ہے۔ استنبول کے بازار اگر مشرقی دنیا کے تمام نمونوں کی نمائش گاہ ہیں تو یہ بازار چھوٹے پیمانے پر کل دنیا کی سیر کرا رہے ہیں نہ صرف یہ کہ جن پہاڑیوں پر قسطنطنیہ آباد ہے۔ اعلیٰ و مذہبی عمارات و مقامات اور اشیاء بکثرت موجود ہی نہیں بلکہ دلکشی اور نظروں کو اپنی طرف کھینچنے میں ایک دوسری پر سبقت رکھتی ہے سطح باسفرس پر قائقوں میں بیٹھ کر سیر کرنا جزائر شہزادگان کو جہاز پر جانا۔ بذریعہ ریل ایڈریانوپل و بروصہ کی سیر کرنا یا دیگر مضافاتی مقامات کی تفریحی سیر سیاحت سے حظ اٹھانا یہ سب چیزیں علیحدہ ہیں۔ بروصہ جو ترکی سلطنت کا قدیم پایۂ تخت ہے۔ ایشیا کوچک کی قدیم صنعت ریشم کا بھی مرکز عظیم ہے۔ اگر سیاح مصور بھی ہے تو تصویریں نہایت قابل استفادہ چیزیں [illegible] کی کہ دس پندرہ دن کی اقامت تو وہ اس کام کیلئے بہت ہی مختصر پائیگا اور اگر علم دوست ہے تو اس صورت میں اسقدر اقامت کو [illegible] ضرورت سے ایک گھنٹہ بھی زائد سمجھیگا۔ میری ان سطور سے اگر کسی کو قسطنطنیہ کی سیاحت کا شوق پیدا ہو جائے تو وہ متذکرہ صدر خوبیوں اور فوائد کے علاوہ ایک اور قابل قدر لحاظ سے بھی اسے نہایت مفید پائے گا۔ برطانیہ کے قدیم مگر [illegible] صنعتی شہروں کے باشندے روحانی شگفتگی اور جسمانی چستی سے محض نا آشنا ہو گئے ہوئے ہیں۔ اگر وہ بغرض سیر استنبول جائیں تو یہ کبھی ممکن نہیں کہ وہاں کے مناظر کی گوناگونی اہم تاریخی واقعات کی زندہ یادگاریں۔ دھوپ کی صفائی آب و ہوا کی شاندار لطافت اور ہوا کی نادر پاکیزگی ان میں یہ شگفتگی بشاشت اور چستی پیدا نہ کر دے گی۔ اس تقویت جسم وصحت کے علاوہ وہ ایک نیا سبق بھی ساتھ لے کر جائے گا۔ جو پولیٹیکل لحاظ سے دنیا اور سلطنت برطانیہ کیلئے کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا یعنی خواہ سیاح برطانیہ کلاں کے کسی حصہ کا باشندہ ہو بشرطیکہ خداوند کریم نے [illegible] فراست کے ساتھ بے تعصبی اور انصاف پسندی کے اوصاف بھی اسکو عطا فرمائے ہوں اور ساتھ ہی [illegible] معلومات حاصل کرنیکے معتبر وسائل ملجائیں اور وہ اپنی عقل و بصیرت سے بے رو رعایت اور [illegible] مزید برآں خداوند کریم نے اسے ایک حد تک واقعات آئندہ کے متعلق قیاس کی [illegible] تو اسمیں کوئی شک نہیں کہ وہ بہ یقین اپنے دل میں لیکر وطن کو واپس آئے گا [illegible] کہ [illegible] ہستی کے دشمن شمال کے دیو صورت و ابلیس سیرت ہمسایہ [illegible] یعنی روس کی بجائے ترکی قوم ہی اس شاندار ورثہ قسطنطنیہ پر بدستور قابض رہے۔

[1] ایرانی سفارتخانہ یہاں نہیں۔ بلکہ خاص استنبول میں ہے۔ مترجم۔

فصل سیزدہم

جرمنوں کی تجارتی مستعدی بلاد شرق میں

تجارتی گماشتے۔ جرمن قونصلیں۔ پرنس بسمارک ایک لحظہ کیلئے غافل نہیں ہوتا۔ صنعتی تعلیم۔ جرمن عمدہ زباندان ہیں۔ زباندانی کے فوائد۔ جرمن خریداروں کو مدنظر رکھتے ہیں۔ انگریزی گورنمنٹ کی غفلت۔ اسراف۔ فضول عمارتوں پر۔ ایسی کالونیں۔ جرمنوں کی کفایت شعاری اور تعلیمی معاملات میں فیاضی۔ جرمن زنانہ مدرسہ۔ عمدہ نتائج۔ جرمن مدرسہ دار امریکن کالج۔ انگریز بچے۔ دیگر اقوام کے مدارس کے محتاج ہیں۔ اہلکاروں کے ساتھ انگریزی گورنمنٹ کی فیاضی اور تعلیم پست

جس انگریزی سیاح کو قسطنطنیہ اور ایشیا کوچک کے کسی حصہ میں چند دن رہنے کا اتفاق ہوا ہو اس سے یہ کبھی پوشیدہ نہ رہا ہوگا کہ ہر جگہ دکانوں اور گوداموں میں جرمنی کی ساخت و مصنوعات دیگر ممالک کی مصنوعات سے بہت زیادہ موجود ہیں مزید براں ہر طرف سے اسکے کانوں میں یہی صدا پہنچتی رہی ہوگی کہ جرمن تجارتی گماشتے بڑی مستعدی استقامت و استقلال اور کامیابی کیساتھ اپنی ملک کی تجارت کو پھیلا رہے ہیں۔ لیکن میں نے یہ فصل اس غرض سے شروع نہیں کی جیسا کہ چند برسوں سے ہماری بعض کارخانہ داروں اور سوداگروں کا شعار ہو رہا ہے جرمنوں کی اس کامیابی پر رنج و افسوس اور نوحہ و فغاں کروں بلکہ یہ سمجھانے کیلئے کہ شرط مردانگی یہ ہے کہ ہم اپنی تجارتی مشنری کی کمزوریوں کو معلوم کرکے انہیں مضبوط اور اپنے ساز و سامان کو درست کرکے یہ قابلیت پیدا کریں کہ اپنے جرمن رقیبوں کی ہمسری کر سکیں۔ انگریزی تجار کا بیان ہے کہ جرمن قونصلیں اپنے ملک کے تاجروں کو دنیا کے ہر حصہ میں ہر قسم کی کارآمد امداد دینے سے دریغ نہیں کرتے۔ انگریز سوداگروں سے انگریزی قونصلوں کا سلوک ویسا نہیں۔ اس کے علاوہ جرمن گورنمنٹ جسکے مدار المہام پرنس بسمارک کی آنکھیں کبھی غافل اور ہاتھ بیکار نہیں رہتے دنیا کے ہر گوشہ میں اپنے سوداگروں اور بیوپاریوں کی ضرورتوں خواہ فرضی ہوں یا واقعی، احتیاجات کی نگرانی اور ان کی جائز و ناجائز تمناؤں اور خواہشوں کو پورا کرنیکیلئے ہر وقت تیار و آمادہ ہے۔ یہ بیانات بالکل درست اور حق الامر ہیں۔ ان کی صحت پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ....

.... لیکن پھر بھی اس سے ہرگز انکار نہیں ہو سکتا کہ ان بواعث کے علاوہ اور بھی چند اسباب جرمنوں کی تجارتی فروغ کے موجود ہیں اور کہ بلاد شرقی بالخصوص ایشیا کوچک اور ترکی کے دیگر حصص میں اس فروغ اور عروج کا زیادہ تر باعث یہی دوسرے اسباب ہیں۔ وہ کیا ہیں؟ جرمنوں کی دوراندیشی مستعدی اور اولوالعزمی۔

لے مندرجہ بالا تحریر سے ناظرین کو معلوم ہو جائیگا کہ امتداد زمانہ سے کمی ہونے کی بجائے اس مستعدی میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے مگر ہائے افسوس ان اقوام خصوصاً مسلمانوں کو جنہوں نے کسی کی مناسبت کرنا تو درکنار ابھی تک اس میدان میں داخل ہو سکنے کی قابلیت پیدا کرنیکے خیال و خواہش کو بھی قریب نہیں پھٹکنے دیا۔ مورخہ ۱۹ جون ۱۸۹۹ء کے وکیل میں میں نے اسکے متعلق حسب ذیل نوٹ تحریر کیا تھا۔
جرمنوں کی تجارتی ترقی کی اب ہر ایک طرف سے آواز سنائی دے رہی ہے۔ اور تقریباً بلا استثناء ہر ایک ملک کے انگریزی قونصل اور تجار جو کسی وقت کل دنیا کی تجارت کو واحد اجارہ دار بنے ہوئے تھے یہی شکایت کر رہے ہیں کہ جرمن انگریزی تجارت کو مانند کر رہے ہیں۔ اس کمزوری کا صحیح و قابل افسوس تر باعث بالکل عیاں ہے اور وہ یہ ہے کہ انگریزی کارخانہ داروں نے نشہ کثرت تمول سے سرمست ہو کر مستعدی کو چھوڑ دیا ہے

Marfat.com

وہ دن مدت ہو جاتے رہے ہیں جب کہ شراب کی تجارت کو شکست ۔۔۔ سال اور مفلس ہیں، دری کی حالت سنوارنے کا یقینی و بنری

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۲۔ اور ایسے مستغنی ہو گئے ہیں کہ اپنی تجارت کو وسیع کرنا تو درکنار اسی موجودہ حالت پر ہی قائم رکھنے کی مناسب کوشش سے پہلو تہی کرنے لگے ہیں۔ بڑی ہمت کی تو یہ کہ بیرونی نامہ نگاروں یا کمیشن ایجنٹوں کو اپنی صنعت کے نمونے بھیجکر لکھدیا کہ ہم یہ چیزیں تیار کرتے ہیں جنکی قیمتیں فہرست مرسلہ میں درج ہیں۔ فرمائشیں مصر ہو یا ایشیا بھیجی جا سکتی ہیں۔ اسکا عموماً نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نامہ نگاروں یا ایجنٹوں کو جو یا حدود ان اشیاء کے متعلق کافی واقفیت نہیں رکھتے مزید حالات دریافت کرنے پڑتے ہیں۔ اور یا سلسلۂ خط وکتابت میں بہت سا وقت ضائع ہو جاتا اور وہ بہت کم فرمائشیں بھیج سکتے ہیں۔ فرمائشوں کی قلت کی یہی بڑی وجہ ہے کہ تاجران مندرجہ قیمتوں میں کچھ کمی بیشی نہیں کر سکتے اور خفیف ترین کمی کیلئے ان کو پہلے کارخانہ دار سے اجازت منگوانی پڑتی ہے۔ علاوہ بریں انگریزی کارخانہ دار ادائے قیمت کیلئے بہت کم مہلت دیتے ہیں برعکس اس کے جرمن کارخانہ دار یا خود دورہ کرتے ہیں یا اپنے ایجنٹوں یا شریک مالکوں کو دورہ پر بھیجتے ہیں جو اپنی جنس سے بخوبی واقف ہوتے اور مندرجہ فہرست قیمت میں ترمیم کرنے، میعاد کو وسیع کر دینے اور نمونہ میں رد و بدل کر دینے کا پورا اختیار رکھتے ہیں۔ وہ صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے کہ ہم مال تیار کرتے ہیں جسے چاہو خرید لو۔ بلکہ خریداروں کے مذاق کے مطابق مال تیار کرنے کیلئے ہر وقت تیار ہیں۔ اور خریداروں کو خوش کرنے اور اپنے کاروبار کو بڑھانے کیلئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ ان کارخانہ داروں کے ہر ملک میں ایسے اتفاقی ایجنٹ موجود ہوتے ہیں جن پر بازار والوں کو اعتبار ہوتا ہے۔ ان کی ذریعہ سے بآسانی معقول فرمائشیں جمع کر لیتے ہیں۔ اور ان فرمائشوں کی بوجہ احسن تعمیل کر کے دوکانداروں کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔ مصر کا ایک سربرآوردہ انگریز تاجر یہ حالات تحریر کرنے کے بعد کہتا ہے کہ جرمن یہ دورہ سال میں ایک دو مرتبہ کرتے ہیں اور چونکہ وہ معاملہ براہ راست آڑھتیوں کی وساطت کے بغیر کرتے ہیں وہ انگریزی کارخانہ داروں کی نسبت سستے داموں پر اپنی اجناس خریداروں کو دے سکتے ہیں۔ کیونکہ انگریزی کارخانوں کو جو کمیشن وغیرہ دلال فرموں کو دینا پڑتا ہے وہ درحقیقت خریدار کے سر پڑتا ہے۔

انگریزی تاجروں کے استغنا کو باوجودیکہ اب عام شکایت کیجاتی ہے یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ بھی وہ کچھ کم کوشش نہیں کرتے فرق صرف اتنا ہے کہ ان کے جرمن رقیب زیادہ مستعدی اور قابلیت اور مہارت سے کام لے رہے ہیں اور اس ذرا سے فرق سے انگلستان کی صنعت و تجارت کو کروڑوں روپیہ کا مالی نقصان پہنچ رہا ہے۔ بالواسطہ پہنچنے والے نقصانات علیحدہ رہے۔ مگر تاہم بہرحال ان قوموں کے جوش کو جو ۔۔۔ سے بالکل ناآشنا بھی نہیں بلکہ ہمیشہ لیا رہنا چاہتی ہیں اور تلافی مافات کی کوشش تو کرتا اس غفلت کی مضرتوں کا احساس تک نہیں رکھتیں۔ موجودہ زمانہ کی ترقی یافتہ صنعت و حرفت کا کسی اسلامی ملک میں تو نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ اگر کہیں کچھ حرفت پائی جاتی ہے تو اس کا کل دارو مدار محض دستی محنت پر ہے تاہم ہے۔ تاہم مسلمان اگر دیکھنا چاہیں تو دیکھ سکتے ہیں کہ ان میں سے بھی جو چند ایک قومیں ۔۔۔ کام کرتے ہیں ان کی حالت دوسری قوموں سے نسبتاً بہت اچھی ہے تجارت ۔۔۔ مقدار روز مرہ کی گزر جاتی ہے عموماً انسان لاکھوں کروڑوں کا مالک بن جاتا ہے۔ ہندوستان میں بمبئی وغیرہ بنادر کے میمن اور بوہرہ مسلمانوں کا تمول مشہور ہے جو انہیں زیادہ تر درآمد برآمد کی تجارت کی محض ایجنسی کرنے سے حاصل ہوا ہے۔ جب ایجنسی کرنے والوں کی یہ کیفیت ہے تو خود تجارت کرنے والوں کے تمول کا کیا ٹھکانا ہوگا۔ مسلمانوں کے پاس اب تک چھوٹے بڑے پیمانہ پر تجارت کرنے کا

Marfat.com

ذریعہ سمجھا جاتا تھا (یعنی ان دنوں میں تجارتی ملکہ و تجربہ کوئی ضروری چیز نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اور اگر کوئی شریف بگڑ جاتا تھا اور کسی اور طرح اصلاح حال سے عاجز رہتا تھا تو اسے کوئی مشکل چیز نہ سمجھکر بطور آخری چارہ کے شراب کی دوکان کھول لیتا تھا اور یہ چارہ کار گر بھی ہو جاتا تھا۔ اسی طرح اب یہ بھی زمانہ نہیں رہا کہ اگر ایک کسب میں کامیابی نہو تو انسان بلا تردد دوسرا کسب اختیار کرے اور اپنی سابقہ ناکامی کو یہ خیال کرکے کہ اسمیں خود اسکو کچھہ نہ کچھہ تجربہ ہو گیا ہے نئے کسب میں کامیابی کی سند سمجھے موجودہ طرز معاشرت اور تمدن کے تمام پیشوں میں یہ بات ہو گئی ہے کہ ایک کسب کی ناکامی کو کسی دوسرے کام کے شروع کرنے کیلئے یقینی کامیابی کی سند نہیں سمجھا جا سکتا۔ برعکس ازیں اب یہ امر جسے جرمن برسوں سے سمجھہ چکے ہیں کل مہذب اقوام پر بالبداہت روشن ہوتا جا رہا ہے کہ انسانی محنت کے ہر صیغہ و شعبہ میں معمولی سی معمولی کامیابی کیلئے بھی مناسب حال ٹکنیکل اور دوسری (یعنی معمولی نوشت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۲۔ اور صنعت و حرفت کو فروغ دینے کیلئے میدان اور وسائل موجود ہیں لیکن اگر چندے یہی غفلت اور لاپروائی رہی تو پھر شاید کوئی چھوٹی سی چھوٹا میدان یا ذریعہ بھی ان کے تصرف میں نہ رہ جائیگا۔

۱؎ صفحہ گزشتہ کا۔ یہ بیدار مغز جو وفات سے چند برس پہلے مستعفی ہو گیا تھا سنہ ۱۸۹۸ء میں فوت ہو گیا۔ مگر سلطنت کی حقیقی حکومت کا اس سے اہتمام لینے والا یعنی امپراطور قیصر ولیم ثانی اس گرگ کہن سے بھی زیادہ ہوشیار مستعد اور محبت قوم بلند ثابت ہوا ہے۔ پرنس بسمارک کے مفصل حالات تاریخ خاندان عثمانیہ جلد دوم میں درج ہیں۔ مترجم۔

حاشیہ صفحہ ہذا ۱؎۔ اسکو عام طور پر اگرچہ مشرقی السنہ میں صنعتی تعلیم یا تعلیم صنائع کے معنی کئے جاتے ہیں مگر ان کا اسکی حقیقی معنوں کی وسعت بہت کچھہ محدود ہو جاتی ہے۔ کیونکہ صنعت انسانی سعی کی صرف ایک شاخ کا نام ہے۔ گو بجائے خود یہ شاخ بھی بہت بیشمار اقسام پر منحصر ہے۔ اس لفظ کا لغوی و اصلی معنی جو یورپ و مہذب اقوام میں مفہوم ہیں یہ ہیں کہ ایسی تعلیم جو کسی فن، ہنر، پیشہ کے متعلق ہو جیسے کہ تجارت طبابت، دستی و مشینی صناعت، زراعت، فلاحت، سپاہگری، انجینیری، جراحی وغیرہ وغیرہ سینکڑوں اقسام ہیں۔ موجودہ شائستگی نے یہ اصول قرار دیا ہے کہ ہر کار۔ و ہر مرد۔ انسان صرف ایک فن کے اختیار کرنے سے دنیا میں بظاہر حال عمدگی سے زندگی بسر کر سکتا ہے۔ اور بنا بریں وہ کتابی یعنی نوشت و خواند کی معمولی تعلیم کے علاوہ جو ہر شخص کیلئے اشد لازمی مانی گئی ہے شروع سے اس خاص پیشہ کے متعلق اپنی ضرورت کے مطابق خاص پیشہ ورانہ عملی و علمی تعلیم حاصل کرے۔ جرمنی ٹکنیکل تعلیم میں سو وقت کل باقی ممالک پر بدرجہا فوقیت رکھتی ہے حال میں ہی قیصر ولیم نے تمام اعلیٰ ٹکنیکل مدارس کو یونیورسٹیوں کے برابر منصب و امتیاز عطا کر دیا ہے۔ ایک نہایت پشیمانی کا مقام ہے کہ ابھی اس تعلیم کا اکثر شعبوں کا ہمیں نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا۔ مزید افسوس کا مقام یہ ہے کہ دیگر ہندو وغیرہ اقوام کو تو خیر کسی قدر اسطرف توجہ ہو گئی ہے۔ مگر مسلمان بدستور غافل ہیں۔ حالانکہ میں کئی برس سے اس مسئلہ پر انہیں متوجہ کرنیکی کوشش کر رہا ہوں۔ اور اس ترغیب سے انکی آنکھوں کے سامنے ان کے دیگر ہموطن فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس مسئلہ کے متعلق میں چند تحریریں ہلا دیں کر چکا ہوں کہ شاید ممکن ہے کچھ پڑھنے والوں کو ہی کچھہ خیال ہو جائے۔ اور وہ بھی اپنے خوش نصیب ترک بھائیوں کیطرح اسکو حصول اور اشاعت پر کمر بستہ ہو جائیں۔ جاپانیوں کیطرح ترکوں نے بھی اپنے روشن خیال مصلح و مجدد قوم بادشاہ کے ظل عاطفت میں خاص اس بارے میں بھی جو ترقی کی ہے۔ اس کا میری تالیفات و تراجم اور وکیل اور وطن میں بار بار ذکر ہو چکا ہے۔ اعلاوہ کی نتائج نہیں ہاں موقعہ پیدا خوشخبری نباد بنا ضروری ہے کہ نہ صرف نیشنل کانگریس کے اجلاس پانزدہم بمقام لکھنؤ دسمبر سنہ ۱۸۹۹ء (اجلاس بالبعد لاہور) میں بھی اس تعلیم کی ضرورت واشاعت کے متعلق ریزولیوشن پاس کیا گیا ہے۔ بلکہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

Marfat.com

خواندگی قابلیت پیدا کرنے والی تعلیم دن بدن زیادہ ضروری ہوتی جارہی ہے اور نیز یہ امر کہ آئندہ لڑکوں کو اس خاص شعبہ

صفحہ ۴۸۴ - کو اجلاس سیزدہم بمقام کلکتہ (دسمبر ۱۸۹۹ء) و اجلاس مابعد لاہور میں اسکے پریسیڈنٹ مسٹر امیر علی جج ہائیکورٹ بنگال و سید حسین صاحب بلگرامی نے بھی اسکی ضرورت کو کماحقہ تسلیم کیا جو امر قبلہ سرسید مرحوم کی مخالفت کے بعد کچھ کم حوصلہ بخش نہیں۔ اس تقریر کا خلاصہ اور ایک تازہ مضمون اسکے متعلق ذیل میں درج کردینا نامناسب نہوگا تا ناظرین یہ معلوم کرکے البتہ نہایت خوش ہونگے کہ تعلیم کے جس صیغہ کی طرف اس ملکی خادم نے سب سے اول ابنائے ملک اور بالخصوص سرگروہان قوم کو توجہ دلائی تھی۔ اسکی اشاعت و رواج کیلئے اب نہ فقط ملک کی نسبتاً زیادہ ترقی یافتہ قوم اور اسکے خیالات کی اظہار کنندہ انجمن نیشنل کانگریس کی طرف سے ہی گورنمنٹ اور فرزندان ملک کو خاص طور پر توجہ دلائی گئی ہے۔ بلکہ اسلامی کانفرنس کے بیدار مغز اور زمانہ شناس پریسیڈنٹ نے بھی اپنی تقریر میں حسن علی آفندی مرحوم کے قائم کردہ اسلامیہ کالج کراچی کا ذکر کرتے ہوئے اسکی صنعتی شاخ کا بالخصوص تذکرہ کیا۔ اور قوم کو کالج مذکور کی اتباع و تقلید کرنے کا بڑے زور سے مشورہ دیا۔ اسی طرح ایک بلند ہمت بزرگوار قوم نے جسکا نام ظاہر نہیں کیا گیا کانفرنس میں شامل نہو سکنے کی عذرخواہی کیلئے جو خط تحریر کیا۔ اسمیں تمام وکلاء قوم کو صنعت و حرفت کی تعلیم کے رواج کیلئے خاص کوشش کرنیکا مشورہ دیا۔ اگرچہ محمڈن کانفرنس میں اسکے متعلق اس سے بڑھکر ابھی تک کارروائی نہیں ہوئی اور نیشنل کانگریس کیطرح اسکے متعلق کوئی ریزولیوشن پیش اور پاس نہیں ہوا۔ لیکن جسقدر چرچا ہوا ہے سابقہ عام خاموشی اور عدم توجہی کے مقابلے میں وہ بھی لبا غنیمت ہے اور اب یہ امید بندھ گئی ہے کہ جب یہ مسئلہ ایک دفعہ کانفرنس کے پلیٹ فارم تک پہنچ چکا ہے تو غالب ہے کہ قوم منزل مقصود تک پہنچنے بغیر اسے ہرگز فراموش نہیں ہونے دیگی۔ اور شاید اب اسقدر غفلت سے کام نہ لیگی کہ تعلیم کے اس حصہ کیطرف بھی کہیں اسوقت جاکر متوجہ ہو جب کہ دوسری قومیں اس میدان میں اس سے منزلوں آگے بڑھ گئی ہوں اور اسکے لئے میدان کا کوئی حصہ باقی نہ رہ گیا ہو۔ مسلمانوں کی تعلیمی انحطاط کے متعلق ان کی مالی پستی اور تنزل کا ذکر آتا ہے تنزل و انحطاط کی بڑی وجہ سید امیر علی نے یہ بتائی کہ جہاں ایک طرف سرورانام نے وارثوں میں تقسیم جائداد کا قاعدہ نافذ فرمایا تھا ویسی ہی طرف خاندانی جائدادوں اور خاندانوں کو جائداد کی مسلسل تقسیم و ترمیم سے برباد ہوجانے سے بچانے کیلئے وقف کا طریقہ قائم فرمادیا تھا جس کا مدعا یہ تھا کہ مالک جائداد اگر چاہے تو اپنی جائداد کو وقف کردینے سے ناقابل تقسیم اور ناقابل انتقال قرار دے سکتا ہے مگر اولاد اور خاندان کی معاش کا فکر کرجانا اسلام میں فعل محمود سمجھا گیا ہے ساتھ ہی واقف کو اس امر کا مجاز کردیا گیا کہ ان پابندیوں کیساتھ جائداد کی آمدنی بایں شرط خاندان کی گزارہ کیلئے مختص کردے کہ خاندان کے ختم ہو جانے پر وہ غربا کو ملا کرے۔ ہر اسلامی ملک میں برابر تیرہ صدیوں سے وقف کا طریقہ اسی طرح سے نافذ رہا ہے اور ہندوستان میں بھی کچھ عرصہ پیشتر یہی دستور رہا جو متمول خاندانوں کو تباہی اور افلاس سے بچانے کی تدبیر کا اور قوم پر اشاعت علم و ہنر کیلئے مشغل کا کام دیتا رہا مگر بدقسمتی سے جہاں اور خرابیاں ہندوستان کے مسلمانوں میں پیدا ہو گئیں۔ ان کے ساتھ شامت سے یہ نہایت مفید طریق بھی یکقلم ان میں سے مفقود ہو گیا۔ اور سینکڑوں اسلامی جائدادیں غیروں کے ہاتھوں میں منتقل ہوگئیں اور ہوتی چلی جارہی ہیں۔ اگر مسلمانوں کا نصیب یاور ہو تو انہیں واجب ہے کہ وہ اس دستور کو دوبارہ قائم کرانیکے لئے متفق ہوکر گورنمنٹ سے مودبانہ التجا کریں جو ہزاروں جاگیریں جائدادیں اور وقف

Marfat.com

جو انہیں اختیار کرنا مطلوب ہے متعدد وجوہ نہایت احتیاط اور معقولیت کیساتھ تعلیم و تربیت والا لازمی امر ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۵) ۔ نارت جو ضائع ہو چکا۔ ان کو ہماری کوئی کوشش پہر واپس نہیں دے سکتی لیکن جو حقوق [illegible]
گئی ہیں۔ ان کو بچا سکنے کا ابھی وقت ہے۔ صنعتی تعلیم کا چرچا اگرچہ ملک میں عام ہو گیا ہے اور کہیں کہیں بعض خانگی انجمنوں نے
اسکی ترویج و اشاعت کا کچھ بھی انتظام کر لیا ہے لیکن جو کچھ اب تک اس بارہ میں کیا گیا ہے وہ ملک کی ضرورت یا علم چرچا کے مقابل میں
حقیقت نہیں رکھتا بلکہ ایسی انداز سے اسے شروع کیا گیا ہے جس سے آئندہ کیلئے کوئی خوشگوار امیدیں قائم نہیں کیجا سکتیں۔ اب تک
اس میدان کی طرف جسقدر پیشقدمی ابنائے ملک نے کی ہے اسکی کل کائنات یہ ہے کہ ملک کے بعض حصص میں چند مدارس کے ساتھ معمولی [illegible]
کے سکھلانے کی بھی جماعتیں کھولدی گئی ہیں جن کے متعلم ان مدارس کے طلباء سے جن میں صرف کتابی تعلیم دیجاتی ہے بلحاظ حصول [illegible]
کے معاملہ میں نسبتہً زیادہ کامیاب ثابت ہونگے۔ کیونکہ ان کے پاس علم و ہنر دو جوہر موجود ہونگے۔ مگر جب تک صرف ایسی دستکاریوں
کی تعلیم پر ہی قانع رہا جائیگا یہ تعلیم بھی کسی زیادہ مدت کیلئے مفید و کارآمد ثابت نہوگی اور نہ یہ کامیابی دیرپا رہیگی۔ یورپ کی
اعلیٰ صناعی اور مشینی دستکاری ہمارے معمولی صناعی کیطرح ان خواندہ دستکاریوں کیواسطے بھی روزی کا میدان بہت تنگ
کردیگی اگر ملک صنعت و حرفت کے میدان میں فی الواقع ترقی کرتا اور ممالک غیر کی محتاجی اور اسکے لازمی نتیجہ ملکی افلاس سے بچنا چاہتا
ہے تو اسے اس کام کو باقاعدگی کیساتھ ان اصولوں پر جو مہذب اور امن پسند میں کامیابی حاصل کرنیوالے ممالک کا دستور العمل ہیں شروع
کر کے تکمیل پہنچانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ ٹکنیکل تعلیم صرف صنعت و حرفت کی تعلیم پر منحصر نہیں بلکہ ہر ایسی تعلیم کو جو کسی علم کو عملی
اٹھانے کا ڈھب سکھائے ٹکنیکل تعلیم کہتے ہیں اور اس طرح اسمیں صنعتی طبی تجارتی۔ زرعی۔ انجینئرنگ۔ فوجی بحری۔ قانونی وغیرہ
وغیرہ ہر قسم کی تعلیم اور ان میں سے ہر ایک کی متعدد شاخیں شامل ہیں اور کسی ملک کو خوشحال اور سرسبز ملک بنانے کیلئے
اسمیں ان جملہ اقسام کی تعلیم کا انتظام موجود ہونا ضروری ہے۔ لیکن ہندوستان میں ان میں سے اکثر کا نام و نشان
تک نہیں پایا جاتا۔ اور جن معدودے چند اقسام کا جو زیادہ تر علمی و دماغی ہیں وجود پایا جاتا ہے۔ بد قسمتی سے مسلمانوں
کا ان میں بھی کوئی بڑا دخل نہیں اور اگر اب ادنیٰ ترین صنعتی قسم کا جسکا فائدہ چنداں دیرپا ثابت نہیں ہوگا کسی قدر
رواج شروع ہوا ہے تو وہ بھی ملک کی دیگر خوش قسمت اقوام میں۔ غرضیکہ یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ ٹکنیکل تعلیم کے اصلی معنوں کے
کے لحاظ سے تمام ملک ہی ابتک بالکل کورا ہے۔ اور جب تک خود گورنمنٹ اس کمی کو دور کرنے پر آمادہ نہوگی برابر کورا رہیگا
کیونکہ ایسے معاملوں میں وہ ملک بھی جنکے باشندے اس وقت شائستگی و ترقی کے معراج پر ہیں۔ سرکاری امداد
و راہنمائی کے بغیر کوئی معتدبہ ترقی نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ ہندوستان کے باشندے کچھ کر سکیں۔ جو اس میدان
محض نابلد ہیں اور کوئی نمونہ اپنی آنکھوں کے سامنے نہیں پاتے کہ اسکی تقلید کرنے پر ہی آمادہ ہو سکیں۔ اکثر ہند[illegible]
ہر سال ممالک یورپ و امریکہ کو جاتے رہتے ہیں اور طول سفر کی سختی ان ممالک میں جو دیکھ سکر بلا استثنا
پیش نہاد خاطر ذاتی مدعا۔ تجارت یا تفریح یا قانونی۔ ڈاکٹری۔ یا علمی ڈگری کے حصول کی کوششوں میں مصروف
کسی نے اگر بہت ہمت کی تو اپنے وقت کا کچھ حصہ ان اقوام کے طرز معاشرت اور قومی کیرکٹر کی چھان بین اور چند
سیر و معائنہ پر صرف کر دیا۔ لیکن ان کارخانوں کے قیام اور ان قوموں کے تمول و برتری کے اصل باعث [illegible]

Marfat.com

…پیشہ ور (قانون یا طبابت سیکھنے والے)، یا علمی مذاق اور شائق سائنس انسان کے لئے جس طرح

…۱۸۶۴ء اور اسکی تلقین کے طریقہ و قواعد کے معلوم کرنے کی اب تک کسی نے تکلیف گوارا نہ کی۔ ورنہ آج تک ہندوستان اس …باد دیا و مقدمات اور ابتدائی اصولوں سے بھی نا واقف نہ پایا جاتا۔ انگریزی گورنمنٹ نے ملک کی بہتری کیلئے جو کچھ کیا ہے …ہے وہ تمام فاتحین کے سلوک اور خود رعایا کی توقع سے ہی بڑھکر نہیں۔ بلکہ تاریخ عالم میں اسکی نظیر نہیں مل سکتی کہ کسی اجنبی و فاتح قوم نے …غیر جنس رعیت کیساتھ ایسا مشفقانہ برتاؤ کیا ہو اور گو کوئی فروگذاشت ہوئی ہے جس سے ابنائے ملک کو بھی نقصان نہیں پہنچا …خود بھی کئی بیش بہا فوائد سے محروم رہی ہے۔ ورنہ آج اسے سرکاری آمدنی کیلئے زیادہ تر صرف ایک ہی ذریعہ پر حصر نہ رکھنا پڑتا۔ اور نہ یہ …مقدار قلیل مد میں بھی جانی کہ کئی ضروری اصلاحات اور ترقیاں اسی قلت کیوجہ سے عمل میں لائی جا سکتیں۔ گورنمنٹ کی … فروگذاشت کا …نہ ہو۔ بلکہ وہ اس لحاظ سے بھی نقصان رساں ثابت ہوئی ہے کہ خود ابنائے ملک یا ممالک غیر کی ان … خیراتی انجمنوں کو بھی جو …ممالک میں جا بجا شفاخانے اور مدارس قائم کرنے سے بنی نوع انسان کی خدمت کر رہی ہیں۔ اس طرف توجہ کرنے کی تحریک نہ ہوئی …منٹ نے علمی و دماغی تعلیم کے مدارس کے دوش بدوش ہر صوبہ میں کم از کم ایک ٹیکنیکل مدرسہ قائم کر دیا ہوتا تو اسوقت بلا شبہ سینکڑوں …اور قومی مدرسے اس قسم کے ملک میں موجود ہوتے جنکو منتظم ملک کی طبعی وسائل پیداوار … صنعتی ذرائع آمدنی کو نشو و نما دینے سے خود ہی …وہ حال نہ ہو گئے ہوتے۔ بلکہ سرکار کی آمدنی میں بھی ان کی بدولت کروڑوں روپیہ سالانہ کا اضافہ ہو گیا ہوتا۔ اس …کا کامل سلسلہ قائم کرنیکے لئے بیشک بے اندازہ روپیہ درکار رہتا۔ لیکن چند مدارس کے لئے وہ ہر وقت گنجائش نکال …تی تھی۔ اور اب بھی نکال سکتی ہے۔ اور جب اس نے ایک دفعہ اس کی بنا ڈال دی تو پھر فرزندان ملک اور مشنری …سوسائٹیاں خود بخود اس سلسلہ کی تکمیل کا کام شروع کر دینگی۔ ہمکو یاد ہے کہ آج سے بیس تیس برس پہلے ٹیکنیکل تعلیم کا کوئی نام بھی نہیں …جانتا تھا۔ مگر جب ایک مرتبہ گورنمنٹ نے اسکی بنیاد قائم کر دی تو اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا جس میں سلطنت …ہند کے کسی نہ کسی شہر میں قومی چندوں سے یا مشنری سوسائٹیوں کی طرف سے کامل النظام اور جدید ترین اصول پر صنعتی …مدارس کے اجرا و قیام کی خبر موصول نہ ہوتی ہو۔ اس توجہ و بیداری کا ادنےٰ ترین فائدہ اس سے معلوم ہو سکتا ہے …کہ ریشمی کیڑوں کی پرورش ریشم کی تیاری اور ریشمی پارچات کا روزگار اور صنعت تقریباً معدوم ہو جانیکے پھر اس قدر فروغ پکڑ گئی ہے کہ رعایا کے علاوہ گورنمنٹ کی آمدنی میں بھی لاکھوں روپیہ کی بیشی ہو گئی ہے۔

اسوقت پر یہ بحث چھیڑنا کہ آیا ابتدائی تعلیم مقدم ہے یا ٹیکنیکل تعلیم غیر مناسب ہے۔ دونوں یکساں ضروری ہیں اور مہذب …منٹ کا فرض ہے کہ اپنی رعایا میں سے کسی فرد کو جاہل مطلق اور بے روزگار نہ رہنے دے۔ لیکن یہ کام … …نہیں ہو سکتا۔ اور روپیہ انہی ضروریات کے لئے جن پر قیام سلطنت منحصر ہے۔ لہذا … ہم نہیں … …گورنمنٹ کی یہ بھی نہایت شفقت ہے کہ وہ حتی الامکان فوجی اخراجات کو کم کر کے تعلیم انہار اور ریلوے …کروڑ روپیہ سالانہ کی بچت نکالتی رہی ہے۔ مگر اس قلت آمدنی کا باعث بھی زیادہ تر خود گورنمنٹ کی ہی …سی اور متذکرہ صدر فروگذاشت ہے۔ اگرچہ یہ بحث اس مضمون سے تعلق نہیں رکھتی۔ لیکن یہ ریمارک بے محل نہ …اس قلت کا بڑا سبب آمدنی کو زیادہ تر ایک ہی ذریعہ (مالیہ زمین) پر منحصر کر دینا ہے جس کو …

Marfat.com

مردہ زبانوں کا حصول لابدی اور مروجہ زبانوں کا علم صرف امر اضافی و اختیاری ہے اگر سیکھ لیں تو بہتر کارآمد چیز ہے اگر نہ سیکھیں تو ان کو کوئی نقصان نہیں ویسے ہی اس لڑکے کے لیے جسکو کارخانہ دار یا تاجر بنانے کی نیت ہو اسکے عین بالمقابل مروجہ زبانوں کی تحصیل امر لابدی اور مردہ زبانوں کا سیکھنا امر اختیاری ہے جرمن اس اصول پر مدت سے عمل کر رہے ہیں اسی کا یہ ثمرہ ہے کہ دنیا کی کسی تجارتی مرکز میں دیکھو بطور قاعدہ کلیہ وہاں کے جرمن تاجروں میں سے اکثر کو متعدد زبانیں کمال صحت و شستگی کے ساتھ فر فر بولتے پاؤ گے۔ برعکس ازیں دنیا کی عظیم ترین صنعتی و تجارتی قوم (انگریزوں) کا تاجروں کی کیفیت دیکھو کہ بال بچنا تو در کنار وہ بالعموم اپنی زبان کے سوا کوئی اور زبان سمجھ بھی نہیں سکتے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۷ جا سکتا۔ اسکا آخر ایک ان ضروری اخراجات کو جن میں شائستگی کی ترقی اور نئی نئی ضرورتوں کے پیدا ہوتے جانے کے ساتھ روز افزوں زیادتی کا ہوتا رہنا طبعی تقاضا ہے غیر مکتفی ہونا صاف ظاہر ہے اور جس قدر جلد گورنمنٹ دیگر وسائل سے فائدہ اٹھانے کی طرف توجہ کرے انسب ہے۔ ازانجملہ ایک وسیلہ یہی ٹکنیکل تعلیم ہے جس پر شروع شروع میں کچھ روپیہ خرچ کرنے سے چند ہی برسوں کے بعد اسے کروڑوں روپیہ کا فائدہ پہنچ سکیگا۔ اور موجودہ کتابی تعلیم کے برعکس جو ملک و حکومت اور خود متعلموں کیلئے موجب زحمت ثابت ہو رہی ہے وہ یقیناً تینوں کیلئے کمال رحمت کا باعث پائی جائیگی۔ جرمنی کو موجودہ اقتدار اسی کی بدولت حاصل ہوا ہے؟ صنعتی و تجارتی ترقی سے اسے یہ ترقی کس طرح حاصل ہوئی ہے؟ گورنمنٹ کی سرپرستی جرمنی کی اس تجارتی ترقی کو جب انگلستان جیسے ملک کیلئے بھی جہاں ہزاروں کارخانے اور لاکھوں ٹیکنیکل ہر ہر قسم کے موجود ہیں صرف اس وجہ سے کہ وہ اس بارہ میں جرمنی کے دوش بدوش ترقی نہیں کر رہا نہایت خطرناک سمجھا جا رہا ہے تو کیا تاج برطانیہ کی تہ [illegible] اہم ترین مقبوضہ ملک کا اس قسم کی تعلیم سے مطلقاً بے بہرہ ہونا خود سلطنت کی امپیریل اغراض کے واسطے جسکے ہر ایک عنصر و فرد کو فی الحقیقت ایک ہی جسم کے اعضا و جوارح بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے سخت مضر اور اس سے ہر شخص بے توجہ رہنا قابل گرفت کوتاہی نہ ہوگا؟ پچھلے دنوں جرمنی میں ٹکنیکل تعلیم کی پہلی صد سالہ سالگرہ منائی گئی اور اس تقریب پر قیصر نے تمام اعلیٰ ٹکنیکل مدارس کو یونیورسٹی کا منصب عطا کر کے ڈاکٹر و انجنیر کی ڈگری عطا کرنیکا اختیار دیا۔ ان مدارس نے صنعت و حرفت اور پیشہ وری کے ہر شعبہ اور بالخصوص کیمسٹری اور علم کہربا سے عملی فائدہ اٹھانیکے معاملہ میں جو نمایاں کارگزاری دکھائی ہے وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ وہی جرمنی جو اس صدی کے پہلے دو عشروں میں فرنچ افواج کی لگد کوب رہی تھی اور جسکو ہیجان سے اسکے زیادہ وقعت نہیں دی گئی تھی۔ ایسی ٹکنیکل یونیورسٹیوں کے مقابلہ میں ہندوستان میں بالاوسط ایک برس سے ایک کمال شائستہ اور اپنی رعایا کی دماغی۔ اخلاقی اور مالی بہتری اور ترقی کی سچے دل سے خواہش رکھنے اور اسکے لیے کوشش کرنے والی گورنمنٹ کے زیر سایہ ہونیکے باوصف ایک بھی ویسی یونیورسٹی یعنی مدرسہ کا موجود نہ ہونا کیا قابل افسوس اور سخت غیرت دلانے والا امر نہیں؟ اور کیا ملک کی حقیقی بہبود اس کی متقاضی نہیں کہ گورنمنٹ، پبلک اور اصحاب جنی مشنین اس کمی کی تلافی کیلئے اب متفق و متحد ہو کر سر توڑ کوششیں کریں۔ ملک خیر ہیں صرف جنبی مشنیں اپنا ملک کی بہتری کیلئے اس بارہ میں قابل تعریف کارگزاری دکھا رہی ہے اسکی کچھ کیفیت ناظرین کو میدا کے جدید صنعتی مدرسہ کے پروگرام کے مطالعہ سے جسے ایک مشنری نے قائم کیا ہے معلوم ہو جائیگی جو کسی اور جگہ درج کی گئی ہے۔

انگریزی تاجروں کو مروجہ زبانوں سے اس غفلت کی بابت جرمنوں کو اپنا کاروبار چمکانے میں اب تک بے اندازہ فائدہ پہنچا ہے۔ اس غفلت نے اس قلمرو عثمانیہ کا پانچ لاکھ آٹھ ہزار مربع میل تک وسیع میدان جو پونے دو کروڑ کی آبادی رکھتا ہے چاروں طرف گشت کرنے کو بلا خوف و خطر کسی اور رقیب کی مداخلت کے بالکل کھلا چھوڑ دیا۔ انگلستان اور سکاٹ لینڈ کی بڑی بڑی تجارتی کارخانوں اور کوٹھیوں کا یہ دستور العمل رہا ہے کہ وہ صرف قسطنطنیہ اور سمرنا کی اسی جتنی کوٹھیوں سے کاروبار کرنے پر قناعت کرتی ہیں اسکے برخلاف جرمن کارخانے یہ کرتے ہیں کہ اپنے ایجنٹوں اور گماشتوں کو ہر قسم کی چیزوں کے نمونے دیکر سلطنت عثمانیہ کے ہر حصہ و گوشہ میں روانہ کرتے ہیں اور وہاں یہ لوگ قصبہ قصبہ پھر کر خریداروں سے انہیں کی زبان میں گفتگو کرتے ہیں ان کو نمونے دکھاتے ہیں اور ہر چیز کا مول اور طریق استعمال ان کو سمجھاتے ہیں جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ باہم فریقین میں کامل اعتماد پیدا اور قائم ہو جاتا ہے کیونکہ گماشتہ ہر ایک مطلوبہ چیز کو اپنی یادداشت میں درج کر لیتا ہے اور دوسرے موسم میں مطلوبہ شے ان خریداروں کے مذاق یا خیال کے مطابق درست یا ترمیم کر کے ساتھ لیجاتا ہے اور اس سے لوگ ان کے ایسے گرویدہ ہو جاتے ہیں کہ واپسی تک فرمائشوں کا طومار انکے پاس جمع ہو جاتا ہے۔ مختلف زبانوں کے علم کے علاوہ ایک وجہ جو جرمن گماشتے جہاں بھیں وہ چالاکی سے چھوٹے چھوٹے بساطیوں اور دیہاتی دکانداروں کو بآسانی اپنی طرف راغب کر لیتے ہیں یہ ہے کہ وہ کاروبار میں بہت سی سہولتیں بہم فریق ثانی کیلئے مد نظر رکھتے ہیں۔ انکی سخت کوشش رہتی ہے کہ ان کی شکل صورت ساخت اور رنگ روغن میں ویسی ساخت کی ہوں جس سے ان لوگوں کا مانوس ہونا آتا ہے خواہ کیسی ہی عمدہ اور بہتر کیوں نہ ہوں وہ اپنے گاہکوں کو یہ کبھی بالصراحت نہ کہیں گے کہ ہمارا تیار شدہ تمہاری بنائی ہوئی ان ہماری اشیا بہتر ہیں۔ وہ اپنے خریداروں کی رائے اور ان کے قومی احساسات کی حرمت کرنے کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اسکے علاوہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بعض گماشتے بسا اوقات ایسا صاف کہدیتے ہیں۔ جرمن گماشتے ہر طرح سے اپنے دیہاتی مشتریوں کی ناز برداری کرتے ہیں اور یہ لوگ جب تیار ان کے سامنے پیش کرکے ویسی چیزوں کی ضرورت بتاتے ہیں وہ خواہ ان کی سب بے ڈھنگی ہوں اور ذوق کو کیسی ہی بھدی اور نامعقول دکھائی دیں وہ ہو بہو ان چیزوں کا نقشہ اپنے ملک سے تیار کرا منگوا کر بہم پہنچا دیتے ہیں مطلقاً پس و پیش نہیں کرتے۔ ایشیائے کوچک کے اندرونی حصہ کے اکثر دیہاتی باشندے ان لوگوں کی طرح جنکو ابھی یورپین تہذیب سے زیادہ سابقہ نہیں پڑا۔ ظاہری شکل و شباہت کی چنداں پرواہ نہیں کرتے۔ فنون لطیفہ کو وہ جانتے ہی نہیں کہ کس چڑیا کا نام ہے ان کا شوق ہونا تو درکنار رہا۔ پس سودا کرتے وقت جو امر ان کے مد نظر ہوتے ہیں وہ یہ ہیں آیا جو چیز ان کے سامنے پیش کی گئی ہے اسکی عام شکل و شباہت اور نیز اس جنس سے جس سے وہ بنائی گئی ہے وہ مانوس ہیں یا نہیں دوم آیا وہ دیرپا بھی ہے اور بالآخر قیمت میں بھی ارزاں ہے۔ جرمن گماشتے ان تینوں کے متعلق لوگوں کی حسب الطلب تشفی کر دیتے ہیں۔

کوئی دن ایسا نہیں جب کہ یہ مستعد و ہوشیار گماشتے عمدہ گھوڑوں پر سوار اور خوب مسلح ... سکو دری ... اور باسفورس کے ایشیائی ساحل کے دیگر قصبات پر ... ترکی کی ... سے کوئی دس منزل ... کا منظر اور وہ بڑی بڑی تجارتی مرکزوں سے ایک نہایت مطلوب کیا تھا ایشیائے کوچک کے اندرونی اضلاع کو باقاعدہ ... نہ دیں۔ ترکی سوار حفاظت کیلئے ساتھ ہوتے ہیں۔ اور تجارتی سامان اور نمونوں کے صندوق پیچھے پیچھے بار کش ...

جانوروں پر لدے ہوتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ یہ لوگ نڈر اور بہادر آدمی ہیں اول درجہ کے کاروباری ہیں مختلف زبانیں بول سکتے اور ان میں چھوٹے چھوٹے تاجرانہ مذاق کر سکتے ہیں جو جرمنیوں کے دل موہ لینے میں بڑا کام دیتے ہیں کیونکہ یہ سادہ لوح زندہ دلی اور طلاقت لسانی کے عموماً عاشق شیدا ہوتے ہیں۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی درست ہے کہ مختلف زبانوں کے تکلم پر قدرت رکھنے کی فوقیت کے سوا شجاعت و استقلال یا قابلیت میں واہب العطیات نے ان کو انگریز سفری گماشتوں پر کوئی خاص فوقیت نہیں عطا کی ہوئی۔ ان کی اشیا کسی طرح بھی انگریزی ساخت کی چیزوں سے فائق ہیں۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ ان کی ہمشکل ہم پلہ ہیں۔ یعنی جرمنوں کو بازی لیجانے کی وجہ صرف متعدی دور اندیشی اور علم السنہ ہے۔ مترجم)

اسموقعہ پہ دور اندیشی کے متعلق جسکا اوپر ذکر ہو چکا ہے اور جس نے جرمنی کیلئے زمانہ ماضی ہی میں ترکی میں راستہ بہت کچھ صاف نہیں کر دیا بلکہ زمانہ استقبال میں بھی جس سے غالباً ان کو بہت بڑی مدد ملیگی۔ کسیقدر توضیح کر دینا مناسب ہے۔ ہماری ملک کی گورنمنٹیں بلا تمیز اس امر کے کہ لبرل نہیں یا کنسرویٹو اور نیز یورپ کی دیگر طاقتیں ماسوا جرمنی کے کم از کم گذشتہ پچاس برسوں میں ہی ٹھاٹھ دار۔ نسبتاً بیہودہ اور گراں خرچ قونصل خانے قائم کرلئے اور اس کے دوش بدوش قسطنطنیہ اور سمرنا میں بظاہر خوب بھاری بھر کم اور ذی اہمیت مگر درحقیقت کاہل و سست عہدہ داروں کے لشکر در لشکر کو مامور رکھنے میں ایک دوسرے کی ضد بضد خوب زور شور سے مقابلہ کرتی رہی ہیں۔ ہر سال قوم کے ہزاروں پونڈ انگریزی سفیر اور قونصل جنرل متعینہ قسطنطنیہ کی (سرمائی اقامت) کے محلات اور باغات و دفاتر واقعہ پیرا بر سر شارع زیریں اور سفیر کی اقامت موسم سرما کی محل واقع تھراپیا برلب باسفورس اور سمرنا کی انگریزی قونصل کی تیرہ و تاریک اور ناقابل ذکر قونصلی عمارات کی زیب و زینت اور آرائش وغیرہ پر بے تحاشا خرچ کئے جاتے ہیں جرمن گورنمنٹ جو چند سالوں سے پیشتر تک بھی ہے اسی کام پر گذشتہ بہت ہی تھوڑا روپیہ خرچ کرتی تھی۔ لیکن اندرون عظیم شہروں میں تعلیمی مقاصد پر کھلے دل سے روپیہ صرف کرتی ہے۔ اسکا اسی پہ پہل طالب کہ جرمن پروفیسر (مرد و عورات دونوں اجناس کی) اسوقت ترکی کی عیسائی آبادی کے بچوں کے حصہ کثیر اور وہاں کے مسلمانوں کی بیشمار اطفال کے استاد ہیں جنکی عزت کرتے ہیں اور وہاں کے باشندے سچے دل سے انکے مشکور و ممنون ہو رہے ہیں

سمرنا کا زنانہ مدرسہ جسے ایک جرمن خاتون ہم سو برس سے نمایاں لیاقت اور کامیابی کے ساتھ چلا رہی ہے جرمنوں کی عاقلانہ ہمدردی نوع انسانی کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ اس میں ہر مذہب و ملت اور قومیت کی لڑکیاں تعلیم پاتی رہیں اور پا رہی ہیں البتہ یہ امر قابل افسوس ہے کہ مسلمان لڑکیاں بارہ برس کی ہو جانے پر اس نہایت ہی مفید دار العلوم سے عموماً اٹھا لیجاتی ہیں اور اس طرح وہ اس مدرسہ سے ویسا کامل فائدہ اٹھانے سے قاصر رہتی ہیں۔ جو انگریزی یونانی۔ اور دیگر اقوام کی لڑکیاں

لہ عالیشان عمارات اور بالکل غیر ضروری اور بے محل پر تکلف مساجد کی تعمیر کے شوقین ہموطن جو اس شوق سے مجبور ہو کر خود قوم و ملک بلکہ اپنی اولاد کو بھی نقصان پہنچا رہے ہیں کیا اس نظیر اور اسکے نتائج حسنہ کو معلوم ہونے سے بھی تنبیہ نہ پا سکینگے اور کیا اس مزید شہادت کے ملنے پر بھی میں مخلصانہ مشورہ پر جسے میں دکیل ہیں بارہا قوم کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں متاثر ہونا قبول نہ کرینگے۔ مترجم

اٹھا رہی ہیں۔ تاہم جس قدر وقت مسلمان لڑکیاں اپنی استانیوں کی رفاقت و صحبت میں بسر کرتی ہیں۔ وہ بے انتہا فائدہ سے خالی نہیں رہتا۔ اور وہ مسلمان مرد جو ان لڑکیوں کے شوہر بنتے ہیں۔ اسے تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ مسلمان لڑکیاں تقریباً لڑکیاں سکول چھوڑنے کے ساتھ ہی بیاہ دی جاتی ہیں (اور اس طرح ان کے خاندان نئی تعلیم کے سلسلہ کو بطور خود جاری رکھ سکتے ہیں)۔ اس مدرسہ کا مفصل ذکر آگے لکھوں گا۔

ایسی ایسی باتوں سے جرمنوں نے ترکی آبادی کو دل میں گھر کر لیا ہے اور ایسی صورت میں یہ طبعی تقاضا ہے کہ وہ جرمن مصنوعات کو سب پر ترجیح دیں۔ پچھلے برس ایک انگریز نے جو یہاں رہتا ہے مجھ سے کہا کہ اگر قسطنطنیہ میں جرمن کالج اور امریکن دار العلوم نہ ہوتے تو میں اپنے لڑکوں کو یہاں کبھی تعلیم نہ دلا سکتا۔ (اور ان کو باہر بھیجنے کی زیر باری مجبوراً اٹھانی پڑتی کیونکہ کل ترکی میں کوئی ایسی تعلیم گاہ نہیں ہے)۔ لیکن اگر کوئی محب وطن اس بات کا یونہی سا بھی اشارہ کرے کہ جرمنوں کی طرح انگریزی گورنمنٹ بھی قلمرو عثمانیہ میں چند خوش اسلوب اور فی الحقیقت مفید اور دوگونہ نفع رساں مدارس جن کی اشد احتیاج ہے قائم کر دے پر کچھ روپیہ خرچ کرے تو باغلب وجوہ مجوز کو اس کا یہ صلہ ہے کہ گورنمنٹ کو سرکاری دفاتر کے اعلیٰ عہدہ داروں مقیم لندن اسکے احمق ہونیکا فتویٰ دیدیں لیکن یہ وہی حضرات ہیں جنکو پارلیمنٹ کے قسطنطنیہ سمرنا وغیرہ انگریزی قونصلوں اور سفیر کی سرکاری عمارات اور باغات کی ترمیم و درستی کیلئے ہر سال تین ہزار پونڈ بلکہ اگر پارلیمنٹ کی منظوری ہو تو اس سے بھی زیادہ رقم کی منظوری لینے میں ذرہ بھر شرم یا ندامت نہیں آتی۔ نہ اسکی کسی طرح حکام نے بھاجا تاہے انگریزی سفراء اور قونصلوں کو ان کی کارگزاری سے نہیں بلکہ دیگر اقوام کے ماموروں کی نسبت بھی بہت زیادہ مشاہرے ملتے ہیں اور مزید براں چونکہ ان سے مکانات کا کرایہ بھی نہیں لیا جاتا۔ اگر یہ قاعدہ جاری کر دیا جائے کہ ہر عہدہ دار مادوران قیامت اپنے مقام رہائش و باغات کی اپنے خرچ سے معمولی سالانہ مرمت وغیرہ کرایا کرے تو عین مناسب بلکہ واجب ہے۔ برعکس ازیں یہ لوگ عجب بے حیائی سے مسلسل قومی روپیہ کو خرچ کر رہے ہیں گرہ سے ایک کوڑی خرچنا نہیں جانتے اور ادھر انگریزی رعایا مقیم ترکی کیلئے جسکی تجارتی مستعدی دنیا کے ہر حصہ میں قومی تروت کو نشوونما دیرہی ہے ایک ادنیٰ سا انگریزی سکول بھی نہیں ہے۔ اور وہ اپنے بچوں کی تعلیم کیلئے امریکن جرمنی یونانی مدارس کی محتاج بنی ہوئی ہے جرمن زیادہ عقلمند ہیں وہ اپنے ملک میں یا باہر کہیں تعلیم کے متعلق خست نہیں کرتے کہ اسطرح اپنے چند نوندیل عہدہ داروں کو عامیانہ نوق البھڑکی اور نمائش دکھانے اور اسکے لوازمات قائم رکھنے کے قابل بنانے کیلئے زائد خرچ کی گنجائش نکال سکیں اور بلاشبہ بلاد مشرق میں ان کی کامیابی کا سر مکنون اسی عاقلانہ طریق عمل میں پنہاں ہے۔ اس فصل میں انگریز سوداگر اور کارخانہ دار اور نیز پارلیمنٹ و گورنمنٹ سب کیلئے سبق موجود ہے اور تا وقتیکہ وہ سبق کو اچھی طرح سے پڑھکر اور سمجھکر اس پر غور و فکر اور پھر عمل نہ کرینگے ایشیائے کوچک میں جرمنوں کی تجارتی گرفت[1] دن بدن زیادہ مضبوط اور ہماری ڈھیلی ہوتی جائیگی۔ (ایک ... عہدہ دار ...) فرانس کی گورنمنٹ بھی سلطنت عثمانیہ کے ... مدارس پر جو زیادہ تر شام میں ہیں ۵۰ لاکھ فرانک سالانہ خرچ کرتی ہے۔ مترجم

---

[1] مسٹر کوکران کی کتاب اشاعت کے بعد یہ گرفت سا ... اس قدر مضبوط ہو گئی۔ اور بالآخر بغداد بصرہ ریلوے لائن کا اجارہ ملنے سے اور آخری تفویض شدہ ایسی مل گئی ہے کہ اب ملکی صنعت ہی فروغ پاکر اسکو بھی ٹال سکے تو سکے۔ ورنہ اور کوئی اجنبی ملک ایسا نہیں کر سکیگا۔ مترجم

Marfat.com

طغرۂ مبارک کی تشریح کیلئے حاشیہ ذیل دیکھو۔ مترجم)

فصل چہاردہم ۔ باسفرس

تاریخی پارٹی ۔ پانی کی روانی خم اور سبیں انتظام فطرت اور خلاقی انصاف وغیرہ کی قدرت ۔ سیر کی آغاز ۔ سایہ کا انظارہ ترکی جہاز ۔ انگریزی بیانیں اختتام دیہاتی ہیں عمر رسیدہ منصور سلطان عبدالعزیز کو قتل کا موقع ۔ مینارلیشد ۔ سکوداری ۔ قاضی کوئی ۔ خلیج ۔ صورالحل دون باغچہ چراغان محل ۔ موجودہ سلطانی کوشک ۔ سلام لق جامع ۔ اورطہ کوئی خوبصورت مناظر شاہی کوشک ۔ سنگ مرمر کی سیڑھی ۔ ارطل رقتار ۔ روبیلی و اناطولی حصار ۔ ایک تاریخی موقع ۔ نیز دبار ۔ رابرٹسن کالج ۔ بلیوں کی تعلیم اور خواہش آزادی کا سرچشمہ ۔ خلیج تیرا پیا ۔ مکانات ۔ مزار ۔ مرشدو ۔ اور اسکی سفارت ۔ خلیج بویوک درہ ۔ بحیرۂ اسود ۔ تیرا پیا ۔ ایک تاریخی درخت صنوبر ۔ ترکمانی جیسی دخانہ بدوش ۔ واپسی

لہ اس موقعہ پر مسٹر حج کی تفصیل جو سلطنت انگلشیہ مصر بلگیریا مشرقی رومیلیا اور ٹیونس کے علاوہ خاص قلمرو عثمانیہ میں صرف سفیر اور اسکے متعلقین اور قونصلین کو ۔ مالا مشہروں پر کرتی ہے درج کر دینا نامناسب نہ ہوگا ۔ دعوتوں ۔ درباروں ۔ تعمیر و ترمیم عمارات اور خفیہ اخراجات علیحدہ ہے ۱۸۹۶ء کے خاتمہ پر حسب ذیل انگریزی عہدہ دار اس سلطنت میں موجود تھے ۔ خاص قسطنطنیہ میں سفیر سر نکلسن اوکونر ۔ ۔ اوکازہ ہزار پونڈ سالانہ ۔ سکرٹری سفارت ۔ ایم ڈبلیو ہنسن ۔ ہزار ۔ جنگی اتاشی ۔ کرنیل پانز ۔ ویشلی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عدالت عالیہ کا اعلیٰ جج ۔ سر اوماتی ۔ ۔ ہزار ۔ نائب جج ساباری ۔ ۔ سو ۔ دوم سکرٹری بارکلی ۵۰ ۔ اعلیٰ ترجمان ۔ آدم بلاک ۹۲۸ ۔ دوم سکرٹری بیرن ۔ ۔ ۳ ۔ تجارتی اتاشی ۔ ۔ یکی ۔ سو ۔ قونصل ویزینہ سو ۔ پادری انکیٹیل ۔ ۔ سو ۔ طبیب ۔ ڈکسن ۔ سو ۔ سوم سکرٹری ناریس ۔ ۱۵۰ ۔ بکاٹ ۔ ۲۵۰ ۔ ریسل ۲۵۰ ۔ اعزازی اتاشی ماناک ۔ ترجمان قونصل ۔ ۔ ودیز تمپ ۔ ۔ ۔ دوم ترجمان ۔ مارس ناک ۵۰۰ ۔ ترجمان محافظ دفتر ۔ بلک ۲۵۰ ۔ سوم ترجمان فیتز ماریس ۔ ۱۵۰ ۔ نائب قونصل کا ترجمان وگ ۔ ۔ ۴ تا قونصل سبابل ۔ ۔ ۹ ۔ قصبہ بر ۔ ۔ نائب قونصل گلہ ٹن تا ۔ تا ۔ ڈولمہ ڈنلو ۔ نائب قونصل کرد ۔ ۴ سو ۔ دلونی ۔ اغلج نائب قونصل پیر اعزازی اینوس ۔ نائب قونصل راسی ۴ سو ۔ گلی پولی ۔ گریک اعزازی ۔ ابی ۔ بدلی ۔ گماشتہ قونصل ولاستی اعزازی ۔ ۔ ۔ گماشتہ ۔ ولسن اعزازی ۔ پاندرمہ گماشتہ کرشید ۔ ۔ ش اعزازی ۔ ۔ ۔ نائب قونصل ڈدسی اعزازی ۔ ستوطری ۔ فاتح الباینہ ۔ نائب بالوعدہ ۳ سو ۔ حلب ۔ قونصل ۔ ۔ ۔ نائب ۔ یلنگا ۔ اعزازی ۔ اوانہ ۔ نائب ماسی اعزازی ۔ اسکندرون نائب ۔ کاٹون اعزازی ۔ ۔ ۔ سویدا ۔ نائب ۔ ڈوبیک اعزازی انگورہ ۔ قونصل ۔ ۔ ۔ سو ۔ قونیہ ۔ نائب ۔ کیون اعزازی ۔ بغداد ۔ قونصل جنرل میجر ملول ۔ ۔ ۔ ۔ ہزار روپیہ ۔ ۔ ۔ ۔ بصرہ قونصل ۔ رانس ۱۰۰ سو پونڈ سالانہ ۔ کربلا و نجف ۔ گماشتہ نواب محمد ابراہیم خاں اعزازی ۔ موصل گماشتہ رسام اعزازی ۔ بیروت ۔ قونصل جنرل ڈرمنڈ ۔ ۔ ۔ ۔ نائب ہیڈکوٹ ۴ سو ۔ ۔ نائب ۔ ۔ ۔ تنخواہ ۴ سو ۔ ۔ لاذقیہ ۔ نائب ۔ ۔ ۔ اعزازی ۔ طرابلس الشام ۔ نائب ۔ ۔ ۔ اعزازی ۔ صفورہ نائب ۔ سیکلاسی ۔ ۔ ۔ اعزازی ۔ ۔ ۔ نائب ۔ دیس ویلا اعزازی ۔ ۔ ۔ ۔ قونصل جنرل ۔ ۔ ۔ ۔ سو ۔ دمشق قونصل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قونصل ۔ ۔ ۔ سو ۔ نائب ۔ ۔ ۔ سو ۔ ۔ ۔ نائب ۔ ۔ ۔ ۔ سو ۔ خروت ۔ نائب ۔ ۔ ۔ وان نائب ۔ وانسل ۵ سو ۔ جدہ ۔ قونصل ۔ ڈیوی ۔ سو ۔ نائب شیخ محمد حسین ۳ سو ۔ حدیدہ ۔ نائب ۔ ڈاکٹر احمد تمیز الدین ۲ سو ۔ یروشلم ۔ قونصل ۔ ڈکسن ۔ ۔ سو ۔ یافہ ۔ گماشتہ ۔ ۔ ۔ اعزازی ۔ سالونیکا ۔ قونصل جنرل ۔ سر بلیو ۔ ۔ ۔ سو ۔ ۔ ۔ نائب پنٹون ۔ اعزازی ۔ ۔ ۔ نائب ۔ خالی ۔ اعزازی ۔ یانینا ۔ گماشتہ ۔ رابرٹس ۔ اعزازی ۔ پریویسا ۔ نائب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مجھے پختہ یقین ہے کہ دنیا میں ابھی تک کوئی ایسا سیاح پیدا نہیں ہوا۔ کہ اگر وہ قسطنطنیہ میں موجود ہو اور اسوقت فارغ بھی ہو۔ اور ایسی حالت میں مسی باسفرس کے پر پوش سواحل کی سیر کیلئے پارٹی میں شامل ہونیکو کہا جائے تو وہ انکار کر دے ۱۵۔ جون ۱۹۲۵ء کو یہ سب شرطیں مجھ میں موجود تھیں میں قسطنطنیہ میں تھا اور ساتھ ہی اس دن کوئی کام بھی نہ رکھتا تھا مجھسے ایک ایسی پارٹی میں شامل ہونیکے لئے کہا گیا۔ یہ بتانا فضول ہے کہ میں بخوشی رضامند ہو گیا تاکہ سویرے چلیں۔ ہم نے حاضری معمول سے پہلے کھائی۔ یہ ہماری جماعت جس میں اس جہاز کے کپتان اور سیر سامان بھی شامل تھے۔ جیسر بیں سمرنا سے آیا تھا ایک عبرانی راہنما کو نے کر جہاز سے روانہ ہوئے اور ان سٹیمروں میں سے ایک پر جو صرف باسفرس پر چلتے ہیں سوار ہو گئی اور یہ سٹیمر تھوڑی دیر بعد بحیرہ اسود کیطرف روانہ ہو گیا میر سامان نے اپنے گودام سے بہترین قسم کے ماکولات و مشروبات کے ایک دو ٹوکرے بھر کر ساتھ لے لئے تھے۔ موسم صاف۔ ہوا تازہ۔ دھوپ خوب روشن اور ہماری طبیعتیں بھی عجب بشاش اور نہایت جولانیوں پر تھیں۔ یہ شاندار آبنائے جو باسفرس کے نام سے مشہور ہے۔ ایک فرضی خطے جس کا ایک سرا یورپین ساحل کیطرف استنبول کے محلسرائے گوشہ پر اور دوسرا ایشیائی ساحل کیطرف قاضی کوئی کے قریب گوشہ فنار پر فرض کر لیا گیا ہے شروع ہو کر بحیرہ اسود کے دہانہ کے اس موقع پر ختم ہوتی ہے جسکی دو طرف بلندیوں پر رومیلی و اناطولی منار روشنی کے ایستادہ ہیں۔ طول تمام خم و پیچ شامل کر کے تقریباً سترہ میل ہے۔ عرض ۸ سو گز سے کسی جگہ کم اور ڈیڑھ میل سے زیادہ نہیں۔ وسط میں پانی کا عمق ایک سو بیس فیٹ اور ایک سو تیس گز کے درمیان جا بجا مختلف ہے۔ پانی جسکی مقدار کی وسعت ان اعداد سے ظاہر ہے۔ ہر وقت خاصی تیزی کیساتھ بحیرہ اسود کی جانب سے بجانب غرب بحیرہ مارمورا کی طرف رواں رہتا ہے۔ بنابریں اگر کوئی شخص بادی النظر میں قیاس کرے کہ جہازوں کو شمال مشرق کی طرف جاتے ہوئے بڑی مزاحمت سے سابقہ کرنا پڑتا ہوگا۔ تو اُسے بر بنائے قرائن غلطی پر نہیں کہا جا سکیگا لیکن فی الحقیقت جہازوں کو آبنائے کے زیادہ تر حصے میں آبنائی کی پیچدار بناوٹ کیوجہ سے ایسی مزاحمت کا مقابلہ نہیں کرنا پڑتا جسکی بنیاد راستے میں اور پیچ و خم دہانہ کی طاقت کو بہت کچھ توڑ دیتے اور ایک طرف سے دوسری طرف کو ہٹا دیتے ہیں اور اسطرح ان موقعوں کے درمیان جہاں بیشک پانی میں ویسا ہی تلاطم ہوتا ہے جیسا کہ آبشاروں میں صاف اور بے موج سطح آب کے ٹکڑے بکثرت موجود ہیں۔ اور بنابریں سٹیمر تو درکنار ان کشتیوں کو بھی جو چپوؤں سے چلائی جاتی ہیں۔ کوئی مشکل نہیں پیش آتی۔ البتہ گو دریا کی سطح عموماً غیر متلاطم و ہموار رہتی ہے لیکن طوفان کے موسموں میں ایسی یا دیگر اقسام کی کشتیاں آمدو رفت نہیں کر سکتیں۔ انگلستان کے مشہور شاعر لارڈ بائرن نے اپنی مثنوی "ڈان جوان" کی پانچویں فصل کے پانچویں بند میں طوفانی کیفیت کا نقشہ ہو بہو الفاظ میں کھینچ دیا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹۲۔ نائب کیپٹن اعزازی بسواتوق۔ نائب شوالیہ اعزازی۔ اوسک۔ نائب۔ نوشانا۔ ہم سو سمرنا۔ قونصل جنرل کمبراک سو۔ نائب ہمپسن چار سو۔ کلرک التیج ۲ سو۔ علیہ آئیدین و ایوالی و ٹی لین۔ سلوس و سکالا نووا۔ وساد و چشمہ و سموں و آور لہ و بن وغیرہ منی نلبیہ ہیں۔ رہوڈس۔ نائب میکلے چار سو۔ طرابزون۔ قونصل لانگ نہ تھے۔ ۵ سو پیا س نائب۔ اندرسن ۵ سو

بحیرہ اسود کے دہانہ سے لیکر ڈارڈنلز کے سرے تک دونوں آبناؤں اور بحیرہ مارمورا کے نیچے پہاڑوں کا ایک
مسلسل سلسلہ چلا گیا ہے۔ یعنی یہ سلسلہ کوہ ہی ان کی تہ ہے اور عام قیاس ہے کہ زمانہ قدیم میں آبناؤں کی بجائے
یہی سلسلہ جبال دونوں براعظموں میں حد فاصل تھا۔ پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ اس تہ آب میں پنہاں پہاڑوں کی اصلیت
وغیرہ کے متعلق عالمانہ بحث اور تجسس کرنے کے لئے یہ صفحات کبھی موزوں نہیں ہو سکتے لیکن ساتھ ہی چونکہ
یورپین فضلاء و علماء عرصے سے اس مسئلہ پر متوجہ ہیں۔ تاحال کوئی قطعی فیصلہ کن رائے قرار نہیں پائی۔ اس موقع
پر یہ ایک اور رائے ظاہر کر دینا بے محل نہ ہوگا۔ کہ اگر باسفرس و ڈارڈنلز فی الواقعہ کسی زلزلہ کی وجہ سے وجود میں
آئی نہیں تو کیا عجب ہے کہ یہ کایا پلٹ دینے والی طاقت پھر کسی وقت ان دونوں عظیم بحری راستوں کو قطعاً
بند کر دے۔ قدرت کے جس قدر کام ہیں وہ کمال انصاف کیساتھ جچے تلے ہوتے ہیں۔ اسکے ہر فعل میں اصول
مکافات نمایاں ہے۔ جدھر اور جہاں دیکھو اِس ہاتھ دے اس ہاتھ لے کا معاملہ ہے۔ اگر سمندر نے ایک جگہ کی
چند میل زمین غصب کر لی ہے۔ تو اسکے عوض کسی دوسری طرف نئی زمین برآمد ہو جاتی ہے۔ اگر کہیں کوئی جزیرہ
غرق ہو جاتا ہے۔ تو اسکے بدلے دوسرا سطح آب پر ہویدا ہو جاتا ہے۔ اگر ایک ملک میں یکبارگی کہیں بڑا شگاف پیدا
ہو جائے تو دوسرے ملک میں ویسے ہی ایک پہاڑ نمودار ہو جاتا ہے۔ یہ خیال کرنا بالکل قرین قیاس ہے کہ یہ دونوں
آبنائیں بالخصوص آبنائے باسفرس محض پانی کے فعل سے ہرگز نہیں بن سکتی تھی۔ جس پانی کی رفتار بھی
صرف چار پانچ میل فی گھنٹہ ہو وہ پیدم ہا برسوں میں بھی پہاڑ کو کاٹ کر اتنا بڑا راستہ نہیں بنا سکتا۔ آبنائے
کے عظیم عمق اور ایک طرف کی آگے کو نکلی ہوئی راسوں اور دوسری طرف کی عین ان راسوں کے بالمقابل اندر
کو گھسی ہوئی خلیجوں کی شکل و شباہت اور وسعت کی حیرت انگیز مطابقت کو دیکھنے کے بعد اسکے سوا اور
کوئی رائے قائم نہیں ہو سکتی کہ کرہ ارضی کے چھلکے میں اس عظیم الشان شگاف کا پیدا کرنے والا ضرور کوئی سخت
ہولناک زلزلہ تھا اور میرے خیال میں یہ وہی زلزلہ تھا جس نے ایک طرف تو صوبہ شام میں ایک وسیع قطعہ کو
دھنسا کر وہ نشیب جو بحیرہ لوط یا بحیرہ مردار اور وادی یردان کے نام سے مشہور ہے پیدا کر دیا۔ اور دوسری طرف
اسکے عوض ۱۳ ہزار فیٹ بلند آتش فشاں پہاڑ اگری طاغ کی شکل میں زمین کے نیچے کے مواد کو ایشیا کوچک کے وسط
میں ابھار دیا اور غالباً جاوا اور اسکے ملحقہ جزائر کے آتش فشاں پہاڑ خاصکر کوہ عظیم کراکاتوا بھی سطح زمین سے
نیچے کی طاقتوں کے اسی خوفناک اجتماع نے بلند کئے تھے جس نواح میں اسکے عوض منتظمان قدرت و کائنات نے
عرصہ ہوا۔ جزیرہ نیوزیلینڈ کے شمالی حصہ میں بھی اسی سوکل (یعنی وہ آتش فشانی مواد جو سطح زمین کے نیچے ہے) کے ذریعہ
تغیر و تبدل پیدا کر دیا۔ آتش فشاں پہاڑ تراویرا نے خوب دل کھول کر اپنا جوش نکالا۔ اور کئی مربع میل زمین تابہ
کئی جھیلوں کو بالکل پلٹ دیا اور روٹو ماہانہ کی گلابی رنگت کی تہ بر تہ پہاڑیوں کو نیست و نابود کر دیا کراکاتوا پہاڑ کے ہی بڑی
سخت تیزی کے ساتھ جوش مارنے سے چند برس ہوئے کل دنیا کے گرد زلزلہ کی لہر کئی دفعہ پھیری تھی جا [illegible]
ہو آچکا ہے اس کا دوبارہ ظہور میں آنا ممکن نہیں۔ بلکہ اگر مکاشفات باب ۱۶ آیت ۱۸ کو پیشگوئی تصور کیا جائے

...ن کی شہادت بھی ملجاتی ہے کہ زمانہ ماضی میں گو آتش فشانی مواد وسیع تغیر و تبدل کر چکا ہے۔ مگر زمانہ استقبال میں جو تغیر پیدا کریگا وہ اول الذکر سے بدرجہا بڑھا ہوا ہوگا۔ تو میرا خیال ہے کہ مشرقی مسئلہ کا آخری تصفیہ جس کے کل یورپ کے تمام مدبر تک رہے ہیں باغلب وجوہ اسی عظیم موعودہ زلزل کے وقوع پر منحصر ہوگا۔ مقدس تاریخ میں جن زلزلوں کا ذکر ہوا ہے محولہ بالا زلزلہ انہیں سب سے آخری اور ساتھ ہی اس کی خصوصیت بتائی گئی ہے کہ دنیا کی آبادی کیوقت سے وہ عظیم ترین بھونچال ہوگا۔ بصورت اس سے زیادہ قرین قیاس کونسا امر ہو سکتا ہے کہ یہ بھونچال ایشیا کوچک اور شام کی ارضی صورت کو پھیر دیا بنا دینے کا باعث ہوگا جیسی کہ وہ وادی یردان اور باسفرس کے وسیع و عظیم شگافوں کے بننے سے پہلے تھی۔ یہ حادثہ بلاشبہ نہایت ہی خوفناک اور مہیب ہوگا۔ اور نیا سرچ بتاتا ہے کہ اس طرح وقوع میں آئیگا۔ ایک مہیب و طاقتور زلزلہ شام کے مشرقی سواحل پر اپنا عمل کرنے سے بحیرہ روم سے بحیرہ مردار تک ایک لمبی اور گہری درز ڈال دیگا جس کے راستے اول الذکر کا پانی بحیرہ لوط میں داخل ہوسکے۔ اور یہ پانی بتدریج بحیرہ لوط کو بحیرہ روم کی سطح کے برابر کر دیگا۔ اس نئی آبنا کے وجود میں آنیکے ساتھ ہی بڑا اصول مکافات ایک موجودہ آبنا باغلب وجوہ بند ہو جائیگی اور چونکہ آبنائے باسفرس آتش فشانی مادہ کی آمد و رفت کے راستہ میں واقع ہے۔ غالب قیاس ہے کہ معاوضہ میں بند ہونیوالی یہی ہوگی اور جب ایکدفعہ یہ بحری راستہ ہمیشہ کیلئے بند ہوگیا تو بحیرہ اسود کا پانی اپنے لئے بحیرہ کاسپین کیطرف راستہ نکالیگا۔ اور اسوقت ان دونو سمندروں میں جسقدر روسی بیڑہ جہازات موجود ہوگا وہ جہازوں کیلئے بیرونی سمندروں میں جانیکا کوئی راستہ نہ رہجانیکی وجہ سے صرف اس قابل رہجائیگا کہ اسی ایندھن میں لانے کے کہاؤ پھیلایا جائے اور جو سلطان اسوقت حکمران ہوگا وہ ترکی کا پہلا سلطان ہوگا جسکو ہر وقت تاک میں بیٹھے اور منڈلاتے رہنے والے خرس روسیاہ کے اچانک آ پڑنے کے خطرہ سے قطعاً بے فکری ہو جائیگی اور اس طرح مشرقی مسئلہ کا جو بالفاظ دیگر روس کے اغتصاب کو روکنے کا نام ہے خود بخود قطعی تصفیہ ہو جائیگا۔

ہمارا تفریحی سفر کشتیوں کے پل سے جو تجارتی بندرگاہ سے اوپر شاخ زرین پر شروع ہوا۔ اس موقعہ سے کئی جوامع خاصکر جامع سلیمانیہ و سلطان والدہ کا نہایت دلفریب نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ اس ننھے سے سٹیمر کا کپتان یا ناخدا ایک ترک تھا جو انجنیوں و انجن والوں کو بعینہٖ انہی الفاظ میں حکم دیتا تھا جن سے دریائے ٹیمز، مرسی یا کلائیڈ پر سفر کرنیوالے ہر انگریز و غیر انگریز کے کان خوب آشنا ہیں۔ اس سبک رفتار سٹیمر نے چند منٹوں میں کشتیوں کے نیم بوسیدہ پل کے پاس سے گزر کر قسطنطنیہ کی مشرقی جانب کو رخ کر لیا۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا کہ احکام ترکی زبان میں کیوں نہیں دئے جاتے تو معلوم ہوا کہ ان تمام سٹیمروں پر پہلے ملاح و کپتان انگریز یا سکاچ لوگ ہی تھے۔ حتی کہ بعض کے انجنیر اب بھی سکاچ ہی ہیں۔ مزید برآں چونکہ ترکی زبان میں پوری رفتار۔ نیم رفتار۔ ٹھہرا کر دو۔ آہستہ آہستہ چلانا شروع کرو۔ وغیرہ بحری اصطلاحات کے مقابلہ میں مناسب...

...صاحب اپنے جغرافیہ میں جو ۱۸۶۶ء میں شائع ہوا لکھتے ہیں (۱) اسوقت بحیرہ لوط کی سطح علم سمندر ... سے نیچی ہے لیکن اس نشیب کے اندازہ میں سیاحوں کا ابھی تک اتفاق نہیں ہوا۔ سمنڈز ۱۳۱۲ فیٹ ڈی برٹن ۱۲۹۰ ... اسگر ۱۳۴۳ فیٹ۔ ... برک ۱۳۵۱ فیٹ۔ لنچ ۱۳۰۰ فیٹ سے زیادہ اور ڈاکٹر ڈی لوئینز ۱۲۸۶ فیٹ بتاتا ہے۔

لیکن روس نے اس امر کا ابھی سے انتظام سوچ لیا ہے اور اسلئے بحیرہ اسود سے بحیرہ بالٹک تک ایک وسیع نہر بنانیکا پختہ عزم کر لیا ہے جو باغلب قیاس اس متوقع منظر کے ظہور میں آنے سے پیشتر تیار ہو جائیگی۔

مترادفات موجود تھے۔ ترکوں نے انگریزی الفاظ [illegible] یا اور اس کا [illegible]
دیگر چند منٹوں میں ہم بیرا نیلطہ اور مونجانسک [illegible] مہمان [illegible]
بہت عمدہ نظارہ ہوا شاہزادہ ویلز جب سلطان کی ملاقات کو آئے تھے تو اسی امیر البحری محل میں فروکش ہوئے تھے تھوڑی دور پر [illegible]
باغچہ کا شاندار قصر سلطانی کی آگوارہ کے پاس سے گزرے۔ اس محل کی یہ [illegible] سنگ مرمر سے تعمیر ہوا ہے جس پر عجیب [illegible]
کا کام ہے اس عمارت کو زر کثیر کے صرف سے سلطان عبدالعزیز شہید نے تعمیر کرایا تھا اسکے متصل ایک اور ویسی ہی شاندار [illegible]
ہے جس میں بدنصیب فرمانروا قتل کیا گیا تھا۔ اس جگہ سے جہاز نے یورپین ساحل سے ایشیائی ساحل کی جانب رخ پھیر لیا جب مینار لینڈر
گزر کر سکوداری گیا اور وہاں ایک دو منٹ قیام کیا۔ مینار لینڈر آبنائے کے اندر ایک چٹان پر بنا ہوا ہے اور دوہری راہ بتی کا مینار اور قلعہ
دونوں کا کام دیتا ہے۔ سکوداری کا اصلی کریسوپولس یعنی زریں شہر ہے۔ مگر ترک اسے اسکدار پکارتے ہیں کیونکہ بر فعل اناطولیا کو جانے کو
اندرونی حصہ کی طرف جانیوالوں کو یہ پہلی منزل کا کام دیتا ہے اور یہیں سے سیاح و تاجر بار کش اور ہر کاری [illegible] ایک [illegible]
اسکا محل وقوع نہایت خوبصورت ہے اور وہاں سے چاروں طرف نظر دور تک کام کر سکتی ہے لیکن انگریزی سیاح اس
جگہ سے ایک خاص اور اہم دلچسپی ہو سکتی ہے وجہ یہ ہے کہ اسکدار کے قبرستان میں اُسکے بیشمار ہم وطن دفن ہیں چنانچہ بہت کم انگریز سیاح
ایسے ہیں جو جہاز سے اتر کر اس جگہ اور اس یادگاری ستون کو جسے مارڈشی نے ۱۸۵۷ء میں مجار بنوایا کہ انگریز مقتولین کی
یادگار میں بنایا ادھر کیا نہ دیکھیں۔ فلورنس۔ نائٹنگیل نے اسی شہر میں مجروحین و مریضوں کی عجب جانفشانی اور تندہی
سے بلا منت تیمارداری کی تھی۔

سکوداری کے بعد جہازوں کا دوسرا اسٹیشن قاضی کوئی ہے جو قسطنطنیہ کے اکثر تاجروں اور چند عہدہ داروں کا مرغوب مسکن ہے کیونکہ
موسم سرما میں وہاں سردی کی ویسی شدت نہیں ہوتی جیسی کہ قسطنطنیہ کے دیگر حصص میں یہ ایسے موقعہ پر واقع ہے کہ موسم
گرما میں اسکے باشندے باسفرس اور بحیرہ مارمورا کی خشک جھونکوں سے حظ اٹھاتے ہیں اور سرما میں بدن کو یخ بنا دینے والے
جھونکوں سے جو بحیرہ اسود کی طرف سے آتے ہیں محفوظ رہتے ہیں۔ سال عیسوی کے ابتدائی مہینوں میں یہ ٹھنڈی ہوا خاص قسطنطنیہ
بڑی تکلیف دیتی ہے خاص کر ان کے دامن [illegible] جو اسکا دم شکل میں منارہ گوشہ کو جاتی ہے اُسکے قریب قدیم یونانی شہر
کالسیڈون کے کھنڈرات ابتک موجود ہیں۔ اسے یونانیوں کی ایک جماعت نے میگارا سے آکر آباد کیا تھا اسکا موقعہ و نقشہ ایسا
تھا کہ تمام قدیم نویسندوں نے اس شہر کو طنزاً "اندھوں کا شہر" لکھا ہے قاضی کوئی سے روانہ ہو کر اسٹیمر نے پھر یورپین ساحل یعنی
قباطاش اور بشکطاش کا رخ کیا اور ایسا کرتے وقت اسے ایک حد تک رجعت قہقری کرنی پڑی دولما باغچہ کا عظیم الشان محل پھر
سامنے نمودار ہو گیا اور اسکے بعد قصر چراغان جو اول الذکر سے بھی بڑا ہے اور سلطان شہید کے محل باز قتل سے کل دنیا میں بانی و مشہور ہو گیا
چراغان محل فی الواقعہ نہایت خوبصورت عمارت ہے۔ وہ پھاٹکوں اور ملحقہ دفاتر سمیت آدھ میل تک آبنائے کے کنارے کنارے چلا گیا
اور اُسکے مرمر کی نقاشت اور گلکاری کی لطافت دیکھکر انسان بلاشبہ دنگ ہو جاتا ہے لیکن ساتھ ہی محولہ بالا واقعہ اور دیگر واقعات
کے یاد آجانے سے طبیعت خود بخود کچھ اداس بھی ضرور ہو جاتی ہے کیونکہ اگر راہنماؤں کے قول کو سچ سمجھا جائے تو ان
محلات میں ایک بھی ایسا نہیں جہاں کسی نہ کسی وقت عجیب وحشیانہ جرائم کا ارتکاب نہ ہوا ہو۔ نہ ان کے سامنے کی

Marfat.com

سطح آب کا ایک گز بھی ایسا پایا جائیگا۔ جو تہہ نشین سمندر کے غرق کردہ شیر گیئے انسانوں کی ہڈیوں سے خالی ہو۔ بہرحال جب ہم اونکے سامنے سے گذرے تو وہ ہمیں عجب پُر رونق۔ خوشنما اور سہانے معلوم ہوئے۔ اور اگر اثنا اس عجیب محل دچراغان کو خاص طور پر ہمیں نہ بتاتے جس سے خود بخود اوسکی متعلقہ غمناک داستان ہمیں یاد آگئی۔ تو ہماری حیرت سے کسی متنفس کی بشاشت اور خندہ دلی ایک لمحہ کے لئے بھی کم نہ ہوتی۔

ساحل سے فاصلے پر چراغان[1] سے پرے ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک نسبتاً چھوٹا سا سیدھا سادہ محل ہے۔ موجودہ سلطان زیادہ تر وہیں رہائش رکھتے ہیں۔ اس سیر کے بعد رمضان کے مہینہ میں جلوس سلاملق[2] کے موقعہ پر ہمنے اس مختصر سے محل کی اوس جوانب کی بھی جو خشکی کیطرف تھیں تصویریں اتار لیں۔ اس ہفتہ وار جلوس کے موقعہ پر تو پیدل نہ سوار اور پیدل فوج کی جمعیت کثیر اُس سڑک پر دو رویہ صف بستہ کھڑی ہوتی ہے جس پر سے سلطانی موکب آنیوالا ہو۔ اوس کے علاوہ خاندان شاہی کی گاڑیوں کی آگے پیچھے بھی محافظ شاہی فوج کی معقول تعداد ہوتی ہے۔

آبنائے کے اسی ساحل پر ایک یا دو میل آگے کو ہمیں ایک نہایت خوبصورت مسجد دکھائی دی۔ اوس کے دو مینار ہیں اور ایک اس پر جو پانی میں پڑی ہوئی ہے ایستادہ ہے۔ اسکا نام جامع اورطہ کوی ہے۔ اور چند برس ہوئے ایک سابق سلطان ترکی کا رستہ جاکر عموماً یہیں جمعہ کی نماز پڑھا کرتا تھا۔ یہ عمارت ایسی نفیس اور صناعی کا ایسا اعلیٰ نمونہ ہے کہ تھوڑے ہی سے فاصلہ پر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ از سرتا پا سفید مرمر کی عمارت ہے مگر قریب جاکر معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف اینٹ اور چونہ سے بنائی گئی ہے لیکن پلاستر مرمر کی مانند کر دیا

[1] مراد خامس معزول سلطان اس محل میں رہتے ہیں اور ایک متصلہ کوشک میں سلطان کے ولیعہد رشاد افندی جو طویل القامت متناسب الاعضا شخص ہیں عمرہ سال کی ہے لیکن قد مائل بہ خمیدگی ہو چلا ہے۔ ناک سلطان عبدالحمید خاں کی سی چشم نیلگون۔ بال سُرخ۔ اخلاق نہایت متین و خلیق۔ اور بہت رحمدل واقع ہیں۔ لیکن عبدالحمید خاں کی سی بیدار مغزی نہیں رکھتے عزلت نشین رہتے ہیں۔ مگر معاملات ملک کی خبر انہیں سب رہتی ہے۔ مذہبی پابندی زیادہ رکھتے ہیں۔ انکی دو بیبیاں ہیں۔ دونوں بہت ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور جرمن فرانسیسی۔ انگریزی بہت عمدہ بولتی ہیں۔ دونوں عالی نسب اور سربرآوردہ پاشاؤں کی بیٹیاں ہیں۔ گھر میں فرانسیسی لیڈیوں کا سا لباس رکھتی ہیں۔ رشاد افندی کے تین بیٹے اور کئی بیٹیاں ہیں پیانو باجہ بہت عمدہ بجاتے ہیں۔ اور موسیقی کے بہت شائق ہیں سلطان عبدالعزیز کیطرح نقشہ کشی میں اعلیٰ مہارت رکھتے ہیں۔ زراعت میں بھی اچھی دستگاہ ہے۔ اور با مقدور اپنے کھیتوں میں روز جاتے اور عملی دلچسپی ظاہر کرتے ہیں جب کوئی ان سے ملنے جاتا ہے دربان تک کہ انکا طبیب خاص بھی تو دروازہ پر اوس کی جامہ تلاشی کی جاتی اور کاغذات اور اخبارات وغیرہ جو کچھ ہوں وہ رکھ لئے جاتے ہیں۔ اور واپسی کیوقت باہر آنے پر واپس دیئے جاتے ہیں۔

[2] یہ رسم سلاملق کہلاتی ہے جو سڑک جنبیوں کی گاڑیوں کے لئے خاص ہے ہم اوس کے ایک حصے پر کھڑے ہوئے۔ ایک گھنٹہ کے انتظار کے بعد جلوس کا سلسلہ شروع ہوا پہلے کچھ فوج باجے بجاتی گذری۔ پھر غلام اور خواجہ سرا۔ پھر مزید فوج معہ بینڈ۔ اسکے بعد حبشی سپاہی رستہ صاف کرنیوالے کلہاڑیاں لئے گذرے۔ یہ بعینہ پرانے زمانہ کے جلادوں کے مشابہ معلوم ہوتے تھے۔ ان سے کچھ فاصلہ پر سلطان کے بال بچوں کی گاڑیاں چلی آرہی تھیں وہ تمام نہایت خوبصورت مگر سیقہ رنگ کی معلوم ہوتی تھیں۔ ان کے بعد سلطان والدہ کی گاڑی آئی جو فرش تہہ کر دی جاتی تھی اسکو گھوڑے اوٹھائے جاتے تھے۔ تھوڑی دیر میں جلالتمآب کی سواری آئی جسکو چار و طرف محافظ شاہی اور پیچھے سوار دستہ ایک حلقہ کئے تھا۔ (مصنف)

اب سٹیمر نے چھوٹی چھوٹی خوبصورت چوبی عمارات کے دیہات کے مقابل سے گذرنا شروع کیا۔ ہر مکان کی شہ نشین اور جھروکہ پھولدار بیلوں سے لدا ہوا تھا۔ اور شاندار دہوپ میں اس دلفریب نظارہ کو دیکھنے سے وہ تمام اداسی بھری خیالات جو مرمرین محلات کے ساتھ بسا کنین کی سیاہ کاریوں کی یاد سے ہماری دلوں میں پیدا ہو گئے تھے بکلخت کافور ہو گئے سمندر کی تازہ و لطیف ہوا نے طبیعتوں کو بے اندازہ شگفتہ کر دیا۔ جس شگفتگی کے ساتھ ترکی ماہ وشوں کی روشن آنکھوں کے دیدار نے جو انہی مکانات کی سبزہ پوش دریچوں کی جالیوں سے دریا کی سیر کر رہی تھیں ناقابل بیان سرور بھی پیدا کر دیا۔ دریا کی چھوٹی چھوٹی نازک لہروں اور فرحت بخش ہوا کی پہلو افسانہ رہا کہیں از سرتا پا اپنی سیر سے حظ اوٹھا رہے تھے کہ جہاز پھر ایشیائی ساحل کیطرف گیا جہاں ہمنے ایسا محل دیکھا۔ جو اگرچہ تمام سلطانی محلات سے چھوٹا ہے۔ مگر ویسے ہی خوبصورتی میں سب سے بڑھا ہوا ہے اور بلحاظ جسامت سب سے زیادہ لاگت پر تیار ہوا ہے۔ اس خوبصورت کہوڑی کی اگلی جانب سے پائین تک بیل بوٹے اور سفید مرمر کی ہے۔ مزید برآں تمام پہاٹک۔ اور لیمپوں کے ستون الغرض کل پتھر کا کام سی قیمتی جنس کا ہے۔ اور جنگلے پیتل کے ہیں جنپر سنہری گلٹ ہے۔ انگلستان کے اکثر باشندے حیران ہوتے ہیں کہ ٹرکی گورنمنٹ جو روپیہ وقتاً فوقتاً قرض لیتی ہے وہ کدہر جاتا ہے۔ لیکن جب وہ ان شاندار باسفرسی محلات کو دیکھتا ہے تو اسے کم از کم زر قرضہ میں سے کئی کروڑ رقم کا مصرف معلوم کرنے میں کوئی دقت نہ ہوگی۔

سٹیمر کبھی آگے کبھی پھر پیچھے کبھی یورپین ساحل سے اور ۲ گھنٹہ بعد ایشیائی ساحل سے مس کرتا ہوا شفاف سطح پر بڑھا چلا جا رہا تھا۔ سترہ میلوں کے مختصر سے سفر میں وہ اٹھارہ مختلف گھاٹوں پر ٹھیرا۔ آخر ہم آبنائے کی تنگ ترین موقعہ پر پہونچے۔ وہ ایلی جینوا کی پرانی قلعجات رومیلی و اناطولی حصار کے درمیان ہے۔ وہاں عرض ۰۰ ہ گز ہے۔ روایت ہے کہ دارا شاہ ایران نے ایک وقت اسی جگہ سے عبور کر کے مع فوج یورپ میں داخل ہونیکا عزم کیا تھا تاریخ بتاتی ہے کہ گوتھ قوم اور مسیحی مجاہد اسی موقعہ سے ایشیا میں داخل ہوئی تھی۔ محمد فاتح بھی اسی تنگ ترین رستے سے قسطنطنیہ کے محاصرہ و فتح سے پہلے گذرا تھا۔ خاص موقعہ کا اتنی دفعہ ایسی اہم جنگی حرکات کا راستہ بنایا جانا اس وجہ سے اور بھی زیادہ تعجب خیز معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پانی کی دہار بحیرہ اسود کیطرف سے ۵ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بڑی تیزی سے مسلسل گذر رہی ہے یہاں پہونچکر سیاح کی نگاہ ضرور اوس بسیط و سیدھی سادھی شکل کی عمارت کی طرف منعطف ہوگی جو رومیلی حصار سے کسیقدر فاصلہ پر پہاڑی پر واقع ہے۔ یہی وہ منفعت رسان امریکن درسگاہ ہے جو اپنے بانی کے نام پر رابرٹس کالج پکاری جاتی ہے اسکا کاروبار حسبمعمول سے چلتا ہے وہ ٹرکی کے باشندوں کی کامل تعلیم کے لئے قائم کی گئی تھی۔ اسکی تعلیم و تربیت سے بیشمار نوجوان اب تک مستفید ہو چکے ہیں۔ اور یہ عام قول ہے کہ اسی سرچشمہ علم و ہنر سے بلغاریوں کو آزادی کی چاٹ لگی۔ اسی کی بدولت انمیں مستعدی و شجاعت پیدا ہوئی۔ اور اسی کی طفیل انہیں اپنے رومیلی بھائیوں کی مدد سے ایک علیحدہ قائم بالذات و خود مختار قوم بنانے کی ہمت پڑی۔ سابق حکمران بلگیریا شہزادہ اسکندر کا وزیر اعظم (اسٹامبولاف) اور نیز یورپین ٹرکی کا اور بیشمار علامہ اسی قابل مدرسہ کے تعلیمیافتہ ہیں۔ بنا بریں اگر یہ کیا جاوے تو جرات کہتی ہے کہ روس کی کینہ توزانہ پرفتن نظر اس قابل ستایش مدرسہ پر پڑ گئی ہے۔ اور کہ زار نے اسکے بند کر دئے جانیکا مطالبہ

Marfat.com

کر رہا ہے۔ تو کسی کو تعجب نہ ہوگا۔ (کیونکہ یہ عام معلوم امر ہے کہ روسی حکومت کبھی نہیں چاہتی کہ عوام میں آزادی کا شوق اور کسی طرح پیدا ہونے دیا جائے) محولہ بالا تیز دھارے سے بالکل محفوظ یورپین ساحل پر جو بصورت جھیل ٹھہرا ہوا ہے سفرا دول کی تفریحی کشتیوں اور جنگی جہازوں کی لنگرگاہ ہے۔ اکثر سفراء کی اقامت موسم گرما کے مکانات اسی دلکش خلیج کی ایک سری پر واقع ہیں۔ سب کی شمال میں انگریزی سفیر کا وسیع چوبی مکان بھوری رنگت کا ہے۔ جہاز کے تختہ سے تو یہ باشکوہ مکان معلوم ہوتا ہے۔ مگر قریب پہونچکر دیکھنے سے سابق الذکر مرمریں محلوں کے مقابلہ پر ایک بے حیثیت سی جھونپڑی نظر آتی ہے۔ اور جب اوس کے مصالح کی آتش پذیری پر خیال کیا جاتا ہے تو یہ اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے کہ کسی صبح سفیر صاحب کا یہ دولت خانہ تودہ خاکستر نہ دکھائی دے۔ معاملات سیاسیہ کے جاننے والوں سے یہ مخفی نہیں ہوگا کہ سر ہنری ڈرمنڈ وولف (جو مسئلہ مصر کے متعلق خاص ایلچی بناکر بھیجے گئے تھے) ۱۸۸۵ء کے موسم خزاں میں کچھ عرصہ بعد اسی مکان میں رہے تھے یہ وہی وولف صاحب ہیں جن کی شان میں ماہ اکتوبر ۱۸۸۶ء ایک شاعر نے دتمہ ویسٹ منسٹر کے نام سے ایک نظم لکھکر اوسمیں ایک کبت لکھا تھا جسکا اردو ترجمہ حسب ذیل مطلب ہے۔ پیدا ان میں ایسا ایک اور بہادر چلا یا نکلا ہے۔ جو لبرلوں کا بڑا مضحکہ اڑانیوالا ہے۔ اسکا نام سر ایچ ڈی وولف ہے۔ اور اوسکی متعلق چیمبرلین پیشین گوئی کر چکا ہے کہ وہ "شیر کی خوراک بہم پہونچانیوالا نہوگا" وہ انگلشی ہر روز ترک مدبرین کے ساتھ جو دلمیں خوب قہقہے لگایا کرتے تھے مصر کے انتظام کرنیکا غذی قوانین وضوابط تیار کرنیکے لئے بالجالی جایا کرتے تھے۔ اور اسی مکان میں اپنے چند احباب کو اپنے کرتب کے جلسے دکھایا کرتے تھے۔

متصلہ خلیج موسومہ بیوک درہ اس خلیج سے بھی زیادہ دلکش ہے۔ اور یہ فی الحقیقت ایک بدیع و خوبصورت وادی کی شاخ کہنا چاہیئے۔ وہاں کسی قسم کی آندھی داخل نہیں ہوسکتی۔ اور یہی وجہ ہے کہ قسطنطنیہ کے اکثر متمول سوداگر بارہوں مہینے اسی موضع میں رہتے ہیں۔ قرب وجوار کی صحت بخشی اور منظر کی دلفریبی کے علاوہ جو یہ بحیرہ اسود کے کنارہ تک یکسان چلا گیا ہے یہ خلیج ہر جسامت کے جہازوں کے لئے اول درجہ کی محفوظ بامن جگہ ہے۔

۱۸۳۲ء میں بارہ جنگی جہاز و نکار روسی بیڑہ اسی دلکش قدرتی بندرگاہ میں ٹھیرا تھا جس نے اوس وقت کے سلطان محمود ثانی کو مصر کے فاتح پاشا (محمد علی) کے برخلاف مدد دینے کے لئے دس ہزار روسی فوج بھی اوتاری گئی تھی۔

ساحل سے اندر کا علاقہ بھی ایسا ہی دلکش ہے۔ اور اوس میں نہایت عمدہ سڑکیں موجود ہیں۔ جن پر پیدل یا گاڑی پر سیر کرنیسے طبیعت کو خاص سرور حاصل ہوتا ہے۔ یورپ کے بازاروں کی طرح نہیں کہ پیدل چلو تو نافہ اوترجانیکا خوف اگر گاڑی میں بیٹھو تو ہاتھی معہ ہودہ غائب ہو جانیکی مثال کی صادق آنیکا اندیشہ۔ خلیج کے مغرب میں بلغراد کا وسیع جنگل ... پانی کے تالاب و حوض[۱] جنسے مسقف نہروں کے رستہ قسطنطنیہ کو پانی پہونچتا ہے اسی نواح میں ہیں۔

بیوک درہ سے پری باسفرس کے باقیماندہ چند میل کا علاقہ ایسا دلکش نہیں ہے۔ اسلئے ہم نے پہلا ارادہ بدلکر سب نے آگے جانے پر بیوک درہ کے متصلہ جنگل کی سیر کو ترجیح دی۔ اور کل جماعت خلیج بیوک درہ میں جہاز سے اترکر اور اس علاقہ کے چند مناظر کے خاکے لیکر ہم پیدل تھراپیا کو واپس چلے گئے۔ جہاں پہنچ کر ایک پرانی صنوبر کے نیچے چادر

---

[۱] کتاب حالات قسطنطنیہ میں جو ایک روپیہ پر دفتر اخبار وطن لاہور سے مل سکتی ہے ان حوضوں اور جنگل کا مفصل ذکر موجود ہے۔ مترجم

بچھاکر خوب مزے سے کھانا کھایا۔ اس درخت کی عمر دو ہزار برس کی بتائی جاتی ہے۔ ... کے تیسری صلیبی جنگ سے واپس آتے وقت ۱۱۹۱ء میں اسی درخت کے نیچے اترا تھا ... کھایا۔ مگر یہ بیان کسیقدر اصلاح طلب ہے۔ پاس خانہ بدوش ترکمانی جشیبوں کا ایک گروہ اترا ہوا تھا اس گروہ کی عورتوں اور بچوں نے جو خیرات مانگنے کے لیے ہمارے گرد جمع ہوگئے تھے کھانا ... سے سوال کرتی ہوئی ہمارے گرد اکٹھی ہوگئیں لیکن چونکہ انکو کپڑوں جسم کی صفائی کے لئے صابون اور ... کسی چیز کی احتیاج فی الحقیقت معلوم نہ ہوتی تھی ہمنے آخر تنگ آکر سب کو ڈانٹ بتائی جسپر وہ ہماری خلاصی کر گئیں۔ ... جوان عورتیں بالکل مکروہ شکل وبدصورت تھیں۔ البتہ بعض بچوں کے خط وخال عمدہ بلکہ خوبصورت تھے لیکن انکے جسموں پر غلاظت کی اتنی موٹی تہ جمی ہوئی تھی کہ خوبصورتی کو تمیز کرسکنا آسان نہ تھا۔

کھانے سے فارغ ہوکر ہم نے جنگل میں چکر لگایا۔ اور ارادہ کیا کہ کسی نئی جڑی بوٹی کو تلاش کریں۔ لیکن اس قدر وقت نہ تھا۔ صنوبر کے درخت کو واپس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اوس کے ایک بقدر بوسیدہ ڈال میں ایک چھوٹا سا نفیس خوب آراستہ ومکلف قہوہ خانہ کھولے بیٹھا ہے۔ اور دوکان کا دروازہ کھلا ہے۔ پہلے یہ بند تھا۔ اور ہمکو یہ وہم تک بھی نہ تھا کہ درخت میں کوئی دوکان یا دروازہ بھی ہوگا۔ فرنج نے ہمیں دیکھتے ہی دیگچی چولھے پر رکھدی اور چند لمحوں کے بعد سب کے سامنے نہایت خوشگوار وعطر قہوہ اور بسکٹیں پیش کیں۔ جن کو سب نے شوق سے کھایا۔ اور پھر خاکوں خاصکر صنوبر کی تصویر کو مکمل کیا۔ یہہ درخت بعالم جوانی بلاشبہ اپنے جنگل کا بادشاہ ہوگا۔ اوس کے تنے کا حصہ کثیر زمین کے اندر تک بالکل بوسیدہ ہوگیا ہے لیکن اس کے ڈال جو اس تنے سے نکلے ہوئے ہیں ابھی تک قایم ہیں اور بلندی میں دو سو فٹ سے زیادہ گئے ہیں۔ ان ڈالوں سے تبدل رہا ہے کہ جس زمانہ میں رچرڈ نے اس کے سایہ میں آرام کیا تھا یہ غضر جنگل اسوقت کیسے جوبنوں پر ہوگا۔ دن اب بہت تھوڑا رہ گیا تھا۔ اور جہاز کے بھی عصر اپیا پہونچنے کا وقت قریب ہوگیا تھا ہم جھٹ پٹ عصر اپیا کی گھاٹ کو چلدیئے۔ اور وہاں جہاز پر سوار ہوکر بہت جلد اسی جگہ آگئے کہ جہاں سے صبحکو جہاز پر سوار ہوئے۔

فصل پانزدہم

قسطنطنیہ سے براہ وادی آغاج سمرنا کو

موضع ایوب۔ جنگی جہاز۔ آب شیریں۔ ایوب کی سیر۔ جامع ایوب کے تبرکات قدیمہ۔ عیسائی وہاں داخل نہیں ہو سکتا۔ قبرستان کی چوٹی سے نظارہ۔ قبریں۔ کتوں کے لئے پانی پینے کے برتن۔ روزنامچے قسطنطنیہ سے روانگی بحیرہ مارمورا رڈوسٹو۔ گلی بولی۔ نماز۔ ڈارڈنلز۔ امبروس۔ ساموتھراکی۔ وادی آغاج۔ ریلوے لاین کا انتہائی سٹیشن سڑک کی محفوظیت۔ ریلوی وروسی سازش۔ روس کے ارادے۔ وادی آغاج کوئی دلفریب جگہ نہیں بلکہ اوس کی آب وہوا ناقص خیال کی جاتی۔ روزنامچہ نویس۔ جزیرہ تھاسو سے روانگی۔ جزیرہ مٹی لین یا لسبوس۔ کیس۔ سمرنا میں ورود

باسفرس کی متذکرہ سہ رسیر سے جماعت کے ہر ایک فرد کو اس آبشار پر کم انکم چند اور سفر کرنیکا بھی شوق ہوگیا

بعض ذی جاہ اشخاص اور گوردی کے شہزادوں کی قبرستانوں کو جن میں انگریزی سپاہی مدفون ہیں دیکھا۔ چند روز ایک دن رومیلی حصار پھر ایک روز قاضی کوئی میں اپنے احباب کے پاس بسر کئے۔ اور کچھ نے بحیرہ مارمورا کے جزائر شہزادگان کی سیر جا کی۔

البتہ ایک قابل دید مقام ہم میں سے کسی نے اب تک نہ دیکھا۔ یہ موضع ایوب تھا۔ وجہ یہ تھی کہ ہم کو بتایا گیا کہ وہاں جانا وقت ضائع کرنا ہے وہاں کے ترک ہمیشہ سے نصرانیوں کے مخالف چلے آتے ہیں۔ اس تنبیہ کے باوصف ایک چھوٹی سی جماعت تیار ہو گئی۔ میاں موسیٰ (یہودی) کو راہنمائی کے لئے ساتھ لیا۔ اور کشتیوں کے پل کی بالائی طرف ایک سٹیمر پر سوار ہو کر موضع کی طرف سوار ہو گئے۔ یہ موضع خلیج زرین کے دہانہ پر پل سے چند میل کے فاصلے پر ہے ہم تھوڑی ہی دیر میں اردگرد کی نظارہ میں محو ہو گئے۔ پل سے کچھ فاصلہ پر خلیج میں جدید و قدیم قسم کے متعدد قابل کار جنگی جہاز لنگر انداز تھے۔ نیز آہن پوش منجنیق دار جہاز۔ جن کے دنبالے ساحل کی طرف ہیں اور دہانے ڈاک سے بوئیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ ہمارا سٹیمر ان کے پاس سے گذرا۔ آہن پوش بیڑے سے کچھ فاصلے پر خلیج کے سرے کی طرف عجائب خانے کشتیوں کی ایک قطار لنگر انداز تھی۔ ان کشتیوں کی چھتوں پر کوٹھریاں بنی ہوئی ہیں ان کشتیوں پر سنتری مامور ہیں تاکہ اس طرف سے کوئی شخص آہن پوشوں کی طرف نہ جا سکے۔ اس طرف کے ساحل پر بحری صیغہ کے متعلق بہت سی سرکاری عمارتیں ہیں۔ اور وہاں خاصی مستعدی کا عالم پایا جاتا تھا جس سے پتہ مل رہا تھا کہ ترک اپنے بیڑہ سے غافل نہیں۔ اس کی ترقی و اضافہ کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ شاخ زرین کے اس حصہ کو جو پلوں سے اوپر ہے۔ یورپ کے "آب شیرین" پکارا جاتا ہے۔ اور اس کے دونوں طرف لوگوں کی آسانی کے لئے جا بجا چوبی پل پائے اور گھاٹیں بنی ہوئی ہیں۔ جہاز نے مسافروں کی سہولت کی لئے اس ساحل سے اس ساحل کو دوران سفر کئی چکر ان گھاٹوں تک لگائے۔ اور آخر ایک گھنٹہ کی مسافت کے بعد موضع ایوب کے کنارہ پر جا پہنچا ہم اس کے بازار دل سے خراماں خراماں گذر کر دوسری طرف ایک پہاڑی پر جا چڑھے۔ وہاں سے قرب و جوار کا نہایت فریبندہ نظارہ ہوتا ہے۔ اس موضع میں خاص دلچسپی کی چیز ایک خوبصورت مسجد ہے۔ جو اندر باہر از سر تا پا سفید سنگ مرمر کی ہے لیکن افسوس اسے اندر سے دیکھنا عیسائیوں کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ تاریخ بتاتی ہے اب تک کسی عیسائی کو اندر جانیکی اجازت نہیں ملی۔ سنجق شریف یعنی علم پیغمبری۔ نیز عثمان بانی خاندان کی شمشیر اسی مسجد میں رکھی ہوئی ہے۔ جو ہر نئے سلطان کی کمر پر اسکی تخت نشینی پر باندھی جاتی ہے۔ یہ شمشیر بندی گویا بمنزلہ یورپین بادشاہوں کی رسم تاجپوشی کی ہے جبکہ شہزادہ ویلز اپنے جلیل القدر کو داخل ہونیکی اجازت نہ ملی اور صاف انکار کر دیا گیا۔ وہاں ہمیں بھلا کون داخل ہونے دیتا تھا۔ نہ ہم ایسے نادان تھے کہ اس اجازت کی حصول کی کوشش کرتے ہمنے دروازہ ہی سے جس پر ہر وقت پہرہ رہتا ہے اس کے اندر نظر ڈالنے پر قناعت کی۔ اور پہاڑی کو بڑھتے چلے گئے جو سر تا سر قبرستان ہے۔ دن بڑا گرم تھا قبروں کی تعویذوں سے ادھر ادھر ٹکراتے ہمارا دم پھول گیا مگر جب چوٹی پر پہنچے تو وہاں کی نظارہ نے تکان کا کافی صلہ دیا۔ زیر قدم خوبصورت مرمریں مسجد خلیج کی ایک سرے پر اور دور فاصلے میں

ملہ چند انگریزی اخبارات کے نامہ نگاروں نے ان دنوں جبکہ سرویا بلگیریا پر عنقریب حملہ آور ہوا چاہتی تھی لکھا تھا کہ ترکی حکومت نے ان جنگی جہازوں میں سے چند کو لنگرگاہ سے باہر نکالے جانیکا حکم دیا تاکہ ایشیا کوچک سے انپر روملیا اور مقدونیہ کی ساحل کو فوج بھیجی جائے لیکن وہ مرمت طلب ہونے کی وجہ سے کام نہ دے سکے۔ مصنف۔

Marfat.com

دوسری طرف دیو قامت سیاہ فام آہن پوش سپاہی تگن تھی۔ ان سے پرے پیر اکے خوبصورت ادر مخلوط استنبول کو فضیلت ہے سلطنتوں
مکانات تھا۔ درختاں دکھائی دے رہے تھے اور ان کے دونوں طرف جامع مسجدیں جن سب کی سر ارایا صوفیہ سلطان احمد کی
تھی گویا پایہ تخت عثمانیہ کی حفاظت کر رہی تھیں قبریں نہایت چند ان دلفریب تھیں اس بارہ میں ترکوں کا مذاق اہل یورپ سے بالکل مختلف
ہے۔ اونکی مربع لوحیں جا بجا بکھری پڑی تھیں اکثر کی لوحیں جھکاؤ کی تمام مدارج کو ظاہر کر رہی تھیں اور بعض سطح زمین پر لیٹ جانے کو
بالکل تیار تھیں۔ ان الواح سے ظاہر ہوتا تھا کہ ترک اپنی متوفیوں کی یادگاریں بنانی میں تو خست نہیں کرتے لیکن جب ایک دفعہ
بن گئیں پھر بھولے سے بھی اونکی مرمت کا نام نہیں لیتے۔ اور اس طرح تعمیر کے ختم ہوتی ہی شکستگی و بوسیدگی کا عمل شروع ہو جاتا ہے آن کے
قبرستانوں کے متعلق ایک امر خاص طور پر قابل تذکرہ ہے جس سے ترکوں کی کمال رحمدلی کا بین ثبوت ملتا ہے۔ عموماً ہر قبر کے ساتھ
آوارہ گرد کتوں کے لئے پانی موجود رہنے کی غرض سے پیالہ کی شکل کا چھوٹا سا چوبچہ بنا دیا جاتا ہے۔ یہ معماء اب تک حل نہیں ہوا کہ جبر
جب ذیکہ بظاہر مسلمان ایسی حقارت و نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جس کے ساتھ پرانی مسلمان نصرانیوں کو تشبیہ دینے سے کبھی نہیں
جھکتے تھے۔ اوسکے ساتھ ایسی مہربانی کا برتاؤ کیوں کیا جاتا ہے[1] ویسی کیوقت بھی ہم راہ چلتے چلتے دروازہ سے مسجد کے اندر ایک دفعہ
اور نظر دوڑائی مگر اس دفعہ پہرہ دار کے علاوہ برقعہ پوش مستورات اور بچوں کا بھی جمگھٹا دروازہ میں موجود تھا جسکی وجہ سے

---

[1] غالباً اس لئے کہ مسلمانوں کی فیاضی اور نمک حلالی کے علاوہ ایک متبرک مقام میں مسلمانوں کی مقدس ترین معبد کا وہ ایسا احترام کرتا
ہے کہ بہت تھوڑے انسانوں کو بھی ویسی سعادتمندی کا فخر حاصل ہے۔

مکہ سے ایک صاحب نے اس خیر البلاد کی کچھ حالات خرق عادت لکھی ہیں جنہیں کتّوں کی نسبت حسب ذیل باتیں درج تھیں:-

دنیا کی ظاہری مخلوق میں کتا وہ سرد درجہ کی نجس و نظر سے گری ہوئی مخلوق ہے۔ مگر اس سے جو بخلاف عادت باتیں یہاں
دیکھنے میں آتی ہیں وہ ایک مبصر کے واسطے ضرور دلچسپی کا باعث ہوں گی۔ مکہ سے منا تین میل کے قریب ہے۔ ایام حج میں جس کثرت سے
وہاں قربانی ہوتی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ حکام مکہ کو سینکڑوں گڑھے اور کھتے کھدواتے اور گوشت کے دفن کرانے میں بہت
کچھ اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ ذوالحجہ کی ۱۲ تک تمام شہر خالی رہتا ہے۔ بجز سرکاری پولیس کے جو انتظام اور شہر کی حفاظت کیواسطے رہتی
ہے کسی آدمی کی صورت نظر نہیں آتی۔ آجتک کسی نے نہیں دیکھا کہ مکہ کا ایک کتا بھی گوشت کے واسطے کبھی منا میں گیا ہو
چار روز تک بھوکے گلی کوچوں میں پڑے رہتے ہیں +

حرم شریف کے چھوٹے بڑے بیالیس دروازے ہیں۔ حرم کے چاروں طرف دروازوں پر کثرت سے کتے پڑے رہتے
ہیں کبھی نہیں دیکھا کہ کتے نے حرم کے دروازے کے اندر بھی قدم رکھا ہو جب کبھی کتا حرم میں گھس آتا ہے۔ تو یہاں والے
کو پورا اعتقاد ہے کہ کوئی عیسائی یا یہودی چھپ کر چلا آیا ہے۔ اسوقت سے تلاش شروع ہوتی ہے۔ ابھی حال کا قصہ ہے کہ اسیطرح
کتا حرم میں آ گیا۔ اور عادت کے موافق یہاں والے اس اشارہ کو سمجھ گئے۔ اتفاق سے دو تین روز کے بعد ایک چینی مل گیا۔
یہاں کے بعض آزاد منش لوگ جو ہمیشہ ایسے امور میں تنقید کیا کرتے ہیں چاہتے تھے کہ اوسکا خاتمہ ہی کر ڈالیں۔ مگر والی
دگر دزہ حجاز کی عمدہ تدابیر نے اسے ان لوگوں کے پنجہ سے چھڑایا ہے تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ اس قانون سے بالکل
بےخبر ہے کہ حرم میں بجز مسلمانوں کے اور کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔ (مترجم)

Marfat.com

ہماری نظر حسب اطمینان کام نہ کر سکی۔ بہرحال گو ہم مسجد میں داخل ہونیکا فخر نہیں کر سکتے تاہم اپنے سفر اور نظارہ سے کامل مطمئن و مسرور جہاز پر واپس پہونچ گئے +

اگرچہ ہم میں سے کسیکا دل اپنی پندرہ روزہ گشت و سیر سے ابھی سیر نہ ہوا تہا۔ نہ ہم میں سے کوئی اپنی بیاض تصاویر مناظر کے اوراق کے علی التواتر سیاہ کرتے رہنے سے تہکا تھا۔ بلکہ ہر ایک کا یہی خیال تہا کہ ابھی دیکھا ہی کیا ہی کہ آخر کار اس حکم کا وقت آپہونچا کہ لنگر اُٹہایا جانیوالا ہے۔ اور کہ جہاز اب ساحل رومیلیا کو جائیگا۔ جب ملاح لنگر اُٹہا رہے تھے تو اُسوقت ایک خاتون اُن مقامات کے اسمائے اور تاریخ و اوقات معائنہ کو جو اوس نے گذشتہ چند دنوں میں باسفرس کے متعلق سپرد شمار کی تہا (کی تہیں) نہیں کسیقدر گڑبڑ ہو گئی تھی۔ وہ اس گتھی کو خود نہ سلجہا سکی۔ اور آخر مجھ سے مدد کی استدعا کی۔ اور اوس مدد دینے سے مجھے معلوم ہو گیا کہ ہمنے کسقدر کام کیا۔ تھوڑی سی محنت اور تحمل سے یہ عقدہ حل ہو گیا۔ اور ہم سب معلوم ہو نیسے ششدر رہگئے کہ ہمنے دو ہفتوں کے عرصہ میں ہمنے باسفرس کے دو ساحلوں پر تو بیس بتیس قصبات اور دیہات کی خوب اچھی طرح سے سیر کی +

پندرہ دنوں کے قیام کے بعد ۲۷ جون کی دوپہر کو ہمارے جہاز نے پھر حرکت کی مجلس آئی گوشہ پھر متری کو دیکھا جہاں توپیں اور بارود بنانے کا سرکاری کارخانہ ہے۔ اور تھوڑی دیر بعد سان سٹی فانو جو پایہ تخت کا بعید ترین عثمانی قصبہ ہے یکے بعد دیگرے نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور بحیرہ مارمورا میں جا کر سورج اُسی جاہ و جلال سے غروب ہوا۔ جس جاہ و جلال کے ساتھ وہ ہماری آمد کیوقت طلوع ہوا تھا۔ بحیرہ مارمورا اور ڈارڈ نلز کا سفر واپسی اس کے سوا آتی دفعہ کے سفر سے کسی بات میں مختلف نہیں تہا۔ کہ مسافروں میں کسیقدر رد و بدل ہو گیا تھا۔ جہاز غلہ اور چینیا بار کرنیکی لئے رد ڈوسٹو میں چار گھنٹے ٹھیرا۔ علی الصباح مینی گر جا کرایا۔ جو جہاز کے گیلی پولی پہونچنے تک ختم ہو گیا جبوقت اُسنے شروع کیا اُسوقت جہاز بحیرہ مارمورا کی خوبصورت مرمرین جزیرہ کی بالمقابل تہا۔ اکثر ملاح رات کو کام پر تہے۔ اس لئے اونکو نماز میں شریک ہونے سے معاف رکہا گیا +

آبنا سے جہازوں کیوقت ہی گذر گیا۔ اور تاریکی سے پیشتر جزیرہ امبروس کو جو بے ہنگم پہاڑیونکا شاندار مجموعہ ہے پیچھے چھوڑ گیا۔ شام کی جھلملی روشنی میں یہ جزیرہ اگرچہ نہایت اکہڑا اکہڑا اور بہیانک دکھائی دیتا ہے لیکن فی الحقیقت وہ بنجر یا کم بار آور نہیں۔ اسکا رقبہ ۱۱۶ میل مربع ہے۔ اور اوس کی بلند ترین پہاڑی ۱۸۴۵ فیٹ اونچی ہے۔ کل سطح درختوں سے ڈہنپی ہوئی ہے۔ اور وادیوں میں روغن دار اجناس۔ کپاس۔ غلہ اور انگور بافراط پیدا ہوتے ہیں قدیم ترین زمانہ سے اس جزیرہ کے نصیب میں متواتر کامل پولٹیکل تغیرات مقدر رہیں۔ تاریخ قدیم بتاتی ہے کہ [illegible] اوس کے باشندے خود مختار رہے۔ اور صرف اپنے وضع کردہ قوانین کے تابع تہے۔ پھر یکے [illegible] ایران [illegible] اتھنز۔ مقدونیہ اور ریاست پرگماس کے تابع رہنے کے بعد سلطنت روما کے ماتحت ہو [illegible]۔ وہ اس وقت سلطنت عثمانیہ کے تابع فرمان ہیں۔

اس جزیرہ سے گذرے ہی تھے کہ سُرخ مرمر کی پہاڑیوں والا جزیرہ ساموتھراکی دکھائی دینے لگ گیا اگرچہ جہاز کے قریب پہونچنے تک تاریکی بڑہ گئی تہی لیکن اُس کے امتیازی خط و خال برابر دکھائی دے رہے تہے۔ اسکا رقبہ گو چھوٹا سا ہے لیکن مجمع الجزائر میں سب سے بلند پہاڑ اسی میں ہے۔ جو ۵۲۴۸ فیٹ بلند ہے۔ اور اسر دس کی پہاڑیوں کی

Marfat.com

راستہ میں حائل ہونیکے باوجود اوس کی برفپوش چوٹی میدان طرابلس سے صاف دکھائی
لیکن اچھا بندرگاہ ایک بھی نہیں یہی وجہ ہے کہ بلحاظ تجارت اوسکا قبضہ کبھی [illegible]
اہم ہے البتہ جو مذہبی مراسم وہاں ادا کی جاتی تھیں بزمانہ قدیم میں انکی بڑی حرمت کی جاتی ہی [illegible]
عام اعتقاد یہہ تھا کہ جو شخص جزیرہ میں جاکر اونپر اسرار مراسم کو سیکھ آتا ہے وہ تمام مستقبلہ (بحری) خطروں سے محفوظ
تھا لیکن یہ اسرار کیا تھے۔ اسکی ابھی تک حقیقت معلوم نہیں ہوئی۔ صرف یہی معلوم ہوا ہے کہ کابیری کے نام سے جنکی تعداد
(۲-۳ ہے بلکہ بعض ۴ بھی بتاتے ہیں۔ مترجم) چند دیوتا تھے۔ اور انہی کی مشرکانہ پرستش سے ان مراسم کا تعلق تھا۔ انجیل کے
حصہ اعمال۔ باب ۱۶- آیت ۱۱ میں ساموتھراکیہ سے اسی جزیرہ کی طرف اشارہ ہے۔ آیت کے الفاظ یہ ہیں:- پس طرواس کی کشتی
کھول کے ہم سیدھے ساموتھراکیہ میں اور دوسرے دن نیاپولس میں آئے ٭

رات کی تاریکی بہ شدت بڑھتی گئی۔ لیکن وادی اغناج کے مینار روشنی کی ایک مستقل آنکھ ساحل پر دیکھ رہی تھی۔ راہنمائی کو
کفایت کر رہی تھی۔ اوسکی راہبری سے جہاز ساحل سے ایک میل کے فاصلے پر کھلی خلیج میں لنگر جا کیا۔ علی الصبح خوب بارش
ہوتی رہی۔ جو قسطنطنیہ میں پندرہ دن دہوپ کھانے اور گرد و غبار کے پھانکنے کے بعد ہمیں بڑی پیاری معلوم ہوئی۔ اوس
میں ترکی کا یہہ علاقہ بہت ہی سہانا اور سرسبز دکھائی دیا۔ وادی اغناج روسیلین ریلوے کا جو اڈریانوپل و فلپ پولس تک مکمل
ہو چکی ہے ساحل پر انتہائی سٹیشن ہے یہ لائن بلغراد کے قریب ڈینیوب تک بڑہائی جاکر آسٹریا کی لائنوں سے ملا دی جائیگی جسکی
تکمیل پر یہہ بندر متصلہ زرخیز صوبوں کی زرعی اجناس کی نکاسی کا راستہ بن جانے سے خاصہ اہم بن جائیگا۔ سردست اس
بندر سے بڑے جہاز فایدہ نہیں اٹھا سکتے۔ وہاں صرف ایک چھوٹی سی لنگرگاہ ہے جسمیں پانی کا عمق فقط ۲۰ فیٹ ہے اور [illegible]
محض چھوٹے چھوٹے جہاز اور کشتیاں اس میں جا سکتی ہیں۔ اوسے ریلوے کمپنی نے تیار کرایا تھا۔ بڑے جہازوں کو خشکی سے کچھہ فاصلہ پر
ہونا پڑتا ہے اور ساتھہ ہی سٹیم برابر تیار رکھنی پڑتی ہے کہ جنوب مغربی ہوا اگر چلنے لگے تو جھٹ پٹ روانہ ہو سکیں یہ ہوا بہت تیزی کے ساتھ
چلتی ہے۔ اور بنا بریں کھلے سمندر میں ساکن جہاز کو بہت نقصان پہنچا سکتی ہے۔ مدبرین اس کے محل وقوع کو دیکھکر انجنیروں
کی لیاقت و دانائی پر ضرور معترض ہوں گے۔ کہ اسے کیوں تجارتی بندرگاہ بنایا گیا ہے۔ اور انکا یہ اعتراض غلط بھی نہیں ہوگا۔
چند برس ہوئے۔ مجوزان لائن نے یہ تجویز ترکی گورنمنٹ کے سامنے پیش کی کہ اڈریانوپل سے بندر رڈوسٹو تک جو قسطنطنیہ
سے ستر میل کے فاصلے پر برلب بحیرہ مارمورا ترقی کنان شہر ہے لائن بنائی جائے۔ یہہ تجویز جہازی آسایش کے لحاظ
سے ہی نہایت مفید نہ تھی۔ بلکہ یہ خوبی بھی رکھتی تھی کہ لائن کا انتہائی سٹیشن عثمانیہ حکومت کے کامل اقتدار
نگرانی میں ہوتا ہے لیکن ترکی کے دشمن کب چپکے بیٹھہ سکتے تھے۔ انہوں نے اس تجویز سے یہی ترکی کے نقصان
پہ روس کو کچھہ نہ کچھہ فایدہ پہونچ جانے کی فکر کی۔ اور آخر روسی اقتدار و اصرار و استقلال کا جسے بلاشبہ ترکوں کی ابلہی
و جہالت یا بعض اہلکاروں کی بے ایمانی سے بہت ہی تقویت ملی۔ یہہ نتیجہ ہوا کہ لائن کا رخ اڈریانوپل [illegible]
نیچے جنوب مشرق کی بجائے جنوب مغرب کو بحیرہ مجمع الجزائر کے شمالی ساحل کی طرف کر دیا گیا۔ اور [illegible]
اصلی تجویز کے مطابق رڈوسٹو کے محفوظ و معمور بندرگاہ میں بنانے کے بجائے جزیرہ ساموتھراکی کے سامنے [illegible]

پر وادی آغاج کے گمنام اور مخزن الامراض قصبے سے گاؤں میں بنایا گیا۔ اگرچہ اس لائن کو جاری ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا لیکن اس عرصہ میں ہی یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اگر یہاں وسیع و محفوظ ایسی لنگرگاہ بنادی جائے جسمیں بڑی بڑی اسٹیمر آسکیں تو یہہ بندر زرعی اجناس و پیداوار کی برآمد کا بڑا مرکز بن سکتا ہے۔ مزید برآں اگر ترکی سے شرقی رومیلیا کی علیحدگی کی نسبت یہ فیصلہ ہونیوالا ہو کہ وہ دائمی ہوگی تو اس صورت میں ترکی کیلئے اور بھی لازمی ہو جائیگا کہ وادی آغاج میں ایک محفوظ اور عمدہ لنگرگاہ تیار کرائے۔ اسکا خرچ جہازوں پر محصول قایم کر کے بتدریج وصول ہو جائیگا جہاز والے محصول بڑی خوشی سے دیا کریں گے۔ کیونکہ یہاں بندر بن جانے سے انکو غلہ لانیکے لئے قسطنطنیہ یا بحیرہ اسود کی بلغاری بنادر کو نہ جانا پڑیگا۔ اور اسطرح وہ آبنائے ڈارڈنلز و باسفرس وغیرہ کے محاصل اور چونگی اور نیز بحری خطرات سے بچ جائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ جہازوں کی کثرت خود بخود حکام کو اس کام کی تکمیل کا حوصلہ دلا دیگی اور عنقریب یورپ کے باشندوں کے لئے اناج کی ایک اور بھاری منڈی قایم ہو جائیگی۔ جو انکو روس اور امریکہ کی پیداوار کی محتاجی سے بہت کچھ مستغنی کر دیگی۔ روسی مکاری نے گو دنیا کے جہازات کے لئے ایک اور آسانی و سہولت کی موجودگی کا رستہ صاف کر دیا ہے لیکن ساتھ ہی اس امر کی پولیٹیکل وجہ کو نظرانداز کر دینا ہرگز مناسب نہیں۔ روس یہ دیکھ چکا ہے کہ ترکی کے برخلاف اوسکی غاصبانہ پیشقدمی کو روکنے کیلئے بلقان کا سلسلہ ناممکن العبور سد نہیں ہے۔ اور چونکہ یہ مکار، بے اصول اور کذاب طاقت عرصہ دراز سے بحیرہ روم پر ایک محفوظ مقام اسغرض سے حاصل کرنیکی درپے ہے کہ جب جی چاہے وہاں سے نکلکر کل یورپ میں تہلکہ برپا کر سکے اور ادہر سے اذیت پہونچا سکے۔ وہ اپنے دل میں یہ ضرور سوچ بیٹھی ہوگی کہ بمقام وادی آغاج کم از کم ایک ایسے موقعہ پر اوس نے پختہ حق شفع قائم کر لیا ہے۔ بنابریں یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ روس جزیرہ نما بلقان کی اقوام کو برخلاف اپنی چالوں کو بلگیریا و رومیلیا کو جلد ہڑپ کر سکنے کی توقع سے اب دگنی مستعدی سے شروع کر دیگا۔ اور جب وہ اس لقمہ عظیم کو حلق سے اوتار لینے میں بکامیابی فارغ ہو جائیگا۔ تو بلاشبہ اوس کی دوسری چال یہ ہوگی کہ ایڈریانوپل لائن کو جھیل بوری تک جو صرف نو میل کے فاصلہ پر اور قلعوں و جنگی کارخانوں کی تعمیر کیلئے نہایت موزوں ہے بڑہا دیگا۔ اور اس سے فارغ ہو جانے پر وہ بحیرہ اسود و بحیرہ روم دونوں سے ایک ساتھ قسطنطنیہ پر حملہ کرنیکے قابل ہو جائیگا۔ اور جب دل چاہا یونان کو بھی ہضم کر سکیگا۔ یہ توکہنے کی کوئی احتیاج نہیں کہ اس قسم کی ابلیسانہ چال اور نیز آسٹریا کے وہ غاصبانہ ارادے جو وہ اپنے قریبی ہمسایوں (سرویا، مانٹی نیگرو و البانیا) کے متعلق رکھتا ہے صرف کل یورپ کی متفقہ کوشش و سعی سے ہی ملیامیٹ کئے جاسکتے ہیں۔ ان دونوں بے ایمان مطلق العنان حکومتوں کی شرارت کو روکنے کا یقینی طریقہ یہی ہے کہ بلقان کی تمام اقوام کو شہزادہ الکزنڈر کے زیر فرمان ایک واحد اور خوب مضبوط بادشاہی بن جانے کی ترغیب دی جائے۔ یہ بادشاہی مدت دراز تک ان دونوں غاصبوں کے برخلاف نہایت مستحکم سد کا کام دے سکیں گی۔

وادی آغاج بناتہ ابھی کوئی ایسا مقام نہیں کہ اوسکے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت ہو۔ نہ اوس کے قرب و جوار میں کوئی قابل تذکرہ سامان دلچسپی پایا جاتا ہے۔ یہ جھیل بوری کے دہانہ سے بجانب شمال غرب نو میل کے فاصلے پر واقع ہے بلکہ وہ دلدلی نشیب میں ہے جس کے کئی قطعات پر دلدلیا صنوبر کی جھنڈی کھڑی ہیں۔ اس جگہ کی صحت بھی مشتبہ سی ہے بہرحال قسطنطنیہ کے ایک اخبار مورخہ ۱۰ اگست ۱۸۸۵ء نے شایع کیا تھا کہ وہاں بیماری بہیل

شہزادہ الکزنڈر والی بلگیریا نے ستمبر ۱۸۸۵ء میں شرقی رومیلیا پر قبضہ کیا تھا۔ تفصیل کے لئے دیکھو بست سالہ عہد حکومت سلطان عبد الحمید۔

رہی ہے۔ خاصکر مقصد موضع قیولو میں جہاں بخار [illegible]
رہے ہیں۔ جہاز نے یہاں کی بارکی۔ اس کام میں بارش کیوجہ سے کئی دفعہ [illegible]
ہوتے لیکن یہ توقف مسافروں میں سے کسیکو ناگوار نہ گذرا۔ ان دنوں میں شوقین مصوروں اور حالات
لکھنے والوں نے اپنی خاکوں اور مسودوں کے ذخیرہ کو باطمینان خاطر خوب بڑھا لیا۔ اور کئی مقامات کے علاوہ [illegible]
نے جزیرہ تھاسو کا خاکہ اوتارنے کی بہی بجد کوشش کی۔ مگر وہ اسقدر دور تہا کہ بارش کی درمیانی وقفوں میں
دوربینوں سے بہی بوضاحت اوسکی مجموعی ہیئت دکھائی نہ دی۔ بحیرہ مجمع الجزائر کا وہ سب سے شمالی جزیرہ ہے۔ اور عہد
قدیم میں زرخیزی کے لئے مشہور تھا۔ ویسا ہی اب بہی ہے۔ تاہم روغن زیتون۔ شہد اور لکڑی اب بہی وہاں سے
بکثرت باہر جاتی ہے۔ کسی زمانہ میں وہاں کی معادن مرمر و سیم و زر دنیا بھر میں مشہور تہیں۔ لیکن اب عرصہ
دراز سے متروک پڑی ہیں۔

جسقدر غلہ اس نے لینا تہا وہ لیکر جہاز یکم جولائی کو سمرنا کی طرف چلا صبح کو تڑکے ہی ہمارے مصور صاحبان پنسلیں
لئے پھر تختہ پر موجود ہو گئے۔ جہاز جزیرہ میٹی لین کے پاس سے گذرا۔ یہ پُراسرار گر خوبصورت جزیرہ صبح کی روشنی میں عجب بانکا
اور شاندار نظر آیا۔ جب جہاز اوسکی بندرگاہ آولیوی کے قریب پہنچا تو اوسوقت تک آفتاب کی سنہری کرنوں نے کل قطعہ میں نئی
روح پہونکدی ہوئی تہی۔ اس شاندار جزیرہ کو قدیم زمانہ میں لیسبوس اور اوسکے پایہ تخت کو ایک سابق بادشاہ کی بیٹی [illegible]
اس کے نام پر میٹی لینی پکارتے تہے یہ ہمیشہ سے زرخیزی کے لئے شہرہ آفاق رہا ہے۔ علم و ہنر کا مخزن بہی یہ عرصہ دراز تک رہا۔ اور ۳۴
بارہ ہیں کہ جسوقت الفنز و روہوڈس کا ہمپایہ تہا یونان و روما الکبریٰ کے ممتاز آدمیوں میں سے اکثر اسی کی تعلیم گاہوں
کے فیضیاب یافتہ اور باشندے تہے۔ از انجملہ چند ایک نام یہاں درج کر دیتا ہوں (۱) پٹاکس جو یونان کے سات عقلمندوں
میں سے ایک گنا گیا ہے۔ اس قانون کا موجد اور واضع یہی تہا کہ جس جرم کا ارتکاب بحالت نشہ کیا جائے۔ اوس کی
دوہری سزا دی جائے (۲) الکائیس مشہور سرود آفرین اور سافو کا عاشق شیدا (۳) سافو زمانہ قدیم کی مشہور شاعرہ
(۴) ترپانڈا۔ زمانہ قدیم کا ایک مشہور گیت بنانیوالا۔ اور ایسا باکمال گویہ۔ کہ ایک دفعہ اوس نے بربط بجانا شروع کر کے
ایک فساد عظیم کو ٹلا دیا تہا (۵) تہیوفانیس قدیم مورخ۔ میٹی لین کے تقریباً بالمقابل جزیرہ کیوس ہے جو مہیب آتش فشانی اور [illegible]
یہ چٹانی جزیرہ ستر میل لنبا اور وسط میں [illegible] میل چوڑا ہے اوسکی شکل تقریباً [illegible] کی سی ہے شمالی سرا ۱۵ میل اور جنوبی
[illegible] میل چوڑا ہے۔ [illegible] پہاڑ زیادہ تر سنگ مرمر کا ہے جسکی بلند ترین چوٹی جبل الیاس ۴۱۵۷ فیٹ اونچی ہے۔ ۱۳ اپریل
۱۸۸۱ء کو یہاں ایسا مہیب زلزلہ آیا کہ شہر کسترو جو اوس کی مشرقی جانب پر آباد ہے۔ تقریباً منہدم اور [illegible]
برباد ہو گئے۔ اور اونکے ملبہ کے نیچے چار ہزار انسان ہلاک ہوئے۔ مجروحین یا عمر بھر کے لئے معذور ہو جانے والوں
کی تعداد کثیر علیحدہ رہی۔ لیکن اس حادثہ مشئومہ کی یاد جلد فراموش ہو گئی۔ اور اب پھر یہ جزیرہ ویسا ہی آباد
اور بارونق ہے۔ جیسا کہ پہلے تہا۔ یہ مجمع الجزائر کے خوبصورت ترین جزیروں میں تسلیم کیا گیا ہے۔ ایشیائے کوچک
کے ساحل سے سات میل کے فاصلہ پر خلیج سمرنا کے دہانہ پر واقع ہے۔ زرخیزی اور [illegible] میں اس سے [illegible]

اس نواح میں کئی جزیرے نہیں۔ لشیم۔ انجیز بیز۔ لون مصطگی۔ زیتون۔ برنج۔ انگور یہاں کی بڑی پیداوار ہیں
اس میں ایک عمدہ بندرگاہ بھی ہے۔ اسی کہیو دس۔ کیوُدس۔ اور ساؤ بھی پکارتے ہیں یہہ متذکرہ صدر دونوں جزیرے
خلیج سمرنا کے دہانے پر ایک دوسری کی بالمقابل اس طرح واقع ہیں کہ گویا دو سنتری پہرہ پر کھڑے ہیں۔ سمرنا کا بندر ان سے قریب ہے
چند گھنٹوں کے بعد جہاز وہاں پہونچ گیا۔ اور جن مسافروں کے خشکی پر دوست احباب موجود تھے یا جن کو ابھی کوئی مقام دیکھنا
باقی رہتا تھا۔ وہ جہاز کی روانگی بجانب انگلستان تک چند دنوں کے لئے خشکی پر اُتر گئے ۔

فصل شانزدہم

سمرنا اور اوسکے مضافات

شہر کو کس طرح دیکھنا چاہئیے۔ مشکلات۔ لدے ہوئے اونٹوں کی قطاریں۔ بازاری مناظر۔ قابل دید اشیاء۔ ناچنے والے درویش۔ قابل دید مقامات جو دور ہیں۔ سمرنا کے گرد و نواح کے دیہات۔ کارڈیلو۔ سنجق قلعہ۔ اگاممنان کے حمام۔ بوجہ۔ بُونا بات۔ کوکلوجہ۔ ڈائنا کا حمام۔ چاہ یعقوب۔ صحت بخش مقامات۔ تین یہودی شباکونوشوں کا دقیقہ۔ بازار شوارع۔ ریشمی صنعت کا مرکز۔ جبیل طنطالوس۔ تاجران سمرنا کی سابقہ مرغوب رہائشگاہ۔ ڈاکٹر کیتر جس جنی۔ کا تب ادغلو سابق گورنر سمرنا۔ ہومر کی پیدائشگاہ۔ سمرنا کی ابتدا۔ اوس کی مصائب اور زلزلوں کی کثرت۔ [illegible] پولیکارپ کا محل شہادت۔ زنانہ مدرسہ۔

کسی پہلی فصل ہیں وہ سرکاری اعداد و شمار ۹ مئی ۱۹۰۵ء کے اخبار آسمرنا سے اقتباس کر کے دیئے جا چکے ہیں۔ جو ہز ایکسلنسی حسین حلمی آفندی جنرل سکرٹری ولایت آیدین نے اپنے صوبہ کے متعلق مرتب کئے تھے۔ انمیں سمرنا کی آبادی مع حساب وار تفصیل کے ساتھ ۲۰۹،۴۴۶ بتائی گئی تھی۔ اتنی بڑی آبادی رکھنے والے شہر اور اوس کے مضافات میں کئی قابل دید سطر کے موجود ہونیکی توقع رکہنا کسی نووارد سیاح کے لئے بیجا نہیں ہو سکتا اور نہ یہ توقع غلط ثابت ہوگی۔ ضرورت صرف یہہ ہے کہ ایک تو سیاح اپنے وقت کو باحتیاط مختلف موقعوں کی سیر کے لئے تقسیم کرے۔ اور دوم اوس کی دوران اقامت میں موسم صاف ہو۔ لورپول کی کونارڈ کمپنی اپنے جہازوں کے پروگرام میں لورپول سے براہ سمرنا قسطنطنیہ کو جاتے اور وہاں سے واپس آنے دونوں سفروں کے دوران میں سمرنا کا قیام اگرچہ صرف ایک ایک دن کا دکہاتی ہے لیکن عموماً یہہ جہاز وہاں کئی کئی دن اور بعض اوقات ہفتہ ہفتہ سے بھی زیادہ قیام کرتے ہیں۔ اور اس عرصہ میں [illegible] اور قابل دید مقامات کے انتخاب کے متعلق مقامی احباب سے درست مشورہ لینے پر بہت [illegible] ہوتا ہے۔

اگر سیاح آثار قدیمہ سے پہلے خود شہر کو دیکھنا چاہے تو اس بارہ میں اسے صرف یہ دقت لاحق ہوگی کہ بازاروں کی تنگی اور بد مرمتی کیوجہ سے اُسے بہت کچھہ تکان اُٹھانی پڑے گی۔ ساحلی سڑک۔ فرنگی بازار اور ایک دو دیگر شوارع کے ماسوائے باقی کے کل فرش بالکل ناقص۔ اور بغلی رستے تو معرا ہیں۔ علاوہ بریں سواری بھی عمدہ قسم کی نہیں مل سکتی۔ بنا بریں سیاح کو اپنی ہی ٹانگوں اور قوت رفتار سے کام لینا پڑتا ہے جبتک وہ تنگ چلیگا اور [illegible] ہو جائیگا

کو پھر بھی پیدل ہونیکی وجہ سے یورپ کے کسی اتنے ہی بڑے شہر کی سیر کی نسبت زیادہ وقت خرچ کرنا پڑیگا لیکن خوش قسمتی سے اس ناقص الفرش شہر میں گو تجارتی لحاظ سے وہ بڑا اہم ہے کوئی زیادہ قابل سیر مقامات نہیں انکی کائنات اس تفصیل سے معلوم ہو جائیگی حسب معمول چند شاندار جامع مسجدیں اور یونانی گرجے کچھہ پروٹسٹنٹ ورومن کیتھولک فرقوں کے کلیسے خوبصورت سرکاری عمارات اچھے گورنری ایوان۔ اور وسیع وفراخ فوجی بارکیں جن میں سواروں اور توپخانہ کے علاوہ دس ہزار فوج پیدل رہ سکتی ہے۔ شفاخانے۔ مدارس۔ کالج۔ عجائب خانے۔ بازار رنگینی والی درویشوں کی تکیے۔ اور ہزارہا دوکانات جن کے معائنہ سے اکثر سیاح کافی حظ اٹھا سکتے ہیں لیکن لنڈن۔ پیرس۔ اڈنبرا اور اٹلی یا جرمنی کے چند قدیم شہروں کی واقعی قابل دید اور صناعی کا کمال دکھانیوالی عمارات اور مناظر کے مشابہ یہاں کوئی عمارت نہیں ؎

برعکس ازیں اگر سیاح کو بازاروں میں پھرنیکا کوئی شوق نہ ہو۔ بلکہ زمانہ قدیم کے آثار دیکھنے کا خواہاں ہو تو اسکی یہہ خواہش نسبتاً بہت زیادہ آسانی سے پوری ہو سکتی ہے اگر وہ فیلڈلفیا دیکھنا چاہتا ہے تو سمرنا قصبہ ریلوے موجود ہے۔ وہ علی الصبح سمرنا سے ریلوے ٹرین پر سوار ہو کر آٹھ بجے تک ایکسو پانچ میل کا فاصلہ طے کرکے الاشہر پہنچ جائیگا۔ شام تک وہاں کی پرانی کھنڈرات کو دیکھہ بھالے اور اونکی تصویریں اُتارے صبحکو گھوڑے پر سوار ہو کر فلیڈلفیا یعنی قدیم سارڈیس کو جائے۔ جو الاشہر سے ۲۱ میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں کے آثار قدیمہ کی سیر سے فارغ ہو کر شام تک الاشہر واپس آجائے۔ اور پھر رات کی ٹرین پر سوار ہو کر صبح سمرنا اپنے ٹھکانے پر آجائے اگر کسی کو لاڈیشیا کے بھیانک کھنڈرات کے دیکھنے اور ہیراپولس کے مرمرین منزلدار چبوتروں پر سیر گشت کرنیکا اشتیاق ہو تو اس صورت میں پہلے سے صرف یہہ فرق پڑیگا کہ اوسے ایک اور ریلوے لائن کی سرپرستی کرنی پڑیگی جس کو سٹیشن تک گودیو کے پاس سے ہر پانچویں چھٹے منٹ ٹریم گاڑیاں گذرتی رہتی ہیں۔ جو سمرنا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلتی ہیں۔ یہہ سمرنا آئیدین ریلوے ہے جسکی ٹرین سٹیشن سے صبح کے پونے سات بجے روانہ ہو کر وہ سہ پہر کے پونے پانچ بجے تک ۲۴۴½ میل طے کرکے نہائی اسٹیشن سرای کوئی پہنچ جائیگا اور وہاں کے متواضع سٹیشن ماسٹر سے اسے گھوڑے راہنما۔ اور ترکی محافظ سپاہی بہم پہنچانے کا ڈھب معلوم ہو جائیگا۔ یہہ سب تھوڑے سے خرچ پر بہم پہنچ جائیں گے۔ اونکے ساتھ علی الصبح روانہ ہو کر وہ دن بھر میں ہیراپولس اور لاڈوشیا کے دلچسپ قدیم شہروں کے باقیماندہ آثار دیکھہ لیگا۔ اور شام کو سرای کوئی واپس پہونچکر دوسرے دن سات بجے صبح کی ٹرین پر سوار ہو سکیگا۔ اگر وہ چاہے تو راستہ میں ایاسولوک کے سٹیشن پر سفر توڑ دیکر افی سس کے وسیع کھنڈرات اور مندروں کو بھی دیکھہ سکتا ہے۔ اس سٹیشن پر پونے دو بجے ٹرین پہنچتی ہے۔ اُترتے ہی ایک گدھا اور راہنما کرایہ کر لے۔ اور چند گھنٹوں میں دیوی ڈائنا کے عظیم الشان مندر کے کھنڈروں کو دیکھکر دوسری ٹرین پر سوار ہو جائے کیونکہ چار اور پانچ بجے شام کے درمیان سٹیشن پر پہنچ جاتی ہے۔ اس طرح سے رواروی سیر کرنیوالا سیاح ایک ہفتہ کے اندر ایشیا کے قدیم سات مسیحی معابد میں سے پانچ کو دیکھہ سکتا۔ اور اپنی واقفیت کو بڑھا سکتا ہے۔ جو اسکا اپنے دوستوں کے خوش کرنے میں بڑی مدد پہنچا سکے گی۔ باقیماندہ دو ابتدائی معابد کے موقع جنکا انجیل میں ذکر ہے۔ پرگامس اور تھایا ٹیرا میں ہیں۔ اول الذکر دریا کیکس پر اور دوسرا دریا ہرمس کے ایک معاون کے قریب واقع ہے۔ ان دونوں ایسی آسانی سے نہیں پہنچا جا سکتا۔ اس لئے اونکا یہاں تذکرہ فضول ہے۔ البتہ یہ بتا دیتا ہوں کہ دونوں مقام

Marfat.com

آباد ہیں۔ اور سارڈیس یا لاؤڈشیا کے برعکس مسافر کو یہاں رات کے بسیرے کے لئے جگہ مل سکتی ہے۔ اگر تنگی وقت کی وجہ سے مسافر کو ان بعیدی سفروں کا موقعہ نہ حاصل ہو۔ تو وہ انکی عوض سمرنا کی قرب وجوار کے خوبصورت دیہات کی سیر کر سکتا ہے۔ اور یہ چھوٹے چھوٹے ساحلی سٹیمروں میں سے کسی ایک پر سوار ہو کر کارڈیلیو۔ سنجی قلعی۔ اگامنان کے حماموں (جو آب گرم کی قدرتی چشمے ہیں) قرہ طاش۔ اور کئی دیگر ساحلی مواضع کو دیکھ سکتا ہے۔ کارڈیلیو وہی مقام ہے۔ جہاں ۱۷۹۲ء میں سر چرڈ شیر دل کچھ عرصہ مقیم رہا تھا۔ سنجق قلعی میں اہالی جنیوا کا بنایا ہوا ایک قدیم عجیب وغریب شکل کا قلعہ ہے جس سے سمرنا کے بندرگاہ کی حفاظت کا کام لیا جاتا ہے۔ قرہ طاش میں یتیم مسلمان بچوں کے لئے ایک نہایت دلچسپ اور مفید صنعتی مدرسہ ہے خشکی کی طرف دلفریب صحت بخش مواضع بوجا۔ بورنا باٹ وکوکلوجہ۔ ڈائنا کا حمام اور کئی دیگر قابل سیر مقامات چند چند میلوں کے فاصلہ پر موجود ہیں جن تک ریل۔ گھوڑے۔ گدہے۔ یا گاڑی پر باسانی تھوڑی دیر میں انسان پہنچ سکتا ہے سمرنا کے گرد نواح کے ان قابل دید مقامات کی تفصیل جنکو مسافر ہفتہ عشرہ میں دیکھ سکتا ہے اس کتاب میں نہیں سما سکتی۔ تاہم آخر الذکر چار مقامات کے متعلق چند الفاظ لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

بوجہ تک اکہری پٹری کی ریلوے لائن جاتی ہے جو آیدین کی بڑی لائن سے موضع بہشت سے نکالی گئی ہے۔ بوجہ سمرنا سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور بہشت سے صرف ڈیڑھ میل۔ بہشت سے یہ چھوٹی سی ریلوے لائن نشیب سے بلندی کو پہاڑی پر سے ہوتی ہوئی بوجہ کو گئی ہے چنانچہ صرف چڑہائی کیوقت ٹرین کو انجن کی ضرورت ہوتی ہے۔ اترائی کیوقت کشش ثقل ہی کفایت کرتی ہے۔ یہ لائن سٹر ریس سمرنا سمرلے کو ٹائن کے بینجر کی ملکیت ہے۔ پہاڑی کی عمودی بلندی کی وجہ سے یہ لائن سانپ کیطرح بل کہاتی ہوئی جاتی ہے اس نظارہ کی کیفیت اور اسکا لطف تھوڑی ہی دیر بعد ایک اور منظر کے معائنہ سے دوبالا ہو جاتا ہے۔

تھوڑی سی چڑہائی کے بعد ہی ایک سقف محرابی قطار وادی کے اوپر سے سمرنا کی قلعہ کو جاتی دکھائی دینے لگ جاتی ہے ایک جگہ نہایت کامل وصحیح وسالم محرابوں کی دو سلسلے اوپر تلے ابھی تک باقی ہیں جنکی عمارت سے معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ کی طرح یہ محرابیں بھی بازنطینی زمانہ کی ہیں۔ لیکن زمانہ قدیم کے اس طرح کی دیگر عمارات کے برعکس اس محرابی قطار کی غرض وغایت اور اسکا مصرف اور فائدہ ابتک کچھ معلوم نہیں ہو سکا خیر یہ خواہ کچھ ہو انکی شاندار اور بدیع الجمال کوہی منظر کی دلفریبی کو خاص رونق دیرکہی ہے موضع بوجا پہاڑ کی ایک شاخ پر جسکی سطح نسبتاً ہموار ہے آباد ہے۔ اور اس سے چاروں طرف دور تک نظارہ ہو سکتا ہے بلندی پر ہونیکی وجہ سے وہاں کی ہوا صاف وخشک ہے۔ اور امرا و اغنیا سمرنا کے اکثر سوداگر یہیں رہتے ہیں یہاں سمرنا کی نسبت ہمیشہ موسم معتدل رہتا ہے گو سمرنا میں سنگترہ کا درخت خوب پھلتا پھولتا ہے۔ بوجا میں جبتک اسکی خاص اور معقول احتیاط نہ کیجائے وہ زندہ نہیں رہتا مگر سنگترہ کی درخت کے برعکس سرو کا درخت اسجگہ خوب نشو ونما پاتا ہے۔ اس باوقار مگر ساتھ ہی داہی درخت کی جیسے شاندار دور دور تک سرسبز کسی اور جگہ شاید ہوں جہاں ایسے بڑے بڑے درخت بکثرت ہوں۔ اسجگہ انکی متعلق قصے کہانیاں بھی یقیناً کوئی کمی نہیں ہوگی اور جمع کرنے کے لئے صرف ترکی ویونانی زبان کی واقفیت اور کافی قیام کی احتیاج ہے۔ میں وہاں صرف دو تین دفعہ گیا اور ایسی تھوڑی سی شناسائی سے یہ بات حاصل ہونی محال تھی۔ وہاں ایک نہایت عمیق پختہ کنواں موجود ہے۔ جو ملبہ کے ڈھیر سے ڈھنپا ہوا ہے۔ اسمیں پانی موجود رہتا ہے اور چاہ یعقوب کے نام سے مشہور ہے۔ ایسی عمارت کے متعلق کوئی دلچسپ داستان بھی ضرور ہوگی۔ بلکہ یہ نام اور عمارت اس قابل ہے کہ اسکی پوری

Marfat.com

تاریخ معلوم کیجاتی مجھ سے بہی تو یہ کام نہیں ہو سکتا تاہم میں اسقدر لکھوں گا [illegible] بوجہ کیطرح بورنابات کو بہی ایک چہوٹی سی لائن جاتی ہے جو سمرنا قصبہ جیسے [illegible] کے اکثر خاندان موسم گرما میں یہیں نہیں بلکہ مستقل طور پر یہیں گرمگاہ رکہتی ہیں۔ [illegible] اگرچہ ایک بلندی پر واقع ہے جو خلیج سے دکہائی دیتی ہے لیکن بوجہ ایسا ہوادار نہیں۔ البتہ صحت بخشی میں اس کو [illegible] فوقیت مزید رکہتا ہے کہ اوسمیں عمدہ مدارس بہترین دوکانیں۔ زیادہ وسیع سوسائٹی موجود ہے اور خرافات و بدعتوں کی [illegible] سے ممالک غیر کے باشندوں کی آبادی کی کثرت کی بدولت زیادہ محفوظ ہے۔ یہاں کی آبادی خاصی ہے متمول یورپین تاجروں کے علاوہ یونانی آرمنی ترک اور یہودی بہی آباد ہیں۔ اور سب خوش اتفاق و محبت سے گذر کرتے ہیں۔ ورنہ وہاں پولیس اور فوج کی تعداد تہوڑی نہ رکہی جاتی لیکن اوس کی ایک اور بہی وجہ ہے۔ حق الامر یہ ہے کہ کل سلطنت ترکی میں حکام اپنی زیر فرمان کثیر التعداد اقوام کے اندرونی انتظام و معاملات میں اتنی کم مداخلت کرتے ہیں جو بلاشبہ حیرت بخش ہے صرف اس شرط کے ساتھ کہ یہ قومیں ایک دوسرے کے ساتھ بہ امن رہیں اور حکمران قوم کو کسیطرح کا اشتعال نہ دلائیں۔ ہر ایک کو یہاں تک آزادی حاصل ہے کہ وہ خود اپنی مرضی باختیار خود کئی جرائم کی سزائیں بہی دے سکتی ہے ایسی آزادی کی مدعی یورپ کے ممالک میں بہی وہاں کی کسی قوم کو حاصل نہیں اس کی کیفیت مندرجہ ذیل واقعہ سے ظاہر ہو جائیگی:۔

سمرنا کے یہودیوں نے باہمی قرارداد سے یہ قانون بنا رکہا ہے کہ اونکی قوم کے نوجوان تمباکو قطعی استعمال نہ کریں۔ ایک شام کو جبکہ میں بورنابات میں تہا ذکر ہے کہ موضع کے مضافات میں تین یہودی لڑکے بے فکری کے ساتھ سگرٹ پی رہے تہے کہ ایک ربی (یہودی امام) اچانک اونکے سر پر پہونچگیا دو نے کمال عیاری سے سگرٹوں کو چہپالیا۔ مگر تیسرے کے ابہی منہ میں ہی تہا کہ ربی نے اوسے دیکہہ لیا جسکے حکم پر لڑکا بلا حجت اوس کے ساتھ ہو لیا اور سمرنا پہونچکر اماموں کی پنچایت کے سامنے پیش کیا گیا جسنے معقول سزا کے دئیے جانیکا حکم دیا۔ یہ سزا ہمارے خیالات کے مطابق خطا کے مقابلہ پر نہایت ہی سنگین ہے۔ ربی نے تالمود (یہودی شرع کی کتاب) کہولکر سزا دئیے جانیکا حکم دیا۔ لڑکے کو بالکل برہنہ کرکے ایک مضبوط تہہ خانہ میں بند کرنیکے بعد فرش سے کچہہ اوپر کرکے چہت سے لٹکا دیا گیا۔ ایک مذہبی اہلکار چمڑہ کا درہ لیکر کہڑا ہو گیا۔ اور دوسرا ایک قسم کی بڑی سی موم بتی جسکا مصالحہ نہایت بدبودار تہا جس وقت ربی پڑہتے پڑہتے تہک جاتا تو پہلا اہلکار [illegible] بدنصیب لونڈے کو درّہ لگاتا۔ اور دوسرا بتی کو گرم کرکے چربی کے چند قطرے اوس کے جسم پر گرا دیتا یہ سلسلہ اوسوقت تک جاری رکہا گیا جبتک کہ ربی کی رائے میں مجرم کو کافی سزا نہ مل گئی تہی۔ لڑکے کی بلبلاہٹ اور آیندہ کیلئے محترز رہنے کی فریاد اور توبہ کے نعرے کمرہ کی چار دیواری کے باہر دور دور تک سنائی دیتے تہے۔ لیکن ترکی حکام نے مداخلت نہ کی۔ اونکا قول تہا کہ اونہیں اس معاملہ سے کوئی واسطہ تعلق نہیں (حالانکہ اور کوئی حکمران قوم کسی جماعت کو تعزیری سزائیں باختیار خود دینے کا مجاز بنانیکی کبہی روادار نہیں ہو سکتی)

بورنابات ایسی ہی ترقی سے آباد ہے۔ اور ہر قدر بلند دیواریں اور پیچیدہ راستے [illegible] کہتا ہے۔ کہ اوسکی بہول بہلیاں میں [illegible] راستہ گم کر دینا اور کئی گھنٹوں تک ٹہکانے پر پہونچنے سے پیشتر سر شام کے قریب بہٹکتے پہرنا کوئی تعجب خیز نہیں ہو سکتا [illegible] ہونا اوس کے لئے فائدے سے بہی خالی نہیں۔ اسکی بدولت وہ قصبہ کی تمام پیچیدہ گلیوں۔ طول القامت [illegible]

Marfat.com

بصنعتوں - دیگر تجارہ باغات خوب معمور سو بارونق بازار اور اونکی خوب صورت دوکانوں - اونٹوں کی قطاروں اور باشندوں کی رنگا رنگ لباسوں سے اچھی طرح واقف ہو جائیگا اور ہر لحظہ نئی صورت میں ظاہر ہونیوالی متحرک طلسماتی تصویر کی طرح اس مجسم زندہ و متحرک تصویر کی سیر خوب سیر ہو کر لیگا۔ اگرچہ یہاں بڑی بڑی کارخانے نہیں ہیں۔ پھر بھی اوس کے بازاروں میں صنعت و حرفت اور بیوپار کی چھوٹی چھوٹی دوکانیں بکثرت موجود ہیں لکڑی کا کام کرنیوالی مشین ساز، آہنگر اور ٹھٹھیرے ہر وقت اپنی کام میں مشغول دکھائی دیتے ہیں نان بائیوں حلوائیوں۔ اور شربت وغیرہ بیچنے والوں کی جماعت علیحدہ ہے جسم کی غذا کی طرح روحانی غذا کا سامان بھی مہیا ہے۔ یونانی۔ پراٹسٹنٹ۔ رومن کیتھولک۔ ارمن ہر فرقہ کے عبادتخانے موجود ہیں۔ اور اونمیں نمازی بتعداد کثیر جمع ہوتے ہیں۔ لیکن اس وقت اس موضع کی ناموری اور اہمیت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اونمیں ایک ایسا انگریز مقیم ہے جو تیس برس سے ریشمی کیڑوں کی بیماریاں معلوم کرتے اور اونکی انسداد معالجہ کی تدابیر دریافت کرتے رہکر آخر اس اہم صنعت کو پھر زندہ کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ چنانچہ آیندہ ہر سیاح بورناباٹ پہنچکر جس مقام کی طرف سب سے اول جایا کریگا وہ مسٹر جان گریفٹ کا کارخانہ پرورش دود القز (ریشمی کیڑوں) ہے۔ تاکہ وہ بچشم خود یہ دیکھنے کی خوشی حاصل کرے کہ یہہ نہایت عجیب و غریب اور قدیم ترین مہذب ہنر جدید سائنس کی راہنمونی اور امداد سے اب کس طرح چلایا جا رہا ہے۔

بورناباٹ سے چند گھنٹوں کی گدہے کی سواری کی مسافت پر دو نہایت خوبصورت جھیلیں پہاڑوں میں چھپی ہوئی ہیں۔ ایک کی سطح دوسری سے کسیقدر بلند ہے۔ بالائی جھیل طنطالوس کہلاتی ہے۔ وہ ایک چہارم میل طویل اور دو سو بیس گز عریض ہے عمیق بے اندازہ ہے اور مچھلیوں سے معمور ہے۔ اسکا پانی کناروں سے اچھلکر نشیبی جھیل میں گرتا رہتا ہے۔ روایت مشہور ہے کہ دیوتاؤں جو پیٹر اور دیبی پلوٹو کا بیٹا طنطالوس اسی جھیل میں اس طرح سے قید کیا گیا تھا کہ پانی اوس کے ہونٹوں تک پہونچتا تھا مگر وہ اسے پی نہیں سکتا تھا۔ سر پر کمال مرغوب انگوروں کا خوشہ لٹک رہا تھا لیکن وہ اونہیں پکڑ نہیں سکتا تھا۔ اور دوسری طرف ایک پہاڑی چٹان اس طرح اوس کے اوپر جھکا ہوا رہتا کہ اب گرا کہ گرا۔ مگر وہ اپنی جگہ سے کھسک نہیں سکتا تھا۔ لیکن جھیل کے متعلق کوئی ایسی خصوصیت دکھائی نہیں دیتی جس سے اس روایت کی کسیطرح تصدیق ہو سکتی ہو۔ تاہم خوش اعتقادوں نے اس داستان کو اور زیادہ تقویت پہونچانے کیلئے ایک متصلہ قبر کی نسبت بھی یہ مشہور کر رکھا ہے کہ وہ طنطالوس کی ہے۔

دوسری جھیل نسبتاً بڑی ہے۔ زمانہ قدیم کے افسانہ سازوں نے اوسکا کوئی نام نہیں رکھا۔ نہ اوس کے متعلق کوئی روایت چھوڑی ہے کہ اخلاف کو اس سے بھی کسیقدر دلچسپی رہتی۔ اور غالباً اس کو اس طرح متبرک نہ قرار دیے جانیکا ہی یہ نتیجہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے اول ہمدردی بالنفع برداری کے قائلوں کو اس سے باشندگان بورناباٹ کے لئے ذخیرہ آب کیجے کام لینے کا حوصلہ ہوا ہے۔

کوکلوجہ سمرنا سے متذکرہ صدر دونوں قصبوں سے نسبتاً کم فاصلہ پر ہے اور ایک پہاڑی کے دامن میں واقع ہے اور بورناباٹ کیطرف عام میلان ہونے سے پیشتر سمرنا کے یورپین سوداگر موسم گرما یہیں بسر کیا کرتے تھے۔ لیکن تجارب گرمیا کے دوران ایک واقعہ کی وجہ سے یہ فی الواقع خوبصورت مقام بدنام ہو گیا۔ اور کچھ عرصہ کیلئے اسکی طرف سے بالکل بے توجہی ہو گئی۔ سمرنا کا ایک متمول ترین ارمن کوکلوجہ کی ایک یونانی خاتون پر عاشق تھا۔ اور کورٹ شپ تک شادی کی نسبت سے معاملہ تعارف کی نوبت پہونچ گئی تھی۔ ایک دن وہ معشوقہ کے مکان سے دیر کر کے نکلا۔ تاریکی بہت بڑھ گئی ہوئی تھی

جس سے فایدہ اُٹھاکر مشہور ڈکیت کترجس جنی ہستہ میں اسپر کو دھڑ لے اور اوسے متصلہ پہاڑیوں کو لیگیا۔ اور جبتک پچاس ہزار روپیہ متبید کے دوستوں سے اونکو اوسے قتل کردینے کی دہمکیوں سے ڈرا کر فدیہ وصول نکرلیا اوسے نہ چھوڑا۔ ترکی پولیس نے چند برس بعد اس موذی کو گرفتار کرلیا لیکن روپیہ پہر نہ ملا۔ اس واقعہ سے کو کلجہ کئی برسوں تک سخت بدنام ہو گیا۔ ڈاکو ابھی تک سمرنا کے قیدخانہ میں بلا تجویز پابزنجیر مقید ہے۔ اوس کے مقدمہ کی تاحال سماعت نہیں ہوئی۔ اس کے اردگرد انگور اور زیتون کی بافراط پیداوار ہوتی ہے۔ قصبہ کے بالائی حصہ سے سمرنا کا سارا شہر قلعہ سے لیکر پائنٹ سٹیشن تک اور اوس سے پرے خلیج کی سطح اور بمقابل کا ساحل مع کارڈیلیو نقشہ کی طرح بچھا ہوا نظر آتا ہے۔ اور سب سے پرے افق میں جزائیر اور ماناطولیا کے پہاڑ ہیں جگہ سے بہتر اور کسی جگہ مشکل سے نظارہ ہوسکتا ہے۔ اور گو اسپر علاقہ کے قریب ہے جہاں تپ کا اکثر دورہ رہتا ہے لیکن وہ بذاتہ اپنا صحت بخش ہے۔ کہ ہیضہ کی وبا کے موقعہ پر سمرنا کے باشندے شہر سے نکلکر عموماً یہیں پناہ جالیتے ہیں۔ بورنا باٹ یہاں سے تین میل ہے۔ کو کلجہ کا متصلہ زرخیز میدان جسپر نظر دوڑانے سے دل و دماغ کو خاص فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ اسوقت کئی مالکوں میں منقسم ہے۔ لیکن کسیوقت پہلے زمانوں میں جنہیں اکثر لوگ بکثرت یاد کرتے ہیں کاتب اوغلو (لفظی معنی فرزند کاتب) ایک سابق گورنر سمرنا کی واحد ملکیت تہا۔ اوغلو بخت ظالم تہا۔ اور موجودہ زمانہ کے انگریز کنسر ویٹو کیطرح قومی امنگوں سے مطلقاً ہمدردی نہ رکھتا تہا اپنی گورنری کے زمانہ میں اُس نے ۱۸۱۶ء میں اور اوس سے بعد چاندی کی تجارت بر آمد کو بالکل اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ کسی اور کو چاندی باہر بھیجنے کا اختیار نہ رکھا۔ اسکی بدولت اُس کے پاس بے انتہا دولت جمع ہوگئی لیکن آخر کار اوس کی جاہ و جلال اور طمطراق سے حکام قسطنطنیہ کو اوسکی طرف توجہ ہو گئی۔ اوس کے برخلاف سازشیں شروع ہو گئیں۔ جو بالآخر اوسے ہلاک کرا کر ختم ہوئیں۔ اس ماسف خیز واقعہ کو ایک ترکی گیت میں جو عمدہ ترین جدید گیتوں میں شمار ہوتا ہے کمال رقت انگیز پیرایہ میں بتایا گیا ہے۔

قابل سیر چار مذکرہ صدر مقامات میں سے آخری دیبی ڈاوینا کا حمام ہے۔ وہ سمرنا قصبہ ریلوے سے موضع مرسن لینی کے قریب واقع ہے مرسن لینی کے سٹیشن سے ایک نہر نما ندی کے کنارے ایک میل تک جانے سے سیاح کو ایک بڑے کارخانہ کی چاردیواری کا پہاٹک ملیگا۔ یہ کاغذ بنانیکا کارخانہ تہا جو کچہ عرصہ ہوا جلکر تو دہ خاکستر ہو گیا۔ یہ وہی ندی تصور کی گئی ہے جسکا ہومر میلیس کے نام سے ذکر کیا ہے۔ چاردیواری کے اندر ایک قدرتی چشمہ ہے۔ یہ ندی اسی کا پانی ہو بہی ہے۔ پہاٹک کے ایک ترکی دربان ہروقت موجود رہتا ہے۔ مگر وہ اجنبیوں کو اندر جانے سے منع نہیں کرتا۔ سوختہ کارخانہ کی اس حصہ کو جو حوض کے قریب ہے از سرنو مرمت کرکے پن چکی بنالیا گیا ہے۔ البتہ اکبر اس قدیم متبرک حوض کا پانی اب یہ عامیانہ کام دیتا ہے۔

حمام (یا غسلخانہ) ایک ناہموار مدور شکل کے تالاب میں ہے جسکا رقبہ ساڑھے تین ایکڑ کے قریب ہے۔ اسکی سطح کا اکثر حصہ لمبی لمبی سر کنڈوں میں چھپا ہوا ہے۔ سرد و شفاف پانی ہروقت تمام رقبہ پر ابھرتا رہتا ہے۔ اس کے اردگرد پہلے کبہی چاردیواری تہی۔ اب تک کہیں کہیں اُس کے ٹکڑے۔ مرمریں ستون اور شکستہ محرابیں پڑی ہیں۔ وسط کے علاوہ اور سب جگہ پانی پایاب ہے۔ البتہ ایک جگہ اوس کا عمق پچاس فیٹ بھی ہے۔ تہ میں پتھر کے کئی بڑے بڑے مربع ٹکڑے بکھرے ہوئے ہیں۔ اور نیز چند مرمریں ستون لیٹے ہوئے ہیں۔ پن چکی والے کا بیان ہے کہ "تالاب کے وسط میں سطح سے بہت نیچے ایک خوبصورت چوبرج بارہ دری کے کہنڈر صاف دکہائی دیتے ہیں۔ میں نے کشتی پر سوار ہو کر سیر کرتے وقت اُسے دیکھا تہا"۔ چند برس ہوئے جب انجینیر نے پن چکی

کے لئے پانی کا راستہ بنا رہے تھے۔ انکو کیچڑ میں سے دیبی (ڈائنا دیوی قمر) کی ایک شاندار اور پورے قد کی مرمریں مورت ملی تھی جس سے اس چشمہ کا نام دیبی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ حکومت نے اس صنعت قدیمہ کے بے نظیر نمونہ کو سرکاری ملکیت قرار دیکر فی الفور قسطنطنیہ منگوالیا جہاں اب وہ سلطان المعظم کے پرائیویٹ عجائب خانہ میں ہے۔ اسی جگہ سے بعد میں دیونا میکوس (شراب و عیاشی کا دیوتا) کی مورت سرخ پتھر کی کہیں کہیں سے ٹوٹی ہوئی برآمد ہوئی۔ مگر ترکوں نے اسے قابل قدر نہ سمجھا۔ چنانچہ وہ اسی جگہ ایک مکان کے کونہ میں نصب ہے۔ اجنبی سیاح کو یہ امر ہمیشہ حیرت دلاتا ہے کہ اس بے نظیر قدرتی چشمہ سے سمرنا کے بیشمار ترک۔ یونانی یا ارمنی متمولین میں سے کسی ایک نے کسی نہ کسی طرح کا فائدہ اٹھانے کی کیوں کوشش نہیں کی۔ مثلاً اگر اوس کے کنارہ پر رہائش کیلئے مکان بنائے جائیں تو وہ فردوس بریں کا قطعہ معلوم ہو۔ مزید برآں پانی کو عارضی طور پر خشک کر لینے اور تہ کو کھودنے سے صنعت قدیمہ کے بیشمار قیمتی نمونے ملک کو دستیاب ہو جائیں لیکن اس سے فائدہ نہ اٹھائے جانے کی ایک خاص وجہ ہے۔ اور وہ ان لوگوں کے چہروں کی زردی اور آنکھوں کی بے نوری سے جن کو کچھ عرصہ وہاں رہنے کا اتفاق ہوا ہے فوراً معلوم ہو سکتی ہے۔ یعنی یہ جگہ تپ کا گھر ہے۔ زمین سے ہر وقت ابخرات اور [illegible] اٹھتے رہتے ہیں۔ جو تھوڑے عرصہ میں ادن سے متاثر ہونیوالوں کے [illegible] یہی وجہ ہے کہ یہ شاندار چشمے اسوقت سے جبکہ زلزلہ نے اس کے کنارہ کے شاندار [illegible] کو منہدم کر دیا ایک [illegible] حالت کس مپرسی میں پڑے ہیں۔

ان چاروں مقامات کی سیر پر زیادہ وقت خرچ نہیں ہوگا۔ اور با غلب قیاس جہاز کی روانگی کے [illegible] خاص سمرنا کی بھی کم و بیش سیر ہو سکیگا۔ اور یہ شہر تاریخی عظمت و تجارتی اہمیت [illegible] کہ سیاح اپنا کچھ وقت اس کے دیکھنے بھالنے پر صرف کرے۔ یہ ایشیا کوچک کے قدیم ترین اور خاص کر ایسے شہروں میں ہے جو ہمیشہ ممتاز [illegible] جاتے رہے ہیں۔ اور اس ملک کے مغربی ساحل پر تو یہی ایک ایسا شہر ہے جس نے ۲۴ سو برس سے اپنی ناموری اور شہرت کو قائم رکھا ہے۔ ایولی۔ یونی۔ لیڈی۔ مقدونی زمانہ سلف میں اور مختلف [illegible] کے زیر اقتدار رہ چکا ہے چند صدیوں سے اب ترکوں کے تصرف میں ہے۔ مگر ان تمام انقلابات کے باوصف دو برابر ترقی کرتا رہا ہے۔ اور جیسا اسوقت [illegible] ہے ویسا پہلے کبھی نہ تھا۔ سیاح کو اگرچہ [illegible] وقت قریب [illegible] انتظام [illegible] یہاں کے مدرسہ اطفال صغیر کو ضرور ایک نظر دیکھتے جانا چاہئیے۔ اس ایک پرشوق خاتون [illegible] نے [illegible] لڑکیوں اور [illegible] لڑکوں کی تعلیم کے لئے ۱۸۹۲ء میں جاری کیا۔ اس قابل ستائش خدمت نوع انسانی کے [illegible] نیک نہاد خاتون کو اعزازی نشان مرحمت فرمایا [illegible] ایک ساتھ کا خرچ ادن کے والدین دیتے ہیں اور [illegible] وسیع خوبصورت اور خوب آراستہ ہے۔ وسط میں باغ ہے [illegible] اور سنگ مرمر [illegible] میں بے عدیل ہے [illegible] میں پرندوں کو مات کرتے ہیں۔ گزشتہ ۳۴ برس میں [illegible]

Marfat.com

وہاں کی شائستہ سوسائٹی کی یورپین و ایشیائی (عیسائی) خاتونوں میں اکثر اور نیز مشاہیر کی لڑکیاں جو شادی ہو جانے یا بے پردہ رہنے میں اس مدرسہ کی تعلیم یافتہ ہیں۔ مدرسہ بالتی ہے یعنی طلباء کو دن رات وہیں رہنا پڑتا ہے +

فصل ہفتدہم
ایشیاء کوچک میں قزاقی

اس کی ابتداء ینگچری فوج۔ محاربہ کریمیا۔ سلطان محمود۔ محمد علی۔ راغب پاشا۔ چاپان اوغلو۔ سالومن آبستراسی نامی ینگچری یونیسر حملہ۔ عبد المجید۔ ضلع سمرنا میں قزاقی۔ یونانی قزاق۔ زیبک۔ ڈکیتی کے مختلف طریقے۔ باپ دمیٹی کی گرفتاری۔ آرمن تاجر کی گرفتاری۔ ترکی کسان پر حملہ۔ مجرموں کی داستانیں۔ افیون کی لوٹ۔ عثمان کے اصلاحی انتظام۔ ڈاکو ولی کی گرفتاری۔ دو ترکی لڑکیوں کا سرقہ۔ تیس مجرموں کو پکڑ لیجانا۔ زرفدیہ۔ قزاقوں کی مغلوبیت۔ معافی۔ پولیس میں نوکر رکھا جانا۔ اتفاقیہ کمزوری۔ استحصال بالجبر۔ اعلیٰ پیرکار قانونی سمرنا کو واپسی۔ اور گرفتاری۔ لڑائی۔ قید۔ جنرل عثمان پاشا بارگیں۔ توفیق بک۔ ڈکیتیوں کی تعداد۔ اس خرابی کی بیخکنی کیسے ہو سکتی ہے +

زمانہ قدیم سے دنیا ایسے حریص و ظالم شریروں سے کبھی خالی نہیں رہی۔ اور ایسے بدمنش سوسائٹی کے ہر طبقہ و گروہ میں پائے جاتے رہے ہیں۔ جو ہمیشہ موقعہ ملنے پر دوسروں کے مال و متاع کو ہضم کر لینے کی تاک میں لگے رہتے ہیں۔ یہ میلان کسی خاص قوم کا خاصہ نہیں دنیا کی کوئی قوم ایسے پاجیوں سے پاک نہیں۔ اور نہ میرا اس فصل کو یہ دکھانے کے لئے لکھا ہے کہ ایشیاء کوچک میں یا دیگر ممالک کی نسبت یہ خرابی زیادہ تاریک صورت میں پائی جاتی ہے اور کہ نسبتاً زیادہ عرصہ سے چلی آتی ہے بلکہ زیادہ تر یہ واضح کرنے کی غرض سے کہ ترکی کی موجودہ حکمران کو خرابی در خرابی کیسی وسیع اور تکلیف دہ انبار اور طومار کی اصلاح کرنی پڑی۔ اور نیز یورپین ناظرین کو اس طرف مائل کرنے کے لئے کہ وہ ان واقعات پر رائے لگاتے وقت جو وقتاً فوقتاً اس ملک میں جس کی طرز حکومت ہماری حکومت کے طریق و آئین سے بالکل مختلف ہے۔ گذرتے ہیں۔ تنگ نظری سے کام نہ لیں بلکہ عفو و فراخدلی سے +

یہ معلوم کرنے کی کوشش کہ ترکی میں قزاقی کب سے اور کس طرح شروع ہوئی۔ اور اس کے لئے زمانہ ماضی کے حالات دریافت کرنا بے سود ہے۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ یہ بدعت زمانہ دراز سے وہاں موجود ہے فرق صرف یہ پڑتا رہا ہے کہ کبھی زیادہ شدت سے رہی ہے اور کبھی کم اگر حکمران صاحب سیاست عادل اور رعیت پرور ہوئے۔ یا زرعی آبادی خوشحال ہوئی۔ یا ملک میں امن و امان رہا تو پاشا اور ماتحت اہلکار مستعد ہوئے۔ تو دور ڈاکہ کم ہو گیا۔ اور اگر اس کے برعکس حکمران غافل کمزور عیش پرست۔ آبادی مفلوک الحال کسی جنگ یا پاشا طامع و حریص ہوئے تو شدت پکڑ گئی۔ اس صدی میں وہ واقعات ایسے گذرے ہیں کہ اگرچہ جرائم کی کثرت عظیم کا جو ظہور میں آئی ان کو براہ راست باعث نہیں کہا جا سکتا۔ تاہم اس میں شبہ نہیں کہ ان سے بعض علاقوں ملک میں عرصہ دراز تک قزاقی بڑے زوروں پر رہی ان میں سے ایک ۱۸۲۶ء میں سلطان محمود ثانی کا ینگچری فوج کو بلکل کر دینے کا اور دوسرا ۱۸۵۶ء میں محاربہ کریمیا کے اختتام کا واقعہ ہے۔ ۱۸۲۶ء میں جب مصطفیٰ بیرقدار سوار ینگچریان فرار فرمانروا کر تخت پر بٹھایا تو اس وقت سلطنت کے ہر حصہ میں عام نا راضگی پھیلی ہوئی اور بے اطمینانی مستولی ہو رہی تھی۔ مگر چونکہ

سلطان موصوف کمال مستعد۔ جابر اور پختہ عزم تہا۔ اوس نے اپنے بادشاہوں کی بے اعتدالیوں اور مطلق العنانیوں کو تمام دیدینی اور محمد علی والی مصر کے سوا جو بالاخر نیم آزاد ہوگیا باقی کل سرکش گورنروں کی سرکوبی کردینے سے صورت حال کو بہت کچھ سدہار لیا۔ ڈاکوؤں چہوٹ بھٹے چوروں اور ٹھگوں سے بھی ملک کو صاف کرکے بیشمار یورپین رسم و رواج اور اصلاحات کو رائج کیا۔ اور مسلمانوں کے خیالات اور تعصبات میں وہ کٹھن اور مشکل تغیر و انقلاب پیدا کردینا شروع کردیا۔ جو اگرچہ بہت مدت کے بعد تکمیل کو پہونچا لیکن اوس کے مفید نتائج اور عمدہ اثر آج ٹرکی میں ہر جگہ نمایاں طور پر دکہائی دے رہے ہیں تاریخ عالم بتارہی ہے کہ اکثر مصلحین کے خیالات اور تیقن اپنے زمانہ کے ابنا جنس کے خیالات سے بہت آگے بڑہے ہوتے اور ترقی یافتہ ہوتے ہیں اور اسی لئے اونکو عموماً معاصرین کو اپنا ہمخیال بنانے میں بڑی مشکلات اور دقتیں لاحق ہوتی ہیں یہی کیفیت حقیقتاً محمود ثانی کی تہی۔ اور اوس کے افعال و اعمال اور خیالات ایسے ہی واثق تیقنات قلبی کا نتیجہ تھے۔ اسی طرح یہ بھی یقینی امر ہے کہ اپنی گورنمنٹ کے ہر صیغہ و عملہ کے قدیم رسم و رواج اور بدعتوں کو جنسے لوگ مانوس ہو رہے تہے۔ فی الفور بیخ و بن سے اکہاڑ دینے کی کوشش کرتے ہوئے اوس نے نادانستہ اپنے ابنائے ملک کے جنگی اوصاف اور سپاہیانہ پرجوشی کے حصہ کثیر کو بھی ایسے زمانہ میں جبکہ اونکی سخت احتیاج تہی زائل کردیا۔ اور اون کے عوض کوئی اور نئے وصف اور خوبیاں اونمیں پیدا نہ کرسکا۔ اوسکے عہد میں حکومت نے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کی موجودہ تہذیب کے بعض تکلفات اور شائستگیوں نے جو زمانہ حال کی سوسائٹی کی زیب و زینت کا بڑا باعث ہیں پایہ تخت کے معدودے چند نوجوانوں کو اپنا گرویدہ بنالیا اور اکثر نے سارا سارا دن گدگدے گدیلوں پر نیم دراز حقہ نوشی کرتے رہنے اور معطر و خوشبودار حماموں میں غسل کرنے اور قہوہ کے ساتھ خوش گپیاں اڑاتے رہنے کی تفریح کی بجائے جدید علوم و فنون کے مطالعہ و حصول کے سعی و دماغ کو روشنی اور خیالات کو وسعت بخشنے والی مسمریزم یا جادو کو اپنا شغل بنالیا۔ الغرض پایہ تخت کی آبادی کے کچھ حصہ نے اعلیٰ و انفع مشاغل کو قبول ہی نہ کرلیا۔ بلکہ اس بلند سطح کی طرف چڑہنا بھی شروع کردیا۔ لیکن پرانے خیالات رکہنے والے ترکوں کا حصہ کثیر ان تغیرات پر ہمیشہ ناک بھوں چڑہاتا رہا۔ اور اوسوقت بھی اب کی طرح ہر نئی تبدیلی اور اصلاح کی بالعزم مخالفت و مزاحمت کرتا رہا۔

سلطان محمود تو اپنی رعایا کے مذاق کو شائستہ و ارفع اور اوس کے خیالات کو شستہ اور زمانہ کی ضرورتوں کے حسب حال بنانے میں مصروف تہا۔ اور ادہر ایک غاصب تاک میں لگا ہوا تھا یعنی روسکو یا مسکوب کا رہنے والا یعنی روسیوں کو سلطانی علاقہ کے اغتصاب کی خواہش و تمنا ایک دم چین نہ لینے دیتی تہی۔ اوس نے جب دیکھا کہ ترک چند برسوں سے زیادہ تر ایسے علوم و فنون کیطرف متوجہ ہیں۔ جو جنگ کی بجائے زمانہ امن و صلح میں کارآمد ہو سکتے ہیں اور بنابریں اوس کی فوجی طاقت کمزور ہوگئی ہے تو جھٹ فوجکشی کردی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکوں کو ناکام مزاحمت کے بعد آخر ۱۸۲۹ء میں صوبہ بلغاریا روس کے حوالے کرنا پڑا۔ اس صدمہ و نقصان سے ترقی و اصلاح کی دہن اپنی سست اور آتشین مزاج سلطان کی طبیعت میں کچھہ فرق نہ پڑا۔ لیکن جیساکہ مطلق العنان بادشاہوں کا عموماً خاصہ ہے اپنا غصہ و غضب نکالنے کے لئے کسی شکار کی تلاش میں چاروں طرف نظر دوڑائی۔ جو ماغب پاشا گورنر حلب پر آخرکار جا ٹہیری۔ کیونکہ وہ بھی ایک فوجی مہم میں ناکام رہا تہا سلطان نے اوسے برطرف کرکے چاپان اوغلو (فرزند شبان) کو جو ینگچریوں کا نامی دشمن تہا۔ اوس کی جگہ مقرر کیا۔ صوبہ ... پر ...

افسروں نے جن کو نئے گورنر کی طبیعت اور جذبات کا کچھ بھی علم نہ تھا کہ دی جا کر ان کی جائیداد بھی نہ ضبط کر لے چوری چوری اپنا تمام زر و نقد اور قیمتی مال و اسباب حلب کے یورپین قونصل یا دیگر کسی کے پاس امانت رکھ دیا کہ جب اچھے دن آئیں گے اور نیا گورنر بدل جائے گا تو واپس لے لیں گے۔ گورنر نے چند دنوں تک کسی قسم کی مخالفت کا اظہار نہ کیا۔ بلکہ شہر اور صوبہ کے معاملات کا انصرام اپنے ماتحت افسروں پر چھوڑ کر خود سیر و شکار اور دیگر خانگی مشاغل میں مصروف رہا۔ اور ان میں عموماً ینگچری فوج کے افسروں کو اپنے ساتھ شریک محفل رکھتا۔ اس سلوک سے ینگچریوں کے تمام وساوس و اندیشے مٹ گئے۔ اور وہ الٹے دل میں نادم ہونے لگے کہ ایسے مہربان کی نسبت کیوں ایسے خیالات کو انہوں نے کسی وقت بھی اپنے دل میں جگہ دی۔ اس تغیر خیالات سے کچھ عرصہ بعد گورنر نے تاریخ معین پر تمام ینگچری سرداروں کو ایک عالی شان دعوت گورنری باغ میں دی۔ اور عین دعوت کے اندر سب کو تہ تیغ کرا دیا۔ اس قتل سے فارغ ہو کر دغا باز اور غلو نے مقتولین کی کل جائیداد کی ضبطی کا حکم دے کر یورپینوں سے بھی امانتوں کا مطالبہ کیا۔ چند ایک نے تعمیل کی۔ مگر اکثر نے صاف انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ہم ممالک غیر کی رعایا ہیں۔ اور ہم سے گورنر بالجبر ایک حبہ نہیں لے سکتا۔ مقتولین کے ورثا اسی دن جدھر سینگ سمائے روپوش ہو گئے۔ ان کو جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ امانتوں کو واپس لینے کا بھی خیال نہ کیا تاہم ان کو یہ اطمینان تھا کہ جب واپس آئیں گے امانت واپس لے لیں گے۔ لیکن اس واقعہ کے چند برس بعد جب ان خاندانوں نے حلب واپس آکر امانتیں واپس مانگیں تو بعض حیلے حوالے بنانے لگ گئے اور اکثر نے ٹکا سا جواب دیدیا۔ فقط ایک یہودی سوداگر سلیمان آلتیراس ثابت قدم رہا۔ اس امانتدار نے کوڑی کوڑی واپس کر دی۔ باقی کل نے جو کہ ہم یہودی صراف یا یورپین قونصل اور سوداگر تھے ہمیشہ کے لئے واغ رسوائی خرید لیا اور عجب کمینگی سے کام لیکر امانتوں سے صاف انکار کر دیا۔ اور اپنی اقوام کو تا قیام قیامت باشندگان شام و روم کی نظروں میں ذلیل و رسوا کر دیا۔

دریں اثنا سلطنت کی معاملات کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ حتیٰ کہ ۱۸۱۶ء سے پہلے پہلے سلطنت کے تین بڑے بڑے صوبے سربیا، مالڈیویا اور ولیشیا عملی طور پر آزاد ہو گئے۔ جزائر یونین نے علم بغاوت بلند کر دیا اور ۱۸۲۱ء میں یونانی بغاوت کا بھی آغاز ہو گیا۔ مصائب و صدمات کے اس پے در پے حدوث سے سلطان محمود پہلے سے بھی زیادہ ذکی الحس، زود اشتعال پذیر اور قسطنطنیہ کے ینگچریوں کی گستاخیوں سے جو بیرونی مشکلات سے خود سری اور سرکشی اختیار کر لینے کا فائدہ اٹھانے کو ہر وقت تیار ہوتے تھے۔ کم و رنجیدہ رہنے لگا اور ایسا ہو جانا کچھ تعجب خیز نہ تھا۔ مصائب عالی حوصلہ انسان کو زیادہ سخت دل مستقل مزاج اور عزم کا پکا ہی نہیں بنا دیتے ہیں۔ بلکہ دوراندیش فرمانرواؤں کو ایسے موقعہ پر اپنے اقتدار کی نگہداشت کا ہمیشہ سے زیادہ خیال ہو جاتا ہے۔ یہ شوریدہ پشت سپاہ اس وقت سے پیشتر بارہا بر سر فساد ہو کر اپنی وقت کی حکومتوں کے برخلاف سازشیں، اور کئی سلطانوں، وزرا، آغایان اور دیگر اعلیٰ منصبداروں کو قتل کر چکی تھی۔ محمود کے مزاج کی کیفیت حسب تصریح مندرجہ بالا تھی کہ ان سپاہ نے سلطان کی چند اصلاحی تدابیر کی مزاحمت کرکے اس کے غضب کو انتہائی درجہ پر پہونچا دیا۔ اور سلطان نے ایک ہی ضرب سے مفسدوں کی بیخکنی کا عزم کر کے سپاہ اور

Marfat.com

...نے وفادار حصہ کے جوش کو بڑہانے کے لئے پیغمبری علم کھولدیا۔ اور پہر اس وفادار سپاہ کے ساتھ ینگچریوں پر اچانک حملہ کردیا۔ جو پناہ کے لئے اپنی بارکوں میں جا گھسے۔ جہاں آٹھ ہزار ینگچری معہ عمارت آگ کی نذر ہوگئے۔ ۵ ہزار بارکوں کے محاذی میدان ہپوڈرام میں زنجیر دار لوگوں نے اڑا دیئے۔ بیس ہزار پایہ تخت سے جلا وطن کردیئے گئے۔ اور ۱۷ جون ۱۸۲۶ء کو سلطان نے فرمان شاہی صادر کرکے فوج کے اس دستہ کا نام ہمیشہ کے لئے فوج کی فہرست اور رجسٹروں سے خارج کردیا۔ اور اس طرح سے ایک مہیب قتل عام کے ذریعہ ٹرکی کی اس قدیم نظام فوج کا نام و نشان جو ۱۳۲۳ء میں قایم کی گئی تھی صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں یہہ فوج قسطنطنیہ کے امن اور اوس کے حکمرانوں کے حق میں بلائے بے درمان ہوگئی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دوسری طرف تمام یورپین اہل الرائے نے جو اسوقت پایہ تخت یا قلمرو عثمانیہ میں موجود تھے یہہ راے ظاہر کی کہ ینگچریوں کے قتل عام سے عثمانیہ قوم کی قومی آزادی کی سند کا آخری پرزہ بھی معدوم ہوگیا۔ کیونکہ موجود الوقت فرمانروا کی مطلق العنانی اور من مانی کارروائی کو روکنے کے لئے ملک میں یہی آخری روک رہ گئی تھی۔ جواب نذر اجل کی گئی ہے۔

ان رنج افزا و مصیبت خیز واقعات کے بعد ملک میں قزاقی کی بلا بھی بسرعت کمال بہت زور پکڑ گئی۔ کیونکہ موقوف شدہ ینگچری فوج کے اکثر سپاہیوں نے برطرفی کے بعد جبکی جمعیت برطرفی و گوشمالی سے پہلے چار لاکھ کے قریب تھی یہی پیشہ اختیار کرلیا۔ ڈکیتوں کی تعداد میں اس بے اندازہ اضافہ ہوجانے سے ملک میں خوفناک بدامنی پہیل گئی تھی جسکو کہ محمود نے اوایل اس خرابی کے تدارک واقعی سے ہلاک کو مضمون بنا لیا تھا۔ ویسی ہی اب اوس کی ایک نہایت ضروری مہم کا باقی رہنا باعث ہوگیا۔ اس بلا کا اوس کی باقیماندہ عہد میں کوئی معقول انتظام نہ ہوسکا۔ وہ اس قدر طاقت پکڑ گئی ہوئی تھی کہ محمود کا جانشین بھی خواہ اپنے باپ ایسا مستقل مزاج اور باسیاست ہوتا۔ پھر بھی وہ اپنے عہد میں اسکی بیخکنی سے عاجز رہتا۔

الغرض محمود کے بعد جب اوسکا بڑا بیٹا عبدالمجید ۱۸۳۹ء میں تخت نشین ہوا تو قزاقی کا کاروبار عروج پر تھا تاہم اگر وہ اس بلا کے انسداد و تدارک میں بھی ویسی ہی مستعدی اور شوق دکھاتا جیسا کہ اس نے باسفرس کے کنارہ نہر مرمر پر محل بنانے میں دکھایا تو بلاشبہ وہ بہت کچھ اصلاح کرلیتا۔ اس کام کے لئے اسے چودہ برس کافی مہلت ملی جس سے اوسنے کچھہ فایدہ نہ اوٹھایا۔ چنانچہ جب ۱۸۵۳ء میں محاربہ کریمیا شروع ہوا تو اسوقت سلطنت عثمانیہ کا ایک ضلع بھی چوروں اور ڈاکوؤں کے ہاتھ سے مصئون نہ تھا۔ اس محاربہ کی بدولت پہلے تو ملک کی ان قزاق بھائی بندوں سے بہت کچھ خلاصی ہوگئی کیونکہ انکا بڑا حصہ کثیر میدان جنگ میں بھیجدیا گیا ہوا تھا لیکن ۱۸۵۶ء میں اس محاربہ کے ختم ہونے پہ پھر ہزاروں موقوف شدہ سپاہیوں نے یہی پیشہ اختیار کرلیا اور سے لیکر اس زمانہ تک ٹرکی کا کوئی حصہ دیسی و یونانی دونوں قسم کے قزاقوں کے بیشمار گروہوں کی وجود سے کبھی [illegible] خالی نہیں

۱؎ مسٹر کوکران نے حد اختصار کو مد نظر رکھنے کی وجہ سے تاریخی صحت کا جیسا کہ چاہیئے تہا لحاظ نہیں رکھ سکے۔ یا بالفاظ دیگر کئی اہم واقعات کو چھوڑ دینے پر مجبور ہوگئے۔ مثلاً سلطان نے پہلے حملہ نہ کیا تھا بلکہ ینگچریوں نے بغاوت میں پیشقدمی کی تھی [illegible] کارگزاریوں بستر ارتوں۔ اور بیخکنی کی مفصل کیفیت نیز سلطان محمود مصلح کی بے نظیر مردانگی۔ اصلاحات [illegible] اور مشکلات کی مفصل سرگذشت تاریخ خاندان عثمانیہ جلد دوم میں درج ہے۔

Marfat.com

ایشیا کوچک کے ضلع سمرنا میں قزاقی گزشتہ پچاس برس کے اندر دو مختلف اور ایک دوسرے سے ممتاز عناصر پر مشتمل رہی ہے۔ معمولاً [illegible] رہس میکالی سے لیکر قدیم فوکا لو واقع بر خلیج سمرنا کے موقعہ تک یونانی قزاقوں کا آماجگاہ رہا ہے۔ جو جزائر مجمع سفیداد [illegible] یونان کے ساحلی قصبات و دیہات سے گروہ در گروہ اس کام پر باہر جاتی رہتی ہیں۔ انکی برعکس وہ اندرونی علاقہ جوالی سمس [illegible] آیدین کے درمیان ہے سلسلہ سوگیس کے کوہستانیوں کا جو عموماً ترکی النسل ہیں جولانگاہ رہا ہے۔ یہ لوگ زیبک کہلاتے ہیں۔ اونکی شکل و شباہت اور اسلحہ بندی کی طرز صفحہ مقابل کی تصویر سے ظاہر ہو رہی ہے۔

ان دونوں اقسام بہ جاشان میں فرق یہ ہے کہ اول الذکر نہایت عیار اور غضب کے پھرتیلے ہیں آج یہاں ہیں تو کل بیسیوں میل دور ہوں گے۔ اونکی قزاقی کا زیادہ تر دار و مدار اپنے شہری یا دیہاتی ہم شربوں کی خبر رسانی پر ہے۔ برعکس انکے دوسری قسم کے قزاق کامیابی کے لئے عموماً شوخ و علانیہ بیباکی اور متہورانہ شجاعت اور شکار کو پہلے سے تاڑ کر اوسکا تعاقب کرتے چلے جانے پر دار و مدار رکھتے ہیں۔ یونانی قزاق عموماً کسی ایسے متمول تاجر یا ذی وجاہت اہلکار کو پکڑ لے جاتے ہیں جسکو فدیہ اونکو معقول رقم ملجانے کی توقع کی جا سکتی ہو۔ انکی برخلاف ترک قزاق آسٹریا کے پرانے راہزنوں کی طرح خوب مرتب جماعت باکو [illegible] بندی کر کے دیہات یا چھوٹے چھوٹے قصبات پر حملہ کرتے ہیں اور غالب آ جانے پر خانہ بخانہ زر جرمانہ وصول کرتے ہیں۔ اگر رقم حسب مراد جمع ہو گئی تو بہتر ورنہ پھر باشندوں کو پکڑ کر اپنے ساتھ پہاڑوں کو لے جاتے ہیں۔ یونانیوں کی طرز قزاقی بتین الکیس کے مندرجہ ذیل واقع سے معلوم ہو جائے گی۔ اس برس جن دہقانی لڑکیوں کو مسٹر گریفتہ کی ہدایت پر چلنے سے ریشمی کیڑوں کی پالنے میں سب سے زیادہ کامیابی ہوتی تھی اونمیں منفردکے چھوٹے سے قصبہ کی ایک نوجوان انیسا نامی حسین عورت بھی شامل تھی۔ وہ ایک دن اپنے باپ اور چند لواحقوں کے ساتھ اپنے باغ سے انگور جمع کر رہی تھی کہ پانچ قزاق سہ پہر کے وقت حملہ کر کے اوسے معہ باپ متصلہ پہاڑوں میں اوٹھا لے گئے۔ اور کہلا بھیجا کہ اسقدر رقم ملنے پر چھوڑیں گے۔ آخر بڑے جھگڑوں کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ تیس پونڈ فی الفور ادا کئے جائیں۔ اور دو سو ستر پونڈ انگوروں کی فصل کے خاتمہ پر یعنی کل تین سو پونڈ (ساڑھے چار ہزار روپیہ) چنانچہ ہوا تیس پونڈ کی وصولی پر باپ کو چھوڑ دیا گیا کہ باقی رقم کا بندوبست کرے۔ جب باقی روپیہ بھی ملگیا تو لڑکی بھی چھوڑ دی گئی۔ اس واقعہ پر کچھ عرصہ پہلے ڈاکوؤں نے زر فدیہ نہ ملنے کی وجہ سے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ لڑکی قتل ہی سے محفوظ نہیں بلکہ اوسی طرح کسی بد آرامی نہ ہوئی۔ ورنہ عموماً یہ قزاق اسیروں کو پولیس کے تعاقب سے بچنے کے لئے ہر رات ایک جگہ سے دوسری جگہ کوہستانی اور دلدلی علاقوں میں لئے پھرتے ہیں۔ اور ایسی صورت میں جبکہ اونکی اپنی گذر بھی روکھی سوکھی روٹیوں اور انکے چھلکوں پر ہو تو اسیر کی خوراک اون سے کس طرح بہتر ہو سکتی ہے۔ لیکن اس واقعہ میں وہ معمول کے خلاف معاملہ کے پختہ ہونے تک معہ حسین اسیرہ کے پہاڑوں کے دامن میں ہی کمال بے باکی سے مقیم رہے۔ تاہم یہ محقق امر ہے کہ اگر روپیہ ادا نہ کیا جاتا تو وہ ضرور اس مہ جبین یونانی لڑکی کو کمال بیرحمی سے قتل کر دیتے۔ اوس کی جوانی و شباب پر کچھ رحم نہ کھاتے۔ یہ بھی کھلا ہوا راز ہے کہ اکثر ایسے جرائم میں سرکاری اہلکاروں کی کم و بیش ضرور سازش ہوتی ہے۔ اسیطرح ایک واقعہ پہلے بیان ہو چکا ہے، اوسمیں کنزجی نامی ایک متمول ارمنی کو اوس کی معشوقہ کے مکان کے قریب سے جو بعد میں اوس کی بیوی ہو گئی اوٹھا لے گیا تھا۔ اور تین ہزار پونڈ لینے کے بعد اسے چھوڑا تھا۔ دو برس ہوئے قصبہ لغہ بازار کے ایک مشہور و معزز آغا کو

Marfat.com

ڈاکو اوس کو کھیت سے جو شہر سے تھوڑی فاصلہ پر تھا اوٹھا لے گئے اور سوا تین سو پونڈ فدیہ لیکر اوسے چھوڑا۔ اسیطرح کی کئی وارداتیں مع قتل و نہب و پردہ دری ایک شورہ پشت ڈاکو نے گزشتہ چند برسوں میں کیں۔ وہ دہقانوں میں کپتان اینڈریا کے نام سے مشہور تھا۔ یہہ حرامی بالآخر مع اپنے ایک نوعمر رفیق کے گرفتار ہو گیا۔ اور اسوقت کئی دیگر کارندوں کے ساتھ سمرنا کے تہ خانہ میں مقید ہے۔ ابھی تک اوسکا مقدمہ پیش نہیں ہوا۔ (کتاب کے انطباع کے دوران میں معلوم ہوا کہ یہہ بیباک ڈکیت قید سے بھاگ گیا۔ مگر مئی ۱۸۸۵ء میں افین کی قریب پھر پکڑ لیا گیا۔ اوسکی تصویر مع رفیق تصاویر میں درج ہے) ترکی میں تمام مشہور بدمعاشوں کی عکسی تصویر اوتار لی جاتی ہے جسکی ایک ایک کاپی ہر جوڈیشیر جنرل کے دفتر میں موجود رہتی ہے۔

بعض اوقات ڈاکو دو دو ہو کر شکار کو نکلتے ہیں ایک پیدل ہوتا ہے اور دوسرا سوار۔ یہہ عموماً گاڑیوں یا چھوٹے چھوٹے قافلوں پر حملہ کرتے ہیں۔ ایسا ایک دفعہ ۱۸۸۲ء کے اخیر میں سرلے کوئی کے قریب جو ایشیا کوچک کی ناف ہے ہوا تھا۔ اور قسطنطنیہ کے اخبارات میں اس کے حالات شایع ہوئے تھے۔ ایک ارمن تاجر اور اوسکا نائب مع گاڑیبان ایک چھکڑہ پر قیصریہ سے شہر ترک جا رہے تھے کہ ایک پیدل اور دوسرے سوار ڈکیت نے اونکو مال و اسباب حوالہ کر دینے کو کہا۔ ارمنی نے اسکا جواب اول اللہ کر پر خالی کارتوس فی الفور سر کر دینے سے دیا۔ جس سے بدمعاش زمین پر گر پڑا۔ اپنے ساتھی کو گرتا دیکھکر سوار نے تاجر پر گولی چلائی۔ اور اوس کی ٹانگ ٹخنہ کے پاس سے ٹوٹ گئی۔ اسپر اوس کے دونوں ملازموں نے گو وہ بھی مسلح تھے اطاعت مان لی لیکن ارمنی نے اگرچہ وہ سخت مجروح ہو گیا تھا ہمت نہ ہاری۔ اور جب کہ ڈاکو اوس کے ساتھیوں سے ہتھیار رکھوا رہا تھا وہ رینگتا ہوا قریب ترین چٹان کی اوٹ میں ہو گیا۔ اور وہاں سے قزاق پر گولیاں چلانی شروع کر دیں۔ ڈاکو اوسی کے ایک نوکر کو ڈھال کیطرح آگے رکھکر بڑھا۔ اور بہادر تاجر پر دوسری گولی چلائی۔ جو جسم میں بیٹھی۔ اور اوس کے ساتھ ہی ضعف و درد سے اوس کی مدافعت و مزاحمت کا خاتمہ ہو گیا۔ اوسوقت ڈاکو نے اوس کے جسم سے ۵۵ پونڈ نکال لئے۔ اور بزدل ملازموں کے جیب بھی جن میں چند قرش تھے۔ خالی کر کے اون کے چند کپڑے بھی اوتار لئے گئے۔ اور گاڑی سے دونوں گھوڑے بھی کھول لئے۔ اتنے میں اوس کے ساتھی کو بھی جسے خالی کارتوس سے زخمی کیا ہوا تھا صرف دہشت کھا کر گر پڑا تھا ہوش آگیا۔ اور دونوں مال غنیمت لیکر رفوچکر ہو گئے۔ ملازم زخمی آقا کو جس طرح بن پڑا بیس میل کے فاصلہ پر قصبہ یوزغات لے گئے۔ اور ڈاکٹر کو جا دکھایا۔ مگر اوس نے دیکھتے ہی کہدیا کہ اسکی بچنے کی کوئی امید نہیں۔ [illegible] نوکروں نے اسی جگہ یہ بھی بیان کیا کہ سوار ڈاکو یاقوتجی نام ترک تھا۔ جو عثمان بیگ متوفی کا بیٹا ہے۔ اور اوسکا بھائی اسوقت قسطنطنیہ میں معتبر رتبہ دار اہلکار ہیں۔

ڈاکو کبھی کبھی تاجرانہ سامان کی اسقدر مقدار کثیر لوٹتے ہیں کہ جبتک کوئی بد اصول تاجر اونکا راز دار نہ ہو وہ اسے بلا خطر بیچ فروخت نہیں کر سکتے۔ ۹ اگست ۱۸۸۲ء کو قصبہ کونیا کے قریب چالیس ہزار روپیہ مالیت کی زیون جو سمرنا کے ایک تاجر کو بھیجی جا رہی تھی لٹ گئی۔ الغرض درآمد کو جاتی ہوئی رستہ میں ہر قسم کی جنس کے بیباکانہ سرقہ کا ارتکاب اس کثرت سے ہوتا ہے کہ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایشیائے کوچک کے ڈکیت جبکہ اونکو اس کی فی الفور بک جانیکا اطمینان ہو کسیطرح کی جنس کو لوٹنے سے پرہیز نہیں کرتے لیکن بعض اوقات ترکی کے بدمعاش ایسی حرکات کے بھی مرتکب ہوتے ہیں جنکا مدعا چوری نہیں ہوتی

Marfat.com

اور انکو یا جیانہ انتقام کے سوا اور کسی امر پر محمول نہیں کیا جا سکتا مثلاً کچھ عرصہ ہی [illegible]
یہہ کہتے سُنی جاتی ہیں کہ اچھا ہُوا ہو لینے دو۔ اسکا بدلہ نہ لیا تو کہنا۔ منہ صندل [illegible]
آرمینیا کے قصبہ بطلیس کے قریب ایک ضلع چوراد ہے۔ وہاں ایک سو ہد ادمی ادستاد [illegible]
دن عثمان نام ایک مشہور ڈاکو معہ گروہ گاؤں میں سے ہوتا ہوا مدرسہ میں جا گھسا۔ اور سب کو قتل [illegible]
متعلم سب کو پیٹنا شروع کر دیا مگر منہ سے کسی نے ایک لفظ نہ نکالا۔ تراتر کوڑوں کی امداد اور مجروحین کی آہ [illegible]
جب عثمان کے خیال میں مدرسے کے کل مکینوں کو کافی سزا ملچکی تو سب کو اندر بند کر کے مدرسے کے دروازہ کو قفل لگا گیا
قزاق جیانی جیب میں ڈال کر ایک حبہ کی کسی چیز کو چھوئے بغیر جدھر سے آیا تہا اسطرف چلا گیا۔ ارمنی بطریق [illegible]
اس معاملہ کی بابت حکام کے پاس شکایت کی۔ مگر غالب قیاس ہے کہ مجرموں کو گو انہیں سب جانتے ہیں کوئی سزا نہیں [illegible]
چنانچہ سو اتفاق سے چند دن بعد اس جماعت کے کچھہ ڈاکوؤں کی مسلہ میں خوب بن ٹھن کر اور ادمی بے پروائی کے ساتھ [illegible]
اونکے ذمہ کچھہ قصور ہی نہیں بلا تردد شامل ہوئے۔ ایسے موقعوں پر یہہ لوگ اپنی مرغوب طرح البانوی طرز کی پوشاک پہنتے
ہیں جو نہایت مصفا۔ بیداغ اور پاکیزہ سفید رنگ کی ہوتی ہے جیسا کہ سامنے کی تصویر سے ظاہر ہو رہا ہے

مگر قزاق خواہ وہ کیسے ہی زندہ دل اور طفلانہ مزاج کیوں نہ ہوں ترکی ایسے نام مطلعین ملک میں بھی عموماً اپنے کیفر کردار
کو پہنچ جاتی ہیں اور اونکی مجرمانہ کارروائیوں کا یکبارگی خاتمہ بالخیر ہو جاتا ہے۔ ضلع قرطل۔ بیقوس۔ چلہ اور قصبہ
محمد پہلوان نام ایک ڈاکو اور اوس کے ۱۳ حرامی رفقا نے برسوں سخت اودہم برپا کیا۔ لیکن آخر تین برس ہوئے جندرمہ
(فوجی پولیس یعنی وہ پولیس جس قیام امن و گرفتاری ملزمان کا کام ہے) نے اونکو اچانک گرفتار کر لیا۔ عثمان [illegible]
اس جماعت کا سرگروہ نہ تہا۔ البتہ جماعت میں ایک ممتاز منصب رکہتا تہا۔ اوس کو ایک سراج نے اوسکی گرفتاری
کی یہہ خبر سُنکر کہا کہ اگرچہ وہ ایک یا دو قتل کر چکا ہے لیکن پھر بھی دوسرے راہزنوں کی مقابلے میں نہایت نیک
اور بھلا مانس ڈاکو ہے۔ اصل سرغنہ دو ابلیس صفت بلکہ شیطان مجسم بدمعاش اشرف اور اسحاق چرکس نامی تہے۔ ان
نے اکثر دیہات میں باشندوں کو مال بتانے کے لئے پہلے جسمانی عقوبت پہنچائی اور مطلب حاصل ہو جانے پر
بہی ناک کان کاٹ دیئے۔ دونوں میں سے بھی اسحاق کا نمبر اپنے رفیق سے بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے اوسنے [illegible]
کے قریب ایک گاؤں سے دو مسلمان لڑکیاں چرائیں۔ انمیں سے ایک کو قسطنطنیہ جا بیچا۔ اور دوسری کو یہ معلوم کر
کہ پولیس تعاقب میں ہے قتل کر دیا۔ ان حرامیوں کی سیہ کاریوں کے دوسرے حصہ کا بھی علم جلد ہوتا دکہائی نہیں
دیتا۔ کیونکہ کہا جاتا ہے کہ وہ ابھی تک گرفتار نہیں ہوئے۔ اور جب تک وہ آزاد ہیں دہقان انتقام کے خوف
اون کے برخلاف کوئی کلمہ زبان سے نکالنا یا اطلاع دینا تو برکنار اونکے متعلق اشارہ تک کرنیکی جرأت نہیں کر سکتے
محولہ بالا چودہ قزاق ابھی حوالات میں ہیں۔ بنابریں جس طرح انکا کسیدن سزا یاب ہو جانا قرین قیاس ہے
ویسا ہی حوالات توڑ کر بھاگ جانا۔ اور در صورت ثانی غالباً اون کے دونوں سرغنہ خوش باش رہکر [illegible]
فراہم کر کے اسوقت پہلے سے زیادہ سنگین جرائم کی تدابیر یا تکمیل میں مصروف ہونگے

Marfat.com

سمرنا کے تاجروں کو ۱۸۹۱ء باغلب وجوہ جلد نہیں بھولیگا۔ اس سال اس نواح میں قزاقوں کی بیباکی اس درجہ تک پہونچ گئی کہ انہوں نے اس جماعت کے تقریباً کل ارکان کو ایک موقعہ پر پکڑ لیا قزاقوں کی متذکرہ صدر دونوں اقسام ترکی و یونانی نے ایک بڑا بیوپاری اور بغایت نفع بخش سوداگری غرض سے آپس میں اتفاق کر لیا۔ اور سب جمع ہو کر قصبہ قولون کے قریب سمرنا کی ساحلی سٹیمروں میں سے ایک کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ ایسے اتفاق کے لئے اس سے بہتر موقعہ بمشکل منتخب کیا جا سکتا کیونکہ اس سٹیمر پر عام مسافروں کے علاوہ تیس مشہور سوداگر بھی سوار تھے۔ سوداگروں کو کسی طرح کا خدشہ یا اندیشہ نہ تھا۔ وہ کمال بیفکری سے خشکی پر اترے۔ مگر اترتے ہی ڈاکوؤں کے پنجہ میں پھنس گئے۔ جو انکو پہاڑوں میں لے گئے اور اٹھارہ سو پونڈ لیکر انکو رہا کیا۔ اس وقت یہہ عام خیال تھا کہ اگر اسیر اشخاص ترکی رعایا ہوتے تو ڈاکو انکو کچھہ بھی نہ کرتے۔ مگر چونکہ یہہ سب کے سب اجنبی رعایا اور انکی محافظت کے لئے قونصل موجود تھے۔ فی الفور فوج کی ایک پلٹن قزاقوں کے تعاقب میں بھیجدی گئی۔ ڈاکو جب سخت نرغہ میں پھنس گئے۔ اور فرار کا کوئی رستہ نہ رہ گیا تو انہوں نے معافی اور عطاء ملازمت کا وعدہ لیکر اطاعت قبول کر لی۔ دونوں گروہ اور انکے سردار یار وق عثمان اور جرایہ اوغلو ٹرین پر سمرنا بھیجدئے گئے۔ جہاں انہوں نے گورنر کے سامنے پیش ہو کر اپنی ذات اور اسلحہ کو سرکار کے رحم پر گورنر کے حوالہ کر دیا۔ اور معافی سے مستفیض ہو کر جندارمہ میں بھرتی کئے گئے۔ یعنی دونوں فریق قول پر قایم رہے۔ عہد کی بجز و تعمیل کیگئی۔ اور کل معاملہ ایسی سادگی سے طے پایا۔ جو ست جگ کے زمانہ میں پائی جاتی تھی۔ مگر اس سادگی کو اون تیس سوداگروں نے جن کی گرہ سے ۱۸ سو پونڈ نکلے اور واپس ایک کوڑی نہ ملی غالباً پسند نہ کیا ہوگا۔ آخر اس روپیہ کا کیا حشر ہوا۔ اس کا دینے والوں کو پھر اسکا علم نہیں ہوا۔ البتہ چند روز [illegible] ڈاکو اب معتبر پولیس مین بنا دیئے گئے۔ اور تقرری کے ساتھہ ہی انکو دوسرے بدمعاشوں اور شریر دشمنی گرفتاری و بیخ کنی کا حکم دیا گیا۔ جو گلی میں اون سے بدتر تھے۔

نئے پیشہ کی دلچسپی۔ باقاعدہ تنخواہ کی وصولی۔ اوقات مقررہ پر کام کرنیکی آسانی اور سرکاری ملازم ہونیکی لازمی عزت و وجاہت نے کچھہ عرصہ کیلئے تو ان پر ایسا عمدہ اثر کیا۔ کہ اون سے کوئی قابل اعتراض حرکت سرزد نہ ہوئی۔ اور سمرنا کے سادہ لوح باشندوں کو ان بھیڑ کی کھال میں بھیڑیوں پر کامل اعتماد ہو گیا اور اون کو ہر طرح کی گرفت و اعتراض سے ارفع اعلیٰ سمجھنے لگ گئے۔ چنانچہ جب اون کی باری آئی تو اون کو بھی بلا تردد متصل دیہات کی حفاظت کے کام پر بھیجدیا گیا۔ وہ کوئی بڑی منحوس ساعت تھی جس میں ایسا کیا گیا۔ [illegible] کی پیدایشی تھی۔ جو [illegible] کی پہلی [illegible] آزادی کے سامنے [illegible] تھی کہ [illegible] قزاقی کے دنوں میں [illegible] راہزن کی حیثیت میں کسانوں کو لوٹا کرتے تھے۔ اب محافظوں کے پیرایہ اور وردی کی پناہ میں یہی کسب اختیار کر لیا۔ یہہ درست ہے کہ اب پہلے زمانہ جیسی بڑی بڑی رقمیں نہیں ملتی تھیں اور نہ کسی جان کا نقصان ہوتا تھا لیکن ہر وقت سر پر سوار رہنے کی وجہ سے اون کی فرمایشوں کا کبھی سلسلہ ختم ہی نہ ہونے میں آتا تھا۔ آخر معاملہ حد برداشت سے گذر گیا۔ اور اہالی [illegible] پاس شکایتیں پہنچنے لگ گئیں جسپر تمام ڈاکو سپاہی جو دیہات مختلف [illegible] میں [illegible] تھے گرفتار ہو کر سرکاری تفتیش [illegible]

Marfat.com

اپنی بدکرداریوں کی جوابدہی کے لئے سمرنا واپس بلالئے گئے +

۲۷ر دسمبر کو پھر یہ بدمعاش گورنری ایوان میں حاضر ہوئے۔ مگر گورنر کے سامنے جانے سے پیشتر ان کو بغلیں باہر چھوڑ جانیکا حکم دیا گیا۔ بد انفعالیں تو انہوں نے رکھدیں لیکن بھرے ہوئے ریوالور چھپا کر ساتھ لئے گئے۔ گورنر حلم و بردباری سے پیش آیا۔ کوئی سخت کلامی نہ کی۔ اور انکو آرام سے بتایا کہ تمہارے برخلاف یہ الزام لگائے گئے ہیں۔ پھر یہ کہکر ان کو رخصت کر دیا کہ اب کل تمہارا مقدمہ سنایا جائیگا۔ اتفاق ایسے رستے چھوٹ جانے پر فرحاں و مسرور ایوان کے زینہ سے نیچے اتر رہے تھے کہ سمرنا کی افواج کے کمانڈر عثمان پاشا نے کل گروہ کو احاطہ میں لے لیا۔ یہ رنگ دیکھ کر سب نے یکبارگی اپنے ریوالور بہادر جرنیل پر چلا۔ بال بھی بیکا نہ ہوا خالی کر دئیے یہ عام دنگہ برپا کر کے فوج پر گولیاں چلانے لگے۔ گو فوج نے جواب میں باڑھ چلائی۔ تو پانچ وہیں ڈھیر ہو گئے کئی زخمی ہوئے۔ اور باقی پکڑے جا کر جیل میں داخل کر دئیے گئے۔ اور کامل ناکامی پر یہ تجربہ ختم ہو گیا اور امید ہے کہ اس کی پھر کبھی آزمائش نہ کی جائیگی۔ زنگی کو سفید بنانے کی کوشش بدا تھا اگرچہ قابل تعریف ہو لیکن دانائی سے حضرت سعدی نے اصلاح قزاقان کی اس قسم بلکہ اس سے سہل تر قسم کی کوشش کے متعلق آخر یہی فتوی دیا کہ۔ عاقبت گرگ زادہ گرگ شود +

اس فصل کو ختم کرنے سے پیشتر ان دو افسروں کا مختصر تذکرہ جنکا ابھی ذکر ہوا ہے دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ جنرل عثمان پاشا سمرنا اور اس کے قرب و جوار کی افواج شاہانہ کا کمانڈر ایک شجاع و تجربہ کار سپاہی رہے ہیں محاربہ کریمیا میں وہ انگریزی افواج کے ساتھ دوش بدوش دشمن سے لڑا اس وقت وہ کپتان اور ایک کمپنی فوج کا کمان افسر تھا۔ ایک دن میں اور میرا دوست مسٹر [illegible] جو ترکی زبان کا عالم ہے۔ تقریبی یا معرفی خط لیکر جنرل ممدوح کو ملنے گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ استاد کی مدد کے بغیر اس پیرانہ سالی میں انگریزی زبان کو بڑی توجہ سے سیکھ رہا ہے۔ وہ کمال خوش خلقی اور نوازش سے پیش آئے۔ اور ہمدردانہ گفتگو کی [illegible] جب میرے رفیق نے [illegible] افسر کا نام لیکر کہا کہ میری انکا [illegible] کریمیا میں ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ انہوں نے اور [illegible] محاربہ میں بڑی شجاعت اور قابلیت دکھائی تھی۔ مجھ سے سوال کیا کیا تم فوج میں کبھی رہے ہو۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ البتہ والنٹیروں کے دستہ میں چند برس رہکر جنگی تجربہ اور فوجی مہارت کسیقدر حاصل کی ہے۔ یہ سنکر وہ بولے ہاں۔ مجھے خیال تھا کہ میرا قیاس غلط نہیں ہوگا۔ جس شخص نے فوجی قواعد کی ہو۔ مدت العمر کے لئے اوس میں ایک ایسا فوجی انداز جسکی میں تشریح نہیں کر سکتا۔ قائم رہتا ہے کہ جس سے فی الفور معلوم ہو جاتا ہے کہ اس شخص نے اپنے ملک کی خدمت کی ہے۔ آؤ ہم آپس میں مصافحہ کریں"۔ سوال جواب کے بعد پاشا ممدوح نے مجھے فرانسیسی زبان سیکھنے کی اپنی قلمی بیاض مشقوں کی دکھلائی۔ اسمیں افعال کی گردانیں اور روزمرہ کی گفتگو کے فقروں کی طویل جدولیں بڑے جلی حروف میں درج تھیں پھر تھوڑی سی مزید گفتگو اور قہوہ و سگرٹ کی لازمی تواضع کے بعد جرنیل ممدوح اپنی وردی کے کوٹ کے بٹن لگا کر ہمارے ساتھ ہولئے۔ اور ہمکو کل بارکوں کی ساتھ ہو کر سیر کرائی یہ اسقدر وسیع تھیں کہ ان میں دس ہزار فوج بآسانی رہ سکتی ہے۔ سب سے آخر باورچی خانہ اور تنور خانہ تھا۔ وہاں کئی دیگ پلاؤ اور نان جو سپاہیوں کے لئے تیار کئے گئے تھے کھائے گئے جیسا کہ اکثر جلیل المرتبت اور صاحب امتیاز لوگوں کا قاعدہ ہے

Marfat.com

جنرل ممدوح نے اپنے ذاتی کارناموں کے متعلق گفتگو کرنا پسند نہ کیا۔ اور بنا بریں کئی دفعہ کوشش کرنے کے باوصف ہم اون محولہ بالا لڑائی کے متعلق جو ایوان کے زینہ پر قزاقوں سے ہوئی تھی کوئی مزید حالات نہ معلوم کرسکے +

توفیق بک گو ابھی نوعمر نوجوان آدمی ہیں۔ مگر قانون کا وسیع تجربہ رکھتا ہے۔ اور اسوقت ولایت سمرنا کے اوس صیغہ کا جو فوجداری مقدمات بنانے اور چلانیکا کام سپرد ہے اعلیٰ افسر ہے حسین حلمی آفندی کی طرح اونہوں نے بھی کمال بک کے زیر نظر تربیت پائی اور اوس ممتاز عہدہ دار کی ماتحت رہنے کی خوش نصیبی سے کامل فائدہ اوٹھایا۔ پروکیوریٹر جنرل (اس کو فوجداری میں بمنزلہ ایڈووکیٹ جنرل سمجھنا چاہیئے) کے دفتر میں قزاقوں اور تمام دیگر مشہور بدمعاشوں کی تصویروں کا اہم مرقع رہتا ہے اس کی ورق گردانی میں خاص مزہ آتا ہے۔ اور علم قیافہ کا شائق اس سے بہت کچھ واقفیت حاصل کرسکتا ہے۔ جب میں پہلی دفعہ بک موصوف کو اوس کے دفتر میں ملنے گیا تو اوس نے ازراہ نوازش ارشاد کیا کہ اس ضخیم کتاب میں سے جون سے بدمعاش کی تصویر تمہیں پسند آئے لے سکتے ہو۔ اسپر میں نے کپتان اینڈریا کی تصویر کو پسند کرکے لے لیا +

مندرجہ بالا مثالوں اور واقعات سے ناظرین بلاشبہ یہ رائے قائم کریں گے جو غلط نہیں کہ یہ لعنت ملک کی امن پسند آبادی اجنبی و دیسی دونوں کی ہر جماعت اور خود گورنمنٹ کے لئے نہایت تکلیف دہ رہ چکی ہے۔ بلکہ اب بھی ہے۔ اور خاص غور کی متقاضی ہے۔ اسمیں کلام نہیں کہ جہاں کہیں حاجی ناشد پاشا سابق گورنر سمرنا و حال گورنر شام ایسے مستقل مزاج باعزم۔ کامل متدین اور اصلاح پسند و خواہان ترقی والیے پہنچ جاتے ہیں۔ اور متذکرہ صدر افسروں ایسے قابل سلامت رو اور دیانت دار ماتحت افسروں کی مدد کرنے والے ہوں۔ تو ان کی جگہوں پر قزاقوں کا ٹڈی دل فی الفور غائب ہوجاتا ہے۔ اور جب تک صوبہ میں ایسا آہنی پنجہ گورنر موجود ہے وہ قزاق بھی جو گرفتار نہ ہوئے ہوں اور آزاد ہوں اوس صوبہ یا ضلع کے اندر تکلیف دینے سے محترز رہتے ہیں۔ لیکن اون کی اصلاح نہیں ہو گئی ہوتی۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اوس جگہ کو چھوڑ کر اودھر اودھر لوٹ مار کرنے لگ جاتے ہیں۔ پس اس بلا کے موثر علاج کیلئے قابل اور متدین جنڈارمہ کے علاوہ کسی اور چیز کی دراصل ضرورت ہے۔ بالخصوص بیخ کنی کرنے کی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ انکا انسداد و قلع قمع کے لئے اوس کی جڑ کو کاٹنا واجب ہے جسکا انتظام لویدہ کے خیال میں اس طرح ہوسکتا ہے کہ قوانین کی اصلاح کیجائے محاصل کی وصولی کے موجودہ طریقوں کو بدل دیا جائے۔ اور ملک میں جابجا ہر طرف ریل اور سڑکوں کا جال بلا توقف بچھا دیا جائے۔ اجنبی کا کسی غیر ملک کے قوانین پر جرح قدح کرنا فضول وقت ضائع کرنا ہے۔ بنا بریں [illegible] پر اکتفا کرتا ہوں کہ جہاں تک چار مہینوں کی رہائش سے مجھے معلوم ہوسکا ہے۔ پایا جاتا ہے کہ قوانین کا اثر [illegible] جماعتوں پر مختلف طرح کا ہے۔ سب پر انکا اثر یکساں نہیں پڑتا۔ دیگر لفظوں [illegible] نہیں۔ وہ ہر شخص کو نظر آرہے ہیں۔ (مثلاً ایک پرگنہ یا علاقہ کے محاصل[1] [illegible] نیلام پر چڑھا کر اونکی وصولی کا کام اجارہ داروں کے سپرد کردینا تاکہ اجارہ دار [illegible] وصول کریں۔ اور سرکار کو رقم مقررہ جسپر بولی ختم ہوئی ہو ادا کردیا کریں) اصولاً ہی [illegible] طریق ہے۔ اور مزید براں محصلین کو تنخواہ نقد یا [illegible]

[1] جو اکثر صورتوں میں کلہم نقد ہوتی ہے۔ اور کہیں کہیں نقدی و غلہ دونوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ مترجم۔ ایسے بتدریج اس کی اصلاح ہورہی ہے اور غالب قیاس ہے کہ آخر کل ملک میں ہندوستان کی طرح براہ راست نقدی میں معاملہ وصول کرنیکا طریقہ رائج ہوجائیگا +

کی ترغیب دلانے والا۔ رعایا کے حق میں مخرب ونقصان رسان اور [illegible] ریلوں کی قلت۔ ملک کے وسائل پیداوار کو جو نہایت شاندار اور اہم ہیں نشوونما اور کسی قسم کی تجارت [illegible] اجنبی سرمایہ داروں کو ملک میں اپنا روپیہ لگانے سے روکے ہوئے ہے۔ اور بالآخر تمام بدحالیوں کے [illegible] راہیں کھلی چھوڑی ہوئی ہیں۔ اور اون کے تعاقب میں سد سکندری کی طرح حائل ہے۔ آیدین کی ولایت [illegible] انسان اٹھائی ہزار سے زیادہ قصبات و دیہات میں آباد ہیں۔ لیکن اسمیں صرف ۳۰ میل لمبی سڑکیں سرکاری [illegible] مطابق گزشتہ دو برسوں میں بنائی گئیں۔ یہ درست ہے کہ اس علاقہ میں دو بڑے دریا مینڈر و ہرمس موجود ہیں پہلا ۱۸۰ میل اور دوسرا ۱۳۰ میل لمبا ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی قابل جہاز رانی نہیں۔ سرما اور بہار میں اونکے صرف تھوڑے سے حصہ پر کشتی یا چھوٹی جہاز چل سکتی ہیں۔ بنا بریں آمد و رفت اور بار برداری کا کل دار و مدار خشکی کے راستوں پر ہے جنکی کیفیت یہ ہے کہ علاقہ بھر میں صرف دو ریلوی لائنیں ہیں جنکا مجموعی طول ۲۸۸ میل ہے۔ باقی عموماً پگڈنڈیاں ہیں۔ اور اس طرح ریل کے ماسوا بار برداری وغیرہ کا حصر کلیۃً بارکش جانوروں پر ہے۔ قزاقی کی مہیب بلا کہ جو صدیوں کا ورثہ چلی آتی ہو بلاشبہ کسی ایسے ملک میں بھی جسکی پولیٹیکل حالت ویسی ہی ہو جیسی کہ اسوقت ترکی کی ہے۔ گو اوس کو وسایل سفر نسبتاً بہت زیادہ اصلاح یافتہ ہوں یکبارگی دور کر سکنا بڑا مشکل کام ثابت ہوتا۔ تاہم خواہ یہ کام کیسا کٹھن ہو۔ ترکی اگر اپنے اوس منصب کو جو اسے دنیا کی مہذب اقوام میں حاصل ہے قایم رکھنا چاہتی ہے تو اوس کے لئے اوس مشکل کا مردانہ وار مقابلہ کرکے اس بلا اور اوس کے اسباب کی بیخکنی کرنا لازمی امر ہے۔ اور خوشی کا مقام ہے کہ اوسنے ایسا کر دیا ہے۔ ایشیائی علاقہ میں اب وہ تقریباً مفقود ہو گئی ہے یورپ کے اکثر علاقہ میں بھی یہی کیفیت ہے۔ البتہ یونان کے ہمسایہ علاقہ سالونیکا وغیرہ میں جیسا کہ ۱۹۰۵ء میں فرنچ انجنیر کی گرفتاری کا وقوعہ ہوا۔ بکیجہت یونانی ہمسایہ ڈکیتوں کی مہربانی سے کوئی نہ کوئی واردات ہو جاتی ہے۔ لیکن اب کئی مہینوں سے اوسکی بھی شکایت نہیں سنی گئی۔ مترجم

فصل ہشتم

ابتدائی ہفت کلیسیائے مذہب مسیحی کے موقعے[2]

(۱) افسس۔ سابق ساحل۔ موقعہ۔ قدیم قطع وضع۔ مندر ڈائنا۔ عمارت اور اوس کی وسعت جیل پری اون قصص متعلقہ۔ دیگر عمارات۔ جادو کی تعلیم کا مخزن۔ شہر و مندر کی بربادی۔ (۲) سمرنا۔ ابتدائی تاریخ۔ تازہ ترین زلزلے پولی کارپ۔ پادری ہمن سیکلوڈ۔ کوچہ و بازار۔ (۳) برگاموس۔ موقعہ۔ ابتدا۔ کتب خانہ۔ ریگا وچرمی کاغذ۔ کہنہ نباتات نجری الکھاٹہ (۴) تھایا ٹیرا۔ قدیم تاریخ۔ انگریزی کی صنعت میں شہرت۔ واقعات عجیبہ کا محل وقوع

[1] تعمیرات عامہ کی تیاری کا کام اور اون کی مقدار اب اس پیمانہ سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ جیسا کہ بست سالہ عہد حکومت اس خود اسی کتاب کے اکثر حواشی سے ظاہر ہوتا ہے۔ ناظرین کو خیال رہے کہ مسٹر کوکران ۱۸۸۵ء تک کا ذکر کرتے ہیں جس سے اب کے پندرہ برسوں میں سلطنت عثمانیہ نے ہر ایک صیغہ میں بڑی ترقی کر لی ہے۔ مترجم۔ [2] اس فصل کا مضمون بتاریخ ۹ مارچ ۱۸۸۵ء کو [illegible] بمقام ڈن بلین تاریکان خیر کے جلسہ میں پڑھا گیا پھر جنرل اخبار سٹرلنگ آبزروور مورخہ ۱ اپریل ۱۸۸۶ء میں شائع ہوا۔ مصنف

کھنڈرات کی حالت۔ موجودہ قصبہ (۵) **سارڈیس** موقعہ۔ قدیم تاریخ۔ فرمانروا۔ قبر آلیاٹیس۔ کروسس یعنی قارون۔ قدیم باشندوں کے مشاغل زوال معدومیت۔ (۶) **فیلڈلفیا** مقربہ جوار کی دلفریبی۔ اعداد و شمار ابتدا۔ کھنڈرات کی کمی۔ تاریخ۔ موجودہ قصبہ عیسوی حکومت۔ باشندوں کی مہمان نوازی۔ ریشم کی تیاری۔ غلہ کاٹنے والی مشین۔ (۷) **لاؤڈیشیا**۔ ہدایات سفر۔ قدیم لاؤڈیشیا۔ زوال و بربادی۔ موجودہ حالت۔ ایک ذاتی تجربہ۔ خاتمہ۔

اکثر انسان اس امر پر عرصہ سے متعجب ہوتے ہیں کہ ارض مقدس کے حالات حالانکہ وہ ہم سے ساحل سے نسبتاً دور ہے اور وہاں کی زرعی و صحرائی پیداواروں اور علاقہ مذکور کی کیفیت بروئے علم طبقات الارض سیاحوں اور اون علوم کے فاضلوں نے تو نہایت کثرت و تواتر کے ساتھ لکھے ہیں اور وہاں کے مناظر اور سینری کو مصوروں نے ہزاروں تصویروں میں دکھایا ہے لیکن ایشیائے کوچک کو اب تک نسبتاً کیوں نظرانداز کیا گیا ہے فلسطین مصر اور عرب کے ہر ایک پہلو کے متعلق جن کا بیبل میں ذکر ہوا ہے بے شمار کتابیں موجود ہیں لیکن ایشیائے کوچک کے اس نہایت دلچسپ حصے کے متعلق جہاں ابتدائی کلیسیا قائم کئے گئے تھے۔ ہمارے لٹریچر میں اتنی تھوڑی کتابیں ہیں کہ انکا یو نیر گنی جا سکتی ہیں۔ سب سے اول جس انگریز سیاح نے ان مقاموں کو دیکھا وہ آکسفورڈ کا ایک گریجویٹ طامس سمتھ تھا۔ اس مضمون پر سنہ ۱۶۷۸ء میں ایک چھوٹی سی کتاب لاطینی زبان میں لکھی جسکا بعد میں انگریزی زبان میں بھی ترجمہ ہو گیا۔ اٹھارہویں صدی میں اس مضمون کے متعلق ہماری معلومات میں بہت کم اضافہ ہوا۔ اس صدی میں صرف دو کتابیں لکھی گئیں۔ ایک شانڈلر نے سنہ ۱۷۷۵ء میں "تحقیقات" کے نام سے شایع کی۔ دوسری پوکاک کا سفرنامہ تھا۔ موجودہ (انیسویں صدی) میں سب سے اول سعت کلیسیا پر پادری آرنڈل نے سنہ ۱۸۲۸ء میں ایک کتاب شایع کی۔ اس کے بعد سنہ ۱۸۴۳ء میں مسٹر فیلوز نے ایک رسالہ اور فرنچ مصنف ٹکسیئر نے ایک اہم بالتصویر کتاب شایع کی۔ ایشیائے کوچک کے متعلق یہ دونوں کتابیں عموماً بہت مستند سمجھی جاتی ہیں سنہ ۱۸۴۲ء میں ایک اور ہملٹن کی "ایشیائی سیاحت" سنہ ۱۸۶۲ء میں ہملیو کے مشاہدات۔ اور کچھ عرصہ ہوا اکثر ساحر کی کتاب "ولایت کو خطوط سمرنا سے" شایع ہوئی۔ لنڈن کے کتب خانہ عجائب گھر کا بھی ذکر نہیں کرتا شاید دو ایک کی اور کتاب بھی ہو۔ لیکن عام طور پر اس مضمون کی نسبت ہماری معلومات کا دار و مدار صرف ان ہی چند کتابوں پر ہے بنا بریں مندرجہ ذیل چند صفحات کا مضمون مذہبی لحاظ سے ہی دلچسپ نہیں۔ بلکہ اس زمانہ میں بھی جبکہ دنیا کا کوئی گوشہ سیاحوں کی متواتر یورش سے بچا نہیں رہا ایک حد تک نیا بھی ہے پس لمبی چوڑی تمہید کو یہیں چھوڑ کر اپنے ناظرین سے یہ فرض کر لینے کی التماس کرتا ہوں کہ ہم سمرنا سے ریلوے ٹرین پر سوار ہو گئے پھر ۸۰ میل کا سفر طے کر کے مقام تیسولک میں ٹرین سے اتر گئے اور کرایہ کے گدھوں پر سوار ہو ۸ میل سوا میل کا فاصلہ فرحان و شاداں طے کر ...

طامس سمتھ پہلے مگدالین کالج آکسفورڈ کا فیلو تھا۔ اس ذاتی کتاب کا نام ایشیا کے سات مشہور کلیسیا ہے کتاب ... چالیس درم کی ... کے علاوہ میں بڑی قدر ہوئی۔

اس گاؤں کو یونانی پہلے صاجیاس تھولوگوس پکارتے تھے کیونکہ بروئے روایت حواری یوحنا مؤرخ کا جسے یونانی تھیولوجین کا خطاب دیتے ہیں یہی جگہ تھی۔ ترک چونکہ کسی ایسے لفظ کو جسمیں تھ ہو درست نہیں بول سکتے۔ یونانی نام بگڑتا بگڑتا ایوس تولوس اور بالآخر ایا سولک ہو گیا۔
مصنف

Marfat.com

اور افی سس کے کھنڈرات کے درمیان ہے۔

(۱) افی سس۔ یہ پرانی زمانہ کا عظیم شہر حضرت پولوس کی عارضی اقامت کی وجہ سے تمام مہذب و شائستہ لوگوں کی نظروں میں ہمیشہ ممتاز رہیگا۔ پولوس نے کانتھیوں کی طرف پہلا خط یہیں سے حضرت مسیح کی پیدائش کے ۵۷ء میں لکھا تھا۔ اُس زمانہ میں یہ شہر ایشیائے کوچک کا صدر مقام تھا۔ جیسا کہ اب سمرنا ہے۔ اور زمانہ قدیم کے کمال شاندار شہروں میں شمار ہوتا تھا۔ شرقی مذاق جسکی یونانی شائستگی نے اصلاح کردی ہوئی تھی جاہ و تجمل اور شان و شوکت کے جسقدر لوازمات جمع کرسکتا تھا۔ وہ سب اس میں فراہم تھے۔ وسیع اور کل جہان میں پھیلی ہوئی تجارت سے جسقدر دولت جڑ سکتی ہے۔ وہ یہاں شہر میں موجود تھی۔ اور جسقدر اقتدار اور ناموری کوئی مقام خود اپنے عہد اور قرون سابقہ کی تہذیب و شائستگی کے ارتقا اور نشو و نما کے دوران میں حاصل کرسکتا ہے وہ اُسے حاصل تھی۔ شہر دریا کیسٹر کے دونوں کناروں پر خلیج ساموس کے متصل پانچ میل لمبا اور تین میل چوڑے ایک دلکش میدان میں آباد تھا۔ اس میدان کی کل سطح پہاڑی پیون اون کی سوا جس سے سنگ مرمر لیا گیا تھا۔ کسی وقت بدیع و دلفریب عمارات سے مستور تھی۔ دریا اوس کے وسط میں دائرہ کی شکل میں بہتا ہوا اوس کے جنوب مغربی کونہ پر پانورمس کے عظیم لنگرگاہ میں داخل ہوتا تھا۔ اس لنگرگاہ میں پولوس کی اقامت کے دوران میں اور خاصکر اوس سے پیشتر دنیا کی کل قوموں کے جہاز تجارت کیلئے آیا کرتے تھے۔ اس وسیع عظیم اور سفید و چمکدار شہر اور اوس کی جہازوں سے معمور بندر کا مجموعی نظارہ بھی سمندر سے آتے وقت عجیب شاندار اور باجلال ہوتا تھا۔ تاہم اوسکی ایک عمارت شانداری اور عظمت و جلال میں سب سے فوق لیجا رہی تھی اور آنیوالے کی نظر باقی کل شہر کو چھوڑ کر فی الفور اوسی پر جم جاتی تھی۔ یہ عمارت دیبی ڈائنا کا دوسرا کلاں مندر تھی۔ اور اسی موقعہ پر جو وہ کھڑی تھی ساتویں عمارت تھی۔ پہلی چھ یکے بعد دیگرے منہدم ہو گئی تھیں۔ یہ عالیشان مندر نہ صرف شہر کی ہی زیب و زینت نہ تھا بلکہ کل دنیا کو اوس پر فخر تھا اور اوسکو عجائبات عالم میں شمار ہوتا تھا۔ وسعت تجمل صناعی کمال۔ اور آرایش میں یکتائے روزگار تھا اتھنز کے مشہور مندر دیبی منروا واقع پارتھی نان کی نسبت چوگنا اور لنڈن کے گرجا سینٹ پال سے دو گنے رقبہ پر تھا۔ اور بڑا عجوبہ یہ تھا کہ دیواروں کی سنگینی اور عمارات کی وسعت و گراں باری کے باوصف وہ ایک دلدل میں ایسی بنیادوں پر جن کے نیچے کوئلہ اور اون ملا کر اچھی طرح سے کوٹی گئی تھی تعمیر کیا گیا تھا۔ یہ تدبیر زلزلوں کے اثر سے محفوظ رکھنے کے لئے کی گئی تھی۔ جو اس علاقہ میں ابتدائی زمانہ سے ہمیشہ کم و بیش اپنی طاقت دکھاتے رہتے ہیں۔ اوسکی عمارت ۵۴۱ء قبل مسیح میں شروع ہوئی اور دو سو بیس برس میں جا کر ختم ہوئی۔ اس عرصہ میں یکے بعد دیگرے کئی اعلیٰ معمار اسکی تکمیل پر مامور رہے۔ جب یہ مکمل ہوئی تو باہر کی طرف سے وہ ۴۲۵ فیٹ لمبی اور ۲۲۰ فیٹ چوڑی تھی۔ اوس کی چاروں طرف حیرت افزا برآمدہ تھا۔ جو ٹھوس سنگ کے ایک سو ساٹھ ستونوں پر کھڑا تھا۔ ہر ستون ساٹھ فیٹ بلند اور ہر ایک ایک ایک بادشاہ کی طرف سے تحفۃً آیا تھا۔ اندر معبد سبز زبرجد کے کمال خوبصورت اور دیو قامت ستونوں پر قائم تھا۔ انہیں سے آٹھ اسوقت قسطنطنیہ کی جامع ایا صوفیہ کی اندرونی محرابوں کو سہارے ہوئے ہیں۔ اس عمارت کی سادہ اور رنگدار نقش و نگار اور بیل بوٹے جو پتھر تراش کر بنائے گئے تھے۔ دیکھکر محو حیرت ہو جاتا تھا۔ اونکو بنانیوالے اپنے زمانہ کی نادرہ روزگار صناع و نقاش تھے از انجملہ ایک تماریتی تھی جو پہلی نقاشہ عورت ہے جسکا پتہ تاریخوں سے اب تک مل سکا ہے۔ ایشیائے کوچک کا کوئی یونانی قصبہ ایسا نہ تھا۔ جس نے اوس کی تعمیر کے خرچ میں

Marfat.com

حسب توفیق حصہ نہ دیا ہو۔ اوس کی کرسی بہت بلند رکھی گئی۔ جس تک پہونچنے کے لئے بے شمار سیڑھیوں کا حیرت افزا مرمرین زینہ گرداگرد موجود تھا۔ اس کے عقب میں سیاہ رنگ پہاڑ تھے۔ اس اتصاد نے اسکی براقی کو اور بھی جلا دے رکھی تھی باشندگان افی سس کو اس عمارت پر اتنا ناز تھا جو بیجا ہی نہ تھا۔ کہ بسا اوقات وہ اسے دیکھ کر یکبارگی خوشی کے ہاتھ چھیلنے کودنے لگ جاتے تھے۔ اور پکار پکار کر کہتے۔ کیا دنیا میں اسکی ثانی کوئی عمارت ہے۔

کوہ پیری اون سے مرمر کی موجودگی کا علم جس طرح ہوا۔ اوس کے متعلق ایک دلچسپ روایت مشہور ہے۔ ایک دن ایک گڈریا اپنے ریوڑ کو پہاڑی کے ڈھلوانوں پر چرا رہا تھا کہ دو مینڈھے آپس میں لڑ پڑے۔ گڈریا لڑائی کو شوق سے دیکھ رہا تھا۔ کہ ایک مینڈھے کی ٹکر اتفاق سے خطا گئی۔ اور اوسکا سر ایک کیا دار چٹان سے جا لگا۔ اوسکی سینگوں سے پتھر کی ایک چپٹی اڑ گئی۔ اور اوس کے نیچے سفید و شفاف سنگ مرمر دکھائی دینے لگ گیا۔ گڈریا ٹکڑے کو اٹھا کر شہر کو دوڑ گیا اور شہریوں کو یہ مژدہ جانفزا سنایا جنہوں نے اسی وقت اوسکا نام پکسوڈورس سے بدلکر ایونجلس (بشیر) رکھ دیا۔ اور جب وہ مر گیا تو اوسے زمرہ اولیا میں داخل کر کے یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ شہر کا ہر مجسٹریٹ ہر مہینے سنگ مرمر کے معلوم ہونے کی تقریب پر جا کر حضرت ایونجلس کی قبر پر قربانی چڑھایا کرے۔ اس حکم کی تعمیل [illegible] ہوتی رہی افی سس کی تمام عمارات اور مندر اس کان کے مرمرین پتھر سے بنایا گیا تھا۔ جب مرمر کی کان معلوم ہوئی اسوقت شہر کی عمارات اینٹ اور معمولی پتھر کی تھیں۔ کان ملتے ہی باشندوں نے پرانی عمارتوں کو گرا کر مرمر سے بنانا شروع کر دیا۔ [illegible] کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے جبل پیری اون ایک اور لحاظ سے بھی دلچسپی رکھتا ہے۔ عام روایت ہے کہ سینٹ پال (پولوس) کا رفیق [illegible] اور نیز حضرت مسیح کی والدہ مکرمہ حضرت مریم اسی پہاڑی پر مدفون ہیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت یوحنا انجیل نویس (مورخ مسیح) کی قبر بھی یہیں ہے۔ مگر میری رائے ہے کہ اس آخری معاملہ میں گڈریے کی قبر سے ہی دوسرا کام لیا جاتا ہے۔ لیکن پہاڑی کی ایک جانب پر قبرستان ہونے میں کوئی شک نہیں۔ [illegible] بے شمار چھوٹے چھوٹے گڑھے بھی دکھائی دیتے ہیں جنہیں مردہ کو غالباً سر پاؤں کے بل داخل کر کے مٹی [illegible] دیا جاتا تھا۔ مردہ [illegible] کے اوپر سے [illegible] کی بجائے زیادہ تر اوس کے اندر سے نکالا جاتا تھا۔ پہاڑی کے اندر سے بیشمار وسیع غاروں کے [illegible] ہیں [illegible] ہے۔ ان غاروں میں جا بجا مرمر کی چٹانیں جن پر آلات کی ضربوں کے نشان موجود ہیں بکھری ہوئی پڑی ہیں۔

تھئیٹر اور سرکس کے کھنڈرات گرشان و شوکت میں مندر سے کم [illegible] ہیں۔ اول الذکر کلاں ترین تھی اسٹیڈیم تھا جو یونانی معماروں نے تعمیر کیا تھا۔ اور جس میں پچاس ہزار [illegible] کی ایک جانب تراش کر بنایا گیا تھا۔ اور اوسکا [illegible] قطر [illegible] کے درمیان ایک وسیع بازار تھا جو شہر میں مشہور تھا۔ [illegible] شمالی جانب کے دامن کے نیچے بنا ہوا تھا۔ یہ ۶۸۵ فیٹ لمبا اور [illegible] فیٹ چوڑا تھا۔ پیدلوں اور پہلوانوں کی کشتیاں سپاہیوں کے کرتبوں کی نمایش [illegible] کی لڑائیاں۔ غرض پہلوانوں کے [illegible] جگہ ہوتی تھی۔ اور یہیں مظلوم عیسائیوں کو [illegible] جرم [illegible] عیسائی ہونا [illegible] حکم مل چکا ہوتا تھا۔ آپس میں لڑایا جاتا تھا۔ جن لڑائیوں میں غالب کو مغلوب کے قتل کر دینے کا [illegible]

[illegible]

Marfat.com

وسیع احاطہ میں سنیٹ پال کو وحشی درندوں سے لڑایا گیا تھا۔

تاریخ عالم کے اُس ابتدائی زمانہ میں یہ وسیع و شاندار اور ہر قسم کے وسائل اور کثیر التعداد آبادی رکھنے والا شہر فضل اور مرغوب و دل پسند مشاغل کے ساتھ ہی خرابیوں کا مرکز بننے سے بھی خالی نہیں رہ سکتا تھا۔ چنانچہ جہاں ایک طرف وہ قدیم دُنیا کی تمام علماء و فضلاء کا ملجا و ماوا تھا۔ اور سب اوس کی طرف کھنچے چلے آتے تھے ویسے ہی وہ ہر طرح کے ساحروں اور شعبدہ گروں بازیگروں کا اکھاڑا بنا ہوا تھا۔ پولوس کے وقت افی سس جادو یا سحر کی تعلیم کا بڑا مرکز تھا۔ لکڑی سے دیوی ڈائنا یا آرٹمس کی بدشکل و بھدی سی مورتیں بنا کر بازو میں کمربند اور تاج پر مخفی علامتیں کھودی یا نقش کر دی جاتی تھیں۔ یہ علامتیں "افی سینی حروف" کہلاتی تھیں۔ منتروں، عملیات اور اونکی ترکیبوں کے متعلق اس علم کی بہت سی اہم [illegible] جو عام طور پر پڑھی جاتی تھیں۔ ہر سال مئی کے مہینہ میں تمام ایشیا کے مشرکین اپنی مشرکانہ مراسم [illegible] کو منانے کے لئے یہاں جمع ہوتے اور خوب چہل پہل رہتی۔ غرض چونکہ باشندوں کی [illegible] جادوگروں، ساحروں اور گنڈے تعویذ بیچنے والوں کے دم جھانسوں اور لمبے چوڑے خدائی دعووں سے [illegible] اور انپر اعتقاد رکھتے تھے شروع شروع میں کسی نے پولوس کی وعظ و نصیحت کو سننا تک گوارا نہ کیا۔ لیکن آخر اوس کے مریدوں کی جماعت ایسی مضبوط ہو گئی کہ وہاں ایک زبردست اور مستحکم کلیسیا قائم ہو گیا۔ اس امر کی شہادت انجیل (مکاشفات باب ۲۔ آیات ۱ تا ۷) سے مل رہی ہے لیکن چونکہ کلیسیا (یعنے زمرہ یا جماعت مسیحیان) چوطرفہ شرک و کفر سے گھرا ہوا تھا۔ بالآخر وہ پھر مشرکانہ رنگ میں رنگا گیا۔ اور اس ملامت کا مستحق ہو گیا کہ "تو نے اپنے پہلے معشوق کو چھوڑ دیا ہے" اس بد اعتقادی کی سزا بھی کتاب مقدس نے پہلے سے سنادی تھی۔ اور انجام کو دیکھ کر قیاس ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے گناہوں پر کبھی تائب نہ ہوئے۔ اگر ہوتے تو برباد نہ کئے جاتے۔ بہر حال کلیسیا بھی اس شہر عظیم کے ساتھ ہمیشہ کیلئے برباد ہو گیا۔ شاندار مندر اور اوسکی بیکران زر و دولت کو دشمن قیصر نیرو نے لوٹا۔ اس کے بعد اسکو گوتھ (ایک وحشی قوم) نے جلایا۔ اور بالآخر شہر اور مندر کا بچا کھچا حصہ قیصر تھیوڈوسیس اول کے عہد میں بالکل منہدم اور پامال کر دیا گیا۔ اب اس شاندار عمارت کا کوئی نام و نشان چند شکستہ ٹکڑوں اور بنیادوں کے سوا نہیں پایا جاتا۔ یہ آثار بھی صدیوں میں مٹی میں دب گئے تھے اور انکو حال میں ۱۸۶۳ء اور ۱۸۷۴ء کے درمیان انگریزی گورنمنٹ کی امداد سے مشہور انجینئر مسٹر وڈ نے کھدوا کر خاک سے باہر نکالا ہے۔

لیکن افی سس اور اوس کا بے نظیر مندر اگر دشمنوں کے غارت گری اور احراق سے محفوظ بھی رہتا تو طبعی اسباب سے اپنی تجارت کے برباد ہو جانے کے باعث آخر کار برباد ہو جاتا۔ اس عظیم الشان شہر کی شان و شوکت میں سنیٹ پولوس کے وقت ہی [illegible] ہر سال مٹی اور ریت کے بتدریج جمع ہونے اور [illegible] خوفناک عمل اسوقت سمرنا میں جاری ہے جہاں دریائے ہرمس [illegible] ہر سال ریت کے بڑے بڑے انبار جمع کر رہا ہے۔ ترکی کے بجائے اگر کسی اور یورپین ملک میں یہ کارروائی جاری ہوتی تو فی الفور اوس کے خطرناک نتیجہ کے انسداد کی طرف توجہ ہو جاتی۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اگر کوئی تدارک نہ کیا گیا تو موجودہ رفتار سے دریائے ہرمس پچاس برسوں کے اندر سمرنا کی بندرگاہ کو بند کر کے اُسے خشک میدان بنا دیگا۔ جو بعد ازاں افی سس کی طرح آخر ایک دلدل ہی بن جائیگی۔ اور ساری تجارت اور

آبادی دونوں کو سمرنا سے بوریا بندھنا اُٹھا لینا ضروری ہو جائیگا +

(۲) سمرنا - قدیم ترین تاریخی ازمنہ سے سمرنا ایک مشہور مقام چلا آتا ہے - لیکن یہ امر ابھی تک پردہ اخفا میں ہے کہ اوسکا بانی کون تہا - اور کب اوس نے اِسے بنا کیا - بعض مورخین یہ عزت لیڈیا کے ایک بادشاہ طنطالوس فرزند جوپیٹر ملوکو کو بخشتے ہیں - قدیم روایات اور افسانے بتلاتے ہیں کہ اس کی بانیہ ایک جوانمرد عورت تھی - جو افی سس کے رہنے والی تہی - جب اوس کو اس باعث کی بدولت جسکا ابھی اوپر ذکر ہو چکا ہے اپنے شہر کی بربادی کا یقین ہو گیا تو وہ ایک جماعت ساتھ لیکر نئے شہر کے لئے مناسب موقعہ کی دیکھ بھال کے لئے باہر نکلی - اور اس موقعہ کو پسند کر کے اُس جگہہ بستی آباد کر دی - اور اوس کو اپنے نام سمرنؔ سے موسوم کیا - برعکس ازیں چند راویوں کا بیان ہے کہ اس شہر کو صوبہ ایولا کے باشندوں نے اور بقول دیگر جزائر ایونین کے باشندوں نے آباد کیا - لیکن ہمارے لئے ایسی تحقیقاتوں میں پڑنا کوئی فائدہ نہیں رکہہ سکتا - ہمارے لئے اسیقدر جان لینا کفایت کرتا ہے کہ اس شہر کا نام کبھی نہ بدلا - اور کہ جب لالی لیڈیا نے اُسے منہدم کر دیا - تو اُس سے چارسو برس بعد وہ پھر از سر نو تعمیر ہو گیا - اور اُسوقت سے بعد شروع شروع میں زلزلوں اور باہمی جنگ و جدال کے متواتر حدوث سے گو نقصان اُٹھاتے رہنے کے باوجود یہہ شہر بہت جلد ایونین متحدہ ریاستوں کا سب سے بڑا شہر بن گیا - اور گو اسوقت وہ ایسی رونق پر ہے کہ پہلے کبھی ویسے عروج پر نہیں رہا - وہ بلاد مشرق کے اہم تجارتی مرکزوں میں سے ایک مرکز گنا جاتا ہے - ۱۲۰ء میں ایک زلزلے سے سخت صدمہ پہونچا - مگر قیصر مارکس اوریلیس نے مرمت و درستی کرا دی - اس کے بعد بھی گو اوس زلزلوں اور ارضی جنبشوں سے اکثر کم و بیش نقصان پہونچتا رہا ہے - لیکن متذکرہ زلزلہ جیسا نقصان پھر کبھی نہیں پہونچا - البتہ اُس کے قرب و جوار کا علاقہ ایسا خوش نصیب نہیں رہا - اکتوبر ۱۸۸۳ء میں اناطول کے جزیرہ نما میں مسلسل کئی دن زلزلہ آتا رہا جس نے چشمہ اور اورلہ کے درمیان کے تمام دیہات کو منہدم کر دیا - اور ایکہزار سے زیادہ انسان اسمیں ہلاک ہوئے - اور[1] سمرنا سے چند میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا ساحلی قصبہ ہے +

اس واقعہ سے کچھ عرصہ بعد بھی ایک ایسی ہی مصیبت اس علاقہ پر نازل ہوئی جسکا اثر دو ہزار میل محیط رکہنے والے دائرہ کے اندر محسوس ہوا - اور بیس ہزار سے زیادہ اشخاص کو سرمائی برفباری میں اپنے ہزاروں مکانات چھوڑ کر باہر نکلنا پڑا - اس مصیبت کے دوران میں لوگوں کی پریشانی کو ایک مضحکہ خیز معاملہ نے اور بھی بڑھا دیا - اُس سے ان لوگوں کی توہم پرستی ہی نہیں ظاہر ہوتی بلکہ یہ بھی کہ اُسوقت اون کے دلوں پر کیسی دہشت بیٹھہ رہی تھی - اور خفیف سے خفیف [illegible] کیسے بد اوسان ہو جاتے تھے - ۲۲ اکتوبر ۱۸۸۳ء کو بروز دوشنبہ ہزاروں مزدور بندر کے [illegible] اور دوکانوں کی بھنول میں منقے کشمش اور خشک انجیر کے گٹھے جہاز پر لادنے کے لئے بندر پر جمع تھے کہ اتنے میں اوس شہر کا ایک شخص جو کہ جنہے درویش کہلاتے ہیں شہر میں سے چکر لگاتا اور بگولہ کی طرح گھومتا ہوا وہاں پہونچ گیا - وہ ساتھ ہی باواز بلند بکتا جاتا تھا کہ ابھی اور زلزلے آئیں گے - اور کہ قیامت قریب پہونچ گئی ہے - یونانی دوکانوں میں یہی صدا لگاتا اور اسیطرح

---

[1] واضح ہو کہ سمرنا کو ترک ازمیر کہتے ہیں - ترکی نام اور زبان جاننے اور بولنے والا میر انام درست سیف الدین ہے کی فہرستی کتاب ہے - جو اخبار وطن لاہور کی فائل میں سے ہے +

[illegible] ان مزدوروں میں جو گذر کر ایک قریبی رستہ سے مفصلات کی طرف نکل گیا۔ اوسکی دیوانگی کا لوگوں پر بسرعت برقی یہ اثر
ہوا کہ کل کا کام کیا گیا فی الفور بند ہوگیا۔ اور سب یکزبان ہو پکار اٹھے کہ اگر سب چیزوں کا خاتمہ قریب پہنچگیا ہے تو اور زیادہ غلامی کرنیکا
کیا فایدہ ہے۔ [illegible] چھ سو آدمی میوہ باندہ رہے تھے اونمیں سے ایک پکار اٹھا "جو بھاگ سکتا ہے بھاگے اور اپنی جان بچائے"
[illegible] سب مزدور [illegible] اور گٹھڑوں کو وہیں پھینک غائب ہوگئے۔ اور مالک منہ تکتا رہگیا۔ اونکو دیکھکر دوسری دوکاں
[illegible] مزدور [illegible] پہاڑوں کو دوڑ گئے +

[illegible] خاص دلچسپی رکھتا ہے۔ کیونکہ مکاشفات کی باب ۲ آیت ۱۳ میں جس فرشتہ
کا ذکر [illegible] شہر [illegible] شریف المسیح ونیک نہاد پالی کارپ سے مراد ہے۔ جو حضرت یوحنا کا ہمعصر اور دلی دوست
تہا۔ اس ایام سلطنت [illegible] عیسائی کو مشرکوں نے ۱۶۶ء میں بعہد مارکس آرلیس اس سرکس میں بازنطینی قلعہ کے
[illegible] کچھہ دور نیچے آگ میں زندہ جلادیا تہا جہاں اس کی خاکستر کو دفن کیا گیا۔ ادس جگہ
[illegible] المسیح الپسطون بلفظ تہے۔ یہ روایت عیسوی مذہب کی گراں بہا جوہر کے متعلق مشہور ہے کہ
[illegible] کو اس خوفناک موت سے بچانے کے لئے حضرت عیسیٰ سے انکار کردینے کے لئے سخت تقاضا کیا اور
[illegible] دیوتاؤں کی قسم کہالو۔ میں تمہیں رہا کردونگا۔ اسکا جواب پولی کارپ نے ان قابل تحسین الفاظ
میں دیا [illegible] خدمت کی ہے۔ اس عرصہ میں اسنے مجھے کبھی دغا نہیں دی۔ تو پھر میں اپنے بادشاہ کی جس
نے مجھے [illegible] کو بچایا کیسے ناشکری اور کفران نعمت کر سکتا ہوں +

مگر پولی کارپ ہی ایسی حیثیت پر ثابت قدم رہنے کی بدولت اپنی جان کہوئی۔ اکیلا ایسا شخص نہیں جو سمرنا کی طرف انگشت
ملامت [illegible] یہاں اذیت پہونچی تہی۔ دور کی باتوں کو چھوڑکر ایک تازہ مظلوم کے ذکر پر اکتفا کرنا
[illegible] کہ ایک مشہور سکاچ پادری اسجگہ چوروں کے نرغہ میں پھنس گیا تہا۔ اونکا نام پادری ڈاکٹر
[illegible] اخبار "الفاظ بنک" کے ایک پرچہ میں اپنی سرگذشت اس طرح لکہتے ہیں: خلیج سمرنا
[illegible] حاصل ہوتی ہے۔ دنیا میں بہت کم مقاموں کی سیر سے ویسی تفریح ہوتی ہے ہم چھ
[illegible] ایک کشتی پر سوار ہمارے سر پر پہونچگئے۔ اونکا بیان تہا کہ وہ محکمہ پرمٹ کی اہلکار ہیں
انہوں نے [illegible] بخشیش مل جائے تو ہم تمہارے اسباب کی تلاشی نہ لیں گے۔ میرے پاس اگرچہ قابل محصول
[illegible] کی تکلیف سے بچنے کے لئے میں نے اونکو کچھہ بخشیش دی خشکی پر پہونچکر
[illegible] کمزوری کا مجھے سخت افسوس ہے۔ مگر جب سمرنا سے روانگی کے وقت بھی ہم
[illegible] تو ہم نے صاف جواب دے دیا اور قزاقوں کو کہدیا کہ بیشک ہر ایک گٹھڑی کھولکر
ہم ایک کوڑی نہیں دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے سخت ناک بہوں چڑھاکر ایسا ہی کیا اور پلا ہمارے ہاتھ رہا"
[illegible] سمرنا آگیا تو میں نے اس خفیہ معاملہ کی متعلق تحقیقات کی جس پر مجھے معلوم ہوا کہ
[illegible] کی ہر ایک گٹھڑی کو ترک خاص احتیاط سے کھولکر دیکھتے بھالتے ہیں۔ پادری

بھی چونکہ اِس ملک سے آرہی تھے - اونکی بھی کل اسباب کو حسب معمول اہلکاروں نے دیکھنے کا مطالبہ کیا لیکن [illegible]
تکلیف پہونچی کہ انہوں نے غلطی سے بخشیش پہلے سے دیدی جس سے اور اہلکاروں کی بھی آتش حرص [illegible]
ہوگئی - مگر پادری صاحب کو خوش ہونا چاہیئے کہ اونکی تکلیف و سختی کا زمانہ بہت ہی تہوڑا رہا - اور [illegible]
جیب پر پڑا! - اس سختی کو شہادت کا مرتبہ نہیں دیا جاسکتا +

سمرنا میں اسوقت ۲۰۹۴۶۴ باشندے آباد ہیں ان میں ۹۶۲۵۰ مسلمان [illegible]
۱۶۲۳۲ یہودی ہیں - انگریز فرنسیسی - جرمن - باشندوں کی جماعت کثیر [illegible]
نہیں - یہ اجنبی گو تعداد میں زیادہ نہیں - مگر تجارت کا بہت سا حصہ ان ہی کے [illegible]
اور بارونق دکھائی دیتے ہیں - اسکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ گلیوں کے تنگ [illegible]
گدھوں - اونٹوں - بیلوں اور گاڑیوں کا مخلوط مجمع ہر طرف [illegible]
دکھائی دیتا ہے - سیاح جہاز کے گھاٹوں اور دو ایک نوفرش بازاروں سے آگے [illegible]
کرتا ہے - مگر تھوڑی ہی دور جاکر داخل ہوتے ہی اسی زبان سے [illegible]
کے گڑھے دار فرشوں پر چلنے سے آدھ گھنٹوں کی پوچھ ضرور [illegible]
سوار ہو جائیگا - ایسی گاڑیاں بافراط موجود ہیں - اور [illegible]
سواری سے بھی تو بہ کر اٹھیگا - گاڑی کے بیشمار گڑھوں [illegible]
لگ گیا ہوگا - اور پے در پے ہچکولوں سے اوس کے حواس [illegible]
کچھ نکلنے سے پیشتر گاڑی سے اوتر [illegible]
پھر غالباً کسی گھوڑے یا گدھے پر سوار ہو جائیگا [illegible]
ہوکر اوس نے خود اطمینان کر لیا ہوگا کہ اب مشکل آسان ہوگئی - لیکن اوس کی [illegible]
کے موڑ سے گذر کر دوسرے میں داخل ہوتے ہی بالغالب وجود اون اونٹوں کی [illegible]
سے بعض پر سبز چارہ - بعض پر کوئلہ کے بورے - جن کے ٹاٹ میں [illegible]
ہوں گی بعض پر روئی - قالینوں - یا ایندھن کے گٹھے بار ہوں گے [illegible]
چل رہے ہوں گے - اون کے پاس سے ہوکر کسی اور کا گذر ہوسکتا تو [illegible]
بڑھتا ہے - تو اندیشہ ہے کہ کسی بورے سے ٹکر کھا کر وہ بازار کی درمیانی [illegible]
نیم سوختہ لکڑیوں یا سفید کپڑوں کا ستیاناس ہوجانا یقینی امر ہے - آخرش [illegible]
بہ جمعیت خاطری واپس ہوجائے - مختصر [illegible]
بھی مضرت سے خالی نہیں - اور چونکہ اون میں کوئی ایسی قابل دید چیز بھی نہیں - اجنبی سیاح کیلئے بہتر امر یہی ہے کہ
چند ضروریات بیگ میں بند کرکے علی الصباح سٹیمر پر سوار ہوکر برگاموس کو روانہ ہو جائے +

Marfat.com

(۳) **پرگاموس**۔ اگرچہ سمرنا سے صرف ۴۵ میل بجانب شمال بشمال المغرب ہے لیکن وہاں تک پہنچنا آسان نہیں۔ یہ بر اعظم پر لیسبوس کے کلان جزیرہ کے عقب اور قصبہ متی لین سے ٹھیک مغرب میں سمندر سے بیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ لیکن دریا کیکس ہی جو خاصہ بڑا ہی او خلیج سندولی میں گرتا ہی زیادہ دور نہیں۔ اس طرف علاقہ میں ابھی کوئی ریلوے لائن تیار نہیں ہوئی۔ سیاح کے لئے سب سے آسان طریقہ وہاں پہنچنے کا یہ ہے کہ سمرنا سے اُس موقعہ تک جہاں سلینس او ہیٹی اس کے ندی نالے دریا کیکس سے ملتے ہیں۔ جہاز پر جائے۔ وہاں سے پرگاموس صرف چند میل ہی۔ یہہ فاصلہ خواہ پیدل طے کرلے۔ یا سواری پر۔ یا چھوٹی کشتی پر چڑھکر دریا کے ہی رستہ وہاں پہنچ جائے اسمیں ۱۵ ہزار کے قریب باشندے آباد ہیں اکثر دیگر یونانی شہروں کی طرح اس شہر کی ابتدا اور بنا کا بھی تحقیقی علم کسی کو نہیں۔ اور فسانہ و روایت نے اسے بھی دیوی دیوتاؤں کے قصوں کے ساتھ مخلوط کر رکھا ہے۔ تاریخ میں سب سے اوّل اسکا ذکر زنوفن کی کتاب انا باسیس میں آیا ہی۔ یہ مصنف لکھتا ہے کہ سکندر کے ایک جرنیل لسی ماکوس نے اس کے طبعی استحکام کو دیکھکر اپنے زر و دولت کی حفاظت کی غرض سے ایک مضبوط قلعہ بنانے کے لئے اسے پسند کیا۔ من بعد جرنیل مذکور کے خزانچی فلاٹیرس نے باغی ہوکر ۲۸۰ قبل مسیح میں پرگاموس کی علیحدہ سلطنت قایم کرلی۔ جو ایک سو چھتیس برس تک قایم رہی۔ اس کے بعد رومن مقبوضہ ہوگئی۔ جن کے حق میں آخری بادشاہ سوم اٹالس وصیت کرگیا تہا۔ یہ وصیت نامہ دنیا کے مختصر ترین وصیت ناموں میں شمار ہوتا ہے۔ اوسکا کل مضمون صرف یہہ تہا۔ "اس بادشاہی کو میں اپنی وفات کے بعد اہالی روما کے سپرد کرتا ہوں"۔ اہالی روما نے بخوشی اس ترکہ کو قبول کیا۔ مگر اُسی دن سے اس شہر کا زوال شروع ہوگیا اور جب بازنطینی بادشاہوں نے اس علاقہ کا مستقر حکومت یہاں سے ٹرالیس کو منتقل کردیا۔ تو وہ بہت ہی سریع رفتار سے زوال پذیر ہونے لگ گیا۔

شاہ یومی نس ثانی کے عہد میں ۱۹۰ قبل مسیح سے لیکر ۱۵۹ قبل مسیح تک پرگاموس عظمت و جلال کی معراج پر رہا جسکی اس عظمت اور شان و شوکت کی مقدار کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے۔ کہ دنیا کی تہذیب و تمدن کے ایسے ابتدائی زمانہ میں بہی وہاں کے کتب خانہ کے بعد دنیا بھر میں دوسرے درجہ پر تہا۔ اور جب رومن فاتحین نے اسکندریہ کے کتب خانہ کو جلا دیا۔ تو کچھ عرصہ تک اوسکی جگہہ ایک حد تک اسی نے لی تھی۔ اسی علمی ذخیرہ کے قابل قدر مجموعہ کی ضروریات ہی چرمی کاغذ کی قیمتی ایجاد کا باعث ہوئی تھیں۔ یہہ کاغذ زمانہ قدیم میں چارٹا پرگامنٹا کہلاتا تھا۔ جو ترمیم ہوتے ہوتے "پارچمنٹ" ہوگیا۔ اسکی ایجاد کا قصہ بہت دلچسپ ہے۔ اس کتب خانہ میں دوسرے کتب خانوں کے لئے کتابوں کی نقلیں تیار کرنے پر ہر وقت سینکڑوں منشی مامور رہتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ کاغذ کا ذخیرہ کل علاقہ میں ختم ہوگیا۔ اور مصر سے اوس کی بہت بڑی مقدار منگوانے کے لئے فرمایش بھیجنی پڑی۔ یہہ کاغذ نباتات سے تیار کیا جاتا تہا۔ انگریزی میں اُسے پاپی رس کہتے ہیں۔ دنیا میں ہمیشہ اور ہر قوم میں تنگ ظرفوں کی کمی نہیں رہی مصر کے ایسے لوگوں کو یہ کبھی گوارا نہ ہوتا تہا کہ اونکو ملک کے سوا

[illegible]

ــــــــــــــــ

لہ پاپی رس سرکنڈے کی قسم کا ایک پودہ ہے۔ قدیم مصری اوس کے اندرونی چھلکو اوتار کر سریش سے اوس کی دھجیوں کو آپسمیں جوڑتے اور پھر پتھر کے نیچے دبا دیتے اور پھر خشک کرکے اوس سے کاغذ کا کام لیتے۔ پرانے زمانہ میں زیادہ تر اسی کاغذ کا اور کسیقدر بھوج پتر کا رواج تہا۔ مترجم +

Marfat.com

کوئی اور بھی ملک ترقی کرے کسی دوسرے ملک میں ترقی و خوش حالی کی ذرا سی علامت بھی دیکھ کر وہ جل جاتے تھے۔ سو ر اتفاق سے یہہ لوگ بڑے بڑے بھی تھے۔ اون کی سفیہانہ دلائل نے عام پبلک کو بھی متفق الرائے بنا لیا۔ بادشاہ سلامت بھی اس قدر رشک و حسد اور کینہ توزی میں اُن احمقوں سے کم نہ تھے۔ ٹولمی (فرعونوں کی طرح مصر کے ایک قدیم شاہی خاندان کے بادشاہوں کا لقب جو کئی صدیاں ملک پر حکمران رہا) نے جب پرگاموس کے کتب خانہ کے قائم ہونیکی خبر سُنی تھی تو وہ اوسی وقت سے رشک کے مارے کباب ہو گیا تھا۔ اور اوسے اندیشہ ہو گیا تھا کہ کہیں یہہ نیا کتب خانہ ہمارے قدیم کے کتب خانہ کا رقیب بن جائے۔ ایسا تنگ ظرف پرگاموس کے کتب خانہ کو صدمہ پہنچانے میں کیسے مدد دے سکتا تھا۔ جب فرمایش پہنچی تو اوس نے خیال کیا کہ اگر کاغذ ہم نے بھیجا تو مشکل ہوگا اور پرگاموس کے کتب خانہ کی تصنیفات خود بخود منتشر ہو جائیں گے۔ یہہ سوچ کر اوس نے فرمان شاہی جاری کیا کہ مصر کا کاغذ ہرگز باہر نہ بھیجا جائے۔ اگر شاہ پرگاموس اس کمینہ اور سفیہانہ حرکت کے جواب میں اعلان جنگ کر دیتا تو ہمارے لئے تعجب ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی کیونکہ اگرچہ تہذیب نے ان اکیس بائیس صدیوں میں بہت ترقی کر لی ہے لیکن اب بھی برابر دیکھا جاتا ہے کہ ہر معاملہ میں چھوٹے چھوٹے معاملے اور شکایات بعض اوقات اقوام عالم میں کشت و خون کا باعث ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن شاہ یومینس نے اس موقعہ پر عجب عالی ظرفی دکھائی۔ اس نے شاہ مصر پر نکتہ چینی کرنے کی بجائے اپنے ملک کے عالموں کی قوت ایجاد کو تحریک دی۔ اور اون سے کہا کہ وہ پاپی رس کا بدل تلاش کریں۔ اس فرمان سے [illegible] پرگاموس کے [illegible] کہ جو مدتوں سے بھیڑ بکری کی کھالوں کو کما کر اور چھیل کر چمڑا تیار کرنے کا کام کرتے تھے۔ یہ خیال ہوا کہ اگر چمڑے کو اور زیادہ چکنا اور ملائم اور سفید بنا دیا جائے تو پاپی رس کا بدل پیدا ہو سکتا ہے۔ انہوں نے بنا لیا [illegible] اور یہ چیز تیار ہو گئی جو پاپی رس کا نعم البدل تھی۔ بلکہ پاپی رس سے بہتر [illegible] اب تک [illegible] کی خوشی [illegible] شاہ یومینس کو اس قدر ہوئی کہ [illegible] سینکڑوں فوجی شہریوں سے [illegible] انعام کر دیا ؛

یہ ظاہر ہے کہ اس ایجاد سے پرگاموس کی وقعت بہت تمام دنیا میں اندازہ بڑھ گئی۔ اور ایشیا کے اکثر علما اور محققین خود بخود وہاں کھنچے چلے آنے لگے۔ اور دونوں ریاستیں بلاد مشرق کا مرکز بن گیا۔ اس وقت وہاں کے باشندوں نے اس زمانہ کی مشرکانہ دستور کی تقلید میں عبادت و پرستش کے لئے ایک قیاس [illegible] دیوتا [illegible] ایک شاندار جلسہ کیا۔ اور فن طبابت کے نگہبان دیوتا اسکولاپی اس کو پسند کیا جس کے مندر کے کھنڈرات اب تک شہر کے باہر موجود ہیں ؛

اس کے کھنڈرات اجنبی لوگوں کی غارتگری سے نسبتاً بہت محفوظ رہے ہیں۔ کیونکہ بڑی وجہ تجارتی سڑکوں اور شاہراہوں سے اوس کا کسیقدر دور ہونا ہے۔ ان میں یونانی اور رومن دونوں طرز کی عمارتی صناعی کے نمونے موجود ہیں۔ اول الذکر زیادہ تر شاہان آٹالوس و یومینس کے عہد (۲۴۱ تا ۱۳۳ قبل مسیح) کے اور ثانی الذکر دوسری تیسری عیسوی صدی کے قیاس کئے جاتے ہیں۔ ایک خاص کھنڈر باسیلیکا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کی

Marfat.com

نسبت اب تک کوئی معتبر وثوق کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس عمارت سے فلاں کام لیا جاتا تھا بعض اسے حضرت یوحنا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مگر تحقیق کرلینے سے ثابت ہو چکا ہے کہ یہ عمارت حضرت مسیح سے بہت زمانہ پہلے کی ہے بعض بہ اقوال مختلف اسے ٹون ہال۔ خزانہ۔ یا دفتر خانہ بتلاتے ہیں بعض سیاحوں کا قول ہے کہ انہوں نے اسکی سنگین و عریض چار دیواری کے اندر [illegible] اور کئی اور ایسی چیزیں دیکھیں جو صاف دلالت کرتی تھیں کہ یہ کوئی [illegible] کا کتب خانہ یا ایسی ہی جگہ تھا لیکن اب تک کسی قیاس کی تصدیق نہیں ہوسکی۔ وثوق کے ساتھ یہی کہا جاسکتا ہے کہ اینٹ چونہ و سنگ رخام و سنگ مرمر کی ایک شاندار عمارت کے کھنڈر ہیں اور کہ ان میں جا بجا بہت خوب صورت کام کی ساخت کے ستون لیٹے پڑے ہیں [illegible] منقش اور خوبصورت [illegible] کنارہ پر ایک کمال خوبصورتی [illegible] اپنے ساتھ جاہ و جلال کی یادگار [illegible] کتب خانہ کی بحث کو ختم کرنے سے پہلے یہ بھی کہنا ضروری ہوگا کہ اگرچہ ٹولمی اپنے مذہبی جنون [illegible] سے اس کی ترقی کو نہ روک سکا لیکن بعد میں عجب نیرنگی قسمت سے یہ کل ذخیرہ مصر کو مل گیا [illegible] کلیوپٹرا کو جو مصری بادشاہ کی لڑکی تھی [illegible] انطونی اس پری جمال کے [illegible] شہزادی کے عشق میں پیچ و تاب [illegible] دیوانہ ہو رہا تھا۔

[illegible] سے ظاہر ہو رہا ہے [illegible] خصوص [illegible] تمام [illegible] جا بجا مزید [illegible] بعض پر [illegible] آباد ہیں۔ دوسرے [illegible] ترکی [illegible] معنی ہیں۔ ان [illegible] اس دونوں شہر کے اندر [illegible] صرف پانچ باقی ہیں۔ جن کی زیرین [illegible] یونانی طرز کی اور بالائی [illegible] کی ہے۔

[illegible] خاص [illegible] کی نمایش کے لئے بنایا گیا تھا۔ [illegible] پانی کی نہر جاری ہے۔ [illegible] کا بیان ہے کہ [illegible] مصنوعی بحری لڑائیوں کا تماشہ کرانے کے لئے یہ وسیع و فراخ [illegible] پانی کا تالاب بنایا جا سکتا تھا۔ دیگر [illegible] کھنڈرات بھی گو شاندار ہیں لیکن اس قابل نہیں ہیں کہ ان کا خاص طور پر ذکر کیا جائے۔ جو کچھ لکھا جا چکا ہے ناظرین کو اس سے یہ بآسانی معلوم ہو گیا ہوگا کہ جب [illegible] نے [illegible] کلیسیا کو منتخب کیا تھا۔ اس وقت پرگاموس بڑا مشہور اور اہم مقام تھا۔

Marfat.com

پرگاموس سے تھایاٹیرا ۲۰ میل ہے۔ یہ مسافت پشت توسن پر طے کرنی پڑتی ہے۔ اور ادھر جاتے وقت ترکی محافظوں کا بھی ساتھ رکھنا ضروری ہے۔

(۴) **تھایاٹیرا** کل بلاد شرق میں کوئی شہر فالباً اس سے زیادہ خوشحال نہیں ہے۔ [illegible] جب کہ سفر [illegible] ٹیرا کی قدیم موقعہ کی طرف کیا جائے۔ جب ایک طرف مکاشفات کے باب دوم کی آیات [illegible] وہاں کی جماعتوں کی بڑی تعریف اور ساتھ کی شرک کی جہہ [illegible] نام سے پکارا گیا ہے سخت مذمت کی گئی۔ اور اوس کو کہی دہمکی دی گئی اور [illegible] کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ قوموں پر حکمران ہوں گے۔ اور اونکو صبح کا ستارہ تحفتہً دیا جائیگا۔ [illegible] تعریف کنندہ اور حوصلہ افزا عبارت پر غور کیا جاتا ہے اور دوسری طرف [illegible] جاتا ہے تو بلاشبہ انسان کی [illegible] اور نوبت بنوبت ایشیا کو دیکھ [illegible] ساتھ کلیساؤں کے مذہبوں کا ٹھیک ٹھیک [illegible] قدیم تھایاٹیرا بھی تھا جہاں اب ترکی [illegible] آباد ہے۔ یہ شہر [illegible] شمال میں برلب دریا [illegible] میل اور سمرنا سے [illegible] شمال مغرب ۶۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

تھایاٹیرا کی قدیم تاریخ اور بنا کا علم پردہ خفا میں پنہاں ہے۔ [illegible] کے باشندوں کی ایک جماعت نے آباد کیا تھا۔ اور اوسکا ابتدائی نام [illegible] اس بادشاہ کے دیگر سپہ سالاروں کی طرح بادشاہی کا خطاب اختیار کر لیا [illegible] اوسکا نام [illegible] ٹیرا [illegible] کیونکہ وہ اس کی فصیلوں کی مرمت سے فارغ ہی ہوا تھا کہ [illegible] رکھدیا لیکن کئی مبصر [illegible] اختلاف کرتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ یہ شہر [illegible] آباد [illegible] آیا۔ اور کہ مقدونیوں کی فتوحات سے بہتوں میشتر تجارت کی وجہ [illegible] تھا۔ مگر اس [illegible] کوئی تعلق نہیں انجیل اور زمانہ حال کی تاریخ سے پایا جاتا ہے کہ پولوس کے زمانہ میں یہ شہر [illegible] صنعت کی بدولت بہت مشہور رہا اور ایک طرح سے اسی صنعت کی بدولت عیسائی مذہب اس جگہ پہنچا۔ اس شہر کی ایک عورت اپنی رنگی ہوئی [illegible] کو بیچنے کے لئے متصل قصبہ فلپی کو گئی۔ وہاں [illegible] اوس کی ملاقات پولوس سے ہو گئی جسکی [illegible] متأثر ہو کر اوس نے عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ اور شہر میں آکر نئے مذہب کی تبلیغ شروع کر دی۔ تھایاٹیرا [illegible] اور مذہبی بحث مباحثہ کی بجائے صنعت و حرفت اور تجارت کا مرکز [illegible] پرگاموس کی طرح کسی شاندار عمارت کے آثار نہیں دکھائی دیتے۔ نہ اوسکی تاریخ ہی کچھ ایسی شاندار ہے۔ لیکن اگرچہ وہ اس بارہ میں مذکورہ صدر قصبات کی برابری نہیں کرسکتا۔ تاہم اوسکا قرب و جوار چند حربی واقعات کا محل وقوع ہونے کی فخر سے محروم نہیں [illegible] انطاکیوس عظم ذانی لاکھوں کی تعداد کی [illegible] فوج سے اسی جگہ کی [illegible] اطراف و جوانب میں دو نوسیپو برادران کے ٹڈی دل لشکر سے وہ لڑائی کی تھی جس میں اوس وقت کے قابل ترین جرنیل اور سپہ سالار

دارالطاکیوس مینی بال یہ ہیو۔ افرکینس اور اوسکا بہائی اشیا ٹکس شامل ہوئے تھے۔ اور کارتھیج کے غالب ہونے نہ دیا
سکے ۔ وہ ہر دو کم ٹہرے تھے۔ اس میدان میں اہالی روم۔ یونانیوں۔ ایشیا ئیوں اور مصروں کا خون باہم ملکر ایک نہر میں بہا
اسی معرکہ نے لیڈیا کو ہمیشہ کو رومن صوبہ بنا یا تہا +

گو تہایا ٹیرا کم از کم ایک عظیم تاریخی واقعے سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن وہاں ایک سنگی کتبہ یا کوئی اور نشان ایسا موجود نہیں
جس سے سیاح کو معلوم ہو سکے کہ فلاں زمانہ میں اونکی عمارت اور شکل و شباہت اس طرح کی تھی۔ ممکن ہو کہ کسی وقت وہاں شاندار عمارتیں موجود
ہوں۔ مگر اس وقت بالکل صفایا ہی۔ موجودہ سر سبز اور ترقی کنناں ترکی شہر کے ارد گرد صرف کہیں کہیں سنگی ستونوں و غیرہ کا کوئی چھوٹا ٹکڑا
زمین میں مدفون یا کسی جنگلی جہاڑی میں چھپا ہوا دکھائی دیجاتا ہو۔ مندر۔ کنیسہ۔ تہیٹر۔ سرکس۔ قلعہ یا کسی عمارت
کا نام و نشان باقی نہیں رہا +

لیکن اس سے قیاس کیا جائیگا کہ تہایا ٹیرا۔ اور اوسکا ملحقہ علاقہ غیر بہا پڑا ہوا ہے جسے دیکھتے ہی انسان کو وحشت معلوم ہوتی
مطلقاً نہیں۔ آج حصار نہایت بارونق شہر اور وہاں کی تجارت کا خوشحال مرکز ہے۔ رنگریزی کی قدیم صنعت اب بھی وہاں کمال
پر ہے۔ اور ہر قسم کی عمدہ عمدہ دوکانیں اوسمیں بکثرت موجود ہیں۔ اسمیں نو مسجدیں۔ ایک یونانی۔ ایک ارمنی کنیسا اور کئی مدارس
ہیں۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ویسا صاف اور ستھرا دنیا میں شاید ہی کوئی شہر ہوگا جسکی وجہ یہ ہے کہ ہر گلی کوچہ میں شفاف و
پاکیزہ پانی کی نہریں جاری ہیں۔ شائق صناد ید کو اسی کی جدید عمارات اور گہروں میں قدیم تہایا ٹیرا کے آثار و نشانات تلاش کرنے
چاہئیں۔ ایسا کرتے وقت اُسے معلوم ہوجائیگا کہ کئی پرانی کتبہ دار لوحیں اور بیل بوٹہ دار سلیں ان مکانوں کی دیواروں میں لگی
ہوئی ہیں۔ اور عموماً اُلٹی لگی ہوئی ہیں۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ گو محاربوں اور زلزلوں نے بھی قدیم آثار کو نابید کرنے میں پورا
پورا حصہ لیا ہو۔ مگر اس نابیدگی کا سبب زیادہ تر خود باشندگان شہر بھی ہیں جنہوں نے کہنڈرات کے عمارتی مصالح کو بیکار رہنے دینا
پسند نہ کرکے اس سے کام لینے کو ترجیح دی۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ لوگ رنگریزی اور رنگوں کو پرکہنے میں خواہ
کیسے اوستاد ہوں۔ اونکو موزونیت اور خوبصورتی کا چنداں مذاق نہیں۔ بنابریں جب کبھی قدرتی اسباب یا مخالف افواج
کے جدال و قتال سے اونکے شہر پر تباہی آتی۔ وہ پرانی یادگاروں کے مصالحے سے نئی عمارتیں تیار کرکے اپنے آبائی پیشہ میں
پھر ویسی ہی مصروفیت سے مشغول ہوجاتے کہ گویا کوئی رکاوٹ یا وقفہ پڑا ہی نہ تھا +

ناظرین بعالم تصور اس وقت تک بہ تفصیل ذیل ۲۲۴ میل کا سفر کرچکے ہیں۔ سمرنا سے انی سس تک براہ ریل ودہیچ
۴۸ میل۔ سمرنا سے پرگاموس۔ بذریعہ سٹیمر و سڑک ۷۲ میل۔ پرگاموس سے تہایا ٹیرا تک سڑک کے راستہ ۶۲ میل
تہایا ٹیرا سے سار دیس ۲۹ میل ہے۔ اور اگر سیاح اسی طرح اپنی سیاحت کو جاری رکھے۔ یعنی تہایا ٹیرا سے سار دیس
فیلاڈلفیا۔ اور لاؤدیشیا ہوتا ہوا سمرنا جاتے تو اوسے ۲۰۲ میل سفر کرنا پڑے گا جن میں سے ۵۹ میل گھوڑے پر
طے کرنے ہوں گے۔ سمرنا سے شمال مشرق اور جنوب مشرق کو ریلوے لائین جاری ہوجانے سے پیشتر سیاح عموماً اسی
راستہ سفر کرتے تھے۔ اور اون کو خیمے وغیرہ ساتھ لے جانے پڑتے تھے۔ مزید براں یہ سفر تکان و بیزاری و گوناگوں خطرات
کے علاوہ قزاقوں کی مہربانی کے اندیشہ سے بھی خالی نہ تہا۔ ریل کی موجودگی نے ان تکالیف اور خطرات کو بہت

[illegible] کرنا ہے۔ اور گو اس طرح فاصلہ زیادہ طے کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ریل کی وجہ سے طے بھی نسبتاً بہت جلد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آجکل سب سے بہترین پروگرام یہہ ہے کہ تھیاٹیرا سے ساردیس کو اونٹ پر ۲۹ میل۔ ساردیس سے فیلڈلفیا کو ریل پر ۲۸ میل فیلڈلفیا سے سمرنا کو ریل پر ۱۰۵ میل۔ سمرنا سے سرارکوئی کو ریل پر ۴۳ میل۔ سرارکوئی سے براہ ہیراپولس۔ لاؤڈیشیا کو اور پھر واپس۔ سڑک اور پکڈنڈی پر ۴۷ میل سرارکوئی سے سمرنا کو ریل پر ۴۳ میل کل ۲۹۴ میل [illegible] حصار [illegible] اور دیگر مجیٹھ کے کھیت بکثرت ہیں۔ اور اسکے لئے یہہ صدیوں سے مشہور ہے اسی [illegible] نکالا جاتا ہے۔ آبادی [illegible] ہزار کی آبادی ہے اور ترکوں۔ یونانیوں۔ اور ارمنوں کے علیحدہ علیحدہ مدرسے ہیں۔ جو خوب بارونق [illegible] ہیں۔ اور ان [illegible] طلباء کی کثرت دیکھکر ملک کی تعلیمی ترقی کا صاف پتہ ملتا ہے۔ [illegible] انسان [illegible] ہوسکتا ہے۔ اور [illegible] پر سوار ہوکر [illegible] بآسانی ۲۹ میل کا فاصلہ طے کرکے صوبہ لیڈیا کے قدیم پایہ تخت ساردیس میں پہنچ جاتا ہے۔

(۵) ساردیس۔ یہہ کہنا مبالغہ میں داخل اور غلط نہ ہوگا کہ ساردیس پہنچکر اوسکے اوزمین نظارہ سے بھی سیاح کی دلچسپی دل شکنی ہوگی۔ جیسا کہ تھیاٹیرا کی سیر سے اوس کی ہوئی تھی۔ برعکس اسکے وہ اس قوم کے گذشتہ جاہ و جلال کے آثار کی [illegible] ہوا جسنے سات زبردست بادشاہوں کے ظل عاطفت میں کمال فروغ حاصل کیا۔ اور یہہ شہر [illegible] تک اونکا دارالخلافہ رہا۔ جب یہاں پہونچیگا اور اوس کے منتشر و پریشان [illegible] کھنڈرات پر جو طرفہ نظارہ ڈالیگا اور اس کی موجودہ تباہی [illegible] سابقہ عظمت اور اوس کی بالبداہت غربت و کس مپرسی کا گذشتہ عروج و تمدن سے مقابلہ کریگا۔ تو وہ [illegible] کہ سلیمان نے سچ کہا تھا۔ انسان کی تمام چیزیں فانی ہیں۔ اور ان پر فخر و گھمنڈ کرنا محض نادانی ہے۔

ساردیس کے کھنڈرات دریا ہرمس کے متصل میدان کے ایک جانب برف پوش سلسلہ کوہ [illegible] کے دامن میں بکھرے ہوئے اپنی گذشتہ شوکت و جلال کی نوحہ خوانی کر رہے ہیں۔ قدیم و جدید نویسندوں کا یہ بیان غلط ہے کہ وہ سمرنا اور فیلڈلفیا کے درمیان تقریباً نصف راہ پر ہیں۔ حقیقت میں وہ سمرنا سے براہ سڑک پچاس اور براہ ریل سے ۷۲ میل اور فیلڈلفیا سے صرف ۲۸ میل ہیں۔ شہر کی بناء و ابتدائی تاریخ کے متعلق مورخوں میں اتفاق کیا اسکا شائبہ بھی نہیں۔ اور چونکہ وہ تمام کتابیں جو قدیم یونانی نویسندوں نے لیڈیا کی تاریخ پر لکھی تھیں ضائع ہوچکی ہیں۔ اب ہمارے پاس ہیروڈوٹس کے سوا اور کوئی ذریعہ معلومات حاصل کرنے کا نہیں ہے۔ یہ مورخ اس علاقہ کی قدیم بادشاہوں کی فہرست لیڈس سے شروع کرکے اوس کے بعد خاندان ہرکلیدیا کا ذکر [illegible] ہے کہ ساردیس کی بناء سنہ ۱۲۰۰ قبل مسیح کے قریب قریب پڑی۔ ہرکلیدیا کا خاندان [illegible]
بعد مرمنعدی بادشاہوں کا دور دورہ ہوا۔ جن کی تاریخ [illegible] زمانہ حال [illegible] بادشاہوں کو لیڈیا کے حکمرانوں کا واقعی تاریخی سلسلہ یا خاندان تصور کرتے ہیں۔ ان میں اولین کا نام [illegible] تھا۔ جو ۷۱۶ قبل مسیح میں تخت نشین ہوا۔ شہر کے شمال میں دریا ہرمس کے دوسری کنارہ [illegible] بصورت [illegible] ہے وہ اسی کے نام پر پکاری جاتی ہے۔

ہیروڈوٹس کے برخلاف کتاب۔ اشیا [illegible]

حضرت نوح کو لیڈیا کا پہلا بادشاہ لکھتا ہے۔ اور مانیس کے پوتے لیڈیس کو لود (لوط) جو حضرت نوح کے پوتے تھے تعریف کرتا ہے۔ لیکن ان دلائل اور قیاسات کا جو اس دعویٰ کی تائید میں پیش کئے گئے ہیں ذکر نہیں کرتا۔ صرف اس قدر اشارہ پر اکتفا کرتا ہوں کہ میری رائے میں ہیروڈوٹس "اب التاریخ" کے قیاس کو جو زمانہ زیر بحث کے بہت زیادہ قریب گذرا ہے [illegible] اس پر [illegible] تفصیلات وغیرہ چاہوں۔ بہر حال اگر شاہان لیڈیا کے سلسلہ کو صرف ۷۰۰ قبل مسیح تک ہی پہونچایا جاتا [illegible] ان کی عظمت صاف ظاہر ہے۔ اور ہمارے اس مسئلہ پر مزید غور کرنے کی کوئی احتیاج نہیں ہے [illegible] بادشاہ گیگیس (۷۰۰ قبل مسیح)۔ اور ایلیاٹس ۶۲۰ قبل مسیح اشتیاب (۵۶۰ قبل مسیح) اور الیاطیس (۶۱۷ قبل مسیح) کا [illegible] باپ [illegible] مرد۔ اور ہمارے زمانہ کی تینوں یورپین [illegible] [illegible] اگسس [illegible] کہتے ہیں) کی مثل جو اپنی طامع حریص نظروں کو کبھی [illegible] کو غصب کر لینے کی لمبی انتہا نہایت ہی [illegible] سخت [illegible] ان بادشاہوں نے لیڈیا کی سلطنت کو اس قدر وسعت دی کہ تقریباً تمام [illegible] ایشیا [illegible] کی حدود [illegible] گیلہ [illegible] فتوحات کے حصول کی روز افزوں حرص [illegible] بالخصوص جزء اعظم [illegible] زمین کے [illegible] فتوحات کو [illegible] ترکی [illegible] (فرات) کے کنارے [illegible] اور دوسری طرف [illegible] افواج مقیم تھیں۔ اور دوسری طرف [illegible] لیکن [illegible] جانتا تھا کہ دنیا کی شہرت چند روزہ سے زیادہ نہیں بنا بریں اوس نے اپنے نام کو ہمیشہ کے لئے زندہ رکھنے کے لئے یہ تدبیر کی کہ اپنی قبر [illegible] کا ایک بہت بڑا شیلہ [illegible] شروع کر دیا جسے اوس کے بعد [illegible] قبل مسیح کے قریب جا کر مکمل اور ختم کیا۔

[illegible] ۲۵ مٹی کے [illegible] کا [illegible] کہ گو بارش آندھی اور طوفان [illegible] اپنی قطر ۱۰۲۰ گز یعنی زمین کے برابر اوس کا [illegible] سوفٹ بلند ہے [illegible] شروع زمانہ سے حیران چلے آتے ہیں کہ اس قدر مٹی کہاں سے آئی۔ کیونکہ [illegible] ہموار ہے۔ [illegible] حل کرتی ہے کہ یہ تودہ [illegible] مٹی نکالنے سے جو جگہ نشیب ہو گیا وہ جھیل گنگا میں مل گئی۔

[illegible] بادشاہ کا ذکر [illegible] (قارون) مقبول ہے۔ جو الیاطیس کا بیٹا [illegible] سلطنت اپنی عظمت کے نصف النہار اور [illegible] شہر اور سلطنت [illegible] شوکت اور جاہ و تجمل میں دنیا بھر میں لاثانی تھا [illegible] تھے اور سار دیس کا خوبصورت شہر ملک دہن سا [illegible] تاج درخشاں کی طرح چمک رہا تھا۔ دریا پاکٹالوس کے کنارے جس کی

Marfat.com

طلائی مندر کا گویا فرش بچھا ہوا تھا۔ یہی سیبل کا شہرۂ آفاق مندر [illegible] ستونوں سے گھرا ہوا کھڑا تھا۔ اس سے آگے بڑھ کر زرپاش دریا منڈی [illegible] کی طرح بہتا [illegible] کی پابوسی کرتا تھا [illegible] کا نام تھا جہاں کروسس [illegible] ہوا تھا۔ [illegible] کے مطالعہ کی اجازت نہ دی گئی تھی۔ [illegible] اس بیکران [illegible] اور [illegible] کباب ہوتے رہتے۔ ان کے علاوہ [illegible] بھی بیشمار تھے جن کی [illegible] تھی۔ [illegible] شہر [illegible] سے زیادہ عرصہ تک اوس کے [illegible]

مگر لوازمات عیش و عشرت اور شان و شوکت کی کثرت [illegible] شہوات و جذبات [illegible] ہی ناچیز بھی تھے۔ چنانچہ [illegible] کروسس نے طلائی و نقرئی سکہ بنایا اور [illegible] ایجاد کرنے والے بھی [illegible] نہیں رہ گئی تھی۔ تاہم زمانہ حال [illegible] برگزیدہ داناؤں کی معقول قدردانی کی [illegible] قابل ہو گئے مگر آخر اس [illegible] بادشاہ کا زمانہ اقبال ختم ہو گیا۔ وہ بھی اپنے [illegible] نہ تھا۔ [illegible] ایران کی [illegible] سلطنت [illegible] کروسس [illegible] کے دستور کے مطابق ایران پر فوج کشی کرنے سے پہلے [illegible] تو یقیناً ایک بڑی سلطنت کو برباد کر دیگا۔ [illegible] صحیح نکلا۔ گو [illegible] سلطنت برباد [illegible]

اوسے سارڈیس کے متصل میدان [illegible] سخت [illegible] شروع ہو گیا [illegible] اس پر دادا پھر اس کا بیٹا [illegible] یونانی قیصر انطاکیوس۔ اور اس کے [illegible] کو مکاشفات باب ۳ آیات [illegible] اور توبہ کر۔ اگر تو خبردار نہیں رہے گا تو میں چور کی طرح [illegible] معلوم نہیں ہو گا کہ میں کس گھڑی تجھ پر حملہ کروں گا۔"

۱؎ انطاکیوس [illegible] یونانی جرنیل و بادشاہ سلیوکس کا بیٹا تھا [illegible] پکارا جاتا ہے۔ آخر دمن شکرے [illegible] قبل مسیح میں مرا۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ مشہور شدید زلزلوں کا کیا اثر ہوا یا نہیں۔ البتہ تاریخ میں یہ لکھا ہے کہ ساردیس کو وہ خوفناک زلزلوں نے جنہوں نے ایشیائے کوچک کے اکثر ادبی شہروں کو نقصان پہنچایا۔ گیارھویں صدی میں ساردیس اور اس کے تمام ملحقہ علاقہ پر ترکوں کا قبضہ ہوا۔ اور تیرھویں صدی میں تیمور نے اسے برباد و پامال کیا کہ اس کے بعد اس کا نام صفحہ تاریخ صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔

زمانہ قدیم کے اس کمال متمول اور عجیب شاندار شہر کی اب یہ کیفیت ہے کہ اس کے حیرت افزا اگر اطلال کھنڈرات میں ترکی کسانوں کے چند دیہاتی جھونپڑے پائے جاتے ہیں جو اس وقت موضع سارٹ کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اور اس میں دریا کے کنارے ایک دو پن چکیاں چل رہی ہیں۔ لیڈیا کی عروس اور اس کا پایۂ تخت کا بقیہ جو کچھ ہے اب بھی تمام نشان صفحۂ ہستی سے مٹ چکا ہے۔ فیلاڈلفیا سبزہ اور دوشیزگی کی بہار دیکھنے کے شائق سیاح کو یہ سوچنے کی کچھ ضرورت نہیں کہ وہ انہیں شوق کو پورا کرنے کے لئے کس طرف سے فیلاڈلفیا میں داخل ہو۔ موسم بہار میں اس کے چاروں طرف قدرت کی بخششوں کا تکیہ وافر ذخیرہ موجود ہوتا ہے۔ کوئی طرف نہایت آراستہ مختلف چمنستانوں۔ تاکستانوں اور انار، زیتون و انجیر کے باغات سے خالی نہیں ہے جو دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ان سے پرے نہایت سرسبز اور وسیع میدان افق میں پھیلا ہوا ہے شہر کا یہ منظر دلفریب ہی نہیں خوشنمائی بھی بدرجہ کمال ہے۔ فیلاڈلفیا کا موجودہ نام الاشہر ہے۔ ترک، یونانی، ارمنی قوموں کی مخلوط آبادی بارہ ہزار کے قریب ہے۔ وہ دریا کوگاس کے ایک معاون کے کنارہ پر کوہ طموس کے دامن میں واقع ہے اور سمرنا سے جو اس شہر کے راستے تخمیناً ۸۰ میل بجانب مشرق اور بذریعہ ریل ایک سو پانچ میل ہے۔ کوگاس آگے بڑھ کر برس ہو جاتا ہے۔ اس موقعہ پر یہ بیان کرنا بے محل نہ ہو گا کہ ریلوے اور پختہ سڑکوں کے علاوہ باقی راستوں کی مسافتیں ایشیائے کوچک میں صرف اندازاً تخمیناً بتائی جا سکتی ہیں۔ کیونکہ مختلف موسموں میں ایک ہی مقام کو جانے کے لئے سیاح کو فی الواقع راستوں کی مختلف مقدار طے کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً موسم بہار میں دریا برفوں کے پگھلنے سے طغیانی پر ہوتے ہیں اور کچے پل بہہ گئے ہوتے ہیں۔ اور دلدلیں بھی بھر گئی ہوتی ہیں۔ اور بنا بریں مسافر کو دریا کے کسی پایاب موقع سے عبور کرنے کے لئے میلوں تک دریا کے کنارہ کنارہ جانا پڑتا ہے۔ یا دلدلوں کے اوپر سے چکر کاٹ کر گذرنا پڑتا ہے جس میں گھنٹوں صرف ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مختلف سیاحوں نے ایک ہی مقام کے مختلف فاصلے اپنے سفرناموں میں لکھے ہیں۔ جو مسافر موسم بہار میں گیا اسے لمبے لمبے چکر کاٹنے پڑے۔ جو خزاں میں گیا وہ دلدلوں کے خشک اور دریاؤں کے پایاب ہونے کی وجہ سے نزدیک کی سیدھی منزل مقصود کو جا پہونچا۔

فیلاڈلفیا بے قاعدہ مربع کی شکل کی پرانی دیواروں سے محیط ہے۔ شہر کے اندر بھی بڑے بڑے بلند اور خوبصورت درخت کثرت سے ہیں جو گنبدوں کے سفید میناروں اور گرجوں کے کلسوں کے ساتھ ملکر عجب دلکش منظر بنا رہے ہیں وہاں کے اکثر مکانات جو سرخ کھپریل کے ہیں جن کو دور سے دیکھنے پر شہر نہایت خوبصورت مکلف، پاکیزہ اور کشادہ معلوم ہوتا ہے مگر شہر میں داخل ہونے پر صفائی کی بدانتظامی دیکھنے سے اکثر مشرقی شہروں کی طرح یہ کیفیت قائم نہیں رہ سکتی۔ عدم صفائی کی تعریف ہمارے ایک مشہور مدبر لارڈ پامرسٹن نے یہ کی تھی کہ مواد کو نامناسب موقعوں پر رکھنا ہے

Marfat.com

ہو جاتے ہیں۔ مگر ان عظام و ترجیح شدہ غلاظت کے انباروں کے باوجود یہ کل علاقہ مدتوں سے صحت بخشی کی وجہ نہایت مشہور چلا آیا ہے۔ چنانچہ اب بھی اوس میں ایسے لوگ بکثرت ہیں جو ڈیڑھ صدی سے زیادہ کی عمر رکھتے ہیں اسے پرگاموس کے ایک پادشاہ اٹالوس فیلاڈلفوس نے ۱۳۱ قبل مسیح میں بنایا تھا۔ ممکن ہے یہاں بھی کبھی کم بیش ویسی شاندار عمارتیں ہوں جیسی کہ ساردیس اور پرگاموس میں تھیں لیکن اس وقت ایک بھی ایسی عمارت یا عمارت کا کوئی ٹکڑا ایسا موجود نہیں جو ابتدائی زمانہ کا ہو۔ چونکہ یہ شہر دوسرے شہروں سے فاصلہ پر ہے اور ساحل سے اور بھی زیادہ بعید ہے۔ یہ قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ اوس کے قدیم آثار اسمرنا [illegible] وغیرہ ایشیاء کوچک کے دیگر معابد و عمارات کی زیب و زینت کے لئے اٹھوا لئے گئے ہوں گے۔ یا جس طرح [illegible] جنہوں نے اونکو میراث آبا و جد بنا لیا ہوگا۔ دیگر انجیلی کلیسیاؤں میں سے بعض کے قدیم آثار [illegible] معلوم ہیں۔ مثلاً افسس کے بیش قیمت آثار قدیمہ لندن اور یورپ کے دیگر [illegible] عجائب خانوں میں بکثرت موجود ہیں لیکن فلیڈلفیا کا قدیم شہر اوس کی [illegible] اور اوس کی [illegible] کا نام بھی ایسا ناپید ہو گیا ہوا ہے کہ گویا زمین یکبارگی پھٹ گئی [illegible] اکثر [illegible] کا خیال ہے۔ مورخ ٹیسی ٹس [illegible] تصنیف کا مرفی نے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اپنی دوسری کتاب [illegible] لکھتا ہے کہ ۱۷ء عیسوی میں زلزلہ سے ایشیاء کوچک کے بارہ بڑے بڑے شہر جن میں ساردیس [illegible] اور فلیڈلفیا بھی شامل تھے برباد ہوگئے اور لاکھوں جانیں ضائع ہوئیں۔ جو باشندے بچ رہے اونکو روم نے (دارالخلافہ) [illegible] صرف پانچ برس کے لئے ٹیکس بھی معاف کر دئیے بلکہ اونکے نقصانات کا تخمینہ کرا کر اونکا بدل بھی عطا کیا۔ [illegible] باشندوں نے [illegible] مصالحے اپنے [illegible] قدیم [illegible] چنانچہ [illegible] اور یہاں کا کلیسیا [illegible] ہوا تھا کیونکہ [illegible] کوئی نقص نکالا گیا تھا۔

اس کے بعد تقریباً ایک ہزار برس تک تاریخ اس شہر کے متعلق کوئی قابل تذکرہ [illegible] خاموشی کے بعد سب سے اول مشہور واقعہ [illegible] کو پہلے فتح کر چکا تو [illegible] فلیڈلفیا اور ساردیس کو فتح کیا [illegible] بند اور ۱۳۰۰ء میں سلطان علاء الدین سلجوقی نے اگرچہ شہر [illegible] آیا تھا۔ دوسرے علاقہ کے ساتھ فلیڈلفیا بھی اپنے جرنیل [illegible] کو جاگیر میں [illegible] باشندگان شہر [illegible] تجارت پیشہ اور زیادہ تر رنگریزی کی دستکاری میں مصروف تھے۔ لیکن اس زمانہ میں اون کو اپنی طاقت پر اس قدر اعتماد تھا کہ وہ سلطان یا اونکے

---

[1] کلیسیا کا فرشتہ یعنی مقتدر مرغنہ ان ساتوں انجیلی کلیسیا اور یوحنا کی بشارتوں اور دھمکیوں کا ذکر انجیل کی کتاب مکاشفات میں ہے۔ مترجم

[illegible] کی کچھ حقیقت نہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے مدتوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اور ۱۳۲۶ء تک مزاحمت پر ثابت قدم رہے۔ اسی سال [illegible] ان کی [illegible] سلجوقیوں نے محاصرہ اٹھا لیا۔ بارہویں اور تیرھویں صدی میں [illegible] کی اس [illegible] پر [illegible] مگر ایک [illegible] حملہ آوروں کو کبھی خفیف سی کامیابی نہ ہوئی [illegible] جنہیں لڑائی کی نسبت فاقے سے بدرجہا زیادہ [illegible] شہر سے چند [illegible] ہو گئے ۱۳۲۶ء میں اطاعت تسلیم کر لی [illegible] اس نے [illegible] کی بستی کی بجائے ایک وسیع قبرستان پایا۔

[illegible] زمین [illegible] نیچے جو کچھ ہے وہ صرف خدا کو علم ہوگا تاہم یہ کہا [illegible] موجودہ زمانہ کے ہیں۔ کچھ آثار قدیم [illegible] ہوئے ہیں۔ اور کچھ اس [illegible] ان چھپا کر خاص [illegible] تھا لیکن ان [illegible] عمارات [illegible] بتایا جاتا ہے۔ قدیم آثار اگر کہیں [illegible] نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ ابتدائی زمانہ کے [illegible] قدیم قبروں کے [illegible] میں ادھر [illegible] کا کام لیا جاتا ہے۔

شہر کی [illegible] جو ایک یونانی کامیاب کے آرچ بشپ کے تابع ہیں۔ یہ اسقف بھی [illegible] کی طرح واجب [illegible] مہمان نوازی کو اتنے نیکنام ہو بمنزلہ آرچ بشپ [illegible] جانب [illegible] جنوب مشرق [illegible] کا حقیقہ فخر کر سکتا ہیں [illegible] خوفناک از منہ سے سابقہ رہنے کے باوصف یہاں [illegible] ظلمت کے [illegible] مگر گل کبھی [illegible] زمانہ سے مسیحیت کی روشنی [illegible] نہیں ہوا۔

[illegible] علاوہ استنبازی اور [illegible] کی پر دلالت کرتا ہے۔ اس وصف کی شہادت [illegible] کرتا ہوں [illegible] کے موسم بہار میں جو لوگ [illegible] کے لئے آئے۔ ان میں اس شہر کے چند ایک یونانی اور ترک بھی تھے جو سنین ماسبق میں کیڑوں کی بیماری سے متواتر نقصان اٹھاتے رہنے سے سخت مایوس شکستہ دل اور آزردہ ہو رہے تھے

Marfat.com

اس بیماری کی وجہ سے یہ لوگ انڈوں کی مقدار عظیم خریدنے کے عادی ہو رہے تھے کہ اگر نو حصے ناکارہ ثابت ہوں تو بھی دسواں حصہ اسقدر تو ہو کہ اس سے تھوڑا بہت ریشم پیدا کرنے کے لئے کافی کیڑے نکل آئیں۔ یہی خیال ہے انہوں نے جن کو مسٹر شرح کے جدید ترین اصول پر حاصل کئے گئے انڈے ملے اور اس طریق سے ناواقف تھے اس وجہ سے بھی حسب عادت ضرورت سے بہت زیادہ انڈے لے لئے۔ مگر بچہ نکلنے کا موسم آیا اور جب ہر ایک انڈے سے کیڑا نکل آیا اور ہر ایک کیڑا نہایت ہی تندرست اور غضب کا کھاؤ اور پیٹو پایا گیا تو وہ ایک طرف تو اس غیر متوقع کامیابی پر کمال متحیر ہوئے اور دوسری طرف اس مشکل کو دیکھ کر کہ اسقدر کیڑوں کے لئے خوراک کہاں سے لائیں گے سخت پریشان خاطر ہو گئے۔ سابق میں اسقدر انڈوں سے ان کو صرف پچاس ساٹھ ہزار کیڑے بہم پہنچتے تھے۔ اور اسیقدر کی ضروری خوراک کے لئے وہ انتظام کر چکے تھے۔ اب وہ حیران ہو گئے کہ ان لاکھوں تندرست و چاق چوبند کیڑوں کی ... کے لئے خوراک کہاں سے لائیں۔ کیونکہ ہر چالیس ہزار تندرست ریشمی کیڑے اپنے مختصر زمانہ پرورش میں تیار ہونے ... ...

ہر ریشمی کیڑا جسقدر زیادہ پیٹو ہو۔ اسیقدر وہ تندرست اور مفید گنا جاتا ہے۔ انڈے سے نکل کر یہ کیڑے وہ طریق پرورش کی عمدگی اور طرز تربیت کی معقولیت کی مختلف مدارج کے مطابق پانچ مختلف مرحلے طے کر کے کم از کم بیس اور زیادہ سے زیادہ چالیس دنوں کے بعد کہانے سے مستغنی ہو کر اپنے گرد ریشم کا کویہ (تنبیق) تننا شروع کر دیتا ہے اور تین دن میں اس سے فارغ ہو جاتا ہے۔ اسوقت پرورش کنندہ چند کویوں کو انڈے حاصل کرنے کے لئے علیحدہ کر کے باقی کو گرم پانی میں ڈالدیتا ہے جس سے کیڑے کویے کے اندر مر جاتے ہیں اور پھر تار کا سرا نکالکر کوسے کو ادھیڑ لیا جاتا ہے۔ علیحدہ رکھے گئے کویوں سے کیڑے خود سوراخ کر کے باہر نکلتے ہیں۔ اسوقت تک انکو پر نکل آئے ہوتے ہیں۔ زیادہ تر کیڑے کی شناخت اور ... کے نکلنے سے پیشتر ہی کیڑے کی شکل سے ہو جاتی ہے۔ ایک نر ایک مادہ کے لئے ہوتا ہے۔ جب مادہ حاملہ ہو جاتی ہے تو نروں کو مرغیوں وغیرہ کو کھلا دیا جاتا ہے اور انڈے دینے کے بعد مادہ تتلیوں سے بھی یہی سلوک کیا جاتا ہے۔ ایک اونس یعنے چالیس ہزار انڈے ایک دس سے لیکر ایک سو بیس تتلیوں سے حاصل ہوتے ہیں بشرط ضرورت ایک نر سے پانچ مادہ تتلیوں کی خدمت لی جاسکتی ہے یہ انڈے پھر اگلے برس کے لئے مہانا ڈبیوں میں سرد جگہوں میں بہ حفاظت تمام رکھ دیئے جاتے ہیں۔ الغرض اس نہایت منفعت بخش جانور کی عمر بہ تفصیل ذیل ۳۰ دنوں میں ختم ہو جاتی ہے۔ انڈے سے نکلنے سے لیکر پرورش و نشوونما پانے کے بعد ریشم تننا شروع کرنے تک ۳۰ دن۔ کویا کا تننا۔ ۲ دن۔ ستون کے لئے مزید مہلت ۲ دن۔ کوسے میں پروانہ بننے کے لئے ... نکل آنے تک ۱۰ دن جفتی کہانے اور انڈے دینے کی میعاد ۲ دن۔ چالیس ہزار کیڑے جدید ترین طریق کے مطابق ... پہلے مرحلہ میعادی پانچ دن میں ۶ اپونڈ۔ دوسرے مرحلہ میعادی ۵ دن میں ۹۷ پونڈ۔ تیسرے مرحلہ میعادی ۶ دن میں ۲۱۱ پونڈ۔ چوتھے مرحلہ میعادی ۷ دن میں ۹۰۴ پونڈ۔ اور پانچویں مرحلہ میعادی ۱۷ دن میں ۴۶۵ ... پونڈ کل ۱۰۶۰ پونڈ شہتوت کے پتے کھاتے ہیں۔ آخری مرحلہ میں ہر کیڑا اپنے وزن سے دس گنا زیادہ غذا روزمیہ کھاتا ہے۔ مرغوب ترین غذا شہتوت کے پتے ہیں مگر کہیں کہیں قدرتی رنگدار ریشم حاصل کرنے کے لئے تیل وغیرہ دیگر نباتات کے پتے بھی کھلائے جاتے ہیں۔ اس صنعت مفید کا مفصل تاریخ اور طریق پرورش وغیرہ جیسا کہ تمہید میں وعدہ کیا گیا ہے مناسب تعداد میں فرمائشیں جمع ہو جائیں تو ایک مستقل کتاب میں شائع کر دی جائے گی۔ مترجم

Marfat.com

کے تیتے چٹ کر جاتے ہیں۔ اس مصیبت سے آخر انکو ایک مسلمان ترک زمیندار نے خلاصی دلائی۔ اوس نے
اُن سے لیئے اور خود انکی پرورش کی جنسے ان سکوکوں کی بہت بڑی فصل ملی۔ اور پھر پیداوار کا مقررہ
مقررہ پر مسٹر گرینیٹ کو پورا بانٹ پہونچا دیا۔ (کیونکہ مسٹر ممدوح انڈوں کو قیمتاً فروخت کرنے کی بجائے پیداوار کے کچھ حصے
بدل میں انہیں خواہشمندوں میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ مترجم)

میں اللہ شہر کے اس مختصر تذکرہ کو ایک اور دلچسپ واقعہ پر ختم کرتا ہوں۔ اوسکا تعلق بھی اسی ترک زمیندار سے ہے
کا ایک منچلا تاجر کچھ عرصہ سے دروکنندہ مشینوں کو ملک میں رواج دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ ۱۹۲۵ء کے اوائل میں وہ
روشن خیال زمیندار کو ملا۔ اور اوس سے اس مشین کی ایک مرتبہ آزمائش کرنیکے لیئے کہا۔ ترک پہلے تو جھجکا۔ مگر آخر اس شرط پر رضامند
ہوگیا۔ کہ گھوڑوں کی بجائے مشین کے آگے بیلوں کی جوڑی لگائی جائے۔ کیونکہ مسلمان گھوڑے کو بہت عزیز رکھتے ہیں اور ادنیٰ
زراعتی مشقت کو اوسکی شان سے بعید سمجھتے ہیں۔ الغرض جب کل رئیس موصوف کے پاس پہونچ گئی۔ تو اوس کو لانیکے لیئے دو گرانڈیل
بھدی شکل کے بیل بھیجے گئے۔ جن کو کل کے آگے چوب کے دونوں طرف جوت دیا گیا۔ اور ہانکنے والا پیچھے بیٹھ گیا
مگر دو چار قدم میں ہی اون کی وضع و انداز سے معلوم ہوگیا کہ کل کی غیر مانوس شکل اُس کے شوخ رنگوں۔ اور نئی قسم کی
کھڑکھڑاہٹ سے وہ کچھ آزردہ سے ہو رہے ہیں۔ تاہم وہ کھیت کے کنارہ تک بخیریت پہنچ گئے۔ آزردگی کا کوئی
عملی اظہار نہ کیا۔ لیکن جب کل کو اپنے عمل کے لیئے کھولکر چلایا گیا تو اوس کے چرخوں کی پہلی ہی گردش نے بیلوں کو
کھڑا کر دینے ہی زور سے گڑگڑاتی ہوئی آسیب ہوا ہوگئی۔ جیسے لوہے کی طاقت جیتا جاگتا انجن پھیرتا ہوا پاس سے گذر جاتا ہو پہاڑوں تلے
گونجتا گھاٹی کسی کی ذرہ بھر پرواہ نہ کرکے شتر بے مہار کی طرح وہ سرپٹ دوڑے جا رہے تھے۔ ہانکنے والا اونکی پہلی ہی جست میں گیند
کی طرح اُچھل کر کئی گز کے فاصلہ پر جا گرا تھا۔ روکتا تو کون؟ اور اب چونکہ کل کے چرخ پوری تیزی سے گردش کر رہے تھے بیلوں کی وحشت
قدم قدم پر بڑھتی جا رہی تھی۔ بالآخر جب مشین چور چور ہوگئی۔ اور اونکو ذرا اس کھڑکھڑاہٹ کا خاتمہ ہوگیا۔ تو بیل گاڑی کے آگے
کا دم جھاڑتا لٹکا ڈنڈے کی چال چلتے ہوئے گھر واپس آگئے۔ ترک زمیندار نے نصف بہا پلے سے ادا کی اور اس نقصان کو مشیت الٰہی سمجھ لیا
اور کل کا مالک اپنا سا منہ لیکر سمرنا واپس آگیا۔ مگر غالباً اُسے آیندہ کیلئے خاص سبق مل گیا۔

اللہ شہر کی موجودہ خوشحالی کا اصل باعث اگرچہ ریلوے نہیں ہے۔ لیکن اسمیں شک نہیں کہ ریلوے کا اجرا دوسرے منزوی
شہروں اور مواضع کی طرح جو اس کے اور سمرنا کے درمیان ہیں اس آسودہ حال شہر کو بھی کچھ کم فایدہ اس خوش نظم ریلوے سے
نہیں پہونچا جس نے انکو ساحل سے ملا دیا ہے۔ اس لائن پر آدمی ٹرین کی سواری کی بجائے موٹر میں بڑی آسانی اور سرعت کے ساتھ ادیس
پہونچ سکتا ہے۔ جس کا فاصلہ سمرنا سے ۷۶ میل ہے معمولی سڑک کے رستہ لاوڈیشیا فیلڈلفیا سے ۲۵ ایک میل
ہے۔ مگر ریل کی موجودگی میں کون شخص خشکی کے سفر کی تکلیف اٹھانا گوارا کرسکتا ہے۔ بنابریں تجویز یہ ہے کہ
فیلڈلفیا سے ٹرین پر سمرنا جاکے وہاں سے دوسری لائن کے رستہ انجیلی کلیسیاؤں سے آخری کے موقعہ
کی سیر کی جائے۔

۷۔ **لاوڈیشیا براہ ہیراپولس۔** اس تجویز کا فیصلہ کرلینے پر پہلے کو یہ کرنا ہوگا کہ سمرنا سے ...

Marfat.com

ٹکٹ خرید لی۔ اور وہاں پہنچکر اُسجگہ کے خلیق سٹیشن ماسٹر کا یار بن جائے۔ اسطرح آمورات کا بسیرا۔ اور صبح کیلئے سفر کے گھوڑے سپاہی اور راہنما بلا وقت مل جائیں گے راستہ کے زیادہ تر حصّہ میں عمدہ سڑک ہے۔ اور فقط دو چار نالے رستہ میں پڑتی ہیں۔ زین سواری پر معمولی حالات میں سرائے کوئی سے لاؤڈیشیا کا سفر ۲½ ۳ چار گھنٹوں میں طے ہوتا ہے۔ احتساب سے ان دونوں کی درمیانی مسافت بیس میل سے اوپر ہی پہنچنی چاہیئے لیکن اگر سیاح برگاموس تھایا ٹیرا۔ سار دیس اور فلاڈلفیا کے راستہ زین سواری پر آیا ہو تو اسے یہاں تک پہنچنے کے لئے ۲۲۵ میل کا سفر طے کرنا پڑا ہوگا۔ ریل کے ذریعہ سفر کرنیکا ایک اور فایدہ یہہ ہے کہ سیاح ایاسولوک کے سٹیشن پر سفر توڑ کر چند گھنٹے افی سس کے کھنڈرات کو دیکھنے کے بعد سہ پہر کو سرای کوئی کی طرف روانہ ہو سکتا ہے۔ اور دوسرے روز علی الصبح روانہ ہو کر ہیراپولس کے حیرت انگیز مرمریں چبوتروں اور دیگر کھنڈرات (یعنی اسٹیروں، سرکس۔ بیت العلوم۔ حمام۔ مقابر اور منادر) دیکھنے کے بعد لاؤڈیشیا جاکر جو ان سے چھ میل پرے ہے شام کو سرای کوئی واپس آسکتا ہے۔ میری خیال میں سیاحوں کے لئے اس سے بہتر کوئی پروگرام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہیراپولیس میں ان کو ایسے عجائبات دکھائی دینگے جنکی نظیر نیوزیلینڈ[1] کے شمالی علاقہ کے سوائے اور کہیں نہیں مل سکے گی۔ فقط لاؤڈیشیا کی سیر سے کچھ دلچسپی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کے کھنڈرات تقریباً ملیا میٹ ہو چکے ہیں۔

پس فرض کرو کہ ہم جیسا کہ ایک پہلی فصل میں ذکر ہو چکا ہے۔ پارٹی بناکر سرای کوئی سے روانہ ہو گئی ہیں اور اس وسیع میدان سے جس کے وسط میں سے دریا لیکس گذرتا ہے۔ آگے نکل گئے ہیں۔ اور چند گھنٹوں میں گرد و غبار آلود سڑکوں، نالوں اور فریبندہ دلدل سے گذر گئی ہیں۔ تو اوس وقت افق پر جہاں کوہ مسوگیس کے سلسلہ کے ایک جوٹ کے برابر دامن سے کسیقدر اوپر ایک سفید دھاری کھنچی ہوئی دکھائی دے گی۔ یہ دھاری اس مقام کے کھنڈرات اور مرمریں چبوترہ کا محل وقوع بتا رہی ہے جس کے متعلق رسول پولوس نے خط بنام کلاسیون باب ۴۔ آیت ۱۳ میں بالفاظ ذیل ذکر کیا تھا۔ "میں اس (یعنے ایپافراس) کا گواہ ہوں کہ وہ تمہارے اور اُنکے واسطے جو لاؤڈیشیا میں ہیں اور جو ہیراپولس میں ہیں بہت سرگرم ہے" آخرالذکر کا موجودہ نام پنبک قلعسی (روئی کا قلعہ) ہے۔ یہ نام ترکوں نے اُن سفید مرمر نما تہوں کی وجہ سے رکھا ہے۔ جن کو اس مقام کے چشمہ ہائے آب گرم ہر ایسی چیز پر جس سے اونکا پانی مس کرے۔ یا اوپر سے گذر جائے جما دیتے ہیں۔ مختصر سی جگہ میں سمندر کی موجوں کی طرح لہراتے دکھائی دیتے ہیں ان سفید چبوتروں کے طویل سلسلوں کی کیفیت واضح کرنا ممکن نہیں۔ وہ سطح میدان سے تین سو فیٹ تک اوپر تلے بلند ہوتے چلے گئے ہیں۔ ایک موقعہ سے دیکھو تو اون کی مدور سطح، زردیلی رنگ اور لہریلی شکل سے گمان ہوتا ہے کہ پہاڑ کے آگے کو نکلے ہوئے متوازی حصوں سے سفید برف کی تہیں لٹک رہی ہیں۔ بلندی سے دیکھو تو یہہ معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ کی عمودی ڈھلان پر یکبارگی تہ سیال چونہ کی

---

[1] یہ فصل لکھی جا چکی تھی کہ کوہ ترا ور کے آتش فشانی فعل سے جو ۱۰ جون ۱۸۸۶ء سے شروع ہوا۔ نیوزیلینڈ کا یہ قدرتی عجوبہ بالکل معدوم ہو گیا۔ یہ عجوبہ جھیل روٹومہانہ کے سفید و گلابی رنگ کے چبوتروں پر جو ایک دوسرے پر منزل بمنزل بنے ہوئے تھے مشتمل تھا۔ چنانچہ اب کل دُنیا میں ہیراپلس کے مرمریں چبوتروں کے سوا اور کوئی ایسا قدرتی عجوبہ جو بڑی پیمانہ پر ہو موجود نہیں۔ مؤلف۔ نیوزی لینڈ آسٹریلیا کے متصل ایک بڑا جزیرہ ہے۔ مترجم

Marfat.com

جھیل نمودار ہو گئی ہے۔ نیچے سے نظر کرو تو یہ گمان ہوتا ہے کہ دو میل کا پاٹ رکھنے والا [illegible] ارشاد پر یکبارگی نصف راہ میں رک گیا ہے۔ یا امریکا کے مشہور آبشار نیاگرا کا پانی طرح [illegible] چبوتروں کی ڈھال اطراف میں چوطرفہ بیشمار چھوٹے چھوٹے گڑھے یا غسل خانے کم و بیش عمیق اور قطر کے ہیں [illegible] ابھی تک بہ رہا ہے۔ ان گڑھوں کی متصل منجمد سطح نہایت براق و شفاف ہے لیکن جہاں جہاں پر پانی اور خشک [illegible] جگہ پر رنگ کہنگی و تازگی کے مطابق کم یا زیادہ کبودی ہو گیا ہے بعض نہریں جن کے رستے کبھی مرکزی چشمہ آب گرم سے جو بڑی ہی ایٹرکے کھنڈرات کے قریب ہی اس چبوترہ کے محاذی پہونچا یا جاتا تھا جس پر شہر بنا کیا گیا تھا۔ اب بالب چونے سے پٹی ہوئی ہیں اور نہایت عمدہ ہموار و دراز صد سالہ سڑکوں کا کام دے رہی ہیں۔ اور گھوڑی سے اترنے کی بغیر انپر گشت کرنے سے اس تمام حیرت انگیز منظر کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ ان نہروں کے سوا کئی بڑی بڑی حوض۔ یا چھوٹی چھوٹی جھیلیں بھی جو کسیوقت آب گرم سے لبریز رہتی تھیں از سرتا پا اٹی ہوئی ہیں اور ان کی سطح سختی اور صفائی میں برف کو ماند کر رہی تھی۔ اور ان پر چلتے وقت گھوڑوں کی نعل [illegible] سے ایسی سریلی آواز نکلتی ہے جو سننے کے قابل ہے *

آب گرم کا چشمہ بدستور جاری ہے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسیوقت وہ مدور تھا اور اوس کے گرداگرد سنگ مرمر کا پشتہ بنا ہوا تھا۔ مگر بعد میں زلزلوں کے فعل سے یہ پشتہ کہیں آگے کو نکل گیا کہیں پیچھے کو ہٹ گیا اور جابجا شکست بھی ہو گیا۔ تمام پانی اس چشمہ کا معلوم ہوتا ہے۔ بعض موقعوں پر وہ عمیق اور بعض جگہ سے پایاب ہے۔ مگر زیر آب جہاں تک نگاہ کام کر سکتی ہے۔ اوسکی کل تہ مرمریں ستونوں۔ لوحوں اور جالیوں وغیرہ کے ٹکڑوں سے پٹی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اور اس سے گمان ہوتا ہے کہ کسیوقت اس وسیع باؤلی کے چاروں طرف کوئی شاندار عمارت ایستادہ ہوگی۔ وہ ہر وقت لبالب بھرا رہتا ہے۔ پانی کی گرمی فہرن ہیٹ پیمانہ کے مطابق ۸۵ اور ۹۰ درجوں کے درمیان رہتی ہے۔ اور وہ تاریخی زمانہ سے بھی پیشتر کا برابر اسی طرح بہ رہا ہے۔ اسوقت اسکا سب سے زیادہ خوبصورت منظر اکثر کی راتے ہیں یہ ہے کہ اوس کے گرداگرد جابجا خوبصورت شجر انار وغیرہ و دیگر جھاڑیوں کے جھنڈ کھڑے ہوئے ہیں جنکی شاخیں جوش مارتے ہوئے پانی کی مصفا سطح پر ہر وقت لہراتی رہتی ہیں یا بالفاظ دیگر نظارہ کرنیوالوں کی تکان دور کرنیکی لئے اونکے سایہ کے نیچے ایک دو ڈبکیاں لگا لینے کی باندازِ معشوقانہ دعوت کرتی رہتی ہیں *

ہیراپولس کی ایستادہ کھنڈرات کا محیط چار پانچ میل کے قریب ہے۔ اونکی عمارت نہایت سنگین و مستحکم پتھر کی بڑی بڑی سلوں سے بنی ہوئی ہے۔ سلوں کے درمیان چونہ یا کسی اور مصالحہ کا نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ یہ سلیں ایسی ہموار سطح کر کے ایک دوسرے کے اوپر ایسی باقاعدگی سے چُنی گئی ہیں کہ حالانکہ صدیاں گذر گئی ہیں۔ اسوقت بھی نازک سے نازک چاقو کا پھل بھی دو سلوں کی درمیانی درز میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ہر سل کی بیرونی و اندرونی جانب میں دھاتی سلاخوں کے لئے مربع سوراخ کر دیئے گئے تھے۔ اور ان سلاخوں کے ذریعہ مرمر کی سلیں جن پر نہایت نفیس کام تھا دونوں طرف دیوار کے ساتھ چسپاں کر دی گئی تھیں۔ ان مرمریں سلوں میں سے دو گویا وہی کام دے رہی تھیں جو آجکل دیوار پر چونہ کا پلاستر۔ اب ایک سل بھی کسی دیوار پر باقی نہیں رہ گئی۔ زلزلوں خاصکر اوس مہیب قہر الٰہی نے ہیراپولس کو بالکل برباد کر دیا جس نے ۱۸۵۰ء میں حصہ حصار کو دسی اور لاؤڈیشیا کو تباہ کیا تھا معلوم ہوتا ہے [illegible]

کے بعد پھر کبھی ہیراپولس کو از سرِ نو تعمیر و آباد نہ کیا گیا۔ عناصر کی تاخت و تاراج اور غارتگر انسانوں (شائقین آثارِ قدیمہ) اور چونہ جلانے والوں کی متواتر یورش و غارتگری نے ان وسیع و فراخ اور کہن سال کھنڈرات میں مرمریں سِلیں اور دیگر زیبائشی اشیا نام کو باقی نہیں رہنے دیں۔ اب سیاح کو دیواروں کے کچھ ناہموار نیچوں کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

لاوڈیشیا کو ہیراپولس کے سب سے بالائی چبوترہ کے شمال مغربی گوشے سے رستہ جاتا ہے۔ ان مرمریں چبوتروں کی ڈھال اس طرف سے پھسلنی اور کہیں کہیں سے بالکل کھڑی ہے چنانچہ اترائی کے وقت گھوڑے سے اتر آنا، اور راہبر کے پیچھے ہر ایک قدم خوب سنبھل سنبھل کر اٹھانا پڑتا ہے۔ ہموار زمین پر پہنچ کر ایک دلدل آتا ہے۔ جو اگرچہ ہے تو نہایت سرسبز لیکن ساتھ ہی خطرناک اور غدار بھی بہت ہے۔ اسمیں سے گذرتے وقت بھی بہت احتیاط کرنی پڑتی ہے۔ یہ دلدل مینڈر اور لیکس دریاؤں کی متصل سیلوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ انہی احتیاطوں کی وجہ سے ہے کہ گو دونوں مقامات میں بخطِ مستقیم صرف سات آٹھ میل کا فاصلہ مگر دو گھنٹوں کی سواری کے بعد منزلِ مقصود تک پہنچا جاتا ہے۔

قدیم صوبہ فرجیا کے اس پرانے شہر کا ابتدائی نام ڈیوس پولیس یعنے بڑے خداؤں کا شہر تھا۔ بعد ازاں بقول پلینی اس کا نام رہاؤس ہوا۔ اور بالآخر شاہ انطاکیوس تھیوس نے اپنی ملکہ لاوڈیسی کے نام پر اسکا نام لاوڈیشیا رکھ دیا۔ ترکی کتب تواریخ اور اخبارات میں اب اسے اسکی قلعہ پرانا قلعہ لکھا جاتا ہے۔ وہ اس موقع پر ہے جہاں آسوپس اور کادموس کے دو چھوٹے چھوٹے دریا آپس سے جدا ہوتے ہیں۔ ڈیڑھ میل کے فاصلے پر کوہ کادموس کی ایک شاخ کے منتہے کے قریب سات چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے مجموعہ پر واقع ہے۔

اگرچہ وہ سمندر سے بہت دور ہے اور بنا بریں دولت پیدا کرنے اور جمع کرنے کے ایسے موقع اور آسانیاں اسے حاصل نہ تھیں جیسی کہ افسس، سمرنا، پرگاموس کو۔ لیکن پھر بھی وہ اون کی تجارت کی بدولت دنوں میں ایشیائے کوچک کے متمول ترین شہروں میں شمار ہونے لگ گیا۔ اس کے قریب وسیع میدان موجود تھا جسکو دریا مینڈر اور لیکس سیراب کرتے رہتے تھے۔ اور اس طرح وہ بے نظیر چراگاہ بنا ہوا تھا۔ اسپر ایک قسم کی کالی بھیڑیں بکثرت پائی جاتی تھیں۔ اور خاصکر انہی کی اون کی وجہ سے شہر کو یہ فروغ حاصل ہوا تھا جس کے باشندے اس سے طرح طرح کی پارچات اور دیگر سامان تیار کیا کرتے تھے۔ اور غالباً اسی صنعت کی وجہ سے ہزاروں یہودی شروع شروع ہی میں وہاں جا کر آباد ہو گئے تھے۔ جو ابتدا سے شہر کی آبادی کا [illegible] حصہ چلے آتے اور [illegible] کی بدولت مسیحیت کا وہاں قدم پہنچا۔

علماء لوقا کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ پولس [illegible] شہر میں گئے [illegible] کلسے کو کلسی کی ہمسائیگی اور خط بنام کلسیوں کی مندرجہ [illegible] لاوڈیشیا اور ہیراپولیس کا ذکر ہونے سے غالب گمان ہوتا ہے کہ پولس ان تینوں شہروں میں جا کر انجیل کی منادی کیا کرتے تھے۔ یہ تینوں آپس میں متساوی الاضلاع مثلث بناتے اور ایک دوسرے سے [illegible] آٹھ میل کے فاصلے پر تھے۔ بہرحال خواہ یہ قیاس صحیح ہو یا غلط اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لاوڈیشیا پولس کے زمانہ بلکہ یوحنا کی تحریر کے اندازے سے بھی مدتوں

بعد تک نہایت مشہور و متمول شہر اور کلیسیا کا نامور مرکز رہا۔ وہ صدیوں تک لاٹ پادری کا جس کے ماتحت سولہ بشپ تھے مستقر رہا۔ اور سنہ ۳۶۱ء میں مسیحی علما نے انجیلی شریعت کی تعیین کے لئے یہیں ویسی مجلس کی تھی جیسی کہ سنہ ۱۶۴۳ء میں شریعت مذکور کی ترمیم کے لئے (لنڈن کی) وسٹ منسٹر ابی میں مجلس قائم ہوئی تھی۔

سلطنت روما کے انتزاع کے بعد اس عظیم شہر کا بھی انحطاط شروع ہو گیا جس کی رفتار کو متواتر زلزلوں نے اور بھی سریع بنا دیا۔ سنہ ۱۰۹۰ء میں اسپر (سلجوقی) ترک قابض ہوئے۔ سنہ ۱۲۰۰ء میں وہ اونکی غلامی سے آزاد ہو کر سنہ ۱۲۶۱ء میں پھر ترکوں کا مطیع و منقاد ہو گیا۔ جنہوں نے پچھلی سرکشی کی سزا میں اوس کے باقیماندہ بشپ کو قتل کر دیا اور تمام بقیۃ السیف باشندوں کو غلام بنا لیا۔ جرمن قیصر باربروسا (فریڈرک جو اسی صلیبی جہاد میں ہلاک ہوا۔ وطن کو واپس جانا اُسے نصیب نہ ہوا) نے اوس کو پھر ایک دفعہ مسلمانوں کے قبضہ سے چھڑایا۔ مگر چھ ہی برس بعد ۱۱۹۶ء میں ترک مکرر متصرف ہو گئے۔ سنہ ۱۲۵۵ء میں جبکہ وہ عارضی طور پر یونانیوں کی تولیت و حفاظت میں تھا تاتاری ٹڈی دل اس پر ٹوٹ پڑا لیکن اوس کے بقیۃ السیف کے مالک پھر عثمانیہ ترک ہو گئے۔ جو اب تک صاحب ملک و دولت ہیں۔

اس وقت لاوڈیشیا کا ذرہ ذرہ اُس سزا کی شہادت دے رہا ہے جس کی یوحنا نے پہلے سے خبر دیدی تھی۔ ویرانی و سنسانی کا سماں برس رہا ہے اور ایک بھی آباد مکان یا جھونپڑا کسی جگہ موجود نہیں۔ جہاں تک نگاہ کام کر سکتی ہے۔ گرے ہوئے بڑے بڑے پتھروں کے تودوں۔ خالی تعویذوں اور مرمریں کتبوں کے ٹکڑوں کے سوائے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا حتی کہ مردگان بھی اس سزا میں حصہ لینے سے خالی نہیں رہے۔ جب پہاڑی کے میدان سے سڑک گرداگرد چکر کھاتی ہوئی شہر کو آتی ہے اسپر خالی سنگین صندوق عجب بے ترتیبی کے ساتھ ادھر اُدھر بکھرے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے ان صندوقوں میں سے چند ایک کو وحشی فاتحین نے بھی کچھ مل جانے کی اُمید سے قبروں سے نکالا ہو مگر اس بے حرمتی مردگان کا زیادہ تر باعث زلزلے ہیں۔ کل علاقہ آتش فشان مواد کا مخزن ہے۔ بنا بریں وہاں کثرت سے زلزلے آتے رہتے ہیں۔ اور وہ ہر ایک چیز کو تہ و بالا کر کے مخفی کو آشکار اور آشکار کو ناپید کرتے رہتے ہیں۔ حتی ایمفی تھیٹر۔ سرکس۔ بیت العلوم۔ بحری دنگل۔ مسقف نہروں عمارات کے کھنڈر بلاشبہ بہت وسیع اور بڑے بڑے ہیں لیکن دلکش ہونیکی بجائے ایک طرح سے ڈراؤنے۔ بھیانک دکھائی دیتے ہیں حتی کہ وہ پہاڑیاں تک بھی جنپر وہ بلا کسی سبزی افشاں دختراں ایستادہ ہیں۔ ایسی جھلسی ہوئی اور بے رونق ہیں کہ وہ عموماً سیاح زیادہ عرصہ ٹھیرنا گوارا نہیں کر سکتا۔

اس موقع پر یہ سوال ایزاد کیا جا سکتا ہے کہ یہ کس طرح بالوثوق کہا جا سکتا ہے کہ جو مقام بتائے گئے ہیں بلاشبہ یہی وہ مواقع ہیں۔ جہاں مندرجہ انجیل سات کلیسیا واقع تھے۔ اس سوال کے جواب میں میں اوسی واقعہ کو جسکا پہلے ذکر کر چکا ہوں کسی قدر تفصیل سے بیان کرتا ہوں۔ جب میں لاوڈیشیا گیا۔ تو میرے ساتھ ترکی سواروں کے علاوہ ایک انگریز دوست جو یونانی و ترکی میں خوب ماہر تھا اور دو یونانی سمرنا کے باشندے تھے۔ جن تینوں کو

Marfat.com

یہی آثار قدیمہ کا بڑا ضبط تھا۔ کھنڈرات کو جاتے ہوئے پہاڑی پر یونانیوں کو بیشمار ٹکڑوں میں ایک سفید مرمریں لوح کا کونہ ملبہ میں سے باہر کو نکلا ہوا دکھائی دیا۔ وہ ایسے موقع پر تھا جسکی ظاہری صورت بتا رہی تھی کہ اُسے صدیوں سے کسی نے نہیں چھیڑا۔ اوس کے اردگرد بڑے بڑے سنگی صندوقوں[1] کے وزنی ڈھکنے۔ مرمریں سلیں اور ستونوں کے حصے بکھرے ہوئے تھے جنمیں سے بعض بعض پر یونانی حروف اور بیل بوٹوں کے نشان کم و بیش اب بھی نمایاں تھے۔ ان یونانیوں کو جو کتبوں کی تلاش میں کئی دفعہ ویرانوں کی خاک چھان چکے تھے غالباً دیرینہ تجربہ و ممارست مستمرہ کی بدولت ایکدم سے القا ہوگیا کہ یہ مستطیل لوح ضرور کوئی نہ کوئی راز اپنے سینہ میں چھپائے ہوئے ہے جو ہمیں بتلانا مناسب ہے۔ چنانچہ ہم چند ہمراہیوں کو مٹی کھودنے اور پتھروں کے ہٹانے پر لگادیا۔ اور خود کھنڈرات کی سیر کو چلے گئے۔ واپس آنے تک وہ لوح کو باہر نکال چکے تھے ہم نے باقیماندہ نوشیدنی پانی سے اُسے صاف کرکے عکس لینے والا کاغذ اسکے کتبہ پر لگادیا۔ مذہب دنیا میں کوئی ایسا شخص نہ ہوگا۔ خواہ اوسکا پیشہ تجارت ہو یا سپاہگری۔ طبابت ہو یا ملاگیری۔ مدرسی ہو یا ماہی گیری جسے اپنی عمر میں کبھی کبھی کمال بیچین کردینے والے انتظار کے بعد نمایاں کامیابی کی مسرت حاصل نہ ہوئی ہے۔ کاغذ کے اُٹھائے جانیکے وقت ہماری حالت بعینہ ایسے قمارباز کی طرح تھی جو آخری مرتبہ ایک بھاری داؤ لگا کر کعبتین کو پھینکنے والا ہو اور اوس کی آنکھیں بڑی بیتابی کے ساتھ یہ انتظار کر رہی ہوں کہ دیکھیں پانسہ کس طرف پڑتا ہے۔ اور پھر پانسہ کے حسب مراد پڑنیکی خوشی اُسے حاصل ہو۔ یہی دونوں کیفیتیں ہم پر چند ثانیوں کے عرصہ میں گذریں۔ ماہر رہنما نے جو اس کام میں بخوبی ماہر تھے آہستہ آہستہ کاغذ کو اُٹھایا جو اپنے ساتھ اُس راز کو لیتے آیا جو دو ہزار برس سے اس لوح پر ثبت تھا۔ یہ راز کیا تھا۔ مٹا ہوا سن اور لاتینیک (یعنی لاؤدیشیا) کا واحد لفظ۔ جو اس قدیم زمانہ کے عجیب و غریب یونانی حروف اور ہجوں میں تھا۔ اس دریافت سے ان ثبوتوں میں ایک اور ثبوت اضافہ ہوگیا۔ جو [illegible] ہم پر [illegible] کو ملے تھے اور جو روایت و تاریخی بیان کے ساتھ ملکر لاؤڈیشیا کے ابتدائی ہفت کلیسیا ایشیا کے سات موقعوں کی صحت و درستی میں کوئی شبہ نہیں رہنے دیتے ؎

ان دونوں آخری موقعوں کی سیر سے ہمارا سفر ختم ہو جاتا ہے جو سمرنا سے چلا تھا اور ۶۰۰ میل کا سفر طے کرکے پھر [illegible] واپس جا پہونچیگا۔ ہمنے اس فصل میں اختصار کو مدنظر رکھکر انجیلی آثار کے حسب ذیل حالات بیان کردئے ہیں۔ ان سے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ یہ مضمون کس قدر دلچسپ ہوسکتا ہے اور اس سے مورخ سابق آثار قدیمہ جغرافیہ و مصور اور نیز انجیلی معلومات کے دریافت کرنیوالا خواہشمند بے اندازہ واقفیت آگاہی اور دلچسپی حاصل کرسکتا ہے۔ لہٰذا [illegible] سے جو پرگاموس سے شروع ہوتا ہے اکثر سیاحین اور دوسرے لوگ بہت کوشش سے [illegible] ثبت ہوتی ہے زمانہ شجاعت کے متعلق بیشمار بیش قیمت اور نفیس [illegible] کلیسیا کے موقعوں پر تلاش و کوشش کی جاتی [illegible]

[1] قدیم زمانہ میں مقتدین لاشوں کو بھی اسی طرح سنگی صندوقوں میں بند کرکے دفن کردیتے تھے اور [illegible] خوبصورت تعویذ بنادیتے تھے۔ جیسے کہ اب اکثر شاہان مغلیہ کی قبروں پر دکھائی دیتے ہیں۔ مترجم ؎

Marfat.com

کیصورت میں جو بنی انسان کے لئے ہزہا برس کے برآمدشدہ کھلونوں سے بعد جہاز یادگار [illegible]
قدیمہ کی بہت بڑی کھیپ حاصل نہ ہوسکے گی۔

فصل نوزدہم

سمرنا سے واپسی

سیاحت چار ماہہ۔ نئے دوست۔ مجمع الجزائر بغاوت کا ایک واقعہ۔ جزائر اسپارا۔ سینگر ویانت۔ انڈروس۔ ماکرونی
ضیا۔ انالی القدر یا سوختیا۔ ان کے خصائص عجیب لطیف۔ طوریا کی وجہ تسمیہ۔ بحیرہ روم۔ مالٹا۔ گوزو۔ راس یان۔ ٹونس کا تاج
موسکے وغیرہ وغیرہ۔ الیرا۔ مالگا جبل طارق۔ اوس کی تاریخ۔ کیا اوسکا قبضہ مفید ہے۔ روانگی بجانب لورپول ٭

چار مہینے ایسے لطف و آرام کے ساتھ اور ایسے مفید طریق پر سفر کرنیکے بعد جسکی توضیح صفحات ماسبق میں ہو چکی ہے سیاحت کے ختم ہو جانے پر ایک طرح کا افسوس پیدا ہونا طبعی امر تھا۔ میں ۱۴ مارچ کو سمرنا میں اترا۔ اور ۷ جولائی ۵۸ءء کو کھیپ جہاز پر سوار ہوا۔ اس کل وقت میں سے ایک لحظہ بیکار نہ گیا۔ میں نے بہت سے دلچسپ مقام دیکھے۔ تمام ترک اہلکاروں اکثر یونانی مخرزین اور اجنبیوں نے میرے حال پر کمال نوازش مبذول رکھی۔ مجھے بہت سے نہایت گرمجوش اور ہمدرد دیہی خیرخواہ مل گئے۔ جنکی دوستی مجھے یقین ہے کہ مدت العمر قایم رہے گی۔ اور بالآخر ان مقاصد میں جنکی خاطر میں اختیار کوچک کی سیاحت کی تھی۔ قابل اطمینان کامیابی حاصل ہوئی۔ ترکوں میں سے حسب ذیل کی دوستی اور شناسائی کی مجھے عزت حاصل ہوئی۔ دولتلو حاجی راشد پاشا سابق گورنر سمرنا۔ وحال گورنر صوبہ یاسین حلمی آفندی۔ پاشا موصوف کا خوش خلق معتمد خاص سکرٹری محمد نوری بک۔ پریسیڈنٹ محکمہ زراعت۔ قادری بک۔ وزیر صیغہ مال۔ توفیق بک ایڈوکیٹ جنرل حاجی مصطفیٰ آفندی مدیر غور عثمان پاشا کمانڈر افواج سمرنا۔ یوسف ضیا آفندی۔ بیکانے کی صنعتی مدرسہ کا پرنسپل۔ احمد کاظم آفندی۔ ڈاکٹر عثمانیہ ہسپتال وکئی دیگر یونانیوں میں سے حسب ذیل میرے دوست بنے۔ یونانی کلیسیا کے دونوں مقتدرترین افسر آرچ بشپ باسی لی اس وبشپ اناکتی ہی اس کیری لوس۔ پادری ہری فوتھیم یونانی ہسپتال کے دونوں ہوتن مہتمم کتب خانہ ہسپتال مذکور۔ اسکندر کرستا کی پریسیڈنٹ میونسپلٹی۔ اوسکا چھوٹا بھائی اونیا کرستاکی افسر خزانہ احاد و زاتنیاکو۔ اور اوس کی خلیق میک زوختر۔ ڈاکٹران اسکندر رف۔ روماندی پتھیولو غیسا میس۔ ایوان ایلیہ۔ سیزرقیس اوپھیدا ارپونیا۔ اور کئی دیگر اصحاب علم و فضل جنکے نام یاد نہیں رہے۔ فرنگی ان بولی تسیر ورینیو سکویں بحسن تدبیر خاتون۔ اور ان اوس کی خاتون اور خوبصورت بال بچے۔ جارجیس لوبلی مالک اخبار رئیول۔ جو ممتاز نیک ذلیل اور ذکی و دیانتدار شخص ہے جیمس ڈی پلاٹیس۔ اعلیٰ افسر عثمانیہ پوسٹ محکمہ بہ سو فونٹ رید مابر کو پولی۔ بیرجوش شائقین آثار قدیمہ جو ایشیا کوچک کے چپہ چپہ سے واقف ہیں۔ ماسیو دمیڈیم لسپقانی جنکا خاندان عرصہ سے میرینیلاوں سے سر برآوردہ چلا آتا ہے۔ جونی بادر دوہی ملازم امریکن قونصلاتو۔ اوسکی ہمشیرہ اور دیگر کنبہ تسلطین اسکندرف اور اوس کی ہوشیار بھتیجے بھتیجیاں۔ جو رونق ہر محفل و مجلس اور بلبل ہزار داستان ہیں۔ وغیرہ وغیرہ معاصرین نیز انگریز

باشندوں میں سے سب سے بڑھ کر مسٹر و میڈم گریفنٹ اور اونکے خاندان کا شکرگذار ہوں۔ اونکے علاوہ مسٹر ہنٹ شیئن باشندہ سمرنا۔ مسٹر ویسٹ ملازم سمرنا قصبہ ریلوے اور کئی دیگر انگریز باشندگان سمرنا و قسطنطنیہ کا ممنون احسان ہوں۔

اسقدر عزیز دوستوں کی جدائی نے طبیعت کو اور بھی رنجور کردیا۔ بہرحال دل کو کڑا کرکے میں ۷ جولائی کی شام کو جہاز پر سوار ہوگیا اور رات کی تاریکی میں سمرنا جلد آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔ جہاز کے رفیق وہی تھے جو قسطنطنیہ کی سیاحت میں ہم سفر رہے تھے۔ کوئی نیا مسافر سوار نہ ہوا۔ صبح تڑکے پر معلوم ہوا کہ جہاز مجمع الجزائر میں سے خوب تیز چلا جاتا ہے۔ شاہ صبح کی نورانی شعاعوں کی روشنی میں جو ہر لحظہ نیا رنگ اختیار کرکے نظاروں کو لبھانے میں جادو کا کام کر رہی تھی جزیرہ کیوس دکھائی دیا جسکا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ اوس سے پرے جزائر لیسارا جھلک دکھا رہے تھے جنکی دلفریب شکل اوس خوفناک قصہ خونریزی کی یاد کو دلوں سے محو کر رہی تھی۔ جو کئی مرتبہ وہاں عمل میں آچکی تھی۔ یونانیوں کی آخری بغاوت کے دوران میں ۱۸۲۲ء کے قریب قریب یہاں کے باشندوں نے ترکوں کو سخت نقصان پہونچایا جسکا عوض لینے کے لئے سلطان نے مناسب موقعہ ملنے پر دو سو جہاز تیار کرکے چودہ ہزار سپاہ یہاں بھیجدی۔ وہ ۳۱ جولائی ۱۸۲۴ء کو وہاں اتری۔ اور اترنے کے ساتھ ہی اوس نے ان جزائر کے سب سے بڑے شہر پر حملہ کردیا۔ یونانیوں نے پہلے تو خوب مقابلہ کیا۔ مگر جب دیکھا کہ مدافعت کی قوت زائل ہوگئی ہے۔ اور ادھر اپنی سابقہ کرتوت کو یاد کیا تو ترکوں کے انتقام کے خوف سے جان پر کھیل جانیکا عزم کرلیا۔ ترک شہر میں داخل ہوتے ہی تھے کہ یونانیوں نے بارود کے میگزین کو آگ لگادی اور اوس کے اڑنے پر جانبین کے ہزاروں آدمی ملک عدم کو سدھار گئے۔ جزائر کے کل باشندوں میں سے صرف دو ہزار جان بچاکر بھاگ سکے۔ تین ہزار صرف اس حادثہ کی نذر ہوئے جبکہ ترکوں میں سے کئی چار ہزار کو لقمہ اجل بنایا۔

(اس بغاوت کے مفصل حالات اور اس کے تمام ضمنی واقعات تاریخ خاندان عثمانیہ مؤلفہ مترجم میں درج ہیں۔ یہ ضخیم کتاب تخمیناً الکہزار صفحوں پر دو جلدوں میں ہے۔ اور حمیدیہ ایجنسی لاہور سے للعہ قیمت پر مل سکتی ہے۔ از مترجم)

ان دلفریب جزائر کے بعد دور فاصلہ میں نیگروپانٹ کا طویل جزیرہ اور اوس کے جنوب کی سمت ہمسایہ انڈروس دکھائی دئیے۔ انڈروس مجموعہ سائی کلیڈس میں سب سے بڑا جزیرہ ہے۔ اور ۲۴ ہزار تیس نفوس کی آبادی رکھتا ہے نیگروپانٹ کو جزیرہ کی بجائے بر اعظم کی شاخ سمجھنا چاہئیے کیونکہ جو آبنائے اسے خطہ یونان سے جدا کرتی ہے۔ اسکا پاٹ صرف سو فیٹ عریض ہے۔ وہاں اسی ہزار کی آبادی ہے۔ انڈروس کے قدیم سے مختلف نام چلے آتے ہیں۔ مگر آجکل وہ اپنے بڑے شہر انڈروس کے نام سے ہی پکارا جاتا ہے۔ اوس کے کنارہ ایک نہایت عمدہ لنگرگاہ ہے۔ [illegible] کسی زمانہ میں مے خواری و عیاشی کے دیوتا بکس کا مندر تھا۔ روایت ہے کہ اس مندر میں ایک چشمہ تھا جسکا پانی [illegible] جنوری میں شراب ایسا ہوجاتا تھا۔ یہ خوبصورت ننھا منھا جزیرہ ۲۱ میل طویل اور ۱۰ میل تک عریض ہے۔ اوس کے سب سے بڑے پہاڑ کو وادی کی دو بالمقابل چوٹیاں سر بفلک ایستادہ ہیں۔ اونکی بلندی ۳۲۰۴ فیٹ ہے۔ [illegible] نیگروپانٹ کریٹ کے بعد بحر ایجین میں کلان ترین جزیرہ ہے۔ وہ طول میں ۱۰۵ میل اور زیادہ سے زیادہ تیس میل عریض ہے لیکن ایک جگہ اوسکا عرض صرف چار ہی میل ہے۔ شمال مغرب سے جنوب مشرق کو سرتاسر ایک پہاڑی سلسلہ چلا گیا ہے جسکی بلند ترین چوٹی کوہ ڈلفی ۵۷۲۵ فیٹ

... فیٹ اور بکچیار ۱۰۰ہ فیٹ۔ دیگر دو بلند چوٹیاں کوہ رغی ۴۰۸۰ فیٹ۔ کبھی خالی نہیں رہتی
بلند ہے۔ یہ چوٹی انجرات یا برف سے کبھی خالی نہیں رہتی۔
ہیں۔ جزیرہ گو زرخیز اور وسیع ہے لیکن زراعت کم ہوتی ہے۔ تاہم آب و ہوا عمدہ اور صحت بہت خوب ہے۔ پانی کی بھی
مطلق قلت نہیں۔ اخروٹ اور صنوبر کے جنگل بھی عام ہیں۔ اور چراگاہیں ایسی سرسبز ہیں کہ اگرچہ باشندے کپاس۔ گندم
میوجات۔ شہد۔ شراب اور روغنیات کی پیداوار کو بھی نظر انداز نہیں ہونے دیتے لیکن مویشی پالنے اور اون چمڑہ اور
پنیر کی تجارت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو معدنیات کی تجارت کو بھی فروغ دے سکتے ہیں۔ جزیرہ میں کئی قسم کی دھاتیں
موجود ہیں۔ نیز آب گرم کے بیشمار چشمے جو انسان کی صحت کے بحال کرنے میں بہت کارآمد ہیں۔ مجمع کے دیگر جزائر کی طرح یہ
بھی کئی مالکوں کا غلام رہ چکا ہے۔ سب سے اول ایونی یونانیوں نے اسے آباد کیا۔ انکے بعد اتھنزی آئے جنہوں نے یہیں
متعدد آزاد بستیاں قائم کر لیں جو بعد میں اتھنز کے تابع بنالی گئیں۔ اور فیلقوس والی مقدونیہ کے فاتحانہ داخلہ تک اسکی
تابع رہیں۔ پھر رومن آئے۔ سنہ ۱۲۰۰ء میں ریاست وینس مالک ہوئی۔ اسکا نام نگروپانٹ اہالی وینس نے ہی تجویز کیا تھا۔ اور
بعد ترکوں نے ۱۸۲۱ء تک صاحب اقتدار رہے۔ یونان کی بغاوت میں یہاں ایک لڑکی موڈینا مارو جینا نے علم بغاوت بلند
کیا اور تمام باشندے ہتھیار لیکر کھڑے ہو گئے۔ اسوقت سے یہ جزیرہ ریاست یونان میں شامل ہے۔ جو آبنائے جزیرہ اور ڈیمن کے
درمیان ہے وہ اتنا عریض ہے جسکی ایک طرف اخروٹ کے شاندار گھنے جنگل کھڑے ہیں۔ اور دوسرا کنارہ نسبتاً گنجان آباد ہے۔
آبنائے ڈورو اور اس کے دونوں خوشنما جزائر کے پاس سے گذر کر کچھ عرصہ جہاز بحر ایجین میں رہا۔ ہم نے خلیج تپالی کے
دہانہ کو عبور کر کے آبنائے ضیا میں داخل ہوتا ہے۔ یہ آبنائے آٹھ میل چوڑی ہے۔ ایک طرف بائیں ہاتھ جزیرہ ضیا ہے اور
دوسری طرف دائیں ہاتھ جزیرہ نکری نیسی جو براعظم سے متصل ہے۔ ضیا دائیں ہاتھ دور فاصلہ پر گیارہ اس کا چھوٹا سا
جزیرہ دکھائی دے رہا تھا۔ رومن اس سے کنارے پانی کا کام لیتے تھے۔ اب اسے جورا پکارتے ہیں۔ اس جانب
دور فاصلے پر افق کے متصل جزیرہ سرا باریک خط کی شکل میں یوں ہی سی جھلک دکھا رہا تھا۔ ضیا سے پرے
جزیرہ تھرمیا کیتھنوس اور آبنائے کے پرلے سرے سے بہت دور سینٹ جارجیوں کا جنانی جزیرہ نظر آ رہا تھا۔ نکری
نیسی کی قدیم تاریخ کے متعلق اس روایت کے سوا اور کچھ معلوم نہیں کہ زمانہ قدیم کی مشہور حسین و مہ جبین
عورت ہلن ٹرائے کے محاصرہ کے بعد کچھ عرصہ یہاں رہی تھی۔ اور یہ جزیرہ اس کے نام سے بنام ہلینا موسوم ہو گیا
تھا۔ موجودہ نام نیلتھ ہے۔ یونانی میں اس کے معنے لمبی جزیرہ کے ہیں جو اس کی شکل کے لحاظ سے رکھا گیا ہے۔ یہ
جزیرہ چنداں دلکش نہیں۔ البتہ براعظمی پہاڑ کی عظمت کو بڑھانے میں انگشتری کے نگ کی نچلی پنی کی طرح
ٹھوکر کا کام دے رہا ہے۔ اس کے برعکس جزیرہ ضیا بہت دلکش ہے۔ وہ نو میل طویل۔ پانچ میل عریض اور
یونان کی راس کولنا سے تیرہ میل بجانب جنوب مشرق ہے۔ زمانہ قدیم میں کو۔ کوس۔ کوس سیوس۔ کیوس
اس کے نام رہے۔ بقراط۔ ایپس۔ سیمونائدیس و باکیلائدیس کا مولد ہے۔ زرخیزی۔ شراب و ریشم کے لئے ہمیشہ
مشہور رہا ہے۔ اور نیز بقول فسانہ نگاران اپنی مستورات کی پوشاکوں کی لطافت و نزاکت باریکی اور بھاؤ
کے لئے۔ قدیم نویسندگان کا بیان ہے کہ دیوی وینس (زہرہ یا قمر) ان لطیف الاقمشہ خاتونوں کی گستاخی سے ناراض

Marfat.com

یہ کہ سب کو کاٹیں بتلویا تھا۔ مگر معلوم ہوتا تھا کہ اس پھاٹک کا اثر اُن سے زائل ہو چکا ہے۔ ورنہ آج یہ جزیرہ ایسا خوشحال نہ ہوتا۔ اور پونے چھ ہزار کی آبادی نہ رکھتا۔ شہر ضیا ایک اونچی پہاڑی پر آباد ہے۔ اسکا بندر سینٹ نکولو ہے جسمیں پانی اسقدر عمیق ہے کہ بڑے بڑے جہاز بھی باسانی اوس میں داخل ہو سکتے ہیں۔ یہاں کے قدیم آثار چند ایک انہیں سر برین سلونیہ بڑی بڑی پیروں کے چند نقش ثبت ہیں۔ اور قدیم زولیس کے قصبے سے بجانب مشرق کچھ دور ایک چٹان کے موہرے ایک بہت بڑے شیر ببر کی صورت کھدی ہوئی ہے۔ قدیم آثار کی کل کائنات یہی ہے لیکن اس مختصر سے جزیرہ کے لئے یہ فخر کچھ کم نہیں کہ وہ زمانہ قدیم کے ممتاز اطبا و علما کے سرتاج حکیم بقراط۔ حیوانوں کی تصویر اوتارنے میں بے مثل و لاثانی مصور اپلیس اور ممتاز شعرا سمنا دیس جسنے یونانی حروف تہجی میں چار حرف ایزاد کئے تھے اور اوس کے بھتیجے بکیلا دیس کا مولد ہے۔ اپلیس نے ایک بہت سکندر کے پیارے گھوڑے کی تصویر اتاری جو اصل سے ایسی مطابق تھی کہ جو گھوڑا اوسکے پاس سے گذرتا تصویر کو زندہ گھوڑا سمجھکر ہنہنانا شروع کر دیتا۔ باقی وہ نوں جزیرے اس امر کے سوا اور کسی لحاظ سے قابل ذکر نہیں کہ ستر پانیہ کے لئے مشہور رہا ہے اور جزیرہ بلندی پر پہونچی ہے۔ ان جہازوں کو جو خلیج اسمیں داخل ہونا چاہتے ہوں راستہ دکھانے والے مینار کا خاص کام دیتا ہے۔ وہ تبرا مقسم کے قریب ترین گوشے سے صرف بارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔

دن بھر گرمی تھا گرمی تیسرے درجہ کی پڑتی رہی۔ شام کے قریب جزیرہ ٹیلو دکھائی دیا۔ وہ جگہ جہاں سے ہم پہنچے وہاں روشنی کا ایک مینار بنا ہوا ہے۔ وہ دس میل طویل ہے اور اس میں پانچ میل کے فاصلے پر غروب آفتاب سے پہلے جزیرہ کرادی کی بھی ایک جھلک نظر آگئی۔ اس کے متصل اگرچہ سمندر ایک سو ستر سے لے کر پانسو فدیم (فدیم = ۶ فیٹ) عمیق ہے لیکن مچھلی بکثرت پائی جاتی ہے (مچھلی زیادہ گہرے پانی میں نہیں رہتی) ہماری بڑی خواہش تھی کہ رہس مِلیا اور راس ماتاپان سطح غروب آفتاب سے پہلے دکھائی دیتیں۔ مگر یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ ہم اونکے مقابل سے رات کے ساڑھے دس بجے گذرے۔ یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان کی ایک حس کو اپنی امید دل میں ناکامی ہو تو دوسری حس اسکی جگہ لیکر انسان کے دل بہلانے کا سامان کر دیتی ہے۔ گرمی کی وجہ سے نیچے جانا محال تھا سب کے سب بہت دیر تک چھت پر بیچھے یا ٹہلتے ہوئے خوش گپیاں اڑاتے رہے۔ باتوں باتوں میں جنوبی یونان کی گذشتہ تاریخ کا ذکر شروع ہو گیا۔ اسپارٹا والی مورِیا نے ۲۷ برس تک اتھنز اور اوس کے رفقا و معاونین کی کوئی پیش نہ جانے دی۔ مورخین قدیم اسپارٹا کی طرز معاشرت اور خانگی انتظام بالخصوص اونکی سادہ طرز زندگی۔ اولاد کا ذکر کرتے ہیں جنکو ہماری خاتونوں نے بہت ناپسند کیا۔ اسیطرح اسپارٹا کی مستورات کی مردانہ شجاعت و غیرت کی بھی بڑی تعریف کی ہے۔ وہاں کی جیالی عورتیں بعض اوقات اپنے بزدل فرزندوں کو جو میدان جنگ سے بھاگ آئے ہوں اپنے ہاتھ سے قتل کر دیتی ہیں۔ شاعر کے اس مقولہ کی کچھ پروا نہ کرتیں کہ جو لڑے اور پھر لڑائی سے بھاگ آئے تو اوسکو زندہ رہنے سے یہ امید ہوتی ہے کہ شاید وہ کسی دوسری میں بہادری سے لڑے۔ تاہم اوس قوم کی شجاعت مردانہ۔ بہادری۔ خودداری۔ آزادی پسندی۔ پاس ننگ و ناموس اور اوس کی ستی و کاہلی و عیش پرستی سے سخت متنفر ہونے کی سب نے ثنا کی

اس گفتگو کے دوران میں ہمارے ایک زندہ دل چست و چالاک مجرد ہمسفر نے کہا کہ میں قوم مذکور کے رسم و رواج میں سے دو باتوں کو پسند نہیں کرتا۔ انہیں سے ایک تو قدیم لقدیا مونیوں کی یہہ عادت ہے کہ اونکی شریف مستورات روپیہ کی خاطر سٹیج پر تماشا کرنے سے عار نہ کرتی تھیں۔ یہ طریق ہمارے زمانہ کی اُن معدودے چند شوریدہ سر لندنی خاتونوں کے طریق عمل سے بھی بدتر تھا۔ جو بلا مزد محض شوقیہ سٹیج پر ایکٹ کرتی ہیں۔"

ان صاحب نے اپنے اس وصف سے جہاز پر خاص امتیاز حاصل کر لیا ہوا تھا کہ وہ کبھی اس اور کبھی کسی خاتون کو لئے ہوئے بلا انقطاع گھنٹوں تک ڈیک پر ٹہلا کرتے تھے۔ اور لیڈیوں پر اسکا جادو کچھہ ایسا چل جاتا تھا کہ وہ بھی نہ تھکتی تھیں۔ ایک اعتراض بیان کر کے جب وہ خاموش ہو گیا۔ تو ایک شوخ مگر قابل نازبرداری حسین خادمہ نے جسکی تیزی و طراری اور میٹھی میٹھی باتیں سب کو بھاتی تھیں کہا "نعاں صاحب پارٹی خاتونوں کی دوسری قابل اعتراض رسم و عادات کیا تھی"؟ امیرزادہ پہلے تو اوس کی توضیح پر تیار ہو گیا۔ مگر یہ دو لفظ "تم جانتی ہو کہ" ہی کہے تھے کہ یکبارگی رک گیا اور کہا کہ سب پہلوؤں پر غور کرنے سے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون کو ہی جانے دیا جائے۔ مگر مس جولیا ہڈکنس کا یہ خیال نہ تھا جسکی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ جانتی تھی۔ کہ اسکی مالکہ اسوقت نیچے کمرے میں بیٹھی اپنا روزنامچہ لکھہ رہی ہے۔ اور اُسے ہر دو دو چونچلیں کرنے کا یہ خوب موقعہ ہے۔ چنانچہ اس نے جواب دیا۔ "اگر تم کچھہ نہ کہنا چاہو تو تمکو کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔ لیکن شاید یہ سنکر تم حیران ہو گے کہ میرا خیال ہے کہ میں نے تمہارا عندیہ معلوم کر لیا ہے"۔

امیرزادہ "بیشک میں حیران تو ضرور ہونگا"۔ خادمہ "صاحب آپکو لقدیا مونیا کی جو اُمرد و شیزگان کا وہ سلوک [illegible] تھا جو بعض اوقات سرجانی مجردوں سے کیا کرتی تھیں پسند نہیں"؟ یہ سنکر امیرزادہ چونک سا گیا اور اسکا چہرہ زرد پڑ گیا۔ مگر [illegible] خاموش رہا۔ خادمہ نے کہا وہ یہہ [illegible] کیا کرتی ہیں کہ مسلم الثبوت اعزاب یا مجردوں کو جنکا خاصہ یہہ ہوتا ہے کہ شادی کی پابندی سے آزاد رہکر [illegible] رہتی ہیں گھروں سے باہر نکالکر [illegible] کتے کی طرح مندروں کے گرد پھرایا کرتی اور جب تک شرم و ندامت سے مجبور ہو کر وہ ازدواج [illegible] اختیار نہ کر لیتے [illegible] اونکی اسی طرح مرمت کرتی رہتی تھیں"۔ امیرزادہ اپنے ہم شربوں کی سزا کی ساری کیفیت سننے سے پہلے ہی [illegible] رفوچکر ہو گیا۔

[illegible] لیکن اس چھوٹی سی ریاست۔ اُس کے مشاہیر ناموروں اور اوس کے کارہائے نمایاں کو دنیا کی تاریخ میں قدیم الایام سے ہر زمانہ و قرن میں خاص امتیاز حاصل رہا ہے اور [illegible] حکمرانوں نے [illegible] اہالی [illegible] مصریوں۔ اہالی سیرین اور دیگر اقوام کو اونکے دشمنوں سے پناہ دی۔ [illegible] کو کچھہ عرصہ [illegible] مشہور [illegible] تکلف و تعیش [illegible] کر دی تھی۔ اور دیانت [illegible] کی بڑی بڑی وزنی

ٹکیاں بطور سکہ رائج کر دی تھیں۔ موجودہ زمانہ میں یہ شہرہ آفاق جزیرہ سماموریا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسکی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے۔ زیادہ قرین قیاس توضیح ہے کہ موریا لاطینی لفظ ... معنی شہتوت ... متعلق ہے جو درخت اس علاقہ میں بکثرت تمام پیدا ہوتا ہے۔ آدھی رات سے بعد دو بجے ہمارا جہاز یونان کے جنوب ترین گوشہ راس ماتاپان کے مقابل سے گذر گیا۔ صاف موسم میں بحیرہ روم کا نظارہ جسطرح دلفریب ہے بیشال ہے ویسے ہی طوفان کے موقعہ پر اسکی ہیبت ناکی اور اسکی شورید گی نظیر نہیں رکھتی جتنی کہ لا الفریلاس ادھر بھی اسکی آمد پر حواس باختہ اور زرد ہو جاتے ہیں۔ راس ماتاپان سے ۲۶ گھنٹوں کے سفر کے بعد صبح کے ... بجے ہمارا جہاز مالٹا کے بڑے بندر میں داخل ہو گیا۔

شوقین مصور پنسل کا غذ لئے پہلے سے ہی چھت پر پہنچ گئے ہوئے تھے بمبئی بندر کے ... اور متصلہ جزائر گوزا اور کومینو کے خاکے اوتار لئے۔ گوزا کا پرانا نام گاموس تھا۔ اسکا رقبہ بیس مربع میل اور آبادی ... ہزار کی ہے۔ اس کے ... مغربی ساحل پر سمندر میں مونگے کے مخزن ہیں۔ مالٹا سے آپ سے اڑھائی میل عرض ... جدا کرتا ہے۔ وہ جو طرز عمودی پہاڑیوں سے محیط ہے اسکا محیط چوبیس میل ہے۔ گرداگرد جا بجا مورچے اور برج موجود ہیں۔ انکے علاوہ ... کے دہانہ پر ایک بڑا قلعہ موسومہ ... ہے۔ دوسرا جزیرہ کومینو بہت چھوٹا ہے اسکا محیط صرف ساڑھے چھ میل ہے اور مالٹا و گوزا کے درمیان آبنائے میں واقع ہے۔ اسکا کوئی حصہ زرعیات سے خالی نہیں۔ اور یہاں ایک ... کا نام ... اور گرجا کے علاوہ اسمیں کئی دیگر بھی ہیں۔ مالٹا۔ گوزا۔ اور کومینو تینوں کا مجموعی رقبہ ایک سو پندرہ مربع میل ہے۔ ان جزائر کو پہلے فینیک[1] جنگ میں اہالی روما نے ... تسخیر کیا۔ روما کی سلطنت کے انحطاط پر گوتھ قوم اور پھر عرب ان پر متسلط ہوئے۔ ... سے ... تک ... کی ریاست کا ماتحت رہا۔ آخر الذکر سنہ میں قیصر چارلس پنجم نے انہیں یروشلم کے طبقہ سینٹ جان کے نائٹیوں کو بخش دیا جنہوں نے ... تین سو برس کے بعد ۱۲ جون ۱۷۹۸ء کو مالٹا نپولین بونا پارٹ کے حوالہ کر دیا۔ ۵ ستمبر ۱۸۰۰ء کو اسپر انگریز متصرف ہوئے اور ۱۸۱۴ء کے معاہدہ پیرس کے رو سے اس مجموعہ کو تاج برطانیہ کا مقبوضہ باضابطہ طور پر تسلیم کر لیا گیا۔ (سلیمان اعظم کے عہد میں ترکوں نے مالٹا کی فتح کیلئے جو جانگداز معرکہ آرائی کی۔ اسکے مفصل حالات اور نیز فرانسیسی اور انگریزی قبضہ کی مفصل تاریخ معلوم کرنے کیلئے مجولہ بالا تاریخ خاندان عثمانیہ کے مطالعہ سے بہت مدد مل سکتی ہے۔ مترجم) جہاز ... گھنٹے قیام کیکے پھر روانہ ہو گیا ولٹا (مالٹا) کا صدر مقام ہے سے روانہ ہو کر دوسرے دن علی الصبح خلیج ... کی مشرقی راس بان کا ... نہایت صاف اور واضح نظارہ ہوا۔ اس سے ایک میل ... سطح زمین ۱۲۹۰ فیٹ بلند ... چوٹی پر ایک قدیم قلعہ کے کھنڈر پڑے ہیں۔

بذات خود راس بھی ایسی نمایاں ہے کہ صاف موسم میں سمندر ... تیس میل کے فاصلے پر باسانی شناخت ہو سکتی ہے۔ سر سے ساڑھے تین میل بجانب جنوب جنوب مشرق سطح سمندر سے ۸۳۵ فیٹ کی بلندی پر ایک قلعہ ہے۔ جو نیز بحریوں کو خشکی کے قرب کا پتہ بتانے کیلئے عمدہ نشان کا کام دیتا ہے۔ بحیرہ روم کے ان (یعنے افریقی) سواحل کی جب ایک طرف اس اہمیت کو جو انہیں اپنی قدیم تاریخ کی وجہ سے حاصل ہے اور

[1] اہالی روما و کارتھیج میں جو محاربے ہوئے وہ پیونک کہلاتے ہیں۔ مترجم

Marfat.com

دوسری طرف اس امر کو دیکھا جاتا ہے کہ ٹونس کو جانے کے لئے کوئی باقاعدہ انتظام ... لطیفہ کے شایق کو ضرور کسی قدر تعجب ہوتا ہے۔ کونارڈ اور دیگر کمپنیوں کے جہاز ہمیشہ دنیا کے ... پچاس مالٹا کے ... پر مسلسل گذرتے رہتے ہیں لیکن ہزاروں میں سے ایک مسافر بھی اس حصہ کو ... کنارہ سمندر سے بھی نہایت ... قرطاجنہ کے معدودے چند باقیماندہ کھنڈرات کو دیکھنے کی کوئی کوشش نہیں کی جاتی۔ اس التفاتی کی یہ وجہ ہرگز نہیں ہو سکتی کہ جب سے اس چھوٹی سی افریقی ریاست پر فرانس کا سایہ پڑا ہے اوسکی تمام عظمت و شوکت رفو چکر ہوگئی ہو۔ ... ہے کہ اوسکو موجودہ پایہ تخت ٹونس کی آبادی سابقہ پایہ تخت کارتھیج کی آبادی کی ... حصہ کے قریب ہے لیکن اوسکو بالعموم بھی ہر قسم کی اجناس و متاع سے معمور ... زمثال۔ پردوں۔ لبادوں۔ اور زربفت کی صنعت ... پر ہی مزید بہار ... چمڑہ صابون موم تیل۔ مونگہ طلائی رنگ۔ ہاتھی دانت مچھلی۔ مویشی پھل میوجات اور غلہ بمقدار کثیر ممالک غیر کو بھیجا جاتا ہے بس اصل وجہ یہ ہے کہ ٹونس کو آنے جانیکا جہاز رانی کی کمپنیوں نے کوئی معقول انتظام نہیں کر رکھا۔ اگر وہ اب بھی اپنے جہازوں کے سفر کی فہرست میں ... داخل کر دیں تو خود بخود لوگوں کو وہاں جانیکا شوق پیدا ہو جائے۔ راس بان کو جیسا ان عجیب و غریب آلتش ... سے وجود ہیں جزایر زمبرا و زمبرطہ کی پاس سے گذرا۔ جو خلیج ٹونس کے دہانہ کے شرقی جانب واقع ہے خلیج کا دہانہ ۵۰ میل عریض ہے۔ اوسکی دوسری طرف ... راس فرمکس قریب چھوٹے چھوٹے چٹانی جزیروں کا ایک مجموعہ ہے جو گالی ٹاس کہلاتے ہیں۔ ان میں بلند ترین پہاڑ گارڈ یا ہی جو ۱۲۰۰ فیٹ اونچا ہے۔ اس کے بعد کوہ شوگرلوف دینار قند ۱۱۱۵ فیٹ بلند ہے۔ اونکے متصل اور جزایر کے بھی کئی چھوٹے چھوٹے مجمعے ہیں۔ مگر گالی ٹاس کے سوا سب غیر آباد ہیں اور اس آباد جزیرہ میں بھی صرف ایک عرب خاندان رہایش گزین ہے۔ زمین کے سنگلاخی ہونیکی وجہ سے یہ جزائر گو انسانی بودوباش کے قابل نہیں۔ مگر مونگوں اور اسفنج کی شکل میں بیکران دولت سے معمور ہیں۔ ... الذکر قیمتی جنس ان کے سواحل سے لیکر دس میل تک کے فاصلے پر بیس سے چالیس فیدم تک گہرائی میں دستیاب ہوتی ہے اور اسفنج جزیرہ کے متصل درمیانی پایاب پانی کے پہاڑوں کی زیر آب اطراف سے جمع کیا جاتا ہے۔ مونگے نکالنے کا کام زیادہ تر وہ اطالین کرتے ہیں جو ٹونس اور الجیریا کے ساحل پر رہتے ہیں۔ انکا موسم مارچ سے شروع ہو کر اکتوبر میں ختم ہوتا ہے لیکن جو لوگ ... ... زیادہ سال بھر جب موسم صاف ہو اس کام میں مصروف رہتے ہیں۔ اسفنج دسمبر سے لیکر فروری تک جمع کیا جاتا ہے جمع کرنے والے یونانی ... عرب لوگ ہوتے ہیں جنمیں یونانی ماہر ترین سمجھے جاتے ہیں۔ ان جزایر کے متصل ہشت پا بحری مچھلی یا تیندوا ... کا بھی اکثر شکار ... جاتا ہے۔ اور اوسکا گوشت خشک کرکے یونان بھیجا جاتا ہے جہاں اسے عام طور پر کھایا جاتا ہے۔ اس مکروہ شکل بلا کو سمندری پہاڑوں اور چٹانوں کی کھوہ اور دراڑوں میں سے تلاش کرتے وقت غوطہ زنوں کو کبھی کبھی حادثات و خطرات کا بھی سامنا پڑ جاتا ہے۔

ٹونس کو جانے والے جہاز ان ہی دونوں جزیروں کے بیچ سے گذر کر خلیج کو جاتے ہیں جس کے راستے تیس میل کے فاصلہ پر ایک پایاب کھاڑی شروع ہو جاتی ہے۔ اور اس کے جنوبی جانب پر ٹونس آباد ہے ... اکثر نصیبدار شہروں کی طرح یہ بھی غلیظ ہے جس کی کچھ وجہ یہ بھی ہے کہ بازار تنگ اور ...

Marfat.com

ں میں کئی شاندار عمارات مثلاً قلعہ جسے قیصر چارلس پنجم نے شروع اور آسٹوری شہزادہ ڈان جان نے مکمل کیا۔ مزین میناروں کی جامع یوسف اور ایوان حکومت موجود ہیں۔ آخر الذکر عمارات کے طلائی و قرمزی نقش و نگار اور فوارے اور حوض و چشمے اور آبشاریں بالخصوص قابل دید ہیں۔ مگر طالب علم کو جیسی دلچسپی کارتھیج کے کھنڈرات سے ہو سکتی ہے ویسی تونس کے مزین ستونوں اور ایوانوں سے مطلقاً نہیں ہو سکتی۔ یہ کھنڈر شہر سے تین میل کے فاصلہ پر ہیں۔ روایات قدیمہ کے مطابق اس شہر کو ٹائیر (صور) کے بادشاہ بیلس کی بیٹی اور اہالی فونیشیا کی ملکہ ڈیڈو نے آباد کیا تھا۔ جب اس کے خاوند کو اس کے بھائی پگمالین نے باپ کے بعد تخت نشین ہونے پر قتل کرا دیا تو ڈیڈو چند باشندگان ٹائیر کو ہمراہ لے کر سمندر کو بھاگ گئی۔ اور اصل باشندوں سے زمین خرید کر افریقی ساحل پر اپنی جدا بستی بنائی۔ اس کا نام پہلے برسا رکھا گیا۔ جو یونانی کے ایک لفظ معنے چمڑہ سے مشتق ہے وجہ تسمیہ یہ تھی کہ خریدشدہ زمین کو چمڑہ کے تسمے بنا کر ناپا گیا تھا۔ روایت تو یہ کہتی ہے لیکن فی الحقیقت اس کے مشہور تجارتی مرکز بننے سے پیشتر کارتھیج کی نسبت کوئی یقینی امر کسی کو معلوم نہیں۔ اول پیونک محاربہ میں اس کی آبادی سات لاکھ تھی۔ شہادر اوس کی جمہوری حکومت ۷۰۰ برس تک قائم رہی۔ مگر آخر کار تیسری پیونک جنگ میں رومی جرنیل سپیو افریکانس نے اسے بالکل برباد کر دیا۔ اس کے حکم سے شہر کو خاکستر اور ویرانوں کو منہدم کر کے سطح کے ساتھ ہموار کر دیا گیا۔ جب اس حکم کی تعمیل ہو چکی تو یہ جرنیل جسے اپنی حکومت کی طرف سے ایسا کرنے کا حکم ملا ہوا تھا اور وہ اس کی تعمیل پر مجبور تھا۔ کھنڈرات میں جا کر خوب رویا۔ کیونکہ اس کے دل میں خوف بیٹھ گیا تھا کہ کہیں اس کے پیارے وطن روما کے ساتھ بھی کبھی ایسا ہی سلوک نہ ہو۔

مالٹا سے روانہ ہو کر چوتھے دن ہسپانیہ کا ساحل دکھائی دینے لگ جاتا ہے۔ سب سے اول قصبہ المیریا نظر آتا ہے جو اسی نام کے صوبہ میں اسی نام کے دریا کے دہانہ پر آباد ہے۔ شہر قلعوں اور فصیل سے خوب محفوظ ہے۔ اسلامی حکومت کے زمانہ میں تمول و شوکت کے لحاظ سے یہ کل ہسپانیہ میں غرناطہ کے بعد دوسرا شہر تصور ہوتا تھا۔ اور اطالین و مشرقی تجارت کی آمد و رفت کا بڑا بندر رہی تھا لیکن طوائف الملوکی کے زمانہ میں الجیریا کے قصباوں کی طرح یہاں کے باشندوں نے بھی بحری قزاقی کو اپنا پیشہ بنا لیا تھا۔ اب یہ نسبتاً گمنام شہر ہو گیا ہے۔ آبادی صرف پچاس ہزار کی رہ گئی ہے لیکن شراب۔ سیسہ۔ کرم دانہ اور سرخ ریشم کی تجارت اب بھی خاصی ہوتی ہے اس سے آگے سمندر کے دور فاصلہ پر ملاگا کا شہر دکھائی دیتا ہے۔ وہ جبرالٹر سے [illegible] بجانب شمال مشرق ہے۔ آبادی سوا لاکھ کے قریب ہے اور مریضوں کی سرمائی رہائش کے لئے ایسا صحت بخش مقام کل یورپ میں موجود نہیں۔ جنوب کے سوا باقی طرفوں سے وہ سر بفلک بلند پہاڑوں سے محیط ہے وہاں سرد ہوا کا نام و نشان نہیں پایا جاتا موسم ہمیشہ صاف اور آب و ہوا خشک رہتی ہے قدرت نے مدقوق و مسلول اشخاص کی آرام و صحت بخشی کے لئے دنیا کو یہ مقام بے شک ایک خاص نعمت کے طور پر عطا کیا ہے۔ اسے اہالی فونیشیا نے آباد کیا۔ اور تین ہزار برس سے وہ تجارت و بیوپار کا اہم مرکز چلا آیا ہے۔

Marfat.com

آجکل وہ شیریں شراب۔ منقے۔ بادام۔ انجیر اور روغن زیت کے لئے عام مشہور ہے۔ صرف امریکہ اور برطانیہ اجناس ڈیڑھ کروڑ روپیہ کی مالیت کی ہر سال بھیجی جاتی ہیں۔

اس لیمپ کے روشنی کے مینار سے ہمارا جہاز ساڑھے چار بجے صبح کو گذرا۔ اسوقت کُل لوگ کاغذ پنسل ایسی سُرعت۔ اور بیتابی کے ساتھ جبرالٹر کا خاکہ لینے کے لئے چھت پر آموجود ہوئے کہ گویا اونکو یہ خطرہ ذرا بھی دیر ہو گئی تو یہ چٹانی قلعہ سمندر میں غرق ہو جائے گا۔ اور پھر وہ دیکھنے کے لئے اوس کی قدرتی لینے سے محروم ہو جائیں گے۔ اُسوقت میں نے جو خاکہ لیا اُس کی تصویر دیدی گئی ہے۔

جہاز کی رفتار آبنائے میں داخل ہوتے ہی کم کردی گئی تھی۔ وہ سوا پانچ بجے بندر میں پہنچکر لنگر انداز ہوا۔ تمام تر اتارنا تھا نہ لینا تھا۔ البتہ اڑھائی تین ہزار ٹن کوئلہ باقی سفر کے لئے لاد لیا گیا۔

جبرالٹر کو فونیشی و رومن ایبلس کالپی پکارتے تھے۔ اور عرب جبل طارق۔ اور ہسپانوی مونٹ ڈی جبرالٹر ہیں۔ عام خیال ہے اصل میں اوپی تھا جسکو یونانیوں نے ترمیم کرکے کالپی بنایا۔ انگریزی اور ہسپانوی کی حد فاصل یا نیوٹرل علاقہ کے دامن سے یہ پہاڑ یکبارگی ۱۳۹۵ فٹ کی بلندی تک اٹھتا چلا گیا ہے بجانب جنوب سوا دو میل تک پہیلا ہوا ہے۔ اسکا عرض کسی جگہ پون میل سے زیادہ نہیں۔ یہ چٹان کہردری کی قسم سے مرکب ہے اور بیس سے لیکر چالیس فٹ تک کی موٹی تہوں یا پرتوں سے بنا ہوا معلوم ہوتا ہے وہ بالکل ویران اور بنجر نظر آتا ہے مگر قریب پہنچنے پر بہت سے باغ یا نشیب اور ہری بھری گھاٹیاں دکھائی دیتی جاتی ہیں۔ بربری لنگور جنگلی مرغ تیتر۔ خرگوش۔ اور کبوتر اس کی جہاڑیوں اور گھاس میں بافراط ہیں اور چونکہ جنگی وجوہات سے شکار کی قطعی ممانعت ہے۔ یہ جانور امن وامان سے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اون کی وجہ سے پہاڑ کے بالائی حصوں کی ویرانی میں بہت کچھ کمی ہو گئی ہے۔ آبنائے کے افریقی جانب پر ایبلس (کوہ لنگوران) کے مہیب اور صعب الحصول چٹانوں کے۔ ان میں سیوٹا کا ہسپانوی اور چٹان موجود ہے۔ کوہ لنگوران اور اوس کے بالمقابل کے جبل طارق کو ہرکلیس کے ستون کہا جاتا ہے ہم انیسویں صدی والوں کے لئے یہ امر کچھہ کم تعجب خیز نہیں کہ اہل فونیشیا۔ اہل کارتھیج۔ اہل روم۔ اور قوم کو جبرالٹر ایسے بے نظیر قدرتی مستحکم قلعہ سے ہزاروں برس تک فائدہ اٹھانیکا خیال نہ ہوا۔ اور اسکے آخر ایک بادیہ نشین عرب کو سوجھا۔ اور سب سے اول اسی نے اوسے فوجی قلعہ بنایا۔ یہ واقعہ سنہ ۷۱۱ء اس سال عربوں نے چٹان پر مضبوط و مستحکم قلعے اور مورچے بناکر اُسے اپنا قاعدہ ابیش اور ساحل بربر کی طرف اندلس پر فوجکشی کرنے کے لئے محفوظ منزل اور پہلا پڑاؤ بنایا۔ اسی قابل عرب سپہ سالار طارق کے نام سے نام جبل طارق مشہور ہے۔ جسے یورپ والوں نے بگاڑ کر جبرالٹر بنا لیا۔ سنہ ۷۱۱ء سے اس موقع کے قدرتی فواید ایسے ظاہر و باہر رہے ہیں کہ پھر کبھی یہ پہاڑ ایک لحظہ کے لئے بغیر وارث نہیں رہا۔ بلکہ مختلف قوموں میں خوفناک خونریزیوں اور جدال و قتال کا باعث رہا ہے۔ عرصہ دراز تک وہ اندلسیوں اور مغربیوں

Marfat.com

...نازعت رہا کبھی المرادی بادشاہ اوس پر قابض ہو جاتے۔ اور کبھی اندلسی عرب بادشاہ۔
...پھر سے ۱۳۰۹ء میں وہ ہسپانیوں کے قبضہ میں چلا گیا اور اُسے پھر فتح کرنے کے لئے ۱۳۱۵ء
...نے بفایدہ محاصرہ قایم رکھا۔ آخر ۱۳۳۳ء میں حکومت فاس و مراکو نے اُسے ہسپانیوں سے فتح کر لیا
...ہسپانیہ کی یہی حکومت نے پھر حملہ کیا۔ مگر ناکام رہی لیکن بالآخر ۱۴۶۲ء میں ایک عرب کی غداری
...سے یہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے دست تصرف سے نکل گیا۔ اس کے بعد مدتوں امن چین رہا۔
...یوں نے جدید قلعے اور مورچے وغیرہ تیار کر کے اوسے اور مضبوط بنا لیا۔ حتیٰ کہ سترھویں صدی کے
...یوں نے اوس کے ناممکن التسخیر ہونے کا فتویٰ دیدیا۔ ۱۷۰۴ء میں انگریزی اور ڈچ افواج نے اسپر
...سے گولہ باری کی اور ہسپانوی گورنر نے ہتھیار ڈالدیے۔ اُس وقت سے دار ورقیبوں کی جلن اور
...ن کے علی الرغم وہ برابر انگریزی مقبوضہ رہا ہے۔ ہسپانیہ اور فرانس نے باہم ملکر اُسے فتح کرنے کے
...۱۷۰۵ء اور ۱۷۲۶ء میں پے درپے حملے کئے مگر ... ہر مرتبہ ... ہسپانیوں کا
...رہا کہ دوسرے محاربہ کے وقت دشمن اُسے پہلے سے بھی زیادہ مستحکم پاتے تھے۔ ۱۷۷۹ء میں مخالفین
...عزم بالجزم سے اسپر حملہ کیا کہ برابر تین برس سات ماہ ... محاصرہ قایم رکھا۔ اور محافظین کو اوس
...ت کے لئے اپنی تمام شجاعت، استقلال اور پامردی سے کام لینا پڑا۔ اس محاصرہ میں ہسپانیہ
...اسپر سمندر اور خشکی دونوں طرف سے حملہ کیا ... ۱۲ جنوری ۱۷۸۰ء کو کیا گیا۔
...۱ء میں مخالفین نے پچاس ... اور ... توپوں سے گولہ باری شروع کی ... بلا انقطاع
...جاری رکھا جس تاریخ انگریزی ... نے ... ولوالیا۔ کہ ہسپانیہ
...تھا اور حملہ آوروں نے اون کے ... توپ برباد کر کے بارود کے بڑے میگزین کو بھی
...مردانہ یورش سے دشمن کی ۱۲۳ توپیں اور ... کچھ عرصہ کے لئے خاموش ہوگئیں۔ مگر ہسپانیہ
...جنرل الیٹ کے زیر کمان تھے زیادہ عرصہ آرام نہ لینے دیا گیا۔ ستمبر ۱۷۸۲ء کو مخالفوں نے جو عظیم
...شروع کی اوس کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ... ایک سو ستر کلان توپیں اور ...
...اون کے زمصافی جہازوں اور ... نے ... توپوں اور ... سے ایک
...باری شروع کر کے اُسے برابر چاروں طرف قایم رکھا۔ اس دن مخالفوں کے بیڑہ میں ... اور ...
...اور بیشمار فرانگیٹ اور چھوٹے چھوٹے جہاز بھی ... آخر ... دونوں طرف کی ... تو مشین ...
...طرف سے فریق ہسپانوی جہاز ... [illegible]
...پہاڑ ... [illegible]

...ایجادات ... بدولت جہاز ... [illegible]
...جلانے ... [illegible]

کچھ دیر تو انکا اثر نہ ہوا۔ مگر آخر غنیم کی حفاظتی تدابیر اخر بے اثر ہوگئیں۔ اور انہی کی ... تھی بہتر جہاز جہازوں میں سے آٹھ کو آگ لگ گئی۔ اور اونمیں سے ایک بھی سلامت نہ بچا۔ ... سے اُس دن غنیم کے دو ہزار آدمی ضائع ہوئے۔ اور محصورین کے صرف ۱۶ ہلاک اور ۶۸ زخمی۔ ... کہ انگریزی فوج کے ایک سچے بہادر دانسان بریگیڈیر کرٹس نامی نے غنیم کے ان لوگوں کو بچانے کے لئے جنکو ... رفقا امواج کے رحم پر چھوڑ کر فو چکر ہو گئے تھے چند آدمیوں کا ایک دستہ تیار کیا اور سمندر میں کود کر بیشمار جانیں ہلاکت سے بچا لیں۔ اس وقت کے بعد پھر کسی کو جبرالٹر پر حملہ کرنے کی اب تک جرأت نہیں پڑی لیکن محافظین کبھی ایک دم کیلئے بیفکر نہیں ہوتے۔ اسکے استحکامات کو ہمیشہ بڑھایا جاتا رہتا ہے۔ اور سامان حرب ورسد کی گودام و ذخیرہ کو کبھی ذرا بھی کم نہیں ہونے دیا جاتا۔ اہمیں ہر وقت ۶۲۱۲ سپاہ مقیم رہتی ہے باتراں داہن کو یعنے سطح آب سے لیکر چوٹی تک منزل بمنزل ایک دوسرے کے اوپر چٹان کھود کر اسکے اندر بنی ہوئی ہیں۔ اور کل سامان بھی ان مصنوعی یا قدرتی غاروں ہی کے اندر رہتا ہے جن کے درمیان جوف کوہ میں وسیع و فراخ سڑکیں بنادی گئی ہوئی ہیں۔ اور ہر وقت بحیرہ روم میں انگریزی بیڑہ اس کی کمک کے لئے تیار موجود ہے۔ پس ان باتوں کا لحاظ کر کے اگر جبل طارق کو دنیا بھر میں مضبوط ترین قلعہ کہا جائے تو ہرگز مبالغہ نہیں سمجھا جائیگا۔ جان ومال کے اس تمام نقصان کے ذکر کے بعد جو جبرالٹر کے قبضہ کے لئے گزشتہ ۲۰۰ برسوں میں ہو چکا ہے یہ سوال بے محل نہیں ہو سکتا کہ کیا یہ موقعہ ایسی گراں خرچ و صرف کا مستحق اور قابل بھی ہے طبعی بناوٹ کے رو سے یہ چٹان ہسپانیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور کسی اور ملک کا اوسپر قابض ہونا ہسپانیہ کے لئے دامی خطرے کا باعث ہے یہی نہیں۔ بلکہ یہاں کے تاجر بھی بڑے محصول کے اشیاء کو چوری ہمسایہ ملک میں داخل کرنے کی عادت رکھنے کی وجہ سے ہسپانیہ کے محکمہ پرمٹ کے لئے صعبت تکالیف کا دامی سرچشمہ ہیں۔ اور انکی حرکات کے انسداد کے لئے اسے لازمی طور پر بہت بڑا عملہ رکھنے کی ضرورت لاحق رہتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہی مخفی و ناز یبا کارروائیاں دونوں ملکوں میں جنگ برپا کرا دینے کا آسانی باعث بن سکتی ہیں۔ پولیٹیکل ملحوظات کی طرح مالی پہلو سے بھی جبرالٹر برطانیہ کو ان کے لئے بدترین انویسٹمنٹ (صرف) ہے کیونکہ محصول پرمٹ محصول لنگر گاہ وطلائے قرنطینہ۔ مالگذاری پرمٹ مے ٹیکسوں اور لائسنسوں سے ۱۸۹۸ء میں کل آمدنی صرف ۸۴ ہزار ۵۳۳ پونڈ ہوئی اور فوجی خرچ کے علاوہ جو بحالت امن کسی صورت میں تین لاکھ پونڈ سے کم نہیں ہوتا۔ سالانہ خرچ ۱۰۹۲۶۵ پونڈ تھا۔ اس کے لنگر گاہ کے دو حصے جن کو محض زبردستی سے محفوظ کہا جا سکتا ہے جنگی بیڑہ کیلئے ہرگز کفایت نہیں کر سکتے۔ جس موقعہ پر تجارتی سٹیمر لنگر انداز ہوتے ہیں۔ وہ آندھی طوفانوں[1] کی عین زد میں ہے۔ غرضیکہ ہمارے عظیم الشان تجارتی بیڑے کی ضرورتوں کے لئے بالکل ناموزوں ہے۔ باقی رہا بلحاظ فوجی سٹیشن کے مفید ہونا۔ اول تو یہ مسلمہ امر ہے کہ افسر و سپاہی دونوں وہاں کی اقامت کو سخت ناپسند کرتے ہیں ...

[1] ۱۸۹۶ء میں اور اوس کے بعد ان نقصوں کو دور کرنے کی بہت کوشش کی گئی۔ جواب تک جاری ہے ... اور آبنائے کی حفاظت کے لئے زبردست توپوں کے بچھانے کا بھی خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ مترجم۔

Marfat.com

قابض رہنے کی بڑی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ بحیرہ روم کا دہانہ اس کی توپوں کی زد میں ہے مگر معمولی عقل کا آدمی بھی اس وجہ کو خیلیانہ وہم سے زیادہ نہیں سمجھ سکتا۔ پندرہ میل سے زیادہ عریض آبنا کو ایسی توپوں سے جو اسکی ایکطرف نصب ہوں بند میں سمجھنا عقل سے بعید ہے۔ علاوہ بریں اس چٹان پر نہ کوئی چشمہ ہے نہ دریا۔ وہاں کے باشندے نوشیدنی کے پانی کے لئے بارش کے محتاج ہیں۔ اور یا اونکو سمندر کا کھاری پانی اُبالکر پینے کے قابل بنانا پڑتا ہے مختصر کلام جبرالٹر قوم سے لیتا تو سب کچھ ہے اور دیتا کچھ نہیں۔ موسم گرما میں وہاں اس شدت کی دھوپ اور اوسکا چمکارا پڑتا ہے کہ باشندوں کو طبعاً بے اعتدالی کی ترغیب ملتی ہے۔ اور جو باہر نکلے سکتے شروع کا شکار ہو جاتا ہے۔ آب و ہوا سے غیر مانوس والدین کی بچے دانت نکلنے کی عمر میں عموماً یہاں ضائع ہو جاتے ہیں۔ آیندہ ورفتہ جہازوں کو تیل پانی کھلانے کا اسٹیشن ہونے کی حیثیت سے کسی وقت ان میں جبکہ وہ بند نہ ہو وہ شاید کارآمد رہا ہو لیکن اب اس زمانہ میں ایسا چٹان جو ایک ہزار فیٹ سے زیادہ بلند اور سراپا توپوں اور سپاہیوں سے معمور ہو ایسے کام کے لئے مشکل ضروری سمجھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اس زمانہ میں جبکہ بحیرہ روم میں سفر کرنے والے جہازوں کے وہ حصے جن میں کوئلہ وغیرہ ایندھن بھرا جاتا ہے مقدار مطلوبہ کے بالمقابل چھوٹے ہوتے تھے وہ کوئلہ کے گودام ہونیکے لحاظ سے بیشک کارآمد تھا لیکن اب مالٹا اس غرض کے لئے ہر لحاظ سے افضل و بہتر مقام ہے۔ ہمارا جہاز اونچے لوپول کی طرف روانہ ہو گیا اور خلیج بسکے وغیرہ سے ہوتا ہوا بخیریت لورپول پہنچ گیا +

فصل بستم خاتمہ

مسٹر ولیم کوکران اپنی کتاب کو مندرجہ ذیل تقریظ پر ختم کرتے ہیں جسکی آخری بارہ کی طرف میں ابنائے ملک کو خاص طور پر توجہ دلاتا ہوں۔ اس سے انکو معلوم ہو جائیگا کہ ازدیاد معلومات اور تفریح و سیر کے علاوہ بحالی صحت و قوت بدنی کے لئے بھی ایشیا کوچک اور آبنائے باسفرس کی سیاحت کبھی خطا نہ کرنیوالا نسخہ بیعدیل ہے۔ تجارتی لحاظ سے ابنائے ہندوستان کے لئے اسطرف جیسا وسیع میدان موجود ہے اوسکا کچھ اندازہ ناظرین کو حافظ عبدالرحمن صاحب کے خطوط سے ہو گیا ہوگا۔ اسی وسعت اور یقینی منفعت عظیم کو مد نظر رکھ کر جنہوں نے مشترکہ سرمایہ سے مصر شام ایشیا کوچک اور استنبول میں ایک ہندی دوکان کھولنے کی تجویز کی ہے ہم مسلمان بلحاظ بغداد ریلوے کی تیاری کی فی الواقع مستحق بالشان عزت کے حصول ہیں۔ تو اپنی غفلت تنگ خیالی پست ہمتی اور کمی معلومات و قلت حوصلہ کیوجہ سے ہمیشہ ... ہیں لیکن امید ہے کہ اپنی آیندہ بہتری کے لئے اس جدید مبارک تجویز کو بسر انجام پہنچانے ... ورنہ ایک ایسا وقت آجائیگا جبکہ ہم خود اپنے اعمال اور کرتوتوں کی طفیل اس کام کے بھی قابل نہ رہ جاوینگے ... اور قیام صحت کے لئے بھی ہمارے کئی بھائی ہر سال یورپ کا رخ کرکے دوڑے جاتے ہیں۔ جہاں تعصب کی وہ آلودہ فضا اور دیگر بد سوی صحت کو اور زیادہ بگاڑنے کے سوا کئی حالات نتیجہ میں کبھی مستقل کر دینے کی عموماً باعث ہوتی ہے یہ درست ہے کہ علوم و فنون کی جیسی کچھ ترقی ان ممالک میں مشاہدہ کی جا سکتی ہے۔ متذکرہ صدر اسلامی ممالک ...

میں ابھی اوس کا عشر عشیر بھی موجود نہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم [illegible] کو بالکل ہی خارج رکھا جائے۔ بلکہ قرین مصلحت یہی ہے کہ روا [illegible] ان صحت بخش اور اسلامی لحاظ سے مسلمانوں کے لئے خاص تعلق اور دلچسپی رکھنے والے علاقوں کی [illegible] کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ ایسا کرنا ہر پہلو سے ازحد مفید ثابت ہوئے بغیر نہیں رہیگا۔ والسلام [illegible]

صاحب ممدوح کی آخری تحریر حسب ذیل ہے:۔

مستقل مزاج ناظرین آرام کرسی پر بیٹھے بیٹھے عالم خیال میں پورے سات ہزار پانسو میل کی سیر کر لی [illegible] اپنی کتاب میں [illegible] کی شکل میں حالات قلمبند کرنے کی قدیم رسم کی تقلید نہیں کی۔ نہ معمولی [illegible] کو ان صفحات میں دخل دیا ہے۔ اور سیدھے سادھے پیرایہ میں پڑھنے والے کو یورپ بحیرہ روم افریقہ اور ایشیائے کوچک کی جستہ جستہ قابل تذکرہ کوائف سے اطلاع کر دیا ہے کہ کسی کی بیجا حمایت کی ہے۔ اور نہ کسی کی نامناسب مذمت۔

میرے سفر کے مقاصد میں سے ایک یہ تھا کہ بذات خود جا کر یہ دیکھوں کہ ایشیائے کوچک کا ایک مستند ریشمی کیڑوں کا پرورش کنندہ آیا ان کی ازبس خطرناک اور مزمنہ مرض کے دفعیہ پر قادر ہو سکا ہے یا نہیں۔ ان تحقیقات کا جواب مجھے اثبات میں ملا۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ ریشمی صنعت کے متعلق شہتوت کے درختوں کو لگانے سے لیکر ریشم کو اٹیرنے کے مرحلہ تک جدید ترین اور بہترین طریقوں سے عملی واقفیت پیدا کروں۔ اس مدعا میں بھی مجھے اطمینان بخش کامیابی ہوئی جس موسم میں میں وہاں گیا وہ اس روزگار کے لئے نہایت مبارک ثابت ہوا۔ اور وہ کل لوگ اجنبی تھے یا دیسی یا اعلیٰ تر یا ادنیٰ جن سے مجھے سابقہ پڑا میرے ساتھ نہایت شفقت مہمان نوازی اور خاطر سے پیش آئے۔ اور ہر طرح سے مجھے مدد دی۔ سرکاری حکام نے بھی میرے حال پر بہت مہربانی کی اور میرے مقاصد کو بہت پسند کیا۔ الغرض اس شغل کو مفید سبق آموز اور خوشگوار بنانے کے لئے کسی بات کی کسر نہ تھی۔ اور مجھے امید ہے کہ مقبوضات برطانیہ کے باشندے اس [illegible] میں بغایت منفعت بخش روزگار سے مستفید ہو سکنے کے لئے میری تحریر سے بہت کچھ فائدہ اٹھا سکیں گے مسٹر گریفتھ نے اس روزگار کو جسے ایک سرکش و مہلک بیماری نے تقریباً معدوم کر دیا تھا ۲۰ برس کی زیادہ کی لگاتار دلدادہ زاری کے بعد پھر از سر نو زندہ کر دیا ہے۔

اس علمی فائدہ کے علاوہ مجھے یہ معلوم کرنے کی مسرت بھی حاصل ہوئی کہ زمانہ حال کے ترک اب وہ ترک نہیں رہ گئے۔ جو کسی وقت دیگر اہالی مشرق کی طرح بیکاری و کاہلی کو باعث فخر سمجھا کرتے تھے۔ بیکاری کو موجب فخر سمجھنا تو درکنار ساکن رہنے کو بھی وہ دل سے برا سمجھنے لگ گئے ہیں۔ اور اونمیں سعی و [illegible] کی نئی روح اور ترقی و ارتقا کی زبردست خواہش پیدا ہو گئی ہے۔ ان کو اب یہ ہرگز گوارا نہیں [illegible] قومیں تو سرپٹ ترقی کی شاہراہ پر دوڑے جا رہی ہوں اور وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے۔ جیسے کہ [illegible] اب بھی وہ اس گھوڑ دوڑ میں شامل ہو گئے ہیں۔ اور کوشش کر رہے ہیں کہ اس میدان میں سب سے آگے [illegible]

Marfat.com

اونکے ہم پلہ تو ہوجائیں اور پھر اس مساوات کو قایم رکھیں۔ ایشیا رکوچک کے یونانی بھی علم وفضل میں کچھہ کم ترقی نہیں کررہے۔ جو لوگ چند مہینوں کے لئے آب وہوا کی تبدیلی اور سیر وسیاحت کے خواہاں اور معلومات وحظ وانبساط کی مقدار عظیم حاصل کرنے کے ساتھہ ہی اسباب کے بھی شایق ہوں کہ سیقہ مرصودانہ قسم کی تفریح وبشاشت کا سامان اور مستعدی وحرکت کا لازمہ بھی ساتھہ ہو۔ اون کی آگاہی کے لئے میں ختم کلام پر بیان کرتا ہوں کہ جو اشخاص میرے ہمراہ لورپول سے براہ سمرنا قسطنطنیہ گئے اور واپس آئے تھے اونکا بڑا مدعا اس سفر سے صرف بحالی صحت تھا اور اس میں اونکو ایسی کامیابی حاصل ہوئی کہ اوس سے بڑہ کر نا ممکن تھی۔ وہ وطن سے افسردہ دل۔ کام اور انسانوں سے نفور۔ کمزور یار زنگ رو باختہ۔ پژمردہ خاطر۔ چلنے پھرنے سے معذور اور باچشم نمسے لیے لنیرہ جا رہے ہوئے تھے اور واپس اس حیثیت میں آئے کہ اون کی طبیعتیں بشاش۔ چہرے سرخ۔ آنکھیں پر روشن ستاروں کی طرح بے قرار۔ ہر رگ وپٹھہ خوب مضبوط جسم کندن کی طرح دمکتا ہوا اور مشکل سے مشکل کام یا تکلیف کے مقابلہ کے لئے تیار اور دل ودماغ شگفتہ ومبتہج تھے۔ ۶ بر رسولان بلاغ باشد وبس۔ ولیم کوکرانی۔ اورڈیل ڈن۔ ملبین۔ برتھ شایر۔ ۲۰ جون ۱۹۰۸ء

ضمیمہ نمبر اوّل حصہ دوم

[ایک مسلمان سیاح کے تازہ ترین مشاہدات]

مَیں اس کتاب میں اپنی ذاتی واقفیت کے علاوہ دو انگریز سیاحوں اور چند مسلمان مہمان قوم کے مشاہدات تجارب اور خیالات دربارہ سلطنت عظمےٰ عثمانیہ کو درج کرچکا ہوں۔ میرا ارادہ اس کتاب کو جس کا حجم پہلے ہی توقع سے بہت بڑہ گیا تھا مسٹر کوکران کی تحریر پر ختم کردینے کا تھا۔ مگر دیسی مطابع کی قابل اعتراض سست رفتاری کی بدولت جن کی مہربانی سے کوئی معمولی حجم کی کتاب بھی خواہ کیسی جلدی سے کام لیا جائے ... سے پہلے تیار نہیں ہوسکتی۔ اس کتاب کے بھی تیار ہوتے ہوتے حالانکہ اسکا اصل مسودہ ... ختم کرچکا تھا ایک صدی کا خاتمہ ہوکر نئی صدی شروع ہوگئی۔ اور اس عرصہ میں سلطنت عظمےٰ عثمانیہ کے متعلق کئی قابل ذکر اور مسلمانوں کے لئے موجب فخر ومباہات واقعات ظہور میں آگئے۔ ... میں مدرسۃ الصنائع اور یونیورسٹی کے افتتاح وغیرہ کا میں متعدد بار ... اور ... واقعہ اعلیحضرت خلافت پناہی کے عہد حکومت کے پچیس برسوں کی ... اور نمایاں کامیابی کے ساتھ ۳۱ اگست ۱۹۰۰ء کو ختم ہونا اور ... جلالت مآب شاہ ایران کا اپنے معزز برادر کی ملاقات کو ... سنہ

... سنین کے حساب سے ۳۱ اگست ۱۹۰۰ء کو اعلیحضرت خلافت پناہی کے عہد حکومت کے چوبیس برس کامل ہوئے تھے قمری سنین کے حساب سے تخمیناً پونے پچیس ہیں چونکہ سلطنت عثمانیہ میں سن قمری اور تاریخیں شمسی کا قاعدہ ہے مطابق

میں قسطنطنیہ جاتا ہے جن دونوں کا کسیقدر مفصل تذکرہ میں اس کتاب میں ضروری سمجھتا ہوں۔ حسن اتفاق سے اس زمانہ میں میرے مکرم بھائی مولوی محبوب عالم صاحب سیر نمائشگاہ پیرس و سیاحت یورپ سے واپس ہوتے ہوئے اسلامی سرزمین میں پہونچ گئے اور انہوں نے ایک مبصر اخبار نویس کی نظروں سے ملکی انتظام باشندوں کی معاشرت اور قومی ترقی کی کیفیت پر ہی غور نہیں کیا۔ بلکہ ان اہم واقعات پر بھی اپنی چٹھیوں میں خامہ فرسائی کی ہے۔ مزید برآں اور جن جن معاملات پر غور کرنے اور جن جن مقامات کو دیکھنے کی میں نے ان سے التماس کی تھی۔ اون میں سے اکثر کے متعلق جناب ممدوح نے میری گذارش کو قبول فرما کر اپنے مشاہدات کا لب لباب ان خطوط میں ظاہر کر دیا ہے۔ چنانچہ میں اس ضمیمہ میں ان خطوط کا خلاصہ جشن پچیس سالہ عہد حکومت کی مختصر کیفیت اور اس زمانہ میں سلطنت کے نمایاں ترقی کرنیکا ایک انگریز نامہ نگار کی طرف سے اعتراف اور شیخ سنوسی کے متعلق مزید حالات جو مجھے طرابلس الغرب اور عرب کے چند معتمد احباب سے معلوم ہوئے ہیں ناظرین کی مزید آگاہی اور دلچسپی کے لیے درج کر دیتا ہوں۔ اور اپنے تمام اصحاب کرام کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنکی مہربانی سے مجھے ابنائے وطن کے معلومات بڑھانے کے لیے اس قدر مزید سامان میسر ہوا۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء

سلطان المعظم کی نقرئی جوبلی قسطنطنیہ میں

اکثر انگریزی اور عربی اخبارات نہایت آب و تاب کے ساتھ سلطان المعظم کی بست و پنجسالہ فرمانروائی کے جشن جوبلی لو پوستہ ہونیکی رسم کے حالات اور واقعات کو لکھ رہے ہیں۔ یہ مبارک رسم گزشتہ جمعہ ۳۱ اگست ۱۹۰۰ء کو نہایت مسرت و انبساط کیساتھ وقوع میں آئی۔ اور اسکے دوسرے دن یکم ستمبر ۱۹۰۰ء کو جن خوبیوں اور عقیدت کے ساتھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۳) رکھی گئی ہیں۔ تاریخ کی مطابقت کی وجہ سے تخمیناً تین مہینوں کی کمی کو نظر انداز کر دیا گیا۔ خداوند کریم دنیا کو ایسے کئی جشن ہمایوں کی سعادت سے بہرہ ور فرمائے۔

[1] مولوی صاحب موصوف کی باخبری۔ وسیع معلومات اور حالات زمانہ و دنیا سے کامل آگاہی میری طرف سے کسی تصدیق کے پیش کئے جانے کی اور اون کے علم و فضل کے بالمقابل میری کم مائیگی کسی توضیح و تشریح کی محتاج نہیں۔ تاہم اندازہ شفقت بزرگانہ اونکو عرصہ دراز سے خاکسار کی نسبت بیحد بیمانہ حسن ظن چلا آتا ہے کہ مجھے معاملات و حالات سلطنت عثمانیہ کے متعلق خاص معلومات حاصل ہیں۔ اونکا یہی نیک ظن میری پہلی تالیف ترجمہ بیضوی رسالہ السلطان المعظم اور مہر رسالہ مفروضہ مظالم آرمینیا بزبان انگریزی و اردو کی ترتیب کا موجب ہوا اور اسی نیک گمان نے اونکو جبکہ وہ سیاحت فرانس میں مشغول تھے مجھ سے یہ استصواب کرنے کی تحریک کی کہ میری رائے میں انکو سرزمین عثمانیہ میں کس کس مقام کو دیکھنا کن کن اشخاص سے ملاقات کرنا اور کون کون سے معاملات پر غور کرنا مناسب ہوگا۔ میں اسکی نسبت جو مہر و قعہ پہونچنے پر مجھ سے اسکی کی مشیروں سے بہتر خود ہی بہترین فیصلہ کر سکتے تھے تاہم امر فوق الادب مجھے تعمیل ارشاد میں اپنا مشورہ عرض کرنا پڑا۔ خداوند کریم کا شکر ہے کہ نظر استحسان سے دیکھا گیا اور میرے مکرم بھائی نے ان عرضداشتوں کے حصہ کثیر کو قبول فرمانے سے عام مسلمان بھائیوں کو بالعموم اور اپنے برادر کہتر کو خاصکر کمال مشکور و ممنون فرمایا + (مولف)

Marfat.com

قسطنطنیہ میں اسکی خوشی کا جشن منایا گیا ہے۔ اسکی تفصیل نہایت دشوار ہے۔ اور یہی حال اکثر مختلف حصص ممالک یورپ اور ہندوستان کے بعض حصوں کا تھا جنکو اخبارات براعظم نے مفصل لکھا ہے۔ اور اسبات کو ظاہر کیا ہے کہ سلطان ممدوح کی اس بست و پنجسالہ حکومت میں تمام ممالک محروسہ ٹرکی میں کیسی سلسلہ وار سرسبزی اور امن و امان کو ترقی رہی۔ ہم اس رسم کے واقعات خاص جو قسطنطنیہ میں ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ اسموقعہ پر دلچسپی ناظرین کے لئے بالاختصار لکھتے ہیں:۔

قسطنطنیہ میں اس جوبلی کی جو رسم منائی گئی وہ بالکل غیر معمولی اور نہایت ہی پرجوش طرز و طریقہ پر تھی مسلمان گروہوں کے قطع نظر ہر ایک مذہب و ملت کے آدمی خاص ترکی اور غیر ممالک کے رہنے والے جو اسوقت قسطنطنیہ میں مقیم ہیں۔ ایک دوسرے کو اس جوبلی کی کامیابی پر اظہار مسرت اور خوشدلی کرتے ہیں۔ تمام رعایائے سلطانی سامان اظہار مسرت کی فراہمی میں عجیب گرمجوشی سے مصروف نظر آتے ہیں۔ کسی مقام پر ایڈریسوں کی جو حضور سلطانی میں پیش کئے گئے۔ تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اور کسی جگہ اس نہایت مبارک واقعہ تاریخ ترکی کے متعلق یادگاریں قایم کرنے کے چندہ جمع ہو رہے تھے۔ سلاطین ممالک خارجہ اور مختلف چھوٹی بڑی قرب و جوار کی حکومتوں اور ریاستوں کے خاص سفیر اور ایجنٹ، اور نمایندے پیشگاہ سلطانی میں اس تقریب سعید کی رسم تہنیت اپنے بادشاہوں کی طرف سے ادا کرنے کے واسطے آئے تھے۔ ان سفیروں کے ساتھ انکے بادشاہوں کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے خطوط بھی تھے۔ جو بادشاہان مذکور نے سلطان المعظم کی خدمت میں باظہار دوستی و نیازمندی مبارکباد کے طور پر بھیجے تھے۔ پنجشنبہ کے روز تمام شہر زرق برق جھنڈیوں اور نہایت خوشنما زرین جھنڈیوں سے آراستہ کیا گیا تھا جنپر کمال رعب و داب کے ساتھ ہلال اور ستارہ کا مارکہ نمودار تھا۔ رات کو تمام شہر میں عظیم الشان روشنی کی گئی تھی تمام جہازات سلطانی اور ممالک غیر کے سوداگروں کے جہاز و نیز بڑی دہوم دہام سے روشنی ہو رہی تھی۔ آبنائے باسفورس کے دونوں کناروں پر طرح طرح کی جھنڈیاں خوبصورت لگائی گئی تھیں اور دورویہ روشنی کی گئی تھی۔ انگریزی بیڑہ جہازات نے اس خوشی میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا۔ اہل شہر کا بیان ہے کہ روشنی معمول سے اس روز بہتر ہی تھی بے مثال تھی۔ یلدیز کوشک اس روز عروس کا عالم دکھا رہا تھا اور یہاں تماشائیوں کا اسقدر ہجوم اور کثرت تھی جسکا اظہار مشکل ہے۔ اسطرح روشنی کی خوبی اور کثرت مواقع متعددہ بلکہ پیرا جہاں خدیو سابق بود و باش رکھتے تھے۔ اور موقع ارضین میں مکان عمارت ہا در محلہ نی کوئی میں سلیم پاشا کی کوٹھی میں اور فواد پاشا کے مکان واقع کلاش میں رونق روشنی کی اور آدمیوں کی کثرت تھی۔ جہازات میں سلطانی جہاز روشنی خصوصیت بہار اور رونق تھی۔ سلطانی جہاز سے تمام رات آتشبازی چھوڑی گئی۔ جو نہایت ہی خوشنما تھی اور اسی موقع پر لاکھ ہزار اوراق جہاز سے آسمان پر اڑائے گئے۔ غرضکہ یہہ ایسا نظارہ تھا جو اس سے پہلے قسطنطنیہ میں کبھی نہیں دیکھا گیا تھا:۔

دربار عام

اسی روز یعنی سنیچر کے دن صبح کیوقت سلطان المعظم نے ایک دربار منعقد کیا۔ جس میں تمام ملازمین سلطنت شریک ہوئے۔ اور ان سب نے پیشگاہ سلطانی میں درجہ بدرجہ رسم مبارکباد ادا کی تھی۔ مبارکباد کی رسم ادا کرنیوالوں میں حضرت صدر اعظم اور ممبران وزارت شیخ الاسلام اور خاص خاص علما اور صدر اعظم سابق

Marfat.com

اور تمام وزرائے سابق اور تمام افسران و سرداران فوجی مارشل [illegible] اور تمام اعلیٰ افسران فوج بری بحری اور شاہی خاندان کے اراکین اور شاہی مصاحب [illegible] کے افسر تھے۔ اور نیز یونانی بطریق اور بیت المقدس کے بطریق کا قائم مقام ارمنی بطریق اور [illegible] بطریق اور نیز مذہبی عہدہ دار شامی بطریق اور ربی اعظم اور انکے علاوہ مختلف مذہبوں اور ملتوں کے مذہبی مخبر اور تمام کار حاجت [illegible] سلطنت کے ڈاکٹران اور منیجر اور تمام بیرونی حمایتی [illegible] حاضر موجود تھے یہ پارٹی سلطان کے اول [illegible] کی نشستگاہ [illegible] ایک ڈرائنگ روم میں ٹھیرائی گئی جہاں سلطان المعظم کی طرف سے یہ پیام پڑھ کر سنایا گیا۔

"حضرت سلطنت مآب ہمارے معظم شہنشاہ سب کو سلام کہتے ہیں۔ اور اس مبارکباد کے جواب میں تمہارا شکریہ ادا کرتے ہیں علی ہذا اعلیحضرت سلطانی اس بات کی بھی تمکو اطلاع دیتے ہیں۔ کہ وہ تمہارے اس اظہار مسرت اور خلوص عقیدت سے نہایت خوش ہیں"۔ حضرت سلطانی نے یہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے ہیں۔ کہ "خداوند کریم ہماری سلطنت کا محافظ ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں۔ کہ مجھے وہ اس سلطنت کی ہمسری کی توفیق آخر عمر تک عطا فرماتا رہے"۔

سفیران ممالک غیر کیطرف سے تہنیت

مستقل اور خاص سفیر اور ایلچیان ممالک غیر نے ایک بجے دن سے پانچ بجے تک اپنے اپنے سلاطین اور حکومتوں کی طرف سے رسم تہنیت ادا کی۔ سفارت سلطنت آسٹریا کیجانب سے ایک نہایت معزز اور موقر جماعت نے سب سے پہلے اس تہنیت کی رسم میں حصہ لیا۔ جنرل احمد علی پاشا سلطانی اڈیکانگ انکو ایک چوا سپہ گاڑی میں اعلیحضرت سلطان کے حضور میں لیگئے۔ اسوقت سالم فوجی دستہ انکے ساتھ تھا۔ بینڈ باجا آسٹریا کے قومی گیت بجا رہا تھا۔ یہ حاضری ایوان [illegible] میں جہاں شاہی تخت بچھا ہوا رکھا ہوا تھی۔ اس کمرے کے ایک کنارہ پر وزیر اعظم اور تمام عہدہ داران ترکی اور ممبران کیبنٹ اور مارشل فواد پاشا اور ادھم پاشا اور شاکر پاشا اور سلطان المعظم کے داماد نور الدین پاشا اور احمد پاشا اور حمید پاشا اور دروازہ کے قریب تحسین بے اول سکرٹری اور عزت بے دوئم سکرٹری اور محمود داماد پاشا اول اڈیکانگ جنرل طاہر پاشا کمانڈر افواج محلات اور فائق پاشا حاجب کھڑے ہوئے تھے۔ اور کمرہ کے باہر متعدد اڈیکانگ اور درباری افسر جمع تھے۔ بہرحال سفیر کو اس طرح باریاب سلطانی ہوئی اور [illegible] فرانسس جوزف کے ہاتھ کا مبارکبادی کا خط لکھا ہوا پیش کیا۔ اعلیحضرت سلطان نے اسپر اپنا شکریہ ادا کیا۔ اور [illegible] سے نہایت تپاک کیساتھ شیک ہینڈ کیا۔ اور پھر وہ فوراً پیشگاہ سلطانی سے رخصت ہوکر اسی جلوس کے ساتھ [illegible] واپس گئے۔ اور اڈیکانگ داماد کیوقت توفیق پاشا وزیر خارجیہ ہمراہ گئے۔

اسی طرح اور سفیروں کو باریابی ہوئی۔ ان میں سے اول سفیر فارس مرزا رضا خان جو سفیر خاص [illegible] سے آئے تھے۔ باریاب سلام ہوئے۔ اور ایڈمرل [illegible] سفیر خاص سلطنت اٹلی اور جرمن سفیر [illegible] ایلچی و سفیر روسی سفیر امیر البحر کو بیتو خاص ایلچی اور انگریزی سفیر معہ ایڈمرل سر جان [illegible] معہ جنرل [illegible] سفیر خاص اور وزیر رومانیا اور واشنگٹن والے اپنے خاص [illegible]

Marfat.com

پھر اسپینی سفیر کا سلام ہوا۔ اور اُن کے بعد سلطنت بلجیم اور ڈچ کے، زیرو سفیر اور سرویا و سویڈن اور امریکہ اور بلگیریا کے قایم مقامان سلطنت اور خاص خاص ایجنٹ پیش ہوئے۔

یہ تمام عالی رتبہ سفیر اور خاص خاص ایلچی چار چار گھوڑوں کی گاڑیوں پر سوار ہو کر ایوان سلطنت میں حاضر ہوئے بعض وہ دو گھوڑوں کی گاڑیوں میں سوار تھے۔ ان سب کو سلطانی اڈیکانگ اعلیحضرت کی پیشگاہ میں لے گئے۔ سفیر اٹلی نے قبل شاہ اٹلی کی دستی چٹھی پیش کرنیکی جو انہوں نے سلطان المعظم کو بطور مبارکباد بھیجی تھی ایڈمرل آکس امیر البحر اٹلی کو انسٹرڈوس کہا جس نے حضرت سلطانی میں وکٹر ایمانول سویم شاہ اٹلی کی تخت نشینی کی اطلاع دی۔ اسکے بعد سفیر انگریزی سر ایبن اکانر نے وائس امیر البحر سر جان فشر کمینڈر انچیف بیڑہ جہازات انگریزی متعینہ بحر میڈیٹرینین کو پیش کیا۔ اور سر جان فشر نکو نے اپنے سب رفقا کی ملاقات کرائی حضرت سلطان نے لیڈی فشر کو تمغہ شفقت عطا کیا۔ دربار مذکور کے وقت فوج ترکی کی ایک بڑی مقدار نے پیچ پاسٹ کی قواعد دکھلائی اور نیز رسم سلاملک کے وقت یہ سب سفیران خاص مع سفیران سلطنت سلام سلطانی سے مشرف ہوئے۔ اور اس کے وقت دارالسلطنت کی تمام توپ خانوں سے شلک سلامی سر ہوئی۔ اس کے دوسرے روز رات کے وقت سلطان المعظم کی طرف سے تمام سفیرون ممالک کو بڑی دھوم دھام سے خاص دعوت دی گئی۔

ان مہمانوں کا داخلہ اس وقت ایوان ملدیز میں جہاں دعوت کا سامان تھا۔ اوسی اعزاز اور شوکت و شان کے ساتھ ہوا جیسا کہ دربار کے وقت ہوا تھا۔ ایوان مذکور کے سرا میں یہہ لوگ ٹھہرائے گئے تھوڑی دیر بعد دعوت کے کمرہ میں لائے گئے۔ جہاں سلطان نے اُن سے ملاقات کی۔ اول سلطان نے ان سفیروں میں سے ہر ایک کے ساتھ مقدر گفتگو اور مزاج پرسی کی جسکے جواب میں سب سفیروں کی طرف سے بیرن دی کالاک آسٹریا کے سفیر نے شکریہ ادا کیا۔ اور اوس کے بعد کھانا شروع ہوا۔ ہر ایک سلطنت کا بینڈ اپنے قومی گیت بجا رہا تھا۔ اور جسوقت حمیدیہ گیت بینڈ نے بجائی تو سب مہمان کھڑے ہو گئے ساڑھے آٹھ بجے کے قریب دعوت ختم ہوئی اور تمام مہمان پیشگاہ سلطانی سے رخصت ہو کر نہایت شکر گذار اپنے قیامگاہوں کو روانہ ہوئے

تہنیت اور مبارکباد کے پیام

تہنیت اور مبارکباد کے تار سلطانی دارالانشاء میں ہر ایک حصۂ دُنیا سے بھیجے گئے۔ یہ پیامات تہنیت شہنشاہوں اور بادشاہوں شہزادوں اور جمہوری سلطنت کے پریسیڈنٹوں۔ پوپ روم اور خدیو مصر، شاہزادہ [illegible] سفیران ترکی متعینہ ممالک غیر و امریکہ اور تمام سپہ سالاران افواج ترکی اور گورنر جنرلوں اور نہایت نامور مسلمانان یورپ ایشیا و افریقہ وغیرہ کی طرف سے حضور سلطانی میں آئے تھے۔ حضور قیصر ہند و انگلستان کی طرف سے امیر البحر سر جان فشر اس تہنیت کے متعلق ایک چٹھی حضرت سلطان کے واسطے لیگئے۔ چنانچہ سفیر انگریزی کی موجودگی میں وہ چٹھی پیش ہوئی تھی۔

مسلمانان بلگیریا کی طرف سے ایک ڈیپوٹیشن مبارکباد بھی آیا تھا جس میں سات ممبر شریک تھے۔ ان میں کمشنر ... و مفتی صوفیہ اور سلطان فلیپلس تھے حضرت سلطان کی طرف سے ان سب کو سلام پہنچایا گیا

اور خوشنودی مزاج ظاہر کیا گیا۔ اور بھی جرمن کلب ٹیوٹونیا کی طرف سے ایک ڈیپوٹیشن پیش ہوا۔

سلطانی جوبلی کی یادگاریں

اس جشن کے روز تمام ممالک سلطنت ٹرکی میں مختلف قسم کی یادگاریں قایم کی گئیں۔ اِنمیں سب سے زیادہ نمودار اور تاریخ ٹرکی میں ایک خاص واقعہ قسطنطنیہ میں اسلامی یونیورسٹی کا قایم ہونا تھا یونیورسٹی سنیچر کے روز دو بجے دن کے کھولی گئی جلسہ افتتاح کے پریسیڈنٹ سلطان المعظم کیطرف سے شاکر پاشا وزیر صیغہ تعلیمات ترکی تھے جنہوں نے ایک نہایت دلچسپ اور فصیح تقریر میں جسقدر تعلیمی ترقیاں اس سلطان جلیل المرتبت کے عہد میں ہوئی تھیں۔ اونکا ذکر کیا تھا۔ اور اسی دن دمشق تک ریلوے کی بنیاد رکھی گئی۔ اور اسکے بعد متبرکہ گاہ حیدر پاشا کا افتتاح کیا گیا۔ اور اسوقت ذہنی پاشا نے ایک فصیح و بلیغ سپیچ میں ان ترقیوں کا ذکر کیا جو اس عہد مبارک میں ہوئی ہیں۔ اور دوران تقریر میں یہ بات بھی ظاہر کی کہ اناطولین ریلوے جس سے بغداد و بصرہ میں کمال آسانی مسافروں اور مال کی آمد و رفت میں ہو جائے گی۔ اس عہد کی ایک نہایت ہی نمایاں تمثیل ہے۔ زراعت تجارت کے نئے نئے قواعد مفیدہ کا اجرا اور نیز معدنیات میں کام کھولا جانا جس سے سلطنت کو بہت بڑا نفع ہوا ہے کچھ معمولی امور نہیں ہیں۔ تمام قلمرو میں مدرسے جاری ہوئے اور مقام کرم کا پو میں ایک فوارہ اور ایک گھنٹہ گھر کی بنیاد رکھی گئی۔ مقام سینا میں ایک فوارہ جاری ہوا۔ اور ایک سرکاری عمارت مقام بیگاس میں اور ایک عمارت مالوا میں کھولی گئی۔ اور مقام اون کا پو سے الوب تک ایک پختہ سڑک اسی روز کھولی گئی۔ جس سے آمد و رفت میں بہت بڑی آسانی ہو گئی۔ مقام جوبانی میں ایک جدید مدرسہ کھولا گیا۔ اور ٹکی تہا اور ایک مدرسہ اور ایک مسجد کی تعمیر کی بنیاد دبشکطاس میں رکھی گئی۔ اور نیز بازار اعظم قسطنطنیہ جو ۱۸۹۴ء میں زلزلہ میں تباہ ہو گیا تھا اور اوسی زمانہ سے اوسکی مرمت ہو رہی تھی۔ اسکا آج کے روز افتتاح کیا گیا۔ ایک تالاب اور ایک مسجد کا افتتاح محلہ بکلربک میں کیا گیا محلہ قاضی کوئی میں ایک مسجد کا افتتاح ہوا۔ جو اڈمرل نایق پاشا نے بنوائی تھی۔ اسی روز ملکیہ اسکول کے طلبہ کو انعام اور سندیں عطا کی گئیں اور علی ہذا اور بھی فوجی اور سول مدرسے اور نارمل اسکول اور زنانہ اسکولوں کے طلبا کو انعام اور ڈپلومہ تقسیم ہوئے۔ دمشق میں ایک گھنٹہ گھر اور ایک نیا ہسپتال کھولا گیا۔ زعری کوئی میں ایک مدرسہ رشیدیہ کا افتتاح ہوا۔ ایک یتیم خانہ اور چند سرکاری عمارتیں صوبہ شام میں افتتاح ہوئیں۔ اور ایک فوارہ اور ایک نئی سڑک اڈریانوپل میں کھولی گئی۔ اور محکمہ زراعت و تجارت میں چند نئے دفاتر کا افتتاح ہوا۔ مقام عکہ میں ایک گھنٹہ گھر کی بنیاد رکھی گئی۔ طرابلس۔ اسپو۔ حنیفہ۔ سنید۔ آہمد۔ ناکسس ہر ز میں نئی سڑکیں جاری کی گئی ہیں۔ اور مقامات یوروشلیم۔ اسمرنا۔ نابلس۔ دیاربکر۔ انگورا۔ اسلونیکا۔ ادانہ۔ بیروت۔ تیمور حصار۔ وغیرہ وغیرہ میں جدید اسکول کھولے گئے۔ اور مقامات ادومیش۔ بالکیب میں فوجی بارکیں کھولی گئیں۔ اور ایک سڑک نئی ورانا اور نیو رکوب کے مابین بہت بڑی طویل مسافت کے واسطے کھولی گئی۔ اور مقام بورسا میں ایک نئی سڑک جدید پر موضع آباد کیا گیا یہ لوگ مہاجرین کریٹ سے ہیں۔ اور اس کے علاوہ ریشم کاتنے کی ایک بہت بڑی فیکٹری اور دو کارخانے

Marfat.com

ریشم کے کیڑوں کی پرورش کیواسطے کھولے گئے۔ اور مقام بروسا میں ایک نئی سڑک اور ایک مدرسہ اور چند پلوں کا افتتاح ہوا۔

حضرت سلطان المعظم کا پچیس سالہ دورِ حکومت

قلمروئے عثمانیہ مصر و دیگر بلاد اسلامیہ سے قطع نظر ہندوستان میں یہ پہلا موقع ہے۔ کہ یہاں کے بعض بڑے بڑے شہروں میں کسی فرمانروائے ترکی کا جشن جوبلی اس شان و شوکت سے منایا گیا ہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ سلطان عبدالحمید کے تدبر و بیدار مغزی نے اسکو مسلمانان روئے زمین کی نگاہوں میں کہاں تک محبوب و عزیز بنا رکھا ہے۔ سٹینڈرڈ کا نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ لکھتا ہے۔ سلطان عبدالحمید کا عہد حکومت گو یورپین تاریخ کے لئے اسقدر اہم نہ ہو۔ مگر وہ سلطنت عثمانیہ کیلئے نہایت وقیع اور دلچسپ ہے۔ جہاں باوجود متعدد رکاوٹوں کے اس ربع صدی میں بہ حیثیت مجموعی تہذیب و شائستگی اور آزادی کا غلبہ رہا۔ اور ہر موقعہ پر ان کا قدم آگے ہی جا کر پڑا ہے۔ پہلے جس سخت خطرہ کا سلطان المعظم کو سامنا کرنا پڑا۔ وہ روس کا ایسے وقت میں حملہ آور ہونا تھا جبکہ ترکی اس کے مقابلے کیلئے بالکل تیار نہ تھی۔ روسی فوجیں باسفورس کے کناروں تک بڑھ آئیں۔ اس نازک حالت میں انگلستان و فرانس نے روس کو جنگ کی دھمکی دے کر قسطنطنیہ کو روسی قبضے سے بچا لیا۔ اگرچہ ان معرکہ آرائیوں میں ترکی سپاہ کو شکست ہوئی مگر اس سے ان کی بہادری اور شجاعت پر کوئی حرف نہیں آیا۔ کیونکہ اس جنگ کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بار بار روسی سپاہ شکست کھاتے کھاتے کسی

عجیب اتفاقی حادثہ

سے مظفر و منصور ہوئی۔ جنگ مذکور کا نتیجہ ہوا۔ کہ قارص باطوم اور بلگیریا فرمانروائے ترکی کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ نیز برلن میں طاقتوں سے صوبجات کے نظم و نسق کی اصلاح کا وعدہ کیا گیا۔ اس کے بعد سائپرس انگلستان کو اس شرط پر ملا۔ کہ وہ ایشیا میں بیرونی حملوں سے ترکی کی محافظت کریگا۔ پھر عربی پاشا نے مصر میں بغاوت کی جس کی وجہ سے انگلستان کو مصر میں مداخلت کا موقع مل گیا گو مصر اب بھی ترکی کو خراج ادا کرتا ہے اور برائے نام سلطان کے ماتحت ہے۔ مگر عملاً اس کو قلمروئے عثمانیہ سے خارج سمجھنا چاہیئے۔ معاہدہ برلن میں سلطان نے ایشیائے کوچک اور ان مقبوضات کے انتظام میں اصلاح کرنے کا وعدہ کیا تھا جن میں عیسائی رعایا آباد تھی۔ قرارداد مذکورہ کے بموجب طاقتیں وقتاً فوقتاً ان ممالک کی بابت عجیب اصلاحات پر زور دیتی رہیں۔ یورپ کی حمایت کا آخرکار یہ نتیجہ ہوا کہ بلقان کی عیسائی ریاستیں آزاد ہو گئیں۔ گو اخبارات یورپ ان آزاد ریاستوں کو یورپین طاقتوں کے حملہ آور ہونے کی صورت میں قسطنطنیہ کے لئے بمنزلہ حصار کے تصور کریں۔ مگر میرے خیال میں انکو بغلی دشمن کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ کیونکہ مغربی حملہ آوروں سے بوجہ ہم مذہبی و دیگر اغراض پولیٹیکل ان کا ملجانا ذرا بھی مشکل نہیں ہوگا۔

Marfat.com

اِس سے قطع نظر ٹرکی کو مشکلات اور مصائب جنگ میں مبتلا دیکھ کر [illegible]
نازک پاکر توسیع قلمرو کے لئے انکا ہاتھ پاؤں مارنا اور آس پاس کے ممالک کی [illegible]
دراز کرنا انکی عین آرزو کے مطابق ہے۔ چنانچہ گذشتہ جنگ ٹرکی و یونان کے موقعہ پر بھی [illegible]
سخت اندیشہ تھا کہ کہیں بلقان کی ریاستیں یونان سے سازباز نہ کرلیں۔ غرضکہ سلطنت عثمانیہ [illegible]
حفاظت و حصار ہونے کی بجائے الٹی تشویش کا باعث ہیں۔ یہاں تک تو سلطان عبد الحمید کے [illegible]
سالہ دورِ حکومت کا تاریک پہلو لکھا گیا ہے۔ اب اس کے

رخِ روشن

پر بھی نظر ڈالنا مناسب ہے۔

چند سال ہوتے ہیں کہ روس کی ریشہ دوانیوں سے آرمینیا کی عیسائی رعایا کے دماغوں میں خودسری کی ہوا سمائی۔ اور انہوں نے بیگناہ مسلمان بھائیوں کے خون سے خوب ہاتھ رنگے۔ اخبارات یورپ جو ٹرکی سے بغض للّٰہی رکھتے ہیں۔ انہوں آرمینیا کے عیسائیوں پر ٹرکوں کے ظلم و ستم کی فرضی داستانیں چھاپنے لگیں۔ یونان نے روس کی تحریک سے کرنل واسوس کو معہ سپاہ کریٹ میں بھیجدیا۔ پھر اوس پر بھی اکتفا نہ کرکے ٹرکی کے خلاف جنگ شروع کردی۔ یونان نے علانیہ ظاہر کردیا تھا کہ بلقان کی ایک یا دو ریاستیں ٹرکی کے خلاف لڑائی میں شامل ہو جائیں گی۔ مگر یونان کو اس توقع میں سخت مایوسی ہوئی۔ کیونکہ سلطان نے سپاہ کا زیادہ حصہ سرحدوں کی حفاظت اور امداد کی ناکہ بندی کے لئے بھیجدیا تھا۔ اور یونان کے مقابلہ میں صرف فوج ردیف روانہ کی۔ کیونکہ لشکر ردیف ہی یونان کو ہوش میں لانے کے لئے کافی سمجھا گیا تھا۔ پس بقول نامہ نگار سٹینڈرڈ یہ کہنا ذرا بھی مبالغہ نہیں۔ کہ سلطان نے صرف بائیں ہاتھ سے یونان سے جنگ کی اور اسے شکست فاش دی۔ درآں حالیکہ داہنا ہاتھ ٹرکی نے اپنی پیٹھ پر رکھا ہوا تھا۔ اسوقت جبکہ پایہ تخت یونان (ایتھنز)

ٹرکی کے رحم

پر تھا۔ زار روس نے سلطان المعظم سے درخواست کرکے یونان کو تباہ و برباد ہونے سے بچا لیا۔

اس جنگ سے سلطنت عثمانیہ کی کھوئی ہوئی عظمت و شوکت پھر بحال ہوگئی۔ یورپ جو ٹرکی کو مفلس مرد بیمار اور بیکس و بے پر سمجھتا تھا۔ اس کی حیرت انگیز طاقت پر انگشت بدندان رہ گیا۔ افواج اور بار برداری کی نقل و حرکت میں مستعدی و تیزی۔ میدان جنگ میں ترکی سپاہ کی بے نظیر نیک چلنی نے سلاطین و مدبران یورپ پر ٹرکی کے حق میں نہایت مفید اثر پیدا کیا۔ اور سب کو معلوم ہو گیا کہ ٹرکی ایک نہایت زبردست طاقت ہے اور اوس [illegible]
آسان نہیں۔ جرمنی طاقتور اور جرمنی سب سے پہلی سلطنت تھی جس نے ایک ایسی قوی اور زبردست سلطنت [illegible]
کا قائم رہنا پولیٹیکل اغراض کیلئے ضروری تصور کیا۔ جب ولیم دوم قیصر جرمنی بطور سیاحت قسطنطنیہ میں آئے تو سلطان [illegible]
اور تکلفات مہمانی و تحائف سے اوسکی مال کے ہاتھ میں لانیکے لئے واجب کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا [illegible]

سلطنتوں میں اعلیٰ درجہ کے تعلقات دوستانہ پیدا ہو گئے ہیں۔

سٹینڈرڈ کا نامہ نگار لکھتا ہے۔ جہاں ہم اس عہد سلطنت میں فارس۔ بالعموم۔ بلگیریا۔ سائپرس۔ مصر و کریٹ کو ہاتھ سے نکل جانے کا ذکر کرتے ہیں وہاں ہم سلطان عبدالحمید کی اس عجیب حکمت عملی کی تعریف کرنے سے باز نہیں رہ سکتے جس نے یورپین ڈپلومیسی کا سالہا سال تک کلہ بکلہ مقابلہ کیا۔ جو ایک طاقت کو دوسری کے برخلاف اکساتی رہی۔ یہاں تک کہ طاقتوں نے مجبور و مایوس ہو کر ترکی پر دباؤ ڈالنے کے لئے قسطنطنیہ میں یورپین کنسرٹ قایم کیا لیکن سفیروں کو فرداً فرداً پھسلانے کی نسبت کنسرٹ کا مغلوب کرنا اور بھی آسان تھا۔ آخر کار سلطان چند رعایتوں اور تحائف کے معاوضہ میں یورپ کی ایک نہایت طاقتور اور آزاد سلطنت کی دوستی حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ اور یہ ایک ایسی دوستی ہو کہ اگر کسی سلطنت کو پہلے پہل اس کی آزمائش کا اتفاق ہوا تو یہ ترکی کے [illegible] نہایت گراں بہا ثابت ہو گی۔ گذشتہ پچیس سال میں ترکی نے

جو بڑی وسیع ترقیاں

کی ہیں۔ اُنکو مفصل طور پر ذکر کرنا ممکن ہے۔ ان کی ترقیات کا ذکر وقتاً فوقتاً اخبارات ترکی میں ہوتا رہتا ہے مختلف صیغہ جات کی چند بڑی بڑی ترقیوں اور اصلاحات کا سرسری طور پر ذکر کافی ہو گا۔

اگر ترکی کے جنگی صیغہ پر نگاہ ڈالی جائے۔ تو معلوم ہو گا کہ اس کے نظم و نسق میں کامل اصلاح کر دی گئی ہے۔ فوجی نقل و حرکت اور باربرداری کے سسٹم میں جرمن افسروں کی نگرانی میں [illegible] بہت ترقی ہوئی ہے۔ ترکی افسروں کی [illegible] تعلیم پانے کے لئے [illegible] کو امیر رالقلعوں نے مسلح کیا گیا ہے۔ توپ [illegible] میں بھی بہت بڑی اصلاح ہوئی ہے جنہیں [illegible] توپیں اور دیگر اسلحہ جات [illegible] لیے قاعدہ [illegible] کثیر التعداد [illegible] سال سے پرانے جنگی جہاز [illegible] کار [illegible] بندلی کا حکم دیا گیا ہے۔ [illegible] عثمانیہ کو تقویت کی جائیں [illegible] جنگ ادا کر دیا گیا ہے۔ [illegible] کی وجہ سے سلطنت کا کوئی کام [illegible]

ترجمہ:

[illegible]

کے واسطے اب تک محفوظ رکھا ہوا ہے۔

بندرگاہوں۔ گھاٹوں۔ اور ریلوے کی توسیع کی طرف بھی گزشتہ پچیس سالوں میں بہت کچھ توجہ مبذول ہوتی ہے
قسطنطنیہ کا گھاٹ جو فرنچ کمپنی نے تعمیر کیا ہے جہازرانی کے لئے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ بیروت و سالونیکا میں
بھی ایسے ہی گھاٹ بنوائے گئے ہیں۔ نیز ایک بہت بڑا گھاٹ حیدر پاشا جو اناطولین ریلوے کا انتہائی مقام ہے اس میں
بھی تعمیر ہوتا ہے۔ مثلاً اناطولین ریلوے کمپنی کو خلیج فارس تک لائن کو وسعت دینے کی حال میں اجازت ملی ہے جو تکمیل لائن پر
یہ ریلوے ملک کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگی۔ اور ایشیائے کوچک میں سیر و سفر اور آمدورفت کے متعلق بہت سی
سہولتیں پیدا ہو جائیں گی۔ بمرا قصبہ ریلوے لائن براہ مقدونیہ سالونیکا سے مونستر تک اور اسکوب سے زیبچن تک کی
ریلوے لائنیں اور اونکی شاخیں بھی اسی ربع صدی کے قابل یادگار واقعات ہیں۔ ان میں بھی مختصر ریلوے
بننے والی ہے۔ اور بیروت سے دمشق اور جافہ سے یوروشلیم تک لائنیں تیار ہو چکی ہیں۔
ان پچیس سالوں میں ہر قسم کے مدارس تمام سلطنت میں قائم کئے گئے ہیں۔ کوئی شہر یا قصبہ ایسا نہ ہوگا۔ جہاں
لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے لئے پرائمری اور سکنڈری مدارس موجود نہ ہوں۔ تعلیم کو ایک عام صلاح کے الفاظ
سے تعبیر کر سکتے ہیں جس کی بنیاد ایسے وسیع پیمانہ پر ترکی میں رکھی گئی ہے۔ بجز پولیٹیکل انسٹیٹیوٹ۔ فوجی و سول
کالج اور عظیم الشان طبی و قانونی مدارس اور متعدد تجارتی کالج قسطنطنیہ میں اسوقت موجود ہیں۔ اور روز بروز قائم
ہوتے جاتے ہیں۔ سلطان عبدالحمید کے عہد میں قسطنطنیہ و صوبجات میں اس قدر مسجدیں، چشمے، تالاب وغیرہ بنائے گئے ہیں
کہ اونکی صحیح تعداد معلوم کرنا مشکل ہے۔ پولیس اور جندارمہ کے بارہ میں عمدہ عمدہ اصلاحیں ہوئی ہیں۔ یورپین صوبوں میں
میں جو ڈاکے پڑا کرتے تھے۔ وہ اب قصہ پارینہ کے مصداق ہو گئے ہیں۔ موجودہ وزیر اعظم ترکی جو ان دنوں ... کے گورنر تھے
انہوں نے رہزنوں اور ڈاکوؤں کے قلع و قمع کرنے میں ایسی سرگرمی کی کہ ان افسوسناک واقعات کا آئندہ کے لئے خاتمہ
ہو گیا۔ ایشیا میں البتہ ابھی کہیں کہیں ڈاکو موجود ہیں مگر اونکے بڑے بڑے جتھے اور نامور سرغنے گرفتار ہوکر کیفر کردار کو پہنچ
چکے ہیں۔ اس ربع صدی میں

فرقۂ نسواں کی حالت

بھی کچھ بڑھ گئی ہے۔ اونکو تعلیم حاصل کرنے کیلئے وہی سہولتیں حاصل ہیں۔ جیسی کہ اونکے بھائیوں کو
لڑکیوں کی تعلیم و تربیت میں بہت بڑی توجہ کیجاتی ہے۔ معزز طبقہ میں کثیر الازدواجی گو متروک نہیں ہوئی مگر دن بدن
کم ہوتی جاتی ہے۔ قسطنطنیہ میں ایک نہایت عمدہ اور قابل قدر اخبار زنانہ اہتمام سے شایع ہوتا ہے۔ اسکی اڈیٹر اور مضمون نگار
عورتیں ہیں۔ عورتیں برقع چہرے پر ڈالکر آزادی سے دکانوں میں خرید و فروخت اور ریلوے ٹرینوں میں سیر و سفر کرتی ہیں+

قصیدۂ تہنیت جسے سلطان المعظم کی نقرئی جوبلی کے جلسہ بمقام حیدرآباد مولوی ظفر علی خان صاحب بی اے نے پڑھا

کون ہے وہ حامیٔ دین حارس شرع متین | جس کی سطوت قوم کی ... ہے

Marfat.com

کون ہے وہ ناخدا جس کے سہارے لی بچا
کون ہے وہ چارہ ساز درد مندان جیب رشک
کون ہے وہ جس کی ہیبت کی شوکت کی شان
آسمان کوکب وہ شاہنشاہ ہے عبد الحمید
مرحبا اے حقہ عزت ترت رالسل ترے
نام تیرا رمسد شان شکوہ و تمکنت
اس کو کہئے محمل لیلائے تمکین و وقار
اس کو کہئے مطلع مہر سعادت بیگمان
غلغلہ آفاق میں تیری جلادت کا پڑا
اہل یورپ نیمجان تجھے تھے جس جبار کر
تا تمک آئیں صلیب و تا سما شیر و ہلال
تیری تیغ جانستان سے اہل یونان کو سبق
اُن کی لاشوں سے ہی پھیلی گردشتہ ادیکو سہا
نوحہ اُن لفظوں میں ڈھکیگا ر ہے اُ نکا پڑھا
مرثیہ خواں اون کے ماتم میں ہوا الا لیہ لُو لا
انپہ ہے لقمہ ر کستان تیرا اولی اور طاعہ ذات
نور علم و فن سے تو نے ملک کو روشن کیا
کیوں رضا یا کرنے کی سمپا کی امرتو
سب جہاں کے گرداں افراد اں کا اسیر اتفاق
ہو چلا ہے عہد میں تیرے دمشق اور کعبہ ایک
تو نے پہونچایا شہا اللہ کے گھر تک اہل
ہے اُنھیں تجھ سے تو اس حال پر جبتک قیام
آج سلطاں کو حکومت کے ہوئے پچیس سال
موج زن روح درواں میں خرمی کا جوش ہے
جذبۂ دل کے ترانے کے سنانے کے لئے
کیوں نہ کہلائے یہ جشن عشرت فزا القصہ یہی
نقرہ ستیل بکا نجسم سے مہر سے

زورقِ اسلام گرد ب بلا سے بالیقین
کہا رہا ہے ساکن خلوت جسپہ چارمین
ہے مسلمانان عالم کے لئے حبل المتین
نام نبی ختم رسل ہے - اور امیر المومنین
حبذا اے خاتم اقبال و دولت را نگین
ذات تیری مظہر شیءِ ان آلہ العالمین
اس کو کہئے منبع سرچشمۂ دنیا و دین
اس کو کہئے مطلع نور نجابت بالیقین
تیری صولت کو گئے ہیں مان ابنائے زمین
پسلیاں لاکر اٹھینگے پر اسی نے اوسکو دین
گر ہیں سلطان ہمیار است و صنعش ہمچنین
وہ پڑھا یا حشر تک جسکو وہ بھولیں گے نہیں
انکے خوں سے ہو رہی ہے سرحد یونان نجبین
سب آئین جہان گاہے چناں گاہے چنین
آسماں گاہے بمہر است اے برادر گہ بکین
انپہ ہے تیغ لیا منشا اس ہو کر خشمگین
تو ہے بیشک بحر فیضان عقل اور دین
دیکھا انگو جب ہوا پر ظل رب العالمین
یہ خطا ہے اور یہ تھا تیری رائے رزین
ایسا اثر کیا کہ جو بجھا ہیں تبراق آتشین
بیگماں تجھ پر کرے گا رشک جبریل امین
قوم کو فیض اور احسان تیرا ہو لگا
سنگ کیں مدت سے تجا الا [illegible]
کیوں نہ ہم گائیں مسرت کے ترانے دلنشین
آج کی شب تو ہے باہم بہ بزم مسلمین
بن رہے ہیں جبکہ کان سیم افلاک و زمین
نور کی صورت پہ برساتا ہے سپہر بہترین

صحن غبرا میں کھڑے ہیں لیکے ساغر نصرتی قیصر ہندوستاں کی طرح اب تیرا حصہ میں	اخوان [illegible] ہو [illegible] دیکھنا اللہ [illegible]

حضور سلطان المعظم کی نصرانی جوبلی | سیٹھ عبدالقادر صاحب عرف محمد قاسم الدین [illegible]

مسلمانان ڈربن کو کانگریس ہال میں مدعو کیا۔ اور تمام شرفائے ڈربن بکمال صدق و محبت قلبی شام کو ۸ بجے [illegible] آنے شروع ہوئے۔ اور چند ہی ساعت میں یہ جگہ جم غفیر سے بھر گئی۔ اسمیں تقریباً دو سو اشخاص موجود تھے جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:۔

سیٹھ عبدالقادر صاحب۔ حاجی عبداللہ صاحب۔ محمد قاسم آنگلیہ صاحب حاجی ابراہیم صاحب۔ آمی الیگزینڈر برادر سیٹھ عثمان احمد صاحب۔ حکیم محمد گلزار صاحب سیٹھ پیر محمد صاحب۔ سیٹھ حسین قاسم صاحب سیٹھ عبدالغنی صاحب مسٹر آر کے خان بیرسٹر ایٹ لا مسٹر ایم کے گاندھی بیرسٹر ایٹ لا سیٹھ غلام حسین میاں خان سیٹھ داؤد محمد [illegible] سیٹھ [illegible] احمد [illegible] صاحب شامل تھے سیٹھ عبدالقادر صاحب نے افتتاح جلسہ کے بعد کہا۔ کہ چونکہ یہ اسلامی جلسہ ہے۔ اس واسطے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مولوی [illegible] محمد صاحب اس جلسہ کے پریزیڈنٹ قرار پائیں۔ اور مولانا حافظ محمد سلیمان صاحب راندیری اس کے سکرٹری مقرر ہوں۔ اسپر تمام حاضرین مجلس نے خوشی ظاہر کی۔ اور مولانا مولوی [illegible] محمد صاحب کرسی صدارت پر متمکن ہوئے بعدہ مولوی صاحب نے ایک [illegible] اور دلچسپ تقریر کی۔ اور انعقاد جلسہ کی وجہ اس طرح بیان کی:۔

حاضرین! اس مبارک جلسہ کے واسطے آپکو اس لئے تکلیف دی گئی ہے۔ کہ جناب خلیفۃ المسلمین خادم حرمین الشریفین و بیت المقدس۔ محافظ اسلام سلطان ابن خاقان حضرت سلطان المعظم عبدالحمید خان خلد اللہ ملکہ کے پچیس سالہ دور حکومت کے جشن نصرانی پر آنحضرت کی خدمت عالی میں ایڈریس پیش کیا جاوے اور آپ کے [illegible] تخت نشینی پر اظہار خوشی کیا جاوے۔ آپ کو تخت خلافت پر جلوہ گر ہوئے پچیس سال گذر گئے ہیں جو بہت لئے خوش [illegible]۔ [illegible] سے شان سلطنت [illegible] میں لے رکھی ہے۔ وہ [illegible] ہے۔ آپ [illegible] کی یادگار زمانہ کی [illegible] ہے جو [illegible] پر بھی ایڈریس پیش کیا گیا تھا۔ آپکی عمر اسوقت قریب ۶۰ سال کی ہے۔ چونکہ ہمارا دینی تعلق اندرونی اسلام آنحضرت سے اور جسمانی تعلق حضور ملکہ معظمہ قیصرہ ہند سے ہے۔ اور جنکی زیر امن سلطنت میں ہم آزادانہ طور پر فرائض مذہبی و اسلامی ادا کرتے ہیں ہم مسلمانان ڈربن حضور ملکہ معظمہ قیصرہ ہند دام اقبالہا کی وفادار رعایا ہونیکو فخر سمجھتے ہیں۔ خداوند کریم ہماری ملکہ کو سلامت رکھے۔ مگر ہم اپنے اسلامی بادشاہ کو بھی نہیں بھلانا چاہیئے۔ خداوند کریم ہمارے دینی سلطان المعظم اور ہماری پادشاہ حضور ملکہ معظمہ کے تعلقات دہور تک [illegible] میں باہم اتفاق و اتحاد رکھے۔ اور مانند شیر و شکر رہیں۔ اور کبھی اختلاف پیدا نہ ہو۔ اس واسطے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اور عمدہ چاندی کی پلیٹ پر ایڈریس کندہ کراکر حضور عالی کی خدمت میں پیشکش کیا جاوے۔ اس تجویز سے سب صاحبان نے اتفاق ظاہر کیا۔ اور اسیوقت چندہ جمع کرنا شروع کیا۔ اور ۶۰ پونڈ نقد فوراً جلسہ میں چندہ جمع

ہوگیا۔ اِس علو ہمتی اور محبت اسلامی پر غور فرمایئے۔ کہ آناً فاناً نو سو روپیہ نقد فراہم ہوا۔ حالانکہ ہماری اکثر ہندوستانی انجمنیں تمام سال روتی رہتی ہیں پھر بھی اسقدر روپیہ بصد مشکل اکٹھا ہوتا ہے۔ سچی غیرت و حمیت اسلام اِسی کا نام ہے۔ بالاتفاق یہ رائے قرار پائی۔ کہ ڈربن شہر کے ہر دو معززوں کے دستخط تمام مسلمانوں کی طرف سے ہوں یعنی مولانا مولوی شیخ محمد صاحب سورتی امام مسجد گرے سٹریٹ اور مولانا حافظ القرآن محمد سلیمان صاحب راندیری امام مسجد سورتی کے ۔

شکریہ کے بعد مجلس برخاست ہوئی معلوم رہے کہ یہ جلسہ صرف قولی ہی نہ تھا۔ بلکہ فعلی تھا۔ ایڈریس تیار ہو رہا ہے۔ اور مسٹر ایم کے گاندھی صاحب بیرسٹر ایٹ لا انگریزی میں عبارت تحریر فرما دینگے۔ اس پر [illegible] کعبہ شریف و مسجد مدینہ منورہ کا نقشہ [illegible] آنریبل [illegible] چاند ستارہ [illegible] ہونگے [illegible] روانہ کیا جائیگا

آپکو معلوم رہے کہ اِس شہر ڈربن میں متمول مسلمانوں کی [illegible] کانگریس قائم ہے۔ اور تین ہزار روپیہ تک جمع کر چکی ہے۔ اوسکا ایک وسیع ہال ہے جسمیں فرش فروش [illegible] موجود ہیں۔ اور ایک عمدہ لائبریری ہے۔ اوس کی دیوار وغیرہ تمام آفیشل افسروں کی تصاویر [illegible] بہت [illegible] سجا ہوا وقت ضرورت بلالحاظ مذہب و ملت ہر ایک ممبر اس میں حاضر ہوتا ہے۔ اور ہندوستانی [illegible] کے فوائد کیطرف وقتاً فوقتاً بحث ہوتی رہتی ہے۔ مسٹر گاندھی صاحب بیرسٹر ایٹ لا [illegible] اس کے سکرٹری ہیں۔ یہ صاحب [illegible] سال سے بہت [illegible] اور سیٹھ عبدالقادر صاحب اس کے پریسیڈنٹ ہیں [illegible] کانگریس نے [illegible] روپیہ جمع کئے۔ اور ایک عمدہ ایڈریس طلائی حضور سلطان المعظم میں پیش کیا گیا تھا۔ جوبلی کے موقعہ پر اس کانگریس نے [illegible] درخواست [illegible] کی خدمت عالیہ میں ایڈریس بھیجا۔ [illegible] کانگریس پولیٹکل امورات میں بہت بڑی دلچسپی ظاہر کرتی ہے۔ [illegible] ہندوستانی [illegible] انڈین [illegible] کے جنمیں صرف [illegible] ہوتی ہے [illegible] نہیں + [illegible] ڈاکٹر [illegible] صاحب [illegible]

خلاصہ خطوط منشی محبوب عالم صاحب از قسطنطنیہ

(۱۲۔ ستمبر سنہ ۱۹[illegible]ء)

پہلا خط میں نے بڈاپسٹ دار الخلافہ ہنگری سے لکھا تھا۔ [illegible] ہنگری [illegible] سلطنت تھا۔ مگر اب یہ ایک مستقل سلطنت آسٹریا کے ماتحت ہے۔ اور [illegible] کی سلطنت سے عمارات کی عظمت شائستگی اور شان و شوکت میں کم نہیں۔ [illegible] ٹرام [illegible] اور [illegible] گھوڑوں سے چلتی ہیں۔ لیکن بڈاپسٹ کے قریب قریب تمام بازاروں اور کوچوں میں برقی ٹرام سے چلتی ہے۔ اور دریائے ڈینیوب جسکے دونوں طرف یہ شہر آباد ہے سٹیمر چلتے ہیں یعنی شاید پہلے خط میں ذکر کیا تھا۔ کہ یہاں ایک

Marfat.com

آسٹریا ہنگری کی گورنمنٹ اس کی نگرانی کرتی ہے جہاں بوڈاپسٹ میں ایک مسلمان ولی کی قبر ہے[1]۔ جو اُس زمانے میں فوت ہوا تھا جبکہ یہاں ترک حکمران تھے۔ اسکو گورنمنٹ آسٹریا نے بہت عمدہ حالت میں رکھا ہوا ہے۔ اس کے گرد ایک عالیشان عمارت تعمیر کی ہوئی ہے۔ کہ جس میں بطور آرائش کئی بُت رکھے ہوئے ہیں قبر جس جگہ ہے میں ہے۔ وہاں ایک کتاب رکھی ہے جس پر اس مقام کے زائر اپنے نام لکھ جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کم از کم چار پانچ ہندوستانی یہاں اس سے پہلے جا چکے ہیں۔ افغان و ترک زیادہ تھے۔ یہاں کے ایک مشہور عربی پروفیسر ویمبری سے ملنا چاہا۔ دو دفعہ آدمی بھیجا۔ مگر وہ مکان پر نہ تھے۔ بڈاپسٹ کا تو کیا ذکر ہے۔ ترکوں نے تو ویانا پر بھی حملے کئے ہیں مگر ایک زمانہ ایسا آیا کہ نہ صرف اُنکے حملے ہی رک گئے۔ بلکہ خود انکے ملک کے پارچے پارچے ہو گئے۔ اور وہ اس تقدیر کو نہ ٹال سکے۔ ایک ایک کر کے کئی بڑے بڑے صوبے جو اب مستقل سلطنتیں مثل یونان۔ بلگیریا۔ سرویا۔ رومانیا وغیرہ کے ہیں۔ انکے ہاتھ سے نکل گئے۔ بڈاپسٹ میں ڈاک گاڑی پر سوار ہو کر برابر ۳۱ گھنٹے کے سفر کے بعد مالک حدود میں پہنچا میرا ارادہ راستے میں صوفیہ دیکھنے کا تھا۔ مگر دو سٹیشن سے ہی مجھو اتنا بے حیثیت شہر معلوم ہوا کہ جیسے وہاں اُترنا مناسب نہ سمجھا۔ ایک دامن کوہ میں سفالپوش مکانات کا ایک سلسلہ واقع ہے جنہیں سے چند ہی دو منزلہ ہوں گے اسلئے میں سیدھا اڈریانوپل کو چلا آیا۔ بالگراڈ سے دو مقام سے ایک سٹیشن پہلے جبکہ ریل سرویا کی حد میں داخل ہوئی تو ایک فوجی نے ریل میں داخل ہو کر اجنبی مسافروں کے پاسپورٹ دیکھے لیکن بالگراڈ میں گاڑی بدلنی پڑتی ہے۔ یہاں گاڑی سے اُتر کر اسباب ایک کمرہ میں کھولکر کسٹم کے افسروں کو دکھلایا گیا اور پاسپورٹ ایک فوجی افسر نے لے لئے جو گاڑی میں بیٹھنے کے بعد سب کو تقسیم کئے گئے۔ اسی طرح صوفیہ سے ایک سٹیشن پہلے بلگیرین افسروں نے گاڑی میں داخل ہو کر مسافروں کا اسباب چلتی ریل میں دیکھا اور سب کے پاسپورٹ لئے۔ جو صوفیہ پہنچکر واپس دیئے گئے۔ ہمیں شک نہیں کہ یورپ کی تمام سلطنتوں کی حدود میں داخل ہونے کے وقت جو چنگی کے افسر اسباب دیکھتے ہیں یہ مسافروں کے لئے سخت تکلیف اور پریشانی کا موجب ہے۔ خواہ دن ہو یا رات۔ تمام اسباب اٹھا کر یا زیادہ ہو تو قلیوں سے اٹھوا کر سٹیشن کے ایک کمرہ میں لیجانا پڑتا ہے اور ایک کونٹر پر سب لوگ قطار باندھ کر اپنے اپنے بیگ اور ٹرنک کھولکر رکھ دیتے ہیں جنہیں چنگی کے افسر ہاتھ ڈالکر دیکھ لیتے ہیں کہ انہیں کوئی قابل محصول چیز تو نہیں بعض ممالک مثل فرانس۔ جرمنی۔ انگلستان و آسٹریا میں کبھی صرف زبانی پوچھکر

---

[1] اس ولی کا نام "گل بابا" ہے اور یہ مقبرہ "گلاب کی پہاڑی" پر واقع ہے جہاں اب تک ترکی اور دیگر اسلامی ممالک سے حاجی اور زائر اس مقبرہ کو دیکھنے آتے ہیں۔ گورنمنٹ آسٹریا ہنگری پر اس کی نگہداشت اور نگرانی فرض ہے کیونکہ ۱۶۹۰ء میں جبکہ بڈاپسٹ کی حکومت ترکوں کے ہاتھ سے نکلکر عیسائیوں کے ہاتھ میں چلی آئی تو عہدنامہ میں ایک شرط یہ بھی لکھی گئی کہ عیسائی گورنمنٹ گل بابا کی خانقاہ کی نگرانی اور مرمت کراتی رہے۔ گل بابا ایک ترک بزرگ گذرا ہے جس کا یہ قلعہ نما مقبرہ سرخ اینٹ کا ۱۵۴۸ء میں محمد پاشا اُس زمانے کے شہر بڈا کے حاکم نے تعمیر کرایا تھا۔ ایک جاہل مسلمان سے ہم نے سنا کہ یہاں اب تک اس ولی کی ایک کتی کی نسل اور اسکی قبر کی محافظ چلی آتی ہے جو اس کی کرامت شمار ہوتی ہے لیکن ہم نے یہ عجیب نسل نہیں دیکھی۔ دنیا کے لوگ ایشیا اور یورپ کی اقوام کے ہیں یہاں ایشیائی رنگ کی جھلک بقدر لباس اور شکل میں بھی نظر آتی ہے اکثر عورتیں عیسائی یا یہودی دکھائی دیتی ہیں یہاں یہودی بھی بہت ہیں اور سر پر بجائے ٹوپی کے رومال باندھتی ہیں۔ یہ مقام ہنگری کا دارالخلافہ اور یورپ کے اس حصہ میں مجمع مرکز تجارت تعلیم اور ترقی کا ہے۔

Marfat.com

چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن اسبارہ میں جسقدر دقت اور پریشانی مسافر کو حدود ٹرکی میں اٹھانی پڑتی ہے اسکی نظیر کہیں نہیں دیکھی۔ شام کے قریب ریل حدود سلطنت عثمانیہ میں داخل ہوئی جسکا پہلا اسٹیشن مصطفےٰ پاشا ہے۔ یہاں ٹرکی (کسٹم) کے افسروں نے گاڑی میں داخل ہوکر مسافروں کا اسباب دیکھا۔ میرے دونوں ٹرنک پیرس سے سیدھے قسطنطنیہ کو [illegible] بار بار کے کھولکر دکھلانے کی تکلیف سے بچنے کے لئے رجسٹر کرا دیئے تھے۔ اور میرے پاس ایک ہینڈ بیگ اور ایک [illegible] کا اور دو تین کتابیں تھیں۔ جنپر کسی ملک کے چونگی کے افسروں نے تعرض نہیں کیا تھا۔ مگر ترکی افسروں نے [illegible] کتابیں لے لیں اور میرا پتہ بھی لے لیا۔ اور مجھے یہ کہا کہ تمہیں یہ کتابیں قسطنطنیہ میں مل جائیں گی۔ لیکن مجھے اسوقت کیا معلوم تھا کہ آیا ملیں گی بھی یا نہیں۔ اور اگر ملیں گی تو کسقدر دقت سے ملیں گی۔ ان کتابوں میں [illegible] ریل اور دوسری کا تحفہ عباسیہ تھا۔ پہلی کتاب مجھے [illegible] دیگر قابل دید چیزوں کے حالات کے متعلق انگلستان [illegible] چھاپی ہے۔ اور [illegible] سے خریدی تھی۔ کہ شہر کے دیکھنے میں مجھے مدد دے۔ اور دوسری کتاب [illegible] ترجمہ کے درج ہے۔ مجھے شان و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا [illegible] سلطنت عثمانیہ کی ریل [illegible] بلقان سے گذرتی ہے۔ اور قریب قریب تمام [illegible] وادی میں چلی جاتی ہے۔ جسکو دیکھکر تعجب ہوتا ہے [illegible] جو کاشتکار ہیں۔ اور دیہات میں رہتے ہیں [illegible] کمبل ہے۔ بلگیرین یعنی بلغاریوں کی پوشش [illegible] پہنتے ہیں جنکی آستینیں لمبی ہوتی ہیں۔ اور پتلون [illegible] دیگر بلاد یورپ کی ہے۔ پہاڑوں کے پہلو [illegible] بھی۔ مگر کم۔ بھیڑ بکریوں کے گلے بھی پالتے ہیں۔ اور [illegible] یورپ کے کھیت [illegible] کرنے کے بیل استعمال کرتے ہیں۔ گھوڑے بہت چھوٹے [illegible] ہے۔ رنگ انکا بھی گندمی ہیں۔ جو عام ہندوستانیوں [illegible] جوان قد آور مضبوط ہیں۔ [illegible] فوج کا کام [illegible] بلگیرین [illegible] یورپ میں آکر جب تم ان [illegible] سلطنتوں میں [illegible] رہو۔ تو تمہاری [illegible] دیکھنے کی عادی ہو جاتی ہیں۔ جو پہلے نہیں تھی۔ جابجا خوبصورت جوان [illegible] لٹکائے پھرتے نظر آتے ہیں۔ جو مشرقی یورپ میں [illegible] کثرت سے ہیں۔ بلکہ قسطنطنیہ میں [illegible] بازاروں میں طرح طرح کی [illegible] وردیاں پہنے نظر آتے ہیں جنمیں سے بعض بہت خوشنما ہیں۔ یہاں کی عام پولیس [illegible] کی وردی بہت بڑھیا ہے۔ ہرچند کہ میں بالکل جفاکش ہوں۔ اور سفر کی تکلیف اٹھا سکتا ہوں۔ لیکن [illegible] ہرگز برداشت نہیں کرسکتا۔ بڈاپسٹ سے چلکر [illegible] گھنٹے کے سفر کے بعد میں اڈریانوپل [illegible]

له فارسی نہیں بلکہ فرینچ ہے۔ مترجم

پولیس افسر نے پاسپورٹ طلب کیا۔ اور اوس کے مندرجات کے اندراج کے بعد مجھے جانے کی اجازت دی۔ سٹیشن سے شہر چار میل تھا۔ اور نو بج چکے تھے۔ اس لئے سٹیشن کے قریب ہی ایک ہوٹل میں ٹھہرا۔ صبح شہر کو گیا۔ نہ تو سٹیشن سے شہر تک سڑک اور نہ شہر کی گلیاں۔ اور بازار کسی طرح بھی شہر کے لئے باعث عزت ہو سکتے ہیں۔ یورپ کے قطع نظر ہندوستان کے کسی منسپلٹی ٹاؤن کی یہ حالت سخت ذلیل سمجھی جانے کے قابل ہے۔ بحالیکہ اس سلطنت میں اس شہر کو وہ درجہ حاصل ہے۔ جو انگلستان میں لورپول۔ گلاسگو اور مانچسٹر کو یا ہندوستان میں کسی بڑے پراونشل ٹاؤن کو ہوتا ہے۔ مکانات عموماً چوبی اور ایک منزلہ ہیں۔ جو بہت واہیات ہیں۔ اور سوائے دو تین مسجدوں کے کوئی چیز قابل دید نہیں۔ سلطان سلیم کی مسجد بڑی عالیشان ہے۔ مسجد کا صحن مربع سامنے ہے جسمیں ایک چھوٹا سا بلند حوض وضو کرنے کیلئے بنایا گیا ہے جو خود مسقف ہے لیکن اسکے پہلوؤں میں وضو کرنیکے لئے ٹونٹیاں ہیں۔ اس صحن کا تمام فرش سنگ مرمر کا ہے۔ لیکن اسپر سب لوگ جوتیاں لیجاتے ہیں۔ مسجد وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں سے اوپر مسقف ہے۔ یہ جگہ بھی اتنی ہی بڑی ہے جتنا کہ صحن ہے۔ گرد گیلریاں ہیں۔ منبر تک پہنچنے کے لئے بہت سی سیڑھیاں ہیں۔ دیوار و منبر اسی قسم کے چینی کے کام ہیں۔ آیات قرآن بہت خوشخط لکھی ہوئی ہیں جیسی کہ لاہور کی مسجد نواب وزیر خاں میں ہیں۔ مسجد میں بارہ ہزار کتب کا کتبخانہ ہے۔ مستورات کے نماز پڑھنے کے لئے ایک پردہ دار جگہ بائیں جانب کی گیلری پر بنائی گئی ہے۔ اسمیں بہت سے فانوس چھت سے آویزاں ہیں۔ اور ایک بہت بڑا جھاڑ لٹکتا ہے۔ دوسری مسجد عسکری اور تیسری مسجد عتیق بھی بڑی بڑی مسجد ہیں جن کے فرش فروش ٹھیک ہیں۔ مگر ان میں صرف دیواروں کی سفیدی پر سیاہی سے جلی قلم سے لکھی ہوئی بعض آیات اور نام ہیں یہاں کی مسجدوں پر صرف ایک یا دو مینار ہوتے ہیں۔ اور کئی گنبد جوڑ کر صاف سقف بنا دیا جاتا ہے تاکہ بہت سی جگہ چھت آ جائے۔ سلطنت کی طرف سے اماموں اور موذنوں اور خطیبوں کو تنخواہ ملتی ہے جسکی تفصیل کسی دوسرے خط میں لکھونگا۔ مسجدوں میں بہت سے قرآن رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ تاکہ اگر کوئی شخص آکر پڑھنا چاہے تو پڑھے۔ ادرنہ کی مسجد عتیق میں ایک قرآن میں نے دیکھا۔ جسکی ضخامت اور چوڑائی بالشت سے کم نہ ہوگی اور طول و عرض گز ڈیڑھ گز ہے۔ یہاں ایک ہفتہ وار اخبار "ادرنہ" کے نام سے نکلتا ہے۔ تجارت کی حالت بہت ادنیٰ ہے جیسا مال کہ ہندوستان کے کسی قصبہ کی دوکانوں میں ہوگا ویسا ہی یہاں ہے البتہ قہوہ خانے اور ریسٹورنٹ یہاں بھی بہت ہیں۔ اور ڈبل روٹی کا رواج ہے۔ مگر اس سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ قسطنطنیہ کی دوکانوں میں بھی یہی حال ہے۔ نہیں بلکہ ہر قسم کا مال جو یورپ کے دوسرے شہروں کی دوکانوں میں ہے۔ ویسا ہی یہاں بھی ہے قسطنطنیہ یورپ اور ایشیا کی تجارت کی منڈی ہے۔ اور یہاں لاکھوں دوکانیں مال سے پر ہیں لیکن یہ تمام یا انکا بہت ہی بڑا حصہ اہل یورپ یا انکے ایجنٹ ہیں یعنی عیسائی یہود اور آرمنیوں کے ہاتھ میں ہے۔ مسلمانوں کے ہاتھ میں یہاں کی تجارت میں بھی اللہ کا نام ہی ہے۔ یہاں کے یہودی اور عیسائی اور مسلمانوں کے درمیان مشکل سے تمیز کر سکنا نہ صرف اجنبی کے لئے مشکل ہے۔ بلکہ یہاں کے لوگوں کے لئے بھی سوائے علماء اور طلباء کی جماعت کے جو ایک چھوٹی سی سفید پگڑی پٹی کی طرح ٹوپی پر لپیٹ لیتے ہیں۔ باقی سب لوگ عیسائی ہوں یا مسلمان ترکی ٹوپی پہنتے ہیں سوائے معدودے چند اجنبیوں کے جو یورپین ٹوپی پہنتے ہیں۔ باقی سب ترکی ٹوپی استعمال کرتے ہیں۔ ٹوپی کے علاوہ باقی لباس سب کا کوٹ پتلون ہے۔ داڑھی سوائے جماعت علماء یا مشائخ یا حاجیوں کے شاید ہزار میں

Marfat.com

ایک آدھ کی منڈی ہوئی نہ ہوگی عیسائیوں کو یہاں رومی یا رومی کہتے ہیں - اور مسلمانوں کو ترک۔ ترک سوائے فوجی خدمت
کے اور کسی کام میں سربرآوردہ نہیں ہیں - اور شاید وہ بھی اسلئے کہ قانون کے مطابق غیر مسلم فوج میں خدمت نہیں کر سکتے
مگر افسروں میں بہت سے جرمن افسر شامل ہیں آجتک قسطنطنیہ اور سلطنت عثمانیہ میں یورپین زبانوں میں فرانسیسی پسندیدہ اور
مرغوب رہی ہے۔ اور اب بھی ہے لیکن جب سے کہ قیصر جرمنی نے سلطان المعظم سے دوستانہ تعلقات پیدا کئے ہیں۔ اور ترکی فوج میں
جرمن افسروں نے کام سکھلانا شروع کیا ہے۔ جرمنی زبان کی طرف لوگوں کا شوق بہت بڑھ گیا ہے۔ جہاں جنگی محکموں میں جرمنی حضرات
کا زور ہوتا ہے۔ جیسا کہ جرمنی۔ فرانس۔ آسٹریا یا ترکی کا حال ہے۔ وہاں کا فیشن اور دربار [illegible]
تاہم ترکی کے جنگی مدارس کا قانون زبانوں کی تعلیم کے لحاظ سے اس طرح ہے کہ ہر طالب علم کو [illegible] زبان کا
سیکھنا لازمی ہے - اور جرمنی اور روسی زبانوں میں سے کسی ایک کا سیکھنا لازمی ہے [illegible]
سابق آجکل زیادہ نوجوان جرمنی زبان پسند کرتے ہیں۔ ترکی ٹوپی سے متعلق [illegible] ٹوپی عموماً
فوج اور پولیس کے لوگ پہنتے ہیں۔ معمولی لباس کے ساتھ [illegible] ٹوپیاں
بنانے کا ایک کارخانہ جاری ہے۔ لیکن وہ اچھی ٹوپیاں [illegible]
اسلئے قریب قریب تمام ترکی ٹوپی جو اس ملک میں استعمال ہوتی ہے [illegible]
بلکہ ایک ویانہ کی [illegible] ترکی ٹوپیاں [illegible]
وہاں تھا جس نے پچاس ہزار درجن ٹوپیاں [illegible]
انہیں ترکی اور مصری تصویریں بناتے اور عبارتیں لکھتے ہیں۔ [illegible]
کا خیال ہے۔ کہ یہ ٹوپیاں [illegible]
لوگوں نے یہاں اسقدر [illegible]
ابراہیم کا نام لکھا ہوا ہے۔ یا کسی کمپنی کا نام [illegible]
یہ سب نام یہاں آکر عیسائیوں نے یہاں [illegible]
تو نہیں ہیں۔ جیسی کہ یورپ کے دوسرے شہروں [illegible]
پر چار۔ پانچ یا چھ زبانوں میں نوٹس بورڈ نہ پاؤ گے۔ ترکی کے علاوہ [illegible]
بلغاری کا ہونا ضروری ہے - اسکی وجہ یہ ہے کہ اس عجیب شہر میں [illegible]
کی یہ زبانیں اور خط ہیں - اور مزہ یہ ہے کہ یہ لوگ یہاں [illegible]
بازاروں میں آٹھ دس زبانوں کے اخبار بکتے ہیں [illegible]
فرانسیسی۔ آرمنی۔ اٹالین۔ جرمنی۔ انگریزی [illegible]
اخبارات کو بھی آزادی لکھنے کی نہیں ہے [illegible]
اور یہ بہت خوشامدانہ لکھتے ہیں۔ اور کئی معمولی باتوں کے [illegible]

Marfat.com

میں اخبارات نے خوب ترقی کی ہے۔ اس وقت یہاں کتنے ہی روزانہ اخبارات [illegible] حقیقت۔ معلومات وغیرہ کے روزانہ چھپتے ہیں جنہیں بہت سا مضمون [illegible] ہے۔ ان اخبارات پر محتسب کا ٹکٹ نہیں لگایا جاتا۔ لیکن جو اخبارات غیر قومیں یہاں چھاپتی ہیں [illegible] ٹکٹ لگا کر انہیں چھاپا جاتا ہے یہ ٹکٹ زیادہ قیمت کا نہیں ہوتا صرف دوپارہ کا ہوتا ہے۔ اور فروش [illegible] دو آنے کے برابر ہوتا ہے۔ چالیس پارے ہوتے ہیں۔ اس طرح دو آنے کے بیس ٹکٹ ہوئے تاہم اخبارات پر [illegible] اشتہارات پر یہ ٹکٹ لگا کر چھاپے جاتے ہیں مگر جس شہر کی آبادی اتنی آزاد قوموں پر مشتمل ہو۔ اور جو اپنی قومیت [illegible] قائم رکھنا چاہیں مجبوراً گورنمنٹ کو ایسے طریقے اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ مگر میرے خیال میں جو بھی (شاید میرا تجربہ کافی نہ ہو) پاسپورٹ اور مطبوعات کی چھان بین کے بارہ میں یہاں ضرورت سے زیادہ سختی کیجاتی ہے۔

مطبوعات کی چھان بین کے [illegible] اس حصے کا ذکر کرتا ہوں جس کا تجربہ خود مجھے حاصل ہو چکا ہے۔ جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ ممالک سلطنت عثمانیہ میں داخل ہونے کے بعد جب ٹرکی کے افسر چنگی نے مجھ سے دو کتابیں لے لیں۔ تو وہ قسطنطنیہ کے محکمہ پریس سنسر میں [illegible] بھیجی گئیں۔ [illegible] اپنے اسباب کے ٹرنک جو پیرس سے روانہ کر چکا تھا چنگی سے لینے گیا۔ تو میں اپنی کتابیں بھی [illegible] پہچان لیں۔ معلوم ہوا کہ انہیں جو ٹرکی زبان کے متعلق ہے قابل غور نہیں سمجھی گئی لیکن ترکی کا [illegible] کے ساتھ ایک دوسرے محکمہ میں بھیجا جانے کو ہے۔ بچا لیا یہ صرف گائیڈ بک ہے۔ اس میں کوئی پولیٹیکل باتیں درج نہیں۔ بلکہ [illegible] خانوں اور مکانوں کے حالات درج ہیں۔ جو صرف قسطنطنیہ آنیوالوں کے لئے چھاپی گئی ہے۔ یہ تو مجھے ابھی معلوم نہیں کہ مجھے ملیگی بھی یا نہیں۔ لیکن دوسری ترجمہ کی کتاب کے اسناد سے وصول کر لیں جو مقدمہ ضابطہ کی [illegible] ایک [illegible] فوجداری مقدمہ کی پیروی کے برابر تھی۔ ساتھ ہی اسباب کے ٹرنک بھی لینے تھے پہلے تو ٹکٹ لینے کو [illegible] میں جانا پڑا۔ ریل کے اسٹیشن سے جا کر [illegible] دے کر ایک رسید بنوائی جس پر ایک ٹکٹ چسپاں کیا گیا۔ وہ رسید چنگی کے دفتر میں آئی۔ یہاں ایک چپراسی کو طمع دیکر اس کی پیروی پر متعین کیا۔ وہ اس کمرے سے اس میں اور اس سے اس میں بار بار جاتا تھا۔ [illegible] سے اندراج کراتا تھا۔ کہ آخر ٹرنک ملنے کی اجازت ہوئی۔ اور انہیں کھولکر ایک افسر چنگی کو دکھلا گیا [illegible] اور کوئی چیز از قسم تمباکو و شراب قابل محصول نہ تھی۔ یہی چیزیں زیادہ لوگوں کے اسباب سے یورپ [illegible] برآمد ہوتی تھیں۔ جو ان کے ہر وقت کے استعمال کی چیزیں ہیں۔ اور دونوں میرے کام کی نہیں ہاں مگر تین چار کتابیں اور کچھ اخبار [illegible] تھے۔ ایک تو نمائش پیرس کی گائیڈ بک تھی۔ دو فرنچ گرامر۔ اور ایک جرمن گرامر اور چند پرچے ہمدرد اخبار انتخاب اور پنجاب آبزرور کے۔ اور دو تین جرمن۔ فرنچ اور انگریزی اخبار تھے یہ سب بغرض ملاحظہ محتسب لے لئے گئے۔ معلوم نہیں ان میں سے کیا کیا کب ملیگا۔ افسوس ہے کہ یہ کارروائی [illegible] کی جاتی ہے۔ اگر ان چیزوں کی نگرانی ضروری ہی ہے۔ تو ایسے معقول اور ہوشیار افسر اس کام پر [illegible] کہ جو اس امر میں تمیز کر سکیں۔ کہ کون کون سی کتابیں اور اخبارات [illegible] مضامین پر مشتمل ہو سکتے ہیں [illegible] گرامر تو ہرگز ایسی کتابیں نہیں ہو سکتیں۔ علاوہ ازیں ایک ماہوار تنخواہ دار محکمہ رکھکر مسافروں کو [illegible]

Marfat.com

اور میر فیض محمود خان کے لئے وہ اپنی چیزوں کی بازیافت کے لیے دفتروں میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ بالکل گورنمنٹ کا بھی کچھ فایدہ نہیں ہوتا۔ اس روز چار گھنٹے کی کوشش کے بعد مجھے دو ٹرنک اور ایک کتاب ملی۔ تین چار جگہ مجھے دستخط کرنے پڑے کئی کتابوں میں اندراج ہوئے تین چار ٹکٹ لگائے گئے۔ ایک چپڑاسی کو ایک فرانک دیا۔ شیخ واجد محمد صاحب افغانی شیخ تکیہ سکاریہ گی میرے ہمراہ تھے ورنہ زبان نہ جاننے سے مجھے اور بھی دقت ہوتی۔ اور تب میرا مال مجھے ملا۔ بحالیکہ برلن سے پیرس جاتے ہوئے بھی میں نے اپنی ٹرنک پہلے رجسٹری کرا دیتے تھے۔ کیونکہ میں براہ برید جانا چاہتا تھا لیکن جب پیرس کے سٹیشن پر پہنچی۔ تو ایک منٹ میں اسی ٹرنک مجھے مل گئے۔ اور چنگی کا ملاحظہ بھی ہو گیا انہوں نے صرف ٹکٹ مجھ سے وہیں لے لی۔ جب میں نے ان کی شکایت کی۔ تو ایک شخص نے ایک مزیدار مثل یہاں کے محکمہ جات کی کارروائی کے متعلق سنائی۔ کہ ایک ترک [illegible] ایک زمانہ آخر رہا۔ اس نے اس کو پوچھا کہ تم نے روسی طریق پر انصاف کیا [illegible] دو تین ماہ خوب خراب کیا۔ [illegible] یہ تم خود ترکی طریق کو پسند کیا [illegible] اور نائل اور قعواق کی عادت ترکوں [illegible] اور سچ تو یہ ہے باوجود سینکڑوں ہزاروں ترک نوجوانوں کے یورپ میں تعلیم پا چکے [illegible] تعلیم پانے کے [illegible] اہل یورپ کی جیسی چالاکی پابندی [illegible] اہل یورپ کا چھوٹا پن [illegible] کہ جو جدید قدرتی خوبصورتی [illegible] کے انگریزی علاقوں [illegible] ایسا ہوتا ہوگا جیسا [illegible] عیسائی ہے۔ اونکی [illegible] سپاہی ایک [illegible] ہو گئے۔ اور اوسکو سپاہیانہ سلام کیا۔

یہاں صنعت و حرفت کے کوئی کارخانے نہیں [illegible] یہاں بنتی ہیں۔ وہ بہت بھدی ہیں [illegible] ایک دوکان بھی [illegible] دیکھی ہے جو معمولی ہے [illegible] نہیں ملائی جاتی [illegible] ہنگری نے اس قدر ترقی صنعت و حرفت میں کی ہے۔ کہ [illegible] قسطنطنیہ کی آبادی میں مردم شماری کے حساب سے بمقابلہ عیسائی اقوام کے مسلمان کم ہیں۔ علاوہ ترکوں کے یہاں عرب بھی بہت ہیں۔ اور فوج میں اور فوجی مدرسے میں بھی بہت سے عرب ہیں۔

یہاں سب سے بڑی قابل دید چیز آبنائے باسفورس ہے۔ جسے یہاں بغاز یعنی حلقوم کہتے ہیں۔ اس آبنائے کے تنگ حصہ پر دونوں کناروں پر دُور تک آبادی چلی گئی ہے۔ آبنائے باسفورس بحیرہ مارمورا کو بحیرہ اسود سے ملاتی ہے۔ بحیرہ روم کی طرف سے داہنی طرف ایشیا اور بائیں طرف یورپ ہے۔ یورپ کے ہر حصے میں پھر ایک پانی کی کھاڑی چلی گئی ہے جسے انگریز گولڈن ہارن کہتے ہیں۔ اس کھاڑی کے دونوں طرف قسطنطنیہ واقع ہے۔ ان دونوں حصوں کو دو پل ملاتے ہیں جنمیں سے ایک کا نام غلاطہ کوپری ہے۔ اور دوسرے کا عذاب کاپو کوپری۔ غلاطہ کوپری استنبول۔ غلاطہ اور پیرا کو ملاتا ہے۔ بحیرہ مارمورا کی طرف کا حصہ استنبول یا دیسی آبادی کہلاتا ہے۔ اور بحیرہ اسود کی طرف کا حصہ غلاطہ اور پیرا۔ اس حصہ میں یورپین آبادی اور دول غیر کے کونسل خانے موجود ہیں۔ یہ کیفیت باسفورس کے یورپین ساحل کی ہے۔ ایشیا کے ساحل پر جو آبادی قسطنطنیہ کی موجود ہے۔ اسکا نام سقوطری ہے۔ ان دونوں طرف کی آبادیوں سے بعض مضافات ملحق ہیں۔ چونکہ شہر کی ڈھلوان پہاڑیوں پر واقع ہے۔ ان ڈھلوان کناروں پر خوب صورت مکانات اور مساجد کے میناروں کا واقعہ ہونا اور بیچ میں سبز یا نیلگوں سمندر کا موجزن ہونا کیا دلفریب نظارہ ہے جس کے دیکھنے سے طبیعت سیر نہیں ہوتی۔ شہر خاص دو حصوں پر مشتمل ہے آبنائے کے یورپین ساحل پر جو حصہ ہے۔ اسمیں زیادہ یورپین آبادی ہے۔ اور اسکو پیرا کہتے ہیں۔ اسمیں یورپین سفارت خانوں کے عالیشان مکانات اور ہوٹل اور دوکانیں ہیں۔ اسکے مقابل کے حصہ میں ایشیائی ساحل پر دیسی آبادی ہے۔ گو اسمیں بھی زیادہ دوکانیں عیسائیوں کی ہیں۔ دونوں حصے دور تک کنار آب پر پھیلے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کے شہر کے مضافات سے جا ملے ہیں۔ ان مضافات اور شہر کے دو حصوں میں بذریعہ پانی کے آمد و رفت جاری ہے۔ قریب قریب تو چھوٹی چھوٹی بیشمار کشتیاں جنہیں کیک کہتے ہیں۔ لوگوں کو لیجاتی ہیں۔ لیکن دور جانیوالے اسٹیمروں پر جاتے ہیں۔ ایک اسٹیم شپ کمپنی جس کا نام شرکت خیریہ ہے۔ ان جہازوں کی مالک ہے لیکن اسمیں بھی زیادہ حصہ دار عیسائی ہیں۔ یہ جہاز نواح کی آبادیوں اور شہر کے دور حصوں تک لوگوں کو لیجاتے اور لاتے ہیں۔ امراء کے مکانات دُور تک کنار آب پر چلے گئے ہیں جنکی بنیادیں وینس کے مکانات کیطرح پانی لوٹ رہا ہے۔ شہر میں جہاں مسلمان آبادی ہے۔ ان حصوں میں مسجدوں کے مینار نظر آتے ہیں۔ پیرا اور غلاطہ کے مابین سمندر پر ایک پل بندھا ہوا ہے جس پر ہر وقت آنے جانیوالوں کا ہجوم رہتا ہے۔ یہاں دس پارہ (قریب دو پیسے ہندوستانی) ہر شخص سے محصول لیا جاتا ہے جو سنا ہے کہ ایک یتیم خانہ اور غریب خانہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ گو اس پل پر کئی اندھے اور اپاہج بھیک مانگ رہے ہیں۔ ایک شخص نے بتلایا تھا کہ ۵ ہزار غروش ایک روز کی آمدنی میں اس پل کی حساب کی گئی تھی۔ شہر کے دونوں حصوں میں ٹرامویز کی لائنیں جاری ہیں۔ لیکن چونکہ کوچے تنگ ہیں اسلئے ٹرامویز کی ہر گاڑی کے آگے ایک شخص ایک چھوٹا سا ترم بجاتا ہوا دوڑتا ہے۔ کوچے تنگ اور پیچدار ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بازار ہیں۔ لیکن ایک بازار بہت بڑا ہے جو مسقف ہے اس طور پر کہ پہلو بہ پہلو چند بازار متوازی تعمیر کر کے سب کو مسقف کر دیا جاتا ہے۔ اور انمیں ایک دوسرے میں آنے جانے کے رستے رکھ دیئے جاتے ہیں۔ یہ واقعی بہت دلچسپ بازار ہے۔ جو کسی اول درجے کے شہر کے لئے باعث فخر ہو سکتا ہے یہ یورپ اور ایشیا کے اسباب تجارت سے پٹا ہوا ہے۔ اسمیں ہر قسم کی چھوٹی چھوٹی دوکانیں قریب قریب واقع ہیں۔ کیونکہ کوچے تنگ اور ڈھلوان ہیں۔ تاہم گاڑیبان یہاں بھی خوب کوٹ پتلون ڈانٹتے ہیں۔ اور سفید کالر

Marfat.com

لگاتے ہیں۔ مگر اِنڈیا نوپل کی گاڑیاں لاہور کے یکّوں کی طرح ہیں۔

یہاں کے حمّال واقعی خاص جماعت ہے۔ جو بہت سا بوجھ پیٹھ پر اٹھا کر بڑی طمانیت سے آہستہ آہستہ چلتے ہیں۔ یہاں کے قہوہ خانے گو دیانا اور پیرس کے سے تو نہیں۔ تاہم اُنکی نقل ضرور ہے۔ میزیں اکثر ایسی سفید سنگ مرمر کی رکھی ہوتی ہیں اور قہوہ پینا تو ترکوں کی گھٹی میں داخل ہے۔ لیکن یہ پیرس کے کافی او لیٹ یا انیلا برلن کی میلچ کافی یا لنڈن کی "اک کافی" یعنی شیردار قہوہ نہیں۔ بلکہ وہ سیاہ رنگ کثیف اور تلخ سیّال ہوتا ہے۔ جو ایک ننھی سی انڈے کے برابر پیالی میں ڈال کر یہ لوگ پیتے ہیں۔ اور خوش ہوتے ہیں۔ اور یہ ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ ہر مہمان اور ملاقاتی بھی اسے ضرور پیئے۔ میں کبھی اسے یہاں پیتا ہوں۔ کیونکہ قہوہ خانوں میں بیٹھنے کی جگہ اچھی ہوتی ہے۔ اور جو شخص ایک پیالی قہوہ پی لے وہ جتنی دیر چاہے بیٹھا رہے۔ میں نے ایک شخص کو کہا کہ اِس قہوہ میں تمہیں کیا لطف آتا ہے۔ اور تم نے مجھی عربی کا ایک شعر اسکی مذمت میں سُنایا۔ جو میری طرح یہاں نووارد تھا۔ اور اِس قہوہ سے بیزار تھا۔ اس شعر کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس قہوہ میں تین صفات ہیں جو تینوں دوزخ کی ہیں یعنی جلا ہوا۔ کڑوا اور سیاہ۔ ہر ملک و ہر شہر بہت درست ہے۔ یہاں کے رسٹارنٹ بہت اچھے ہیں گو غریب لوگ صرف انگور اور روٹی سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں اور صرف روٹی اور کباب پر گذارہ کرتے ہیں جس سے دو آنہ سے ایک جوان شکم سیر ہو سکتا ہے لیکن لوگ جن رسٹارنٹوں میں کھانا کھاتے ہیں (اور معلوم ہوتا ہے کہ یورپ کی طرح یہاں بھی ہزاروں مرد گھروں میں کھانا نہیں کھاتے۔ اور رسٹارنٹوں سے گذارہ کرتے ہیں) انمیں بہت عمدہ کھانے ملتے ہیں۔ یہاں رسٹارنٹ کے کھانوں کی فہرست درج کرنے کی گنجائش نہیں۔ اور نہ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کس طرح ان لوگوں نے یورپ اور ایشیا کے کھانوں کو مخلوط کر لیا ہے۔ گو اچھے سے اچھی کباب اور پلاؤ اور سالن مشرقی طریق کے یہاں ملتے ہیں مگر آٹھ دس بارہ آنے تک ایک شخص کا ایک وقت کا خرچ ہوتا ہے۔ جو یورپ کے شہروں سے آدھا بھی نہیں۔ یہاں انگور اِس قدر ارزاں ہے۔ کہ اعلیٰ درجہ کا انگور ہندوستان کے دو پیسہ کا آجکل سیر بھر ملتا ہے۔ خربوزے نہایت شیریں ہیں۔ تربوز بھی اچھے ہیں۔ لیکن جیسے تربوز بڈاپسٹ میں کھائے ہیں۔ عمر بھر میں اتنے بڑے اور ایسے شیریں نہ دیکھے۔ اور نہ کھائے ہیں ایک بڑے تربوز کا چوتھا حصّہ میں آدھا کھا سکا۔ اور آدھا چھوڑ دیا۔ عام طور پر قسطنطنیہ میں یورپ کے دوسرے شہروں سے ارزانی ہے۔ کیونکہ یہاں لوگ غریب ہیں۔ جہاں جتنا روپیہ کم ہو ارزانی زیادہ ہوتی ہے۔

ہر چند کہ ترکی ڈاکخانہ بھی چٹھیاں بہت جلدی سے تقسیم کرتا ہے (یہاں لوگوں میں اپنی چٹھیاں خود ڈاکخانہ میں جا کر لانے کا دستور ہے) لیکن کسی گزشتہ زمانہ کے عہدنامہ کے رو سے چند یورپین سلطنتوں نے یہ رعایت سلطان سے حاصل کی ہوئی ہے۔ کہ اون کے ڈاکخانے بھی قسطنطنیہ اور بعض دیگر قصبات میں قائم رہیں۔ چنانچہ یہاں انگریزی ڈاکخانہ بھی ہے۔ اور چونکہ ترکی ڈاکخانہ کے ذریعے جو چیزیں بھیجی جاتی ہیں۔ اون کی نسبت لوگوں کو احتمال ہوتا ہے۔ کہ کھول کر پڑھ لی جاتی ہیں (اخبارات تو یقیناً محتسب اخبارات کے مطالعہ کے بعد تقسیم ہوتی ہیں چنانچہ ایک مصری اخبار کے خریدار نے مجھے بتلایا۔ کہ دو دو تین تین ماہ کے بعد اسے اپنے اخبار کے پرچے ملتے ہیں۔ جو کسی سرکاری دفتر میں پڑے رہتے ہیں) اس لئے کئی لوگ انگریزی ڈاکخانہ یا کسی دوسری سلطنت کے ڈاکخانہ کے

ذریعے سے اپنے خطوط بھیجتے ہیں۔ ایک ترک کا قول تھا کہ ہر شخص [illegible]
کو مل سکتا ہے کہ سیدھے دوسرے کو دیں۔ لیکن پھر بھی کئی مرتبہ غیر ممالک کے ڈاک خانوں [illegible]

افسوس ہے کہ مجھے چار پانچ ہفتے سے کوئی اخبار ہندوستان کا نہیں ملا۔ [illegible]
وہاں کے حالات زیادہ معلوم نہیں لیکن مجھے امید ہے کہ اب تک بارش کافی ہو گئی ہوگی۔ اور [illegible]
کی تعداد روز بروز کم ہو رہی ہوگی۔ یہاں قسطنطنیہ کے اخبارات میں دیکھا ہے کہ یہاں بھی امداد [illegible]
کے لئے چندہ ہو رہا ہے۔ ترکوں کے اخبار اقدام میں جو پہلی فہرست تھی۔ اوسکی میزان چار لاکھ غروش [illegible]
پچاس ہزار ہندوستانی روپیہ کی تھی۔ اور ابھی برابر چندہ ہو رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ مقدار حضرت سلطان المعظم کے [illegible]
طلائی کے عطیے کے علاوہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹرکی کو اپنی مصیبتوں سے اب ذرہ فراغت ہو رہی ہے۔ [illegible]
سے معلوم ہوا ہے۔ کہ اب تک ٹرکی کو اعلیٰ درجے کے مدبر اور مشیر الملک رہے ہیں جو حضرت سلطان عبدالحمید خان
ثانی غازی کو انکی سلطنت کے مشکل کام میں کافی مدد دیتے ہیں۔ افسوس ہے کہ میں یہاں پانچ سات روز پہلے نہ آسکا ورنہ
سلطانی جوبلی کی بہار اپنی چشم خود دیکھتا۔ سنا ہے کہ باسفورس کے دونوں کناروں کی بہار دیدنی تھی اسقدر روشنی کی گئی تھی کہ [illegible]
کیا تری ایک عالم نور نظر آتا تھا اور چراغوں کی روشنی پانی میں عکس ہو کر عجب لطف دکھاتی تھی۔ صرف سلطان [illegible]
مرحوم کے صاحبزادوں نے اپنے مکان سے قریب لاکھ روپیہ روشنی پر صرف کیا ہوگا۔ دول غیر نے اس موقعہ پر اپنی طرف سے خاص کمیشنیں تہنیت
کے لئے بھیجیں حضور ملکہ معظمہ انگلستان نے مبارکباد کا ڈپیوٹیشن بھیجا۔ اس جشن کی یادگار میں کئی پبلک انسٹیٹیوشن
قائم ہونگے۔ اور حجاز تک ریل بھی مکمل کی جاویگی۔ یہ سب کا سب آجکل یہاں زیر غور ہے۔ بعض یورپین اخبارات نے اعتراض کیا تھا
کہ سلطان المعظم کی حکومت کے پورے پچیس سال ابھی پورے نہیں ہوئے۔ لیکن اونہوں نے یہ خیال نہ کیا کہ قمری
مہینوں کے حساب سے ہر سال میں گیارہ روز کا فرق پڑتا ہے۔ تو پچیس سال میں قریب ایک سال کے پورا ہو جاتا ہے
ٹرکی میں تمام اسلامی ممالک کی طرح قمری مہینوں کا حساب ہوتا ہے۔

اجنبی کو قسطنطنیہ پہنچکر دو تین باتیں بہت نرالی معلوم ہوتی ہیں۔ اول تو یہاں کے وقت کا شمار اور دوسرے [illegible]
وقت کا شمار تو اس طرح ہے۔ کہ جسوقت یورپ اور ہندوستان میں صبح کے چھ بجے شمار کرتے ہیں اسکو یہاں ایک بجا گنتے ہیں [illegible]
سے لیکر ۱۲ گھنٹے دن کے شمار کرتے ہیں۔ اور اسیطرح شام کے چھ بجے سے صبح تک ۱۲ گھنٹے شمار کرتے ہیں مگر اپنی گھڑی میں [illegible]
یورپ کا وقت محفوظ رکھا ہوا ہے کیونکہ اسی سے مجھے وقت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اور یہاں کے گھنٹوں کو فوراً سمجھ [illegible]
دوسری نرالی بات یہاں کے سکے کا حساب ہے۔ یہاں طلائی لیرہ یعنی پونڈ مستعمل ہے جسکی قیمت ۱۰۰ غروش [illegible]
انگریزی پونڈ بھی مقررہ قیمتوں پر چلتے ہیں۔ لیکن بٹے کا رواج بڑا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ [illegible]
ضرورت سے کم مضروب ہوئی ہیں۔ اسلئے بڑے سکے مثلاً طلائی لیرہ یا نقرئی مجیدی کو اگر خوردہ کرانا چاہو [illegible]
اپنا حق لیگا۔ یہاں تک کہ اگر پانچ غروش کا سکہ جو چرک کہلاتا ہے اسکو بھی تڑانا ہو تو چھ پائی غروش [illegible]
اور یہ رسم ایسی عام ہے۔ کہ اگر تم نے ٹرام وے پر سوار ہونا ہے۔ اور ٹکٹ لینا ہے یا پل پر سے گذرنا [illegible]

پاس چھوٹا سکہ نہیں۔ تو وہ لوگ تمہیں خوردہ توڑ کر دیں گے۔ لیکن اپنا حق تبادلہ کا اُس میں سے رکھ لیں گے۔ نانبائی اور رشابرنٹ والے سے سودہ خرید۔ تاہم چرک یا مجیدی کے توڑ دینے میں تعرض کرتا ہے۔ کیونکہ یہ سب دوکاندار چھوٹے سکے جمع کرکے صرافوں کے ہاں فروخت کرتے ہیں۔ اور صراف انہیں معقول منافع پر بدلتے ہیں۔ میں نے سُنا ہے کہ جشن سلطانی کی تقریب پر بہت سے نئے سکے یہاں ضرور بنائے تھے۔ جو سب صرافوں نے لے لئے۔ صراف عموماً یہودی یا یونانی یا ارمنی عیسائی ہیں۔ اور ہر بازار میں کئی کئی دکانیں صرافوں کی ہیں۔ کیونکہ ہر وقت ہر شخص کو سکے خوردہ کرانے کی ضرورت رہتی ہے۔ یہاں کے عام سکے جو چلن میں ہیں حسب ذیل ہیں:-

غروش ایک معیار سمجھ لیجئے۔ جسے یورپین پیاسٹر کہتے ہیں۔ جو ہندوستان کے دو آنے کے قریب قریب ہے۔

دو غروش کا سکہ بھی غروش کی طرح نقرئی ہے۔

چرک پانچ غروش کا نقرئی سکہ ہے۔ جو فرانسیسی فرانک کے قریب قریب برابر ہے۔

مجیدی یعنی چار چرک کا ایک نقرئی سکہ۔ جرمن تھیلر یا چینی ین یا امریکن ڈالر کی طرح ہوتا ہے جس میں بیس غروش ہوتے ہیں۔

لیرہ عثمانی طلائی سکہ یعنی ترکوں کی اشرفی ہے جس میں پانچ مجیدی یعنی سو غروش ہیں۔ لیکن گورنمنٹ ٹرکی اسے ۱۰۹ غروش کو ہی فروخت کرتی ہے۔ اسی قیمت کو اپنے خزانے میں قبول کرتی ہے۔

ان کے علاوہ مثل کے سکے ہیں جو عام چلن میں دو قسم کے ہیں۔ ایک دو آنا ئی غروش کا سکہ اور دوسرا دس پارہ کا غروش میں چار سکے ہوتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کی قیمت دس پارہ ہے۔ پارہ دراصل آسٹریا کے ہیلر کی طرح کوئی سکہ نہیں ہے۔ لیکن اسکا نام ہی جاری ہے۔ دس پارہ کا ایک چھوٹا سا مثل کا پرزہ ہے۔

قسطنطنیہ کے بازاروں میں اجنبی کو کتے اس قدر نظر آتے ہیں۔ کہ ایک خاص بات معلوم ہوتی ہے۔ دفتی کتے بھی یہاں کا ایک انسٹی ٹیوشن ہیں۔ لیکن میری سمجھ میں یہ بات آئی ہے کہ یورپ کے دوسرے شہروں میں کتوں کو عموماً لوگ گھروں میں پالتے ہیں لیکن ترک اسے نجس جان کر گھر میں نہیں رکھتے۔ اسلئے سب کے سب بازاروں میں جمع ہو گئے ہیں۔ اور چونکہ بازار بھی دوسرے شہروں کے بازاروں کی طرح صاف نہیں۔ اسلئے ان کو بھی کافی کھانے کو ملجاتا ہے۔ مزہ یہ ہے کہ جب ایک اجنبی کتا کسی بازار سے گذرے۔ خواہ مالک کے ہمراہ ہی ہو تو یہ کتے اُسے مارڈالنے کو مستعد ہو جاتے ہیں۔

از مقام قسطنطنیہ ۱۰ ستمبر ۱۹

میں نے پچھلے خط میں قسطنطنیہ کے بعض حالات لکھے تھے۔ اس کے بعد میں نے شہر کو بہت زیادہ دیکھا ہے۔ اور یہاں کی اکثر مساجد۔ مقابر۔ سرکاری عمارات۔ مدارس۔ عجائب خانہ جات اور قدیم زمانہ کے آثار کو بھی ملاحظہ کیا ہے۔ یہاں کے اخبارات اور اخبار نویسوں کو بھی دیکھا ہے۔ اور کئی ترکوں۔ عربوں۔ ہندوستانیوں سے ملاقات کرکے مختلف حالات معلوم کئے ہیں۔ مگر دو یا چار ہفتے میں کسی ایسے عظیم الشان مقام کے تمام و کمال حالات کا معلوم ہو سکنا محال ہے۔ تاہم میں بعض امور کے متعلق جن پر تجربہ اور مشاہدہ جاری ہونے کے لئے مدت درکار ہے میں

یہاں کی اکثر باتوں کی نسبت اب کہہ سکتا ہوں کہ ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ - جسقدر باتیں میں اپنے ... دیکھتا ہوں۔ اُنکا ایک حصہ اہل وطن کی واقفیت کے لئے ذیل میں عرض کرتا ہوں۔

قسطنطنیہ جسکو یہاں کے لوگ استنبول کہہ کر پکارتے ہیں۔ اور ترکی اخبار دارالسعادت ملکہ "وسعادت" یا "آستانہ علیہ" ... ہیں۔ بڑا قدیم شہر ہے۔ جسوقت یہ شہر دنیا میں نہایت مشہور۔ پُر رونق۔ اور مرجع خلائق تھا۔ اُسوقت زمانہ حال کے ... عظیم شہروں مثل لنڈن۔ پیرس۔ برلن۔ اور ویانا اور نیویارک وغیرہ کی بھی بنیاد بھی نہیں پڑی تھی۔ یہ شہر ... سے ساڑھے چھ سو سال پہلے آباد ہوا۔ چنانچہ اوسنے زمانہ کے عجیب و غریب انقلاب دیکھے ہیں۔ کیا یہی بات کم عجیب ہے کہ اس کے جن معبدوں کو پہلے اصنام کی پرستش کے لئے تعمیر کیا گیا تھا۔ اونمیں بعدہٗ تثلیث اور اخیر میں اب توحید کا فلغلہ بلند ہورہا ہے۔ یہ حال ایا صوفیہ اور کئی دیگر مساجد کا ہے۔ ہرچند کہ بلحاظ عام عمارات کے قسطنطنیہ بلاد یورپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ باوجودیکہ یہاں بھی شاہی محلات اور بعض دیگر محکمہ جات سرکاری بڑی عالیشان ہیں۔ مگر یہاں کی مساجد مقابر اور آثار قدیمہ ایسی بیش قیمت ہیں کہ سوائے رومۃ الکبریٰ کے کسی دوسرے شہر میں موجود نہ ہوں گے۔ یہاں کی سڑکیں اچھی نہیں جو اکھڑے پتھروں سے بنی ہوئی ہیں۔ (سوائے بعض کے جن میں پتھر گھڑ کر لگائے گئے ہیں۔ یا کنکریٹ کوٹا ہوا ہے) شہر کی گلیوں اور بازاروں میں اسقدر فراز و نشیب ہیں۔ کہ کئی مقامات میں بازاروں میں دو دو چار۔ چار منزل کے برابر سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں جیسی کہ پہاڑی مقامات میں ہوتی ہیں۔ کیونکہ استنبول سات پہاڑیوں پر واقع ہے۔ مگر یہ سب کمیاں صرف اس دلفریب قدرتی منظر کی وجہ سے نظرانداز کردینے کے قابل ہیں۔ جو خدا نے اس مقام کو بخشا ہے۔ شہر کے تینوں حصوں یعنی پیرا وغلاطہ۔ استنبول اور سکوطری یعنے اُسکدار کے درمیان نیلگوں سمندر کی تنگنا کا موجود ہونا۔ اور اوس کے گرد کناروں کے نشیب سے لیکر بلندی تک مکانات کا نیچے اوپر چلا جانا کیا دن کو اور کیا رات کو عجیب نظارہ پیدا کرتا ہے۔ خصوصاً رات کو جبکہ تمام شہر میں چراغ روشن ہوتے ہیں۔ اور اونکی روشنی پانی میں منعکس ہوتی ہو۔ تو غلاطہ کے پل یا کسی اور مناسب مقام سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاید کسی جادو کے شہر میں موجود ہیں۔ تاہم اس قدرتی خوب صورتی کے ساتھ جو اس مقام کو حاصل ہے۔ اور اوس کی پولیٹیکل اہمیت کے ساتھ جو اس موقع میں موجود ہے۔ اگر یہاں کے میونسپل انتظام میں اور بھی اصلاح کیجائے۔ کہ جس کی گنجایش ہے۔ اور جو کہ یقین ہے۔ کہ حضرت سلطان حال کی بیدار مغزی سے ضرور کیجائے گی۔ تو یہ مقام بلحاظ اپنی خوب صورتی کے دنیا کے شہروں کا بادشاہ کہلانے کا مستحق ہے۔ چونکہ سڑکیں اکثر خراب ہیں۔ اور کوچے اور بازار بھی سوائے چند کے بہت تنگ اور پیچ در پیچ ہیں۔ اسلئے گاڑیوں کا یہاں کم رواج ہے۔ تاہم دو تین سو گاڑیاں شہر میں موجود ہوں گی جو سب دو اسپہ ہیں۔ غلاطہ۔ پیرا اور استنبول میں چند میل ٹرمویے بھی موجود ہے۔ مگر وہ اتنے بڑے شہر کے لئے بہت کم ہے۔ پل غلاطہ کے قریب سے غلاطہ کے بڑے بازار تک چونکہ بہت سی چڑھائی چڑھنی پڑتی ہے۔ جو دس بارہ منزلہ مکان سے بھی زیادہ ہوگی۔ اسلئے اس مقام پر ایک ٹنل کھود دیا گیا ہے جس میں ایک ریلوے چلتی ہے۔ اور بہت لوگ سیڑھیاں چڑھنے سے بچنے کے لئے اس ٹنل کی ذیل سے بلندی کیطرف چلے جاتے ہیں بوجہ سڑکوں کی تنگی اور ڈھلوان کے علاوہ گاڑیوں کے یہاں کے اکثر شاہراہوں پر کسے کسائے گھوڑے اکثر

Marfat.com

اوقات تیار پائی جاتی ہیں۔ جہاں گاڑیاں یا ٹرمویے نہیں پہنچ سکتیں وہاں یہ گھوڑے استعمال کئے جاتے ہیں۔ یہ گھوڑے
بہت عمدہ ہوتے ہیں۔ اور انکے سائیس سوار کے برابر دوڑتے جاتے ہیں۔ اور کرایہ انکا بھی گاڑی سے کم ہوتا ہے ۰

ٹرمویے میں عورتیں بھی سوار ہوتی ہیں لیکن ہر گاڑی میں انکے لئے ایک علیحدہ خانہ پردہ دار بنا دیا گیا ہے۔ بخار دوم
یعنے سمندر میں جو سٹیمر چلتے ہیں۔ اون میں بھی عورتوں کے لئے الگ جگہہ بنائی گئی ہے۔ گو عورتیں اکثر اوقات بازاروں
میں پھرتی نظر آتی ہیں۔ مگر مینے کئی آدمیوں سے سُنا ہے کہ جو عورتیں بازاروں میں پھرتی ہیں وہ مسلمان کم ہوتی ہیں
بلکہ عیسائی یا یہودی ہوتی ہیں۔ گو انکا بدن بھی ایسی اچھی طرح ڈہنپا ہوا ہوتا ہے۔ کہ سوائے منہ کے کوئی جگہ برہنہ
نہیں ہوتی۔ اور منہ پر بھی ایک باریک جالی پڑی ہوئی ہوتی ہے جس سے صحیح صحیح صورت نظر نہیں آتی۔ علاوہ
منہ کے باقی جسم پر بھی ایک چادر ایسی طرح لپیٹی جاتی ہے۔ کہ جس سے بہتر پردہ برقعہ سے بھی نہیں ہوسکتا۔ مسلمانوں
کے پردہ کا عیسائیوں پر بھی اتنا اثر پڑا ہے۔ کہ معدودے چند عیسائی عورتیں جو منہ ننگا کرکے بھی چلتی ہیں۔ وہ بھی
سر کا کپڑا ٹہوڈی کے نیچے ایسی اچھی طرح آلپین سے ٹانک لیتی ہیں۔ کہ سوائے ابروؤں سے لیکر لب زیرین تک کے
اور جسم نظر نہیں آتا۔ یہاں عورتوں میں پوشش کا معیار بہت اعلیٰ ہے۔ عموماً بیرونی لباس ریشم کا ہوتا ہے۔ علاوہ
عیسائی عورتوں کے ترک عورتیں بھی آجکل عام طور پر لکھنی پڑہنے سے قاصر نہیں سلطنت کی طرف سے تعلیم نسواں ہائی سکول
کے درجے تک دی جاتی ہے۔ اور لڑکیوں کو خصوصاً سینے پرونے اور کشیدہ نکالنے کی بہت اچھی تعلیم دی جاتی ہے۔
مینے ایک دوست کی لڑکی کے ہاتہہ کا کام دیکھا ہے۔ جو کسی عالیجاہ شایستہ لیڈی کے لئے زیور شمار ہوسکتا ہے۔ جبتک
مینے قسطنطنیہ نہیں دیکھا تھا میرا خیال تھا کہ اکثر ترکوں نے یورپین عورتوں سے شادی کی ہوئی ہوگی مگر معلوم ہوا ہے کہ
بہت ہی کم ترکوں کی یورپین بیویاں ہیں۔ اور جن معدودے چند کی ہیں۔ انہوں نے اُنہیں پردہ میں ڈال لیا ہے۔
ہاتہہ میں ہاتہہ ڈالکر بازار میں نہیں چلتے۔ یورپین عورتیں یہاں بہت ارزان ہیں لیکن ترک لیڈیاں چونکہ حسن
یا لیاقت میں اِن سے کم نہیں۔ اِسلئے بھی ترکوں نے عیسائی عورتوں سے کم تعلق پیدا کیا ہے۔ یہاں بہت سے یونانی
ارمنی اور بلگیرین عیسائی جو آباد ہیں۔ اون میں سے جو قدیم سے اِسی سرزمین کے باشندے ہیں۔ وہ رومی کہلاتے [illegible]
ان لوگوں کے رنگ بہت گورے نہیں۔ بلکہ ترکوں کے رنگ بطور قاعدہ کلیہ کے ان سے صاف ہیں ۰

ترکوں نے یورپ کے ڈریس کو پورے طور پر اختیار کرلیا ہے۔ اور اگر سُرخ ٹوپی کو یورپین ڈیپی سے بدل دیا
تو اونمیں اور دیگر یورپین اقوام میں ذرہ تفاوت نظر نہ آوے۔ جتنے لوگ لنڈن یا پیرس میں ڈاڑھی [illegible]
بمشکل اُتنے ترک ڈاڑھی والے نظر آئیں گے۔ مگر اسپر بھی دیکھتا ہوں۔ کہ ہی ڈاڑھی [illegible]
کے وقت موجود ہوتے ہیں۔ اِن کی پتلون کشادہ ہوتی ہے جو نماز پڑھنے [illegible]
صرف نماز پڑھنے اور فرش کو پاک و صاف رکھنے کے لئے دوسرا جوتہ اپنا دکھا ہے۔ باہر کا جوتہ اتار دینے سے اندر
جوتے سمیت نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اور کئی اماموں کو اِسی کے ساتھ نماز پڑھاتے دیکھا ہے [illegible]
آباد ہیں بعض مسجدیں تو ایسی عالی شان ایسی خوب صورت اور پر شوکت ہیں کہ [illegible]

Marfat.com

جامع ایا صوفیہ۔ جامع ینی والدہ۔ جامع سلطان بایزید۔ جامع [illegible]
سلیم مقبرہ ایسی عالیشان مساجد ہیں۔ کہ جنکی تعمیر میں لاکھوں روپیہ [illegible]
صرف ایک ایک گنبد کی سقف کے برابر اتنی پہنائی نہیں۔ اور نہ احمد آباد کی [illegible]
ہے۔ گو وہ تینوں مسجدیں بھی اپنی اپنی جگہ بے نظیر ہیں۔ لیکن یہاں کی مساجد جامع [illegible]
سلطان احمد میں چار ستون سنگ مرمر کے ہیں۔ انہیں سے ایک کے گرد میں پھر اتنا ہے کہ [illegible]
بلند مرمر کی سلوں سے بنا ہوا تھا۔ ان ستونوں کے بیچ میں بڑا گنبد اور گرد نصف گنبد ہیں۔ اور [illegible]
ہیں کہ جن میں ہزارہا آدمی ایک وقت نماز پڑھتے ہیں۔ اس سقف جگہ کے گرد ایک عالم گردش [illegible]
جانب بقدر ایک منزل کے بلند مکان مستورات کی نماز کے لئے الگ کیا جاتا ہے۔ محراب کی داہنی جانب منبر ایک منزل سے
بلند ہے جس پر سیڑھیوں سے چڑھتے ہیں۔ ایک اور جگہ وسط کے قریب مرتفع بنائی جاتی ہے جس پر مکبر بیٹھتا ہے۔ اور [illegible]
اُسے دہراتا ہے جس کی آواز مسجد میں ہر جگہ پہنچتی ہے۔ محراب کے دونوں طرف موم کی موٹی موٹی بتیاں۔ عموماً ایک گز [illegible]
ہوتی ہے لیکن جامع ایا صوفیہ میں تو دو گز کے قریب محیط کی موم بتیاں ہونگی۔ جو محراب کے گرد و عالیشان [illegible] معلوم
ہوتے ہیں۔ ہر چند کہ جامع ایا صوفیہ جو پہلے عیسائی گرجا تھی۔ اور ترکوں نے قسطنطنیہ کی فتح کے بعد اسکو مسجد بنا لیا۔ (اور سلطان محمد
فاتح نے یکم جون ۱۴۵۳ء کو بروز جمعہ یہاں پہلی نماز ادا کی) تمام مساجد میں زیادہ عالیشان ہے۔ کہ جسکی عظمت اور شوکت
دیکھکر کوئی شخص تعجب کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تاہم جب دوسری مساجد میں جائیں۔ تو انکو ایا صوفیہ سے کم کہنا مشکل معلوم ہوتا
ہے جیسے یورپ میں گرجوں میں دیکھا ہے۔ کہ بہت قیمتی تصاویر، گلکاری اور رنگین شیشوں کی ذریعہ سے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا گیا
انکے مقابلہ میں پایہ تخت عثمانیہ کی مسجد بھی کسی طرح کم نہیں۔ سلطان احمد کی مسجد کے اندر تمام چینی کا [illegible]
اور گنبدوں اور محرابوں میں بہت سی خوشخط آیات کلام مجید لکھی ہیں۔ سلطان بایزید کی مسجد کے دریچوں میں رنگین شیشے [illegible]
ہیں جنمیں مختلف رنگوں سے کلمہ طیبہ بنایا گیا ہے۔ اور یہ بوجہ قدیم ہونے کے نہایت بیش قیمت چیز شمار ہوتے
جن کو مسجد سلطان احمد کے چینی کے کام سے بھی یورپین سیاح بیش قیمت سمجھتے ہیں۔ ایا صوفیہ کے صحن میں گو کوئی [illegible]
پا بیلیا یہ نہیں ہے۔ جو ایک درمیانی گنبد اور دو نصف پہلوؤں کے بڑے بڑے گنبدوں سے مسقف ہے لیکن [illegible]
جنوبی نصف گنبدوں کو چار چار عالیشان سنگ خارا کے ستونوں نے الگ کر دیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ [illegible]
ساتھ کے ستون موجود نہیں۔ سنگ سماق کی بڑی بڑی ستون یہاں کی کئی مساجد میں موجود ہیں۔ ایا صوفیہ کے [illegible]
جو روشنی کے لئے آہنی جھاڑ لٹکا ہوا ہے جسمیں گلاس آویزاں ہیں۔ اسکا قطر دس گیارہ قدم یعنی اس سے [illegible]
کئی مسجدیں تعمیر ہوئی ہونگی۔ یہاں کا دستور ہے۔ کہ جسقدر زمین گنبد کے زیر سقف ہوتی ہے۔ اتنی ہی صحن [illegible]
میں ایک پانی کا حوض یا چشمہ بنا ہوا ہوتا ہے۔ اور اس صحن میں لوگ جوتے سمیت آتے ہیں۔ مگر شام اور [illegible]
صحن میں بھی جوتا لانیکا رواج نہیں۔ یہاں تسبیح کی رسم مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں [illegible]
ہے۔ کہ اکثر لوگ فیشن یا نمائش کی خیال سے اسکا استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ راہ چلتے باتیں کرتے جاتے ہیں [illegible]

کئی لوگ دفاتر میں کام کر رہے ہیں۔ اور تسبیح سامنے ہے۔ ذرہ کام چھوڑا اور تسبیح اُٹھا لی۔ تمام سرکاری دفاتر میں ایک کمرہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد قرار دیا گیا ہے۔ اور اسمیں مسجد کی طرح فرش و فروش اور آرایش ہوتی ہے +

مسجدوں کے ساتھ ہی یہ جتلا دینا بھی مناسب ہے۔ کہ یہاں کی بعض مساجد کے ساتھ مدرسے متعلق ہیں۔ ان مدارس میں درس قرآن مجید و حدیث بہت کثرت سے ہوتا ہے۔ چنانچہ اس وقت قسطنطنیہ میں ۲۰ ہزار کے قریب ایسے طالب علم ہیں جو دینی تعلیم ان مساجد کے متعلق حاصل کرتے ہیں۔ یہ لوگ روس۔ ایران۔ بخارا۔ افریقہ اور ایشیا کے ہر حصہ سے یہاں آتے ہیں۔ انکی شناخت کیلئے انکا لباس کافی ہے۔ انکی عبا لمبی اور سر پر سرخ ٹوپی کے گرد چھوٹی سی سفید پگڑی پٹی کی طرح لپٹی ہوئی ہے پچھلا اپنی مفسدہ کے زمانہ میں انگریزی اخبارات نے لکھا تھا کہ قسطنطنیہ میں سو نطاتی طالب علموں کا بڑا زور ہے۔ جو سخت مفسدہ پھیلا سکتے ہیں۔ وہ انہیں لوگوں کی طرف اشارہ تھا حقیقت میں یہ بڑی زبردست جماعت نوجوانوں کی ہے شیخ عبد اللطیف صاحب آفندی البا طوی۔ جو ایک بہت بڑے عالم اور استاد ایک ایسے مدرسے کے ہیں معلوم ہوا کہ قسطنطنیہ میں پانچ سو مدرس ہونگے۔ جو ان ۲۰ ہزار کے قریب طلبا کو تعلیم دیتے ہیں۔ انمیں سے ۴ ہزار طالب علم اور اڑھائی سو مدرس صرف جامع سلطان فاتح میں تعلیم دیتے ہیں۔ اور پھر جامع بایزید سلیمانیہ۔ جامع سلطان احمد۔ ایا صوفیہ۔ ینگطاس و حضرت ابو ایوب انصاری میں بترتیب کم و بیش تعلیم پاتے ہیں۔ ان مساجد کے متعلق بڑی بڑی جائیدادیں وقف ہیں۔ کہ جن کی آمدنی سے مساجد کے امام مؤذن اور دیگر خدام اور نیز ان مدرسوں اور طالب علموں کا خرچ چلتا ہے۔ مدرسوں کو تو تنخواہ ملتی ہے۔ مگر طالب علموں کو دو تین روٹیاں روزانہ پکی پکائی ملتی ہیں۔ جو صاحب استطاعت طالب علم ہیں وہ اُنہیں تھیں یعنی غریب طالب علم سال میں ایک دو ماہ یعنے شعبان و رمضان میں شہر سے باہر جاکر کچھ نقدی جمع کر لاتے ہیں۔ اور آیندہ سال بھر علاوہ روٹی کے خرچ اُس سے چلاتے ہیں۔ رمضان میں بارگاہ سلطانی سے بھی انہیں پانچ پانچ مجیدی ملتے ہیں۔ جن لنگروں سے ہر روز ان طالب علموں کو روٹیاں ملتی ہیں۔ اُنہیں سے بعض درگاہوں اور تکیوں کے مجاوروں کو بھی روز کی روٹیاں سرکار تقسیم کرتی ہے۔ اور اس قسم کی بہت سی خیرات جاری ہے۔ ان مساجد کے ساتھ اسقدر زمین وقف ہے کہ اسکی آمدنی کے انتظام کے لئے گورنمنٹ عثمانیہ میں ایک خاص محکمہ اوقاف قایم کیا ہوا ہے جسمیں سب سرشتوں سے زیادہ روپیہ موجود ہے شیخ الاسلام انکے متعلق علما اور بعض دیگر ملازمان سررشتہ دین کو تنخواہ خزانہ عامرہ سے ملتی ہے۔ اور فوجوں کے اماموں اور مفتیوں کو صیغہ عسکریہ سے مگر بخلاف دنیا کی دیگر سلطنتوں کے گو سلطنت عثمانیہ کا سرکاری مذہب اسلام ہے لیکن عیسائی طریقوں کو بھی سلطنت کے خزانہ سے مدد ملتی ہے۔ اور سلطنت انکو سرکاری عہدہ دار شمار کرتی ہے۔ اور نہ صرف ایک عیسائی فرقہ کو بلکہ چھ سات کو مجاہد اندا سب سلطنت نے تسلیم کیا ہوا ہے۔ یہ عیسائی مذہبی اور روحانی عہدہ جو کچھ مدت پہلے اپنے مقتدیوں کے دنیاوی حاکم بھی تھے۔ اب سلطنت عثمانیہ کی اُن عیسائی فرقوں کو زیادہ حقوق دینے کے باعث درمیان بالجالی اور اپنے مقتدیوں کے ایک واسطہ سرکاری اغراض کے لئے رہ گئے ہیں۔ اس مسئلہ کو زیادہ تفصیل سے دوسری چٹھی میں درج کرونگا +

ماہ حال کی پہلی تاریخ کو حضرت سلطان عبد الحمید خان ثانی کی حکومت کے پچیسویں سال کے بخیر و خوبی ختم ہونے کی خوشی میں یہاں سلور جوبلی (جسکو یہاں کے اخبارات "عید یم ضنی" کہتے ہیں) کا جشن تھا۔ گو اس موقعہ پر

Marfat.com

تو میں یہاں نہیں تھا لیکن کسی ہفتہ میں یہاں پہونچ گیا۔ اس لئے اوس کے متعلق بہت سے حالات سے بہی ابھی بہی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس تقریب سعید کی تائید میں کچھ لکھوں حقیقت میں اعلیحضرت سلطان عبد الحمید خان کے عہد سلطنت میں سلطنت ٹرکی نے جو ترقی کی ہے۔ وہ ہر طرح سزاوار تحسین و آفرین کی ہے۔ کہ اوسکی خوشی میں ایک نہیں۔ ایسے دس جشن ہونے چاہئیں۔ اس پچیس سال کے عرصہ میں گورنمنٹ ٹرکی نے کیا بلحاظ مال۔ کیا بلحاظ عزت کیا بلحاظ بہبود رعایا ترقی لشکر و مشاغل علم و اخلاق بہت ترقی کی ہے۔ اور اس ساری ترقی و کامیابی کا سہرا حضرت سلطان المعظم کے سر ہے ممکن ہے کہ کسی آئندہ موقعہ پر ان سب صیغوں کی ترقی کا حال شرح معہ اعداد و تفصیل لکھوں۔ مگر بالفعل اختصار پر اکتفا کر کے پہلے اور صرف سلطان المعظم کی ذاتی خیرات کا ذکر کرتا ہوں۔ جو گزشتہ ربع صدی کی تخت نشینی کی مدت میں آپ سے ظہور میں آئی ہے

عدد	نوع خیرات	مقدار غروش	عدد	نوع خیرات	مقدار غروش
۱۴۴۲	مساجد تعمیر کیں	۱۲۶۱۸۶۳۶	۱۲۴	مدارس	۱۵۳۰۶۶۸
۱۳۶	تکیے اور زاویئے	۲۱۰۳۷۱	۱۲۶	دیگر عمارات خیراتی	۴۶۶۶۳۶
۱۹۷	تربت و قبرستان	۹۸۴۶۹۶	۹۰	چشمے اور سبیلیں	۳۵۵۶۶۶
۲۹	کتب خانے	۱۶۷۹۰۹	۴۶۶	آب رسانی کے سامان	۸۱۲۲۶۹۸
۳۷	گھنٹہ گھر	۴۰۴۹۵	۱۶۷	مکاتب	۵۷۸۷۱۷
۱۰۸	جایدادیں وقف کیں	۷۴۵۷۵۸	۹۷	مکانات اراضیات مشروط وقف کیں	۴۶۹۴۵۴
۳۰	ہسپتال	۳۸۲۵۸۰	۹۹۵	مساجد اور خیرات کے دیگر شعبے - کل	۲۴۹۷۰۰۹

میزان کل ۴۴۴۰ قسم کے کار خیر پر پچیس سال میں آپنے ۳ کروڑ ۱۰ لاکھ ۴۶ ہزار ۵ سو ۳۴ غروش جیب خاص سے صرف کئے۔ سلطنت ٹرکی میں آمدنی کی ہر بابت میں ترقی ہوئی ہے۔ تعلیم بہت بڑھائی گئی ہے۔ زراعت کو خصوصیت سے ترقی ہو رہی ہے۔ بعض نئے کارخانے صنعت و حرفت کے خود سلطنت کی طرف سے جاری کئے گئے ہیں صنعت و حرفت کے مدرسے بھی جاری کئے گئے ہیں۔ ٹرکی کا قرضہ بھی بمقابلہ اکثر دیگر دول یورپ زیادہ نہیں رہا۔

سلطان المعظم کے جشن جوبلی کی یادگاریں بھی چند بڑی بڑی کام اصلاح کے اختیار کئے گئے ہیں جنمیں سے دمشق و حجاز ریلوے ہر چند کہ بہت بڑا ہی جو مسلمانوں کی شرکت سے شروع ہوا ہے۔ اور جس کے لئے روپیہ چندہ سے جمع ہو رہا ہے۔ لیکن میرے نزدیک قسطنطنیہ کے ترکی اخبارات کا دوبارہ کا ٹکٹ موقوف کر دینا اس سے بھی زیادہ ضروری کام ہے۔ آئندہ صرف غیر بلاد کے اخبارات پر ٹکٹ لگیں مطابع کا پہنچنے سے پہلے حسب ایما آئیگا۔ جو اس سرزمین میں شایع ہونگے لیکن ترکی و عربی زبان کے اخبارات کو ان ٹکس سے اس جشن کی یادگار میں بری کر دیا گیا ہے اور زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ اسوقت بلاتحریک احدے حضرت سلطان نے یہ خود اصلاح فرمائی ہے۔ اس کے ساتھ ہی پایہ تخت کے تمام اخبار نویسوں کو محل شاہی میں بلاکر دعوت دی۔ اور اذن عام دیدیا کہ جو کچھ یہ دیکھنا چاہیں محل میں دیکھیں مجھ سے یہاں کے ایک ممتاز اخبار نویس نے ذکر کیا ہے کہ آج تک ہمیں سلطنت کا بدخواہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اب سلطان المعظم کو بنفس نفیس ہماری خیر سگالی کا یقین ہو گیا ہے۔ اب امید ہے کہ یہاں کی اخبار نویسی بہت ترقی کر جائیگی

Marfat.com

ایک دوسری فیض عام کی بات جو اس تقریب جشن میں قابل یادگار ہے۔ وہ یہاں کا جدید "مکتب صناعت و علوم عالیہ" ہے۔ اس میں دو سو یتیم آہنگری اور نجاری کی ہر شاخ اور چھاپہ خانہ اور بعض دیگر شعبہائے فنون کا کام سیکھتے ہیں۔ یہ لڑکے یتیم اور کھاتے پیتے بھی ہیں ہیں۔ علاوہ روٹی کپڑے کے ہر لڑکے کو ماہوار نقد ملتا ہے۔ جو منتظم اوسکے لئے جمع رکھتے ہیں۔ جب یہ لڑکا تین چار سال کی میعاد تعلیم کے بعد کام سیکھ کر نکلیگا تو اُسے یہ نقدی جو جمع کی گئی ہے دی جائے گی۔ تاکہ وہ اُس کے ذریعے سے جو بیس سے تیس اشرفی ہوسکتی ہیں۔ اپنی دوکان جاری کرسکے یہ بہت بڑا فیض عام کا کام ہے۔ مدرسے کے منیجر رفعتلو عبد اللطیف آفندی (داخلیہ مدیر معاونہ) اور دوسرے اُستاد دوں رستم محمد متعلم برادر محمد سعید معلم طرز معماری عرب رسم نے مجھے کارخانہ اور مدرسے کے سب صیغے دکھلائے۔ لکڑی میں صدف اور ہاتھی دانت مرصع کرنے اور لکڑی میں بیل بوٹے بنانے کا کام سیکھنے کی لئے دو معلم قسطنطنیہ سے مصر میں بھیجے گئے تھے۔ جو وہاں سے یہ قدیم عربی صنعت سیکھکر آئے ہیں۔ جو بہت خوشنما ہے۔ لکڑی کے انواع و اقسام کے کام کے علاوہ لوہے کے جنگلے زراعت کے آلات مثل ہلوں اور چھوٹی مشینوں اور کاریگروں کے اوزاروں کے بھی بنائے جاتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا انجن بھی مجھے دکھلایا گیا۔ جو یہاں کے طالب علموں نے پیتل کا بنایا ہے اور چلتا ہے۔ مدرسہ کی عمارت بڑی عالیشان ہے۔ اور ابھی عمارت اضافہ ہو رہی ہے۔ اسکے علاوہ بغداد میں بھی ایک صنعت و حرفت کا مدرسہ ہے۔ اور ممالکت کی بعض دیگر مقامات میں چھوٹے چھوٹے مدرسے ہیں جب میں یہ مدرسہ دیکھنے گیا۔ تو دربان نے اندر جانے سے روکا۔ اُس نے میرے ہمراہی شیخ ولی محمد صاحب افغانی شیخ تکیہ قادریہ بیکلربیگی (شیخ صاحب کا میں نہایت مشکور ہوں۔ کہ انہوں نے ساتھ چلکر مجھے بہت سے قابل دید مکانات دکھلائے) سے وجہ دریافت کی۔ اونہوں نے میرا پتہ بتلایا۔ تو وہ بڑے شوق سے ملا اور خوشی سے اندر لیگیا۔ وجہ یہہ ہوئی کہ ایک روز پہلے یہاں کے چند اخبارات میں میری نسبت کچھ تعریفی جملے چھپ چکے تھے۔ جو اوس نے پڑھے تھے۔ جب اخبارات میں کچھ میری کیفیت چھپی تو کئی شخص مجھے پوچھنے لگے کہ تم ہی فلاں شخص ہو منجملہ دوسرے اصحاب کے اسی شام کو بیروت کے ایک اخبار "روضۃ المعارف" کی ایڈیٹر صاحب جو یہاں کسی کام پر آئے ہوئے ہیں مجھے ملنے آئے۔ اور دوسرے روز سید عبد الغفار صاحب کشمیری جو یہاں کے معززین سے ایک ہیں تشریف لائے۔ یہاں کے اخبارات ہندوستان کے اخبارات سے بہت آگے ہیں۔ شہر میں کئی ترکی روزانہ اخبار چھپتے ہیں۔ جنمیں "اقدام" بلحاظ اشاعت سب سے اول ہے۔ اور دس ہزار کاپی روزانہ کی اشاعت رکھتا ہے۔ ایام جشن سلطانی میں پندرہ پندرہ ہزار بھی پہنچا ہے۔ اس کے مالک و چیف ایڈیٹر احمد جودت صاحب بڑے قابل اور خلیق جوان ہیں۔ اس کے بعد صباح و ثروت و ترجمان حقیقت۔ سعادت۔ معلومات۔ ثروت فنون ... جودت صاحب بہت دیر مجھسے اسی بارہ میں گفتگو کرتے رہے۔ کہ ہندوستان کے اردو اخبارات جبتک ٹائپ کے حروف استعمال نہ کریں گے۔ تب تک وہ مستقل نہیں ہوسکتے۔ اور نہ ترقی کرسکتے ہیں۔ بات بالکل معقول ہے۔ اسکا کیا جواب ہوسکتا ہے۔ سلطانی جوبلی کی تقریب پر اُنہوں نے ایک لغات ترکی ایک جزو چھاپ کر خدمت سلطانی میں پیش کیا تھا۔ اُنہیں اوس کے صلہ میں تمغہ ملا ہے۔ طاہر بے صاحب مالک معلومات و ثروت وغیرہ نے ایک کتاب تبریکات ملی چھاپ کر پیش کی تھی۔ اُنہیں بھی ایک تمغہ دیا گیا۔ اہل اخبارات کو بھی یہاں تمغے ملتے رہتے ہیں۔ اور سول اور

ملٹری ملازموں کو بھی۔ یہ شہر ملازمین سے پہلے [illegible]
ہیں کہیں وردی پر طلائی تمغے بھی ہے۔ اور کسی [illegible]
از کم ایک دو تمغے بھی ہیں۔ اگر پولیس کا افسر یا سپاہی کسی عدالت یا محکمہ [illegible]
ہیں تمغے ہر سال کے ہر زمانہ میں مستحقین کو تقسیم ہوتے ہیں بخلاف دیگر ممالک کے جہاں [illegible]

حضرت سلطان کی ذات والا کے مختتمات ہی ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا [illegible]
خواہ وہ کیسا ہی ہو سلطان المعظم کی خدمت میں بھیجے وہ ضرور انکی خدمت میں پہونچنا چاہیے۔ ایک [illegible]
اس غرض سے قائم ہے کہ وہاں سے حضور ممدوح کی خدمت میں اہل حاجات تار برقی خبر بھیج سکیں۔ جو [illegible]
خدمت میں پہونچنی چاہیے۔ لیکن مابین ہمایون کے عہدہ دار اکثر تاریں پیش نہیں کرتے یا ایسے طور پر پیش کرتے [illegible]
نہیں ہوتیں۔ بلکہ یہ اول سائلوں کو طلب کرکے انکی حاجت پہلے دریافت کرتے ہیں۔ مگر یہاں مشہور ہے کہ [illegible]
کے کانوں تک پہونچ جاتی ہے۔ وہ محروم نہیں رہتا۔ اعلیحضرت سلطان المعظم خود بنفس نفیس سوائے صلوۃ [illegible]
حمیدیہ میں ادا کرنے کے کبھی باہر نہیں نکلتے۔ اسوقت قریب پچیس تیس ہزار کے فوج سوار اور پیدل حفاظت کے لئے موجود ہوتی
ہے۔ سلاملک کی کیفیت انشاء اللہ آیندہ ہفتہ میں لکھونگا۔ صدر اعظم اور سر عسکر یعنی کمانڈر انچیف افواج عثمانیہ کو میں کئی مرتبہ
بازاروں میں بگھی میں بیٹھ کر گذرتے دیکھا ہے۔ ان کے پیچھے تین تین سوار مسلح چلتے ہیں میرے ہوٹل کے قریب بازار میں ایکروز
ہز ایکسیلنسی صدر اعظم اپنی گاڑی ٹھیرا کر گاڑی ہی میں ایک انگیٹھیوں کی دوکان پر ایک خوبصورت انگیٹھی کا سودا کرتے رہے

سلطنت عثمانیہ کی تجارت اور صنعت و حرفت کی حالت بہت ردی ہے۔ اور یہاں کے بعض اہل الرائے اشخاص سے میں نے اسکے
متعلق گفتگو بھی کی ہے۔ جیسا کہ میں نے پچھلے خط میں لکھا تھا۔ بازار یورپ کی ساخت اشیاء سے بھرا ہے۔ اور ٹرکی میں کوئی ایسی
چیز باستثنائے اسکے عام طور پر نہیں بنتی۔ جو غیر ممالک کو بھیجی جائے۔ یا اس ملک میں ہی عام طور پر صرف ہو سکے [illegible]
چیز سمرنا کے قالین ہیں۔ جو دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ اور جن کی نقل آجتک اہل یورپ وامریکا نہیں بنا سکے۔ یہ [illegible]
(پونڈ) عثمانی کی تجارت ہے کسیقدر ریشم خام بھی اس مملکت میں پیدا ہوتا ہے۔ لیکن روئی اور دوسری [illegible]
کی اشیاء کی طرح یہ بھی یورپ کے کارخانوں میں جاتا ہے۔ اور وہاں سے تیار ہو کر آتا ہے۔ یہاں تک کہ [illegible]
کو تو ندرہتے ہیں۔ اور جو خاص ٹرکی کی ایجاد ہے۔ اور یہاں کی ضرورت کی چیز ہے۔ وہ بھی اکثر روس [illegible]
ہیں۔ جو یہاں کی ساخت سے سستے بکتے ہیں۔ ایک صاحب نے مجھے بتلایا کہ یہاں کی صنعت و حرفت [illegible]
صنعت و حرفت کے کارخانوں نے ستیاناس کر دیا ہے۔ کوئی دو سو سال پہلے سلاطین عثمانیہ نے [illegible]
رعایت اجازت دی تھی۔ کہ وہ اپنی اشیائے تجارت یہاں لاکر فروخت کریں اور ان سے [illegible]
اسوقت ٹرکی نے مال کی قیمت پر صرف ۸ فیصدی شرح محصول درآمد یعنی ڈیوٹی مقرر کی [illegible]
صنعت و حرفت کے کارخانوں میں بڑا انقلاب پیدا ہوا ہے۔ اہل یورپ اب بہت [illegible]
مجھے ایک قہوہ پینے کی چھوٹی سی پیچ اور پیالی دکھلا کر کہا کہ دونوں آپ قسطنطنیہ کے [illegible]

Marfat.com

تی ہے۔ جو یورپ سے بن کر آتی ہیں۔ بحالیکہ خود سلطنت ٹرکی میں چینی کے برتن بنانے کے کئی کارخانے تھے۔ مگر وہ اتنی ارزاں تیار نہیں کر سکتے کیونکہ انکے یہاں زمانہ حال کی ترقی شدہ مشینیں استعمال نہیں ہوتیں اسلئے وہ سب بند ہوگئے ہیں۔ صرف ایک قصبہ کتاہیہ تمام و کمال چینی برتن بنانے میں مصروف رہتا تھا۔ مگر اب یہاں ایک گھر اس صنعت کا نہیں رہا۔ گویا کشمیری شال کی تجارت کو ہند میں مقابلہ سے کم نقصان پہنچا ہے۔ مینے یہاں کے عجائب خانہ میں جسکو خزینہ کہتے ہیں۔ کوتاہیہ کی چینی کی بنی ہوئی چیزوں کے نمونے دیکھے۔ جو یورپ کی ساختہ اشیا سے عمدہ ہیں۔ مگر چونکہ اون سے ارزاں نہیں ہیں [illegible] انکا بازار سرد ہو گیا ہے۔ تو مینے ان صاحب سے دریافت کیا۔ کہ اسکا آپ کے نزدیک کیا نتیجہ ہے۔ کہ ٹرکی کی اب صنعت و حرفت کو کبھی ترقی نہ ہوگی۔ انہوں نے کہا جبتک ممالک غیر کی اشیا کی درآمد پر بھاری ڈیوٹی لگا کر بند نہ کیجائیگی۔ ٹرکی کی ساختہ اشیا کو ترقی نہیں ہو سکتی۔ مگر دول یورپ ڈیوٹی بڑھانے نہیں دیتیں جیسا کہ حال میں صرف ۳ فیصدی اضافہ کرنیکی اجازت دی گئی تھی۔ مگر بوجہ اونکی مخالفت کے رکگئی بحالیکہ روس بعض اشیا پر چالیس فیصدی قیمت کے برابر محصول درآمد لیتا ہے۔ مجھے یہ معلوم ہوا کہ حضرت سلطان المعظم نے کئی کارخانے سرکاری اور جیب خاص سے بعض اشیائے صنعت کی ساخت کے لئے جاری کر رکھے ہیں۔ مگر ان میں جو چیزیں تیار ہوتی ہیں وہ یورپ کی ساختہ اشیا سے گراں پڑتی ہیں۔ مثلاً ایک [illegible] جو باہر سے تیار ہو کر [illegible] یہاں ایک سو ساٹھ قرش میں تیار ہوتی ہے سلطانی کارخانہ میں ریشم اور پشم کے بہت عمدہ کپڑے۔ قالین جا نماز اور ترکی ٹوپیاں تیار ہوتی ہیں۔ چینی اور شیشہ بھی ڈھالا جاتا ہے۔ اسکی فروخت کیلئے شہر میں کئی دکانیں ہیں۔ جن پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ "فابریقہ ہمایونی سلطانی محمولات لری" (یعنے اشیائے ساختہ کارخانہ خاص حضرت سلطان) اور یہ نہایت نفیس قسم کی چیزیں ہیں مثلاً جا نماز یا ترکی ٹوپیاں اس کارخانہ میں بنتی ہیں وہ یہاں بکتی ہیں۔ مگر اون کی قیمتیں مقابلہ بازار کے زیادہ ہیں ان ترکی ٹوپیوں کے اندر ابھرے ہوئے حروف میں مختوم ہوتا ہے۔ کہ سلطانی کارخانہ کی ساختہ ہیں چونکہ یہ بہت ملائم اور عمدہ مال ہے میں ایک دو عدد اونکی لاہور میں ساتھ لاؤں گا۔ اس کارخانہ کے علاوہ جتنی ضروریات کیلئے جو سرکاری کارخانے سلطان المعظم کے عہد میں یہاں قایم ہوئے ہیں۔ ایک ترکی اشاعت نے اونکی تفصیل حال حسب ذیل لکھی ہے:-

(۱) مکمل توپخانہ فابریقہ (کارخانہ) (۲) برقی توپخانہ فابریقہ (۳) [illegible] (فولاد) فابریقہ سی (۴) دیگر فابریقہ (۵) قزغان (بائلر) خانہ فابریقہ (۶) تعمیر خانہ ماکنہ (آہن خانہ کی مشینیں) [illegible] خانہ فابریقہ [illegible] (کارخانے) (۷) [illegible] ارمنیہ مخصوص [illegible] فابریقہ (۸) [illegible] فابریقہ (۹) [illegible] فابریقہ (۱۰) [illegible] طولمبہ یہ مخصوص عربہ و قونداق فابریقہ (جہازی بڑی توپوں کی گاڑیوں کا کارخانہ) (۱۱) [illegible] لری (کارخانے) (۱۲) کبیر چکیج (گھن) فابریقہ (۱۳) صغیر چکیج فابریقہ (۱۴) [illegible] (۱۵) [illegible] کے کام کا فابریقہ اور کئی دوسرے کاموں کے کارخانے۔

مگر افسوس ہے کہ ملک کی عام تجارت پر انکا اثر اس سے زیادہ نہیں پڑ سکتا کہ کچھ لوگ ان سے کام سیکھ کر اپنے اپنے کارخانے جاری کریں۔ ان لوگوں کو جو یہاں کام کرتے ہیں۔ کچھ کام سیکھ جانے کے بعد معقول تنخواہ دیجاتی ہے۔

یہاں کا عجائب خانہ نیا ہی ہے۔ تاہم آثار عتیقہ (انٹک Antique) سے بہت سی قیمتی چیزیں یہاں

Marfat.com

موجود ہیں۔ خاص سکندر اعظم کا سنگ مرمر کا عالیشان تابوت یہاں رکھا ہے جو عہد کے عجوبہ [illegible]
اگر یہہ واقعی سکندر اعظم کا سر ہے۔ تو اس عظیم الشان فاتح کی کھوپری بھی یہاں ایک [illegible]
دیر تک اس کھوپری اور اوس کے ساتھہ کے گوشت پوست کے پرزوں کو بنظر عبرت دیکھتا رہا ۵

ٹھیکری کو قدر ہے اس کو نہیں — ٹوٹے جب کاسہ سر فغفور کا

اے سکندر نہ رہی تیری بھی عالمگیری — کتنے دن آپ جیا کس لئے دارا مارا

اس تابوت کے گرد کی "فریز" پر سکندر اور دارا کے کئی بُت کھدے ہوئے ہیں۔ جن میں ہر جگہ مختلف صورتوں میں سکندر دارا کو پچھاڑ رہا ہے۔ حمدی بک صاحب "مدیر مزہ ہمایوں" (مہتمم عجائب خانہ قسطنطنیہ) نے اسے صیدا سے کھود کر نکالا ہے۔ ایک اور عجائب خانہ قدیم "ینی چری" فوج کے بتوں اور پوشاکوں کا ہے۔ اس میں ٹرکی کی اس مشہور فوج کے ہر عہدہ دار کا بت پلاسٹر آف دی پیرس کا بنا کر رکھا ہے۔ اور اونہیں اسی زمانہ کی پوشاک پہنائی ہے۔ غالباً سو سے کم بت نہ ہوں گے۔ مگر ایک کے سر کی پوشاک دوسرے سے نہیں ملتی اس قدر مختلف عجیب و غریب ہیئت کی ٹوپیاں اور پگڑیاں بجائے خود ایک عجائب خانہ ہے۔ مگر ان دونوں عجائب گاہوں میں ایک ایک غرش داخلہ کا ٹکٹ ہے۔ سرکاری عجائب گاہ کے لئے یہ ٹکٹ زیادہ ہے۔ اگر بالکل موقوف نہ ہو اور اس سے کم ہی ہو جائے۔ تو بہت کم مقدرت لوگوں کو ان کے دیکھنے کا موقعہ ملے۔ علاوہ اس کے ہزارہا بیش قیمت اشیاء تاریخ عثمانی کے متعلق مختلف محلات اور خزینہ ہائے شہنشاہی میں موجود ہیں۔ ان میں سے بعض یہاں رکھی جا سکتی ہیں جن کے دیکھنے سے اہل ملک کو فایدہ ہوگا۔ عثمانی آثار کے حصہ میں بعض اب بھی بیش قیمت تاریخی چیزیں اور تحریریں ہیں ٭

از مقام قسطنطنیہ ۲۷ ستمبر ۱۹۰۸ء

پچھلی چٹھی لکھنے کے وقت میرا قصد تھا کہ آج یعنی ۲۸ ستمبر کو جو سٹیمر یہاں سے بیروت کو جاتا ہے۔ اسپر سوار ہو جاؤنگا لیکن ہمارے عزم بے حقیقت ہیں۔ جو مولائے متعال چاہتا ہے کرتا ہے۔ نیز اس لئے اپنا ارادہ آیندہ ہفتہ تک ملتوی کر دیا ہے کہ استنبول کے کچھ اور مقامات بھی دیکھہ لوں۔ جو آجتک نہیں دیکھہ سکا۔ ہر چند کہ ممالک عثمانیہ میں بیروت بہت بڑا بندرگاہ ہے۔ تاہم کوئی ایسا انتظام موجود نہیں ہے کہ قسطنطنیہ سے بیروت کے مابین کوئی روزانہ سروس جہازوں کی جاری ہو۔ البتہ روسی۔ اطالی۔ یونانی۔ فرانسیسی۔ آسٹرین اور انگریزی کمپنیاں ان بندروں کے درمیان جہاز چلاتی ہیں۔ ان میں کسی ترک کی ایک پیسہ کی بھی شرکت نہیں قسطنطنیہ کے مضافات کی آمد و رفت کے لئے ایک جہازوں کی کمپنی بنام شرکت خیریہ جاری ہے۔ جس میں بہت تھوڑا ترکی سرمایہ ہے البتہ مخصوص لائین جہازوں کی محکمہ امیر البحری کی ملکیت ہے۔ اس کے علاوہ شمالی سمندروں میں جو سٹیمروں کی لائنیں جاری ہیں اونکی تفصیل یہہ ہے :-

آسٹرین لائن :۔ ٹریسٹ سے قسطنطنیہ سمرنا اور تمام ساحل اسکندریہ تک۔ اس کی ایک شاخ ڈینیوب میں چلتی ہے کیستنجہ۔ وارنا۔ اور اناطولی (اناطولیہ) سے بحیرہ اسود کے بندروں کو جاتی ہیں +

مصری لائن :۔ خدیوی ڈاک کے سٹیمروں کی کمپنی جو پہلے گورنمنٹ مصر کی ملکیت تھی۔ مگر اب ایک انگریزی کمپنی کا مال ہے۔ جو اسکندریہ سے قسطنطنیہ کو جاتی ہیں۔ اور راستہ میں پیرئس۔ سمرنا۔ اور ساحل شام کے بندروں سے گذرتی ہے۔

انگریزی لائنیں :۔ ایک لنڈن کی اور چار لورپول کی بحری کمپنیاں ان سمندروں میں جہاز رانی کرتی ہیں +

فرانسیسی لائنیں :۔ ایک ڈاک کی لائن مارسیلز سے قسطنطنیہ اور سمرنا کو جاتی ہے۔ اور بحیرہ اسود اور ساحل شام کے بندروں سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ اور دو تجارتی جہازوں کی لائنیں ہیں +

یونانی :۔ ایک لائن ٹریسٹ سے پیریس قسطنطنیہ اور بحیرہ اسود کے بندرگاہوں تک +

اطالی :۔ ایک لائن ٹریسٹ۔ وینس اور برنڈسی۔ سمرنا قسطنطنیہ اور بحیرہ اسود کے بندروں تک اور ایک لائن مارسیلز سے اطالی بندروں اور قسطنطنیہ تک +

روسی :۔ ایک لائن اوڈیسہ سے قسطنطنیہ اور بحیرہ خضر کے بندروں تک اور ایک لائن اوڈیسہ سے قسطنطنیہ اور ساحل شام کے بندرگاہوں اور مصر تک +

ترکی :۔ مخصوصہ کمپنی کے جہاز قسطنطنیہ سے سمرنا۔ کریٹ۔ اطالیہ۔ وارنا اور طرابزون تک چلتے ہیں۔ کورتی کمپنی کے جہاز کریٹ۔ دولو۔ ڈینیوب اور طرابزون کے مابین مخصوصہ کمپنی ترکی محکمہ امیر البحری کی ملکیت ہے۔ اور کورتی کمپنی گو ترکی جھنڈا اُڑاتی ہے لیکن تمام اسی یونانی سرمایہ سے بنی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ سلطنت عثمانیہ کی [illegible] کے بعض چھوٹے چھوٹے سٹیمروں کی لائنیں ہیں۔ جو بڑے سمندروں میں نہیں جا سکتیں +

مناسب ہے کہ یہاں کل سلطنت ٹرکی کی ریلوے لائنوں کی بھی تفصیل درج کی جائے جو حسب ذیل ہے :۔

(۱) قسطنطنیہ سے ایڈریانوپل (ادرنہ) فلیپولی۔ بلووا۔ صوفیہ۔ زاری براد اور سرحد سرویہ یا صربیہ تک۔ جہاں یہ پیرٹ منش بلگراڈ لائین سے جا ملتی ہے یعنی اسی لائین پر بڈاپسٹ سے قسطنطنیہ کو آیا ہوں۔ اس ریل کا ایک حصہ بلووا اور زاری براڈ کے مابین بلگیریہ کا مال ہے۔ اور قسطنطنیہ سے بلووا تک ایک کمپنی کی ملکیت ہے جس کا نام کمپنی آف [illegible] مشرقی ہے۔ اور جس کا پریسیڈنٹ ایک کروڑپتی جرمن یہودی بیرن ہرشن تھا جو اب مر گیا ہے +

(۲) ایڈریانوپل سے گولیلی۔ برخاش۔ وادی گاچ اور سدانیکت کو یہ سرکاری [illegible] +

(۳) ایڈریانوپل سے ترنووا یعنی زعزاہ اور جمبولی تک۔ اس لائین کو بالیرلی سے بحیرہ خضر کے مقام برخاش تک بڑھایا ہے +

(۴) وارنا سے رسچک تک ۱۳۰ میل لمبی لائین ۱۸۶۶ء اور ۱۸۶۶ء کے مابین تیار ہوئی +

(۵) سالونیکا سے اسکوب اور متروڈیزا تک۔ اس کی ایک شاخ اسکوب سے سرحد سرویہ کو جاتی ہے جہاں

یہہ انجا نیش بلگراڈ لائن سے جاملتی ہے۔ اور ایک شاخ سالونیکا سے مناسترکو جاتی ہے۔

(۶) حیدر پاشا سے آسمد آدا انار۔ بلیجک سے ایکی شہراور انگورکو ایکی شہر سے افیوم کا راحصار تک ایک شاخ کو جاتی ہے۔ یہ لائنیں ایک جرمن کمپنی نے تعمیر کی ہیں۔ اور وہی انپر کام کرتی ہے۔

(۷) سمرنا سے میناس اور ہرموس سے کسابا اور آلاشہر تک ایک اور شاخ آق حصار اور سوما تک۔ اور آلاشہر سے افیوم کا راحصار تک جاتی ہے جہاں حیدر پاشا اسمد لائین سے جاملتی ہے۔

(۸) سمرنا سے ایاسلوک۔ ایدن اور دینیار تک　　(۹) مرسینا سے تارسس اور ادانا تک

(۱۰) بیروت سے دمشق تک　　(۱۱) یافہ سے بیت المقدس تک

(۱۲) بالفعل دمشق سے حجاز کو تعمیر لین ملبہ ہی ہوئی شروع ہوگئی ہے۔ بتقریب جشن حکومت سی وپنجسالہ حضرت سلطان انکے علاوہ اور بھی ایک دو لائنیں زیر تجویز ہیں لیکن گورنمنٹ ٹرکی کی مالی حالت اسے انکی تعمیر کی اجازت نہیں دیتی۔ ہرچند کہ اب ترکی کا قومی قرضہ اسقدر زیادہ نہیں رہا جو بمقابلہ دیگر دول یورپ کے قومی قرضوں کے بہت زیادہ معلوم ہو۔ تاہم اوسکی ادائیگی کے اس قسم کے انتظام اور عمدے کئے گئے ہیں کہ بخلاف دیگر دول یورپ کے قومی قرضہ کی ساتھ ساتھ ادا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ صرف دولت عثمانیہ کے قرضہ کے انتظام کے لئے قسطنطنیہ میں بڑا محکمہ بنام "دیون عمومیہ" ایک بڑی عالیشان عمارت میں قایم ہے۔ جس عمارت کا خرچ اور محکمہ کی تنخواہ اس قرضہ کے ادا بھی بہاری کرنے میں معقول امداد دیتی ہونگے۔ دیون عمومیہ کی ادائیگی کے لئے سلطنت ذرائع آمدنی نمک۔ ریشم۔ سپرٹ مچھلی اور کچھہ حصہ تمباکو کے محصول کا علاوہ مشرقی رومیلیا جزیرہ سائپرس اور بلگیریا کے خراج کے مخصوص کیا ہوا ہے جس سے قرضہ ۱۸۸۱ء سے اب تک سلسلہ وار کم ہورہا ہے۔ ۳۱ ڈسمبر ۹۹ء کو کل قرضہ کی میزان (۱۴۸۲۳۸۶۹۵۸۱) پونڈ تھی۔ علاوہ اس کے تینتیس چالیس لاکھہ پونڈ کا ایک اور قرضہ ہے۔ اور (۲۷۲۳۱) پونڈ سالانہ روس کو تاوان جنگ کا بطور دیا جاتا ہے لیکن اس ترقی کے زمانہ میں جبکہ دیکھا جاتا ہے کہ دنیا کی کل باقی دول عالم کا قرضہ بھی کچھہ کم نہیں۔ کہ ٹرکی کو باوجود ان تمام عیوب کے جو اس کے سرپر تھوپے جاتے ہیں۔ اور باوجود ان تمام جنگوں کے جو اسے ہر روز کرنے پڑتے ہیں۔ بہت زیادہ مقروض نہیں پایا جاتا۔ مثلاً ۱۸۹۸ء میں روس کا قومی قرضہ (۶۹۴۳۷۰۰۰۰) پونڈ تھا۔ فرانس کا (۱۰۸۳۳۲۷۶۹۶) پونڈ۔ جرمن کا (۴۳۰۷۵۹۱۹۵) پونڈ۔ اٹلی کا (۵۱۶۲۹۷۳۹۲) اور آسٹریا کا (۳۴۹۷۶۳۴۰۰) پونڈ تھا۔ باوجود اس قدر قرضہ ادا کرتے رہنے کے ٹرکی نے گزشتہ بیس پچیس سال میں اپنی فوج بری کو ترقی دینے میں بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ اسوقت کاغذات میں ترکی فوج بوقت امن ایک لاکھہ ۹۰ ہزار سپاہی اور ۱۲ ہزار افسر بتلائی جاتی ہے۔ اور بوقت جنگ ساڑھے ۱۲ لاکھہ کی جمعیت جمع ہوسکتی ہے لیکن یہاں کے بعض اہل الرائے سے سنا ہے کہ ۷ لاکھہ فوج جرار سلطنت عثمانیہ بوقت ضرورت ایشیا اور یورپ کی تمام ضلعوں سے جمع کرسکتی ہے اور اسی لئے فوج کا خرچ اسقدر زیادہ ہے کہ وہ بحری طاقت کی ترقی کی طرف توجہ نہیں کرسکتی۔ تاہم جسقدر روپیہ کسی نہ کسی طرح یہہ سلطنت حاصل کرسکتی ہے آجکل بحری طاقت کی اصلاح کیلئے بھی دیا جاتا ہے بحری فوجیں کاغذات کی رو سے کل اٹھائی ہزار افسر اور پندرہ ہزار آدمی ہیں لیکن بوقت جنگ یہ گنتی سو

زیادہ ہو سکتی ہے۔ آجکل آٹھ اور دس لاکھ پونڈ کے درمیان بعض آہن پوش جہازوں کی مرمت کے لیے دیا گیا ہے جو اٹلی اور جرمنی کے بعض جہاز بنانے کے کارخانوں میں مرمت ہو رہے ہیں۔ اور کل یہاں کے اخبار اقدام میں میں نے دیکھا تھا کہ سات آٹھ لاکھ پونڈ کے مابین اٹلی کے ایک کارخانہ میں بعض جنگی جہازوں میں نئی توپیں رکھنے کے لیے ٹھیکہ دیا گیا ہے۔ جو ۳ ماہ کے بعد ۱۸۔۱۸ ہزار پونڈ کی قسطوں میں دیا جائیگا تاہم جسقدر بے پروائی ترکوں نے اپنے جنگی جہازوں سے برتی ہے۔ اتنی تارپیڈو کشتیوں اور زیر آب چلنے والی گارڈن فلوٹ کشتیوں سے نہیں برتی۔ کیونکہ انکی حالت اچھی بیان کی جاتی ہے۔

گورنمنٹ ترکی خراج کے علاوہ بطور عشر کے جو چھوٹی چھوٹی رسوم زمینداروں سے لیتی ہے۔ وہ کل ملا کر پیداوار کے ۱۲½ فیصدی کے برابر ہوتی ہے۔ جو ہرگز بھاری نہیں ہیں۔ اور آمدنی کا ٹیکس جو بنام تمتع ترکی کے مشہور ہے۔ تین فیصدی ہوتا ہے لیکن اس کی تحصیل ایسے طور پر ہوتی ہے۔ کہ بہت لوگ اس کی ادائیگی سے بچ رہتے ہیں۔ علاوہ ان ٹیکسوں اور خراجوں کے غیر مسلم لوگ جو فوجی ملازمت سے محفوظ رہتے ہیں۔ ہر (۱۶۰) [illegible] مردوں کے پیچھے ۵ ہزار غروش یا سوا چھ سو روپے دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھیڑوں کا ٹیکس [illegible] غروش تک ہے۔ اور سٹامپ۔ نمک۔ ریشم۔ تمباکو وغیرہ علیحدہ ٹیکس ہے جنگی صرف ۸ فیصدی درآمد پر اور ایک فیصدی مال کی برآمد پر ہے۔ اور کچھ میونسپلٹی کے ٹیکس علاوہ ہیں لیکن واضح رہے کہ تمام یورپین لوگ جو قسطنطنیہ میں رہتے ہیں۔ اور جو ہزاروں ہیں قسم قسم کے ٹیکسوں سے محفوظ ہیں۔

ناظرین سے مخفی نہیں ہے کہ پہلی چٹھی میں یہاں کی سڑکوں کی شکایت کی ہے۔ اور واقعی ایسے خوبصورت شہر کے لئے ایسی ناہموار اور نادرست سڑکیں [illegible] کسی طرح زیبا نہیں چنانچہ میری ملاقات جب بعض ترک جنٹلمینوں سے ہوئی تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم ہمارے شہر کو کیسا پسند کرتے ہو۔ تو میں نے سڑکوں کی نسبت اپنا خیال ظاہر کیا لیکن احمد مدحت صاحب ایڈیٹر [illegible] نے جو قسطنطنیہ کے مشہور مصنفوں اور اخبار نویسوں سے ہیں مجھے سڑکوں کی اس حالت کی وجہ بتلائی۔ انہوں نے کہا کہ ترک ایک غریب قوم ہے [illegible] قسطنطنیہ میں رہنے والے لوگوں میں سے [illegible] سات ہزار گھروں کا گذارہ سلطنت کی ادنیٰ خدمات اور ملازمت پر منحصر ہے۔ سپاہیوں یا بعض دیگر ملازمین کو علاوہ ۳۔۴ پونڈ کی روٹی کے [illegible] ہر روز یہ صورت [illegible] ۵ پونڈ ماہوار نقد ملتے ہیں۔ اس ۸۔۹ پونڈ میں جو کنبہ اس شہر میں بسر کرے وہ [illegible] مفلس کہلاتا ہے بمقابلہ اس کے یہ تمام عالیشان پتھر کے مکانات اور دوکانیں اور کوٹھیاں اور بنک اور ہوٹل جو نظر آتے ہیں۔ یہ اہل یورپ کا مال ہے یہ لوگ اس ملک میں آکر تجارت کرتے اور روپیہ کما کر دولتمند ہو جاتے ہیں لیکن گورنمنٹ ترکی کو سوائے [illegible] کے ٹیکس کے یہ براہ راست اور ایک حبہ ٹیکس نہیں دیتے۔ کیونکہ ترکی نے ایک زمانہ [illegible] معاہدہ دول یورپ کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ کہ وہاں کے باشندوں سے [illegible] اسی لئے سڑکوں کے بنانے کے واسطے کسی قسم کا وہیل ٹیکس یا اور کوئی ٹیکس بھی ان پر نہیں لگایا جا سکتا۔ اور تھوڑا بہت میونسپل ٹیکس جو مفلس ترک ادا کر سکتے ہیں۔ اسی سے ترکی کی سڑکیں بنائی جاتی ہیں۔ ان چند ترک اہل الرائے سے۔ جن سے میں یہاں ملا ہوں احمد مدحت صاحب ضرور قابل تذکرہ شخص ہیں۔ یہ [illegible] مصنف

Marfat.com

فسانہ نگار۔ اخبار نویس اور مذہبی مباحثہ کی کتابیں لکھنے والے ہیں۔ اس ملک میں [illegible] نویسی بالغ نہیں ہے۔ اسوقت بھی احمد جودت صاحب چیف ایڈیٹر و مالک اخبار اقدام [illegible] طرح احمد مدحت صاحب باوجود سرکاری ملازم ہونے کے اخبار نویس بھی تھے۔ چنانچہ یہاں کے سب سے پرانے ترجمان حقیقت کے یہ مالک و ایڈیٹر تھے۔ جواب ان کے چھوٹے بھائی محمد جودت صاحب کی ایڈیٹری میں نکلتا ہے صاحب کو تیس سال پہلے عیسائی مذہب کی تردید میں کتابیں لکھنے کی ضرورت معلوم ہوئی۔ ان کے مذہبی خیالات ہندوستان میں سر سید احمد خان مرحوم کے خیالات کی طرح آزاد ہیں۔ خصوصاً معجزات اور [illegible] کی تفسیر کے متعلق۔ اسلئے انہیں یہاں کا نیچری کہنا چاہیئے۔ اور انکا خیال ہے کہ مثنوی مولانا روم قرآن مجید کی اچھی تفسیر ہے۔ لیکن جب میں نے سر سید مرحوم کا ان سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے اس بزرگ کا نام بھی آجتک سنا۔ اور انکی تصنیفات دیکھنے کا شوق ظاہر کیا۔ مگر بوجہ اردو زبان سے ناواقف ہونے کے افسوس کیا۔ یہ فارسی عربی۔ اور فرانسیسی بہت عمدہ جانتے ہیں۔ چنانچہ اپنی آخری تصنیف کا مسودہ مجھے دکھلایا۔ جو ترکی زبان میں [illegible] یہ اسکو فرانسیسی میں بھی ترجمہ کر رہے ہیں۔ ان کے بھاری چہرہ پر انکا لمبا ملکہ چوڑا ڈاڑھا بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ ان سے ملاقات کے وقت میرے ہمراہ سید عبد الغفار صاحب ایک ہندوستانی جنٹلمین تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ جسقدر فرانسیسی لوگوں میں وکٹر ہیوگو مشہور مصنف گذرا ہے۔ اتنا ہی ترکوں میں احمد مدحت مشہور مصنف ہے حال مجھے ان صاحب سے بہت سی ایسی باتیں دارالخلافہ کے متعلق معلوم ہوئیں جنہیں ہر شخص نہیں بتلا سکتا رخصت کیوقت انہوں نے اپنی تصنیفات سے مجھے چند جلدیں عنایت کیں +

سید عبد الغفار صاحب جنکا ذکر میں نے اوپر کیا ہے۔ دراصل ہندوستانی نہیں۔ بلکہ حضرات خطہ کشمیر سے بے نظیر لیسٹر ہیں جب اخبارات میں انہوں نے میرے یہاں پہونچنے کی خبر دیکھی تو ہوٹل میں آکر مجھ سے ملے اور روز بعد تقاضا کرنے لگے کہ بجائے ہوٹل میں رہنے کے میں ان کے مکان پر چلکر رہوں۔ باوجود کئی روز تک [illegible] کرنے کے انکا اصرار غالب آیا۔ چنانچہ آج چوتھا روز ہے کہ میں ہوٹل سے اٹھکر انکے مکان میں وارد ہوں [illegible] استنبول ہے۔ کہ میرے ہموطن کیسے با اخلاق اور مہمان نواز ہوتے ہیں۔ سید عبد الغفار صاحب [illegible] دوست غفار آفندی کہتے ہیں۔ اور چونکہ یہاں دوستوں کا ایک وسیع حلقہ اور اکثر معززین [illegible] رسائی اور کدوقتی رکھتے ہیں۔ تیس سال سے انہوں نے یہاں کا وطن اختیار کیا ہوا ہے۔ اور یہیں شادی ہو اونہوں نے اپنا کام چھوڑکر کئی قابل دید مقامات اور مشاہیر سرکاری دکھلائے ہیں۔ اور کئی ملاقات کے [illegible] سے ملایا ہے۔ منجملہ انکے شیخ ابو الہدی صاحب مشیر سلطانی کا ذکر ضروری ہے +

شیخ سید ابو الہدی صاحب حضرت سلطان المعظم کے بہت بڑے معتمد اور یہاں اوّل درجے کے حضرات میں سے ہیں۔ بلکہ بقول دیگر بعد ذات سلطانی کے یہ خاندان [illegible] اور منزلت دوسرے شخص ہیں۔ مسٹر رفیق جب ان سے ملاقات کا وقت معین کرکے تو میں گزشتہ شنبہ کے روز

قصر یلدز کے متصل بلکہ اوسی کی حدود کے اندر ان کے وسیع محلات عین کنارہ دریا پر واقع ہیں۔ اون کے مکان کی ایک سقف سے جہاں اُنہوں نے مجھ سے ملاقات کی وہاں سے باسفورس کا نیلگون پانی اور اوس میں سٹیمروں کے چلنے کا دلفریب نظارہ کبھی بھولنے کے قابل نہیں شیخ ابوالہدیٰ صاحب کا وطن شام ہے۔ بیس سال کے قریب عمر میں علوم دینی کی تعلیم سے فارغ ہو کر قسطنطنیہ میں پہنچے۔ اور اُسی زمانہ میں انہوں نے ایک کتاب تصنیف کی۔ جو سلطان عبدالعزیز مرحوم نے نہایت پسند کی۔ اور اُنہیں حلب کا قاضی مقرر کر کے بھیجدیا۔ یہہ فرماتے ہیں۔ کہ اس کے بعد میں نے ہر علم (جس سے اُنکی مراد علوم اسلامیہ سے ہے) کی شاخ میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اور میری تصنیفات پونے دو سو کے قریب عربی زبان میں ہیں۔ جن میں اکثر طبع اور مشتہر ہو چکی ہیں۔ لیکن سلطان عبدالحمید خان ثانی نے تخت پر متمکن ہونے کے بعد انہیں اپنے پاس بُلا کر مشیران خاص میں شامل کر لیا۔ اور تب سے یہ نہایت معتمد علیہ ہیں۔ شیخ صاحب بڑے قوی ہیکل دراز قامت اور وجیہ آدمی ہیں۔ بال زیادہ سفید ہیں مجھ سے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ باتیں کرتے رہے عربی نہایت فصاحت سے بولتے ہیں۔ اور قرآن و حدیث سے ہر بات میں استنباط کرتے ہیں۔ گفتگو کی درمیان وقفوں میں ہر وقت درود پڑھتے ہیں۔ میں نے اخبارات میں پڑھا تھا کہ شیخ ظافر صاحب شاذولی نے جو سلطان المعظم کے مرشد طریقت ہیں۔ ان کے خلاف ایک پمفلٹ مصر میں شایع کرایا جسکا ماحصل یہ تھا کہ سید ابوالہدیٰ صاحب عالم شباب میں بھی ایٹر میں ناچا کرتے تھے۔ میں نے کچھ اس کی طرف اشارہ کیا۔ تو شیخ صاحب نے فرمایا کہ اگر اس قسم کی تحریر سے اسلام کی توہین مقصود نہ ہوا کرتی تو مجھے ذرہ بھی رنج نہ ہوتا۔ میں جو کچھ ہوں۔ اللہ دیکھتا ہے میرے آباؤ اجداد یعنے اہلبیت کرام پر ابتدا سے مصیبتیں واقع ہوتی رہی ہیں۔ اسلئے میں ایسی باتوں سے نہیں گھبراتا۔ چونکہ ہندوستان کے بعض اخبارات میں بھی اس پمفلٹ کا ذکر شایع ہوا ہے۔ اسلئے میں اس قدر اپنی طرف سے بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ شیخ سید ابوالہدیٰ صاحب کا پایہ ایسی باتوں سے بہت اعلیٰ معلوم ہوتا ہے۔ وہ بڑے فاضل۔ دیندار اور فاضل شخص معلوم ہوتے ہیں۔ شیخ ظافر صاحب اُن کے رتبہ پر حسد کرتے ہیں۔ اور سوائے ایک طریقہ کے سجادہ نشین ہونے کے اور اون میں کوئی خصوصیت نہیں انکا تکیہ بھی یلدز کوشک کی حدود ہی میں ہے۔ جو سلطان المعظم نے اونہیں عنایت کیا ہوا ہے۔ شیخ ابوالہدیٰ صاحب کے صاحبزادے حسن بے صاحب ایک جوان صالح و عہدہ دار سلطانی ہیں۔ اور فرانسیسی بخوبی جانتے ہیں۔ جو یہاں کے تمام تعلیمیافتہ لوگوں کے لئے جاننا ضروری ہے۔ یہہ استنبول سے دس میل کے فاصلہ پر دور بغاز میں ایک جزیرہ میں رہتے ہیں جسکا نام بیوک ادہ یعنے جزیرہ کلان ہے۔ قسطنطنیہ کے بہت سے امرا اور اہل استطاعت اس جزیرہ اور اس کے قریب کے بہت سے چھوٹے جزیروں میں رہتے ہیں یہاں کی آب و ہوا نہایت صحت بخش ہے۔ علاوہ مستقل رہنے والے لوگوں کے بہت لوگ تفریح کے لئے وہاں جاتے ہیں جہاں قسطنطنیہ کے کئی یورپین ہوٹلوں نے شاخیں کھول رکھی ہیں حسن بے صاحب کے

Marfat.com

مکان پر اس جزیرہ میں پرسوں شب کو مہمان تھا۔ شہر سے دن میں [illegible] اس لئے بہت لوگ جو دن کو شہر میں کام کرتے ہیں۔ شب کو دس [illegible] جاتے ہیں قسطنطنیہ سے جاتے ہوئے سٹیمروں کا کرایہ ۵ غروش دیا تھا۔ مگر لوٹتے ہوئے [illegible] جس کی وجہ یہ معلوم ہوئی۔ کہ سلطنت کی طرف سے جہاز کے کرایہ پر شہر سے جانے والوں کے [illegible] میں ہندوستان کے دو پیسہ کے برابر ہیں۔ پسلٹی بڑھ گئے ہیں کہ ایک ہسپتال کے فنڈ کو مدد دی جائے۔

بلحاظ شفاخانوں محتاج خانوں۔ مدرسوں اور خیرات خانوں کے قسطنطنیہ دنیا کے کسی شہر سے پیچھے نہیں بلکہ خیرات کے لحاظ سے کئی بڑے بڑے شہروں سے اول ہوگا۔ میں پچھلی چٹھی لکھنے کے بعد یہاں کی کئی اور بڑی مسجدیں دیکھ چکا ہوں۔ انصاف چاہتا ہے کہ میں یہاں کی مسجدوں کا پھر ذکر کروں۔ اس شہر کی عزت ہی ان عظیم الشان اور بے نظیر ابنیہ سے ہے۔ کہ جن کو خاندان عثمانیہ کے نامور تاجداروں نے اپنے اپنے زمانوں میں بصرف بے انداز تعمیر کیا تھا۔ یہ مسجدیں سوائے اُن دو تین مساجد کے ہیں۔ کہ جنہیں قدیم عیسائی سلاطین کے بنائے ہوئے گرجوں سے اصلاح کے بعد مسجد بنایا گیا ہے۔ جب تک میں قسطنطنیہ میں نہیں آیا تھا میرا مبلغ علم یہاں کی مساجد کی نسبت اس سے زیادہ نہیں تھا۔ کہ اباصوفیہ یہاں کی سب سے بڑی اور خوب صورت مسجد ہے۔ اور دو تین دیگر مساجد اس سے کم پایہ کی ہیں۔ لیکن اب میں عینی شہادت سے بیان کرتا ہوں کہ یہاں کی پانچ چھ دوسری عظیم الشان مسجدیں ایک نہ ایک پہلو سے جامع اباصوفیہ سے فائق ہیں اور وسیع ہیں۔ ان میں زیادہ آدمیوں کی گنجائش اور قریب قریب ویسے ہی قیمتی مصالحہ سے بنی ہوئی ہیں۔ جامع سلطان محمد فاتح۔ جامع شہزادہ پاشی اور مسجد نئی جامع میں علاوہ مسجد سلطان سلیم۔ اور سلطان بایزید کے دیواروں پر چینی کا کام ایسا اعلیٰ ہے۔ کہ معلوم ہوتا ہے۔ تمام دیوار ایک ہی چینی کے ٹکڑے سے بنی ہوئی ہے۔ اور ان سب مسجدوں کی محراب کی جانب کی کھڑکیوں میں رنگین شیشوں سے کلمہ طیبہ اور دیگر اسمار لکھے ہوتے ہیں۔ قسطنطنیہ کی مساجد کی تعمیر قریب قریب ایک ہی اصول پر ہے۔ بیچ میں ایک بہت بڑا وسیع گنبد اور اس کے گرد چار نصف گنبد ہوتے ہیں۔ اور سب سقف علاوہ دیواروں کے چار پیل پایوں پر واقع ہے۔ پرسوں جامع سلطان سلیمان قانونی کا [illegible] ناپا تھا۔ طول و عرض ۲۰۷-۲۰۷ قدم تھا۔ اس جامع کے اندر بھی دو پیل پایوں کے نیچے وضو کے لئے دو جگہیں بنی ہوئی ہیں۔ جیسے خوشخط جلی نسخ اور ثلث خط میں نے ان مساجد کی دیواروں اور چھتوں پر چینی اور دوسرے رنگوں میں اور سنہری لکھے ہوئے دیکھے ہیں۔ ایسے پہلے نہیں دیکھے۔ بعض قطعات خوشخط ان مسجدوں میں آویزاں ہیں۔ جو مشہور ہے کہ سلطان سلیم اور سلطان محمود ثانی کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ جو بڑے خطاط گذرے ہیں۔ ہر مسجد میں کئی قرآن رکھے رہتے ہیں۔ اسی طرح ہی سلاطین عثمانیہ کی تربتوں پر جو اس شہر میں کئی ایک ہیں۔ اچھے اچھے قلمی قرآن رکھے [illegible]

Marfat.com

سلاطین کی اپنی خاص بندش کے بندھے ہوئے عمامے۔ جو اب ایک عجیب چیز معلوم ہوتے ہیں کیونکہ دو دو بالشت بلند ہیں پڑے ہوئے ہیں۔ ان قبروں میں بھی بہت سی آیات قرآن کندہ ہیں۔

ان مسجدوں اور مقبروں میں سے ہر ایک کے متعلق ایک بڑی جائیداد وقف ہے۔ کہ جس سے ان کی حفاظت اور خدمت کی جاتی ہے۔ بعض مساجد کیساتھ مکتب اسی آمدنی سے جاری ہیں۔ جیسا کہ سلطان عبدالعزیز مرحوم کی والدہ کی مسجد کے ساتھ ہے۔ اور بعض بلکہ اکثر کے ساتھ کھانا کھلانے کے مکانات ہیں۔ جیسا کہ سلطان مصطفےٰ کی جامع کے ساتھ مطبخ ہے۔ اس مطبخ میں ہر روز پانچ چھ سو آدمی کا کھانا تیار ہو کر تقسیم ہوتا ہے۔ جو مساکین اور طالب علموں کو ملتا ہے۔ غرض کل مساجد اور مقابر کے ساتھ اس قدر جائیداد وقف ہے۔ کہ آدھے شہر سے زیادہ اسپر آباد ہے۔ اور اس وقف کی کل آمدنی کا اندازہ اس طرح کیا گیا ہے۔ کہ نو لاکھ فوج کا خرچ سال تمام کا اس وقف سے چل سکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ کس قدر خیرات اس شہر میں ہوتی ہے۔ عجب نہیں کہ یہاں کے اکثر لوگ بوجہ اس خیرات پر گذارہ کرنے کے کام نہ کرتے ہوں۔ جو کسی سوسائٹی کے لئے بڑے زیان کی بات ہے۔ مینے یہ بھی سنا ہے کہ گذشتہ جنگ روس کے بعد جب کہ ٹرکی کی مالی حالت سخت ناقابل اطمینان تھی بعض یورپین واقف کاروں نے صلاح دی تھی۔ کہ تمام اوقاف ضبط کر کے جنگی مصارف میں لائے جائیں۔ بلکہ علماء نے فتویٰ بھی دے دیا تھا۔ کہ بصورت ضرورت مجاہدین اسلام وقف کو صرف کر سکتے ہیں لیکن آفرین ہے۔ سلطان عبدالحمید کی ہمت مردانہ کے کہ اس نے کہا کہ اپنے باپ دادوں کی خیر جاری کو بند کرنے سے سلطنت کو خیر باد کہنا مجھے منظور ہے۔ مینے سنا ہے کہ اب بھی بعض خیرات کے کام کم کئے گئے ہیں جنکا وقف پر مدار نہ تھا مثلاً پہلے اس شہر کے کتوں کے لئے بھی مطبخ قائم کیا گیا تھا۔ اور اس کے مہتمم کا عہدہ سگ باشی ہوتا تھا۔ مگر اب وہ محکمہ ٹوٹ گیا ہے۔ اور قسطنطنیہ کے کتوں کا گذارہ اب توکل پر ہے۔ چونکہ گھروں کے اندر دسترخوان تک کتے نہیں پہنچ سکتے۔ اسلئے لوگ ارادتاً کھانے کے بعد کچھ کھانا کتوں کے لئے کوچے میں پھینک دیتے ہیں۔

مینے یہاں کے اکثر مدرسوں کے پراسپکٹس اور سررشتہ تعلیم کی رپورٹیں حاصل کی ہیں۔ جن سے روشن ہوتا ہے۔ کہ اس وقت قسطنطنیہ اور تمام مملکت عثمانیہ میں مدرسوں کی کمی نہیں رہی۔ علاوہ مردوں کی عام تعلیم کے مدارس کے ٹکنیکل اور زراعتی تعلیم کے مدارس بھی موجود ہیں۔ [illegible] شبانہ مدارس لڑکیوں کے لئے بھی ہائی سکول کے درجے تک موجود ہیں جن میں [illegible] سکھلائی جاتی ہے میڈیکل کالج اور حربیہ مدرسہ اعلیٰ پایہ کے ہیں خصوصاً حال میں ایک میڈیکل کالج قسطنطنیہ کے نواح حیدر پاشا میں اتنا عظیم الشان بنا ہے۔ کہ جسکی تعمیر پر ۲ لاکھ پونڈ سے زیادہ روپیہ صرف ہو چکا ہے۔ مگر تعمیر ابھی ختم نہیں ہوئی۔ میں نے اس عمارت کو دیکھا ہے۔ یہ اس قسم کی لندن اور پیرس کی عمارات سے ہرگز دوسرے درجہ پر نہیں۔ بلکہ ان سے فائق ہوگی۔ یہاں کے وزارت خانہ

Marfat.com

یعنے مختلف سرشتوں کی عمارت ... فسانح خوشنگی سے رد وبدل صرف کر کے بنائی گئی ہیں ... پر بیٹھ کر کام کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے سامنے ... چمڑے کا بکس خاکستر کا ٹرے اور قہوہ کی پرچ پیالی رکھنے کا کام ... کاغذ کو بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں رکھ لیتے ہیں۔ اور دائیں ہاتھ سے ... لوگ جدا نہیں رہ سکتے جیسے کہ اہل کشمیر کانگڑی سے نہیں رہ سکتے۔ جن کی تعریف ... رطب اللسان ہوئے ہیں ؎

اے کانگڑی اے کانگڑی قربان تو حور و پری چوں در بغل مے گیرمت۔ دل ...

ترک افسر اور کلرک دفتر میں بیٹھے ہوئے دن میں کئی مرتبہ قہوہ پیتے ہیں۔ دفتروں میں ملازم ... سے رکھے ہوئے ہیں۔ کہ قہوہ تیار کر کے لائیں۔ کہیں کہیں جو کسی صاحب کے پاس ذرہ زیادہ دیر ... ہوا تو قہوہ نے دوسری دفعہ بلکہ تیسری دفعہ بھی اپنی سیاہ شکل آ دکھلائی۔ مگر ننھی سی پیالی میں ... کتنے ہیں۔ یہ پیالہ یا مرکب چند قطرات سے زیادہ نہیں ہوتا کیونکہ زیادہ حصہ تلچھٹ سے بھرا ہوتا ہے جو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ مزہ یہ کہ باوجود شیرینی ڈالنے کے بھی یہ بہت خوش مزہ شربت نہیں بنتا مگر کھانے کے بعد ترکوں تلخ قہوہ پیتے ہیں۔ جو میری رائے میں کریلا اور نیم چڑھا سے کم نہیں ہوتا۔ مگر یہاں یہ چیز شان ... قدیم الایام سے ترک سلاطین کے ذلیفہ کو ساتھ ایک کشتی لالکبالانہ کی قسم ... قہوہ کے ...

اب میں خاص ترکی کھانے کئی روز سے کھا رہا ہوں۔ اس لئے دو چار لفظ ان کی شان میں ... کفران نعمت ہوگا۔ ان میں سر فہرست ایک صاحب "چوربا" نامی ممتاز ہیں۔ چوربا ہمارے شوربا کی ... شکل ہے۔ لیکن اس کے نام میں اتنا تغیر نہیں ہوا۔ جتنا کہ ترکوں نے اس کی شکل میں کر دیا ہے۔ شادی کا چوربا ایک عجیب چیز ہے۔ جو مجھے کل نصرت علی خاں صاحب دہلوی کے دولت خانہ میں ... صاحبزادی کی شادی کے موقعہ پر کھانے کا اتفاق ہوا۔ یہ بڑے تکلف کا کھانا تھا۔ مگر مجھے اندیشہ ہے ہندوستانی اسے پسند کریں گے۔ نمک اور مرچ سے ترک بھی زیادہ آشنا نہیں۔ ہلدی سے بھی ... نہیں تاہم بعض کھانے بہت عمدہ ہیں۔ ایک کھانے کا نام "دولمہ" ہے۔ تما ٹو دولمہ ... عرب اور مصری یعنی "قورۃ" کہتے ہیں۔ یہ بینگن اندر سے خالی کر کے اور ان کے جو ... دیئے جاتے ہیں اور پھر انہیں پکایا جاتا ہے۔ جو لذیذ بن جاتے ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین ... ترکی کھانوں کی ترکیب سننے کی مجھ سے امید نہیں رکھیں گے صرف جملات کے ذکر ... ہندوستان میں اسے یخنی کہتے ہیں۔ ایک روز ایک ترکی لوقنطہ ... کھانوں کی فہرست کو دیکھ کر بیٹے لوقنطہ کے ملازموں کو ...

Marfat.com

بھی میں نے حشا کا نام معتبر سمجھ کر اُسے طلب کیا۔ تو میرے سامنے یخنی رکھی گئی۔ میں نے سمجھا کہ آدمی کو میری بات سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ میں نے دوبارہ بطور تاکید اُسے حشما کا نام دکھلایا۔ تو ثابت ہوا کہ مینو اس کی ہی فرمائش کی تھی۔ اور بے رنگ اور بے بو یخنی کا پیالہ بلا رغبت مجھے پینا پڑا۔

یہاں کے جتنے اخبارات کے دفتر دیکھے ہیں۔ اون میں فرانسیسی اخبارات زیادہ اچھے ہیں جرمنی اس سے کم اور روسی اوس سے کم۔ تاہم ان تینوں زبانوں کے اخبارات سے عموماً ترکی اخبارات خبروں کے لئے مدد لیتے ہیں۔ ترجمان حقیقت کے دفتر میں ایک اڈیٹر انگریزی بھی بخوبی جانتا ہے۔ اور فرانسیسی اور جرمنی بھی۔ میں نے اوس سے کہا کہ میری رائے میں فرانسیسی اخبارات سے انگریزی اخبارات اصلی بات رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ زیادہ لیاقت اور صرف سے تیار کئے جاتے ہیں۔ اور ٹائمز اور پال مال گزٹ اور ڈیلی ٹیلی گراف کا حوالہ دیا۔ مگر اوس نے کہا کہ ہم ان اخبارات کو نہیں پڑھتے کہ انہیں ہمبگ ([illegible]) یعنے واہیات بہت ہوتا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ اس سے آپ کا کیا مطلب ہے۔ تو اوس کا جواب میں اوس نے کہا کہ ان میں خودستائی اور یک طرفہ رائے ہوتی ہے۔ ہرچند کہ میں اس اڈیٹر اس ترک اخبار نویس سے اتفاق نہ کر سکا۔ تاہم میں نے خیال کیا کہ جو بات دل میں ہوتی ہے۔ وہی ظاہر ہوتی ہے۔ بوجہ فرانسیسی زبان کا زیادہ دخل ہونے اور کچھ عرصہ سے انگریزی پالیسی کے اس سلطنت میں ناپسند کئے جانے سے پبلک کی رائے انگریزی اخبارات کی نسبت اس طرح کی ہے مجھے صرف دو تین ترک اب تک ملے ہیں۔ جو انگریزی اچھی طرح بول سکتے ہیں۔ ان میں سے ایک حمدی بے صاحب بیرونجات سے اس ملک میں آنے والی کتابوں کے محتسب ہیں۔ جن سے میں نے اپنی بے ضرر کتابوں کی چونگی میں روکے جانے اور کسی تگ و دو کے بعد ملنے کی شکایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم تمہیں سچے دل سے یقین دلانا چاہتے ہیں۔ کہ ہمارا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ کسی کی کتابیں ہم دبا لیں۔ لیکن چونکہ اس ملک میں عمدہ کتابیں شایع کرنے کی غرض سے ارادتاً مشتعل مضامین سے پُر چھپوا کر لائی جاتی ہیں۔ جو مختلف زبانوں میں ہوتی ہیں۔ اس لئے ہم مجبوراً کتابوں کی تفتیش کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ کتابوں کے مسافروں سے لینے والے افسروں پر بوجہ متعدد زبانیں نہ جاننے کے اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے جب مختلف زبانوں کی جاننے والوں کو کتابیں بغرض تفتیش دی جاتی ہیں۔ تو اوس میں کبھی دیر ہو جاتی ہے۔ میں نے کہا اس میں کم از کم اتنی اصلاح ہونی ضروری ہے۔ کہ جس اجنبی سے کتابیں لی جائیں۔ [illegible] جائے اور اگر اوس کی کتابیں بے ضرر ثابت ہوں۔ تو بعد تفتیش اوس کے ہوٹل یا مکان پر اوس کی کتابیں جلدی لوٹا دی جائیں۔ کیونکہ بوجہ زبان اور مقام نہ جاننے کے کتابیں واپس لینے میں بڑی دقت ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ چونکہ یہاں کے مال برآمد پر بھی ایک فیصدی چونگی ہے۔ اس لئے اس صورت میں بھی مسافروں کا مال دیکھا جاتا ہے۔ اور جس کتاب کی اس ملک سے باہر نکلنے کی اجازت

Marfat.com

نہ ہو۔ اُسے ضبط کر لیا جاتا ہے خصوصاً قرآن شریف سوائے ایک [illegible]
باہر نہیں جا سکتے۔ جب سے یورپ میں قرآن شریف سے بعض آیات [illegible]
خبر حضرت سلطان المعظم تک پہنچی ہے اُس وقت کے بعد حکم دیا گیا ہے۔ کہ قسطنطنیہ میں [illegible]
شائع ہو سکیں جن کی صحت کی کفیل ایک سرکاری ملازمین کی جماعت ہے۔ چنانچہ حضرت [illegible]
عثمانی کو یہ اہتمام سپرد کیا گیا ہے۔ کہ اُس کے مطبوعہ قرآن نگرانی کے بعد شائع ہوا کریں۔ اور [illegible]
کی تصدیق کے لئے ایک مُہر ہوتی ہے۔ یہ مطبع اَور بھی بہت سی عربی ترکی کتابیں چھاپتا ہے [illegible]
کہ قرآن شریف طبع کرتا ہے۔ جنمیں سے بعض دو دو رنگوں میں چھپے ہوئے اور مطلا کار ہوتے ہیں۔ اس
عرصہ میں مینے بہت سی ترکی کتابیں بھی دیکھی ہیں۔ اب ترکی زبان میں ہر ایک علم و فن پر مغربی زبانوں خصوصاً
فرانسیسی زبان سے کتابیں ترجمہ ہوکر موجود ہیں خصوصاً فن جنگ پر تو بہت ہی کتابیں پائی جاتی ہیں
فن زراعت۔ سائینس۔ ناول۔ تاریخ وغیرہ کی بھی بہت کتابیں دکانوں میں موجود ہیں۔ جو ہندوستان کی
مطبوعہ کتب سے اچھے کاغذ چھپائی اَور جلد بندی کی ہوتی ہیں۔ اور سب ٹائپ میں چھپتی ہیں +

ہندوستان کے بازاروں میں اعلیٰ قسم کے پونچھنے کے تولیے بنام ترکی تولئے کے مشہور ہیں۔ مینے
یہاں کئی مکانوں میں اور حماموں میں ترکی ساخت کے تولیوں کو دیکھا ہے۔ واقعی ترکی حمام اور حمام
کے ترکی تولیئے قالینوں کے بعد قابل پسند چیزیں ہیں۔ ترکی حمام بڑے عالی شان ہوتے ہیں۔ زیادہ
تفصیل کی گنجائش یہاں نہیں۔ ترکی تولیئے بروصہ یعنی خداوندگار میں بنتے ہیں۔ اور انکی اب تک اچھی
تجارت ہے۔ گو یورپ کے مقابلے نے اسے بھی بڑا نقصان پہونچایا ہے۔ علاوہ ان تولیوں کے ریشم اور مخمل
اور کپڑے اور رومال پر کشیدہ کاڑھنے میں ترکی عورتیں بہت ید طولیٰ رکھتی ہیں رومال اور ریشم پر [illegible]
طلا سے کاڑھ کر جانماز دلحاف اور تکیے نہایت عجیب بنائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ بڑے خوشبو [illegible]
کا کپڑا یورپ کے دیگر ممالک میں صرف نہ ہوتا ہوگا۔ جتنا یہاں ہوتا ہے +

مجھے افسوس ہے کہ ہر ہفتہ کے خط لکھنے کے لئے مجھے بہت تھوڑا وقت ملتا ہے۔ اور ڈاک کے لئے [illegible]
جلدی میں لکھنا پڑتا ہے۔ کہ مبتدا اور خبر کے ربط کا اندازہ کرنے کی بھی فرصت نہیں ملتی [illegible]
پس و پیش اور کم و بیش لکھے جاتے ہیں۔ اور بعض ضروری باتیں لکھنے سے رہ جاتی ہیں۔ [illegible]
میں یہاں کی غیر مسلم ملتوں کا وعدہ کیا تھا۔ شروع سے ترکی سلاطین نے اپنی رعایا کو مسلم [illegible]
دو حصوں پر تقسیم کر کے غیر مسلم رعایا کی تمام کو بلحاظ مذہب ملتیں قرار دیا۔ ۱۰۳۹ [illegible]
ملتیں سلطنت تسلیم کرتی نہیں یعنی یونان کتھالک۔ یونانی۔ ارمنی۔ یہودی۔ لیکن [illegible]
پراٹسٹنٹ۔ بلگیرین۔ سیرونائٹ اور نسطورین بھی الگ الگ ملتیں تسلیم کی گئیں [illegible]
جانشینوں نے عیسائی پیٹرآرکون (بطریقوں) کو سلطنت کے بڑے افسر [illegible]

Marfat.com

میں مقتدیوں کے بہت سے مذہبی اور ملکی اختیارات ہوتے تھے - یہاں تک کہ عیسائی بطریق کے مہر کئے ہوئے خط سے کوئی اوسکا ہم مذہب بلا تحقیقات قید کیا جاسکتا تھا - بطریق ہر وقت دیوان ہمایونی کے ممبروں تک رسائی رکھتے تھے - اور اونکی رائے اون کے ہم مذہبوں اور مقتدیوں کی نسبت معتبر سمجھی جاتی تھی - لیکن ۱۸۳۹ء میں سلطان عبد المجید خان نے جو گلخانہ میں خط شریف لکھا - اوس نے عیسائی ملتوں کے طرز حکومت کو بالکل بدل دیا - اس نے ان ممالک کے عیسائیوں میں ایک نیا خیال پیدا کر دیا - کہ قانون کی نظر میں سب انسان برابر ہیں - اور کہ بطریق کی خفگی اُس کے کسی ہم مذہب کو سزا نہیں دلا سکتی - اِس سے حوصلہ پاکر بلاد عثمانیہ کے عیسائیوں نے اپنے بطریقوں کے ہاتھ سے اپنے حقوق چھیننے میں زور لگانا شروع کیا - سب سے پہلے ارمنی میدان میں نکلے اور مدت کی کشمکش کے بعد انہوں نے اپنے بطریق سے تمام ملکی اور مذہبی اختیار ۱۸۶۲ء کی ایک صدارت عظمٰی کے حکم کے مطابق لے لئے - اس حکم کے رُو سے دو مجلسیں بصدارت بطریق قرار پائیں - ایک میں پادری مذہبی معاملات کا انتظام کرتے ہیں - اور دوسری میں عام ممبر اس قوم کے سول معاملات کا - بطریق خود ایک عام مجلس اس قوم کی منتخب کرتی ہے - اس طرح کل اختیار اپنی حکومت کا ان قوموں کے ہاتھ میں ہے - اور حقیقت یہہ ہے کہ اس لحاظ سے یہہ ٹرکی کی مسلمان رعایا سے اچھی حالت میں ہیں آرمینیوں کی کامیابی دیکھکر دوسری ملتوں نے بھی اسی طرح کی کونسلیں اپنے قومی انتظام کے لئے قائم کرلیں - اور اب صرف ولایت میں ہر ملت کی ایک ایک ایسی پراونشل کونسل موجود ہے - اگر تمام دُنیا میں غیر مذاہب قوموں کو غیر مذاہب فاتحوں کے ہاتھ سے یہی رعائتیں حاصل ہو جائیں - جو ٹرکی میں مسلمان فاتحان کے ہاتھ سے عیسائی اور یہودی رعایا کو حاصل ہیں - تو مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ اس سے بہتر اور کونسی صورت مفتوح ملتوں کے لئے ہوسکتی ہے ۔

مینے تعلیم کے متعلق اوپر بیان کیا ہے کہ اسوقت یہاں نہایت اچھی حالت میں ہے - بقول احمد حسنت آفندی کے یہاں مدرسہ جانے کی عمر کے لڑکوں میں سے اس وقت ۸۰ فیصدی مدرسہ جاتے ہیں - یہ بڑی اعلیٰ اوسط تعلیم کی ہے - علاوہ سرکاری مدارس کے جو قریب قریب تمام حضرت سلطان عبد الحمید خان ثانی کے عہد سلطنت میں کھلے ہیں - اس وقت قسطنطنیہ میں ۱۲ اہلی مدرسے ہیں جنہیں ہندوستان میں پرائیویٹ سکول کہتے ہیں - اور چندہ اور فیس سے چلتے ہیں - اور آج معتبر راوی کی زبانی معلوم ہوا کہ ان میں سے اکثر کے اکثر مدرس بلا تنخواہ کے ان مدرسوں میں جاکر پڑہاتے ہیں بعض بہت سے ترک اسوقت اپنے شہر کے پرائیویٹ مدارس میں جاکر مفت پڑہا آتے ہیں - اس طور پر کہ وہ کسی دوسری جگہ ملازم ہیں - اور ایک دو گھنٹے ہر روز یا دوسرے دن کسی مدرسہ میں جاکر تعلیم دے آتے ہیں - آفرین ! معلوم ہوا کہ اسوقت قسطنطنیہ میں کم از کم ۵۰ عورتیں شاعرہ مصنفہ اخبار نویس اور مضمون نگار فرانسیسی میں ماہر ہیں - جن میں جوڈت فاطمہ

Marfat.com

علیہ خانم بنت جودت پاشا مرحوم
مصنفہ بہت مشہور ہے۔ فاطمہ
ہے۔ مقبول المعان ایک مشہور
کے اخبار "خانملرہ مخصوص عزہ" کی ڈائرکٹرس ہے۔ یہاں
جاتا ہے۔ جو یورپ کے دیگر بلاد کے اسی مطلب کے اخبارات کے
عہد سلطنت کا نتیجہ ہے۔ ترک کہتے ہیں۔ انکی بیداری کی عمر صرف
کہ انہیں بہت سا کام کرنا باقی ہے۔ ان لوگوں کو بھی پنجاہ سال کی بے توجہی کی بڑی
مجھے کہا تھا۔ کہ جیسا بادشاہ ہمیں ملا ہے۔ اگر ایسے ہی وزیر ملے ہوتے۔ تو ہم خدا جانے
کیا کر لیتے۔ میں نے مکتب سلطانی کو بھی جا کر دیکھا۔ جو عام تعلیم کا سب سے بڑا مدرسہ ہے۔ اسمیں
جو سب بورڈر ہیں۔ انمیں سے ۵ سو مسلمان اور تین سو غیر مسلم ہیں۔ انکی سونے کے کمرے ہسپتال
تعلیم کے کمرے سب یہاں کے نائب سپرنٹنڈنٹ مدیر ہز اکسیلنسی عبد الرحمن بک نے دکھائے۔ جو بڑے
تعلیم کے متعلق تجربہ کی باتیں کرتے رہے۔ یہ صاحب تصانیف اور تاجر شخص ہیں۔ انہوں نے ممالک محروسہ
کی تعلیم کا گزیٹیر بھی دیا۔ جو ۷۷ ۱۱ صفحے کی رپورٹ ہے۔

از مقام سمرنا ۱۰۔ اکتوبر سنہ ۰۹ء

افسوس ہے کہ میں پچھلی ہفتہ میں قسطنطنیہ میں بوجہ بہت سے قابل دید مقامات دیکھنا اور کئی اشخاص سے ملنے کے تحریر خط کے لئے وقت نہ نکال سکا۔ چونکہ مجھے یہاں بعض ہندوستانی بھائی مل گئے۔ اس لئے قسطنطنیہ کے دیکھنے میں آن سے بہت مدد ملی۔ اور میں نے اس قلیل زمانہ بست و ہشت یوم میں یہاں کے اکثر دیکھ لئے۔ کہ جنمیں سے بعض کے حالات ناظرین اخبار ضرور دلچسپ پائیں گے۔ میں نے ترکوں کے پولیٹیکل حالات کے مطالعہ کرنے اور باخبر لوگوں سے انکے متعلق بحث کرنے میں بھی کچھ وقت صرف کیا۔ لیکن اتنے تھوڑے وقت میں باوجود سب سے اچھے معلومات کے حاصل ہو جانے کے بھی میں دعویٰ کہ جو نتیجے میں نے نکالے ہیں۔ وہ صحیح ہیں۔

سب سے پہلے میں ترکوں کی جنگی حالت کا تھوڑا سا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ یہ قوم سے یورپ کے اس حصہ پر حکمران ہے۔ بہت اچھے دن دیکھ چکی ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کے اسلحہ سے یورپ میں بمشکل امان ملتی تھی۔ یورپ کے بڑے سے بڑے کے صدر اعظم کی دوستی کو اپنے لئے مایہ فخر سمجھتے تھے۔ مگر ہر کمال کے لئے زوال ہے حکومت میں بوجہ سلاطین کی عیش پسندی اور قوم کی جہالت کے زوال آنے لگا

Marfat.com

۱۸۷۸ء میں ویانا کی دیواروں کے باہر شکست کھانے کے بعد برابر ترکی سلطنت کے کمزور ہوتے اس سے [illegible] ممالک منتشر ہو گئے ہیں۔ جس زمانہ میں ترک زبردست تھے تو یورپ کی قومیں بھیگی بلی بنی ہوئی تھیں مگر بحکم آیۂ کریمہ "تلک الایام نداولها بین الناس" اب ترکوں کی زبردستی اور اقوام کی طاقت کا زمانہ آگیا ہے ؎

دور مجنوں گذشت و نوبت ماست　　　ہر کسے پنج روز نوبت اوست

ترکوں کی منتہائے ذلت کا زمانہ سلطان عبدالعزیز مرحوم کا قتل ہونا سلطان مراد کا بوجہ دیوانگی تخت سے علیحدہ ہو کر سلطان عبدالحمید خان غازی کا تخت پر متمکن ہونا اور ایک عظیم الشان جنگ میں روس سے شکست کھانا تھا۔ ہر چند کہ جنگ کریمیا کے قرضہ سے چھ سات ملین پونڈ کے قریب کا قرضہ ابھی سلطنت کے ذمہ باقی تھا لیکن ڈیڑھ سو ملین پونڈ قرضہ سلطان عبدالعزیز نے اپنے پندرہ سولہ سال کے عہد حکومت میں بڑھا لیا تھا۔ اور اب جنگ روس میں شکست فاش کھانے سے ترکی فوج کا بھی شیرازہ بگڑ گیا تھا۔ بلکہ ترکی خزانہ خالی تھا۔ اور نہ صرف خزانہ خالی تھا۔ بلکہ ملک کا [illegible] یورپ کے سرمایہ داروں کی نظروں میں باقی نہ رہا تھا کہ اور قرضہ مل سکے۔ یورپ کی دولتوں نے ترکی کی اس حالت [illegible] مرد بیمار کا خطاب [illegible] اور واقعی جس شخص کے اتنے عضو کاٹے جائیں [illegible] بلغاریہ وغیرہ وغیرہ کی صورت میں سلطنت ترکی کے جسم کاٹے گئے ہیں۔ [illegible] مگر اس نازک وقت میں ترکوں نے جس شخص کو اپنا سلطان بنایا تھا [illegible] تھی۔ باوجودیکہ اس بے سروسامانی کی حالت میں روس کے جنگ [illegible] بار کر دیا تھا۔ مگر نوجوان سلطان [illegible] رکھیو سلامت ہیں۔ [illegible] ربع صدی میں جو اس ہولناک ہنگامہ سے اب تک گذری ہے [illegible] قابل یادگار رہے گی۔

سلطان عبدالحمید خان غازی نے سب سے پہلے اپنی توجہ [illegible] ملک کی مالی حالت کی اصلاح اور فوجی حالت کی تقویت اور تنظیم پر [illegible] ملین پونڈ (عثمانی لیرہ) سے زیادہ نہیں۔ (عثمانی لیرہ یعنی پونڈ انگریزی پونڈ سے قریب [illegible] کم ہوتا ہے) لیکن دوراندیشی کفایت شعاری اور سخت کوشش کے ساتھ سلطان [illegible] نے نہ صرف آیندہ قرضہ لینے سے اجتناب کیا۔ بلکہ پچھلے قرضہ کو ادا [illegible] (۳۱۴۷۲) پونڈ سالانہ قسط تاوان روس ادا کرنے کے دیگر قرضوں کی ادائگی کے لئے ایک [illegible] قائم کر دیا گیا۔ اور ملک کے محاصل میں سے بعض اوس کے سپرد کر دئیے گئے۔ اس محکمہ کا ایک عالیشان دفتر قسطنطنیہ میں ایرانی سفارت کے قریب قایم ہے۔ اور اس کی شاخیں تمام سلطنت میں بعض ٹیکس وصول کرنے کے لئے قائم ہیں۔ جہاں کے ایجنٹ جابجا

Marfat.com

وصول کرتے ہیں۔

آجکل جبکہ یورپ کی تمام اول اور دوم درجے کی دولتیں فوجی اسلحہ کو شائستہ اور جنگی قوت کو [illegible] کرنے کے لئے برابر قومی قرضے لے رہے ہیں۔ سلطنت ترکی نے اِس سال کی حکومت میں صرف ایک [illegible] استقراض نہیں کیا۔ بلکہ کئی ملین قرضہ اپنے محاصل سالانہ سے ادا کر دیا ہے۔ مگر باوجود اسکے بھی ترکی اپنی فوجی طاقت کی طرف سے ذرہ غافل نہیں ہوئی۔ بلکہ اوسکا سب سے بڑا کام فوجی قوت کو مضبوط کرنا ہے۔ کہ جس کا [illegible] ثبوت گزشتہ جنگ یونان کے موقعہ پر یورپ کے ملٹری نکتہ چینوں کو مل گیا ہے۔ ایک ترک نے مجھسے بیان کیا کہ لڑائیاں تو ہم ہر روز لڑتے رہے ہیں۔ اور جنگ ترکوں کے لئے کوئی نئی بات نہیں لیکن یورپ کے جدید ترین طریقہ حرب کے اصول و قوانین کے مطابق ہمنے یہ پہلی لڑائی لڑی ہے۔ اور ہم نے اسمیں ایک نقطہ بھی غلط نہیں کیا۔ اوسنے کہا بیشک اب تک ہماری فوجیں جرمن اوستاد موجود ہیں لیکن اب وہ استاد بھی قایل ہیں۔ کہ ہم اُن سے فنون حرب میں کم ماہر نہیں رہے۔ تاہم اوس شخص نے مجھے بتلایا کہ [illegible] میں [illegible] میں صرف جرمن فوج ہم سے ایک پائنٹ آگے ہے۔ لیکن طبعی جرات اور بہادری میں ترکی سپاہی جرمن سپاہی سے دو پائنٹ آگے ہے۔ یورپ کی دوسری قومیں جنہیں روس بھی شامل ہے۔ کیا طریق جنگ میں اور کیا بہادری میں ہم سے پیچھے ہیں۔ بجواب میرے سوال کے اُس نے کہا۔ کہ اب ترکی فوجیں ایسے پرانی طرز کے افسر نہیں رہے جیسے کہ گزشتہ جنگ روس کے وقت تھے۔ بلکہ یورپین تعلیم میں ماہر اور ملک و ملت کے فدائی جوان افسر ہیں۔ جو کسی امر میں کسی یورپین فوج کے افسر سے پیچھے نہیں۔

اسوقت کل ترکی فوج ۱۲ لاکھ بیان کیجاتی ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے۔ کہ سوائے ارکان سلطنت اور ذات سلطانی کے کسی شخص کو ترکی فوجکی صحیح مقدار معلوم نہیں۔ کیونکہ اسکے متعلق کوئی اطلاع شایع نہیں کیجاتی اور نہ کسی قسم کی آمد و خرچ کے حسابات شایع کئے جاتے ہیں جیسی کسی اس مطلب کی مطبوعہ واقفیت حاصل کرنے کی بڑی کوشش کی لیکن مجھے لوگوں سے معلوم ہوا کہ ان امور کو راز سلطنت قرار دیا گیا ہے۔ اور یہی مصلحت ہے۔ ترکی فوج خواہ کتنی ہو۔ آجکل سلطنت ترکی میں کونسلریشن سے بھرتی کرنے کا طریقہ مروج ہے آبادی اِس سلطنت کی ۲۲ ملین نفوس ہے۔ اس میں سے تخمیناً نصف عورتیں خارج کرنے سے باقی گیارہ ملین کا نصف تخمیناً مسلمان مرد سمجھہ لیجئے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ آئندہ آٹھ سال میں ایک بھی جوان شخص قلمرو عثمانیہ میں ایسا نہ رہے گا۔ جو طریقہ جنگ سے واقف نہ ہو اور میدان میں بطور باقاعدہ فوج کے نہ لڑسکے۔ ۲۰ سال کی عمر کا ہر مسلمان فوج میں بھرتی کیا جاتا ہے۔ اور چھ سال نظام میں خدمت کے ردیف یعنے ریزرو میں ۸ سال کے لئے چلا جاتا ہے۔ صرف خاص شہر قسطنطنیہ کے لوگ اس [illegible] بری ہیں۔ یا تمام عیسائی رعایا جو ہر مرد کے پیچھے ۲ شلنگ سالانہ کے قریب بدل عسکری [illegible] اِس کے علاوہ تمام مذہبی مدرسوں اور مسجدوں کے طالب علم جو ایک خاص امتحان [illegible]

Marfat.com

سفید پگڑی باندھ کر فوجی خدمت سے معاف کئے جاتے ہیں پھر وہ لوگ بھی فوجی خدمت سے معاف کئے جاتے ہیں۔ جو اپنی ماں یا بیوی یا بہن یا بوڑھے باپ کے اکیلے ہی متکفل ہوں *

ترکی فوجکی عزت صرف اسکی مقدار پر ہی منحصر نہیں۔ بلکہ زیادہ تر اوسکی کیفیت پر اوسکا مدار ہے۔ ترک سلطنت مانی صرف دنیاوی پیرایہ میں ہی نہیں کرتے۔ بلکہ اسکی دینی صورت بہت اچھی طرح تسلیم کرتے ہیں سلطان وقتکو خلیفۃ المسلمین۔ جانشین تخت رسول رب العالمین اور محافظ حرمین شریفین ماننا جزو اعتقاد سمجھا جاتا ہے۔ مینے شہر قسطنطنیہ میں بیسیوں مکانات میں یہ لوح جلی قلم سے خوشخط آویزاں دیکھا ہے " دعا سلطان سبب غفران" اور اسپر اضافہ یہ ہے کہ جب ترک عیسائیوں سے جنگ کرتے ہیں۔ تو ہمیشہ اسے مذہبی جہاد باور کر کے میدان میں جاتے ہیں۔ میدان میں " اللہ اکبر" کا نعرہ زور شور سے اب تک " ہجوم" یعنے دھاوے کے وقت بلند کیا جاتا ہے۔ گزشتہ جنگ یونان کے موقعہ پر جو اعلان حرب باب عالی سے شایع کیا گیا تھا۔ اس میں یہ الفاظ بھی تھے۔ کہ خدائے تعالیٰ کے فضل اور رسول صلعم کی روحانیت کی مدد سے ہمیں فتح حاصل ہوگی۔ ایک ترک افسر نے جو جنگ پلیونا میں بھی شریک رہ چکا ہے۔ اور اب جنگ یونان میں بھی شامل تھا۔ مجھے ایک دلچسپ قصہ سنایا۔ جو اس موقعہ پر اسی کے الفاظ میں درج کئے جانے کے قابل ہے :۔

اوس نے کہا کہ گزشتہ جنگ روس کے ایام میں مجھکو حکم ہوا کہ روسی جنرل کے پاس ایک پیغام لیجاؤں جب میں روسی افسر کے خیمہ میں گیا تو اوسنے مجھے کہا کہ تم لوگ خالص گدھے ہو تمہارے سپاہی خواہ ایکہزار سے زیادہ نہ ہوں۔ ہمارے دس پندرہ ہزار سپاہیوں پر حملہ کرنے سے ذرہ نہیں ڈرتے۔ ہر چند کہ وہ جانتے ہیں۔ کہ اون میں سے اکثر مارے جائینگے۔ مینے اُسے جواب دیا کہ ہمیں مرنے سے ہرگز خوف نہیں آتا۔ کیونکہ ہمارے مذہب کی تعلیم ہے۔ کہ جب مرنے کا وقت آتا ہے۔ تو ایک ساعت آگے یا پیچھے نہیں ہو سکتا۔ اور جو جگہہ کسی شخص کے مرنے کے لئے روز اول سے کاتب قدرت مقرر کر چکا ہے۔ وہ کبھی ٹل نہیں سکتی۔ اسلئے ہمیں یقین ہے۔ کہ اگر ہماری موت کا وقت اور مقام آگیا ہے۔ تو دنیا کی کوئی طاقت اُسے ٹال نہیں سکتی۔ اور اگر نہیں آیا۔ تو دُنیا کی کوئی زبردست طاقت اُسے قریب نہیں لا سکتی۔ روسی افسر یہ بیان سُنکر دنگ ہو گیا۔ اوس نے کہا کیا یہ ترک افسروں کا ہی عقیدہ ہے۔ یا سپاہیوں کا بھی یہی ہے یعنی کہ ہر ایک سپاہی کا یہی ایمان ہے۔ تو روسی افسر نے حیران ہو کر کہا۔ کہ واللہ اگر ایسی فوج ہو تو میں تمام یورپ کو فتح کر لیتا"

غرض ایسے ہی عقیدہ کی وجہ سے ترک یورپ کی عیسائی سلطنتوں میں بتیس دانتوں میں زبان کیطرح اب تک موجود ہیں۔ ورنہ اونکا یورپ سے مدت سے نشان اُٹھ گیا ہوتا قسطنطنیہ میں نووارد شخص کو ہر طرف سوائے انواع و اقسام کی فوجی وردیوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ انمیں اکثروں پر طلائی اور زردوزی کا کام کثرت سے ہوتا ہے۔ اور یہ لوگ ہر وقت وردی پہنے رہتے ہیں۔ بازاروں میں۔ قہوہ خانوں میں۔ دفتروں میں سٹیشنوں میں افسرانہ فوجی وردی

Marfat.com

پہنی شمشیر کمر میں لٹکاتی ہیں روز ہزاروں [illegible]
فوجکی اصلاح کے متعلق ایک بڑی اسکیم [illegible]
ترتیب ہے۔ یہ فوج ۵ ہزار اور ایک لاکھ کے درمیان ہو [illegible]
کی گئی ہے۔ یہ بادیہ نشین لوگ قدرتی سپاہی ہیں اور [illegible]
کا قبضہ مضبوط ہو گیا ہے۔ بلکہ یہ بوقت ضرورت بڑی کام کی [illegible]
نے گزشتہ دس سال سے اپنی جیب خاص کے خرچ سے استنبول میں ایک [illegible]
صاحب ترکی مشہور مصنف نے مجھے اس مدرسہ کو دیکھنے کے لئے [illegible]
کے طالب علم تعلیم پاتے ہیں۔ جو یمن۔ حجاز۔ شام۔ نجد۔ طرابلس۔ صنعا۔ بنغازی وادی [illegible]
سماٹرا کے مسلمانوں کے بچے ہیں۔ سوائے جاوا کے لڑکوں کے جو پانچ چھ موجود تھے۔ باقی تمام [illegible]
کے خانہ بدوش قبیلوں (عشیرتوں) کے سرداروں کے لڑکے تھے۔ انہیں پانچ سال تک اس [illegible]
سکول تک تعلیم دی جاتی ہے۔ اور اثنائے تعلیم میں انکے تمام اخراجات حضرت سلطان جیب [illegible] ادا
کرتے ہیں۔ یہ لڑکے اسی مکان میں کھانا کھاتے اور یہیں سوتے ہیں۔ سونے اور کھانے کا سامان بہت اعلیٰ ہے
[illegible] اس مدرسہ اور کئی دیگر مقامات کے متعلق جو نوٹ لئے تھے۔ انہیں میں ہندوستان کو بھیج چکا ہوں اسلئے
مدرسہ کا ٹھیک خرچ مجھے یاد نہیں۔ مگر غالباً ۱۷ ہزار غروش ماہوار سے زیادہ ہے۔ قسطنطنیہ کے تمام بڑے سکولوں میں
ریزیڈنشل سسٹم کا رواج ہے۔ اور یہ تعلیم کے لئے بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ واضح رہے کہ ان بورڈنگ [illegible]
ایسی چارپائیاں اور بستر نہیں جیسا کہ ہندوستان کے بعض بورڈنگوں میں ہیں۔ ایک آدمی کا خرچ اور [illegible]
کپڑے سو سوا سو روپے سے کم کے نہ ہونگے۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا ہندوستان کے مسلمانوں کے لڑکے
مدرسہ میں شریک ہو سکتے ہیں۔ تو قائم مقام منیجر نے جواب دیا کہ اگر ذات شاہانہ کی خدمت میں
پہلے ایک عرضی اس مطلب کی بھیجدیں تو یقیناً اسے اجازت ملجائے گی۔ اور اسکا تمام خرچ [illegible]
ادا کر دیا جاویگا۔ علاوہ روٹی کپڑے اور سامان تعلیم کے ان لڑکوں کو ماہوار مجیدی یعنی پانچ روپے [illegible]
ملتا ہے۔ اور تعلیم پا کر یہ لڑکے اپنے اپنے وطنوں کو لوٹ کر اپنے قبیلوں میں مذہب پھیلانے کو [illegible]
چونکہ پچھلے دنوں سلطنت ٹرکی نے اپنے جنگی جہازات مرمت کے لئے بعض [illegible]
ہیں۔ اس سے خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ترک ان جہازوں کی خود مرمت نہیں کر [illegible]
معلوم نہیں ہوتا۔ استنبول میں ایک بہت بڑا سرکاری کارخانہ جہازوں [illegible]
تیار کرنے کے لئے موجود ہے۔ اسے ترسانہ کہا جاتا ہے۔ اور ایک [illegible]
قسطنطنیہ کا ترسانہ دیکھا۔ اس میں ایک حصہ جنگی [illegible]
گولے ڈھالنے کا ان دونوں قسم کے کارخانوں [illegible]

Marfat.com

یورپین زبانوں کی متعلق ترکوں نے بھی وہی طریق اختیار کیا ہے۔ جو جاپان کا ہے۔ بحری افسر انگریزی جانتے ہیں
بری فوج کے لئے فرانسیسی سیکھنا لازمی ہے۔ لیکن جرمنی اور روسی اختیاری ہیں۔ مگر اب اکثر لوگ جرمنی سیکھتے ہیں
جسقدر لوگ ہندوستان میں انگریزی جانتے ہیں۔ اُتنے ہی یہاں فرانسیسی جانتے ہیں۔ ترک افسر سرکاری
خط وکتابت جو غیر قوموں سے کرتے ہیں۔ وہ فرانسیسی زبان میں ہوتی ہے۔ دو تین یہاں کے مصنفوں نے
مجھے اپنے کتب خانے دکھلائے۔ جو اسی طرح فرانسیسی سائیکلوپیڈیوں اور کتابوں سے بھرے تھے جیسے کہ ہندوستان
میں ہم لوگوں کے انگریزی کتابوں سے ہیں۔ قسطنطنیہ کے ترسانہ کے توپخانہ کے افسر نے بتلایا کہ اس نے انگلستان
کے توپ سازی کے کارخانوں میں جن میں ایک آرم سٹرانگ نامی ہے۔ اور دو مرتبہ جرمنی جا کر کروپ کے توپ سازی
کے کارخانہ میں جا کر کام سیکھا ہے۔ اور اب یہ کہنا درست ہے۔ کہ اوسکی نگرانی میں جو توپیں اسوقت قسطنطنیہ میں
بن رہی ہیں۔ وہ آرم سٹرانگ اور کروپ سے کسی طرح خراب نہیں ہیں جن کو میں نے دیکھا۔ ایک چھ انچ منہ کی بہت
بڑی توپ تیار ہو رہی تھی۔ اور دو چھوٹی ماکسم توپیں [illegible] ملی میٹر کی تیار ہو چکی تھیں جن کی جلا ہو رہی تھی
بڑی توپ آٹھ ٹکڑوں سے مرکب تھی۔ قریب ہی ایک بہت بڑا اور کشادہ فولاد ڈھالنے کا ہے جسمیں ۴۰ ٹن یعنی
(۱۱۲۰) من فولاد کا لوتھ ایک وقت میں ڈھل سکتا ہے۔ جتنی بڑی نالی توپ کی بنانی منظور ہو۔ اتنی بڑی کٹھالی
میں فولاد کا لوتھ ڈال لیتے ہیں۔ اور پھر اسے خراد پر چڑھاتے اور اندر سے برما کے سوراخ نکالتے ہیں۔ ایک
اچھی توپ کا مکمل کرنا کوئی سہل اور جلدی کا کام نہیں کتنی بڑی بڑی مشینیں اس کام کیلئے درکار ہوتی ہیں
میں نے اس شخص سے کہا کہ تم جب یہ مشینیں خود بنانے لگو گے تب سمجھا جائیگا کہ تمہارے کارخانے کامل ہیں۔ اوس نے
کہا یہ ٹھیک نہیں۔ کیونکہ جرمنی کا کروپ اور انگلستان میں آرم سٹرانگ کا توپ سازی کا کارخانہ بہت بڑا اور بہت مکمل
ہے۔ تاہم وہ اپنی مشینیں آپ نہیں بناتے۔ حالانکہ اگر وہ بنانا چاہیں تو بنا سکتے ہیں۔ مگر وہ اس اصول کو
مانتے ہیں کہ ہر کارخانہ میں جو چیز تیار ہوتی ہے وہ اس کارخانہ کی مخصوص چیز ہوتی ہے۔ جو وہ اور دوسرے
کارخانے سے جو دوسری چیز کے بنانے میں مصروف رہتا ہے۔ اچھی بنا سکتا ہے۔ پھر کہا کہ ضرورت کے وقت
اس کارخانہ کو وہ مشین اپنے ہی ملک کے دوسرے کارخانہ سے مل سکتی ہے لیکن ترکی اگر یورپ کے کسی ملک سے
جنگ میں مصروف ہو۔ تو اسے وہاں کے کارخانے سے وہ چیز نہیں مل سکیگی۔ اسی کارخانہ کے ایک ورکشاپ میں
ان توپوں کیلئے گولے بن رہے تھے۔ جہاز سازی کے کارخانہ میں اس وقت ایک کروزر [illegible]
فیٹ لمبا آہن پوش زیر تعمیر تھا۔ ایک بہت بڑا جہاز [illegible]
تیار ہوگیا تھا اول [illegible] کا جنگی زرہ پوش آہن پوش جہاز ہوگا لیکن [illegible] جہاز
کی تعمیر جلدی ختم کرنے کا ذرہ بھی فکر نہیں ہے۔ پہلے اس کارخانہ نے [illegible] نامی ایک جنگی زرہ پوش جہاز
ساڑھے تین سو فیٹ لمبا تیار کیا ہے۔ لیکن وہ جب سے تیار ہوا ہے۔ وہ پچیس سال کا ہو گیا ہے۔ اور
جنگی جہازوں کی تعمیر میں ہر روز نئی باتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ اس لئے ہر چند کہ جہاز ساختہ

میں بنا ہے۔ تاہم فیشن کے لحاظ سے پرانا ہے۔ بہرحال کارخانہ کے ... جنگی جہاز عمدہ سے عمدہ بنا سکتا ہے۔ جیسا کہ کسی اور سلطنت کے کارخانہ میں بن ... جہاز دیگر ممالک یورپ کو مرمت کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ انہیں اتنی جلدی عمل ... اتنی جلدی نہ ہوسکتے۔ معلوم ہوا کہ ۲۵ سال پہلے جہاز سازی کے کاریگروں میں ... تھے۔ مگر اب صرف ۵-۶ ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ ۲۰-۲۵ پونڈ ماہوار تنخواہ لیتے ہیں۔ اور یہی کام ترک کاریگر ۷-۸ پونڈ ماہوار میں کرتے ہیں۔ اس کارخانہ میں صرف ایک ترک کاریگر کو ۱۰ پونڈ ماہوار ملتے ہیں۔ باقی سب کو اس سے کم۔ ان کارخانوں میں بھی کچھ بچے کام سیکھتے ہیں۔ جو یہاں پڑھتے بھی ہیں۔ اور ایک بحری اشیاء کا عجائب خانہ بھی اسکے متعلق ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ اس عجائب خانہ میں بہت کم چیزیں ہیں۔ جو عجائب کہلانے کی ... خصوصاً اس شخص کی نظر میں کہ جس نے انگلستان کے گرینچ کے بحری عجائب خانہ کو دیکھا ہو۔

ترسانہ کے علاوہ قسطنطنیہ میں دو اور کارخانے توپ اور گولے گولیاں بنانے کے ہیں۔ انمیں سے ایک کو میں دیکھ سکا۔ جو زیتون برون کے نام کے شہر سے چند میل دور ہے۔ اور دوسرا بڑے توپوں کے کارخانہ کو بوجہ شاہ ایران کے آنے کی تیاریوں کے میں نہ دیکھ سکا۔ اس کارخانہ میں سہری مارٹینی اسپل باڈی بندوق کی گولیاں اور مختلف قسم کی توپوں کے گولے بنائے جاتے ہیں۔ ان کارخانوں میں بہت توسیع کی گئی ہے اور بہت سی کلیں بڑھائی گئی ہیں۔ ایک بندوق کا کارتوس اٹھارہ مختلف کلوں سے نکلکر مکمل ہوتا ہے اور جب یہ کارخانے مکمل ہوجائیں گے۔ تو ۲ لاکھ گولیاں ہر روز تیار کرسکا کرینگے۔ یہاں بڑی توپوں کے گولے بھی ڈھلتے دیکھے۔ گولوں کو ڈھال کر بیچ میں سوراخ رکھتے ہیں۔ کہ جس میں بارود بھرا جاتا ہے۔ اور اون کے اوپر پیتل کے بند لگائے جاتے ہیں۔ جو گولے حال میں جنگ یونان میں گھڑے گئے تھے اونمیں سے بھی چند یہاں موجود تھے۔ یہاں ایک گاٹلنگ گن پانچ نالی کی موجود تھی۔ جو قیصر جرمنی نے سلطان المعظم کو بطور تحفہ دی تھی۔ اب اوس کی نقلیں یہاں تیار ہونے والی ہیں۔ ان کارخانوں میں جس قدر لوگ کام کرتے ہیں۔ یا تو وہ عسکری ہیں۔ کہ فوجکی عہدے رکھتے ہیں۔ مگر میدان جنگ میں نہیں جاتے۔ اور یا طالب علم ہیں کہ وہ یہیں تعلیم پاتے ہیں۔ اور یہاں ٹکنیکل کام سیکھتے ہیں۔

میں ان متعدد ٹکنیکل کارخانوں میں یہ بات دیکھکر ترکوں کی موجودہ فوجی بیداری کے خیال کا قائل ہوگیا کہ ان سب کے ساتھ ایک مدرسہ متعلق ہے۔ جسمیں عموماً یتیم اور محتاج طالب علم تعلیم پاتے ہیں۔ مثلاً زیتون برون کے کارخانہ کے احاطے کے اندر ایک مدرسہ صنایع موجود ہے جسمیں ہزار سا طالب علم ہونگے۔ یہ لوگ دن کو کچھ عرصہ میں پڑھتے ہیں۔ اور باقی حصہ کارخانہ میں کام کرتے ہیں۔ جب یہ لڑکے بڑے ہونگے۔ تو کام کی ... میں جسمیں یہ بچپن سے مصروف ہیں۔ ان سے بہتر کاریگر مشکل سے مل سکیں گے۔ ان لڑکوں کی بنائی ہوئی ... اور مشین ٹولس کی ڈیزائنیں میں نے دیکھیں۔ جو میری اجنبی نظر میں ایسی ہی تھیں۔ جیسی یورپ کے ... مکمل شکل

میں دیکھی تھی۔ یہ مدرسہ صرف توپ خانہ اور جہاز سازی کے کارخانہ کے ساتھ شامل ہیں۔ بلکہ ترکی ٹوپیوں اور بانات بنانے کے ساتھ بھی ایک ایسا ہی لڑکوں کا مدرسہ شامل ہے۔ قلمرو ترکی میں مسلمان یتیم لڑکوں کی کمی نہیں۔ کیونکہ ہر سال ترک مختلف یوروپین قوموں سے لڑتے رہتے ہیں۔ اسلئے جسقدر لوگ آتے جاتے ہیں۔ ان کے بچے یتیم رہ جاتے ہیں۔ اور انہیں کام سکھلانے کا اس سے بہتر طریق نہیں ہو سکتا۔ واضح رہے کہ ان مکتبوں اور دوسرے تمام مکاتب سرکاری اور ملی میں مذہبی تعلیم شامل ہے یا نہیں مینے اس سے کسی پہلی چٹھی میں ذکر کیا ہے یا نہیں کہ مکتب سے اس ملک میں دنیاوی تعلیم کی درسگاہ اور مدرسے سے دینی تعلیم گاہ مراد لیجاتی ہے۔ اسلئے جو لوگ مساجد میں قرآن اور فقہ اور حدیث پڑھتے ہیں۔ وہ مدارس کے طالب علم کہلاتے ہیں۔ جو دس دس پندرہ پندرہ سال تک مسجدوں میں مغز زنی کرتے رہتے ہیں۔ مگر ان میں سے چند ہی اس عرصے کے بعد بھی کام کے عالم بن سکتے ہیں۔ مولوی سے مراد اس ملک میں مولانا روم کے معتقدوں سے لیجاتی ہے۔ جو ایک نرالی قسم کے نمدہ کی اونچی ٹوپی پہنتے ہیں۔ مولانا روم کی مثنوی پڑھتے ہیں جمعہ کی نماز کے بعد مجالس حال و قال میں رقص بھی کرتے ہیں جنہیں اہل یورپ "رقاص درویش" کہتے ہیں مینے ایک جمعہ کو انکی مسجد واقع غلطہ میں نماز پڑھی تھی جیسی خوش الحان قرارت یہاں کے امام نے پڑھی ایسی پہلے میں نے کم سنی تھی۔ وہ یونانی جو قدیم سے اس ملک میں آباد ہیں۔ اپنے آپ کو "روم" کہتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو یہاں صرف "اسلام" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں مثلاً دو شخص ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں۔ کہ تم کون ہو؟ ایک کہتا ہے "میں روم ہوں" اور دوسرا کہتا ہے کہ "میں اسلام ہوں"۔

مینے قسطنطنیہ کا "فس"، یعنی ترکی ٹوپی بنانے کا کارخانہ بھی دیکھا احمد جودت صاحب مالک اخبار اقدام نے انٹروڈکشن کی چٹھی دی تھی۔ اس میں علاوہ ترکی ٹوپیوں کے بانات کشمیرہ۔ بنیان۔ جرابیں اور قالین بھی بنتے ہیں۔ اور ترسانہ اور توپوں کی طرح یہ بھی سرکاری کارخانہ ہے افسوس ہے کہ قلمرو عثمانیہ میں رعایا کو ایسے کارخانے بنانے کی جانب ذرہ توجہ نہیں۔ تاہم اگر تھوڑی بہت توجہ ہے تو وہ غیر مسلم رعایا کو ہے مسلمانوں پر تمام دنیا میں ایک ہی غفلت کا پردہ چھایا ہوا ہے ؏

بہر زمین کہ رسیدیم آسمان پیدا است

جہاں اس قوم کے ہاتھ میں سلطنت ہے۔ وہاں اس کی حالت اس سے بھی ابتر ہے۔ کہ جہاں سلطنت [illegible] کھو چکی ہے۔ جہاں تک میں معلوم کر سکا ہوں بلحاظ تجارت اور حرفت اور نیز دولت کے (یا شائستگی [illegible]) قسطنطنیہ کے مسلمان ہندوستان کے مسلمانوں سے بھی گئی گذری ہیں۔ اگرچہ چند وزراء یا خاندانی امیر اور دو چار پرانے تاجر دولتمند ہوتے۔ تو اس سے قوم کی دولتمندی پر اثر نہیں پڑ سکتا بحیثیت مجموعی یہاں مسلمان مفلس ہیں شہر قسطنطنیہ کی تمام تجارت یونانیوں۔ ارمنیوں یا ممالک غیر کے یورپین تاجر انکے ہاتھ میں ہے۔ اور مسلمانوں کا حصر صرف سرکاری ملازمت پر ہے۔ کہ جسکی تنخواہ کی اوسط ۹۔ پونڈ ماہوار سے زیادہ نہیں۔ جو املاک میں صرف زندگی

Marfat.com

گذارنے کے لئے بہ مشکل کافی ہے [illegible]

بقال۔ کنجڑے۔ قصاب کی ہیں اور [illegible]

کی زیادہ دوکانیں عیسائیوں کی ہیں جو [illegible]

قلعہ عثمانی کا یہی حال ہے۔ بڑا تین تجارت [illegible]

کا ایک شخص جو اسی جہاز میں مسافر ہے جس میں [illegible]

ہاتھ میں ہیں۔ جو خاصے دولتمند ہیں۔ مگر مسلمان تمام محتاج [illegible]

تجارت اور دوکانداری میں ابھی بیروت تک نہیں پہونچا۔ لیکن [illegible]

تھا۔ مجھے بتلایا تھا۔ کہ دمشق اور بیروت میں بھی مسلمانوں کا افلاس [illegible]

تجارت بھی عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس شخص نے بتلایا [illegible]

کہ فوجی ملازمت یا دوسری ملازمت سے دولت اور آسودگی حاصل نہیں ہوتی۔ [illegible]

بیٹا تجارت کرے۔ مگر وہ تجارت کو پسند نہیں کرتا۔ آخر فوج میں بھرتی ہو گیا ہے۔

ان حالات پر غور کر کے مجھے یقین ہو گیا۔ کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا افلاس زوال [illegible]

نہیں۔ بلکہ ان کا رفتار زمانہ کے ساتھ نہ چلنے کا موجب ہے۔ کیونکہ ترکوں کے ہاتھ میں [illegible]

ہے۔ مگر وہ بھی دنیا بھر میں ایک مفلس قوم ہے۔ اگر مسلمان اپنی کاہلی اور علوم و فنون کی [illegible]

چھوڑیں گے۔ تو انکی نکبت بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑے گی۔ خواہ وہ دنیا کی کسی سرزمین میں چلے جائیں ؎

جہاں بگشتم و دورہ بہ ہیچ شہر و دیار   ندیدم کہ فروشند بخت در بازار

بیٹے دیکھا ہے کہ جن صفات حسنہ سے متصف ہونے کی مسلمانوں کو تاکید ہے۔ ان [illegible]

متصف ہیں۔ اسلئے اسمیں ذرہ بھی شک نہیں۔ کہ جہاں تک وہ قومیں ایفائے عہد۔ محنت [illegible]

روی وغیرہ صفات پر کاربند ہیں۔ اتنا حصہ مسلمانی کا ان میں ہم سے بہتر ہے۔ جو اس کا [illegible]

بھی ان لوگوں کو ہم سے بہتر مل رہا ہے۔ خدا تے بزرگ و توانا رب العالمین ہے۔ [illegible]

سے الفت نہیں۔ مگر اپنے اچھے بندوں سے جو سعی کرتے ہیں ان کی وہ بھی مدد کرتا ہے۔ [illegible]

سا معمول ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے ؎

بقدر الکد تکتسب المعالی   ومن طلب العلی سہر اللیالی

یغوص البحر من طلب اللآلی   ویحظی بالسیادۃ والنوال

ومن طلب العلی من غیر کد   اضاع العمر فی طلب المحال

مگر افسوس کہ آج مسلمان دنیا بھر میں محنت نہ کرنے یا صحیح [illegible]

بدولت ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ بیشک الدنیا [illegible]

Marfat.com

لیکن وہ دولت جو صرف محبت زر کیلئے جمع کی جائے اور جس سے کہ اپنی ذات یا دوسروں کو کچھ منفعت نہ پہنچے
لیکن جس دولت سے تم یتیم و بیوہ کی مدد کر سکو جس سے قحط زدہ کی جان بچا سکو جس سے کوئی مدرسہ یا مکتب
قایم کرکے علم کا نور پھیلا سکو۔ کیا وہ دولت بھی مردار ہے۔ اور اوس کے طالب کتے ہیں مسلمانوں کی تاریخ اوٹھا کر
دیکھو۔ اُن میں بڑے بڑے دولتمند اور فیاض لوگ گذرے ہیں جن کے پل مسجد و چاہ و مہمان سرا" اب تک موجود
ہیں۔ اگر اونکے پاس دولت نہ ہوتی تو یہ کس طرح بنا سکتے۔ مگر نہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ دولت ضرور پیدا کرو۔ بلکہ
میں کہتا ہوں کہ دنیا کی عزت کی زندگی گذارو۔ خود بھی آسودہ رہو۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی آسایش بہم پہنچا سکو
خواہ کسی طریق سے یہ حالت حاصل کرو۔ مگر ضرور حاصل کرو ؎

من نہ گویم کہ کنوں باکہ نشین و چہ بنوش
کہ تو دانی ہمہ گر زیرک و عاقل باشی

ہاں میں قسطنطنیہ کے "فسخانہ" کا ذکر کر رہا تھا۔ ترکی ٹوپی کو یہاں "فس" کہتے ہیں۔ یہاں کے افسر نے بڑی
مہربانی سے مجھے نہ صرف یہ ٹوپیاں بنانے۔ بلکہ ریشم صاف کرنے سوت کاتنے کپڑا بننے اور مشین کے ذریعہ
سے صابن ڈال کر کپڑے کو موٹا کرنے (جسے پنجاب میں "منڈنا" کہتے ہیں) کا اور اوس کے بعد رنگنے
اور صاف کرنے تک کل کام دکھلائے۔ یہ سرخ ٹوپیاں پہلے سفید ہوتی ہیں۔ اور موجودہ قد سے دگنی
تگنی بڑی ہوتی ہیں۔ مگر صابن ڈالکر مشین پر کوٹنے سے چھوٹی ہو جاتی ہیں۔ یہاں ۳ ہزار ٹوپیاں ہر روز
تیار ہوتی ہیں۔ جو ترکی فوج کے کام آتی ہیں۔ عام لوگوں کے پہننے کے لئے زیادہ تر آسٹرین ٹوپی قسطنطنیہ میں
آکر فروخت ہوتی ہیں۔ میں ویانا میں ترکی ٹوپیوں کے ایک بہت بڑے کارخانہ میں گیا تھا۔ تو وہاں قسطنطنیہ کا
ایک یورپین سوداگر موجود تھا جس نے ۵۰ ہزار درجن ٹوپیاں خریدی تہیں۔ آج اگر کوئی کمپنی قسطنطنیہ میں
ترکی ٹوپیاں بنانے کی مشین جاری کرے تو بہت فایدہ اُٹھائے۔ اس کارخانہ میں جو بانات کشمیرہ اور بنیان
وغیرہ بنتے ہیں۔ وہ بھی ترکی فوج کے کام آتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک کارخانہ ریشم کا کپڑا اور قالین بننے اور
چینی کے برتن بنانے کا سلطان المعظم نے اپنی جیب خاص سے جاری کیا ہوا ہے جو قسطنطنیہ سے باہر ہے
اس کے معمولات شہر میں بکتے ہیں۔ جو نہایت اعلے درجے کی چیزیں ہیں۔ ایسا خوب صورت ریشم کا کپڑا اور
قالین میں نے نہیں دیکھے تھے۔ مگر یہ اتنے گراں ہیں کہ عام لوگ خرید نہیں سکتے۔ کسی زمانہ میں قالین بافی
سلطنت عثمانیہ کی ایک بڑی صنعت تھی۔ مگر اب اسکو بھی زوال آگیا ہے۔ تاہم اب تک جو ریشمی غلاف
کعبۃ اللہ کے لئے بن کر قسطنطنیہ سے جاتے ہیں۔ اُنپر بافت میں ایسی خوشخط عربی آیات قرآنی لکھی جاتی
ہیں۔ کہ انسان دیکھکر دنگ رہجائے ؎

میں ابھی فس خانہ سے نکلا نہیں تہا۔ کہ ایک انگریز آگیا جو پہلے دس سال تک کارخانہ کا مینیجر رہا ہے
مگر اب یہ قسطنطنیہ میں ہی کچھہ اور کام کرتا ہے۔ اوس نے بتلایا کہ ۶۰۰ ہزار ٹوپیاں ہر روز بنایا ہے

عثمانیہ کے استعمال کے لئے اس ملک میں آ شریا سے داخل ہوتی ہیں [illegible]
ماہوار اس کارخانہ کے کاریگروں کی تنخواہ ہے۔ باقی اعداد جو اس نے بتائے [illegible]
لئے۔ جو اس وقت میرے پاس موجود نہیں۔ اوس نے مجھے بتایا کہ ترک [illegible]
رحمدل۔ مہمان نواز اور بے ضرر ہیں۔ لیکن یہ بھی کہا کہ افسروں میں اب تک عایت [illegible]
سفارش کا چلن بہت زیادہ ہے۔ جو سرکاری کام میں نقصان پہونچاتا ہے۔ اس کارخانہ میں [illegible]
کام کرتے ہیں جن کی تنخواہ علاوہ روٹی کپڑے کے۔ جو ہر عسکری نفر اور افسر کو سرکار کیطرف سے ملتی ہے
ایک مجیدی (ہندوستان کے اڑہائی روپیہ) نقد ماہوار ملتا ہے۔ بحالیکہ انگلستان کے ایک عام [illegible]
کو ۱۰ پنس فی گھنٹہ ملتا ہے۔ جو دن میں ۹ گھنٹے کام کرتا ہے۔ اور ایک عام مزدور کو ۶ پنس فی گھنٹہ جو ۹ گھنٹے
دن میں کام کرتا ہے یعنے بترتیب ۵ ۱/۲ اور ۳ روپے روزانہ ہندوستان کے سکہ ہیں (اخبار لنڈن
سٹنینڈرڈ۔ ۲۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء)

یہ چٹھی بھی کافی لمبی ہوگئی ہے۔ انشاء اللہ باقی حالات دوسری چٹھی میں لکھوں گا۔ چونکہ مینے اپنے
سفر کے تمام حالات اب تک ابنائے ملک کے سامنے پیش کردیئے ہیں۔ میں اس دلچسپ واقعہ کا بھی ذکر کردینا
چاہتا ہوں جو مجھے گزشتہ سے پیوستہ ہفتہ میں اپنے بھائی منشی عبد العزیز صاحب کے خط سے معلوم ہوا۔ جب میں
لنڈن سے پیرس کو واپس آیا۔ اور دو تین روز ٹھہر کر قسطنطنیہ کو روانہ ہوا۔ تو اس روز یعنے ۳۱ اگست کو کسی
بھلے مانس نے مجھے ہزار روپئے کا نقصان پہونچانا چاہا۔ میں ۳۱ اگست کو ایک بجے کی گاڑی میں قسطنطنیہ کو
روانہ ہوا۔ اور اسی روز کسی شخص نے جو نہ صرف میرے پتہ سے واقف تھا۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لاہور میں
ہمارے مکان کو بھی جانتا ہے۔ ایک تار میرے بھائی کے نام میری طرف سے دے دیا۔ کہ "میرا کل روپیہ اتفاقاً
ضایع ہوگیا مجھے ایکہزار روپیہ بنک بنگال کی معرفت فلاں فلاں پتہ سے پیرس میں بھیجو۔ یہ فلاں فلاں پتہ
بھی بہت لمبا ہے۔ اس کے علاوہ مکتوب الیہ کا پتہ بہت بے ہنگم اور اس کے خلاف ہے۔ جو مینے ایک پہلے تار میں
لکھا تھا "پیسہ۔ لاہور"۔ ہندوستان کے محکمہ تار میں پیسہ اخبار کا پتہ رجسٹرڈ ہوا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ میں ایک
پہلے خط میں لنڈن سے گھر کو اطلاع دے چکا تھا۔ کہ مجھے پیرس سے کچھ روپیہ ملگیا ہے۔ اس لئے میں اور
روپیہ ہندوستان سے نہیں منگواؤنگا۔ ان سب قرائن نے میرے بھائی کو کافی شک پیدا کردیا کہ یہ
تار جعلی ہے۔ بھیجنے والے کے اسپر ۸۰ روپئے کے قریب خرچ ہوئے ہوں گے۔ اور اوس کے واسطے
یہی سزا کافی ہے۔ شکر ہے کہ مولائے متعال نے ہمیں ایک ہزار روپئے کے نقصان سے بچالیا
کیونکہ یہی نقصان کافی سے زیادہ ہے۔ جو مینے اس سفر میں ایک معقول رقم خرچ کردی ہے جب یہ
کیفیت مجھے قسطنطنیہ میں معلوم ہوئی۔ تو مجھے خیال آیا کہ مینے بہت بڑی غلطی کی۔ جو اتنے دراز سفر پر
آنے سے پہلے کوئی مرموز الفاظ تار کے لئے مقرر نہ کر دیئے جو صرف مجھے اور میرے گھر میں معلوم ہوتے

Marfat.com

صرف اوسی لفظ کے لکھنے سے تار معتبر سمجھا جاتا۔ بلکہ ایک لفظ ایک فقرہ کے لئے مقرر کیا جا سکتا ہے۔ جن لوگوں کو اب لمبے سفر پیش آئیں۔ وہ اس تجربہ سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

افسوس ہے کہ مجھے کئی ماہ سے پیسہ اخبار وطن کو نہیں ملا جو ضرور کارخانہ سے روانہ ہوتا ہوگا۔ لیکن میرے پتے بار بار بدلنے کی وجہ سے ڈاک میں تلف ہو جاتا ہوگا۔ مگر دو تین ماہ پہلے ایک پرچہ پیسہ لنڈن میں دیکھا تھا جسمیں کسی مہربان نے صلاح دی تھی۔ کہ میں لگے ہاتھ لنڈن سے بیرسٹر بنکر آؤں پیسہ اخبار نے اُسے جواب دیدیا تھا۔ کہ میں پہلے ہی اپنا ارادہ ظاہر کر چکا ہوں۔ کہ میں اپنے پیشہ اخبار نویسی کو۔ جو ہر چند کہ نہایت پُر خطر رستہ ہے۔ اپنے لئے کئی بیرسٹروں سے اچھا سمجھتا ہوں۔ اگر میں چاہتا تو وکیل و بیرسٹر بن سکتا تھا۔ کیونکہ میری نظر میں میرے موجودہ کام سے وہ سہل کام ہیں۔ لیکن وکیل اور بیرسٹر تو اب بھی ہزاروں اچھے سے اچھے موجود ہیں۔ مگر اخبار نویس ہماری قوم میں ابھی سب سے چھوٹے نالائق بھی بہت کم ہیں۔ بیشک بیرسٹر بن کر میں زیادہ دولت کما سکتا۔ لیکن صرف اپنی ذات کی بہتری میرا اعتقاد نہیں ہے۔ میرا اعتقاد ہے بڑی سے بڑی جماعت کی زیادہ سے زیادہ بہتری کرنے کی کوشش کرنا ؎

جو ہم بھی چاہتے حق ہے تو تاج زر لیتے		مگر ہوا نہ گوارا یہ بار سر لینا

میری تو اب بھی آرزو ہے۔ کہ اس چند روزہ زندگی کو بنی نوع انسان کی خدمت میں جیسی کہ مجھ میں قابلیت ہے۔ صرف کردوں۔ اور اگر خداوند کریم نے ہماری کی توہیں اپنے عہد پر اس سفر سے واپس آکر اور بھی ثابت قدم رہنے کی کوشش کرونگا ؎

گرازیں منزلِ غربت بسوئے خانہ روم		دگر آنجا کہ روم عاقل و فرزانہ روم
زیں سفر گر بہ سلامت بوطن باز رسم		نذر کردم کہ ہم از راہ بہ میخانہ روم
تا بگویم کہ چہ کشفم شد ازیں سیر و سلوک		بدرِ صومعہ با بربط و پیمانہ روم

از مقام بیروت ۱۶ اکتوبر [illegible]

پچھلی چٹھی میں مینے ذکر کیا تھا۔ کہ سلطان عبدالحمید خان ثانی غازی نے اپنے دو حکومت سلطنت دنیا میں بلا ایک حبہ قرض لینے کے سلطنت کا انتظام کیا ہے۔ بجالیکہ ان سے اول سلطان عبدالعزیز مرحوم نے اپنے ۱۵ سال کے زمان حکومت میں [illegible] سالانہ کے حساب سے انتظام سلطنت کے لئے قرض لیا۔ [illegible] قرض نہیں لیا۔ بلکہ بہت سا قرضہ ہر سال ادا کرنے کے بعد بھی اپنی مملکت میں اس قدر اصلاح اور ترقی کی ہے۔ کہ کسی سلطان آل عثمان نے نہ کی ہوگی۔ یہ ترقی نہ صرف فوج کی صورت میں نمودار ہوئی ہے۔ (ہر چند کہ اس کا بڑا حصہ عسکری ہی ہے) بلکہ ترقی مصارف و تعمیر بھی اس ربع صدی میں بے اندازہ ہوئی ہے۔

ہر شہر اور قریہ میں مکتب جاری کئے گئے ہیں۔ ان [illegible]
بعض ترقی زراعت کے مدرسے ہیں۔ اکثر نصف تعلیم [illegible]
میں بہت سی دوسری کتابوں کے ساتھ ہندوستان [illegible]
تعداد وغیرہ نہیں لکھ سکتا۔ لیکن اس میں کلام نہیں [illegible]
اس وقت جاری ہیں۔ کہ اُن سے سلطنت کا ہر فرد بشر [illegible]
کسی خط میں لکھا ہے کہ خاص پایۂ تخت میں اس وقت ۱۲۔ مدارس [illegible]
سرکار سے نہیں ملتا۔ بلکہ جن لوگوں کی آنکھیں تعلیم کی ضرورت کی طرف کھل گئی ہیں [illegible]
پرائیویٹ چندوں اور فیس سے ان مدارس کو جاری رکھا ہوا ہے۔ سلطنت عثمانیہ میں [illegible]
اور پرائیویٹ مدارس کے ایک معقول تعداد اُن مدارس کی ہے۔ کہ جنہیں سلطان المعظم [illegible]
سے جاری کر رکھا ہے۔ ذات شاہانہ کو تعلیم کی طرف اس قدر توجہ ہے کہ حال میں اپنی سلطنت کے
جشن بست و پنجسالہ کے موقعہ پر آپنے ایک عالی شان کالج بنام دار الفنون کے قسطنطنیہ میں قائم
کیا ہے۔ اور دار الخلافت کے یونیورسٹی کالج میں جہاں اس سے پہلے صرف آرٹس اور سائنس کی
تعلیم ہوتی تھی۔ وہاں اب قانون اور تھیالوجی (علم الٰہی) بڑھا دیا گیا ہے۔ اور میرے ایک مہربان دوست
محمد اسعد آفندی۔ جو مملکت عثمانیہ میں اس وقت قانون حقوق وراثت میں [illegible] تعلیم کئے جاتے
ہیں۔ ان مضامین کے لکچرار ہیں۔ چھ سات سال پہلے جبکہ میں نے انگریزی زبان میں اخبار "دی
[illegible] جاری کیا تھا۔ یہ صاحب اس اخبار کے خریدار تھے۔ اور اس زمانہ میں مجھ سے ان سے خط و کتابت کا
سلسلہ جاری تھا۔ اس وقت یہ قسطنطنیہ کے دو تین چوٹی کے مشاہیر مصنفین و علماء میں شمار ہوتے ہیں
اور انکی تصنیف سے قانون اور دیگر علوم میں بہت سی کتابیں ہیں۔ بلکہ ایک کتاب قانون حقوق [illegible]
اُنہوں نے مجھے لاہور ہی میں بھیجی تھی۔ یہ فرانسیسی۔ انگریزی۔ عربی۔ فارسی جانتے ہیں۔ ترکی [illegible]
زبان ہے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں۔ کہ ایک شام اُنہوں نے میری دعوت کی اور سالہا سال پہلے [illegible]
لکھے تھے اُنہوں نے لاکر مجھے دکھلا دیئے۔ ان میں میں نے لکھا تھا۔ کہ انشاء اللہ کبھی قسطنطنیہ آیا تو آپ سے [illegible]
علاوہ ترقی تعلیم کے سلطان المعظم کے دور حکومت میں عمارات میں بڑی ترقی ہوئی ہے۔ [illegible]
مدرسے۔ مسجدیں۔ محتاج خانے اور شفاخانے (میرا مطلب ہسپتالوں سے ہے۔ [illegible]
شفاخانہ پاگل خانہ کو کہتے ہیں) سلطان المعظم نے جیب خاص سے تعمیر کئے ہیں [illegible]
لئے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں مسافر خانے بہت عمدہ تعمیر کرائے۔ اور بالفعل [illegible]
لائن بھی اسی غرض سے تعمیر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ اس [illegible]
[illegible] کی احتیاج ہے۔ جو مجھے یقین ہے۔ کہ اگر ترکی خزانہ کی مالی حالت [illegible]

Marfat.com

وقت میں کئی لائنوں کی تعمیر جاری ہو جاتی۔ مگر یہاں ہر کام نہایت کفایت شعاری سے چلتا ہے۔ اور ایک زمانہ میں جو ترکی سلاطین کی فضول خرچی اور عیش پرستی ضرب المثل تھی۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کفایت شعاری اور جز رسی ضرب المثل ہونے کا زمانہ آیا ہے۔ ایک باخبر شخص نے مجھے قسطنطنیہ میں بتلایا تھا۔ کہ کبھی کبھی سلطان المعظم کے شہزادوں اور شہزادیوں کی تنخواہیں کئی کئی مہینے چڑھ جاتی ہیں۔ اور وہ صرف اسی رسد پر گذارتے ہیں۔ جو شاہی خاندان کے تمام ممبروں کے لئے مقرر ہے۔ لیکن ارکان سلطنت اور عسکر کی تنخواہیں باوقت ادا کی جاتی ہیں۔ اس سے حضرت سلطان کی کفایت شعاری کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

مگر اسپر بھی بعض بعض لوگ ٹرکی میں موجود ہیں۔ جو سلطان المعظم کے جانی دشمن ہیں۔ اور ینگ ٹرکی کے نام سے انکی جماعت یوروپ میں مشہور ہے۔ یہہ لوگ قسطنطنیہ میں تو زبان سے ایک لفظ نہیں نکال سکتے۔ کیونکہ وہاں آزادی تحریر و تقریر نہیں ہے۔ لیکن یہاں سے بھاگ کر جب ممالک یوروپ کو چلے جاتے ہیں۔ تو وہاں کے اخبارات میں یہاں کی خرابیاں گناتے ہیں۔ یہہ باتیں اب میں نے بچشم خود دیکھی ہیں۔ بیشک وہ اصلاح کی محتاج ہیں۔ لیکن نہ اسقدر کہ ایک ایسا مخیر اور قوم اور بنی نوع انسان کا محسن سلطان اسقدر مورد عتاب ٹھیرایا جائے۔ کہ ہر وقت اور ہر ساعت اسکی جان معرض خطر میں رہے۔ اور وہ اپنی عمر میں ایک لمحہ بھی محل سرا سے باہر نہ نکل سکے۔ مَیں معترضین کی شکایات بیان کرنے سے پہلے ذات شاہانہ کی اس کیفیت خطر کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

سلطان المعظم ایک روز بھی سالہا سال سے قصر یلدز کی حدود سے باہر نہیں نکلے جبتک مَیں نے یہاں آکر مسجد حمیدیہ کو نہیں دیکھا تھا میرا خیال تھا کہ حضرت سلطان ہفتہ میں ایک روز جمعہ کی نماز کیلئے محل سے نکلکر فوجی حفاظت کے اندر بعض شہر کے بازاروں میں سے گذر کر سلاملق کے لئے جاتے ہیں۔ مگر اب معلوم ہوا ہے۔ کہ جامع حمیدیہ حدود محلسرا کے اندر واقع ہے اور حضرت سلطان جسوقت نماز کے لئے آتے ہیں۔ بے انداز فوج مسجد کے گرد و پیش متعین کی جاتی ہے۔ کیا مجال ہے کہ ایک پرندہ بھی وہاں پھٹک سکے۔ صرف محل سلطانی کے خدام و بعض وزرا جماعت میں شریک ہوتے ہیں۔ امام سلطانی جماعت کراتے ہیں۔ ۹ بجے صبح سے شہر کے مختلف حصوں میں سے پیدل اور سوار فوجیں اپنے اپنے باجوں کیساتھ قصر یلدز کی طرف جانی شروع ہو جاتی ہیں۔ جو شہر کے حصہ باشکطاش میں واقع ہے۔ اور یہ قسطنطنیہ کا نہایت بارونق حصہ ہے۔ دو تین میل سے کم نہیں۔ ابھی تک یہہ سب فوجیں جمع ہو جاتی ہیں ... ایک باشندہ قسطنطنیہ نے مجھے ۳۰ ہزار بتلایا تھا۔ اس قدر جمعیت کو ایسے طور پر مسجد کے گرد تعینات کیا جاتا ہے کہ کسی بشر کا مسجد تک پہنچنا تو ناممکن۔ دور سے سرجسٹی کی شکل تک دیکھنا بھی ناممکن ہو جاتا ہے۔ مَیں نے ارادہ کیا کہ سلاملق میں سلطان المعظم کی شکل دیکھ سکوں لیکن ناکام رہا مجھے معلوم ہوا کہ جب سے شاہ اٹلی مارا گیا ہے اسوقت سے مبالغہ کے ساتھ حفاظت کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے فوج کے پیچھے بہت لوگ کھڑے ہو کر

منظر دیکھہ سکتے تھے مگر اب سوائے اُن چند یورپین لوگوں کے جو اپنی [illegible] کا تخت حاصل کرتے ہیں اور ایک مہمانخانہ میں بیٹھہ کر سلطان کی سواری دیکھتے ہیں [illegible] یہ تخت بھی سلطان المعظم کی منظوری کے سوا جاری نہیں ہوتے - میں بھی جا کر [illegible] حاصل کروں - چنانچہ ایک روز میں انگریزی سفارت میں گیا - مگر معلوم ہوا کہ موسم گرما میں سفارت [illegible] چند میل باہر ایک قصبہ تھراپیا میں رہتا ہے - اس لئے دوبارہ مجھے وہاں جانے کا موقعہ نہ ملا ؛

اس کے علاوہ سال میں ایک مرتبہ سلطان المعظم پانزدہم رمضان کو سنجاق شریف کی زیارت کو جاتے ہیں جو [illegible] حرم سرا میں موجود ہے - یہہ علم حضرت رسول خدا صلعم کا معہ چند دیگر تبرکات کے اس مکان میں رکھا ہوا ہے اور سال میں ایک مرتبہ صرف سلطان المعظم بدست خاص کھول کر اس کی زیارت کرتے ہیں - اور سوائے معدودے چند وزرائے مقربین کے اور کوئی اُسے دیکھہ نہیں سکتا - اس کے بعد جامع ایا صوفیہ میں نماز عشا کی شرکت کو جاتے ہیں - (جیسے سُنا ہے - کہ سال گزشتہ کو نہیں گئے) مگر بعض دیگر مساجد میں اور ایا صوفیہ میں بھی سلطان کے جانے کے لئے ایک مسقف راستہ مسجد کے ایک پہلو کی طرف ہوتا ہے - اس موقعہ پر مبالغے سے حفاظت سلطانی کا انتظام کیا جاتا ہے - بلکہ ایک شخص نے مجھے یہ بھی بتلایا ہے کہ یہ بھی امر زیر غور ہے - کہ سنجاق شریف کو قصر سلطانی ہی میں لیجایا جاسکے - اور آیندہ حضرت سلطان کو محل سے باہر آنے کی تکلیف نہ ہو ؛

اِدہر تو یہہ حال ہے - اُدہر جسقدر ترکوں سے مجھے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا ہے - سلطان عبد الحمید خان کے کارناموں کی وجہ سے کہتے ہیں - کہ واللہ ایسا سلطان نہ پہلے گذرا ہے اور نہ کوئی آئیگا - اور بیشک سلطان عالی نے اتنے کام رفاہ عام کے علاوہ ترکی قوم کی فوجی طاقت از سر نو قایم کرنے کے کئے ہیں - کہ اونکا حصر کرنا بھی مشکل ہے - شام و بیروت میں مجھے ایک دو آدمیوں سے بالتفصیل شکایات سُننے کا اتفاق ہوا - چونکہ یہہ قسطنطنیہ سے دور مقامات ہیں - یہ لوگ کچھہ بول سکنے کی جرات کرتے ہیں ؛

اب میں اون شکایات کو بیان کرتا ہوں جو مجھے اس طریق حکومت میں نظر آئی ہیں - مگر بقول ایک ترکی اہل [illegible] کے میرا دماغ انگریزی حکومت میں تعمیر ہوا ہے - اسلئے میں اونکے ملک کی حکمت عملی کو اچھی طرح سمجھہ نہیں سکتا اور نہ پورے طور پر اوس کی خوبیوں کی داد دے سکتا ہوں - اسلئے اگر میرا کوئی خیال غلط ہو - تو میرے ترک دوست مجھے معاف رکھیں - میرے خیال میں اخبارات کی زبان اس حدتک بند کرنا ضروری نہیں - کہ جیسے کہ اسوقت قلمروئے سلطانی میں بند ہے - یہاں اخبارات آجکل سوائے سرکاری افسران کے تغیر و تبدل عطائے [illegible] اور عام خبروں کے کچھہ نہیں لکھہ سکتے - غیر ممالک کی تار خبریں بھی بعض بعض نہیں چھپتیں اور بعض [illegible] کردی جاتی ہیں - مثلاً پچھلے دنوں قیصر جرمنی نے اپنی ایک تقریر میں کچھہ اس قسم کا ذکر کیا تھا کہ جرمنی [illegible] کو چاہیے کہ چینیوں کو ایسا سبق سکھلائیں جو وہ مدت تک نہ بھولیں - یہ خبر ترکی اخبارات میں شایع نہیں [illegible] صرف اسلئے کہ جرمنی کے ساتھہ ترکی کا دوستانہ تعلق ہے - میرے خیال کی مخالفت میں زیادہ سے زیادہ

تحریر کا تجربہ جو ایک ترک دوست مجھے بتلا سکا یہہ تہا۔ کہ ترکی اخبارات لکھ سکتے ہیں۔ کہ فلاں توپ جو ہمارے یہاں ہے وہ اچھی نہیں ہے۔ اس سے اچھی وہ توپ ہے جو فلاں سلطنت کے پاس ہے۔ اور ہمیں بھی ایسی ہی حاصل کرنی چاہیئے۔ اور میں نے بھی کہا تہا کہ غنیمت ہے۔ کہ اگر ایسی تحریرات چھپ سکتی ہیں چونکہ ان اخبارات میں رائے زنی کا صیغہ ہی نہیں ہے۔ اس کی کمی ایک دوسری چیز سے پوری کی گئی ہے۔ اور وہ حضرت سلطان المعظم کی ذات کے لئے تعریفی کلمات کا مجموعہ ہے۔ اس قسم کے بہت سے تعریفی کلمات تجویز کئے گئے ہیں۔ جن کو موقع بے موقع ہر پرچہ میں دو چار جگہہ کھینچ تان کر حضرت شہریار کا نام لکھہ کر اوس کے جلو میں لے آتے ہیں۔ مشہور ہے کہ جو خال حد سے زیادہ بڑہ جاوے مسا ہو جاتا ہے۔ بیشک ہر لحاظ کے لئے ضروری ہے کہ حضرت سلطان کا ذکر ادب سے کیا جائے۔ لیکن اخبار کا ایک معتدبہ حصہ اسی ذکر سے پُر کر دینا بناوٹی بات معلوم ہوتی ہے۔ مَیں تسلیم کرتا ہوں کہ ٹرکی کے اخبارات اس قدر آزاد نہیں ہونے چاہئیں جسقدر کہ انگلستان، فرانس یا اضلاع متحدہ امریکہ کے ہیں۔ لیکن اگر معتدل آزادی تحریر کی دی جائے۔ تو لوگوں کے دل کے بخارات جو اب فساد کی صورت بن کر پہوٹ نکلتے ہیں۔ اُس صورت میں کم و بیش شکایات کی شکل میں خارج ہوتے رہیں گے۔ البتہ اخبارات کی نگرانی ایک قابل اور ہوشمند سنسر (محتسب) کے سپرد کی جائے۔ جو ان دو باتوں کے درمیان پورے طور پر تمیز کر سکے کہ کونسی تحریر خالی آواز ہے۔ اور کونسی فساد پیدا کر سکتی ہے۔ میری رائے میں اگر اخبارات میں کسیقدر آزادی سے لکھنے کی اجازت ہوتی۔ تو دو سال قبل جو عظیم الشان فساد کی سازش آرمینیوں نے کی تھی۔ اور یہ بھی مینے سُنا ہے۔ کہ ہزارہا طپنچوں اور ٹنوں گولی بارود کے سوا ایک دو توپیں بھی حاصل کر لی تہیں۔ اس کا کچھہ نہ کچھہ سُراغ نکل آتا۔ علاوہ اس کے موجودہ شکایت "ینگ ٹرکی پارٹی" کی بھی رفع ہو سکتی ہے۔ یہ بات مجھے یاد دلاتی ہے کہ ہندوستان میں ہم لوگ کیسے ناشکر گذار ہیں۔ کہ جسقدر آزادی سے اخبارات اب لکھہ سکتے ہیں۔ اُسے ہم ناکافی سمجھتے ہیں۔ مگر انسان حریص ہمیشہ زیادہ سے زیادہ مانگتا ہے +

دوسری شکایت جو مینے سُنی ہے۔ یہ ہے کہ جن لوگوں کی نسبت ذات سلطانی کے خلاف کوئی سازش کرنے کی مخبری کوئی شخص بھی کر دے یا کوئی خفیف شبہ بھی پیدا نہ ہو تو اُنہیں گرفتار کر کے محلسرائے سلطانی میں لایا جاتا ہے جہاں اُنپر الزام لگا کر اونکا بیان طلب کیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ اپنی بے قصوری ثابت کرنے میں کامیاب ہوں۔ تو اُنہیں اُس تکلیف کے بدلے جو اس کارروائی سے اُنہیں ہوتی ہے کچھہ معاوضہ بھی دیا جاتا ہے قصور وار ثابت ہونے کے سزا دی جاتی ہے۔ فریق معترض چاہتا ہے۔ کہ ایسے لوگوں کی تحقیقات [illegible] اور انہیں اپنی بریت ثابت کرنے کے تمام موقعے دئیے جائیں۔ یہ درست ہے کہ [illegible] الگزانڈر جیسے کہ ہندوستان میں نا تو برادران کو محبوس کیا گیا تہا۔ اور انکے جرم کی [illegible] انکی تحقیقات نہیں کی گئی تہی لیکن جہاں تک مَیں غور کر سکتا ہوں۔ ہر ملک میں معمولی عدالتی تحقیقات سے ہی یہ مطلب پورا ہو سکتا ہے۔ انگریزی اصول قانون فوجداری میں یہ دو باتیں کیسی اچھی ہیں۔ کہ اول جبتک کسی شخص پر جرم ثابت نہ ہو جائے

Marfat.com

اُسے بے قصور سمجھا جائے۔ اور اسی [illegible]
کہ دس گنہگار و نکو سزا دیکر انصاف کرنے [illegible]
خیال کو مدنظر رکھا جائے۔ کہ بلاد عثمانی میں [illegible]
جنہیں سے بعض قوموں کے دلوں میں ایسے فسادات [illegible]
طریقہ سے ترکوں کی حکومت سے فکلکر آزاد ہو گئی ہیں۔ اور ان [illegible]
تو محولہ بالا قانون کسیقدر حق بجانب معلوم ہوتا ہے +

تیسری شکایت یہ ہے کہ بڑے عہدے نالایق آدمیوں کے ہاتھ میں ہیں [illegible]
اور سفارش اور رشوت بہت سے کام بگاڑ دیتی ہے۔ چوتھی یہ کہ مدارس کی تعلیم میں [illegible]
موجود نہیں۔ قطع نظر ان کے پانچویں شکایت جو مجھے محسوس ہوتی ہے وہ کتابوں کے ملک کے اندر [illegible]
لیجانے کی نسبت پابندی ہے۔ ہر چند کہ وہ کوئی بڑی شکایت نہیں ہو سکتی۔ تاہم مسافروں کو بہت [illegible]
سکتی ہے۔ ترک کہتے ہیں۔ کہ چونکہ مختلف عیسائی قوموں نے بارہا ایسی مفسدانہ کتابیں چھاپ کر بلاد عثمانی میں
شایع کیں جنمیں سلطنت کے خلاف خیالات کی تعلیم کی گئی تھی۔ اور ملک و ملت کی توہین مقصود تھی۔ بلکہ ایسی
کتابیں ارمنیوں اور یونانیوں کے مدرسوں میں پڑھانے کے لئے تیار کیجاتی تھیں۔ اسلئے سلطنت کو سلطنت میں
سٹپ لینے کی ضرورت واقع ہوئی۔ کہ کسی ایسی کتاب کو ملک کے اندر آنے نہ دے۔ مانا کہ صحیح ہے اور سلطنت کو ہر ایک
حق اپنی قلمرو میں ایسا قانون نافذ کرنے کا ہے۔ لیکن اگر اسی قانون میں ذرہ سی اصلاح کر دی جائے۔ تو [illegible]
فوت ہونے کے لوگوں کی تکلیف کم ہو جا سکتی ہے۔ اول جن لوگوں سے ملک میں داخل ہونے کے وقت کتابیں
لی جاتی ہیں۔ انکا پتہ لیا جاوے اور بہت جلد یعنے دو چار روز میں اگر انکی کتاب غیر مضر ثابت ہو۔ تو [illegible]
کی طرف سے کتاب اُن کے مکان پر بھیجدی جائے۔ اور بہ صورت اُن کے ملک سے باہر چلے جانے کے [illegible]
سفارت کے سپرد کر دی جائے۔ کیونکہ اجنبی کو بہت سے محکموں میں پھر کر کتاب تلاش کرنیکی نسبت [illegible]
دینا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر کتاب خفیف سی مضر معلوم ہو تو اُس اجنبی کی مرضی کے مطابق [illegible]
میں چلی ہے۔ اُسے لوٹا دیا جائے۔ بصورت کتاب کے قابل اتلاف ثابت ہونے کے اُس کے مالک کو
کی اطلاع دیجائے کہ اُسے انتظار نہ رہے +

واضح رہے کہ اتنی قسم کی کتابوں کی درآمد ممنوع ہے۔ اول جنمیں سلطنت کی توہین یا [illegible]
اور بدگمانی کے خیالات درج ہوں۔ دوم جنمیں دین اسلام کی توہین متصور ہو۔ سوم کسی [illegible]
قرآن سوائے قسطنطنیہ کے ایک مطبع کے۔ جسکو باب عالی کی طرف سے یہ قرآن چھاپنے [illegible]
وہی صحیح کلام مجید مانے جاتے ہیں۔ چہارم کوئی کتاب جسمیں حضرت سلطان کی تصویر [illegible]
کے ایک عجائب خانہ کی بالتصویر فہرست تھی۔ اوسمیں سلطان المعظم کی تصویر تھی [illegible]

Marfat.com

نہ صرف ملک کے اندر جانے والی کتابوں کی نگرانی کی جاتی ہے۔ بلکہ ملک سے باہر جانے والی کتابوں
کی بھی سختی سے نگرانی کی جاتی ہے۔ اور اس منطق کی مجھے سمجھ نہیں آئی۔ بالفرض اگر کوئی شخص مضر
کتابیں ملک سے باہر لے جانا چاہتا ہے۔ تو اُسے ایسی کتابیں لے جانے دی جاویں "خس کم جہان
پاک"۔ لیکن یہاں کتابوں کی سنسر شپ کے محکمہ نے ایک معائن کتب چنگی کے محکمہ میں مقرر کیا ہوا ہے۔ جو
ہر ایک کتاب کا سرورق دیکھتا ہے۔ کہ اسپر مجلس معارف کی طرف سے رخصت یعنے اجازت درج ہے۔ واضح ہے
کہ معارف یعنے سررشتہ تعلیم کے متعلق ایک شاخ اس مطلب کی شامل ہے۔ کہ وہ ملک کی تمام تصنیفات کا
چھپنے سے پہلے معائنہ کرے۔ اور جن کتابوں یا کاغذوں کے چھپنے کی رخصت دے۔ وہی چھپ کر شائع
ہو سکتے ہیں۔ یہ افسر دیکھتا ہے۔ کہ کوئی کتاب بلا رخصت تو نہیں۔ یا کوئی ایسی کتاب جو اس محکمہ کے اجراء سے
پہلے چھپی تھی۔ نہیں۔ یا کوئی ایسی کتاب بھی کہ جسکی رخصت تو اس محکمہ نے دی تھی۔ لیکن دینی مناسب نہ
تھی۔ ایسی کتابیں ضبط کر لی جاتی ہیں۔ بحالیکہ بجائے مسافر سے ایسی کتاب لے لینے کے اُنھی کتب فروشوں
سے باز پرس کرنی چاہیئے۔ جو ایسی کتابوں کو فروخت کرتے ہیں۔ ہاں کوئی ایسا قرآن بھی قلمی ہو تو اسے باہر
نہیں جانے دیا جاتا۔ جو مطبع عثمانیہ کا چھپا ہوا نہ ہو۔ بحالیکہ صرف ۴۰ سال سے اس مطبع کو قرآن شریف
چھاپنے کی اجازت ملی ہے۔ جن کی صحت میں کامل توجہ کی جاتی ہے۔ یعنے جیسے مشہور ہو رہا ہے۔ کہ
روس نے کلام مجید سے جہاد کی آیات نکالکر کوئی جلد چھاپی تھی۔ لیکن اس سے پہلے کے لاکھوں قرآنوں
کی فروخت ممنوع ہے۔ یہ بھی بیان کر دینا قرین انصاف ہوگا۔ کہ گو یہ قرآن گراں ملتے ہیں۔ لیکن اس مطبع
کے قرآن مجید بہت خوشخط اور صحیح ہیں۔ بعض قدیم خطاطوں کے قرآنوں کی عکسی نقلیں لے کر انکو ہمیشہ
کیلئے محفوظ رکھا گیا ہے۔ اور گویا کہ اون کی صحت کا ایک سرکاری محکمہ ذمہ وار ہے۔ کتابوں کی نگرانی کے محکمہ میں
ذرہ سی اصلاح کی ضرورت ہے۔ مجھے ایام قیام استنبول میں معلوم ہوا۔ کہ ترکی، تبریزی اور مشیران سلطنت
میں کم ایسے آدمی ہیں۔ جن کی دانشمندی اور روشنضمیری پر زیادہ بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ بقول ایک
شخص کے یہ سلطنت کی بدبختی ہے۔ کہ حضرت سلطان المعظم کے مشیر صرف ہاں میں ہاں ملانے والے ہیں۔ ورنہ
جیسا روشنضمیر، بیدار مغز اور صاحب لیاقت وعقل سلطان ہے۔ اگر ایک نصف درجن لائق سٹیٹسمین
بھی اوسے ملے ہوئے ہوتے۔ تو آج ترکوں کی حالت اس سے بھی اچھی ہوتی۔ بعض دوسرے لوگوں کا
خیال ہے۔ کہ کئی چھوٹی چھوٹی باتیں جنکی نسبت لوگوں کو شکایت پیدا ہوتی ہے۔ اونکی نسبت حضرت سلطان
کو علم بھی نہیں ہے۔ مگر ایک گروہ کا خیال ہے۔ کہ سلطان کو کسی مشیر کی آزاد بیانی منظور نہیں ؟
پاسپورٹ کی جسے یہاں یول تذکرہ یا مرور تذکرہ کہا جاتا ہے۔ ہر مسافر کو ضرورت ہے۔ خواہ وہ ترکی رعایا
ہو۔ یا اجنبی۔ مینے قسطنطنیہ آنے کے لئے لنڈن کے فارن آفس سے ۲ شلنگ دے کر جو پاسپورٹ لیا
تھا۔ اور پیرس میں عثمانی کونسل سے غالباً پانچ فرانک دیکر اسکی تصدیق کرائی تھی عثمانی حدود میں داخل

Marfat.com

ہوتے پر قسطنطنیہ آنے تک اُسے دو تین مرتبہ پولیس کی کتابوں میں درج کیا گیا۔ جس ہوٹل میں میں ٹھہرا ہوں والا رات کو مجھ سے پاسپورٹ لے کر پولیس میں درج کرانے گیا۔ اس انتظام سے قسطنطنیہ کی پولیس کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ شہر میں اجنبی کتنے ہیں۔ اور کہاں کہاں مقیم ہیں۔ ہندوستان کی سرائوں میں رات کو پولیس والے آکر اسی طرح اسم نویسی کرتے ہیں۔ قسطنطنیہ سے بیروت کو روانہ ہونے سے پہلے میں انگریزی کونسلیٹ میں گیا۔ جہاں ۱۲ غروش لیتے عہ لیکر انہوں نے مجھے ایک کاغذ دیا۔ جو عثمانی پولیس کے ایک دفتر میں لے جانے پر اور ۱۲۔ غروش دینے کے بعد مجھے ایک ترکی زبان کا یول تذکرہ ملا۔ اسکا مقصد یہ ہے کہ ترکی پولیس پایۂ تخت کے باہر کسی غیر زبان کے پاسپورٹ کو تسلیم نہیں کرتی۔ مگر ترکی زبان کا۔ اور یہ ترکی زبان کا پاسپورٹ تین روپیہ اور ایک دو روز کی تگ و دو سے ملتا ہے۔ اس پاسپورٹ سے مسلح ہو کر جب میں معہ اسباب بندرگاہ میں آیا۔ تو کشتی پر سوار ہو کر ایک دوسرے پولیس کے دفتر میں گیا۔ کہ فلاں جہاز پر روانہ ہوتا ہوں۔ وہاں پاسپورٹ درج کرنے کے بعد مجھے جانے کی اجازت ملی۔ مگر میرے ہمراہی جو جہاز تک مجھے الوداع کہنے کے لئے جانے کے واسطے بیحد کوشش کی۔ مگر اُسے اجازت نہ ملی جہاز سے دو چار قدم ادہر ایک کشتی میں ایک ترکی پولیس افسر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ ہر شخص کا تذکرہ مزید احتیاط کے لئے پھر دیکھتا ہے۔ اور اُسے جہاز میں داخل ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن جس کے پاس تذکرہ نہ ہو وہ جہاز میں داخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جہاز قریباً سب غیر ممالک کی رعایا کے ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ اگر کوئی شخص جہاز میں پہنچ جائے۔ تو جہاز والے اگر چاہیں تو اوسکو ترکی افسروں کے سپرد نہ کریں۔ اسی طرح قسطنطنیہ سے بیروت وغیرہ میں ہر جہاز سے اوتر کر شہر میں گیا ہوں۔ ہر جگہ پولیس نے کشتی سے نکلتے ہی تذکرہ لے لیا ہے۔ اور جہاز کو واپس جانے کے وقت دیا ہے۔ کشتی بانوں کی مجال نہیں۔ کہ بلا سواری کا تذکرہ دکھائے اُسے جہاز تک لے جائیں۔ اسلئے ٹرکی اور روس میں تذکروں کا ایک بہت بڑا محکمہ ہے اور یہاں کے لوگ جو عادی ہو گئے ہیں۔ وہ انکو بار بار دکھلانے کی پرواہ نہیں کرتے۔ بیروت سے جہاں آگے میں جاؤنگا۔ بیروت کی پولیس سے اسپر درج کرا لونگا۔ کہ میں کس شہر کو جانے والا ہوں۔

سلطان المعظم کے جشن حکومت بست وپنجسالہ کی تقریب پر ٹرکی زبان کے اخبارات تو دو پارہ کا ٹکٹ ہر پرچہ پر لگا کر چھاپنے سے معاف کئے گئے ہیں لیکن دوسری زبانوں کے اخبارات پر ابھی یہ ٹکٹ لگتا ہے۔ مگر یہ اخبارات تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ ہر اشتہار اور ہر کاغذ کے پرزہ پر جو شایع کیا جائے یا کہیں آویزاں یا چسپاں کیا جاوے۔ یہ ٹکٹ لگانا ضروری ہے۔ مثلاً کسی دوکان پر صرف اس قدر لکھ کر کاغذ چسپاں کیا جاوے کہ "دوکان خالی ہے" تو اسپر بھی یہ ٹکٹ ہوگا۔ یا ریل کا ٹائم ٹیبل ہو یا کسی حکیم صاحب زبدۃ الحکما کا مار الحم کا اشتہار ہو۔ غرض ہر پرچہ پر یہ ٹکٹ لگانا لازمی ہے۔ ایک زمانہ میں انگلستان کے اخبارات پر بھی ایسا ہی ٹکس قایم تھا۔ مگر جب وہ معاف کیا گیا تو اخباروں کو بڑی

Marfat.com

ترکی ہوتی اور اگر آج اس قسم کا نکس انگلستان کے اخبارات پر ہوتا۔ تو حالت موجودہ سے نصف یا چہارم لٹریچر بھی وہاں سے شایع نہ ہوتا۔ مگر میں پھر لکھنے پر مجبور ہوں کہ ترکی بوجہ اپنی مختلف الاقسام رعایا کے ایسی پابندیوں کے لئے مجبور اور حق بجانب ہے۔ قوانین کی نسبت شکایت نہیں۔ البتہ ان میں سے بعض کے عملدرآمد کی نسبت شکایت ہے۔

ترک اہلکار بڑے با اخلاق اور نرم دل لوگ ہیں۔ کبھی کبھی چنگی یا دوسرے محکموں کے اہلکاروں کے پاس کسی چھوٹی موٹی بات کی سفارش جب پہونچ جاتی ہے۔ تو انکی آنکھ میں حیا آجاتا ہے۔ یہہ بات اہل یوروپ میں موجود نہیں۔ یورپ والونکی تربیت اور تعلیم میں اتنی ترقی ہو چکی ہے کہ ان ملکوں میں ایسی باتوں کے لئے سفارشیں کرنے کا دستور ہی نہیں رہا۔ کہ فلاں اسباب کو بلا معاینہ چنگی سے گزار دینا اینکہ وہاں کے لوگوں کی طبایع ایسی تاجرانہ ہو گئی ہیں۔ کہ وہ چنگی کا حق ادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں لیکن یہاں میں بچشم خود کئی ایسے موقعے دیکھے ہیں۔ کہ افسر کے اغماض سے تھوڑی بہت رقم سرکاری خزانہ میں داخل ہونے سے باز رہی۔ ایک جگہ ایک واجب التعظیم مسافر نے دوسرے مسافر کے لئے سفارش کر دی اوسکا اسباب بری کیا گیا۔ بحالیکہ اوسمیں سے ایک پونڈ سے زیادہ چنگی کا محصول سرکار کو ملتا ہے۔ اس واجب التعظیم شخص کو یہ خیال نہ آیا۔ کہ ایسی سفارش سرکار کی حق تلفی اور خدا کی نافرمانی ہے۔ اور مجھے فخریہ مجھ سے اپنی کامیابی کا ذکر کیا۔ ایسی باتیں دیکھکر بارہا مجھے خیال گذرا ہے۔ کہ ترکوں کو ابھی یوروپین ہونے کے لئے اور بہت مدت درکار ہوگی۔ ان میں تواضع اور تملق اس قدر زیادہ ہے کہ شک ہے۔ کہ کبھی یہی یورپ کی دوسری قوموں کی طرح رہ سکیں۔ اور ایسے لحاظ نہیں چھوڑ سکیں گے۔ کہ کام کو کام اور [illegible] سمجھیں۔ جب دو ترک آپس میں ملتے ہیں۔ تو ان میں اہل لکھنؤ کی طرح بہت سے مؤدبانہ فقرات کا تبادلہ ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص پوچھتا ہے "مزاج شریف کز آئی می انشاء اللہ تعالی" یعنے خدا چاہے آپ کا مزاج شریف تو اچھا ہے۔ دوسرا کہتا ہے۔ "الحمد للہ آئی" یعنے شکر ہے کہ بہت اچھا ہے۔ لیکن آپ کا مزاج شریف اور لطیف تو اچھا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ "اللہ صاحبادلیک" (اللہ فضل کرے) وغیرہ اردو اور فارسی زبان کی طرح ترکی میں بھی ادب سے واحد مخاطب کو جمع کے صیغہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ صبح کا سلام ہے "صباح لرنز کز خیر اولسون" یعنے آپ کی صباح شریف خدا کرے بخیریت رہے" دعائیہ کلمہ [illegible] کے لئے ایک دوسرے کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ "چوق ممنون اولدم" [illegible] ممنون ہوا یا "چوق مشکور اتیدم" نہایت ہی مشکور ہوا ہوں۔ شخص مقابل کے لئے لازم ہے کہ از راہ کسر نفسی کہے [illegible] اگر ایک شخص دوسرے کو کہتا ہے کہ تم پہلے سیڑھیوں پر چڑھو۔ وہ از راہ ادب کہتا ہے "امان" یعنے یہہ نہیں ہوگا۔ مجھے اس سے امان دیجئے۔ رخصت ہونے یا ملاقات کے وقت عموماً دعائیہ کلمات بھی کہے جاتے ہیں۔ مثلاً "اللہ امانت اولسون (اللہ اولسون)" ایک عمدہ [illegible] ہے جسکے معنے فارسی میں

میں فرمودن ہے۔ ترکی زبان میں اس قدر تملق اور نزاکت ہے۔ کہ مخاطب سے ہر کلام کے شروع میں لئے بیورن کہا جاتا ہے مثلاً آگے چلئے۔ یا کھانا کھائیے یا آئیے یا جائیے غرض ہر کام کے لئے بیورن آفندم" "بیورن آفندم" کہتے رہتے ہیں۔ آفندم آپسمیں مخاطب کرنے کا عام کلمہ ہے اس کے معنے ہیں میرے صاحب جیسے عرب کہتے ہیں "یا سیدی" لیکن ترکی میں دو حمال بھی آپس میں باتیں کرتے ہوئے ایک دوسرے کو آفندم کہتے جاتے ہیں۔ لڑکی یا لڑکا۔ باپ استاد یا سب بڑوں کو۔ بیوی شوہر کو۔ دوست اور ملاقاتی ایک دوسرے کو آفندم کہتا ہے۔ شروع میں شاہزادگان آل عثمان کا خطاب آفندی تھا۔ مگر اب ادب سے ہر شخص کو بطور انگریزی لفظ مسٹر یا فرانسیسی مونسیو یا جرمن ہر۔ یا اطالین سینٹر کے آفندی کہا جاتا ہے بلکہ جب شخص آفندی کہلانے کا مستحق ہوا تو اب اچھے آدمیوں کو بے آفندی کہا جاتا ہے۔ اور بادشاؤں کو پاشا آفندی "حضرت لری" یعنے حضرت شما۔ اور ذات عالی گز۔ ذات عالی شما مخاطب کے لئے گفتگو میں عام طور پر استعمال کئے جاتے ہیں۔ غرض ترکی زبان میں بہت سے تکلفات اور القاب و آداب کے کلمات موجود ہیں۔ اور ان سے اس زبان کے بولنے والی قوم کی خوش خلاقی اور آداب ورزی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ان کے سلاموں کا باب نامکمل ہوگا۔ اگر اس ہاتھوں سے سلام کرنے کا ذکر نہ کروں۔ جو ایک مرتبہ ہاتھ سینہ پر اور دوسری مرتبہ پیشانی پر رکھکر کیا جاتا ہے۔ اور بیٹھنے کے بعد ایک مرتبہ دوبارہ ایسا ہی کیا جاتا ہے۔ رخصت ہونے کا سلام گھٹنوں سے بھی ہاتھ نیچے لے جاکر پیشانی کو لایا جاتا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ میں نے اپنی بعض چٹھیوں میں جو مختلف ممالک یورپ سے لکھی ہیں۔ اُن ملکوں کی ٹپ کی رسم کا ذکر کیا ہے۔ جو ایک قسم کا تاوان طوعاً و کرہاً وہاں کی تہذیب کی بھینٹ کرنا پڑتا ہے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ میں نے ٹپ کی کسی یورپین کتاب یا اخبار میں اس سے آدھی چوتھائی مذمت بھی نہیں دیکھی جسقدر کہ "بخشیش" کی کی جاتی ہے "بخشیش" ایک اصطلاح انگریزی سیاحوں نے مقرر کر رکھی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ممالک مشرقی مثل عرب۔ مصر۔ ہند۔ اور بلاد عثمانی میں جب یورپین سیاح آتے ہیں۔ تو خدمتگار اور محتاج لوگ ان سے "بخشیش" مانگ کر دق کر دیتے ہیں۔ ہندوستان کا حال ناظرین بخوبی جانتے ہیں۔ مصر بھی ابھی نہیں دیکھا۔ البتہ قسطنطنیہ کی نسبت اب وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ یہاں کبھی "بخشیش" یعنے دینے کی مثال نظر نہیں آئی۔ صرف ایک روز ایک شخص کا گھوڑا میں نے ۴ غروش کو شہر کے اندر پھرنے کے لئے کرایہ کیا تھا۔ اور اوسے پانچ غروش کا سکہ دیکر ایک غروش واپس مانگا۔ اوس نے لجاجت سے دانت نکالکر کہا کہ یہ بھی رہنے دو۔ یا ایک دفعہ ایک کشتی والے نے جھگڑا کر کے دو تین غروش زیادہ لئے۔ یہ کل ٹپ یا انعام یا بخشش سمجھہ لیجئے۔ جو اپنی مرضی کے خلاف میں نے اٹھائیس روز کے قیام استنبول میں دیا۔ ورنہ کسی شخص نے مجھ سے کوئی بخشیش نہیں مانگی جو ناجائز ہو۔ بخلاف یورپ کے ہر شہر میں کھانے کے بعد ہر ہوٹل چھوڑنے کے بعد۔ ہر ذرہ سی خدمت کے بعد "ٹپ" دینا لازمی ہوتا ہے۔ پیرس میں تو یہاں تک ترقی

Marfat.com

ہوتی ہے۔ کہ گاڑیوں کی شرح کرایہ مقرر کرکے گاڑیوں میں لکھ دیا ہے۔ کہ علاوہ کرایہ کے اتنا انعام پانے کے گاڑی بان مستحق ہیں۔ اور بعض دفعہ میںنے بڑا سکہ گاڑیبان کو دیا تو اوس نے علاوہ کرایہ مقرر کے اپنا انعام مقررہ بھی خود ہی رکھ لیا۔ اور بقایا مجھے لوٹا دیا۔ اگر ممالک مشرق میں کوئی مفلس مزدور خدمت کرنے کی بعد دانت نکالکر دو چار آنے مانگ لے۔ تو یورپ کے سفید کف کالر والے جنٹلمین مزدوروں کی "جائز مصادرہ" سے ہزار درجہ قابل معافی ہے۔ ہاں انگلستان کی اس بارہ میں تعریف کرنا ضروری ہے۔ گو ٹپ کی رسم وہاں بھی ہے۔ لیکن ویانا کی طرح ٹریموے کے کنڈکٹروں تک کو نہیں دینا پڑتا۔ یورپ میں تمام عجائب خانوں اور اس قسم کے قابل دید مکانوں بلکہ دفتروں اور کچہریوں کے دروازوں پر چھاتے اور لاٹھیاں رکھنے کے لئے کوئی عورت یا مرد مقرر ہوتا ہے۔ اور جو سرکاری عجائب خانے مفت بھی دیکھے جاتے ہیں۔ وہاں بھی ایک پینی تخ (ایک آنہ) تو ضرور چھاتا رکھنے والے کو دینا پڑتا ہے۔ لیکن جب میں لنڈن کے پرنس میوزیم سے پہلے پہل اپنا چھاتا لینے لگا۔ اور میںنے ایک پینی چھاتہ کے محافظ کو دینی چاہی تو فوراً میری نظر ایک پیتل کے تختہ پر پڑی جو میرے سامنے جڑا ہوا تھا۔ اسپر موٹے حروف میں لکھا ہوا تھا۔ کہ "اس ملازم کو ہر گز کچھ مت دو۔" چنانچہ پھر نہ دیا۔ اور اور بھی کسی شخص نے اسے کچھ نہ دیا۔ ایسی باتیں ہیں۔ جو انگریزوں کی "کامن سنس" کو کل دنیا کی قوموں سے ممتاز ظاہر کرتی ہیں۔ ظاہرا بات بہت چھوٹی ہے لیکن دراصل بہت بڑی ہے +

قسطنطنیہ اور دیگر بلاد عثمانی میں سکہ بدلنے کی بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ شاید میں کسی پچھلے خط میں اسکا ذکر کرچکا ہوں۔ لیکن یہ نہیں بتلایا کہ نہ صرف پونڈ (لیرہ) تبدیل کرانے میں کمیشن (۲ ۱/۲ غروش فی لیرہ) دینی پڑتی ہے۔ بلکہ مجیدی جو ۲۰ غروش کا ہوتا ہے۔ اسکو تڑاؤ تو صرف سوا غروش کم دے گا۔ وہ کہتا ہے جی خوردہ دینے میں مجیدی کی قیمت ہی اُنیس غروش ہے۔ اور میں تو صرف دس بارہ لیتا ہے۔ حالانکہ چرک ۵ غروش کا سکہ ہے اوس کے توڑنے میں بھی دس بارہ پیسے دو پیسے لے لیتے ہیں۔ ارمنی اور یونانی صرافوں نے ایسا جتھا بنایا ہوا ہے۔ کہ تمام چھوٹے سکے کچھ کمیشن دے کر ٹریموے اور غلطہ کے پل اور تمام دوسرے مقامات سے کہ جہاں ایسے سکے جمع ہوتے ہیں خرید لیتے ہیں۔ اور پھر بھاری کمیشن لے کر لوگوں کو خوردہ دیتے ہیں۔ اس میں بڑے فریب کرتے ہیں۔ اگر تم پونڈ تڑاؤ گے تو تمہیں چار مجیدی اور چار چرک اور کچھ غروش دیں گے۔ ممکن نہیں کہ بلا دوسری کمیشن لینے کے ان میں سے ایک آدھ مجیدی کا خوردہ کریں۔ اگر ٹرام سوار ہونے لگو اور مجیدی یا چرک پیش کرو۔ تو کنڈکٹر پہلے اوس سکہ کے خوردہ کرنے کی کمیشن لے کر ٹکٹ کی قیمت لے لیگا۔ کئی دفعہ دوکاندار سے آدھی مجیدی کا سودا لو۔ تو بلا کمیشن باقی مجیدی کا خوردہ دینے میں تامل کرتا ہے۔ پایہ تخت کے باہر اس سے بھی زیادہ تکلیف ہے۔ گھسے ہوئے سکے بالکل نامنظور کرتے ہیں۔ حالانکہ چلن میں زیادہ گھسے ہوئے ہیں۔ اور علاوہ اس کے سمرنا۔ رڈس۔ اسکندریہ جہاں کوئی چاندی کا سکہ تڑایا۔ تانبے کا نیا سکہ ملا۔ جو قسطنطنیہ میں نہیں چلتا۔ اور پھر ہر شہر میں مجیدی

غرض اور مثلاک کی قیمت الگ الگ ...
بوجہ مختلف سکوں سے ناواقفی کے نقصان ...
غازی نے کچھ اصلاح سکوں کے بارہ میں کی ہے ...
بجائے نیا ضرب کیا ہے۔ ملکہ نئی پائی جو ابھی ضرب ...
ذات سلطانی نے وہ تمام نوٹ جو جنگ روس کے زمانہ میں ...
اور تلف کئے۔ جس سے میرا مطلب یہ ہے کہ سکہ کے معاملہ کی جانب ...
کوشش کی ہے۔ اُمید ہے کہ ان مختلف سکوں کے صرافوں کی کثرت ...
کے کاغذ۔ زر یا سکہ کے تبادلہ کیلئے اوسکی رعایا کا منظور نہ کرنا سلطنت کے حکم کی خلاف ورزی ...

میں نے سنا ہے کہ ان صرافوں نے یہاں تک رسوخ بڑھا یا ہوا ہے۔ کہ بعض محکموں سے ...
بڑے منافع کے ساتھ خرید لیتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص کا بقایا اوقات سے کچھ شاہرہ مقرر ہے۔ ...
سے اُسے وصول نہیں ہوا۔ وہ حاجتمند ہو۔ وہ صراف کے پاس جا کر اپنے تین یا چار ماہ کے ...
ایک چوتھائی یا ایک نہایت کم قیمت پر فروخت کر دیگا۔ صراف اُسے نقد روپیہ اسی وقت دیدیگا۔ اب
صراف کا اس محکمہ کی تنخواہ دینے والے افسر سے ایسا تعلق ہے کہ وہ اُسے فوراً وصول کر لیگا۔ جس سے شک
ہوتا ہے۔ کہ نفع اکیلے صراف کے گھر میں نہیں رہتا ہوگا۔

شکایتوں سے دُنیا میں کوئی ملک خالی نہیں ہوگا۔ فرق ان شکایات کی کیفیت میں ہے۔ سلطان
عبد الحمید خان ثانی جس عزم سے تعلیم اپنے ملک میں پھیلا رہے ہیں۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام
شکایات کی اصلاح کرنے پر آمادہ ہیں۔ اگر وہ ایسا نہ کرنا چاہتے۔ تو سلطنت روس کی طرح رعایا کو
تاریکی میں رکھنا پسند کرتے۔ جبکہ وہ رعایا میں تعلیم کی روشنی پھیلانا چاہتے ہیں۔ اور قوم کی حالت
کو یورپین اقوام کے پایہ پر لانا چاہتے ہیں۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ اونکے مخالف اور ...
کے بدخواہ دیوانے ہیں۔ ٹرکی میں اسوقت ہر شخص کو بالواسطہ ہندوستان کے ...
کے قریب ہر قسم کا ٹکس دینا پڑتا ہے جس میں بالواسطہ ٹکس چنگی وغیرہ کی طرح کے ٹکس ...
جو براہ راست کسی شخص کو دینے پڑتے۔

مجھے ترکوں کی دو تین دلچسپ باتیں پسند آئی ہیں۔ ایک تو گھروں کی صفائی ...
گھروں سے بھی زیادہ ہے۔ اِن کے گھروں میں دیواروں کے ساتھ فرش کے برابر ...
ہوتا ہے جس پر گدیلہ منڈھا ہوا ہوتا ہے۔ اور جب توفیق صاحب خانہ اسکو ...
اور اسے مسند کہتے ہیں۔

ترکوں کے بچے جب بزرگوں کو سلام کرتے ہیں۔ تو اپنا ...

کر اپنا ماتھا اسپر رکھو۔ اور جب اس کے نقشے سے ہاتھ پر نقشہ رکھا جاتا ہے۔ تو وہ پہلے اسپر بوسہ دیتے ہیں۔ اور پھر پیشانی پر لگاتے ہیں کبھی تمہارے دامن کو بھی بوسہ دیتے ہیں۔ انشاء اللہ اگر مجھے ترکوں کے حالات کسیقدر زیادہ تفصیل سے لکھنے کا موقعہ ملا۔ تو میں اور بھی کئی باتیں درج کرونگا۔

میں جہاں کہیں کوئی اچھی بات دیکھتا ہوں۔ جی چاہتا ہے۔ کہ ہندوستان میں اسکا رواج ہو۔ اصلی بات یہ ہے کہ کسیوقت ہندوستان دل سے نہیں بھول سکتا۔ ہر چند کہ اس سے اچھے اچھے ملک اور آرام کے مقام دیکھے ہیں ؎

در غریبی دلم از یاد وطن خالی نیست غنچہ ہر جا بود از فکر چمن خالی نیست (صائب)

سفر میں بہت سی تکالیف بھی پیش آتی ہیں لیکن میں ہر وقت اپنے آپکو قومی خدمت پر امور سمجھکر انکی پرواہ نہیں کرتا ؎

در بیابان طلب گرچہ ز ہر سو خطر است میرود حافظ بیدل بہ تولّائے تو خوش (خواجہ حافظ)

از مقام دمشق الشام۔ ۲۵ اکتوبر سنہ ۱۹۰۱ء

"العبد یدبر و اللہ یقدر" نہایت صحیح قول ہے میرا ارادہ پہلے تو قسطنطنیہ میں اتنے دن رہنے کا نہیں تھا جتنے دن کہ مختلف مقامات کے دیکھنے میں مجھے وہاں لگ گئے۔ پھر وہاں سے بیروت یافہ و اسکندریہ۔ قاہرہ تک پہنچنے کے لئے میں نے آٹھ دس روز کافی سمجھے تھے۔ کیونکہ قسطنطنیہ سے ڈاک کا جہاز تین روز میں بیروت پہنچتا ہے۔ لیکن میری ناواقفیت کیوجہ سے استنبول سے میں جس جہاز پر سوار ہوا۔ وہ آسٹرین لائیڈ کمپنی کا سوداگری جہاز (ولیٹا نامی) تھا۔ یہہ سوداگری جہاز راستہ کے تمام بندروں میں ٹھیرتے ہیں۔ اسلئے بجائے تین روز میں استنبول سے بیروت پہونچنے کے نو روز میں پہنچا۔ یہ جہاز رات بھر چلتا تھا۔ اور دن بھر کسی بندرگاہ میں کھڑا رہتا تھا جہاں اس میں سے کچھ مال اوتارا جاتا اور کچھ اسپر اور چڑھایا جاتا۔ اس طرح استنبول سے روانہ ہوکر ان بندرگاہوں پر ٹھیرا۔ روڈوسٹو۔ ڈارڈنلز۔ (چناق قلعہ) متالین۔ سمرنا (جسے اس طرف ازمیر کہا جاتا ہے) روڈس۔ مرسین۔ الگزینڈریٹا (اسکندرونہ) لٹاکیا۔ ٹریپولی (طرابلس الشام) بیروت۔ بیروت سے آگے اسکندریہ تک کیفا۔ یافہ۔ بندر سعید۔ تین مقام جہازوں کے ٹھیرنے کے اور ہیں۔ مجھے اسبات پر تو بڑا افسوس ہوا۔ کہ اس چھوٹے سے راستہ میں بہت دیر لگی۔ لیکن اس کی تلافی میں نے اس طرح کی کہ سوائے روڈوسٹو اور لٹاکیا کے۔ میں باقی تمام بندرگاہوں میں اُتر کر دن بھر ہر طرف پھرتا۔ اور شام کو جہاز پر آجاتا۔ اس سے مجھے تمام ساحل شام کی لائف دیکھنے کا اچھی طرح موقعہ مل گیا۔ ان تمام بندرگاہوں میں ازمیر اور بیروت دو بڑے بندر ہیں۔ جہاں تمام شام اور عرب کی تجارت کا مرکز ہے۔ تمام ملک کا خام مال مثل غلہ۔ چمڑا۔ وغیرہ ان دونوں بندرگاہوں میں آکر یورپ کو جاتا ہے۔ اور یورپ سے ہر قسم کا کانچ کا سامان اور دیگر ہر قسم کا کپڑا اور مختلف اشیاء ان ملکوں کے خرچ

کے لئے یہاں آتی ہیں۔ فرانس کی تجارت اور فرانس کے طرابلس کے دمشق کا اور بیروت ... ہندوستان میں انگریزی دانی ضروری ہے۔ یہاں فرانسیسی زبان ہر تعلیم یافتہ جانتا ہے۔ اس ... السلام علیکم سے زیادہ مرتبہ "بون ژور" (یعنی صبح کم اللہ بالخیر) سنا جاتا ہے ... کیا قسطنطنیہ کیا بیروت اور کیا دمشق میں "السلام علیکم" کا بالکل رواج نہیں۔ مسلمان قسطنطنیہ میں اول کر کہتے ہیں "صباح شریف لری کز خیر اولسون" یعنی صبح شریف آپ کی بخیر ہو۔ یا "آئی سکن انشاء اللہ تعالیٰ" یعنی خدا چاہے آپ بخیریت ہیں۔ اور دمشق میں کہتے ہیں "صبح کم اللہ بالخیر" یا "مسی کم اللہ بالخیر" یعنی صرف صبحکم بالخیر اور مسی کم بالخیر کہتے ہیں۔ لیکن عیسائی آپس میں کہتے ہیں "نہارکم سعید" یا "لیلکم سعید" اُنکے دیکھا دیکھی اکثر مسلمان بھی کہتے ہیں "نہارکم سعید"۔ اس لئے آجکل عام کلمہ قائمقام السلام علیکم کے یہاں "نہارکم سعید" مستعمل ہے۔ ہندوستان میں رخصت ہونیکے وقت بھی سلام علیکم کا دستور ہے یہاں اس موقعہ پر کہتے ہیں۔ "آسے واللہ" یہ لفظ خداحافظ کے معنے رکھتا ہے۔ کیا استنبول میں اور کیا یہاں رخصت ہونے کے وقت عام لوگ جو فرانسیسی سے بالکل ناواقف بھی ہیں۔ وہ بھی "اڈیو" کہتے ہیں۔ یہ لاطینی الاصل ایک فرانسیسی لفظ ہے جس کی شکل انگریزی زبان میں Adieu (اڈیو) بن گئی ہے یعنے بخدا یا بحوالہ خدا۔ یہ لکھنے سے میرا مطلب یہ ہے۔ کہ اس بدوؤں اور عربی اور شامی جانگلوؤں کی سرزمین میں بھی فرنگی تہذیب کا یہاں تک اثر ہو گیا ہے۔ کہ عام لوگ جس چیز کو یورپین کہنا چاہتے ہیں۔ اسے "الافرانقہ" کہتے ہیں۔ یہ فرانسیسی طرز فرنگی کہنے کی ہے۔ گھروں کے اندر شامی اور عربی عورتیں بھی ترکی عورتوں کی طرح بالکل "آلا فرانقہ" لباس اور طرز معاشرت رکھتی ہیں۔ اسی طرح ایک خاص قسم کی چادر یا برقعہ کہ جسکا ذکر میں قسطنطنیہ سے کسی چٹھی میں کر چکا ہوں۔ اوڑھ کر آدھا منہ چھپا لیکر بیروت اور دمشق کی مسلمان عورتیں برابر بازاروں میں پھرتی ہیں۔ یہاں تک کہ دوکانوں میں تنہا بیٹھ کر سودا خریدتی ہیں خصوصاً عورتوں نے پھرنے کے بارہ میں ایسا "آلا فرانقہ" طریقہ اختیار کیا ہے کہ کوئی ترکی یا شامی عورت گوارا نہ کرے گی۔ کہ اسکا شوہر کسے "گزنک" (ترکی زبان میں گشت لگانے کو کہتے ہیں) سے روکے۔ اور شام کو مستطیع قادنیں (خانمات) گاڑیوں میں بیٹھ کر گشت کرتی ہیں۔ تعلیم نسواں میں ان ملکوں میں خاصی ترقی ہو گئی ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی عورتوں کی خاص تعلیم میں باجے گھرانوں میں [illegible] سیکھنا۔ رقص کرنا اور گانا ضروری تعریف سمجھا جاتا ہے۔ شام شریف (دمشق) براکے میر مجھے ایک مسلمان جنٹلمین نے ایک مجلس کے درمیان بتلایا تھا۔ کہ جو لڑکیاں ان صفات سے موصوف ہوں۔ اُنہیں اچھا شوہر ملنا مشکل ہے سینے پرونے سلیقہ صفائی اور لباس کی ستھرائی میں ہرگز ترکی شامی عورتیں یورپین عورتوں سے کم نہیں اور اسی طرح یورپین عورتوں کی طرح گھر کے کام دھندے سے بھی جی چراتی ہیں عام گھروں میں کھانا اکثر بازار سے پکا پکایا منگوا کر کھا لیتی ہیں۔ روٹی پنیر یا زیتون کے اچار کے ساتھ کھا لیں گی

Marfat.com

لیکن گھر میں چلنے کی تکلیف سے گھبرائیں گی۔ جبتک میں نے دمشق اور لبنان اور طرابلس کو نہیں دیکھا تھا۔ میرا خیال تھا کہ یہاں کے دیسی باشندے سانولے یا گندمی رنگت کے ہونگے مگر یہاں کے لوگ بلگیریا اور سرویا کے لوگوں سے بہت گورے ہیں۔ نہیں بلکہ اکثر عورتیں تو فرانس اور انگلستان کی عورتوں سے ذرہ بھی کم سفید نہیں مسلمان عورتیں تو شاذ و نادر ننگے منہ پھرتی ہیں۔ جبتک کہ بہت سالخوردہ نہ ہوں لیکن عیسائی اور یہودی عورتیں جو اسی ملک کی متوطن قدیم الایام سے ہیں۔ اہل یورپ سے ذرہ بھی بلحاظ رنگ کے پہچانی نہیں جاسکتیں۔ البتہ بلحاظ صورت کے پہچانی جاسکتی ہیں۔ کیونکہ ان سے بہت خوبصورت ہیں۔

بیروت میں ۲ لاکھ عیسائی اور ۲۵ ہزار سے کم مسلمان نہ ہونگے۔ مگر دمشق میں اس کے برعکس ۲ لاکھ مسلمان اور ۲۵ ہزار کے قریب عیسائی ہیں۔ اسلئے یہ کہنے کی حاجت نہیں۔ کہ بیروت کی تجارت عیسائیوں دو پیسے مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور دمشق میں چونکہ زیادہ تجارت کا کام نہیں۔ کیونکہ یہ اندرون ملک میں ایک شہر ہے جو صرف اپنی ضروریات پوری کرتا ہے۔ اور اوس سے پرے کہیں مال تجارت نہیں جاتا۔ کیونکہ اوسکے پرے بدو رہتے ہیں۔ جو بالکل بادیہ نشین لوگ ہیں۔ اسلئے یہاں عیسائی آبادی بہت کم ہے۔ واضح رہے کہ شام بیروت اور اوس کے ملک کے دیگر مقامات میں جو عیسائی بود و باش رکھتے ہیں۔ وہ قدیم الایام سے اسی ملک میں رہتے ہیں۔ بیروت سے دمشق تک جو ریل جاتی ہے۔ وہ رستہ میں آدھی مسافت جبل لبنان پر طے کرتی ہے۔ یہ جبل بہت لمبا سلسلہ پہاڑیوں کا طرابلس سے لیکر بیروت تک ساحل بحر پر واقع ہے۔ اور یافہ کو چلا جاتا ہے۔ بیروت تمام عیسائی آبادی بستی ہے جس میں کئی لاکھ آدمیوں میں صرف تین چار ہزار مسلمان ہیں۔ کوہ لبنان کا والی سلطان معظم چھ دول یورپ کی رضامندی سے ہر دس سال کے لئے مقرر کرتے ہیں۔ اور اس طرح وہ ایک نوع کی نیم آزاد عیسائی ریاست ٹرکی کی حکومت میں واقع ہے۔ اڈریانوپل ہر چند کہ یورپ میں واقع ہے۔ اور بیروت ایشیا کوچک میں لیکن بلحاظ سڑکوں کی درستی۔ عمارات۔ دوکانوں۔ اسباب تجارت اور لوگوں کی پوشش کے بیروت اڈریانوپل سے ہزار درجے آگے ہے۔ یہاں کے عیسائی جنٹلمین پوشش کی صفائی اور چستی میں لنڈن اور پیرس سے ذرہ بھی پیچھے معلوم نہیں ہوتے۔ قہوہ خانے۔ تھیٹر۔ موسیقی خانے اور کھانے کے رسٹارنٹ سب اچھے موجود ہیں یہاں کا بندرگاہ اور گودی فرانس کی کسی کمپنی نے بنائے ہیں۔ دمشق بیروت ریلوے بھی فرانسیسی سرمایہ سے بنی ہوئی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ فرانس کا رسوخ ادھر بہت ہے۔

بیروت میں پہنچکر دو روز یونیورس ہوٹل میں رہا۔ اور پھر دمشق کو چلا گیا [illegible] بجے یہاں سے ریل روانہ ہوکر ۴ بجے کے بعد دمشق میں پہنچتی ہے۔ اور اسی طرح ایک ادھر سے بیروت آتی ہے۔ ۱۴۸ میل کی لائین میں دن بھر اس لئے صرف ہو جاتا ہے۔ کہ لائین کو کوہ لبنان پر چڑھنا پڑتا ہے۔ ایسے طور پر کہ بیس میل طے کرنے کے بعد پہاڑ کی چوٹی سے ریل میں بیٹھے بیٹھے بیروت اور سمندر کا ساحل ایسے نظر آتا ہے۔ کہ گویا میل ڈیڑھ میل سے زیادہ نہیں۔ ۵ روز میں دمشق میں رہا۔ پہلے جاکر گرینڈ

Marfat.com

ہوٹل ڈراورینٹ میں ٹھہرا لیکن بیروت [illegible]
سیکے ہمراہ تھے۔ دوسرے روز عطا آفندی [illegible]
سخت اصرار کیا۔ کہ میں اُن کے مکان میں اُٹھ آؤں [illegible]
اُسکے بالے گئے۔ ہر چند کہ پیشتر اِن سے کوئی شناسائی نہ تھی۔ [illegible]
سید القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ حمص میں [illegible]
کے مہمانوں سے بالخصوص محبت رکھتے ہیں لیکن یہ محبت اُس [illegible]
ابنا ئے جنس کی کچھ قیمت نہیں۔ عموماً ایسا ہوتا ہے۔ کہ اگر باپ بیٹے کے [illegible]
ملنے آئے۔ تو رات ہوٹل میں ٹھیرے۔ کیونکہ بیٹے کے گھر میں کوئی زائد کمرہ اور کوئی [illegible]
مگر ہم لوگوں میں اور اسی طرح عربوں میں دستور ہے۔ کہ مہمان کا کھانا اور بستر ہر حالت میں [illegible]
فرض ہے۔ شام میں کئی بزرگوں اور علمائے سے ملاقات ہوئی۔ افسوس ہے۔ کہ یہاں [illegible]
کی آنکھیں ضروریات زمانہ کی طرف کھلی ہیں تاہم بعض لوگ ایسے موجود ہیں۔ اس شہر میں [illegible]
سردار بھی پناہ گزین ہیں۔ اور سلطنت سینہ ٹرکی طرف سے وظیفہ پاتے ہیں۔ ان میں [illegible]
خان صاحب طرزی تو چند سال سے یہاں مقیم ہیں۔ انہیں بابعالی کی طرف سے چالیس ترکی پونڈ ماہوار [illegible]
اور امیر صاحب کابل کیطرف سے کچھ عرصہ سے بیس ہزار کابلی روپیہ سالانہ ملتا ہے۔ یہ بڑے لائق شاعر ہیں فارسی [illegible]
کا کلام بہت پختہ ہے۔ انکا دیوان کراچی میں چھپا ہے۔ اور بڑے متدین ہیں۔ انکے صاحبزادے محمود بیگ [illegible]
جو ان کے ساتھ دمشق میں رہتے ہیں۔ ایک لائق اور خلیق نوجوان ہیں۔ میں نے دمشق میں بہت سے گھنٹے [illegible]
ٹرکی اور عربی فارسی کتابوں کی صحبت میں کاٹے۔

دوسرے افغان سردار صاحب صرف ۶-۷ ماہ سے دمشق میں مقیم ہیں۔ انکا نام سردار عبدالمجید [illegible]
صاحب ہے۔ یہ اُس نامور افغان سردار محمد عظیم خان کے پڑپوتے اور سردار سلطان احمد کے [illegible]
ہیں۔ کہ جنہوں نے تاریخ افغانستان میں بڑا نام چھوڑا ہے۔ انکے والد سردار عبداللہ خان مرحوم [illegible]
عبدالرحمن خان کے مقابلے میں ہرات کی حفاظت میں جنگ میں مارے گئے۔ یہ اُس وقت [illegible]
اور من بعد روس کے علاقہ (سمرقند) میں پناہ گزین رہے لیکن ایک سال کے قریب [illegible]
کہ یہ استنبول میں پہونچے۔ سلطان المعظم کی طرف سے انکی مہمان داری اور خاطر [illegible]
اہتمام کیا گیا۔ اور ان کی عزت افزائی کی بڑی کوشش کی گئی ہے۔ مجھے [illegible]
کے اخبارات میں بھی ایک تار چھپا تھا۔ کہ ایک افغان سردار کی [illegible]
سے مہمان داری کی گئی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے شام کی [illegible]
کی جاتی ہے کہ انہیں دو سو ترکی پونڈ سے زیادہ وظیفہ [illegible]

Marfat.com

[illegible] صاحب [illegible] صاحب کے ساتھ بہت سے سوار تھے۔ لیکن اب دس پندرہ آدمی [illegible] عبدالمجید خاں صاحب نے بڑے خلق اور محبت سے ملاقات کی۔ اور دو روز مجھے مہمان رکھا۔ شام کی [illegible] زیارات انہوں نے اور جناب عطا آفندی صاحب نے مجھے ہمراہ لیجا کر دکھلائیں +

شام میں صحابہ کرام اور انبیا و اولیا کی بہت سی قبریں موجود ہیں۔ یُوں تو لوگوں میں مشہور ہے کہ جبل اربعین اور جبل قسیان کے دامن میں ستر ہزار نبی اور ولی مدفون ہیں۔ لیکن اونکے نام کسی کو معلوم نہیں جنکے نام معلوم ہیں۔ اگر انکی بھی پوری فہرست لکھی جاوے۔ تو اخبار کے دو چار کالموں میں سمانی مشکل ہے تاہم میں بعض مقبروں کے نام اس غرض سے لکھتا ہوں۔ کہ اندازہ ہو سکے کہ مسلمان کیوں دمشق کو شام شریف کے نام سے پکارتے ہیں۔

بلال الحبشی بن رباح موذن اوّل اسلام۔ ابو درداء الخزرجی۔ اوس بن اوس الثقفی۔ سہیل بن ربیع الانصاری۔ شمعون الصحابی۔ فضالہ بن عبید۔ واثلہ بن الاسقع۔ بلال بن حمامہ۔ حضرت رسول کریم صلعم کے تین حرم۔ فضیہ لونڈی حضرت فاطمہؓ کی۔ سیدہ زینب بنت حضرت علیؓ۔ اور سیدہ سکینہ بنت حضرت حسینؓ کی قبریں۔ اور کئی دوسرے ناموروں کی قبریں۔ اس قبرستان میں ہیں۔ جو باب صغیر کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت زینب اُم کلثوم کی قبر قریب کے ایک قریہ راویہ میں ہے۔ جہاں ہر سال بہت سے اہل تشیع جمع ہو جاتے ہیں۔ جامع دمشق میں اور بھی کئی ناموروں کی قبریں ہیں۔ جامع اموّیہ میں ایک قبر ہے جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تربت مشہور ہے۔ جبل صالحیہ کے قریب سوق صالحیہ میں حضرت محی الدین عربی کی قبر موجود ہے۔ اُسی کے قریب زمانہ حال کے ایک مسلمان جنرل عبدالقادر الجزائری کی قبر ہے جس نے فرانس کے مقابلہ میں کئی نامور لڑائیاں کیں۔ سلطان صلاح الدین ایوبی اور اونکے آقا سلطان نورالدین شہید کی قبریں شہر کے اندر دو مختلف مقامات میں ہیں۔ اوّل جامع امویہ کے قریب ہے۔ اُسکے قریب وہ چھوٹا سا پانی کا حوض موجود ہے۔ جسکا شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا ہے۔ ایک بزرگ جو دریائے بلا دمشق کے گذر جایا کرتا تھا۔ وضو کرتے ہوئے اس حوض میں گر پڑا اور کئی غوطے کھائے۔ اگر صرف سلطان صلاح الدین اور سلطان نورالدین کی قبریں ہی دمشق میں ہوتیں۔ تو جو ناموری صلیبی جنگوں میں عیسائی یورپ کے مقابلہ میں انھیں حاصل ہوئی تھی۔ وہی دمشق کی شہرت کے لئے کافی تھی۔ مگر یہاں تو علاوہ صحابہ اور اولیا اللہ کی [illegible] قبریں ہیں۔ الشیخ الاکبر محی الدین عربی امام الصوفیہ۔ علامہ ابن خلکان قاضی القضاۃ۔ ابن تیمیہ [illegible] مفسر کے بہت سے نامی مفسر محدث۔ عالم۔ فقیہ۔ مصنف اور فاضل اس زمین میں مدفون ہیں۔ کہ جن کے [illegible] اب تک فخر اور عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ جامع امویہ کے ایک [illegible] مجھے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پڑھایا کرتے تھے۔ تو باوجودیکہ بوجہ مسجد کے جلجانے کے وہ منارہ نہیں [illegible] مجھے اسجگہہ پر پہونچکر ایک عظمت نظر آئی۔ کہ جہاں مصنف احیاء العلوم نے اشاعتِ علوم کا کیا ہے +

جامع امویہ ایک نہایت عظیم الشان اور نہایت قدیم [illegible]
مساجد مکاتب اور مقابر ہیں۔ کہ جہاں نماز پڑھی جاتی ہے۔ مگر [illegible]
یہ آتشزدگی سے بالکل برباد ہو گئی تھی۔ افسوس کہ اس جامع میں ایک قرآن [illegible]
ہاتھ کا لکھا ہوا موجود تھا۔ وہ بھی جل گیا۔ غیرت مند اہل دمشق نے چندہ کیا۔ اور [illegible]
اب تک نصف کے قریب عالیشان جامع از سر نو تیار ہو چکی ہے۔ جس پر پچاس سالہ ہزار [illegible]
اسکو بالکل قدیم طرز پر تعمیر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور بہت ہی خوبصورت تیار ہو رہی ہے [illegible]
سے شام کے کاریگروں اور صناعوں کی لیاقت ظاہر ہوتی ہے۔ اسمیں ایک محراب [illegible]
جسمیں سرخ۔ سفید۔ سیاہ اور سبز پتھر کا بے نظیر کام کیا گیا ہے۔ پتھروں میں صدف بھی آمودہ کیا گیا ہے۔ [illegible]
کی خوبصورتی کی تعریف نہیں کر سکتا۔ میں نے سنا ہے۔ کہ جب قیصر جرمنی نے اسے دیکھا تھا۔ تو شام کے
معماروں کی بیحد تعریف کی تھی۔ ۹۸ھ ۱۷۰۷ء کے مابین امیر المومنین عبد الملک بن مروان نے اسکو تعمیر کرایا
تھا۔ علاوہ تمام دیار اسلام کے کاریگروں کے جو دستیاب ہو سکے تھے۔ ۱۲ ہزار کاریگر بلاد روم سے طلب کئے
گئے تھے۔ یہاں تک کہ مسجد کی تعمیر پر اڑھائی لاکھ اشرفی سے زیادہ خرچ ہو گیا تھا۔ اس مسجد میں [illegible] صناعوں
نے اندر اور باہر سے تمام دیواروں پر رنگین شیشہ کے ٹکڑوں سے عجیب و غریب بیلیں بنائی تھیں۔ شیشہ
سے اس قسم کے کام میں کئی دفعہ نامور گرجاؤں اور مسجدوں کے متعلق ذکر کر چکا ہوں۔ اسے عربی کتب میں
الفسیفسا البلوریہ " لکھتے ہیں۔ افسوس ہے کہ اس کام کی نقل نئی تعمیر میں ہونی ناممکن ہے۔ چند جگہ جلی
ہوئی دیواروں پر اس کے نشان باقی ہیں۔ اس مسجد میں چالیس عالی شان پتھر کے ایک ٹکڑے کے
ستون نصب ہیں جنمیں سے ہر ایک کا دور بمشکل دو شخصوں کے کلاوہ میں آسکتا ہے۔ غرض کیا بلحاظ [illegible]
اور شان و شوکت کے یہ جامع فرد ہے۔ میں اس کے مینار مشرقی پر ایک روز ظہر کی اذان دیتے ہوئے پندرہ
بیس آدمی دیکھے معلوم ہوا کہ یہاں یہی رسم ہے۔ پچاس ساٹھ سے زیادہ موذن اس مسجد میں مامور ہیں اور
ان میں سے بیس پچیس ہر نماز کی اذان کے لئے مادنہ پر چڑھکر بلند آواز سے اذان دیتے ہیں جس سے بڑی
ہیبت اور تمکنت معلوم ہوتی ہے۔ اس جامع کے قریب ایک بہت بڑا مسقف بازار بنام سوق حمیدیہ کے
مشہور ہے۔ اور اس سے کسیقدر دور ایک بازار بنام سوق مدحت پاشا مرحوم وزیر اعظم کے نام زد ہے۔ دو
منزلہ دوکانوں کے اوپر نیم دائرہ کی بلند چوبی چھت ان دونوں بازاروں پر ڈالی گئی ہے۔ بازار بہت کھلے ہیں
اس لئے چھت کا محراب بہت بلند ہو گیا ہے کہ بحیثیت مجموعی ایسے بازار دنیا میں کسی جگہ موجود نہ ہونگے۔ یہاں
اور بھی کئی بازار مسقف ہیں لیکن طویلہ چھت کی طرح اور بہت نیچے قسطنطنیہ کا تیوک چارشو" (بازار کبیر)
ان کے مقابلہ میں جھونپڑا معلوم ہوتا ہے +

علاوہ بازاروں کے۔ جن میں بعض کی محرابی چھت چونے اور پتھر کی بنی ہوتی ہے۔ اور چھت [illegible]

کمی نہیں یہاں چند سرائیں موجود ہیں جنہیں خان کہتے ہیں۔ یہ ۱۳۹ ہیں۔ ان میں سے دو قابل ذکر ہیں سب سے بڑی سرائے خان اسعد پاشا ہے۔ اور دوم درجے کی خان سلیمان پاشا ہے۔ اسعد پاشا عظم خاندان کا ایک نامور شخص شام میں گذرا ہے۔ کہ جو ڈیڑھ سو سال پہلے اس شہر کا والی تھا۔ اُس نے یہہ عالیشان خان تیار کی۔ جو بالکل سفید اور سرخ پتھر کی ہے۔ اس طور پر کہ وسط میں ایک عالیشان گنبد چلیپا یوں پر تعمیر کیا گیا ہے۔ جس کے نیچے پانی کا حوض ہے۔ حوض کے گرد پہلی منزل ایک گیلری کی صورت میں بنی ہوئی ہے۔ یہ خان اور باقی سب خانیں یہاں کی مرجع تجارت ہیں۔ قدیم زمانہ سے اطراف و جوانب کے تمام سوداگران خانوں میں اپنا مال فروخت کرنے کو لاتے ہیں۔ یہ گویا یہاں کی منڈیاں ہیں۔ اسی ضمن میں بیت العظم کا ذکر بھی کر دینا چاہیئے۔ جو اسی اسعد پاشا نے تعمیر کیا تھا۔ کہ جس نے سب سے بڑی خان تعمیر کی ہے عظم زادگان کا ایک مشہور خاندان اس شہر میں ہے۔ جناب جمیل بیگ صاحب عظم زادہ نے۔ جو قسطنطنیہ میں عربی اخبارات کے احتساب اور نگرانی پر مامور ہیں۔ مجھے ایک چٹھی اپنے ایک بھائی کے نام دی تھی۔ کہ وہ مجھے بیت عظم دکھلائے۔ یہ ایک بڑا عالی شان مکان ہے۔ جو لاریب بادشاہوں کے رہنے کے قابل تعمیر کیا گیا تھا اس میں ڈیڑھ سو سال پیشتر ملک شام کے پتھر اور لکڑی کے کام کی صنعت کا کمال دکھایا گیا ہے۔ اس کی مختصر تعریف یہ ہے کہ اپنے قیام کے زمانے میں قیصر ولیم نے دو دفعہ اس پرائیویٹ گھر کو آ کر دیکھا۔ اور اس کی خوبصورتی کی تعریف کی۔ اب یہ اس خاندان کے دو تین ممبروں نے آپس میں تقسیم کر لیا ہے۔ لیکن جب میں نے پوچھا کہ حمام کے چند کمرے کیوں خراب حالت میں ہیں تو معلوم ہوا کہ ایک ہزار پونڈ اس کے پانی کے رستے کی درستی کے لئے درکار ہے جو خرچ کرنے کی حال کے ساکنین کو استطاعت نہیں تاہم ایک صاحب نے اپنے حصہ میں ایک چھوٹا سا چڑیا خانہ جانوروں کا اور ایک بہت بیش قیمت مجموعہ چینی کے برتنوں کا رکھا ہوا ہے۔ عام طور پر دمشق کے مکانات بہت خوبصورت ہیں۔ باہر سے تو یہہ بہت کریہہ اور بھدے نظر آتے ہیں۔ داخلہ کے دروازے کھڑکیوں کی طرح چھوٹے ہیں۔ لیکن اندر جا کر معلوم ہوتا ہے کہ مکان کیا تھا۔ کیا خوبصورت اور عالی شان ہے۔ ہوا کے بعد جو چیز انسانی زندگی کے لئے سب سے زیادہ درکار ہے۔ وہ پانی ہے۔ اور دمشق میں جس کثرت سے عمدہ پانی موجود ہے۔ اور جس سہولیت سے دستیاب ہوتا ہے یقین ہے کہ دنیا کے کسی شہر میں دستیاب نہ ہوتا ہوگا۔ آجکل واٹر ورکس کے طفیل بہت سے شہر اپنے پانی کی عمدگی اور اوس کی دستیابی کی سہولیت پر ناز کر سکتے ہیں لیکن واٹر ورکس کے ایجاد ہونیسے بہت مدت پہلے سے شہر دمشق میں ایک ایسا واٹر ورکس جاری ہے کہ جسکو پانی کی تقسیم کے لئے کسی انجن یا بائلر کی ضرورت نہیں اور نہ ایک پیسہ اس پر خرچ کرنا پڑتا ہے۔ سات نہریں مختلف اطراف و پہاڑوں سے اتر کر دمشق کی طرف آتی ہیں۔ انکا پانی مٹی کی نالیوں کے ذریعے سے تمام شہر کے ہر ایک گھر میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر گھر میں یا صحن میں ایک حوض ہے۔ اسمیں بقدار ضرورت اتنا پانی ہر وقت آتا رہتا ہے۔ کہ نصف انچ کی دس یا بیس یا تین نالیوں سے آتا

Marfat.com

اس کے علاوہ [illegible]

کہ ایک بڑی نالی [illegible]

لئے ضرورت نہیں شہر کے [illegible]

کہ جنوب شہر کے گرد تمام باغات [illegible]

انجیر سیب وغیرہ میوہ جات بہت ارزاں ہیں [illegible]

اس مختصر بیان سے دمشق کے گھروں میں پانی کی [illegible]

لحاظ سے بیشک شہر دمشق دنیا میں بہشت ہے۔ امام ابو بکر [illegible]

ان تکن جنت اللہ بارض [illegible]

او تکن فی السماء فہی علیہا [illegible]

دمشق کے بہت سے حالات لکھنے کے قابل ہیں۔ مگر اس مختصر [illegible] دو باتوں کا ذکر کرکے میں اسے ختم کرتا ہوں۔ دمشق قدیم سے علماء کا [illegible] یہاں حدیث کے سیکھنے اور سکھلانے کا اب تک بڑا رواج ہے۔ سال میں [illegible] کا ایسے طور پر درس دیتے ہیں۔ کہ شام کے وقت شہر بھر کے عمائد اور شائقین [illegible] جس روز میں دمشق سے لوٹا ہوں۔ اس روز ایک اول درجے کے عالم نے ایک [illegible] سٹیشن کے قریب ہے۔ درس حدیث کے اسباق کے سلسلہ کو شروع کرنا تھا۔ [illegible] والی (گورنر) دمشق میں حاضر ہوتا تھا بہت سے لوگ اسی طرح حافظ حدیث [illegible] قرآن ہوتے ہیں۔ اس وقت دمشق میں مندرجہ ذیل نامور علماء موجود ہیں۔ [illegible] شیخ بہاء الدین صاحب (شامیوں سے) شیخ بکری عطار زادہ (مغربیوں سے) شیخ [illegible] دو اور خاندان مینی او مقریری کے نام سے علماء کے مشہور ہیں۔

دمشق کے بعض پُر رونق بازاروں میں عجیب سین نظر آتا ہے۔ جہاں مشرق و مغرب [illegible] مخلوط پایا جاتا ہے۔ اس ہجوم کے درمیان جو یورپین پوشاک والے تجار اور اہل شہر [illegible] علماء اور دمشقیوں سیاہ برقعوں والی مسلمان اور یہودی عورتوں کے [illegible] ہوتا ہے۔ بوجھ سے لدے ہوئے اونٹوں اور گدھوں [illegible] بادیہ نشین عربوں کے گذرنے سے ایک عجیب کیفیت پیدا [illegible] شہروں میں کئی قسم کی ریلوں اور برقی ٹراموں کا ذکر [illegible] ذکر کرنا ضروری ہے۔ شہر میں گاڑیاں اچھی [illegible] چلتی ہیں۔ لیکن اکثر لوگ گدھوں پر سوار ہو کر [illegible]

Marfat.com

سامنے روٹیوں یا اچار وغیرہ کی دوکانیں گدھوں کی پیٹھ پر کھولی ہوتی ہیں جس طرح دستی گاڑی پر ایک اچار چٹنی والوں کی دوکانیں کبھی دیکھی جاتی ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ گدھوں سے بھی بڑھ کر سلوک کرنا کرنا ضروری ہے۔ کہ بلحاظ تیز رفتاری کے اکثر گدھے بہت سے گھوڑوں سے سبقت لے جاتے ہیں۔ اسلئے گدھوں کے مالک انکا خوب بناؤ سنگار کرتے رہتے ہیں۔ بعض گھوڑوں کی حالت زار دیکھ کر بے ساختہ مُنہ سے نکلتا ہے ؎

اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان طوق زریں ہمہ در گردنِ خر مے بینم

دمشق میں رہنے کے دنوں میں ایک رات مجھے احباب ایک مکان میں لے گئے۔ جو مکلف فرش و فروش سے آراستہ تھا۔ پہلے ایک فونوگراف آیا جس سے کئی ایک عربی اور ترکی راگ سنائے گئے۔ اتنے میں اس مکان میں دس پندرہ اشخاص جمع ہو گئے۔ جو مجھے معلوم ہوا کہ مدعو تھے۔ انمیں سے آدھے شیوخ اور علماء کی جبہ و عماموں سے آراستہ تھے۔ ایک عیسائی مغنی پہلے سے موجود تھا۔ جو اس شہر میں عود بجانے میں استاد سمجھا جاتا تھا۔ اور اخیر میں ایک نوجوان مسلمان جو گانے میں اس شہر میں اپنا ثانی نہیں رکھتا آ گیا۔ اور اس نے عود کی سُر کے ساتھ گانا شروع کیا۔ اوس کے گلے نے ایک ایسی برقی رو مجلس میں پیدا کر دی کہ ہر شخص وجد میں آنے لگا۔ مگر اعرابی کے اونٹ کی طرح ایک میں تھا جو اس مجلس میں بے اثر تھا۔ اوّل تو اسلئے کہ عربی گیتوں کو میں اس قدر سمجھ نہیں سکتا تھا جیسے کہ گائے جاتے تھے۔ جبتک کہ ایک رفیق مجھے تحت لفظ پڑھ کر نہ سُناتا۔ دوم موسیقی سے میرے مذاق کو بہت مناسبت نہیں۔ تاہم مجھے معلوم ہوتا تھا کہ اُس شخص کا لحن بہت عمدہ ہے۔ مگر نہ ایسا کہ مجھے بے خود کر دیتا۔ بلکہ لحظہ بہ لحظہ میری نفرت بڑھنے لگی۔ کیونکہ اس ملک کے دستور کے موافق ایک ایک لفظ کے حصہ کو مغنی دس اور بیس بیس دفعہ کہتا ہے۔ یہاں تک بھی خیریت ہے لیکن اس کے ہر جزو لفظ پر حاضرین کے داد دینی لازم ہے۔ اور وہ ایک ایسی صدا سے دی جاتی ہے۔ کہ جو ہندوستان میں افسوس اور درد کی موقعہ "ہائے" کی طرح مُنہ سے نکلتی ہے۔ بحالیکہ وہ فرط اضطراب و استعجاب سے کہنے والے کی تعریف کرتے ہیں۔ ایک پیشہ ور مطیب وہاں موجود تھا۔ جو اس کے علاوہ "یا سلام" کہتا اور کچھ کلمات تعریفی بھی کہتا۔ بعض کہتے "طیب کثیر" کوئی کہتا خمس کوئی کہتا عشر یعنی اس فقرے کو پانچ یا دس دفعہ اسی طرح دُہراؤ۔ اس ہرانی اور ضروری مبالغہ کی تعریف نے میرا ناک میں دم کر دیا۔ میں نے رخصت چاہی لیکن معلوم ہوا کہ صاحب خانہ حاضرین کو کچھ کھانا اور شیرینی کھلائیں گے۔ کیونکہ یہ "سہرا" ہے کہ جسے ہندوستانی زبان میں رت جگا کہتے ہیں۔ اور بارہ ایک بجے شب کو وہ کھانا ملیگا۔ میری خیر میں تو وہی حالت ہو گئی ؎

چنیں امام و رگوش کن تا نشنوم یا در بکشا تا بیروں روم

مگر آخر ایک دوسرے کمرہ میں جا کر سب نے ایک زمین سے بالشت بھر بلند میز کے گرد بیٹھ کر کچھ کھانا کھایا۔ مصر کی مٹھائیاں ساری دُنیا سے نرالی ہیں۔ ایک کا نام "کلاشکر" (کھا اور شکر کر) ایک کا

نام بقلاوہ اور ایک کا نام کنافہ ہے۔ ہندوستان کی مٹھائیوں [illegible]
ہے۔ عربی کہانوں میں علاوہ حمص تحلیمی اور فول مدمس [illegible]
دال کی قسمیں ہیں۔ جو ایک نرالی ترکیب تیار کیجاتی ہیں۔ ان [illegible]
اس شہر میں ایک رسم عام ہے۔ جاڑے میں بعض دوست بھی جماعتیں بنا کر [illegible]
بہی شغل کرتے ہیں۔ آج ایک کے گھر میں سہر ہے۔ تو کل دوسرے کے گھر میں [illegible]
بنتے ہیں۔ ان لوگوں کے گیت میں بار بار دہرانے اور بیجا تعریف کرنیکا طریقہ مجھے پسند نہ تھا۔

اسی ضمن میں بیروت کے ایک نئی ایٹر کا ذکر کرتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ ایک عربی روایت
یا ڈراما ایکٹ کیا جائیگا۔ میں اندر جا کر ایک ایسا سین دیکھا۔ جو میں کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔ ایکٹر
اور مرد بہت عمدہ اور مناسب لباس میں نکلے۔ لیکن وہ سب کے سب گونگے تھے۔ فقط اشارات سے سب [illegible]
کرتے تھے۔ اور منہ سے ایک لفظ نہیں بولتے تھے۔ بعض اوقات اشارات سے عمدہ مطلب سمجھا سکتے ہیں۔
ہر موقع پر۔ انکے اس نرالے ڈھنگ کی وجہ یہ معلوم ہوئی۔ کہ اس ملک میں تقریر اور تحریر عوروں کی [illegible]
بند ہے۔ سلطنتی ایٹر میں ایک لفظ زبان سے نکلنے کی اجازت نہیں۔ ہندوستان کے لکھنے اور بولنے
والوں کو اپنی حالت پر نہایت شکر گذار ہونا چاہیئے۔

شام میں لکڑی کے فرنیچر میں صدف اور ہاتھی دانت جڑنے کا کام بہت خوبصورت بنتا ہے۔ اور بہت
عمدہ ہوتا ہے۔ کچھ ریشم کا کپڑا بھی تیار رہتا ہے۔ شام میں ارزانی بہت ہے۔ لیکن بیروت میں چیزیں بمقابلہ ہندوستان
کے بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔ حجام کو شلنگ دو شلنگ دیدیتے ہیں۔ شلنگ ہندوستان کے چھ آنہ کے برابر ہے
حجام شام کے قسطنطنیہ سے بھی عمدہ ہیں۔ قلمرو عثمانیہ میں جتنی مقامات میں میں گیا ہوں۔ سکے مختلف پائے ہیں
بیروت میں جب میں شام میں گیا تو سکے مختلف نہ ملے لیکن حساب کے طریق مختلف تھے۔ بیروت میں مجیدی میں بیس
غروش شمار ہوتے ہیں۔ مگر شام میں مجیدی میں چھبیس غروش حساب کئے جاتے ہیں۔ سوائے تکلیف کے
اور اس سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

ہاں میں اوپر ذکر کیا تھا کہ میرا قصد یہاں اتنی دیر رہنے کا نہ تھا۔ مگر مجبوراً رہنا پڑا۔ لو دن میں قسطنطنیہ سے بیروت
میں پہونچا۔ دو روز رہکر دمشق (شام) کو گیا۔ پانچ دن وہاں رہکر واپس آیا۔ تو معلوم ہوا کہ پرسوں پورٹ سعید کو
جہاز چلا گیا ہے۔ اب پانچ روز کے بعد جائیگا۔ مجبوراً مجھے پانچ روز طرف جہاز کے انتظار کے لئے یہاں ٹھہرنا پڑا۔ اب میں
مصر کو جاؤنگا۔ اور بیت المقدس دیکھنے کا جو قصد تھا وہ پورا نہ ہو سکیگا۔ کیونکہ بندہ یافہ میں بھی ممکن ہے کہ ایک جہاز
مصر کو جانیوالا جہاز آئے۔ بوجہ مصر میں طاعون کی وارداتیں ہو جانے کے اب تک قسطنطنیہ جہازوں کا بیروت میں جاری [illegible]
ایسے جہازوں کے مصر کو جانے کے اوقات میں بہت اختلال پیدا ہو گیا ہے۔

بیروت میں کئی اخبارات عربی زبان میں نکلتے ہیں۔ ایک کا نام ثمرات الفنون ایک کا بیروت۔ ایک کا اقبال [illegible]

Marfat.com

ل ہے۔ آخری اخبار ہفتہ وار اور روزانہ الگ الگ شایع ہوتا ہے۔ شام میں ایک اخبار سرکاری بنام "سوریہ" نصف عربی و نصف ترکی میں شایع ہوتا ہے۔ لیکن اوس کے ایڈیٹر نے جو سرکاری ملازم ہے۔ اپنا اخبار بنام "دمشق" باجازت سرکار جاری کیا ہوا ہے۔ اس ملک میں یہ دلچسپ بات ہے کہ ایڈیٹران اخبارات کو ہر قسم کے سرکاری عہدے اسوقت بھی ملے ہوئے ہیں جبکہ وہ ایڈیٹر ہوتے ہیں۔ طرابلس (شام) سے بھی دو تین اخبارات عربی میں نکلتے ہیں۔ بیروت اپنے اخبارات کے لئے ہرگز مشہور نہیں۔ بلکہ یہاں عربی زبان میں بہت اچھی اچھی کتابیں چھپتی ہیں۔ اور عربی کا خوشخط سکہ کا ٹائپ بنتا ہے۔ ہر چند کہ گورنمنٹ ٹرکی کی طرف سے یہاں سے ٹائپ باہر بھیجنے کی ممانعت ہے۔ جسکی وجہ مجھے معلوم نہ ہو سکی۔ سب سے بڑا مطبع قدیم زمانہ کے عرب شعرا اور مصنفوں کی کتابوں کو محشی اور صحیح کرکے چھاپنے کا آبائے یسوعیین کا مطبع ہے۔ یہ رومن کیتہلک پادریوں کا مطبع ۱۸۵۳ء سے یہاں جاری ہے۔ اور اسنے بہت اچھی اچھی کتابیں علم ادب اور لغات کی چھاپی ہیں۔ میں نے یہاں سے چند کتابیں خریدیں۔ دوسرا مطبع امریکن پادریوں کا ۱۸۳۴ء سے ہے۔ یہ جدید علوم کی کتابوں کو عربی میں ترجمہ کرتے ہیں۔ عربی۔ انگریزی لغاتیں اور گرامریں لکھتے ہیں۔ اور پہلے مطبع کی طرح اپنی مذہبی کتابیں بھی چھاپتے ہیں۔ یہاں سے بھی میں نے متعدد کتب لیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت اچھی اچھی انگریزی اور فرانسیسی کتابیں عربی میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ سیموئل سمائلز کی تصنیف سلف ہیلپ بھی بنام "سر النجاح" عربی میں موجود ہے۔ تیسرا مطبع خلیل سرکس صاحب کا ہے۔ یہ بھی عیسائی ہیں۔ امریکہ میں کچھ عرصہ رہ آئے ہیں۔ کتابیں چھاپنے۔ ٹائپ بنوانے اور اخبار لسان الحال روزانہ وغیرہ شایع کرنیکا کارخانہ رکھتے ہیں۔ اور بھی بعض مطابع اور کتبخانے عیسائیوں کے ہیں۔ مگر کچھہ عرصہ سے دو تین مطبع مسلمانوں کے بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ مکتب الانسیہ بہت اچھا کارخانہ ہے جس نے کئی کتابیں خود چھاپی ہیں۔ بیروت کے اخبارات کے کارخانے بھی میں نے دیکھے۔ جناب رشید آفندی قبانی صاحب ایڈیٹر کے بڑے بھائی ہز ایکسیلنسی عبد القادر رضا قبانی صاحب نے اپنی ایک عربی تاریخ مجھے ہدیہ کی) اور بہت کچھہ خاطر تواضع کی۔ مگر بوجہ قلت وقت میں اونکی دعوت منظور نہ کر سکا۔ یہ صاحب اسوقت ساٹھہ سال کی عمر رکھتے ہیں۔ سرکاری ملازمت میں عزت حاصل کی ہے۔ فرانسیسی خوب جانتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ دو سال سے انگریزی سیکھنے کا شوق کیا ہے۔ اور اب خاصی بول سکتے ہیں۔ گویا بوڑھی عمر میں بھی زبانیں سیکھی جا سکتی ہیں۔ جسکی بہترین مثال حضور قیصرہ ہند دامت حشمتہا کا اردو سیکھنا ہے ؛

از مقام قاہرہ ۷ نومبر ۱۹۰۰ء

پچھلا خط لکھنے کے بعد میں بیروت سے مسیجر ری میری ٹائمز فرانسیسی کمپنی کے جہاز "ولیسٹا" پر سوار ہو کر پورٹ سعید اور سکندریہ کو چلا آیا۔ بیروت سے چلکر رات بھر میں جہاز یافہ پہونچا۔ جو بیت المقدس کا بندرگاہ ہے۔ میرا مدت سے بیت المقدس کی زیارت کا ارادہ تہا۔ اور اب اس شوق کے پورا ہونے کا

Marfat.com

وقت قریب [illegible]

ہفتہ بیروت میں [illegible]

چکا تھا کیونکہ گھر سے نکلے چھ [illegible]

ارادہ ترک کر دیا۔ یافہ چھوٹا سا شہر [illegible]

گہرا نہیں ہے۔ جہاز شہر سے دور ہی [illegible]

ٹھہرتا ہے یہاں کے کشتی بان مسافروں کو دق کر [illegible]

کو پانچ سات غروش میں کنارہ پہ لے گئے [illegible]

قدس تک چار گھنٹے کا ریل کا راستہ ہے۔ آبادی میں یہودی بہت [illegible]

پہچاننا ذرہ بھی مشکل نہیں۔ بیت المقدس میں سیپ رصدف [illegible]

تلاش کرنے سے یافہ میں کچھ چیزیں صدف کی ملیں۔ بلیو دو تین قلمیں اور [illegible]

شخص بہت سی مقدار انکی ہندوستان میں لائے۔ تو ضرور فایدہ اُٹھائے۔

یہاں سے جہاز شام کو روانہ ہوکر دوسری صبح پورٹ سعید میں پہونچا اور [illegible]

اگلی صبح سکندریہ میں وارد ہوا۔ پورٹ سعید نہر سویز کے کھودے جانے کے بعد آباد ہوا [illegible]

شہر یورپین طرز کا سمندر کے کنارے اور نہر کے دہانہ پر واقع ہے۔ یورپین حصہ کے مکانات [illegible]

اور وسیع بمبئی کے طرز کی۔ بازار ہیں جنمیں سے بعض میں گھوڑے کی [illegible]

عربی حصہ شہر کا ہے۔ قہوہ خانے بہت عمدہ ہیں۔ شہر سے الگ ایک طرف [illegible]

کر لینے پر معلوم ہوا کہ یہ کسبیوں کی آبادی ہے جسکو شہر سے الگ کر دیا گیا [illegible]

پایہ تخت ٹوکیو میں بھی اسیطرح رنڈیوں کی آبادی شہر سے خارج ایک [illegible]

جہاں حکومت شریعت کے مطابق کی جاتی ہے۔ رنڈیوں کو ایسی آزادی [illegible]

اجنبی کو پورٹ سعید میں جو بات سب سے پہلے نرالی معلوم ہوتی ہے وہ عورتوں [illegible]

اور یہی سکندریہ۔ قاہرہ اور سویز میں عورتوں کے چہروں پر دیکھا جاتا ہے۔ ایک [illegible]

صورت کی چیز ہوتی ہے۔ جس میں تاگا پرو کر اوسکو سر سے ایسے طور [illegible]

طول پر قایم رہتا ہے۔ اور ناک کے نیچے سے ایک سیاہ رومال [illegible]

سفید پٹی باندھی جاتی ہے۔ جس سے صرف عورتوں کی آنکھیں [illegible]

بہت اچھا طریقہ ہے۔ مگر ناک پر کی ریل ایسی مکروہ معلوم ہوتی ہے

مصر کی عورتیں بھی استنبول و شام وغیرہ کی عورتوں کی [illegible]

[illegible] جس روز میں سکندریہ میں پہونچا۔ وہاں [illegible]

کی طرف سے صرف دو تین روز پہلے ایک حکم نافذ ہوا ہی جسکا منشا یہ ہو کہ عورتوں کو بعد از شام بازاروں میں پھرنے سے روکا جائے۔ سر جارج نیونس جو لنڈن کے رسالہ "ٹٹ بٹس" اور سٹرینڈ میگزین کے مشہور بانی اور مالک ہیں۔ اپنی سیاحت مصر کے حالات میں مصری عورتوں کے پردے کی نسبت حسب ذیل فقرہ چسپت کرتے ہیں:۔

"عورتوں کا لباس بھی مردوں کی طرح بہت ڈھیلا اور پاؤں تک لٹکتا ہوا۔ اور زیادہ تر سیاہ ہے۔ اُنکا مذہب اُنہیں مجبور کرتا ہے۔ کہ سوائے اپنی سیاہ آنکھوں کے باقی چہرہ کو برقعہ میں چھپائے رکھیں۔ چونکہ اُن کے لباس سے ایک پیتل یا لکڑی یا چاندی کے "ناک کے بل" سے بندھا ہوا ہوتا ہے۔ جو شطرنج کے بادشاہ یا رُخ کی شکل کا ہوتا ہے۔ چند عورتوں کے چہرے جو ننگے دیکھے گئے۔ اُن سے ہر شخص کو اس مذہب کا شکر گذار ہونیکا خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جسمیں عورتوں کے چہروں کا چھپانا لازمی قرار دیا گیا ہے"۔ اس میں شک نہیں۔ کہ بوجہ حبشی اور سوڈانی خونوں کی شرکت کے مصر میں بہت عورتیں سیاہ رنگ کی ہیں اور اس لئے سر جارج نیونس کو یہ فقرہ ایجاد کرنا پڑا ہے۔ کاش یہ پہلے شام کا بھی سفر کرتے تو میرے ساتھ اس خیال میں متفق ہوتے۔ کہ ایسے ہی حسن کے فتنہ کو دبانے کیلئے پردے کی ضرورت اسلام نے تسلیم کی۔ کہ جس ضرورت کو اہل یورپ اپنے یہاں کے بے ملاحت حسن کیوجہ سے محسوس نہیں کر سکتے۔ اور پردے کے سوا کام چلا رہے ہیں۔

سکندریہ میں پہونچنے سے پہلے مجھے شان گمان بھی نہ تھا۔ کہ سرزمین افریقہ پر بھی ایسا شہر موجود ہو سکتا ہے۔ کہ جسکی عالیشان عمارتیں پیرس اور ویانا کو یاد دلا دیں۔ مگر واضح رہے کہ میں یورپین حصہ کی عمارات کا ذکر کر رہا ہوں۔ جہاں کے وسیع بازار اور دو رویہ چار چار پانچ پانچ منزل کی عمارتیں یورپ کے کسی اچھے سے اچھے پایہ تخت کے لئے باعث زیب و زینت ہو سکتی ہیں۔ خصوصاً بڑا چوک جو منشیہ کہلاتی ہیں۔ جس میں عدالت عالیہ واقع ہے۔ اور بیچ میں خدیو اول محمد علی پاشا کا ردیفین اسپ سوار بت نصب ہے۔ یہ پہلا عمامہ والا بت ہے جسے میں نے آجتک دیکھا ہے۔ قاھرہ کے یورپین کوارٹر کی ناف شارع ازبکیہ میں جو ابراہیم پاشا کا اسپ سوار بت نصب ہے۔ وہ ترکی ٹوپی پہنے ہوئے ہے۔ ان دونوں نامور خدیووں کو دیکھکر انکے دلاورانہ کارنامے یاد آجاتے ہیں۔ کاش ان کے جانشین بھی ایسے کام کرتے جیسے کہ اُنہوں نے کئے تھے۔ ہرچند کہ قاھرہ بہت بڑا شہر ہے۔ اور اسمیں یورپین آبادی اور یورپین دوکانیں بھی بہت زیادہ ہیں۔ مگر یہاں کے مکانات کی عظمت ان سے چھپ نہیں سکتی۔ سکندریہ میں صرف برقی ٹرام ہے۔ جو کہ ایک بازار میں پھرتی ہے۔ ہرچند کہ میں پورٹ سعید سے براہ ریل قاھرہ کو جا سکتا تھا۔ مگر قاھرہ کے ایک مقام کے دیکھنے کے خیال سے میں یہاں تک جہاز میں چلا آیا۔ اور اتفاقاً یہاں بھی ایک یونانی ہوٹل میں میرا قیام ہوا۔ کہ جسکے پاس میں سمندر کی موجیں اسی شور سے ٹکرا رہی تھیں جیسی کہ بیروت کے ہوٹل کی دیوار سے شب و روز مصروف رہتی تھیں مگر افسوس کہ یہاں مجھے زیادہ دیر ٹھہرنے کی فرصت نہ تھی۔ میں دوسرے ہی روز قاھرہ کو ریل میں بیٹھ کر چلا گیا۔

اسکندریہ سے بذریعہ ڈاک گاڑی قاہرہ پانچ چھ گھنٹے سے زیادہ [illegible]
کھیتوں اور پانی کی نہروں اور نالیوں نے ایک باغ کا نمونہ بنا رکھا ہے [illegible]
ہر طرف پھیلے ہوتے ہیں۔ اور مصر کا تاریخی ''فلاح'' نیلا لمبا چوغہ پہنے اگرچہ [illegible]
کنارہ نہر ہر طرف پھرتا نظر آتا ہے۔ آہ دریائے نیل کا اس سرزمین پر کس قدر فیض ہے۔ اگر نیل نہ ہوتا تو مصر بھی
نہ ہوتا۔ کیونکہ تب تو اس ریگستان سے گزرنا بھی مشکل تھا۔ اسوقت جبکہ پانی کی یہ بہتات ہے۔ ریل میں بیٹھے ہوئے
مسافروں کے کپڑوں پر ریت کے ڈھیر جمع ہوگئے ہیں۔ اس امر کے ثبوت کے لئے کہ مصر آبپاشی کا ملک ہے۔ [illegible]
اسباب جمع کرنیکی ضرورت نہیں۔ ریل ہی میں بیٹھے ہوئے میں نے دیکھا۔ کہ ساتھ ہی کی نہروں سے جو قریب قریب تمام
راستہ سڑک کے متوازی چلتی ہیں۔ کئی مختلف آبپاشی کے ذریعوں سے کسان اپنے کھیت سینچ دیتے ہیں۔ [illegible]
کھیتوں میں تو پانی صرف ناکہ کاٹ دینے سے لگ جاتا ہے لیکن جنہیں نہیں لگتا۔ انمیں مندرجہ ذیل وسائل
اختیار کئے جاتے ہیں۔ اول تو [illegible] طریق ہے۔ دوم جھٹا۔ یہ بھی پنجاب میں پایا جاتا ہے۔ اور یہ نام بھی
پنجابی ہی ہے۔ ایک لکڑی کی ٹوکری کو چار طرف سے رسے باندھ کر دو شخص اس کے ذریعے سے بالمقابل کھڑے ہو کر
نشیب سے پانی بلندی پر پھینکتے ہیں۔ سوم۔ ایک لکڑی کا دو اڑہائی گز کا لمبا اور بالشت سوا بالشت چوڑا اور تین
انچ اونچا ناندان۔ کنوئیں کی ''[illegible]'' کی طرح۔ ایک شخص نیچے پانی میں کھڑا ہو کر اسے اپنی طرف جھکاتا ہے۔
اور جو پانی اسمیں بھر جائے۔ جلدی سے یہ سرا اٹھانے سے کھیت میں جا پڑتا ہے۔ چہارم ڈھینکلی کا طریق ہندوستان
میں بھی موجود ہے۔ لیکن پانچواں طریقہ ہند میں موجود نہیں۔ اور تھوڑی گہرائی سے تھوڑی محنت سے
پانی اٹھانیکا یہ سب سے عمدہ طریقہ ہے۔ اسے ''حکیم ارشمیدس کا پیچ'' کہتے ہیں۔ یہ ایک لوہے کے
پترے کا دو اڑہائی گز لمبا اور ڈیڑہ بالشت قطر کا خول ہوتا ہے۔ اس کے بیچوں بیچ ایک پیچدار دیوار
چلتی ہے۔ ایک سرا اسکا پانی میں رکھکر گھمانے سے جتنا پانی اوسکے منہ میں گیا تھا۔ وہ اوپر چڑھ جاتا ہے
اور یہ سلسلہ اسوقت تک جاری رہتا ہے جب تک اسے ہلائے جائیں۔

کہتے ہیں یہ طریق زمانہ قدیم سے حکیم ارشمیدس نے جاری کیا تھا۔ اور اوسی زمانے سے بلا
ترقی یا تنزل کئے مصر میں جاری ہے۔ لیکن چھٹا طریقہ ونڈمل یعنے پون چکی کا جدید طریق آبکشی
کا ہے۔ کہ جسکی نسبت میں پہلے خطوط میں لکھ چکا ہوں۔ کہ اسے ہندوستان میں ضرور رواج دینا
چاہئے۔ ساتواں طریق پمپ سے پانی اٹھانے کا ہے۔ یہ پمپ ایک آدمی چلا سکتا ہے۔ مگر اس کے
ذریعے سے جو پانی کی مقدار اوس کی نالی سے گرتی ہے۔ وہ کھیت کی ضرورت کے لئے کافی نہیں ہوسکتی
یہ طریقے آبپاشی کے تو مصر میں جاری ہیں۔ اور سب نہایت سیدھے سادے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر
ابتدائی حالت میں ہیں۔ کسی دوسرے موقعہ پر ممکن ہے کہ میں ان آبپاشی کے ترقی یافتہ طریقوں کا
کسیقدر طوالت سے ذکر کروں۔ جو میں نے نمائشگاہ پیرس کے زراعتی صیغے میں دیکھے ہیں۔ مگر وہ اس قدر

گراں اور اتنے پیچیدہ ہیں۔ کہ ہندوستان کے کاشتکار اُن سے بمشکل فایدہ اُٹھا سکیں گے +
سکندریہ سے ایک ایرانی قالینوں کے سوداگر نے مجھے قاہرہ کے ایک اچھے لوقنطہ کا پتہ دیدیا تھا۔ ٹرکی شام اور مصر میں ہوٹل کے لئے لوکندہ یا لوقنطہ کا لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ جسکی اصل اطالی زبان سے ہے۔ جو سیدنا امام حسین علیہ السلام کی تربت کے مقابل واقع ہے۔ یہ ایک بڑی عالی شان مسجد بہت سے سنگین ستونوں پر تعمیر ہوئی ہے۔ اور اس کے پیچھے مزار ہے۔ جس میں مشہور ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا سر دفن ہے۔ اسی وجہ سے اس مسجد میں بڑی رونق رہتی ہے۔ اور بکثرت لوگ زیارت کو آتے رہتے ہیں۔ استنبول کیطرح یہاں بھی اکثر ناموروں کے مزاروں کے ساتھ عالی شان مسجدیں موجود ہیں۔ اسی طرح سیدہ زینب علیہا السلام کے مقبرہ کے ساتھ جو ۱۲۰۰ھ کی تعمیر معلوم ہوتی ہے۔ خدیو محمد توفیق مرحوم نے ایک عالی شان خوب صورت اور بے تکلف نئی مسجد تعمیر کی ہے۔ یہاں بھی زائرین کا ہر وقت ہجوم رہتا ہے۔ جنمیں عورتیں زیادہ ہوتی ہیں۔ چونکہ میں قاہرہ میں ایک ہفتہ سے زیادہ نہیں ٹھیر سکتا تھا۔ میں زمانہ قیام کا اکثر وقت گدھے پر یا گاڑیوں پر ہی سوار رہا۔ کیونکہ قاہرہ میں بہت سے قدیم زمانہ کے آثار۔ مساجد اور معابد دیکھنے کے قابل ہیں۔ ہرچند کہ یہاں برقی ٹریموے بہت دور تک چلتی ہے۔ یہاں تک کہ اہرام مصری (مصر کے مشہور مخروطی مینار) خاص شہر سے پانچ چھ میل دور ہوں گے لیکن وہاں تک بھی ٹریموے جاتی ہے جسکا کرایہ ہر مسافت کیلئے یکساں ہے۔ اور یہاں کے تنگ بازاروں میں چھوٹی چھوٹی آہنی لیس گاڑیاں اور دکٹوریہ گاڑیاں گھوڑوں سے چلتی ہیں لیکن سب سے بڑی سواری یہاں گدھے ہیں۔ جو گو بہت چھوٹے قد کے ہوتے ہیں۔ مگر بڑے تیز گام اور تیز رفتار ہوتے ہیں۔ اور اکثر زن و مرد مصری اور یورپین انپر یکساں سوار ہوتے ہیں۔ انکا کرایہ بھی سستا ہے۔ اور تنگ اور پیچدار کوچوں میں یا پگڈنڈیوں میں جہاں گاڑیاں نہیں چل سکتیں۔ یہ بڑی تیزی سے مسافروں کو لیجاتے ہیں۔ اس لئے بہت لوگ اس سواری کو پسند کرتے ہیں۔ اس واسطے اچھا بازاروں میں کثرت سے گدھے معہ خربانوں کے نظر آتے ہیں۔ یہ گدھے والے اکثر لڑکے ہوتے ہیں۔ جو تیز رفتاری میں اپنے گدھوں سے کسی طرح بھی کم نہیں ہوتے۔ بلکہ برابر پیچھے گدھے کو مار مار کر دوڑاتے لئے جاتے ہیں۔ جب تنگ بازاروں سے گذرتے ہیں تو چلا چلا کر یہ الفاظ بولتے جاتے ہیں۔ "رکلک یمینک۔ یسارک" ... رکلک سے انکا مطلب "رجلک" ہوتا ہے۔ یعنے آگے چلنے والے شخص کو کہتے ہیں کہ ... تیرے ٹخنے پر گدھے کا سُم پڑنے والا ہے +

اہل مصر ج کاگ کی طرح تلفظ کرتے ہیں۔ رجل یعنے آدمی کو رگل۔ موجود کو موگود اور جمل (اونٹ) کو گمل کہتے ہیں۔ علاوہ اس کے شاکوت کی طرح ملفوظ کرتے ہیں۔ جیسے کثیر کو کتیر اور ذ کو جبکہ آخر کلمہ پر ہو د کہتے ہیں۔ مثلاً علی الطریق الرشاد کو رشاد کر کے پڑھیں گے +

بخلاف ٹرکی کے مصر میں ابھی ہر مصری یورپین لباس نہیں پہنتا۔ گو بہت سے نوجوان یورپین

تعلیم یافتہ یورپین لباس پہنتے [illegible]
قدیم لباس سر پر سُرخ ترکی [illegible]
نچلے کی آستینیں کہنیوں سے ایک [illegible]
جاتی۔ اس لئے ہاتھ نیچے لٹک جاتی ہیں۔ [illegible]
کا کسی طرح کے نہیں ہوتے۔ اور چونکہ مصری لوگ [illegible]
نہیں کر سکتے۔ انکا یہ لباس انہیں اور بھی کریہ منظر بنا دیتا ہے [illegible]
رگڑ اکر مقراض کی نذر کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اون کے [illegible]
پرنازاں ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ڈاڑھی کو استرہ کے حوالے تو نہیں کرتے مگر [illegible]
لیتے ہیں۔ سر کی پگڑی ٹوپی کے اوپر ایک پٹی سی لپٹی ہوئی ہوتی ہے جس سے [illegible]
لمبی معلوم ہوتی ہیں۔ اور رنگ عموماً سانولے ہوتے ہیں۔ مگر انہیں صورت کی نسبت [illegible]
خیال رکھنا چاہیئے۔ اور مجھے اس بارہ میں بھی ناظرین کو ماس کرنا پڑتا ہے۔ کہ میں اہل مصر کی [illegible]
نسبت کوئی اعلیٰ خیال نہیں پیدا کر سکا۔

مصری دراصل کیا قوم ہے؟ یہ سوال پایۂ تخت مصر میں جانے والے شخص کے دل میں ضرور پیدا ہوتا ہے۔ اگر اسے ذرہ بھی مختلف اقوام کی قومی خصوصیات معلوم کرنے کا شوق ہے۔ نہایت مختصر پیرایہ میں اس سوال کا جواب میں یہ دے سکتا ہوں۔ کہ اسوقت جتنے لوگ اہل مصر کہلاتے ہیں یا تو وہ مسلمان ہیں یا قبطی عیسائی۔ مگر چونکہ عیسائی مصر کی آبادی کا بہت قلیل جزو ہیں۔ اور مسلمانوں میں بھی قبطی نسل کے [illegible] لوگ موجود ہیں۔ اس لئے میں مسلمانوں کی تقسیم بیان کرتا ہوں مصر کے قدیم باشندے یہی قبطی [illegible] مگر اسلامی فتوحات کے ابتدائی زمانہ سے بہت سے عرب اس ملک میں آکر آباد ہو گئے۔ [illegible] ترکوں نے اس ملک کو فتح کیا۔ اور بہت سے ترک بحیثیت قوم فاتح اس ملک میں آکر ٹھہر گئے۔ [illegible] سب لوگ مصری کہلاتے ہیں۔ لیکن لوگوں کے قیافوں سے مجھے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابھی تک [illegible] آبادی اور قریباً تمام فلاح اصلی باشندہ دنکی نسل سے ہیں۔ [illegible] ہیں۔ کہ جتنی اونکی نسل قدیم ہے۔ بہرحال مصر کی تمام آبادی مع ترکی اور عربی جزو کے [illegible] شائستگی اور قابلیت میں بہت پیچھے ہیں۔ اور موجودہ طریق حکومت سے [illegible] آبادی کے خیالات اور اخلاق پر اور بھی برا اثر پڑا ہے۔

ہرچند کہ مصر مقبوضات سلطنت عثمانیہ میں شامل ہے لیکن اونکی حکومت [illegible] اسکے خراج مصر سے ایک مقررہ رقم باب عالی کی خدمت میں بھیجی جاتی [illegible] کا بجز مظہر سلطانی غازی احمد مختار پاشا کی موجودگی کے نہیں [illegible]

Marfat.com

کے ہاتھ میں مصر کے سیاہ و سفید کے بہت کم اختیارات ہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے۔ کہ انہیں کوئی اختیارات حاصل نہیں۔ اور باوجود انکی ہر طرح کی لیاقت حکومت کے یہ شاہ شطرنج بنے ہوئے ہیں۔ اصلی اختیارات حکومت تمام سفیر انگریزی لارڈ کرومر کے ہاتھ میں ہیں۔ تمام محکمجات کا دخل و خرچ۔ مامورین کا عزل و نصب اور دیگر تمام پولیٹیکل امور کا انتظام سب انگریزی افسروں اور مشیروں کے ہاتھ میں ہے۔ ہرچند کہ چھ وزراء مصری ہیں اور انہیں سے پانچ مسلمان اور ایک عیسائی ہے۔ لیکن جبتک یہ انگریزی رسوخ کے معاون نہ ہوں۔ یہ اپنے عہدوں کو مستقل نہیں سمجھ سکتے۔ جس سے ظاہر ہے کہ مصر میں ہر طرح کے اختیارات صرف انگلستان کو حاصل ہیں۔ مگر لطف یہ ہے کہ بعض نہایت ضروری اختیارات سے انگلستان بھی محروم ہے۔ کیونکہ انگلستان نے مصر پر پانچ دیگر دول عظام یورپ کی رضامندی سے قبضہ رکھا ہوا ہے۔ اور اگر یہ تمام دولتیں متفق ہوکر انگلستان کی فوج قابض کو کہہ دیں۔ کہ مصر کو خالی کردے۔ تو امید نہیں کہ انگلستان مصر کو نہ چھوڑ دے۔ اس وجہ سے انگلستان کو معاملات مصر میں ان دولتوں کی خوشنودی مدنظر رہتی ہے۔ اور چونکہ مصر سوائے انگلستان کے بعض دوسری یورپین ممالک کی رعایا کا بھی مقروض ہے۔ اسلئے سب دولتوں کے اتفاق سے اسکے محاصل کی کلیۃ نگرانی سب دولتوں کے سفیروں کے ہاتھ میں ہے کہ جنہوں نے رقم خرچ مہم سوڈان بھی انگلستان کو خزانہ مصر سے نہیں صرف کرنے دی تھی۔ ایک شاعر بلبل کی زبان سے اسکی دردناک حالت اس طرح سے بیان کرتا ہے جبکہ اوسکے دو رقیب موجود ہیں ؎

غم صیاد و فکر باغباں ہے ۔۔۔ دو عملی میں ہمارا آشیاں ہے

لیکن جہاں دو عملی نہیں بلکہ سہ عملی یا چار عملی ہو۔ وہاں کی حکومت کی حالت کیسی دلچسپ ہوسکتی ہے۔ یہ ہمارے ہی زمانہ کی ایجاد ہے۔ کہ کسی ملک پر تین یا چار قسم کی حکومتیں اور مکسڈ یعنی مخلوط عدالتیں ہوں اور وہاں امن اور مدنیت ترقی کر رہے ہوں۔ مگر باوجود اس قدر حکومتوں کی نگرانی کے مصریوں کی کچھ شکایتیں ہیں۔ جنمیں سے ایک بطور نمونہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اسوقت مصر میں یورپ کی ہر سلطنت کی رعایا موجود ہے کہ جن کے نام انکے اپنے ملکوں کے سفارتخانوں میں رجسٹر ہوتے رہتے ہیں۔ فرض کرو کہ ایک مصری کا بازار میں کسی اٹلی کے باشندہ سے جھگڑا ہوگیا اور اٹلی کے باشندہ نے اس مصری کو خوب پیٹا۔ مصری کانسٹبل سامنے کھڑا دیکھ رہا ہے۔ جب مصری پٹ چکا۔ تو مصری کانسٹبل نے اوسکے مارنیوالے کو پکڑنا چاہا۔ مگر وہ اوس سے بھی ٹھونکنے کو تیار ہوگیا۔ اور چونکہ وہ غیر ملک کی رعایا ہے۔ مصری کانسٹبل اور مصری قانون کا اسپر اختیار نہیں۔ اسپر سپاہی نے اسی پر اکتفا کیا کہ پٹے ہوئے شخص کو پکڑ کر پولیس کی چوکی میں لیجائے۔ اگر وہاں سے اسے چند اور پولیسمین مل گئے۔ اور انکی مدد سے اس نے پیٹنے والے غیر ملک کے باشندے کو پکڑ لیا۔ تو وہ اسے تھانہ میں لے آیا۔ اب تھانہ اوسکی نسبت اور کوئی کارروائی سوائے بیان لینے یا اسے حراست میں رکھنے کے نہیں کر سکتا۔ جبکہ وہ کہتا ہے

Marfat.com

کہ مَیں فلاں غیر ملک کی رعایا ہوں۔ اگر اُس غیر ملک کی رعایا کے دفتر میں اوسکا نام ملکیا۔ تو قونصل سفیر نے اُسے لے لیا۔ اب اُسے اختیار ہے کہ جو سزا اُسے مناسب سمجھی دے۔ یا نہ دے مصری پولیس مصری کورٹ کا اسپر کوئی اثر نہیں رہا۔ جو دیوانی مقدمات مصریوں اور غیر ممالک کی رعایا کے درمیان ہوں اونکی فیصلے مخلوط عدالت کرتی ہے جسمیں مصری اور غیر ممالک کے جج ملکر فیصلہ کرتے ہیں +

ہاں مَیں نے مصر کی زیارات اور مقابر اور قابل دید مقامات کا ذکر شروع کیا تھا۔ جو ابھی ختم نہیں ہوا۔ حصہ چند کہ مصر کی جامع الازہر سب سے مشہور مسجد ہے۔ کیونکہ اس میں تعلیم اور تعلم کا سلسلہ بڑے زور شور سے قدیم الایام سے جاری ہے۔ ورنہ بلحاظ عظمت اور خوبصورتی اور شان و شوکت کے قاہرہ کی بہت سی دیگر مساجد اس سے اعلیٰ ہیں۔ اس وقت سب سے خوبصورت مسجد خدیو محمد علی کی ہے۔ جو قلعے کے اندر پہاڑی کی چوٹی پر واقع ہے۔ اور جسکو تعمیر ہوئے ساٹھ سال سے زیادہ زمانہ نہیں گذرا۔ یہ بڑی شاندار مسجد ہے جسکی دو بلند مینار بہت دُور سے نظر آتے ہیں۔ یقیناً اس کے بعد دُنیا میں کہیں ایسی عالیشان اور اتنی صرف زر سے کوئی دوسری مسجد تعمیر نہیں ہوئی۔ اس مسجد کے اندر خدیو کی قبر ہے۔ اور اسی کے قریب اسی پہاڑی پر قلعے کے اندر ایک سنگ خارا میں کھودا ہوا بہت گہرا کنواں ہے جسکو مصری بیر یوسف یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے کنوئیں کے نام سے مشہور کرتے ہیں۔ یہ تین سو میٹر سے زیادہ گہرا ہے۔ اور کنوئیں کے گرد ڈھلوان سیڑھیاں ہیں۔ جنسے سیاح اسکے اندر اُترتے ہیں۔ جب میں آدھے رستہ تک پہونچا۔ تو وہاں ایک طرف دیوار میں ایک قبر نظر آئی۔ جو میرے ہمراہی عرب نے بتلایا۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ایک خادم کی ہے۔ یہاں سے میں امام شافعیؒ کے مزار کیطرف گیا۔ جیسا کہ دستور ہے۔ ایسے مزاروں پر صدہا مجاور پرورش پاتے ہیں۔ اور مسافروں سے مانگ مانگ کر خیرات لیتے ہیں۔ مصر میں سب سے قدیم مسجد احمد ابن طولون کی ہے۔ جسپر اُس زمانے میں آجکل کے پندرہ لاکھ روپئے کے قریب صرف ہوا تھا۔ جبکہ موجودہ شہر القاہرہ اس کے بانی گوہر نے تعمیر کیا تھا۔ اُس سے بھی ایک سو سال پہلے یہ مسجد تعمیر ہوئی تھی۔ جو کہ مسجد کعبہ کے نمونے پر بنائی گئی تھی۔ اس کے علاوہ سلطان حسن۔ الحکم۔ برقوق۔ سلطان قلاؤن۔ الغوری وغیرہ کی جامع مسجدیں قابل دید ہیں۔ سلطان حسن کی مسجد پر کہ مشہور ہے کہ تین سال تک ہر روز ۹ ہزار روپیہ خرچ ہوا کرتا تھا +

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت دیگر مساجد و مقابر کا ذکر چھوڑ کر مسجد الازہر کے کسیقدر حالات لکھہ دوں۔ کیونکہ ہندوستان کے اکثر ناظرین نے بھی اس کا نام سنا ہوا ہے۔ کہ ازہر دنیا میں سب سے بڑی یونیورسٹی ہے۔ میں جامع الازہر میں کئی مرتبہ مختلف اوقات میں گیا۔ مَیں بیروت سے ایک صاحب سے ایک انٹروڈکشن کی چٹھی بھی ازہر کے ایک صاحب کے لئے لایا تھا۔ بہر حال جو کچھہ میں نے دیکھا۔ اوس کی کسیقدر کیفیت یہ ہے کہ جامع ازہر صرف تعلیم کے لئے مخصوص ہے

اس میں نماز پڑھنے کے لئے باہر سے کوئی لوگ نہیں آتے۔ جب اس کے متعدد میناروں میں سے ایک پر چڑھ کر مؤذن اللہ اکبر پکارتا ہے۔ تو مسجد کے وسیع صحن اور اس سے زیادہ وسیع برآمدوں اور مسقف گیلریوں اور رواقوں میں جہاں کہیں جتنے آدمی نماز کے لئے آمادہ ہوتے ہیں۔ اسمیں ایک کو سامنا کھڑا کر کے نماز میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اور ہزاروں طالب علم پڑھنے یا باتیں کرنے یا کھانا کھانے میں ہی مشغول رہتے ہیں۔ اندازہ کیا جاتا ہے۔ کہ تمام طالب علم جو اس مسجد کے اندر سبق پڑھتے ہیں۔ دس بارہ ہزار کے مابین ہونگے۔ اور انہیں سبق دینے والے استاد تین سو سے زاید طالب علم آٹھ دس سال کی عمر سے ساٹھ ستر سال کے درمیان تمام عمروں کے پائے جاتے ہیں۔ اور ترکوں کے بالکل گورے چٹے رنگ سے لیکر سوڈانیوں کے نہایت کالے رنگ تک کے طالب علم یہاں موجود ہیں۔ استادوں کو زیادہ سے زیادہ اڑھائی سو غرش اور کم سے کم ۵۷ غرش تنخواہ ملتی ہے۔ غرش مصری جسکو غرش صاغ کہتے ہیں۔ بخلاف قسطنطنیہ کے غرش ۲۰ کا ہوتا ہے۔ البتہ شیخ الازہر جو قدیم الایام سے مصر کا ایک بڑا وسیع رکن شمار ہوتا ہے۔ زیادہ تنخواہ پاتا ہے مگر استادوں کی کل تنخواہیں ازہر کے وقف سے ملتی ہیں۔ اور شاگردوں کا خرچ مختلف ممالک کے اوقاف سے چلتا ہے جو جامع ازہر سے اسی غرض سے متعلق کیا گیا ہے۔ یہ اوقاف جو اپنے اپنے مقامات کے ناموں سے مشہور ہیں۔ ان سے طالب علموں کو روٹی وغیرہ اخراجات ملتے ہیں۔ یہاں کی اصطلاح میں انہیں رواق کہتے ہیں۔ مثلاً قسطنطنیہ شام اسکندریہ خرطوم۔ طرابلس وغیرہ وغیرہ مقامات کے رواق ازہر میں موجود ہیں۔ اور ان مقامات کے جس قدر طلبا یہاں تعلیم پاتے ہیں۔ انہیں ان رواقوں سے عموماً روٹی اور اگر رواق کی آمدنی زیادہ ہے۔ تو دو ایک مجیدی ماہوار نقد بھی مل جاتے ہیں۔ مگر آخری صورت شاذ ہے۔ طالب علم دیر تک انتظار کرتے ہیں۔ کہ انکے ملک یا شہر کے رواق میں کوئی اسامی خالی ہو تو انکو روٹی ملے۔ عموماً پکی ہوئی روٹیاں ہر طالب علم کو صبح کے وقت چار یا پانچ ملجاتی ہیں۔ جنہیں وہ دن کو بھی کھاتا ہے۔ اور شام کے لئے بھی بچا کر رکھتا ہے۔ اور پھر شام کو بھی اچار کی کانجی اور مولیاں وغیرہ لاکر ان سے باسی روٹیاں کھاتا ہے۔ شام کے وقت مسجد کے صحن میں ہزاروں طالب علم روٹی کھانے میں مصروف ہوتے ہیں۔ اور کھانے کے بعد اکثر ادھیں وہیں پڑھتے رہتے ہیں۔ آجکل جامع میں گیس کی روشنی لگادی گئی ہے۔ جس کے سامنے قاعدہ اور سیپارہ الم سے لیکر تمام علوم دینی کے اعلیٰ درجے تک تعلیم ہوتی ہے۔ عموماً سبق سب کو علی الصباح پڑھائے جاتے ہیں کچھ طالب علم جماعتوں کی صورت میں سبق پڑھتے ہیں۔ لیکن بہت سی جماعتوں کی قید سے آزاد بھی ہیں۔

شاید بعض لوگ دنیا میں سب سے بڑی یونیورسٹی کی نسبت میری رائے سنکر خوش نہ ہوں گے لیکن مجھے جس قدر یہاں کے زیادہ حالات معلوم ہوتے۔ اسیقدر افسوس ہوا۔ کہ یہاں سے بہت کم لوگ ایسے عالم بن کر نکلتے ہیں۔ کہ جو قوم کے ذرہ بھی کام آسکتے ہیں۔ دستار فضیلت بارہ یا چوبیس سال کی تعلیم کے بعد ملتی ہے۔ مصر کے بعض روشنضمیر اخبارات اور اہل الرائے نے بعض اوقات کوشش کی ہے

کہ جامع ازہر کے طرز تعلیم میں [illegible]

جس شہر میں ازہر ایسی عالی شان [illegible]

پائے جانے کی توقع ہو سکتی ہے۔ لیکن [illegible]

کمسٹر ٹیریونل قاہرے مصر کے چند چوٹی کے علماء [illegible]

سے بتلایا۔ کہ یہاں کوئی بھی ایسا عالم نہیں ہے۔ [illegible]

علماء کی شان انبیائے بنی اسرائیل کے برابر ہونی چاہئے۔ [illegible]

اوس کے علماء کی یہی ہے۔ کہ جو جو کچھ کہتے ہیں۔ اس پر عمل نہیں کرتے

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر میکنند
چوں بہ خلوت میروند آں کار دیگر میکنند

مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس
توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر میکنند

آخری چٹھی

پچھلی چٹھی میں مینے بعض حالات مصر اور اہل مصر کے لکھے ہیں۔ گو میں سکندریہ قاہرہ پورٹ سعید اور سویز میں بہت دن نہیں ٹھیرا۔ لیکن ارض النیل کی قدرتی دلچسپیوں اور قدیم تاریخی شہرتوں کی وجہ سے مینے اس تھوڑے سے زمانے میں یہاں کے بہت سے حالات اور مقام دیکھے مگر اون سے میں اب صرف اہرام مصری کا ذکر کرونگا۔ اہرام جمع ہرم کی ہے۔ جس کے معنی [illegible] چونکہ مصر کے قدیم مخروطی مینار اتنے قدیم ہیں۔ کہ بدرستی کوئی جان نہیں سکتا کہ کس [illegible] ہوئے تھے۔ اس لئے عربوں نے انکا نام اہرام یعنی بہت پرانے مینار رکھ دیا۔ آجکل کی [illegible] کے مطابق جو محققین یورپ و امریکانے آثار قدیم مصر کے متعلق کی ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ تخمیناً چھ ہزار سال آج سے پہلے تعمیر کئے گئے ہوں گے۔ اور ان کی تعمیر کی غرض [illegible] ان میں اُن زمانوں کے بڑے بڑے بادشاہ دفن کئے گئے تھے۔ اور ایسے طور پر ان [illegible] کو رکھا گیا تھا۔ کہ باوجود کوشش سے کھودنے کے بھی لاشیں بڑی مشکل سے [illegible] ہوئی ملیں مصر میں تین مختلف مقامات میں یہ مخروطی مینار موجود ہیں۔ جو [illegible] عجائبات میں شمار ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں سب سے بڑا [illegible] کے۔ کہ جس کو عرب ابوالہول کہتے ہیں۔ یہیں موجود ہے۔ اس [illegible] تھا۔ وہ عظمت اور ہول جو اس دنیا کی سب سے بڑی تعمیر کے [illegible] والوں کی آنکھوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ کوئی قلم ان [illegible] سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر دریائے نیل کی داہنی جانب [illegible]

Marfat.com

مینار کی بلندی (۴۶۴) فیٹ اور ایک ضلع کا طول ۷۶۰ فیٹ ہے۔ کل رقبہ زیر آمد (۵۳۵۸۲۴) مربع فیٹ ہے۔ چنانچہ لفظ سے اس تعمیر کی شکل کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ بڑا مینار ایک مربع چبوترہ پر تعمیر ہے۔ جسکا ہر ضلع (۳۶۵) فیٹ ہے۔ جو بہت بڑی بڑی پتھر کے چٹانوں سے تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ چٹان تخمیناً ڈیڑھ گز لمبے اور گز سے زیادہ چوڑے اور اونچے ہیں۔ جو ان میناروں میں اینٹوں کا کام دیتے ہیں۔ ہر تہ سے اوپر کی تہ ایک ایک چٹان خالی چھوڑ کر رکھی گئی ہے۔ ایسے طور پر کہ ہر بیرونی تہ چٹانوں کی ایک سیڑھی اوپر چڑھنے کے لئے بن گئی ہے۔ اور اس طریق تعمیر سے مینار نوکدار بنتا ہوا چوٹی پر ایک پتھر پر جا ختم ہوا ہے۔ اور اس کے چاروں طرف سیڑھیاں سی بن گئی ہیں میں نے اس لئے ان میناروں کی صورت اور تعمیر کے طریق کو اس وضاحت سے بیان کرنا مناسب سمجھا ہے۔ کہ ناظرین بخوبی سمجھ سکیں کہ انکی شکل کیسی ہے۔ کیونکہ باوجود مخروطی شکل کے خیال سے واقف ہونے کے میں انکی صحیح شکل نہیں جانتا تھا۔ جبتک کہ میں نے انہیں دیکھا نہیں تھا +

پتھر جن کے یہ مینار تعمیر ہوئے ہیں اتنے بڑے ہیں۔ کہ دیکھنے والے کو تعجب ہوتا ہے۔ یا تو اس زمانہ میں کہ جبکہ یہ تعمیر ہوئے تھے۔ فن جر ثقیل اس سے بھی زیادہ ترقی پر ہوگا۔ جتنا کہ آجکل ہے۔ کیونکہ سینکڑوں میل کی مسافت سے یہاں پتھر لائے گئے ہیں۔ اور پھر اتنی بلندی پر انکو چڑھایا گیا ہے۔ یا یہ انسانوں کا کام نہیں ہے۔ بلکہ جنات کا کام ہے۔ اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ اسی قسم کا خیال میں نے فصوص الحکم میں امام محی الدین عربی کا لکھا ہوا دیکھا ہے آپنے بعض تحریرات سے جو ان میناروں پر کسی زمانہ میں موجود تھیں۔ یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ یہ ستاروں کے ایسے اقتران کے وقت تعمیر ہوئے تھے۔ جسکو ۳ ہزار سال گذرتے ہیں اور جنات نے انکو تعمیر کیا ہوگا۔ یہ خیال ان میناروں کو اہرام بنانے کیلئے کافی ہے +

قاہرہ سے جدید یورپین حصہ کے قریب دریائے نیل پر ایک پل بنایا گیا ہے جسے قصر النیل کہتے ہیں اور پل کی دوسری طرف موضع الجیزہ واقع ہے۔ کہ جہاں مصر کا آثار قدیمہ کا نامور عجائب خانہ ہے۔ یہاں سے ایک غرش دیکر برقی ٹرام کے ذریعہ سے آدھ گھنٹہ میں ان میناروں کے دامن میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہاں جو لوگ میناروں کے اوپر چڑھنا چاہتے ہیں۔ وہ دو شلنگ دیکر ایک ٹکٹ خریدتے ہیں۔ اور جو صرف اسکے گرد چکر لگانا چاہتے ہیں۔ وہ ایک شلنگ کا ٹکٹ لیتے ہیں ٹکٹ کا دفتر یہیں موجود ہے۔ ہر وقت بیسیوں یورپین دنیا کے ہر حصہ سے اہرام کے دیکھنے کے لئے یہاں موجود رہتے ہیں ہر ٹکٹ لینے والے شخص کے ہمراہ ایک عرب شیخ ایک عرب کو متعین کر دیتا ہے۔ اگر وہ شخص مینار کے اوپر چڑھنا چاہے۔ تو وہ شخص اسے ان بڑی سیڑھیوں پر کھینچتا ہوا چوٹی تک لے پہنچتا ہے۔ ہر سیڑھی کی بلندی تمہاری کمر یا ناف تک ہو ناواقف شخص کا تنہا مینار پر چڑھ جانا سخت مشکل ہے۔ کمزور شخصوں بزدلوں اور یورپین عورتوں کو دو دو عرب کھینچکر لے جاتے ہیں اگر اوپر چڑھتے ہوئے تم ذرہ بھی زمین کی طرف دھیان کیا۔ تو تمہارا سر چکرا جاتا ہے۔ اور تمہیں خوف دامنگیر ہو جاتا ہے یہاں سے پاؤں پھسل جائے تو کسی طرح بھی زندگی بلکہ جسم کا سلامت رہنا ممکن نہیں۔ تاہم ہر روز سینکڑوں یورپین مرد اور عورتیں ان عربوں کی مدد سے بڑی مینار پر چڑھتے ہیں۔ بعض لوگ اسکے اندر بھی گھستے ہیں۔ چونکہ اندر جانیکا رستہ تنگ ہے اسلئے میں بہت دور نہیں گیا۔ جو عرب مشعلیں لے کر دکھلاتے ہیں +

Marfat.com

اسی بڑے مینار سے ۴۰۰ گز کے قریب سفنکس یعنے ابوالہول ... تراشا ہوا ہے نیچے کا دھڑ شیر کا اور سر عورت کا ہے جو قدیم اہل مصر ... ٹانگیں ۵۰ فیٹ لمبی ہیں سر کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ... ہے۔ یہ عظیم بت مرور زمانہ کی وجہ سے ریگ میں دب گیا تھا کیونکہ جہاں یہ واقع ہے وہاں ... اب ریگ کو کھود کر اوسکو نکالا گیا ہے۔ اسکے قریب زمین کے اندر مجھو ایک مندر دکھایا گیا جس ... اتنی لمبی چٹانیں استعمال کی گئی تھیں کہ ایک چٹان کا طول بیس گز لمبا اندازہ کیا گیا ہے ... مینار کے ساتھ بنے ہوئے ہیں جنمیں اُس زمانے میں اُن بادشاہوں کی لاشوں کی پرستش ہوتی تھی۔ جو ان کے تہوں میں دفن تھے۔ کیونکہ وہ لوگ بادشاہوں کی لاشوں میں صفات الوہیت کے قائل تھے۔ دریائے نیل کے ... لق و دق ریگستان میں ان عظیم الشان اہرام اور ابوالہول کے دور سے دیکھنے سے عجیب دلچسپ نظارہ پیدا ہوتا ہے۔ ... کے سامنے وہ تمام بوقلمون نظارے پھر جاتے ہیں۔ جو مورخان میں ان قدیم میناروں پر گذر چکے ہیں۔ ایک عرب شاعر اس مضمون کو ان خوبصورت سطور میں قلمبند کرتا ہے ؎ تامل ہیئت الہرمین انظر + وبینہما ابوالہول العجیب

والنیل بینہما وموج + وصوّا الرج عند صم نجیب + ودو بہما المعظم وہ یحیکی + رکاب الرکب بہا اللغوب

مصر کا سکہ ترکی کے سکہ کے بعد دیکھکر میں بہت خوش ہوا۔ یہ فرانس کے میٹرک سسٹم (اعشری طریق) پر مبنی ہے ترکی کا غرش ہمارے یہاں کے دو آنہ کا ہے۔ اور مصر کا اڑھائی آنہ کا جسے غرش صاغ کہتے ہیں ہر غرش صاغ میں دس ملیم ہوتے ہیں جو سفید میٹل کے ذرہ ذرہ سے سکے ہیں۔ پانچ غرش ایک انگریزی شلنگ کے برابر ہوتے ہیں ½۹۷ غرش کا ایک انگریزی طلائی پونڈ ہوتا ہے۔ جو ہندوستان میں بھی مروج ہے۔ یوروپین لوگ غرش کو پیاسٹر کہتے ہیں +

جہاں مصر کے سکے بہت اچھے ہیں۔ اور ایسے بے اصول اور لٹیرے ہیں کہ کام کی ہئیت اور اجرت کی مقدار میں کوئی بھی نسبت نہیں قائم کرتے۔ ایک دو آنہ کے کام کے بعد ... دو روپے مانگ لیتے ہیں۔ پھر خواہ تم جھگڑ کر انہیں چار آنہ تک لے آؤ۔ مگر ناواقف اکثر دھوکہ کھا جاتا ہے۔ اور مصر میں ہر مرتبہ قلیوں نے مجھ سے زیادہ مزدوری لی ہے اسکندریہ میں جہاز سے اتر کر ایک ہوٹل تک لیجانے میں ایک گاڑیبان اور ایک مزدور نے مجھ سے اڑھائی روپے لئے تھے۔ جب تم کسی مزدور کو اوس کے مطالبے کے موافق نہ دو تو قسمیں کھانے لگتا ہے۔ اور اکثر کہتا ہے بحیات ربنا ما انا مش کافی"۔ یعنے خدا کی قسم یہ تھوڑا ہے۔ میرے خیال میں مصر کے مزدور اسوجہ سے زیادہ مستانی ... کے عادی ہو گئے ہیں۔ کہ یوروپین سیاح اور خصوصاً انگریز اور امریکن سیاح اپنی دولتمندی اور ملک کی ... مزدور و بخشش مانگی اجرتیں دیتے ہیں۔ اس سے وہ دوسرے مسافروں کو بھی دق کرتے ہیں مصر کے ... قلی یا ترجمان اردو کے بعض فقرے جانتے ہیں۔ اور انگریزی تو اکثر ٹوٹی پھوٹی بول سکتے ہیں۔

مصر کے مطابع کے متعلق یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ یہاں دو قسم کی کتابیں چھپتی ہیں ... مصنفین کی عربی تصانیف من قبیل فقہ۔ حدیث۔ تفسیر۔ تاریخ۔ عروض۔ نحو وغیرہ اور دوسری ...

Marfat.com

جو کتب حدیثہ کہلاتی ہیں مثلاً یورپین زبانوں کے ترجمے یا مدرسوں کی کتابیں اور پمفلٹ وغیرہ قدیم کتابیں علاوہ تاجروں کے مطابع کے مصر کے سرکاری مطبع میں بھی چھپتی ہیں۔ اور دوسری کتابوں کی طرح بازار میں بکتی ہیں۔ اس مطبع کو "امیری" کہتے ہیں۔ یہ کتابیں نسبتاً اچھے کاغذ پر چھپتی ہیں۔ اور کسیقدر گراں بھی ہوتی ہے۔ مگر بازاری مطابع کی کتابیں عموماً حنائی کاغذ پر معمولی ٹائپ کے خط میں چھپتی ہیں۔ اور مقابلتہً ارزاں ہوتی ہیں۔ ان میں عام دستور یہ ہے۔ کہ ایک کتاب متن میں ہوتی ہے۔ تو اسی فن یا اسی مصنف کی کوئی دوسری کتاب حاشیہ پر چڑھا کر ختم کیجاتی ہے۔ مصر میں میں نے دیکھا ہے۔ کہ ہندوستان کی نسبت کتابوں کے مجلد کر کے فروخت کرنے کا زیادہ رواج ہے۔ بعض کتابیں اجزا کی صورت میں بھی فروخت ہوتی ہیں لیکن زیادہ مجلد بکتی ہیں۔ پتھر پر چھاپنے کا بہت کم رواج ہے۔ اور سوائے قرآن مجید کے شاذونادر کوئی دوسری کتاب پتھر پر چھاپی جاتی ہے ؛

کتب حدیث کے چھاپنے والے مطابع علیحدہ ہیں۔ ان میں سے سب سے اچھا مطبع محمد علی صاحب کامل کا ہے ؛ کتابیں خوشنما ترکی ٹائپ سے چکنے ولایتی کاغذ پر زیادہ اہتمام سے چھپتی اور یورپ کی اچھی چھپی ہوئی کتابوں سے مقابلہ کرسکتی ہے۔ محمد علی صاحب کامل ایک نوجوان مصری ہیں۔ انہوں نے فرانسیسی زبان اعلیٰ درجہ کی تحصیل کی اور قانون کا امتحان پاس کرلیا۔ تاہم مطبع کی پیشہ کو ترجیح دی اور خوبصورت عربی کتابیں چھاپنے کا انہیں بڑا شوق ہے قاہرہ میں بہت سے روزانہ اور ہفتہ وار اخبار اور ماہوار رسالے عربی زبان میں شایع ہوتے ہیں۔ جن میں بعض مسلمانوں کے اور بعض عیسائیوں کے ہیں۔ روزانہ اخبارات میں المؤید سب سے بڑا اخبار ہے۔ اور اب اللواء بھی ترقی کر رہا ہے اور برقی طاقت سے شایع ہوتا ہے۔ گو المؤید کے ہوشیار مالک شیخ علی یوسف صاحب کی لیاقت اور رسوخ سے انکا سکہ ایسا بیٹھ چکا ہے کہ مصر کے اچھے اچھے لوگ المؤید سے ڈرتے ہیں مجھ سے شیخ علی یوسف مالک اڈیٹر المؤید بڑی مہربانی اور محبت سے پیش آئے اور ان سے دو تین ملاقاتیں ہوئیں یہ دُبلے پتلے چھوٹے سے قد کے آدمی ہیں اور وطنی لباس پہنتے ہیں۔ سوائے عربی زبان کے کوئی مغربی زبان نہیں جانتے۔ مگر عربی لکھنے اور معاملات کے سمجھنے میں بڑے لایق ہیں۔ انکے نایب اڈیٹر انگریزی اور فرانسیسی زبانیں جانتے ہیں۔ دوران گفتگو میں میں نے ان سے ذکر کیا ہے۔ کہ ہندوستان میں انگریزی زبان کے اخبارات دیسی زبان کے اخبارات سے زیادہ معزز اور بڑے ہوتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ مصر میں صورت اس کے برعکس ہے۔ وہاں عربی زبان کے اخبار تعداد میں زیادہ ہیں میں نے کہا کہ اسے حاکم قوم کی زبان ہونیکا فخر ہے۔ جب شیخ علی یوسف صاحب نے مہربانی کر کے مجھے مطبع دکھایا۔ کہ جس میں ایک بہت بڑی مشین پر انکا اخبار چھپ رہا تھا۔ تو میں نے پوچھا کہ المؤید کی اشاعت کسقدر ہے؟ آپ نے کہا آٹھ ہزار روزانہ ہے۔ یہ اشاعت ہندوستان کے شاید ہی کسی روزانہ انگریزی اخبار کی بھی ہو مصر میں بھی بازاروں میں اخبارات بیچنے کا رواج بہت ہے ؛

شیخ مصطفےٰ کامل صاحب اڈیٹر و مالک اللواء و بہی ہیں جنہوں نے ابھی سال گزشتہ میں روزانہ اخبار جاری کیا ہے لیکن انکی ذات کی شہرت ان کے اخبار سے بھی زیادہ ہے۔ یہ ایک چھریرے بدن کے خوبصورت نوجوان ہیں۔ یورپین

لباس پہنے ہیں [illegible]

نے اسباب کی تائید میں [illegible]

وعدہ کیا تھا کہ جب امن ہو جائیگا تو مصر [illegible]

ہر طرح سے امن ہی ہے۔ اب [illegible]

کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک [illegible]

گیں۔ اور وہاں کے اڈیٹروں نے انکی خوب آؤبھگت کی [illegible]

کیا حال ہے۔ تو منیج کہا بہت اچھا ہے۔ ہم لوگ [illegible]

ہمیں ہر طرح کی اصلاح اور ترقی کی آزادی حاصل ہے۔ جب [illegible]

نے کہا کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں انگریزوں کا دشمن ہوں وہ غلطی [illegible]

ایک پالیسی کا مخالف ہوں۔ ورنہ انگریزوں میں میرے دوست موجود [illegible]

جنگ ٹرنسوال میں مارا گیا ہے۔ وہ میرا بڑا دوست تھا۔ بہر حال یہ [illegible]

ان کا اخبار ترقی کر رہا ہے +

قاہرہ میں اور بھی کئی روزانہ اخبار ہیں۔ عیسائیوں کے اخبارات میں المقطم [illegible]

ایک عالم عیسائی ہے۔ اور مشہور ہے کہ المؤید کے جواب کے لئے یہ اخبار انگریزی پالیسی کی [illegible]

ہے۔ اور یہی ذریعہ ہے کہ اسپر سرمایہ خرچ کیا جاتا ہے +

ماہوار رسالے الہلال۔ المنار۔ الحیات۔ انوار الاسلام وغیرہ کئی نکلتے ہیں [illegible]

میں سے رشید آفندی صاحب اڈیٹر المنار سے ملا۔ یہ بڑے لائق اور فاضل [illegible]

اخبارات میں بارہا ان کے بیش بہا رسالہ سے مضامین ترجمہ ہو کر چھپتے ہیں [illegible]

اسلامی مسایل پر کس لیاقت سے لکھ سکتے ہیں۔ اور موجودہ زمانہ کے مسلمانوں [illegible]

مسلمانوں کی طرح بنانا چاہتے ہیں۔ السید محمد عبدہ صاحب مفتی دیار مصر [illegible]

ملاقات کرائی مفتی صاحب علوم دینیات میں فاضل اجل ہیں۔ اور زمانہ حال کے [illegible]

اپنے اعلیٰ عہدے کی بہت سی ذمہ واریوں کے علاوہ اکثر سرکاری [illegible]

اور رفاہ عام کے کاموں میں مدد کرنے کے دل سے ساعی رہتے [illegible]

گو مصر میں کئی مساجد کے ساتھ کتب خانے موجود ہیں۔ لیکن کتب خانہ [illegible]

مشرقی زبانوں کی کتابوں کا ہے۔ جس کی فہرست گیارہ مطبوعہ جلدوں [illegible]

حالات یہاں لکھنے کی گنجایش نہیں۔ سوا تو اس کے کہ [illegible]

کتب خانے میں ہے۔ دنیا کے کسی دوسرے مقام میں نہ ہوگا +

Marfat.com

...جب ہندوستان کے باشندے ہیں گھر میں ترکی بیوی ہے۔ انگریزی بہت اچھی جانتے ہیں۔ اور یورپین سیاح جو مصر میں آتے ہیں۔ یہ انکی رہنمائی کرتے ہیں۔ انکے تجربے سے مینے بہت فائدہ اوٹھایا۔ اور ہمیشہ اونکا مشکور رہوں ۔

مصر میں سلام کا طریقہ مجھے بڑا عجیب معلوم ہوا۔ دو شخص ایک دوسرے سے ملکر آپس میں ہاتہہ پر ہاتہہ رکھتے ہیں چلو سلام ہو چکا۔ شام کی طرح یہاں بھی لوگ رخصت کے سلام کیوقت مع السلامہ کہتے ہیں۔ شام میں ایسے موقعہ پر بعض دفعہ "خاطرکم" بھی کہتے ہیں عیسائی جب ملتے ہیں۔ تو السلام علیکم کے بجائے "سیدی" کہتے ہیں "سیدی" "مولائی" کہنے کا تکلف کی گفتگو میں رواج ہے۔ سر آنکھوں پر کہنے کے لئے "بالراس والعیون" یا "عیونی" بھی کہتے ہیں ۔

مینے مصر سے ایک صندوق عربی کتابونکا خریدا جس نے مجھے رستہ میں بہت تکلیف دی۔ اور اسپر خرچ بھی اُس سے زیادہ ہوا کہ جس قدر مال کے کیلانے میں ہوتا ہے۔ جہاز میں لوگوں کے پاس اس سے بھی وزنی اسباب بلا کرایہ موجود تھے لیکن مینے ناواقفی کی وجہ سے ایک پونڈ سے زیادہ اسپر کرایہ خرچ کردیا۔ قاہرہ میں مینے سب جہازوں کی کمپنیوں کے کارخانوں میں جاکر معلوم کیا۔ کہ کون جہاز ہندوستان کو جلدی جانیوالا ہے مجھے معلوم ہوا کہ آسٹرین لائیڈ کمپنی کا جہاز امپیریٹر تیار ہے مینے قاہرہ سے ہی ٹکٹ خرید لیا۔ اور سویز میں آکر ۹ نومبر کی شام کو جہاز پر سوار ہو گیا۔ سویز بوجہ نہر سویز کے خاصہ قصبہ بن گیا ہے۔ یورپین کانسلوں اور تجارتی کمپنیوں کے مکانات عالیشان ہیں۔ یہاں بھی قہوہ خانے بڑے تکلف کے ہیں۔ ویسے شہر تی آبادی سے الگ ہے۔ یہاں کا بندر خراب ہے۔ اور کشتی میں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد جہاز کے کھڑے ہونیکی جگہ تک پہونچتے ہیں۔ بوجہ کوئلہ گراں ہو جانے کے ۱۵ اکتوبر کو ہندوستان سے جہاز لانیوالی سب کمپنیوں نے اتفاق کرکے کرایہ جہازونکا دس فیصدی بڑہادیا تہا۔ اس جہاز کا دوم درجے کا کرایہ سویز سے ۱۹ پونڈ ۱۰ شلنگ اور سوم درجہ کا کرایہ ۵۔ پونڈ بمبئی تک تہا۔ اتفاق سے مجھے بعض یورپین مسافر اس جہاز پر ایسے ملے جو میرے ساتہہ ہی ہندوستان سے یورپ کو چہہ مہینہ کی رخصت پر گئے تھے۔ مجھے جہاز پر سوار ہوتے ہی بوجہ قبض بخار ہو گیا جسکے لئے مُسہل کرنا پڑا۔ دو روز کے بخار اور مُسہل سے طبیعت بہت ضعیف ہوگئی۔ سمندر بہت ٹھنڈا تھا۔ ۱۳ نومبر کی رات کے ۱۲ بجے جہاز نے عدن پہونچکر لنگر ڈالا اور ہم اگلی سہ پہر کو لنگر اُٹھایا۔ عدن میں اُتر کر مینے بندر کو دیکہا۔ لیکن بوجہ نقاہت کے شہر عدن تک جانیکی جرأت نہ پڑی۔ جو بندر سے دو تین میل ہے۔ دہوپ اس جگہ ایسی سخت ہے۔ کہ دوپہر کو چلنا بہت مشکل تہا۔ یہاں کا مدرسہ مینے دیکہا۔ جس میں سمالی لڑکے پڑہ رہے تہے۔ مدرس بہی سمالی قوم کا تہا۔ منجملہ اور باتوں کے اُس نے بتلایا۔ کہ ان لوگوں میں "انساب" یاد رکہنے کا کیسا رواج ہے۔ دو تین آٹہہ سال کے بچوں نے مجھے آٹہہ آٹہہ سات سات اجداد کے نام سنادیئے۔ خود معلم نے اپنی بہن بیٹیوں

کے نام سلیٹ پر لکھکر مجھے دیئے - اور پھر زبانی سناوے ... نہ ہو - کہ میں فرضی نام سنا رہا ہوں - اوس نے یہ بھی کہا کہ ... کے قریب جاکر - جرمنی - فرانسیسی - انگریزی زبان کے الفاظ اور فقرات ... سے بعض ان زبانوں میں ٹوٹی پھوٹی باتیں کرسکتے ہیں فضیل الٰہی ... کو چلکر ۹ اکی شب کو ۱۲ بجے جہاز بندر بمبئی میں پہونچگیا شہر بمبئی کی بتی ... خوب صورت معلوم ہوتی تھی - عدن سے بہت سے ہندوستانی مسافر تھرڈ کلاس میں ... عدن اور بمبئی کے درمیان ہندوستانیوں کی بہت آمدورفت رہتی ہے بعض لوگ ... افریقہ ... میں آجاتے ہیں - اور پھر بمبئی کو آتے ہیں بعض مسافرجن کے بمبئی میں مکانات تھے - وہ رات کے ہی جہاز سے اُتر گئے - دوسری صبح ۹ بجے پائلیٹ کی مدد سے جہاز آہستہ آہستہ چلکر گودی میں پہونچا ۰

یہاں اُترنے کے بعد کسٹم (چنگی) کے افسروں نے لوگوں کا مال دیکھنا شروع کیا - بہت سے انگریز بہت بہت مال کے صندوق لیکر چلے جاتے - مگر اون سے کوئی نہ پوچھتا - اور ہندوستانیوں کے چھوٹے چھوٹے بکس اور ٹرنک بھی کھلوائی جاتی - میرے پاس سات آٹھ روپیہ قیمت کی قابل محصول اشیا تھیں مجھے ایک شخص نے میرے قلی کی معرفت کہا - اگر پانچ روپیہ دیدو تو گذر جانے دینگے - ورنہ بڑی تکلیف ہوگی - آخر وہ شخص تین روپیہ لینے پر راضی ہوگیا - مگر میں نہ مانا - میرے اسباب سے وہ اشیا امانت رکھکر مجھے رسید دے دی گئی - اور جس تکلیف سے بعد کے دو روز میں میں نے محکمہ کسٹم سے اس کلرک سے اوس اور اس کلرک کو پاس پھر کر اپنی اشیا کو حاصل کیا - اور انپر دس گیارہ آنے محصول دیا ہے - اگر وہ مجھے پہلے معلوم ہوتی - تو یقیناً میں پانچ روپیہ بھی دے کر خلاصی کرالیتا - محکمہ کسٹم کے ماتحت لوگوں کو بڑی تکلیف دیتے ہیں - اور اس کام کرنے کی رولیں اتنی لمبی اور پیچیدہ ہے کہ ناواقفوں کو اس سے سخت تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے - کہ جس کے سامنے شرح محصول کسٹم ہیچ ہے ۰

نٹال کے نومسلم (حبشی کافر) موثر تبلیغی مسلمان

اس برٹش کالونی میں ہر ایک ملک کا باشندہ پایا جاتا ہے ہندی - جاوی - ملایا - چینی - جاپانی - ایرانی - رومی ترکی - عدنی - عربی - مصری - شامی وغیرہ - غرض دنیا کا کوئی ملک نہیں - جہاں کا باشندہ جنوبی افریقہ میں آیا ہو - خاصکر جوہانسبرگ معدن طلا کے شہر میں تو ہر قوم و ملت بستی ہے - بباعث کثرت طلا دنیا کے تمام اطراف سے دنیا کھینچکر یہاں آبسی ہے - ان مختلف اقوام سے اس ملک میں ... رونق کہ ہندوستان کا کوئی شہر اس سے لگا نہیں کھاتا - ہر ایک شخص مالدار و غنی ہے کسی کا محتاج نہیں دست نگر نہیں - اس ملک میں فقیر و گدا ہرگز نہیں دیکھا گیا - اول تو ہیں جگہ گدا گری کا ...

Marfat.com

نہیں - اگر کوئی بھیک مانگتا ہوا دکھا بھی جاوے تو پولیس پکڑ لیتی ہے - بمبئی کے سوداگروں کی محنت اور حمیت اسلامی سے اس ملک کے بہت سے کافر باشندے مسلمان ہو گئے ہیں - اور اون کے ساتھہ موزنبیق - زنگبار اور سغلا کے حبشی مسلمان بھی آ بسے ہیں - ان لوگوں کو بلف میں ایک جگہ الگ دیگئی ہے - جہاں یہ لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں - اور اپنی زندگی مزے سے گذارتے ہیں - ان لوگوں کی تعلیم دینی کے واسطے ایک واعظ مقرر ہے - ارکان دین اسلام کو بخوبی بجالاتے ہیں یہ تمام نو مسلم قریب دو تین سو کے ہونگے ان کے سرپرست سیٹھہ عثمان احمد ہیں یہ لوگ عیدین اور جمعہ کو ڈربن شہر میں آتے ہیں عید کی روز تمام مرد - عورتیں - بچے علم محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر نکلتے ہیں - ہر ایک کے ہاتھہ میں دف ہوتی ہے جسکو یہ بجاتے ہوئے چلے آتے ہیں - سینکڑوں نشانوں کا ہونا - عربی قصائد کلمہ طیبہ اور درود شریف کا پڑھنا اور مدحیہ اشعار کا ترنم ایک عجیب پر لطف نظارہ پیش نظر کر دیتا ہے - سینکڑوں خلقت انکے گرد اکٹھی ہو جاتی ہے - مسٹر عثمان احمد صاحب ہاتھہ میں خنجر لئے ہوئے اور عربی لباس زیب تن کئے آگے آگے چلتے ہیں - اور یہ موزنبیقی مسلمان انکے پیچھے گاتے بجاتے نشان اٹھائے ہوئے چلے آتے ہیں تمام شہر ڈربن سے ہوتی ہوئی یہ جامع مسجد ڈربن کے پاس آنکلتے ہیں - جہاں گانا بجانا موقوف ہو جاتا ہے - اور تکبیر کی آواز بلند کیجاتی ہے جسکے ساتھہ اور صدہا مسلمان شامل ہو جاتے ہیں - اس طرح یہ لوگ تکبیر کہتے ہوئے مسجد میں داخل ہوتے ہیں - اب آپ خود خیال فرمائیں کہ یہ کیسا عمدہ دلفریب و دلچسپ موقع و جلسہ ہوتا ہوگا - ان لوگوں کا ناچ اور دایرہ بھی بچشم خود دیکھا ہے - ہر ایک قومی یا پولیٹیکل جلسہ میں یہ لوگ زیر سرپرستی مسٹر عثمان احمد صاحب بلائے جاتے ہیں - جنکے واسطے ایک خاصی رل لگی ہو جاتی ہے - رلیف - لیڈی سمتھہ پر مسلمانان ڈربن نے ایک جلوس جامع مسجد سے نکالا تھا جس میں یہی لوگ شامل تھے - دف بجاتے غزلیں گاتے - نشان اٹھاتے ہوئے ڈربن کے ٹون ہال کے پاس سے نکلے - اور ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے بُت سنگین کے قریب جمع ہوئے - وہاں ہزارہا انگریز اور مسلمان و غیر قومیں جمع تھیں یہ جلسے مسلمانوں کی طرف سے اظہار خوشی کے واسطے ہوئے تھے - مسٹر عثمان احمد صاحب نے ایک دلچسپ سپیچ انگریزی میں دی تھی - اور جس سے ہر ایک دنگ ہو گیا تھا - رزولیوشن پاس ہوئے - اور مسلمانوں کی طرف سے جنرل بلر سر جارج وائٹ بہادر اور فیلڈ مارشل لارڈ رابرٹس صاحب بہادر کو تارہائے مبارکباد روانہ کئے گئے تھے - یہ ہیں مسلمان اور انکے پولیٹیکل تعلقات - انکے قومی جلسے اور گورنمنٹ سے انکا تعلق - ان لوگوں کو ایک سچا وفادار شریف اور دولتمند رعایا ثابت کر دکھایا ہے - کاش کہ ہمارے ہندوستانی مسلمانوں کو بھی خداوند کریم ہمت بخشے اتفاق قایم ہو - کہ وہ اپنے آپکو ہونہار جنٹلمین ثابت کر دکھائیں - اس جنوبی افریقہ میں دو مشرب و مذہب ہیں یا تو مسلمان یا عیسائی - باقی جو ہندو قلی آئے ہوئے ہیں - ان لوگوں نے انگریزی وضع کو پسند کر لیا ہے - مسلمان جہاں جہاں ہیں سب معزز متمول - غنی - دولتمند - صاحب رسوخ - مخیر - ہر ایک ملکی و پولیٹیکل معاملات میں یہ لوگ انٹرسٹ لیتے ہیں - انگریزی رعایا سے شیر و شکر کی مانند ہیں - غرض یہ برٹش کالونی خوب آباد و سرسبز ہے ◆

تمام شد

Marfat.com

واقعات

صیغہ بغیر فکر کچھ نہیں جملہ

فاضل مترجم کے اس کتاب کو نسف

خود ٹرکی میں بیٹھا ہوا صیغہ جنگ کی پہل

تاریخ خاندان عثمانیہ

اس کتاب میں

دیگر اسلامی سلطنتوں

اور یورپین پالیسی اور مشرقی مسئلہ پر بھی بحث کرنے کے ساتھ ہی

جن کے بغیر کوئی قوم مقتدر اور زندہ قوم نہیں ہو سکتی۔ یقین

کر لینے اور دول یورپ اسلامی طاقتوں کو موجودہ مطالعہ

کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہیں پائیں گے۔ آجتک اردو میں کوئی ایسی کتاب

اس واحد مقتدر سلطنت کے حالات جو کئی صدیوں سے اسلام کی پولیٹکل طاقت

شرح وبسط سے جدید اصول پر لکھی گئی ہوں +

اس کتاب کی دو جلدیں ہیں۔ جلد اول میں سلطان محمد چہارم کے

جلد دوم میں سلطان سلیمان ثانی ۱۶۹۱ء سے لیکر حالات

حال کی تخت نشینی تک کے مفصل حالات قلمبند کئے گئے ہیں قیمت

بست سالہ عہد حکومت

خلیفۃ المسلمین اعلیٰحضرت سلطان عبد الحمید خان ثانی الغازی

اس نادر کتاب (با تصویر) میں شہنشاہ روم کے عہد حکومت

درج کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب بوجہ عام پسند اور دلچسپ ہونے کے

کے حالات انگلستان کی ایک شہزادی کی کتاب سے لئے گئے ہیں

کر سکتی ہے۔ کہ ہم خلیفۃ المسلمین کے ملاحظہ ہمایوں سے گذر چکی

صفات حضرت شاہنشاہی ڈی اسکاٹر کی میں ترجمہ کیا جا

پر سچے زمانہ کیلئے تمام اسلامی ممالک اور نیز اسلامی

باہمی تعلقات کی مفصل و کمال دلچسپ تاریخ سمجھنا چاہیئے

صفحہ قیمت فی جلد (عہ)

المشتہر۔ مولوی محمد انشاء اللہ

ایوب

Marfat.com

Marfat.com

البانوی تہواری لباس میں

Marfat.com